جلد 3

از سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ

(زیر نگرانی)

مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ

مکتبہ رشیدیہ کراچی

اے پیغمبر جو کتاب آپ کی جانب وحی کی گئی ہے اُس کی تلاوت کیا کیجئے اور نماز کی پابندی کیجئے اور نماز کو قائم رکھئے بیشک نماز بے حیائی اور نا معقول و ناشائستہ کاموں سے باز رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور اسکا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو تم کرتے ہو ☆ اوپر کی آیات میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُنکے ماننے والوں کیساتھ منکرین کی بدسلوکی اور بُرے برتاؤ کا ذکر تھا تاکہ مسلمان ان فتنوں سے نہ گھبرائیں جو دینِ حق کے منکروں کی طرف سے آئے دن پیش آتے رہتے ہیں اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے بعض احکام بیان فرماتے ہیں اور اس کے ضمن میں آپ کی نبوت کے بعض دلائل کا بھی ذکر فرمایا اور قرآن شریف کی صداقت پر بھی بعض دلائل بیان فرمائے چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو کتاب آپ کی جانب نازل کی گئی ہے اور وحی کی گئی ہے اُس کی تلاوت کیا کیجئے اور اُسکو پڑھ کر سنایا کیجئے تاکہ لوگوں میں اُس کی تبلیغ ہو اور اُن کی ہدایت کا ذریعہ ہو اور نماز قائم رکھیے یعنی نماز پڑھ کر ان کو دکھایئے تاکہ ان کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ کیا ہے اور آپ قولی اور فعلی دونوں قسم کی تبلیغ کے فریضے سے ادا ہوں۔ پھر فرمایا نماز بے حیائی اور نامعقول کاموں سے باز رکھتی ہے اور ناشائستہ امور میں مبتلا ہونے سے ایک نمازی مسلمان جھجک اور شرمندگی محسوس کرتا ہے اور یہ قاعدے کی بات ہے کہ جو دربار میں حاضر ہونے والے ہیں وہ بادشاہ کی نافرمانی بہت کم کرتے ہیں۔ اور کم از کم یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جب تک نماز میں رہتا ہے بے حیائی اور ناشائستہ باتوں سے محفوظ رہتا ہے اور ہم پہلے پارہ میں تفصیل کیساتھ عرض کر چکے کہ ہر نیکی اور بدی کا ایک شجرہ ہوتا ہے، ہر بدی سے بدی اور ہر نیکی سے نیکی پھوٹتی ہے آپ ایک غلطی کیجئے یقیناً آپ کسی دوسری غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے ایک نیکی کیجئے یقیناً کسی دوسری بھلائی اور نیکی کی توفیق آپ کو میسر ہو جائے گی۔ یہ ایک تجربہ کی بات ہے بلکہ ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ کوئی چھوٹا سا نیک عمل دوامی طور پر اختیار کر لیجئے وہی عمل آپ کی رہنمائی اور روحانی ترقی کا موجب ہو جائے گا اور چونکہ نماز کو اللہ تعالیٰ کی حضوری اور اُس کی یاد میں بڑا دخل ہے اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اسکی یاد بہت بڑی چیز ہے، یہ اشارہ ہے دوسرے اعمالِ خیر کی طرف بھی، ہر عملِ خیر خدا تعالیٰ کی یاد ہے اور اُس کی یاد بہت بڑی بات ہے۔ آگے تربیت کے طور پر فرمایا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سب کاموں کو خوب جانتا ہے اور جب سب کاموں کا اُس کو علم ہے تو اُن کاموں کو اختیار کرو جو اُس کو پسندیدہ ہوں اور اُن سے بچو جو اُس کی ناراضگی کا موجب ہوں، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جتنی دیر نماز میں لگے اتنی دیر تو ہر گناہ سے بچے اُمید ہے کہ آگے بھی بچتا رہے اور اللہ کی یاد کو اس سے زیادہ اثر ہے یعنی گناہ سے بچے اور اعلیٰ درجوں پر چڑھے ۱۲ (۴۵) اور تم لوگ اہلِ کتاب کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ نہ کیا کرو مگر ہاں ایسے طریقے پر مباحثہ کرو جو طریقہ اچھا اور بہتر ہو لیکن وہ لوگ جو زیادتی کریں ان کی رعایت نہ کرنے میں مضائقہ نہیں اور اہلِ کتاب کے مقابلے میں یوں کہا کرو کہ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اُن کتابوں پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی ہیں۔ اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار اور اُسی کے حکم پر ہیں ☆ اہلِ کتاب کی حالت نسبتاً کفارِ مکہ سے بہتر تھی اہلِ کتاب پڑھے لکھے لوگ تھے آسمانی کتابوں کو جانتے تھے اُن کا نام لیتے تھے پیغمبروں سے واقف توحید اور قیامت کو بھی سمجھتے تھے البتہ ان کی کتابوں میں جو تحریف وغیرہ ہو گئی تھی اُس سے بگڑ گئے تھے اس لئے قرآن کا منشا یہ تھا کہ اہلِ کتاب سے گفتگو نرم کی جائے اور کم از کم متفقہ باتوں میں باہمی سمجھوتہ کر لیا جائے۔ جیسا کہ آلِ عمران میں ذکر گزر چکا ہے مشرکین کہ نہ صرف جاہل تھے بلکہ ان کا مذہب ہی کچھ نہیں تھا چند خاندانی رسومات تھیں جن کو یکے بعد دیگرے کرتے چلے آ رہے تھے۔ اُن کو حمیتِ جاہلیہ نے اور سخت کر دیا تھا چنانچہ اس لئے یہاں بھی یہ بات مسلمانوں کو سمجھائی گئی کہ مذہبی گفتگو میں اہلِ کتاب سے نرمی اور تہذیب سے گفتگو کی جائے اور اہلِ کتاب اور خالص مشرکین سے گفتگو میں فرق کیا جائے (باقی صفحہ ۶۴۲ پر)

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ

اے پیغمبر جو کتاب آپ کی جانب وحی کی گئی ہے اُس کی تلاوت کیا کیجئے اور نماز کی پابندی

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ

رکھیے بے شک نماز بے حیائی سے اور نا معقول کاموں سے باز رکھتی ہے

اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵ وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ

اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔ اور تم لوگ

الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

اہلِ کتاب کے ساتھ مباحثہ نہ کیا کرو مگر ہاں ایسے طریقہ پر جو طریقہ بہتر ہو یعنی شائستہ اور مہذب لیکن جو لوگ اُن اہلِ کتاب

مِنْهُمْ وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ

میں سے زیادتی کریں اُن کی رعایت نہ کرنے میں مضائقہ نہیں اور اہلِ کتاب کے مقابلہ میں یوں کہا کرو کہ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف بھیجی گئی

اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶

اور اُن کتابوں پر بھی جو تمہاری طرف نازل کی گئیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُس کے فرماں بردار ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ

اور جس طرح ہم نے پہلے نبیوں پر کتابیں نازل کیں اسی طرح ہم نے آپ پر بھی کتاب نازل کی سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے

الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ

وہ اس کتاب کو مانتے ہیں اور ان مشرکینِ عرب میں سے بھی بعض وہ ہیں جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں

مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۷ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا

اور ہماری آیتوں کو ماننے سے وہی انکار کرتے ہیں جو کفر کے خوگر ہو چکے ہیں۔ اور اے پیغمبر آپ اس کتاب یعنی قرآن سے

مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا

پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست اور ہٹ دھرم اس وقت

لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۴۸ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ

ضرور کسی شبہ میں پڑتے۔ بلکہ یہ قرآن ایسی صاف اور واضح آیات کا مجموعہ ہے جو

(بقیہ صفحہ ۶۴۱) البتہ اگر کوئی شخص ان میں بدکلام ہو اور جو لوگ غیر مہذب ہوں اُن سے گفتگو کرنے میں اُن کی درشتی پر تم بھی کوئی سخت بات کہدو تو مضائقہ نہیں اگرچہ اس کا ترک بھی افضل ہے، اور سختی کا جواب بھی نرمی سے دیا جائے تو بہتر اور افضل ہے آگے گفتگو کا طریقہ تعلیم فرمایا کہ ان سے کہو ہم تو قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور تمہارے پاس جو آسمانی کتابیں توریت اور انجیل وغیرہ ہیں انکو بھی مانتے ہیں کہ بیشک جس وقت یہ نازل ہوئی تھیں اس وقت انپر عمل کرنے کی ضرورت تھی بعد یہ کہ ہمارا تمہارا معبود برحق ایک ہی ہے۔ اُس میں کوئی فرق نہیں اور ہم اُسی کے حکم بردار ہیں اگر تم بھی اُسکی حکم برداری کرنے لگو تو پھر ہم تم ایک ہی ہیں، اہل کتاب کو اس طرح نرمی سے۔ جہاد اسلام کا مقصد یہ تھا کہ اہل کتاب جو کفار مکہ سے زیادہ سمجھدار لوگ ہیں اگر اسلام میں داخل ہو جائیں تو مسلمانوں کی طاقت دوگنی ہو جائیگی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی مشرکوں کا دین جڑ سے غلط ہے اور کتاب والوں کا دین اصل میں سچ تھا تو اُن سے انکی طرح نہ جھگڑو کہ جڑ سے اُن کی بات کاٹو نرمی سے واجبی بات کہو مگر جو اُن میں سے بے انصافی پر آدے اس کو سزا دینی ہے ۱۲ قرآن تبلیغ اور مباحثوں میں بھی انصاف اعتدال اور فرق مراتب کا لحاظ رکھتا ہے (۴۶) اور جس طرح ہم نے پہلے انبیاء پر کتابیں نازل کیں اسی طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل کی سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب یعنی قرآن کو مانتے ہیں اور بعض لوگ ان منکرین عرب میں سے بھی ایسے ہیں جو اس کتاب یعنی قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہی جو کفر کے خوگر ہو چکے ہیں اور کفر پر اڑنے والے ہیں ؛ یعنی ضدی اور ہٹی قسم کے لوگ تو انکار ہی کرتے رہتے ہیں لیکن جو منصف مزاج اور صحیح سمجھ رکھنے والے ہیں وہ مشرکوں میں سے بھی اور اہل کتاب میں سے بھی اس کو مانتے اور اس پر ایمان لے آتے ہیں اول قرآن کے نزول پر استدلال کیا کتب سابقہ کے نزول سے پھر اہل کتاب کا ذکر فرمایا کہ انکی کتابوں میں تو قرآن کی پیشین گوئی موجود ہے لہٰذا جو صحیح سمجھ رکھتے ہیں وہ قرآن پر ایمان لے آتے ہیں اور مشرکین میں سے بھی جو منصف ہیں وہ خود سمجھ کر یا اہل علم یا اہل کتاب کے ایمان سے استدلال کرکے قرآن پر ایمان لے آتے ہیں اور بالکل انکار تو وہی کرتے ہیں جو پرلے درجے کے ضدی اور ہٹی ہیں کوئی ظاہر ایمان لے آتا ہے کوئی دل سے سمجھتا کہ کتاب جھوٹی نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اُن لوگوں میں یعنی مشرکوں میں اور جن کتاب والوں نے اپنی کتاب ٹھیک سمجھی وے اُسکو بھی مانیں گے ۱۲ (۴۷) اور اے پیغمبر آپ اس کتاب یعنی قرآن سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست اور ہٹ دھرم جھوٹے اس وقت ضرور کسی شبہ میں پڑتے ؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کے منزل من اللہ ہونے پر ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے کہ نزول قرآن سے پیشتر آپ کوئی کتاب نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے اگر لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تھے تو اس شبہ کا امکان بھی تھا کہ لکھے پڑھے آدمی ہیں کہیں بیٹھکر یہ قرآن مرتب کر لیا ہوگا اگرچہ پھر بھی اسکی اعجازی فصاحت و بلاغت اسکی مقتضی تھی کہ اسکو منجانب اللہ مانا جائے لیکن اس وقت اہل زیغ اور اہل باطل کو شبہ کی گنجائش تو تھی اور آپکے اُمی ہونیکی حالت میں تو افترا اور بناوٹ کہنے کی گنجائش ہی نہیں بلکہ اسکو منجانب اللہ تسلیم کرنیکے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ سیدھا ہاتھ اسلئے فرمایا کہ عام طور سے سیدھے ہاتھ سے لکھا جاتا ہے اسلئے ہم نے ترجمے میں صرف ہاتھ ترجمہ کیا ہے غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شبہ کرنیوالوں کے شبہات لغو اور ناقابل توجہ ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جگہ تھی شبہ کی کہ اگلی کتاب پڑھ کر یہ باتیں معلوم کیں حضرت کو نہ کبھی استاد کے پاس بیٹھے نہ ہاتھ میں قلم پکڑا ۱۲ (۴۸) تفسیر صفحہ ہذا۔

صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا

اُن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے جن کو علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کو ماننے سے وہی انکار کرتے ہیں

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ

جو ضدی اور ہٹ دھرم ہیں۔ اور یہ کفار قریش یوں کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر اسکے رب کی جانب سے ہماری حسب منشا نشانیاں

رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ

کیوں نہیں نازل ہوئیں آپ کہدیجئے بس نشانیاں تو سب خدا کے قبضے میں ہیں اور میں تو صرف ایک صاف صاف

مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

ڈرانے والا ہوں۔ کیا اُن لوگوں کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایک کتاب نازل کی ہے

يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ

جو اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے، بے شک اس کتاب میں ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی رحمت

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ

اور بڑی نصیحت ہے۔ آپ یہ کہدیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان باعتبار گواہ کے اللہ تعالیٰ کافی ہے

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو لوگ جھوٹی باتوں کا یقین کرتے ہیں

بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ

اور اللہ کے منکر ہیں تو وہی لوگ سخت نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ اور

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ

یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اگر عذاب کا ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر کبھی کا

الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

عذاب آچکا ہوتا اور یقیناً وہ عذاب ان پر اچانک آجائیگا اور ان کو اُسکے آنے کی خبر بھی نہ ہوگی۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی ہی کرتے ہیں اور بلاشبہ جہنم ان کافروں کو ہر طرف سے گھیر نیوالی ہے

بلکہ یہ قرآن ایسی صاف اور واضح آیات و دلائل کا مجموعہ ہے اُن لوگوں کے سینوں اور ذہنوں میں جنکو سمجھ اور علم عطا کیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کو ماننے سے وہی انکار کرتے ہیں جو ناانصاف اور ضدی ہٹ دھرم ہیں ؛ یعنی قرآن باوجود ایک کتاب ہونیکے بیشمار دلائل واضحہ اور معجزات کا مجموعہ ہے اور اُن لوگوں کے اذہان اور صدور میں محفوظ ہے جنکو سمجھ اور علم صحیح عطا ہوا ہے۔ جس پر کسی منصف مزاج کو شبہ کی گنجائش نہیں اور بس وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو ظالم اور ہٹ دھرم ہیں حضرت شاہ صاحبؒ منشا فرماتے ہیں یعنی پیغمبر لکھے کسی سے نہیں لکھا پڑھا مگر یہ وحی جو اُن پر آئی ہمیشہ کو بن لکھے جاری رہے گی سینہ بسینہ اور کتابیں حفظ نہ ہوتی تھیں یہ کتاب حفظ ہی ہوتی ہے لکھنا افزود ہے ۱۲ (۴۹) اور یہ کفار مکہ یوں کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر اسکے رب کی جانب سے ہمارے حسب منشا اور ہماری مُنہ مانگی اور ہماری فرمائش کے مطابق نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں۔ (باقی صفحہ ۶۴۳ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۴۲) آپ فرمادیجئے نشانیاں تو سب صرف اللہ کے قبضے میں ہیں میرے اختیار کی چیز نہیں ہے اور میں تو صرف ڈر سُنانیوالا ہوں کھول کر اور صاف طور پر نافرمانوں کو ڈرانے والا ہوں: یعنی میں تو ایک رسُول ہوں اور اپنی نبوت کی صداقت کے دلائل پیش کرتا ہوں اُن دلائل میں سے ایک یہ کتاب بھی ہے جو خود ہزاروں دلائلِ واضحہ کا مجموعہ ہے کیوں کہ اسکی ہر آیت اعجاز ہے اس کے علاوہ اور کیا نشانیاں مانگتے ہو نشانیاں میرے اختیار میں نہیں ہیں ہر قسم کی نشانی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے اسی کو آگے فرمایا (۵۰) کیا ان لوگوں کیلئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایک کتاب نازل کی ہے جو اُن پر پڑھی جاتی ہے اور ان کو پڑھ کر سُنائی جاتی ہے، بلاشبہ اس کتاب میں اُن لوگوں کیلئے جو اہلِ ایمان ہیں بڑی رحمت اور نصیحت ہے: رحمت تو ظاہر ہی ہے کہ ہزاروں احکام اور مسائل کی تعلیم ہے حرام وحلال کی واقفیت اس کتاب سے حاصل ہوتی ہے اور نصیحت یہ کہ ترغیب اور ترہیب ہے یہ اور نشانیوں میں بات کہاں ہوتی ہے (۵۱) آگے ایک اور جواب دیا جاتا ہے اے پیغمبر آپ فرمادیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان باعتبار گواہ کے اللہ تعالیٰ کافی اور بس ہے وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو لوگ جھوٹی باتوں کا یقین کر کر اور جھوٹی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے منکر اور اسکی توحید کا انکار کرتے ہیں تو وہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں اور وہی لوگ زیاں کار ہیں: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب میری رسالت کا گواہ ہے اور اس کا علم تمام اُمور پر محیط ہے تو تم جو کچھ کر رہے ہو وہ اسکو معلوم ہے تو وہ تم کو تمہارے اعمال پر سزا دیگا اور اس کا سزا دینا یہی نقصان اور زیاں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اللہ کی گواہی یہی کہ سچوں کو دن بدن بڑھایا اور جھوٹوں کو گھٹایا ۱۲ (۵۲) اور اے پیغمبر یہ دینِ حق کے منکر آپ سے عذاب واقع ہونے میں جلدی کرتے ہیں اور اگر عذاب کے آنے کی میعاد اور عذاب کا ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو اُن پر کبھی کا عذاب آچکا ہوتا اور یقیناً وہ عذاب ان پر ضرور دفعتًہ اور اچانک آجائیگا اور انکو اُس عذاب کے آنے کی خبر بھی نہ ہوگی: یعنی عذاب طلب کرنے میں جلدی کرتے ہیں عذاب کا ایک وقت مقرر ہے اگر عذاب کا وقت مقرر نہ ہوتا تو اُن کے طلب کرنے پر عذاب آچکا ہوتا ہاں وہ آئے گا ضرور اور آئیگا بھی اچانک کہ اُن کو اُس کے آنے کی خبر بھی نہ ہوگی کہ کب آئیگا اور کدھر سے آئیگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس اُمت کا عذاب یہی تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونا پکڑے جانا سو فتح مکہ میں مکے والے بے خبر رہے کہ حضرتؐ کا لشکر سر پر آکھڑا ہوا ۱۲ (۵۳) یہ منکر آپ سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور بلاشبہ جہنم ان کافروں کو ہر طرف سے گھیر لینے والا ہے (۵۴) تفسیر صفحہ ہذا جس دن اُنکے اوپر سے اور اُنکے پاؤں کے نیچے سے انکو عذاب لپیٹ لیگا اور ڈھانک لیگا اور اللہ تعالیٰ فرمائیگا جو کچھ تم کیا کرتے تھے اُسکا مزا چکھو: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی آخرت کا عذاب تو جبت مانگتے ہیں اُس عذاب میں تو پڑے ہی ہیں یہ کفر اور برے کام مرے پر نظر آئیگا کہ دوزخ کی آگ کیونکر جلاتی ہے ۱۲ یعنی عذاب دُنیا میں بھی آئے گا اور آخرت کا عذاب تو ظاہر ہی ہے کہ قیامت بھی اچانک ہی آئیگی گو اسکی علامت ظاہر ہو جائیں گی اور برزخ سے اٹھنا بھی اچانک ہوگا اور جہنم کے عذاب کا گھیرنا اور لپیٹنا بھی ہو کر رہیگا اس وقت ارشاد ہوگا جو اعمال کیا کرتے تھے اس کا اب مزا چکھو۔ العیاذ باللہ یہ ذوقوا ما کنتم تعملون۔ یا تو حضرت حق فرمائیں گے یا عذاب ہی میں سے آواز آئیگی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ اللہ کہے گا یا وہ عذاب ہی بولے گا جیسے زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال سانپ ہو کر گلے میں پڑیگا اور کلے چیرے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں ۱۲ (۵۵) آگے مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی ترغیب ہے ارشاد ہوتا ہے اے میرے بندو جنھوں نے دعوتِ اسلامی کو قبول کر لیا ہے اور اے میرے بندو جو اہلِ ایمان ہیں میری زمین فراخ اور وسیع ہے سو تم صرف میری ہی عبادت کیا کرو: یعنی اے میرے بندو جو ایمان لے آئے ہو اگر تم اپنے وطن میں آزادی کے ساتھ میری عبادت نہیں کر سکتے اور منکر تم کو میری عبادت نہیں کرنے دیتے اور تمہاری راہ میں مشکلات پیدا کر رہے ہیں تو میری زمین بہتیری وسیع اور فراخ ہے تم کوئی امن کی جگہ دیکھ کر وہاں ہجرت کر کے چلے جاؤ اور کسی دباؤ سے میری عبادت میں فرق نہ آنے دو بلکہ صرف میری ہی عبادت کئے رہو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب کافروں نے کیا بہت زور کیا تو حکم ہوا ہجرت کا اسی ترا سی گھر اُٹھ گئے حبشے کے ملک کو فرمایا کہ کوئی دن کی زندگی ہے جہاں بنے تہاں کاٹ دو پھر ہم پاس اکٹھے آؤ گے تا وطن چھوڑ نا دل پر کٹھن لگے اور حضرتؐ سے جُدا ہونا ۱۲ (۵۶) ہر متنفس اور ہر جان دار موت کا مزا چکھنے والا ہے پھر تم سب کی بازگشت ہماری طرف ہے اور تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے: یہ شاید اسلئے فرمایا کہ ترکِ وطن (باقی صفحہ ۶۴۴ پر)

یَوْمَ یَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ
جس دن اُن کے اوپر سے اور اُن کے پاؤں کے نیچے سے اُن کو عذاب

اَرْجُلِهِمْ وَیَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٥﴾ یٰعِبَادِیَ
لپیٹ لے گا اور خدا تعالیٰ فرمائے گا جو کچھ تم کرتے رہتے تھے اُس کا مزہ چکھو۔ اے میرے بندو

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾
جو ایمان لائے ہو بے شک میری زمین وسیع ہے سو تم صرف میری ہی عبادت کرو۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَ
ہر متنفس اور ہر جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے اور

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ
جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ہم ان کو یقیناً جنت کے ایسے بالاخانوں میں

الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا
جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی وہ ان بالاخانوں میں ہمیشہ رہیں گے

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿٥٨﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ
کیا خوب صلہ ہے کام کرنے والوں کا۔ وہ کام کرنے والے وہ ہیں جو مصائب پر ثابت قدم رہے اور انھوں نے

یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا
اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھا۔ اور کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اٹھا کر نہیں رکھتے

اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿٦٠﴾ وَلَىِٕنْ
اللہ تعالیٰ ہی اُن کو بھی روزی پہونچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہی ہے سب کی سنتا سب کو جانتا اور

سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ
اے پیغمبر اگر آپ ان کافروں سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾
جس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے تو وہ لوگ یہی جواب دینگے کہ وہ اللہ ہے پھر یہ لوگ کہاں اُلٹے پھرے جارہے ہیں

(بقیہ صفحہ ۶۴۳) اور ہجرت کے حکم سے جو پریشانی ہو دور ہو جائے کہ آخر ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے اور دنیا ہی چھوڑنا ہے تو آج دین کی خاطر ترک وطن کر لیں تاکہ اجر بھی میسر آئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بھی (۵۷)
آگے نیک اعمال پر اجر مذکور ہے ارشاد ہوتا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے اور نیک کام کرتے رہے تو ہم ان کو یقیناً جنت کے ایسے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی
ہوں گی اور وہ اُن بالاخانوں میں ہمیشہ رہیں گے کیا خوب اجر اور صلہ ہے عمل کرنیوالوں کا (۵۸) وہ عمل کرنے اور کام کرنے والے وہ لوگ ہیں جو مصائب پر ثابت قدم رہے اور صبر کرتے رہے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ
کرتے رہے اور اُسی پر توکل کرتے رہے ؛ یعنی ایمان اور اعمال صالحہ کی پابندی کرنے والوں کا صلہ بیان کیا اور یہ بتایا کہ وہ مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہیں جس میں ہجرت کی تکلیف اور مصیبت بھی آگئی۔ صبر کرنیوالے ہیں اور
خدائے تعالیٰ پر بھروسہ کرتے تھے یعنی اپنے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر اُن کو بھروسہ تھا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اس وطن کے بدلے وہ وطن ملیگا ۱۲ آگے روزی کی طرف سے اطمینان دلایا (۵۹) اور کتنے ہی جانور ایسے

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ
اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہے روزی کو تنگ کر دیتا ہے
لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے باخبر ہے۔ اور اگر آپ ان کفار سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے
نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ
جس نے آسمان کی جانب سے پانی اُتارا پھر اس پانی سے زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ اور تروتازہ
مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
کر دیا تو وہ لوگ یہی جواب دیں گے کہ وہ اللہ ہی ہے آپ کہئے سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اصل بات یہ کہ ان میں اکثر
لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ
لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو محض جی کا بہلانا اور ایک کھیل ہے
وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾
اور بے شک حقیقی زندگی تو عالم آخرت ہی کی زندگی ہے کاش یہ لوگ اتنی بات سمجھتے
فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ
پھر جب یہ لوگ کسی کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص خدا ہی پر اعتقاد رکھ کر خدا کو پکارنے لگتے ہیں
فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا
پھر جب خدا ان کو نجات دیکر خشکی پر لے آتا ہے تب ہی وہ شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ جو احسان ہم نے ان پر کیا ہے اسکی
بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ٚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا
ناشکری کریں اور تاکہ چند دن اور فائدہ اٹھالیں سو ان لوگوں کو عنقریب سب معلوم ہو جائیگا۔ کیا ان کفار مکہ نے
اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ
اس بات کو نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو پناہ کی جگہ بنایا ہے حالانکہ انہی حرم والوں کے قرب و جوار کے لوگ لوٹے اور
اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾
مارے جاتے ہیں تو کیا اس پر بھی یہ لوگ باطل اور بے اصل معبودوں پر ایمان لاتے ہیں اور خدا کے احسان کی ناشکری کرتے ہیں

ہیں جو اپنی غذا کل کیلئے اُٹھا کر نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ ہی اُن کو بھی روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی وہی روزی دیتا ہے اور وہ سب کی سننے والا اور سب کو جاننے والا ہے ؛ یعنی اگر ہجرت اور ترک وطن میں روزی کا خیال مانع ہو تو روزی کا تو یہ حال ہے کہ بہت سے جانور بھی ایسے ہیں جو اپنی غذا بچا کر اور اُٹھا کر دوسرے دن کیلئے نہیں رکھتے صبح کو بھوکے اُٹھتے ہیں اور شام کو اُن کا پیٹ بھرا ہوتا ہے تو تم تو انسان ہو اور بھلا ہی راہ میں ترک وطن کر رہے ہو تم کس طرح بھوکے رہ سکتے ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ روزی کی طرف سے خاطر جمع کر دی کہ اکثر جانوروں کے گھر میں کل کا قوت نہیں ہوتا نیا دن اور نئی روزی ۱۲ (۶۰) آگے پھر شرک کی کمزوری اور توحید کا اثبات ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اور اے پیغمبر اگر آپ ان کافروں سے دریافت کریں اور پوچھیں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا ہے اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی جواب دیں گے کہ وہ اللہ ہے پھر یہ لوگ کدھر اُلٹے چلے جا رہے ہیں ؛ یعنی تکوینی امور میں تو اللہ کا نام لیتے ہیں لیکن الوہیت کا اقرار نہیں کرتے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اسباب رزق کے اُسی نے بنائے سب جانتے ہیں پھر اس پر بھروسہ نہیں کرتے وہی پہنچا بھی دیگا مگر جتنا وہ چاہے نہ جتنا تم چاہو یہ آگے سمجھا دیا ۱۲ (۶۱) تفسیر صفحہ ہذا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہے روزی کشادہ اور فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہے روزی کو تنگ کر دیتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے باخبر ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ملپ کر دیتا ہے یہ نہیں کہ نہ دے ؛ یعنی جسکی روزی چاہے فراخ کر دے اور جسکی چاہے نپی تلی روزی مقرر کر دے کمی یا بڑھتی دیتا ضرور ہے کیونکہ وہ ہر شے کے حال سے باخبر ہے وہ خوب جانتا ہے کس کو کتنی روزی ملنی چاہئے (۶۲) اور اگر آپ ان منکرین توحید سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان کی جانب سے پانی اُتارا پھر اُس پانی سے زمین کو اُس کے خشک ہوئے پیچھے اور مرے پیچھے زندہ اور تروتازہ کر دیا تو وہ لوگ یہی جواب دیں گے کہ وہ اللہ ہی ہے آپ کہیے سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں مگر یہ لوگ مانتے نہیں بلکہ ان میں کے اکثر لوگ سمجھتے بھی نہیں اور سمجھ سے کام نہیں لیتے ؛ یعنی آپ ان کا جواب سُن کر الحمد للہ کہیے جب ہر چیز کا خالق بھی وہی اور رازق بھی وہی پھر اب اس کی الوہیت کا اعتراف کرنے میں کیوں جھجکتے ہو لیکن مانتے نہیں مانیں تو کیا یہ تو عقل سے کام ہی نہیں لیتے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی مینہ بھی ہر کسی پر برابر نہیں برستا اور اسی طرح حال بدلتے دیر نہیں لگتی مفلس سے دولتمند کر دے ۱۲ شاہ صاحبؒ نے تمام آیات کا تعلق ہجرت ہی کے مضمون سے رکھا یہ حضرت شاہ صاحبؒ کی علمی بصیرت کا کمال ہے۔ (۶۳) آگے اس نہ سمجھنے کی وجہ کا رد ہے ارشاد ہوتا ہے اور یہ دنیا کی زندگی تو محض جی کا بہلانا اور ایک کھیل ہے اور محض ایک لہو و لعب ہے اور بلاشبہ حقیقی زندگی تو عالم آخرت کی ہی زندگی ہے اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے جینا کاش یہ لوگ اتنی بات سمجھتے ؛ یعنی یہ منکر جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر غور و فکر نہیں کرتے اسکی وجہ یہ ہے کہ دُنیا کے مشاغل میں یہ ہر وقت منہمک رہتے ہیں انکو یہی خبر نہیں کہ یہ دُنیا کی زندگی تو محض لہو و لعب کے سوا اور کچھ نہیں اور محض ایک کھیل تماشا ہے ، زندگی تو حقیقی وہ ہے جو اس زندگی کے بعد شروع ہوتی ہے کاش یہ منکر اتنی بات سمجھ لیتے تو اس عارضی دنیا کے مشاغل کو چھوڑ کر آخرت کی اصلاح کیطرف متوجہ ہو جاتے۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے موت کے دن کی تعبیر خوب فرمائی۔ چنانچہ موت کے دن کو یوں کہا کرتی ہیں هو اول يوم من ايام الاخرة واخر يوم من ايام الدنيا (باقی صفحہ ۶۴۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۴۴) یعنی موت کا دن دُنیوی زندگی کا آخری دن ہے اور آخرت کی زندگی کا پہلا دن ہے بہر حال موت کے دن سے جو زندگی شروع ہوتی ہے وہی اصلی اور حقیقی زندگی ہے اگر کوئی اتنی بات سمجھ لے تو اسکی تمام توجہ آخرت کی اصلاح پر مرکوز ہوجانی چاہئے وہو المقصود ؎ بازیچہ ایست طفل فریب متاع دہر ۔ بے عقل مرداں کہ بدیں مبتلا شوند (۶۴) آگے پھر توحید کا اثبات ہے ارشاد ہوتا ہے پھر جب یہ لوگ کسی کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اللہ تعالیٰ پر ہی اعتقاد رکھ کر اُسکو پکارتے ہیں اور اُسی پر خالص نیت رکھ کر اُسکو پکارنے لگتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ انکو نجات دیکر خشکی پر لے آتا ہے اور دریا سے جنگل میں پہنچا دیتا ہے تب ہی وہ شرک کرنے لگتے ہیں (۶۵) تاکہ جو احسان ہم نے اُن پر کیا ہے اُسکی ناشکری اور کفران نعمت کریں اور تاکہ یہ ہوائے نفسانی کی اتباع کر کے چند دن اور فائدہ اٹھالیں سو اب عنقریب یہ لوگ جان لیں گے اور انکو سب معلوم ہوجائیگا۔ یہ مضمون کئی جگہ گزر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کبھی کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اب کی دفعہ خدا نے بچا لیا تو ہم ایمان لے آئیں گے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہوجائیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ انکو خشکی پر لے آتا ہے تب ہی شرک کرنا اور بتوں کو پکارنا شروع کر دیتے ہیں جس کا انجام اور حاصل یہ ہے کہ جو نجات ہم نے ان کو غرق سے دی تھی اسکی ناشکری کریں اور کفر پر قائم رہیں اور دُنیوی زندگی کو کچھ اور دنوں برت لیں اور کچھ اور فائدہ اُٹھالیں اور من مانی کارروائیاں کرتے پھریں بہر حال اب آگے چل کر انکو سب معلوم ہوجائیگا (۶۶) کیا ان کفار مکہ نے اس بات کو نہیں دیکھا اور انھوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے حرم مکہ کو پناہ اور امن کی جگہ بنا دیا حالانکہ انہی ساکنان حرم کے ارد گرد اور قریب جوار کے لوگ اُچک لئے جاتے ہیں اور لوٹے مارے جاتے ہیں تو کیا سچ کہی یہ لوگ باطل اور بے اصل معبودوں پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کی ناشکری اور کفران نعمت کرتے ہیں۔ ہم سورۂ قصص میں کہہ چکے ہیں کہ مکہ کے حرم کا سب لوگ احترام کرتے تھے اور حرم کے رہنے والوں کو لوٹتے نہیں تھے اور نہ قتل کرتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اہل مکہ پر بڑا احسان تھا۔ آس پاس کے لوگوں کو ڈاکو مار بھی ستے لوٹتے بھی تھے اور اُن کو نکال بھی دیتے تھے لیکن حرم میں رہنے والوں پر آنچ بھی نہ آتی تھی اللہ کے اس کھلے ہوئے احسان کا مقتضیٰ یہ تھا کہ یہ اُس پر ایمان لاتے اور اُس وحدہٗ لاشریک کے ساتھ شرک نہ کرتے لیکن یہ بدنصیب پھر بھی بتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفران نعمت کا برتاؤ کرتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مکے کے لوگ اللہ کے گھر کے طفیل دشمنوں سے پناہ میں تھے اور سارے ملک عرب میں فساد تھا، بتوں کے فیض سے احسان مانتے ہیں یہ سچا احسان اللہ کا نہیں ملتے" (۶۷) تفسیر صفحہ ہذا اور اُس شخص سے بڑھکر ظالم اور نا انصاف کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے یا جب سچی بات اسکو پہنچ جائے اور اسکے پاس آجائے تو اُس سچی بات کی تکذیب کرے کیا ایسے کافروں کا آخری ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا۔ یعنی بے دلیل اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرے اور کہے کہ وہ شریک رکھتا ہے اور سچی بات جو مدلل اور مع الدلیل آئے اُسکو جھٹلائے اور اسکی تکذیب کرے، تو واقعی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے اور ایسے ظالموں کا جہنم کے سوا ٹھکانا بھی کہاں ہوسکتا ہے (۶۸) اور جو لوگ ہمارے لئے مشقتیں برداشت کرتے ہیں تو ہم ضرور اُن کو اپنی راہیں دکھادیں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے نکوکاروں کے ساتھ ہے ۔ اور جو لوگ ہماری رضا اور خوشنودی حاصل کرنیکی غرض سے مختلف مشقتیں برداشت کرتے ہیں تو ہم ان کیلئے اپنے قرب و محبت کی راہیں ظاہر کر دیتے ہیں اور دکھا دیتے ہیں اور ہم حضرات مخلصین کے ساتھ ہیں دنیا و آخرت میں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اپنی راہیں یعنی راہ قرب کی اور رضا کی جو بہشت ہے" یعنی جو لوگ ریاضت و مجاہدے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر وصل کی راہیں آسان کر دیتا ہے اور نور بصیرت عطا کرتا ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہوجاتے ہیں ساتھ کا یہ مطلب کہ اس کی حمایت اور نصرت اُنکے ساتھ رہتی ہے، راستہ تو ایک ہی ہے لیکن ریاضت اور مجاہدے کے بہت سے شعبے ہیں اس لئے راہیں فرمایا واللہ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم (۶۹) تم تفسیر سورۃ العنکبوت و للہ الحمد۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ

اور اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو خدا پر جھوٹ بہتان باندھے یا جب سچی بات اُس کو پہونچ جائے

لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِينَ

تو اسکی تکذیب کرے کیا ایسے کافروں کا آخری ٹھکانا دوزخ میں نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ہمارے لئے

جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾

مشقتیں برداشت کرتے ہیں تو ہم ضرور انکو اپنی راہیں دکھادیں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ ایسے نکوکاروں کے ساتھ ہے۔

سُورَةُ الرُّومِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّونَ آيَةً وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ

سورۂ روم مکی ہے اور اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الم ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّومُ ﴿٢﴾ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن

الم۔ اہل روم مغلوب ہوگئے۔ اس ملک میں جو حجاز کے متصل ہے اور وہ اہل روم اپنے اس مغلوب

بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ﴿٣﴾ فِي بِضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ

ہونیکے بعد عنقریب پھر غلبہ حاصل کریں گے۔ چند برسوں میں یعنی تین سال سے لیکر نو سال کے اندر اندر۔ اللہ ہی کے

الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ

ہاتھ اختیار ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی اُس دن مسلمان اس پیشین گوئی کے پورے ہونے پر بہت خوش

الْمُؤْمِنُونَ ﴿٤﴾ بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ

ہوں گے۔ غلبہ خدا کی مدد سے ہوتا ہے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی ہے

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٥﴾ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ

بڑا زبردست نہایت رحم والا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کیا کرتا

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا

لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ یہ لوگ دُنیوی زندگی کی

سورۂ روم مکی ہے اور اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں۔ الم (۱) اہل روم مغلوب ہوگئے ۔ یعنی رُومی اہل فارس سے کمزور پڑ گئے اور دب گئے اور اُن کو شکست ہوگئی (۲) اُس ملک میں جو حجاز کے متصل ہے اور ملک عرب سے ملا ہوا ہے اور قریب ہے اور وہ اہل روم اپنے اس مغلوب اور مفتوح ہوجانیکے بعد عنقریب پھر غلبہ حاصل کریں گے اور غالب آجائیں گے (۳) یہ غلبہ چند برسوں میں حاصل کریں گے (باقی ضمیمہ میں)۔

یہ لوگ دُنیوی زندگی کی ظاہری سطح اور حالت کو جانتے ہیں اور آخرت سے یہ لوگ بالکل ہی بے خبر ہیں ؛ یعنی دُنیوی زندگی کے کاروبار تجارت اور کھیتی باڑی کو جانتے ہیں اور آخرت کی انکو کچھ خبر نہیں۔ یعلمون اور یعلمون میں منافات نہیں کیونکہ علم کی نفی ہے امور دین میں اور اثبات علم ہے امور دُنیا میں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ظاہر دنیا میں جس کا غلبہ دیکھیں اللہ اُسی سے خوش ہے ۱۲ (۷) آگے اُن کے غور و فکر نہ کرنے پر تنبیہ ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے اپنے دلوں میں کبھی یہ غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو نہیں پیدا کیا مگر

مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷ اَوَ

ظاہری حالت کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بالکل ہی بے خبر ہیں

لَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ

کیا ان لوگوں نے اپنے دلوں میں کبھی یہ غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ

الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ

ان دونوں کے مابین ہے اس کو کسی خاص مصلحت ہی کیلئے پیدا کیا ہے اور ایک مدت مقررہ تک کیلئے ہی پیدا کیا ہے اور بہت سے

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸ اَوَلَمْ

آدمی تو اپنے رب کے رو برو حاضر ہونے کو مانتے ہی نہیں۔ کیا یہ لوگ ملک میں

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

چلتے پھرتے نہیں چلیں پھریں تو دیکھیں کہ اُن لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو لوگ

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا

ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا حال یہ تھا کہ وہ ان سے قوت میں بھی زیادہ تھے اور انھوں نے زمین کو اُن سے زیادہ بویا

الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ

جوتا بھی تھا اور جس قدر ان لوگوں نے زمین کو آباد کر رکھا ہے اُنھوں نے ان سے کہیں زیادہ آباد کر رکھا تھا اور انکے پاس بھی ان کے

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ

پیغمبر کھلی کھلی نشانیاں لیکر آئے تھے سو خدا تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ان لوگوں پر ظلم کرتا لیکن

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۹ۭ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ

وہ لوگ خود ہی اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے۔ آخرکار ان لوگوں کا انجام جنھوں نے

اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا

بُرا کیا تھا بُرا ہی ہوا اس وجہ سے کہ اُنھوں نے آیاتِ الٰہی کی تکذیب کی اور وہ ان آیات کا

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ۧ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ

مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کریگا پھر

کسی خاص حکمت اور مصلحت سے ایک وقت مقررہ تک کیلئے ہی پیدا کیا ہے اور بلا شبہ بہت سے آدمی تو اپنے پروردگار کی پیشی میں حاضر ہونے کو مانتے ہی نہیں اور پروردگار کے روبرو حاضر ہونیکے منکر ہیں ؛ یعنی بات اتنی مشکل نہیں یہی عالم اُس عالم کیلئے دلیل راہ ہو سکتا ہے لیکن اپنے جی میں غور ہی نہیں کرتے اور چونکہ غور نہیں کرتے اس لئے عالمِ آخرت کے یقین سے محروم ہیں حالانکہ عالمِ آخرت پر عقلی اور نقلی دلائل و شواہد موجود ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ہر چیز کی ایک ابتدا اور ایک انتہا ہے انسان حیوان درخت کی تو نظر آتی ہے آسمان میں ہر گردش کی ایک مدت ہے مہینے یا برس یا بارہ برس پر ختم ہوتی ہے جو ہر چیز میں صنعت ہے سو سارے جہان میں ہے اپنے وقت پر اسکو فنا ہے پھر یہ ابتدا انتہا کھیل نہیں جو کچھ اس سے منظور ہے وہی آخرت میں نظر آئے گا ۱۲ (۸) کیا یہ لوگ ملک میں چلتے پھرتے نہیں چلتے پھرتے تو دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن کا حال یہ تھا کہ وہ ان سے قوت میں بھی زیادہ تھے اور اُنھوں نے ان سے زیادہ زمین کو بویا جوتا بھی تھا۔ اور جس قدر ان لوگوں نے سامان اور تعمیرات سے زمین کو آباد کر رکھا ہے اُنھوں نے ان سے کہیں زیادہ آباد کر رکھا تھا اور اُن کے پاس بھی ان کے پیغمبر کھلی اور صاف نشانیاں لے کر آئے تھے پس اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ان لوگوں پر ظلم اور زیادتی کرتا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے ؛ یعنی تم سے پہلے کے منکرین بڑے قد آور اور زور آور تھے کھیتی باڑی بھی خوب کرتے تھے درخت لگاتے تھے نہریں نکالتے تھے زمین کو انھوں نے مکانات بنا بنا کر خوب آباد کر رکھا تھا بڑا سامان رکھتے تھے غرض ہر بات طاقت و قوت محنت اور کاشت، اور شہروں کی آبادی وغیرہ میں تم سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس ان کے رسول بڑے بڑے صاف دلائل اور معجزات لیکر آئے تھے لیکن اُنھوں نے رسولوں کی مخالفت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ حضرت حق تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ان پر ظلم و زیادتی کرتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بن رسول بھیجے اللہ نہ پکڑتا ۱۲ (۹) آخرکار ان لوگوں کا انجام جنھوں نے بُرا کیا تھا بُرا ہی ہوا اِس سبب سے کہ ان لوگوں نے آیاتِ الٰہی کی تکذیب کی اور وہ ان آیات کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں یعنی دلائل و احکام کا مذاق اُڑایا کرتے تھے ؛ یعنی بُرا کرنیوالوں کا بُرا ہوا

ع ۴

اُن کی آخرت تباہ ہوئی اور عذابِ الٰہی کے مستحق ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ایک قوم کو جن باتوں پر سزا ملی سب کو وہی ملتی ہے سب کی فنا بھی ایک کی فنا سے سمجھو اور سب کی سزا بھی ایک کی سزا سے بوجھو ۱۲ (۱۰) آگے آخرت اور وہاں کی سزا و جزا کا بیان ہے ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا پھر

تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٢﴾

تم سب اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو اُس دن مجرم لوگ

وَلَمْ يَكُن لَّهُم مِّن شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاءُ وَكَانُوا

مایوس ہو کر رہ جائیں گے۔ اور اُنکے خود ساختہ شرکا میں سے کوئی بھی اُن کی سفارش کرنیوالا نہ ہوگا

بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ ﴿١٣﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ

اور یہ لوگ اپنے ان خود ساختہ شرکا سے خود ہی منکر ہو جائیں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی

يَتَفَرَّقُونَ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اُس دن سب لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے۔ سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور اُنھوں نے نیک عمل کیے تھے

فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَ

تو وہ بہشت کے باغ میں مسرور ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي

ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا تو یہ لوگ

الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿١٦﴾ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ

عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ سو تم لوگ جب شام کرو اور جب صبح کرو تو اللہ کی

وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَ

پاکی بیان کیا کرو۔ اور تمام آسمانوں میں اور زمین میں اُسی کی تعریف اور حمد و ثنا ہوتی ہے

الْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿١٨﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ

اور تم سہ پہر کے وقت اور ظہر کے وقت بھی خدا کی پاکی بیان کیا کرو۔ وہ جاندار کو مُردے سے

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي

نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہی

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾ وَمِنْ

زمین کو اُس کے مرے پیچھے زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم لوگ بھی نکالے جاؤ گے۔ اور اسکی

تم سب اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ؛ یعنی جس نے پہلی بار پیدا کیا ہے وہی اعادہ فرمائے گا تمام خلق کا پھر تم سب کی بازگشت اُسی کے حضور میں ہوگی (۱۱) اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو اس دن مجرم لوگ مایوس ہو کر رہ جائیں گے ؛ ابلاس کے معنی ہیں مایوسی۔ رسوائی۔ حیرت۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت جب قائم ہو جائے گی تو آس توڑ دیں گے پہلے سے منکر تھے اب وہ چیز سامنے آجائے گی تو سوائے رسوائی اور مایوسی کے اور کیا ہوگا (۱۲) اور ان کے خود ساختہ اور بنائے ہوئے شرکا میں سے کوئی بھی ان کی سفارش کرنیوالا نہ ہوگا اور یہ لوگ، اپنے ان خود ساختہ شرکا سے خود ہی منکر ہو جائیں گے اور انکار کر دینگے ؛ یعنی جن کو اپنے زعم باطل میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا تھا ان میں سے کوئی ان کی سفارش کو نہ آئیگا تو یہ اُن کی شرکت ہی سے انکار کر دیں گے چونکہ یہ انکی شریک فی الالوہیت کا قول کرتے تھے اسلئے اُس دن قسمیں کھا کھا کر انکار کریں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جنکو اللہ کا شریک بتاتے تھے ۱۲ (۱۳) اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن سب لوگ متفرق اور جُدا جُدا ہو جائینگے ؛ یعنی ابرار اور فجار یا اہلِ جنت اور اہلِ جہنم الگ الگ ہو جائیں گے آگے اسی کی تفصیل ہے (۱۴) سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے تو وہ بہشت میں مسرور اور خوش حال ہوں گے ؛ یعنی اُن کی خوب آؤ بھگت ہوگی اور خاطر تواضع ہو رہی ہوگی (۱۵) اور جن لوگوں نے کافرانہ روش اختیار کر رکھی تھی اور کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کی اور آخرت کے پیش آنیکی تکذیب کی تھی تو یہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے اور عذاب میں حاضر کیے جائیں گے ؛ یعنی کفر کے خوگر رہے اور آیات الٰہی اور قیامت کے ملنے اور پیش آنے کو جھٹلاتے رہے تو یہ لوگ عذاب میں مجرموں کی طرح گرفتار کر کے حاضر کیے جائیں گے (۱۶) سو تم لوگ جب شام کرو اور جب صبح کرو تو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کیا کرو اور پاک اللہ کو یاد کیا کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو ؛ یعنی ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی پاکی بیان کیا کرو اور سب سے بہتر اس کی یاد اور پاکی نماز میں ادا ہوتی ہے تو مطلب یہ ہے کہ صبح۔ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھا کرو (۱۷) اور تمام آسمانوں میں اور زمین میں اُسی کی تعریف اور حمد و ثنا ہوتی ہے اور تم سہ پہر اور دوپہر کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کیا کرو اور اُسی کی خوبی ہے آسمان اور زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو ؛ یعنی آسمان و زمین میں اُسی کی حمد و ثنا اور اُسی کی تعریف کا چرچا ہے۔ خواہ زبان حال سے ہو یا زبان قال سے ہو اور تم لوگ پچھلے پہر اور دوپہر یعنی ظہر اور عصر کی نماز پڑھا کرو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ نے ان آیات سے نماز اوقات بتائے ہیں اور فرمایا ہے ان آیات سے پانچ وقت کی نماز ثابت ہوتی ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی پاک اللہ کو یاد کرو اور اُسکی خوبی آسمان و زمین میں ہو رہی ہے ان چار وقتوں پر یاد کرو صبح کی نماز اور شام کی ہے میں مغرب اور عشاء آ چکیں اور پچھلے وقت عصر اور دوپہر ظہر ۱۲ (۱۸) وہ جاندار کو مُردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے اور وہی زمین کو اسکے مرے پیچھے زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم لوگ بھی مرنے کے بعد زمین سے نکالے جاؤ گے ؛ یعنی انسان کو نطفے سے اور نطفے کو انسان سے جانور سے انڈے کو اور انڈے سے جانور کو مومن سے کافر کو کافر سے مومن کو اور جب زمین خشک ہوتی ہے تو پھر اُس کو برسات میں زندہ کر دیتا ہے، اور زمین میں روئیدگی ہو جاتی ہے، اسی طرح تم کو بھی مرنے کے بعد قبروں سے نکال کھڑا کرے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی مٹی مُردے سے جیتے جاندار ۱۲ (۱۹)

ع ۲ / ۹ / ۵

اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ

نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم انسان ہو

تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

جو ہر طرف پھیلے ہوئے ہو۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے

اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ

بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے آرام و اطمینان حاصل کرو اور اُس نے تم میاں بیویوں کے درمیان محبت

رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور ہمدردی پیدا کی اس بات میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ

اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کا بنانا ہے اور تمہاری بولیوں کا اور تمہارے

اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

رنگوں کا مختلف ہونا ہے۔ بے شک ان چیزوں میں اہل دانش کے لئے

لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ

بڑی نشانیاں ہیں۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن میں نیند سے سونا

وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

اور تمہارا خدا کے فضل یعنی روزی کی تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس بات میں ان لوگوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں

یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ

جو توجہ کے ساتھ سنتے ہیں۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو ڈرانے اور اُمید دلانے کو بجلی

طَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ

دکھاتا ہے اور وہی آسمان کی جانب سے پانی نازل کرتا ہے پھر اُس پانی سے زمین کو اُسکے خشک ہو جانے کے بعد

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

تر و تازہ کر دیتا ہے بے شک اس بات میں ان لوگوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں

اور اُس کی حکمت و قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم یکایک تھوڑے ہی دنوں میں انسان ہو جو ہر طرف پھیلے ہوئے ہو: یعنی مٹی سے مطلب یہ ہے کہ ایسے عناصر سے بنایا جن میں مٹی کے اجزا سب سے زیادہ ہیں آخر جو غذا کھائی جاتی ہے جس سے خون اور مادہ منویہ کی تولید ہوتی ہے وہ مٹی سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ (۲۰) اور اُس کی قدرت و حکمت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں اور جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے آرام لے اور تم کو ان سے آرام و اطمینان حاصل کرو اور اُس نے تم میاں بیویوں کے مابین محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس بات میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں: یہ بھی اللہ تعالیٰ کے نشانہائے قدرت کا ایک بڑا نشان ہے کہ اُس نے نسل انسانی کی پیدائش اور افزائش کے لئے انسانی جنس سے جوڑا بنایا اور مرد کیلئے عورت کو پیدا کیا انسانیت کی بنا پر دونوں میں اُنس اور محبت ہوتی ہے اور مرد کو عورت سے راحت اور سکون میسر ہوتا ہے اُس کی جانب سے مہربانی اور شفقت کا سلوک ہوتا ہے اور عورت کی طرف سے محبت ہوتی ہے۔ جو فکر کرنے والے اور سوچنے والے ہیں انکو اللہ تعالیٰ کی اس طریقہ تعلق میں اور دونوں کی ایک دوسرے کے ساتھ محبت و شفقت میں بڑی نشانیاں نظر آتی ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے درخت کی نسل ایک سے چلائی اور جانور کی دو سے پھر بعضے جانور کا جوڑا مقرر نہیں اور بعضوں کا مقرر ہے انسان کو جوڑا مقرر ٹھہرایا اس میں نسل کے سوائے اُنسیت اور چین ہے اور پیار اور محبت تا جہاں کی بستی ہو جو کوئی جوڑا مقرر نہ کرے یعنی زنا کرے نکاح نہ کرے وہ انسان سے حیوان ہوا ۱۲ (۲۱) اور اسکے نشانہائے قدرت و حکمت سے آسمان و زمین کا بنانا اور تمہاری بولیوں کا اور تمہاری رنگتوں کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا بھی ہے بلا شبہ اس بات میں ان چیزوں میں جاننے والوں اور اہل دانش کیلئے بڑی نشانیاں اور بڑے پتے ہیں :: یعنی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا تمہاری بولیوں کا الگ الگ ہونا کہ ہندوستانی کو اہل عرب نہ سمجھیں اور عرب کی بولی یورپ میں نہ سمجھی جائے۔ جاپان کی بولی انگلستان میں نہ سمجھی جائے ایسا ہی رنگوں کا اختلاف کوئی کالا کوئی گورا۔ کوئی سانولا، ہر ایک کی رنگت جُدا ہر ایک کا ناک نقشہ الگ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن میں اہل علم اور اہل دانش کیلئے بڑی نشانیاں ہیں اور ان امور میں بڑے پتے کی باتیں ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں سب انسان ایک ماں باپ سے بنائے بلا کر بنائے پھر جُدا بولیاں کر دیں ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک میں جیسے جانور ۱۲ (۲۲) اور اُسی کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا اور نیند سے راحت حاصل کرنا ہے اور تمہارا اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی کا تلاش کرنا ہے بیشک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو توجہ کیساتھ سنتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ راتیں زیادہ سوتے ہو دن کو قیلولہ وغیرہ کر لیتے ہو اور رات دن کے اس سونے سے راحت حاصل کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی روزی تلاش کرتے ہو۔ یعنی دن کو زیادہ عام طور سے اور رات کو کم بہر حال سونے کا بھی اختیار اور کمانے کا بھی اختیار چاہے راتیں سو دن میں کماؤ یا دن میں سو رات میں کماؤ غرض دن کا بھی شغل اور رات کا بھی شغل۔ آرام کا بھی سامان یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکی قدرت کے دلائل ہیں اور ان دلائل سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو دلیل کو توجہ کے ساتھ سنتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں دو حالتیں بدلتی ہیں سویا تو پتھر کی طرح اور تلاش میں لگا تو ایسا ہوشیار کوئی نہیں اصل تو رات ہے سونے کو اور دن تلاش کو پھر دونوں وقت دونوں کام ہوتے ہیں ۱۲ فائدہ نشانیاں ہیں سننے والوں کو اپنے سونے کا حوال نظر نہیں آتا سو لوگوں کی زبانی سنتے ہیں ۱۲ (۲۳) اور اسکے نشانہائے قدرت میں سے یہ بات ہے کہ وہ تم کو ڈرانے اور اُمید دلانے کو بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور وہ آسمان کی جانب سے پانی نازل کرتا ہے پھر اس پانی سے زمین کو اُس کے مرے پیچھے یعنی خشک ہو جانے کے بعد زندہ اور تر و تازہ کر دیتا ہے بیشک اس امر مذکور میں ان لوگوں کیلئے قدرتِ خداوندی کی بڑی نشانیاں ہیں جو صحیح عقل اور سمجھ بوجھ رکھتے ہیں یعنی جب بارش ہوتی ہے تو بجلی کی چمک دکھاتا ہے جس سے بجلی کے گرنے کا خوف بھی ہوتا ہے اور بارش کے ہونے کی اُمید بھی ہوتی ہے اور وہی آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس پانی سے زمین کو اُس کے مرجانے اور خشک ہو جانے کے بعد از سرِ نو زندگی عطا فرماتا ہے اور زندہ کر دیتا ہے یعنی تر و تازہ ہوتی ہے اور نمو کی قوت پیدا ہو جاتی ہے، ان باتوں میں دلائل ہیں اہل عقل کیلئے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ جب زمین مرنے کے بعد زندہ ہوتی ہے تو زمین سے بنا ہوا انسان بھی مرنے کے بعد زندہ ہو جائیگا۔ (۲۴)

اور اُس کے نشاناتِ قدرت میں سے یہ بات بھی ہے کہ آسمان وزمین اُسی کے حکم اور ارادے سے قائم ہیں پھر جب وہ تم کو پکار کر زمین سے بلائیگا تو تم سب پکارتے ہی نکل پڑو گے یعنی زمین و آسمان اسی کے ارادے سے قائم ہیں پھر جب وہ تم کو زمین سے اُٹھانا چاہے گا تو تم کو آواز دے گا اور تم زمین سے نکل آؤ گے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کھڑا ہے اس میں تارے چلتے ہیں جس کو اور جگہ فرمایا پھرتے ہیں ۱۲ (۲۵) اور جتنے انسان اور فرشتے آسمان وزمین میں موجود ہیں سب اُس کے مملوک ہیں اور سب کے سب اُسی کے تابع فرمان ہیں: یعنی جوذی عقل مخلوق آسمان وزمین میں ہے سب اُسی کی مملوک ہے مراد اس سے فرشتے اور ارواحِ طیبہ اور زمین میں انسان سب اللہ تعالیٰ کی مملوک ہیں اور سب اُسی کے حکم کے تابع ہیں کوئی اختیاری اور کوئی اضطراری (۲۶) اور وہی ہے جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس پر بہت آسان ہے اور آسمان وزمین میں اُس کی شان سب سے بلند اور بالاتر ہے اور وہ کمال قوت اور کمال حکمت کا

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان وزمین اُس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب وہ

دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝۲۵

تم کو پکار کر زمین سے بلائے گا تو تم سب پکارتے ہی نکل پڑو گے

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝۲۶

اور جتنے آسمان اور زمین میں موجود ہیں یعنی انسان اور فرشتے اُسی کے مملوک ہیں سب کے سب اُسی کے تابع فرمان ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ

اور وہی ہے جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہی اُس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا

عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ

اُس پر بہت آسان ہے اور آسمان وزمین میں اُسی کی شان سب سے بالاتر ہے اور

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۷ ۧ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ

وہی کمال قوت کمال حکمت کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے ہی حالات میں سے ایک عجیب مثال بیان کرتا ہے

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا

کیا اس مال متاع میں جو ہم نے تمکو عطا کیا ہے تمہارے وہ غلام جن کے تم مالک ہو شریک ہیں کہ تم اور وہ

رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ

غلام اس مال متاع کی شرکت میں دونوں برابر ہوں اور تم اُن سے اسی طرح ڈرو جس طرح تم اپنوں سے

اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸ بَلِ

ڈرتے ہو ہم اسی طرح اپنی توحید کے دلائل تفصیل کیساتھ اُن لوگوں کیلئے بیان کیا کرتے ہیں جو سمجھ سے کام لیتے ہیں

اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ

اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم بغیر کسی دلیل کے اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں سو جس کو خدا تعالیٰ گمراہ رکھے اسکو

مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۹ فَاَقِمْ وَجْهَكَ

کون راہ پر لگا سکتا ہے اور ایسے گمراہوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ سوائے مخاطب تو سب طرف سے یکسو ہو کر اپنا رخ

مالک ہے: یعنی اول بار پیدا کرنا بھی اُسی کا کام ہے جو سب کو تسلیم ہے اور دوبارہ بھی وہی پیدا کریگا جیسا کہ دلائل قاطعہ سے ثابت ہے اور یہ بات یعنی ایک چیز کو ایک مرتبہ بنا کر اُس کو دوبارہ بنا لینا خالقین کے اعتبار سے آسان اور سہل بھی ہے پھر دوسری زندگی سے کیوں انکار کرتے ہو اُس کی کہاوت اور اُس کی صفات اور اسکی شان سب سے بلند و بالاتر ہے اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آسمان کے لوگ نہ کھاویں نہ پیویں نہ حاجت بشری رکھیں سوائے بندگی کے کچھ کام نہیں اور زمین کے لوگ سب چیز میں آلودہ اللہ کی صفت نہ اُن سے ملے نہ اُن سے اور وہ پاک ذات ہے ۱۲ (۲۷) اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تم ہی میں سے اور تمہارے ہی احوال وحالات میں سے ایک عجیب مضمون اور عجیب کہاوت اور مثال بیان فرماتا ہے وہ یہ کہ کیا اس مال ومتاع میں جو ہم نے تم کو دیا ہے اور عطا فرمایا ہے تمہارے وہ مملوک یعنی لونڈی اور غلام جن کے تم مالک ہو شریک ہیں کہ تم اور وہ مملوک اس مال ومتاع کی شرکت میں دونوں برابر ہوں اور اختیارات میں دونوں مساوی ہوں اور تم ان سے اسی طرح اندیشہ کرتے ہو اور ڈرتے ہو جس طرح تم اپنوں سے ڈرتے ہو ہم اسی طرح اپنی توحید کے دلائل تفصیل کے ساتھ ان لوگوں کیلئے بیان کیا کرتے ہیں جو سمجھ سے کام لیتے ہیں اور صحیح عقل رکھتے ہیں: یعنی شرک کی مذمت اور اثبات توحید کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے ہی حالات میں سے ایک عجیب مثال بیان کرتا ہے تاکہ تم اس کو سمجھو اور چونکہ یہ مضمون تمہاری حالت ہی پر چسپاں ہوتا ہے اس لئے اسکے سمجھنے میں آسانی ہوگی اس لئے اسپر غور کرو کہ ہم نے جو مال واسباب تم کو دیا ہے خواہ وہ نقد ہو یا سامان تجارت وغیرہ ہو کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تمہارے ممالیک خواہ وہ غلام ہوں یا تمہاری باندیاں ہوں وہ تمہارے مال میں جو ہمارا ہی دیا ہوا ہے شریک ہوں اور مالکانہ حق انکو بھی حاصل ہو، جسطرح تم اپنے شریک اور سہیم سے ڈرتے ہو کہ اگر میں نے بیجا خرچ کیا تو میرا شریک مجھ سے حساب طلب کرے گا اور میرے بیجا خرچ پر اعتراض کرے گا اور رقم پوری کرنے کا مطالبہ کرے گا اسی طرح تم ان ممالیک سے بھی اندیشہ کرو۔ انفسکم سے مُراد شریک ہیں خواہ وہ اپنے عزیز ہوں یا کوئی دوسرا آزاد ہو بہر حال جب کوئی شریک فی المال ہوتا ہے تو ایک دوسرے کا لحاظ رکھنا ہی ہوتا ہے۔ یہی حق تمہارے غلاموں کو بھی حاصل ہو، ظاہر ہے کہ اس کے لئے کون آمادہ ہو سکتا ہے آج کل جب کہ سرمایہ دارانہ نظام کی ہر وقت مذمت کی جاتی ہے اور کمیونزم کی تعریف کے پُل باندھے جاتے ہیں آج بھی کوئی اس کے لئے تیار نہیں: حتیٰ کہ کمیونسٹ جو اس معاملہ میں کسی قدر آزاد ہیں وہ بھی دوسرے کو تصرف فی الاختیار کی برابری پر آمادہ نہیں ہیں ضروریاتِ زندگی کی تقسیم دوسری چیز ہے وہ بھی اس طرح کہ ہاتھ اُٹھا کر سب کو دیدیں اور اپنے ماتحتوں میں مساوات قائم کردیں یہ اور بات ہے اور اپنی دولت اور حکومت میں دوسرے کا تصرف اور اختیار تسلیم کرلیں یہ اور بات ہے اس کیلئے تو آج کی دُنیا بھی تیار نہیں ہے چہ جائے کہ اب سے چودہ سو صدی کے پہلے کی دُنیا کو تو اس کا تصور بھی نہ تھا کہ اپنی دولت اور مال واسباب میں کوئی دوسرا ہمارا شریک وسہیم بھی ہو سکتا ہے اور ہمارے لونڈی غلام جو ہمارے مملوک ہیں وہ ہمارے مال پر تصرف کے اختیارات حاصل کرکے ہمارے مساوی ہو جائیں اور ہم کو ان کی جوابدہی کا ڈر اور خوف ہو اس شرکت کیلئے کون تیار ہو سکتا تھا۔ پھر اپنے مال میں جو خدا کا دیا ہوا مال ہو (باقی صفحہ ۶۵۰)

(بقیہ صفحہ ٦٤٩) اپنے ہی جیسے انسان کو کہ جس میں ایک اضافی فرق ہے ورنہ وہ بھی تم ہی جیسا آدمی ہے تم آقا ہو وہ غلام ہے تو اپنے جیسے انسان کو شریک کرنے اور مساوی بنانے پر تیار نہیں اور اللہ تعالیٰ جو تمام مخلوق کا خالق ہے اور اُس میں اپنی مخلوق کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں اسکی مخلوق کو حضرت حق جل مجدہٗ کی عبادت میں شریک کر رہے ہو اور معبود برحق کی عبادت میں اُس کی مخلوق کو جس میں بعض تمہارے ہی ہاتھ کے بنائے ہوئے بُت ہیں اس معبود اور خالق کی عبادت میں برابر کا شریک سمجھتے ہو تم اپنے غلاموں کی شرکت فی الاموال پر آمادہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق جو اُس کی مملوک اور غلام ہے اس کے غلاموں کو اس کی عبادت میں شریک کر رہے ہو، جس طرح ہم نے یہ دلیل توحید کی بیان کی ہے اسی طرح ہم دوسرے دلائل بھی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھ سے کام لیں اور شرک سے باز آجائیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تم جھوٹے مالک ہو لونڈی غلام کے سب روزی کھاتے ہو اللہ کی پھر بھی ساجھی نہیں ہو سکتے تمہارے جیسے اپنے بھائی بند اور تم کو کچھ پروا نہیں ان کی مرضی لیکر کام کرو تو وہ سچا مالک کیا پروا رکھے اپنے غلام کی جس کو اس کا ساجھی گنتے ہو ۱۲ (۲۸)

لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا

اُس دین حق کیطرف رکھو اور تم لوگ اللہ کی دی ہوئی اُس صلاحیت و قابلیت کی پیروی کرو جس قابلیت پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے

تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْـقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

اُس خداداد صلاحیت کو جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے تبدیل نہ کرو یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا

اس بات کو نہیں جانتے۔ تم سب خدا ہی کی طرف رجوع ہو کر فطرت الٰہی یعنی خداداد صلاحیت کی پیروی کرو اور خدا سے ڈرتے رہو اور نماز کی

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ الَّذِيْنَ

پابندی کرو اور شرک کرنیوالوں میں سے نہ ہو جانا۔ یہ شرک کرنے والے وہ ہیں جنھوں نے

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ

اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور خود فرقہ فرقہ ہو گئے۔ ہر فرقہ اس طریقہ پر نازاں ہے جس کا

فَرِحُوْنَ ۝ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ

وہ پابند ہے۔ اور جب لوگوں کو کوئی سختی پہونچتی ہے تو اپنے رب کیطرف رجوع ہو کر اسی کو پکارنے لگتے ہیں

اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

پھر جب خدا تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ رحمت کا مزہ چکھا دیتا ہے تب ہی ان لوگوں میں سے ایک فریق

بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ

اپنے رب کیساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔ جس کا حاصل اسکے سوا کچھ نہیں کہ جو احسان ہم نے اُن پر کیا ہے اسکی ناشکری کریں، چندے اور فائدہ اٹھالو

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ

اب عنقریب تمکو سب حال معلوم ہو جائیگا۔ کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی سند نازل کی ہے کہ وہ سند خدا کیساتھ

بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً

شرک کرنیکو ان سے کہتی ہے۔ اور ہم جب لوگوں کو کسی نعمت سے لطف اندوز کر دیتے ہیں تو

فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

وہ اس پر نازاں ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے اس کیے پر جو وہ اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں کوئی مصیبت آ پڑتی ہے

سمجھانے کے باوجود یہ لوگ حق کی پیروی نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم اور ناانصاف لوگ بغیر کسی صحیح دلیل کے اپنی نفسانی خواہشات اور خیالات کی پیروی کرتے ہیں سو جس کو اللہ تعالیٰ بے راہ رکھے اُس کو کون راہ دکھا سکتا ہے اور کون صحیح راہ پر لگا سکتا ہے اور ایسے گمراہوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا ۔ یعنی یہ لوگ ان دلائل قاطعہ کو نہیں مانتے بلکہ یہ ظالم اپنی نفسانی خواہشات پر بدون کسی صحیح دلیل کے چلتے ہیں بدی پر چونکہ جم چکے ہیں اور ظلم کے اور شرک کے خوگر ہو چکے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کا ہاتھ اُن کے سروں پر سے اٹھا لیا ہے اسی کو فرمایا من اضل اللہ اور اللہ تعالیٰ جب کسی نالائق پر سے اپنا دست ہدایت اُٹھالے تو پھر اس کو کون راہ پر لگا سکتا ہے اور عذاب کے وقت ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا (۲۹)

تفسیر صفحہ ہٰذا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے ہر ایک مخاطب کو خطاب فرماتے ہیں سو اے مخاطب تو سب طرف سے یکسو ہو کر اپنا رُخ اس دین حق کی طرف رکھو اور تم سب لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس صلاحیت و قابلیت کی پیروی کرو جس قابلیت و صلاحیت پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس میں تبدیلی نہیں یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے ۔ یعنی جو گمراہی میں مبتلا رہنا چاہتا ہے اس کو نظر انداز کرو اور تم سب طرف سے اور تمام ادیانِ باطلہ سے مُنہ موڑ کر اپنا رُخ دینِ حق کی جانب کرلو اور صرف دینِ حق کے قائم رہو اور اُسی صلاحیت کی اتباع کرو جس صلاحیت اور جبلت پر اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور تراشا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ کی طبیعت میں ہدایت کا ایک ایسا مادہ رکھا ہے کہ اگر اس سے کام لیا جائے تو دینِ حق کی روشنی میسر آسکتی ہے۔ ہر شخص کی فطرت میں ایسی استعداد موجود ہوتی ہے لیکن بعض دفعہ ماں باپ کا اثر اور بعض دفعہ دوسرے گمراہوں کا اثر اُس کو سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیتے اور وہ گمراہی کو اختیار کر لیتا ہے اور اسکی استعداد و صلاحیت کی روشنی ماند اور مدھم پڑجاتی ہے اسکو احادیث صحیحہ میں فرمایا ہے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام یعنی ہر پیدا شدہ بچہ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے اگر عارضی اور خارجی اثرات سے اس کو محفوظ رکھا جائے تو اس کی طبیعت خود اس کی رہنمائی کرتی ہے اور اس کا میلان طبع اس کو دینِ حق کی طرف مائل کرتا ہے، لیکن کبھی ماں باپ اُس کی گمراہی کا سبب ہو جاتے ہیں اور کبھی شیاطین اس کو اغوا کر لیتے ہیں تم اللہ کی ساخت اور اس کے تراشے کو تبدیل نہ کرو بلکہ اسی فطرتِ سلیمہ کی اتباع کرو یہی وجہ ہے کہ جس ساخت پر اللہ تعالیٰ نے تراشا ہے اگر انسان خارجی اثرات سے خالی الذہن ہو کر غور کرتا ہے تو نہ صرف اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچتا ہے بلکہ وہ دینِ حق کی ہر اچھی بات کو اچھا کہتا ہے یہی وہ فطری استعداد ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ فرمایا ہے اسی کو فرمایا کہ اس میں تبدیلی نہیں یا اس کو بدلنا نہیں چاہیے، اور اُسی استعداد کی روشنی میں صحیح راستے کی تلاش کرنا چاہیے۔ پس دینِ حق کا صحیح اور سیدھا راستہ یہی ہے اور امرِ حق کی تلاش ہی صحیح اور سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں اور اُس طبعی روشنی سے کام نہیں لیتے اور تدبیر نہیں کرتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ سب کا حاکم مالک سب سے نرالا کوئی اس کے برابر نہیں کسی کا زور اس پر نہیں یہ باتیں سب جانتے ہیں اس پر چلنا چاہیے ایسا ہی کسی کی جان و مال کو ستانا ناموس پر عیب لگانا ہر کوئی بُرا جانتا ہے ایسا ہی اللہ کو یاد کرنا غریب پر ترس کھانا حق پورا دینا دغا نہ کرنی ہر کوئی اچھا جانتا ہے (باقی تفسیر میں۔)

إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

توبس وہ لوگ ناامید ہو جاتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے روزی کو

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

کشادہ کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے کم دیتا ہے بلاشبہ اس روزی کی کمی بیشی میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ

جو ایمان رکھتے ہیں۔ سو اے مخاطب تو قرابت دار کو اس کا حق دیا کر اور مسکین اور

السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَ

مسافر کو بھی ان کا حق دیا کر یہ ہر ایک مستحق کا حق ادا کرنا اُن لوگوں کیلئے جو رضائے الٰہی کے طلبگار ہیں بہت بہتر ہے اور

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْ

ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، اور جو مال تم بڑھانے کو اس لئے دوگے کہ وہ لوگوں کے مال میں مل کر

أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ

زیادہ ہو جائے یعنی بڑھ کر واپس آئے تو اس دینے سے مال اللہ کے ہاں نہیں بڑھا کرتا اور جو صدقہ تم محض

زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿٣٩﴾

خدا کی رضاجوئی کے ارادے سے دیتے ہو تو جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہی لوگ اپنا مال اور ثواب بڑھانے والے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو اس نے رزق دیا پھر تم کو موت دیتا ہے پھر

يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ

تم کو دوبارہ زندہ کرے گا بھلا کیا تمہارے خودساختہ شرکا میں سے بھی کوئی ایسا ہے جو ان مذکورہ کاموں میں سے

مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٠﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ

کوئی کام کر سکے وہ خدا ان مشرکوں کے شرک سے بہت پاک اور بالاتر ہے خشکی اور تری میں ان

فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ

لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کے باعث ہلاکت و تباہی پھیل گئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو انکے بعض

کیا اُن لوگوں کو معلوم نہیں اور کیا یہ لوگ نہیں دیکھ چکے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہتا ہے روزی کو کشادہ اور فراخ کر دیتا ہے اور پھیلا دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے روزی نپی تلی دیتا ہے اور گھٹا دیتا ہے بیشک اس روزی کی کمی بیشی میں ان لوگوں کیلئے توحید کے بڑے دلائل ہیں جو یقین رکھتے ہیں ؛ اس بات کا ان کو بھی اعتراف تھا کہ روزی کا گھٹانا بڑھانا اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار ہے، اسی لئے فرمایا کہ جب روزی اُس کے قبضے میں ہے تو استحقاق عبودیت بھی اسی کے لئے ہے۔ اہل ایمان تو اسکو سمجھتے ہی ہیں دُوسرے بھی اگر سمجھنا چاہیں تو سمجھ سکتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جس کو چاہے ماپ دے روزی جس کو چاہے پھیلا دے حاصل یعنی جب یہ چیز قضائے الٰہی کے ماتحت ہے تو امساک اور بخل سے پرہیز کرو بلکہ (۳۷) اے مخاطب قرابت دار کو اُس کا حق دیا کر دادر مسکین اور مسافر کو بھی اس کا حق دیا کر دیہ ہر ایک مستحق کا حق ادا کرنا ان لوگوں کیلئے بہت بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں ؛ یعنی جب ہر شخص کا رزق مقرر ہے تو بخل کرنا نہیں چاہئے بلکہ ہر شخص کو اُس کے حق سے بہرہ مند کرنا چاہئے یہ اُن لوگوں کیلئے جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی رضا ہے بہت بہتر ہے کہ اہل قرابت اور مسکین و مسافر کی خبر گیری کیا کریں اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہی قیامت میں اور دُنیا میں فلاح پانے والے ہیں۔ (۳۸) اور جو مال تم بڑھانے کو اس لئے دوگے کہ وہ لوگوں کے مال میں مل کر زیادہ ہو جائے اور بڑھ کر واپس آئے مثلاً سود اور بیاج کے لئے یا نوتہ اور سلامی وغیرہ تو اس دینے سے یہ مال اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھا کرتا اور جو صدقہ تم محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے ارادہ سے دیتے ہو اور مقصد محض اللہ کی ذات اور اُس کی خوشنودی ہوتی ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں تو وہی اپنا مال اور اپنا اجر و ثواب بڑھانیوالے ہیں ؛ یعنی دُنیوی رسوم میں جو لوگ اپنا مال اس توقع پر خرچ کرتے ہیں کہ ہماری رقم بڑھ کر آئے گی خواہ وہ سود کیلئے رقم لگائیں خواہ سلامی وغیرہ میں دیں یا برادریوں میں نوتہ کی رقم ہو اور اسی قسم کے لین دین تو یہ رقم اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتی اور اس میں اضافہ نہیں ہوتا البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو صدقہ بڑھتا ہے خواہ وہ صدقات واجبہ ہوں یا نافلہ ہوں اور صدقہ میں بھی محض اللہ کی ذات اور اس کی خوشنودی مقصود ہو تو جو لوگ اس پاک ارادے سے صدقہ کرتے ہیں تو اُن کے مال میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے اجر کو بھی بڑھاتے ہیں (۳۹) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو اُس نے رزق دیا پھر تم کو وہ موت دیتا ہے پھر تم کو وہ دوبارہ زندہ کرے گا بھلا کیا تمہارے خود ساختہ شرکا، جن کو تم خدا کا شریک سمجھتے ہو ان میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام کر سکے وہ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے بہت پاک اور بالاتر ہے ؛ یعنی وہی تم کو پیدا کرتا ہے پیدا کرنے کے بعد وہی تمہاری روزی کا سامان کرتا ہے اور تم کو روزی دیتا ہے پھر موت بھی اسی کے قبضے میں ہے اُسی کے حکم سے مرتے ہو پھر دوبارہ زندگی بھی اُسی کے اختیار میں ہے خواہ وہ زندگی عالم برزخ کی ہو یا قیامت کی زندگی۔ اچھا اب بتاؤ یہ تمہارے خود ساختہ شریک جن کو تم نے میری الوہیت میں شریک کر رکھا ہے بھلا کیا ان میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان امور مذکورہ میں سے کوئی کچھ کر سکے۔ اور جب نہ ان کے قبضے میں پیدا کرنا نہ روزی دینا نہ مارنا اور نہ دوبارہ زندہ کرنا جب ان کاموں میں سے کوئی کام بھی یہ نہیں کر سکتے تو ان کا شریک ٹھہرانا باطل اور گمراہی سُبحٰنہ وتعالیٰ عمّا یشرکون۔ (۴۰) خشکی اور تری میں ان لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے ہلاکت و تباہی پھیل گئی تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ان کے بعض اعمال کی سزا کا مزہ چکھادے تاکہ وہ باز آجائیں اور اعمال بد کے ارتکاب سے لوٹ جائیں ؛ برّ و بحر سے مراد عام آبادیاں ہیں۔ خواہ وہ دریا کے قریب ہوں یا دریا سے دور ہوں فساد سے ہر قسم کے مصائب اور بلائیں مُراد ہیں خواہ وہ قحط ہو یا سیلاب ہو۔ وبائیں ہوں قتل و غارت گری ہو، یہ سب باتیں ان گناہوں کی وجہ سے ہیں جو لوگ کرتے رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ کچھ اعمال کی سزا کا مزا لوگوں کو دنیا میں چکھادے ورنہ اگر تمام اعمال کا مواخذہ شروع ہو جائے تو رُوئے زمین پر ایک متنفس بھی باقی نہ رہے بعض اعمال پر سزا اس لئے تاکہ لوگ گناہوں سے جن میں سب سے بڑھ کر گناہ شرک و کفر ہے باز آجائیں۔ عام مفسرین اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کا زمانہ مراد لیتے ہیں کیونکہ تاریخ میں وہ زمانہ سخت تاریکی کا دور تھا۔ یورپ کے مورخوں نے اس کا نقشہ بہت بھیانک دکھایا ہے، اسی لئے مفسرین نے یہ مراد لیا ہے (باقی ص۶۵۲ پر)

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا

اعمال کی سزا کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آ جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ

فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ

زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا

قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ

ان گزشتہ لوگوں میں اکثر لوگ مشرک ہی تھے۔ سو اے پیغمبر آپ اپنے کو اس صحیح دین یعنی اسلام پر

الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ

قائم رکھئے اس سے پہلے کہ خدا کی طرف سے وہ دن آ پہونچے جو کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا

يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ

اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ جو شخص کفر کر رہا ہے تو اسکے کفر کا وبال اسی پر پڑنے والا ہے اور جو

عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ

کوئی نیک عمل کر رہا ہے تو یہ لوگ اپنی آرام گاہ کو درست کر رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

اپنے فضل سے جزا دے گا جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو

الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَ

پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی ہے کہ وہ ہواؤں کو اسلئے بھیجتا ہے کہ وہ بارش کی خوشخبری دینے

لِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا

والی ہوں اور تاکہ وہ تم کو اپنی رحمت سے لذت اندوز کرے اور تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں جاری ہوں اور تاکہ تم اس کا فضل

مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ

تلاش کرو اور تاکہ تم اس کا شکر بجا لاؤ۔ اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کو

قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا

ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ پیغمبر ان قوموں کے پاس صاف دلائل لیکر آئے پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا

(بقیہ صفحہ ٦٥١) قحط سے انسانوں میں اور حیوانوں میں سخت تباہی پھیل جاتی ہے۔ بارش نہ ہونے سے صدہا بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بحر سے مُراد طوفان اور سیلاب بتاتے ہیں، دریاؤں کے سیلاب سے جو طوفان آتے ہیں اور انسان اور حیوانات جس طرح تباہ ہوتے ہیں اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے بیشک بعثتِ محمدیؐ سے قبل دنیا کی یہی حالت تھی لیکن آج بھی یہ تباہی جبکہ تمام دنیا ایک علاقہ بن گئی ہے سابقہ دور سے کچھ کم نہیں ہے، یہ زمانہ بھی فسادِ بحر و بر کا ہے بدامنی، بے اطمینانی نے گنا ہوں کا نسق آج بھی زمانۂ جاہلیت سے کچھ کم نہیں ہے۔ نوعیت میں اگرچہ فرق ہے لیکن جو کچھ ہو چکا ہے اور جس پر ہم نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہیں وہ سب کچھ آجکل کی دنیا میں بھی ہو رہا ہے العیاذ باللہ کل کی دنیا اپنی بداعمالی کی سزا بھگت چکی ہے اور آج کی دنیا اپنے اعمال کی پاداش بھگت رہی ہے بدکرداری موجب ہلاکت کل کی دُنیا کیلئے بھی تھی اور آج کی دنیا کیلئے بھی ہے۔ آگے کفارِ مکہ سے کہا گیا ہے کہ چل پھر کر دیکھو کہ نافرمانوں اور گناہ گاروں کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ (٤١) اے پیغمبر آپ ان منکرین دینِ حق سے فرمایئے کہ تم لوگ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن کا آخر اور انکا انجام کیسا ہوا ان گزشتہ لوگوں میں اکثر اور بہت سے مشرک ہی تھے ۔ یعنی یہ مشرک اس بات کے قائل نہیں ہوتے کہ گناہوں کی پاداش کبھی دنیا میں بھی ملتی ہے تو ان سے کہو کہ دنیا میں چل پھر کر دیکھو کہ پہلی قومیں کس طرح تباہ کی گئیں اور تم ان کو دیکھ کر اُن جرائم سے باز آ جو وہ کیا کرتے تھے یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حوادثات کی علت اگر گناہ ہوں تو بعض دفعہ حوادثات تو نیک بندوں کو بھی پیش آتے ہیں کیونکہ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مطلق حوادث کی علت معاصی اور گناہوں میں منحصر نہیں ہے بلکہ جو حوادثات بطور سزا کے پیش آتے ہیں ان کی علت یقیناً معاصی ہی ہوتے ہیں اور رفع درجات وغیرہ کے لئے جو حوادثات پیش آئیں انکی علت معاصی اور گناہ نہیں ہوتے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کفر اور ظلم پھیل پڑا ہے زمین میں اور جہازوں میں لوٹ مار ہر طرف اس کا وبال پڑا۔ چاہیے سارا تو آخرت میں ہے پر کچھ یہاں بھی شاید ڈر کر راہ پر آدیں ١٢ (٤٢) سوائے مخاطب تو اپنے رُخ کو اس سیدھے اور راست دین کی طرف قائم رکھ اور اپنے مُنہ کو اس صحیح دین کی جانب سیدھا رکھ اس سے پہلے کہ وہ دن آئے اور وہ دن آ پہنچے جس دن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹنا اور پھرنا نہیں اُس دن سب لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے ۔ بعض لوگوں نے من اللہ کو ان یاتی کے متعلق کیا ہے اور بعض نے لامرد کے متعلق کیا ہے ہم نے ترجمے اور تیسیر میں دونوں ترکیبوں کی رعایت رکھی ہے اسی طرح فاقم میں بعض نے عام خطاب مراد لیا ہے اور بعض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب مراد لیا ہے ہم نے ترجمے اور تیسیر میں دونوں کی رعایت رکھی ہے۔ یعنی وہ دن قیامت کا ہے کہ آئے پیچھے ٹلے گا نہیں دنیا کے عذاب میں کبھی مہلت مل جاتی ہے لیکن عذابِ اخروی میں مہلت ملنے والی نہیں، جُدا جُدا ہوں گے۔ یعنی ابرار الگ ہوں گے اور فجار الگ ہوں گے۔ مستحق عذاب ایک طرف اور مستحق نجات ایک طرف۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دین کا غلبہ ہو اور سزا پانیوالے الگ ہوں اور مقبول اللہ کے الگ ١٢ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاید آیت کو دنیا کے عذاب پر حمل فرمایا ہے (٤٣) جو شخص کفر و انکار کا خوگر ہوا اور کفر کا شیوہ اختیار کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑنے والا ہے اور جو کوئی نیک عمل کر رہا ہے اور نیک عمل کا پابند ہے تو ایسے ہی لوگ اپنی آرام گاہ سنوار رہے ہیں اور اپنے نفع کا سامان کر رہے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں پر کفر کا وبال ہوگا اور اہلِ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے پابند اپنی جنت کو سنوارتے اور آراستہ کرتے ہیں (٤٤) جس کا نتیجہ اور حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان لوگوں کو صلہ اور جزا عطا فرمائے گا جو ایمان لائے اور نیک عمل کے پابند رہے ، واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا اور دوست نہیں رکھتا ۔ من فضلہ کی قید سے معلوم ہوا کہ اعمال خواہ کتنے ہی ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے فضل کی بہرحال احتیاج ہے رحمت بلا علت محض فضل سے ہوتی ہے اور سزا بلا علت نہیں ہوتی۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند نہ فرمائے اُس کے مرتکب کا کہاں ٹھکانا ہو سکتا ہے۔ نعوذ باللہ من الکفر (٤٥) تم پھر دلائلِ توحید کا بیان ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی ہے کہ وہ ہوائیں اس لئے چلاتا ہے (باقی صفحہ ٦٥٣ پر)

مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

جو جرائم کے مرتکب ہوئے تھے اور اہل ایمان کی مدد کرنا ہمارے ذمہ لازم تھا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ

اللہ وہ قادر مطلق ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ ہوائیں بادلوں کو اٹھالاتی ہیں پھر خدا تعالیٰ جسطرح چاہتا ہے اس بادل کو آسمان

كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

میں پھیلا دیتا ہے اور کبھی اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے سوائے مخاطب تو بارش کو دیکھتا ہے کہ ان بادلوں کے درمیان سے

خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ

نکلتی ہے پھر جب وہ اس بارش کو اپنے بندوں میں سے جن بندوں کو چاہے پہنچا دیتا ہے تو بس وہ

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ

شادماں ہو جاتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ لوگ قبل اس کے کہ ان پر بارش نازل کی جائے وہ اس نزول بارش

مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ

پہلے بالکل ہی ناامید تھے۔ سوائے مخاطب اللہ کی رحمت کے نشانات کو غور سے دیکھ کہ وہ

يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ

زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے کسطرح ترو تازہ کر دیتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہی مُردوں کو زندہ کرنیوالا ہے اور وہی

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا

ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور اگر ہم اور قسم کی ہوا چلا دیں جس سے یہ لوگ کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں

لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ

تو یہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔ یقیناً اے پیغمبر آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے

لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ

اور نہ آپ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں خصوصاً جبکہ وہ بہرے پیٹھ پھیر کر پھر جائیں۔ اور نہ آپ

بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ

اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر راہ پر لگا سکتے ہیں آپ تو صرف انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کی

(بقیہ صفحہ ۶۵۲) اور ہواؤں کو اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ بارش کی خوش خبری دینے والی ہوں اور تاکہ وہ تم کو اپنی رحمت سے لذت اندوز کرے اور اپنی رحمت کا تم کو مزہ چکھائے اور تاکہ اُس کے حکم سے کشتیاں جاری ہوں اور تاکہ تم اُس کا فضل یعنی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم اس کا شکر بجالاؤ۔ یعنی اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ بارش سے پہلے بارش کی خوش خبری دینے والی ہوائیں چلتی ہیں جن سے بارش کے ہونے کا پتا چلتا ہے پھر بارش ہوتی ہے اس بارش کے مزے سے تم کو لطف اندوز فرماتا ہے اور یہ ہوائیں دریا میں چلنے والی کشتیوں اور جہازوں کو مدد دیتی ہیں خواہ دخانی ہوں خواہ غیر دخانی ہواؤں سے جہازوں اور کشتیوں کی روانی تیز ہو جاتی ہے ان کشتیوں اور جہازوں کے ذریعے ایک ملک کا مال دوسرے ملک میں لے جا کر فروخت کرو اور خوب نفع کماؤ ایک ہوا سے کتنے کام نکلتے ہیں، یہ منافع مالی اور جسمانی اس کے مقتضی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی باد کے چلنے سے اتنے فائدے ہیں مینہ کی خبر آتی ہے اور جہاز چلتے ہیں ۱۲ (۴۶) اور اے پیغمبر ہم نے بلاشبہ آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کو اُن کی قوموں کی طرف بھیجا تھا سو وہ ان کے پاس صاف اور کھلے کھلے دلائل لیکر آئے پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو جرائم کے مرتکب ہوئے تھے اور جنھوں نے جرائم کئے تھے اور مسلمانوں کی مدد کرنا اور اہل ایمان کی مدد کرنا حسب وعدہ ہمارے ذمہ لازم تھا۔ آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی کہ اگر آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو آپ غمگین نہ ہوں کیوں کہ آپ سے پیشتر بھی انبیاء کی قوموں نے ایسا ہی کیا ہے اور باوجود دلائل واضحہ کے جرائم کفریہ کا ارتکاب کرتے رہے ہیں آخر کار ہم نے مجرموں سے انتقام لیا اور مسلمانوں کی امداد کرنا ہمارا شیوہ رہا ہے اور حسب وعدہ ہم پر ایک حق ہے جس کو ہم پورا کرتے رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ بھی ہم حسب عادت سلوک کریں گے تمہارے دشمن خائب و خاسر ہوں گے اور تم کو اُن پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اور جس طرح گرمی کے غبار اور خاک کے بعد بارش آتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کیطرف سے نصرت۔ فتح اور غلبہ حاصل ہوگا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بیچ میں باد کا مذکور اس واسطے کہ جیسے مینہ کی خبر لاتی ہیں بادیں اس طرح دین کے غلبے کی نشانیاں روشن ہوتی جاتیاں ہیں ۱۲ (۴۷) اللہ تعالیٰ وہ قادر مطلق ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ ہوائیں بادلوں کو اٹھالاتی اور ابھار لاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اس بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور کبھی اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے سوائے مخاطب تو بارش کو دیکھتا ہے کہ ان بادلوں کے درمیان سے نکلتی ہے پھر جب وہ اس بارش کو اپنے بندوں میں سے جن بندوں کو چاہے پہنچا دیتا ہے تو بس وہ شادماں ہو جاتے ہیں۔ بادلوں کے اُٹھنے اور گھٹاؤں کے آنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں یہاں صرف دو صورتیں بیان فرمائیں کچھ سورۂ نور میں گزر چکی کبھی تو ہوا کے دوش پر ایک لمبی گھٹا کو اٹھا لاتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں اُس کو برسا دیتے ہیں کبھی بجا طویل گھٹا کے ٹکڑے ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں اور ان کی بارش ہو جاتی ہے۔ پھر اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتے ہیں بارش سے نواز دیتے ہیں جن لوگوں پر بارش ہوتی ہے وہ شادماں ہوتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پھیلاتا ہے جس طرح چاہے یعنی پہلے کسی طرف پہنچے کسی طرف اسی طرح دین بھی پھیلا ۱۲ جس طرح بارش سے بڑے بڑے فوائد وابستہ ہیں اسی طرح دین بھی روحانی بارش ہے جس سے انسانی زندگی سنورتی ہے اور عاقبت درست ہوتی ہے (۴۸) باوجودیکہ وہ لوگ قبل اس خوش ہونے سے پہلے اُن پر برسے بالکل ہی ناامید ہو رہے تھے۔ من قبلہ میں کئی قول ہیں ہم نے دونوں ترکیبوں کے خیال سے ترجمے اور تیسیر میں رعایت کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بارش برسنے سے جو خوشی حاصل ہوئی اس خوشی سے پہلے کہ ان پر بارش برسے اور یہ خوش ہوں یہ لوگ بارش سے بالکل مایوس تھے۔ بارش کے ہوتے ہی ناامیدی خوشی سے بدل گئی اور بارش کے آنے سے ذرا پہلے تک بھی مایوس تھے لیکن بارش آتے ہی خوش ہو گئے۔ بہرحال انسانی حالت کی بے ثباتی کا اظہار ہے تھوڑی دیر میں مایوس اور تھوڑی دیر میں خوش (۴۹) سوائے مخاطب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نشانات کو دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے خشک ہوئے اور مرے پیچھے کس طرح زندہ اور ترو تازہ کر دیتا ہے بلاشبہ یقیناً وہی مُردوں کو زندہ کرنیوالا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔ یعنی بارش سے مُردہ زمین کے زندہ ہو جانے پر غور و فکر کر کے اس نتیجہ پر پہنچو کہ انسان جو زمین سے پیدا ہوا ہے اسی طرح مرنے کے بعد زندہ ہو جائیگا (۵۰) اور اگر ہم اور قسم کی خشک ہوا چلا دیں جس سے (باقی صفحہ ۶۵۴)

(بقیہ صفحہ ۶۵۳) کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں تو یہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں :: غرض پوری ہو جائے تو خوشی سے پھولے نہ سمائیں اور غرض پوری نہ ہو تو کھُل کر نافرمانی پر آمادہ ہو جائیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی غرض کے ساتھ ہے شکر اور ناشکری یہاں اس پر فرمایا کہ مُراد پاکر بندہ نڈر نہ ہو جائے اللہ کی قدرت دکھا رنگ کے ۔۱۲ (۵۱) یقیناً اے پیغمبر آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔ اور نہ آپ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں خصوصاً جبکہ وہ بہرے پیٹھ پھیر کر پھر جائیں :: یعنی ان کے دل مر چکے ہیں آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ اُن بہروں کو سنا سکتے ہیں جو بہرے بھی ہوں اور پیٹھ پھیر کر جا بھی رہے ہوں یعنی یا تو مُردوں کی شکل ہیں اور یا ایسے بہرے ہیں جنکے کانوں میں ثقل ہے اور وہ پیٹھ پھیر کر جا بھی رہے ہیں (۵۲) اور نہ آپ اندھوں کو اُن کی گمراہی سے ہٹا کر راہ لگا سکتے ہیں آپ تو صرف ان ہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کی تصدیق کرتے ہیں سو وہی فرماں بردار ہوتے ہیں :: یعنی ظاہری اسباب سُننے دیکھنے کے مفقود ہیں ایسوں کی ہدایت مشکل ہے بہرحال آپ اپنی تبلیغ کا حق ادا کرتے رہیے ایسے لوگ یقیناً آپکی تذکیر سے مستفید ہوں گے جو ہماری آیتوں کو مانتے ہیں اور فرماں برداری کرتے ہیں اور اندھے بہروں کے نہ سننے نہ ماننے سے غم نہ کیجیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس آیت سے مُردے کے نہ سُننے پر استدلال کیا ہے اور یہی اکثر مشائخ حنفیہ کا مسلک ہے واللہ اعلم (۵۳) تفسیر صفحہ ہٰذا اللہ تعالیٰ وہ قادرِ مطلق ہے جس نے تم کو ابتداً کمزور اور ضعیف حالت میں پیدا کیا اور بنایا پھر کمزوری کے بعد طاقت اور توانائی عطا کی پھر طاقت اور قوۃ کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے :: یعنی انسان کی ابتدائی ضعف کیساتھ ہوتی ہے وخلق الانسان ضعیفا۔ منی اور نطفہ۔ مضغہ، علقہ پھر روح کا پڑنا پیدا ہونا، پیدا ہوتا ہے تو بھی ناتواں۔ نہ گردن ٹھہرتی ہے، نہ آنکھ ٹھہرتی ہے۔ غرض کمزوری اور ناتوانی بچے کو گھیرے رہتی ہے، پھر بتدریج طاقت اور توانائی آتی ہے اور جوانی بھرتی ہے جوانی کے بعد پھر ناتوانی اور بڑھاپا شروع ہوتا ہے، یہ تمام تصرفات ان کی مشیت سے ہوتے ہیں اس لئے فرمایا جو چاہے بناتا اور پیدا کرتا ہے وہ ہر تصرف کا علم رکھتا اور ہر تصرف پر اسکو قدرت ہے سب جاننے والا قدرت والا ہے

بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

تصدیق کرتے ہیں سو وہی فرماں بردار ہوتے ہیں۔ اللہ وہی قادر مطلق ہے جس نے تم کو ابتداً

ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عطا کی پھر قوت کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ

کمزوری اور بڑھاپا دیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی

الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬

بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو یہ مجرم اس بات پر قسمیں کھائینگے

مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ

کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے جس طرح یہ آج غلط بات کہہ رہے ہیں اسیطرح دُنیا میں بھی یہ لوگ حق بات سے پھرے ہوئے تھے۔ اور

الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ

جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا کیا گیا ہے وہ جواب دیں گے تم لوگ تو

كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى یَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ

نوشتۂ خداوندی کے موافق قیامت کے دن تک رہے ہو سو قیامت کا دن یہی تو ہے لیکن

كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

تم لوگ یقین نہیں کرتے تھے۔ بہرحال اس دن نہ تو ظالموں کو ان کا معذرت کرنا

مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ

کوئی نفع دے گا اور نہ اُن سے خدا کو راضی کرنیکی خواہش کی جائیگی۔ اور بیشک ہم نے لوگوں کو سمجھانیکے لئے

فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ

اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ عمدہ مضامین بیان کر دیے ہیں اور اگر آپ اُنکے پاس اُنکی حسب منشا کوئی نشانی لے بھی آئیں

لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

تب بھی جو لوگ کافر ہیں وہ یوں ہی کہیں گے کہ تم کچھ نہیں مگر یہ کہ سب مل کر جھوٹ بنا لائے ہو۔

(۵۴) اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو یہ مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ وہ دُنیا اور برزخ میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے، جس طرح یہ آج غلط اور اُلٹی بات کہہ رہے ہیں اسی طرح دنیا میں بھی یہ لوگ حق بات سے پھرے ہوئے تھے اور صحیح بات سے اُلٹے چلا کرتے تھے :: یعنی دنیا کا رہنا یا برزخ کا رہنا یا دونوں کی مدت قیامت کی ہولناکی اور شدت عذاب کے مقابلے میں ایک گھڑی سی معلوم ہوگی، وہ دنیا میں یہ قسمیں کھا کھا کر دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے آج وہاں کی مدت کو قسمیں کھا کر ایک گھڑی بتا رہے ہیں، جو بے ڈھنگی اور اُلٹی چال وہاں چلتے تھے وہی اُلٹی بات آج کہہ رہے ہیں۔ پہلی آیتیں قیامت کے امکان کا ذکر تھا اس آیت میں قیامت کے وقوع کا بیان ہے، آگے ان کے غلط کہنے کا رد ہے (۵۵) اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا کیا گیا وہ اہل علم اور اہل ایمان کہیں گے تم لوگ تو اللہ تعالیٰ کے لکھے اور نوشتۂ خداوندی کے موافق قیامت کے دن تک رہے ہو یعنی دنیا اور قبر کی میعاد اللہ تعالیٰ کے نوشتے کے موافق دوبارہ جی اُٹھنے کی میعاد تھی سو اُس میعاد میں رہے ہو سو قیامت کا دن یہی تو ہے لیکن تم لوگ یقین نہیں کیا کرتے تھے :: یہ جواب مسلمان دیں گے اور مسلمان اور فرشتے دونوں کی طرف سے دیا جائے گا کہ میعاد مقررہ میں کچھ کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ مُردوں کے جی اُٹھنے کے دن کی جو میعاد تھی وہ اللہ تعالیٰ کے نوشتے کے موافق پوری ہو گئی۔ اور دنیا کا اور مُردوں کے جی اُٹھنے کا دن یہی تو ہے لیکن تم تو وقوعِ قیامت کا یقین نہیں کرتے تھے اور مُردوں کے جی اُٹھنے پر ایمان ہی نہیں لاتے تھے یہی وجہ ہے کہ تم کو میعاد کم معلوم ہو رہی ہے۔ اگر ایمان رکھتے ہوتے اور مومن ہوتے تو تم بھی قیامت کی طلب کرتے۔ حدیث میں آتا ہے مومن کی برزخ میں تمنا ہوتی ہے۔ رب اقم الساعۃ الٰہی قیامت قائم کر دے تاکہ دائمی راحت حاصل کروں اور کافر کہتا ہے الٰہی قیامت قائم نہ ہو کیونکہ سمجھتا ہے کہ برزخ میں جب یہ حال ہے تو قیامت اس سے سخت ہی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی قبر کا رہنا تھوڑا معلوم ہوگا اور ایسے ہی غلط باتیں جانتے تھے دنیا میں ۱۲ اب آگے قیامت کی مختصر تفصیل ہے (۵۶) بہرحال اُس دن نہ تو کافروں کو ان کا معذرت کرنا کوئی نفع دیگا اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خفگی کا تدارک کرنے کی کوئی خواہش کی جائے گی (باقی ص ۶۵۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۵۴) یعنی نہ کوئی جھوٹا بہانہ اور عذر نفع دیگا اور نہ کوئی یہ کہیگا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو (۵۷) اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو سمجھانے کیلئے ہر طرح کے عمدہ عمدہ مضامین بیان کر دیئے ہیں اور اگر آپ ان کے پاس ان کی حسب منشا کوئی نشانی لے بھی آئیں اور ان کو کوئی ان کا منہ مانگا معجزہ دکھا بھی دیں تب بھی جو لوگ کافر اور منکر ہیں وہ یوں ہی کہیں گے کہ تم کچھ نہیں مگر یہ کہ تم سب مل کر جھوٹ بناتے ہو اور تم سب لوگ کچھ نہیں ہو مگر بیہودہ گو ⁂ یعنی قرآن میں لوگوں کے سمجھانے کو ہم نے اعلیٰ مضامین عقلی اور نقلی دلائل اور بہترین مثالیں بیان کی ہیں لیکن ان کے کفر و عناد کی حالت یہ ہے کہ اگر آپ انکو علاوہ اس قرآن کے جو سراسر اعجاز ہے کوئی معجزہ ان کی خواہش اور ان کی آرزو کے موافق دکھا بھی دیں تب بھی یہ سب مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ ملا کر کہیں گے۔ ان انتما لا مبطلون یعنی تم سب اہل باطل اور بیہودہ گو ہو اور تم سب جھوٹ بناتے ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر بتا کر مبطل کہیں اور مسلمانوں کو سحر پر یقین رکھنے والے بتا کر مبطل کہیں۔ (۵۸) جو لوگ یقین نہیں لاتے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر اسی طرح مہر کر دیا کرتا ہے ⁂ یعنی جن کا کفر و عناد بڑھتا جاتا ہے قبول حق کی صلاحیت کمزور پڑتی چلی جاتی ہے۔ تا آنکہ قبول حق کی صلاحیت باقی ہی نہیں رہتی اسی کو فرمایا یطبع اللہ۔ یعنی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کا باقی نہ رہنا ہی مہر اور چھاپ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لگا دی جاتی ہے۔ جس طرح یہ قاعدہ ہے اسی طرح ان لوگوں کے قلوب پر جو دلائل سے قائل نہیں ہوتے اور یقین نہیں لاتے اللہ تعالیٰ انکے قلوب پر مہر لگا دیتا ہے (۵۹) تفسیر صفحہ ہذا سو اے پیغمبر آپ انکے طعن و تشنیع اور ان کی سو قیانہ حرکات کو برداشت کیجئے اور سہا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا اور حق ہے اور یہ بے یقین اور محروم الیقین لوگ آپ کو آپ کی شان کے خلاف ہلکی اور چھچھوری باتوں پر آمادہ نہ کر دیں اور آپکو بے برداشت نہ کر دیں ⁂ یعنی ان معاندین کی گستاخیوں پر صبر کرتے رہیے اللہ تعالیٰ کا وعدۂ نصرت اور وعدۂ غلبہ حق ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بے یقین لوگ آپکو غصہ دلا کر اکھاڑ نہ دیں اور پھسلا نہ دیں اور یہ بے سمجھ لوگ ایسی اوچھی حرکات پر نہ آمادہ کر دیں جو آپ کی شان کے لائق نہ ہوں (۶۰) تم تفسیر سورۃ الروم وللہ الحمد علی الائہ

سورۂ لقمان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی یہ چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔ الٓمٓ (۱) یہ ایسی کتاب کی آیتیں ہیں جو حکم اور حکمت سے لبریز ہے ⁂ یعنی اپنے احکام میں محکم اور پکی کتاب ہے یا یہ کہ با حکمت اور پر حکمت ہے اور حکمت کی باتوں سے لبریز ہے، تیسیر میں دونوں قولوں کو جمع کر دیا۔ یہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں یا اس سورت میں جو مذکور ہے یہ آیتیں ہیں کتاب حکیم کی۔ (۲) یہ آیتیں یا یہ قرآن نیک لوگوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہیں ⁂ یعنی مومنین و محسنین کیلئے ہدایت اور رحمت کا سبب ہے یعنی اس کتاب سے وہ لوگ صحیح رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہوتے ہیں اگرچہ قرآن تمام بنی نوع انسان کیلئے موجب ہدایت و رحمت ہے، لیکن چونکہ اس سے صحیح فائدہ مومنین اور محسنین ہی اٹھاتے ہیں اس لئے محسنین کا ذکر فرمایا آگے محسنین کی صفات بیان فرمائیں (۳) محسنین وہ لوگ ہیں جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں ⁂ محسنین کے اوصاف میں تین چیزوں کا ذکر فرمایا نماز۔ زکوٰۃ۔ اور آخرت کا کامل یقین۔ لفظ محسن کی تفصیل کئی جگہ گزر چکی ہے اور احسان کی بحث بھی ہوئی ہے اور شاید اسی سورت کے تیسرے رکوع میں پھر تذکرہ آجائے۔ اور زکوٰۃ کی فرضیت اگرچہ مدینہ منورہ میں ہوئی ہے لیکن اس کی مشروعیت ہو سکتا ہے کہ مکہ میں ہی ہو، بہرحال قرآن شریف کا موجب ہدایت اور سبب رحمت ہونا اُن مسلمانوں کے لئے نمایاں ہے جو مخلص مسلمان ہیں۔ عمل کے اعتبار سے بھی اور اعتقاد کے اعتبار سے بھی اسی کو آگے بیان فرمایا (۴) یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی ہیں فلاح پانیوالے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والے ⁂ یعنی اس قرآن اور اس پر عمل کرنے اور اعتقاد رکھنے کی برکت سے وہ فلاح پانیوالے ہیں قرآن کی ہدایت اور اس کی رحمت کا یہ اثر ہوا کہ پروردگار کی سیدھی راہ پر بھی رہے اور فلاح بھی حاصل ہوئی اب آگے بعض شرارت پسندوں کا ذکر فرمایا تاکہ نیکوں اور شریروں کا فرق معلوم ہو (۵) اور لوگوں میں سے بعض آدمی وہ بھی ہے جو ان باتوں کو خرید تا پھرتا ہے جو کھیل کی باتیں اور غافل کرنیوالی باتیں ہیں تاکہ بے جانے بوجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کرے اور اس راہ حق کا مذاق اڑائے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت اور اہانت آمیز عذاب ہے ⁂ نضر بن حارث کافروں میں سے ایک شخص تھا جو (باقی صفحہ ۶۵۶ پر)

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ

جو لوگ یقین نہیں کرتے خدا اُن کے دلوں پر اسی طرح مہر کر دیا کرتا ہے۔ سو اے پیغمبر آپ برداشت کیجئے

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ محروم الیقین لوگ آپکو آپکی شان کیخلاف ہلکی اور چھچھوری باتوں پر آمادہ نہ کر دیں

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ لقمان مکی ہے اور یہ چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً

الٓمٓ۔ یہ ایسی کتاب کی آیتیں ہیں جو حکمت سے لبریز ہے۔ یہ آیتیں نیک لوگوں کے لئے

لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

ہدایت اور رحمت ہیں۔ وہ نیک لوگ وہ ہیں جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى

دیا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ

هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ

اپنے رب کی سیدھی راہ پر ہیں اور وہی لوگ فلاح کو پہونچنے والے ہیں اور

النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ

آدمیوں میں سے بعض آدمی ایسا ہے جو ان باتوں کو خریدتا پھرتا ہے جو غافل کرنیوالی ہیں تاکہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ

بے سوچے سمجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کرے اور اس راہ حق کا مذاق اُڑائے یہ وہ لوگ ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى

جن کیلئے ذلت آمیز عذاب ہے۔ اور جب اس مذکورہ شخص کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کیجاتی ہیں تو وہ تکبرانہ انداز سے

(بقیہ صفحہ ۶۵۵) پیغمبر اسلام کا سخت مخالف اور بدترین دشمن تھا وہ چاہتا تھا کہ قرآن کی طرف لوگ متوجہ نہ ہوں وہ تجارت کی غرض سے فارس جاتا اور وہاں سے رستم اور اسفندیار کے قصے خرید لاتا اور لوگوں کو جمع کر کے سُناتا تاکہ قرآن سننے اور اسلام قبول کرنے سے باز رہیں لوگوں سے کہتا کہ یہ پیغمبر تم کو عاد اور ثمود کے قصے سناتا ہے میں تم کو ایران کی مشہور لڑائیوں اور مشہور پہلوانوں کے قصے سناتا ہوں تم ہی بتاؤ دونوں قسم کے قصوں میں دلچسپی کونسے قصوں میں ہے، ایک دفعہ ایک گانے والی لونڈی خرید لایا جس کو دیکھتا کہ اسلام کی طرف مائل ہے اُس کو گھر لاکر کھانا کھلاتا اور گانا سُنواکر قرآن سے مقابلہ کرتا کہ بتاؤ تفریح اور دل لگی کس میں ہے۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ لوگ لغو شغلوں میں اُلجھ جائیں اور قرآنی ہدایت سے متنفر ہو جائیں، یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لھو الحدیث انہی باتوں کو فرمایا جو لوگوں کو مشغول کر دے اور صحیح چیز سے غافل کر دے علماء فرماتے ہیں کل ماشغل عن عبادۃ اللہ وذکرہ من السمر والاضاحیك والخرافات والغناء ونحوها فھو لھو۔ یعنی جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اُس کی یاد سے غافل کرے خواہ وہ کہانیاں ہوں یا اور ہنسنے ہنسانے کی باتیں اور خرافات ہوں گانا اور راگ جو سب لہو ہے، یہ ضرور ہے کہ لہو کے مختلف درجات ہیں جو لہو گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا سبب بنے وہ کفر ہے اور کوئی لہو معصیت کا سبب ہو وہ معصیت ہے اور جو لہو کسی امر شرعی کا فوت کرنیوالا نہ ہو اور اس میں کوئی شرعی غرض اور مصلحت بھی نہ ہو وہ اگرچہ مباح ہے لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ البتہ گھوڑے پر چڑھنا اور گھوڑے کو دوڑانا، تیر اندازی کرنا اور اس میں مسابقت اور اپنی اہل سے ملاعبت یہ لہو باطل سے مستثنیٰ ہیں بعض حضرات نے غنا کو بھی اس آیت سے لہو میں داخل کیا ہے۔ واللہ اعلم حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک کافر تھا جسکو دیکھتا کہ نرم دل ہوا اسلام کی طرف جھکا اپنے گھر لیجاتا شراب پلاتا اور راگ اور ناچ دکھاتا اس ہندی کی مجلس سے ایمان کا اثر مٹ جاتا اسکو یہ فرمایا ۱۲ آیت میں اُسی لہو کو ظاہر فرمایا ہے جو ضلال اور اضلال کا سبب ہو اور ظاہر ہے کہ ایسا لہو یقیناً کفر ہے (۶) اور جب اس شخص مذکور پر اور اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا ہوا مُنہ موڑ لیتا ہے اور تکبرانہ انداز سے پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے کہ گویا اس نے ان آیات کو سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کانوں میں ثقل ہے

مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِىْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ

اس طرح منہ پھیر کر چلدیتا ہے کہ گویا اُس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں جیسے اُس کے دونوں کانوں میں ثقل ہے

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

سو آپ اس شخص کو ایک دردناک عذاب کی بشارت دیدیجئے۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ

کرتے رہے تو ان کے لئے نعمت کے باغ ہیں وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ نے

اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ

سچا وعدہ فرمایا ہے اور وہی کمال قوت کمال حکمت کا مالک ہے۔ اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے

عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

بنایا جیسا کہ تم انکو دیکھتے ہو اور اُسی نے زمین میں پہاڑ ڈالدیئے تاکہ کہیں زمین تم کو لے کر

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ

ہلنے نہ لگے اور اسی نے زمین میں ہر قسم کے حیوانات پھیلائے اور ہم نے آسمان کیجانب سے

مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ ھٰذَا

پانی اُتارا پھر ہم نے زمین میں ہر قسم کی اچھی اچھی چیزیں اُگائیں۔ یہ سب چیزیں تو

خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ

اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں اب تم لوگ ذرا مجھے یہ تو دکھاؤ کہ خدا کے سوا اوروں نے کیا کیا پیدا کیا ہے

بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ

اصل بات یہ ہے کہ یہ مشرک صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو

الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ

دانائی عطا کی اور حکم دیا کہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہ اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کو

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

شکر کرتا ہے اور جو ناسپاسی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بے نیاز اور سزاوار حمد و ثنا ہے

تفسیر صفحہ ہٰذا سو اے پیغمبر آپ اس شخص کو ایک دردناک سزا اور عذاب کی بشارت اور خوشخبری دیدیجئے :: یعنی ایک طرف اس کے اضلال کی یہ حالت کہ مغنیہ عورت اور لہو کی باتیں جمع کرتا پھرتا ہے دوسری طرف جب خود اسکے سامنے آیات الٰہی پڑھی جائیں تو تکبر کے ساتھ ان آیات الٰہی کو ناقابل التفات سمجھ کر پیٹھ پھیر کر چلا جائے اور ایسا بن جائے جیسے اُس نے سُنا ہی نہیں اور جیسے اُس کے دونوں کان بہرے ہیں تو ایسے شریر کو آپ دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے، اب آگے نیک اور اہل ایمان کا ذکر فرماتا ہے (۷) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے اور نیک عمل کرتے رہے تو اُن کیلئے نعمت کے باغ اور عیش کی جنتیں ہیں (۸) وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے یہ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے وعدہ سچا اور وہی کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے :: یعنی اہل ایمان جو نیک اعمال کیا کرتے ہیں ان کے لئے گوناگوں نعمتوں کے باغ ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے انکو وہاں سے نکالا نہ جائیگا یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ پورا ہی ہو کر رہتا ہے کیونکہ وہ کمال قوت و حکمت کا مالک ہے (۹) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بنایا چنانچہ تم ان کو دیکھتے ہو اور اسی نے زمین میں بھاری بھاری پہاڑ ڈالدیئے اور رکھ دیئے تاکہ کہیں تم کو زمین لیکر ہلنے نہ لگے اور ڈانواڈول نہ ہونے لگے اور اُسی نے زمین میں ہر قسم کے حیوانات پھیلائے اور ہم نے آسمان کی جانب سے پانی اُتارا پھر ہم نے زمین میں ہر قسم کی عمدہ اقسام کی نباتات اگائیں :: یعنی ٹھیک ٹھیک کے آسمان بنائے زمین پر پہاڑ رکھے ہر قسم کے جاندار حیوانات پھیلائے آسمان سے پانی برسا کر بھانت بھانت کی نباتات اُگائیں ہر قسم کی اچھی اچھی اور عمدہ عمدہ نباتات پیدا کیں نباتات میں بھی جوڑے ہوتے ہیں یہی نباتات کی قسمیں ہیں اور موالید ثلاثہ (حیوانات، نباتات، جمادات) کے جوڑے سب اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمائے ہیں۔ آگے معبودان باطلہ کے پرستاروں سے مطالبہ ہے کہ تم بتاؤ تمہارے معبودوں نے کیا پیدا کیا ہے (۱۰) یہ سب چیزیں تو خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اب تم لوگ ذرا مجھ کو یہ تو دکھاؤ اور بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں نے کیا کیا بنایا اور پیدا کیا ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ مشرک کھلی اور

(باقی ص۶۵۷ پر)

(بقیہ صفحہ ٦٥٦) صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ﴿ یعنی ان چیزوں کو جیسے یہ موجود ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ نے موجود فرمائی ہیں اور بنائی ہیں اور ان کا موجد ہی مستحق اُلوہیت ہے جس کے تم قائل نہیں تو اب بتاؤ کہ اس مستحق الوہیت کے علاوہ اوروں نے کیا بنایا ہے تاکہ شرک کی الوہیت ثابت ہو، چاہیے تو یہ تھا کہ اس دلیل کے بعد شرک سے باز آجاتے اور اپنی ہار مان لیتے لیکن اپنی ضد اور اصرار پر قائم ہیں اور یہ ظالم اور ناانصاف لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں کہ بغیر کسی دلیل کے شرک پر اڑے ہوئے ہیں (١١) اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت اور دانشمندی عطا کی اور اس کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہ اور جو شکر بجالاتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کو اور بھلے کو شکر بجالاتا ہے۔ اور جو شخص ناسپاسی اور کفران نعمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بے نیاز اور سب خوبیوں سراہا ہے ﴿ حکمت یعنی علم و عمل سے نوازا، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے، البتہ ان کو حکمت و دانائی سے نوازا گیا تھا اُنھوں نے بہت سے انبیا کی شاگردی کی تھی اور عمر بھی بڑی پائی تھی۔ وہ سیاہ رنگ تھے۔ بعض نے کہا وہ غلام تھے پھر آزاد ہوئے۔ بنی اسرائیل میں مفتی تھے چونکہ ان کے عام نصائح توحید کو مشتمل ہیں اس لئے ان کا یہاں ذکر فرمایا اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی صحبت میں رہے تھے اس لئے ان کی باتوں میں آسمانی دین کی جھلک ہے وہ حکیم تھے مرد صالح تھے۔ بنی اسرائیل کو پند و نصائح کیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے لقمان کا ایک قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں' میں نے چار ہزار نبیوں کی خدمت کی ہے اور ان کے کلام میں سے میں نے آٹھ باتیں محفوظ کی ہیں (١) اگر تو نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کر (٢) اگر کھانے پر ہو تو اپنے حلق کی حفاظت کر یعنی زیادہ نہ کھا (٣) اور جب تو کسی غیر کے گھر میں ہو تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کر (٤) اور جب تو لوگوں میں ہو تو اپنی زبان کی حفاظت کر (٥-٦) دو چیزوں کو ہمیشہ یاد رکھ (٧-٨) اور دو چیزوں کو بھلا دے' یاد رکھنے والی دو چیزیں یہ ہیں ایک اللہ تعالیٰ کو دوسرے موت کو ہمیشہ یاد کیا کر بھول جانے والی دو چیزیں یہ ہیں ایک تو جب کسی اپنے یا کسی غیر کے ساتھ احسان کرے تو اس احسان کو بھول جا دوسرے جو تیرے ساتھ کوئی برائی کرے تو اس کی برائی کو بھلا دے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ حضرت لقمان غلام تھے حبشی حضرت داؤدؑ کے وقت میں اللہ نے انکو حکمت دی یعنی عقل کی راہ سے وے باتیں کھولیں جو موافق ہوئیں پیغمبروں کے حکم کے" (١٢) تفسیر صفحہ ہذا اور وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا در انحالیکہ وہ اسکو نصیحت کر رہا تھا اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیجیو اور کسی کو شریک نہ ٹھہرائیو بلاشبہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے ﴿ یعنی جس نے شرک کیا اُس نے اپنی جان پر بڑا بھاری ظلم کیا ؎ الحمد للہ لا شریک لہ ومن اباھا فنفسہ ظلما

ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہر کہ در دریائے وحدت غرق باشد جانِ او
جوہرِ فردِ حقیقت یافت از جانانِ او۔

اب آگے حق تعالیٰ ماں باپ کے حق کا ذکر فرماتا ہے (١٣) اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید اور تقیید کی ہے اُس کی والدہ نے سستی اور ضعف پر ضعف برداشت کرتے ہوئے اس کو حمل میں رکھا اور پھر دو سال میں اُس کا دودھ چھوٹتا ہے اے انسان تو میرا اور اپنے ماں باپ کا حق مانا کر اور شکر گزار رہا کر کیوں کہ آخر میری ہی طرف واپس آنا ہے ﴿ جب عورت کو پیٹ رہتا ہے تو اس کو روز بروز تھکن سستی اور ضعف بڑھتا رہتا ہے اسی وجہ سے اس کی شکر گزاری کو اپنے ساتھ جمع فرمایا کہ میرے شکر کے ساتھ ساتھ اپنے ماں باپ کا بھی شکر ادا کرتا رہ پھر پیدا ہونے کے بعد بھی عام طور پر دو سال تک دودھ کا سلسلہ جاری رہتا ہے اگرچہ گنجائش ڈھائی سال تک ہے کما فی الفقہ۔ شکر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالائے اور ماں باپ کی خدمت اور اُن کی اطاعت کرے۔ انسانی پیدائش اور انسانی تربیت میں حقیقی احسان تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے لیکن مجازی طور پر چونکہ ماں باپ کا بھی دخل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد اُن کا حق سب سے مقدم اور فائق ہے اور چونکہ انسان کی بازگشت حضرت حق تعالیٰ ہی کی جناب میں ہے اس لئے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ حقوق الٰہی کے ساتھ وہاں حقوق العباد کے بارے میں بھی باز پرس ہوگی اور ماں باپ کی خدمت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا سوال بھی ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ کلام بیچ میں اللہ صاحب فرماتا ہے۔ لقمان نے بیٹے کو ماں باپ کا حق نہ کہا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی اللہ صاحب نے شرک سے پیچھے اور نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق فرمایا کہ بعد اللہ کے ماں باپ کا حق ہے باپ کے اللہ کا حق بتایا اللہ نے باپ کا (باقی صفحہ ... پر)

وَإِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ
اور وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے خدا کیساتھ کسی کو

بِاللّٰهِ ۗ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنسٰنَ
شریک نہ ٹھہرائیو بلاشبہ شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے - اور ہم نے انسان کو اسکے ماں باپ کے بارے میں

بِوٰلِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ
تاکید کی ہے اسکی ماں نے سستی اور ضعف پر ضعف برداشت کرتے ہوئے اسکو حمل میں رکھا اور دو سال میں

فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوٰلِدَيْكَ ۖ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾
اس کا دودھ چھوٹتا ہے تاکید یہ ہے کہ اے انسان تو میرا اور اپنے ماں باپ کا حق مانا کر کیونکہ آخر مجھی تک واپس آنا ہے۔

وَإِن جٰهَدٰكَ عَلٰى أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ
اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرا جسکے معبود ہونے کی کوئی دلیل تیرے پاس

عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ
نہیں ہے تو ان دونوں کا کہنا نہ مان ہاں دنیوی معاملات میں بھلی طرح ان کا رفیق اور ہم صحبت رہ

وَّاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
اور اسی شخص کی راہ چل جو میری طرف رجوع ہوا پھر تم سب کو میری طرف واپس آنا ہے

فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ يٰبُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ
سو میں تم کو ان تمام اعمال کی حقیقت سے آگاہ کر دوں گا جو تم کیا کرتے تھے - اے میرے بیٹے کوئی عمل

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ
رائی کے دانے کے برابر ہو پھر خواہ وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ

أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ ۚ
آسمان میں ہو یا وہ زمین میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو بھی لا حاضر کرے گا

إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ
بے شک اللہ نہایت باریک بین بہت باخبر ہے۔ اے میرے بیٹے نماز پڑھا کر اور اچھی باتوں کی

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ
نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور جو مصیبت تجھ پر پڑے

اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ
اُس کو برداشت کر یقین مان یہ کام بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہیں، اور لوگوں سے

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ
بے رُخی کا برتاؤ نہ کر اور زمین پر متکبرانہ چال سے نہ چلا کر

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِیْ
بیشک اللہ کسی تکبر کرنیوالے شیخی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں

مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ
میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو نیچا رکھ بلاشبہ آوازوں میں بدترین آواز

لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾ ع اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی
گدھوں کی آواز ہے۔ کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ نے ان سب چیزوں کو جو

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً
آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور اس نے تم پر اپنی تمام

وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ
ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر رکھی ہیں اور لوگوں میں بعض شخص ایسا بھی ہے جو اللہ کے بارے میں بدون کسی

بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ
واقفیت اور بدون کسی دلیل اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔ اور جب اس قسم کے جھگڑالو لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ

اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ
جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے تم اس کی پیروی کرو تو یہ کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو اس طریقہ پر چلیں گے جس طریقہ پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾
بھلا کیا اگر شیطان انکے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو تب بھی یہ انہی کی پیروی کریں گے

(بقیہ صفحہ ۶۵۷) اور رسول کا اور مرشد کا حق اللہ ہی کی طرف میں ہے کہ اُسی کے نائب ہیں ۱۲ (۱۴) اور اگر وہ تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو کسی ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرا جس کے شریک اُلوہیت اور شریک فی العبادت ہونے کی تیرے پاس کوئی سند اور دلیل نہ ہو تو اُن کا کہنا مان اور ان کی اطاعت نہ کر ہاں دُنیوی معاملات میں مثلاً خدمت اور انفاق وغیرہ میں بھلی طرح اور دستور کے موافق ان کا رفیق اور ہم صحبت رہ اور پیروی اسی شخص کی کر اور اُسی کی راہ چل جو میری طرف رجوع ہوا پھر تم سب کو میری طرف آنا ہے اور تم سب کی بازگشت میری ہی طرف ہے پس میں تم کو ان تمام اعمال کی حقیقت سے آگاہ کردوں گا جو تم کیا کرتے تھے :: یعنی باوجود ان حقوق کے جو والدین کے تجھ پر ہیں اگر وہ کبھی تجھ کو میرا شریک ٹھہرانے پر آمادہ کریں اور کوشش کریں اور تجھ پر زور ڈالیں تو ان کی اطاعت نہ کیجیو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے اور اس کی اُلوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرانے پر نہ کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی سند ہے جو تیرے علم میں آتی مالیس لك به علم کا یہی مطلب ہے کہ جب شرک پر آج تک کوئی دلیل ہی قائم نہیں ہوسکی تو تیرے پاس دلیل کہاں ہے اور جب دلیل نہیں تو شرک میں ان کا کہنا نہ مان البتہ دُنیوی معاملات میں جیسے اُن کی خدمت اور نان نفقہ وغیرہ کی خبر گیری دستور کے موافق کرتے رہنا اور خوبی اور بھلائی سے انکے ساتھ بسر کرتے رہنا اس میں کوتاہی نہ ہو ان باتوں میں ان کی رفاقت اور ساتھ دینے میں کمی نہ کر ہاں دین کے معاملہ میں انکا کہنا نہ مان بلکہ اُس کی راہ چل اور اُس شخص کے راستے کی اتباع اور پیروی کر جو میری طرف رجوع ہوا یعنی جو میرے احکام پر عامل ہو اور میرے احکام پر اعتقاد رکھتا ہو اُس کے راستے پر چل، اور دین کے بارے میں مشرک ماں باپ کا کہنا نہ مان، آگے فرمایا تم سب کو میری ہی طرف آنا ہے اُس وقت میں تم کو آگاہ کردوں گا اور تم کو وہ سب اعمال بتلادوں گا جو تم کیا کرتے تھے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں شریک نہ مان جو معلوم نہیں یعنی شبہے میں نہ مان اور یقین کچھ کر تو کیوں ملنے ۱۲: اب آگے پھر حضرت لقمان کی نصائح کا ذکر ہے (۱۵) اے میرے بیٹے کوئی عمل رائی کے دانے برابر ہو پھر خواہ وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمان میں ہو یا زمین میں ہو تو اللہ تعالیٰ اُس عمل کو بھی لا حاضر کریگا بیشک اللہ تعالیٰ نہایت باریک بیں بہت باخبر ہے :: اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے کمال سے بیٹے کو آگاہ فرمایا کہ اُس کا علم اتنا وسیع ہے کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل چاہے رائی کے دانے ہی کے برابر کیوں نہ ہو اور کہیں پوشیدہ ہو کسی پتھر میں ہو یا زمین کے اور آسمان کے کسی حصے میں مخفی ہو یعنی کتنا ہی پوشیدہ ہو اور خواہ کتنا ہی دور ہو اللہ تعالے قیامت کے دن حساب کے وقت اس کو بھی لا حاضر کریگا اس عمل کا چھوٹا ہونا یا پوشیدہ ہونا یا آسمان جیسی دُوری پر ہونا اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم اور احاطۂ قدرت سے خارج نہیں کرسکتا۔ کوئی عمل ہو یا خصلت و عادت ہو۔ وقت پر اُس سب کا اظہار ہو جائے گا اور لطیف و خبیر ہر چیز کو لا حاضر کریگا (۱۶) اے میرے بیٹے نماز پڑھا کر اور نماز کی پابندی کیا کر تفسیر صفحہ ہذا اور اچھی باتوں کی نصیحت کیا کر اور بُری باتوں سے اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور جو مصیبت تجھ پر پڑے اُس کو سہار اور برداشت کر۔ بلاشبہ یہ کام بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہیں :: یعنی بیٹا نماز کی پابندی کر اور بھلے کاموں کی نصیحت کیا کر بُرے کاموں سے لوگوں کو منع کیا کر اور روکا کر اور اس تبلیغ کے سلسلہ میں یا عام طور سے جو مصیبت تجھ پر آئے اور جو مصائب پڑیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کر اور جھیل اور سہار یہ نیک کام کرنا اور نیک کاموں کی راہ میں جو مصائب آئیں ان کو برداشت کرنا بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں نماز کے ساتھ زکوٰۃ نہیں کہی ایسے لوگوں کے پاس مال کہاں رہتا ہے ۱۲ اب آگے اخلاق و عادات کی اصلاح کا ذکر ہے (۱۷) اور لوگوں سے مُنہ پھُلا کر بے رُخی کا برتاؤ نہ کر اور لوگوں سے اپنا رُخ نہ پھیر اور زمین میں اترا کر اور متکبرانہ چال سے نہ چلا کر بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے شیخی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا :: مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی اور اخلاق کیساتھ ملا کر لوگوں کو حقیر سمجھ کر تکبر کا برتاؤ نہ کیا کر اور مُنہ پھُلا کر بے رُخی کے ساتھ بات نہ کیا کر زمین پر اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ جکبروں کی چال ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے فخر کرنیوالے کو دوست نہیں رکھتا اور شیخی خورے متکبر کو پسند نہیں کرتا حضرت شاہ صاحبؒ ملتے ہیں گال نہ پھُلا یعنی غرور سے نہ دیکھ ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے تصعر خدك کا ترجمہ گال مت پھُلا کیا ہے۔ مطلب وہی ہے جو ہم نے عرض کیا تصعر کا ترجمہ لغت میں رُو بگردانیدن از کبر کیا ہے (۱۸) اور اپنی رفتار اور (باقی صفحہ ۶۵۹ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۵۸) چال میں میانہ روی اور اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو نیچا اور پست رکھ بلاشبہ آوازوں میں بدترین اور بُری آواز گدھوں کی آواز ہے ؛ یعنی رفتار متوسط اختیار کر اور آواز میں نرمی اور پستی پیدا کر حدیث میں آتا ہے جب تم گدھے کی آواز سنو تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا کرو (۱۹) کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی اور تم نے یہ بات نہیں دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہارے لئے ان سب چیزوں کو مسخر کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر رکھی ہیں اور لوگوں میں سے بعض آدمی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں کسی واقفیت اور بغیر کسی دلیل اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے ؛ یعنی آسمان میں سورج اور چاند اور ستارے یعنی پورا نظام شمسی جس کی تسخیر پر مخلوق کی زندگی کا دارومدار ہے اور زمین کی چیزیں مویشی اور زمین کی کھیتی باڑی، دریا پہاڑ غرض کوئی ایسی چیز نہیں جو انسانی منافع اور کسی گوشۂ زندگی سے وابستہ نہ ہو۔ ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضروریات زندگی کیلئے مسخر کر رکھا ہے، ظاہری نعمت سے یا تو وہ چیزیں ہیں جو اس سے جانی جائیں اور سمجھی جائیں یا جسمانی اور مادی نعمتیں مراد ہوں اور باطنی نعمتیں وہ جن کو سمجھنا محض عقل سے ہو یا روحانی نعمتیں مراد ہوں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے حاصل ہوں، یہ جھگڑالو شخص یا تو نضر بن حارث ہے جس کا ذکر سورۂ حج کے شروع میں گذر چکا ہے یا کوئی یہودی ہے، جو بغیر کسی بدیہی علم اور بغیر ہدایت یعنی دلیل عقلی اور کتاب یعنی دلیل نقلی کے جھگڑا کرتا اور مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اُلجھا رہتا ہے ہو سکتا ہے کہ علم سے مراد دلیل ہو اور هدی سے مُراد رسول کا قول ہو، اور کتاب منیر سے مُراد کتب سماوی ہو، بہرحال نہ استدلال عقلی۔ نہ کسی پیغمبر کا قول نہ کسی آسمانی کتاب کی شہادت اور باوجود اس تہی دامنی کے کٹ حجتی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے بارے میں بحث مباحثہ اور جھگڑا کرتا رہتا ہے (۲۰) اور جب اس قسم کے جھگڑالو افراد سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اُس کی پیروی اور اتباع کرو تو یہ کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے اور اُس طریقۂ کار کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔ بھلا کیا اگر شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو تب بھی یہ انہی کی پیروی کریں گے ؛ یعنی جب کبھی ان کو ما انزل اللہ کی دعوت دی جاتی ہے تو انکار کرتے ہیں اور اپنے بڑوں کی کورانہ تقلید اور اُن کے غلط راستوں کی پیروی کرنے پر اصرار کرتے ہیں یعنی دلیل کی طرف نہیں آتے اور بلا دلیل بڑوں کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ حضرت حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر شیطان ان کے بڑوں کو عذاب سعیر کی طرف بلاتا رہا ہو تب بھی وہ اُنہی کا اتباع کرینگے عذاب سعیر کا سبب ہے گمراہی تو مطلب یہ ہے کہ گمراہی کی طرف شیطان ان کے بڑوں کو بُلاتا رہا ہو تب بھی یہ ان شیطان کے ماروں کی پیروی کرتے رہیں گے سعیر دہکتی ہوئی آگ کو کہتے ہیں مراد اس سے جہنم ہے (۲۱) تفسیر صفحہ ہٰذا اور جس شخص نے اپنا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیا اور اپنی ذات کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ شخص مخلص بھی ہے تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ اور مستحکم کڑا پکڑ لیا اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتا ہے ؛ اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فرمانبرداری کی غرض سے اس نے اپنا مُنہ خدا کے سامنے رکھ دیا یعنی اسلام قبول کر لیا اور عمل و اعتقاد کو درست کر لیا اور وہ مخلص بھی ہو یعنی دل سے مسلمان ہو تو گویا اس نے ایک ایسا مضبوط اور پختہ حلقہ کو پکڑ لیا کہ گرنے کا اندیشہ نہ رہا اور ہر اعتبار سے محفوظ ہو گیا اور آخر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف ہے وہاں ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے موافق سزا یا صلہ عطا ہو گا عروۃ الوثقیٰ کی تفصیل سورۃ بقرہ کی تسہیل میں گزر چکی ہے۔ (۲۲) اور جو شخص کفر و انکار کرتا ہے تو اس کا کفر اے پیغمبر آپ کو رنجیدہ نہ کرے ان سب کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

اور جس شخص نے اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کر دیا اور وہ شخص مخلص بھی ہو تو یقیناً اُس نے بڑا

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ

مضبوط حلقہ پکڑ لیا اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ اور جو شخص

كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا

کفر کرتا ہے تو اس کا کفر آپ کو رنجیدہ نہ کرے ان سب کو ہماری طرف واپس ہونا ہے پھر ہم ان کو ان تمام اعمال کی حقیقت سے آگاہ کر دینگے

عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ

جو وہ کرتے رہے ہیں۔ بیشک اللہ سینوں کی تمام باتوں سے خوب واقف ہے۔ ہم ان لوگوں کو

قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ

تھوڑے دنوں سود مند رکھیں گے پھر ہم ان کو ناچار و مجبور کر کے سخت عذاب کی طرف کھینچ لے جائیں گے۔ اور اگر آپ

سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

ان کفار سے دریافت کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو وہ لوگ ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِى

آپ کہئے سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ اتنا بھی نہیں جانتے۔ جو کچھ آسمانوں میں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

اور زمین میں موجود ہے سب اللہ کی ملک ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ

اور جتنے درخت روئے زمین پر ہیں اگر ان سب کی قلمیں بن جائیں اور موجودہ سمندر کی سیاہی ہو

يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ

اور اس سمندر کے علاوہ اس میں اور سات سمندر شامل ہو جائیں تب بھی اللہ کی باتیں ختم

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ

نہ ہوں گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ کمال قوت کمال حکمت کا مالک ہے۔ تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کو مرنے کے بعد پھر جلانا

اور ہماری ہی طرف ان سب کو لوٹنا ہے پھر ہم انکو ان تمام اعمال کی حقیقت سے آگاہ کر دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی تمام باتوں سے خوب واقف ہے ؛ اور جو شخص باوجود دلائل واضحہ اور ثابتہ کے پھر بھی کفر پر قائم ہے اور جما ہوا ہے تو آپ ایسے لوگوں پر غمگین نہ ہوں اور آپکو ان کا کفر رنجیدہ نہ کرے چونکہ ان سب کو ہماری ہی سرکار میں واپس آنا ہے تو ہم ان کو وہ تمام باتیں بتا دینگے اور جتا دیں گے جو یہ دُنیا میں کرتے رہے تھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں سے خوب واقف ہے اور جب کوئی بات حتیٰ کہ دلوں تک کی باتیں اُس پر مخفی نہیں ہیں تو کوئی عمل خواہ (باقی صفحہ ۶۶۰ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۵۹) کیسا ہی پوشیدہ یا ظاہر کیوں نہ ہو سب کا حساب ہو جائیگا اور اس کی سزا دی جائیگی اس لئے آپ کو کسی کا کفر رنجیدہ اور غمگین نہ کرے (۲۳) ہم ان لوگوں کو تھوڑے دنوں سود مند رکھیں گے پھر ہم انکو ناچار و مجبور کر کے کشاں کشاں سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے ؛ یعنی دنیا کی زندگی میں ان منکروں کو تھوڑا فائدہ پہونچے گا اور یہ دنیا کی لذتوں سے فائدہ اُٹھاتے رہیں گے پھر اُن کو مضطر و مجبور کر کے سخت عذاب یعنی جہنم کیطرف لیجائیں گے آگے اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا منکروں کی زبان سے اعتراف کا ذکر فرمایا (۲۴) اور اے پیغمبر اگر آپ ان دینِ حق کے منکروں سے دریافت فرمائیں آسمانو کو اور زمین کو کس نے بنایا اور کس نے پیدا کیا تو وہ لوگ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ فرمائیے الحمد للہ اصل بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ اتنا بھی نہیں جانتے ؛ یعنی ایک بات تو تسلیم کر لی اور اس کا اعتراف کر لیا اس پر آپ الحمد للہ کہئے دوسری بات جو یہ نہیں مانتے وہ بالکل ہی ظاہر ہے کہ جو مخلوق اور مصنوع ہو وہ مستحق الوہیت نہیں ہو اکرتا یہ وصفِ خالقیت تو اللہ تعالیٰ کا تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کی مخلوق کو اور اسکے مصنوع کو اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت میں شریک کرتے ہیں ، بلکہ اکثر تو ان میں کے ان باتوں کو جانتے ہی نہیں ؛ چونکہ دوسرا مقدمہ بالکل ظاہر تھا اس لئے الحمد للہ فرمایا کہ کفار پر الزام ثابت ہو گیا ، بعض تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس اعتراف سے کس طرح ان پر حجت قائم ہو گئی اور شرک کا ابطال ظاہر ہو گیا (۲۵) جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں موجود ہے سب اللہ تعالیٰ کی مِلک اور اسی کی مملوک ہے ، اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تمام خوبیوں والا ہے ؛ یہ دوسرے مقدمہ کی تائید اور تقریر ہے کہ مملوک مالک کی الوہیت میں کس طرح حصہ دار ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور سب خوبیوں والا ہے ۔ آگے خوبیوں کا بیان ہے (۲۶) اور جتنے درخت رُوئے زمین پر ہیں اگر ان سب کی قلمیں بن جائیں اور موجودہ سمندر کی سیاہی ہو اور اس موجودہ سمندر کے بعد اس میں اور سات سمندر شامل ہوں تب بھی اللہ کی باتیں تمام اور ختم نہ ہوں گی بلا شبہ اللہ تعالیٰ کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے ؛ کہتے ہیں آیت کا تعلق یہود کے بعض شبہات سے ہے کہ وہ توریت کے بعد یہ خیال کرتے تھے کہ اب کوئی مزید علم نہیں ہے ، بہر حال آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات اور اُس کی خوبیاں اس قدر بے حد حساب ہیں کہ اگر تمام روئے زمین کے درختوں کی اقلام بنالی جائیں اور موجودہ سمندر کے ساتھ اور سات سمندر ملا کر اُن کی سیاہی بنائی جائے اور اللہ تعالیٰ کی باتیں اُس کی صفات اور اس کے کلمات لکھے جائیں تو سیاہی خشک ہو جائے اور قلمیں گھس جائیں ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں اور بات بھی یہی ہے کہ محدود قوتوں سے لا محدود اور غیر متناہی صفات و کمالات کہاں منضبط ہو سکتی ہیں ، وہ عزیز اور حکیم ہے من بعدہ کا یہ مطلب بھی ہے کہ بحرِ محیط کی سیاہی ختم ہو جانے کے بعد اور سات سمندروں کی سیاہی بنالی جا لا اُحصِی ثناءً علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک ۔ جل جلالہ اعظم شانہٗ ۔ (۲۷) تفسیر صفحہ ہٰذا ۔ تم سب کا ابتدائی پیدا کرنا اور مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اور زندہ کرنا بس ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد جِلانا یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے ؛ یعنی اسکے نزدیک مخلوق کا پہلی بار پیدا کرنا اور دوبارا مر نیکے بعد سب کا زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک آدمی کو پیدا کرنا اور ایک آدمی کو مرنیکے بعد زندہ کر لینا نہ سب کو

اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ

بس ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کا پیدا کرنا اور جِلانا یقیناً اللہ بڑا سننے والا دیکھنے والا ہے ۔ اے مخاطب کیا

اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي

تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل

الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ

کر دیا کرتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مقررہ وقت تک

مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ

چلتا رہے گا اور نیز یہ بات کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو ۔ یہ سب

بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ

تصرفات اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ ہی کی ذات حق ہے اور جن چیزوں کی یہ مشرک عبادت کرتے ہیں وہ سراسر

الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ

باطل ہیں اور اللہ ہی سب سے عالی شان اور سب سے بڑا ہے ۔ کیا اے مخاطب تو نے اس بات پر غور نہیں کیا

الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ

کہ سمندر میں جہاز اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے چلتے ہیں تاکہ وہ تم کو کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں

اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾

مشاہدہ کرائے ، بیشک اس امر کو میں ہر صبر کرنے والے شکر بجا لانے والے کیلئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں ۔

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

اور جب ان لوگوں پر دریا کی موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ لوگ خالص خدا ہی پر اعتقاد رکھ کر

الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ

خدا کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب خدا ان کو نجات دیکر خشکی پر لے آتا ہے تو بعضے ان میں سے راہِ راست پر قائم رہتے ہیں

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

اور ہماری نشانیوں کا بس وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناسپاس ہیں ۔

پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے میں کچھ تعب اور نہ ایک کو پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے میں کوئی آسانی اور سہولت ؛ حضرت حق کے ارادے کا جہاں تعلق ہوا اور چیز موجود ہوئی ہر ایک کی سنتا اور ہر ایک کو دیکھتا ہے (۲۸) اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں اور تو نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے اور مسخر کر رکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا اور نیز یہ بات کہ جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں سے باخبر ہے ؛ یعنی رات کے اجزا کو دن بنا دیتا ہے اور دن کے اجزا کو رات میں داخل کر دیتا ہے جس سے سردی اور گرمی ہوتی ہے سورج اور چاند دونوں مسخر ہیں اور کام میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی یہ تسخیر اور ان کا چلنا ایک مقررہ وقت رہے گا ۔ یہ دلیل بھی توحید کی ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ٹھہرا وعدہ یا قیامت ہے یا ہر ایک کا مدار ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے الیٰ اجل مسمّٰی کی تفسیر بیان کی بہر حال مطلب ایک ہی ہے (باقی ضمیمہ میں)

ے افرادِ نوعِ انسانی اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو اور اُس دن سے ڈرو جس دن نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آسکے گا اور نہ بیٹا ہی اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچا ہے سو تم کو کہیں دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور دھوکے میں مبتلا نہ کر دے اور تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ دھوکے باز یعنی شیطان کسی دھوکے میں نہ ڈال دے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اُس خوفناک دن سے ڈرتے رہو

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ

لے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو اور اُس دن سے ڈرو جس دن نہ تو

وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ

باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آسکے گا اور نہ بیٹا ہی اپنے باپ کے

وَّالِدِهٖ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

ذرہ برابر کام آسکے گا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو دُنیوی زندگی

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿٣٣﴾

دھوکے میں مبتلا نہ کرے اور تم کو خدا کے بارے میں وہ دھوکے باز یعنی شیطان کسی دھوکے میں نہ ڈال دے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ

بے شک قیامت کی خبر اللہ ہی کو ہے۔ اور وہی مینہ

الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ

برساتا ہے اور جو کچھ حاملہ کے رحم میں ہے اُس کو بھی وہی جانتا ہے اور کوئی شخص

نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ

نہیں جانتا کہ وہ خود کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ

بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿٣٤﴾

وہ کس سرزمین پر مریگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ سجدہ مکی ہے اور یہ تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾

الٓمّٓ۔ اس قرآن کا نازل کرنا ربّ العالمین کی جانب سے ہے اس میں ذرا شبہ نہیں

جس دن بیٹے کی طرف سے کوئی مطالبہ اُس کا باپ نہ پورا کرسکے اور باپ پر اگر کوئی مطالبہ ہو تو اُس کو بیٹا نہ بھگتا سکے بلکہ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو لکل امرئ منهم يومئذ شان يغنيه اس افراتفری میں کوئی کسی کا نہ ہوگا، اور جب قریبی باپ بیٹا ایک دوسرے کے کام نہ آئے تو پوتے پروتے اور دادا پردادا کا تو کہنا ہی کیا ہے پھر یہ بھی یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے یہ دن ضرور آکر رہے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دُنیوی زندگی تم کو کسی فریب اور دھوکے میں مبتلا کر دے اور تم سمجھ بیٹھو کہ یہ دُنیوی آرام و عیش یوں ہی جاری رہیں گے یا جو یہاں مزے میں ہیں وہاں بھی مزے میں ہوں گے اور تم کو وہ دھوکے باز بھی دھوکا نہ دیدے اور فریب میں مبتلا نہ کر دے جو تمہارا پرانا دشمن ہے یعنی شیطان۔ یا طول اور لمبی اُمید۔ واللہ اعلم حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی شیطان دھوکا دے کہ اللہ غفور الرحیم ہے اور دنیا کا جینا بہکاوے کہ جسکو یہاں بھلا ہے اسکو وہاں بھی بھلا ہے ١٢ اب آگے حارث یا وارث بن عمرو اور ایک محارب کے چند سوالات کا جواب ہے (٣٣) بلاشبہ قیامت کی خبر اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور وہی مینہ برساتا ہے اور جو کچھ رحم میں ہے اس کو بھی وہی جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ خود کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔ بخاری حدیث میں ان آیات کو مفاتح الغیب فرمایا ہے۔ ان آیات میں علم غیب کے اختصاص کا ذکر ہے۔ قیامت کا علم کہ وہ کب آئے گی یا بارش کہاں ہوگی اور کتنی ہوگی اور کس وقت ہوگی حاملہ عورت کے رحم میں کیا ہے اور ارحام میں کیا ہے، خون ہے، یا رسولی ہے یا کھیلڑی ہے، یا بیٹا ہے، یا بیٹی ہے۔ اگر اندازاً کسی کو معلوم ہو جائے یا کسی آلے سے پتہ چل جائے تو یہ علم غیب نہیں ہے اسی طرح کل کا کام باوجود پروگرام بنانے کے بسا اوقات ملتوی اور غلط ہو جاتے ہیں اور کس سرزمین پر مرنا ہے ان سب امور کی یہی حالت ہے۔ اور یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مغیبات ان پانچ باتوں میں منحصر ہیں، چونکہ بعض محاربین نے یہ باتیں آپ سے دریافت کی تھیں اور آپ نے انکار کیا تھا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی پس اکوانِ غیبیہ کے علم کلی کی طرف اشارہ کرنا ہے حصر مقصود نہیں ہے اکوانِ غیبیہ کا علم کلی اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے اور بجز اللہ تعالیٰ کے علم کل کسی کو نہیں (٣٤)۔ تم تفسیر سورۃ لقمان

٤ ع ٤ ١٣

وللہ الحمد والفضل والنعمۃ۔ سورۃ سجدہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ تیس آیات اور تین رکوعوں پر مشتمل ہے۔ الٓمّٓ (١) یہ کتاب یعنی قرآن نازل کیا گیا ہے اور اُتارا گیا ہے اس میں کچھ شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ کتاب پروردگار عالم کی طرف سے ہے ؛ یعنی یہ کتاب نازل شدہ ہے اور اس کا نزول منجانب اللہ ہے جیسا کہ اس کے اعجاز سے ظاہر ہے اور اس کتاب میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں یعنی شبہ کرنے والوں کا شبہ محض عناد اور دشمنی پر مبنی ہے ترجمہ میں گنجائش کا لفظ اسی رعایت سے رکھا گیا ہے (٢)

کیا یہ منکر لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس قرآن کو پیغمبر نے گھڑ لیا ہے اور اپنے دل سے بنا لیا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ کتاب حق اور سچ ہے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آئی ہے تاکہ آپ لوگوں کو ڈرا دیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ صحیح راہ پر آجائیں ۔ یعنی اس قرآن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ یہ انکا بنایا ہوا ہے ، یہ گھڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام کہہ کر سناتے ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے بلکہ یہ قرآن تو ایک سچی کتاب ہے اور پروردگار کی طرف سے آئی ہے اور اس لئے آئی ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا دیں جن کو حضرت کے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا یعنی حضرت عیسیٰ کے بعد سے یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور ڈرانے اور ڈر سنانے سے فائدہ یہ ہے تاکہ یہ لوگ راہ راست پر آجائیں (۳) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اس کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا پھر اپنی شان کے موافق عرش پر قائم و جلوہ گر ہوا سوائے اس کے نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا سو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سوچتے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہ قادر مطلق ہے جس نے تمام آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے مابین جو کچھ ہے اُس کو چھ دن کی مقدار میں بنایا اور پیدا کیا ۔ اور یہ مقدار بھی شاید یہ بات ظاہر کرنے کیلئے رکھی کہ کاموں میں تاخیر بہتر ہے تعجیل سے ورنہ وہاں تو ایک کن میں بلکہ صرف ارادہ اور اس کے تعلق سے ہی پیدا ہو سکتے تھے ، مابین سے بعض لوگوں نے ابر اور ہوا اور خلا مراد لیا ہے پھر اپنی شان کے موافق عرش پر مستوی اور جلوہ گر ہوا ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اُس کی رضا جوئی نہ کرو گے تو یاد رکھو نہ تمہارا کوئی حمایتی ہوگا نہ کوئی شفاعت کرنے والا تم کو میسر آئے گا ۔ تم اتنی بات بھی نہیں سوچتے کہ اس بزرگ و برتر اور قادر مطلق رب العٰلمین کی نافرمانی کا انجام کیا ہوگا (۴) وہ اللہ تعالیٰ آسمان سے لیکر زمین تک جتنے امور ہیں ہر کام اور ہر امر کی تدبیر کرتا ہے پھر ہر امر اور ہر ایک کام ایک ایسے دن میں اُسی کی حضور اور اُسی کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے جس دن کی مقدار تمہارے شمار سے ہزار سال ہوتی ہے ۔ یعنی ہر ایک اہم کام اور اُس کے انتظامات کے متعلق اوپر سے حکم اُترتا ہے اور جملہ اسباب خواہ وہ حسی ہوں یا معنوی ظاہری ہوں یا باطنی اُس کے انصرام اور اتمام میں لگ جاتے ہیں آخر وہ کام اور وہ انتظام ایک مدت تک جاری رہتا ہے ۔ پھر زمانہ دراز کے بعد وہ انتظام اُٹھ جاتا ہے اور دوسرا رنگ اُترتا ہے اور اس کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے بعض مفسرین نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک دن یعنی ہزار سال کے کام فرشتوں کو القا کر دیتا ہے اور جب وہ تمام امور سرانجام ہو جاتے ہیں تو آئندہ دن یعنی ہزار سال کے کام الہام فرما دیتا ہے ۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آسمان سے زمین پر آتا ہے اور یہاں اُس حکم کے متعلق جو کام ہوتے ہیں اُس کا اندراج دفتر اعمال میں درج ہونے کی غرض سے فرشتے لے جاتے ہیں چونکہ زمین سے آسمان اول پر پہنچنے کی مسافت عام رفتار سے ایک ہزار برس ہے اس لئے فرمایا ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ بعض حضرات نے اس دن کو قیامت کا دن فرمایا ہے اور مشہور قول یہی ہے ۔ اور جو لوگ اس دن کو قیامت کا دن فرماتے ہیں انھوں نے سورۂ معارج کی آیت خمسین الف سنۃ کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ دن لوگوں پر مختلف حالات کے ماتحت گزرے گا جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ بعض مومنین و مخلصین پر قیامت ایسی گزرے گی جیسے عصر اور مغرب کے مابین کا وقت اور بعض نافرمانوں کو ہزاروں برس کا دن معلوم ہوگا اس لئے ایک ہزار اور پچاس ہزار میں کوئی منافات نہیں واللہ اعلم ۔ بہرحال فی یوم کو کسی صاحب نے یعرج کے متعلق کیا ہے اور کسی مفسر نے یدبر کے متعلق کیا ہے اسی بنا پر کئی معنی ہو گئے ہیں ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بڑے بڑے کام کا حکم عرش سے مقرر ہو کر نیچے اترتا ہے سب اسباب اسکے آسمان و زمین سے جمع ہو کر بن جاتا ہے پھر ایک مدت جاری رہتا ہے پھر اُٹھ جاتا ہے اللہ کی طرف دوسرا رنگ اُترتا ہے جیسے بڑے بڑے پیغمبر جن کا اثر قرنوں تک رہا یا بڑی قوم میں سرداری جو عمروں چلی ۔ وہ ہزار برس اللہ کے ہاں ایک دن ہے ۱۲ شاہ صاحبؒ نے غالباً حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اختیار کیا ہے (۵) وہی اللہ تعالیٰ ہر چھپے اور کھلے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے کمال قوت کا مالک نہایت مہربانی کرنے والا ہے (۶) جس نے خوب بنائی جو چیز بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی (۷) پھر آدم کی اولاد اور اس کی نسل کو (باقی صفحہ ۶۶۳ پر)

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس قرآن کو پیغمبر نے گھڑ لیا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ کتاب سچی ہے اور آپ کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے تاکہ آپ

قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

اُن لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ راہ

يَهْتَدُونَ ﴿٣﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ

پر آجائیں ۔ اللہ ہی کی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو

الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ

اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اسکو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا پھر اپنی شان کے موافق

عَلَى الْعَرْشِ ۖ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا

عرش پر قائم و جلوہ گر ہوا ۔ بجز اس کے نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی

شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٤﴾ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ

سفارش کرنے والا سو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سوچتے ۔ وہ آسمان سے لے کر زمین تک

السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ

ہر ایک کام کی تدبیر کرتا ہے پھر ہر کام ایک دن میں جس

كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٥﴾ ذَٰلِكَ

کی مقدار تمہارے شمار سے ہزار سال ہوتی ہے اسی کی حضور میں پہنچ جاتا ہے ۔ وہی اللہ تعالےٰ

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦﴾ الَّذِي

چھپے اور کھلے کا جاننے والا کمال قوت کا مالک نہایت مہربانی کرنے والا ہے ۔ جس نے

أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ

خوب بنائی جو چیز بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے

طِينٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ﴿٨﴾

شروع کی ۔ پھر آدم کی اولاد کو ایک نچوڑے ہوئے بے قدر پانی سے بنایا یعنی نطفہ سے ۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ

پھر اُس کے اعضا کو درست کیا اور اُس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہارے نفع کیلئے تم کو

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹ وَ

کان اور آنکھیں اور دل دیئے تم لوگ خدا کا بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔ اور

قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ

یہ قیامت کے منکروں کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں رل مل کر فنا ہو گئے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا ہونگے

بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے روبرو پیش ہونے ہی کے منکر ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ تمہاری جانوں کو

الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱

موت کا وہ فرشتہ جو تم پر متعین ہے قبض کر لیتا ہے پھر تم سب کی بازگشت اپنے رب ہی کی طرف ہو گی۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ

اور اے پیغمبر اگر آپ گناہگاروں کو اس وقت ملاحظہ کریں تو عجب حال دیکھیں جس وقت یہ اپنے رب کے روبرو سر جھکائے کہتے ہونگے

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا

اے ہمارے پروردگار بس اب ہماری آنکھیں اور ہمارے کان کھل گئے سو آپ ہمکو پھر واپس بھیج دیجئے آئندہ ہم نیک کام کریں گے ہمکو اب

مُوْقِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ

پورا یقین آ گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کی صحیح راہ عنایت کر دیتے

لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَــــَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

لیکن میری وہ کہی بات بالکل صحیح ہو کر رہی کہ میں جنات اور انسان

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۳ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ

دونوں سے جہنم کو ضرور بھر دوں گا۔ سو جس طرح تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے

يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ

آج اس بھولنے کا مزہ چکھو۔ ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اور اپنے ان اعمال کی بدولت جو تم

(بقیہ صفحہ ۶۶۲) خلاصے نچوڑے ہوئے بے قدر اور حقیر پانی سے بنایا ÷ یعنی چھپی اور کھلی چیزیں اُس کے نزدیک سب برابر ہیں جن چیزوں کو کوئی نہیں جانتا وہ انکو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں مخلوق کے سامنے ہیں اور مخلوق کے علم میں ہیں وہ ان سے بھی واقف ہے اس کی نگاہ علم میں نہاں اور عیاں دونوں یکساں ہیں اُس نے جو چیز پیدا کی اور بنائی وہ خوب ہی بنائی یعنی جس مصلحت سے بنائی اُس کیلئے موزوں اور مناسب بنائی وہ عزیز بھی ہے یعنی ہر قسم کی طاقت وقوت کا مالک ہوتے ہوئے رحیم اور مہربان بھی ہے۔ انسان یعنی آدم کی پیدائش مٹی سے کی پھر اخلاط کے خلاصے یعنی ہضم رابع کے بعد جب غذا اخلاط میں منتقل ہو جاتی ہے اس کا نچوڑ اور ست اور جوہر یعنی منی سے آدم کی نسل چلائی اور بنائی۔ مطلب یہ ہے کہ آدم کو مٹی سے بنایا پھر اُس کی غذا بھی وہی رکھی جو مٹی سے بنتی ہے پھر آگے کو جو سلسلہ چلا وہ نطفے سے جو ایک حقیر پانی ہے اور وہ منی ہی کا ست اور جوہر ہے اور اُسی غذا کا نچوڑ ہے جو زمین سے نکلی ہے صورتیں بدلتی رہیں اور مختلف انواع واقسام بنتے رہے ورنہ سب مٹی ہی کا کرشمہ ہے۔ اور حضرت حق جل مجدہٗ کی کمال خالقیت کا ظہور ہے (۸) پھر اسکو برابر کیا اور اُس کے اعضا کو درست کیا اور درست اندام کیا اور اس میں اپنی رُوح کو پھونکا اور داخل کیا اور تمہارے نفع کیلئے تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو ÷ یعنی اعضا میں تناسب رکھا اور درست اندام بنایا روح چونکہ اس کی طرف سے ہے اس لئے اُس کی شرافت اور عزت کیلئے اپنی روح فرمایا۔ پھر آنکھیں اور کان اور دل دیئے تاکہ دیکھو اور آیات تنزیلیہ سنو اور دل سے سمجھ کر ایمان لاؤ اور اُس کی توحید کا اقرار کرو مگر تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اپنی جان میں سے جو مخلوق ہے اُسی کا مال ہے مگر جسکو عزت دی اس کو اپنا کہا جیسے ان عبادی سو انسان کی جان غیب سے آئی ہے مٹی پانی سے نہیں بنی اس کو اپنی کہا اور یہ نہ سمجھے کہ اللہ کی جان جان ہو تو بدن بھی ہو بدن ہو تو ترکیب بھی ہو ذات پاک کہاں رہی ۱۲ خلاصہ یہ کہ یہاں روح کا تصور یہ نہ کرنا کہ جیسے انسان کی جان کر اُس کے لئے بدن کا ہونا ضروری ہے بلکہ حق تعالیٰ نے اس کی اضافت اپنی طرف محض اسکی شرافت کی وجہ سے فرمائی ہے (۹) اور یہ منکرین قیامت یوں کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں رل مل گئے اور نیست و نابود ہو گئے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا ہوں گے اور کیا ہم کو نیا بنایا جائے گا اور کیا ہم نئے جنم میں آویں گے کوئی نہیں اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے اور اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں ÷ یہ ابی بن خلف کا قول ہے اور چونکہ دوسرے کافر بھی اس قول میں اُس کے موافق تھے اس لئے سب کی طرف قول کی نسبت فرمائی۔ ضل الماء فی اللبن کے محاورے سے ضللنا فی الارض کہا کہ جس طرح پانی دودھ میں مل کر گم ہو جاتا ہے یہی حالت ہماری ہو جائیگی کہ ہم خاک میں مل کر نیست و نابود ہو جائینگے پھر ہم دوبارہ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں حضرت حق نے فرمایا۔ اصل بات یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی پیشی اور اس کے روبرو حاضر ہونے ہی کے منکر ہیں آگے تحقیقی جواب ہے (۱۰) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے کہ تمہاری جانوں کو موت کا وہ فرشتہ جو تم پر متعین ہے قبض کر لیتا ہے پھر تم سب کی بازگشت اور تم سب کا لوٹنا اپنے پروردگار ہی کیطرف ہو گا ÷ یعنی کیا تم جسم کے خاک میں مل جانے سے سمجھتے ہو کہ تم ختم ہو گئے تم کو تو فرشتہ لیجاتا ہے اور تم سب کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہو گی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں یعنی تم آپ کو دھڑ سمجھتے ہو کہ زمین میں رل گئے تم جان ہو وہ فرشتہ لے جاتا ہے فنا نہیں ہو جاتے ۱۲ سبحان اللہ کیا خوب فرمایا ہے۔ جسم اگر خاک میں مل گیا تو جان تو فنا نہیں ہوگی جان تو جان آفریں کے پاس موجود ہے۔ جسم کا کیا ہے جب چاہے سمیٹ کر بنا لو (۱۱) اور اے پیغمبر اگر آپ ان گناہگاروں کو اُس وقت دیکھیں اور ملاحظہ فرمائیں تو عجب حال دیکھیں جس وقت یہ اپنے پروردگار کی پیشی میں سر جھکائے ہوئے کہتے ہوں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے خوب دیکھ لیا اور سُن لیا اور ہمارے کان اور ہماری آنکھیں کھل گئیں سو آپ ہم کو پھر لوٹا دیجئے اور ہم کو دنیا میں پھر واپس بھیج دیجئے آئندہ ہم نیک اور شائستہ عمل کیا کریں گے اب ہم پورا یقین کرنیوالے ہیں اور ہم کو پوری طرح یقین آ گیا ÷ یعنی جب انکی واپسی ہو گی اور پروردگار کے سامنے حاضری ہو گی تو اس وقت کی حالت کو اگر آپ ان کی دیکھیں تو عجیب ہولناک منظر دیکھیں کہ یہ منکرین بعث سب سر جھکائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے اب ہم نے خوب دیکھ لیا و سُن لیا اے پروردگار اب تو ہم کو واپس بھیج دے تو ہم آئندہ خوب نیک اعمال کریں گے ہم کو تو اب پوری طرح یقین آ گیا (۱۲) اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اُس کی صحیح راہ عنایت کر دیتے لیکن (باقی صفحہ ۶۶۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۶۳) یہ ارادہ وعدہ اور میری وہ کہی بات محقق اور پوری ہو کر رہی کہ میں جنات اور انسان دونوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کسی کو مجبور اور مضطر کر کے اگر ہدایت دینا چاہتے تو سب کو راہِ راست پر لگا دیتے لیکن ہماری مصلحت اور حکمت مقتضی نہ تھی کہ سب کو بجبر و اکراہ اُس ہدایت پر زبردستی قائم کیا جائے جس کو موصول الی المطلوب کہتے ہیں اور جس طرح اُس ہدایت سے نوازا جس کو ارادۃ الطریق کہتے ہیں اسی طرح ان کو ہدایت بمعنی ایصال الی المطلوب سے بالجبر نواز سکتے تھے۔ مگر ایسا اکراہ ہم نے پسند نہیں کیا اور وہ قول اور وعدہ پورا اور محقق ہو کر رہا کہ میں نافرمانوں کو خواہ وہ جنات یعنی شیاطین ہوں یا ان کے متبعین انسان ہوں سب سے جہنم کو پُر کر دوں گا اور بھر دوں گا، ہم سورہ انعام میں عرض کر چکے ہیں کہ ان کی واپسی مفید نہ ہوگی ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ، اس لئے واپسی نہیں ہو سکتی اور واپسی کا کوئی امکان نہیں (۱۳) سو جس طرح تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے آج اُس بھولنے کا مزہ چکھو ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اور اپنے ان اعمال کی بدولت جو تم کیا کرتے تھے تفسیر صفحہ ہذا ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ

کیا کرتے تھے دائمی عذاب کا مزہ چکھو۔ ہماری آیتوں پر تو بس وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ

إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

جب ان کو ان آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کیساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿١٥﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ

ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو اپنی خواب گاہوں سے اس طور پر علیحدہ رہتے ہیں

الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

کہ وہ اپنے رب کو ڈر سے اور امید سے پکارتے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے

يُنفِقُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ

خیرات کیا کرتے ہیں۔ سو ایسے لوگوں کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو سامان خزانۂ غیب میں موجود ہے اسکی کسی شخص کو بھی

أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا

خبر نہیں یہ ان کو ان اعمال کا صلہ ملے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ کیا بھلا وہ شخص جو ایماندار ہے

كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُونَ ﴿١٨﴾ أَمَّا الَّذِينَ

اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے دونوں فریق نہیں برابر ہو سکتے۔ سو جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ

ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو ان کا ٹھکانا جنتیں ہیں۔ یہ جنتیں

نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا

اُن کے اُن اعمال کے بدلے میں بطور مہمانی کے ہیں جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور جو لوگ نافرمان رہے

فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا

تو اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ لوگ جب کبھی بھی اس دوزخ سے باہر نکلنا چاہیں گے تو اسی میں پھر

فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنتُم

لوٹا دئیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا اس دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو جس عذاب کی

یعنی تم نے اس دن کی ملاقات اور قیامت کے دن کی پیشی کو بالکل فراموش کر رکھا تھا لہٰذا اب تم اس بھلانے کا مزہ چکھو ہم نے تم کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ہم تم سے ایسا برتاؤ کریں گے جیسے کوئی بھولے ہوئے شخص کے ساتھ کرتا ہے انا نسینکم بطور مجاز فرمایا ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت حق نسیاں سے پاک ہیں اور جو اعمال اور بدکرداریاں کرتے رہے ہو اسکے سبب سے عذاب دائم اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو آگے مومنین کا ذکر اور ان کے نیک انجام کا ذکر فرمایا (۱۴) ہماری آیتوں پر تو بس وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو ان آیات کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے اور انکو یہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کی حمد کیساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ لوگ ایمان لانے اور سجدہ کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔ اور سورۂ لقمان میں کافر کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا ولی مستکبراً۔ یعنی وہ آیاتِ الٰہی کو سنکر ان آیات کا مذاق اُڑاتا ہے اور تکبر کے ساتھ پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے، لیکن مومنین کا یہ حال نہیں ہے وہ آیات کو سُن کر اُن پر ایمان لاتے ہیں اور جب اُن کو وہ آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور سجدے میں گر پڑتے ہیں اور وہ لوگ آیاتِ الٰہی سے اور ایمان سے اور سجدہ کرنے سے تکبر آمیز برتاؤ نہیں کرتے حمد کیساتھ ملا کر تسبیح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہٖ کہتے ہیں آگے ان کے مزید اعمال کا ذکر ہے (۱۵) ان کے پہلو اپنی خواب گاہوں سے اس طور پر علیحدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کو عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی اُمید سے پکارتے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خیرات کیا کرتے ہیں۔ یعنی وہ مخلص مومن رات کے حصے میں اپنے بچھونوں اور خواب گاہوں کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف یعنی اُس کے عذاب کے خوف سے اور اسکی رحمت اور ثواب کی اُمید اور لالچ سے اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں، اس سے مراد عشاء اور صبح کی نماز ہے یا تہجد کی نماز ہے اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے انفاق فی سبیل اللہ کیا کرتے ہیں۔ سونے کی جگہ کو مضجع کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نرم بچھونوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان کو چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگ جاتا ہے اور اُس کو کبھی خوف سے اور اس کے عذاب کے ڈر سے پکارتا ہے اور کبھی اُس کی رحمت اور ثواب کی اُمید سے پکارتا ہے ابن رواحہ کے قصیدے میں ہے جو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھا ہے

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ ✽ اذا استثقلت بالکافرین المضاجع۔ یعنی جب رات کو کافر اپنے بچھونوں پر بھاری اور بوجھل بنے ہوئے پڑے رہتے ہیں تو یہ پیغمبر اس طرح رات گذارتا ہے کہ اس کا پہلو اپنے بچھونے کو خالی کر دیتا ہے گویا آپ شب بھر عبادت الٰہی میں گزارتے ہیں اور کافر پڑے سویا کرتے ہیں ؎ بنیم شب کہ ہمہ مست خواب خوش باشند ✽ من و خیال تو و نالہائے درد آلود۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا ایسی آواز سے پکاریگا جس کو تمام خلائق سُنے گی وہ کہے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو اپنے بچھونوں سے علیحدہ رہتے تھے یعنی شب میں نماز پڑھنے والے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے وہ تھوڑے ہوں گے، پھر آواز دے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جو مصیبت اور درد میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کیا کرتے تھے، اس پر کچھ اور تھوڑے لوگ کھڑے ہو جائینگے (باقی ص۶۶۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۶۴) ان دونوں گروہوں کو اکٹھا کر کے جنت میں بھیج دیا جائے گا اس کے بعد لوگوں کا حساب شروع ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اللہ سے لالچ بُری نہیں نہ اُس سے ڈر اور اس واسطے بندگی کرے تو قبول ہے رمع اور ڈر دُنیا کا ہو یا آخرت کا اور اگر کسی اور کے خوف و رجا سے بندگی کرے تو ریا ہے کچھ قبول نہیں ۱۲ (۱۶) سو ایسے لوگوں کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو سامان پوشیدہ دھرا ہوا ہے اور خزانۂ غیب میں اس کو کوئی شخص نہیں جانتا یہ اُن کو ان کے اُن اعمال نیک کا صلہ ملے گا جو وہ کیا کرتے تھے ؛ یعنی ایسے عبادت گذار لوگوں کیلئے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو سامان چھپا دھرا ہے اس سامان کا کسی کو علم نہیں اور کوئی اس کو نہیں جانتا یہ اُن کے اعمال کا صلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اس آنکھوں کی ٹھنڈک کے سامان کو نہ کوئی بشر جانتا ہے نہ اسکی خبر کسی ملک مقرب کو اور نہ اس کا علم کسی اولوالعزم پیغمبر کو ہے، یہاں نکرہ تحت النفی واقع ہے جو عموم افراد کو مستلزم ہے۔ ابجبکہ مومنین اور منکرین کا انجام بیان ہوچکا تو اب دونوں میں عدم تساوی اور عدم مساوات کا ذکر فرمایا ارشاد ہوتا ہے (۱۷) کیا بھلا وہ شخص

بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى

تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ اور ہم ان کفارِ مکہ کو اس بڑے عذاب سے پہلے دنیا کے قریبی

دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ

عذاب کا بھی ضرور مزہ چکھائیں گے تاکہ شاید یہ باز آجائیں۔ اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے

مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ

جس کو اُس کے رب کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی جائے تو وہ اُن سے منہ پھیر لے یقیناً ہم

الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

ایسے مجرموں سے بدلا لیکر رہیں گے۔ اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو کتاب یعنی توریت عطا کی تھی

فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى

سو آپ اس کتاب کے ملنے میں کسی قسم کا شک نہ کیجیے اور ہم نے اس توریت کو بنی اسرائیل

لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ

کیلئے رہنما بنایا تھا۔ اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں کو جبکہ انھوں نے مصائب پر

بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ڛ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین کیے رہے دین کا پیشوا بنا دیا کہ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کیا کرتے تھے

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

یہ لوگ جن امور میں اختلاف کرتے رہتے ہیں یقیناً قیامت کے دن آپ کا رب اُنکے مابین

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ

اُن سب امور کا فیصلہ کردے گا۔ کیا اُن کفارِ مکہ کے لئے یہ امر سبق آموز نہیں ہوا کہ ہم

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ

ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے برباد شدہ مکانوں کے پاس سے یہ

مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

آتے جاتے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ اس انقلاب میں بڑی نشانیاں ہیں کیا یہ لوگ سنتے نہیں

جو مومن اور ایماندار ہے اُس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو بے حکم اور نافرمان ہے یہ دونوں فریق برابر نہیں ہوسکتے ؛ یعنی ایک مومن کامل ہے ایک فاسق یعنی کافر ہے۔ دونوں برابر نہیں ہوسکتے کہتے ہیں ولید نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلے میں کہا تھا کہ میری تلوار اور میری زبان تیری تلوار اور زبان سے زیادہ تیز ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تو فاسق ہے میں مومن ہوں تیری میری برابر نہیں ہوسکتی اس پر یہ آیت نازل ہوئی مومن سے مراد حضرت علیؓ ہیں اور فاسق سے مُراد ولید ہے۔ اسی قسم کے تمام افراد کو ملا کر لا یستون فرمایا اور جمع کا استعمال کیا آگے عدم تساوی کی تفصیل بیان فرمائی (۱۸) سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کا ٹھکانا باغ ہیں یہ باغ اُن کے اُن اعمالِ نیک کے بدلے میں بطور مہمانی کے ہیں جو وہ کیا کرتے تھے ؛ یعنی ایمان والوں کو جو نیک اعمال کے پابند رہے اُن کو باغوں میں ٹھکانا دیا جائیگا وہ باغ بطور مہمانی کے ہوں گے۔ جو اُن کو اُن اعمال کے بدلے میں عطا ہوں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اُن کی مہمانی ان باغوں میں یعنی جنتوں میں ہوگی (۱۹) اور جو لوگ بے حکمی کے خوگر ہیں اور کافرانہ روش اختیار کئے ہوئے ہیں اُن کا حقیقی ٹھکانا جہنم ہے وہ لوگ جب کبھی اُس جہنم سے باہر نکلنا چاہیں گے تو اُسی جہنم میں لوٹا دئیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اس جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اور جس کی تم تکذیب کرتے تھے ؛ یعنی جو لوگ فاسق یعنی کافر ہیں اُنکا آخری اور حقیقی ٹھکانا جہنم ہوگا جب بھی یہ اس دوزخ سے نکلنے کی کوشش کریں گے اور نکلنا چاہیں گے خواہ نکل نہ سکیں تو ان کو اُلٹا ہی دھکیل دیا جائیگا اور جہنم ہی میں انکو واپس کر دیا جائیگا اور ان سے کہا جائیگا اُس عذاب جہنم کا مزہ چکھو جسکی تم دنیا میں تکذیب کیا کرتے تھے۔ (۲۰)

ع ۲ / ۱۱ / ۱۵

تفسیر صفحہ ہٰذا اور ہم ان کفارِ مکہ کو اُس بڑے عذاب موعود سے پہلے دُنیا کے قریبی عذاب کا بھی ضرور مزا چکھائیں گے تاکہ شاید یہ لوگ کفر سے باز آجائیں ؛ یعنی عذاب اکبر فرمایا آخرت کے عذاب کو اس سے پہلے تھوڑا سا عذاب یعنی دُنیوی مصائب و آلام، خواہ وہ قحط ہو بیماری ہو، یا جہاد میں قتل و قید ہو غرض دنیا میں بھی اُن کی آنکھیں کھولنے کے لئے مختلف مصائب سے ان منکروں کو دوچار کروں گا تاکہ یہ کفر سے باز آجائیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دنیا میں لوٹ مار بندی دیکھ لیں گے ۱۲ (۲۱) اور اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے اور اسکو اس کے پروردگار کی آیتیں یاد دلائی جائیں پھر وہ اُن سے اعراض کرے اور منہ پھیرلے یقیناً ہم ایسے گناہگاروں سے بدلا لیکر رہیں گے۔ ؛ یعنی وہ شخص سب سے بڑا ظالم ہے جس کو اُس کے پروردگار کی آیات یاد دلائی جائیں اور اسکو اُن آیات کے واسطے سے نصیحت کی جائے اور وہ اُن آیات کی طرف سے مُنہ پھیرلے اور تحقیر کا برتاؤ کرے تو ایسے گناہگار یقیناً اس قابل ہیں کہ اُن سے انتقام لیا جائے (۲۲) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب توریت عطا فرمائی آپ اس کتاب کے ملنے میں کسی قسم کا شک نہ کیجیے اور ہم نے اس کتاب توریت کو بنی اسرائیل کے لئے موجب ہدایت اور رہنمائی بنایا ؛ شک نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں یہ مطلب نہیں کہ آپ کو معاذ اللہ اس میں کچھ شک یا تردد تھا بعض نے یہ مطلب بتایا ہے کہ جس طرح کتاب توریت موسیٰ کو دی گئی تھی اسی طرح قرآن آپکو دیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ معراج میں جو آپ کی ملاقات حضرت موسیٰؑ سے چھٹے آسمان پر ہوئی وہ شک کی بات نہیں (باقی صفحہ ۶۶۶ پر)

(بقیہ صفحہ ٦٦٥) یا یہ کہ قیامت میں جو موسیٰؑ سے ملاقات ہوگی وہ شک کی بات نہیں یا یہ مطلب کہ حضرت موسیٰؑ کی جو اپنے پروردگار سے ملاقات ہوگی وہ شک اور دھوکے کی بات نہیں ۔ من لقائہ کی ضمیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں دھوکا نہ کر اس کے ملنے میں یعنی کتاب کے یا موسیٰؑ کے معراج کی رات میں ان سے ملے اور بھی کئی بار ۱۲ (۲۳) اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں کو امام اور پیشوا بنایا تھا وہ ہمارے حکم سے ہدایت اور رہنمائی کیا کرتے تھے جبکہ وہ لوگ مصائب و تکالیف پر صبر کرتے رہے اور وہ ہماری آیتوں کا یقین کرتے تھے ؛ یعنی مصائب پر صبر کرنے اور ہماری آیتوں پر اذعان و یقین کا اُن لوگوں کو یہ صلہ ملا کہ اُن کو ہم نے اُمت موسوی کا پیشوا بنا دیا ایسا ہی اُمت محمدیہ میں بھی ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تم بھی ٹھیرے رہو تو تم میں بھی وہی چال ہو آخر ہوئے ۱۲ (۲۴) اے پیغمبر جن امور میں کافر اور مومن یا پیغمبر اور اُن کی امت اختلاف کرتے رہتے ہیں آپ کا پروردگار یقیناً قیامت کے روز ان کے مابین ان سب امور کا فیصلہ کر دیگا ؛ فیصلہ یہی کہ مومن جنت میں اور کافر جہنم میں بھیجدیئے جائینگے

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ

کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ہم ایک خشک زمین تک پانی کو پہونچاتے ہیں

فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ

پھر ہم اس پانی کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں کہ جس سے ان کے مویشی بھی چرتے ہیں اور وہ خود بھی

اَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا

اس میں سے کھاتے ہیں تو کیا یہ لوگ اس کو دیکھتے نہیں۔ اور یہ کافر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو

الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا

تو بتاؤ کہ یہ آخری فیصلہ کب ہوگا۔ آپ فرما دیجئے کہ اس آخری فیصلے کے دن کافروں کو

یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِیْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾

اُن کا ایمان لانا کوئی نفع نہ دے گا اور نہ وہ مہلت ہی دئے جائیں گے

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

سو ان کافروں کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لیجئے اور انتظار کرتے رہئے یہ کافر بھی انتظار کر رہے ہیں

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِیَّةٌ وَّهِیَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰیَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ احزاب مدنی ہے اور یہ تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ

اے نبی خدا سے ڈرتے رہئے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا

الْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى

نہ مانیئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کمال علم اور حکمت کا مالک ہے۔ اور آپ کے رب کی جانب سے جو حکم

اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۲﴾

آپکی طرف بھیجا جائے آپ اسکا اتباع کیجئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم لوگ کرتے ہو

انبیاء مقام قرب میں ہونگے اور اُن کی جھگڑالو امتیں عذاب میں مبتلا ہوں گی ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے مختلف فرقوں کے باہمی اختلاف کے فیصلے کی طرف اشارہ ہو (۲۵) کہ ان کفار مکہ کیلئے یہ امر سبق آموز نہیں ہوا اور ان کیلئے یہ امر موجب رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے برباد شدہ مکانوں کے پاس سے یہ گزرتے اور آتے جاتے ہیں اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس انقلاب اور ہلاکت میں بڑی نشانیاں ہیں کیا یہ لوگ سنتے نہیں ؛ یعنی پیغمبروں کی نافرمانی اور ایذا رسانی کی بدولت عاد و ثمود اور قوم لوط کی بستیاں ہلاک و تباہ ہو چکی ہیں تو کیا ان تباہ شدہ بستیوں کی تباہی جن کو ہم انکی نافرمانی کے باعث تباہ کر چکے ہیں ان کفار مکہ کے لئے موجب رہنمائی نہیں ہیں اور یہ ان کی تباہی سے سبق حاصل نہیں کرتے حالانکہ یہ سفر میں جاتے آتے ان بستیوں کے پاس سے گزرتے بھی ہیں۔ ان بستیوں کی ہلاکت و تباہی میں بلاشبہ بڑی عبرت آموز نشانیاں ہیں کیا یہ ان لوگوں کے واقعات اور گذشتہ امم کے قصے سنتے نہیں ۳

ع ۸ ۱٦

اب آگے قیامت اور مُردوں کے زندہ ہونے پر یقین لانے کی بات فرمائی (۲٦) تفسیر صفحہ ہذا کیا ان دین حق کے منکروں نے اس بات پر غور نہیں کیا اور اس بات کو دیکھا نہیں کہ ہم ایک خشک زمین تک پانی کو پہونچاتے ہیں پھر اس پانی کے ذریعہ کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے اُن کے مواشی بھی چرتے ہیں اور وہ خود بھی اس میں سے کھاتے ہیں تو کیا اس بات کو یہ لوگ دیکھتے نہیں ؛ یعنی خشک زمین پر پانی کا پہنچانا خواہ وہ بارش کے ذریعے ہو یا نہر اور چشموں سے اور نالیوں سے ہو بہرحال خشک زمین پر پانی پہنچانا پھر اُس پانی کے ذریعے خشک زمین میں کھیتی کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں پھر اس کھیتی میں سے تمہارے چوپائے بھی کھاتے اور چرتے ہیں جیسے بھوسا اور چری وغیرہ اور تم بھی کھاتے ہو جیسے گیہوں جو چنا اور جوار و باجرہ وغیرہ تو کیا لوگ دیکھتے نہیں، کہ جس طرح مُردہ اور خشک زمین زندہ ہو سکتی ہے اسی طرح مرے ہوئے انسان بھی دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں (۲۷) اور یہ منکریوں کہتے ہیں کہ فیصلے کا دن کب ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتاؤ ؛ یوم الفتح سے مُراد یا تو فتح مکہ کا دن ہے کیونکہ مسلمانوں سے اس پیشین گوئی کا چرچا سنتے رہتے تھے یا اس سے قیامت کا دن مُراد ہے جو آخری فیصلے کا دن ہے جس طرح قیامت قائم ہونے کے وقت ایمان معتبر نہیں اسی طرح تلوار کے خوف سے مضطر اور مجبور ہو کر ایمان لانا خدا کے نزدیک معتبر نہیں اسی کا آگے جواب ہے۔ (۲۸) آپ فرما دیجئے کہ اس آخری فیصلے کے دن منکروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دیگا اور نہ وہ مہلت ہی دیئے جائیں گے ؛ یعنی اُس دن کے آنے کی جلدی نہ کرو جب وہ دن آجائیگا تو اُس دن کسی منکر ایمان کو اس کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ اُن کو مہلت ہی دی جائیگی ، چونکہ وہ لوگ عذاب میں تعجیل کرتے تھے اور عذاب کا مذاق اُڑاتے تھے اس لئے اس قسم کے سوال کی جو غرض تھی اس کے مطابق جواب دیا گیا چونکہ مفسرین کے تین قول تھے ہم نے ہر ایک کی رعایت سے ترجمہ کیا ہے اور تیسیر میں رعایت رکھی ہے۔ قیامت کا دن۔ فتح مکہ کا دن۔ بدر کی لڑائی کا دن۔ عذاب کو دیکھ کر اور قتل کے وقت ایمان لانا معتبر نہیں۔ کما فی المدارک۔ مطلب یہ ہے کہ تکذیب اور استہزا چھوڑ دو جو گھڑی آنیوالی ہے وہ آکر رہے گی اور اُس وقت نہ تو ایمان لانا ہی نافع ہوگا۔ (باقی صفحہ ٦٦٧ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۶۶) مہلت ہی دیجائے گی جو کچھ کرنا ہے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے کرلو (۲۹) سو آپ ان کافروں اور دین حق کے منکروں سے اپنی توجہ ہٹا لیجئے اور ان کا خیال چھوڑ دیجئے اور انکی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور اس یوم موعود کا انتظار کرتے رہیے یہ کافر بھی انتظار کررہے ہیں ۞ یعنی آپ اپنی تبلیغ جاری رکھئے اور ان کی بے ہودہ ہفوات کی جانب توجہ نہ کیجئے۔ یوم الفتح کا اعلان ہو چکا ہے آپ بھی اس کا انتظار فرمائیے یہ بھی انتظار کررہے ہیں اس دن حق اور باطل کا خود بخود ہی فیصلہ ہو جائے گا۔ (۳۰) تم تفسیر سورۃ السجدۃ فللہ الحمد والنعمۃ والشکر سورۂ احزاب مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے اس میں ۷۳ آیتیں اور نو رکوع ہیں۔ شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اے نبی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہئے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کمال علم اور کمال حکمت کا مالک ہے ۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بلندی کی رعایت رکھتے ہوئے آپ کا نام لیکر خطاب نہیں فرمایا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت عظمت اور غایت شرافت کی دلیل ہے کہ آپ کو یا احمد یا محمد نہیں کہا گیا بلکہ یا ایھا النبی اور یا ایھا الرسول فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا یہ مطلب ہے کہ آپ ڈرتے تو ہیں اس وصف پر ہمیشہ قائم رہئے۔ یہی مطلب آگے جو امر کے صیغے آرہے ہیں اُن کا سمجھنا چاہئے یہ مطلب نہیں کہ آپ خدا سے ڈرتے نہ تھے اس لئے ڈرنے کا حکم دیا گیا۔ نیز مخالفین کو سنانا ہے کہ ہمارے پیغمبر تو ان اوصاف پر قائم رہیں گے اور تم احکام خداوندی کی تعمیل سے خائب و خاسر رہوگے۔ کافروں اور منافقوں کا ذکر اسلئے فرمایا کہ مکہ کے بعض کافر مدینہ کے بعض منافقوں کے مکان میں آکر مقیم ہوئے آپ سے امن طلب کیا آپ نے امن دیدیا۔ اسکے بعد باہمی مشورے سے طے کرکے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ ہمارے بتوں کے متعلق یہ تسلیم کرلیں کہ وہ قیامت میں شفاعت کریں گے اور نفع دیں گے اور آپ ان کا ذکر چھوڑ دیں تو ہم آپ سے کوئی تعارض نہ کریں گے آپ اپنے پروردگار کی آزادانہ عبادت کرتے رہیں۔ آپ یہ سنکر ملول ہوئے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ مکہ کے کافروں اور مدینہ کے منافقوں کا کہنا نہ مانیئے اور انکی اطاعت نہ کیجئے اور اس عدم اطاعت پر قائم رہئے (۱) اور آپکے پروردگار کی جانب سے جو حکم آپ کی طرف بھیجا گیا ہے اور جو وحی آپکی جانب کی گئی ہے آپ اس کی اتباع اور پیروی کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم لوگ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے ۞ یعنی آپ صرف اسکا اتباع کیجئے جو وحی آپکی جانب کیجاتی ہے (۲) تفسیر صفحہ ہذا اور آپ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھئے اور اسی پر توکل کیجئے اور اللہ تعالیٰ باعتبار کارساز ہونیکے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ بس ہے کام بنانے والا ۞ یعنی آپ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھئے جیسا کہ آپ کیا کرتے ہیں ہمیشہ ایسا ہی توکل اور بھروسہ رکھا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کارساز اور کام بنانے کو کافی اور بس ہے (۳) اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور اس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرلیتے ہو سچ مچ تمہاری مائیں نہیں بنادیا ہے اور اس نے تمہارے لے پالک اور منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی بیٹے نہیں کردیا ہے یہ صرف تمہارے اپنے منہ کی کہی بات ہے اور اللہ تعالیٰ حق اور سچی بات کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ اور سیدھی راہ دکھاتا اور بتاتا ہے ۞ یہاں سے زمانۂ جاہلیت کے چند اقوال باطلہ کا رد فرمایا اور کافرانہ رسوم کا رد کیا مثلاً کوئی آدمی ذہین اور طباع

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ مَا جَعَلَ اللّٰهُ

اور آپ خدا پر بھروسہ رکھئے اور اللہ تعالیٰ کارساز ہونیکے اعتبار سے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے

لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ

سینے میں دو دل نہیں بنائے اور اس نے تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم

الّٰٓـئِْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ

ظہار کرلیتے ہو سچ مچ تمہاری مائیں نہیں بنادیا ہے اور اس نے تمہارے لے پالکوں کو

اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَـقُوْلُ الْحَـقَّ

تمہارے حقیقی بیٹے نہیں کردیا ہے یہ صرف تمہارے اپنے منہ کی کہی بات ہے اور اللہ تعالیٰ سچی بات

وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ

کہتا ہے اور وہی سیدھی راہ بتاتا ہے۔ تم لوگ ان لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہی

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي

بات خدا کے نزدیک پورے انصاف کی ہے اور اگر تم ان لے پالکوں کے حقیقی باپوں سے واقف نہ ہو تو وہ تمہارے

الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ

دین کے بھائی اور دوست ہیں اور اس میں تم سے جو بھول چوک ہوجائے

بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

تو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں مگر ہاں جو دل سے قصد کرکے کرو تو مواخذہ ہے اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ نبی مسلمانوں کے ساتھ خود ان کی جان سے بھی زیادہ

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ

تعلق رکھتا ہے اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں اور کتاب اللہ کی رو سے رشتے دار

اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

آپس میں باعتبار دوسرے مومنین اور مہاجرین کے زیادہ حق دار ہیں یعنی میراث میں الا

اور سمجھ دار ہوتا تو زمانۂ جاہلیت میں لوگ کہا کرتے تھے اس مرد کے اندر دو دل ہیں اور یہ دو دل والا آدمی ہے۔ اسی طرح ایک رسم ظہار کی تھی وہ یہ کہ کسی شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کو ماں کہدیا یا اس کے پیٹ یا پیٹھ کو اپنی ماں کے پیٹ یا پیٹھ سے تشبیہ دیدی تو زمانۂ جاہلیت میں اس بیوی کو واقعی ماں کی طرح حرام سمجھتے تھے اور اُسکو بجائے خادم کے مخدوم سمجھنے لگتے تھے اسی طرح متبنی اور لے پالک کو حقیقی بیٹا سمجھتے تھے کسی نے کسی کو بیٹا بنالیا تو اب وہ حقیقی بیٹا ہوگیا وہ ورثہ کا بھی حق دار ہوگیا اس کی منکوحہ اس فرضی باپ پر حرام سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت زینبؓ کے نکاح کا اعتراض کرتے تھے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو اپنا متبنی فرمایا تھا زید بن حارثہ قبیلہ کلب کے رہنے والے تھے بچپنے میں قید کرلئے گئے تھے حکیم بن حزام نے انکو اپنی پھوپی خدیجہ کیلئے خرید لیا تھا جب حضرت خدیجہؓ نکاح میں آئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ کے تو اُنھوں نے زید کو حضور کے لئے ہبہ کردیا۔ ایک دفعہ کسی سفر میں زید بن حارثہ کو ان کے ورثاء نے پہچان لیا اور ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ (باقی ضمیمہ میں۔)

الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ

یہ کہ تم اپنے دوستوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی سلوک کرنا چاہو تو کرسکتے ہو یہ

ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ

ورثہ کا آخری حکم لوح محفوظ میں لکھا جاچکا تھا۔ اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب ہم نے تمام نبیوں سے

مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَ

ان کا عہد لیا اور خصوصاً آپ سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور

عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷

عیسیٰ بن مریمؑ سے بھی عہد لیا اور عہد بھی خوب پختہ عہد لیا

لِّيَسْــَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا

اور اللہ نے یہ اس لئے کیا تاکہ ان سچوں سے ان کے سچ کو دریافت کرے اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے

اَلِيْمًا ۝۸ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اے ایمان والو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اُس نے تم پر اس وقت کیا تھا

اِذْ جَاۗءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ

جبکہ تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے تھے پھر ہم نے ان تمہاری مخالف فوجوں پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوجیں بھیجیں

تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۹ۚ اِذْ جَاۗءُوْكُمْ

جنکو تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ تعالیٰ ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ جب کہ وہ مخالف لشکر تم پر

مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ

تمہاری اوپر کی جانب سے اور تمہاری نیچے کی جانب سے چڑھ آئے تھے اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَـنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰ ط

اور دل حلق میں چلے آرہے تھے اور تم لوگ اللہ پر طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱

اس موقعہ پر ایمان والوں کی آزمائش کی گئی اور وہ نہایت سختی کے ساتھ ہلا ئے گئے۔

البتہ اگر کوئی اہل قرابت کے علاوہ کسی دوسرے رفیق اور کسی دوست یا مہاجر کسی انصار کے ساتھ یا انصار کسی مہاجر کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی زندگی میں دے سکتا ہے یا وصیت کرسکتا ہے اور وصیت کے ذریعہ دے سکتا ہے اور وصیت زیادہ سے زیادہ متروکہ مال کا تیسرا حصہ ہونا چاہئے پہلے لفظ کتاب کا ترجمہ ہم نے کتاب اللہ اور تیسیر میں احکام شرعیہ کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب قرابت دار اولیٰ ہیں تو آئندہ مہاجرین اور انصار کی مواخات کی بنا پر ترکہ تقسیم نہیں ہوگا بلکہ قرآن کی رُو سے قرابت داروں میں تقسیم ہوگا اور کان ذلک فی الکتاب میں لوح محفوظ ترجمہ کیا ہے تاکہ یہ بات معلوم ہوجائے کہ لوح محفوظ میں ہر حکم کا وقت مقرر ہے جب وہ وقت پُورا ہوجاتا ہے وہ حکم ختم ہوجاتا ہے یہی مطلب ہے ناسخ منسوخ کا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں نبی نائب ہے اللہ کا اپنے جان مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنی روا نہیں اور نبی حکم کرے تو فرض ہے اور اس کی عورتیں سب کی مائیں حرمت میں پردے میں نہیں اور حضرت کے ساتھ جنھوں نے وطن چھوڑا بھائی بند دل سے ٹوٹے ان کو حضرت نے آپس میں بھائی کردیا تھا دو دو کو پیچھے ان کے ناتے والے مسلمان ہوئے فرمایا کہ اس بھائی چارے سے ناتا مقدم ہے میراث ناتے ہی پر ہے اور سب حکم مگر احسان اور سلوک اُس کا بھی کئے جاؤ یہ کتاب میں لکھا ہے یعنی قرآن میں ہمیشہ کو یہ حکم جاری رہا تورات میں بھی یہی حکم ہوگا ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے اولویت کی جو تقریر فرمائی ہے اُس پر مجھے حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد آگیا وہ فرماتے ہیں من لم یر نفسہ فی ملک الرسول ولم یر ولایتہ علیہ فی جمیع احوالہ لم یذق حلاوۃ سنتہ۔ یعنی جس نے اپنی جان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک نہیں سمجھا اور تمام احوال میں آپ کی ولایت اولویت اور برتری کو نہیں سمجھا اُس نے رسول کی سنت کا مزہ اور سنن پیغمبر کی حلاوت کا مزا نہیں چکھا۔ یعنی سنت پر عمل کرنیکا مزا ہی جب آتا ہے جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان اور علو مرتبت سے واقف ہو اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد (۷) اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا عہد اور اقرار لیا اور ان انبیوں میں آپؐ سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ سے بھی عہد لیا اور عہد بھی خوب پختہ عہد لیا (۸) تاکہ اللہ تعالیٰ ان سچوں سے ان کے سچ کو دریافت کرے اور ان کے سچ کی تحقیقات فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے منکروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ٭ اللہ تعالیٰ نے یوم میثاق میں جس طرح عام انسانوں سے الست بربکم کا عہد لیا اسی طرح عام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے تبلیغ توحید اسلام اور دعوت رسالت کا عہد لیا اور باہمی تناصر اور تعاون کا عہد لیا۔ اگرچہ نبیین میں سب ہی پیغمبر داخل ہیں لیکن ان میں سے اولوالعزم پیغمبروں کا خصوصیت سے نام لیا اور ان میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم فرمایا۔ تاکہ آپ کی اولیت اور آپ کے مراتب علیا کا اظہار ہو کیونکہ حضور اپنی خلق کے اعتبار سے اول ہیں اگرچہ آپ کو اس عالم میں جملہ عمل کی تکمیل کیلئے آخر میں بھیجا گیا اور تاکید کے طور پر فرمایا کہ عہد خوب پختہ لیا اور یہ عہد اور اُس کی پختگی اس لئے ہوئی تاکہ قیامت میں ان رسولوں سے اُن کے سچ کی تحقیقات کرے اور عہد کی وفا میں جو سچے ہیں اُن کا سچ ظاہر کرنے کیلئے دریافت کیا جائے اس کو سوال تشریف کہتے ہیں اس سوال سے جس طرح صادقین کی بزرگی اور ادائے تبلیغ کا اظہار ہوگا اسی طرح منکرین و مخالفین کے لئے یہ سوال باعث ندامت ہے جس طرح اس آیت سے صاحب وحی پر اتباع وحی اور اس کی تبلیغ کا وجوب ثابت ہے اسی طرح سننے والوں پر صاحب وحی کی اتباع کرنے کا وجوب ثابت ہے گویا صاحب وحی کو اپنی وحی پر عمل کرنا واجب اور غیر صاحب وحی کو صاحب وحی کی اتباع واجب اس لئے نافرمانی کرنیوالوں کے لئے وعید کا ذکر کیا گیا کہ جو لوگ صاحب وحی کی اتباع کرنے سے انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کی تبلیغ توحید کی مخالفت کرتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کا ذکر فرمایا اور خاص طور پر غزوۂ احزاب میں جو غیبی امداد فرمائی اُس کو یاد دلایا (۸) اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی اُس نعمت اور احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر اُس وقت فرمایا جبکہ تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے تھے پھر ہم نے تمہاری اُن مخالف فوجوں پر ایک تیز و تند آندھی بھیجی اور ایسا لشکر بھیجا جس کو تم نے نہیں دیکھا اور جو اعمال تم کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اُن سب اعمال کو دیکھ رہا تھا ٭ ان آیات میں غزوۂ احزاب جسکو غزوۂ خندق بھی (باقی ضمیمہ میں۔)

(۱۱) اور یہ وہ وقت تھا جبکہ منافق اور وہ لوگ جنکے دلوں میں روگ اور بیماری ہے یوں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ صرف فریب اور محض دھوکا تھا :: منافقوں کا ہمیشہ قاعدہ ہے کہ امتحان کے وقت اُن کے مُنہ سے کمزوری اور کفر کی باتوں کا اظہار ہوتا ہے چنانچہ ان ہی لوگوں کے مُنہ سے یہ نکلا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ نہیں کیا مگر فریب اور دھوکہ دیا۔ منافقین اور والذین فی قلوبھم مرض میں عطف تفسیری ہے منافقین اور وہ لوگ جن کے دل میں نفاق کا مرض ہے بعض نے کہا والذین فی قلوبھم مرض سے وہ کم سمجھ لوگ مُراد ہیں جو منافقین کے شبہ ڈالنے سے جلدی متاثر ہو جاتے ہیں۔ جس منافق نے یہ کہا تھا اس کا نام معتب بن قشیر ہے اُس نے کہا تھا کہ محمد کہتا ہے کہ میرا دین روم اور فارس تک پہونچے گا اور یہاں حالت یہ ہے کہ جائے ضرور کو نکلنا مشکل ہو روم اور فارس کے خزانے تو بہت دور ہیں یہاں تو چند سیر غلہ دینے کی استطاعت بھی نہیں ہے۔ یہ وعدہ سوائے فریب کے اور کچھ نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بعضے منافق کہنے لگے پیغمبر کہتا ہے کہ میرا دین پہنچیگا مشرق اور مغرب یہاں جائے ضرور کو نہیں نکل سکتے مسلمانوں کو چاہیے اب بھی نا اُمیدی کے وقت بے ایمانی کی باتیں نہ بولیں ۱۲ (۱۲) اور اُس وقت جبکہ ان منافقوں میں سے بعض نے کہا اے اہل یثرب اور اے اہل مدینہ یہاں تمہارے لئے کوئی ٹھکانا نہیں ہے اور ٹھہرنیکا کوئی موقع نہیں ہے لہٰذا لوٹ چلو اور واپس ہو جاؤ اور انہی منافقین میں سے کچھ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے لگے وہ کہتے تھے ہمارے گھر غیر محفوظ اور کھلے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ گھر غیر محفوظ اور کھلے ہوئے نہیں پڑے تھے ان کا مقصد سوائے بھاگ جانیکے اور کچھ نہیں :: یعنی مدینے والوں کو مخاطب کر کے کہا یہاں ٹھہرنے کا موقع نہیں، سرائے خالی نہیں ہے۔ یہ جگہ رہنے کی نہیں ہے لوٹ جاؤ کا مطلب ہے کہ گھروں کو لوٹ جاؤ یا کفر کی طرف لوٹ جاؤ۔ یہ شاید اوس ابن قبطی یا عبداللہ بن ابی منافق نے کہا تھا کہ مسلمانوں کے لشکر سے علیحدہ ہو کر مدینے چلو۔ ایک فریق نے یہ کہا کہ ہم کو اجازت دیجئے ہمارے مکان غیر محفوظ حالت میں ہیں حالانکہ وہ مکان غیر محفوظ نہیں ہیں۔ ان باتوں سے مقصد صرف یہ ہے کہ کسی طرح میدان جنگ سے بھاگ جائیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یثرب نام تھا مدینے کا یعنی سارے عرب ہمارے دشمن ہوئے تو ہم کو رہنے کا ٹھکانا کہاں اس لشکر سے جُدا ہو جاؤ اور حضرت لشکر کے ساتھ باہر کھڑے تھے شہر میں محکم حویلیوں کے ناکے بند کر کے زنانے ان میں رکھ دیئے تھے یہ بہانے کرنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے ہیں اور وہ جھوٹ بات تھی ۱۲ خلاصہ یہ کہ گھروں کو کھلا کہہ کر اجازت مانگتے تھے کہ ہم ان کی نگہبانی کریں گے تاکہ چور اور دشمن نہ گھس آئیں (۱۳) اور اگر مدینہ کے تمام اطراف و جوانب سے لشکران کے سر پر آ چڑھتا پھر ان سے فتنے اور فساد میں شریک ہونیکا مطالبہ کیا جاتا تو یہ اس فساد کی شرکت کو منظور کر لیتے اور بلا توقف اس فتنے میں شریک ہو جاتے اور نہ ڈھیل کرتے اس کے قبول کرنے میں مگر تھوڑی سی :: یعنی یہ لوگ جو گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا بہانہ بناتے ہیں یہ شاید بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے لوگ تھے ان کا جواب فرمایا کہ اگر یہی لشکر یا اس جیسا کوئی دوسرا لشکر مدینے کے اطراف و جوانب سے اُن پر آگھسے یا اُن جہات مختلفہ سے اُن کے مکانوں میں گھس آئے اور اُن سے فتنے میں شریک ہونے کا مطالبہ کیا جائے یعنی فتنہ یہ کہ مسلمانوں پر حملہ کر دو یا یہ کہ مرتد ہو جاؤ اور کفر اختیار کر لو تو بلا توقف یہ لوگ فتنے میں شریک ہو جاتے اور ذرا دیر نہ لگاتے مگر تھوڑی دیر یعنی سوال و جواب میں جتنی دیر لگتی بس اس سے زیادہ دیر اُن کے شریک ہونے میں نہ لگتی یا یہ کہ اُن مکانوں میں زیادہ دیر نہ ٹھہرتے اور فوراً شریک ہو جاتے اور ہو سکتا ہے کہ اگر ایسا کرتے تو اپنے مکانوں میں زیادہ دن نہ بستے اور عذاب سے ہلاک کر دیئے جاتے واللہ اعلم مطلب یہ ہے کہ یہ ان بیوتنا عورۃ کہنے والے ایمان میں اتنے کمزور ہیں کہ اگر کوئی لشکر مدینے میں داخل ہو جائے اور ان سے یہ مطالبہ کرے تو یہ جھٹ قبول کر لیں اور مان لیں۔ مفسرین نے کئی طرح معنی بیان کئے ہیں ہم نے تیسیر میں سب کا خلاصہ کر دیا ہے بعض حضرات نے یہ خلاصہ بیان کیا ہے کہ جہاد میں توقف کرتے ہیں اور خانہ جنگی اور جنگ نفسانی پیش آجائے تو توقف نہ کریں واللہ اعلم بالصواب (۱۴) اور اُن کی حالت یہ ہے کہ بلاشبہ یہ لوگ اس غزوۂ احزاب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کی باز پرس ہونی ہے :: یعنی یہی بنو حارثہ اور بنو سلمہ غزوۂ اُحد کے بعد اور غزوۂ خندق سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر چکے تھے کہ ہم جہاد سے نہیں بھاگیں گے اور پیٹھ نہیں دکھائیں گے لیکن باوجود عہد کے پھر کمزوری دکھاتے ہیں اور گھروں کا (باقی ص ۶۷۰ پر)

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا

اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یوں کہنے لگے کہ

وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ

اللہ نے اور اسکے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سب محض فریب تھا۔ اور جبکہ ان منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا

مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ

اے اہل مدینہ یہاں ٹھہرنیکا موقع نہیں بس لوٹ چلو اور انہی منافقوں میں سے کچھ لوگ پیغمبر سے

فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا

واپسی کی اجازت طلب کرنے لگے وہ کہتے تھے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ ان کے گھر

هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ

کھلے نہیں پڑے ہیں بلکہ وہ محض بھاگنا چاہتے ہیں۔ اور اگر مدینہ کے اطراف سے

عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا

ان پر ویسا ہی کوئی لشکر آ گھسے اور ان سے فتنہ و فساد کی شرکت کا مطالبہ کیا جائے تو وہ فوراً ہی فتنہ میں

وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ

شریک ہو جائیں اور ان گھروں میں جنکو غیر محفوظ بتاتے ہیں بہت ہی کم ٹھیریں۔ حالانکہ یہی لوگ اس واقعہ خندق سے پہلے

مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ

خدا سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی

مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ

باز پرس ہونی ہے۔ اے پیغمبر آپ فرما دیجئے اگر تم موت یا قتل کے خوف سے بھاگتے ہو تو یہ بھاگنا تمکو ہرگز کچھ نفع نہیں دے سکتا اور ایسی

الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ

حالت میں تم بجز چند دنوں کے کوئی خاص پھل نہیں پا سکتے یعنی بچ بھی گئے تو کے دن کو۔ آپ فرما دیجئے اگر خدا تم کو

ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ

کوئی برائی پہنچانی چاہے یا تم پر رحمت کرنی چاہے تو کون تم کو اس برائی سے بچا سکتا ہے یا کون

(بقیہ صفحہ ۶۶۹) بہانہ بنا کر بھاگنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جنگ اُحد کے بعد یہ اقرار کیا تھا کہ پھر ہم ایسی حرکت نہ کریں گے ۱۲ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو توڑنے پر باز پرس کا مطلب یہ ہے کہ عہد شکنی کی سزا ملے گی (۱۵) اے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم موت یا قتل اور مارے جانے کے خوف سے بھاگنا چاہتے ہو تو یہ بھاگنا تم کو ہرگز نفع نہ دیگا اور ایسی حالت میں تم سوائے تھوڑے دنوں کے کوئی خاص فائدہ نہیں پاسکتے :: یعنی یہ فرار کا ارادہ کرنے والے اگر موت یا قتل کے خوف سے بھاگ بھی جائیں گے تو موت ایک دن ضرور آنی ہے سوائے اس کے کہ جتنے دنوں کی زندگی مقدر ہے اتنے دنوں کوئی فائدہ حاصل کرلو اس سے زیادہ تو کوئی پھل نہیں پاسکتے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جس کی قسمت میں موت ہے اُس کو بچاؤ نہ ہوگا بھاگنے سے اور اگر موت نہیں تو بھاگ کر بچا کے دن یعنی موت نہیں تو نہ فرار سے کوئی ضرر اور نہ فرار سے کوئی نفع (۱۶) آپ ان سے فرمائیے اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی بُرائی پہنچانی چاہے یا وہ تم پر کوئی مہربانی کرنی چاہے تو وہ کون ہے جو اُس بُرائی سے تم کو بچالے یا اُس کی مہربانی کو تم سے روک دے اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کو اپنا حمایتی پائیں گے نہ مددگار ::

اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اس رحمت خداوندی کو روک سکتا ہے اور یہ لوگ خدا کے سوا نہ تو اپنا کسی کو حمایتی

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ

پائیں گے اور نہ مددگار۔ خدا تعالیٰ تم میں سے اُن لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جو لوگوں کو جہاد کی شرکت سے روکتے اور

الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ

اپنے بھائیوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ اور یہ لوگ جنگ میں نہیں آتے

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ

مگر بہت ہی کم۔ تمہارے حق میں بخل کا جذبہ لئے ہوئے پھر جب کوئی ڈر کی بات پیش آجاتی ہے

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ

تو اے پیغمبر آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپکی طرف تکنے لگتے ہیں انکی آنکھیں یعنی پتیاں اس طرح پھرنے لگتی ہیں جس طرح

مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ

کسی شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہورہی ہو پھر جب وہ خوف کی بات دور ہو جائے تو یہ منافق اپنی تیز کلامی سے تم کو

حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ

طعنے دینے لگتے ہیں اس حال میں کہ یہ مال غنیمت پر انتہائی حریص ہوتے ہیں یہ لوگ حقیقت میں ایمان ہی نہیں لائے لہذا

اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کردئے اور یہ اعمال برباد کر دینا اللہ پر بہت آسان ہے

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ

ان منافقوں کا اب تک یہ خیال ہے کہ فوجیں واپس نہیں گئیں اور اگر کہیں وہ فوجیں پھر آجائیں

يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ

تب تو یہ منافق یوں تمنا کریں کہ وہ کسی طرح دیہاتیوں میں جا بسیں اور وہیں سے تمہاری خبریں

اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ ع

دریافت کرتے رہیں اور اگر یہ بزدل تم میں رہ بھی جائیں تب بھی یہ جہاد نہ کریں مگر یوں ہی برائے نام۔

تفسیر صفحہ ہذا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اگر کوئی چیز نازل کرنی چاہے اور اُتارنی چاہے خواہ وہ کوئی بُرائی اور سختی ہو جیسے قتل وغیرہ کا کوئی عذاب یا نعمت جیسے عمر کی درازی وغیرہ تو اللہ تعالیٰ کو اس کی مشیت اور ارادہ سے کون روک سکتا اور ہٹا سکتا ہے اور تم اس سختی سے کس طرح بچ سکتے ہو یا اس کی مہربانی سے کس طرح محروم رہ سکتے ہو اُس کے سوا نہ تمہارا کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی عرب کی مخالفت سے ڈرتے ہو اگر اللہ حکم دے تو مسلمان اب تم کو قتل کر ڈالیں ۱۲ مسئلہ قدر کے پیش نظر یہ بات سمجھائی کہ میدان جنگ میں ٹھہرے رہنا زندگی کے منافی نہیں اور معرکۂ جنگ سے بھاگ جانا زندگی کے لئے مفید نہیں پھر بھاگنے کی فکر کیوں کرتے ہو آگے پھر منافقوں پر تنقید فرمائی (۱۷) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم میں سے اُن مانعین کو خوب جانتا ہے جو لوگوں کو جہاد کی شرکت سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ اور یہ لوگ جنگ میں نہیں آتے مگر بہت ہی کم اور کبھی کبھی :: یعنی کچھ لوگ تم میں سے وہ بھی ہیں جو دوسروں کو جنگ کی شرکت سے روکتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے وہ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں بھائی فرمایا نسب کے اعتبار سے یا وطن کے اعتبار سے اور ان کی بزدلی اور بخل کا یہ عالم ہے کہ لڑائی میں نہیں آتے مگر بہت ہی تھوڑا۔ یعنی تھوڑی دیر کیلئے آجاتے ہیں کہ لوگ دیکھ لیں اور ان کو بھی غنیمت کا مستحق سمجھیں اور یہ تھوڑی دیر کو بھی کبھی آنکلتے ہیں، کہتے ہیں یہود نے منافقین کو کہا تھا کہ تم کیوں ابوسفیان کے ہاتھوں قتل ہونا چاہتے ہو محمد کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے پاس چلے آؤ اگر ابوسفیان قابو پاگیا تو آپ سب کو ختم کر دیگا صاحب زاد المسیر فرماتے ہیں کہ ایک شخص اہل اسلام کے لشکر میں سے اپنے گھر گیا اُس نے دیکھا کہ اُس کے بھائی کے آگے شراب رکھی ہے اس نے کہا بھائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو جنگ میں گھرے ہوئے ہیں اور تو شراب کباب کے شغل میں ہے اُس نے کہا بھائی تو بھی میرے پاس آجا اور محمد کا ساتھ چھوڑ دے اُس مسلمان کی واپسی سے پہلے یہ آیتیں نازل ہوئیں آگے اس قسم کے بزدلوں اور مریضوں کی تفصیل ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۸) کبھی تمہارے پاس آتے بھی ہیں تو اس حال میں آتے ہیں کہ تمہارے حق میں حرص آمیز بخل کا جذبہ لئے ہوئے تمہاری طرف سے دریغ رکھتے ہوئے پھر جب کوئی ڈر کی بات پیش آجائے اور خوف کی بات ہو جائے تو اے پیغمبر آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف تکنے لگتے ہیں ان کی آنکھیں ڈگر ڈگر کرنے لگتی ہیں اور پتلیاں اس طرح پھرنے لگتی ہیں جس طرح کسی شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہو رہی ہو پھر جب وہ ڈر کی بات اور وہ خوف دور ہو جاتا ہے تو یہ منافق اپنی زبان درازی اور تیز کلامی سے تم کو طعنے دینے لگتے ہیں اس حال میں کہ یہ مال غنیمت پر بڑے حریص ہوتے ہیں، یہ لوگ حقیقت میں ایمان نہیں لائے لہذا اللہ تعالیٰ نے انکے اعمال برباد اور نیست و نابود کردئے اور یہ اعمال کا برباد کر دینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے :: یعنی تمہاری مدد کرنے میں بخیل بنے ہوئے ہیں، یا مال غنیمت پر حریص بنے ہوئے ہیں جب کوئی خوف آجائے مثلاً دشمن کے حملے کی خبر مشہور ہو جائے یا کوئی اور ایسی ہی افواہ اُڑ جائے تو ان منافقوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ آپ کی طرف متحیر ہو کر تکنے لگتے ہیں اور ان کی آنکھیں اور پتلیاں اس طرح دائیں بائیں گھومنے لگتی ہیں جیسے ان کا دم نکل رہا ہو اور جیسے کسی کو موت کی بے ہوشی طاری ہو جائے (باقی ۶۷۱ پر)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ

بلاشبہ مسلمانو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سیکھنی تھی بالخصوص اس شخص کو

يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا

جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اور قیامت کے دن کا خوف رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔ اور جب

رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ

ایمان دار لوگوں نے لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی منظر ہے جس کی ہم کو اللہ نے

وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا

اور اس کے رسول نے خبر دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اور اسکے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس واقعہ نے ان ایمانداروں کے ایمان

إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا

اور شیوۂ اطاعت کو اور بڑھا دیا۔ انہی ایمان داروں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے جو

مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم

عہد کیا تھا اس عہد کو سچ کر دکھایا پھر بعضے تو ان میں سے وہ ہیں جو اپنی منت پوری کر چکے یعنی شہید ہو گئے اور بعضے

مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللَّهُ

ان میں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنے عہد میں ذرا سی بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ یہ واقعۂ احزاب سلئے ہوا تاکہ

الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن

اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب کرے یا

شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٤﴾

چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے

وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو انکی غضب آلود حالت میں واپس کر دیا انکی یہ حالت ہوئی کہ وہ کوئی بھلائی حاصل نہیں کر سکے اور

اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾

اللہ تعالیٰ جنگ میں مسلمانوں کیلئے خود ہی کافی ہوا اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت کا مالک بڑا زبردست ہے

(بقیہ صفحہ ۶۷۰) اور جب وہ ڈر چلا جائے یعنی وہ حملے کا خوف جاتا ہے پھر ان کی زبان درازی قابل دید ہے۔ بات بات پر تیز تیز زبان چلاتے ہیں مسلمانوں کو طعنے دیتے ہیں اور سب سے زیادہ مال غنیمت طلب کرتے ہیں مسلمانوں کو بزدل کہتے ہیں اور اپنی مردانگی جتاتے ہیں یہ لوگ پہلے ہی سے ایمان نہیں لائے اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال بیکار اور اکارت کر دیئے ہیں اور ان کو قیامت میں کوئی اجر نہیں ملیگا اور کسی غیر مستحق کے اعمال کو نابود کر دینا اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی برے وقت رفاقت سے جی چراتے ہیں اور ڈر کے مارے جان نکلتی ہے اور فتح کے بعد مردانگی جتاتے ہیں سب سے زیادہ اور غنیمت پر ڈھلکتے ہیں فائدہ جہاں حبط اعمال کا ذکر ہے تو فرمایا یہ اللہ پر آسان ہے یعنی حکمت میں اللہ کو کسی کی محنت ضائع کرنی تعجب لگتی ہے لیکن جب حبط کرنے پر آوے اس عمل ہی میں ایسا نقصان پڑے جس سے وہ درست ہی نہیں ہوا جیسے عمل بے ایمان کا کہ ایمان شرط ہے ہر عمل کی ۱۲ (۱۹) ان منافقوں کا اب تک یہ خیال ہے کہ فوجیں واپس نہیں گئیں اور اگر کہیں وہ فوجیں پھر آجائیں تب تو یہ منافق یوں تمنا کریں کہ وہ کاش کے صحرا نشیں ہوتے اور وہ دیہاتیوں میں باہر جا رہیں اور دیہاتیوں میں جا بسیں اور وہیں بیٹھے بیٹھے آنے جانیوالوں سے تمہاری خبریں دریافت کرتے رہیں اور اگر یہ بزدل لوگ تم میں رہ بھی جائیں تب بھی یہ قتال اور جہاد نہ کریں مگر یوں ہی تھوڑا سا برائے نام :: یعنی فوجوں کی اور لشکر کی واپسی کا یقین ہی نہیں حالانکہ کفار کو شکست ہوئی اور وہ قہر الٰہی کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ گئے لیکن ان کو لشکر اعدا کی واپسی کا یقین نہیں اور اگر کہیں خدانخواستہ وہ کفار کا لشکر پھر واپس آجائے تو ان کے دلوں کی تمنا یہ ہوگی کہ یہ شہر چھوڑ کر دیہات میں جا بسیں اور وہیں سے بیٹھ کر تمہاری خبریں معلوم کرتے رہیں اور آنے جانے مسافروں سے پوچھتے رہیں اور اگر کہیں یہ تم میں ٹھہر بھی جائینگے تب بھی لڑائی میں شریک نہیں ہوں گے مگر یوں ہی برائے نام تھوڑی سی شرکت کریں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی نامردی کے مارے یقین نہیں آتا کہ فوجیں پھر گئیں اور باتوں میں تمہاری خیر خواہی جتاویں اور لڑائی میں کام نہ کریں ۱۲ اب آگے لڑائی میں ثابت قدم رہنے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور پیروی کا حکم ہے (۲۰) **تفسیر صفحہ ہذا** مسلمانو! بلاشبہ تم میں سے ہر اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اور قیامت کا خوف رکھتا اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بہترین قابل تقلید نمونہ تھی :: خطاب فرمایا عام مسلمانوں کو پھر تخصیص فرمائی ان لوگوں کی جو اللہ تعالیٰ کی لقا اور اس کی رضا کی امید رکھتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی پیشی سے ڈرتے ہیں اسی طرح قیامت سے ڈرتے ہیں یا قیامت کے دن ثواب کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتے ہیں ایسے کامل مومن اس بات کے اور بھی زیادہ مستحق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سیکھیں اور آپ کی پیروی ان مسلمانوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ تھی اور یہ دیکھنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کسی محنت اور مشقت برداشت کرتا ہے اور میدانِ جنگ میں کس طرح ثابت قدم رہتا ہے، ترجمہ اور تیسیر میں ہم نے لمن کان کو لکم کا بدل اور صفت کی رعایت کا لحاظ رکھا ہے۔ لمن کان کو حسنۃ کا صلہ بھی قرار دیا گیا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی رسول کو دیکھو ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتا ہے۔ سب سے زیادہ محنت اور اندیشہ ہے ۱۲ لکم میں تعمیم تھی لمن کان سے اسکی تخصیص فرمائی ہم نے سب مفسرین کے اقوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترجمہ کیا ہے اور یہاں جو اسوۂ حسنہ کی تفسیر میں آپکے استقلال اور ثبات فی الجہاد کا ذکر کیا ہے یہ موقع کے لحاظ سے ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفاتِ کاملہ اور آپ کے اخلاقِ عالیہ موجبِ اقتدا اور واجب الاتباع ہیں۔ اور آپ کی ہر سنت پر عمل کرنا حصول برکت اور رفع درجات کا سبب ہے، اور ہر قسم کے عتاب اور عذاب اور ملامت سے نجات کا ضامن ہے اس میں اتمام سنن اور مستحبات وغیرہ داخل ہوگئے (۲۱) اور ان مومنین کاملین نے جب کفار کے لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی موقع ہے اور وہی منظر ہے جس کا ہم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے وعدہ دیا تھا اور جس کی خبر دی تھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اس واقعہ نے ان ایمان والوں کے ایمان اور شیوۂ اطاعت کو اور بڑھا دیا :: اللہ کا وعدہ تو شاید وہی جو سورۂ بقرہ میں گذر چکا ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم الایۃ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ احزاب آنیوالے ہیں تمہاری طرف آخر نو راتوں میں یا دس میں غرض یہ کہ منافقوں کی حالت تو وہ تھی جو مذکور ہوئی (باقی صفحہ ۶۷۲ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۷۱) اور اہل ایمان کی حالت یہ تھی کہ جب انہوں نے لشکروں کو دیکھا تو صاف کہدیا کہ یہ معرکہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطلاع کے مطابق ہو رہا ہے جو کچھ اللہ اور اُس کے رسول نے فرمایا تھا وہ سچ ہی تھا اور دبی ہو کر رہا۔ اس واقعہ نے اُن میں ایمان اور اطاعت گذاری کا جذبہ اور بڑھا دیا لشکروں کا دیکھنا ایمان میں پختگی اور فرماں برداری میں اضافہ کا موجب ہوا اوپر کی آیتوں میں منافقوں کی عہد شکنی کا ذکر آیا تھا اب مومنین کے ایفاء عہد کا ذکر فرمایا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وعدہ اللہ کا یہ کہ فرمایا تھا تکلیف پاؤ گے کافروں کے ہاتھ سے آخر تم کو غلبہ ہے اور یہ ہے کہ رسول نے فرمایا تھا آٹھ دس دن میں تم پر فوجیں آتی ہیں ۱۲ (۲۲) انہی مومنین میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اس عہد کو پورا کر دیا اور سچ کر دکھایا پھر بعضے تو ان میں سے ایسے ہیں جو اپنے قول و قرار اور اپنی بات اور اپنا ذمہ پورا کر چکے اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور اُنہوں نے اپنے عہد میں اور اپنی بات میں ذرا سا تغیر و تبدل نہیں کیا (۲۳) یہ واقعہ اس لئے ہوا تاکہ اللہ سچوں کو انکے سچ کا صلہ عنایت فرمائے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب کرے یا چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق عنایت فرمائے اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ٭ یعنی کامل مومنوں نے اپنی بات پوری کر دکھائی جیسے انس بن نضرؓ اور ان کے رفقاء اور جن لوگوں نے عہد نہیں کیا تھا وہ بھی ثابت قدم رہے یہ مطلب نہیں کہ عہد والوں نے تو سچائی دکھائی اور عہد نہ کرنیوالوں نے ثابت قدمی نہیں دکھائی اور معاذ اللہ منافقوں کی طرح عہد شکنی کے مرتکب ہوئے۔ پھر فرمایا ان عہد کرنیوالوں کی دو قسمیں ہیں کچھ تو اپنی منت اور اپنا ذمہ پورا کر چکے یعنی اُنھوں نے جنگ بدر اور جنگ اُحد میں جام شہادت نوش فرمائے اور شہید ہوگئے۔ جیسے حضرت حمزہؓ اور مصعبؓ اور انس بن نضرؓ اور ان کے رفقاء اور بعض وہ ہیں جو شہادت کی موت کے منتظر ہیں اور اپنی نیت اور اپنے ارادے اور اپنے عہد میں ذرا سی بھی تبدیلی نہ کی اور یہ واقعہ اس لئے ہوا کہ کامل مومنین منافقوں سے متمیز ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کے سچ کا صلہ عطا فرمائے اور منافقوں کو مہلت دے اور ان کے انجام کے موافق اُن کو جزا دے اگر کفر و نفاق پر خاتمہ ہو تو ویسی سزا دے اور اگر چاہے تو اُن پر توجہ فرمائے اور توبہ کی توفیق دیکر ان کا انجام بخیر کرے بہرحال وہ غفور و رحیم ہے اور اُس سے بہتری کی اُمید کی جا سکتی ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ذمہ پورا کر چکا یعنی جہاد میں جان دے چکا جیسے شہداء بدر اور اُحد اور راہ دیکھتا یعنی اور اصحاب جو جہاد پر مستعد ہیں موت کی راہ دیکھتے ہیں۔ ولیکن رسول نے فرمایا کہ طلحہؓ ان میں ہے جو شہید ہو چکے ۱۲ یہ طلحہ کی خصوصیت ہے چونکہ اپنے ہاتھ کو انہوں نے ڈھال بنایا تھا پیغمبر کیلئے اور اُن کا ہاتھ شل ہوگیا تھا اس لئے ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی (۲۴) اور اللہ تعالیٰ نے دین حق کے منکروں کو اُن کے غصے میں بھرا ہوا اور ان کی غضب آلود حالت میں پھیر دیا اور واپس کیا ان کی یہ حالت ہوئی کہ وہ کوئی بھلائی حاصل نہ کر سکے اور ان کی کچھ مراد بھی پوری نہیں ہوئی اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے خود ہی کافی ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی لڑائی آپ ہی اُٹھالی اور اللہ تعالیٰ بڑا قوی بڑی قوت کا مالک اور زبردست ہے ٭ یعنی کافروں کو غصے میں بھرا ہوا لوٹا دیا کہ انھوں نے کوئی بھلائی حاصل نہیں کی اور بے نیل مرام واپس ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جنگ اپنے ذمہ اوڑھ لی یعنی خود ہی کافی ہوگیا اور بغیر کسی بڑی لڑائی کے کفار کو ہزیمت ہوئی اللہ تعالیٰ قوی بھی ہے غلبے والا بھی (۲۵) تفسیر صفحہ ہذا اور جن اہل کتاب نے ان مشرکوں کی مدد کی تھی اللہ نے ان کو انکے قلعوں کے نیچے اُتارا اور ان کے قلوب میں تمہارا ایسا رعب بٹھا دیا کہ ان میں سے تم بعض کو قتل کرنے لگے اور بعض کو تم نے قیدی بنا لیا: یہ اشارہ ہے بنو قریظہ کی طرف۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب احزاب سے واپس تشریف لائے تو آپ جبرئیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہتھیار کھول ڈالے اور آپ نے ہتھیار رکھدیے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے آپؐ اس وقت حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس تھے اور وہ آپ کا سر دھلا رہی تھیں آپ نے سنکر فرمایا جبرئیلؑ ملائکہ کس طرف کا قصد رکھتے ہیں بولے جبرئیلؑ نے عرض کیا قریظہ کا قصد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اٹھ۔ اور قریظہ کی طرف چلو چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرا دیا اور مسلمانوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سرپرستی میں قریظہ کی جانب روانہ کیا۔ بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے۔ چنانچہ قریظہ کے کنوئیں کے پاس آپ نے پڑاؤ کیا قریظہ کے یہودی قلعوں کے دروازے بند کر لئے۔

(باقی ۶۷۳ پر)

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ

اور جن اہل کتاب نے ان مشرکین کی مدد کی تھی خدا نے اُن کو اُن کے قلعوں سے

صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا

نیچے اُتار دیا اور اُن کے دلوں میں تمہارا ایسا رعب بیٹھا دیا کہ بعض کو تم

تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ

قتل کرنے لگے اور بعض کو تم نے قیدی بنا لیا۔ اور تم کو اُن کی زمین کا اور

وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ

اُن کے گھروں اور انکے مالوں کا مالک بنا دیا اور اس زمین کا بھی تم کو مالک بنا دیا جس پر تم نے قدم بھی نہ رکھے تھے اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ

ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

اگر تم دنیا کی زندگی اور اس زندگی کی رونق اور ساز و سامان چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو

اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ

کچھ مال و متاع دیدوں اور تم کو خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ کو

تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ

اور اُس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے

اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ

نیک کردار بیویوں کیلئے بہت بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔ اے نبی کی عورتو

مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا

تم میں سے جو عورت صریح ناپسندیدہ فعل کا ارتکاب کرے گی تو ایسی عورت کو

الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

دوہری سزا دی جائے گی اور یہ دوہری سزا دینا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے

بقیہ صفحہ ۶۴۵

یعنی تین سال سے لیکر نو سال کے اندر اندر اللہ تعالےٰ ہی کو پہلے بھی اختیار ہے اور بعد بھی اسی کے ہاتھ اختیار ہے اور اس دن مسلمان اس پیشین گوئی کے پورا ہونے سے بہت خوش ہوں گے۔ (۴) غلبہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتا ہے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی ہے بڑا زبردست نہایت رحم والا ٭ پُرانے زمانے میں یہ دو بڑی حکومتیں تھیں ایک فارس اور ایک روم۔ یہاں کے بادشاہ کا لقب کسریٰ تھا اور روم کے بادشاہ کا قیصر۔ قیصر کی حکومت اہل کتاب کے قبضے میں تھی اور کسریٰ یعنی فارس کی حکومت زرتشتی حکومت کہلاتی تھی جو پہلے تو شاید کسی پیغمبر کو مانتی تھی پھر بگڑ کر آتش پرست ہو گئی تھی اور مجوس کی حکومت کہلاتی تھی۔ ان دونوں حکومتوں میں باہمی جنگ بھی ہو جایا کرتی تھی اور پُرانے زمانے سے دونوں حکومتوں میں عداوت چلی آتی تھی اور اس عداوت کا مظاہرہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ جب ملک عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور اسلام کا ظہور ہوا تو شاید آپ کی بعثت کو پانچواں یا نواں سال تھا علی اختلاف الروایات۔ تو ان دونوں حکومتوں میں پھر باہمی چپقلش ہو گئی۔ اب چونکہ عرب میں لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اور قدرتی طور پر مسلمانوں کی ہمدردی اہل کتاب کے ساتھ اور کفار عرب کی ہمدردی آتش پرستوں کے ساتھ قائم ہو گئی تھی۔ جب یہ چپقلش ہوئی تو شاہ فارس نے شہر یار کو اور فرخان کو جو پرویز کے بڑے معتمد تھے ان دونوں کو ایک جرار لشکر دیکر بھیجا اور رومیوں پر حملہ کر دیا یہ حملہ شرق اردن پر یا فلسطین پر ہوا یا اذرعات اور بصریٰ کے مابین ہوا بہر حال اُن علاقوں پر کیا جو قیصر کے قبضے میں تھے رومی شاید تیار نہ تھے ادھر شہر یار اور فرخان کا حملہ بہت سخت تھا رومی بھاگ نکلے اور روم کا بہت سا علاقہ اہل فارس کے قبضے میں آگیا۔ یہ خبر جب مکہ میں پہنچی تو منکرین مکہ نے اس خبر پر مسلمانوں کو طعنہ دینا شروع کیا کہ جس طرح رومیوں کو پرویز کی فوجوں نے شکست دی ہے اسی طرح ہم تم پر ایک دن غلبہ حاصل کریں گے اور مسلمان اس خبر سے فطرتاً غمگین ہوئے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور پیشین گوئی کی گئی کہ اس وقت رومی مغلوب ہو گئے لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر اہل روم اہل فارس پر غلبہ حاصل کریں گے۔ حالانکہ جس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ رومی پنپ جائیں گے اور پرویز کو ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑے گا اور جس طرح آج مشرک بغلیں بجا رہے ہیں اسی طرح اُس دن مسلمان خوش ہو رہے ہوں گے۔ ادنی الارض سے مراد علاقہ ہائے جنگ کا ملک عرب سے قریب ہونا ہے لله الامر کا مطلب یہ ہے کہ رومیوں کے مغلوب ہونے کے وقت بھی اختیار اللہ ہی کے پاس تھا اور مغلوب ہو جانے کے بعد بھی اختیار اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ یعنی ہر حال میں اختیار اللہ ہی کو ہے خواہ کسریٰ کے غلبہ سے پہلے یا غلبہ کے وقت یا غلبہ کے بعد۔ فی بضع سنین کا مطلب یہ ہے کہ تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر یہ غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اس پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین سے کہا کہ پرویز کا یہ غلبہ عارضی ہے تین سال کے اندر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ ابی بن خلف حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اس بات پر بہت بگڑا اور کہنے لگا غالب ہونے والا مغلوب ہرگز نہیں ہوگا۔ میں اس پر شرط کرنے کو تیار ہوں حضرت صدیقؓ بھی تیار ہو گئے اور دس دس اونٹوں پر شرط ہو گئی اگر تین سال میں رومی غالب نہ آئے تو صدیق دس اونٹ ابی بن خلف کو دیں گے اور اگر غالب آگئے تو ابی بن خلف دس اونٹ حضرت صدیق کو دے گا جب حضرت صدیقؓ نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ صدیق تم نے تین سال کی شرط کیوں لگائی بضع کا لفظ تو تین سے لے کر نو تک استعمال ہوتا ہے۔ تم شرط کی مدت بدلو اور اونٹوں کی تعداد بڑھا دو۔ چنانچہ حضرت صدیقؓ ابی ابن خلف کے پاس تشریف لائے اور شرط کی مدت بڑھا دی اور بجائے دس اونٹوں کے سو اونٹوں کی شرط مقرر کی گئی۔ اس وقت شاید ایسی شرط جائز ہو گی۔ اس شرط کے بعد حسن اتفاق سے جس سال بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی ان ہی دنوں میں رومیوں کو کسریٰ پر غلبہ حاصل ہلی اور رومیوں نے پوری تیاری سے حملہ کیا حضرت صدیق کو سو اونٹ ابی بن خلف نے شرط کے دیئے جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے خیرات کر دیئے اور سو کے سو اونٹ فقرا پر تقسیم کر دیئے۔ شاید اسی پر فرمایا ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللّٰہ۔ بعض حضرات نے جنگ بدر کی خوشی سے تفسیر کی اور بعض دونوں خوشیاں بتاتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی مدد ہر صورت میں شامل حال تھی ان کی مدد کے بغیر نہ رومیوں کو فتح حاصل ہو سکتی تھی نہ مسلمانوں کو بدر میں فتح نصیب ہو سکتی تھی۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے اور وہ بڑا زبردست اور بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں روم اور فارس کے بادشاہ ملک کی سرحد پر لڑتے تھے عرب سے لگتی زمین پر یعنی عراق پر کافر مکہ میں چاہتے کہ فارس جیتے مسلمان چاہتے کہ روم اہل کتاب کے واسطے خبریں جھوٹ اُڑتی تھیں حق تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ اب تو روم دب گئے پر کئی برس میں وے غالب ہوں گے دس برس سے کم میں اسی طرح واقع ہوا۔ پھر فرماتے ہیں کئی برس پیچھے پھر دونوں میں مقابلہ ہوا تو روم والے غالب ہوئے اور یہ خبر عرب میں پہنچی جس دن مسلمانوں کو جنگ بدر فتح ہوئی اور اُس کی خوشی تھی ۱۲ (۵) اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے ٭ یعنی وعدۂ الٰہی کے صدق کا یقین نہیں کرتے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بغیر ظاہر اسباب خدا پر بھروسہ نہیں رکھتے ۱۲ (۶)

بقیہ صفحہ ۶۵۰

اس پر چلنا وہی دین سچا ہے ان چیزوں کا بندوبست پیغمبروں کی زبان سے اللہ نے سکھا دیا ۱۲ (۳۰) تم سب اللہ کی طرف رجوع ہو کر فطرت الٰہی یعنی خدا داد صلاحیت کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا ٭ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر صحیح فطرت کی پیروی کرو اور دین فطرت کی مخالفت کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہو اور دین حق قبول کر کے نماز کی پابندی کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جانا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اصل دین پکڑو اس کی طرف رجوع ہو کر اگر صلاح دنیا کے واسطے یہ کام کئے تو دین درست نہ ہو ۱۲ خلاصہ یہ کہ دین کا کام دین ہی کی غرض سے ہو دین کے کام میں دنیا کی غرض شامل نہ کرو دنیا کو مقدم رکھو گے تو دین مجروح ہو جائے گا اس کا علاج انابت الی اللہ اور نماز ہے اس لئے ان کی توجہ دلائی۔ (۳۱) یہ اہل شرک وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور خود فرقہ فرقہ ہو گئے ٭ ہر فرقہ اُس طریقہ پر نازاں ہے جس کا وہ پابند ہے اور جو اُس کے پاس ہے اسی پر ریجھ رہا ہے ٭ یعنی دین حق تو ایک ہی ہے اور باطل بہت ہی ہیں انہوں نے دین حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی مختلف راہیں اختیار کر لیں ہر فرقہ کسی ایک باطل کو اختیار کر بیٹھا اب لطف یہ ہے کہ جو باطل اس کے پاس ہے اور جس کا وہ پابند ہے اسی پر ریجھ رہا ہے اور نازاں ہے۔ اب یہ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اگر دین حق پر رہتے تو تم ایک ہی گروہ رہتے (۳۲) آگے اسی صحیح فطرت کا اثر بتاتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اور جب لوگوں کو کوئی سختی اور تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے حقیقی رب اور پروردگار کی طرف رجوع ہو کر اس کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ رحمت اور مہربانی کا مزہ چکھا دیتا ہے تب ہی ان لوگوں میں سے ایک فریق اپنے پروردگار کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے ٭ یعنی جب کبھی لوگوں پر کوئی مصیبت آتی ہے خواہ وہ قحط ہو یا مرض ہو۔ یا کوئی بلا اور وبا ہو۔ یا سیلاب اور طوفان ہو تو معبود حقیقی کی طرف رجوع ہو کر اور متوجہ ہو کر اسی کو پکارتے ہیں اور یہی وہ فطرت الٰہی ہے جس پر ہر انسان پیدا ہوا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی مہر کا مزہ چکھا دیتا ہے یعنی وہ مصیبت دور ہو جاتی ہے اور ان کو نجات اور خلاصی مل جاتی ہے تب ہی ایک فریق شرک کی خباثت میں مبتلا ہو جاتا ہے یعنی بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بت پرستی کرنے لگتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جیسے بھلے کام ہر انسان کی جبلت پہچانتی ہے اللہ کی طرف رجوع ہونا بھی ہر ایک کی جبلت جانتی ہے ڈر کے وقت کھل جاتا ہے ۱۲ یعنی یہ تو معلوم ہوا کہ بھلے کام کی طرف رہنمائی کرنیوالی کوئی طاقت طبیعت انسانی میں موجود ہے پھر اسی طاقت سے روشنی کیوں نہیں حاصل کرتے (۳۳) جس کا انجام اور حاصل یہ ہوتا ہے کہ جو احسان ہم نے ان کے ساتھ کیا ہے اور جو آرام ان کو دیا ہے اس کی ناشکری اور کفران نعمت کریں سو اچھا چند روز اور فائدہ اٹھا لو اب عنقریب تم کو سب حال معلوم ہو جائے گا ٭ یعنی اس کا حاصل یہی ہے کہ کفران نعمت ان نعمتوں پر جو ہم نے عطا کی ہیں یعنی مصیبت لے گئے راحت عنایت فرما دی سو چند دن اس آرام و عیش کا اور فائدہ اٹھا لو مرنے کے بعد عذاب کے وقت سب معلوم ہو جائے گا (۳۴) کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی سند نازل کی ہے کہ وہ سند خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کو ان سے کہتی ہے ٭ یعنی کوئی کتاب ان پر ایسی نازل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا کرو

اور کسی کو اس کا شریک ٹھہراؤ مطلب یہ ہے کہ شرک پر ان کے پاس کوئی دلیل نقلی بھی نہیں اور عقل صحیح تو مانتی ہی نہیں جب ہی تو مصیبت میں خدا ہی کو پکارتے ہیں جب شرک کے لئے نہ دلیل عقلی نہ نقلی تو اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک باطل ہوا۔ (۳۵) اور ہم جب لوگوں کو اپنی نعمت سے لطف اندوز کر دیتے ہیں اور اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر نازاں ہو جاتے ہیں اور ریجھ جاتے ہیں اور اگر ان کے ان اعمال بد کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ پہلے کر چکے ہیں کوئی مصیبت ان پر آپڑتی ہے تو بس وہ لوگ ناامید ہو جاتے ہیں اور آس توڑ بیٹھتے ہیں ÷ یعنی یہ آیت بھی سابقہ مضمون واذا مس الناس کا تتمہ ہے مطلب یہ ہے کہ جب ہم اپنی رحمت اور مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو لوگ اترا جاتے ہیں اور ہماری نافرمانی پر کمربستہ ہو جاتے ہیں اور اگر سابقہ بداعمالی کے بدلے میں جو ان کے ہاتھوں ہو چکی ہے کوئی برائی ان کو پہنچ جاتی ہے تو ناامید ہو جاتے ہیں اور آس توڑ دیتے ہیں۔ یعنی عنایت کریں تو یہ غفلت اور فرح میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل پر شرک کرتے ہیں اور نافرمان بن جاتے ہیں اور اگر ان کے سابقہ اعمال بد کی پاداش میں کوئی مصیبت آپڑے تو ناامید ہو جاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں کہ فضل کے موقعہ پر بھی اسی کے ہو کر رہیں اور پاداش کے موقعہ پر بھی اسی سے التجا کریں ان کو تعلق مع اللہ حاصل ہی نہیں ظاہر یہ ہے کہ الناس سے مراد کافر ہیں ورنہ مسلمان کی یہ شان کہاں ؎

زندہ کنی عطائے تو — ور بکشی فدائے تو
ہر چہ کنی رضائے تو — دل شدہ مبتلائے تو

ومن احسن دینا ممن اسلم وجہہ اللہ۔

بقیہ صفحہ ۶۶۰

کہ جب وہ ٹھہرا وعدہ آجائے گا تو یہ تمام نظام ختم ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ (۲۹) عالم علوی کے یہ سب تصرفات اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ثابت اور حق ہے اور جن چیزوں کی یہ مشرک عبادت کرتے ہیں اور جن کو پکارتے ہیں وہ سراسر باطل اور لچر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے عالی شان اور سب سے بڑا ہے ÷ یعنی وہی حق اور واجب الوجود ہے اور جن چیزوں کو اس کی الوہیت میں شریک کیا جا رہا ہے وہ سراسر ہیچ اور لچر ہیں اور ان تمام تصرفات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہی سب سے بلند اور بڑا ہے آگے اور اس کی توحید اور اس کی قدرت کی نشانیاں مذکور ہیں۔ (۳۰) اے مخاطب کیا تو نے توحید کی اس دلیل پر غور نہیں کیا کہ سمندر میں اللہ تعالیٰ ہی کی نعمت اور اس کے فضل ہی سے جہاز چلتے ہیں تاکہ وہ تم کو کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں مشاہدہ کرائے یقیناً اس امر مذکور یعنی جہاز رانی اور بحری سفر میں ہر صبر کرنے والے شکر بجالانے والے کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں ÷ یعنی یہ بات غور کرنے کی ہے کہ مسافروں سے اور مال سے بھرے ہوئے جہاز کس طرح سمندروں کو چیرتے پھاڑتے چلے جاتے ہیں اور یہ محض اللہ کے فضل اور اس کے احسانات سے کس طرح سودمند ہوتے ہو۔ یہ اس کی قدرت کی کتنی بڑی نشانی ہے۔ اس نے اس لئے یہ احسان کیا ہے تاکہ تم کو اپنی توحید اور اپنی قدرت کے دلائل سے روشناس کرائے۔ صبر کرنے والوں اور شکر بجالانے والوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا کہ جب جہاز کے سفر میں پانی کی طغیانی سے کچھ تکلیف ہوتی ہے تو صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں اور جب کنارے پر مع الخیر پہنچ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں۔ آگے کفران نعمت کرنے والوں کا ذکر فرمایا (۳۱) اور جب ان لوگوں پر دریا کی موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں اور بادلوں کی طرح ان کو ڈھانک لیتی ہیں تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ ہی پر خالص اعتقاد رکھ کر اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں اور اسی کی نری بندگی کا اعتقاد کر کے اس کو پکارتے ہیں پھر جب وہ اللہ تعالیٰ ان کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو کوئی ان میں سے راہ راست پر قائم رہتا اور بیچ کی چال اختیار کر لیتا ہے اور کوئی عہد شکنی کرتا ہے اور ہماری نشانیوں کا بس وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو عہد شکن قول کے جھوٹے اور ناسپاس ہیں ÷ یعنی سمندر میں جب طوفان آجائے اور موج بدلی کی طرح سائبان بن کر گھیرے ڈالے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کا اعتقاد کر کے خدا تعالیٰ کو پکارتے ہیں پھر جب ان کو نجات مل جاتی ہے اور خشکی پر آجاتے ہیں تو کوئی کوئی تو اپنے قول و قرار پر قائم رہتے ہوئے اعتدال کی راہ یعنی توحید پر قائم رہتا ہے اور کوئی کوئی قول و قرار سے پھر جاتا ہے اور ہماری نشانیوں کا انکار نہیں کیا کرتے مگر غدار عہد شکن قول کے جھوٹے کفران نعمت کے خوگر ایسا کیا کرتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ کوئی ہے بیچ کی چال پر یعنی وہ چال جو خوف کے وقت تھی سو وہ تو کسی کو نہیں رہتی مگر نرا بھول بھی نہ جاوے ایسے بھی کم ہیں نہیں تو اکثر منکر ہوتے ہیں قدرت سے اپنی تدبیر پر رکھتے ہیں یا کسی ارواح کی مدد پر ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ خوف کی حالت تو باقی نہیں رہتی البتہ کوئی عہد کو یاد رکھ کر توحید پر قائم رہتا ہے۔ اور اکثر غدر کرتے ہیں کشتی میں جو عہد کیا تھا اس کو توڑ دیا یہ مطلب ختار کا اور کنارے پر پہنچ کر شکر بجالانا تھا اس کی بجائے کفر کیا یہ مطلب ہے کفور کا۔ یہاں چونکہ مقتصد ختار کے مقابلے میں آیا ہے اس لئے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ توحید کا کم وبیش پابند رہتا ہے اور کفر کی طرف نہیں لوٹتا۔ اب آگے کشتی کے خوف سے زیادہ ایک خوف کا دن یاد دلاتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۶۶۷

حضورؐ نے زیدؓ کو اختیار دیدیا کہ اگر وہ جانا چاہیں تو چلے جائیں مگر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور شرف صحبت کو ترک کرنا گوارا نہ کیا آپ نے ان کو بیٹا اور متبنیٰ کر لیا اور ان کو آزاد کر دیا اور وہ زید بن محمد کہے جانے لگے۔ چونکہ قریش اپنی لڑکی کی شادی کسی ایسے شخص کے ساتھ کرنے میں عیب سمجھتے تھے جس کا باپ دادا یا وہ خود غلام رہا ہو۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کا نکاح زید بن محمدؐ سے کر کے کفر کی اس پرانی رسم کو توڑا جس کی وجہ سے قریش میں شادی کرنا کسی آزاد شدہ غلام سے ممنوع تھی۔ اور جب زید بن محمدؐ نے ایک عرصہ کے بعد ان کو طلاق دیدی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کی تالیف قلوب کے لئے خود ان سے شادی کر لی۔ اس پر بھی کفار نے اعتراض کیا اس کی تفصیل تین رکوع کے بعد آئے گی۔ بہرحال زمانۂ جاہلیت کی مختلف رسوم کا رد فرمادیا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ منکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کرتے تھے کہ اس شخص کے دو دل ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کفر کے وقت کوئی جورو کو ماں کہتا تو ساری عمر وہ اس سے جدا ہوتی اور کسی کو بیٹا کر بولتا تو سچا بیٹا ہو جاتا اللہ تعالیٰ نے دونو حکم بدل دیئے جورو کو ماں کہنا سورۂ قد سمع اللہ میں آدے گا اور لے پالک کا حکم آگے بیان ہے ان دو کے ساتھ تیسری بات بھی سنادی کہ ایسی باتیں کہنے کی بہتیری ہیں ان پر عمل نہیں ہو سکتا جیسے مستقل مرد کو کہتے ہیں اس کے دو دل ہیں چھاتی چیر کر دیکھو تو کسی کے دو دل نہیں ۱۲ غرض یہ تمہاری اپنے منہ کی بنائی باتیں ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں نہ کسی مرد کے سینے میں دو دل ہوتے ہیں اور نہ بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے سے بیوی ماں ہو جاتی ہے اور نہ کسی کو متبنیٰ کرنے سے وہ حقیقی بیٹا بن جاتا ہے۔ آگے حکم بیان کرتے ہیں کہ لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔ (۴) تم لوگ ان لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو یہی بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک راستی اور انصاف کی بات ہے پھر اگر تم ان لے پالکوں کے حقیقی باپوں کو نہ جانتے ہو اور ان سے واقف نہ ہو تو وہ تمہارے دین کے بھائی اور رفیق ہیں اور اس میں تم سے جو بھول چوک ہو جائے تو اس بھول چوک میں تم پر کوئی گناہ نہیں مگر ہاں جو دل سے قصد کر کے کرو تو مواخذہ ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ÷ چوک کا مطلب یہ ہے کہ اس حکم کے نزول سے پیشتر جو ہوتا رہا یا یہ کہ بھول سے کسی وقت زبان سے نکل گیا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی چوک کا گناہ تو کسی چیز میں نہیں اور ارادے کا ہے۔ اس میں بھی اللہ چاہے تو بخشے چوک یہ کہ منہ سے نکل گیا فلانے کا بیٹا فلانا ۱۲ دین کے بھائی اور دوست فرمایا اگر تم کو ان کے واقعی اور حقیقی باپوں کا نام نہ معلوم ہو تو بھائی کہو یا مولیٰ کہہ کر پکارو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں زید بن حارثہ کو لوگ زید ابن محمدؐ کہا کرتے تھے اس آیت کے بعد ان کو پھر زید بن حارثہ کہا جانے لگا اور زید کو حضورؐ کی طرف منسوب کرنا چھوڑ دیا۔ حدیث میں آتا ہے جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو اپنا باپ بتائے اور اپنے کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے تو اس پر جنت حرام ہے۔ (۵) نبی مسلمانوں کے ساتھ خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ تعلق اور لگاؤ رکھتا ہے۔ اور نبی امور مسلمین میں تصرف کرنے کے بارے میں خود ان مسلمانوں کے نفسوں اور ان کی جانوں سے لائق تر ہے اور پیغمبر کی بیویاں ان مسلمانوں کی مائیں ہیں اور کتاب اللہ اور حکم شرعی کی رو سے رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں باعتبار دوسرے مومنین

اور مہاجرین کے الا یہ کہ تم اپنے دوستوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی سلوک اور بھلائی کرنا چاہو تو کر سکتے ہو یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تھا۔ اولی کا ترجمہ احری۔ اجدر، الیق سے کیا ہے یعنی سزاوار تر۔ مسلمانوں کو بتایا کہ تمہارے نفوس کے مقابلے میں پیغمبر واجب الاطاعت اور واجب التعظیم ہے۔ نفس تو انسان کو کبھی ہلاکت اور تباہی کی طرف لے جاتا ہے لیکن پیغمبر کی ہر بات انسان کی فوز و نجات کے لئے ہوتی ہے اس لئے پیغمبر کی اطاعت مطلقاً اور آپ کی تعظیم بدرجۂ کمال واجب ہے نفس کی دعوت کے مقابلے میں پیغمبر کی دعوت کا قبول کرنا مقدم اور فرض ہے حدیث میں ہے مامن مومن الا وانا اولی بہ فی الدنیا والاخرۃ من انفسھم ومن اباءھم یعنی کوئی مومن نہیں مگر یہ کہ اس کے لئے میں اس کی جان سے اور اس کے باپ سے اس پر زیادہ شفقت کرنیوالا ہوں۔ کمال ایمان آپ کی محبت پر موقوف ہے جبتک کسی مومن کو آپ سے اپنی اولاد اور ماں باپ سے بلکہ سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو تب تک اسکے ایمان کے کامل ہونے کی شکل نہیں۔ جیسا کہ لا یومن احدکم روایت سے ظاہر ہے چونکہ آپ کو ابوۃ معنوی حاصل ہے اس لئے فرمایا کہ پیغمبر کی ازواج مسلمانوں کی مائیں ہیں اور یہ ابوۃ معنوی تمام انبیاء کو اپنی اُمم پر حاصل ہے کما قال مجاھد مصحف ابی اور قرأۃ ابن مسعود میں یہ الفاظ وارد ہیں وھواب لھم وازواجہ امھاتھم بہر حال بحث کو مختصر کرتے ہوئے گذارش ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو ہر اعتبار سے ابوۃ حاصل ہے اور آپ کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سے ان کی تعظیم کی بنا پر کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یا طلاق کے بعد بھی نکاح نہیں کر سکتا ہے جیسا کہ اسی سورت میں اس کی تصریح موجود ہے اور چونکہ ان ازواج مطہرات کا مائیں ہونا ان کی تعظیم اور جلالت شان کے اعتبار سے ہے اس لئے نکاح میں تحریم فرمائی باقی امور میں اُمومیت ثابت نہیں ہے مثلاً وراثہ اور حجاب وغیرہ تو اب ان کی بیٹیوں کو مسلمانوں کی بہنیں اور ازواج مطہرات کے بھائی بہنوں کو مسلمانوں کے ماموں یا خالائیں نہیں کہنا ہوگا بعض حضرات کا اس میں اختلاف ہے کہ ازواج مطہرات صرف مردوں کی مائیں ہیں یا مسلمان عورتوں کی بھی مائیں ہیں اس میں صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب مائیں کہنے سے اصل تحریم نکاح ہے اور دوسرے امور میں اُمومیت نہیں ہے اور عورتوں میں نکاح کی صلاحیت نہیں تو یہ اُمومیت صرف مردوں کے لئے ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے ایک قول بھی مروی ہے وہ فرماتی ہیں انا ام رجالکم لا ام نسائکم یعنی میں تمہارے مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں بعض علما مسلمان عورتوں اور مسلمان مردوں دونوں کی امومیت کے قائل ہیں واللہ اعلم آیت کے آخری حصے میں مہاجرینؓ اور انصار کے بھائی چارے اور مواخات کے سلسلے میں جو ورثہ جاری فرمایا تھا اس کو بتایا کہ وہ عارضی چیز تھی اور لوح محفوظ میں ایک وقت خاص اس کا مقرر تھا وہ وقت پورا ہو گیا لہذا مرنے والے کے ورثے کے حق دار میت کے اہل قرابت ہیں اور آئندہ سے صرف مرنے والے کے اہل قرابت ہی کو ورثہ ملے گا اور جو حصوں کی مقدار سورۂ نساء میں گذر چکی ہے اس کے موافق حصہ رسدی ہر اہل قرابت کو دیا جائے گا۔

بقیہ صفحہ ۶۶۸

کہتے ہیں اور جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اس احسان کا ذکر فرمایا اور غزوۂ احزاب کی بھی تھوڑی سی تفصیل بیان فرمائی اور منافقوں نے جو سو قیانہ حرکات اس جنگ میں انجام دیں اور پارٹ ادا کیا اس کو طشت از بام کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴ھ ہجری میں یہود بنی نضیر کو ان کی ناشائستہ حرکات پر جلا وطن کر دیا تھا اور مدینہ سے نکال دیا تھا ان جلا وطن لوگوں نے کفار عرب میں حضور کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں اور حیی ابن اخطب یہودی سردار نے اس میں نمایاں حصہ لیا۔ اور ہر قوم میں پھرا یہاں تک کہ قریش، فزارہ، غطفان اور بنی قریظہ کو مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے آمادہ کر لیا اور تقریباً بارہ ہزار کفار کا لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس ہجوم کی اطلاع ملی تو آپ اپنے ہمراہی جن کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی مدینہ سے باہر سلع پہاڑ کے دامن میں قیام پذیر ہوئے حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا کہ مدینہ کی حفاظت کے لئے مدینہ کے چاروں طرف خندق کھودی جائے ہم اہل فارس جنگ کے موقع پر ایسا ہی کیا کرتے تھے چنانچہ ان کی رائے پسند کی گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مجاہدین کو زمین کھودنے کا حکم دیا اور زمین کے حصے مختلف لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ مجاہدین نے خندق کھودنی شروع کر دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مٹی کی ٹوکریاں نکال رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ اے اللہ عیش اور زندگی تو آخرت ہی کی زندگی اور آخرت ہی کا عیش ہے پس آپ مہاجر اور انصار کو بخش دیجئے۔ آخر کار کفار کا یہ لشکر جس کی اوس ہزار تھی مدینہ پہنچ گیا۔ اور عیینہ جو غطفانی فوج کا سردار تھا اپنی فوج لیکر جانب شرق کی وادی میں ٹھہرا اور ابو سفیانؓ نے اپنے لشکر کو جانب غرب کی وادی میں ٹھہرایا۔ بہرحال کفار کا یہ لشکر تقریباً ایک ماہ پڑا رہا۔ کوئی خاص مقابلہ نہیں ہوا البتہ کبھی کبھی آپس میں کچھ جھڑپیں ہو جاتی تھیں کبھی پتھراؤ ہو جاتا تھا کبھی کبھی تیر چلتے تھے۔ بہرحال کوئی بڑا معرکہ نہیں ہوا مسلمان اگرچہ ثابت قدم رہے لیکن کفار کی زیادتی اور ان کے جنگ جویانہ رویہ سے خائف ضرور تھے۔ ایک موقعہ پر مسلمانوں کا خیال ہوا کہ باہم صلح سے یہ خطرہ ٹلا دیا جائے لیکن سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے اتفاق نہیں کیا اور صلح کا خیال ترک کر دیا حسن اتفاق سے اسی حالت میں نعیم بن مسعود غطفانی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اظہار کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے اسلام قبول کرنے کی کسی کو اطلاع نہیں ہے اگر آپ اس حالت میں کوئی خدمت مجھ سے لینا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا نعیم اس وقت بڑا کام یہ ہے کہ دشمنوں میں باہم تفریق ہو جائے اور ان کے پاؤں اکھڑ جائیں اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ ختم ہو جائے کیونکہ لڑائی تو داؤں کا نام ہے اگر تم ایسا کوئی داؤں کر سکو تو یہ وقت کا بڑا کام ہے۔ چنانچہ نعیم بن مسعودؓ تشریف لے گئے اور انہوں نے وعدہ کیا کہ میں تدبیر کرتا ہوں اگر اللہ تعالےٰ نے کامیاب فرمایا تو انشاء اللہ میری تدبیر کامیاب ہوگی۔ چنانچہ نعیم بنی قریظہ کے یہود کے پاس آیا اور ان سے باتیں کرتے ہوئے اس نے کہا تم جانتے ہو میں تمہارا آدمی ہوں ایک بات کہتا ہوں یہ قریش اور غطفانی جو تمہارے ہمراہ لڑنے کے لئے ہیں ان کے اموال اور ان کی اولاد یہاں سے بہت دور ہیں اگر جنگ میں شکست ہو گئی تو ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور ان کی اولاد اور ان کے اموال محفوظ رہیں گے بخلاف تمہارے کہ تم مدینہ کے قریب رہتے ہو تم کس طرح محفوظ رہ سکتے ہو اگر شکست ہوئی یا قریش نے اور غطفان نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا تو تمہارے پاس انکی طرف سے کیا ضمانت ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ تم اس وقت تک ان کے ساتھی ہو کر نہ لڑو جس وقت تک ان کے اشراف اور سرداروں میں سے کسی ایک کو اپنے پاس ضمانت کے طور پر رہن نہ رکھ لو۔ بنی قریظہ کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور نعیم کی خیر خواہی کا اعتراف بھی کیا پھر نعیم قریش کے پاس گیا اور ان سے اس نے باتوں باتوں میں کہا کہ دیکھو میں تمہارا خیر خواہ ہوں ایک بات تم سے کہتا ہوں بشرطیکہ تم اس کو پوشیدہ رکھو۔ قریش نے وعدہ کیا۔ اس پر نعیم نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی قریظہ نے اپنی عہد شکنی پر ندامت کا اظہار کیا ہے اور محمدؐ سے کہلا بھیجا ہے کہ اے محمدؐ اگر تم کہو تو ہم تم کو قریش اور غطفان کے ایک ایک دو دو اشراف اور سردار بھیج دیں ان کو قتل کر ڈالو اور ہماری عہد شکنی کو در گذر کر دو تو ہم تمہارے ساتھ ہو کر جنگ کریں اور محمدؐ نے اس کو قبول کر لیا ہے سو اگر تم سے بنی قریظہ والے ضمانت کا نام لے کر کچھ آدمی طلب کریں تو تم ان کو نہ دینا اور انکار کر دینا۔ پھر نعیم غطفان کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی کہا چنانچہ نعیم کی یہ تدبیر کارگر ہوئی چنانچہ جب قریش اور غطفان نے یہود سے حملہ کرنے اور جنگ کرنے کا تقاضا کیا تو انہوں نے بطور ضمانت اشراف کو طلب کیا۔ قریش اور غطفان نے انکار کیا اور آپس میں بات بڑھ گئی آخر ہفتہ کی رات کو ان پر پُروا ہوا کا عذاب آیا اور ٹھنڈی ہوا نے ان کو آلیا تمام خیمے اُلٹ گئے حتی کہ چولھوں پر جو ہانڈیاں چڑھی تھیں وہ بھی الٹ گئیں گھوڑوں کی میخیں اور کھونٹے اکھڑ گئے غرض کہ کفار کے تمام لشکر میں افراتفری پڑ گئی اس حالت پر ملائکۃ اللہ نے تکبیر بلند کی۔ ابو سفیان نے چیخ کر کہا اے قریش اب اگر تم ٹھہرے تو صبح تک ہلاک ہو جاؤ گے یہ ہوا تم کو چھوڑے گی نہیں اور میں جاتا ہوں۔ چنانچہ ابو سفیان اونٹ پر چڑھ کر بھاگا اور تمام کفار تتر بتر ہو گئے والحمد للہ علی ذلک حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہجرت سے چوتھے برس یہود بنی نضیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے

سورۂ حشر میں آوے گا ہر قوم میں پھرے اور قریش کو اور فزارہ کو اور غطفان کو اور بنی قریظہ کو جو مدینہ کے پاس تھے جمع کرکے حضرتؐ پر چڑھالائے بارہ ہزار آدمی مسلمان کم تھے تین ہزار مدینہ سے باہر لشکر پڑا خندق کھودلی جب فوجیں آئیں دور دور سے لڑتے رہے قریب ایک مہینے تک پھر اللہ نے ایک پُروا باد بھیجی تند کافروں کی آگیں بجھ گئیں بھوکے رہے اور خیمے گر پڑے گھوڑے چھوٹ گئے سب لشکر برباد ہوا لاچار اٹھ کر چلے گئے یہ جنگ احزاب کہلاتی ہے اور جنگ خندق بھی جاڑے کے موسم میں اناج کی تنگی لڑائی لڑتے خندق کھودتے اور گرد سب مخالف اس میں منافق دل کی باتیں بولنے لگے اور مومن ثابت قدم رہے اس جنگ میں حضرتؐ نے فرمایا اب سے ہم جاویں گے کفار پر وے ہم پر نہ آویں گے وہی ہوا ۱۲ صحابۂ کرام نے خندق چھ روز میں کھودی تھی۔ بہر حال یہ مختصر سا خاکہ تھا جنگ احزاب کا جو ہم نے عرض کر دیا وجنود الم تروها سے مراد ملائکہ ہیں جو عام طور پر نظر نہ آتے تھے اگرچہ بعض صحابہ نے ان کو بہ شکل انسانی بھی دیکھا تھا ان فرشتوں نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا البتہ ان کے آنے کا یہ فائدہ ہوا کہ کفار کے قلوب مرعوب ہوگئے اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ تعالیٰ ان اعمال کو دیکھ رہا تھا یعنی اتنے بڑے ہجوم کے مقابلے میں باوجود اقلیت کے تمہارا استقلال، خندق کی صرف چھ روز میں تکمیل وغیرہ۔ (۹) یہ امداد و اعانت اُس وقت ہوئی جب کہ مخالفین کا لشکر تم پر تمہارے اوپر کی جانب سے اور تمہارے نیچے یعنی نشیب کی جانب سے چڑھ آیا تھا اور یہ لوگ تم تک پہنچ چکے تھے اور جب کہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں اور دل حلق میں چلے آرہے تھے اور کلیجے منہ کو آرہے تھے اور تم لوگ اللہ تعالیٰ پر طرح طرح کے گمان کر رہے تھے اور خیالات باندھ رہے تھے ؞ یعنی کثرت اعدا کی وجہ سے پریشانی اور اسیمگی مسلمانوں میں بہت تھی اور طبعی طور پر مختلف خیالات اور وساوس کی قلوب آماجگاہ بنے ہوئے تھے کیونکہ نتائج کا کوئی علم نہ تھا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اوپرسے اور نیچے سے لیعنی مدینہ کی شرقی طرف سے جو اونچی ہے اور غربی طرف سے جو نیچی ہے اور آنکھیں ڈگنے لگیں لوگوں کی یعنی تیور بدلنے لگے دوستی جتانے والے لگے آنکھیں چرانے اور دل پہنچے گلوں تک دھڑک دھڑک کرتے ڈرسے اور کی گئیں اٹکلیں مسلمانوں نے سمجھا کہ اب کے اور سخت آزمائش آئی اور کچے ایمان والوں نے سمجھا کہ اب کی بار نہ بچیں گے ۱۲ (۱۰) اس موقع پر ایمان والوں کی آزمائش کی گئی اور وہ نہایت سختی کے ساتھ جھڑجھڑائے گئے ؞ یعنی سخت ابتلا میں مبتلا ہوئے اور سخت زلزلے میں ڈالے گئے۔ زلزل فرمایا جنگ اور جنگ کی پریشانیوں کو۔

بقیہ صفحہ ۶۷۲

مسلمانوں کا محاصرہ پورے پچیس دن جاری رہا جب بنو قریظہ بہت تنگ ہوئے تو ابی لبابہ کو بیچ میں ڈالا ابولبابہ کا ذکر سورۂ انفال میں گذر چکا ہے کہ انہوں نے مشورہ تو یہود کو اترنے اور اپنے کو مسلمانوں کے حوالے کرنے کا دیا لیکن ساتھ ہی ہاتھ سے اشارہ بھی کر دیا کہ تم سب ذبح کئے جاؤگے پھر وہ اپنی اس خیانت پر نادم ہوئے اور اپنے کو ستون سے باندھ دیا بالآخر ان کی توبہ نازل ہوئی اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جاکر کھولا۔ ابولبابہ کے بعد حضرت سعد ابن معاذؓ کے حکم پر اترے چونکہ ان لوگوں نے غدر کیا تھا اور عہد شکنی کی تھی اور احزاب میں کفار سے مل کر مدینہ پر فوج کشی کی تھی لہٰذا ان کے نوجوانوں کو سب کو قتل کیا گیا اور ان کی بیوی اور بچوں کو قیدی بنا لیا گیا اور ان کے اموال مسلمانوں میں خمس نکالنے کے بعد تقسیم کر دیئے گئے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا گیا اور یہ معرکہ اس طرح سر ہوا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ یہود تھے بنی قریظہ نزدیک مدینہ کے رہتے تھے پہلے حضرتؐ سے صلح رکھتے تھے اس ہنگامے میں پھر گئے۔ اس لڑائی سے فارغ ہوئے کہ جبریلؑ حکم لائے ان کو جا گھیرا چوبیس دن گھیر کر تھکے راضی ہوئے کہ ہم نکلتے ہیں جو ہمارے حق میں سعد بن معاذؓ کہے سو قبول رکھو حضرتؐ نے قبول کیا، سعدؓ نے یہی حکم دیا جوانوں کے قتل کرنے کا اور عورتوں اور لڑکوں کو بندی لینے کا خدا اور رسول کی مرضی یہی تھی اور ان کی بدعہدی کی سزا ۱۲ (۲۶) اور تم کو ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا مالک بنا دیا اور اُس زمین کا بھی تم کو مالک بنا دیا جس پر تم نے قدم بھی نہ رکھے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے ؞ جن چیزوں کا قریظہ میں مالک بنایا اور آئندہ کے لئے بھی خیبر فتح کی کا مژدہ سنایا۔ ہوسکتا ہے کہ فارس اور روم کی فتح کی طرف اشارہ ہو یا قیامت تک جو علاقے بھی مسلمان فتح کریں گے ان کی پیشین گوئی اور بشارت ہو کیونکہ ارضا لم تطؤها کے لفظ میں عموم بہت زیادہ ہے اس لئے عموماً فتوحات مستقبلہ کی جانب اور خصوصاً خیبر کی طرف اشارہ ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ زمین مدینہ کے نزدیک ہاتھ لگی حضرت نے مہاجرین کو بانٹی ان کو گذران کا ٹھکانا ہوگیا اور دوسری زمین سے مراد ہے زمین خیبر کی دو برس کے پیچھے ان یہود سے وہ ہاتھ لگی اس سے حضرت کے سب اصحاب آسودہ ہوگئے ۱۲ (۲۷) اے نبی آپ اپنی ازواج یعنی بیویوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی کا عیش اور اس زندگی کی بہار اور ساز و سامان چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع دیدوں اور تم کو خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کردوں ؞ مال و متاع شاید اس سے وہ جوڑا مراد ہو جو مطلقہ عورت کو دیا جاتا ہے خیبر کی فتح کے بعد جیسا کہ ہم نے کہا مسلمان کچھ آسودہ اور مرفہ الحال ہوگئے تھے ازواج مطہرات نے متفقہ طور پر نان و نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کر دیا ازواج مطہرات کی تعداد اس وقت نو تھی عائشہ بنت ابوبکر، حفصہ بنت عمر، ام حبیبہ بنت ابوسفیان، ام سلمہ بنت امیہ، سودہ بنت زمعہ، زینب بنت جحش، میمونہ بنت حارث، صفیہ بنت حیی بن اخطب، جویریہ بنت حارث۔ ان میں سے پہلی پانچ قریشی ہیں، چھٹی اسدیہ ہیں، ساتویں ہلالیہ، آٹھویں خیبر کی، نویں مصطلقیہ ہیں جب یہ مطالبہ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوئے اور آپ نے ایک ماہ کے لئے سب سے علیحدگی اختیار کرلی اور قسم کھالی کہ ایک ماہ تک گھر میں نہ جاؤں گا۔ لوگوں میں مختلف چرچے ہونے لگے کوئی کہتا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی کوئی کہتا علیحدگی اختیار فرمائی ہے۔ ان افواہوں سے حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما بہت پریشان تھے گھر میں اپنی اپنی لڑکیوں کو دھمکاتے تھے کہ تم نے یہ کیا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی گھر میں تشریف نہ لے جاتے تھے صرف مسجد کے برابر جو بالاخانہ تھا اس پر قیام فرماتے کسی کو اوپر جانے کی اجازت نہ تھی آخر صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے اجازت طلب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اجازت دی جب یہ بالاخانے پر گئے تو حضرت عمر نے سرکار کی توجہ منتقل کرنے کی غرض سے کہا یا رسول اللہ اگر میری بیوی خارجہ مجھ سے میری حیثیت سے زیادہ نفقہ طلب کرتی تو میں اس کو خوب مارتا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا دیکھو یہ میرے گرد بیٹھی ہیں اور مجھ سے وہ چیز طلب کرتی ہیں جس کے دینے کی مجھ کو مقدرت نہیں ہے۔ اس پر حضرت صدیق نے عائشہ کو اور حضرت عمر فاروق نے حفصہ کو اٹھ کر مارنا شروع کیا اور ان سے کہا تم کیوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز طلب کرتی ہو جس کو ادا کرنے کی آپ مقدرت نہیں رکھتے تب ازواج نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ ہم کبھی ایسی کوئی چیز حضور سے طلب نہیں کریں گے جو آپ کے پاس نہ ہو۔ اسی واقعہ میں یہ آیت تخییر نازل ہوئی۔ (۲۸) اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور دار آخرت یعنی پچھلے گھر کا ارادہ رکھتی ہو اور چاہتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک کردار اور نکوکار بیویوں کے لئے بہت بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے ؞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت کی ازواج نے دیکھا کہ لوگ آسودہ ہوئے چاہا ہم بھی آسودہ ہوں بعضوں نے بول چال کی حضرت نے قسم کھائی کہ ایک مہینے گھر میں نہ جاویں پھر مہینے کے بعد یہ آیت اتری حضرت گھر میں آئے اول حضرت عائشہؓ سے کہا انہوں نے اللہ اور رسول کی مرضی اختیار کی پھر اسی طرح سب! حضرت کے ہاں ہمیشہ فقر و فاقہ تھا اپنے اختیار سے جو آتا تھا شتاب اٹھا ڈالتے تھے پھر قرض لینا پڑتا تھا یہ جو فرمایا کہ جو نیکی پر ہیں ان کو بڑا نیگ ہے حضرت کی ازواج سب نیک ہی رہیں الطیبات للطیبین مگر حق تعالیٰ صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیتا تاکہ نڈر نہ ہو جاویں خاتمہ کا ڈر لگا رہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو آپ نے حضرت عائشہؓ کو بلا کر سنائیں اور ان سے فرمایا کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کرکے جواب دو حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس میں مشورے کی کیا ضرورت ہے میں تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کو چونکہ سب ازواج تفقہ اور سمجھ میں اپنے سے فائق خیال کرتی تھیں اور اسی دینی تفقہ کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت اور طبعی میلان زیادہ تھا تمام

باقی بیویوں نے بھی وہی کہا جو حضرت عائشہؓ نے فرمایا　آپ کو جس فعل سے پریشانی ہو، دوہری سزا یعنی اس
تھا اگرچہ حضرت عائشہؓ نے اپنے فیصلے کو مخفی رکھنے کی　فعل کی سزا جتنی کسی اور کو ملتی اس سے دوچند تم کو دی جائیگی
کوشش کی بہرحال یہ قضیہ ختم ہوا آگے کی آیتوں میں　اور سزا کا دوچند کر دینا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔
ازواج مطہرات کو مزید ہدایت فرمائی۔ (۲۹) اے نبی　تمہاری عظمت اور پیغمبر کی زوجہ ہونا اس کے لئے
کی عورتو! تم میں سے جو عورت صریح ناپسندیدہ فعل کا　مانع نہیں۔ ازواج مطہرات کی شرافت، برتری اور
ارتکاب کرے گی تو ایسی عورت کو دگنی اور دوہری　بزرگی پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ جس طرح عالم کی
سزا دی جائے گی اور یہ دوہری سزا دینا اللہ تعالےٰ پر　سزا جاہل سے زیادہ اور آزاد کی سزا غلام سے زیادہ
آسان ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی　یہاں سزا کی زیادتی اسی طرح سمجھنی چاہیے۔ یہ مرتبہ
عنہ نے فاحشۃ مبینۃ کی تفسیر میں نشوز اور سوء خلق فرمایا ہے　ازواج کا اس نسبت زوجیت کی بنا پر ہے جو ان کو
مطلب یہ ہے کہ کسی ایسی حرکت کا ارتکاب جو نبی کریم　نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منکوحہ ہونے سے
صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی اور تنگی کی موجب ہو اور　حاصل ہوا۔

وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ
اور جو عورت تم میں سے اللہ کی اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک اعمال
صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا
کرتی رہے گی تو ہم اُس کو اُس کا اجر بھی دوہرا دیں گے۔ اور ہم نے ایسی عورت کے لیے باعزت
كَرِيمًا ﴿٣١﴾ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ
روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو بشرطیکہ
اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ
تم تقوے کی پابند رہو سو تم غیر مردوں سے لچک کیساتھ بات نہ کیا کرو کہیں ایسا نہو کہ وہ شخص جس کے قلب میں
مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا
خرابی ہو کوئی غلط خیال قائم کر بیٹھے اور معقول و جچی تلی بات کیا کرو۔ اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور گزشتہ
تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ
دورِ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔ اور تم نماز کی پابند رہو
وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ
اور زکوٰۃ ادا کرتی رہو اور اللہ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو اے پیغمبر کے گھر والو! اللہ یہ چاہتا ہے
اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
کہ تم سے ہر قسم کی آلودگی کو دور رکھے اور تم کو خوب پاک
تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ
صاف رکھے۔ اور جن آیاتِ الٰہی اور حکمت کی باتوں کا تمہارے گھروں میں تذکرہ اور چرچا رہتا ہے
وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ
ان کو یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا راز داں بڑا باخبر ہے۔ بلاشبہ احکامِ اسلامی کی تعمیل کرنیوالے مرد اور
وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَ
احکامِ اسلامی کو بجالانیوالی عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور

اور جو عورت تم میں سے اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک اعمال کرتی رہے گی تو ہم اُس کو اس کا بھی دُو مرتبہ یعنی دوھرا اجر دیں گے اور مزید برآں ہم نے اُس عورت کے لئے خاص اور باعزت روزی تیار کر رکھی ہے ؛ یعنی تم کو جو نبی کی زوجیت کا شرف حاصل ہے اس کی بنا پر وزر بھی اور اجر بھی دوھرا۔ اور ظاہر ہے کہ ان کا نشوز جس طرح اذیت پیغمبر کا موجب ہے اسی طرح ان کی خدمت اور اطاعت آپ کی راحت کا سبب ہوگی۔ تو پیغمبر کے ستانے کا جس طرح عذاب زیادہ اسی طرح آپ کو راحت اور آرام پہونچانے کا ثواب زیادہ دوہرے کا مطلب دی کہ جتنا اس فعل کا ثواب کسی اور کو ملے اس سے دُگنا انکو ملے رزق کریم سے مُراد جنت ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ بڑے درجے کو لازم ہے نیکی کا ثواب دونا اور بُرائی کا عذاب دونا پیغمبر کو بھی فرمایا لاذقناك ضعف الحيٰوة ۱۲ یہ آیت سورۂ بنی اسرائیل میں گزر چکی ہے اور وہاں ہم نے ایک ہلکا سا اشارہ بھی کر دیا ہے (۳۱) اے نبی کی عورتو! تم عام اور معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو بشرطیکہ تم پرہیزگاری اور تقوے کی پابند ہو سو تم نامحرم مَردوں سے نزاکت اور لچک کے ساتھ بات نہ کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شخص جس کے قلب میں کوئی روگ اور خرابی ہے وہ کوئی غلط اور فاسد خیال قائم کرے اور معقول اور جچی تلی بات کہا کرو ؛ اس آیت میں ازواجِ مطہرات کی امتیازی شان کا ذکر ہے کہ اگر تم تقوے اور پرہیزگاری پر قائم رہو تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ پھر ادب تعلیم کیا کہ نامحرم مردوں سے بات کرتے وقت نرمی اور لوچ نہ برتا کرو کیونکہ نزاکت کیساتھ بات کرنے میں بلاوجہ روگی اور مریض دلوں میں خیالاتِ فاسدہ اور بُری قسم کا لالچ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے بات جو کرد وہ معقول اور جچی تلی ہو جیسے ماں بیٹے سے کرتی ہے گفتگو کا انداز سخت اور درشت ہو تو یہ اُس کلام سے بہتر ہے جس میں لین اور لوچ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ ایک ادب سکھایا کہ کسی مَرد سے بات کہو تو اس طرح کہو جیسے ماں کہے بیٹوں کو ۱۲ جب ازواجِ مطہرات کو یہ حکم ہوا تو اس پر اُمت کی عام عورتوں کو کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے یہ خود سوچنے کی بات ہے (۳۲) اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور قدیم زمانۂ جاہلیت کی طرح مت پھرو اور گذشتہ دورِ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو اور تم نماز کی پابند رہو اور زکوٰۃ ادا کرتی رہو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتی رہو اے پیغمبر کے گھر والو اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلودگی اور گندی باتیں دور رکھے اور تم کو خوب پاک صاف رکھے ؛ یعنی ازواجِ مطہرات کو گھر میں رہنے کا حکم دیا کہ گھروں سے نہ نکلو اگر کوئی شرعی ضرورت ہو۔ مثلاً حج تو ایسی صورتیں مستثنیٰ ہونگی بعض روایات میں بھی آیا ہے کہ اذن لکمن ان تخرجن لحاجتکن یعنی تم کو اجازت دیجاتی ہے کہ تم اپنی ضرورتوں کیلئے گھروں سے باہر جا سکتی ہو۔ جاہلیتِ اُولیٰ کے دور میں جس طرح عورتیں بے پردہ پھرتی تھیں اس طرح نہ پھرو۔ جاہلیت اُولیٰ میں کئی قول ہیں شاید جاہلیت اُولیٰ حضرت عیسیٰؑ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی دَور کو فرمایا۔ نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا۔ بظاہر خطاب ازواجِ مطہرات کو ہے لیکن یہ حکم میں اُمت کی تمام عورتوں کو شامل ہے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو معصیت کی آلودگی سے پاک رکھے اور تم کو ظاہری اور باطنی عقیدے اور اعمال و اخلاق کی خرابیوں سے خوب پاک صاف رکھے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کہنے کے وقت بے پردہ تھیں عورتیں ۱۲ ۔ رر فرماتے ہیں خطاب ہے ازواج کو اور داخل ہیں حضرت کے سب گھر والے ۱۲ یعنی اہلِ بیت کے لفظ میں ازواجِ مطہرات میں آپ کی عترت بھی شامل ہے۔ یعنی حضرت حسنینؓ حضرت خاتونِ محشر اور حضرت علی کرم اللہ وجہ۔ آیت تطہیر سے بعض حضرات نے جو اہلِ بیت کی معصومیت کا دعویٰ کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے (۳۳) اور جو آیاتِ الٰہی تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اور جن حکمت کی باتوں کا تذکرہ اور چرچا تمہارے گھروں میں ہوتا رہتا ہے اُنکو یاد رکھو بلاشبہ اللہ تعالیٰ واقفِ اسرار ہے خبردار ہے ؛ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور دانائی کی باتیں تمہارے ہاں ہوتی ہیں ان کو خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اُس نے تم کو ایسے گھرانے میں رکھا جو آسمانی علم و حکمت کا خزانہ ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا رازداں اور جملہ اسرار سے واقف اور باخبر ہے اس لئے اُس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری شریعت کیلئے منتخب فرمایا اور دینِ متین کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کیلئے تم کو اُسکی

(باقی صفحہ ۶۷۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۷۳) ازواج میں داخل کیا تاکہ تم تمام اُمت کیلئے نمونہ بنو (۳۴) بلاشبہ احکام اسلامی کی تعمیل کرنیوالے مرد اور احکام اسلامی کی تعمیل کرنیوالی عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور سہار کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور عاجزی کرنیوالے مرد اور عاجزی اور خشوع کرنیوالی عورتیں اور خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنیوالے مرد اور بکثرت یاد کرنیوالی عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کیلئے بخشش کا بڑا سامان اور بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے ٭ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت کی ایک بی بی نے کہا تھا کہ قرآن میں سب ذکر مردوں کا ہے عورتوں کا کہیں نہیں اس پر یہ آیت اُتری نیک عورتوں کی خاطر کو نہیں تو جو حکم مردوں پر کہا سو عورتوں پر بھی آیا ہر بار جدا کہنے کی حاجت نہیں ۱۲ ہو سکتا ہے کہ ازواج مطہرات کے ذکر پر دوسری عورتوں کو بھی یہ خیال ہوا ہو کہ ہمارا بھی ذکر قرآن میں آئے حضرت حق تعالیٰ نے اس پر یہ آیتیں نازل فرمائیں، یہاں مسلمان مرد اور مومن مرد کے ذکر سے مُراد وہی ہے جو حدیث جبرئیل میں آیا ہے۔ یعنی ایمان سے اعتقاد اور اسلام سے اعمال، فرماں برداری کرنیوالے سے مُراد یہ ہے کہ انکا اسلام اور ایمان محض انقیاد اور فرماں برداری کی نیت سے ہو، راست باز یعنی اعمال اور اعتقاد اور نیت میں سچائی ہو اور ریا اور نفاق نہ ہو، صابرین میں ہر قسم کے صبر کرنیوالے خواہ اطاعت کی مشقت پر صبر ہو یا معاصی سے رُکنے پر صبر ہو یا مصائب پر صبر ہو، اور خاشعین سے مُراد وہ لوگ ہیں جو تواضع کے خوگر ہیں اور بالخصوص عبادات الٰہی میں ان کے قلب اور اعضاء پر خشوع و خضوع کا اثر مرتب ہوتا ہے۔ خیرات کرتے ہیں ہر قسم کی خیرات مُراد ہے خواہ نفل ہو یا فرض۔ ذکر الٰہی بکثرت کرنیوالوں میں خواہ ذکر لسانی ہو یا قلب کا ذکر ہو سب طرح کے لوگ شامل ہیں ان سب مرد اور عورتوں کے لئے بخشش بھی ہے اور اجرِ عظیم بھی یعنی خطاؤں کی مغفرت اور ثواب کی بزرگی اور بڑائی (۳۵) اور کسی ایمان دار مرد اور کسی ایماندار عورت کو یہ بات لائق اور مناسب نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دیدے تو پھر ان مومن مردوں یا عورتوں کو اس کام کا کوئی اختیار باقی رہے اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تو یقیناً وہ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ٭ یعنی جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم کر دے تو پھر مومن مرد یا مومن عورت کو اختیار شرعی باقی نہیں رہتا کہ چاہے اُس کام کو کرے یا نہ کرے بلکہ اُس حکم کی تعمیل واجب ہوتی ہے اور جو کوئی اُس حکم کو بجالانے میں سرتابی یا پس و پیش کرے گا تو ایسا کرنیوالا صریح گمراہی میں مبتلا ہوگا یعنی حکم کی تعمیل میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے یہ شاید تمہید ہے حضرت زینبؓ کی طلاق اور نکاح کی جیسا کہ شروع سورت میں بیان ہوا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت زینبؓ رسولِ خدا کی پھوپی کی بیٹی اور قوم میں اشراف۔ حضرت نے چاہا کہ اُن کو نکاح کر دیں زید بن حارث سے یہ زید اصل عرب تھے ظالم پکڑ لے گئے لڑکپن میں شہر مکہ میں بکے حضرت نے مول لیا دس برس کی عمر میں ان کے باپ بھائی خبر پا کر آئے مانگنے کو حضرت دینے پر راضی ہوئے یہ گھر جانے پر

الْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَ

فرماں برداری کرنیوالی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنیوالے مرد اور

الصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَ

صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور

الْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ

خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ

حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنیوالے مرد اور یاد کرنیوالی عورتیں

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ

ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ اور کسی ایماندار مرد

وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ

اور کسی ایمان دار عورت کو یہ لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیدے تو پھر ان مومن

لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ

مردوں اور عورتوں کو اپنے کام کا کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ کی اور اسکے رسول کی نافرمانی کا ارتکاب کرے تو

ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ

یقیناً وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوا۔ اور اے پیغمبر وہ واقعہ یاد کیجئے کہ جب آپ اس شخص سے کہ جس پر اللہ نے احسان کیا ہے

عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا ہے یوں فرما رہے تھے کہ اپنی بیوی یعنی زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ

اور آپ اپنے جی میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا

حالانکہ خدا اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ہی ڈریں پھر جب زید کو اس زینبؓ سے کوئی حاجت باقی نہ رہی یعنی اسکو طلاق دیدی

راضی نہ ہوئے حضرت کی محبت سے پھر حضرت نے ان کو بیٹا کر لیا اسلام سے پہلے اُس وقت کے رواج کے موافق حضرت زینب اور ان کے بھائی راضی نہ ہوئے اس بات پر یہ آیت اتری پھر نکاح کر دیا ۱۲ حضرت زینب بنت جحش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی اُمیمہ کے بطن سے ہیں اُن کے بھائی کا نام عبداللہ بن جحش ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضورؐ نے پہلی مرتبہ پیام دیا تو عبداللہ راضی ہو گئے تھے پھر انکار کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ پہلی مرتبہ کے پیام کو یہ سمجھے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے چاہتے ہیں مگر جب اُن کو معلوم ہوا کہ آپ زید بن حارث کیلئے طلب کرتے ہیں تو اُنھوں نے انکار کر دیا کیونکہ اُس زمانے کا رواج تھا کہ قریشی لڑکی کسی ایسے شخص کے نکاح میں نہیں دیجاتی تھی جو غلام رہ چکا ہو اور ظاہر ہے کہ زید پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زرخرید غلام تھے بعد میں آپ نے اُس کو آزاد کر کے لے پالک بیٹا بنا لیا تھا۔ اس حکم کے بعد عبداللہ اور زینبؓ زید کے ساتھ نکاح کرنے پر رضامند ہوئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم دینے کے بعد کوئی چارہ نہ رہا۔ جب حضرت زینبؓ سے زیدؓ کا نکاح ہوا تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

(باقی صفحہ ۶۷۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۲۷۶) اپنے پاس سے دس دینار اور ساٹھ درم ایک اوڑھنی ۔ ایک کرتا ۔ ایک تہبند ۔ ایک چادر ، پچاس مُد غلہ اور تیس صاع کھجوریں حضرت زینبؓ کو بھیجیں اور یہ نکاح ہوگیا لیکن مزاجوں میں موافقت نہ ہوئی وہ قریشی لڑکی زید کو خاطر میں نہ لاتی تھی زید ملول ہوتے تھے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیوی کے بُرے برتاؤ اور کج خلقی کی شکایت کرتے تھے غرض جو غیر کفو اور بے جوڑ رشتوں میں باتیں ہوا کرتی ہیں وہ ہوتی تھیں کبھی وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میں طلاق دیدیتا ہوں غرض ان پیچیدگیوں کیوجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت متامل تھے زیدؓ کو سمجھاتے تھے کہ طلاق نہ دے پھر یہ بھی سوچتے تھے کہ اگر اس نے طلاق دیدی تو زینبؓ کے تالیف قلوب کی کیا صورت ہوگی غرض اس کا بیان آگے آتا ہے (۳۶) اور اے پیغمبر وہ واقعہ یاد کیجئے کہ جب آپ اس شخص پر جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا ہے یوں فرما رہے تھے کہ اپنی بیوی زینبؓ کو اپنی زوجیت میں روکے رکھ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر اور آپ اپنے جی میں وہ بات چھپا رہے تھے جسکو اللہ تعالیٰ خود ظاہر کرنیوالا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ہی ڈریں پھر جب زید کو اُس زینبؓ سے کوئی حاجت باقی نہ رہی اور زیدؓ اُس سے اپنی غرض پوری کر چکا یعنی طلاق دے چکا اور عدت پوری ہوگئی (تفسیر صفحہ ہذا) تو ہم نے اس زینبؓ کو آپکے نکاح میں دیدیا تاکہ مسلمانوں کو متبنی اور لے پالکوں اور مُنہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ لے پالک اُن بیویوں سے اپنی حاجت اور اپنی غرض پوری کر چکیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہو کر ہی رہنے والا تھا ۔ اللہ تعالیٰ کا احسان یہ کہ زید کو اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور آپؐ کی خدمت اور تربیت میں رکھا ۔ رسول کا احسان یہ کہ زید کو آزاد کیا اور اس کو متبنی بنایا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اس کو روکے رہو اور زینب کو طلاق دینے میں تعجیل نہ کر دیہ امر معروف تھا کوئی شرعی حکم نہ تھا بہرحال زید اور زینبؓ میں اَن بن بڑھتی رہی ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشویش میں اضافہ ہوتا رہا کہ اگر اُس نے طلاق دیدی تو زینب کیلئے تالیف قلب کی کیا صورت اختیار کی جائے گی ، تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو بتایا کہ زینبؓ سے آپ کا نکاح کیا جائے گا ۔ حضورؐ نے حیا کی وجہ سے زید کے رُوبرو یہ بات نہیں کھولی اگرچہ دل میں یہ خیال ہوگا کہ زید اس کو طلاق دیدیگا تو میں اس سے نکاح کر لوں گا تاکہ حتی الامکان اس کی دل جوئی ہو سکے ۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو یہ بتا چکا تھا کہ زید زینبؓ کو طلاق دیگا اور زینب آپکے نکاح میں آئے گی ، اسی پر فرمایا کہ آپ اپنے دل کی بات پوشیدہ رکھ رہے تھے یعنی زینب کے نکاح کو اور اللہ تعالیٰ آخر میں اسکو ظاہر کرنیوالا تھا آپ لوگوں سے ڈرتے تھے ڈر کی وجہ یہ کہ لوگ طعن کریں گے کہ متبنی کی بیوی سے نکاح کر لیا ، حالانکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہی آپکے لئے زیادہ سزاوار ہے یعنی کفار کے طعن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو میں زیادہ مستحق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے بہرحال جب زید اپنی حاجت پوری کر چکا اور اُس نے اپنی غرض پوری کر لی اور عدت پوری ہو گئی تو ہم نے زینب کا نکاح آپکے کر دیا تاکہ جاہلانہ اور کافرانہ رسم کا سد باب ہو اور آئندہ مسلمانوں کو اپنے لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے شادی کرنے میں کوئی دشواری و تنگی نہ پیش آئے ۔ جب کہ وہ خاوند اپنی حاجت اور غرض پوری کر چکیں یعنی طلاق دے چکیں اور عدت پوری ہو جائے تو اُن سے یعنی لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کر سکیں اور تمام لوگوں کو حسبی اور نسبی اولاد اور بنائی ہوئی اولاد کا فطری فرق معلوم ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تو ہو نیوالا ہی تھا ، کیونکہ حکمت الٰہی اس امر کی مقتضی تھی کہ دُنیا سے کافرانہ اور غیر فطری رسوم کا خاتمہ کیا جائے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک طرف زینب کو زید کے نکاح میں دیکر اونچ نیچ کے فرق کو جو عصبیت جاہلیہ تھی اس کو توڑا پھر زید کی طلاق کے بعد زینبؓ سے خود حضورؐ کا نکاح کرنا اس سے لے پالک اور صلبی بیٹے کا فرق معلوم ہو گیا ۔ کہ لے پالک اور متبنی کی بہو خواہ منکوحہ ہو یا موطوءہ ہو خسر پر حرام نہیں لیکن صلبی بیٹے کی منکوحہ خسر پر حرام ہے وللہ الحمد ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت زینبؓ زید کے نکاح میں آئیں تو وہ اُن کی آنکھوں میں حقیر لگتا مزاج کی موافقت نہ ہوئی جب لڑائی ہوتی تو زید حضرتؐ سے آکر شکایت کرتے اور کہتے میں اسے چھوڑتا ہوں ۔ حضرتؐ منع فرماتے کہ میری خاطر سے اُس نے تجھ کو قبول کیا اب چھوڑ دینا دوسری ذلت ہے جب بار بار قضیہ ہوا حضرتؐ کے دل میں آیا کہ اگر ناچار زید چھوڑ دیگا تو زینب کی دل جوئی بغیر اس کے نہیں کہ میں نکاح کروں لیکن منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ کہیں گے اپنے بیٹے کی جورو گھر میں رکھ لی حالانکہ (باقی ضمیمہ میں)

وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ

تو ہم نے اس کو آپ کے نکاح میں دیدیا تاکہ مسلمانوں کو اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی باقی نہ رہے

فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ

جبکہ وہ لے پالک ان بیویوں سے اپنی غرض ختم کر چکیں یعنی طلاق دے چکیں اور خدا کا یہ

اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا

حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا ۔ اللہ نے جو بات نبی کے لئے مقرر کر دی تھی اس بات میں نبی پر

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ

کوئی الزام نہیں خدا کا یہی دستور اُن پیغمبروں میں بھی رہا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ

اور اللہ کا حکم تو پہلے سے تجویز شدہ ہوا کرتا ہے ۔ وہ اگلے پیغمبر ایسے تھے کہ خدا کے احکام

رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

پہونچایا کرتے تھے اور اللہ سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرا کرتے تھے

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ

اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں

رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ كَانَ

یعنی نسب کے اعتبار سے مگر ہاں وہ اللہ کے رسول اور آخر النبیینؐ ہیں اور اللہ ہر شئ کی

اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۴۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ

مصلحت کو خوب جانتا ہے ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بکثرت

ذِكْرًا كَثِیْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِیْ

یاد کیا کرو ۔ اور صبح و شام اُس کی پاکی بیان کیا کرو ۔ وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے

یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

جو تم پر رحمت بھیجتا رہتا ہے اور اُس کے فرشتے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے

ع ۵ / ۲

اِلَی النُّوۡرِ ؕ وَ کَانَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَحِیۡمًا ﴿۴۳﴾ تَحِیَّتُہُمۡ یَوۡمَ

روشنی کی طرف نکال لائے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر نہایت مہربان ہے۔ جس دن مسلمان خدا سے ملیں گے

یَلۡقَوۡنَہٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ اَجۡرًا کَرِیۡمًا ﴿۴۴﴾ یٰۤاَیُّہَا

تو خدا کی طرف سے جو انکو دعا اور تحفہ عطا ہوگا وہ السلام علیکم ہوگا اور اللہ نے مسلمانوں کیلئے باعزت صلہ تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی

النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ﴿۴۵﴾ وَّ

یقیناً ہم نے آپکو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہی دینے والے ہیں اور آپ بشارت دینے والے اور ڈرانیوالے ہیں۔ اور

دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیۡرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ

خدا کے حکم سے خدا کی طرف بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔ اور آپ ایمان والوں کو

الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بِاَنَّ لَہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ فَضۡلًا کَبِیۡرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ

اس بات کی خوش خبری سنا دیجئے کہ ان کیلئے اللہ کی جانب سے بڑا فضل ہے۔ اور آپ

الۡکٰفِرِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ دَعۡ اَذٰىہُمۡ وَ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ

کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیئے اور ان کیطرف سے جو تکلیف پہونچے اُس کا خیال نہ کیجئے اور خدا ہی پر بھروسہ رکھے

وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ﴿۴۸﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَکَحۡتُمُ

اور اللہ کارساز ہونے کے اعتبار سے کافی ہے۔ اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے

الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡہُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡہُنَّ

نکاح کرو اور پھر اُن کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو

فَمَا لَکُمۡ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ عِدَّۃٍ تَعۡتَدُّوۡنَہَا ۚ فَمَتِّعُوۡہُنَّ

تو تمہاری ان پر کوئی عدت نہیں کہ جس کی گنتی ان سے پوری کراؤ ہاں انکو کچھ متاع دیدو

وَ سَرِّحُوۡہُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا ﴿۴۹﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا

اور اُن کو بھلی طرح رخصت کر دو۔ اے نبی ہم نے آپ کی یہ تمام بیویاں جن کے مہر

لَکَ اَزۡوَاجَکَ الّٰتِیۡۤ اٰتَیۡتَ اُجُوۡرَہُنَّ وَ مَا مَلَکَتۡ

آپ ادا کر چکے ہیں آپ کے لئے حلال کی ہیں اور وہ عورتیں جو اللہ نے آپکو غنیمت میں سے دلوائی ہیں جو آپکی

اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر نہایت مہربان ہے ؛ فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں مسلمانوں کیلئے یا استغفار کرتے ہیں اور ظلمات سے مُراد معاصی کی تاریکیاں ہیں یا شک کی اسی مناسبت سے نور سے مُراد طاعت کی روشنی ہے یا یقین کی روشنی خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مختلف تاریکیوں سے خواہ معاصی کی اندھیریاں ہوں یا شکوک و شبہات کی ہوں ان تاریکیوں سے نکال کر طاعت اور یقین کی روشنی اور نور کی جانب لاتا ہے۔ اور مسلمانوں پر بہت مہربان ہے کہ دنیا میں ان کو ایمان کی نعمت اور اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا اور آخرت میں بھی اُنکو رحمت اور مہربانی کا مورد قرار دیا (۴۳) جس دن مسلمان اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو اسکی طرف سے السلام علیکم کا تحفہ اور دعا عطا کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے باعزت صلہ اور اجر تیار کر رکھا ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ ان پر سلام بھیجیگا اور آپس میں بھی یہی دعا ہے اور ہوگی ۲؎ یعنی قیامت میں جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے یا مرتے وقت جب ملک الموت کے ہمراہی فرشتے سلام کرتے ہیں یا قبر سے اُٹھتے وقت فرشتے سلامتی کا پیام اور بشارت دیں گے یا آپس میں دخول جنت کے بعد السلام علیکم کہتے ہوں گے ؛ مفسرین کے کئی قول ہیں راجح وہی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنین کیلئے سلام کا تحفہ عطا ہوگا ابن عطا نے فرمایا یہ تحفہ بلا واسطہ ہوگا ؎

سلامت من دل خستہ در سلام تو باشد
زہے سعادت اگر دولت سلام تو یابم

(۴۴) اے نبی یقیناً ہم نے آپکو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہی دینے والے ہیں اور آپ بشارت اور خوش خبری سنانے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں (۴۵) اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانیوالے اور داعی ہیں اور آپ ایک روشن اور چمکتے ہوئے چراغ ہیں ؛ گواہ ہوں گے یعنی اپنی اُمت پر گواہی دیں گے یا انبیاء کی تبلیغ رسالت پر شہادت دینگے مستحقین بشارت یعنی مومنین کو خوش خبری دینے والے اور منکرین دین حق کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے سراج منیر سے مراد یا تو قرآن شریف ہے۔ یعنی تالیاً سراجاً منیرا۔ آپ قرآن شریف کی تلاوت کرنیوالے یا آپکی ذات تمام طالبین انوار کیلئے موجب ہدایت و رہنمائی ہو چراغ شاید اس لئے فرمایا کہ آپ کی تعلیم اور آپکے دین کی روشنی ہر کچے اور پکے مکان بلکہ ہر آبادی میں پہنچنے والی ہے اس لئے آپ کو چراغ فرمایا۔ اس آیت میں آپؐ کی جس شان اور احترام کا ذکر فرمایا ہے۔ تقریباً یہی الفاظ آپکے متعلق توریت میں بھی مذکور ہیں توریت میں آپکا نام متوکل رکھا جیسا کہ ابن کثیر نے ابن عمرو بن عاصؓ سے نقل کیا ہے (۴۶) اور اے پیغمبر آپ ایمان والوں کو اس امر کی بشارت دیدیجئے کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کیطرف سے بڑا فضل ہونیوالا ہے اور بڑی بزرگی ملنے والی ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں سب اُمتوں سے برتر یہی اُمت ہے (۴۷) اور اے پیغمبر آپ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیئے اور ان کی ایذا رسانی کو چھوڑ دیجئے اور نظر انداز کر دیجئے اور ان کی ایذا رسانی کا خیال نہ کیجئے اور آپ اللہ تعالیٰ ہی پر توکل اور بھروسہ رکھئے اور اللہ تعالیٰ باعتبار وکالت اور کارساز ہونے کے کافی اور بس ہے ؛ یعنی تبلیغ رسالت کے سلسلے میں جو تکالیف اور جو اذیتیں آپ کو یہ کافر اور منافق پہونچاتے ہیں اُنکو نظر انداز کر دیجئے اور ان تکالیف کا خیال نہ فرمایئے خواہ وہ تکالیف قولی ہوں یا فعلی ہوں کیوں کہ یہ تو ہر ایک حق کی تبلیغ کرنے کرنیوالوں کو پہونچتی ہیں آپ ان کی ایذا رسانی کی پروا نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھئے وہی اپنے بندوں کا کارساز اور وکیل ہے۔ اور کارساز بھی ایسا جو پوری طرح کفایت کرنے والا اور کارساز ہونے کے لئے بالکل کافی اور بس ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کام بنانیوالے کی ضرورت نہیں (۴۸) اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انکو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دیدو یعنی وطی اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دیدو تو ان پر تمہاری کوئی عدت نہیں کہ جس کی گنتی ان سے پوری کراؤ ہاں ان کو کچھ متاع اور کچھ فائدہ دیدو اور انکو بھلی طرح رخصت کر دو ؛ یعنی مومن مردوں کو خطاب فرمایا اُوپر ازواج مطہرات کا ذکر تھا اسی سلسلے میں یہ بات بیان کی تاکہ معلوم ہو کہ یہ حکم سب کیلئے عام ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص نہیں ہے منکوحہ عورت کے ساتھ ہم بستری نہ کیجائے اور خلوت صحیحہ کی بھی نوبت نہ آئے یعنی وطی حقیقی ہو نہ حکمی ہو اور اس عورت کو طلاق دیدی جائے تو اس پر کوئی عدت نہیں طلاق کے بعد ہی وہ اگر چاہے تو نکاح کر سکتی ہے اور اس غیر مدخول بہا کے نکاح کے وقت اگر کچھ مہر مقرر ہوا تھا تو اس کے مہر کا نصف اس عورت کو دیا جائے اور مہر مقرر نہ ہوا ہو تو ایک جوڑا اسکو دیا جائے اچھی طرح رخصت کرنیکا (باقی ف ۶۷۷ پر)

يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ

مملوکہ ہیں وہ بھی ہم نے آپ کے لئے حلال کی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی

عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ

بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپکی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپکے ساتھ ہجرت کی ہو وہ بھی آپکیلئے

مَعَكَ ۘ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ

ہم نے حلال کی ہیں اور اس مسلمان عورت کو بھی ہم نے حلال کیا ہے جو بلا کسی عوض کے اپنے آپ کو نبی کیلئے ہبہ کردے

اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ

بشرطیکہ نبی بھی اُس کو اپنے نکاح میں لانا چاہے یہ حکم یعنی بدون وجوب مہر کے نکاح صرف آپکے لئے خاص ہے دوسرے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ

مسلمانوں کیلئے نہیں بلاشبہ ہم نے عام مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے حقوق کے

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَ

بارے میں جو احکام مقرر کئے ہیں یعنی مہر وغیرہ کے وہ ہم کو معلوم ہیں اے پیغمبر آپکے ساتھ بعض احکام کی خصوصیت اسلئے ہے تاکہ آپ پر

كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ

کسی قسم کی تنگی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ آپ اپنی بیویوں میں سے جسکو چاہیں مؤخر کردیں

وَتُـــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جن کو آپنے ایک خاص وقت کے لئے اپنے سے الگ کر رکھا تھا انمیں سے آپ کسی کو طلب کرنا چاہیں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ

تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں، اس رعایت میں اس بات کی توقع ہے کہ ان بیویوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہینگی

وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ

اور وہ آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیدیں گے اس پر سب خوش رہیں گی اور اللہ تعالیٰ

يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝

تمہارے دلوں کی سب باتوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ سب جاننے والا تحمل والا ہے

(بقیہ صفحہ ٦٧٦) مطلب یہ کہ بلا وجہ نہ روکا جائے اور نرم کلام کیا جائے اور خوش اسلوبی کیساتھ رخصت کردیا جائے اب آگے بعض احکام ایسے بیان فرمائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مخصوص ہیں اور آپ کے مراتب اور آپکی علوشان کیوجہ سے آپ کی خصوصیت کا اظہار ہے سورہ بقرہ پارہ سیقول میں ہم تفصیل عرض کرچکے ہیں غیر مدخول بہا کے بارے میں تسہیل القرآن ملاحظہ کی جائے۔ اگرچہ کتابیات کا بھی یہ حکم ہے کہ نصف مہر اور مہر مقرر نہ ہوا ہو تو جوڑا کپڑوں کا لیکن شاید مومنات کا ذکر اسلئے فرمایا کہ مومن مردوں کیلئے مومن عورتوں سے نکاح کتابیات کے مقابلے میں بہتر ہے. حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بغیر صحبت ہوئے جو مرد چھوڑ دیوے عورت کو اگر اس کا مہر بندھا تھا تو آدھا دے اگر نہ بندھا تھا تو کچھ فائدہ دے یعنی ایک جوڑا پوشاک اور اسی وقت وہ چاہے تو اور نکاح کرلے عدت نہیں اور اگر خلوت ہوئی گو صحبت نہ ہوئی تو مہر بھی پورا دینا اور عدت بھی بٹھانا یہ مسئلہ یہاں فرمایا. حضرتؐ کی ازواج مطہرہ کے ذکر میں شاید اسواسطے کہ حضرت نے ایک عورت نکاح کی تھی. جب اُسکے نزدیک گئے کہنے لگی اللہ تجھ سے پناہ دے حضرت نے اسکو جواب دیا کہ تو نے بڑے کی پناہ پکڑی اُسپر یہ حکم فرمایا ہو اور خطاب فرمایا ایمان والوں کو تا معلوم ہو کہ پیغمبر کا نہ حکم نہیں سب مسلمانوں پر یہی حکم ہے ۱۲ (۴۹) اے نبی آپکی یہ تمام بیویاں جن کے مہر آپنے ادا کئے ہیں ہم نے آپکے لئے حلال رکھی ہیں اور وہ باندیاں جو اللہ تعالیٰ نے آپکو غنیمت کے مال میں سے دلوائی ہیں اور آپکے ہاتھ ان کے مالک ہوئے (تفسیر صفحہ ہذا) یعنی جو آپ کی مملوکہ ہیں وہ بھی آپکے لئے ہم نے حلال رکھی ہیں اور آپکے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپیوں کی بیٹیاں اور آپکے ماموں کی بیٹیاں اور آپکی خالاؤں کی بیٹیاں یہ سب بھی آپکے لئے حلال ہیں بشرطیکہ انھوں نے آپکے ساتھ ہجرت کی ہو یعنی ان سے نکاح کرنا جائز اور حلال ہے اور وہ مسلمان عورت بھی ہم نے آپکے لئے حلال کی جو بلا کسی عوض کے اپنے آپ کو نبی کیلئے ہبہ کردے بشرطیکہ نبی بھی اُس کو اپنے نکاح میں لانا چاہے یہ حکم یعنی بدون مہر کے کسی مسلمان عورت کو جس نے اپنا نفس ہبہ کیا ہو نکاح میں لے آنا اور نکاح میں قبول کرلینا صرف آپکے لئے خاص ہے دوسرے مسلمانوں کے لئے نہیں بلاشبہ ہم نے عام مسلمانوں پر اُن کی بیویوں اور باندیوں کے حقوق کے بارے میں جو احکام مقرر کئے ہیں وہ ہم کو معلوم ہیں اے پیغمبر آپکے ساتھ بعض احکام کی خصوصیت اس لئے ہے تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ؏ مطلب یہ ہے کہ آپکے نکاح میں جس قدر عورتیں ہیں وہ سب آپکے لئے حلال ہیں، اور یہ تعداد آپکے لئے خصوصی احکام میں سے ایک خاص حکم ہے۔ جو دوسرے مردوں کیلئے نہیں یعنی مسلمان ایک وقت میں چار عورتوں سے زائد نہیں رکھ سکتا لیکن آپ چار بیویوں کی پابندی سے مستثنیٰ ہیں اٰتیت اجورھن کی قید واقعی ہے اشتراطی نہیں اور اس سے مراد ازواج مطہرات ہیں، مراد یہ ہے کہ جس قدر عورتیں آپکے نکاح میں ہیں وہ سب آپکے لئے حلال ہیں، دوسری بات باندیوں کے متعلق ہے کہ مال غنیمت میں سے جس قدر باندیاں آپکے پاس ہیں وہ بھی آپکے لئے حلال ہیں۔ بظاہر اس میں کوئی خصوصیت نہیں معلوم ہوتی یہ سب مسلمانوں کے لئے ہے بعض مفسرین نے اسکو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خصوصی حکم قرار دیا ہے۔ بعض نے تو فرمایا کہ وہ خصوصیت ہم کو معلوم نہیں ہوسکا بعض نے فرمایا شاید اس سے وہ باندیاں مراد ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تھا کہ مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کوئی چیز لے لیں یا کوئی ہدیہ اہل حرب کیجانب سے آئے تو وہ آپکا ہوتا تھا پہلی شکل کو صفی کہا جاتا ہے یہ بات دوسرے امام کو جائز نہیں، اسلئے فرمایا کہ بطور صفی اگر آپنے کوئی باندی لے لی ہو تو وہ بھی آپ کو حلال ہے جیسے غزوۂ خیبر کی غنیمت میں سے آپنے صفیہ کو لے لیا تھا اسی طرح ہدیئے کے طور پر کوئی لونڈی اہل حرب سے آئی ہو تو وہ بھی آپکے لئے حلال ہے جیسے مقوقس نے ماریہ کو آپکے لئے بھیجا تھا۔ بہرحال سیاق وسباق کو ملاحظہ کرنیکے بعد معلوم ہوا کہ خصوصیت کی یہ توجیہ شاید صحیح ہو اور مطلب یہ ہو کہ جو مملوکہ بطور صفی یا بطور ہدیہ آپ کو ملی ہو وہ لونڈی آپکے لئے حلال ہے لیکن دوسرے مسلمانوں کو صفی یا اہل حرب کا ہدیہ جائز نہیں۔ چچا کی بیٹیاں، پھوپی کی بیٹیاں ماموں کی بیٹیاں اور خالہ کی بیٹیاں مراد اس سے ننھیال اور ددھیال کی لڑکیاں ہیں یعنی باپکے خاندان سے ہوں یا ماں کے خاندان میں سے ہوں اگر ان میں سے کوئی ہجرت کرچکی ہو تو وہ بھی اور ان سے بھی نکاح کرنا جائز ہے یہ ہجرت کی قید احترازی ہے جس نے ہجرت نہ کی اس سے نکاح کرنا آپ کو جائز نہیں هاجرن معك کا یہ مطلب نہیں کہ انھوں نے ہجرت میں آپکے ساتھ ساتھ ہجرت کی ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ مہاجرات ہوں آگے پیچھے ہجرت کرچکی ہوں۔ معیت زمانی شرط نہیں۔

(باقی ضمیمہ میں)

لے پیغمبر مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ اور عورتیں آپکے لئے حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ آپ موجودہ بیویوں کے بدلے اور عورتوں سے نکاح کریں اور انکو چھوڑ کر انکی جگہ اور عورتوں سے نکاح کرلیں خواہ اُن کا حسن آپکو کتنا ہی بھلا معلوم ہو مگر ہاں جو آپکی مملوکہ ہوں یعنی لونڈیوں میں رخصت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر نگہبان و نگراں ہے:۔ یعنی نہ تو اس تعداد میں اضافہ کرسکتے ہیں اور نہ ان کو بدل سکتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو طلاق دیدیں اور اُسکی جگہ کسی اور کو کرلیں بعض محققین نے فرمایا کہ جس طرح عام اُمت کے مسلمانوں کو چار تک کی اجازت ہے اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد نو بیویوں سے زیادہ کی اجازت نہ تھی اور چونکہ ان سب عورتوں نے تخییر کے موقعہ پر اللہ اور اُس کے رسول کو اختیار کیا اس لئے ان پر احسان فرمایا کہ ان نو عورتوں کو نہ تو بدلو اور نہ اُن پر کوئی اور کرو البتہ باندیوں کے سلسلہ میں رخصت فرمادی۔ اگرچہ یہ تحریم کا حکم بقول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آخر تک نہ رہا لیکن یہ واقعہ ہے کہ آپنے اس حکم کے نازل ہونیکے بعد نہ کوئی اور نکاح کیا اور نہ ان میں سے کسی عورت کو بدلا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جتنی قسمیں کہدیں اس سے زیادہ حلال نہیں اور جو ہیں اُنکو بدلنا نہیں حلال یہ ضرور رہیں اور ہاتھ کا مال حضرت کے دو حرم مشہور ہیں یا تین ایک ماریہ جن کے شکم سے فرزند ہو ابراہیمؑ ایک ریحانہ یا شمونہ یا دونوں حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ منع آخر کو موقوف ہوا سب عورتیں حلال ہوگئیں" اگرچہ بعض حضرات نے آیت کی تفسیر اور طرح بھی کی ہے لیکن ہم نے شاہ صاحبؒ کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے اُسی پر اکتفا کیا مزید اقوال ملاحظہ کرنے ہوں تو درمنثور کا مطالعہ کیا جائے (۵۲) اے دین حق کو قبول کرنے والو تم نبی کے گھروں میں بے بُلائے نہ جایا کرو مگر ہاں جب تم کو کھانیکے واسطے آنے کی اجازت دیجائے جانیکی حالت بھی اس طور پر ہو کہ تمکو اس کھانیکی تیاری کا انتظار نہ کرنا پڑے یعنی پہلے سے نہ جا بیٹھو اور کھانے کی نیت سے دعوت کے بغیر جاؤ بلکہ جب تم کو کھانا کھانیکے لئے بُلایا جائے اُس وقت جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہا کرو کیونکہ تمہاری یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ سو نبی تم سے لحاظ کرتا اور شرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاف اور ٹھیک بات کہنے میں کسی سے شرم اور کسی کا لحاظ نہیں کرتا، اور پیغمبر کی بیویوں سے جب تم کوئی سامان اور کوئی کام کی چیز مانگو تو وہ پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ طریقہ یعنی پردے کے باہر سے کسی چیز کا طلب کرنا تمہارے دلوں کے اور اُن کے دلوں کے پاک رہنے کا بہترین ذریعہ ہے اور تمہارے دل کی اور اُن کے دل کی اس میں خوب ستھرائی اور پاکیزگی ہے اور تم کو کسی طرح یہ نہیں پہنچتا اور تم کو کسی طرح یہ امر جائز نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو اذیت اور تکلیف پہنچاؤ اور نہ تم کو یہ جائز ہے کہ تم پیغمبر کے بعد یعنی اُن کی وفات کے بعد کبھی بھی اُنکی بیویوں سے نکاح کرو یہ پیغمبر کو تکلیف دینا یا اُنکی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زینبؓ بنت جحش سے نکاح کیا تو اُن کے ولیمہ میں لوگوں کو بلایا لوگ آتے رہے اور کھانا کھا کر جاتے رہے بعض لوگ کھانا کھانے کے بعد بیٹھے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکے اُٹھنے کا انتظار کرتے رہے آخر خود حضورؐ مجلس سے اُٹھے اور باہر تشریف لے گئے اس پر کچھ لوگ تو اُٹھ گئے لیکن دو تین آدمی بیٹھے باتیں کرتے رہے آپ مکان میں تشریف لائے اور انکو بیٹھا دیکھ کر پھر تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ دیوار کیطرف منہ کئے بیٹھی رہیں آپکے دوبارہ واپس ہونے پر وہ لوگ بھی چلے گئے

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ أَنْ تَبَدَّلَ

اے پیغمبر مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ اور عورتیں آپکے لئے حلال نہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ موجودہ بیویوں کو چھوڑ کر

بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا

ان کی جگہ اور عورتوں سے نکاح کرلیں خواہ ان کا حسن آپ کو کتنا ہی بھلا معلوم ہو مگر ہاں جو آپ کی

مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع

مملوکہ ہوں یعنی لونڈیوں میں رخصت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر نگہبان ہے

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِیِّ إِلَّآ أَنْ

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر ہاں جب تم کو

يُّؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ إِنٰىهُ وَلٰكِنْ إِذَا

کھانیکے واسطے آنیکی اجازت دیجائے جانے کی حالت بھی یوں ہو کہ تمکو اس کھانے کی تیاری کا انتظار نہ کرنا پڑے یعنی نہ قبل از وقت

دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ

نہ دعوت کے بغیر بلکہ جب تم کو بلایا جائے اس وقت جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں

لِحَدِيْثٍ ؕ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِی النَّبِیَّ فَيَسْتَحْیٖ

جی لگا کر نہ بیٹھے رہا کرو کیونکہ تمہاری یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے سو نبی تم سے لحاظ

مِنْكُمْ ز وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ

کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور پیغمبر کی بیویوں سے جب تم کوئی سامان

مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ

مانگنے جاؤ تو ان سے وہ سامان پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ طریقہ تمہارے دلوں کے

لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ

اور اُن کے دلوں کے پاک رہنے کا بہترین ذریعہ ہے اور تمکو یہ بات کسی طرح جائز ہی نہیں کہ اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ

اللّٰهِ وَلَآ أَنْ تَنْكِحُوْٓا أَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ أَبَدًا ؕ إِنَّ

اور نہ تم کو یہ جائز ہے کہ تم پیغمبر کے بعد انکی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ پیغمبر کو تکلیف دینا اور ان کی

حضورؐ کو بھی پریشانی ہوئی حضرت زینبؓ کو بھی تکلیف ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرم و حیا کے باعث یہ نہ فرماسکے کہ تم اُٹھ جاؤ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ یہ آیت ان چند آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کا طریقہ یہ تھا کہ حضورؐ کے کھانا کھانے کے وقت آجاتے اور کھانا پکنے کے منتظر رہتے جب کھانا پک جاتا تو کھانا کھاتے اور کھانا کھا کر بیٹھے رہتے اور جلدی نہ نکلتے اور حضورؐ کو تکلیف ہوتی اور آپ شرم سے ان لوگوں کو منع نہ کرتے چونکہ اپنی ذات کا معاملہ تھا اسلئے خود تکلیف برداشت کرتے اور شرم سے کچھ نہ فرماتے یہ مطلب نہیں کہ آپ اظہار حق سے شرماتے تھے یا آپنے کبھی شرم سے اظہار حق میں کوتاہی کی ہو۔ ہماری اس گزارش اور شان نزول کی تقریر کے بعد آیت کے اس حصے کا مطلب صاف ہوگیا کہ پیغمبر کے گھر میں اگر کھانے کیلئے بُلائے جاؤ تو کھانے کے وقت سے پہلے نہ جا بیٹھو کھانا پکنے کے تیار ہونے کا انتظار کرتے ہو اور اسی طرح کھانا کھانے سے فارغ ہوجانے کے بعد بیٹھے نہ رہو بلکہ چلے جاؤ کبھی باتیں کرتے رہو اور بیٹھے رہو اس سے پیغمبر کو بلکہ ہر صاحب خانہ کو تکلیف ہوتی ہے اسلئے آداب طعام میں سے یہ ادب ہے کہ کھانا کھا کر اُٹھ کھڑے ہو اور چلے جاؤ۔ اگرچہ شان نزول خاص ہے لیکن (باقی صفحہ ۶۷۹ پر)

ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝٥٣ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ

بیویوں سے نکاح کرنا اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے۔ تم کسی چیز کو اگر ظاہر کرو گے یا

تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٥٤ لَا جُنَاحَ

اُس کو پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ نبی کی عورتوں پر

عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ

اپنے باپوں کے اور اپنے بیٹوں کے اور اپنے بھائیوں کے

وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ

اور اپنے بھتیجوں کے اور اپنے بھانجوں کے اور اپنی عورتوں یعنی مسلمان عورتوں کے

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اور اپنی لونڈیوں کے سامنے ہونے میں کوئی گناہ نہیں اور اے پیغمبر کی عورتو! خدا سے ڈرتی رہو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝٥٥ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ

پر موجود یعنی حاضر ناظر ہے۔ بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے اس نبی پر

عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا

رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب

تَسْلِيْمًا ۝٥٦ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ

سلام بھیجا کرو۔ بے شک جو لوگ خدا کو اور اُس کے رسول کو ستاتے ہیں تو اُن پر اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝٥٧

دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور خدا نے اُن کے لئے ذلیل و رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا

اور جو لوگ مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بغیر اس کے کہ انھوں نے کسی

اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٥٨ يٰٓاَيُّهَا

جرم کا ارتکاب کیا ہو ایذا پہونچاتے ہیں تو یقیناً وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ اے نبی

(بقیہ صفحہ ٦٧٨) یہ ادب عام ہے اور ہر دعوت میں اسکی رعایت مستحب ہے۔ اسکے بعد پردے کا حکم بیان فرمایا کہ پیغمبر کی بیویاں تم سے پردہ کیا کریں گی اب جب تم اُن سے کوئی ضرورت کی چیز طلب کرو تو پردے کے باہر سے طلب کرو یعنی بلا ضرورت نہ انکو دیکھو نہ اُن سے کلام کرو اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو کلام کر سکتے ہو مگر پردے کے باہر سے۔ یہ طریقہ جس کا حکم تم کو اب دیا ہے یہ تمہارے دلوں کے اور ان کے دلوں کی پاکی اور ستھرائی کا عمدہ اور بہتر ذریعہ ہے اور تم کو کسی طرح لائق اور زیبا نہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ خواہ وہ کھانے کے بعد بیٹھے رہنے سے ہو یا کوئی اور بات آپکی ایذا اور تکلیف کا سبب ہو مطلقاً پیغمبر کی ایذا رسانی حرام ہے اور نہ یہ بات تم کو جائز ہے کہ تم پیغمبر علیہ السلام کے بعد اُن کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو کیونکہ آپکی ایذا رسانی اور آپ کی بیویوں سے آپ کے بعد نکاح کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے۔ تفسیر صفحہ ہذا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار حضور سے عرض کیا کرتے تھے یا رسول اللہ آپ کے ہاں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں آپ ازواجِ مطہرات کیلئے پردے کا حکم دیجئے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں یہ آیت میری مرضی اور خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ بہر حال زندگی میں حضورؐ کی ازواج مطہرات کو دیکھنا ممنوع قرار دیا گیا اگر ازواج مطہرات پردے میں ہوں یعنی چادر یا برقع اوڑھے ہوئے ہوں تب بھی انکی طرف نظر نہ کی جائے یہ حکم اُن کے حق میں دیا گیا اور حضورؐ کی وفات کے بعد کوئی مسلمان اُن سے نکاح نہ کرے کیونکہ وہ اُمت کی مائیں ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے ادب سکھائے مسلمانوں کو کبھی کھانے کو حضرتؐ کے گھر میں جمع ہوتے تو پیچھے باتیں کرنے لگ جاتے حضرتؐ کا مکان آرام کا وہی تھا شرم سے نہ فرماتے کہ اُٹھ جاؤ انکے واسطے اللہ نے فرمایا اس آیت میں حکم ہوا پردے کا کہ مرد حضرتؐ کی ازواج کے سامنے نہ جاویں سب مسلمانوں کی عورتوں پر یہ حکم واجب نہیں اگر عورت سامنے ہو کسی مرد کے سب بدن پردے میں ڈھکا ہو تو گناہ نہیں اور اگر نہ سامنے ہو تو بہتر ہے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ وہ چادر میں بھی ہوں تو بھی اُن کو دیکھنا منع ہے۔ (۵۴) تم اگر کسی چیز کو ظاہر کرو گے یعنی زبان سے کہو گے یا اسکو چھپاؤ گے اور دل میں پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ۔: یعنی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کرنے اور آپؐ کی ایذا دہی کی بات کو خواہ وہ زبان سے ظاہر کرو جیسا کہ ایک شخص کا قول مشہور ہے کہ اگر حضورؐ کی وفات ہو گئی تو میں حضرت عائشہ سے نکاح کروں گا۔ غرض ایسی بات کا زبان سے نکالنا یا دل میں ایسا ارادہ رکھنا دونوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ ایسا کرنیوالوں کو سزا دیگا۔ ازواج مطہرات کے پردے کے بارے میں جو عام حکم تھا اس سے بعض افراد و اشخاص کو آگے مستثنیٰ فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۵۵) نبی کی عورتوں پر اپنے باپوں کے اور اپنے بیٹوں کے اور اپنے بھائیوں کے اور اپنے بھتیجوں کے اور اپنے بھانجوں کے اور اپنی عورتوں یعنی مسلمان عورتوں کے اور اپنی لونڈیوں کے سامنے ہونے میں کوئی گناہ نہیں اور اے پیغمبر کی عورتو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر حاضر و ناظر ہے ۔: باپ بیٹے بھائی بھتیجے بھانجے مسلمان عورتیں اور ما ملکت سے مُراد باندیاں ہیں مشہور قول کے موافق اور یہ مستثنیٰ کا حکم ان لوگوں میں منحصر نہیں ہے بلکہ محارم نسبی اور محرمات رضاعی سب اس میں داخل ہیں جس طرح چچا اور ماموں کا ذکر نہیں مگر وہ محرمات میں ہیں یہاں تک ازواج مطہرات کی بحث تھی اب آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور حضورؐ کے مراتب بتلایا اور آپ پر درود و سلام بھیجنے کی تاکید ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اپنی عورتوں کا اور ہاتھ کے مال کا ذکر ہو چکا سورۂ نور

ع ٦ / ٤

میں ۱۲ (۵۶) بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں اے مسلمانو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو ۔: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ حکم ادا ہوتا ہے نماز میں۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔ اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر اور انکے ساتھ انکے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے اُن پر اُن کے لائق رحمت اُترتی ہے اور دس رحمتیں اُترتی ہیں مانگنے والے پر جتنا چاہے اتنا حاصل کرے ۱۲ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ خاصہ سے اپنے پیغمبر کو نوازتا ہے اور اُس کے فرشتے اس رحمت خاصہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے ہیں لہٰذا مسلمانو! تم بھی ہمارے پیغمبر کیلئے اس رحمت خاصہ کی دعا کیا کرو اور آپ پر بکثرت سلام بھیجا کرو یعنی اللھم صل علی سیدنا محمد وسلم علی سیدنا محمد کہہ کر آپؐ پر درود و سلام بھیجا کرو۔ فقیر نے اس سلسلہ میں ایک خاص رسالہ صلوٰۃ و سلام کے نام سے لکھا ہے جس کا مطالعہ ضروری اور نافع ہے۔ حدیث میں آیا جو شخص ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس بندے پر دس مرتبہ درود یعنی اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ احادیث میں (باقی ضمیمہ میں)

اے نبی آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی چادریں اوپر سے اوڑھ کر تھوڑی سی منہ کے آگے لٹکا لیا کریں یعنی سر اور چہرہ چھپا لیا کریں یہ طریقہ کار اختیار کرنے سے اور اس علامت سے ان کا متمیز ہو جانا اور ان کا پہچانا جانا قریب تر ہو جائے گا اور وہ ستائی نہ جائیں گی اور ان کو اخلاقی تکلیف نہ پہونچائی جاسکے گی اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ مدینہ کے اوباش لوگ جب لونڈیاں باہر نکلتی تھیں تو ان کو چھیڑتے تھے اور ان کا مذاق بناتے تھے لونڈیوں کو تو بیباک ہو کر چھیڑتے تھے مگر آزاد عورتوں کو چھیڑتے ہوئے ذرا ڈرتے تھے کہ اس کو اگر چھیڑیں گے تو اس کے خاندان کے لوگ جھگڑا کریں گے لونڈیوں کے مقابلے میں آزاد عورتوں کا احترام زیادہ ہوتا تھا۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آزاد عورتوں کیلئے پردے کے احکام بیان کر دیجئے تاکہ آزاد عورتوں کو پردے کے احکام معلوم ہو جائیں کہ ان کو غیر محرموں سے بدن کا کون کون سا حصہ چھپانا چاہئے اور دوسرا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اوباش قسم کے لوگ اُن کو چھیڑتے ہوئے ڈریں گے اور وہ انکی چادر جو اوڑھنی کے اوپر سے انہوں نے اوڑھی ہوگی اسکو دیکھ کر اور ان کے گھونگٹ کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ یہ آزاد اور حرہ عورت ہے اسلئے اسکے چھیڑنے میں جھگڑا بڑھ جائے گا تو وہ باز رہیں گے اور بدمعاشی سے رک جائیں گے، البتہ لونڈیاں جن کو پردے میں شریعت نے رخصت دی ہے اور کام کاج کی وجہ سے ان کو سر اور منہ کھولنے کی اجازت ہے، انکو یہ بدمعاش لوگ چھیڑتے رہیں گے تو ان کے لئے آگے کی آیت میں وعید فرمائی، اور ان کو ڈرایا کہ اگر یہ لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے تو انکو مدینہ سے نکال دیا جائیگا اور یہ سخت سزاؤں کے مرتکب ہوں گے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پہچانی پڑیں کہ لونڈی نہیں بی بی ہے صاحب ناموس یا بدذات۔ نہیں نیک بخت ہے تو بدنیت لوگ اُس سے نہ الجھیں گے گھونگٹ اسکا نشان رکھا یہ حکم بہتری کا ہے ۱۲ حرائر کو اماء اور باندیوں سے اس حکم نے متمیز کر دیا آج تک شرفا کے گھرانوں میں یہ دستور ہے کہ ان کی عورتیں بغیر چادر اور گھونگٹ کے نہیں نکلتیں چادر کے نیچے اوڑھنی ہوتی ہے جو معمولی طور پر گھر میں استعمال کرتی ہیں لیکن جب گھر سے نکلتی ہیں تو چادر اوڑھ کر نکلتی ہیں۔ حرائر اور اماء کی مفصل بحث سورۂ نور میں گزر چکی ہے یہ جو آخر میں غفور اور رحیم فرمایا یہ شاید اسلئے ہو کر حکم کی تعمیل میں کچھ کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے (۵۹) اگر یہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بدی کا روگ ہے اور بدکاری کے مرض میں مبتلا ہیں اور وہ جو مدینہ میں پریشان کن افواہیں اڑایا کرتے ہیں یہ سب لوگ اپنی ناشائستہ اور سوقیانہ حرکتوں سے باز نہ آئیں گے تو ہم یقیناً آپ کو ان کے پیچھے لگا دینگے اور ہم آپکو ان پر مسلط کر دیں گے پھر ان لوگوں کو مدینے میں آپ کی ہمسائی نصیب ہوگی اور تیرے ساتھ یہ لوگ مدینے میں نہ رہ سکیں گے مگر بہت کم اور بہت تھوڑے دنوں (۶۰) اور وہ تھوڑے دنوں بھی اس حالت سے کہ ہر طرف سے پھٹکارے ہوئے جہاں پائے جائیں گرفتار کئے جائیں اور شدت کے ساتھ قتل کئے جائیں۔ یعنی منافق لوگ اپنی مفسدانہ شرارتوں سے باز نہ آئے۔ اور شہوت پرست منافق عورتوں کی چھیڑ چھاڑ سے باز نہ آئے اور افواہیں اڑانے والے جو جنگ کے زمانے میں مسلمانوں کی شکست اور کفار کی فتح کا پروپیگنڈا کیا کرتے ہیں جن کا ذکر سورۂ نساء میں گزر چکا ہے۔ یہ لوگ اپنی افواہوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو حکم دیں گے کہ ان کو جلا وطنی پر مجبور کر دیں اور آپکو ان پر مسلط کر دیں گے کہ آپ انکو جلا وطنی کی سزا دیں اور اس حکم کی وجہ سے یہ مدینے میں آپکے ساتھ نہ رہ سکیں گے آپکے ساتھ کا یہ مطلب کہ ان کی ہمسائیگی باقی نہیں رہے گی۔ مگر تھوڑے دن یعنی جب تک اپنا سامان اور اسباب تیار کریں لیکن حالت یہ ہوگی کہ پھٹکارے ہوئے ہوں گے اور ان پر ہر طرف سے لعنت برستی ہوگی اور انکو قتل اور گرفتاری کی سزا بھی دی جائے گی یعنی اگر شرارت بڑھے گی تو سزا میں اضافہ کیا جائے گا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو لوگ بدنیت تھے مدینے میں عورتوں کو چھیڑتے لڑکے اور جھوٹی خبریں اڑاتے مخالفوں کے زور کی اور مسلمانوں کی شکست کی ان کو یہ فرمایا اور توراۃ میں تقیید ہے کہ مفسدوں کو اپنے بیچ سے باہر کر ۱۲ خلاصہ یہ کہ ان شرارت پسندوں کو نفاق کے پردے میں پناہ ملی ہوئی ہے اور جب ان کی جارحانہ کارروائیوں سے پردہ چاک ہوگیا تو جو اہل حرب اور کھلے دشمنوں کیساتھ سلوک ہوتا ہے وہ اُن کیساتھ بھی ہوگا اور یہ کوئی نیا قانون اور دستور نہیں ہے بلکہ انبیائے سابقین کے عہد میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۶۱) اللہ تعالیٰ کا یہی دستور اُن لوگوں میں بھی جاری رہا ہے جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کسی کی طرف سے کوئی ردو بدل نہ پائیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی روش ہی یہ کہ وہ خاص علیہم السلام

النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ

آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے فرما دیجئے کہ

يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن

وہ اپنی چادریں اوپر سے اوڑھ کر تھوڑی سی منہ کے آگے لٹکا لیا کریں اس علامت سے انکا

يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾

متمیز ہو جانا قریب تر ہوگا اور وہ ستائی نہ جائیں گی اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے

لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم

اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بدی بھری ہوئی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں

مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ

پریشان کن افواہیں پھیلایا کرتے ہیں اپنی ان حرکات سے باز نہ آئے تو ہم یقیناً آپ کو ان پر مسلط کر دینگے

ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا

پھر ان لوگوں کو مدینہ میں آپ کی ہمسائگی نصیب نہ ہوگی مگر بہت کم یعنی چند روز۔ ان کی حالت یہ ہوگی کہ ہر طرف سے

ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ

پھٹکارے ہوئے جہاں پائے جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور شدت کے ساتھ قتل کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور

خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾

ان لوگوں میں بھی جاری رہا ہے جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اور آپ خدا کے دستور میں کسی قسم کا ردو بدل نہ پائیں گے

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ

اے پیغمبر لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ قیامت کا علم تو بس اللہ ہی کے

اللَّهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴿٦٣﴾ إِنَّ

پاس ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر شاید وہ گھڑی قریب ہی آ لگی ہو بے شک

اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ﴿٦٤﴾ خَالِدِينَ

اللہ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ

مع ۱۲ — الربع

(بقیہ صفحہ ۶۸۰) کی مدد کرتا ہے اور جن کا ظلم وطغیان حد سے تجاوز ہو جاتا ہے۔ انکو دنیا ہی میں سزا دینے کا حکم دیتا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی روش اور اُس کے طریقہ کو کوئی بدلنے والا نہیں جل سکتا جب وہ کسی دستور کو جاری کرنا چاہے تب بھی کوئی اس کی مشیت کو تبدیل نہیں کر سکتا اور نہ حکم جاری کر دینے کے بعد کوئی اس کو روک سکتا ہے بہرحال اس وعید سے باندیوں کی عصمت کا تحفظ بھی ہو گیا۔ اور حرائر کو تنبیہ بالاماء کی بھی ممانعت ہو گئی (۶۲) اے پیغمبر لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ کب واقع ہو گی آپ فرما دیجئے کہ قیامت کا علم تو بس اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپکو اس کی کیا خبر کہ وہ کب ہے شاید وہ قیامت قریب ہی آ گئی ہو۔ یہ سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزا اور بطور مذاق اکثر کیا گیا ہے۔ یہاں بھی شاید ان منافقین کا ذکر اوپر ہوا ہے انہوں نے کیا ہو بہرحال سوال کا مطلب صاف ہے کہ بتاؤ تم قیامت کا خوف بہت دلایا کرتے ہو آخر وہ کب آئے گی اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اسکے واقع ہونے کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے آپکو اسکی کیا خبر کہ وہ کب واقع ہو گی۔ اور جب آپکو اس کے وقت کا علم نہیں اور اس کا آنا یقینی ہے تو اجمالاً اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ عجب نہیں وہ قیامت قریب ہی آ جائے۔ کیونکہ جب کسی کے آنے کی تاریخ مقرر نہ ہو تو اس امر کا اندیشہ ہے کہ کل ہی آ جائے یا قریب اس لئے فرمایا کہ تمہارا اور بھی اللہ کے نزدیک قریب ہی ہے۔ انھم یرونه بعیدا ونرٰه قریبا معاد ہے یعنی یہ اسکو دور خیال کرتے ہیں اور ہم اسکو قریب دیکھ رہے ہیں۔ بہرحال منکروں کا یہ سوال معاندانہ تھا ورنہ تحقیق حال کیلئے مخلصانہ سوال بعض مسلمانوں کا بھی ثابت ہے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کسی مسلمان نے دریافت کیا یا رسول اللہ قیامت کب ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے قیامت کیلئے کیا سامان تیار کیا ہے اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ کچھ سامان سوائے اسکے مہیا نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو جسکو دوست رکھتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا اس بشارت آمیز جواب سے مسلمان بہت ہی خوش ہوئے۔ کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں سے محبت کرنے والے قیامت میں انہی کے زمرے میں ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ شاید یہ بھی منافقوں نے ہتھکنڈا پکڑا ہوگا کہ جس چیز کا جواب نہیں وہی سوال کریں بار بار اس پر یہاں ذکر کر دیا (۶۳) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے منکروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور ان کیلئے آتش سوزاں اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے (۶۴) **تفسیر صفحہ ہذا**۔ اس آگ میں یہ منکر لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ منکر نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں پر ان کی معاندانہ حرکات کی وجہ سے لعنت فرمائی ہے اور ان کیلئے سعیر یعنی دہکتی ہوئی آگ اور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے جس آگ میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں یہ ڈھونڈھے سے بھی نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار (۶۵) وہ دن قابل ذکر ہے جس دن ان منکروں کے منہ اور ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے اور یہ منکر آرزو کرتے ہوں گے کاش ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کا کہا مانا ہوتا۔ الٹ پلٹ کا مطلب یا تو یہ ہے کہ جب ان کو گھسیٹ گھسیٹ کر جہنم میں لے جائیں گے تو ان کے چہرے الٹ پلٹ ہوتے ہوں گے جیسا کہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی کو اضطراراً گھسیٹ کر لیجائیں تو اس کا منہ کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب ہو جاتا ہے کبھی سیدھا اور کبھی اوندھا ہو جاتا ہے۔ صاحب معالم نے یہی مطلب بیان کیا ہے اور سورۂ قمر کی آیت یوم یسحبون فی النار کے مناسب ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جہنم میں الٹ پلٹ ہونگے

فِيهَا أَبَدًا ۖ لَّا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کافر نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ جس دن

تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا

ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے وہ کافر یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے

أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا

اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ اور یہ بھی کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے

أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴿٦٧﴾

اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انھوں نے ہم کو سیدھی راہ سے گمراہ کر دیا

رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا

اے ہمارے پروردگار ان کو دوہری سزا دے اور ان پر ایسی لعنت کر جو بہت بڑی

كَبِيرًا ﴿٦٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

لعنت ہو۔ اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے موسیٰ کو اذیت

آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِندَ

پہنچائی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو اس تہمت سے جو انھوں نے لگائی تھی بری کر دیا اور موسیٰ اللہ کے

اللَّهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا

نزدیک بڑا ذی مرتبہ تھا۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی اور پختہ

قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ

بات کہا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے نیک اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ

لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ

بخش دے گا اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کے کہنے پر چلا تو وہ

فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى

بہت بڑی کامیابی کو پہنچا۔ ہم نے اپنی امانت یعنی احکام کی ذمہ داری

آگ کے جوش اور آگ کے زوران کے باعث اس میں ابلتے ہوں گے اور جلنے کی حالت میں ان کے چہرے الٹ پلٹ ہو رہے ہوں گے جیسا کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے بہرحال اُس دن اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کی تمنا کرتے ہوں گے (۶۶) اور یہ بھی کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہمکو راہ راست سے بھٹکا دیا اور گمراہ کر دیا۔ بڑوں سے مراد شاید رؤسا قریش اور دکھیا لوگ ہوں گے جن کو متبوع اور قابل اتباع سمجھا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بڑی عمر کے لوگ مراد ہوں جیسا کہ بڑے بوڑھوں کی بات مانی جاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علما، سو مراد ہوں واللہ اعلم (۶۷) اے ہمارے پروردگار انکو دوہری سزا دے یعنی سرداروں کو اور ہمارے بڑوں کو اور ان پر ایسی لعنت کر جو بہت بڑی لعنت ہو۔ بعض قرأت میں کبیراً ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان پر بکثرت لعنت بھیج۔ بہرحال اپنے گمراہ کرنے والوں کے حق میں بد دعا کرتے ہوں گے اسی قسم کی ایک بحث آٹھویں پارے سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے وہاں دیکھ لیا جائے آگے پھر مسلمانوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے ممانعت ہے (۶۸) باقی ضمیمہ میں)

ہم نے اپنی امانت یعنی احکام کی ذمہ داری آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے رُوبرو پیش کی سوانہوں نے اُس ذمہ داری کو اُٹھانیسے انکار کردیا اور اس امانت سے ڈر گئے اور انسان نے اس امانت کو اٹھایا اور اپنے ذمہ لے لیا۔ انسان بڑا ظالم اور بڑا ناعاقبت اندیش ہے (۷۲) اس ذمہ داری کو اٹھانیکا نتیجہ اور انجام یہ ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب کریگا اور سزا دیگا اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں پر شفقت آمیز توجہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اپنی جان پر ترس نہ کھایا اور امانت لیا ہے پرائی چیز رکھنی اپنی خواہش کو روک کر آسمان و زمین میں اپنی خواہش کچھ نہیں یا ہے تو وہی جس پر قائم ہیں آسمان کی خواہش پھرنا زمین کی خواہش ٹھہرنا انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اُس کے اس پرائی چیز کو برخلاف اپنے جی کے تھامنا بڑا زور چاہتا ہے اس کا انجام یہ کہ منکروں کو قصور پر پکڑنا اور ماننے والوں کا قصور معاف کرنا اب بھی یہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی بے جان کر ضائع کرے تو بدلا ہے اور بے اختیار ضائع ہو تو بدلا نہیں۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ

آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں کے رُوبرو پیش کی سوانہوں نے اس ذمہ داری کو اٹھانیسے انکار کردیا اور

اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا

اس ذمہ داری سے ڈر گئے اور انسان نے اُس کو اپنے ذمہ لے لیا بیشک انسان بڑا ظالم بڑا

جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ

ناعاقبت اندیش تھا۔ اس ذمہ داری کا انجام یہ ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور

الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے گا اور مومن مردوں اور مومن

وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

عورتوں پر شفقت آمیز توجہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے

سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سبا مکی ہے اور یہ چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ

سب تعریفیں اُس اللہ کیلئے ہیں جس کی ملک ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور

لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱﴾ يَعْلَمُ

آخرت میں بھی تمام تعریفیں اُسی کو سزاوار ہیں اور وہی کمال حکمت کا مالک اور جملہ امور سے باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ

مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ

ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس زمین سے نکلتی ہے اور اس چیز کو بھی جانتا ہے جو آسمان سے

السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾

اترتی ہے اور جو چیز آسمان میں چڑھتی ہے اور وہی نہایت مہربانی کرنے والا بڑا بخشنے والا ہے

امانت سے مراد احکام شرعیہ اور احکام مکلفہ مراد ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے وہ طاعتیں مُراد ہیں جو فرض ہیں یعنی فرائض الٰہی جو بندوں پر مقرر کیے گئے ہیں۔ مجاہد نے فرمایا۔ فرائض اور دین کے حدود امانت ہیں۔ ابوالعالیہ نے فرمایا امانتیں وہ چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کے کرنے کا حکم دیا۔ اور جن کے کرنیسے منع فرمایا یعنی اوامر و نواہی۔ مختلف حضرات کے بہت سے اقوال ہیں اور بات یہ ہے کہ شرعی اوامر و نواہی کو سبکو ہی امانت کا لفظ شامل ہے عرض یعنی پیش کرنیکا مطلب یہ ہے کہ امانت کو ظاہر کیا اور آسمان و زمین اور پہاڑوں کو ان کے فطری شعور کے مطابق امانت پوری ادا کرنیوالے اور خیانت کرنیوالوں کا انجام دکھایا وہ ڈر گئے اور ان کی ہمت نہیں پڑی اور اس شعوری اختیار کی بنا پر جو ان کو دیا گیا تھا انکار کردیا۔ اور انکو ایسا کرنے کا حق تھا اور انکو اس پر کوئی ملامت نہیں کی گئی لیکن ان احکام کو انسان نے منظور کرلیا اور بارِ امانت اٹھالیا۔

ع ۵ ۹ ۶

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند ÷

خلاصہ یہ کہ مخلوق میں سے ہر ایک کو اسکی استعداد اور صلاحیت کے مطابق ذمہ داری سونپی گئی۔ چونکہ احکام شرعیہ یعنی امانت کی ذمہ داری قبول کرنے کو خود انسان آگے بڑھا اس لئے فرمایا اور مبالغہ کیساتھ فرمایا کہ وہ ظالم اور انجام کو دسوچنے والا ہے یعنی یا تو وہ بالفعل ظالم اور جاہل ہے اس میں صلاحیت ضرور ہے یا یہ مطلب ہے کہ امانت کی ذمہ داری لینے کو تولے لی۔ لیکن اب انسان اپنے اوپر بڑا ظلم کرنیوالا اور انجام سے بہت غافل ہے۔ چنانچہ اس امانت میں خیانت کا انجام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور مشرکوں کو عذاب کریگا کہ یہ لوگ امانت میں خیانت کرنیوالے اور احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈالنے والے ہیں منافق خیانت کو چھپاتے ہیں اور مشرک علانیہ خیانت کرتے ہیں۔ اور اسی حمل امانت کا انجام یہ بھی ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر خاص توجہ مبذول فرماتا ہے اور اہل ایمان کی کوتاہیوں اور تقصیرات کو اپنی مہربانی سے درگزر فرما دیتا ہے وہ غفور رحیم ہے۔ حضرات صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے امانت کے تین درجے بتائے۔ اوّل احکام شرعیہ اور اوامر و نواہی۔ دوم محبت و عشق اور انجذاب الٰہی۔ جیسا عارف شیرازی نے فرمایا ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا ÷

اُس سے بڑھ کر کون سبکسار ساحل ہوسکتا ہے جس کو عنایت الٰہی نے خود ہی کھینچ لیا سوم فیض الٰہی بلا واسطہ۔ یہ اُسوقت حاصل ہوتا ہے جب حجابات وجود یہ نکل جائے انہی حجابات وجودیہ کا نام ظلوم و جہول ہے امانت کا پہلا مرتبہ عوام کیلئے دوسرا خواص کیلئے اور تیسرا اخص الخواص کیلئے۔ ازدم صبح ازل تا آخر شام ابد ÷ دوستی و مہر بر یک عہد و یک میثاق بود ÷ (۷۳) الحمدللہ تم تفسیر سورۃ الاحزاب۔ سورۃ کا نام سبا ہے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔ شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ تمام تعریفیں اُسی اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں اور اُسی کے لائق ہیں جو ایسا ہے اور جسکی شان یہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کی ملک ہے اور آخرت میں بھی تمام تعریفیں اُسی کو سزاوار اور لائق ہیں اور وہی کمال حکمت کا مالک اور جملہ امور سے باخبر ہے ÷ یعنی تمام حمد و ثنا اور مدح و شکر اُسی کو سزاوار اور لائق ہے جو ہر اُس چیز کا مالک ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے یعنی تمام ارضیہ اور سماویہ اشیاء اُسی کی ملک اور مملوک ہیں اور جس طرح اس عالم میں وہی حمد و ثنا کا مستحق اور سزاوار ہے (باقی ص ٦٨٣ پر)

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلٰى

اور یہ کافر یوں کہتے ہیں کہ ہم کو قیامت نہیں آئے گی آپ کہدیجئے کیوں نہیں آئے گی

وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ

قسم ہے میرے رب کی وہ قیامت تم پر ضرور آئے گی وہ میرا رب تمام مغیبات کا جاننے والا ہے ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے

ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ

غائب نہیں خواہ وہ آسمانوں میں ہو اور خواہ وہ زمین میں ہو اور نہ ذرہ کی مقدار سے کوئی چیز چھوٹی ہے

ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُبِينٍ ﴿٣﴾ لِيَجْزِيَ

اور نہ اس سے بڑی ہے مگر یہ کہ وہ کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی موجود ہے ۔ اس قیامت کا وقوع

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۚ أُولٰئِكَ لَهُمْ

اس لئے ہوگا تاکہ خدا تعالیٰ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کا صلہ عطا فرمائے یہی وہ لوگ ہیں

مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْ فِي آيٰتِنَا

جن کے لئے بڑی مغفرت اور باعزت روزی ہے ۔ اور جو لوگ ہمارے ہرانے کو ہماری آیتوں کے خلاف

مُعٰجِزِينَ أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ ﴿٥﴾

دوڑ دھوپ کرتے پھرے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کو سخت قسم کا دردناک عذاب ہونے والا ہے

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ

اور وہ لوگ جن کو صحیح علم دیا گیا ہے وہ تو اس کتاب کو جو آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کی گئی ہے

مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِي إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيزِ

یہی جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے اور وہ اُس خدا کا راستہ بتاتی ہے جو بڑا زبردست اور جملہ صفات سے

الْحَمِيدِ ﴿٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى

متصف ہے ۔ اور جو لوگ منکر ہیں وہ آپس میں یوں کہتے ہیں بھلا کیا ہم تم کو ایک ایسا

رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ إِنَّكُمْ لَفِي

آدمی بتائیں جو تم کو یہ انوکھی چیز دیتا ہے کہ جب تم مر کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم کو

(بقیہ صفحہ ۶۸۲) اسی طرح آخرت میں بھی وہی لائق حمد وثنا ہے جیسا کہ اہل آخرت کی حمد قرآن میں کئی جگہ مذکور ہے ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سورۂ یونس میں اس آیت کی تفسیر گزر چکی وہی کمال حکمت کا مالک ہے ہر چیز کے پیدا کرنے کی حکمت اور مصلحت کو وہ حکیم مطلق ہی جانتا ہے اور وہ تمام مخلوق کے حال سے باخبر ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں دُنیا میں ظاہر اور کسی کی تعریف بھی ہوتی ہے کہ وہ پردہ ہے اللہ کے فعل کا ۔ آخرت میں پردہ نہیں جو ہے اُسی کیطرف ۱۲ خلاصہ یہ کہ دُنیا میں مجازاً اوروں کی بھی مدح وثنا کی جاتی ہے وہ بھی حقیقتاً اُسی کی تعریف ہے لیکن آخرت میں تو یہ حقیقت و مجاز کا پردہ بھی نہیں حقیقت ہی حقیقت ہے آگے مزید اُس کی صفت خبیر کی توضیح اور اسکے علم محیط کا اظہار ہے ۔ (۱) اللہ تعالیٰ ہر اُس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اُس زمین سے نکلتی ہے اور ہر اُس چیز کو جانتا ہے جو آسمان سے اُترتی ہے اور جو چیز آسمان میں چڑھتی ہے اور وہ نہایت مہربانی اور بڑی مغفرت و بخشش کرنیوالا ہے ؛ زمین میں داخل ہونا ۔ پانی ۔ بیج ۔ مُردے ۔ دفینے اور جو نکلتا ہے ۔ نباتات ۔ معدنیات حشر میں مُردے وغیرہ مثلاً اُترنا آسمان سے بارش کا پانی ۔ برکتیں ۔ ملائکہ ۔ کتابیں وغیرہ ۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ۔ آسمان میں چڑھنا ملائکہ ۔ اعمال عباد ۔ بندوں کی دعائیں ۔ مرنیوالوں کی ارواح وغیرہ مثلاً وہ بڑی مہربانی کرنیوالا ہے کہ بندے جس چیز کے محتاج ہیں وہ نازل کرتا اور اُتارتا ہے اور بڑی مغفرت کرنیوالا ہے یعنی صغیرہ تقصیرات کو حسنات اور نیکیوں سے بخشدیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کو توبہ سے اور ایمان لانے سے بخشدیتا ہے ۔ بشرطیکہ کفر اور شرک تک کبیرہ نہ پہونچ جائے اور کبھی صغیرہ اور کبیرہ کو محض اپنے فضل سے بخشدیتا ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں زمین میں پیٹھے ہے ۔ جانور ۔ کیڑا ۔ اور مینہ ۔ نکلتا ہے سبزہ کھیتی ۔ آسمان سے اُترتا ہے قرآن ۔ تقدیر ۔ چڑھتا ہے عمل ۔ اور دعا ۔ اور رُوح مُردے کی اور نہیں بستی اس کی رحمت سے ۱۲ یہاں تک توحید کا ذکر تھا آگے قیامت کا ذکر فرماتا ہے (۲) تفسیر صفحہ ہذا اور دینِ حق کے منکروں کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئیگی آپ اُن سے کہدیجئے کیوں نہیں آئیگی قسم ہے میرے پروردگار کی وہ قیامت تم پر ضرور آئے گی ۔ وہ میرا پروردگار عالم الغیب ہے یعنی وہ عالم بالعلم المحیط ہے ذرہ برابر بھی کوئی چیز اُس سے غائب نہیں ہے خواہ وہ آسمانوں میں ہو اور خواہ وہ زمین میں ہو اور نہ ذرے کی مقدار سے کوئی چیز چھوٹی ہے اور نہ اس سے بڑی ہے لیکن وہ سب کتاب مُبین یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی موجود ہے ؛ قیامت کے متعلق منکر جو شکوک و شبہات کیا کرتے تھے اُن شبہات کا تفصیلی جواب قرآن میں مختلف جگہ آتا رہتا ہے یہاں لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ کا جواب دیا گیا ہے اور چونکہ منکر پوری قوت اور یقین کیساتھ انکار کرتے تھے اسلئے جواب بھی موکد بالقسم دیا گیا اور چونکہ اُس کے وقوع کا وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لئے اُس کے علم محیط کی تفصیل فرمائی کہ ذرہ بھر بھی کوئی چیز اُس پر آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ نہیں ہے یعنی اُس کے علم میں حاضر ہیں ۔ اور ذرّے پر کیا منحصر ہے بلکہ ذرے سے خواہ کوئی چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز وہ سب لوح محفوظ میں مرقوم ہے آگے قیامت کے وقوع کی وجہ بیان فرمائی ۔ شاید ذرے کی بحث اس وجہ سے آئی ہو کہ کفار کہا کرتے تھے جب ہم زمین میں رل مل جائیں گے اور ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی پھر ان کو کس طرح جمع کیا جائے گا (۳) یہ قیامت کا وقوع اس لئے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کے پابند رہے اُنکو جزا اور صلہ عطا فرمائے یہی دینِ حق پر ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ کے پابند رہنے والے وہ لوگ ہیں جن کے لئے بڑی مغفرت اور باعزت روزی ہے ۔ (۴) اور جو لوگ ہم کو عاجز کرنے اور ہمارے ہرانے کو ہماری آیتوں کیخلاف دوڑے دوڑے پھرے تو یہ لوگ وہ ہیں جن کو سخت قسم کا دردناک عذاب ہونے والا ہے ؛ یعنی قیامت قائم ہوگی تاکہ دینِ حق پر ایمان لانے اور نیک اعمال کی پابندی کرنیوالوں کو اُن کی کارکردگی کا صلہ عطا کیا جائے اور جو لوگ ہماری آیات کا رَد اور ابطال کرنے کی کوشش اور دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہوئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو کہیں بھاگ کر عاجز کردیں گے اور ہم کو ہرا دیں گے تو اُن کو اُن کے کئے کی پاداش میں بُری قسم کا دردناک عذاب کیا جائے ۔ کسی نے کہا ہماری آیتوں کے ابطال کیلئے کوشش کی پیغمبر کے ہرانے کو ۔ ہم نے صاحب مدارک کے قول کی بنا پر ترجمہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا رد کرنے میں اس سے کوشش کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو زچ اور اُسکو عاجز کردیں گے واللہ اعلم حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی قیامت اسواسطے آنی ضروری ہے ۱۲ (۵) اور وہ لوگ جن کو کتب سماویہ کا صحیح علم دیا گیا ہے ۔ وہ تو اس کتاب کو جو آپ کے پروردگار کیجانب سے آپ پر نازل کیگئی ہے (باقی صفحہ ۶۸۴ پر)

بقیہ صفحہ ۶۸۳ ایسی جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے اور وہ اس اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاتی اور اُسکے رستے کی رہنمائی کرتی ہے جو بڑا زبردست اور جملہ صفات محمودہ سے متصف ہے ۞ یعنی جو لوگ اہل علم ہیں انکو یقین ہے کہ یہ قرآن حق ہے اور چونکہ اس قرآن میں قیامت کا ذکر ہے اسلئے قیامت یقینی ہے۔ بہرحال اُن اہل علم سے مُراد یا تو صحابہ کرام ہیں اور اُن کے تابعین ہیں اور یا اہل کتاب کے وہ علماء ہیں جو اسلام قبول کر چکے تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب بن احبار وغیرہما۔ ایسا ہی ایک مضمون سورہ شعراء کے آخر میں بھی گزرا ہے اور یہ بھی ایک طریقۂ استدلال ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں سے معلوم کرلیں۔ چنانچہ اہل عرب اگر تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنے ملک کے اہل کتاب یہود اور نصاریٰ سے دریافت کرلیں کہ اُن کی کتابوں میں اس نبی کا اور اس قرآن کا اور خاص طور پر قیامت کا ذکر ہے یا نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس جملے کو بھی لیجزی الذین اٰمنوا کے ساتھ ملا کر ترجمہ کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں یعنی اس واسطے قیامت آئی کہ جن کو یقین تھا وہ آنکھوں سے دیکھ لیں ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس آیت کا لیجزی الذین اٰمنوا پر عطف کیا ہے یعنی

خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۷ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۗ

از سر نو پیدا ہونا ہوگا۔ معلوم نہیں اس شخص نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اسکو کچھ جنون ہو گیا ہے

بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَ

یہ کوئی بات بھی نہیں بلکہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہ خطرناک عذاب اور

الضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝۸ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ بھلا کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف

وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ

نظر نہیں کی جو اُن کے آگے بھی اور پیچھے بھی موجود ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو

بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ

زمین میں دھنسا دیں یا چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دیں

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝۹ وَلَقَدْ

بیشک اس دلیل مذکور میں ہر اس بندے کیلئے بڑی سبق آموز دلیل ہے جو خدا کی طرف رجوع کرنیوالا ہے اور بلاشبہ

آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۖ

ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے برتری عطا کی تھی ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا اے پہاڑو داؤد کیساتھ تسبیح میں موافقت کرو اور پرندوں کو بھی

وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ ۝۱۰ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ

یہی حکم دیا اور ہم نے داؤد کیواسطے لوہے کو نرم کردیا۔ کہ اے داؤد تو پوری پوری زرہیں بنا اور جال بننے میں

فِي السَّرْدِ ۖ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۱

کڑیوں کا صحیح اندازہ رکھ اور تم سب لوگ نیک کام کرتے رہو، بیشک تم جو کام کرتے ہو میں وہ سب دیکھ رہا ہوں

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۖ

اور ہم نے سلیمانؑ کیلئے ہوا کو مسخر کردیا کہ اس ہوا کا صبح کو چلنا اور شام کو چلنا ایک ایک مہینے کی مسافت تھی

وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ

اور ہم نے سلیمانؑ کیلئے ایک پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا اور جنات میں سے بعض وہ جن سے تھے

ولیری الذین اوتوا العلم ورنہ تو بات صاف ہے کہ اس آیت کا تعلق قرآن کی صداقت اور حقانیت سے ہے اور اہل کتاب میں سے جو علماء حق ہیں وہ بھی اس قرآن کی صداقت کے قائل ہیں صراط العزیز الحمید سے مُراد دین حق کا راستہ ہے۔ آگے پھر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی بحث ہے جو اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے جیسا کہ ہم کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ دنیا کے کفار و مشرکین ایک جانب ہیں اور تمام کتب سماویہ ایک جانب ہیں (۶) اور یہ دین حق کے منکر آپس میں ایک دوسرے سے یوں کہتے ہیں کیا ہم تم کو ایک ایسا شخص بتائیں جو تم کو یہ انوکھی خبر دیتا ہے کہ جب تم مر کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تمکو از سر نو پیدا ہونا ہے اور نئے سرے سے جنم لینا ہوگا ۞ یعنی ایک دوسرے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف ان الفاظ سے کراتا ہے کہ آؤ ہم تمہیں ایک ایسا آدمی بتائیں جو عجیب و غریب باتیں کرتا ہے وہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جب تم مر کر زمین میں مل جاؤ گے اور ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم پھر دوبارہ پیدا ہو گے اور از سر نو جنم لو گے (۷) تفسیر صفحہ ہذا معلوم نہیں اس شخص نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اسکو کچھ جنون ہو گیا ہے یہ کوئی بات نہیں بلکہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہ خطرناک عذاب اور پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں ۞ یعنی یا تو یہ شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرتا ہے یا کچھ جنون اور دیوانگی میں مبتلا ہے، کیونکہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا تو محال ہے یا یہ جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے، یا دیوانگی کی وجہ سے بلا قصد جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہے حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ ہمارا پیغمبر نہ تو مفتری ہے نہ مجنوں ہے بلکہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی لوگ عذاب اور دور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ کلام ہمیشہ صدق اور کذب میں دائر ہوتا ہے لیکن ان بدبختوں نے صدق کو تو چھوڑ ہی دیا کذب کا مقابلہ جنون سے کردیا یعنی جھوٹا تو یہ شخص ہے ہی فرق یہ ہے کہ جان بوجھ کر خدا پر جھوٹ بولتا ہے یا جنون کی وجہ سے بلا جانے بوجھے جھوٹ بولتا ہے گویا جھوٹ کو تقسیم کردیا قصد اور بلا قصد میں پرلے درجے کی گمراہی کا مطلب یہ ہے کہ یہ گمراہی منہاج مستقیم سے بہت دور ہے (۸) بھلا کیا انھوں نے آسمان و زمین کی طرف نظر نہیں کی جو انکے آگے بھی اور پیچھے بھی موجود ہیں اگر ہم چاہیں تو انکو زمین میں دھنسا دیں یا اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دیں اس دلیل مذکور میں بڑی واضح اور سبق آموز دلیل ہے اُس بندے کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنیوالا ہے ۞ یعنی آسمان و زمین جو اُن کو دکھائی دیتے ہیں اور جہاں جائیں یہ اُن کو احاطہ کئے ہوئے ہیں ان زمین و آسمان پر نظر نہیں کرتے اور غور و فکر سے کام نہیں لیتے کہ زمین و آسمان کے گھیرے میں گھرے ہوئے انسانوں کی کیا بساط جب اللہ تعالیٰ چاہے زمین میں قارون کیطرح دھنسا دے اور چاہے تو ایکہ والوں کی طرح جو حضرت شعیبؑ کی قوم تھی آسمان سے کوئی عذاب نازل کردے وہ بھی کہا کرتے تھے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا ہم پر گرا دے تو ان پر بادل آیا اور آگ برسی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں دعید بھی ہو اور دوبارہ مُردوں کے زندہ ہونے کی دلیل بھی ہو کہ جس اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا آسمان اور زمین پیدا کیا اُسکو دوبارہ انسان کے پیدا کرنے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے۔ رجوع کرنیوالا بندہ وہ ہے جو ہر اُس شے سے جو اللہ سے غافل کرنیوالی ہو اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کرے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا جو اپنی توبہ میں سچا ثابت ہو وہ منیب ہے، بہرحال آگے بعض ایسے حضرات کا ذکر ہے جو انابت میں کامل تھے (۹) اور یقیناً ہم نے داؤدؑ کو اپنی جانب سے ایک خاص قسم کی برتری اور بزرگی دی تھی ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا تھا کہ اے پہاڑو! داؤدؑ کے ساتھ تسبیح میں (باقی صفحہ ۶۸۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۸۴) موافقت کرو اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا اور ہم نے داؤد کیلئے لوہے کو نرم کر دیا (۱۰) اور ہم نے فرمایا کہ اے داؤد تو لوہے کی کشادہ اور پوری زرہیں بنا اور جال بُننے میں کڑیوں کا صحیح اندازہ رکھ اور تم سب یعنی داؤدؑ اور اس کے متعلقین نیک اعمال کے پابند رہو بلاشبہ تم جو کام کرتے ہو میں وہ سب دیکھتا ہوں ۱؎ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت داؤدؑ چوتھے دن جنگل میں نکلتے اپنے گناہ پر روتے اور زبور پڑھتے خوش آوازی سے اُس کے اثر سے پہاڑ بھی ساتھ پڑھتے اور روتے اور اُڑتے جانور پاس بیٹھ کر اسی طرح آواز کرتے اس مجلس میں لوگوں کے بہت جان نکلتے اور کڑیوں کی زرہ پہلے اُنہی سے نکلی کر کشادہ رہے ۲؎ حضرت داؤدؑ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نویں یا تیرھویں پشت میں ہوئے ہیں، انکے باپ کا نام ایشا ہے یا ایشا کے چھوٹے لڑکے تھے ان کے علاوہ ایشا کے بارہ لڑکے اور تھے، یہ بڑے باقبال تھے ان کی تفصیل تو سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ یہ علاوہ بکریاں چرانے کے گوپیے سے نشانہ بہت اچھا لگاتے تھے حضرت اشمویل علیہ السلام کے مشورے سے حضرت اشمویل کی فوج میں شریک ہو کر جالوت کو قتل کیا اور حضرت اشمویل کے حکم سے جالوت کی سلطنت سنبھالی واتٰہ اللہ الملک والحکمۃ وعلمہ مما یشاء

بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا

جو سلیمانؑ کے رب کے حکم سے سلیمانؑ کی نگرانی میں مختلف قسم کے کام کرتے تھے اور ان جنات میں سے جو ہمارے حکم سے

نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ

کج روی اور سرتابی کرے گا تو ہم اسکو دہکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھا دیں گے۔ وہ جنات سلیمانؑ کیلئے وہ چیزیں

مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ

جو وہ چاہتا بنایا کرتے تھے بڑی بڑی اونچی عمارتیں اور تصویریں اور بڑے بڑے لگن جیسے حوض اور بڑی بڑی دیگیں جو بھاری

رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ

ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ جمی رہیں لے داؤد کے خاندان والو تم ان نعمتوں کے شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں بہت ہی

الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ

بندے شکر گزار ہوتے ہیں۔ پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو سلیمان کی موت پر جنات کو

عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ

کسی نے بھی آگاہ نہ کیا مگر ایک گھن کے کیڑے نے جو سلیمانؑ کی لکڑی کو کھا رہا تھا

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ

پھر جب سلیمان گر پڑا تب جنات کو اس امر کی حقیقت ظاہر ہوئی کہ اگر وہ غیب کی باتیں جانتے ہوتے

مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ

تو اس ذلت آمیز مصیبت و تکلیف میں مبتلا نہ رہتے بلاشبہ اہل سبا کے لئے ان کے

فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ڛ

وطن ہی میں بڑی بڑی نشانیاں موجود تھیں یعنی باغوں کی دو دو قطاریں تھیں جو داہنے اور بائیں جانب مسلسل چلی گئی تھیں

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ

اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ عمدہ اور پاکیزہ شہر ہے

طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

اور معاف کرنیوالا رب غفور ہے۔ پھر انہوں نے بے پروائی کا شیوہ اختیار کیا تو ہم نے ان پر

پارۂ دوم کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہرحال سلطنت کے بھی مالک ہوئے نبوت بھی ملی، آپ کی خوش الحانی اور ترنم ضرب المثل ہے ان کی تسبیح میں خاص اثر تھا پہاڑ اور طیور کو اللہ تعالیٰ نے ان کا مسخر کر دیا تھا پہاڑ بھی ان کے ساتھ اور طیور بھی ان کیساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان کو حکم دے رکھا تھا اوبی معہ والطیر۔ اوبی کے معنی عام طور سے مفسرین نے داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے ساتھ موافقت کرنے اور آواز سے آواز ملانے کے معنی کئے ہیں۔ سورۂ ص میں انشاء اللہ آئے گا۔ یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورۃ۔ بعض لوگوں نے کہا ہے پہاڑ اُن کیساتھ چلتے تھے۔ بہرحال پہاڑوں کی تسبیح یا ان کا ہمراہ چلنا حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات میں سے تھا۔ پہاڑوں اور پرندوں کی یہ تسبیح ان کی آواز کی گونج نہ تھی جیسا کہ بعض ناسمجھ لوگوں نے سمجھا ہے بلکہ یہ ایک معجزہ تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا اُن کا لحن اور ان کا زبور پڑھنا پرندوں اور پہاڑوں پر یہ اثر کرتا تھا جو مذکور ہوا اور انسانوں کی یہ حالت ہوتی تھی کہ اُن کی مجلس میں اللہ تعالیٰ کے شوق میں بعض لوگ مر جاتے تھے۔ جیسا کہ شاہ صاحبؒ نے فرمایا۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام کو خوش آوازی اور لحن اور خوش گلو کی نعمت کے ساتھ ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم بنا دیا تھا جس طرح چاہتے لوہے کو موم کی طرح استعمال کرتے ان کی خواہش تھی کہ وہ اپنا [illegible] اس لیے [illegible] اللہ تعالیٰ نے یہ صنعت عطا کر دیا زرہ بناتے تھے اور فروخت کر کے اپنی گزر کرتے تھے۔ زرہ پہلے سپاٹ ہوتی تھی انھوں نے کڑیاں مقرر کر کے جال بنانے کی ایجاد کی اس میں سپاہی کو آرام رہتا تھا وہ آسانی کیساتھ جنگ میں پینترا بدل سکتا تھا۔ حلقوں کی جالی سے مڑنے اور گھومنے میں دشواری نہ ہوتی تھی۔ ان انعامات پر اللہ تعالیٰ نے اُن سے اور اُن کے خاندان سے شکریہ کا مطالبہ کیا کہ تم سب لوگ شائستہ اور نیک اعمال کرتے رہو اور آخر میں ہر قسم کے کاموں پر نگرانی کا اعلان کیا کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ میں سب دیکھ رہا ہوں (۱۱) تفسیر صفحہ ہذا اور ہم نے سلیمان کیلئے ہوا کو تابع کر دیا تھا کہ اُس ہوا کا صبح کو چلنا مہینہ بھر کی مسافت تھی اور اسی طرح اُس ہوا کا شام کو چلنا ایک مہینے کی مسافت تھی اور ہم نے سلیمان کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنوں میں سے بعض وہ جنات تھے جو سلیمان کے پروردگار کے حکم سے اسکے سامنے اور اسکی نگرانی میں مختلف قسم کے کام کیا کرتے تھے اور ہم نے ان جنات کو یہ حکم دیا تھا کہ جو ہمارے حکم سے کج روی اور سرتابی کریگا تو ہم اُس کو دہکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھا دیں گے ۱؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا کو مسخر فرما دیا تھا اُن کے تخت کو جہاں وہ چاہتے وہاں پہونچاتی۔ ہوا جس تیزی سے اپنے دوش پر ان کے تخت کو لے جاتی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو تا کہ ایک گھوڑے سوار ایک مہینے میں جتنی دور جائے حضرت سلیمانؑ کا تخت وہاں صبح کو نکلنے کے بعد دوپہر تک پہونچاتے اور دوپہر ڈھلے قیلولہ کرنیکے بعد شام تک ایک مہینے کی مسافت طے کر لیا کرتے۔ شام یمن یمن سے شام شام سے اصطخر اور اصطخر سے کابل غرض جہاں انکو جانا ہوتا تھا ہوا اُن کے تخت کو اُڑا کرلے جاتی جیسا کہ سورۂ انبیاء میں گزرا ہے اور سورۂ ص میں بھی اشارہ آئے گا۔ زمین میں معدنی تانبا کو پگھلا دیا گیا تھا جس میں پگھلا ہوا تانبا چشمہ کی طرح بہتا تھا اور اس پگھلے ہوئے تانبے کو سانچے میں ڈال کر برتن وغیرہ تیار کئے جاتے تھے۔ کہتے ہیں یہ چشمہ یمن میں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جنات کو بھی اُن کے لئے مسخر کر دیا تھا اور اُن سے حضرت سلیمانؑ وہ کام لیتے تھے جو انسانی طاقت سے زیادہ ہوتے تھے۔ (باقی ضمیمہ میں)

پھر انہوں نے اعراض اور بے پروائی کا شیوہ اختیار کیا اور پھر انھوں نے مُنہ پھیر لیا تو ہم نے ان پر بند توڑ کر زور کا سیلاب اور پانی کی تیز رو کو بھیج دیا۔ اور ہم نے اُن کے دو رویہ باغوں کے بدلے میں اور دو باغ انکو دیدیئے جن میں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور کچھ قدرے قلیل بیری کے درخت تھے ؛ مطلب یہ ہے کہ پانی کا بند ٹوٹ گیا اور پانی کی رو آگئی اور وہ دو رویہ باغ بہہ گئے آبادی تباہ ہوگئی۔ اور تمام زمین ایسی ہوگئی جیسے دریا کے قریب بیلا۔ کچھ جھاؤ۔ جوانسا۔ بدمزہ پھلوں کے درخت کچھ جنگلی بیری کے بیر۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب چاہا اللہ نے عذاب بھیجے گھونس پیدا ہوئی اس پانی کے بند میں اُس کی جڑ کرید ڈالی ایک بار پانی نے زور کیا بند کو توڑ دیا وہ پانی عذاب کا تھا سُرخ رنگ کا جس زمین پر پھر گیا کام سے جاتی رہی پیچھے وہ قوم ویران ہو کر جُدا جُدا ہوگئی اور کچھ جو رہی تھی اُن باغوں کے بدلے یہ چیزیں پانے لگی ؛ خلاصہ یہ کہ پورا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تباہ ہوگیا اور لوگ مختلف قبیلوں میں بٹ گئے (۱۶) ہم نے ان کو یہ سزا اُن کی اس ناشکری اور ناسپاسی کے سبب دی جسکے وہ مرتکب تھے اور ہم ایسی سزا صرف اُسی کو دیا کرتے ہیں جو بڑا ناسپاس ہو

سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ

زور کا سیلاب بھیج دیا اور ہم نے اُن کے دو رویہ باغوں کے بدلے میں اور دو باغ انکو دیئے

اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾

جن میں بد مزہ پھل اور جھاؤ اور کچھ قدرے قلیل بیری کے درخت رہ گئے

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا

ہم نے انکو یہ سزا اُن کی اس ناسپاسی کے سبب دی جس کے وہ مرتکب تھے اور ہم ایسی سزا صرف اُسی کو دیا کرتے ہیں جو

الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ

سخت ناسپاس ہو۔ اور ہم نے اہل سبا کے اور ان بستیوں کے مابین جن میں ہم نے برکت رکھی تھی یعنی شام کا علاقہ

بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ

بہت سی ایسی بستیاں آباد کر رکھی تھیں جو راہ میں نظر آتی تھیں اور ہم نے سفر کی رعایت سے ان بستیوں کے درمیان خاص

سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا

انداز اور مناسب فاصلہ رکھا تھا کہ تم لوگ ان میں راتوں کو اور دنوں کو امن وامان سے سفر کرو۔ پھر اس سفر کی آسانی پر

بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ

انھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں کو دراز کردے اور اُنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا پھر ہم نے

اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ان کو ایک قصۂ پارینہ بنا دیا اور ہم نے ان کو بالکل ٹکڑے ٹکڑے اور تتر بتر کر دیا۔ بے شک اس واقعہ میں

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ

ہر صبر کرنیوالے شکر بجالانے والے کیلئے بڑی عبرت آموز نشانیاں ہیں۔ اور بلاشبہ شیطان نے لوگوں کے

اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾

بارے میں جو رائے قائم کی تھی اُس کو صحیح پایا کہ ایمان والوں کی ایک تھوڑی سی جماعت کے سوا سب شیطان کے پیچھے ہو لیے

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ

اور لوگوں پر شیطان کا قابو سوائے اتنی بات کے اور کسی وجہ سے نہیں ہوا کہ جو شخص آخرت پر ایمان

ضحاک کہتے ہیں کہ یہ لوگ فترت کے زمانے میں تھے یعنی حضرت عیسیٰؑ اور جناب سید المرسلینؐ کے درمیان کا زمانہ اگر یہ درست ہو تو شاید حضرت عیسیٰ کے وصی انکو سمجھانے آتے ہوں گے۔ بہرحال پیام خداوندی اُن کو کسی نہ کسی ذریعے سے پہنچا ہوگا اور نافرمانی کے باعث یہ تباہی آئی ہوگی، بند ٹوٹنے کا سبب گھونس ہو یا چوہے ہوں۔ ظاہری طور پر کوئی سبب ہوا ہو لیکن یہ واقعہ ہے کہ مارب ویران کیا گیا اور انکی نافرمانی اور ناسپاسی کے باعث ویران ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہم معمولی باتوں پر سزا نہیں دیا کرتے مگر ہاں جب کسی ناسپاس کی ناسپاسی حد سے بڑھ جاتی ہے تب ہماری جانب سے سزا کا حکم جاری ہوتا ہے وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ۔ نعوذ باللہ من الکفر والطغیان (۱۷) اور ہم نے اہل سبا کے اور اُن بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی ہے بہت سی بستیاں ایسی آباد کر رکھی تھیں جو راستے میں سے نظر آتی تھیں اور ہم نے سفر کی رعایت سے اُن بستیوں کے درمیان ایک خاص اندازے اور مناسبت سے فاصلہ رکھا تھا کہ تم لوگ ان بستیوں میں راتوں کو اور دنوں میں جب چاہے امن کیسا تھ بے خوف و خطر سفر کرو اور چلو ؛ حضرت حق تعالیٰ نے ایک اور احسان کی ناسپاسی کیجانب اس آیت میں ذکر فرمایا مطلب ہے کہ جس طرح ہم نے اہل سبا کو اُن کے ملک میں ہر طرح آسودگی اور مرفہ الحالی عطا فرمائی تھی اسی طرح اُن لوگوں کیلئے سفر اور تجارت کی بڑی سہولتیں عطا کی تھیں یمن سے لیکر شام تک ایک شارع عام اور گذرگاہ تھی۔ جس پر نہ صرف یمن اور جدہ اور بصرہ سے تجارت ہوتی تھی بلکہ عرب لوگ ہندوستان سے لاکھوں روپے کے مال کی تجارت کیا کرتے تھے ؛ یہ شارع عام ملک شام تک چلا جاتا تھا اور ہندوستان کا مال شام تک اس راہ سے پہونچتا تھا۔ اس راستے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بستیاں آباد تھیں ان بستیوں سے مسافروں کو بڑا آرام ملتا تھا پھر یہ بستیاں ایک ایسے مناسب فاصلے سے آباد تھیں کہ صبح کا مسافر دوپہر کو اور دوپہر کا مسافر شام کو ان میں پہونچکر آرام کر سکتا تھا۔ ان بستیوں کے تسلسل کیوجہ سے یہ طویل راستہ محفوظ اور مامون بہت تھا۔ راستے میں لوٹ مار کے واقعات بہت ہی کم ہوتے تھے تو راستہ محفوظ۔ تجارت کی آسانی۔ اور کثیر المنافع کا سفر اور سفر میں قیام اور آرام کی سہولتیں پانی کی فراوانی غرض ہر قسم کی سہولتیں انکو اس عام گذرگاہ سے حاصل تھیں مگر انھوں نے سفر کی ان تمام سہولتوں کو ٹھکرا دیا جیسا کہ آگے ارشاد ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں برکت والی بستیاں یعنی ملک شام ان کے ملک سے شام تک راہ امن کی آباد بستیاں پاس پاس سفر تھا جیسے سیر کا (۱۸) پھر اس سہولت اور سفر کی آسانی پر انھوں نے یوں کہا اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی اور بعد کردے اور فاصلہ کردے اور انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا پھر ہم نے ان کو افسانہ اور قصۂ پارینہ کر دیا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے اور تتر بتر کر دیا بے شک اس واقعہ تمزیق میں ہر صبر کرنے والے اور شکر بجا لانیوالے کیلئے بڑی عبرت آموز نشانیاں ہیں ؛ اس خواہش کی بنا بھی شاید حسد ہوگی کہ اس سفر میں فقیر اور رئیس یکساں کیوں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر کچھ بستیاں ان بستیوں میں سے اُجڑ جائیں اور قیام و طعام کی اور امن و امان کی یہ سہولتیں ختم ہو جائیں تو پھر یہ سفر رؤسا اور امراء کے ڈھب کا رہ جائے جن کے ساتھ محافظ سپاہی ہوں، پانی لانیوالے نوکر و غلام ہوں، پہرہ دینے والے خدام ہوں۔ وہی لوگ سفر کرنے کے مستحق ہوں۔ بہرحال نالائقوں کی اس خواہش کا مبنیٰ کچھ بھی ہو، مدعا یہ ہے کہ سفر کی یہ سہولتیں پسند نہ آئیں اور سفر میں جو عموماً تکالیف اور ناہمواریاں (باقی ضمیمہ میں)

در لوگوں پر شیطان کا قابو سوائے اتنی بات کے اور کسی وجہ سے نہیں ہوا کہ جو شخص آخرت پر ایمان لاتا ہے ہم اُسکو اس شخص سے نمایاں اور متمیز کردیں جو آخرت کے متعلق شک اور شبہے میں پڑا ہوا ہے اور آپکا پروردگار ہر چیز پر نگہبان اور نگراں ہے ؛ یعنی شیطان کو جو اغوا کے سلسلے میں برائے نام قابو دیدیا ہے اُس کا منشا صرف اسقدر ہے کہ بُرے اور اچھے علیٰحدہ علیٰحدہ ہوجائیں اور قیامت کے منکر قیامت پر ایمان رکھنے والوں سے متمیز ہوجائیں۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم شیطان نے کسی کو تلوار یا لکڑی اور کوڑے سے نہیں مارا بلکہ اُس کا کام فریفتہ کرنا اور دلوں میں آرزوئیں ڈالنا ہے چونکہ لوگ اتنی ہی بات میں اسکے پیچھے ہولیتے ہیں اسلئے تسلیط سے تعبیر فرمایا۔ بہرحال لوگ اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے موافق اسکے پیرو ہوجاتے ہیں یا اس سے نفرت کرتے ہیں اور عقائد و اعمال کی وجہ سے ایک دوسرے سے متمیز اور نمایاں ہوجاتے ہیں۔ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔ یہ شیطان کا پیرو ہے اور یہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا متبع اور پیرو ہے آپ کا پروردگار ہر چیز پر نگراں ہے اس سے کوئی بات فرماں برداروں کی یا نافرمانوں کی پوشیدہ نہیں ہے (۲۱) اے پیغمبر آپ دین حق کے ان منکروں سے فرمادیجیے کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود سمجھے ہوں اُن مفروضہ معبودوں کو پکارو وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کوئی اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین میں اور نہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں ان مزعومہ اور مفروضہ معبودوں کی کوئی شرکت اور ساجھا ہے اور نہ ان معبودان باطلہ میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے ؛

يُؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ

لاتا ہے ہم اسکو اس شخص سے نمایاں اور متمیز کردیں جو آخرت کے متعلق شک میں پڑا ہوا ہے اور آپکا رب

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

ہر چیز کے حال کا نگراں ہے۔ آپ اُن کافروں سے کہدیجئے جن کو تم خدا کے سوا اپنا معبود سمجھے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

بیٹھے ہو ان کو پکارو وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کوئی اختیار رکھتے ہیں

وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ

اور نہ زمین میں اور نہ آسمان و زمین میں ان مزعومہ اور مفروضہ معبودوں کی کوئی شرکت ہے اور ان میں سے

مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا

کوئی خدا کا مددگار ہے۔ اور خدا کے سامنے کسی کے لئے سفارش کام نہیں آتی مگر ہاں اسکے کام آسکتی ہے جسکی نسبت خدا تعالیٰ

لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا

سفارش کی اجازت دیدے اور تو اور وہاں فرشتوں کی یہ حالت ہے کہ وہ نزول فرمان کے وقت گھبرا جاتے ہیں یہاں تک کہ جب انکے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی

مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

ہے تو ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا مقربین ملائکہ جواب دیتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہی سب سے عالیشان اور بڑا ہے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ

آپ ان لوگوں سے پوچھیے کہ تم کو آسمانوں سے اور زمین سے کون روزی دیتا ہے آپ ہی فرمایئے کہ وہ

اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

اللہ ہے اور یقیناً ہم یا تم ضرور راہِ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں یعنی سچا فرقہ تو ایک ہی ہے

قُلْ لَّا تُسْــَٔـلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْــَٔـلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

اے پیغمبر آپ فرمادیجیے کہ تم سے ہمارے جرائم کی پرسش نہیں کی جائے گی اور تمہارے اعمال کی ہم سے بازپرس کی جائیگی

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ

آپ کہدیجئے ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہم سب کے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے گا، اور وہی خوب

۲ ع ۱۲

۸ مطلب یہ ہے کہ جن معبودوں کو تم خدا کے سوا اُسکی خدائی اور اسکی قدرت میں دخیل سمجھتے ہو اور اُن کو معبود بنائے بیٹھے ہو ان کو اپنی حاجت روائی کیلئے پکار دیکھو تم کو معلوم ہوجائیگا کہ اُن کے اختیار کی کیا حقیقت ہے ان معبودان باطلہ کی کیفیت یہ ہے کہ نہ آسمانوں اور نہ زمینوں میں اُن کی کچھ چلتی ہے اور نہ ایجاد عالم میں ان کو کوئی دخل ہے اور نہ وہ کسی حیثیت سے حضرت حق تعالیٰ کے مددگار ہیں پھر انکو پکارنا محض عبث اور بیکاری نہیں بلکہ جہالت اور گمراہی ہے (۲۲) اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کیلئے سفارش کام نہیں آتی مگر ہاں اس کے کام آسکتی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ سفارش کی اجازت دیدے یعنی شفیع کو منظوری مل جائے کہ فلاں جماعت کیلئے سفارش کرسکتے ہو اور اجازت سے پہلے پہلے اہل محشر اور شافع اور مشفوع بہم ایک گھبراہٹ اور پریشانی میں انتظار کرتے ہوں گے یہاں تک کہ جب انکی گھبراہٹ ان کے قلوب سے دور ہوجائے گی تو آپس میں کہیں گے تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا اور کیا حکم دیا تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا یعنی شفاعت کی اجازت دیدی گئی اور وہی سب سے عالیشان اور بڑا ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ کے یہاں سفارش عوام جانتے ہیں اولیا سے وہ انبیا سے وہ فرشتوں سے فرشتوں کا حال یہ ہے جو فرمایا جب اوپر سے اللہ کا حکم اُترتا ہے آواز آتی ہے جیسے پتھر پر زنجیر کی فرشتے ڈر سے تھرتھراتے ہیں جب تسکین آئی اور کلام اُترچکا ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کیا حکم ہوا اوپر والے بتلاتے ہیں نیچے والوں کو جو اللہ کی حکمت کے موافق ہے اور آگے سے قاعدہ معلوم ہے وہی حکم ہوا ؛؛ خلاصہ یہ ہے کہ عام احکام کے نزول کے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اُس آواز کو سلسلۃ الجرس سے تشبیہ دیجاتی ہے جیسا کہ عام طور سے احادیث میں آتا ہے اسی کو شاہ صاحبؒ نے فرمایا جیسے پتھر پر زنجیر کی آواز۔ چونکہ اس آیت کی تفسیر مفسرین نے دو طرح کی ہے اس لئے ہم نے ترجمے اور تیسیر میں فرق کردیا ہے۔ ایک قول تو وہی ہے جس کی طرف شاہ صاحبؒ نے اشارہ فرمایا ہے کہ جب کوئی حکم نازل ہوتا ہے تو ملائکہ میں ایک قسم کی گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہے اور جب آواز بند ہوجاتی ہے تو فرشتے ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں ماذا قال ربکم۔ ملائکہ مقربین جواب دیتے ہیں کہ جو حکم جاری ہوا ہے وہ بالکل صحیح اور ٹھیک ہے۔ دوسرے معنی وہ ہیں جو ہم نے تیسیر میں اختیار کیے ہیں کہ شفاعت کے اذن سے پہلے سب میں گھبراہٹ ہوگی۔ اور شفاعت کے خواہش مند اور جنکو شفاعت کا اذن ملنا ہے وہ سب گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے اور ایک عرصہ تک انتظار میں رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم جاری ہوچکے گا تب ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ پروردگار عالم نے کیا فرمایا آپس میں ہی ایک دوسرے کو جواب دیں گے کہ جو کچھ فرمایا ہے وہ برحق ہے یعنی گناہگار مومنین کیلئے شفاعت کی اجازت مل گئی اور دین حق کے منکروں کیلئے شفاعت کو رد کردیا گیا۔ وما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع (مومن) وہ بلند مرتبہ اور بزرگ قدر ہے۔ اسکے حکم کو کوئی رد کرنیوالا نہیں (۲۳) اے پیغمبر آپ دلائل توحید کے سلسلے میں ان منکرین سے فرمادیجیے کہ

(باقی صفحہ ۶۸۸ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۸۷) تم کو آسمانوں سے اور زمین سے کون روزی دیتا ہے اور کون تمہاری رزق رسانی فرماتا ہے آپ ہی فرمائیے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے اور یقیناً ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں ؂ یعنی آسمان سے پانی برسانا اور زمین سے نباتات اُگاکر تمہارے لئے روزی مہیا کرنا کس کا کام ہے یہ بات چونکہ ایسی ہے کہ دل سب اس کو مانتے ہیں کہ یہ کام سوائے باری تعالیٰ کے اور کون کرسکتا ہے اس لئے رسول کو حکم دیا کہ آپ کہدیجئے وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آگے ایک بات اور غور طلب فرمائی کہ ذرا سوچو ہم تم میں ایک ایک تو حق پر ہے اور ایک نہ ایک ضرور گمراہ ہے۔ ہم باوجود اس کے حق پر ہیں پھر بھی تم کو موقع دیتے ہیں کہ آؤ بیٹھ کر غور کرو۔ یہ بھی تبلیغ و تلطیف دعوت کا ایک طریقہ ہے۔ بہرحال یہ تو ہو نہیں سکتا کہ توحید باری کے مدعی اور توحید الٰہی کے منکر دونوں حق پر ہوں یا دونوں گمراہ ہوں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دونوں فرقے تو سچ نہیں کہ ایک مقرر سچا ہے ایک مقرر جھوٹا ہے تو لازم ہے کہ سوچو اور سچی بات پکڑو اس میں ان کا جواب ہے جو اس زمانے میں بعضے لوگ کہتے ہیں دونوں فرقے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں کیا ضرور جھگڑنا ۔ بعضے جاہل اس قسم کی صلح کن باتیں کیا کرتے ہیں اور حق و باطل کو ایک ترازو میں تولتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانے میں بھی ایسے لوگ ہوں گے اور آج کل تو ایسے نادان بہت ہیں بعض مفسرین نے اس آیت میں و کو بمعنی او بھی لیا ہے اور کلام کو بطریق لف و نشر مرتب کے بیان کیا ہے واللہ اعلم (۲۴) اے پیغمبر آپ فرمائیے تم سے ہمارے جرائم کی پرسش نہیں کیجائیگی اور تم جو کرتے ہو اس کی ہم سے بازپرس نہیں کی جائے گی ؂ اس کلام میں بھی نہایت نرمی برتی ہے کہ اپنے افعال کو اجرمنا سے تعبیر کیا ہے اور مخالف کے اعمال کو عما تعملون فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ تم میں سے اور ہم میں سے ہر ایک فریق اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور قیامت کے منکر یہ سمجھ بیٹھیں کہ کسی سے بازپرس نہ ہوگی اور پرسش اعمال کا کوئی دن نہ ہوگا اس لئے آگے فرمایا (۲۵) اے پیغمبر آپ بھی فرما دیجئے ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہم سب کے مابین ٹھیک انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے گا اور وہی بڑا خوب فیصلہ کرنیوالا ہے سب کا حال جانتا ہے ؂ یعنی ایک دن ضرور ایسا آنا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو سب کو جمع کریگا پھر ہم سب کے درمیان انصاف کیساتھ صحیح اور حق فیصلہ فرمادیگا وہ بڑا فیصلہ کرنیوالا اور خوب فیصلہ دینے والا اور ہر ایک کے حال سے واقف اور جاننے والا ہے آگے پھر شرک کا رد فرمایا (۲۶)

الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ أَرُونِيَ الَّذِينَ أَلْحَقْتُم

فیصلہ کرنیوالا سب کے حال سے باخبر ہے آپ ان سے فرمائیے جنکو تم نے خدا کا شریک بناکر خدا کیساتھ ملا رکھا ہے

بِهِ شُرَكَاءَ ۖ كَلَّا ۚ بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾

انہیں ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ ہرگز اُس کا کوئی شریک نہیں ہے بلکہ وہی اللہ ہے کمال قوت و کمال حکمت کا مالک

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

اور اے پیغمبر ہم نے آپکو تمام لوگوں کے واسطے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بناکر بھیجا ہے

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُولُونَ

لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ اور جو لوگ منکر ہیں وہ یوں کہتے ہیں

مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لَكُمْ

کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدۂ عذاب و ثواب کب پورا ہوگا۔ آپ فرمادیجئے تمہارے لئے

مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا

ایک دن کا وعدہ مقرر ہے تم اس دن سے نہ گھڑی بھر پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ گھڑی بھر

تَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٠﴾ ع وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ

آگے بڑھ سکتے ہو۔ اور کفار قریش کہتے ہیں کہ ہم ہرگز

نُؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ

اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اُس سے پہلی کتابوں پر

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور کاش آپ ان کی حالت کو اس وقت ملاحظہ کرتے جب یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے

يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ

ان میں سے ایک دوسرے پر بات کو ڈالتا ہوگا۔ کم زور یعنی

اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا

ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم یقیناً

ع ۳ / ۹ / ۹

تفسیر صفحہ ہذا آپ ان سے فرمائیے جنکو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بناکر اللہ تعالیٰ کیساتھ ملا رکھا ہے انہیں ذرا مجھے بھی تو دکھلاؤ۔ ہرگز ایسا نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے بلکہ وہی اللہ ہے کمال قوت اور حکمت کا مالک ؂ یعنی تم کو اللہ تعالیٰ کی قوت اور اسکے احسانات کا علم ہوچکا اور معبودانِ باطلہ کا عجز اور انکی بیچارگی بھی معلوم ہوچکی اور باوجود اس کے ان باطل معبودوں کو تم نے اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت میں شریک کر رکھا ہے تو اُن کو مجھ کو دکھلاؤ اور اُن کو بتاؤ تاکہ میں اُن کو دیکھوں کہ وہ کس کام ہیں تم ان خیالات سے باز آؤ اللہ تعالیٰ تو وہی یکتا اور اکیلا معبود ہے اور وہی زبردست اور بڑی حکمت کا مالک ہے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اظہار ہے (۲۷) اور ہم نے آپکو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کیواسطے بشارت اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ؂ تمام لوگ یعنی عرب و عجم اور سرخ و سیاہ احمر و اسود، موجود یا آئندہ آنے والے بلکہ ہر مکلف کی جانب آپ رسول بناکر بھیجے گئے ہیں خواہ وہ انسان ہوں یا جنات اتباع کرنیوالوں کو رضائے الٰہی کی خوشخبری دیتے ہیں اور نافرمانی کرنیوالوں کو ڈراتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے لیکن اکثر لوگ آپ کی بزرگی اور آپ کے مراتبِ علیا کی قدر و منزلت کو نہیں سمجھتے حضرت قتادہ نے مرفوعاً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد کو عرب اور عجم یعنی سب کیطرف پیغمبر بناکر بھیجا ہے تمام لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بزرگ وہ ہے جو ان کی بہت اتباع اور پیروی کرنیوالا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں تمام لوگوں کیطرف بھیجا گیا ہوں خواہ وہ عرب ہوں یا عجم اور نبی صرف اپنی قوم کیطرف بھیجے جاتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرا رعب مہینہ بھر کی راہ سے دشمن پر پڑتا ہے اور مال غنیمت میری اُمت کیلئے حلال کردیا گیا اور میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنیوالی مقرر کیا گیا اور میں شفاعت دیا گیا جس کو میں نے اپنی اُمت کے گناہگاروں کے لئے قیامت تک محفوظ کر رکھا ہے، البتہ وہ شفاعت اہل شرک کو نہیں پہنچے گی۔ اَللّٰھُمَّ اَرْزُقْنَا مَحَبَّتَہٗ وَشَفَاعَتَہٗ وَاَدْخِلْنَا فِیْ زُمْرَۃِ اَتْبَاعِہٖ وَاَحْبَابِہٖ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ آگے قیامت کے متعلق ایک اعتراض کا جواب فرمایا (۲۸) اور یہ دینِ حق کے منکر کہتے ہیں کہ یہ وعدۂ عذاب

(باقی صفحہ ۶۸۹ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۸۸) تو اب کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتاؤ :: یعنی قیامت کب آئے گی اور یہ فیصلے کب ہوں گے (۲۹) آپ اُن سے فرما دیجئے تمہارے لئے وعدہ کا ایک دن مقرر ہے۔ اس دن سے نہ تم گھڑی بھر پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ گھڑی بھر آگے بڑھ سکتے ہو :: یعنی گو اس قیامت کا وقت نہ بتایا جائے مگر وہ آئے گی ضرور وہ دن جس کا علم الٰہی میں مقرر ہے، اُس دن سے نہ تم پیش قدمی کر سکتے ہو نہ اُس دن کو موخر کرنا تمہارے لئے ممکن ہے اُس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں موت کا دن۔ بہرحال موت بھی اگر مراد لی جاتی تو وہ بھی مرنیوالے کی قیامت ہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من مات فقد قامت قیامتہ یعنی جو شخص مر گیا تو اُس کی قیامت تو قائم ہو گئی (۳۰) اور دینِ حق کے منکروں نے یوں کہا کہ ہم ہرگز اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر ایمان لائیں گے۔ اور کاش اے مخاطب تو اِن منکروں کی حالت اُس وقت دیکھتا جبکہ یہ ظالم اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے پر بات کو پلٹ رہے ہوں گے تو تجھ کو بڑا عجیب معلوم ہو جو لوگ کمزور اور تابع تھے وہ بڑائی کرنیوالوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم یقیناً ایمان دار ہوتے :: یعنی کفارِ قریش یوں کہتے ہیں نہ ہم قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ دوسری کتبِ سماویہ پر ایمان لائیں گے کیونکہ دیگر کتبِ سماویہ میں بھی اس آخری کتاب یعنی قرآن کا ذکر ہے اس لئے ہم کسی بھی آسمانی کتاب پر ایمان نہیں لائیں گے آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے یا عام مخاطب کو خطاب کیا ہے مفسروں کے دونوں قول ہیں اسلئے ہم نے ترجمے اور تیسیر میں دونوں قول اختیار کر لئے ہیں جب یہ ظالم اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے آپس میں سوال و جواب تو تو میں میں کر رہے ہوں گے ایک دوسرے پر بات کو لوٹا رہے ہوں گے چنانچہ دنیا میں وہ لوگ جو کمزور اور دبے ہوئے تھے وہ سرکشوں اور سرداروں اور چودھریوں سے کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے اور تمہارا دباؤ نہ ہوتا تو ہم اسلام قبول کر لیتے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہوتے آگے مستکبرین کا جواب ہے (۳۱) تفسیر صفحہ ہٰذا برائی کرنیوالے اُن کمزوروں کو جواب دیں گے کیوں غلط بات کہہ رہے ہو کیا ہم نے تم کو اس ہدایت کو قبول کرنے سے بعد اس کے کہ وہ ہدایت تمکو پہنچ چکی تھی روکا تھا؟ نہیں بلکہ تم خود ہی مجرم اور قصوروار تھے :: یعنی ہم نے تمکو اسلامی ہدایت کے قبول کرنے سے کیا زبردستی روکا تھا ہم پر اپنے اسلام نہ قبول کرنیکا کیوں الزام رکھتے ہو اپنے جرم کا خود کیوں نہیں اعتراف کرتے ہم نے تم پر کوئی زور یا زبردستی نہیں کی (۳۲) اس پر وہ کمزور اور ادنیٰ درجے کے لوگ اُن برائی کرنیوالوں سے کہیں گے اور جواب دیں گے نہیں بلکہ تمہاری ہی رات دن کی پُرفریب تدبیروں اور ریشہ دوانیوں نے ہم کو روکا تھا جب تم ہم سے یہ فرمائش کیا کرتے تھے اور یہ مشورہ دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور ہم دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر ٹھہرائیں اور جب یہ لوگ عذاب کا معائنہ کریں گے اور جب تابع اور متبوع عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت اور پشیمانی کو چھپانے کی کوشش کریں گے اور دل ہی دل میں پچھتائیں گے اور ہم اُن لوگوں کی گردنوں میں جو کفر کرتے رہے طوق ڈال دیں گے اُن لوگوں کو اُنہی اعمال کی سزا دی جائیگی جو وہ کیا کرتے تھے :: یعنی سوال و جواب کے سلسلہ میں یہ کمزور اور ناتواں لوگ مستکبرین کو جواب دیں گے کہ زور اور زبردستی نہ بھی کی ہو تمہاری ان ریشہ دوانیوں اور پُرفریب تدبیروں نے تو روکا جو تم دن رات کیا کرتے تھے کہ ہم کسی طرح اسلام نہ قبول کر لیں اور خود ہم سے کہا بھی کرتے تھے اور ہم سے فرمائش بھی کیا کرتے تھے کہ ہم کفر پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک اور سہیم قرار دیں اور دوسروں کو اس کا ہمسر بنائیں۔ اور جب یہ دونوں فریق عذاب کو دیکھیں گے تو چپکے چپکے نادم و پشیمان ہوں گے اور ایک دوسرے سے پشیمانی کو چھپائیں گے مستکبرین اپنی حرکات پر نادم ہوں گے کہ ہم نے ان غریب لوگوں کی راہ میں مشکلات پیدا کیں اور مستضعفین یوں شرمندہ ہوں گے کہ ہم نے ان کا کہنا کیوں مانا اور اپنی رائے سے حق قبول کیوں نہ کیا آگے سزا کا ذکر ہے کہ مجرموں کی مشکیں کس کر گلے میں بھاری بھاری طوق ڈال دیئے جائیں گے اور تابع یعنی کمزور اور متبوع یعنی برائی کرنیوالے سب ہی عذاب کے مستحق ہوں گے هل یجزون الا ما کانوا یعملون بدلا نہیں دیا جائے گا مگر انہی اعمال کا جن کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے (۳۲) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی رسول ڈرانیوالا نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس بستی کے مرفہ الحال اور خوش عیش لوگوں نے ان پیغمبروں سے یہی کہا کہ جو پیغام تم دیکر بھیجے گئے ہو ہم اس پیغام کے منکر اور نامعتقد ہیں :: یعنی یہ کفر و انکار کا طریقہ صرف آپ ہی کو پیش نہیں آ رہا ہے۔ بلکہ ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ جب کوئی پیغمبر کسی بستی میں آتا ہے تو وہاں کے (باقی صفحہ ۶۹۰ پر)

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا

ایمان دار ہوتے۔ یہ بڑے لوگ اُن ادنیٰ درجے کے لوگوں کو جواب دیں گے کیا ہم نے تم کو

اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ

اس ہدایت کے قبول کرنے سے بعد اس کے کہ وہ ہدایت تم کو پہنچ چکی تھی روکا تھا نہیں بلکہ تم ہی

كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

خود قصور وار ہو۔ اس پر ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے لوگوں سے یوں

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ

کہیں گے نہیں بلکہ تمہاری ہی رات دن کی پُرفریب تدبیروں نے ہم کو روکا تھا جب

تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَ

تم ہم سے یہ فرمائش کیا کرتے تھے کہ ہم خدا کے ساتھ کفر کریں اور ہم دوسروں کو خدا کا ہمسر ٹھہرائیں۔ اور

اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ

جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو اپنی پشیمانی کو چھپائیں گے اور ہم اُن لوگوں کی گردنوں میں

فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا

جو کفر کرتے رہے طوق ڈال دیں گے اُن لوگوں کو بس وہی سزا دی جائے گی جو کچھ وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ

کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانیوالا رسول نہیں بھیجا مگر اُس بستی کے خوش عیش

مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ

لوگوں نے پیغمبروں سے یہی کہا کہ جو پیغام تم دیکر بھیجے گئے ہو ہم اس پیغام کے منکر ہیں اور یہ خوش عیش لوگ یہ بھی

اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ

کہتے ہیں کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کبھی عذاب دیئے جانے والے نہیں۔ آپ فرما دیجئے میرا

رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

پروردگار جس کیلئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی روزی دیتا ہے لیکن اکثر

(بقیہ صفحہ ۶۸۹) خوش حال لوگ اُس کی تبلیغ اور اُس کے لائے ہوئے احکام کا انکار کرتے ہیں (۳۴) اور یہ خوش حال لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کبھی عذاب دیئے جانیوالے نہیں ۞ یعنی ہم مال میں بھی تم سے زیادہ اور اولاد میں بھی تم سے زیادہ اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا یہ الفاظ شاید مسلمانوں سے کہا کرتے ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ پیغمبروں سے کہتے ہوں (۳۵) آپ فرما دیجئے میرا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے اور تنگی روزی دیتا ہے لیکن اکثر لوگ اس تقسیم کی مصلحت کو نہیں جانتے ۞ یعنی روزی کا کم و بیش ہونا کچھ بزرگی اور مرتبے کی باتوں پر ہونے کی بات نہیں کہ اس سے خوش حال لوگ اپنی صداقت پر دلیل پکڑیں بلکہ روزی کی تقسیم اور اس میں کمی و بیشی اللہ تعالیٰ کی دوسری مصلحتوں اور دوسری حکمتوں پر مبنی ہے کبھی نافرمان غنی ہوتا ہے اور فرماں بردار فقیر اور اسکا عکس لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ نحن اکثر اموالا و اولادا اور اس سے نتیجہ نکالنا بھی باطل ہے کہ کثرتِ مال و اولاد عذاب الٰہی سے بچالے گی (۳۶) تفسیر صفحہ ہذا اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں جو درجے اور مرتبے میں تم کو ہم سے قریب کر دیں اور تم کو ہمارا مقرب بنا دیں مگر ہاں جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے تو یہ ایمان اور عملِ صالح بیشک ہم سے قریب ہونے اور ہمارے مقرب ہونے کا ذریعہ اور سبب ہیں سو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا دوگنا یعنی عمل سے زیادہ صلہ ملے گا اور وہ جنت کے بالاخانوں میں بے خوف بیٹھے ہونگے ۞ یعنی جو لوگ کثرت اموال و اولاد پر نازاں ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اموال و اولاد ہم کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب بنا دیں گے اُن کی غلطی اور جہالت کا اظہار فرمایا اور بتایا کہ اصل چیزیں تو ایمان اور عملِ صالح ہیں جو ہم سے قریب کرتے اور ایک انسان کو ہمارا پسندیدہ بناتے ہیں دوگنے کا یہ مطلب ہے کہ عمل سے زیادہ بدلا پائیں گے خواہ وہ دوگنا ہو یا دوگنے سے زیادہ ہو، اگر دل میں ایمان نہیں اور نہ نیک اعمال کا جذبہ تو مال اور اولاد بیکار ہیں اور اُن کا کوئی نفع نہیں البتہ ایمان ہو اور نیک عمل ہو پھر مال نیک کاموں میں خرچ کیا جائے اور اولاد کو اچھی تربیت دی جائے اور وہ ماں باپ کی مغفرت کیلئے دعا کریں تو فائدہ پہونچ سکتا ہے غرفات میں پُر امن ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے ان فی الجنۃ غرفا یری ظاھرھا من باطنھا و باطنھا من ظاھرھا۔ یعنی جنت میں کچھ بالاخانے ہیں جو اپنی صفائی کے اعتبار سے اتنے شفاف ہیں جن کے اندر سے باہر کی تمام چیزیں نظر آتی ہیں اور باہر سے اندر کی تمام چیزیں دکھائی دیتی ہیں یہ بالاخانے ان مسلمانوں کے لئے ہیں جو نرم کلام کرتے ہیں اور فقراء کو کھانا کھلاتے ہیں اور پے درپے روزے رکھتے ہیں اور راتیں جب لوگ سوتے ہیں تو وہ نماز پڑھتے ہیں یعنی تہجد کی نماز پڑھا کرتے ہیں (۳۷) اور جو لوگ ہمارے ہرانے اور عاجز کرنے کو ہماری آیتوں کیخلاف کوشش کرتے اور دوڑے دوڑے پھرتے ہیں تو وہ لوگ گرفتار کرکے عذاب میں لائے جائیں گے ۞ یعنی ہماری آیتوں کے خلاف ان آیات کو باطل ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں اور ہم کو یا ہمارے پیغمبر کو عاجز کرنا چاہتے ہیں اُن کیلئے یہ وعید فرمائی آگے پھر رزق کی کشادگی اور تنگی کا ذکر فرماتے ہیں شاید اس میں مسلمانوں کو سمجھانا ہے جیسا کہ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ سے سمجھ میں آتا ہے اور اس توجیہ سے تکرار کا شبہ بھی مندفع ہو جاتا ہے (۳۸) اے پیغمبر آپ فرمائیے کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے

اَلنَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ

لوگ اس کو نہیں جانتے۔ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد وہ چیزیں نہیں ہیں

بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ

جو تم کو درجے میں ہمارا مقرب بنا دیں مگر ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل

صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ

کرتا رہے سو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا دوگنا صلہ ملے گا اور وہ

فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا

بالاخانوں میں بے خوف ہوں گے۔ اور جو لوگ ہمارے ہرانے کو ہماری آیتوں کیخلاف دوڑے

مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ قُلْ اِنَّ

دوڑے پھرتے ہیں تو وہ لوگ گرفتار کرکے عذاب میں لائے جائیں گے۔ اے پیغمبر آپ فرما دیجئے

رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ

میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جسکی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے تنگی روزی دیتا ہے

لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ

اور تم جو چیز بھی خیرات کرو گے خدا تم کو اس کا عوض عطا فرمائیگا اور وہ سب روزی دینے والوں سے بہتر

الرّٰزِقِیْنَ ﴿٣٩﴾ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ

روزی دینے والا ہے۔ اور وہ دن قابل ذکر ہے جس دن خدا ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾ قَالُوْا

فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔ فرشتے عرض کریں گے

سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ

اے خدا تو جملہ عیوب سے پاک ہے۔ ہمارا کارساز تو تو ہی ہے نہ کہ یہ لوگ بلکہ اصل قصہ یہ ہے کہ یہ لوگ شیاطین کی پرستش

الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِكُ

کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر انہی شیاطین پر اعتقاد رکھتے تھے۔ سو آج تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہونچانے کا

ع ۴ ۶ ۱۰

منزل ۵

روزی کو فراخ اور کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور تنگی روزی دیتا ہے اور تم جو چیز بھی خیرات کرو گے اللہ تعالیٰ تم کو اس کا عوض اور بدلا عنایت فرمائے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ۞ یعنی روزی کی فراخی اور تنگی حضرت حق تعالیٰ کی مشیت پر ہے روزی کی تنگی اور فراخی کا تعلق حق و باطل سے نہیں ہے بلکہ اُس کی حکمت اور مصلحت دوسری ہے۔ جو مسلمان ایسے مواقع میں خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنا حضرت حق کو پسندیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کو اُس مال کا صلہ عطا فرماتا ہے یعنی دنیا میں یا آخرت میں وہ سب روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے یعنی اگر یہاں کوئی مجازی طور پر کسی کو کچھ دیتا بھی ہے تو وہ بھی حق تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے دیتا ہے اس لئے وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے (۳۹) اور وہ دن قابلِ ذکر ہے جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو میدانِ قیامت میں جمع فرمائے گا پھر فرشتوں سے ارشاد فرمائیگا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے اور تم کو پوجتے تھے ۞ یعنی کیا تمہاری رضامندی اور تمہاری اجازت سے تم کو پوجتے تھے کیونکہ اکثر مشرکین (باقی ۶۹۱ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۹۰) فرشتوں کو روحانی قوت سمجھ کر پوجتے تھے بعض کو اکب پرست فرشتوں کو ستاروں کی روح سمجھ کر پوجتے تھے۔ حق تعالیٰ کے اس سوال پر فرشتے عرض کریں گے (۴۰) وہ فرشتے جواب دیں گے اے خدا تو تمام عیوب سے پاک ہے، ہمارا کارساز تو تو ہی ہے اور ہمارا تعلق تو محض آپ ہی سے ہے نہ کہ ان لوگوں سے بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ شیاطین کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر انہی شیاطین پر اعتقاد رکھتے تھے ﴿ یعنی آپ تمام عیوب سے جس میں شرک کا عیب بھی داخل ہے پاک اور منزہ ہیں، ہمارا تو ہی کارساز ہے ان سے ہمارا کوئی تعلق اور واسطہ نہ تھا۔ نہ ہم ان کے فعل سے راضی تھے۔ نہ یہ ہمارے مطیع تھے۔ ہم تو خود ہی آپ کے مطیع اور فرماں بردار تھے۔ بلکہ یہ لوگ شیاطین کی پوجا کیا کرتے تھے کیونکہ وہی ان کو شرک کی ترغیب دیا کرتے تھے اور ان کے مشرکانہ افعال سے شیاطین راضی تھے۔ اس لئے وہی ان کے معبود تھے، اور یہ لوگ تعداد ابھی انہی شیاطین کے معتقد تھے جیسا کہ انشاء اللہ سورہ جن میں آجائیگا وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن۔ بہرحال مشرکوں نے جو اُمیدیں فرشتوں سے قائم کر رکھی تھیں وہ فرشتوں کا جواب سنکر مایوس ہو جائیں گے، آگے اُن جھوٹے عابدین اور باطل معبودین کی بے بسی کا اظہار فرمایا (۴۱)

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہونچانے کا اور ہم اُن لوگوں سے جو ظلم کے مرتکب ہوتے

ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾

تھے کہیں گے کہ اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ

اور جب ان کفار کے رو برو ہماری کھلی کھلی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں محض ایک آدمی ہے

يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُكُمْ ۚ وَ

جو یہ چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں کی پرستش سے روک دے جن کی پرستش تمہارے بڑے بوڑھے کیا کرتے تھے

قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

یہی کہتے ہیں کہ یہ قرآن کچھ نہیں محض ایک جھوٹ ہے گھڑا ہوا۔ اور ان کافروں نے اس امر حق یعنی قرآن کی نسبت

لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ

جب وہ ان کے پاس پہونچا یوں کہا کہ یہ قرآن محض ایک صریح جادو ہے۔ اور ہم نے

اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ

ان کفار مکہ کو نہ تو آسمانی کتابیں دی تھیں جن کو یہ پڑھتے پڑھاتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے ان کی طرف

قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا

کوئی ڈرانیوالا ہی بھیجا تھا۔ اور جو لوگ ان سے پہلے تھے اُنھوں نے بھی تکذیب کا شیوہ اختیار کیا تھا اور جو کچھ

بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ

ساز و سامان ہم نے ان لوگوں کو دیا تھا اسکے تو دسویں حصہ کو بھی یہ کفار نہیں پہنچے غرض ان سابق لوگوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا سو دیکھ لو

نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ

میرا انکار کا نتیجہ ان کے حق میں کیسا ہوا اے پیغمبر آپ ان سے کہیے میں تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ تم خدا

مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ

کے واسطے دو دو ملکر اور تنہا تنہا کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کہ تمہارے اس رفیق یعنی رسول کو کچھ جنون نہیں ہے

تفسیر صفحہ ہذا بہرحال آج تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ کوئی کسی کو نقصان اور ضرر پہونچانے کا اختیار رکھتا ہے اور ہم ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم اور ناانصافی کا ارتکاب کیا تھا فرمائیں گے کہ جس آگ کے عذاب کی تم تکذیب کیا کرتے تھے اُس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو ﴿ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ان معبودان باطلہ کی عبادت پر نازاں تھے اور فرشتوں کی اور شیاطین کی سفارشوں اور شفاعت پر بھروسہ اور گھمنڈ رکھتے تھے۔ اُس کی حقیقت فالیوم لا یملك فرما کر آشکارا کر دی گئی کہ نہ پوجا کرنیوالوں کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی کو ان معبودوں میں سے کوئی نفع یا ضرر پہونچا سکیں اور نہ ان فرضی معبودوں ہی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے پجاریوں کو کوئی نفع یا نقصان پہونچا سکیں اور ظاہر ہے کہ جب معبودوں کو اختیار نہیں تو پوجا کرنیوالوں کو اختیار کہاں؟ پھر یہ بھی ارشاد ہوگا کہ جس جہنم کے عذاب کو جھوٹا کہا کرتے تھے اُس جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو آگے ان منکرین دین حق کی بعض اور سوقیانہ اور احمقانہ باتوں کا ذکر فرمایا (۴۲) اور ان منکرین دین حق کے سامنے جب ہماری واضح اور روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ منکر لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں محض ایک آدمی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں کی پرستش اور ان معبودوں کی پوجا سے روک دے اور باز رکھے جن کو تمہارے بڑے بوڑھے اور تمہارے باپ دادا پُوجا کرتے تھے اور قرآن کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ قرآن کچھ نہیں محض ایک جھوٹ ہے گھڑا ہوا اور یہ منکر اس امر حق کے متعلق جب وہ امر حق اُن کے پاس پہونچا یوں کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں صرف ایک صریح جادو ہے ﴿ یعنی نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور خدا کا فرستادہ مانتے ہیں آپ کی نبوت سے انکار کرتے ہیں بلکہ یوں کہتے ہیں یہ ایک آدمی ہے جس کا منشا صرف یہ ہے کہ وہ ہم کو اُن معبودوں کی پوجا سے باز رکھے جن کو ہمارے پرانے باپ دادا پوجتے

ع ٥ / ٩ / ١١

آئے ہیں، گویا ایک آدمی خود بخود ویسے ہی کھڑا ہو گیا بڑوں کی قائم کردہ رسم کے مٹانے کو۔ اسی طرح قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ اس شخص نے خود ہی گھڑا ہے اور خدا کی طرف جھوٹی نسبت کر دی ہے اسلئے قرآن کو افك مفتری کہتے ہیں یعنی جھوٹ گھڑا ہوا۔ اور امر نبوت جو سراسر حق ہے اسمیں سے کوئی بات بھی جب ان کے سامنے آتی ہے خواہ کوئی معجزہ ہو یا قرآن کی آیت ہو یا کوئی معقول بات ہو جہاں وہ امر حق ان کے سامنے پیش ہوا تو اس کو یہ جادو کہتے ہیں حالانکہ ان کو تو ایسی حالت میں کہ عرصہ سے انبیاء کی صحبتوں سے محروم ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیے تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۴۳) اور نہ تو ہم نے ان اہل عرب کو آسمانی کتابیں دی تھیں جن کو یہ پڑھتے پڑھاتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا ہی آیا تھا ﴿ یعنی جس طرح بنی اسرائیل میں توریت اور انجیل وغیرہ کتابیں نازل ہوئیں اور مختلف علاقوں میں انبیاء آتے رہے اہل عرب میں یہ دستور نہیں رہا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد کوئی رسول بھی نہیں آیا تا آنکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اُن پر قرآن نازل ہوا۔ تو ایک عرصہ کے بعد ان کو اس نعمت سے نوازا گیا تو ان کو اس کی قدر کرنی چاہیے تھی لیکن یہ بجائے قدر کے ناشکری پر آمادہ ہو گئے تو اس سے بڑھ کر ان کی اور کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے آگے پیغمبروں کے جھٹلانیوالوں کا انجام فرمایا (۴۴) اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی تکذیب کا شیوہ اختیار کیا تھا (باقی صفحہ ۶۹۲ پر)

(بقیہ صفحہ ٦٩١) اور اُن کی حالت یہ تھی کہ جو ساز و سامان ہم نے اُن کو دیا تھا اس کے دسویں حصّہ کو بھی یہ کفار مکہ نہیں پہنچے غرض ان لوگوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی اور جھٹلایا پھر دیکھ لو میرے انکار کا انجام ان کے حق میں کیسا ہوا :: مطلب یہ ہے کہ تم سے پہلی قومیں ہر اعتبار سے تم سے کہیں زیادہ تھیں، قوت، شوکت، سامان عیش و ترفہ، حاشیہ نشینوں کی کثرت وغیرہ اُن کے مقابلہ میں تمہارے پاس تو دسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ مال، متاع کی کمی حمایتیوں کی قوت کم، عمریں پہلوں سے کم۔ جب ہم نے ان سابقہ قوموں کو پیغمبروں کی تکذیب کے باعث نہیں چھوڑا اور تباہی کے گھاٹ اُتار دیا تو تم کس گنتی اور شمار میں ہو۔ وما بلغوا معشار ما اٰتینٰھم میں مفسرین کے چار قول ہیں مگر ہم نے مشہور قول اختیار کر لیا ہے اگر تطویل کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم چاروں اقوال پر بحث کرتے۔ ایک قول ان اقوال میں سے یہ ہے کہ جو حجت اور دلیل، اور علم بیان اس اُمت کو دیا گیا ہے اس کا دسواں حصہ بھی ان کو نہیں دیا گیا پھر جب رسول کی مخالفت سے اُن کو برباد کیا گیا تو تم تو اُن سے زیادہ ذمہ دار ہو اپنی قابلیت کی بنا پر تم سوچو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔ واللہ اعلم (٤٥) اے پیغمبر

اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾

وہ تو تم کو صرف ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي

آپ ان سے فرما دیجئے اگر میں نے تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ طلب کیا ہو تو وہ تمہارا، میرا اجر تو بس اللہ ہی کے

اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ

ذمہ ہے اور وہی ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے۔ آپ کہہ دیجئے میرا رب امر حق کو ڈالتا ہے یعنی انبیاء کے

بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ

قلوب میں وہ غیب کی سب باتوں کا خوب جاننے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے دین حق آ پہنچا اور باطل نہ کسی کو

الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ

پیدا کرے اور نہ کسی کو پھیر کر لائے۔ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو بس میں اپنے ہی بُرے کو گمراہی

عَلٰي نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ

اختیار کروں گا اور اگر میں راہ پر ہوں تو یہ اُس قرآن کی وجہ سے ہے جو میرا رب میری جانب بھیجتا ہے

اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ تَرٰٓي اِذْ فَزِعُوْا فَلَا

بیشک وہ بڑا سننے والا اور بہت قریب ہے۔ اور اے پیغمبر کاش آپ ان کافروں کی اس حالت کو ملاحظہ کرتے کہ جب سخت گھبرا رہے ہونگے

فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٥١﴾ ۙ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا

اور کہیں بھاگ کر بچ بھی نہ سکتے ہوں گے اور پاس کے پاس ہی سے پکڑ لئے جائیں گے۔ اور یوں کہتے ہوں گے کہ

بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ ښ

ہم دین حق پر ایمان لائے اور بھلا اتنی دور جگہ سے اب ان کا ہاتھ ایمان کو کہاں حاصل کر سکتا ہے

وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ

حالانکہ پہلے یہ اس امر حق سے منکر تھے اور دور دراز جگہ سے بن دیکھے

بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ

نشانے پر تیر پھینکا کرتے تھے۔ اور ان کے اور ان کی خواہشات کے مابین اسی طرح روک کر دی جائیگی

آپ ان سے فرمائیے میں تو تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں اور تم کو ایک ہی بات سمجھاتا ہوں وہ بات یہ کہ تم محض اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو مل کر اور تنہا تنہا کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کہ تمہارے اس رفیق یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ جنون نہیں ہے۔ تفسیر صفحہ ہٰذا وہ تو تم کو صرف ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے :: یعنی غور و فکر کا ایک طریقہ تعلیم فرمایا کہ کسی بڑے اجتماع میں صحیح غور و فکر کا موقع میسر نہیں آتا۔ تم نیک نیتی کیساتھ تعصب اور ہٹ دھرمی سے بلند ہو کر سوچو اور سمجھو، دو دو آدمی ملکر اس پر آمادہ ہو جاؤ اور ایک ایک بھی غور کرو یعنی تنہا تنہا بیٹھ کر سوچو ان تقوموا کا یہ مطلب نہیں کہ کھڑے ہو کر غور کرو بلکہ مطلب یہ کہ تم لوگ یہ طریقہ اختیار کرنے پر مستعد اور آمادہ ہو جاؤ اگر تم نے محض اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کام کیا اور علیحدہ بیٹھ کر غور و فکر کیا تو حضرت حق تعالیٰ کیجانب سے تمہاری رہنمائی ہوگی اور صحیح راہ تمہاری سمجھ میں آجائے گی اور تم جان لوگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنون اور دیوانگی نہیں ہے اور نہ مجنون کا ایسا کلام ہوتا ہے اور نہ اس کلام کے مماثل کوئی دیوانہ کلام کر سکتا ہے۔ آگے آنیوالے عذاب سے مراد قیامت اور اُس کا عذاب ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ بعثت بین یدی الساعة یعنی میں قیامت کے آگے بھیجا گیا ہوں۔ اس آیت میں غور و فکر کی تاکید ہے اور نتیجے کے اعتبار سے یہ طریقہ مفید ہے (٤٦) اے پیغمبر آپ ان سے فرما دیجئے جو کچھ اس تبلیغ پر میں نے تم سے اُجرت اور معاوضہ طلب کیا ہو تو وہ تمہارا اور تمہارے لئے ہے۔ میرا اَجر تو بس اللہ تعالیٰ ہی پر ہے وہ ہر چیز سے خبردار اور ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے :: یعنی کسی قسم کا معاوضہ خواہ وہ اعیان کی شکل میں ہو یا اعراض کی شکل میں۔ وہ سب تمہارا۔ جیسے ہمارے ہاں بھی محاورہ ہے کہ میں نے کچھ لیا ہو تو وہ تم لے لو مبالغہ کے طور پر یہ بات کہی جاتی ہے جب کسی قسم کا کوئی ذاتی نفع مقصود ہی نہیں ہے تو لینا دینا کیسا۔ اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ تبلیغ محض خدا کے واسطے تھی اس تبلیغ پر کوئی نقد یا سامان وصول کرنا مقصود ہی نہ تھا اس لئے فرمایا میرا اُجر اور ثواب تو اللہ تعالیٰ پر ہے وہی مجھ کو صلہ دے گا اور وہ ہر چیز پر مطلع اور خبردار ہے اگر کوئی چیز میں لیتا ہوں تو وہ خوب جانتا ہے آگے حق کا غالب ہونا اور دین حق کے غلبے کا ذکر ہے (٤٧) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے کہ میرا پروردگار امر حق کو اور سچی بات کو ڈالتا ہے اور وحی راست کو اُتارتا ہے اور وہ تمام چھپی چیزوں کو خوب جاننے والا ہے :: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امر حق کو اور دین حق کو اُتارتا ہے اور میں اس کے بندوں تک پہونچاتا ہوں یا یہ مطلب کہ وہی امر حق کو باطل پر غالب کرتا ہے جیسا کہ سورۂ انبیاء میں ہم عرض کر چکے ہیں۔ قذف کے معنی اگرچہ تیر پھینکنے کے ہیں لیکن قرآن میں عام طور سے القاء کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ وقذف فی قلوبھم الرعب۔ اور ان اقذفیه فی التابوت۔ ہم نے تیسیر میں دونوں معنی کو واضح کر دیا ہے اور وہی غیب کی تمام باتوں کو خوب جاننے والا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اُوپر سے اُتارتا ہے (٤٨) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے دین حق آپہنچا اور باطل نہ کسی کو ابتداءً پیدا کرے اور نہ دوبارہ پیدا کرسکے۔ باطل سے مراد یا تو صنم ہے یا شیطان ہے یعنی ابتداءً کسی چیز کو پیدا کرنا اور مرنے کے بعد اُس کو قیامت میں دوبارہ پیدا کرنا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے غیر اللہ میں سے کسی کا کام نہیں خواہ وہ شیطان ہو یا بُت ہو۔ صاحب مدارک نے ایک اور معنی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے یعنی حق آگیا اور باطل گیا گزرا ہو گیا جیسا کہ فرمایا جاء الحق وزھق الباطل۔ مطلب یہ ہے کہ باطل کا بطلان خوب کھل گیا اور ظاہر ہو گیا یہ مطلب نہیں کہ باطل کو کبھی عارضی غلبہ بھی نہ ہو گا۔

اور اُن کے اور اُن کی خواہشات کے مابین اُسی طرح روک اور آڑ کردی جائے گی جس طرح اُن لوگوں کی آرزوؤں کے مابین آڑ کردی جائے گی جو ان کے ہم مذہب اور ہم مشرب ان سے پہلے ہوگزرے ہیں کیونکہ یہ سب لوگ ایک ایسے شک میں مبتلا تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا ؀ مطلب یہ ہے کہ ان کیساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو دوسرے منکروں کے ساتھ سلوک ہوا ہے یعنی جس طرح تمام نعمتوں سے وہ محروم کئے گئے اُسی طرح یہ بھی تمام نعمتوں سے محروم کردیئے جائیں گے ان کی خواہشات کے مابین روک کردیجائیگی خواہ وہ خواہش ایمان لانے کی ہو یا دُنیا میں واپس جانے کی ہو، یا ٹھنڈے پانی کی آرزو ہو جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ٹھنڈا پانی پی کر یہ آیت پڑھی مایشتھون عام ہے جس سے ہر قسم کی خواہش مراد ہوسکتی ہے چونکہ ان سے پہلے بھی اس قماش کے لوگ یہی حرکت کرتے تھے اور یہی حرکت کفارِ مکہ بھی کررہے ہیں جو سزا ان کو دی گئی وہی ان کو دی جائے گی، کیونکہ وہ لوگ بھی اسی قسم کے لغو شبہات وشکوک میں مبتلا تھے جس قسم کے شک اور قلق میں یہ مبتلا ہیں (۵۴) الحمد للہ تم تفسیر سورۃ السبا۔

وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم

جس طرح ان لوگوں کی آرزوؤں کے مابین آڑ کردیجائے گی جو ان کے ہم مذہب ان سے

مِّن قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿٥٤﴾ ع

پہلے ہوگزرے ہیں کیونکہ یہ سب لوگ ایسے شک میں مبتلا تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا

سُورَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّأَرْبَعُونَ آيَةً وَّخَمْسُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ فاطر مکی ہے اور یہ پینتالیس آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ

تمام تعریفیں اُسی خدا کو سزاوار ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بنانکالا اسی نے

الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۚ

فرشتوں کو پیغام رساں بنایا جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

پر ہیں وہ اپنی مخلوق کی پیدائش اور بناوٹ میں جو چیز چاہے بڑھا دیتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ﴿١﴾ مَّا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ

پوری طرح قادر ہے۔ اپنی جو رحمت اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے کھول دے تو اس کا کوئی

لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ

روکنے والا نہیں اور وہ اپنی جو مہربانی روک لے تو اُس کا کوئی بھیجنے اور جاری کرنیوالا نہیں اور وہی

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

کمال قوت کمال علم کا مالک ہے۔ اے لوگو! اللہ کے تم پر جو احسانات ہیں ان کو

عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ

یاد کرو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے

سورۂ فاطر یا سورۂ ملائکہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتالیس آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے
تمام تعریفیں اور تمام حمد وثنا اُس اللہ تعالیٰ کو لائق اور سزاوار ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بنایا اور فرشتوں کو پیغام لانیوالا بنایا جن کے دُو دُو اور تین تین اور چار چار پر ہیں وہ اپنی مخلوق کی پیدائش اور بناوٹ میں جو چیز چاہے بڑھا دیتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۱۲ ؀ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمام تعریفیں سزاوار ہیں وہ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو عدم سے وجود بخشا آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ فرشتوں کو پیغامبر بنایا یعنی وحی اور بشارتیں اللہ تعالیٰ کیطرف سے فرشتے پیغمبروں کے پاس لاتے ہیں۔ فرشتوں کے پر والے بازو ہیں، نہ معلوم اُن کی کیفیت کیا ہوگی جس نے فرشتوں کو دیکھا ہو وہی سمجھ سکتا ہے دُو دُو تین تین چار چار بازو میں انحصار نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ بڑھاتا ہے یعنی چار سے زیادہ پر ہیں بعضوں کے کہا جبرئیل کے چھ سو پر ہیں ۱۲ فاطر السموات والارض کے معنی ہیں آسمان وزمین کا بنانیوالا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں فاطر کے معنی میں الجھا ہوا تھا پہلی مرتبہ میرے سامنے دو اعرابی جھگڑتے ہوئے آئے جھگڑا ایک کنوئیں کا تھا دونوں میں سے ایک نے کہا انا فطرتھا یعنی میں نے اس کنوئیں کو بنایا ہے۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ فاطر کے معنی ہیں بنانے والا آگے اس کی قدرت کی وسعت اور اس کے قدیر ہونے کا ذکر ہے۔ (۱) جو کچھ کھولدے اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے رحمت اور مہر تو اس کا کوئی روکنے اور بند کرنیوالا نہیں اور وہ جو کچھ روک لے اور بند کرلے تو اُس کے بند کئے پیچھے کوئی بھیجنے والا اور جاری کرنیوالا نہیں اور وہی ہے کمال قوت کمال علم کا مالک ؀ یعنی اُس کی قدرت کاملہ کا یہ عالم ہے کہ وہ مہربانی سے اپنے بندوں کو نوازنا چاہے تو اسکی مہربانی کو کوئی روکنے والا نہیں اور اگر وہ خود اپنی کسی مصلحت سے کوئی چیز روک لے تو اس کے روکنے کے بعد کوئی جاری کرنیوالا نہیں۔ مثلاً اگر وہ بارش اور نباتات کی روئیدگی اور ارزانی کا دروازہ کھول دے تو کوئی ان نعمتوں کو روک نہیں سکتا اور اگر کبھی حضرت حق تعالیٰ ہی اپنی مصلحت اور حکمت کے ماتحت کوئی چیز روک لیں تو ان کے روکنے کے بعد کوئی جاری کرنیوالا نہیں وہ غالب بھی ہے اور صاحب حکمت بھی۔ حدیث میں آتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ یعنی تو جو عطا فرمائے اُسے کوئی روکنے والا نہیں جو تو روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اُس کی دولت تیرے عذاب کے مقابلے میں نفع نہیں دے سکتی (۲) اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو تم پر احسانات کئے ہیں ان کو یاد کرتے رہا کرو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق اور بنانے والا ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی پہنچاتا ہو اس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے پھر تم کہاں اُلٹے پھرے جارہے ہو ؀ یعنی اللہ تعالیٰ کے جو بیشمار احسانات بنی نوع انسان پر ہیں اُن کو یاد کرتے رہو تاکہ شکر کا جذبہ پیدا ہو اور نافرمانی سے بچو اور یہ غور کرو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو آسمان سے پانی برسا کر اور زمین سے نباتات اُگا کر تمہارے رزق کا سامان مہیا کرے اور اس طرح آسمان وزمین سے تم کو روزی پہنچائے۔ سوائے اُس معبود حقیقی کے اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ پھر تم توحید کو چھوڑ کر شرک کیطرف کیوں پھرے جارہے ہو اور اسکی اُلوہیت میں کیوں کسی دوسرے کو شریک

وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳ وَ

روزی پہونچاتا ہو اس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔ پھر تم کہاں پھرے جا رہے ہو۔ اور

اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَ

اگر یہ لوگ آپکی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔ اور

اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

ہر قسم کے تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اے لوگو اللہ کا وعدہ یقیناً

حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ

برحق ہے سو کہیں تم کو دُنیوی زندگی دھوکے میں مبتلا نہ کردے اور تمکو خدا کے بارے میں وہ دھوکے باز

بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ

شیطان کسی دھوکے میں نہ ڈالدے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اس کو

عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ

اپنا دشمن ہی سمجھو وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے بُلاتا ہے تاکہ وہ لوگ دوزخ والوں میں

السَّعِيْرِ ۝۶ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ

شامل ہو جائیں۔ جن لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ ع

ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو اُن کے لئے بڑی بخشش اور بڑا اجر ہے۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ

بھلا وہ شخص جس کی نگاہ میں اسکے عمل کی بُرائی خوشنما کر دیگئی ہو اور وہ اس بُری عمل کو اچھا سمجھتا ہو تو کیا یہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہو جو

يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ

ایسا نہو یقین جانو اللہ جسکو چاہتا ہے گمراہ رکھتا ہے اور جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے سو اے پیغمبر ان کافروں پر

نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸

افسوس کرتے کرتے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ بلاشبہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں خدا کو اس سب کا علم ہے۔

ٹھہراتے ہو، آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کا ذکر اور آپ کے لئے تسلی ہے (۳) اور یہ دین حق کے منکر آپ کی تکذیب کریں اور آپ کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں تو آپ سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب کیجا چکی ہے اور آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں اور سب کام اللہ تعالیٰ ہی کیطرف پھیرے جائیں گے اور اسی کیطرف لوٹائے جائیں گے ۔ مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے ساتھ منکروں کا ہمیشہ سے یہی شیوہ چلا آتا ہے جو آپ کے ساتھ ہو رہا ہے وہ بھی اپنے اپنے رسولوں کو جھوٹا بتاتے تھے اسی طرح یہ کفار قریش آپ کی تکذیب کر رہے ہیں اس سے آپکو گھبرانا نہیں چاہئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کاموں کی بازگشت ہے۔ جہاں رسولوں کو ان کی مظلومیت کا صلہ ملے گا۔ اور ظالموں کو تکذیب کی جزا دیجائے گی آیت کا آخری حصہ وعدہ اور وعید دونوں کو شامل ہے (۴) اے لوگو یقین جانو اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا اور برحق ہے سو تم کو دُنیوی زندگی کہیں دھوکے میں نہ ڈالدے اور تم کو خدا کے بارے میں وہ دھوکے باز یعنی شیطان کسی دھوکے میں مبتلا نہ کر دے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدے سزا اور جزا کے کئے ہیں اور بعث اور حشر و نشر کے جو وعدے تم سے کئے ہیں وہ سب برحق ہیں۔ کہیں ایسا نہو کہ دنیا کی زندگی تم کو فریب دیدے یا وہ غاباز شیطان تمکو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی جانب سے کسی فریب میں مبتلا کر دے، دنیا کی زندگی کا دھوکہ یہی کہ اس زندگی میں منہمک ہو کر آخرت سے غافل ہو جاؤ اور شیطان کا دھوکہ یہی کہ وہ تم کو سمجھائے کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو جانا نہیں اور وہ تم کو عذاب کریگا یا نیک کاموں کا صلہ نہ ملے گا (۵) یقین مانو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اُس کو اپنا دشمن ہی سمجھو وہ تو اپنی جماعت اور اپنے گروہ کو صرف اسلئے بُلاتا ہے کہ وہ لوگ دوزخ والوں میں شامل ہو جائیں ۔ یعنی شیطان کی عداوت تو ظاہر اور کھلی ہوئی ہے تمہارے باپ کے وقت سے یہ دشمنی چلی آتی ہے۔ لہٰذا تم بھی اسکو دشمن ہی سمجھو اور اسکا کام ذہن میں رکھو وہ تو اپنے قریب کے لوگوں کو اسلئے بلاتا اور پکارتا اور دعوت دیتا رہتا ہے کہ انسانوں کو فریب دیکر جہنم والوں میں شامل کر دے اور اہل جہنم کی تعداد میں اضافہ کر دے اور اس دغاباز کا کام ہی کیا ہے (۶) جو لوگ اس کے فریب میں آکر دین حق سے منکر ہو گئے اور کافرانہ روش اختیار کر لی تو اُن لوگوں کے لئے سخت سزا ہے اور جو لوگ شیطان کی دھوکہ دہی سے بچکر ایمان لے آئے اور نیک اعمال کے پابند اور خوگر رہے تو ایسے لوگوں کے لئے بڑی مغفرت و بخشش اور بڑا اجر و ثواب ہے ۔ اس آیت میں منکر اور مومن کے انجام کی خبر دی گئی ہے آگے بُرے اعمال کا دنیا میں جو اثر ہوتا ہے اُس کا اظہار ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تشفی ہے (۷) بھلا کیا وہ شخص جس کا بُرا عمل اس کیلئے خوشنما اور آراستہ و مزین کر دیا گیا ہو پھر وہ اس عمل بد کو اچھا سمجھ رہا ہو تو کیا یہ شخص اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو بُرے کو بُرا سمجھتا اور دیکھتا ہو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے راہ اور گمراہ رکھتا ہے اور جسکو چاہتا ہے اس کی رہنمائی فرماتا ہے اور اے پیغمبر ان منکرین دین حق پر حسرت اور افسوس کرتے کرتے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو اُن کے کاموں کی جو وہ کرتے ہیں سب خبر ہے ۔ یعنی دین حق کے منکروں کو ان کے بُرے اعمال کفر و شرک وغیرہ اچھے دکھائی دیتے ہیں ان بُرے اعمال کو ان کی نگاہ میں شیطان آراستہ و پیراستہ کر کے اور مزین کر کے دکھاتا ہے، شاید یہ آیت ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی یا اہل بدعت اور خوارج کے حق میں نازل ہوئی ہو پھر جو بُرے عمل کو اچھا اور بدنما کو حسین سمجھے وہ شخص اس حقیقت آشنا کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو توحید اسلامی کو اچھا اور شرک کو برا جان کر اس سے بیزار ہے، اس سوال کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہے اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص بُرے فعل کو اچھا کس طرح سمجھ سکتا ہے اس کا جواب ہے کہ حضرت حق تعالیٰ جس بدنصیب سے چاہیں اپنے دامن ہدایت کو سمیٹ لیں اور اپنی رہنمائی سے اُسکو محروم کر دیں اور جس خوش نصیب کے لئے اپنی رہنمائی کے دامن وسیع کر دیں اور اس کی رہنمائی فرما دیں اور اُن کی رہنمائی کر نیکا یہ اثر ہے کہ اچھے کو اچھا اور بُرے کو بُرا سمجھتا ہے اور اُن کا اپنی رہنمائی کے دامنوں کو سمیٹ لینے کا اثر یہ ہے کہ انسان بُرے کاموں کو اچھا سمجھنے لگتا ہے پس اے پیغمبر ایسے عقل کے دشمنوں اور شیطان کے فریب خوردہ لوگوں پر غم نہ کیجئے اور کڑھا کڑھا کر اپنی جان نہ کھو بیٹھئے ان کی تمام کاروائیوں سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور واقف حال ہے۔ آگے دلائل توحید اور قیامت کا پھر ذکر ہے (۸)

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ

اور اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ ہوائیں بادل کو اُبھارتی ہیں پھر ہم اُس بادل کو

اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

کسی خشک اور مرے ہوئے قطعۂ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اسکے ذریعے ہم زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کرتے ہیں

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝٩ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

اسی طرح لوگوں کا جی اُٹھنا ہے ۔ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو سب قسم کی عزت

جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ

اللہ ہی کو حاصل ہے پاکیزہ کلام خدا ہی کی طرف چڑھتا ہے اور نیک عمل اُس پاکیزہ کلام کو

يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ

بلند کر دیتا ہے ۔ اور جو لوگ بُری بُری تدبیریں کرتے ہیں اُن کو سخت عذاب ہونا ہے

وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝١٠ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

اور اُن لوگوں کی یہ سب تدبیریں نابُود و برباد ہو جائیں گی ۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ

پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور بغیر علم الٰہی کے نہ کسی مادہ کو

اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ

حمل رہتا ہے اور نہ وہ حمل کو جنتی ہے اور نہ کسی بڑے عمر والے کو عمر دیجاتی ہے اور

لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

نہ کسی کی عمر کم کیجاتی ہے مگر یہ سب کتاب یعنی لوح محفوظ میں موجود ہوتا ہے اس میں شک نہیں کہ یہ سب کام

يَسِيْرٌ ۝١١ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

اللہ پر آسان ہیں ۔ اور دونوں دریاؤں کی کیفیت مساوی نہیں ہے ایک تو میٹھا ہے پیاس بجھاتا جسکا پینا

سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ

خوشگوار ہے اور ایک کھاری سخت کڑوا ہے ، اور تم ہر ایک میں سے تازہ گوشت

اور اللہ تعالیٰ وہ قادرِ مطلق ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ ہوائیں بادل کو اُٹھاتی اور اُبھارتی ہیں پھر ہم اُس بادل کو کسی خشک اور مرے ہوئے قطعۂ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر ہم اُس بادل یعنی اُس کے پانی سے زمین کو اُس کے مرے پیچھے زندہ کرتے ہیں یعنی نباتات اُگاتے ہیں اسی طرح لوگوں کا قیامت میں جی اُٹھنا ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی مثل زندہ کرنے زمین خشک کے اُٹھنا اموات کا ہوگا قبروں سے کہا گیا ہے کہ زندہ کریگا اللہ خلق کو ساتھ ایک پانی کے کہ بھیجے گا اُس کو عرش کے نیچے سے کہ اس میں تاثیر منی کی ہوگی اگا دیگا اس سے اجساد خلق کے ۱۲ (۹) جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو ہر قسم کی تمام تر عزت اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے پاکیزہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں چڑھتا ہے اور عمل صالح اور نیک کام اُس پاکیزہ کلام کو اُٹھاتا اور بلند کرتا ہے اور وہ لوگ جو بُری تدبیریں اور بُرے داؤں کرتے رہتے ہیں ان کیلئے سخت سزا اور سخت عذاب ہے اور ان لوگوں کے یہ داؤں اور بُری تدبیریں سب نابود و برباد ہو جائیں گی اور ان کا داؤں نقصان اور خسارہ کا ہے ؛ دینِ حق کے منکروں کو یہ گھمنڈ تھا کہ ہمارے معبود دنیا میں اور خصوصاً آخرت میں ہمارے شفیع ہوں گے اور ہماری عزت اور سربلندی کے یہی معبودان باطلہ ضامن ہیں حق تعالیٰ نے اس غلط خیال کا رد فرمایا کہ عزت مطلقہ اور بالذات اُسی اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اگر دوسرے کو کوئی عزت ملتی ہے اور تعزز حاصل ہوتا ہے تو وہ اس کی عنایت اور فضل سے میسر ہوتا ہے عزت کا اصلی اور بالذات مالک وہی ہے اور دوسروں کو جو تعزز حاصل ہوتا ہے وہ بالواسطہ ہوتا ہے جیسا سورۂ منافقون میں انشاء اللہ آجائے گا۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ جیسا کہ عام قاعدہ ہے کہ بالعرض محتاج ہوتا ہے بالذات کا تو سب حق تعالیٰ کے حصولِ عزت میں محتاج ہوئے آگے فرمایا کلام پاکیزہ یعنی ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن اور دعائیں وغیرہ سب اُسکی بارگاہ میں چڑھتی ہیں اور وہی اُن کو قبول فرماتا ہے گویا اذکار کا ذاتی اقتضا اوپر چڑھنا ہے اس کلام کیساتھ نیک اعمال بھی ہوں تو اذکار کو سہارا مل جاتا ہے عمل صالح سے مُراد تمام نیک کام خواہ ظاہری ہوں یا باطنی بلکہ تصدیق قلبی کو بھی شامل ہیں اگر اذکارِ الٰہیہ کیساتھ یہ چیزیں بھی ہوں تو ان کو اور بلندی یعنے قبولیت تامہ حاصل ہو جاتی ہے بعض حضرات یرفعہٗ کی ضمیر سے یہ مطلب لیا ہے کہ عمل صالح اللہ تعالیٰ خود بلند فرماتا ۔ بعضوں نے کہا پاکیزہ کلام کو اچھا اور نیک کام بلند کرتا ہے ۔ حضرات مفسرین نے کئی طرح معنی کئے ہیں ایک قرأت والعمل کے لام کو فتح کیساتھ بھی ہے ، اس تقدیر کے معنی یہ ہیں کہ پاکیزہ کلام نیک عمل کو بلند کرتا ہے اور معراجِ قبول کو پہونچاتا ہے ۔ بہرحال پہلے معنی جو ہم نے بیان کئے وہ راجح معلوم ہوتے ہیں اور بات بھی یہی ہے کہ اذکارِ طیبہ تو اگر کسی فاسق کے منہ سے نکلیں تو وہ بھی اوپر چڑھتے ہیں لیکن عمل صالح بھی اگر ہوں تو قبولیت کی اُمید زیادہ ہے یہ مقبولیت ایمانِ خالص کے ساتھ وابستہ ہے اور جو لوگ ہر وقت اسلام اور پیغمبر اسلام کیخلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہتے ہیں تو ان کے مکر و فریب اور بُری قسم کی ریشہ دوانیاں سب نیست نابود ہو جائیں گی اور ان کے مکر و فریب کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑیگا اور بہت نقصان پہونچے گا ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی عزت اللہ کے ہاتھ ہے تمہارے ذکر اور بھلے کام چڑھتے جاتے ہیں جب اپنی حد کو پہونچیں گے تب بدی پر غلبہ کرینگے کفر دفع ہوگا اسلام کو عزت ہوگی یعنی ہر ایک کام سہج سہج ہوتا ہے جیسے آدمی کا بننا ۱۲ (۱۰) اور اللہ تعالیٰ نے تم کو یعنی تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نسل انسانی اور آدم کی اولاد کو نطفہ سے پیدا کیا پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا یعنی نر و مادہ کو پیدا کیا اور بغیر علم الٰہی کے نہ کوئی مادہ حمل کو اٹھاتی ہے اور نہ حمل کو جنتی ہے اور نہ کسی بڑے عمر والے کی عمر مقرر کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم مقرر کی جاتی ہے مگر یہ سب کتاب یعنی لوح محفوظ میں موجود ہے بلاشبہ یہ کام اللہ پر آسان ہے ؛ یعنی کسی عورت کو حمل ٹھہرنا اور کسی کا وضع حمل ہونا اس سب کی اُس کو اطلاع ہوتی ہے بلکہ حمل کے گھٹنے بڑھنے کا بھی اسکو علم ہوتا ہے جیسا کہ سورۂ رعد میں گزر چکا ہے اور کسی عمر کا زیادہ ہونا یا کسی کی عمر کم ہونا یہ سب بھی لوح محفوظ میں مکتوب ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم قدیم کی بنا پر لوح محفوظ میں ثبت ہے ۔ یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان ہے کیونکہ اُس کا علم ذاتی ہے جسکی نسبت جمیع معلومات کیساتھ وقوع سے قبل اور وقوع کے بعد یکساں ہے (۱۱) اور دونوں دریا اپنی کیفیت میں برابر نہیں ہیں اور دونوں مساوی نہیں ہیں ایک تو شیریں ہے میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے اسکا پینا خوشگوار ہے اور یہ دوسرا کھاری اور سخت کڑوا ہے تم ہر ایک میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زینت کا وہ سامان بھی نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو ۔ اور اے مخاطب تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ

لَحۡمًا طَرِیًّا وَّ تَسۡتَخۡرِجُوۡنَ حِلۡیَۃً تَلۡبَسُوۡنَہَا ۚ وَ تَرَی

کھاتے ہو اور زینت کا وہ سامان بھی نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو یعنی موتی وغیرہ اور اے مخاطب تو کشتیوں کو

الۡفُلۡکَ فِیۡہِ مَوَاخِرَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِہٖ وَ لَعَلَّکُمۡ

دیکھتا ہے کہ وہ دونوں میں سے ہر ایک میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں تاکہ تم خدا کا فضل یعنی روزی تلاش کرو اور تاکہ

تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَ یُوۡلِجُ النَّہَارَ

تم خدا کا احسان مانو۔ وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل

فِی الَّیۡلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ۫ۖ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ

کر دیا کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو تابع فرمان بنا رکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مقررہ وقت تک

مُّسَمًّی ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَہُ الۡمُلۡکُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ

چلتا رہے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے اُسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جن کو

تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مَا یَمۡلِکُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِیۡرٍ ﴿۱۳﴾ؕ

تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

اِنۡ تَدۡعُوۡہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَآءَکُمۡ ۚ وَ لَوۡ سَمِعُوۡا مَا

اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار کو سن ہی نہیں سکتے اور اگر فرض کرو سن بھی لیں تو

اسۡتَجَابُوۡا لَکُمۡ ؕ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکۡفُرُوۡنَ بِشِرۡکِکُمۡ ؕ

تمہاری پکار پر نہ پہونچ سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے اس شرک کرنے کی مخالفت اور انکار کرینگے

وَ لَا یُنَبِّئُکَ مِثۡلُ خَبِیۡرٍ ﴿۱۴﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اَنۡتُمُ

اور اے مخاطب تجھ کو خدائے خبیر کی طرح کوئی دوسرا نہیں بتا سکے گا۔ اے لوگو تم اللہ کے

الۡفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَ اللّٰہُ ہُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ ﴿۱۵﴾ اِنۡ یَّشَاۡ

محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ وہی ہے بے نیاز اور سب خوبیوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو

یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ﴿۱۶﴾ۚ وَ مَا ذٰلِکَ عَلَی

تم سب کو معدوم کر دے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق کو لا موجود کرے۔ اور یہ لیجانا اور لے آنا اللہ پر کچھ

دونوں میں سے ہر ایک میں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں یہ اسلئے تاکہ اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی اُسکی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا احسان مانو دو دریاؤں کا ذکر فرمایا ایک کھاری اور دوسرا میٹھا یا اُن دونوں کے علیحدہ رہنے کی صورت میں ان کی کیفیت کا بیان ہے یا مل کر بہنے کی حالت کا تذکرہ ہے اور دونوں کے اختلاط کی صورت کا بیان ہے بہرحال ایک دریا یا حصہ دریا میٹھا شیریں خوش ذائقہ پیاس کو بجھانیوالا ہے اور دوسرا دریا یا دوسرا حصہ سخت کڑوا اور بدمزہ ہوتا ہے لہٰذا مزے میں دونوں دریا کے حصے یا دونوں دریا برابر نہیں ہاں مچھلی کا گوشت دونوں میں سے ملتا ہے اور زینت کا سامان بھی یعنی موتی اور مونگا وغیرہ خوبصورت کوڑیاں اور منکے دونوں میں مل جاتے ہیں کھاری پانی میں تو عام طور سے لیکن جب کھاری میٹھے اختلاط کیساتھ بہتے ہیں تو دونوں حصوں میں یہ چیز دستیاب ہو جاتی ہیں جس کا لوگ زیور بنا کر پہنتے ہیں۔ جیسا کہ ہم سورہ نمل میں عرض کر چکے ہیں کشتیاں اور جہاز ہر ایک دریا کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں تاکہ سفر کرو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا فضل اور روزی کو تلاش کرو یعنی تجارت کر کے مال بڑھاؤ اور روزی کماؤ اور تاکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانات سے فائدہ اُٹھا کر اس کا شکر بجا لاؤ، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کفر اور اسلام برابر نہیں خدا کفر کو مغلوب ہی کریگا اگرچہ تم کو دونوں سے فائدہ ملے گا مسلمانوں سے قوت دین اور کافروں سے جزیہ خراج گوشت میٹھے کھاری دونوں پانیوں سے نکلتا ہے یعنی مچھلی اور گہنا یعنی موتی مونگا اور جواہر اکثر کھاری سے اور کبھی میٹھے سے، یہ جو فرمایا گہنا جو پہنتے ہو معلوم ہوا جواہر نرا پہننا مردوں کو حرام نہیں ۱۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی پیتے تو فرماتے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ جَعَلَہٗ عَذۡبًا فُرَاتًا بِرَحۡمَتِہٖ وَلَمۡ یَجۡعَلۡہُ مِلۡحًا اُجَاجًا بِذُنُوۡبِنَا (۱۳) وہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیا کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو تابع فرمان بنا رکھا ہے اور اس کام میں لگا رکھا ہے ان میں سے ہر ایک سورج اور چاند ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا یہی اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے، اُسی کی سلطنت اور بادشاہی ہے اور اُسکے سوا جن کو تم پوجتے اور پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کا بھی اختیار نہیں رکھتے ۔ یعنی رات کے اجزا دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کے اجزا رات میں داخل کر دیتا ہے دونوں سورج چاند مسخر ہیں اور اُس کے تابع فرمان ہیں ایک وقت مقرر سے مراد قیامت ہے کہ قیامت کے دن تک یہ اسی طرح چلتے رہیں گے یہی اللہ تعالیٰ جس کی یہ عظمت اور شان ہے تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے وہی عالم بالا پر حکومت کرتا ہے اور وہی عالم خاکی اور ارضی کا فرماں روا ہے اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو اور پکارتے ہو ان کو ایک چھلکے کا بھی اختیار نہیں کہاں ارض و سما پر حکمرانی اور کہاں ایک چھلکے کا مالک نہ ہونا یہ تمہارے معبود ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی رات دن کی طرح کبھی کفر غالب ہے کبھی اسلام اور سورج چاند کیطرح ہر چیز کی مدت بندھی ہے دیر سویر نہیں ہوتی یہ اس میں ہے اللہ کی وحدانیت کی نظیر کہتے ہیں باریک چھلکے جو کھجور کی گٹھلی پر ہے" دن رات گھٹنا بڑھنا شاہدات میں سے ہے (۱۴) اگر تم انکو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سن سکتے اور اگر فرض کرو وہ معبودان باطل سن بھی لیں تو تمہاری پکار کو قبول کر کے اور تمہاری پکار پر نہ پہونچیں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کرنے اور شریک ٹھہرانے کی خود مخالفت کریں گے اور منکر ہو جائیں گے اور اے مخاطب تجھ کو خبر رکھنے والے کے برابر کوئی دوسرا نہ بتا سکے گا ۔ یعنی جمادات میں تو سننے کی صلاحیت ہی نہیں اور رہے صاحب ادراک تو ان کا سننا بھی بغیر اذن خداوندی متحقق نہیں اور اگر سن بھی لیں تو وہ کام نہیں آ سکتے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے سوا پکارنے کو پسند نہیں کرتے اور اپنے کو پکارنے پر راضی نہیں رہے شیاطین تو ان میں قدرت مستقلہ نہیں۔ پس سن لینے کے باوجود کام نہیں آ سکتے پھر مزید براں وہ بعد طول تر ذلت کے روز تمہارے ان مشرکانہ افعال کا انکار کریں گے ماکنتم ایانا تعبدون۔ اور یہ جو فرمایا ولا ینبئک مثل خبیر یہ ایک عربی کی مثل ہے جس کا مطلب ہے کہ خبردار یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی تجھ کو خبر نہیں دے سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے زیادہ احوال کون جانے وہی فرماتا ہے یہ شریک غلط ہیں" یعنی اُس سے زیادہ کوئی واقف حال نہیں اسلئے وہی خبر دے سکتا ہے اور اسی کی خبر صحیح ہو سکتی ہے سو وہی فرماتا ہے کہ یہ شریک غلط ہیں اور شرک کا انجام بُرا ہے۔ لہٰذا اس کی بات کا یقین کرنا چاہئے اور شرک کو ترک کر دینا چاہئے (۱۵) اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ وہی ہے بے نیاز و بے احتیاج سب حمد میں سراہا اور تعریف کیا گیا۔ تمام بنی نوع انسان کو خطاب کر کے فرمایا

(بقیہ صفحہ ۶۹۶) تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ تو وہ سب سے بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور وہ تمام صفات حمیدہ سے متصف ہے لہٰذا عبادت کرنے اور شرک سے بچنے میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کفر کی پروا نہیں کیونکہ وہ تو تمام خوبیوں سے متصف اور تعریف کیا گیا ہے وہ سب خوبیوں کا مالک ہے۔ آگے حضرت حق تعالیٰ کی قوت اور مخلوق کی کمزوری کا ذکر فرمایا (۱۵) اگر وہ چاہے تو تم سب لے جائے اور تم سب کو معدوم کر دے اور تمہاری جگہ ایک نئی مخلوق کو لے آئے اور لا موجود کرے (۱۶) اور یہ لے جانا اور لے آنا اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں۔ یہ مضمون کئی جگہ گزر چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قوموں کی الٹ پلٹ ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں ہم تمہارے کفر کی وجہ سے تم کو فنا کر دیں اور تمہاری جگہ عبادت گزار لوگوں کو لے آئیں اللہ تعالیٰ پر ایسا کرنا کچھ دشوار نہیں۔ قوموں کی تاریخیں اس قسم کے انقلابات سے لبریز ہیں۔ جن تک ہم جا ایسا کر سکتے ہیں کہ بروں کو فنا کر کے اچھوں کو لے آئیں لیکن بمقتضائے حکمت بروں کو مہلت دیجاتی ہے۔ آگے قیامت کا ذکر فرمایا (۱۷) تفسیر صفحہ ہذا اور کوئی بوجھ اٹھانیوالا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا اور اگر کوئی

اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِن تَدْعُ

دشوار نہیں ہے۔ اور کوئی بوجھ اٹھانیوالا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی گرانبار کسی کو

مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ

اپنا بوجھ بٹانے کو پکاریگا تب بھی اسکے بوجھ میں سے کچھ نہ بٹایا جائیگا خواہ اُس نے جس کو پکارا تھا وہ اس پکارنے والے کا

ذَا قُرْبَىٰ ۗ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَ

رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اے پیغمبر آپ تو بس انہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور

أَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ وَمَن تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۚ

نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو شخص پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی بھلے کو پاک ہوتا ہے

وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾

اور اللہ ہی کیطرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے

وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿٢١﴾

اور نہ تاریکی اور روشنی دونوں برابر ہیں۔ اور نہ سایہ اور دھوپ دونوں برابر ہیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ

اور نہ زندے اور مُردے برابر ہو سکتے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے

مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾ إِنْ

سُنوا دیتا ہے اور اے پیغمبر آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔ آپ تو صرف

أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَ

خدا کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ یقیناً ہم ہی نے آپ کو دینِ حق دیکر بشارت دینے والا اور

نَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن

ڈرانیوالا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گذرا ہو۔ اور اگر یہ لوگ

يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ

آپ کی تکذیب کریں تو جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں وہ بھی جھٹلا چکے ہیں حالانکہ ان کے پاس بھی

گرانبار کسی کو اپنا بوجھ بٹانے کو پکاریگا تب بھی اسکے بوجھ میں سے کچھ نہ بٹایا جائے گا خواہ اس پکار نیوالے نے جسکو اپنا بوجھ بٹانے کو پکارا تھا وہ اس پکارنے والے کا قرابت دار ہی کیوں نہو اے پیغمبر آپ تو بس انہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو شخص سنورتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی بھلے کو اور اپنے ہی فائدہ کو سنورتا اور پاک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ یعنی قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کو تیار نہ ہوگا اگر کوئی گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا شخص کسی کو پکاریگا بھی خواہ وہ اُس کا رشتہ دار ہی کیوں نہو اور پکار کر کہے گا کہ میرے بوجھ میں سے کچھ کم کر دے اور میرا حصہ بٹالے تو بھی اُس کے بوجھ میں سے کچھ بھی ہلکا نہ کیا جائیگا اور بوجھ کا کوئی حصہ نہ بٹایا جائے گا۔ پھر پیغمبر کو خطاب کیا کہ آپ کا تو فرمانا انہی لوگوں کو ڈرانا اور خوف دلانا مفید ہو سکتا ہے جو بن دیکھے اور غائبانہ طور پر اپنے پروردگار کے غضب اور اُس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اور نماز پابندی کیساتھ ادا کرتے ہیں پھر فرمایا اگر کوئی شخص اپنی اصلاح کرتا ہے اور کفر و شرک سے پاک ہوتا ہے تو وہ اپنے ہی مفاد کو اور اپنے ہی نفع کیلئے سنورتا اور پاک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کی بازگشت ہے وہاں جا کر معلوم ہو جائیگا اور ہر ایک کو اُس کے کئے کا پھل ملتا ہے اور پاک لوگوں کو ان کی پاکیزگی کا نفع پہونچتا ہے۔ آپ کسی قسم کا فکر نہ فرمائیے۔ آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احوال قیامت کے ساتھ تسلی بھی دی گئی ہے آگے پھر دین حق کے منکروں اور مومنوں میں فرق بیان فرمایا۔ (۱۸) اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے (۱۹) اور نہ تاریکیاں اور روشنی برابر ہیں (۲۰) اور نہ سایہ اور دھوپ دونوں برابر ہیں۔ (۲۱) اور نہ زندے اور مُردے دونوں برابر ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے سُنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سُنا سکتے جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی سب خلق برابر نہیں جن کو ایمان دیا ہے انہی کو ملے گا تو بہتیری آرزو کرے تو کیا ہوتا ہے اور یہ جو فرمایا اندھیرا نہ اُجالا یعنی نہ اندھیرا برابر اُجالے کے اور نہ اُجالا برابر اندھیرے کے اور فرمایا تو نہیں سناتا قبروں میں پڑوں کو حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں سے سلام علیک کر دو وے سنتے ہیں اور بہت جگہ مُردے کو خطاب کیا ہے۔ اُسکی حقیقت یہ کہ مُردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے وہ مُردہ نہیں سُن سکتا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین اور منکرین کے فہم اور ادراک کا فرق اور دونوں کے انجام اور ثمرات کا فرق بیان فرمایا۔ منکر کو اندھا اور مومن کو بصیر فرمانے میں یہ بات ظاہر فرمائی کہ اس نے خداداد فہم سے اسلام کی حقیقت کو سمجھ کر اُسے قبول کر لیا اور منکر کا فہم اندھوں کی طرح ٹٹولتا رہا اور اسلام کی حقانیت کو نہ معلوم کر سکا اسی طرح منکر کفر کی تاریکیوں میں مبتلا رہا اور مومن نے اپنی بصارت سے حقیقی نور اور روشنی پائی۔ پھر دونوں کے انجام اور ثمرات کا فرق بیان فرمایا کہ سایہ اور ٹھنڈک اور باد سموم اور گرم لوئیں برابر نہیں یعنی جنت جو ایمان کا ثمرہ ہے اور جہنم جو انکار کا ثمرہ ہے دونوں برابر نہیں۔ پھر منکر کو روحانیت سے خالی ہونے کی بنا پر مُردہ اور مومن چونکہ اسلام کی روحانیت سے مستفید ہے اس کو زندہ فرمایا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور اطمینان دلایا کہ جن کے دل اور جن کا صحیح فہم مُردہ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اُن کو سُننے کی توفیق عطا کر سکتا ہے اور سُننے کے ساتھ قبول کرنے کی توفیق بھی عطا کر سکتا ہے ورنہ آپ ان لوگوں کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں یعنی مُردہ ہو چکے ہیں اُن کو نہیں سنا سکتے یعنی انکو مُردہ سمجھو جس طرح

(باقی صفحہ ۶۹۸ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۹۷) مردے ہیں سُننے کی صلاحیت نہیں اسی طرح یہ بھی صحیح سماع سے محروم ہیں تو آپ انکے سننے نہ سننے کی فکر نہ کیجئے (۲۲) آپ تو صرف ڈرانیوالے ہیں ؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا صرف آپکا ہی کام ہے آپ کسی کے قبول کرنے نہ کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں اس لئے آپ کو لوگوں کے ایمان نہ لانے پر افسوس نہ کرنا چاہیے (۲۳) بلاشبہ اے پیغمبر ہم نے آپ کو دین حق کیساتھ خوش خبری اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بناکر بھیجا ہے اور کوئی جماعت اور قوم ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گزرا ہو ؛ یعنی ایمان لانیوالوں اور مسلمانوں کو خوش خبری دینے والوں اور دین حق کو قبول کرنیسے انکار کرنیوالوں کو ڈرانیوالا بناکر بھیجا ہے ہر اُمت میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا ضرور آیا ہے خواہ کوئی رسول ہو یا رسول کا رسول ہو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ڈرانیوالا خواہ نبی ہو یا نبی کی راہ پر ہو ؛ یعنی کسی نبی پر ایمان رکھنے والا ہو جاہل کوئی اُمت ایسی نہیں جس کو حق نہ پہونچا ہو (۲۴) اور اگر یہ لوگ آپکی تکذیب کریں اور جھوٹ آپ کی طرف منسوب کریں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں وہ بھی یقیناً تکذیب کا ارتکاب کر چکے ہیں اور اپنے زمانے کے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں حالانکہ ان کے پاس بھی اُن کے پیغمبر نشانیاں یعنی معجزے اور صحیفے یعنی چھوٹی کتابیں اور اوراق اور روشن کتابیں لیکر آئے تھے (تفسیر صفحہ ہذا)

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝٢٥ ثُمَّ

ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے ۔ پھر

اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝٢٦ اَلَمْ تَرَ

میں نے ان لوگوں کو جو کفر کے مرتکب ہوئے تھے پکڑ لیا سو دیکھ لو میرے انکار کا نتیجہ ان کے حق میں کیسا ہوا ۔ اے مخاطب

اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ

کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب سے پانی اتارا پھر اس پانی سے ہم نے گوناگوں رنگ کے

مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ

پھل نکالے اور اسی طرح پہاڑوں کے بھی مختلف حصے اور ٹکڑے ہیں بعض سفید اور بعض سرخ پھر یہ سفید و سرخ رنگ بھی

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝٢٧ وَمِنَ النَّاسِ وَ

آپس میں مختلف اور اترتے چڑھتے رنگ میں اور بعض بجائے سفید اور سرخ کے گہرے سیاہ ہیں ۔ اور اسی طرح آدمیوں میں اور

الدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى

جانوروں میں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ سے بس اس کے وہی بندے

اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝٢٨ اِنَّ

ڈرتے ہیں جو اس کی قدرت و عظمت کا علم رکھتے ہیں ۔ واقعی اللہ بڑا زبردست بڑی مغفرت کرنیوالا ہے ۔ جو لوگ

الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ

پوشیدہ اور علانیہ خیرات کیا کرتے ہیں وہ یقیناً ایک ایسی تجارت کی اُمید لگائے ہوئے ہیں جس کو کبھی نقصان

تَبُوْرَ ۝٢٩ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ

پہونچنے والا نہیں ۔ اس لئے تاکہ خدا تعالیٰ اُن کو ان کے صلے پورے پورے عطا فرمائے اور اپنے فضل سے انکو اور بڑھتی

اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝٣٠ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ

بھی دے ۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے ۔ اور اے پیغمبر جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وہ

؛ یعنی پہلوں کا بھی طرز عمل یہی رہا ہے کہ اپنے اپنے زمانے کے نبیوں کو جھوٹا بتاتے رہے ہیں حالانکہ انبیاء ہر قسم کے دلائل و چھوٹی کتابیں اور بڑی بڑی روشن کتابیں لیکر آئے تھے لیکن باوجود اس کے اُن امتوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور انکو جھوٹا ہی بتاتے رہے (۲۵) پھر آخر کار میں نے ان دین حق کے منکروں کو پکڑ لیا اور انکی گرفت کی سو دیکھ لو میرے انکار کا نتیجہ انکے حق میں کیسا ہوا اور میرا عذاب کیسا ہوا ؛ یعنی آخر کار انکی گرفت کی گئی اور سب کو ہلاک کر دیا گیا ؎

تواں پاک کردن ز زنگ آئینہ
ولیکن نیاید ز سنگ آئینہ

انکے دل آئینہ نہ تھے جو صاف ہو سکتے ان کے دل پتھر ہو چکے تھے جن کو آئینہ بنانا ناممکن ہو گیا (۲۶) اے مخاطب کیا تو نے یہ بات نہیں دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب سے پانی اُتارا پھر اس پانی سے ہم نے گوناگوں اور مختلف رنگ کے پھل نکالے اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے اور ٹکڑے ہیں کچھ سفید اور کچھ سرخ پھر سفید و سرخ رنگ آپس میں مختلف اور اترتے چڑھتے رنگ ہیں اور بعض بجائے سفید و سرخ کے گہرے سیاہ ہیں (۲۷) اور اسی طرح آدمیوں میں اور رینگنے والے کیڑوں میں اور چوپایوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہے ہیں اللہ تعالیٰ سے بس اس کے بندوں میں سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اس کی قدرت و عظمت کا علم رکھتے ہیں یعنی علماء بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑی بخشش کرنیوالا ہے ؛ سورۂ رعد میں گزر چکا ہے کہ ایک ہی قسم کا پانی برساکر پھر اُس پانی سے اللہ تعالیٰ رنگ برنگ کے نباتات، جمادات اور حیوانات پیدا کرتا ہے یہ اُسکی خالقیت کا کمال ہے۔ پھلوں کے انواع میں تو رنگ کا اختلاف ظاہر ہی ہے، سیب کا رنگ اور ہے، بیر کا اور ہے۔ خربوزہ کا اور ہے، تربوز کا اور ہے بلکہ اصناف میں دیکھو تو بھی یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیب ایک صنف ہے لیکن رنگ مختلف ہے خربوزہ ایک صنف لیکن مختلف یہی حالت پتھروں کی ہے کوئی سنگ مرمر ہے کوئی سنگ سُرخ ہے اور کوئی سنگ باسی ہے۔ کوئی سنگ سے یا سُرمہ ہے جو گہرا اور بالکل سیاہ ہے۔ جُدد جدۃ کی جمع ہے جیسے مدۃ مدد کی بعض حضرات نے جدد کا ترجمہ گھاٹیاں بھی کیا ہے، پہاڑ کی گھاٹیوں میں گھسنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دائیں طرف کا رنگ کچھ اور ہے بائیں طرف کا رنگ کچھ اور ہے پھر اسی طرح لوگوں میں کوئی کالا ہے کوئی گورا ہے۔ حبشی کا رنگ کچھ اور ہے کشمیری کا کچھ اور ہے۔ کیڑے مکوڑے بھی مختلف رنگ رکھتے ہیں۔ کچھو بھی کئی رنگ کے اور سانپ بھی جیسا ۔ رنگ کے چوپایوں کا بھی یہی حال الانواع اگر مراد لو تو گائے کا رنگ بھینس سے جدا اُونٹ کا رنگ ہاتھی سے جدا اصناف مراد لو تو بکریوں کے مختلف رنگ بھیڑوں کے مختلف رنگ غرض سارا عالم گوناگوں رنگوں سے لبریز ہے۔ پھولوں کا رنگ اور اُن کے انواع و اقسام تو بے حساب ہیں۔ ان تمام چیزوں کا بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے خشیت علماء کو میسر ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان سے علماء ہی واقف ہیں اس لئے وہی ڈرتے ہیں آگے بطور دلیل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ زبردست قوت و طاقت کا مالک ہے اور بڑا بخشنے والا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی سب آدمی ڈرنے والے نہیں ڈرنا اللہ سے سمجھ والوں کی صفت ہے اور اللہ کی معاملت بھی دو طرح ہے زبردست بھی ہے کہ ہر خطا پر پکڑے اور (باقی صفحہ ۶۹۹ پر)

(باقی صفحہ ۶۹۹ پر)

(بقیہ صفحہ ۶۹۸) غفور بھی ہے کہ ہر گنہگار کو بخشے ۱۱ یہاں حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا اور سورۂ بینہ میں فرمایا ذلك لمن خشی ربہ یعنی جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان لوگوں کیلئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ انما یخشی اللہ کے مفسرین نے کئی طرح معنی کئے ہیں مگر ہم نے حضرت شاہ صاحبؒ کا قول اختیار کیا ہے۔ آیت کے مضمون کا تعلق بظاہر انذار اور خشیت الٰہی سے ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی و تشفی سے ہو اور مطلب ہو کر جیسے اندھے اور سماکے میں فرق ہے اور اندھیرے اُجالے میں اختلاف ہے، گرمی اور ٹھنڈک میں اختلاف ہے، ایسا اختلاف ہر پتھر اور درخت میں موجود ہے اس لئے اگر کوئی ایمان نہ لائے تو آپ کو افسوس اور رنج و غم کی کیا ضرورت ہے۔ مفسرین کی یہ دونوں توجیہیں مشہور ہیں اور پرحسب مجانات و مکافات کی طرف اشارہ فرمایا تھا اسی کی آگے تفصیل فرمائی (۲۸) جو لوگ کتاب الٰہی یعنی قرآن حکیم کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خیرات کیا کرتے ہیں وہ یقیناً ایک ایسی

الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

سراسر حق ہے اس کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق بھی کرنے والی ہے۔ بیشک اللہ

بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ

اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اُن کو دیکھنے والا ہے۔ پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے جن بندوں کو برگزیدہ اور منتخب کیا

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ

انکو اس کتاب کا وارث بنایا یعنی اُمت محمدیہ کو ان برگزیدہ بندوں میں سے بعض اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والے ہیں اور

مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ

بعض ان میں سے میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور بعض ان میں خدا کی توفیق سے بھلے کاموں میں آگے

اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

بڑھ جانے والے ہیں یہ کتاب کا عطا فرمانا خدا تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے۔ اور وہ صلہ و اجر مذکور دائمی باغ ہیں

يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ

جن میں یہ لوگ اس شان سے داخل ہوں گے ان کو ان دائمی باغوں میں سونے کے کنگن

ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا

اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کی پوشاک ریشمی ہوگی۔ اور ان باغوں میں داخل ہو کر کہیں گے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ

تمام تعریفیں اُس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہر قسم کا غم ہم سے دور کر دیا۔ بے شک

رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ

ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔ کہ جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے

مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا

مقام میں لا اُتارا۔ جہاں نہ ہم کو کوئی کلفت پہونچے گی اور جہاں نہ ہم کو کسی قسم کی

فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا

تکان لاحق ہوگی۔ اور جو لوگ منکر ہیں اُن کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو

تجارت کے اُمیدوار ہیں اور ایک ایسی تجارت کی امید لگائے بیٹھے ہیں جس تجارت کو کبھی نقصان پہونچنے والا نہیں ٭ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس تجارت کی ترقی کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے اس تجارت میں نقصان اور کساد بازاری اور مندے کا اندیشہ نہیں، قرآن کی تلاوت کا مطلب ہے کہ توجہ کیساتھ قرآن پڑھتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں، نماز کا قائم رکھنا یعنی جماعت اور خشوع و خضوع کا خیال رکھتے ہیں پوشیدہ علانیہ یعنی صدقات فریضہ اور نافلہ جیسا کہ اہل علم نے فرمایا ہے کہ فرض یعنی زکوٰۃ علانیہ دی جائے اور نفلی خیرات چھپا کر ادا کی جائے (۲۹) چونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی اس تجارت کا حامی ہے تو اس میں نفع ہی نفع کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ اللہ تعالیٰ انکو ان کے اجر اور صلے پورے پورے عطا فرمائے اور اپنی مہربانی اور فضل سے ان کو اور بڑھتی اور زیادہ بھی دے بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدرداں ہے ٭ یعنی ثواب اور اُن کے اعمال کی اُجرتیں تو حسب وعدہ اُن کو دی ہی جائیں گی جس کا بیان آگے آئیگا لیکن مقررہ ثواب کے علاوہ اور زیادہ بھی عطا ہوگی۔ سورۂ یونس میں گزر چکا ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ یعنی بھلائی کرنے والوں کو بھلی چیز یعنی جنت ملے گی اور جنت کے علاوہ اور زیادہ بھی عطا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ثواب موعود کے علاوہ ایسی چیزیں دی جائیں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں وہ بڑی بخشش کا مالک یعنی غفور ہے اور بڑا قدرداں یعنی شکور ہے (۳۰) تفسیر صفحہ ہذا اور اے پیغمبر جو کتاب ہم نے آپ کی جانب وحی کی ہے وہ سراسر حق ہے اسکی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق بھی کرنے والی ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اور انکو خوب دیکھنے والا ہے ٭ مصدق کے دو معنی ہیں جن کو ہم نے ہمیشہ بیان کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ ان کتابوں کو منزل من اللہ بتاتا ہے دوسرے معنی یہ ہیں کہ چونکہ اس کتاب کی سابقہ کتب سماویہ میں پیشین گوئیاں موجود ہیں اس لئے اس کتاب نے آکر تمام کتب سماویہ کی پیشین گوئیوں کی تصدیق کر دی۔ چونکہ وہ بندوں کی حالت سے خبردار اور ان کی مصالح سے واقف ہے اس لئے آخری دور میں ایک ایسی کامل کتاب نازل فرمائی جس پر عمل کرنے سے آدمی درجات کے کمال کو حاصل کر لیتا ہے (۳۱) پھر ہم نے اپنے بندوں کو برگزیدہ اور منتخب کیا ان چیدہ اور پسندیدہ بندوں کو اس کتاب کا وارث بنایا اور ان کے ہاتھوں تک اس کتاب کو پہونچایا۔ پھر ان میں سے بعض اپنی جانوں پر زیادتی اور ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان بندوں میں سے متوسط اور میانہ رو ہیں اور بعض ان بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اسکی توفیق سے بھلے کاموں میں سبقت کرنے والے اور آگے بڑھ جانے والے ہیں اور نیکیوں میں ترقی کرنے والے ہیں یہ کتاب کا وارث بنانا اور کتاب کا عطا فرمانا بڑا فضل اور بڑی بزرگی ہے ٭ یعنی جو کتاب بدرجہ حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی گئی تھی اُس کتاب کا اُمت محمدیہ کو جو چیدہ اور پسندیدہ اُمت ہے اور تمام بندوں میں سے جن کو برگزیدہ فرمایا ہے یہ کتاب اُس اُمت کو دی گئی اور اس کتاب کا وارث اُمت محمدیہ کو بنایا گیا۔ آگے اُمت محمدیہ کی حالت بیان فرمائی کہ اگرچہ یہ اُمت محمدیہ اصطفاء اور اجتبا میں سب مشترک ہے لیکن اعمال کے اعتبار سے اس اُمت کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جو گناہ کرتے رہتے ہیں اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں دوسرے وہ جو درمیانہ روی اختیار کرتے ہیں یعنی گناہ کم اور نیکیاں زیادہ دونوں چیزیں مختلط ہیں۔ پھر نیکیاں بھی طاعات مشہورہ سے متجاوز نہیں یہ متوسط اور درمیانی درجے کے حضرات ہیں۔ (باقی ضمیمہ میں)

نہ تو اُن پر موت ہی کا حکم کیا جائیگا کہ وہ مر جائیں اور نہ اُن پر سے دوزخ کا عذاب ہی کسی وقت ہلکا کیا جائے گا ہم ہر ناشکر اور ناسپاس اور منکر کو ایسی ہی جزا اور ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں :: یعنی بلا بار موت کی درخواست کریں گے لیکن اس عالم میں موت نہیں جو آجائے (۳۶) اور یہ لوگ اس دوزخ میں پڑے چلاتے اور فریاد کرتے ہوں گے اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال دے ہم آئندہ نیک کام کیا کریں گے وہ کام نہیں جو ہم پہلے نیک سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ جواب ملے گا کیا تم کو اتنی عمر نہ دی تھی اور تم کو اس قدر زندگی نہیں دی تھی کہ جس کو سوچنا سمجھنا ہوتا وہ اُس عمر اور اُس زندگی میں سوچ سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانیوالا بھی آیا تھا پس اب عذاب کا مزہ چکھو سو ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہ ان کی مدد کرے :: مطلب یہ ہے کہ اے رب ہم کو اس جہنم سے نکال کر پھر دنیا میں بھیجدے تو آئندہ ہم نیک اعمال کریں گے اس پر شبہ تھا کہ تمام کافرانہ اعمال کو بھلا ہی سمجھ کر کیا کرتے تھے اس شبہ کا دفعیہ کریں گے غیر الذی کنا نعمل یعنی وہ نہیں جو اب تک کرتے رہے بلکہ ان کے خلاف جن اعمال کو پیغمبر اچھا بتاتے تھے وہ کیا کریں گے۔ جواب کا مطلب ظاہر ہے

يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

ان پر موت ہی کا حکم کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان پر سے کسی وقت ہلکا

عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ﴿۳۶﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ

کیا جائے گا۔ ہم ہر ناسپاس کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ اس دوزخ میں پڑے چلاتے

فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِیْ كُنَّا

ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال لے ہم آئندہ نیک کام کیا کریں گے وہ کام نہیں جو ہم پہلے

نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ

کیا کرتے تھے۔ جواب ملے گا کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جسکو سوچنا سمجھنا ہوتا تو وہ اُس عمر میں سوچ سمجھ لیتا

وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ

اور تمہارے پاس ڈرانیوالا بھی پہونچا تھا سو اب عذاب کا مزا چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی

نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

مددگار نہیں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ

بیشک وہ اُن باتوں سے بھی خوب واقف ہے جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ وہ خدا وہی ہے جس نے تمکو زمین میں

خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَ

پہلوں کا جانشین بنایا پھر جو شخص کافرانہ روش اختیار کریگا تو اُس کے کفر کا وبال اُسی پر پڑیگا اور کافروں کا

لَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ

کفر اُن کے رب کے ہاں اُن کے لئے بیزاری ہی بڑھانے کا موجب ہوتا ہے

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ

اور کافروں کا کفر ان کے لئے نقصان ہی بڑھانے کا سبب ہوتا ہے۔ آپ اُن سے کہئے

اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

بھلا تم نے اپنے ان خود ساختہ شریکوں کو دیکھا بھی جن کو تم خدا کے سوا پکارا کرتے ہو

کہ اس قدر عمر اور زندگی دی گئی تھی یعنی بلوغ سے لیکر جان کنی تک بھی ہو وہ ایک سوچنے سمجھنے والے کو کافی تھی جسکو سوچنا سمجھنا ہوتا وہ اُس زندگی میں سوچ سمجھ سکتا تھا۔ مزید برآں یہ کہ پیغمبر بھی بھیجا گیا جس کا کام زیادہ تر نافرمانوں کو اُس دن کی وحشت اور عذاب سے ڈرانا ہی ہوتا تھا۔ سوچنے سمجھنے کو عقل ملی ہوش وحواس ملے عقل اُبھارنے اور حرکت دینے کو ڈرانیوالا پیغمبر آیا۔ اب کام کونسا باقی رہگیا جس کیلئے پھر واپس بھیجا جائے لہٰذا مزا چکھتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وہ نہیں جو کرتے تھے یعنی اس وقت تو اسی کو بھلا سمجھتے تھے پر نباہ نہ کریں گے ۱۲ (۳۷) بلاشبہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور زمین کی تمام پوشیدہ چیزوں کا عالم اور جاننے والا ہے بلاشبہ وہ اُن باتوں کو بھی خوب جانتا ہے جو سینوں میں پوشیدہ ہیں :: یعنی اُس کے کمال علمی کا یہ حال ہے کہ مغیبات سماوی وارضی سب کا علم اور سینوں کے پوشیدہ بھید جاننے والا ہے آگے کمال قدرت کا بیان ہے (۳۸) وہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر مطلق ہے جس نے تم کو زمین میں پہلوں کا جانشین بنایا اور تم کو زمین میں آباد کیا جو شخص کفر وانکار کی روش اختیار کرے گا تو اُس کے کفر کا وبال اُسی پر پڑے گا اور کافروں کا کفر اُن کے پروردگار کے ہاں نہیں بڑھاتا مگر بیزاری اور اشد غضب ہی بڑھاتا ہے اور کافروں کو ان کا کفر نہیں بڑھاتا مگر نقصان اور ٹوٹا ہی بڑھاتا ہے :: یعنی جانشین کیا پہلوں کا اور تم کو زمین میں آباد کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان مانو اور اس کی نافرمانی اور کفر نہ کرو اور یہ بات ذہن نشین کرلو کہ جو کفر اختیار کرتا ہے تو اسکے کفر کا وبال اُسی پر پڑتا ہے، اور کافروں کا کفر اُن کے پروردگار کے نزدیک بیزاری اور غضب میں ہی اضافہ کرتا ہے۔ اور کافروں کا کفر اور منکروں کا انکار اُن کیلئے نقصان ہی کا موجب ہوتا ہے مقت کا ترجمہ سخت غضب کیا گیا ہے ہم نے شاہ صاحبؒ کا لفظ بیزاری بھی اور ترجمہ کی تیسیر میں دونوں باتیں لکھی ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں قائم مقام کیا زمین میں یعنی رسولوں کے پیچھے ریاست دی یا اگلی اُمتوں کے پیچھے اب اس کا حق ادا کرو ۱۲ (۳۹) اے پیغمبر آپ ان سے فرمایئے بھلا تم نے اپنے ان خود ساختہ شریکوں کو دیکھا بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارا کرتے ہو ذرا مجھ کو بھی تو بتاؤ اور ذرا مجھ کو بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا حصہ بنایا ہے اور زمین سے انہوں نے کیا بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی کوئی شرکت اور ساجھا ہے یا ہم نے ان مشرکوں کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل اور حجت پر قائم ہیں کچھ نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم جو آپس میں ایک دوسرے کو اُمیدیں دلاتے ہیں وہ صرف دھوکا ہی دھوکا ہے :: یعنی جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو ان کا حال تو بیان کرو اور زمین کا جو حصہ انھوں نے بنایا ہے وہ مجھ کو بھی دکھلاؤ یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی کوئی شرکت اور ساجھا ہے تو وہ بھی بتاؤ اور دکھلاؤ یا ان کو کوئی کتاب ہم نے دی ہے کہ اس کتاب کا اپنے مفروضہ اوہام پر دلیل پکڑتے ہوں یعنی یا تو عقلی دلیل ہو عقلی نہ ہو تو نقلی حجت ہو ان کے پاس کچھ بھی نہیں بلکہ یہ جو آپس میں ایک دوسرے کو اُمیدیں دلاتے ہیں اور کہتے ہیں قیامت میں ہم کو یہ معبود سفارش کرکے بچا لیں گے یہ محض دھوکا اور فریب ہے۔ ارءیتم اور اروني آپس میں بدل اشتمال ہیں۔ ترجمہ میں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمہما اللہ کا قول اختیار کیا ہے اور بجائے لفظ کَلّا آیا کے یا استعمال کیا ہے۔

أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي

ذرا مجھے بھی تو بتاؤ کہ اُنھوں نے زمین کا کونسا حصہ بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں اُن کی

السَّمٰوٰتِ ۚ أَمْ آتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ

کچھ شرکت ہے یا ہم نے ان مشرکوں کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہیں

بَلْ إِنْ يَعِدُ الظّٰلِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿٤٠﴾

نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم جو آپس میں ایک دوسرے کو اُمیدیں دلاتے ہیں نرا دھوکہ ہی دھوکہ ہے

إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ

یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو روک رکھا ہے کہ وہ اپنے مرکز سے کہیں ہٹ نہ جائیں

وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۚ

اور اگر بالفرض وہ اپنے مرکز سے ہٹ جائیں تو پھر خدا کے سوا کوئی اور اُن کو تھام بھی نہیں سکتا

إِنَّهٗ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤١﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ

بے شک خدا بڑا حلیم بڑی مغفرت کرنیوالا ہے۔ اور یہ کافر بڑی تاکید سے اس بات پر اللہ کی قسمیں

أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدٰى

کھاتے تھے کہ اگر اُن کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے گا تو وہ ہر ایک قوم سے زیادہ

مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ

صحیح راہ قبول کرنیوالے ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آگیا تو اس کے آنے سے ان میں

إِلَّا نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ

نفرت کے جذبات کو ہی ترقی ہوئی۔ وہ یہ کہ ملک میں مزید سرکشی اور بُری بُری

السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ

تدبیریں کرنے لگے حالانکہ بری چال اس چال چلنے والے ہی کو گھیر لیا کرتی ہے سو کیا

يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ

یہ کافر اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے لہٰذا اے پیغمبر آپ خدا کے دستور میں

ام لهم شرك اور ام اتينهم كتابا دونوں جگہ آیا کی بجائے یا کیا گیا ہے (۴۰) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اس بات سے تھام رکھا ہے کہ وہ اپنے مرکز سے کہیں ہٹ نہ جائیں اور اگر وہ بالفرض اپنے مرکز سے ٹل جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا ان آسمان و زمین کو نہ کوئی تھام سکتا ہے اور نہ کوئی ان کو روک سکتا ہے بیشک وہ اللہ تعالیٰ برابر بردبار حلیم اور بڑی مغفرت و بخشش کرنیوالا ہے۔ یعنی یہ نظام عالم جو حضرت حق تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے اسکو درہم برہم کر نیسے اُسی نے روک رکھا ہے اگر خدانخواستہ درہم برہم ہوجائے تو خدا تعالیٰ کے بعد اس نظام عالم کو کوئی روک ہی نہیں سکتا تمام مخلوق فنا ہوجائے جس طرح قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن چونکہ وہ حلیم ہے اس لئے مہلت دیئے جاتا ہے اور اس مہلت اور امہال سے کوئی فائدہ اُٹھا کر گناہوں سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوجائے تو وہ بخش بھی دیتا ہے۔ چونکہ وہ غفور ہے حدیث میں آتا ہے جو سوکر اُٹھا اور اس نے یہ کلمات کہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّ اِلَيَّ نَفْسِيْ بَعْدَ مَوْتِهَا وَلَمْ يُمِتْهَا فِيْ مَنَامِهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ یہ شخص اگر بچھونے پر سے گر کر مر جائیگا تو شہید ہوگا اور اگر اُٹھ کر نماز پڑھے گا تو نماز پڑھے گا۔ (درمنثور) (۴۱) اور یہ کفار قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل نہایت تاکید کیساتھ اللہ تعالیٰ کی سخت ترین قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانیوالا آئیگا تو وہ ہر ایک اُمت سے زیادہ راہ پانیوالے اور راہ یافتہ ہونگے پھر جب ان کے پاس ڈرانیوالا آیا تو اس کے آنیسے بس ان میں نفرت کے جذبات کو ہی ترقی ہوئی (۴۲) وہ یہ کہ ملک میں مزید غرور اور سرکشی اور بُری بُری تدبیریں کرنے لگے۔ حالانکہ بُری تدبیر اور بُری چال پلٹ کر اُس چال چلنے والی کو گھیر لیا کرتی ہے۔ سو کیا یہ کافر اُسی طریقے اور دستور کے منتظر ہیں اور اُسی آئین عقوبت کی راہ دیکھ رہے ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ وہی برتاؤ ان کفار قریش کیساتھ بھی ہوگا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس دستور کو کبھی بدلتا نہیں پائیں گے اور آپ اس کے آئین میں کسی قسم کا ردو بدل نہیں پائیں گے اور آپ ہرگز اللہ تعالیٰ کے دستور کو پھرتا اور منتقل ہوتا ہُوا نہ پائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہ کفار جب اہل کتاب کی بے راہ روی دیکھتے اور اُن کے مظالم اور بیجا ہٹ دھرمیوں کے قصے سنا کرتے تو اس بات کی خواہش کیا کرتے کہ ہمارے پاس کوئی نبی آئے تو ہم اسکی خوب اطاعت و فرمانبرداری کر کے دکھائیں اور تمام اُمتوں سے ہم زیادہ راہ یافتہ اور سب سے زیادہ ہدایت قبول کرنیوالے ہوں گے پھر اس دعوے پر بڑی پختہ اور سخت مضبوط قسمیں بھی اللہ تعالیٰ کے نام کی کھایا کرتے تھے کہ ہم ضرور اُس کی پوری پوری اتباع کریں گے اور ہر ایک اُمت سے زیادہ راہ پانیوالے ہوں گے۔ لیکن جب ان کے پاس پیغمبر اور ڈرانیوالا آپہونچا اور اس نے اُن کو دعوت دی تو ان میں سوائے نفرت کے اور کچھ نہ بڑھا یعنی اس نذیر کی تعلیم سے ان میں نفرت ہی بڑھی دُنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے غرور کی راہ اختیار کی اور پیغمبر کے خلاف بُری بُری تدبیریں کرنے لگے اور سوئے تدبیر سے کام لینے لگے حالانکہ اس قسم کے مکر و فریب اور بُری حیلہ سازی خود ایسا کرنیوالوں پر ہی پلٹ جاتی ہے اور اس قسم کی تدبیریں خود بُرائی کرنے والوں کو گھیر لیا کرتی ہیں۔ ان لوگوں کی یہ حرکات اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ یہ اس آئین عقوبت کا انتظار کر رہے ہیں جو پہلوں کیساتھ ہو چکا ہے جس طرح ان سے پہلے لوگ نافرمانی کے باعث تباہ اور ہلاک ہوئے وہی ان کے ساتھ برتاؤ کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں نہ تبدیلی پائی جاتی ہے۔

اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا ﴿۴۳﴾

کسی قسم کا ردو بدل نہ پائیں گے۔ اور آپ ہرگز خدا کے دستور کو پھرتا ہوا نہ پائیں گے

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں تو دیکھیں کہ اُن لوگوں کا انجام

عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ

کیسا ہوا جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں حالانکہ وہ ان کفار مکہ سے قوت میں بڑھے

قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ

ہوئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے جس کو آسمانوں

وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ

اور زمین کی کوئی شئے بھی عاجز کر سکے۔ بیشک وہ کمال علم کمال قوت کا مالک ہے۔ اور اگر

يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا

خدا تعالیٰ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے ان کی گرفت کرنے لگے تو روے زمین پر کسی حرکت کرنیوالے کو بھی

مِنْ دَابَّةٍ وَلٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ

باقی نہ چھوڑے لیکن وہ ایک وقت مقررہ تک لوگوں کو مہلت دیتا رہتا ہے

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿۴۵﴾

پھر جب ان کا وہ مقررہ وقت آپہونچے گا تو یقین جانو کہ خدا کے سب بندے اُس کی نگاہ میں ہیں

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ یٰسٓ مکی ہے اور یہ تراسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيمِ ﴿۲﴾ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳﴾

یٰسٓ۔ قسم ہے اس قرآن کی جس کے دلائل نہایت محکم ہیں۔ کہ بیشک اے محمدؐ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔

بدتر ہوں۔ چنانچہ یہی برتاؤ ان کیساتھ بھی ہوگا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں عرب کے لوگ جو سنتے یہود کی بے عقلیاں اپنے نبی سے تو کہتے کبھی ہم میں ایک نبی آوے تو ہم اس سے بہتر رفاقت کریں سو منکروں نے اور مکر کئے۔ (۴۳) کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں چلیں پھریں تو دیکھیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا انجام کا رکیونکر ہوا اور کیسا ہوا یعنی تکذیب کی وجہ سے ان کا آخری انجام کیا ہوا حالانکہ وہ گزشتہ لوگ قوت اور زور میں ان کفار مکہ سے زیادہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ اس کو آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز بھی عاجز اور بے بس کر سکے اور تھکا سکے بلاشبہ وہ کمال علم اور کمال قدرت کا مالک ہے۔ یعنی ملک میں چل پھر کر دیکھو کہ گزشتہ قوموں کا اس تکذیب اور پیغمبروں کی نافرمانی کے باعث کیا انجام ہوا حالانکہ وہ قوت و طاقت میں ان کفار مکہ سے بہت زیادہ زور آور تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے بچ بھی کس طرح سکتے تھے اور بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز کیسے کر سکتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اُسکو آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز بھی اُس کو نہ تھکا سکتی نہ بھاگ کر ہرا سکتی ہے کیونکہ اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں کہ کوئی اس سے چھپ جائے اور وہ قدرت والا سب کچھ کر سکتا ہے اس سے کوئی بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے اور کتنا ہی کوئی زور آور ہو اُس کا مقابلہ کس طرح کر سکتا ہے (۴۴) اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے کسب اور اُن کے اعمال کی وجہ سے گرفت اور مواخذہ کرنے لگے تو روئے زمین پر کسی حرکت کرنے والے اور کسی متنفس کو بھی نہ چھوڑے لیکن وہ ایک وقتِ مقررہ تک لوگوں کو مہلت دیتا رہتا ہے پھر جب ان کا وہ وقتِ مقررہ اور میعادِ معینہ آجائے گی تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کے سب بندے اُس کی نگاہ میں ہیں۔ یعنی اگر بندوں کو اُن کی شامتِ اعمال کے سبب گرفتار کرنا شروع کردے تو ایک بھی متنفس باقی نہ رہے اور روئے زمین پر کوئی چلنے والا نہ دکھائی دے۔ اور جب انسان ہی نہ رہیں تو حیوانات جو انتفاعِ خلق کے لئے ہیں وہ بھی بیکار ہو جائیں۔ لیکن یہ اُس کی مہربانی ہے کہ اس نے بندوں کو مہلت دے رکھی ہے اور توبہ کرکے باز آجانے کا موقع دیا ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا۔ خواہ کسی خاص قوم کے ختم کرنے کا وقت ہو یا قیامت کا وقت ہو تو اُس وقت گرفت کی جائے گی کیونکہ وہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے اور سب اچھے بُرے اُس کی نگاہ میں ہیں اس وقت ہر شخص کے ساتھ سزا اور جزا کا معاملہ کیا جائے گا (۴۵)

ع ۵ / ۸

الحمدللہ والمنتہ کہ سورہ فاطر کی تیسیر ختم ہوئی ۱۷
و للہ الحمد علی ذالک۔

سورۂ یٰسٓ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تراسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔ ۸۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ ۵

یٰسٓ (۱) قسم ہے اس قرآن حکمت والے کی۔ بعض نے قرآن باحکمت کیا ہے، اور بعض نے پختہ اور مضبوط کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس قرآن کے احکام حکمت سے لبریز ہیں یا یہ کہ اس کے دلائل نہایت محکم اور مضبوط ہیں جواب قسم آگے مذکور ہے۔ (۲) بے شک آپ پیغمبروں میں سے ہیں (۳)

آپ سیدھے راستے پر ہیں :: یعنی آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور جب آپ ہمارے فرستادوں میں سے ہیں تو یقیناً آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں جواب ہے قسم کا اور یہ رد ہے کفار پر جس وقت کہ کہا انھوں نے کہ نہیں ہے تو رسول ۱۲ (۴) یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا جو نہایت زبردست نہایت رحم والا ہے :: کمال قوت کا مالک ہے اس لئے جو احکام چاہے نازل کر سکتا ہے کوئی رد کرنے والا نہیں اور نہایت مہربان ہے اس لئے بندوں کو وہی حکم دیتا ہے اور بندوں کے لئے دینی احکام نازل فرماتا ہے جو بندوں کے دین اور دنیا کے لئے موجب فلاح اور موجب بہبود ہوتے ہیں (۵) آپ کو پیغمبر اسلئے بنایا اور یہ قرآن حکیم آپ پر اس لئے نازل کیا تا کہ آپ اس قوم کو اور ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا عرصہ سے نہیں ڈرائے گئے سو اسی وجہ سے وہ غافل اور بے خبر ہیں :: یعنی عرب میں عرصے سے کوئی مستقل نبی نہیں آیا اگرچہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہم السلام کے زمانے کے احکام تشریعی موجود تھے لیکن مرور زمانہ کی وجہ ان میں تحریف و تغییر ہو چکی تھی۔ اور چونکہ آپ کی بعثت عام تھی اسلئے فرمایا لتنذر قوما ما انذر اباؤھم (۶) بلاشبہ ان میں سے اکثر پر تو عذاب کی بات ثابت ہو چکی سو وہ تو ایمان نہیں لائیں گے :: یعنی ایمان نہ لانیوالوں پر آپ افسوس نہ کریں دل تنگ نہ ہوں کیونکہ ان میں سے اکثر پر وہ ازلی اور تقدیری کلمۂ عذاب ثابت ہو چکا ہے اس لئے وہ تو ایمان لائیں گے نہیں شاید وہ بات وہ ہو جو فرمایا لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ اور فرمایا سورۂ حج میں وکثیر حق علیہ العذاب۔ آگے ان میں ایمان نہ لانیوالوں کی مثال بیان فرماتے ہیں (۷) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالدیئے ہیں اور وہ طوق ان کی ٹھوڑیوں تک پہونچ گئے ہیں جس کی وجہ سے اُن کے سر اوپر کو اُٹھے کے اُٹھے رہ گئے ہیں :: یعنی ان کے کفر و عناد اور اُن کی شقاوت و بدبختی کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے انکے گلے میں بھاری اور موٹے موٹے طوق ڈالدیئے جن کی وجہ سے ان کے سر نیچے نہیں ہو سکتے کہ یہ سیدھی راہ اختیار کر سکیں کسی جانب التفات ہی نہیں کر سکتے۔ غرض انکی بداعمالیاں ان کے گلے کا ہار بن گئی ہیں جو ان کو راہ حق کیطرف مائل نہیں ہونے دیں گی، ہم سورۂ بقرہ میں اس مسئلے پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ ایک بُرائی سے دوسری برائی پیدا ہوتی ہے اور آخر نوبت یہاں تک آجاتی ہے کہ حق کو ناحق اور ناحق کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ العیاذ باللہ آگے دوسری مثال ان کی گمراہی کی بیان فرمائی (۸) اور ہم نے ایک دیوار ان کے آگے اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی ہے اور اوپر سے اُن کو ڈھانک دیا ہے لہٰذا وہ کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتے :: یہ بھی ان کے کفر و عناد اور مخالفانہ جد و جہد کی تصویر و تمثیل ہے۔ یہی منکروں کی وہ باتیں ہیں جو دین حق کو قبول کرنے سے آڑ بن گئی ہیں اور اُن کی آنکھوں پر پردہ بن کر انکو حق کے دیکھنے سے اندھا بنا دیا ہے، اور ان کو کچھ سوجھتا نہیں۔ یہ تمام ان کی ناشائستہ حرکات کی مثال ہے۔ کوئی حرکت گلے کا طوق بن گئی ہے اور ان کی بعض حرکات انکی محرومی کیلئے آڑ اور دیوار اور پردہ بن گئی ہیں اسی لئے ان کی شقاوت و بدبختی کا آگے کی آیت میں اظہار فرمایا (۹) اور اے پیغمبر اُن کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں باتیں برابر ہیں وہ ایمان نہیں لائینگے :: یعنی یہ لوگ جو کفر کے خوگر ہو چکے ہیں ان کے حق میں ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا اجر و ثواب ملے گا لیکن ان کے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں ہے۔ تفصیل کیلئے سورۂ بقرہ کی تسہیل ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے (۱۰) بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے غائبانہ اور بے دیکھے ڈرے پس ایسے شخص کو آپ بڑی بخشش اور باعزت اجر و ثواب کی خوش خبری دیدیجیے :: یعنی آپ کا ڈرانا اور آپکے ڈرانے کا صحیح نفع تو اُس شخص پر مرتب ہوتا ہے جو قرآن کی پیروی کرے اور رحمان جس کو دیکھا نہیں بن دیکھے اُس کے ڈر سے خوف کھاتے رہیں ایسے لوگ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو مغفرت اور باعزت اجر و صلے کی بشارت دیدیجیے (۱۱) بلاشبہ ہم ہی مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم اُن کے اُن تمام اعمال کو لکھتے رہتے ہیں جو وہ آگے بھیج جاتے ہیں اور وہ اعمال بھی جن کے اثرات وہ اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک کھلی کتاب میں گھیر رکھا ہے اور محفوظ کر رکھا ہے یعنی لوح محفوظ میں :: مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں جو کچھ کرتا ہے وہ عمل مرتے وقت ختم ہو جاتے ہیں لیکن بعض اعمال کا اثر (باقی صفحہ ۷۰۴ پر)

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴﴾ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۵﴾

اور بیشک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ یہ قرآن خدائے زبردست اور نہایت رحم والے نے اُتارا ہے

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ

آپ کو پیغمبر اس لئے بنایا ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے سو اسی وجہ سے وہ بیخبر ہیں۔ بلاشبہ

حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا

اُن میں سے اکثر پر تو عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہے۔ سو وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔ ہم نے

جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ

ان کی گردنوں میں طوق ڈالدیئے ہیں اور وہ طوق انکی ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے ہیں جنکی وجہ سے انکے سر اُوپر کو

مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ

اُٹھے کے اُٹھے رہ گئے ہیں۔ اور ہم نے ایک دیوار ان کے آگے اور

مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾

ایک دیوار اُن کے پیچھے کھڑی کر دی ہے اور اوپر سے اُن کو ڈھانک دیا ہے لہٰذا وہ اب دیکھ نہیں سکتے

وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں دونوں برابر ہیں یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ

بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور خدائے رحمان سے غائبانہ ڈرے

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَ

سو ایسے شخص کو آپ بڑی مغفرت کی اور باعزت اجر کی خوشخبری سنا دیجیے۔ یقیناً ہم ہی مُردوں کو زندہ کریں گے اور

نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۣؕ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ

ہم اُن کے اُن تمام اعمال کو لکھتے رہتے ہیں جو وہ آگے بھیج جاتے ہیں اور وہ اعمال بھی جنکے اثرات وہ اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو

فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ع وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ

ایک کھلی کتاب یعنی لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔ اور آپ ان کے سامنے گاؤں کے لوگوں کا ایک قصہ اُس وقت کا

ع ۱۲ / ۱۸

(بقیہ صفحہ ۷۰۳) مرنے کے بعد بھی رہتا ہے، کوئی مدرسہ بنوا دیا یا اچھا طریقہ جاری کر دیا۔ یا کوئی بُری رسم قائم کر گیا۔ بہرحال خواہ پہلی قسم ہو اعمال کی یا دوسری اعمال اچھے ہوں یا بُرے ہوں سب ضبط تحریر ہوتے رہتے ہیں اور ہم تو ہر چیز کو اسکے وقوع سے پہلے ہی ایک واضح کتاب یعنی لوح محفوظ میں محفوظ اور ضبط کر چکے ہیں۔ اور چونکہ وہی مُردوں کو زندہ کرنیوالے ہیں اس لئے زندہ ہونیکے بعد تمام اعمال کی جوابدہی ہوگی سورۂ قیامۃ میں انشاء اللہ آجائیگا یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ۔ قدم سے مُراد جو آگے کر گیا اخر سے مُراد جو پیچھے کے لئے چھوڑ گیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آگے بھیجے اپنے اعمال اور پیچھے رہے نشانی اولاد اور عمارت اور رسم ڈالی نیک یا بد ۱۲ (۱۳) اور اے پیغمبر آپ ان کی عبرت کے لئے ان کے سامنے گاؤں والوں کا قصۂ عجیبہ اُس وقت کا بیان کیجئے جبکہ اس میں کئی رسول آگے پیچھے آئے ؛ یعنی پہلے دو صاحب تشریف لائے پھر ان کے بعد ان دو کی تقویت اور تعزز کیلئے ایک صاحب اور بھیجے گئے۔ چونکہ اس قصے سے رسالت کا اثبات بھی ہے اور منکرین رسالت کی تنبیہ بھی ہے اس لئے اس واقعہ میں عبرت بھی ہے، چونکہ یہ لوگ رسولوں کی مخالفت کے باعث تباہ و ہلاک ہوئے آگے قصہ کی تفصیل مذکور ہے تفسیر صفحہ ہذا اذ جاءھا اصحاب قریہ سے بدل اشتمال ہے۔

الْقَرْيَةِ ۘ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ

بیان کیجئے جب اس گاؤں میں کئی رسول آئے۔ جبکہ پہلے ہم نے ان کی طرف

اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم

دو پیغمبروں کو بھیجا تو ان لوگوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا پھر ہم نے تیسرے پیغمبر سے انکی تائید کی پھر ان تینوں پیغمبروں نے کہا بیشک ہم

مُّرْسَلُونَ ﴿١٤﴾ قَالُوا مَا أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا

تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔ بستی والوں نے جواب دیا تم تو بس ہم ہی جیسے آدمی ہو اور خدائے

أَنزَلَ الرَّحْمَٰنُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴿١٥﴾

رحمان نے تو کبھی کوئی چیز نازل نہیں کی تم سب محض جھوٹ بولتے ہو۔

قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ﴿١٦﴾ وَمَا

ان رسولوں نے کہا ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ اور ہمارے ذمہ تو

عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٧﴾ قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۖ

صرف خدا کے پیغام کا صاف صاف پہونچا دینا ہے۔ بستی والوں نے کہا ہم نے تو تم کو منحوس پایا

لَئِن لَّمْ تَنتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُم مِّنَّا

اگر تم اپنے اس دعوے سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمکو سنگسار کر ڈالیں گے اور ہماری طرف سے تم کو عبرتناک

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوا طَائِرُكُم مَّعَكُمْ ۚ أَئِن ذُكِّرْتُم ۚ

سزا ملے گی۔ ان پیغمبروں نے کہا تمہاری نحوست کا سبب تو تمہارے ساتھ ہی لگا ہوا ہے کیا اتنی بات پر کہ تمکو نصیحت کیگئی تم یہ سلوک کرنے پر آمادہ ہو

بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ

نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانیوالے لوگ ہو۔ اور شہر کے پرلے کنارے سے

رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٠﴾

ایک شخص دوڑتا ہوا آیا آ کے کہنے لگا اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو۔

اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٢١﴾

تم ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے تبلیغ پر کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں

(۱۳) جبکہ ہم نے پہلے ان گاؤں والوں کیطرف دو پیغمبروں کو بھیجا تو ان گاؤں والوں نے ان دونوں پیغمبروں کی تکذیب کی اور ان کو جھٹلا دیا پھر ہم نے تیسرے پیغمبر سے ان دونوں کو تقویت دی اور ان دونوں کی تائید کی پھر ان تینوں پیغمبروں نے ان گاؤں والوں سے کہا کہ ہم تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں ؛ بعض علماء کے نزدیک یہ دونوں پیغمبر صادق اور صدوق تھے اور یہ دونوں حضرات عیسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے جن کو انطاکیہ والوں کے پاس بھیجا تھا چونکہ یہ انطاکیہ والے بُت پرست تھے اسلئے ان کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا پھر جب ان دونوں صادق صدوق کی گاؤں والوں نے تکذیب کی تو پھر تیسرے صاحب جن کا نام شمعون بتایا جاتا ہے ان کو ان دونوں کی تائید کے لئے روانہ کیا لیکن بعض مفسرین کے نزدیک یہ گاؤں انطاکیہ نہیں ہے بلکہ کوئی مبہم قریہ ہے، اور یہ بھی صحیح نہیں کہ یہ دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے بلکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے قبل تو لوگ گئے ہوں اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین انبیاء میں سے ہوں بہرحال یہ لوگ ان گاؤں والوں کی اصلاح اور توحید کا پیغام لیکر پہنچے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ شہر تھا انطاکیہ حضرت عیسیٰؑ کے دو یار وہاں پہنچے شہر والوں نے ٹال دیئے پھر تیسرے یار بھی پہنچے یہ تیسرے یار بڑے تھے ۱۲ (۱۴) گاؤں کے اصحاب نے جواب دیا تم نہیں مگر ہم ہی جیسے آدمی ہو اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم نہیں ہو مگر محض دروغ گو ؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے تینوں پیغمبروں کی تکذیب کی اور کہا تم تو محض ہماری طرح معمولی آدمی ہو تم میں کوئی امتیاز نہیں ہے اور تمہاری خصوصیت کیا ہے خدائے رحمان نے تو کبھی کوئی چیز یعنی کتاب اور احکام وغیرہ نازل ہی نہیں کئے، تم نہیں ہو مگر دروغ گو یعنی جھوٹ بولتے ہو تم خدا تعالیٰ کے فرستادہ نہیں ہو بلکہ نرے جھوٹے ہو (۱۵) اُن فرستادوں نے فرمایا ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ بلاشبہ یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور اُسی کے فرستادے ہیں (۱۶) اور ہمارے ذمے تو صرف اللہ تعالیٰ کے پیغام کا صاف صاف پہنچا دینا ہے ؛ یعنی ان تینوں پیغامبروں نے توحید کے دلائل اُن کو سُنائے اور بتائے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ بہت سے بیماروں کو ان کی دعا سے شفا بھی ہوئی تمام دلائل و براہین دیکھنے کے بعد ان گاؤں والوں نے ان کا رد کرنا شروع کر دیا۔ اور عام لوگوں کی طرح وہی بشریت کا اعتراض اُٹھایا اور جملہ کتب سماویہ کا انکار کیا جیسا کہ ما انزل الرحمن من شیء سے ظاہر ہے۔ جب پیغمبروں کی تکذیب میں گاؤں والوں نے تاکید سے کام لیا تو انھوں نے مجبوراً اپنے کلام کو مؤکد بالقسم کرتے ہوئے فرمایا۔ ربنا یعلم۔ پیغمبروں کی اس سیدھی بات پر گاؤں والوں نے جو اعتراض کیا وہ آگے مذکور ہے (۱۷) گاؤں کے لوگوں نے کہا ہم نے تو تم کو منحوس پایا اور ہم نے تمہے شگون بد لیا اور ہم نے تم کو نامبارک دیکھا اگر تم اپنے دعوے سے باز نہ آؤ گے اور اپنی اس دعوت توحید کو بند نہ کرو گے تو ہم تم کو سنگسار کریں گے اور تم کو ہماری طرف سے عبرتناک سزا ملے گی اور تم کو ہمارے ہاتھوں سخت تکلیف پہنچے گی ؛ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں قحط کے آثار نمایاں تھے اس بنا پر گاؤں والوں نے انکو منحوس کہا (باقی ضمیمہ ص۱)

بقیہ صفحہ ۶۷۵

ے پالک کا حکم بیٹے کا نہیں کسی بات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کی خاطر کھی بعد طلاق کے حضرت کے نکاح میں دیدیا اللہ کے فرمانے ہی سے نکاح بندھ گیا ظاہر میں نکاح کی حاجت نہ ہوئی جیسے آپ کوئی مالک اپنی لونڈی غلام کا نکاح باندھ دے غرض تمام کرلی یعنی چھوڑ دی ۱۲ اور یہ جو فرمایا ہم نے آپ کے نکاح میں زینبؓ کو دیدیا اسی وجہ سے زینب کا نکاح دنیا کی زمین پر نہیں ہوا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلا اذن حاصل کئے زینبؓ کے مکان میں تشریف لے گئے حضرت زینب نے عرض کیا بلا خطبے اور گواہ آپ نے فرمایا اللہ المزوج وجبریل الشاھد یعنی اللہ تعالیٰ نکاح کرنے والا اور حضرت جبریلؑ گواہ۔ اسی وجہ سے حضرت زینبؓ سب بیبیوں پر فخر کیا کرتی تھیں کہ میرا نکاح کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور تمہارا نکاح کرنے والے تمہارے رشتہ دار ہیں۔ تخفی فی نفسک کی تفسیر میں بعض حضرات نے بہت سی ان ہوئی اور غیر ثابت شدہ باتیں لکھی ہیں جو نہ روایتاً صحیح ہیں نہ درایتاً اس لئے ہم نے ان سب کو نظر انداز کر دیا ہے

اَحْبَبْنَا اَنْ نَضْرِبَ عَنْهَا صَفْحًا لِعَدَمِ صِحَّتِهَا فَلَا نُوْرِدُهَا۔

(۳۷) اللہ تعالیٰ نے جو بات نبی کے لئے مقرر کر دی اُس بات کے کرنے میں نبی پر کوئی الزام اور کچھ مضائقہ نہیں اللہ تعالیٰ کا یہی معمول اور یہی دستور اُن لوگوں میں بھی رہا ہے جو پہلے ہو گذرے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پہلے سے تجویز شدہ ہوا کرتا ہے (۳۸) وہ اگلے پیغمبر ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اعمال کا حساب لینے کے لئے کافی ہے ٭ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بات پیغمبر کے لئے مقرر کر دے یہ تقرر خواہ تکوینی ہو یا تشریعی۔ اس کے کرنے میں کوئی الزام اور مواخذہ نبی پر نہیں غرض جو چیز اس کے لئے مباح کر دی گئی وہ مباح ہے۔ یہی طریقہ انبیائے سابقین میں بھی رہا ہے کہ جس بات کی ان کو اجازت دیدی گئی اس پر کوئی مواخذہ یا تنگی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا کام اور اس کا حکم تو ایک طے شدہ اور پہلے سے تجویز کردہ ہوتا ہے۔ پھر ان پیغمبروں کے اوصاف بتائے کہ انبیائے سابقین اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے اور اسی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور چونکہ ہر چیز کا حساب اللہ تعالیٰ ہی لینے والا ہے اور وہ حساب لینے کو کافی ہے پھر کسی اور سے ڈرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ آگے فرمایا کہ زید بن حارثہ کو آپ نے متبنیٰ کر لیا تھا وہ آپ کے حقیقی بیٹے نہیں بن گئے تھے اور زید کا بیٹا بنا کیسا آپ تو مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں نرینہ اولاد فوت ہو چکی آپ کی اولاد میں کوئی مرد نہیں صرف لڑکیاں ہیں۔ رہی روحانی ابوت جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں وہ دوسری بات ہے اور روحانی ہے جس پر ظاہری احکام متفرع نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی پیغمبر کو ایک کام کرنا ہو شرع میں روا ہو کیا مضائقہ رکھتا ہے۔ ہمیشہ پیغمبروں کو اس کے سوا کسی کا ڈر نہیں رہا یا یہ کہ بعضے حکم ہمیشہ پیغمبروں کو خاص ہی رہے جیسے عورتوں کی گنتی حضرت داؤدؑ کو سو عورتیں تھیں اور کوئی اپنی حد سے زیادہ کرے تو گناہ ہے اور جن کو روا ہو اُن کو مضائقہ نہیں اور ان کو خاص بعضے حکم اس سے ہیں کہ خدا کے خلاف حکم نہیں کرتے ۱۲ (۳۹) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مَردوں میں سے کسی کے نسبی اعتبار سے باپ نہیں ہیں مگر ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخر النبیین اور سب نبیوں پر مُہر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کی مصلحت کو خوب جاننے والا ہے ٭ یعنی آپ مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں چھوٹے بچے وفات پا چکے کوئی حد بلوغت کو نہیں پہنچا رہا زید بن حارث تو وہ بھی حقیقی اور نسبی بیٹا نہیں محض لے پالک اور متبنیٰ تھا تبنیت کی شریعت میں کوئی حقیقت نہیں اس لئے کہ یہ تعقیبہ بالکل صحیح ہے کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم۔ نسبی ابوت کی نفی کے بعد آپ کی رسالت اور آخر النبیین اور سلسلۂ نبوت پر مہر لگا کر اس دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کر دینے والے کا اثبات ہے آخر میں اس مرتبۂ رفیع پر اپنی حکمت اور مصلحت کا اعلان ہے کہ ہم خوب جانتے ہیں کون رسالت کے لائق ہے اور کون آخر الرسل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ابوت نسبی مَردوں میں کسی کو حاصل نہیں البتہ ابوت معنوی اور روحانی تو اس کی کیفیت یہ ہے کہ سارے پیغمبر اپنے اپنے زمانے میں روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی روحانیت سے مستفید ہوئے ہیں ان سب کی تکمیل آپ کی بعثت اور آپ کی تشریف آوری پر موقوف تھی نبوت کا ہر خط اسی نقطہ کا پروردہ اور اسی نقطہ کا مرہون منت تھا جس نقطہ کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے اللھم صل علی محمد وبارک وسلم علیہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت کی اولاد یا لڑکے گذر گئے یا بیٹیاں رہیں کوئی مرد ہوا نہیں۔ یعنی کسی کو اس کا بیٹا نہ جانو مگر رسول اللہ کا ہے اس حساب سے سب اُس کے بیٹے ہیں اور پیغمبروں پر مہر ہے اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں یہ بڑائی اس کو سب پر ہے ۱۲ (۴۰) اے دعوت ایمانی کو قبول کرنیوالو اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کیا کرو (۴۱) اور صبح و شام اُس کی پاکی بیان کیا کرو ٭ یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت رکھو عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد مقرر کی ہے لیکن ذکر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی یعنی بیٹھے اٹھتے لیٹتے چلتے پھرتے دن میں رات میں صحرا میں دریا میں غرض اُس کا ذکر کرنا اور اُس کو یاد کرنا ہر وقت مطلوب ہے اُس کے ترک کے لئے کوئی عذر بھی نہیں سوائے اس کے کہ جنون ہو جائے اور ذکر کرنیوالا پاگل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے جس قدر مسلمانوں پر احسانات ہیں ان پر غور کرو اور ذکر الٰہی کی کثرت رکھو خواہ ذکر لسانی ہو یا ذکر قلبی ہو اور صبح و شام اس کی تسبیح اور تقدیس کرتے رہو اس جملے میں تمام طاعات داخل ہیں۔ بکرہ دن کے اول حصے کو کہتے ہیں اور اصیل شام کے حصے کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام بجا لاؤ اسی وجہ سے بعض مفسرین نے بکرہ سے نماز فجر اور اصیل سے مراد ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں مراد لی ہیں۔ حضرت قتادہ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ تسبیح سے مراد یہ کلمے ہیں۔ بہر حال قول راجح یہی ہے کہ تمام طاعات مراد لی جائیں۔ (۴۲) وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو تم پر رحمت بھیجتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے استغفار کیا کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو گناہوں کی تاریکیوں سے طاعت و فرماں برداری کی روشنی کی جانب نکال لائے۔

بقیہ صفحہ ۶۷۷

ہجرت کی یہ شرط صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی کہ آپ غیر مہاجرات سے نکاح نہیں کر سکتے تھے بعض اہل علم فرماتے ہیں یہ شرط ابتدائی دور میں تھی پھر منسوخ ہو گئی۔ عورت مومنہ جو اپنے کو بلا معاوضہ ہبہ کر دے۔ اس میں شرط تو مومنہ کی ہے اور مطلب یہ ہے کہ کوئی عورت مومنہ اپنے کو پیش کرے اور آپ کے نکاح میں بلا معاوضہ آنا چاہے اور آپ اس کو نکاح میں لینا چاہیں تو بلا مہر کے نکاح ہو سکتا ہے یہ دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں صرف آپ کے لئے یہ حکم مخصوص ہے مگر علما کہتے ہیں کہ ایسی کوئی عورت آپ کے نکاح میں نہیں آئی اور کوئی بیوی موہوبہ نہ تھی بعض نے کہا کہ نہیں خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنا نفس ہبہ کیا اور آپ نے بغیر مہر مقرر کئے ان سے نکاح کیا واللہ اعلم۔ بہر حال مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں۔ ان کو ہر حال میں مہر ادا کرنا لازم ہے خواہ نکاح کے وقت مہر کا نام لیا جائے یا نہ لیا جائے یہ احکام خصوصی اس لئے ہیں تاکہ آپ پر کوئی تنگی اور دشواری نہ ہو اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ بیچ میں جملۂ معترضہ کے طور پر فرمایا اور ہم کو مہر اور نان نفقہ وغیرہ کے وہ تمام احکام معلوم ہیں جو ہم نے عام مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر فرمائے ہیں۔ جیساکہ احادیث اور کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ (۵۰) اے پیغمبر آپ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہیں دور رکھیں اور موخر کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جن کو آپ نے ایک خاص وقت تک کے لئے اپنے سے الگ کر رکھا تھا اور موخر کر دیا تھا ان میں سے آپ کسی کو پھر طلب کرنا چاہیں تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں اس رعایت میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ اُن بیویوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غمگین اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب راضی اور خوش رہیں گی اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا بردبار اور تحمل والا ہے ٭ مطلب یہ ہے کہ باری وغیرہ کی جو تقسیم عام مومنین پر واجب ہے کہ چند بیویاں ہوں تو ان کی باری وغیرہ میں تقسیم مساوی ہو لیکن آپ پر یہ واجب نہیں آپ پر باری کی کوئی پابندی نہیں جس کو چاہیں موخر کر دیں جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ اگر کسی کو موخر کر رکھا ہے اس کو بلانا چاہو تو بلا لو ایسا ہی اختیار مال کی تقسیم میں دیدیا گیا ہے۔ اس اختیار سے کسی کو تکلیف نہ ہو گی اور سب مطمئن رہیں گی کیونکہ تکلیف اور آزردہ خاطری تو حق کی کمی پر ہوا کرتی ہے اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ استحقاق نہیں ہے محض تبرع ہے تو کمی بیشی پر رنج نہ ہو گا آگے تنبیہ فرمائی کہ دلوں میں اور کسی قسم کے خیالات نہ جماؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب کے دلوں کی باتیں معلوم ہیں وہ گرفت کرے گا۔ وہ بڑا علیم اور بڑا حلیم ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ دونوں آیتوں پر فرماتے ہیں یعنی جو عورتیں تیری ہیں جن کا مہر دیا یعنی اب نکاح میں ہیں خواہ قریش سے ہوں اور مہاجر ہوں یا نہ ہوں یہ سب حلال ہیں اور ماموں چچا کی بیٹیاں یعنی قریش میں کی بیٹیاں بشرط ہجرت کے اگر ہجرت نہ کی تو حلال نہیں اور جو عورت بخشے

نبی کو اپنی جان یعنی بن مہر اپنی جان نیاز کردے یہ خاص پیغمبر کو ہے اور مسلمانوں کو وہی حکم ہے ان تبتغوا باموالکم بن مہر نکاح نہیں خواہ ذکر میں آیا خواہ پیچھے ٹھہرا لیا خواہ نہ ٹھہرایا تو جو قوم کا مہر ہے سو لازم آیا حضرت کی بیبیاں دس مشہور رہیں۔ حضرت خدیجہ اول تھیں اُن کے بعد سب نکاح میں آئیں نو بیبیاں رہیں وفات کے بعد حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ حضرت سودہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت ام حبیبہؓ حضرت زینبؓ حضرت جویریہؓ حضرت صفیہؓ حضرت میمونہؓ پچھلی تین قریشی تھیں ۱۲ پھر فرماتے ہیں کسی مرد کی کئی عورتیں ہوں اُس پر واجب ہے باری سے سب کے پاس رہنا برابر حضرت پر یہ واجب نہ رکھا اس واسطے کہ عورتیں اپنا حق نہ سمجھیں جو دیں راضی ہو کر قبول کریں پھر حضرت نے فرق نہیں رکھا سب کی باری برابر رکھی حضرت سودہؓ نے اپنی باری بخشدی تھی حضرت عائشہؓ کو ۱۲ (۵۱)

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۶۷۹

درود کے مختلف الفاظ منقول ہیں عراقی نے ان سب الفاظ کو اس طرح جمع کیا ہے۔

اللہم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وعلی آل محمد وازواجہ امہات المؤمنین وذریتہ واهل بیتہ کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمید مجید اللہم بارک علی محمد النبی الامی وعلی ال محمد وازواجہ وذریتہ واهل بیتہ کما بارکت علی ابراهیم فی العلمین انک حمید مجید۔

یہ الفاظ اُن سب حدیث صحیحہ کے جامع ہیں جو نماز میں درود پڑھنے کے متعلق وارد ہیں۔ دوسرا جامع درود وہ ہے جو ابن حجر نے بالدر المنضود میں لکھا ہے اُس میں احادیث کے تمام صیغے جمع ہو جاتے ہیں درود شریف کے الفاظ یہ ہیں

اللهم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وعلی آل محمد وازواجہ امهات المؤمنین وذریتہ واهل بیتہ کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم فی العالمین انک حمید مجید وبارک علی محمد النبی الامی وعلی ال محمد وازواجہ امهات المؤمنین وذریتہ واهل بیتہ کما بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم فی العالمین انک حمید مجید وکما یلیق بعظیم شرفہ وکمالہ ورضاک عنہ وما تحب وترضی لہ دائما ابدا عدد معلوماتک ومداد کلماتک ورضا نفسک وزنۃ عرشک افضل صلوۃ واکملها واتمها کل ذکرک وذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرک وذکرہ الغافلون وسلم تسلیما کثیرا وعلینا معهم۔ انتہی عن الدر المنضود منقول عن اولۃ المسائل (۵۶)

اوپر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی مذمت فرمائی تھی خواہ وہ ایذا رسانی بلا ارادہ واقع ہو۔ آگے جو لوگ معاذ اللہ اس فعل کا قصداً ارتکاب کرتے ہیں اُن کے لئے سخت وعید فرماتے ہیں۔ (۵۶) بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ذلیل اور رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ۞ یہاں بھی اوپر کی طرح عموم مجاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایذا رسانی سے مراد ہر ان افعال کا ارتکاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور ناراضگی کا موجب ہوں۔ قصداً کا لفظ تمہید میں میں نے عرض کیا کیونکہ اوپر جو باتیں گذری ہیں مثلاً ازواج مطہرات کا نان نفقہ طلب کرنا یا کھانے کے بعد پیغمبر کے گھر میں باتیں کرنا وہاں مقصد ایذا نہ تھا اور اس آیت میں اُس ایذا رسانی پر وعید ہے جو کفار اور اہل نفاق کا شیوہ تھا۔ آگے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایذا اور تکلیف دینے پر وعید ہے ارشاد ہوتا ہے (۵۷) اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بغیر اس کے کہ اُنہوں نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو ایذا اور تکلیف پہنچاتے ہیں تو یقیناً وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے اور اپنے اوپر بار لیتے ہیں ۞ اگر اذیت قولی ہو تو بہتان ہے اور اگر فعلی ہو تو صریح گناہ کی بات ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آیت کے نزول کا تعلق حضرت علیؓ کو برا کہنے والوں کے حق میں ہو یا حضرت عائشہؓ پر بہتان باندھنے والوں کے حق میں ہو یا کسی اور واقعہ کے متعلق ہو بہرحال بغیر کسی ایسے فعل کے جو قابل سزا ہو کسی مومن مرد اور مومن عورت کی ایذا رسانی موجب بہتان اور صریح گناہ ہے مسلمان تو کیا بلکہ کسی انسان کو بھی ایذا نہیں دینی چاہئے حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کا قول ہے یہ بات حلال نہیں کہ کسی کتے اور سور کو بھی ناحق تکلیف پہنچائی جائے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ منافق تھے کہ پیٹھ پیچھے بدگوئی کرتے رسول کی یا اُن کی زوجہ پر طوفان لگایا سورۂ نور میں اُن کے کلام ذکر ہو چکے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ ہاتھ سے یا زبان سے کسی انسان کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور بالخصوص مسلمان کو۔ (۵۸)

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۶۸۱

اے ایمانی دعوت کے قبول کرنے والے مسلمانو! تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰؑ کو اذیت اور تکلیف پہنچائی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو اس تہمت سے جو انہوں نے لگائی تھی بری ثابت کر دیا اور موسیٰ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا معزز اور ذی مرتبہ تھا ۞ یعنی بنی اسرائیل کی روش اختیار نہ کرنا اور جس طرح انہوں نے موسیٰؑ کی بدگوئی کر کے نقصان اٹھایا اسی طرح تم کو بھی ضرر پہنچ جائے حضرت موسیٰ کو عیب لگا کر ستایا پھر اللہ تعالیٰ نے اس عیب اور تہمت سے اُن کو بری کر دیا۔ کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام عام طور پر بڑے حیادار اور شرمیلے ہوتے ہیں اسی طرح حضرت موسیٰ بھی بڑے پردے اور ستر کے ساتھ غسل وغیرہ کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے بعض فساق نے ان پر برص کی تہمت لگا دی کہ ان کے بدن پر کوڑھ کے دھبے ہیں اس لئے یہ اپنے بدن کو چھپاتے ہیں بعض لوگوں نے ادرۃ کا عیب لگایا ادرۃ کہتے ہیں انتفاخ خصیہ کو یعنی ان کے خصیے بڑھے ہوئے ہیں اس لئے یہ غسل میں پردے کا غیر ضروری اہتمام کرتے ہیں چنانچہ ایک دن یہ دریا میں نہا رہے تھے اور کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیئے تھے جب یہ نہا کر نکلے اور کپڑے اٹھانے لگے تو وہ پتھر کپڑے لے کر چلنے لگا موسیٰؑ پیچھے پیچھے اور پتھر آگے آگے یہ فرماتے تھے اے پتھر میرے کپڑے اے پتھر میرے کپڑے۔ پتھر کپڑے لے کر ایسی جگہ آ گیا جہاں لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا اور یہ بات صاف ہو گئی کہ آپ کے جسم پر نہ کوڑھ ہے نہ ادرۃ ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قارون نے ایک عورت کو آمادہ کیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر تہمت لگائے۔ کسی نے کہا حضرت ہارونؑ کا انتقال ایک پہاڑ پر ہو گیا تھا ان کے مرنے کا الزام موسیٰؑ پر لگا دیا کہ اُنہوں نے بھائی کو قتل کر دیا۔ غرض اسی قسم کی چیزیں مفسرین نے لکھی ہیں مسلمانوں کو بنی اسرائیل کی ان ناشائستہ حرکات سے روکا گیا کہ تم اپنے پیغمبر کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ نہ کرو اور ان کو ایذا نہ پہنچاؤ خواہ وہ ایذا اخلاقی ہو یا بدنی ہو یا روحانی ہو سب سے اجتناب کرو حضرت موسیٰ ذی وجاہت اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آبرو والے تھے یعنی پیغمبر تھے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بعضے مفسد حضرت موسیٰؑ کو تہمت لگانے لگے کہ حضرت ہارون کو جنگل میں لے جا کر مار آئے تا کہ شریک ریاست نہ رہیں پھر ان کا جنازہ آسمان سے نظر آیا اور ان کی آواز آئی کہ میں اپنی موت مرا ہوں اور کتنوں نے کہا یہ جو چھپ کر نہاتے ہیں ان کے بدن میں کچھ عیب ہے بدن کی سفیدی یا خصیہ پھولا۔ ایک روز حضرت موسیٰؑ اکیلے نہانے لگے کپڑے رکھے ایک پتھر پر وہ پتھر کپڑے لے کر بھاگا حضرت موسیٰ عصا لے کر اس کے پیچھے دوڑے جہاں سب لوگ دیکھتے تھے پتھر کھڑا ہو گیا سب نے ننگے دیکھ لیا بے عیب پھر اس پتھر کو کئی عصا مارے اس میں نقش پڑ گیا ۱۲ (۶۹) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سیدھی اور سچی بات کہا کرو۔ (۷۰) اللہ تعالیٰ تمہارے نیک اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے کام درست کر دے گا اور سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخشدے گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا مانا تو یقیناً وہ بہت بڑی کامیابی کو پہنچا ۞ اوپر کی آیت میں پیغمبر کو ایذا پہنچانے سے منع فرمایا تھا اور اس معاملہ میں بنی اسرائیل کی مشابہت نہ کرنے کا حکم دیا تھا پھر عام طور پر تقوے کا حکم فرمایا کیونکہ تقویٰ تمام بھلائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ قول سدید کے مفسرین نے بہت سے معنی کئے ہیں ہم نے سیدھی اور پختہ ترجمہ کیا ہے مطلب یہ ہے کہ عدل اور اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترجمہ صواب کیا ہے قتادہ نے عدل کیا ہے حضرت حسن نے صدق کیا ہے حضرت عکرمہ نے لا الہ الا اللہ کیا ہے اصلاح اعمال سے مراد عمل کی سنوار اور درستی ہے اور یہی مقبولیت کی علامت ہے پھر اطاعت کرنے والوں کو بخشش گناہ کی بشارت بھی ہے۔ آخر میں اللہ اور رسول کی اطاعت پر کامیابی کا اعلان فرمایا جو فرماں برداروں کے لئے موجب اطمینان اور موجب مسرت ہے۔ (۷۱)

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۶۸۵

جیسا کہ سورۂ انبیا میں گذر چکا ہے جنات کو امر خداوندی سے مسخر کیا گیا تھا اور جنات کو حکم دیا گیا تھا کہ اگر ان میں سے کسی نے سلیمانؑ کی حکم عدولی کی یا کوئی کج روی اختیار کی تو ہم اُس کو آتش سوزاں کے عذاب کا مزا چکھائیں گے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت سلیمانؑ کا تخت تھا جس پر لشکر چلتا ہوا اس کو لے چلتی شام سے یمن اور یمن سے شام آدھے دن میں سے پہنچتی اور پگھلے تانبے کا چشمہ اللہ نے نکال دیا یمن کی طرف اس کو سانچوں میں ڈھال کر جن اسباب بناتے بہت بڑے لشکر کا کھانا پکتا اور بٹتا ۱۲ (۱۲) وہ جنات سلیمانؑ کے لئے جو چیزیں وہ چاہتا تھا بنایا کرتے تھے بڑی بڑی اونچی عمارتیں اور تصویریں اور بڑے بڑے لگن جیسے حوض اور بڑی بڑی دیگیں

جو بھاری ہونے کی وجہ سے چولھوں پر جمی رہتی تھیں اے داؤد کے خاندان والو! تم سب ان نعمتوں کا شکر ادا کیا کرو اور شکریے میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں بہت کم بندے شکرگذار ہوتے ہیں ﴿ حضرت سلیمان جنات سے جو کام لیا کرتے تھے اُن کی کچھ تفصیل سورۂ انبیاء میں گذر چکی ہے کچھ یہاں بیان فرمائی۔ ان سے قلعے اور مساجد تعمیر کراتے تھے بیت المقدس کی تعمیر میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا اور دوسری بڑی بڑی عمارتیں بھی وہ بناتے تھے۔ محاریب کی تفسیر قلعوں سے اور مساجد سے کی گئی ہے۔ تماثیل سے مراد یا تو مجسمے ہیں یا دوسری تصویریں ہیں جو دیواروں پر بطور آرائش اس زمانہ میں بنائی جاتی ہوں اور ایسا کرنا ان کی شریعت میں اُس وقت جائز ہوگا اور آخری شریعت محمدیہ کی طرح اُس وقت تماثیل کا بنانا حرام نہ ہوگا۔ اور پگھلے ہوئے تانبے کے بڑے بڑے لگن جس میں سیکڑوں آدمی کھانا کھاسکیں اسی طرح بڑی بڑی دیگیں جو بھاری ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ بڑے بڑے چولھوں پر جمادی جاتی تھیں اور ان میں لشکر کا کھانا پکتا تھا۔ یہ تمام انعامات الٰہی تھے جن سے داؤدؑ اور ان کے لڑکے سلیمان کو نوازا تھا۔ اسی پر شکر کا مطالبہ فرمایا۔ شکر نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو۔ آخر میں فرمایا کہ میرے بندوں میں سے شکر ادا کرنے والے تھوڑے ہی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بہت کم لوگ شکر ادا کرتے ہیں ؎

اے منزہ از زن و فرزند و جفت
کے توانم شکر نعمتہات گفت

(۱۴) پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو سلیمان کی موت پر جنات کو کسی نے بھی آگاہ نہ کیا اور کسی نے جنات کو سلیمان کا مرنا نہ جتایا مگر ایک گھن کے کیڑے نے جو سلیمان کے سہارے کی لکڑی کو کھا رہا تھا پھر جب سلیمان گر پڑے تب جنات کو اپنے دعوئے غیب دانی کی حقیقت معلوم ہوئی اور یہ بات ظاہر ہوئی کہ اگر وہ جنات غیب کی باتیں جانتے ہوتے تو وہ اس ذلت آمیز مصیبت اور تکلیف میں مبتلا نہ رہتے ﴿ یعنی حضرت سلیمان نے یہ دعا کی تھی کہ بیت المقدس کی تعمیر پوری ہوجائے۔ چنانچہ تعمیر پوری ہونے سے پہلے حضرت سلیمان کی وفات کا وقت قریب آگیا حضرت سلیمان کا قاعدہ تھا کہ محراب میں اپنا عصا ٹیک کر کھڑے رہتے تھے اور عبادت میں مشغول ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک دن حسب عادت وہ عصا کی ٹیک لگا محراب میں کھڑے ہوئے اللہ تعالےٰ نے ان کی روح کے قبض کا حکم دیا۔ اور جب سلیمان کی جان قبض کر لی گئی تو وہ لکڑی کے سہارے کھڑے رہ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک سال تک ان کو اسی حالت میں رکھا۔ جنات یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان محراب عبادت میں کھڑے ہیں۔ سال بھر میں حضرت سلیمان کی لکڑی میں دیمک لگ گئی اور گھن لکڑی کو کھاتا رہا جب لکڑی کا گودا ختم ہوگیا تو چھلکا ٹوٹا لکڑی کے ٹوٹتے ہی حضرت سلیمان گر پڑے اس وقت آپ کی وفات کا حال سب کو معلوم ہوا اور جنات جو محنت مشقت میں لگے رہتے تھے اور بیت المقدس کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے وہ منتشر ہوگئے اور یہ بات معلوم ہوتے ہی کہ سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوگیا تمام جنات بھاگنے شروع ہوگئے۔ لیکن اس عرصہ میں بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ اسی واقعہ کا آیت مذکورہ میں اظہار فرمایا کہ جب سلیمان کی موت واقع ہوگئی تو جنات کو کسی نے نہیں جتایا اور وہ اپنے کام میں لگے رہے۔ یہ بات ظاہر ہوئی بھی تو گھن کے کیڑے سے کھلی کیونکہ گھن لکڑی کو کھا گیا تھا اس پر جنات کی حقیقت بھی ظاہر ہوگئی کہ اگر یہ جنات غیب کو جانتے ہوتے تو کیوں سال بھر تک مصیبت پیٹتے رہتے اور خود جنات کو بھی معلوم ہوگیا کہ اگر وہ اپنے دعوائے غیب میں سچے ہوتے تو تسخیر کے عذاب میں اور تکلیف میں کیوں مبتلا رہتے۔ بہرحال اس طرح بیت المقدس کی تعمیر پوری ہوگئی۔ آگے سبا اور اُس کے باشندوں کا احوال مذکور ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت سلیمان جنوں کے ہاتھ سے مسجد بیت المقدس بنواتے تھے جب معلوم کیا کہ میری موت پہنچی جنوں کو عمارت کا نقشہ بنا کر آپ شیشے کے مکان میں در بند کر کے بندگی میں مشغول ہوئے بعد وفات کے برس دن تک جن بناتے رہے کہ پوری بن چکی جس عصا پر ٹیک کر کھڑے تھے گھن کے کھانے سے گرا تب سب پر وفات معلوم ہوئی اور جن جو آدمیوں پاس دعویٰ کرتے تھے علم غیب کا قائل ہوئے ۱۲ (۱۴) بلاشبہ اہل سبا کے لئے خود ان کے وطن مارب میں بڑی بڑی نشانیاں موجود تھیں۔ وہ نشانیاں باغوں کی دو رویہ قطاریں تھیں جو دائیں اور بائیں جانب مسلسل چلی گئی تھیں اُن سے کہا گیا اپنے پروردگار کی عطا کردہ روزی کھاؤ اور اُس کا شکر بجالاؤ تمہارے رہنے کے لئے عمدہ اور پاکیزہ شہر ہے اور تقصیرات کو معاف کرنے والا پروردگار بخشش والا ہے ﴿ یشجب ابن یعرب بن قحطان کے ایک لڑکے کا نام سبا تھا اسی کے نام پر صنعاء اور یمن کے مابین یہ آبادی بس گئی تھی۔ یہ آبادی دو پہاڑوں کے مابین تھی۔ جہاں سیلاب کے زمانے میں برسات کا اور کبھی عمان کی جانب سے پانی آجایا کرتا تھا۔ چنانچہ کسی بادشاہ نے یا ملکۂ سبا نے ایک بند بندھوا دیا تھا۔ بند بندھوا دینے سے پانی جمع رہتا تھا اور بند میں پانی لینے کے لئے اوپر نیچے تین راستے رکھے تھے جب پانی کے چڑھاؤ کا زمانہ ہوتا تو اوپر کا راستہ کھول کر پانی لیا کرتے جب پانی کم ہوجاتا تو درمیانی دروازہ کھول کر پانی حاصل کر لیتے اور جب پانی بہت کم ہوجاتا تو نیچے کا سوراخ یا دروازہ کھول کر پانی لیا کرتے بہرحال پانی کی اس باضابطگی سے نشیبی علاقے تو دست برد اور تباہی سے محفوظ ہوگئے اور مارب جو علاقۂ سبا کا دارالخلافہ سمجھنا چاہیے بہت سرسبز اور شاداب ہوگیا دو رویہ باغات کی قطاریں تھیں جو میلوں چلی جاتی تھیں۔ ہر قسم کے پھول و پھل سے مارب کے رہنے والے بہت خوشحال تھے۔ ملکۂ سبا کی خوش حالی اور فوج کی قوت کا ذکر سورۂ نمل میں گذر چکا ہے۔ بہرحال وہاں کے رہنے والوں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا ان کے نائبین کی معرفت یہ پیام پہنچا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھاؤ لیکن شکر کا خیال رکھو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ۔ کہتے ہیں بارہ تیرہ نبی یکے بعد دیگرے اُن کو سمجھانے آئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہی کہ اُس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو۔ تمہاری بڑی خوش قسمتی ہے کہ تم کو پاکیزہ اور صاف ستھرا شہر رہنے کو دیا اور تمہارا پروردگار بڑا بخشش کرنے والا ہے جو تمہاری معمولی کوتاہیوں کو صرف حسنات سے درگذر فرما دیتا ہے اور بھلائیوں سے بُرائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کفران نعمت کیا اور اُس کی سزا پائی جیسا کہ آگے آتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بلقیس جو سبا کی بادشاہ تھی ملک یمن میں اپنے دیس کو خوب بسا گئی تھی پانی جھیلوں کا سب سمیٹ کر ایک جگہ روکا اوپر نیچے تین کھڑکیاں رکھیں اونچی نیچی زمینوں کے واسطے سارے برس مینہ کا پانی موجود رہتا جتنا چاہتے خرچ کرتے ملک خوب سرسبز آباد ہوا ۱۲ (۱۵)۔

بقیہ صفحہ ۶۸۶

ہوتی ہیں اُن کی خواہش کا اظہار کیا تو یہ اُس ہی ناسپاسی کا جذبہ تھا جو ان کے سینوں میں رچ گیا تھا۔ چنانچہ اس کا انجام وہی ہوا جو کفرانِ نعمت کا ہوتا ہے کہ مارب کے تمام لوگوں کو تباہ کر دیا گیا جو بچے وہ مختلف حصوں میں تقسیم ہوگئے کوئی قبیلہ شام میں چلا گیا کوئی مکہ کو اور بحرین کو چلا گیا کوئی مدینہ اور تہامہ میں جا بسا۔ غرض اس طرح سب منتشر کر دیئے گئے اور آج زبانوں پر صرف ان کے افسانے باقی رہ گئے۔ ہر صبر کرنے والے اور شکر بجالانے والے کے لئے نشانیاں فرمائیں۔ اس لئے کہ اس قسم کے انقلابات سے وہی لوگ سبق لیتے اور عبرت حاصل کرتے ہیں جن کو مصائب پر صبر کرنے اور نعمتوں پر شکر بجالانے کی عادت ہوتی ہے۔ ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر ہے اور نصف شکر ہے حضرت قتادہ نے مطرف کا قول نقل کیا ہے نعم العبد الصبار الشکور الذی اذا اعطی شکر واذا ابتلی صبر۔ یعنی اچھا بندہ وہ صابر و شاکر ہے کہ جب اس کو کچھ دیا جائے تو شکر کرے اور جب اس کو کسی آزمائش میں ڈالا جائے تو صبر کرے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آرام میں مستی آئی لگے تکلیف مانگنے کہ جیسے اور ملکوں کی خبر سنتے ہیں سفروں میں پانی نہیں ملتا آبادی نہیں ملتی ویسا ہی ہم کو بھی ہو یہ بڑی ناشکری ہوئی۔ چیر کر ٹکڑے کر ڈالا یعنی متفرق ہوگئے کسی کسی ملک میں ۱۲ اب آگے عام طور پر شیطان کی پیروی کرنے والوں پر الزام اور ان کی مذمت اور مومنین کی تعریف ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۹) اور بلاشبہ شیطان نے بنی آدم کے بارے میں جو رائے اور جو گمان قائم کیا تھا صحیح اور سچا پایا کہ ایمان والوں کی ایک تھوڑی سی جماعت اور فریق کے سوا سب شیطان کے پیچھے ہولئے اور اس کی پیروی کرنے لگے۔ یعنی شیطان نے جس گمان کا اظہار کیا تھا کہ ولا تجد اکثرھم شٰکرین کہ آپ ان انسانوں میں سے اکثر کو شکرگذار نہ پائیں گے۔ تو اس لعین نے جیسا خیال قائم کیا تھا اور جس گمان کا اظہار کیا تھا وہی ہوا کہ سوائے اہل ایمان کی ایک تھوڑی سی جماعت کے سب ہی اُس کی اتباع کرنے لگے اور ظاہر ہے کہ اہل ایمان کی تعداد خواہ کتنی ہو دین حق کے منکروں کے مقابلے میں کم ہی ہیں۔ کامل اہل ایمان تو شیطان سے بالکل محفوظ ہے اور فاسق مسلمان بھی عصیان اور نافرمانی میں شیطان کے کہنے پر چلنے لگے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پہلے دن ابلیس نے کہا لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا ویسے ہی نکلے ۱۲ خلاصہ یہ کہ یہ بھی شیطان کا قول تھا کہ میں اس آدم کی تمام اولاد کو بس میں کر لوں گا مگر تھوڑے میرے بس میں نہ آئیں گے۔

سو ویسا ہی ہوا کہ اس خبیث نے جو اندازہ لگایا تھا وہ صحیح نکلا۔ آگے شیطان کے بہکانے اور اس کے ظاہری تسلط کی حقیقت بیان فرمائی۔ (۲۰)

بقیہ صفحہ ۶۹۲

بلکہ مطلب یہ ہے کہ حق کے آنے سے پہلے کبھی باطل کے صحیح ہونے کا شبہ ہو جاتا تھا اب وہ بات آ گئی ہوئی اور باطل کی کمر ہی ٹوٹ گئی۔ واللہ اعلم حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اوپر سے اتارتا ہے (۴۹) آپ یہ بھی فرما دیجئے کہ فرض کرو اگر میں خدانخواستہ راہ راست سے بھٹک جاؤں اور گمراہ ہو جاؤں تو سوائے اس کے نہیں کہ میں اپنے ہی برے کو اور اپنی ہی جان کے لئے گمراہی اختیار کروں گا اور اگر میں راہ راست پر قائم ہوں تو یہ اس قرآنی وحی کی وجہ سے ہوگی جو میرا پروردگار میری طرف بھیجتا ہے بلاشبہ وہ خوب سننے والا اور بہت قریب و نزدیک ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ جب کلام الٰہی کا حق ہونا ثابت ہو گیا تو لو فرضاً اگر میں راہ حق سے بھٹک جاؤں تو اس کا وبال اور اس کا ضرر مجھ پر ہو گا اور میں جیساکہ راہ راست پر ہوں اسی راہ راست پر قائم رہوں تو اس کا سبب وہ وحی الٰہی ہو گی جس کو میرا پروردگار میری طرف بھیجتا ہے یعنی کلام الٰہی کی وحی جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اسی کے سبب میں راہ یافتہ رہوں گا۔ پس ایسی حالت میں تم کسی کی گمراہی اور ہدایت کی فکر نہ کرو بلکہ اپنی فکر کرو اور راہ راست اختیار کرنے میں پیش قدمی کرو وہ سب کی باتیں سننے والا اور بہت ہی نزدیک ہے۔ جو جیسا کرے گا اُس کی سزا یا اُس کا صلہ پائے گا۔ (۵۰) اور اے پیغمبر آپ ان دین حق کے منکروں کی حالت اُس وقت دیکھئے کہ جب یہ منکر سخت گھبرا رہے ہوں گے اور کہیں بھاگ کر بچ بھی نہ سکتے ہوں گے اور قریب ہی کے قریب پکڑ لئے جائیں گے۔ (۵۱) اور یوں کہتے ہوں گے کہ ہم دین حق پر ایمان لائے اور بھلا اب اتنی دور جگہ سے ان کا ہاتھ ایمان کو کہاں پہنچ سکتا ہے ؛ یعنی اے پیغمبر قیامت میں جو ان پر گذرے گی اگر وہ حالت ان کی دیکھ لیں تو آپ کو سخت حیرت ہو کہ یہ میدان حشر کی ہولناکیوں سے گھبرا رہے ہوں گے اور کہیں بھاگ نکلنے کو جگہ نہ ہو گی اور قریب کے قریب ہی گرفتار کر لئے جائیں گے اور یہ منکر یوں کہیں گے کہ ہم دین حق پر ایمان لے آئے۔ حالانکہ یہ بات دنیا میں ہو سکتی تھی اب دار الجزا میں اس کا موقع کہاں وہ ایمان لانے کی بات دور گئی۔ اور بھلا دار العمل کی بات کا اقرار دار الجزا میں جا کر کرنا تو بھلا اتنی دور کے فاصلے سے ہاتھ ایمان تک کہاں پہنچ سکتا ہے اب ایمان لانے کی بات بہت دور گئی بعض نے کہا مرتے وقت بعض نے کہا قبروں سے اٹھتے وقت بہرحال کئی قول ہیں ہم نے ایک قول اختیار کر لیا ہے آگے ان منکروں کی پہلی حالت بیان فرمائی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ایمان لانے کا وقت نہ رہا ۱۲ (۵۲) حالانکہ یہ اس سے پیشتر اس دین حق کا انکار کیا کرتے تھے اور دور دراز جگہ سے بن دیکھے نشانے پر تیر پھینکا کرتے تھے ؛ یعنی اب دنیا میں واپس جانے اور ایمان لانے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ اس سے پیشتر تو انکار کیا کرتے تھے اور بن دیکھے نشانے پر دور سے تیر پھینکا کرتے تھے۔ یعنی بن دیکھی باتوں کو جھوٹ کہتے تھے میدان حشر کا انکار حساب کتاب کا انکار جنت دوزخ کی تکذیب یا حضورؐ کو ساحر، شاعر، کاہن وغیرہ کہتے تھے۔ یہی اٹکل کے تیر چلانا ہے۔ (۵۳)

بقیہ صفحہ ۶۹۹

تیسری قسم سابق بالخیرات باذن اللہ کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی توفیق سے طاعات و عبادات میں بڑھتے اور ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ بعض حضرات نے قرآن کی روشنی میں یوں تقسیم کی ہے کہ سابق بالخیرات سے صحابہ تابعین اور تبع تابعین کو مراد لیا ہے۔ جیسا کہ سورہ یونس میں گذر چکا ہے متوسطین کو واخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واخر سیئا میں رکھا ہے اور ظالم لنفسہ کو واخرون مرجون لامر اللہ میں شمار کیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ سابقنا سابق ومقتصدنا ناج وظالمنا مغفور لہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر یہ آیت پڑھی اور اس کے بعد فرمایا ہمارے آگے بڑھنے والا تو آگے بڑھنے والا ہی ہے اور ہمارا درمیانی بھی نجات پانے والا ہے اور ہمارا ظالم بخشا گیا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی پیغمبر کے بعد کتاب کے کئی ایک اور لگے چنے بندے بتائے یعنی یہ امت ان میں تین درجے بتائے ایک گناہ گار ایک درمیانہ ایک اعلیٰ سب کو گنا چنے بندوں میں اُمید ہے کہ آخر سب بہشتی ہیں رسولؐ نے فرمایا کہ ہمارا گناہ گار معاف ہے اور میانہ سلامت ہے اور آگے بڑھے سو سب سے آگے بڑھے اللہ کریم ہے اس کے یہاں کمی نہیں ۱۲ بعض نے تینوں فرقوں کی تفصیل اس طرح کی ہے کہ کوئی کبھی گناہ کر کے ظالم بن جاتا ہے مقتصد وہ جو نہ گناہ کرتے ہیں نہ نیکیاں زیادہ کرتے ہیں اور سابق وہ جو ترقی کرتے اور نیکیوں میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ بعض نے کہا ظالم وہ جو ایمان صحیح کے باوجود گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور متوسط وہ نہ گناہوں میں انہماک نہ ولی کامل۔ اور سابق وہ جو تحصیل کمال میں آگے بڑھے چلے جاتے اور مستحبات کی بھی رعایت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سابق داخل ہو گا جنت میں بغیر حساب کے اور متوسط سے حساب لیا جائے گا مگر حساب یسیر یعنی آسان حساب اور ظالم لنفسہ کو میدان حشر میں روکا جائے گا یہاں تک کہ اُس کو گمان ہو گا کہ میری نجات نہ ہو گی پھر اُس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت پہنچے گی اور وہ جنت میں داخل ہو گا حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (۳۲) وہ اجر و ثواب جن کا اوپر کی آیت میں ذکر ہوا وہ دائمی اور ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ لوگ اس کیفیت سے داخل ہوں گے کہ ان باغوں میں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان باغوں میں ان کی عام پوشاک ریشمی ہو گی ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں سونا اور ریشم مسلمانوں کو وہاں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو ریشمی پہنے دنیا میں وہاں نہ پہنے ۱۲ بعض مفسرین نے اس آیت کا تعلق تینوں فرقوں کے ساتھ رکھا ہے مگر بعض نے ان الذین یتلون کتاب اللہ سے قائم کیا ہے فقیر کے نزدیک دونوں صحیح ہیں واللہ اعلم۔ (۳۳) اور ان باغوں میں داخل ہوتے وقت کہیں گے تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار اور لائق ہیں جس نے ہر قسم کا غم ہم سے ہمیشہ کے لئے دور کر دیا بلاشبہ ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔ (۳۴) کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اور مقام میں لا اتارا جہاں نہ ہم کو کسی قسم کی کلفت اور مشقت پہنچے گی اور جہاں نہ ہم کو کوئی تکان لاحق ہو گی ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں غم دنیا کا رفع کیا بخشتا ہے گناہ قبول کرتا ہے طاعت ۱۲ پھر فرماتے ہیں رہنے کا گھر اس سے پہلے کوئی نہ تھا ہر جگہ چل چلاؤ روزی کا غم اور دشمنوں کا ڈر رنج اور مشقت وہاں پہنچ کر سب گئے ۱۲ (۳۵) اور جو لوگ منکر رہے اور کفر و انکار کا شیوہ اختیار کئے رہے ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔

بقیہ صفحہ ۷۰۴

یا اس بنا پر کہا کہ تمہاری وجہ سے ہم میں اختلاف پیدا ہو گیا یہ تمہاری نحوست ہے۔ (۱۸) انبیاء نے جواب دیا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اتنی بات پر کہ تم کو نصیحت کی گئی تم یہ سلوک کرنے پر آمادہ ہو نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو ؛ مطلب یہ ہے کہ تمہاری نحوست کا سبب تو تمہارے ساتھ لگا ہوا ہے یعنی وہ کفر اور ناسپاسی ہے اگر اس کو چھوڑ دیتے تو نہ کوئی اختلاف ہوتا نہ قحط کا اندیشہ ہوتا صرف اتنی بات پر کہ تم کو نصیحت اور تمہاری خیر خواہی کی گئی تم الزام تراشی اور دھمکیوں پر آمادہ ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ تم لوگ حد شرع اور معقولیت سے نکل جانے والے لوگ ہو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں شاید کفر کی شامت سے قحط ہوا ہو گا اس کو نامبارکی سمجھے یا آپس میں اختلاف ہو کسی نے مانا کسی نے نہ مانا اس کو کہا ہر طرح شامت ان ہی کی ہے ۱۲ (۱۹) اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا آ کے کہنے لگا اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو۔ (۲۰) تم ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے تبلیغ پر کچھ اجرت اور معاوضہ طلب نہیں کرتے اور وہ خود بھی ہدایت یافتہ لوگ ہیں ؛ یہ شخص کوئی پرانا مسلمان تھا یا ان ہی پیغمبروں کی تعلیم پر ایمان لایا تھا جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ قوم کے آدمی پیغمبروں کی توہین اور قتل کا ارادہ کر رہے ہیں تو یہ گھبرا کر شہر کے آخری حصے میں جہاں یہ رہتا تھا وہاں سے بھاگا ہوا آیا اور قوم کو سمجھانے لگا کہ اے میری قوم تم ان رسولوں کی اتباع اور پیروی کرو کیونکہ یہ بے غرض لوگ ہیں دعوت و تبلیغ پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتے نہ کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں اور خود بھی راہ راست پر ہیں اور نیک لوگ ہیں پھر ان کے طریقے کو کیوں نہ اختیار کیا جائے اور ان کی پیروی کیوں نہ کرو بلکہ تم سب ان کی پیروی کرو۔ کہتے ہیں کہ اس شخص کا نام حبیب تھا۔ یہ نجار یعنی بڑھئی یا دھوبی تھا آگے اس نے خود اپنے پر رکھ کر توحید کی خوبیاں اور بتوں کی مذمت شروع کر دی۔ (۲۱)

تفسیر صفحہ ہذا (۲۲) اور میرے لئے کونسا عذر ہے کہ جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے اور مجھکو بنایا ہے میں اسکی عبادت اور پرستش نہ کروں اور تم سب اُسی کی جانب واپس کیے جاؤ گے اور تم سب کی بازگشت اُسی کی جا

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ ٱلَّذِى فَطَرَنِى وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۲﴾

اور میرے لئے کیا عذر ہے کہ جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے میں اُس کی عبادت نہ کروں اور تم سب اُسی کیطرف واپس کئے جاؤ گے

ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ ٱلرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا

کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے معبودوں کو اختیار کر لوں کہ اگر خدائے رحمان مجھے کچھ تکلیف پہنچانی چاہے تو نہ

تُغْنِ عَنِّى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ ﴿۲۳﴾ إِنِّىٓ إِذًا لَّفِى

ان معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام آئے اور نہ وہ مجھ کو اس تکلیف سے چھڑا ہی سکیں۔ اگر میں ایسا کروں تب تو میں یقیناً

ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۲۴﴾ إِنِّىٓ ءَامَنتُ بِرَبِّكُمْ فَٱسْمَعُونِ ﴿۲۵﴾ قِيلَ

صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا ہوں سو تم میری بات سُن لو۔ اس شخص کیلئے کہا گیا

ٱدْخُلِ ٱلْجَنَّةَ قَالَ يَٰلَيْتَ قَوْمِى يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِى

بہشت میں داخل ہو جا کہنے لگا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی۔ کہ میرے رب نے مجھکو

رَبِّى وَجَعَلَنِى مِنَ ٱلْمُكْرَمِينَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِۦ

بخشدیا اور مجھکو معزز لوگوں میں شامل کر دیا۔ اور اُس شخص کے قتل کے بعد ہم نے اسکی قوم پر

مِنۢ بَعْدِهِۦ مِن جُندٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ﴿۲۸﴾

آسمان سے کوئی فوج نہیں اتاری اور نہ عام طور سے ہم فوجیں اتارا ہی کرتے ہیں

إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَٰحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَٰمِدُونَ ﴿۲۹﴾

اُن کی سزا تو صرف ایک ہولناک آواز تھی سو وہ سب اُسی وقت بجھ کر رہ گئے

يَٰحَسْرَةً عَلَى ٱلْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا۟ بِهِۦ

کیا ہی افسوس ہے بندوں کے حال پر کبھی کوئی رسول اُن کے پاس نہیں آیا جس کا اُنھوں نے

يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۰﴾ أَلَمْ يَرَوْا۟ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ

مذاق نہ اُڑایا ہو۔ کیا اُن لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم اُن سے پہلے کتنی قومیں ہلاک

ٱلْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا

کر چکے ہیں جن کو ان کے پاس لوٹ کر آنا نصیب نہیں ہوا۔ اور اُن سب میں کوئی ایسا نہیں

ہے ؛ یعنی جس کا مجھ پر اتنا بڑا احسان ہے کہ جس نے مجھ کو عدم سے وجود بخشا میں اسکی عبادت نہ کروں تو مجھ سے زیادہ احسان فراموش کون ہو سکتا ہے ؛ یہ بات اپنے پر رکھ کر کہی تاکہ کسی کو ناگوار نہ ہو (۲۳) کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور ایسے معبودوں کو اختیار کروں کہ اگر رحمان مجھے کچھ تکلیف اور نقصان پہونچانا چاہے تو نہ ان معبودوں کی سفارش میرے کام آئے اور نہ وہ مجھ کو اس تکلیف اور نقصان سے چھڑا ہی سکیں اور نہ خلاصی دے سکیں ؛ یعنی رحمان کے مقابلہ میں نہ ان کی شفاعت نافع اور نہ ان میں بالذات کچھ قدرت (۲۴) اگر میں ایسا کروں تب تو میں یقیناً صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤنگا ؛ یعنی ایسا کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بے دست و پا قسم کے معبود اختیار کرنا صریح گمراہی ہے (۲۵) میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا ہوں سو تم میری بات سُن لو ؛ یعنی میں ایمان لا چکا ہوں تم بھی ایمان لے آؤ۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں آگے نقل کرتے ہیں کہ قوم نے اس کو شہید کیا اور بعضے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جیتا اُٹھا لیا ۱۲ (۲۶) اُس شخص کیلئے حضرت حق تعالیٰ کیجانب سے کہا گیا جا بہشت میں داخل ہو جا وہ کہنے لگا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی (۲۷) کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخشدیا اور مجھ کو باعزت اور معزز لوگوں میں شامل کر دیا ؛ اگر وہ شہید کر دیا گیا تھا تو ظاہر ہے کہ دخول جنت سے مُراد شہداء کا وہ مقام ہوگا جو جنت سے متصل ہے۔ اور اگر زندہ اٹھا لیا تو جنت ہی مُراد ہوگی اور وہ اس وقت تک زندہ رہے گا جب عالم روحانیت کے باشندوں کو موت آئے اور مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہو کر جنت میں داخل کیا جائے ،

بہرحال قوم کے اس ناروا اور ظالمانہ سلوک کے باوجود جنت کے دخول کا حکم سنکر اس کو اپنی قوم یاد آئی کہ کاش میری قوم کو میرا حال معلوم ہو جاتا کہ توحید اور اتباع رسول کی وجہ سے میرے پروردگار نے مجھ کو بخشدیا اور مجھ کو اپنے نیک اور معزز بندوں میں سے کر دیا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں قوم نے اس سے دشمنی کی اس کو بہشت میں بھی قوم کی خیرخواہی رہی کہ اگر معلوم کر لیں میرا حال تو سب ایمان لے آئیں ۱۲ زندہ اٹھائے جانیکا قول حضرت حسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے وہ فرماتے ہیں وہ جنت میں مرنے کے نہیں مگر وقت فنا ہونے زمین و آسمان کے۔ بہرحال ان کے متعلق دو قول ہیں مشہور یہ ہے کہ قوم نے انکو سنگسار کر دیا واللہ اعلم (۲۸) اور اُس شہید کے بعد ہم نے اسکی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں بھیجا اور نہ ہم کو لشکر بھیجنا ہی تھا ؛ یعنی اُس کی قوم کو تباہ کرنے کی غرض سے کسی لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور ہماری حکمت کا مقتضیٰ یہ نہ تھا کہ ہم کسی لشکر کو بھیجتے ، یعنی ان کی ہلاکت

(باقی صفحہ ۷۰۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۵۰۰) کوئی ایسا دشوار امر نہ تھا کہ جس کیلئے کوئی جماعت فرشتوں کی مقرر کی جاتی بلکہ اُن کی ہلاکت کا کام بہت آسان تھا۔ (۲۸) اُن کی سزا تو صرف ایک ہولناک آواز تھی سو وہ یکایک بُجھی ہوئی آگ کیطرح ہوکر رہ گئے ؛ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یا کسی اور فرشتے نے ایک چیخ ماری اور ایک ہی چیخ میں اس طرح بُجھکر رہ گئے جس طرح آگ جلتی ہوئی بُجھ کر رہ جاتی ہے آگے بندوں کے طرز عمل پر افسوس کا اظہار ہے (۲۹) لے وائے اور افسوس بندوں کے حال پر کبھی کوئی رسُول اُن کے پاس نہیں آیا جس کا انھوں نے مذاق نہ اُڑایا ہو ؛ یعنی ایسے بندوں پر جن کی عادت ہی تکذیب کی ہے بہت افسوس ہے ان کی حالت یہ ہے کہ کوئی رسُول ان کے پاس نہیں آیا مگر یہ کہ انھوں نے اس پیغمبر کی تکذیب ہی کی یعنی ہر پیغمبر کو جھٹلایا (۳۰) کیا ان کذبین رسالت نے اس امر پر نظر نہیں کی اور انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم اُن سے پہلے کتنی اُمتیں اور کتنے طبقات کو ہلاک کرچکے ہیں کہ وہ ہلاک شدگان پھران کے پاس لوٹ کر نہیں آتے اور ان ہلاک شدگان کو ان کے پاس لوٹ کر آنا نصیب نہیں ہوا ؛ یعنی ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہم اسی بنا پر تباہ و برباد کرچکے ہیں کہ انھوں نے اپنے زمانے کے رسولوں کو جھٹلایا اور جو احکام وہ لیکر آئے ان کو نہیں مانا اور اپنی ضد اور ہٹ پر قائم رہے بالآخر ان کو اس طرح ہلاک کیا کہ ان کو پھر لوٹ کر آنا ہی نصیب نہ ہوا یہ واقعات اول تو مشہور بہت ہیں پھر ان کی تباہ شدہ بستیوں اور آبادیوں کے نشانات اب تک موجود ہیں ان واقعات گزشتہ پر اگر غور کرتے تو انبیاء کی تکذیب سے باز آجاتے اور رسُولوں کو جھٹلانا چھوڑ دیتے لیکن انھوں نے ان واقعات سے کوئی عبرت نہیں حاصل کی یہ تو ان کے ساتھ دُنیا میں سلوک ہوا اب آگے جو ہوگا اس کا اظہار فرماتے ہیں (۳۱)

جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝٣٢ وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ

جو اجتماعی طور پر ہمارے روبرو حاضر کیا جائیگا۔ اور ان لوگوں کیلئے نشانی ہے اور مُردہ زمین قدرت کی ایک نشانی ہے

أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝٣٣ وَجَعَلْنَا

کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس زمین سے اناج نکالا پھر اسی اناج میں سے لوگ کھاتے ہیں اور اسی زمین میں

فِيهَا جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۝٣٤

ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کئے

لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝٣٥

تاکہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے کھایا کریں اس کے پھل اور اناج کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا پھر کیوں شکر نہیں بجا لاتے

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَ

وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کی روئیدگی میں سے اور خود انسانوں میں سے اور نیز اس مخلوق میں سے جس کو لوگ

مِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۝٣٦ وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ

نہیں جانتے ہر چیز کو جوڑا جوڑا اور ایک کو دوسری کا مقابل بنایا ہے۔ اور ان لوگوں کیلئے رات بھی قدرت کی ایک نشانی ہے اس پر سے

مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ ۝٣٧ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ

ہم دن کو کھینچ کر اتار لیتے ہیں تب ہی یہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور آفتاب اپنے ٹھکانے کیطرف چلتا رہتا ہے

لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝٣٨ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ

یہ اس خدا کا مقرر کردہ نظام ہے جو کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے۔ اور چاند کیلئے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں

حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝٣٩ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا

یہاں تک کہ آخر میں وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ

أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي

وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور ان میں کا ہر ایک

فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝٤٠ وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ

آسمان میں چکر لگایا کرتے ہیں یعنی اپنے اپنے دائرے پر۔ اور ان کیلئے ہماری ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو اس کشتی میں

تفسیر صفحہ ہذا اور ان سب میں کوئی ایسا نہیں جو اجتماعی طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جائے ؛ یعنی تمام خلائق حشر میں ہمارے روبرو حاضر کئے جائیں گے اور سب اکٹھے ہوکر پیش کئے جائیں گے۔ اجتماعی طور پر مجرمانہ حیثیت سے گرفتار ہوکر ہمارے روبرو حاضر ہوں گے۔ یعنی گنہگاروں کی کیفیت یہ ہوگی احضار کا مطلب یہی ہے کہ گرفتار ہوکر پیش ہوں شاہ صاحب نے اسی رعایت سے ترجمہ یوں کیا ہے اور حاضر کئے جائیں گے ہمارے پاس پکڑے (۳۲) اور منجملہ آیات قدرت و توحید کے ان لوگوں کے لئے خشک اور مُردہ زمین ایک قدرت کی نشانی ہے کہ ہم نے اس مردہ زمین کو زندہ کیا اور ہم نے اس زمین سے اناج اور مختلف قسم کے غلے نکالے سو اس میں سے یہ کھاتے ہیں ؛ یعنی خشک اور بے گیاہ زمین کو ہم زندہ کردیتے ہیں اور اس میں سے ہر قسم کے غلے اور اناج پیدا کرتے ہیں اور اسی اناج اور حبوب کو یہ لوگ کھاتے ہیں اور چونکہ یہ کام وہی کرتا ہے اُسی کی قدرت کا یہ کرشمہ ہے اس لئے وہی قادر مطلق ہے اور ان غذائی معاملات میں ان کے معبودان باطلہ کی کوئی شرکت نہیں ہے اس لئے وہی وحدہٗ لاشریک ہے (۳۳) اور پیدا کئے ہم نے زمین میں باغ کھجوروں کے اور باغ انگوروں کے اور نیز اس زمین میں یا ان باغوں میں چشمے جاری کئے ؛ فیھا میں دو قول ہیں بعض نے زمین مُراد لی ہے بعض نے باغ مُراد لئے ہیں۔ مقصد ایک ہی ہے جو چشمے زمین سے نکلتے ہیں ان کا پانی بھی باغوں میں دیا جاتا ہے۔ کھجوروں کا باغ جس میں کھجور کے درخت زیادہ ہوں اسی طرح انگوروں کا باغ جس میں انگور کے درخت زیادہ ہوں (۳۴) تاکہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے یا اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ پھلوں میں سے کھائیں اور ان پھلوں کو اور اناج کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا پھر کیوں اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں مانتے ؛ ثمرہ کی ضمیر میں بھی دو قول ہیں ہم نے دونوں کیطرف تیسیر میں اشارہ کردیا ہے یعنی اس لئے پیدا کئے گئے۔ تاکہ لوگ ان پھلوں کو کھائیں حالانکہ پھلوں کے پیدا کرنے میں ان کے ہاتھوں کا کوئی دخل نہیں پانی دینا اور ہل چلانا یہ کام لوگ کرتے ہیں لیکن غلے اور پھلوں کی روئیدگی زمین سے اور مزا دینا عنایت کرنا اس میں کسی کو دخل نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے پھر یہ لوگ اس کا احسان مان کر شکر کیوں نہیں بجا لاتے (۳۵) وہ ذات جملہ عیوب سے منزہ اور پاک ہے جس نے زمین کی نباتات میں سے اور خود انسانوں میں سے اور نیز اس مخلوق میں سے جس کو یہ لوگ نہیں جانتے ہر چیز کو جوڑا جوڑا اور ایک کو دوسرے کا مقابل بنایا ؛ یعنی جو چیز زمین اُگاتی ہے اور خود ان میں سے یعنی انسانوں میں سے اور وہ چیزیں جن سے لوگ ابھی تک ناآشنا ہیں اور وہ پردۂ غیب میں نہاں ہیں ان سب میں اس پاک ذات نے ایک کو دوسرے کا جواب اور مقابل بنایا اور ایک کو دوسرے کا جوڑا بنایا۔ غرض تمام مخلوق میں خواہ وہ جس کو لوگ جانتے ہوں خواہ وہ جس کو لوگ جانتے ہوں سب میں ایک قسم کی مماثلت اور جوڑ موجود ہے جیسے نر اور مادہ اور اجناس و انواع اور اصناف متضاد وغیرہ (۳۶) اور ان لوگوں کے لئے نشانہائے قدرت میں سے رات بھی ایک قدرت خداوندی (باقی صفحہ ۵۰۷ پر)

(بقیہ صفحہ ٧٠٦) کی نشانی ہے اس رات پر سے ہم دن کو کھینچ کر اُتار لیتے ہیں پس یکایک یہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں (٣٧) اور آفتاب بھی قدرتِ خداوندی کی ایک نشانی ہے جو اپنی ٹھہری راہ اور اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اس خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ نظام ہے جو کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے ؛؛ جس طرح کسی جانور کا پوست اور اسکی کھال سے اس کا اندرونی حصہ چھپا رہتا ہے اور کھال اُتارنے سے وہ اندرونی حصہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس طرح رات کی تاریکی پر دن کی روشنی چھائی رہتی ہے جہاں وہ چھائی ہوئی روشنی اُتاری گئی اور چھپی ہوئی تاریکی نمایاں ہوئی اور لوگوں پر اندھیرا چھا گیا اور وہ اندھیرے میں ہو گئے۔ یہ کھال کھنچ جانے کی مثال سے شب و روز کے انقلاب کی تصویر سمجھائی اسی طرح آفتاب کو بھی قدرت کی ایک نشانی بتایا کہ اتنا بڑا کرہ کس طرح مقرر کردہ راہ پر چلتا رہتا ہے خواہ وہ راستہ صبح سے شام تک کا ہو اور خواہ وہ نقطہ ہو جہاں سال بھر کی مسافت طے کر کے پہونچتا ہو بہر حال مستقرا دونوں کو شامل ہے۔ وہ سالانہ دورہ ہو یا دن رات کا چلنا ہو۔ نظام شمسی کا مقررہ نظام اُس نے مقرر کیا ہے جو بڑی قوت والا اور بڑے

الْمَشْحُونِ ﴿٤١﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ﴿٤٢﴾ وَإِنْ نَشَأْ

سوار کر دیا۔ اور ہم نے کشتی کی طرح کی اور چیزیں بھی ان کیلئے پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو

نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ﴿٤٣﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَ

ان کو غرق کر دیں پھر نہ تو اُن کا کوئی فریاد رس ہو اور نہ یہ غرق سے بچائے جا سکیں۔ مگر یہ ہماری مہربانی ہے اور

مَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ

ایک وقت معین تک ان کو فائدہ پہونچانا ہے۔ اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے

وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ

اور وہ جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے تو وہ کچھ پروا نہیں کرتے۔ اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی

آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا

ان کے پاس نہیں آتی مگر یہ کہ وہ اسکے ساتھ روگردانی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تم کو اللہ نے دیا ہے

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ

اس میں سے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرو تو یہ کفار مسلمانوں سے یوں کہتے ہیں کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانا

مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٤٧﴾

کھلائیں جن کو اگر خدا چاہتا تو کھانے کو دیتا۔ تم لوگ محض کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا

اور یہ کفار کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ بس یہ

يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾

لوگ صرف ایک ایسی ہولناک آواز کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو ایسی حالت میں آ پکڑے گی جبکہ یہ باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ وَ

پھر اس وقت نہ تو وصیت ہی کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں ہی کی طرف لوٹ کر جا سکیں گے۔ اور

نُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿٥١﴾

صور پھونکا جائے گا یعنی دوبارہ سو وہ سب دفعۃً قبروں سے نکل کر اپنے رب کیطرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے

علم والا ہے (٣٨) اور چاند بھی ان کے لئے قدرتِ خداوندی کی ایک نشانی ہے جس کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں یہاں تک کہ وہ آخر میں ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی ؛؛ یعنی چاند کی چال کے لئے منزلیں مقرر ہیں ہر دن میں ایک مقررہ مسافت کو قطع کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک آخر میں ایسا رہ جاتا ہے جیسے خشک ٹہنی کھجور کی یعنی پتلا اور مُڑا ہوا۔ جیسے خمدار ٹہنی کھجور کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں چاند اور سُورج چلتے ہیں مہینے کے آخر تو چاند چھپ گیا جب آگے بڑھا تو نظر آیا پھر منزل منزل بڑھتا چلا جب تک پھر اسی جگہ جا پہنچا ٹہنی سا نظر آیا پھر ٹہنی سا ہو کر چھپا بیچ میں بڑھ کر پورا ہوا اور گھٹا اور منزلیں ہیں اٹھائیس ١٢ (٣٩) نہ آفتاب کی یہ مجال کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں چکر لگایا کرتے ہیں اور تیرتے رہتے ہیں ؛؛ یعنی نہ آفتاب کو یہ طاقت کہ وہ چاند کو رات میں آ پکڑے نہ رات کی یہ مجال کہ وہ قبل از وقت دن سے آگے آ جائے۔ ان میں سے ہر ایک یعنی چاند سورج اور سیارے غرض تمام اجرام علویہ اپنے اپنے دائرے پر اس طرح چلتے رہتے ہیں جیسے وہ تیر رہے ہیں۔ شاید فلک کہنے سے افلاک سبعہ کیطرف اشارہ ہو کیونکہ اجرام علویہ کے دوائر مختلف افلاک میں بتاتے ہیں واللہ اعلم غرض جملہ اجرام علویہ اور اجسام فلکیہ اس کے حکم کے ماتحت اور اس کے تابع ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جملہ ذراتِ زمین و آسماں ؛؛ مظہر سر حیاتست اے جواں
کے تواند یافتن آں را خرد ؛؛ ہست او سر خرد کے پے برد

(٤٠) اور ان کے لئے قدرتِ خداوندی کی ایک قدرت اور نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا (٤١) (تفسیر صفحہ ہذا) اور ہم نے کشتی ہی کی طرح کی اور چیزیں بھی ان کے لئے پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں ؛؛ یعنی ان کو بحری اور بری سفر کی آسانیاں دیں کہ ان کی اولاد کشتی میں جو مسافروں سے بھری ہوتی ہے سفر کرتی پھرتی ہے اور تجارت کرتی ہے بری سفر کے لئے ان کو گھوڑے اور اونٹ دیئے جن پر سوار ہو کر یہ جنگل کا سفر کرتے ہیں اور زندگی کے منافع حاصل کرتے ہیں بعض مفسرین نے فرمایا کہ کشتی سے حضرت نوحؑ کی کشتی مراد ہے جس میں اہل عرب کے آباؤ اجداد سوار ہو کر بچے تھے ذریۃ کا لفظ اضداد میں سے ہے جس طرح اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اسی طرح آباؤ اجداد پر بولا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال ان کے بزرگوں پر احسان ہوا یا ان کی اولاد پر ہوتا ہے دونوں حالتوں میں قدرتِ خداوندی کی کشتی ایک نشانی ہے کہ اتنے بڑے وزن کو پانی کی سطح پر لیکر چلتی ہے اور آج کل جہاز رانی میں جو ترقی ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اس کی وجہ سے تجارت کو جو فروغ ہوا ہے وہ ظاہر ہے (٤٢) اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو غرق کر دیں پھر نہ تو ان کا کوئی فریاد رس ہو جو غرق سے بچا سکے اور نہ یہ موت سے خلاصی حاصل کر سکیں (٤٣) مگر یہ ہماری مہربانی ہے اور ایک وقتِ معین تک ان کو فائدہ پہونچانا ہے ؛؛ یعنی اگر ہم چاہیں تو کشتی کو ان کی غرق کر دیں پھر ان کے مزعومہ اور خود ساختہ سرکار میں نہ ان کی کوئی فریاد رسی کرنے والا ہو اور نہ یہ قوت سے چھڑائے جا سکیں مگر ہماری مہربانی سے کشتی غرق سے محفوظ رہتی ہے۔ نیز ان کو موت کے معین وقت تک فائدہ پہونچانا ہے (٤٤) اور جب ان منکروں سے کہا جاتا ہے کہ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم رحم کئے جاؤ تو وہ بالکل پروا نہیں کرتے ؛؛ جو تمہارے سامنے ہے یعنی غرق اور خسف اور قتل وغیرہ یہ دُنیوی عذاب اور جو پیچھے ہے وہ آخرت کا عذاب ہے جو یقیناً آنیوالا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں سامنے آتا ہے جزا کا دن (باقی ضمیمہ میں)

٣ ع ١٨ ٢

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ

کہیں گے ہائے خرابی ہماری ہم کو ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھادیا۔ جواب دیا جائے گا یہ وہی ہے

الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً

جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ فرمایا تھا۔ بس وہ ایک زور کی آواز ہوگی

وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا

جس سے وہ سب کے سب دفعتاً ہمارے حضور میں حاضر کردیے جائیں گے۔ پھر اس دن کسی شخص پر

تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

ذرا سا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو صرف انہی اعمال کا بدلا دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَ

بے شک اہل جنت اس دن اپنے مشاغل میں لذت اندوز ہو رہے ہونگے۔ وہ اور

اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِــُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا

ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لئے اس جنت میں

فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

ہر قسم کے میوے ہوں گے اور وہ جو طلب کریں گے ان کو ملے گا۔ انکو وہاں رب رحیم کیجانب سے سلام کہا جائے گا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ

اور اے مجرمو تم آج مومنوں سے الگ ہو جاؤ۔ اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

تاکید نہیں کردی تھی کہ تم شیطان کی پرستش نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا

مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ

دشمن ہے۔ اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرنا۔ یہ میری عبادت کرنا ہی سیدھا راستہ ہے اور

لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

یقیناً وہ شیطان تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ بھی کرچکا تھا تو کیا تم سمجھتے نہ تھے۔

کہتے ہوں گے ہائے خرابی ہماری ہم کو ہماری سونے کی جگہ سے کس نے جگادیا جواب دیا جائے گا یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں نے سچ کہا تھا ؛ یا تو من بعثنا قول ہے مسلمانوں کا کیونکہ اُن سے قبر میں کہا جاتا ہے نم کنومۃ العروس۔ اور اگر کفار کا قول ہے تو مطلب یہ ہے کہ قبور کے عذاب کو قیامت کے عذاب کے مقابلے میں نیند سمجھیں گے۔ اور بعض حضرات کا قول ہے کہ قیامت کے نفخہ سے لیکر دُوسرے نفخہ کے چالیس سال تک کفار سوجائیں گے هٰذا ما وعد الرحمٰن یا تو فرشتے کہیں گے یا یہ جواب مسلمانوں کیطرف سے ہوگا۔ رحمان نے جو وعدہ کیا تھا حشر ونشر کا سزا وجزا کا یہ وہی وعدے کا دن ہے اور پیغمبر جو اس دن کی خبر دیا کرتے تھے وہ بھی سچے تھے اور سچ کہا کرتے تھے (۵۲) وہ صور کا نفخۂ ثانیہ ایک تند اور زور کی آواز ہوگی جس سے وہ سب کے سب دفعتہً ہمارے حضور میں حاضر کردیے جائیں گے ؛ یعنی اس نفخہ سے لوگ نکلنے شروع ہوجائیں گے اور نفخہ کے ختم ہونے تک سب حاضر کیے جائیں گے یعنی فرشتے گھیر کرلے آئیں گے (۵۳) پھر اُس دن کسی جی پر اور کسی شخص پر ذرا سا بھی ظلم اور زیادتی نہ ہوگی اور تم کو صرف انہی اعمال کا بدلا دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے ؛ یعنی زیادتی کچھ نہ ہوگی بلکہ وہی بدلا پاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے (۵۴) بلاشبہ اہل جنت اُس دن ایک خاص شغل میں خوش اور لذت اندوز ہیں ؛ یعنی اپنی بیویوں سے یا آپس میں ایک دُوسرے سے مُلاقات یا جنت کے نغمات اور گانے سُننے میں لگے ہوئے ہوں گے۔ بہرحال جو شغل اور جو دھندا بھی ہوگا وہ بلا مشقت اور محض خوش طبعی کا شغل ہوگا (۵۵) وہ اہل جنت اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے ؛ یعنی آرام سے تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے اور سایوں میں ہوں گے (۵۶) اہل جنت کے لئے اس جنت میں ہر قسم کے میوے ہوں گے اور وہ جو کچھ مانگیں گے اور جس چیز کی وہ تمنا کریں گے وہ ان کو وہاں ملے گا اور میسر ہوگا ؛ یعنی ہر چیز حسب طلب میسر ہوگی (۵۷) ان کو وہاں پروردگار بڑی مہربانی کرنیوالے کی جانب سے سلام ہوگا ؛ حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے بواسطۂ ملائکہ یا بلا واسطہ سلام یعنی السّلام علیکم یا اھل الجنۃ کہا جائے گا اور سلام کا تحفہ اہل جنت کو دیا جائے گا (۵۸) اور اے مجرمو! تم آج کے دن جُدا ہوجاؤ ؛ یعنی میدان محشر میں جب مومنین کو جنت میں داخل کرنے کا حکم ہوگا تو گنہگاروں کو حکم دیا جائیگا کہ تم الگ ہوجاؤ آج کے دن اے مجرمو یعنی مومنین سے الگ ہوجاؤ کیونکہ ان کو جنت میں بھیجا جائے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے (۵۹) اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو تقید و تاکید نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت اور پرستش نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے (۶۰) اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھی راہ ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ ہر پیغمبر کی معرفت شیطان کی نشاندہی اور کھلی عداوت سے آگاہ کیا گیا تھا اور اسکی اطاعت سے روکا گیا تھا اور اپنی عبادت کی عام دعوت دیگئی تھی اور اسی کو سیدھا راستہ بتایا گیا تھا اَعْھَدْ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی عہد نامہ مرتب کیا گیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے اور انبیاء جو بات فرماتے ہیں وہ ہر فرد انسانی کیلئے واجب التعمیل ہوتی ہے اور یہی وہ عہد ہے (۶۱) اور وہ شیطان تم میں سے یعنی تمہاری ہی نوع میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا ہے تو پس کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ انبیاء سابقین کے جھٹلانے والوں کے واقعات سے تم کو معلوم ہوچکا تھا کہ شیطان نے کتنے ہی انسانوں کو گمراہ کرکے برباد کیا ہے یہ سب تم کو بتادیا گیا تھا تو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے تھے کہ ایسے گمراہ دشمن کا کہنا نہ مانتے (۶۲)

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ

تو اب یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ آج اس کفر کے سبب جس کے تم مرتکب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ

ہوئے تھے اس دوزخ میں داخل ہو۔ آج ہم ان کے منھوں پر مہر کر دیں گے اور

تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

جو کچھ یہ لوگ کرتے رہے تھے اسکو انکے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں اسکی گواہی دینگے

وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ

اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو بالکل زائل کر دیں پھر یہ راستے کی طرف دوڑیں مگر اس

فَاَنّٰى یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ

راستے کو کہاں دیکھ سکیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو اُن کے مقام میں اس طور پر مسخ اور اپاہج کر دیں

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ

کہ یہ لوگ نہ آگے چل سکیں اور نہ پیچھے ہی لوٹ سکیں۔ اور جس کی عمر ہم زیادہ کر دیتے ہیں

نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا

تو ہم اسکو طبیعی حالت میں اُلٹا کر دیتے ہیں کیا یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ اور ہم نے اس پیغمبر کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور شاعری اسکی شان کے

یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّیُنْذِرَ مَنْ

لائق بھی نہیں ہے جو قرآن ہم نے انکو تعلیم کیا ہے وہ تو صرف ایک نصیحت اور کتاب ہے جو احکام کو ظاہر کرنیوالی ہے۔ اسکے نزول کا مقصد یہ کہ وہ قرآن

كَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا

اس شخص کو ڈرائے جو صحیح زندگی رکھتا ہو اور تاکہ کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے

خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾

اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کیلئے مواشی پیدا کئے ہیں پھر یہ لوگ انکے مالک بنے ہوئے ہیں

وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور ہم نے ان مواشی کو ان کا مطیع کر دیا پھر ان مواشی میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو انہیں سے وہ کھاتے ہیں

یہ وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (۶۴) آج تم اس کفر کے سبب جس کا تم ارتکاب کیا کرتے تھے اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ :: یعنی یہی دوزخ تو ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ اگر تم کفر ہی کرتے رہے مرگئے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ تو بس آج اس کفر کے سبب جس کے تم خوگر ہو چکے تھے اور مرتے دم تک اُس سے باز نہ آئے جاؤ اس جہنم میں داخل ہو جاؤ (۶۴) آج ہم اُن کے منھوں پر مہر کر دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور اُن کے پاؤں اُس چیز کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور کمایا کرتے تھے :: یعنی منھوں پر مہر لگادی جائیگی تاکہ بے موقع اور جھوٹے عذر نہ کریں اور غیر موثر و لایعنی باتیں نہ بنائیں بلکہ ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے کمائے ہوئے کاموں کی خبریں دیں گے۔ یعنی ہاتھ کلام کریں گے اور پاؤں گواہی دیں گے۔ یہ غالباً اس موقع پر ہو گا جب انسان سب کی تکذیب کر یگا حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی جھٹلائے گا تب شاید اُس کے اعضا بولیں گے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے مزید بحث انشاء اللہ سورۂ فصلت میں آجائے گی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے تمام اعضا اور اس کی کھال تک بھی کافر کے خلاف بیان دیگی اور اس طرح دین حق کے منکروں پر حجت قائم کی جائے گی (۶۵) اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو نابود اور بالکل زائل کر دیں پھر وہ راستہ کی طرف چلنے کے لئے دوڑتے پھریں پس اس راستے کو کہاں دیکھ سکیں :: یعنی آخرت میں جو عذاب ہو گا وہ تو ہو گا اگر ہم چاہیں تو ان کی بینائی کو دنیا ہی میں بالکل نابود کر دیں یا ان کی آنکھوں کو بالکل ہی مٹا دیں یعنی آنکھ کا عضو ہی باقی نہ ہے پھر یہ راستے کی طرف دوڑیں مگر راستے کو کہاں دیکھ سکیں طمس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں (۶۶) اور اگر ہم چاہیں تو ان کو انکی جگہ پر مسخ کر دیں اور اپاہج بنا دیں کہ یہ لوگ آگے چل سکیں اور نہ اُلٹے ہی پھریں :: یعنی کوئی جانور بنادیں یا پتھر بنا دیں کہ نہ آگے جا سکیں نہ پیچھے لوٹ سکیں جانور کی شکل مسخ بھی کر دیں اور اپاہج بھی بنادیں غرض ایسا کر دیں کہ مسخ ہونیکے بعد اپنی جگہ پڑے رہیں لا یرجعون کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے اصلی شکل پر نہ لوٹ سکیں اور ایسا انسان نہ بن سکیں اور انسانی شکل نہ اختیار کر سکیں اسی سلسلے میں آگے بڑھاپے کا ذکر فرمایا تاکہ انسان کی تبدیلی پر کوئی شبہ نہ کیا جائے (۶۷) اور جس کو ہم عمر دراز دیتے ہیں ہم اس کو طبعی حالت اور پیدائش میں اُلٹا اور نگونسار کر دیتے ہیں پھر کیا یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے :: یعنی جب کسی کو زیادہ بوڑھا کر دیتے ہیں تو اس کی خلقت کو اُلٹا کر دیتے ہیں۔ خلقت سے مُراد ہے اس کے قوائے مدرکہ۔ سمع و بصر کی طاقت۔ معدے کے ہضم کی حالت اس کا حسن و جمال اس کے چہرے کی بناوٹ وغیرہ سب کو اُلٹ دیتے ہیں یعنی سب میں تغیر اور انقلاب کر دیتے ہیں بوڑھا بالکل بچہ بن جاتا ہے۔ جب اس قسم کا تغیر اور انقلاب فی الاعضا شاہد ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ آدمی سب کچھ جاننے کے بعد انجان بنادیا جاتا ہے تو اسی طرح اگر چاہیں تو انسانی اعضا میں تغیر اور انقلاب کر دیں اور اس کو جانور یا پتھر وغیرہ بنادیں اور کہیں آنے جانے کے قابل نہ رکھیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ یعنی جیسا لڑکا سست تھا بوڑھا پھر ویسا ہی ہوا یہ بھی نشان ہے پھر پیدا ہونے کا ۱۲ حدیث میں آتا ہے کہ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔ یعنی جو عبادت و ریاضت جوانی میں ہو سکتی ہے وہ بڑھاپے میں نہیں ہو سکتی آگے پھر رسالت اور قرآن کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۶۸) اور ہم نے اس پیغمبر کو شعر گوئی اور شعر کہنا نہیں سکھایا اور یہ خیالی مضامین کا مرتب کرنا اس کی شان کے لائق بھی نہیں جو قرآن ہم نے اسکو تعلیم کیا ہے وہ تو بس ایک نصیحت اور آسمانی کتاب ہے جو احکام کو آشکارا اور ظاہر کرنیوالی ہے :: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ شاعر اور کاہن وغیرہ کہتے تھے اور مطلب ان کا یہ ہوتا تھا کہ قرآن کریم شعر گوئی کا نتیجہ بتائیں۔ حضرت حق نے آپکے متعلق شاعری کی نفی فرمادی شعر گوئی یا تو کسی ماہر فن سے حاصل کی جاتی یعنی اکتسابی ہوتی اور یا حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے وہبی ہوتی ظاہر ہے کہ اس فن میں آپ کا کوئی استاد نہیں، اور وہبی کی نفی حضرت حق تعالیٰ نے خود ہی فرمادی۔ بس معلوم ہوا کہ آپ فن شاعری کو نہیں جانتے تھے۔ اسی لئے اگر کسی شاعر کا شعر پڑھتے تھے تو بسا اوقات غلط پڑھ دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ یہ بیت پڑھی۔ کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا۔ یعنی اسلام اور بڑھاپا یہ دونوں چیزیں آدمی کو بُری باتوں سے روکنے کیلئے کافی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ شاعر نے یُوں کہا ہے کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا لیکن حضورؐ نے یہ سُنکر جب دوبارہ اس بیت کو پڑھا تب بھی اسی طرح وزن شعری کیخلاف پڑھا۔

(باقی صفحہ ۷۱۰ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۰۹) آپ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ۔ بہرحال فن شاعری سے حضورؐ واقف نہ تھے اور اگر بلاقصد کبھی کوئی مصرعہ یا شعر زبان سے نکل گیا ہو تو اس کو شاعری نہیں کہتے۔ باقی نفس شعر گوئی کی بحث سورۂ شعراء کے آخر میں گزر چکی ہے۔ یہ جو کتاب سُناتے ہیں وہ آسمانی کتاب ہے جو احکام کو واضح طور پر بیان کرتی ہے (۶۹) اس قرآن کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ یہ قرآن اس شخص کو ڈرادے جو زندہ ہو اور صحیح زندگی رکھتا ہو اور تاکہ منکروں پر الزام اور حجت ثابت ہو جائے۔ یعنی قرآن یا پیغمبر کا کام یہ ہے کہ جو شخص زندہ ہو یعنی قلبی زندگی رکھتا ہو اور اس میں حق بات کو قبول کرنے کی صلاحیت ہو اس کو یہ رسول یا یہ قرآن ڈرادے۔ اس میں تامل کرنے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہو۔ تو اسی کو ڈرانا نافع ہو سکتا ہے ورنہ غافل تو ایسا ہے جیسے مُردہ اور میت۔ کافروں پر حجت ثابت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ قرآن سُن کر نہیں مانتے اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تو ان پر یہ قرآن حجت اور الزام ہے کہ ہدایت ان تک پہنچی مگر انھوں نے قبول نہیں کی۔ لہٰذا ان پر کلمۂ عذاب ثابت ہے

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَ

اور ان مواشی میں ان لوگوں کیلئے اور بھی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں سو یہ لوگ کیوں شکر نہیں بجا لاتے۔ اور

اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا

ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں کہ شاید ان کو ان معبودوں سے مدد پہنچ سکے۔ یہ مفروضہ

يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾

معبود ان مشرکوں کی کچھ مدد نہیں کر سکتے اور یہ مشرک ان معبودان باطلہ کی ایک فوج بن کر حاضر کئے جائیں گے

فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

سو اے پیغمبر ان کافروں کی باتیں آپ کے لئے موجب آزردگی نہ ہوں کیونکہ یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ہم سب جانتے ہیں

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ

کیا انسان یہ نہیں جانتا کہ ہم نے اس کو ایک حقیر نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر ناگہاں وہ علانیہ ایک

خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ

جھگڑا کرنے والا بن گیا۔ اور ہماری شان میں اس نے ایک عجیب مثال بیان کی اور اپنی اصل پیدائش کو بھول گیا

قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي

کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو جو بالکل بوسیدہ اور پرانی ہو چکی ہوں کون زندہ کرے گا۔ آپ کہدیجئے ان ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا

أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي

جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا ہے اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ وہ ایسا ہے

جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ

جو تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ پیدا کرتا ہے پھر تم اس درخت کی آگ سے اور

تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

آگ سلگا لیا کرتے ہو۔ اور کیا جس خدا نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے

بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨١﴾

وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کردے بیشک وہ ضرور قادر ہے اور وہی ہر اصل بنانے والا سب جانتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جس میں جان ہو یعنی نیک اثر پکڑتا ہو اس کے فائدے کو اور منکروں پر الزام اُتارنے کو ۱۲ آگے توحید کے سلسلے میں حضرت حق تعالیٰ کے بعض احسانات کا ذکر ہے (۷۰) کیا ان لوگوں نے یعنی منکرین توحید نے اس بات پر غور نہیں کیا اور اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے مواشی پیدا کئے ہیں پھر یہ لوگ ان مواشی کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ یعنی ہم نے اپنی بنائی ہوئی اور اپنی ساختہ چیزوں میں سے ان کے نفع کیلئے مواشی مثلاً گائے بھینس اونٹ وغیرہ بھی بنائے ہیں پھر ان چوپایوں کا ان کو مالک بنا دیا ہے جن سے یہ مختلف فوائد اور منافع حاصل کرتے ہیں اُنہی فوائد کا آگے بیان فرمایا (۷۱) اور ہم نے ان مواشی کو ان کا مطیع اور تابع کر دیا اور ان مواشی کو ان کیلئے عاجز اور ان کے سامنے پست کر دیا پھر ان مواشی میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ یعنی ان مواشی کو اُن کا فرمانبردار بنا دیا ان سے جو کام چاہتے ہیں وہ لیتے ہیں سوار ہونا چاہیں تو سواری کا کام بھی دیتے ہیں اور اگر ضرورت کے موقع پر ان کو ذبح کر کے کھانا چاہیں تو اُن کا گوشت بھی کھاتے ہیں (۷۲) تفسیر صفحہ ہٰذا۔ اور اُن مواشی میں ان لوگوں کے لئے اور بھی بہت سے فوائد اور منافع ہیں اور ان میں ان کے لئے پینے کی چیزیں بھی ہیں سو یہ لوگ کیوں شکر نہیں بجالاتے۔ نفعوں سے مُراد اُن چوپایوں کی کھال ہڈی اور اُن کے سینگ اور اُون وغیرہ سے فائدہ حاصل کرنا ہو سکتا ہے اُن کا دُودھ پیا جاتا ہے۔ یہ تمام احسانات اور انعامات اس امر کے مقتضی ہیں کہ حضرت حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات کو مسخر کر دیا ہے انسان جس طرح چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے مواشی کو استعمال کرتا ہے اور پھر اس خالق حقیقی اور منعم حقیقی کا شکر نہیں بجا لاتا (۷۳) اور دین حق کے منکروں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے اور بنا رکھے ہیں کہ شاید ان کو ان معبودان باطلہ سے کچھ مدد پہنچ سکے اور وہ معبود اُن کی کسی وقت مدد کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں اس توقع اور امید پر کہ کسی آڑے وقت میں اُن سے مدد پہنچ جائے گی (۷۴) یہ مفروضہ معبود اُن کی کچھ مدد نہیں کر سکتے اور یہ مشرک ان معبودان باطلہ کی ایک فوج بن کر حاضر کئے جائیں گے یہ آیت کا مطلب کئی طرح بیان کیا گیا ہے۔ قیامت میں یہ مشرک ان معبودوں کے ہمراہ گرفتار کر کے لائے جائیں گے۔ یا یہ کہ وہ بت ان مشرکوں کا لشکر ہوں گے جو قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں گے یا یہ کہ قیامت میں وہ معبودان باطلہ ان مشرکوں کے حریف اور مقابل ہوں گے جو بجائے مدد کرنے کے اُن کی مخالفت کرتے ہوں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دُنیا کی حالت بتائی گئی ہو کہ مشرک ان بتوں کے لشکر ہیں یعنی ان کے مددگار اور خادم ہیں جو ان کی مکھیاں اُڑاتے رہتے ہیں اور ان کو جھاڑتے اور صاف کرتے رہتے ہیں اور اس خدمت کیلئے ان کے پاس حاضر رہتے ہیں اور جو معبود خود ہی مدد کے محتاج ہیں وہ ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں واللہ اعلم اور اگر قیامت کی حاضری ہے تب تو مذکورہ بالا اقوال سے بات سمجھ میں آ گئی ہو گی آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تسلی فرماتے ہیں (۷۵) پس اے پیغمبر آپ کو ان کی باتیں اور ان کے ناشائستہ اقوال موجب دل آزاری نہ ہوں اور آپ کو غمگین نہ کریں کیونکہ یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ہم سب جانتے ہیں یعنی آپ کے آزردہ ہونے کی (باقی تفسیر میں)

بس اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے ؛ یعنی اُس کے ارادے کا تعلق شی کو وجود میں لے آتا ہے اُسی تعلق کو لفظ کن سے تعبیر فرمایا ہے کہ جس طرح تم کو کُن کہنے میں دشواری نہیں ہوتی اسی طرح اُس کو کسی چیز کو پہلی مرتبہ یا دُوسری مرتبہ پیدا کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی (۸۲) پس جملہ عیوب سے اُس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس کے ہاتھ ہر چیز کی زمام حکومت ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ؛ یعنی ہر چیز کی حکومت اور بادشاہت اسی کے ہاتھ اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور تم سب کی بازگشت اسی کیطرف ہے (۸۳) سورۂ یٰسٓ کی بہت بزرگی احادیث میں مذکور ہے اس سورۃ کو قرآن کریم کا دل فرمایا ہے یاسین کی تلاوت کرنیوالے کیلئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور گناہوں کی بخشش کا سبب فرمایا ہے اور ایک دفعہ سورۂ یٰسٓ کا پڑھنا ایسا ہے جیسا کسی نے بائیس مرتبہ قرآن شریف پڑھا اور فرمایا جسکو حاجت پیش ہو اور وہ سورۂ یاسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت پوری کر دے گا اور فرمایا جس کسی نے سورۂ یٰسٓ پڑھی اللہ تعالیٰ اس کی بھوک اور پیاس کو دُور کر دے گا اگر عریاں ہو تو اس کو کپڑے پہنا دے گا اگر وہ ڈرتا ہو کسی سے تو اس کا ڈر دُور کر دیگا اور اگر وحشت ہو تو اس کی وحشت دُور کر دے گا۔ فقیر ہو تو اسکو غنی کر دیگا۔ قید میں ہوگا تو اس کو قید سے خلاصی دیگا راستہ بھولا ہوا ہوگا تو راستہ پائیگا اگر مقروض ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے خزانے سے اس کا قرض ادا کر دے گا اور اس سورۃ کو دافعہ اور قاضیہ بھی کہتے ہیں یہ سورت اپنے پڑھنے والے سے ہر بُرائی کو دُور کرتی ہے۔ تم سورۃ یٰسین

إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾

بس اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے

فَسُبْحَٰنَ ٱلَّذِى بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَىْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

پس اس خدا کی ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی زمام حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے

سُورَةُ الصَّٰفَّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَاثْنَتَانِ وَثَمَانُونَ آيَةً وَخَمْسُ رُكُوعَاتٍ

سورہ صافات مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب سے مہربان نہایت رحم والا ہے

وَٱلصَّٰٓفَّٰتِ صَفًّا ﴿١﴾ فَٱلزَّٰجِرَٰتِ زَجْرًا ﴿٢﴾ فَٱلتَّٰلِيَٰتِ ذِكْرًا ﴿٣﴾ إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَٰحِدٌ ﴿٤﴾ رَّبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ

قسم ہے صف باندھنے والوں کی جو صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں پھر ان ڈانٹنے والوں کی قسم جو جھڑک کر ڈانٹتے ہیں پھر ان کی قسم جو ذکر الٰہی کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ بیشک تم سب کا معبود برحق ایک ہی ہے۔ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ ٱلْمَشَٰرِقِ ﴿٥﴾ إِنَّا زَيَّنَّا ٱلسَّمَآءَ ٱلدُّنْيَا بِزِينَةٍ ٱلْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾

اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اس سب کا اور وہ رب ہے تمام مشرقوں کا ہم نے آسمان دنیا کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں سے آراستہ کیا ہے۔ اور ہم نے ہر سرکش شیطان سے اس آسمان کی حفاظت بھی کی

لَّا يَسَّمَّعُونَ إِلَى ٱلْمَلَإِ ٱلْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ﴿٩﴾ إِلَّا مَنْ خَطِفَ ٱلْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُۥ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾

وہ شیاطین عالم بالا کے لوگوں کی باتیں سننے کو کان بھی نہیں لگا سکتے اور وہ ہر طرف سے پھینکے جاتے ہیں ان کے ہنکانے کو اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ مگر ہاں جو شیطان کوئی خبر اُچک کر لے بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے ہو لیتا ہے

سورہ صافات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے سورۂ یاسین اور سورۂ صافات کو جمعہ کے دن پڑھا پھر اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگا تو اللہ تعالیٰ اس کا مانگا ہوا اسکو عطا فرمائیگا سورۂ یٰسٓ میں بعض نافرمان اور ناسپاس قوموں کی تباہی اور ہلاکت کا ذکر فرمایا تھا انہی میں سے بعض کی تفصیل ہے نیز توحید۔ رسالت اور قیامت وبعثت اور قصص بعض انبیاء کے مذکور ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں ؛ یعنی حکم الٰہی کو سننے کے وقت خوب صف باندھے اور صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کیلئے خوب صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ یعنی قطار باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں (۱) پھر ان ڈانٹنے اور جھڑکنے والوں کی قسم جو جھڑک کر ڈانٹتے اور روکتے ہیں اور بندش لگاتے ہیں ؛ یعنی ان فرشتوں کی قسم جو شیاطین کو ملاء اعلیٰ کی خبریں سُننے سے روکتے ہیں اور ہانکتے ہیں اور جھڑک کر اور ڈانٹ کر روکتے ہیں (۲) پھر ان فرشتوں کی قسم جو ذکر الٰہی اور اُس کی تسبیح و تقدیس کی تلاوت کرتے ہیں ؛ یعنی یہ کام بھی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی پاکی اور اسکی تقدیس بھی کرتے ہیں یہی اوصاف ملائکہ کے اس صورت میں آگے آجائیں گے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ فرشتے کھڑے ہوتے ہیں قطار سننے کو حکم اللہ کا پھر جھڑکتے ہیں شیطانوں کو جو سننے کو جاگتے ہیں۔ پھر جب اترچکا اسکو پڑھتے ہیں ایک دوسرے کے بتانے کو ؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس طرح صف نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے حضور میں صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کس طرح صف باندھتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا پہلی صف کو پورا کرتے ہیں اور سب بہت مل کر اور گتھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ مفسرین نے عام طور سے تفسیر ملائکہ سے کی ہے خواہ وہ حکم سننے کو صفیں باندھتے ہوں یا احکام الٰہی کو بجا لانے کے لئے صف بستہ رہتے ہوں۔ لیکن بعض علماء نے فرمایا کہ صفیں غازیوں کی ہوں میدان جنگ میں یا نمازیوں کی ہوں مساجد میں۔ اور زواجرات سے مُراد یا تو وہ فرشتے ہیں جو شیاطین کو ہانکتے ہوں یا قرآن کی وہ آیتیں مُراد ہوں جو گناہ سے ڈرانیوالی ہیں یا علماء ہوں جو لوگوں کو بُری باتوں سے روکتے ہیں یا نمازی جو گھوڑوں کو ڈانٹتے ہیں یا وہ فرشتے جو بادلوں کو ہانکتے ہیں یا وہ فرشتے جو انسانوں کو گناہوں سے روکتے ہیں اور ان کے قلب میں گناہوں کی بُرائی الہام کرتے ہیں۔ ایسا ہی تالیات سے فرشتے مُراد ہیں جو ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے ہیں یا غازیوں کی جماعتیں مُراد ہیں جو جنگ میں ذکر الٰہی کرتی رہتی ہیں واللہ اعلم غرض ان قسموں کے بعد ارشاد ہوتا ہے (۳) کہ بیشک تم سب کا معبود برحق ایک ہی ہے ؛ یعنی وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں آگے توحید کے دلائل مذکور ہیں (۴) وہ پروردگار ہے یعنی مالک متصرف ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اس سب کا مالک و متصرف ہے (باقی ضمیمہ میں)

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا

اب آپ ان کافروں سے دریافت کیجئے کہ ازروئے پیدائش اُن لوگوں کا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا ان مذکورہ چیزوں کا جنکو ہم نے پیدا کیا ہم نے

خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿١٢﴾

ان لوگوں کو ایک چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور وہ مذاق اُڑاتے ہیں

وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿١٤﴾

اور جب ان کو نصیحت کی جائے تو نصیحت قبول نہیں کرتے اور جب یہ لوگ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اور زیادہ ہنسی اُڑاتے ہیں

وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَ

اور کہتے ہیں کچھ نہیں یہ تو کھلا جادو ہے۔ بھلا جب ہم مر گئے اور

كُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿١٦﴾ أَوَآبَاؤُنَا

مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم پھر اُٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے

الْأَوَّلُونَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنتُمْ دَاخِرُونَ ﴿١٨﴾ فَإِنَّمَا

باپ دادا بھی۔ آپ کہہ دیجئے ہاں تم سب اُٹھائے جاؤ گے اور تمہاری حالت یہ ہوگی کہ تم ذلیل ہو گے۔ وہ بعثت

هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا

تو بس ایک سخت للکار ہوگی کہ اس للکار کے ہوتے ہی سب دیکھنے بھالنے لگیں گے۔ اور یہ منکر کہیں گے ہائے خرابی ہماری

هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿٢٠﴾ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنتُم

یہ تو وہی جزا کا دن ہے۔ کہا جائے گا یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کی تم

بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢١﴾ احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ

تکذیب کیا کرتے تھے۔ فرشتوں کو حکم دیا جائیگا کہ ظلم کرنے والوں کو اور ان کے ساتھیوں کو

وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٢﴾ مِن دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ

اور اُن کو جن کو یہ لوگ خدا کے سوا پوجا کرتے تھے۔ سب کو جمع کر لو پھر اُن سب کو

إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ ۖ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾

دوزخ کی راہ بتاؤ۔ اور ان کو کھڑا رکھو کیوں کہ اُن سے کچھ پوچھا جائے گا۔

اے پیغمبر اب آپ ان کافروں سے دریافت کیجئے کہ ازروئے پیدائش ان لوگوں کا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا ان مذکورہ چیزوں کا جن کو ہم نے پیدا کیا ہے بلاشبہ ہم نے ان کو ایک چپکتے گارے سے پیدا کیا ہے مطلب یہ ہے کہ آسمانوں کا اور تاروں کا اور سورج اور ملاءاعلیٰ کے فرشتوں کا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا بنی نوع انسان کا پیدا کرنا کچھ سخت کام ہے۔ جن کو ہم نے ایک چپکتی ہوئی مٹی اور گارے سے پیدا کیا ہے جن میں کوئی صلابت نہیں حالانکہ دُوسری مخلوق میں زیادہ صلابت ہے جب ہم نے ان کو بنایا اور پیدا کیا ہے تو ان کا بنا لینا ہم کو کیا دشوار ہے جو ذاتِ اقدس ایک بڑی سے بڑی مخلوق پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے اس کو ایک ضعیف الخلقت مٹی کے کھلونے کو دوبارا بنالینا کیا مشکل ہے (۱۱) بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور وہ لوگ مذاق اُڑاتے ہیں ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تجھکو اُن پر تعجب آتا ہے کہ ایمان کیوں نہیں لاتے اور اُن کو تجھ سے ٹھٹھا (۱۲) اور جب ان کو نصیحت کی جائے تو یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کرتے ؛ یعنی جب نصیحت کی باتیں سُنائی جاتی ہیں اور دلائلِ عقلیہ سمجھائے جاتے ہیں تو یہ سنتے اور سمجھتے نہیں (۱۳) اور جب کوئی نشان اور معجزہ دیکھتے ہیں تو اور زیادہ ہنسی اُڑاتے ہیں ؛ یعنی ثبوتِ نبوت کی غرض سے کوئی ایسا معجزہ ان کو دکھایا جاتا ہے جس سے دوبارا بعثت پر دلیل قائم کی جا سکے تو مزید ہنسی اُڑاتے اور دل لگی کرتے ہیں (۱۴) اور کہتے ہیں کچھ نہیں یہ تو کھلا جادو ہے ؛ یعنی یہ نشانی اور معجزہ نہیں بلکہ صریح جادو ہے (۱۵) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم پھر اُٹھائے جائیں گے (۱۶) اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی اُٹھائے جائیں گے ؛ یعنی مر گئے اور خاک اور ہڈیاں ہو گئے تو پھر ہم اور ہمارے گذشتہ باپ دادا کیا پھر اُٹھائے جائیں گے (۱۷) آپ فرما دیجئے ہاں تم سب اُٹھائے جاؤ گے اور تم ذلیل ہو گے ؛ ہاں یعنی اٹھائے جاؤ گے اور چونکہ بعثت کے منکر تھے اس لئے بعث کو دیکھ کر سخت ذلیل و خوار ہو گے (۱۸) وہ بعثت اور وہ اُٹھنا تو بس نفخہ صور کی ایک تند آواز اور للکار ہوگی کہ اس آواز اور للکار کے ہوتے ہی یہ سب دیکھنے بھالنے لگیں گے ؛ یعنی بعثت صرف یہ ہے کہ صور میں نفخۂ ثانیہ ہوگا اور نفخۂ ثانیہ کے بعد فوراً ہی زندہ ہو کر ایک دُوسرے کو دیکھنے بھالنے لگیں گے (۱۹) اور منکرینِ بعث کہیں گے ہائے ہماری خرابی یہ تو وہی جزاء کا دن ہے (۲۰) کہا جائیگا یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے ؛ یہ شاید فرشتے جواب دیں گے جب وہ تعجب کے ساتھ کہیں گے ہائے یہ تو وہی جزا کا دن ہے تو فرشتے کہیں گے ہاں یہی وہ یوم الفصل ہے جس کو تم جھوٹا کہا کرتے تھے (۲۱) فرشتوں کو حکم دیا جائیگا کہ ظلم کرنے والوں کو اور ان کے ہم مشرب ساتھیوں کو اور ان کو جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے تھے سب کو جمع اور اکٹھا کر لو (۲۲) پھر ان سب کو دوزخ کی راہ بتاؤ ؛ یعنی ان سب کو جمع کر کے ان کو دوزخ کا راستہ بتاؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ حکم ہوا فرشتوں کو ان کے جوڑے کہا یا تو جورو ان کو کہا یا ایک ایک قسم کے گنہگار جدا کٹھے ہیں ان کو کہا ۱۲ خلاصہ یہ کہ ازواج کے جمع کرنے کو کہا اس ازواج سے یا تو منکروں کی بیویاں مراد ہیں جو ان کی شریکِ حال رہتی تھیں اور ان کے ساتھ خود بھی شر میں مبتلا تھیں یا وہ لوگ مراد ہوں گے جو ان کے ہم مشرب تھے اور وہ بھی ظالموں جیسے اور ان کے ساتھی تھے۔ بہرحال ظالموں کو اور ان کے ہم مشرب ساتھیوں کو جمع کرنے کا حکم دیا جائے گا اور یہ بھی ارشاد ہوگا کہ ان کو دوزخ کی راہ دکھاؤ (۲۳) اور ان کو روکے رہو کیونکہ ان سے کچھ پوچھا جائے گا ؛ یعنی جہنم میں جانے سے ذرا روکو تاکہ ان سے کچھ پوچھ گچھ کی جائے (۲۴)

ع ۲۱ ۵

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾ وَ

تم کو کیا ہو گیا تم ایک دُوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے ۔ بلکہ وہ سب اُس دن سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور

أَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ

وہ ایک دُوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم سوال جواب کرنے لگیں گے ۔ ماتحت لوگ سرداروں سے کہیں گے

كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا

کہ تم ہی تو ہو جو ہم پر پوری قوت سے چڑھ چڑھ آتے تھے ۔ وہ سردار کہیں گے نہیں یہ نہیں بلکہ تم خود ہی

مُؤْمِنِينَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ بَلْ كُنتُمْ

ایمان نہیں لاتے تھے ۔ اور ہمارا تم پر کچھ زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی تھے

قَوْمًا طَاغِينَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّا لَذَائِقُونَ ﴿٣١﴾

حد سے نکل جانیوالے ۔ سو اب ہم سب پر ہمارے رب کا وہ قول ثابت ہو کر رہا جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم سب کو مزہ چکھنا ہے

فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ﴿٣٢﴾ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ

ہم نے تم کو بھی گمراہی میں مبتلا کیا اور ہم خود بھی گمراہ تھے ۔ سو وہ سب کے سب اس دن عذاب میں

مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهُمْ

شریک ہوں گے ۔ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں ۔ یہ لوگ

كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَ

ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی اور حقیقی معبود نہیں ہے تو تکبر کا اظہار کیا کرتے تھے اور

يَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ

یوں کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر اور دیوانے کے کہنے سے چھوڑ دینے والے ہیں ۔ وہ شاعر نہ دیوانہ بلکہ

جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا

وہ سچا دین لیکر آیا ہے اور وہ سب پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے ۔ بے شک تم سب کو دردناک

الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾

عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا ۔ اور تم کو بدلا نہیں دیا جائیگا مگر انہی اعمال کا جو تم کیا کرتے تھے

ارشاد ہوگا تم کو کیا ہو گیا تم آپس میں ایک دُوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے (۲۵) بلکہ وہ سب سر جھکائے کھڑے ہوں گے ؛ یعنی بجائے ان دعووں کے جو دُنیا میں کیا کرتے تھے کہ نحن جمیع منتصر یعنی ہم سب ایک دُوسرے کے مددگار ہیں بجائے مدد کے آج وہ سب ذلیل و سرفگندہ کھڑے ہوں گے آگے ان کی آپس میں جو تو تو میں میں ہوگی اور ایک دُوسرے کے خلاف جو کچھ کہیں گے اُس کا ذکر ہے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں حکم کے بعد ٹھہرا کر لڑوا دیں گے آپس میں ۱۲ (۲۶) اور وہ ایک دُوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم سوال و جواب کرنے لگیں گے ؛ یعنی بجائے ایک دُوسرے کی مدد کے باہم اختلاف اور تو تو میں میں کرنے لگیں گے (۲۷) تابع متبوع سے کہیں گے تم ہی تو ہو جو ہمارے پاس داہنی جانب سے آتے تھے یعنی پُوری قوت اور زور سے چڑھ چڑھ کر آتے تھے ؛ یعنی ہمارے گمراہ کرنے کو پُورا زور ہم پر ڈالتے تھے ۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی ہم پر چڑھے آتے تھے بہکانے کو زور سے اور رُعب سے داہنا ہاتھ زور کا ہے ۱۲ ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ تم ہر طرف سے دباؤ ڈالتے تھے دائیں سے اور بائیں سے یا یہ مطلب کہ تم قسم کھا کر ہم سے کہتے تھے کہ ہمارا ہی دین سچا ہے یا یہ کہ دین کا نام لیکر ہم کو گمراہ کرتے تھے (۲۸) وہ متبوع یعنی سردار اور بڑے لوگ کہیں گے نہیں یہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے (۲۹) اور ہمارا تم پر کچھ زور اور غلبہ تو تھا ہی بلکہ تم خود ہی حد سے نکل جانے والے لوگ تھے ؛ یعنی گمراہ کرنا تو جب ہوتا کہ تم مومن ہوتے تم تو اہلِ ایمان ہی نہ تھے تو ہم پر گمراہ کرنے کا الزام ہی غلط ہے پھر کوئی حکومت بھی ہماری تم پر نہ تھی کہ ہم تم پر دباؤ ڈالتے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم خود ہی سرکش اور حد سے نکل جانے والے لوگ تھے (۳۰) سو اب ہم سب پر ہمارے پروردگار کا وہ قول اور وہ کلمہ ثابت ہو کر رہا جس کا خلاصہ اور جس کا ماحصل یہ ہے کہ ہم سب عذاب کا مزہ چکھنے والے ہیں ؛ یعنی وہی ازلی بات کہ لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین ۔ یعنی اس نے اپنے علم ازلی کی بنا پر جو فرمایا تھا کہ میں جہنم کو شیاطین اور انسانوں سے بھر دوں گا ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم سب خواہ تابع ہوں یا متبوع سب ہی عذاب کا مزہ چکھنے والے ہیں اور اس کے اسباب یوں ہوئے (۳۱) کہ ہم نے تم کو بھی بہکایا اور ہم خود بھی گم کردہ راہ تھے ؛ یعنی جو بات ہونے والی تھی اس کے اسباب یہ ہوئے کہ ہم نے تم کو بہکایا اور تم بلا جبر و اکراہ اپنے ارادے سے گمراہ ہوئے اور ہم خود بھی اپنے اختیار اور ارادے سے گمراہ ہوئے تھے آگے حضرت حق جل مجدہٗ کا ارشاد ہے (۳۲) پس وہ سب کے سب اس دن عذاب میں شریک ہوں گے (۳۳) ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں (۳۴) یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی حقیقی معبود نہیں تو یہ تکبر کا اظہار کیا کرتے تھے (۳۵) اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے چھوڑ دینے والے ہیں ؛ یعنی چونکہ کفر میں اشتراک تھا تابع اور متبوع کا لہٰذا عذاب میں بھی دونوں شریک ہوں گے نافرمانوں اور مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں ۔ ان کی سرکشی کا یہ حال تھا کہ جب ان کو لا الٰہ الا اللہ کی دعوت دی جاتی تھی تو یہ اس کے مقابلے میں تکبر کرتے تھے اور تکبر سے اس دعوت کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور توہین آمیز لہجے میں کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر اور مجنوں کے کہنے سے چھوڑ دیں گے اور ان کی پُوجا اور بندگی سے انکار کر دیں گے آگے جواب مذکور ہے (۳۶) وہ نہ شاعر ہے نہ دیوانہ بلکہ وہ سچا دین لیکر آیا ہے اور وہ سب پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے ؛ یعنی وہ دینِ حق لیکر آیا ہے اور گزشتہ پیغمبروں کی تعلیم کی تصدیق کرتا ہے اس سے ان سب کی سچائی ظاہر ہوتی ہے یعنی سابقہ پیشین گوئیوں کے موافق آیا ہے اس کے آنے سے سب کی تصدیق ہوتی ہے یا وہ سب انبیاء کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور اس کے پیغمبر تھے (۳۷) بلاشبہ تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو (۳۸) اور تم کو بدلا نہیں دیا جائیگا مگر انہی اعمال کا جو تم کیا کرتے تھے ؛ یعنی تابع اور متبوع سب ہی دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہیں اور تم کو صرف انہی اعمال کفریہ اور شرکیہ کا بدلہ ملنا ہے جن کا تم ارتکاب کیا کرتے تھے (۳۹)

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾

لیکن ہاں اللہ کے وہ بندے جو مخصوص ہیں - ان مخصوص بندوں کے لئے مقرر شدہ روزی ہے

فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ

وہ روزی ہر طرح کے میوے ہیں اور وہ بڑے اکرام کیساتھ - نعمت کے باغوں میں - تختوں پر ایک دوسرے کے

مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ

آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے - ان اہل جنت کے رُوبرو ایسی لطیف شراب کے جام پیش کئے جاتے ہونگے - جن کی رنگت خوب سفید

لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾

اور مزے میں پینے والوں کیلئے نہایت لذیذ ہوگی - اس شراب سے نہ دوران سر ہوا ورنہ وہ اس سے عقل کھو بیٹھیں

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ

اور ان اہل جنت کے پاس نیچی نظروں والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی وہ حوریں صفائی میں ایسی ہوں گی گویا وہ انڈے ہیں

مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾

جو چھپے ہوئے رکھے ہوں - وہ اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر باہم حالات دریافت کریں گے

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ

ان جنتیوں میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا دنیا میں ایک ملنے والا تھا - وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کیا تو بھی

لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

یقین کرنے والوں میں سے ہے - بھلا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے

ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ

تو کیا پھر ہم جزا دئے جائیں گے - پھر وہ جنتی اپنے ساتھیوں سے کہیگا کہ تم میرے ملنے والے کو جھانک کر دیکھو گے - اس پر وہ خود ہی جھانکے گا

فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ

تو اس ملنے والے کو وسطِ دوزخ میں پڑا ہوا دیکھے گا - یہ جنتی اس سے کہے گا خدا کی قسم تو تو قریب تھا

لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾

کہ مجھ کو ہلاک ہی کر دیتا - اور اگر میرے پروردگار کا مجھ پر فضل نہ ہوتا تو میں بھی گرفتار شدگان میں سے ہوتا

لیکن ہاں اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جو مخصوص اور چیدہ ہیں ÷ مخلص بندے وہی ہیں جو شرک و معاصی سے خالص ہوں - ان کا کوئی تعلق ان ذِلّوں سے نہیں ہوگا بلکہ ان کیساتھ معاملہ دوسری قسم کا ہوگا جو آگے مذکور ہے - حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ان کے کیوں کا بدلا نہیں معاف ہوں گے ۱۲ (۴۰) ان مخلصین کے لئے روزی معلوم اور مقرر ہے ÷ یعنی یہ لوگ اہل ایمان ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص اور چیدہ بندے ہیں ان کی روزی معلوم ہے یعنی قرآن کی کئی سورتوں میں ذکر ہو چکا ہے یا یہ کہ مقرر ہے جو صبح اور شام ان کو پہنچائی جاتی ہے (۴۱) وہ رزق معلوم مختلف قسم کے میوے ہیں اور وہ نوازے ہوئے بڑے اکرام کیساتھ (۴۲) نعمت کے باغوں میں (۴۳) تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (۴۴) ان اہل جنت کے رُوبرو ایسی لطیف شراب کے جام پیش کئے جارہے ہوں گے جو نہری اور بہتی ہوئی شراب سے بھرے گئے ہوں گے (۴۵) جس کی رنگت خوب سفید اور مزے میں پینے والوں کیلئے نہایت لذیذ ہوگی (۴۶) اُس شراب سے نہ دوران سر ہو اور نہ وہ اس سے عقل کھو بیٹھیں ÷ یعنی اس شراب سے نہ خمار ہو نہ عقل میں فتور آئے - بہتی ہوئی کا مطلب یہ ہے جنت کی نہروں میں جاری ہوگی، ہم نے محاوروں کی رعایت سے جام پیش کئے جائیں گے ترجمہ کیا ہے ورنہ یطاف کے معنی شاہ صاحبؒ نے پھرتے ہوں گے لوگ کیلئے لوگ سے مراد غلمان ہیں (۴۷) اور ان اہل جنت کے پاس نیچی نظروں والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی (۴۸) وہ حوریں صفائی میں ایسی ہوں گی گویا وہ انڈے ہیں جو پردوں کے نیچے چھپے رکھے ہیں ÷ نیچی نگاہ والی یعنی پاک دامن اور عفت مآب بڑی بڑی آنکھوں والی یعنی خوش نما - اور رنگت کی صفائی میں ایسی جیسے انڈے پردوں میں چھپے رکھے ہیں سورۂ رحمٰن میں یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دی ہے یہاں شاید صفائی میں تشبیہ دی ہو رنگ خواہ کیسا ہی ہو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کہتے ہیں مراد ہیں شتر مرغ کے انڈے بہت خوش رنگ ہوتے ہیں (۴۹) وہ اہل جنت ایک دُوسرے کی طرف متوجہ ہوکر باہم حالات دریافت کریں گے ÷ یعنی ایک دُوسرے سے بات چیت کرتے ہوں گے اور آپس میں ایک دُوسرے کے حالات دریافت کرتے ہوں گے (۵۰) اُن اہل جنت میں سے ایک کہنے والا کہے گا میرا دُنیا میں ایک ملنے والا اور میرا ہم نشین تھا (۵۱) وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کیا تو بھی اس اَمر کے باور کرنے والوں اور یقین کرنے والوں میں سے ہے (۵۲) بھلا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا پھر ہم جزا دیئے جائیں گے اور ہم کو بدلا ملنا ہے ÷ یہ قرین مجاہد کے نزدیک شیطان ہے اور مقاتل نے کہا یہ ان دو شخصوں کا واقعہ ہے جن کا قصہ سورۂ کہف میں گزر چکا ہے ان دونوں میں سے ایک کافر تھا دوسرا مومن - کافر کا نام فرطوس تھا بہرحال اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب اہل جنت اپنا قصہ بیان کریں گے تو اس میں علی سبیل التذکرہ کوئی جنتی اپنے ایک کافر ملاقاتی کا حال بھی بیان کرے گا اور اس کا تعجب کے ساتھ یہ کہنا کہ ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما کا بھی ذکر کرے گا (۵۳) پھر وہ جنتی اپنے ساتھیوں سے کہے گا اور پوچھے گا کہ تم اُس میرے ہم نشیں اور اہل مجلس کو جھانک کر دیکھو گے (۵۴) اس پر وہ دوزخ میں جھانکے گا تو اس ملاقاتی کو وسط جہنم میں دیکھے گا ÷ یا تو وہ جنتی کہے گا جیسا کہ ہم نے قال کا ترجمہ کیا ہے یا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم اس شخص کو دیکھنا چاہتے ہو چنانچہ حضرت حق کی اجازت کے بعد یہ لوگ یا فقط وہی جو ذکر کررہا تھا جھانک کر دیکھے گا تو وہ اسکو قعر جہنم میں پڑا ہوا دیکھے گا - اور یہ چونکہ اُس کو پہچانتا تھا اس لئے شاید اسی نے دیکھا ہو آگے اسی کی گفتگو کا ذکر ہے یا سب اہل مجلس نے جھانکا ہو مگر گفتگو فقط اسی نے کی ہو (۵۵) یہ جنتی اس سے کہے گا اللہ تعالیٰ کی قسم تو تو قریب تھا کہ مجھکو ہلاک ہی کردیتا (۵۶) اور اگر میرے پروردگار کا مجھ پر فضل اور احسان نہ ہوتا تو میں بھی آج گرفتار شدگان میں سے ہوتا اور ماخوذ ہوکر حاضر کیا جاتا ÷ یعنی اگر خدانخواستہ میں تیری باتوں میں آکر بعثت سے بداعتقاد ہوجاتا تو ہلاک اور تباہ ہوکر تیری طرح جہنم میں پڑا ہوا ہوتا اور میں خود پکڑ کر حاضر کیا جاتا وہ تو اللہ نے مجھ پر اپنا فضل کیا کہ میں قیامت کے اعتقاد سے ہٹا نہیں اور خدا نے جو کچھ فرمایا تھا اور وقوعِ قیامت کی جو خبر دی تھی اس پر جما رہا

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ

پھر جنتی اپنے ساتھیوں سے کہیگا کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ سوائے اس مرنیکے اب ہم کو مرنا نہیں ہے، جو ہم پہلی مرتبہ دنیا میں مرچکے اور نہ ہم کبھی

بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ لِمِثْلِ

عذاب دئیے جانیوالے ہیں۔ بیشک جو انعامات مذکور ہوئے یہی بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے

هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ

کے لئے عمل کرنیوالوں کو چاہئے کہ عمل کریں۔ بھلا یہ نعمتیں بطور مہمانی بہتر ہیں یا زقوم کا

الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

درخت۔ ہم نے اس زقوم کے درخت کو ظالموں کیلئے موجب فتنہ و امتحان بنایا ہے۔ وہ زقوم ایک درخت ہے

تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝

جو جہنم کی تہ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے جیسے شیاطین کے سر۔

فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ

سو یہ اہل جہنم اسی زقوم کو کھائیں گے اور اسی سے اپنے پیٹوں کو بھریں گے، پھر

اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ

اس زقوم کے اوپر سے ان کو سخت کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائیگا یعنی کھولتے پانی میں ملا کر پلایا جائیگا پھر ان کی بازگشت

لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۝ فَهُمْ

دوزخ ہی کی طرف ہوگی۔ ان کو سزا دئیے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے بڑوں کو گمراہ پایا۔ اور یہ بھی

عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ

انہی کے قدم بقدم دوڑے چلے گئے۔ اور بلاشبہ اکثر اگلے لوگ ان سے پہلے بھی

الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ فَانْظُرْ

گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور ان گزشتہ لوگوں میں بھی ہم نے ڈرانے والے بھیجے تھے۔ سو اے مخاطب دیکھ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝

جن کو ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیسا ہوا۔ مگر ان اللہ کے وہ بندے جو مخلص و برگزیدہ تھے۔

ع ۲ ۵۳ ۶

(۵۸) اس واقعہ کے بعد پھر یہ خوش ہو کر اپنے ساتھی اہل جنت سے کہے گا کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اب ہم کو مرنا نہیں ہے (۵۸) سوائے اس مرنے کے جو ہم اپنی پہلی بار کی موت سے مرچکے اور ہم کبھی عذاب دیئے جانے والے نہیں ﴿ یعنی دنیا میں پہلی مرتبہ جو ہم مرچکے اسکے سوائے نہ ہم کو اب موت آئے گی اور نہ ہم عذاب دیئے جائیں گے۔ بخلاف اہل جہنم کے کہ وہ ہر وقت موت کے متوقع ہیں حالانکہ موت آتی نہیں (۵۹) بلاشبہ جو انعامات رُوحانی اور جسمانی مذکور ہوئے یہی بڑی کامیابی اور بڑی مُراد ملنی ہے (۶۰) ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لئے عمل کرنیوالوں کو چاہئے کہ عمل کریں ﴿ یہ کلام یا تو حضرت حق تعالیٰ کا ہے کہ اولٰئک لھم رزق معلوم سے جو نعمتیں بیان کی گئیں یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور ایسی نعمتوں کے حصول کیلئے عمل کرنیوالوں کو عمل کرنا چاہئے۔ یا یہ کلام اسی جنتی کا ہے جس نے اپنے اہل مجلس سے کہا دونوں قول تفسیر میں منقول ہیں (۶۱) بھلا یہ نعمتیں بطور مہمانی کے بہتر ہیں یا درخت زقوم کا یعنی سینڈھ یا تھوہر کا درخت ﴿ یعنی اوپر اہل جنت کی مہمان نوازی کا ذکر تھا اب اہل جہنم سے ان کا موازنہ فرماتے ہیں آگے زقوم کے درخت کی تفصیل ہے (۶۲) بیشک ہم نے اس درخت کو علاوہ عذاب کے دُنیا میں ان ظالموں کے لئے موجب امتحان بنالیا ہے ﴿ یعنی آخرت میں تو وہ عذاب ہے ہی لیکن دُنیا میں بھی ان کے لئے اُس درخت کا ذکر آزمائش ہے کہ اس میں الجھ رہے ہیں اور ان کو یقین نہیں آتا کہ آگ میں ہرا درخت کیسے ہو سکتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی آخرت میں اسکو کھاویں گے اور گلے میں پھنسے گا ایک یہ بھی عذاب ہوگا، یا خراب کرنا دُنیا میں یہ کہ سُن کر گمراہ ہوتے ہیں کہ سبز درخت دوزخ میں کیونکر اُگا۔ وہ ایک درخت ہے کہ نکلتا ہے دوزخ کی جڑ سے ۱۲ (۶۳) وہ زقوم ایک درخت ہے جو قعر جہنم اور جہنم کی تہ میں سے نکلتا ہے ﴿ یعنی دوزخ کی گہرائی میں سے اُگتا ہے (۶۴) اس کے خوشے ایسے بدنما جیسے شیاطین کے سر ﴿ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بدنما یا شیطان کہا سانپوں کو ۱۲ خلاصہ یہ کہ اس کے خوشے ایسے ہوں گے جیسے سانپوں کے پھن ہوتے ہیں (۶۵) سو یہ اہل جہنم اُسی زقوم سے کھائیں گے اور اسی زقوم سے اپنے پیٹوں کو بھریں گے ﴿ یعنی کچھ اور کھانے کو نہ ہوگا اور بھوک سے بیقرار ہوں گے تو اسی کو مجبوراً کھائیں گے اور اسی سے پیٹوں کو بھریں گے (۶۶) پھر اس زقوم کے اوپر سے ان کو سخت کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا ﴿ یعنی کھولتے ہوئے پانی میں پیپ اور کچلہو ملا کر پلایا جائیگا (۶۷) پھر ان کی بازگشت دوزخ کی طرف ہوگی ﴿ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بہت بھوکے ہوں گے تو آگ سے ہٹا کر یہ کھانا پانی کھلا پلا کر پھر آگ میں ڈال دیں گے (۶۸) کیونکہ انھوں نے اپنے بڑوں اور اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا (۶۹) اور یہ بھی ان کے قدم بقدم دوڑے چلے گئے ﴿ یعنی بجائے حق و باطل کی تحقیق کرنے کے اپنی رضا و رغبت اور شوق سے ان کی گمراہی اور غلط راہ پر تیزی سے چل پڑے اور دوڑے چلے گئے (۷۰) اور بلاشبہ ان سے پہلے بھی اکثر لوگ گمراہ ہو چکے ہیں (۷۱) اور ان گزشتہ لوگوں میں بھی ہم نے ڈرانے والے بھیجے تھے (۷۲) سوائے مخاطب دیکھ جن کو ڈرایا گیا تھا ان کا انجام اور ان کا آخر کیسا بُرا ہوا (۷۳) مگر ہاں اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جو مخلص اور چیدہ تھے ﴿ یعنی اہل ایمان اس بُرے انجام سے محفوظ رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ڈر سبھی کو سُناتے ہیں ان میں نیک بچتے ہیں اور بد پھنستے ہیں ۱۲ (۷۴)

باقی صفحہ ۱۶ پر

بقیہ صفحہ ۷۱۵: چونکہ اوپر ڈرانیوالے اور ڈرائے گئے لوگوں کا ذکر آیا تھا اسلئے چند انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ توحید اور رسالت کا اثبات ہو جائے۔ اگرچہ تفصیل نہیں ہے۔ تفصیل دُوسری جگہ مذکور ہے مگر جس قدر یہاں مذکور ہے اس سے مدعا ثابت ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے مرسل تھے اور توحید اور اخلاق عالیہ کی تعلیم دیتے تھے اور اسی بنا پر دینِ حق کے منکران کی مخالفت کرتے تھے اور بالآخر مستوجب سزا قرار پاتے تھے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **تفسیر صفحہ ہٰذا**۔ اور بلاشبہ ہم کو نوحؑ نے پکارا اور ہم سے دعا کی سو ہم کیا خوب پکار پر پہنچنے اور دعا کو قبول کرنیوالے ہیں ؛ دعا کرنیوالوں کی دعا کو قبول کرتے ہیں اور پکارنیوالوں کی پکار پر پہونچتے ہیں یعنی مدد فرماتے ہیں (۷۵) اور ہم نے نوح کو اور اس کے متعلقین اور متبعین کو بڑے غم سے نجات دی ؛ یعنی غرق کے عذاب سے مومنین کو جن کی تعداد تھوڑی تھی بچا لیا کہتے ہیں کہ کشتی میں کُل اَسّی یا اٹھاسی آدمی تھے وہی محفوظ رہے (۷۶) اور ہم نے صرف نوح ہی کی اولاد کو باقی رکھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کشتی میں اسّی یا اٹھاسی آدمی بچے تھے ان کی اولاد نہیں چلی انہی کے تین بیٹوں سے چلی سام بسا یعنی زمین عرب کے اور ایرانی اور تورانی پیدا ہوئے یافث بسا شمال کو ترک خزرج اور یاجوج ماجوج پیدا ہوئے۔ حام بسا جنوب کو ہند اور حبش پیدا ہوئے ۱۲ خلاصہ یہ کہ طوفان نوح کے بعد جب تمام دنیا غرق ہوگئی جیسا کہ عام مفسرین کی رائے ہے تو صرف حضرت نوح علیہ السّلام کے تین بیٹوں کی اولاد سے دُنیا بسی شاید جو لوگ حضرت نوح کیساتھ تھے اُن کا بھی انتقال ہوگیا اور ان کی اولاد بھی نہ رہی بعض مفسرین کے نزدیک جن کی تعداد بہت ہی کم ہے یہ طوفان عالمگیر نہ تھا بلکہ صرف اس زمین میں ہوا تھا جہاں حضرت نوح آباد تھے اور شاید لوگوں کی تعداد بھی صرف اتنی ہی تھی کیونکہ تمام زمین اس وقت تک آباد نہ ہوئی تھی۔ بلکہ ابتدائی دور تھا اور آبادی زیادہ بڑھی نہ تھی بعض احادیث سے بھی جمہور مفسرین کی تائید ہوتی ہے (۷۷) اور ہم نے پیچھے آنیوالے لوگوں کیلئے یہ بات رہنے دی (۷۸) کہ نوح پر سلام ہو سب عالم والوں میں ؛ یعنی ہم نے پچھلے لوگوں میں اس کیلئے ثنائے نیک اور اس کا ذکر جمیل چھوڑا دُوسری آیت میں دعا کے طور پر فرمایا اُس پر سلام ہو جو ہماری طرف سے عالم کے لوگوں میں۔ یا یہ مطلب ہے جو صاحب مدارک نے فرمایا کہ پچھلوں میں ہم نے ان کے لئے یہ بات رکھی کہ ان پر تمام عالم والے سلام بھیجا کریں۔ ہمارے اکابر نے دو طریقوں سے آیت کے معنی کئے ہیں پہلا طریقہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اختیار کردہ ہے اور دُوسرا طریقہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ہمیشہ خلق ان پر سلام بھیجتے ہیں سارا جہان ۱۲ پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے سلامتی کا اظہار ہے اور دُوسری صورت میں سلام بھیجنے کا حکم ہے (۷۹) ہم اسی طرح نیک روش اختیار کرنیوالوں کو جزا اور صلہ دیا کرتے ہیں ؛ یعنی محسنین کو جزائے حسن دیا کرتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ تمام امور میں تشبیہ ہو، صرف اتنی بات ہے کہ اچھوں کو اچھا صلہ دیتے ہیں (۸۰) بلاشبہ نوح ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا (۸۱) پھر ہم نے دُوسرے لوگوں کو ڈبو دیا اور غرق کر دیا (۸۲) اور نوح کے طریقے پر چلنے والوں میں سے ابراہیم بھی تھا ؛ یعنی جس طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عقائد دینیہ کے اصول میں ایک دُوسرے کے موافق ہوتے ہیں اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی عقائد میں اُنہی عقائد کے پابند تھے جو عقائد حضرت نوح علیہ السلام کے تھے یعنی توحید بعثت قیامت وغیرہ میں وہی خیالات حضرت ابراہیم کے بھی تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت نوح کے درمیان حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام دو مشہور پیغمبر گذرے ہیں۔ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے مابین کہتے ہیں کہ دو ہزار چھ سو چھیالیس برس کا زمانہ گزرا ہے واللہ اعلم (۸۳) ابراہیم کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب وہ اپنے پروردگار کی جانب بے عیب اور زندگا دل لیکر متوجہ ہوا اور اس کے رُوبرو آیا ؛ زندگا حضرت شاہ صاحبؒ کا لفظ ہے یعنی کوئی روگ حضرت ابراہیم کے قلب میں نہ تھا حضرت شاہ صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں یعنی گمراہی اور عیب سے پاک ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسا صحیح اور سالم دل لیکر حاضر ہوئے جو ہر قسم کی آلائش شرکیہ سے پاک صاف اور توحید سازج سے لبریز تھا حضرت ابراہیم کے بہت تفصیلی واقعات قرآن میں کئی مقام پر گزر چکے ہیں (۸۴) جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے دریافت کیا تم کس چیز کی پرستش کرتے ہو اور تم یہ کیا پوجا کرتے ہو (۸۵) کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کذب و افترا کے طور پر دُوسرے معبودوں کو چاہتے ہو ؛ اَئِفْكًا کی کئی ترکیبیں مفسرین نے کی ہیں (باقی صفحہ ۷۱۷ پر)

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَ

اور نوح نے ہم کو پکارا سو ہم کیا خوب پکار پر پہنچنے والے ہیں۔ اور ہم نے نوح کو اور

اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ

اس کی اہل کو بہت بڑے غم سے نجات دی۔ اور ہم نے صرف نوح ہی کی نسل کو

الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى

باقی رکھا۔ اور ہم نے پیچھے آنے والے لوگوں میں نوح کے لئے یہ بات رہنے دی۔ کہ نوح پر

نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾

سلام ہو سب عالم والوں میں۔ ہم نیک روش اختیار کرنیوالوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

کچھ شک نہیں کہ نوح ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ پھر ہم نے دُوسرے لوگوں کو غرق کر دیا۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ

اور نوح کی راہ پر چلنے والوں میں سے ابراہیم بھی تھا۔ ابراہیم کا وہ واقعہ قابل ذکر کہ جب وہ اپنے رب کیجانب بے عیب دل

سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا

لیکر متوجہ ہوا۔ جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے دریافت کیا تم کس چیز کی پرستش کیا کرتے ہو کیا تم جھوٹ اور اپنی فاسد

اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

رائے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دُوسرے معبودوں کو چاہتے ہو۔ آخر تم نے رب العٰلمین کی نسبت کیا خیال کر رکھا ہے۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ

پھر ابراہیم نے تاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا۔ اور کہا میں بیمار ہونیوالا ہوں۔ اس پر قوم کے لوگ اسکے پاس سے

مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾

اُلٹے چلے گئے۔ اس کے بعد ابراہیم چپکے سے ان کے بتوں میں جا گھسا اور بتوں سے کہا تم کھاتے کیوں نہیں۔

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾

تم کو کیا ہوا کہ تم بولتے بھی نہیں۔ پھر ان بتوں کو پوری قوت کے ساتھ مارتا ہوا ان پر جا پڑا

(بقیہ صفحہ ۲۰) ہم نے ترجمہ اور تفسیر میں صرف دو ترکیبوں پر اکتفا کر لیا۔ بہرحال حضرت ابراہیم نے ان کو تنبیہ کی کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنی فاسد رائے سے جھوٹے معبودوں کی عبادت میں لگے ہوئے ہو اور دُوسرے معبودوں کی پرستش کو پسند کرتے ہو (۸۶) آخر تم نے عالموں کے مالک اور پروردگار کے متعلق کیا خیال کر رکھا ہے: یعنی رب العالمین کے متعلق تو بتاؤ کہ تم نے کیا خیال قائم کیا ہے اور اسکو عبادت کے قابل جانتے ہو یا نہیں اور اس کو معبودِ حقیقی سمجھتے ہو یا نہیں سمجھتے۔ اتفاقاً انہی دنوں اُن کا ایک میلہ ہونیوالا تھا جس میں شریک ہونے کیلئے حضرت ابراہیم کو ان لوگوں نے دعوت دی اور یہ سمجھے کہ ہمارے بتوں کے میلے کی شان و شوکت کو دیکھ کر شاید ابراہیم کے خیالات کی اصلاح ہو جائیگی اسپر حضرت ابراہیم نے تاروں کی طرف دیکھ کر اپنے بیمار ہونے کا عذر کیا اور دعوت اور میلے کی شرکت کو ٹلا دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۸۷) پھر ابراہیم نے تاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا (۸۸) اور فرمایا میں بیمار ہونے والا ہوں (۸۹) غرض قوم کے لوگ ابراہیم کو چھوڑ کر ابراہیم کے پاس سے اُلٹے چلے گئے: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وے لوگ نجومی تھے ان کے دکھانیکو تاروں کی طرف دیکھ کر کہا یا نجوم کی کتاب دیکھ کر کہا میں بیمار ہوں یعنی ہوا چاہتا ہوں وے شہر سے باہر نکلتے تھے ایک عید کو اور بُت پوجنے کو اُن کو چھوڑ کر چلے گئے یہ ایک جھوٹ ہے اللہ کی راہ میں عذاب نہیں ثواب ہے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ ایسا توریہ اور ذو معنی بات جو اسلام کے فائدے کے لئے کی جائے اور مُسلمانوں کو فائدہ پہونچتا ہو تو ایسی بات وقت پر کہدینی جائز ہے اور اس سے انہ کان صدیقا نبیا پر کوئی اثر نہیں پڑتا (۹۰) جب وہ لوگ میلے میں چلے گئے تو ابراہیم چپکے سے ان کے بتوں میں جا گھسا اور بتوں سے کہا تم کھاتے کیوں نہیں: یعنی وہ چڑھاوے جو عام طور سے بُت پرست بتوں کے آگے رکھا کرتے ہیں ان کو کہا ہو گا کہ کھاتے کیوں نہیں اور یہ فرمانا بھی حضرت ابراہیم کا بطور تہکم اور استہزا ہوگا ورنہ حضرت ابراہیم جانتے ہوں گے کہ یہ بے جان پتھر تراشے ہوئے بُت کیا کھائیں گے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ان کے آگے کھانے رکھ گئے تھے ۱۲ (۹۱) تم کو کیا ہوا تم بولتے بھی نہیں (۹۲) پھر ان بتوں کو داہنے ہاتھ یعنی پُوری قوت سے مارتا ہوا ان پر جا پڑا: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی زور سے مار مار کر توڑا ۱۲ (۹۳)

تفسیر صفحہ ہذا: اس واقعہ کے بعد قوم کے لوگ ابراہیم کے پاس دوڑ کر گھبراتے ہوئے آئے: یعنی غصّے میں بھرے ہوئے اور گھبرا کر دوڑتے ہوئے آئے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی الزام دینے لگے جب ثابت ہو چکا ۱۲ (۹۴) ابراہیم نے کہا کیا تم ان بُتوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو: یعنی خود ہی تراشو اور اپنے ہی تراشوں کو پوجو جو تمہارے خود محتاج ہیں وہ کیا تمہارے کام آئیں گے (۹۵) حالانکہ تم اور جو کام تم کرتے ہو اسکو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے: یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح تمہارا خالق ہے اسی طرح تمہارے اعمال کا خالق بھی وہی ہے لہٰذا عبادت اور پرستش کا بھی وہی حقدار ہے جس کی ہمہ گیر خالقیت کے تمام اعراض اور جواہر محتاج ہیں۔ غرض حضرت ابراہیم کی گفتگو اور ان کے مناظرانہ انداز سے لاجواب ہو کر حضرت ابراہیم کے خلاف دوسری تدبیریں کرنے لگے جو عام طور سے ذی اقتدار لوگ کیا کرتے ہیں (۹۶) قوم کے لوگ کہنے لگے ایک عمارت یعنی چار دیواری بناؤ پھر ابراہیم کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو: یعنی ایک آتش کدہ بناؤ اس چار دیواری کو آگ سے پُر کر دو اور اس میں ابراہیم کو ڈال دو تاکہ یہ جل کر راکھ ہو جائے جیسا کہ سورۂ انبیاء میں تفصیل گزر چکی ہے آگ میں ڈالتے وقت انھوں نے یہ کلمات کہے

فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ﴿٩٤﴾ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾

اس واقعہ کے بعد قوم کے لوگ ابراہیم کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ ابراہیم نے کہا کیا تم ان بتوں کو پوجتے ہو جنکو تم خود ہی تراشتے ہو

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا

حالانکہ تم کو اور جو کام تم کرتے ہو اسکو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ قوم کے لوگ کہنے لگے ابراہیم کیلئے ایک عمارت یعنی چار دیواری بناؤ

فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ

پھر ابراہیم کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالدو۔ غرض انھوں نے ابراہیم کیساتھ ایک بُرائی کا ارادہ کیا تھا مگر ہم نے

الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾

انہی کو مغلوب کر دیا۔ اور ابراہیم نے کہا میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں یعنی ہجرت کرکے۔ وہ ضرور میری رہنمائی کریگا

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾

اے میرے رب مجھ کو کوئی سعادتمند فرزند عطا فرما۔ لہٰذا ہم نے اس کو ایک سلیم الطبع لڑکے کی بشارت دی

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ

پھر جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچ گیا کہ ابراہیم کیساتھ دوڑنے یعنی چلنے پھرنے اور ہاتھ بٹانے لگا تو ابراہیم نے کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں

أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا

دیکھتا ہوں کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں سو تو بھی غور کرلے کہ تیری کیا رائے ہے لڑکے نے کہا اے میرے باپ جو حکم آپکو دیا گیا ہے اسے

تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّا

کر ڈالئے انشاء اللہ آپ مجھے سہار کرنیوالوں میں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں باپ بیٹے حکم کی

أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿١٠٤﴾

بجا آوری پر تیار ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا۔ اور ہم نے ابراہیم کو یہ کہکر پکارا کہ اے ابراہیم

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾

تو نے خواب کو پُوری طرح سچ کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو یوں ہی صلہ دیا کرتے ہیں

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ

بلاشبہ یہ کام تھا بھی ایک کھلا ہوا امتحان۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس لڑکے کے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْوَاحِدُ فِي السَّمَاءِ وَاَنَا الْوَاحِدُ فِي الْاَرْضِ لَيْسَ فِي الْاَرْضِ اَحَدٌ يَعْبُدُكَ غَيْرِيْ حَسْبِيَ اللّٰهُ نِعْمَ الْوَكِيْلُ یعنی تو جس طرح اللہ تعالیٰ بحیثیت معبود ہونے کے آسمانوں میں یکتا ہے اسی طرح میں بحیثیت عابد کے زمین میں اکیلا ہوں زمین میں اس وقت میرے سوا تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہے اللہ تعالیٰ مجکو کافی ہے اور وہی اچھا اور بہتر کارساز ہے (۹۷) غرض انھوں نے ابراہیم کیساتھ ایک برائی اور بدخواہی کا ارادہ کیا مگر ہم نے انہی کو مغلوب اور نیچا کر دیا: یعنی آگ ٹھنڈی ہو گئی حضرت ابراہیم صحیح اور سلامت نکل آئے اور ان منکروں نے جو داؤں کیا تھا اُس داؤں میں انہی کو نیچا دیکھنا پڑا اور ان کا داؤں انہی پر اُلٹا پڑا اور ہم نے ان کو زیر تر کر دیا (۹۸) ابراہیم نے کہا میں اپنے پروردگار کی طرف یقیناً جانیوالا ہوں وہ میری ضرور رہنمائی فرمائے گا: یعنی آگ سے سلامت نکلنے کے بعد انھوں نے دارالکفر سے ہجرت کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی راہ میں کسی طرف ہجرت کرکے چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو کسی بہتر مقام کیلئے راہ بتائے گا اور میں وہاں پہونچ جاؤں گا۔ جب حضرت ابراہیم تشریف لے گئے تو راستے میں (باقی ضمیمہ میں)

اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اُس لڑکے کے فدیہ میں دیا ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بڑے درجے کا بہشت سے آیا ایک دُنبہ حضرت ابراہیم نے اپنی آنکھیں پٹی سے باندھ کر چھری چلائی زور سے اللہ کے حکم سے گلا نہ کٹا حضرت جبرئیل نے بیٹے کو سرکا دیا اور ایک دنبہ رکھ دیا آنکھیں کھولیں تو دُنبہ ذبح پڑا تھا ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ ذبح کو عظیم فرمایا یا تو عظیم الجثہ مراد ہے یا عظیم المرتبت یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا جہاں آج کل بھی حاجی قربانیاں کرتے ہیں (۱۰۷) اور ہم نے پیچھے آنیوالے لوگوں میں ابراہیم کے لئے یہ بات رہنے دی (۱۰۸) کہ ابراہیم پر سلام ہو ؛ یعنی ان پر ہمیشہ سلام بھیجا جاتا رہے جیسا کہ آج تک درود شریف میں ابراہیم اور آل ابراہیم کا ذکر آتا ہے (۱۰۹) ہم نیک روش اختیار کرنیوالوں کو ایسا ہی بدلا اور صلہ دیا کرتے ہیں (۱۱۰) بلاشبہ وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھا ؛ حضرت ابراہیم جیسا ایمان کس کو نصیب ہو تا ہے (۱۱۱) اور ہم نے منجملہ اور احسانات کے ابراہیم کو اسحاق کی بھی بشارت دی تھی جو نبی اور شائستہ اور سعادتمند لوگوں میں سے ہوگا ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں معلوم ہوا کہ وہ پہلی خوش خبری اسمٰعیل کی تھی اور سارا قصہ ذبح کا اُنہی پر تھا۔ یہود کہتے ہیں ذبح کیا اسحٰق کو لیکن خلاف ہے اسحاق کی خوش خبری کیساتھ خبر ہے یعقوب کی بھی سورۂ ہود میں ہو چکا اور خبر ہے نبی ہونے کی یہ سنکر حضرت ابراہیم پوچھتے کہ ابھی دونوں باتیں ظہور میں نہیں آئیں ذبح کیوں کر ہوگا ۔ خلاصہ یہ کہ یہود کا قول کہ وہ حضرت اسحٰق کو ذبح قرار دیتے ہیں یہ قرآنی نصوص سے معتبر نہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ دو واقعے ہیں اسماعیل کے ساتھ منیٰ میں ہوا اور اسحاق کے ساتھ شام میں ہوا حالانکہ یہ بھی صحیح نہیں۔ پہلے لوگ جو بُت پر انسانوں کو قربان کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے ہاتھوں اس قربانی کا رُخ انسانوں سے ہٹا کر جانوروں کیطرف کر دیا مشرک بتوں کے نام پر قربانی کرتے ہیں اور مومن اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی دیتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سنۃ ابیکم ابراھیم۔ یہ قربانی تمہارے باپ ابراہیم کا طریقہ ہے۔ (۱۱۲) اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحاق پر اپنی برکتیں نازل فرمائیں اور ان دونوں کی نسل میں سے کچھ نیکوکار ہیں اور کچھ اپنی جانوں پر صریح ظلم کرنیوالے بھی ہیں ؛ دین و دنیا کی برکتوں سے نوازا اور ان کی نسل دُنیا میں خوب پھیلی عام طور سے مفسرین نے دونوں سے ابراہیم اور اسحٰق مُراد لئے ہیں لیکن شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ دونوں کہا دونوں بیٹوں کو دونوں سے بہت اولاد پھیلی اسحاق کی اولاد میں نبی گزرے بنی اسرائیل کے اور اسمٰعیل کی اولاد میں عرب جس میں ہمارے پیغمبر ہوئے ۱۲ (۱۱۳) اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا ؛ جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں گزر چکا ہے ولقد مننا علیك مرۃ اخری (۱۱۴) منجملہ ان احسانات کے یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت اور بڑے غم سے نجات دی یعنی فرعون کی ایذا رسانی اور اس کی غلامی سے نجات دی یا غرق ہو جانے کا اندیشہ تھا جب سمندر اور فرعون کی فوجوں کے مابین گھر گئے تھے اس وقت غرق سے بچایا (۱۱۵) اور ہم نے ان سب کی مدد فرمائی یعنی موسیٰ ہارون اور ان کی قوم کی۔ تو آخر کار وہی غالب ہوئے ؛ یعنی فرعون کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی مدد فرمائی اور آخر کار فرعونی مغلوب ہوئے ان کی حکومت ختم ہوئی اور بنی اسرائیل غالب ہوئے اور مصر کی حکومت ان کے قبضہ میں آئی (۱۱۶) اور ہم نے ان دونوں بھائیوں کو ایک واضح کتاب عطا کی ؛ یعنی توریت (۱۱۷) اور ہم نے ان دونوں کو سیدھی راہ پر قائم رکھا ؛ یعنی جو راہ ان کو دکھائی تھی اُسی پر قائم رکھا (۱۱۸) اور ہم نے پیچھے آنیوالے لوگوں میں ان دونوں کے لئے یہ بات رہنے دی (۱۱۹) کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ؛ یعنی یہ بات ان کے پیچھلے لوگوں میں باقی چھوڑی کہ ان دونوں پر سلام بھیجتے رہیں تفصیل حضرت نوحؑ کے ذکر میں گزر چکی ہے۔ وہی معنی یہاں بھی ہیں۔ چنانچہ جب ان کا نام لیا جاتا ہے تو علیہ السلام کہا جاتا ہے (۱۲۰) ہم نیک روش پر قائم رہنے والوں کو ایسا ہی بدلا اور صلہ عطا کیا کرتے ہیں (۱۲۱) بلاشبہ وہ دونوں ہمارے ایمان دار بندوں میں سے ہیں (۱۲۲) اور بیشک الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھا ؛ حضرت الیاس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت ہارون کی چوتھی یا پانچویں پشت میں تھے۔ حضرت یوشع بن نون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جب نواحی شام کو فتح کیا تو انھوں نے تمام علاقے کو اسباط بنی اسرائیل میں تقسیم کر دیا ایک خاندان کو بعلبک کا علاقہ ملا بنی اسرائیل میں بُت پرستی رواج پذیر ہوئی تو حضرت الیاسؑ کو ان کی ہدایت کے لئے مقرر کیا۔ حضرت الیاسؑ کے زمانے میں اُس علاقہ کا حکمران ایک اجب نامی حاکم تھا یہ لوگ بعل نامی بُت کی پُوجا کرتے تھے۔

(باقی صفحہ ۶۱۹ پر)

عَظِيمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۰۸﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ

فدیہ میں دیا ۔ اور ہم نے پیچھے آنیوالے لوگوں میں ابراہیم کیلئے یہ بات رہنے دی ۔ کہ ابراہیم پر سلام ہو یعنی ہمیشہ

إِبْرَاهِيمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۱۰﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا

سلام بھیجا جاتا ہے ۔ ہم نیک روش اختیار کرنیوالوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ ابراہیم ہمارے

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۱۲﴾

ایماندار بندوں میں سے تھا ۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بھی بشارت دی تھی جو نبی اور سعادت مند لوگوں میں سے ہوگا ۔

وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَ

اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحٰق پر اپنی برکتیں نازل فرمائیں اور ان دونوں کی نسل میں سے کچھ نکوکار ہیں اور

ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿۱۱۳﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۱۴﴾

بعض اپنے حق میں صریح ظلم کرنیوالے بھی ہیں ۔ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا ۔

وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنَاهُمْ

اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی ۔ اور ہم نے ان سب کی مدد کی

فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۱۱۶﴾ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ﴿۱۱۷﴾

تو آخر کار یہی لوگ غالب ہوئے ۔ اور ہم نے ان دونوں بھائیوں کو ایک ایسی کتاب دی جو صاف و واضح تھی اور

وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي

ہم نے ان دونوں کو سیدھی راہ پر قائم رکھا ۔ اور ہم نے پیچھے آنے والے لوگوں میں ان دونوں کے لئے

الْآخِرِينَ ﴿۱۱۹﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۲۰﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ

یہ بات رہنے دی ۔ کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ۔ ہم نیک روش پر قائم رہنے والوں کو

نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۱﴾ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۲﴾ وَ

ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ دونوں ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے اور

إِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا

بیشک الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھا ۔ الیاس کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم

(بقیہ صفحہ ۷۱۸) یہ ایک بت تھا گز لمبا بت تھا اور اس کے چار منہ تھے۔ اس حاکم کی بیوی کا نام ازبیل تھا وہ حاکم پر بہت قابو یافتہ تھی۔ غرض حضرت الیاسؑ نے بہت سمجھایا لیکن یہ لوگ اُن کے درپے آزار ہوئے دعاء اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہاڑوں میں تشریف لے گئے پھر جب ان لوگوں پر مصیبت آئی وہ ظاہر ہوئے دعا کی اُن کی دعاء سے مصیبت ٹل گئی لیکن ان لوگوں نے پھر ان کی مخالفت کی چند اور لوگ تھے جو توریت پر ایمان رکھتے تھے اور دین موسوی پر قائم تھے لیکن وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے بہر حال وہ بنی اسرائیل میں نبی تھے انھوں نے قوم کو سمجھایا۔ ان کا نام الیاسین۔ الیاس۔ آل الیاسین تھا۔ ان کا قصہ بعض تفسیروں میں بڑی تفصیل کیساتھ مذکور ہے (۱۲۳) الیاس کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ؟ ؛ یعنی بنی اسرائیل جو بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے ان کو حضرت الیاس نے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا اور فرمایا کیا تم کو ڈر نہیں (۱۲۴) تفسیر صفحہ ہٰذا ہر کیا تم بعل نامی بت کو پوجتے ہو اور اُس معبود حقیقی کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بہتر بنانیوالا اور پیدا کرنیوالا ہے ؛ یعنی کچھ بنانیوالے ایسے ہیں جو بعض اشیاء کی تحلیل و ترکیب کر لیتے ہیں یعنی قدرت کی پیدا کردہ چیزوں کو ملا کر کوئی کھلونے بنا لیتا ہے کوئی گاڑی یا انجن بنا لیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو اشیاء کا موجد اور خالق ہے انسان اصل اشیاء کا ایجاد کرنیوالا نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ حقیقی بنانے والا ہے اور سب سے بہتر بنانیوالا ہے

تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾

تو ڈرتے نہیں۔ کیا تم بعل نامی بت کو پوجتے ہو اور اسکو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے

اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ

وہ معبود حقیقی تمہارا بھی رب ہے اور وہی تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے۔ پس ان لوگوں نے الیاس کی تکذیب کی سو یقیناً

لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

وہ گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں گے۔ مگر ہاں جو اللہ کے چیدہ و برگزیدہ بندے تھے۔ اور ہم نے پیچھے آنیوالے

فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

لوگوں میں الیاس کیلئے یہ بات رہنے دی کہ الیاسین پر سلام ہو۔ بے شک ہم نکوکاروں کو

نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾ وَ

ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ الیاس ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ اور

اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾

بیشک لوط بھی پیغمبروں میں سے تھا۔ لوط کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ ہم نے اسکو اور اس کے تمام متعلقین کو عذاب سے بچا لیا

اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَاِنَّكُمْ

مگر ہاں ایک بڑھیا یعنی اسکی بیوی کہ وہ رہ گئی رہ جانیوالوں میں۔ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر ڈالا۔ اور مکہ والو!

لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾

تم تو لوط کے لوگوں پر سے کبھی صبح ہوتے۔ اور کبھی رات میں گذرا بھی کرتے ہو تو کیا تم پھر بھی سمجھ سے کام نہیں لیتے

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ

اور بیشک یونس بھی پیغمبروں میں سے تھا۔ یونس کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ وہ اپنی قوم سے بھاگ کر ایک ایسی کشتی پر

الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ

پہنچا جو مسافروں وغیرہ سے بھری تھی پھر یونس قرعہ اندازی میں کشتی والوں کیساتھ شریک ہوا اور ہر دفعہ یونس ہی مغلوب و ملزم ٹھہرا۔ پھر

الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾

اسکو مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے پر ملامت کر رہا تھا۔ پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ یاد کرتا تھا پاک ذات کو

(۱۲۵) وہ معبود حقیقی تمہارا بھی پروردگار ہے اور وہی تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے ؛ یعنی احسن الخالقین اللہ تعالیٰ ہے جو تمہارا اور تمہارے بڑوں کو پیدا کرنیوالا اور پرورش کرنیوالا ہے (۱۲۶) پھر ان لوگوں نے حضرت الیاس کی تکذیب کی اور حضرت الیاس کو جھوٹا بتایا سو یقیناً وہ لوگ گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں گے (۱۲۷) مگر ہاں جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مخلص بندے ہیں ؛ یعنی جو اُجب نامی حکمراں اور اسکی ملکہ ازبیل کی پیروی کرتے رہے اور حضرت الیاس کو قتل کرنیکے درپے ہوئے اور تکذیب کا شیوہ اختیار کیا وہ مجرمانہ حیثیت سے عذاب میں حاضر کئے جائیں گے البتہ جو لوگ مومن رہے اور موسوی دین پر قائم رہے وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ (۱۲۸) اور ہم نے پیچھے آنیوالے لوگوں کے لئے یہ بات رہنے دی (۱۲۹) کہ الیاسین پر سلام ہو ؛ مطلب اُوپر گزر چکا ہے (۱۳۰) بلاشبہ ہم نیک روش پر قائم رہنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ (۱۳۱) بلاشبہ وہ الیاسین ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا ؛ یعنی کامل مومنوں میں سے تھا (۱۳۲) اور بیشک لوط بھی پیغمبروں میں سے تھا (۱۳۳) لوط کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ ہم نے اُسکو اور اس کے تمام متعلقین کو عذاب سے بچا لیا (۱۳۴) مگر ہاں ایک بڑھیا جو رہ گئی رہ جانیوالوں میں ؛ یعنی حضرت لوط کی بیوی جو کفار سے ملی ہوئی تھی وہ انہی کے ساتھ رہ گئی (۱۳۵) پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا ؛ یعنی حضرت لوط اور ان کے ساتھی مومنین کے سوا سب کو موت کے گھاٹ اُتار دیا (۱۳۶) اور اے مکہ والو! تم تو لوط والوں کے مکانات پر سے گزرا بھی کرتے ہو کبھی صبح ہوتے (۱۳۷) اور کبھی رات میں پھر بھی نہیں سمجھتے اور سمجھ سے کام نہیں لیتے ؛ یعنی تمہارے تجارتی قافلے تو ان بستیوں پر صبح کو اور کبھی رات میں گزرا کرتے ہیں یعنی جب ملک شام جاتے ہو تو ان اُلٹی ہوئی بستیوں سے گزرتے ہو کیا پھر بھی نہیں سمجھتے کہ ان پر عذاب کیوں ہوا اور پیغمبر کی نافرمانی کی سزا اُن کو کس طرح ملی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں قوم لوط کی بستیاں اُلٹی ہوئی نظر آتی ہیں شام کی راہ میں ؛ (۱۳۸) بلاشبہ یونس بھی پیغمبروں میں سے تھا ؛ یعنی یونس علیہ السلام کو موصل سے نینوا بھیجا اللہ تعالیٰ نے تاکہ وہاں کے لوگوں کو رسالت کا پیغام پہونچائیں۔ جب وہاں کے لوگ ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو عذاب سے ڈرایا اور عذاب کے آنے کا ایک دن مقرر کر دیا اور خود وہاں سے نکل کر دوسری جگہ چلے گئے اور وہاں سے نینوا کی خبریں حاصل کرتے رہے یہاں یوم موعود پر عذاب کے آثار نمودار ہوئے لوگ گھروں سے نکل کر جنگل میں گئے وہاں جا کر توبہ کی ایمان لائے اور گڑگڑائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب واپس ہو گیا۔ جب حضرت یونس کو یہ معلوم ہوا تو شرمندگی کے باعث نینوا میں واپس نہ آئے بلکہ ایک کشتی پر سوار ہو کر اس علاقہ سے نکل جانا چاہتے تھے۔ بچوں کو اور بیوی کو لیکر نکلے۔ یہ واقعہ سورۂ یونس اور سورۂ انبیاء میں قدرے تفصیل سے گزر چکا ہے (۱۳۹) اور یونس کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ وہ اپنی قوم سے بھاگ کر ایک ایسی کشتی پر پہنچا جو مسافروں وغیرہ سے بھری تھی ؛ یعنی جب یہ معلوم ہوا کہ قوم پر سے عذاب ٹل گیا تو انھوں نے یہ سمجھا کہ اگر واپس جاؤں گا تو قوم مجھے جھٹلائے گی اسلئے کہیں نکل جاؤں چونکہ یہ تجویز

(باقی صفحہ ۷۲۰ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۱۹) بھاگ نکلنے کی بغیر اللہ تعالیٰ کی منظوری کے اختیار کی اس لئے وہ واقعات پیش آئے جو آگے مذکور ہیں کہتے ہیں ندی پار کر رہے تھے کہ ایک لڑکا اور بیوی بہہ گئی اور ایک لڑکے کو کنارے پر چھوڑ گئے تھے اُسے بھیڑیئے لے گیا بہر حال یونس آگے کشتی پکڑ کر کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی روانہ ہوئی تو دھارے پر جا کر رک گئی۔ اور چکر کھانے لگی کشتی والوں نے کہا ان مسافروں میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا سوار ہو گیا ہے اور ہم قاعدے اور دستور کے موافق بھاگے ہوئے غلام کو دریا میں پھینکدیا کرتے ہیں تاکہ ہماری کشتی غرق سے محفوظ رہے حضرت یونس سمجھ گئے کہ ہو نہ ہو وہ غلام میں ہی ہوں جو مولا سے بھاگ کر آیا ہوں چنانچہ انھوں نے اپنے کو پیش کر دیا لیکن ان کی صورت کو دیکھ کر ناخدا کو یقین نہ آیا کہ یہ بھاگے ہوئے غلام ہیں چنانچہ قرعہ ڈالا گیا اور کئی بار قرعہ میں ان کا ہی نام نکلا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۴۰) پھر یونسؑ قرعہ اندازی میں کشتی والوں کیساتھ شریک ہوا اور اہل کشتی کے ساتھ قرعہ ڈلوایا پھر وہ یونس مغلوب اور الزام خوردہ قرار پایا۔ یعنی انہی کا نام نکلا اور انکو سمندر میں پھینکنے کا فیصلہ ہوا کشتی کے سرے پر جب حضرت یونس کو پھینکنے لائے تو دیکھا کہ ایک مچھلی منہ کھولے ہوئے بیٹھی ہے۔ یہ ناخدا اُن کو کشتی کے دوسرے سرے پر لے گیا تو وہاں پھر وہ مچھلی موجود پائی بالآخر مجبور ہو کر کشتی کو بچانے کی غرض سے یونس دریا میں کود گئے اپنی کمبلی سر پر رکھی اور مچھلی کے منہ میں جا پڑے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کشتی دریا میں چکر کھانے لگی لوگوں نے کہا اس میں کوئی غلام ہے اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہر ایک کے نام پر قرعہ ڈالا ان کا نام نکلا ۱۲ (۱۴۱) پھر اس کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ الزام خوردہ اور پشیمان تھا۔ یعنی الزام یہی کہ بلا اجازت شہر سے کیوں نکل گئے اور عذاب کی تاریخ بلا اجازت کیوں معین فرمائی۔ بہر حال مچھلی نے نگل لیا اور مچھلی کو یہ حکم ہوا کہ یہ تیری غذا نہیں ہے تیرا پیٹ فقط اس کے لئے قید خانہ ہے یہ تیرے پیٹ میں اس طرح محفوظ رہے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں محفوظ رہتا ہے چنانچہ مچھلی دریا میں اپنا منہ باہر نکال کر چلتی تھی تاکہ یونس کا دم نہ گھٹے۔ حضرت یونس اُن اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے جیسا کہ سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے۔ (۱۴۲) پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنیوالوں میں سے تھا (۱۴۳) تفسیر صفحہ ہٰذا۔

لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ

تو اسی مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک پڑا رہتا جس دن مُردے زندہ کئے جائیں گے۔ آخر کار ہم نے اسکو ایک کھلے میدان میں ڈالدیا

وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿١٤٦﴾ وَ

اور وہ اس وقت بیمار و ناتواں تھا۔ اور ہم نے ان پر ایک بیلدار درخت اگا دیا۔ اور

أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾ فَآمَنُوا

ہم نے اُس کو ایک لاکھ یا لاکھ سے زیادہ آدمیوں پر پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ پھر اس واقعہ کے بعد وہ سب لوگ ایمان لے آئے

فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ

اور ہم نے ان کو ایک وقت خاص تک سود مند کیا۔ اے پیغمبر آپ ان کفار سے دریافت کیجئے کیا آپکے رب کیلئے تو بیٹیاں ہیں

وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ

اور ان کے لئے بیٹے۔ یا کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور وہ

شَاهِدُونَ ﴿١٥٠﴾ أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللَّهُ

دیکھ رہے تھے۔ خوب سُن لو وہ محض اپنی بہتان طرازی سے کہتے ہیں۔ کہ اللہ صاحب اولاد ہے

وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٥٢﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ﴿١٥٣﴾

اور کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کو پسند کیا ہے

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿١٥٤﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٥﴾ أَمْ لَكُمْ

تمہیں کیا ہو گیا تم کیسا حکم لگاتے ہو۔ کیا تم غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ کیا تمہارے پاس

سُلْطَانٌ مُبِينٌ ﴿١٥٦﴾ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٥٧﴾

کوئی واضح دلیل ہے۔ اگر سچے ہو تو وہ اپنی کتاب لا کر پیش کرو۔

وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ

اور ان لوگوں نے خدا کے اور جنات کے مابین رشتہ قرار دے رکھا ہے حالانکہ جنات کو اس امر کا پورا یقین ہے کہ ان میں کے بدکردار جن

إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٥٩﴾

گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں

تو وہ یونس اس مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک ٹھہرا رہتا جس دن کہ مردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے یعنی قیامت تک ۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت یونس اگر مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین نہ کہتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ سے نہ نکلتے بلکہ اس کی غذا بنا لئے جاتے اور قیامت میں عام مردوں کی طرح اٹھائے جاتے یہ مطلب نہیں کہ قیامت تک مچھلی بھی زندہ رہتی اور ان کو پیٹ میں لئے پھرتی۔ کلمہ لا الٰہ الا انت توحید اور حضرت حق کی پاکی اور استغفار سب کو شامل ہے من المسبحین۔ ایک مطلب یہ ہے کہ چونکہ یونس ہمیشہ سے شکر کرنیوالوں۔ عبادت کرنیوالوں۔ نماز پڑھنے والوں پاکی بیان کرنیوالوں میں سے تھا اس لئے اس ابتلا کے موقع پر اس کی دعا بہت جلد قبول کر لی گئی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کو رفاہ اور آسانی میں یاد رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ مصیبت کے وقت اس کی دعا جلد قبول کر لیتا ہے اور جو بندہ عیش میں اس سے غافل رہتا ہے تو مصیبت میں اللہ تعالیٰ بھی اسکی دعا قبول کرنے میں تاخیر سے کام لیتا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہنا ہوا اس میں مختلف اقوال ہیں۔ تین دن یا سات دن یا چالیس دن۔ حضرت شعبی کا قول ہے کہ دن کے ابتدائی حصے میں مچھلی نے نگلا اور دن کے آخری حصے میں اگل دیا یعنی صبح کو پیٹ میں رکھا اور شام کو اگل دیا واللہ اعلم (۱۴۴) آخر کار ہم نے اس کو ایک چٹیل اور چٹپڑ میدان میں ڈال دیا اور اس کی حالت یہ تھی کہ وہ مضمحل اور ناتواں تھا (۱۴۵) اور ہم نے اس پر ایک بیلدار درخت اُگا دیا۔ یعنی مچھلی نے ایک بے گھاس کے میدان میں ان کو اگل دیا۔ اور چونکہ وہ بیمار مضمحل اور ناتواں تھے۔ مچھلی کے پیٹ کی حدت نے ان کو اس قدر گھلا دیا تھا کہ ایک گوشت کا لوتھڑا معلوم ہوتے تھے وہاں ہم نے ان پر کدو کی بیل اگا دی اور وہ اس طرح ان پر چھا گئی کہ مکھی اور مچھر کے ضرر سے محفوظ رہے۔ اور دھوپ سے ان کی حفاظت ہوئی پہاڑی بکری کو حکم دیا گیا جو صبح اور شام ان کو دودھ پلا جایا کرتی تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں وہ کدو کی بیل تھی ۱۲ غرض چند روز میں ان کے جسم میں کھال اور بال وغیرہ جم آئے اور وہ تندرست و توانا ہو گئے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی پر سختی اور بلا نازل ہو تو اس کے دور کرنے

(باقی ضمیمہ میں)

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٠﴾ فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٦١﴾ مَا

مگر ہاں خدا کے وہ بندے جو چیدہ ہیں وہ ان باتوں سے مستثنیٰ ہیں۔ سو منکرو تم اور جن کو تم پوجتے ہو یعنی جنات وغیرہ وہ سب

أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿١٦٢﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿١٦٣﴾

کسی شخص کو خدا کے خلاف گمراہ نہیں کر سکتے۔ مگر ہاں اسی کو جو جہنم میں جانے والا ہی ہے۔

وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ

اور فرشتوں کا قول ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک درجہ معین ہے۔ اور ہم تو صف بستہ

الصَّافُّونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٦٦﴾ وَإِنْ كَانُوا

کھڑے ہونے والے ہیں۔ اور ہم خدا کی پاکی بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے

لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾

یہ کافر کہا کرتے تھے۔ اگر ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کی سی کوئی نصیحت آمیز کتاب آتی

لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ

تو یقیناً ہم بھی خدا کے خاص بندے ہوتے۔ مگر اب یہ اس کتاب کے منکر ہو گئے سو تھوڑے دنوں میں انکو اپنا انجام

يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧١﴾

معلوم ہوا جاتا ہے۔ اور بے شک ہمارے وہ بندے جو رسول ہیں ان کے حق میں ہماری یہ بات پہلے سے طے شدہ ہے

إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿١٧٢﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿١٧٣﴾

کہ یقیناً وہ مظفر و منصور ہوں گے۔ اور یقیناً ہمارا ہی لشکر غالب رہنے والا ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾

سو اے پیغمبر آپ تھوڑی مدت تک ان کفار کو منہ نہ لگائیے۔ اور آپ ان کو دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی اپنا انجام دیکھ لیں گے

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ

کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کو جلدی چاہتے ہیں۔ پھر جب وہ عذاب ان کے گھروں کی انگنائی میں آنازل ہوگا

فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٨﴾

تو جنکو ڈرایا جا چکا تھا انکے لیے وہ وقت بہت برا وقت ہوگا۔ اور اے پیغمبر آپ تھوڑی مدت تک ان کفار کو منہ نہ لگائیے یعنی کوئی تعرض نہ کیجیے

مگر ہاں جو اللہ تعالیٰ کے مخلص اور چیدہ بندے ہیں وہ ان باتوں سے مستثنا ہیں ÷ یعنی یہ کفار یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی جناتنی سے شادی کی اس سے فرشتے پیدا ہوئے اس لئے جنات سے اللہ تعالیٰ کا رشتہ ناطہ قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بیوی سے پاک ہے جب بیوی نہیں تو سسرال کی رشتہ داری کہاں جب زوجہ محال ہے تو صہریت وغیرہ کا نسب بھی محال اور جن جنات کو یہ خدا کا شریک اور رشتہ دار ٹھہراتے ہیں وہ جنات بھی خوب جانتے ہیں کہ وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے اور جب وہ مستحق عذاب ہیں تو رشتہ ناطہ کیسا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو باتیں یہ حضرت حق کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر ہاں جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں وہ عذاب سے نجات پائیں گے یا یہ کہ منکر ایسی باتیں اس کے متعلق بیان کرتے ہیں لیکن مومن اور خاص بندے ان باتوں کی نسبت سے بیزار اور مستثنا ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے مابین داماد اور سسرال کے رشتے کا جوڑ لگا رکھا ہے حالانکہ جنات سے تو پوچھو وہ جانتے ہیں کہ جنات میں جو نافرمان اور منکر ہیں وہ سب عذاب میں مبتلا ہونیوالے ہیں اگر اللہ تعالیٰ معاذ اللہ جنات کا داماد ہوتا تو جنات عذاب میں کیوں جاتے بہرحال اللہ تعالیٰ ان عیوب سے منزہ اور پاک ہے جو یہ اُس پر لگاتے ہیں مگر وہ بندے خواہ وہ انسان ہوں یا جنات جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مومن ہیں وہ اس قسم کے عیوب لگانے سے مستثنا اور بری ہیں۔ متقدمین میں سے بعض حضرات نے اس طرح معنی بیان کئے ہیں کہ منکر جنات کو اللہ تعالیٰ کا حریف اور مقابل قرار دیتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ جنات اور شیاطین جہنم میں کیوں عذاب کئے جاتے اگر مقابل ہوتے تو مزاحمت کرتے آگے پھر اسی پر تفریع فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۶۰) سو اے منکرو تم اور جن کو تم پوجتے ہو سب مل کر بھی (۱۶۱) کسی شخص کو بھی اللہ تعالیٰ کے خلاف گمراہ نہیں کر سکتے اور بہکا نہیں سکتے۔ اور اس کے ہاتھ سے بہکا کر نہیں لے سکتے (۱۶۲) مگر ہاں اسی کو جو جہنم میں داخل ہونے والا ہے ÷ یعنی تم نیکی اور بدی کی تقسیم کرکے یہ سمجھتے ہو کہ فرشتے جس کو چاہیں نیک بنا دیں اور تم اور تمہارے معبود جنات اور شیاطین جس کو چاہیں منکر بنا دیں تو یاد رکھو تم اور تمہارے تمام معبود مل کر بھی کسی کو بہکا اور گمراہ نہیں کر سکتے اور بدون حضرت حق کی مشیت کے کسی کو بہکا کر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لے نہیں سکتے مگر ہاں جس کو اللہ تعالیٰ ہی نے اسکی سوء استعداد اور طبعی فساد کی وجہ سے دوزخی لکھ دیا ہو وہ گمراہ اور بے راہ ہو سکتا ہے۔ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے اختیار میں نہیں ہے کہ تم جسکو چاہو گمراہ کر سکو۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تم انسان اور تمہارے شیطان بے مرضی اللہ کے گمراہ نہیں کر سکتے گمراہ وہی ہوگا جس کو اس نے دوزخی لکھ دیا ۱۲ (۱۶۳) اور فرشتوں کا قول ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک درجہ اور ٹھکانا معین ہے ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہاں سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبان سے فرمایا جیسے دعائیں فرمائیں آدمیوں کی زبان سے ٹھکانا مقرر یعنی اپنی حد سے اُسے آگے بڑھنا نہیں یہ اُس پر فرمایا کہ کافر کہتے تھے فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جنوں کی عورتوں سے پیدا ہوتیاں سو جنوں کو اپنا حال معلوم ہے اور فرشتے یوں کہتے ہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک درجہ معین ہے اُس کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں اپنی رائے سے کچھ نہیں کر سکتے (۱۶۴) اور ہم تو صف بستہ اور قطار باندھ کر کھڑے ہونیوالے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اپنی اپنی حد پر ہر کوئی کھڑا رہتا ہے ۱۲ حدیث میں ملائکہ کی صفوں کا ذکر آتا ہے جیسا کہ ہم شروع سورت میں ذکر کر آئے ہیں (۱۶۵) اور ہم اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنیوالے ہیں ÷ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آسمانوں میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتہ نماز پڑھتا اور تسبیح نہ کرتا ہو۔ حضرت جبرئیل نے ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی ہم میں سے یعنی گروہ ملائکہ میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی آسمانوں میں کوئی جگہ مقرر نہو جہاں وہ عبادت کرتا اور نماز پڑھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہاں تک ہو چکا فرشتوں کا کلام ۱۲ (۱۶۶) اور یہ واقعہ ہے کہ نزول قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہ منکران عرب کہا کرتے تھے (۱۶۷) اگر ہمارے پاس بھی گزشتہ اُمتوں کی سی کوئی نصیحت آمیز کتاب ہوتی (۱۶۸) تو یقیناً ہم بھی اللہ تعالیٰ کے خاص اور چیدہ بندے ہوتے (۱۶۹) پھر اب یہ لوگ اُس کتاب اور اُس نبی کا انکار کرنے لگے اور اُس سے منکر ہو گئے سو تھوڑے دنوں میں یہ اپنا انجام جان لیں گے ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں عرب کے لوگ انبیاء کا کلام سنتے تھے ان کے علم سے خبردار نہ تھے تو یہ کہتے تھے اب جو اپنے اندر نبی پیدا ہوا تو پھر گئے ۱۲۔ (باقی ضمیمہ میں)

اور دیکھتے رہئے یعنی انتظار کرتے رہئے سو یہ عنقریب خود ہی اپنا انجام دیکھ لیں گے ؛ حضرت شاہ صاحب صباح المنذرین پر فرماتے ہیں یہ ہوا فتح مکہ کے دن ۱۲ یعنی ایک مدت تک کا جو انتظار تھا اور ان کو اپنا انجام دیکھنا تھا وہ عذاب یا تو بدر میں آیا جیسا کہ بعض نے کہا ہے یا فتح مکہ کے دن ہوا جیسا کہ شاہ صاحبؒ نے فرمایا وابصر فسوف یبصرون پر حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں شاید پہلا وعدہ دنیا کے عذاب کا اور پچھلا آخرت کا ۱۲ (۱۷۹) اے پیغمبر آپ کا پروردگار جو کمال عزت و قوت کا مالک ہے، ان تمام باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ اس کی نسبت گھڑا کرتے ہیں (۱۸۰) اور سلام ہو پیغمبروں پر یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام فرستادوں پر (۱۸۱) اور تمام تعریفیں اور خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کو لائق ہیں جو تمام عالموں کا مالک اور پروردگار ہے ؛ سورت کے آخر میں توحید و رسالت کو اجمالاً ایک نئے انداز سے فرمایا۔ حضرت حق تعالیٰ کی جملہ عیوب سے تنزیہہ فرمائی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو اُن تمام عیوب سے منزہ سمجھو جو منکر اُس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو واجب الاتباع اور واجب الاطاعت جانو کیونکہ وہ ایسے بلند مرتبہ ہیں کہ ہم اُن پر سلام بھیج رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو موصوف بکمالاتِ جلیلہ سمجھو سب خوبیوں سے متصف جانو کیونکہ وہ مستجمع بصفات الکمال ہے اور تمام جہانوں کا مالک اور پرورش کرنیوالا ہے (۱۸۲) سورت میں جن امور کی تفصیل تھی خاتمہ میں اس کا اجمال ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ ثواب کا پورا پیمانہ بھر کر ثواب حاصل کرے تو وہ جب اپنی مجلس سے اٹھے تو یہ والصافات کی آیتیں پڑھ کر کھڑا ہوا کرے۔ حضرت انس کی روایت میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلام بھیجو مجھ پر تو سلام بھیجو اور رسولوں پر اس لئے کہ میں بھی ہوں منجملہ رسولوں میں۔ حضرت قتادہ جب ان آیتوں کو سناتے تو یہ حدیث بیان کرتے۔ ابن ابی حاتم نے شعبی سے نقل کیا ہے جو پورا پیمانہ بھر کر ثواب حاصل کرنا چاہے قیامت کے دن تو وہ مجلس سے اٹھتے وقت ان آیتوں کو پڑھ لیا کرے۔ ابن عباس۔ ابوسعیدؓ اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز سے فارغ ہونا انہی آیتوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا تھا یعنی ہر نماز سے فارغ ہوتے ہی یہ آیتیں پڑھا کرتے تھے۔ نماز سے اس قدر متصل ان آیتوں کا پڑھنا ہوتا تھا کہ بعض صحابہ کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ شاید سلام پھیرنے سے پہلے آپ نے ان کو پڑھا۔ ورنہ سلام کے بعد تو یقینی تھا کہ آپ سلام پھیرتے ہی ان آیات کو پڑھتے تھے۔ تمت سورۃ والصافات۔

وَ اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا

اور منتظر رہئے سو عنقریب یہ بھی اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ اے پیغمبر آپ کا پروردگار جو کمال عزت کا مالک ہے، ان تمام باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ

يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

اس کی نسبت گھڑا کرتے ہیں۔ اور سلام ہو تمام پیغمبروں پر۔ اور تمام تعریفیں اس خدا کو لائق ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَّ ثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّ خَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ صٓ مکی ہے اور اس میں اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

صٓ قسم ہے اس قرآن کی جو نصیحت سے لبریز ہے۔ وہ بات جو کافر پیغمبر کی نسبت کہہ رہے ہیں صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کفار

فِيْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿۲﴾ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ

اپنے گھمنڈ اور مخالفت میں مبتلا ہیں۔ ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے

قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ وَ عَجِبُوْا اَنْ

ہیں پھر وہ بہت کچھ چیختے پکارتے رہے لیکن وہ خلاصی کا وقت نہیں تھا۔ اور کافروں نے اس بات پر تعجب کیا

جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ؗ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ

کہ انہی میں سے ان کے پاس ایک ڈرانیوالا آیا اسکو یہ کافر کہنے لگے یہ شخص تو ایک جادوگر ہے

كَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا

جھوٹا۔ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود کر دیا واقعی یہ معبودوں کی کاٹ چھانٹ تو

لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا

بڑی ہی عجیب بات ہے۔ اور رؤسا قریش یہ کہتے ہوئے مجلس سے چل کھڑے ہوئے کہ چلو جی چلو اپنے

وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾

اپنے معبودوں پر قائم رہو یقیناً یہ بات جو یہ شخص کہہ رہا ہے اس میں ضرور اسکی کوئی غرض ہے

سورۂ صٓ کہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

صٓ قسم ہے اس قرآن کی جو نصیحت سے لبریز اور پُر ہے ؛ صٓ کے معنی تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے قرآن نصیحت والے کی قسم کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآن نصیحت کی باتوں سے لبریز ہے اس کی قسم کھا کر کہا جاتا ہے کہ یہ کلام معجز ہے اور مقابلہ کرنیوالوں کو عاجز کر دینے والا ہے کہ وہ اسکا جواب نہیں لا سکتے یا قسم کا جواب یہ ہے ما الامر کما قال کفار مکۃ من تعدد الالٰہ یعنی قسم ہے قرآن نصیحت والے کی واقعہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ بہت سے اور متعدد معبود ہیں۔ یعنی تعدد الٰہ کا قول باطل ہے ٹھیک نہیں ہے یا یہ کہ کفار جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہہ رہے ہیں وہ صحیح نہیں ہے؛ جواب قسم کے سلسلے میں کئی قول تھے جو ہم نے ترجمہ و تیسیر میں جمع کر دیئے ہیں (۱) بلکہ یہ کفار اپنے گھمنڈ، تعصب اور دین حق کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں ؛ عزت کے معنی ہیں تکبر کے اور شقاق کے معنی ہیں خلاف کے مطلب یہ ہے کہ اپنی طاقت گھمنڈ اور تکبر میں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت میں مبتلا ہیں۔ بعض قرأت میں غرۃ بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنی غفلت کے ہیں (۲) ان سے پہلے ہم بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں پس انہوں نے ہلاکت کے وقت بہت فریاد کی اور بہت شور مچاتے اور پکارتے رہے اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا ؛ یعنی جب ہلاکت آفریں عذاب آجاتے تو پھر خلاصی اور کہیں بھاگنے کا موقع نہیں۔ مناص عرب کا ایک خاص لفظ تھا جو عام طور سے جنگ سے بھاگتے وقت بولا کرتے تھے اور ایک دوسرے کو کہا کرتے تھے۔ شاید بدر میں بھی یہ لفظ کہا تھا۔ حضرت حق نے فرمایا کہ تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں اور اُمتوں کو ایسے حالات پیش آئے مگر وہ وقت کہیں بھاگ کر چھٹکارا پانے کا نہ تھا مگر یہ لوگ عبرت حاصل نہیں کرتے (۳) اور ان دین حق کے منکروں نے اس بات پر اچنبھا اور تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانیوالا آیا اور اس پر یہ کافر (باقی صفحہ ۲۲۳)

(بقیہ صفحہ ۶۲۲) کہنے لگے کہ یہ شخص ایک جادوگر ہے جھوٹا ☆ یعنی نبوت اور بشریت میں منافات سمجھ کر تعجب کرنے لگے کہ ہم ہی جیسا ایک آدمی جو ہم ہی میں سے ہے ہم کو ڈرانے والا نبی بن کر آ گیا لہٰذا کہنے لگے کہ یہ شخص معجزات اور خوارق نہیں دکھاتا یہ تو جادوگر ہے اور دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہے۔ حالانکہ علاوہ اور معجزات کے قرآن شریف خود ایک مستقل معجزہ تھا بہرحال خوارق کو جادو بتایا اور آپ کی نبوت کی تکذیب کی (۴) کیا اس شخص نے اتنے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود کر دیا اور اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی کردی بلاشبہ یہ معبودوں کی کاٹ چھانٹ بڑی عجیب بات ہے ☆ حضرت نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا۔ جب چچا نے کہا کہ والے تمہاری بڑی شکایت کرتے ہیں' اے چچا میں تو صرف ایک کلمہ کہتا ہوں ابوطالب نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا محمدؐ تو صرف ایک کلمہ کہتا ہے۔ چنانچہ آپ سے پوچھا گیا وہ کلمہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لا الٰہ الا اللہ اس پر تمام منکر بگڑ کر کھڑے ہو گئے' اور کہنے لگے کیا ایک معبود اتنی گنجائش رکھتا ہے کہ تمام خلائق کا کام چلا سکے۔ ہم تین سو ساٹھ معبود رکھتے ہیں اور وہ سب مل کر ایک مکہ کا انتظام نہیں کر سکتے تو ایک معبود کو کہتا ہے بعلاوہ تمام دُنیا کا کام کیسے چلا سکتا ہے (۵) اور کفارِ قریش کے اشراف اور سردار یہ کہتے ہوئے مجلس سے چل کھڑے ہوئے کہ چلو جی چلو اور اپنے اپنے معبودوں کی عبادت پر قائم رہو بیشک اس بات یعنی دعوت الی التوحید میں اس کی کوئی غرض ہے ☆ یعنی مجلس سے یہ کہہ کر قریش کے سردار عوام کو لیکر اُٹھ گئے کہ بس اب تو معتبو ملی سے اپنے ٹھاکردں اور دیوتاؤں کی عبادت میں لگے رہو محمدؐ کی اس بات میں کوئی غرض ہے یعنی دل میں اس کے اور خیال ہے اس خیال کی بنا پر یہ تحریک جاری کی گئی ہے یا یہ مطلب کہ یہ دین ایک فتنہ ہے جس کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یا یہ کہ توحید ارادہ کی گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کے جاری کرنے کا حکم کریگا اب اس کا مقابلہ سوائے صبر کے نہیں ہو سکتا۔ یا یہ کہ یہ بات حوادث زمانہ سے ہے جس سے چھٹکارا مشکل ہے (۶)

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

ہم نے یہ ایک معبود والی بات اپنے پچھلے دین میں کبھی سُنی نہیں کچھ نہیں یہ محض

اخْتِلَاقٌ ۞ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ

گھڑی ہوئی بات ہے۔ کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا ہے کافروں کے انکار کی وجہ یہ ہے

فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ ۞ اَمْ

کہ یہ کفار میرے قرآن کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا

عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۞ اَمْ

کیا اے پیغمبر آپ کا پروردگار جو کمال قوت اور کمال عطا کا مالک ہے اُس کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں

لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوا

کیا آسمانوں کا اور زمین کا اور جو چیزیں ان دونوں کے مابین ہیں ان سب کا اختیار ان کو حاصل ہے اگر ایسا ہے تو یہ لوگ کسی

فِي الْاَسْبَابِ ۞ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ

ذریعہ سے آسمان پر چڑھ جائیں۔ منجملہ اور مخالفین انبیاء کی جماعتوں کے ان کفار مکہ کا بھی ایک معمولی سا لشکر ہے جو

الْاَحْزَابِ ۞ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّ

شکست دیدیا جائے گا۔ ان سے پہلے بھی نوح کی قوم اور عاد اور

فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۞ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّاَصْحٰبُ

میخوں والا فرعون۔ اور ثمود اور لوط کی قوم اور بن کے رہنے والے سب سب تکذیب کر چکے ہیں یہی لوگ مخالفین

لْئَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۞ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ

انبیاء کی وہ مذکورہ جماعتیں ہیں۔ یہ جتنے تھے ان سب نے ہی رسولوں کو جھٹلایا

فَحَقَّ عِقَابِ ۞ ع وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

تو ان پر میرا عذاب واقع ہو گیا۔ اور یہ کفار صرف ایک ایسی سخت ہولناک آواز کا انتظار کر رہے ہیں

مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۞ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا

جو شروع ہوئے پیچھے بیچ میں دم نہ لے گی۔ اور یہ کافر کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو ہمارے عذاب کا حصہ

تفسیر صفحہ ہذا۔ ہم نے تو ایک معبود والی بات اپنے پچھلے دین میں کبھی نہیں سُنی۔ یہ محض افترا اور گھڑی ہوئی بات ہے ☆ پچھلا دین یا نصاریٰ کے دین کو کہا کہ اس میں بھی توحید نہ تھی بلکہ وہاں بھی تین خداؤں کا ذکر ہے۔ یا پچھلا دین کہا اپنے باپ دادوں کے دین کو کہ ہم نے اُن سے بھی کبھی ایک معبود کی بات نہیں سُنی اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ اس شخص کی من گھڑت ہے (۷) کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر یہ کلام اور قرآن نازل کیا گیا' بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ منکر میرے قرآن کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ انھوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ☆ یعنی ان کو ہم پر کیا فوقیت تھی کہ ہم سب میں سے اسکو نزول قرآن کا مستحق سمجھا گیا رؤسائے قریش میں سے کسی رئیس پر یہ قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا اس پر کیوں نازل کیا گیا۔ یہ محض حسد کی وجہ سے کہتے ہیں ورنہ واقعہ یہ ہے کہ میرے کلام کے بارے میں یہ شک اور دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ ان کو ابھی عذاب کا مزہ چکھنے کا تو نہیں ملا جس دن عذاب دیکھیں گے اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں گے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں پچھلا دین کہتے تھے اپنے باپ دادوں کو یعنی آگے تو سنتے ہیں کہ اگلے لوگ ایسی باتیں کہتے تھے پر ہمارے بزرگ تو یوں نہیں کہہ گئے' ۱۲ (۸) کیا اے پیغمبر آپ کا پروردگار جو کمال قوت اور کمال عطا کا مالک ہے اس کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں۔ ☆ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں وے جو کہتے تھے کہ ہم پر کیوں نہ اُترا ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ اُس وہاب اور عزیز کی رحمت کے خزانے کیا ان کے پاس ہیں کہ یہ جسکو چاہیں نبوت دیں۔ رحمت جس میں نبوت داخل ہے اس کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ جسکو چاہے عطا کرے وہ خزانے ان کے اختیار میں ہوتے تو ان سے پوچھ کر تقسیم کئے جاتے۔ رحمت کا لفظ قرآن میں عام طور سے رُوحانی ترقی اور برتری کیلئے استعمال ہوتا ہے جس طرح فضل کا لفظ دُنیوی ترقی اور مال کم ضاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم نے عرض کیا کہ رحمت میں نبوت داخل ہے جو رُوحانی ترقی کی انتہائی چیز ہے اگرچہ کہیں کہیں اس کا عکس بھی ہوتا ہے۔ لیکن عام طور سے رحمت کا استعمال روحانیات میں اور فضل کا استعمال بہ نسبت مال میں ہوتا ہے کما قال الشاہ ولی اللہ الدہلوی (۹) کیا آسمان و زمین اور زمین کا اور جو چیزیں ان دونوں کے مابین ہیں ان سب کا اختیار ان سب کی حکومت و سلطنت ان کو حاصل ہے تو یہ لوگ رسیاں تان کر اور سیڑھیاں لگا کر آسمانوں میں چڑھ جائیں ☆ یعنی کیا ان کو آسمان و زمین اور ان دونوں کے مابین جو کچھ ہے اس سب کی بادشاہی اور حکومت حاصل ہے تو یہ آسمان پر کسی ذریعہ سے خود وہ رسیاں ہوں یا سیڑھیاں
(باقی ضمیمہ میں)

اوران منکروں نے بطور استہزا کہا اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری سرنوشت اور ہمارا حصہ ہم کو حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب وعدہ قیامت کا سنتے تو کہتے ہمارا حصہ ابھی ہم کو دیدے یہ ٹھٹھے تھے اُن کے ۱۱ خلاصہ یہ کہ قیامت کا عذاب سنکر کہتے کہ قیامت تو آنیوالی نہیں کا فروں کو جو عذاب اُس دن ہونیوالا ہے اُس میں سے جو ہمارا حصہ ہو وہ ہم کو یہیں مل جائے اور ہماری سرنوشت ہم کو یہیں دیدی جائے تا کہ ہم کو اپنا انجام معلوم ہو جائے تو ہم کو ہماری چٹھی اور پروانہ یا نامۂ اعمال اسی دنیا میں دیدیا جائے (۱۶) اے پیغمبر یہ جو کچھ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کیجئے اور سہارے سے کام لیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بڑا صاحب قوت تھا بلاشبہ وہ داؤد اللہ تعالیٰ کی طرف بڑا رجوع ہونیوالا تھا: داؤد کا ذکر فرمایا شاید اُن سے لغزش ہو گئی تھی اوران پر عتاب ہوا تھا اس لئے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ تم صبر کرنے میں ذرا لغزش نہ کرنا۔ صاحب قوت سے مُراد بعض سلف نے عبادت اوران کی ریاضت لی ہے کہ وہ ایک دن افطار کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھا کرتے تھے رات کو آدھی رات سوتے تھے پھر ایک تہائی

قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ

یوم حساب سے پہلے ہی جلدی دیدے۔ اے پیغمبر یہ جو کچھ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کیجئے اور ہمارے

عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا

بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بڑا صاحب قوت تھا بیشک وہ داؤد خدا کیطرف بہت رجوع ہونیوالا تھا۔ ہم نے پہاڑوں کو تابع

الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَ

کردیا تھا وہ پہاڑ داؤد کے ہمراہ شام اور صبح تسبیح کیا کرتے تھے اور

الطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ

پرندوں کو بھی جو کہ جمع ہو جاتے تھے یہ سب پہاڑ اور پرندے داؤد کی وجہ سے تسبیح میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہم نے اس کی سلطنت

وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ

کو خوب مضبوط کیا تھا اور ہم نے اسکو حکمت اور واضح و فیصلہ کن تقریر عطا کی تھی۔ اور بھلا اے پیغمبر

نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا

ان مقدمہ والوں کی خبر بھی آپ کو پہونچی ہے جبکہ وہ لوگ عبادت خانہ کی دیوار کو پھاند کر داؤد کے پاس جا پہونچے

عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ

اور داؤد ان کو دیکھ کر گھبرا گیا وہ اہل مقدمہ کہنے لگے آپ ڈریئے نہیں۔ ہم ایک جھگڑے کے

بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا

دو فریق ہیں کہ ہم میں سے ایک نے دُوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ ہم میں انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیجئے اور

تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ

بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو سیدھی راہ بتا دیجئے۔ جھگڑا یہ ہے کہ

هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ

یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک

وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾

دنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی ایک دنبی بھی میرے حوالے کردے اور گفتگو میں مجھ کو دبا لیتا ہے

رات عبادت کرتے پھر رات کو چھٹے حصے میں سوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت داؤد کو اعبد البشر فرمایا کرتے تھے یعنی انسانوں میں زیادہ عبادت گذار تھے سعید بن بلال نے کہا جب داؤد اُٹھتے تو فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ نَامَتِ الْعُيُوْنُ وَغَارَتِ النُّجُوْمُ وَاَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُكَ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ یا اللہ آنکھیں سو رہی ہیں اور تارے پست ہو رہے ہیں۔ اور تو زندہ اور سنبھالنے والا ہے تجھ کو اونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے۔ اس بنا پر ذا الاید کا ترجمہ عبادت کی طاقت وہمت کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت کی طاقت اور لوہے کو نرم کرنے کی طاقت یا ہاتھ کے بل سے کما کر کھانے کی طاقت مُراد ہو۔ اَوَّابٌ۔ رجوع کرنیوالا۔ تسبیح کرنیوالا۔ یقین کرنیوالا۔ مفسرین نے کئی معنی کئے ہیں (۱۷) بلاشبہ ہم نے پہاڑوں کو تابع فرمان کردیا تھا وہ پہاڑ صبح وشام داؤد کے ہمراہ تسبیح کیا کرتے تھے: تابع کردینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ چاہتے تو پہاڑ ان کے ہمراہ چلتے جہاں وہ ان کو لیجانا چاہتے اور ان کے ساتھ تسبیح میں شریک رہتے صبح اور شام۔ یہ وقت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے تھے۔ یعنی تسبیح کے وقت تسبیح میں شریک رہتے اور اگر وہ کبھی پہاڑ کو اپنے ہمراہ چلنے کا حکم دیتے تو پہاڑ ان کے ہمراہ بھی چلتا۔ (۱۸) اور پرندوں کو بھی تابع کردیا تھا جو اکٹھے ہوتے تھے یہ سب کے سب پہاڑ اور اُڑتے جانور اُس کے آگے رجوع کئے ہوئے تھے: یعنی جس طرح پہاڑ تابع تھے اسی طرح اُڑتے جانور بھی جمع ہو کر تسبیح کرنے میں اُس کے تابع تھے۔ پھر فرمایا پہاڑ اور پرندے سب اُس کے تابع تھے۔ یا سب اس کی طرف رجوع رہتے تھے۔ حضرات مفسرین کے چند اقوال ہیں۔ بہرحال: اُن کی تسخیر کا بیان تھا اب آگے اُن کی حکومت اور نبوت کا ذکر فرمایا (۱۹) اور ہم نے اس کی سلطنت کو اور اسکو حکمت یعنی نبوت اور واضح اور فیصلہ کن تقریر عطا فرمائی تھی: یعنی وہ سلطنت جو طالوت سے چھینی تھی اُس کو بہت مضبوط کردیا اور ان کی سلطنت کی دھاک بیٹھ گئی اور ان کا اقتدار جما دیا اور اُن کو حسن تدبیر یا نبوت عطا فرمائی۔ اور قوۃ فیصلہ۔ اور فیصلہ کردینے والی تقریر کا ملکہ یا علم قضا اور فیصلہ کرنا۔ مدعی مدعا علیہ کے درمیان حق وباطل کا سمجھ لینا۔ یا ایسی تقریر جو مخاطب بلاتکلف سمجھ لے۔ شعبی فرماتے ہیں کہ خطبہ کے بعد اما بعد کہنا یہ انہی سے شروع ہوا۔ بہرحال ہر قسم کے علم وحکمت سے اُس کو نوازا اب آگے: ان کا ان کے ایک معاملہ میں مبتلا ہو کر اُن کی لغزش کا بیان ہے (۲۰) اور بھلا اے پیغمبر ان جھگڑنے والوں اور مقدمہ والوں کی بات بھی آپ کو پہونچی ہے جبکہ وہ لوگ عبادت خانے کی دیوار کو پھاند کر (۲۱) داؤد کے پاس جا پہونچے اور داؤد ان کے اس طرح بے موقع آنے پر ان سے گھبرا گئے وہ اہل مقدمہ کہنے لگے آپ ڈریئے نہیں ہم ایک جھگڑے کے دو فریق ہیں کہ ہم میں سے ایک نے دُوسرے پر زیادتی کی ہے آپ ہمارے درمیان انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیجئے۔ اور انصاف کی حد سے تجاوز نہ کیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو سیدھی اور صحیح راہ بتا دیجئے: حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن عبادت کیا کرتے تھے محراب میں اُس دن کسی کو اُن کے پاس جانے کا حکم نہ تھا۔ دربان اُن کی محراب کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اور ایک دن فصل خصومات اور دربار کا متعین تھا۔ اور ایک دن گھر والوں کے پاس گزارتے تھے چنانچہ یہ دو شخص یا چند اشخاص جو در اصل فرشتے تھے خاص اُس دن آئے جو ان کی عبادت کا دن تھا جب دربانوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی تو یہ باہر سے (باقی صفحہ ۲۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۲۴) پچھیت کی دیوار پر سے کود کر محراب میں داخل ہو گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جو اپنی عادت کے موافق پوری توجہ اور انہماک سے عبادتِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے ان آنیوالوں کو دیکھ کر گھبرا گئے کہ باوجود نگرانی کے یہ گھسے کیسے اور کس طرح داخل ہوئے پھر خیال کیا کہ اتنی اونچی دیوار کس طرح پھاند لی۔ پھر یہ سوچا کہ دشمن نہوں اور کسی انتقام کی غرض سے نہ آئے ہوں کیونکہ ان کا لہجہ بہت بے باکانہ اور گستاخانہ تھا انھوں نے کہا آپ ڈریے نہیں۔ ہم تو دو فریق یا دو شخص اہلِ معاملہ ہیں اور اہلِ مقدمہ ہیں دربانوں نے دروازے سے آنے نہ دیا تو ہم دیوار پھاند کر آگئے۔ ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے اور دیکھئے انصاف سے تجاوز کر کے ہم میں سے کسی پر زیادتی نہ کیجئے۔ اور ہم کو سیدھا راستہ بتا دیجئے۔ آگے جھگڑے کی تفصیل ہے (۲۲) جھگڑا یہ ہے کہ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے پس یہ کہتا ہے وہ ایک دُنبی اپنی بھی میرے سپرد کر دے اور میرے حوالے کر دے اور زبردستی اور سختی کرتا ہے میرے ساتھ بات کرنے میں اور گفتگو کرنے میں مجکو دبا لیتا ہے ؛ یعنی یہ میرا بھائی ہے دین میں۔ یا ملاقاتی بھائی ہے بہرحال اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک دُنبی بھی میں اس کے حوالے کر دوں۔ اور گفتگو میں اپنی منہ زوری سے مجھ کو دبا لیتا ہے۔ حضرت داؤد کی عبادت میں جو خلل واقع ہوا اور توجہ بٹ گئی پھر ان لوگوں کا اس طرح بے موقع آنا اس پریشانی میں مقدمہ کو مقدمہ کی طرح نہ کر سکے اور پریشانی کی حالت میں ایک فریق مظلوم کی بات سُن کر فرمانے لگے (۲۳) تفسیر صفحہ ہٰذا :۔ داؤد نے کہا یہ شخص جو تیری دُنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کی مانگ کرتا ہے تو یقیناً تجھ پر ظلم کرتا ہے اور بیشک بہت سے شرکاء آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی اور ظلم کرتے ہیں مگر ہاں وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک اعمال کے پابند رہتے ہیں وہ باہم زیادتی نہیں کیا کرتے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد یہ سمجھ گیا کہ ہم نے اسکو آزمایا اور آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ لہٰذا وہ یہ گمان کرتے ہی اور سمجھتے ہی اپنے پروردگار سے استغفار اور بخشش طلب کرنے لگا اور سجدے میں گر پڑا اور خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوا ؛ حضرت داؤد علیہ السلام کی کوئی خاص غلطی تو معلوم نہیں ہوئی۔ صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ مظلوم کا بیان سُننے کے بعد بجائے ظالم سے دریافت کرنے کے صرف مظلوم ہی کے بیان پر فیصلہ سُنا دیا اور یہ بات قواعدِ شرعیہ کے مطابق نامناسب ہوئی اور اُن سے اس قدر کوتاہی ہوئی کہ انھوں نے فریقین کو بولنے کا موقع نہیں دیا حالانکہ ایک فریق کا بیان پورے اطمینان اور صبر کے ساتھ سُنا اگرچہ واقعہ خلافِ عادت پیش آیا لیکن حضرت داؤد نے انتہائی صبر و تحمل سے مقدمہ کی کارروائی انجام دی مگر اتفاق سے یہ کوتاہی پیش آگئی اور اسی کو فرمایا انما فتنہ۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت داؤد خود بھی عبادت گزار تھے اور انھوں نے گھر والوں کے لئے بھی ایک ایسا انتظام بنا دیا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ جب داؤد اور آلِ داؤد میں سے کوئی نہ کوئی عبادت میں مشغول نہ ہوتا ہو اس کثرتِ عبادت پر داؤد کو کچھ عجب ہوا یہ بات حضرتِ حق کو پسند نہ آئی اور ارشاد فرمایا۔ اے داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے اگر ہماری مدد نہ ہو تو اس پر نہ قدرت پا سکتا ہے اور نہ عبادت کی اس کثرت کو نباہ سکتا ہے اور نہ مشغول رہ سکتا ہے اور نہ اپنا انتظام قائم رکھ سکتا ہے۔ حضرت داؤد نے عرض کیا جس دن مجھ کو امتحان میں مبتلا کرے مجھے اس دن کی خبر کر دیجئے۔ حضرت داؤد اسی دن فتنے میں مبتلا ہو گئے حاکم نے مستدرک میں کوئی اثر نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امتحان حضرت داؤد کا اُس اعجاب اور خود ستائی کی بنا پر تھا پہلی وجہ سے یہ وجہ اقوی ہے۔ چنانچہ بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ بعض حضرات نے اوریا اُس کی بیوی کو حاصل کرنے کی وجہ بیان کی ہے کہ یہ ابتلا اور امتحان اُس کی وجہ سے ہوا۔ اس قصے میں بعض ایسے واقعات بھی ذکر کئے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی ہرگز شایانِ شان نہیں ہیں اور ان کو پڑھ کر افسوس ہوتا ہے علماء متقدمین نے ان کی سخت تنقیص کی ہے اور ان روایات پر سخت نکتہ چینی کی ہے اور ان کو اسرائیلیات سے ماخوذ بتایا ہے۔ ایسا نہ تو حضرت داؤد نے کیا اور نہ ایسا خدا کے ایک پیغمبر صاحب زہد سے ممکن تھا۔ نعوذ باللہ من ھٰذہ الخرافات۔ کسی شخص کی بیوی حاصل کرنے کے لئے اس شخص کو فوج میں رکھ کر قتل کرانا معاذ اللہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع اور بلند ہے (باقی صفحہ میں)

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ

داؤد نے کہا یہ جو تیری دنبی کو اپنی دُنبیوں میں ملانے کی غرض سے مانگتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے۔ اور بیشک

كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا

اکثر شرکاء آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں مگر ہاں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ

وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک کاموں کے پابند ہیں وہ زیادتی نہیں کرتے اور ایسے لوگ بہت ہی کم

دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّ

ہیں اور داؤد یہ سمجھ گیا کہ ہم نے اس کو آزمایا ہے سو وہ یہ سمجھتے ہی اپنے رب سے معافی طلب کرنے لگا اور سجدے میں گر پڑا اور

اَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ

رجوع ہوا۔ پھر ہم نے اسکی وہ بات جس سے وہ توبہ کر رہا تھا معاف کر دی اور یقیناً اس کے لئے ہمارے ہاں بڑا قرب اور

حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى

بڑی اچھی بازگشت ہے۔ اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین میں حکمران

الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

بنایا ہے سو تو لوگوں کے مابین انصاف کیساتھ فیصلے کیا کر اور اپنے جی کی خواہش پر نہ چل

فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ

کہ وہ خواہش تجھے خدا کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بے شک جو لوگ خدا کی راہ سے بے راہ ہو جاتے ہیں تو

سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

ان کو اس وجہ سے کہ انھوں نے حساب کے دن کو فراموش کر رکھا تھا سخت عذاب ہوگا

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ

اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اُسکو بیکار یعنی خالی از حکمت نہیں پیدا کیا ان چیزوں کا

ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾

بیکار اور خالی از حکمت ہونا ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں سو کافروں کے لئے جہنم کی وجہ سے بڑی خرابی ہے

۲ ع ۱۲ ۱۱

توکیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے ایسے حضرات کو اُن شریروں اور مفسدوں کے برابر کردیں گے جو زمین میں کفر و شرک پھیلا کر فساد برپا کرتے رہتے ہیں یا ہم متقیوں اور پرہیزگاروں، بدکاروں اور فاجروں کے برابر کردیں گے ⁂ یعنی قیامت کے نہ آنے کو یہ مستلزم ہے کہ بُرے بھلوں کو اپنی اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے بھلا ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ نکوکاروں کو اُن کی نیکی کا صلہ نہ ملے اور بدکاروں اور شریروں کو ان کی بدکاری اور شرارت کی پاداش نہ دی جائے۔ آگے رسالت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسُول ہونے کا اظہار ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۸) یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کیطرف بذریعہ وحی نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل و دانش اس سے نصیحت حاصل کریں ⁂ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ تدبر آیات قرآنی کا یہ ہے کہ ان کا اتباع کرے تذکرہ اور تدبر کا حاصل یہی ہے۔ آگے پھر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصص کا تذکرہ فرمایا اور یہ توحید و رسالت اور بعثت کا تذکرہ ضمناً آگیا (۲۹) اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا سلیمان اچھا بندہ تھا بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع ہونے والا تھا ⁂ یعنی داؤد علیہ السلام کو سلیمان نامی بیٹا ہم نے عطا کیا وہ سلیمان اچھا بندہ تھا وہ خدا تعالیٰ کیطرف بہت رجوع رہا کرتا تھا (۳۰) سلیمان کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب کہ اس کے رُوبرو شام کے وقت ایسے اصیل گھوڑے پیش کیے گئے جو بہت تیز رفتار تھے ⁂ کہتے ہیں کہ یہ گھوڑے دریائی گھوڑوں کے میل سے حاصل کیے گئے تھے یہ تیز اور سبک رفتار ہوتے تھے اور اُن پر سوار ہو کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پانی میں تیر رہے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ان کی گردنیں لانبی ہوتی ہوں۔ بعض نے کہا یہ وہ گھوڑے تھے جو داؤد علیہ السلام نے جب جالُوت کو شکست دی تو قوم عمالقہ سے ہاتھ لگے۔ بہرحال ان کے دیکھنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ اُن کی عبادت کا وقت جو وہ عصر کے بعد کیا کرتے تھے وہ وقت فوت ہوگیا اگرچہ گھوڑے جہاد کے لئے تھے پھر بھی مقررہ عبادت کے فوت ہو جانے سے بہت افسوس ہوا (۳۱) پس سلیمان نے کہا میں نے اس مال کو پسند کیا اور میں اپنے پروردگار کی یاد اور اس کی عبادت سے اس مال کی محبت میں لگ کر غافل ہوگیا یہاں تک کہ آفتاب پردے میں چھُپ گیا ⁂ خیر فرمایا مال کو جیسا کہ عادیات میں فرمایا وانہ لحب الخیر لشدید۔ حدیث میں آتا ہے۔ الخیل معقود بنواصیھا الخیر الی یوم القیمۃ یعنی گھوڑوں کی پیشانیوں کیساتھ قیامت تک کے لئے خیر وابستہ کردی گئی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کسی علاقہ پر جہاد کرنے کی غرض سے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ لیکن اُن گھوڑوں میں اس قدر مشغول ہوئے کہ ان کی مقررہ عبادت کا وقت فوت ہوگیا ہو سکتا ہے کہ یہ عصر کی نماز ہو جیسا کہ بعض نے کہا ہے کہ ان کی ملت میں ان پر عصر کی نماز فرض تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ وہ ایک فریضۂ الٰہی یعنی جہاد کی ترتیب میں لگے ہوئے تھے۔ اس لئے دُوسرے فرض سے غافل ہوگئے اور یہ ایسی چیز ہے جو واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ خندق میں خندق کھودتے ہوئے کئی نمازیں قضا ہوگئیں۔ لیکن کسی شغل خاص کی وجہ سے اگر ایسا بھی ہو جائے تب بھی بڑے حضرات خصوصاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس کا بڑا ملال ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں نے ہم کو ہماری نماز سے مشغول رکھا ملاء اللہ قبورھم وبیوتھم نارا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور قبروں کو آگ سے بھردے

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ

توکیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ان مفسدوں کے برابر کردیں گے جو ملک میں فساد برپا

فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتَابٌ

کرتے پھرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کردیں گے۔ یہ قرآن

أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ

ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے کہ لوگ اسکی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل دانش اس سے

أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٢٩﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوُودَ سُلَيْمَانَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ

نصیحت قبول کریں۔ اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ سلیمان بڑا اچھا بندہ تھا

إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ

وہ خدا کیطرف بہت رجوع رہنے والا تھا۔ سلیمان کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جبکہ اسکے رُوبرو شام کے وقت ایسے اصیل گھوڑے

الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي

پیش کئے گئے جو تیز رفتار تھے۔ تو سلیمان نے کہا میں اپنے رب کے ذکر سے اس مال کی محبت میں لگ کر غافل ہوگیا

حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ

یہانتک کہ سُورج پردے میں چھُپ گیا۔ ذرا ان گھوڑوں کو پھر تو میرے پاس واپس لاؤ چنانچہ گھوڑوں کی واپسی پر سلیمانؑ نے ان کی گردنوں

وَالْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ

اور پنڈلیوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا۔ اور بلاشبہ ہم نے سلیمان کو امتحان میں مبتلا کیا اور ہم نے اسکے تخت پر ایک ناقص الخلقت

جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا

دھڑ لا ڈالا پھر سلیمانؑ نے خدا کی جناب میں رجوع کیا۔ دعا مانگی اے میرے رب میرا قصور معاف کردے اور مجھ کو ایک ایسی سلطنت

يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾

عطا کر جو میرے سوا کسی اور کے لئے مناسب نہ ہو بے شک تو بڑا ہی دینے والا ہے

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾

سو ہم نے ہَوا کو سلیمان کا تابع کردیا کہ وہ ہوا اسکے حکم سے جہاں وہ جانا چاہتا نرم اور خوشگوار رفتار سے چلتی

اس لئے یہاں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو واپس بلا کر قتل کر ڈالا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آفتاب کو واپس کیا اور فرشتوں سے کہا کہ آفتاب کو واپس لاؤ تاکہ میں نماز ادا کروں۔ بہرحال ان مختلف اقوال سے آگے کی آیت کا لوگوں نے مختلف ترجمہ کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں (۳۲) ان گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ اور واپس مجھ پر لوٹاؤ چنانچہ گھوڑوں کی واپسی پر اُن کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا ⁂ یعنی گھوڑوں کو قتل کرنا شروع کردیا اور کہتے ہیں نو سو گھوڑے قتل کردیئے اور ایسا کرنا شاید ان کی شریعت میں جائز ہوگا اور اتنے گھوڑے قتل کردینے سے گھوڑوں میں کچھ کمی نہ پڑتی ہوگی۔ بعض حضرات نے کہا ایک دین کے فرض کی وجہ سے دُوسرے فرض میں غفلت کوئی ایسی بڑی خطا نہ تھی جس پر گھوڑوں کو قتل کیا جاتا اس تقدیر پر آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں کو صاف کرنا شروع کردیا۔ اور گھوڑوں کی تنظیم کی۔ یعنی جو چیز فوت ہو چکی وہ تو ہو ہی چکی اب گھوڑوں کو تو ٹھیک کر لیا جائے۔ تیسری بات کہ فرشتوں سے کہا کہ آفتاب کو واپس لے آؤ اور آفتاب واپس آگیا۔ (باقی ضمیمہ میں)

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ

اسی طرح جنّات کو بھی جو عمارت بنانیوالے اور غوطہ لگانیوالے تھے اس کے زیر فرمان کردیا۔ اور اسیطرح اور جنّات کو بھی جو

فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ

زنجیروں میں بندھے رہتے تھے۔ یہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اے سلیمان ہمارا عطیہ ہے اب تو جسپر چاہے احسان کر یا اپنے ہی لیے روک رکھ کچھ بے

حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾ وَاذْكُرْ

کوئی حساب نہیں۔ اور یقیناً ہمارے ہاں سلیمان کیلئے بڑا قرب اور بڑی اچھی بازگشت ہے۔ اور اے پیغمبر آپ

عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ

ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجیے جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو

بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ

رنج اور تکلیف پہونچا رکھی ہے۔ حکم ہوا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ غسل کرنے اور پینے کے لئے

وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً

ٹھنڈا پانی ہے۔ اور ہم نے اس کے اہل وعیال اور ان اہل وعیال کے ہمراہ اتنے ہی اور اہل وعیال اسکو عطا کئے یہ عطا ہم نے اپنی خاص

مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا

رحمت کے سبب سے کی اور نیز اس مقصد سے کی کہ اہل عقل کے لئے ایک یادگار رہے۔ اور اے ایوب تو سینکوں کا ایک مٹھا لے

فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ

اور اس سے اپنی بیوی کو مار لے اور اپنی قسم نہ توڑ بیشک ہم نے ایوبؑ کو بہت صبر کرنیوالا پایا وہ ایوبؑ بہت اچھا بندہ تھا

اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

وہ خدا کی جناب میں بہت رجوع رہنے والا تھا۔ اور اے پیغمبر ہمارے بندوں ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کو یاد کیجیے

اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ

جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک خاص وصف کیساتھ مخصوص کیا تھا

ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٧﴾

کہ وہ دار آخرت کا یاد کرنا تھا۔ اور یقیناً وہ ہمارے ہاں برگزیدہ اور بہتر لوگوں میں سے ہیں۔

اور اسی طرح جنات کو بھی جو عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانیوالے تھے اس کے تابع فرمان کردیا (٣٧) اور اسی طرح اور دُوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے ؛ ہوا کو تابع کیا کہ وہ جہاں جانا چاہتے ان کے تخت کو اُڑا کرلے جاتی پھر یہ لیجانا بھی نرم طریقے سے کہ سوار ہونیوالوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوتی لوگ کرسیوں پر بیٹھے باتیں کرتے رہتے اور تخت اُڑتا رہتا۔ ہر قسم کی عمارت بنانے والے جنات کو بھی جو چاہتے ان سے تعمیر کراتے۔ اور غوطہ لگانیوالے جو دریاؤں سے موتی وغیرہ نکالتے۔ کچھ سزا یافتہ جنات جو خدمت میں کوتاہی کرتے ان کو سزا؛ قید کردیا کرتے تھے یا وہ جن جو لوگوں کو ستاتے تھے اُن کو زنجیروں سے باندھ کر دریا میں قید کردیا کرتے تھے اور دریا میں ڈلوا دیا کرتے تھے : تاکہ ان کو ادب سکھائیں اور فساد سے باز رکھیں بہرحال ان طاقتوں کے حاصل ہوجانے کی وجہ سے سلاطین عالم ان کے سامنے پست اور عاجز ہوگئے (٣٨) یہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اے سلیمان یہ ہماری بخشش اور عطیہ ہے اب تو جس پر چاہے احسان کر یا روک رکھ تجھ سے کوئی حساب نہیں (٣٩) اور یقیناً ہمارے ہاں سلیمان کے لئے خاص قرب اور بڑی اچھی بازگشت ہے ؛ یعنی یہ سب طاقتیں اور زر و جواہر دیکر فرمایا کہ یہ سب کچھ ہمارا عطیہ ہے چاہے کسی کو دو یا نہ دو تم سے کوئی مواخذہ اور تم پر کوئی دار و گیر نہیں یعنی ہر قسم کے تصرف کا تجھ کو اختیار ہے تو محض خازن اور حارس نہیں ہے۔ یا بغیر حساب عطاؤنا کے متعلق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ دیا ہے وہ بے حساب ہے نہ کوئی شمار کرسکتا ہے اور نہ گھیر سکتا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جنات کا مسخر کرنا ہماری بخشش ہے اب تو چاہے جس پر احسان کر اور چھوڑ دے اور جسکو چاہے قید رکھ اور اس سے کام لے۔ آگے اُن کے خصوصی قرب اور اچھی بازگشت کا ذکر فرمایا۔ جیسے اوپر حضرت داؤد کے لئے فرمایا تھا حسن مآب سے یہاں جنت مراد ہے۔ تنبیہ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے متعلق بعض حضرات نے بہت سے طویل قصے نقل کئے ہیں جو صحت سے دور ہیں ہم نے ان سب کو نظرانداز کردیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ اور مہربانی کہ اتنی دنیا دی اور مختار کردیا حساب معاف کرکر لیکن وے کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے ٹوکری بناکر۔ آگے اور پیغمبروں کا ذکر فرمایا چونکہ ابتدا میں بطور تسلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا۔ واصبر علی ما یقولون اسی سلسلے میں حضرت ایوب کا ذکر فرمایا (٤٠) اور اے پیغمبر آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجیے جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو شیطان نے درد اور تکلیف پہونچا رکھی ہے ؛ یوں تو حضرت ایوب عرصے سے بیمار تھے لیکن شیطان نے ان کی بیوی کو پریشان دیکھ کر کہا کہ ایک طبیب بہت اچھا ہے وہ اس کے ہمراہ چلی گئیں وہ ایک طبیب کے پاس لے گیا۔ انھوں نے اس سے اپنی خاوند کی بیماری کا ذکر کیا۔ اس طبیب نے کہا اگر تو ایوبؑ کو تھوڑی سی شراب پلادے تو اس کو آرام ہوجائے گا اور جب آرام ہوجائے تو یوں کہیو فلاں طبیب نے شفا دی ہے یہ نہ کہیو خدا نے شفا دی ہے۔ یہ سن کر بیوی جن کا نام رحمت تھا۔ واپس گھر آئیں اور انھوں نے حضرت ایوبؑ کو اُس طبیب کا تمام قصہ سنایا وہ یہ قصہ سنکر بہت ناراض ہوئے اور انھوں نے قسم کھائی کہ اگر میں اچھا ہوگیا تو تیرے ایک سو قمچیاں ماروں گا وہ شیطان تھا تو اسکے پاس کیوں گئی بعض نے کہا کہ اس طبیب نے کہا کہ مجھ کو سجدہ کرے تو تیرا خاوند اچھا ہوجائے گا بعض نے کہا بیوی کے تاخیر سے پہونچنے پر قسم کھائی۔ بہرتقدیر انھوں نے حضرت حق تعالیٰ سے عرض کی۔ رب انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب۔ پہلے بھی دعا کرتے رہتے تھے جیساکہ سورۂ انبیاء میں گذر چکا ہے جب وہ امتحان اور آزمائش کا دور ختم ہوا تو حضرت حق نے حکم فرمایا (٤١) زمین پر اپنا پاؤں مار یہ غسل کرنے اور پینے کیلئے ٹھنڈا پانی ہے ؛ حضرت ایوب کی دعا قبول ہوئی حضرت جبرئیل آئے اور کہا ایوب تم اپنا پاؤں زمین پر مارو پاؤں مارنے سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ جبرئیل نے کہا اس چشمے کے پانی سے نہاؤ اور اسی کا پانی پیتے رہو بعض حضرات کہتے ہیں دو چشمے جاری ہوئے ایک گرم اُس سے نہانے کا حکم دیا اور دوسرا ٹھنڈا اس سے پینے کا حکم دیا چنانچہ ان کا دُکھ اور بیماری دُور ہوگئی (٤٢) اور ہم نے اس کے اہل وعیال اور اس اہل وعیال کے ہمراہ اتنے ہی اور عیال اس کو عطا کئے یہ عطا ہم نے اپنی رحمت خاص کے سبب سے کی اور اس سبب اور مقصد سے کی کہ اہل عقل و دانش کے لئے ایک یادگار رہے ؛ یعنی اہل عقل غور کریں کہ صبر کرنیوالوں کو اس طرح بدلا دیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے چاہا اُن کو چنگا کرے ایک چشمہ نکالا ان کے لات ملنے سے اسی سے نہایا کرتے اور پیتے رہے اُن کو شفا ہوئی اور ان کے بیٹے بیٹیاں چھت کے نیچے دب مرے تھے اٹھا کر جلایا۔

(باقی صفحہ ٧٢٨ پر)

۴۲) اور اتنی اولاد اور دی ۱۲ خلاصہ یہ کہ اُن کی اولاد فوت ہو چکی تھی بیوی ہر وقت خاوند کی خدمت میں رہتی مکان کا اور بچوں کا کوئی نگراں نہ تھا گاؤں والوں نے ان کے مرض کی وجہ سے انکو گاؤں سے باہر نکال دیا تھا اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد دو چند کر کے دی (۴۴) اور لے ایوب تو سینکوں کا ایک مٹھا لے لے اور اس سے اپنی بیوی کو مارلے اور اپنی قسم نہ توڑ بیشک ہم نے ایوب کو بڑا صبر کرنیوالا پایا وہ ایوب بہت اچھا بندہ تھا وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت رجوع ہونے والا تھا ؛ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں مرض میں خفا ہو کر قسم کھائی تھی کہ اپنی عورت کو سو لکڑیاں ماریں اگر چنگے ہوں وہ بی بی اس حال کی رفیق تھی اور بے تقصیر اللہ تعالیٰ نے قسم اس طرح سچ کروائی ۱۲ مطلب یہ ہے کہ سو سینکوں کا مٹھا ہو یا ایک کھجور کی ٹہنی ہو کہ اس میں سو شاخیں ہوں۔ وہ ماردو بہر حال قسم پوری ہو گئی اور نیک بیوی کو تکلیف بھی نہ ہوئی۔ یہ ایک حیلہ تھا جو ایوب کو بتایا۔ یہ ایوب علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔ اس امت میں بھی کوڑے مارنے کے سلسلہ میں ایک ناقص الخلقت شخص کو جس پر زنا کرنے کا جرم تھا ایک لونڈی سے بجائے سو دُروں کے ایک ٹہنی جس میں سو ٹہنیاں تھیں وہ ایک دفعہ مارنے کا حکم دیا تھا۔ ہر جگہ حیلے کا استعمال نہیں کرنا چاہئے البتہ اگر شرعی طریقے سے کسی حیلے کی گنجائش ہو اور علماء حق اجازت دیں تو حیلہ کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ (۴۴) اور اے پیغمبر ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ہاتھوں سے بندگی کرتے اور آنکھوں سے قدرتیں دیکھ کر یقین زیادہ کرتے ۱۲ یعنی قوت عملیہ اور علمیہ میں کمال رکھتے تھے اور علم و عمل میں کامل تھے۔ آگے اور ان کی خوبیاں فرمائیں (۴۵) اور ہم نے ان کو ایک خاص وصف کے ساتھ امتیاز دیا کہ وہ دار آخرت کا یاد کرنا تھا ؛ مجاہد نے کہا کہ ہم نے ان کو یاد آخرت کے لئے خاص کیا تھا کہ ان کو سوائے آخرت کے نہ کوئی ذکر تھا اور نہ کوئی فکر بعض لوگوں نے کہا کہ ان کے ذکر جمیل کیطرف اشارہ ہے کہ اُن کو پچھلے لوگ بہترین طریقے سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ ہم نے دنیا کی محبت ان کے دلوں سے کھینچ لی تھی۔ اور ان کے دلوں کو آخرت کی محبت اور اس کے ذکر سے خاص کیا تھا (۴۶) اور یقیناً وہ یعنی ابراہیم اسحاق اور یعقوب علیہم السلام ہمارے ہاں چیدہ۔ برگزیدہ اور بہتر لوگوں میں سے ہیں ؛ یعنی منتخب لوگوں میں سے ہیں اور منتخب میں بھی سب سے بڑھ (۴۷) تفسیر صفحہ ہذا ؛۔ اور اے پیغمبر آپ اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے ۱۲ اور یہ سب بھی اچھے اور بہترین لوگوں میں سے تھے حضرت الیسعؑ حضرت الیاسؑ کے خلیفہ اور نائب ہیں پھر بعد کو نبی ہوئے اور حضرت الیسع کے چچازاد بھائی ذوالکفل میں انکی نبوت میں اہل علم کو اختلاف ہے حضرت اسمٰعیلؑ مشہور اور اولوالعزم نبی ہیں۔ ان سب کو اس لئے یاد دلایا کہ یہ سب بڑے صابر اور ضابط تھے اور اصبر علی ما یقولون کی مناسبت سے ان کا ذکر کیا گیا۔ یا دوسری مصلحتوں کی بنا پر ان کا ذکر فرمایا ہو کہ اسقدر بڑے مرتبے والے بھی دار آخرت کی یاد میں منہمک تھے تو عرب کے منکر اُس سے کیوں غفلت برت رہے ہیں (۴۸) یہ ایک نصیحت کا مضمون تھا جو ہو چکا اور یقیناً متقیوں اور پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے پھر جانے کا۔ ؛ مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے۔ یا یہ کہ انبیاء کا تذکرہ ایک نصیحت کا مضمون تھا جو ختم ہوا۔

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾

اور آپ اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب بھی بہترین لوگوں میں سے تھے

هَٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ

یہ انبیاء کا تذکرہ ایک نصیحت کا مضمون تھا جو ہو چکا اور پرہیزگاروں کیلئے بیشک اچھا ٹھکانا ہے۔ وہ اچھا ٹھکانا دائمی باغ ہیں

مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا

جن کے دروازے ان لوگوں کیلئے کھلے ہوئے ہوں گے۔ وہ ان باغوں میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے وہ وہاں بہت سے

بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ

میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے۔ اور اُن لوگوں کے پاس نیچی نظروں والی ہم عمر

أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ

حوریں ہوں گی۔ یہ ہیں وہ نعمتیں جن کا تم سے یوم حساب کے لئے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ

هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ هَٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ

ہماری عطا کردہ روزی ہے جو کبھی ختم ہی ہونیوالی نہیں۔ یہ پرہیزگاروں کی بات تو ہو چکی اور بیشک سرکشوں کا

لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هَٰذَا

یقیناً بُرا ٹھکانا ہے۔ وہ بُرا ٹھکانا دوزخ ہے کہ اس میں وہ داخل ہوں گے سو وہ دوزخ بہت ہی بُری آرام گاہ ہے۔ یہ

فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ

کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ ہے سو اب یہ سرکش لوگ اس کا مزہ چکھیں۔ اور اور بھی اسی قسم کے عذاب کی

أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هَٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ

مختلف چیزیں ہیں۔ یہ ایک اور جماعت تمہارے ساتھ عذاب میں شریک ہونے کو اوپر تلے گھسی چلی آتی ہے ان کا برا ہو یہ بھی

صَالُو النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوا بَلْ أَنتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنتُمْ

جہنم ہی میں آرہے ہیں۔ وہ جواب دیں گے نہیں بلکہ تمہارا ہی برا ہو۔ تم ہی تو

قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَن قَدَّمَ لَنَا

یہ عذاب ہمارے آگے لائے ہو سو وہ عذاب بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ پھر دعا کریں گے اے ہمارے رب جو اس مصیبت کو ہمارے آگے لایا ہے

بلاشبہ جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں ان کے لئے ایک اچھی بازگشت ہے اور بہترین ٹھکانا ہے (۴۹) وہ اچھا ٹھکانا دائمی باغ ہیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہوں گے ؛ یعنی ان باغات کے دروازے پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہوں گے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ حتیٰ اذا جاءُوھا وفتحت ابوابھا۔ یا گھروں کے دروازے کھلے ملیں گے (۵۰) ان باغات میں یہ متقی تکیے لگائے ہوئے ہوں گے وہ وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگواتے ہوں گے (۵۱) اور ان متقیوں کے پاس نیچی نگاہ والی ہم عمر عورتیں ہوں گی ؛ یعنی ہر قسم کی نعمتیں طلب کر رہے ہوں گے اور وہ نعمتیں وہاں انکو میسر ہوں گی۔ نیچی نگاہ والی عورتیں یعنی شرمیلی اور باعفت ہم عمر کا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ حوریں سب کی سب آپس میں ہم عمر ہوں گی یا مطلب یہ ہے کہ وہ حوریں اپنے خاوندوں کی ہم عمر ہوں گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ جب بہشت میں داخل ہوں گے ہر کوئی بن بتائے اپنے گھر میں چلا جائیگا ۱۲ (۵۲) یہ ہے وہ انعام جس کا تم سے یوم حساب کے لئے وعدہ کیا گیا تھا ؛ یعنی یوم حساب کے سلسلے میں جن نعمتوں کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (باقی صفحہ ۷۴۹ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۲۸) یہ دو نعمتیں ہیں (۵۳) یہ ہماری عطا کردہ روزی ہے جو کبھی ختم ہونیوالی نہیں (۵۴) یہ پرہیزگاروں کی بات تو ہو چکی اور رہے شریر اور سرکش تو سرکشوں کا بُرا ٹھکانا اور بُری بازگشت ہے (۵۵) وہ بُرا ٹھکانا دوزخ ہے کہ جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے سو وہ جہنم بہت بری آرام گاہ اور بہت بُرا ٹھکانا ہے (۵۶) یہ سخت کھولتا ہوا پانی اور کچلہو یعنی پیپ پس اب یہ سرکش لوگ اس کا مزہ چکھیں (۵۷) اور اور بھی اسی قسم کے عذاب کی مختلف چیزیں ہیں اور عذاب ہیں مانند اس کے طرح طرح کے :: یعنی یہ گرم کھولتے ہوئے پانی اور کچلہو کے علاوہ اور بھی اسی قسم کے مختلف عذاب ہیں اور طرح بطرح کے عذاب ہوں گے۔ شاید یہ پہلے جو لوگ داخل ہوں گے یہ سردار اور متبوع ہوں گے ان کے بعد جب فوج در فوج بنا کر تابع جہنم کے کنارے پر پہونچیں گے تو دوزخ کے اندر سے ان کو دیکھ کر وہ متبوع کہیں گے (۵۸) یہ ایک اور جماعت تمہارے ساتھ عذاب میں شریک ہونے کو اوپر تلے گھسی چلی آتی ہے ان کا برا ہو یہ بھی جہنم ہی میں آ رہے ہیں :: یعنی جب اس گروہ کو آتا دیکھیں گے تو کہیں گے۔ یہ ایک گروہ ہے جو تم میں گھسا چلا آتا ہے ان کو خدا کی مار اور ان کا بُرا ہو یہ بھی سب جہنم میں ہی آ رہے ہیں یعنی ان کے آنے سے کوئی خوشی نہیں بلکہ یہ تو ہماری طرح عذاب میں ہی داخل ہونے کو آ رہے ہیں یہ سنکر وہ آنیوالے یعنی تابع کہیں گے (۵۹) وہ جواب دیں گے نہیں بلکہ تمہارا ہی بُرا ہو تم ہی تو یہ عذاب ہمارے آگے لائے ہو سو وہ عذاب بُرا ٹھکانا اور بُری جگہ ہے ٹھہراؤ کی یعنی یہ بھی لا مرحبًا کا جواب لا مرحبًا سے دیں گے۔ نہیں تم پر خدا کی مار ہو تمہاری بدولت تو ہم کو یہ عذاب پیش آیا ہے نہ تم ہم کو بہکاتے اور نہ تم یہ بُری رسمیں چھوڑ کر جاتے اور نہ ہم مبتلا ہوتے۔ ہم کو اس مصیبت میں تمہاری وجہ سے مبتلا ہونا پڑا سو یہ عذاب بہت ہی بری قرارگاہ ہے جس میں ہم تمہاری وجہ سے آ رہے ہیں یہ آپس کی تو تو میں میں کے ساتھ یہ تابع اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کریں گے (۶۰) کہیں گے اے ہمارے پروردگار جو اس عذاب کی مصیبت کو ہمارے آگے لایا اس کا عذاب جہنم میں دُگنا بڑھا دے اور دو چند کر دے :: تفسیر صفحہ ہذا یعنی تجھ کو تو معلوم ہے جس کی وجہ سے اور جس کے بہکانے سے یہ مصیبت ہمارے سامنے آئی اُس کا عذاب بڑھا کر دو چند کر دے (۶۱) اور اہل جہنم آپس میں کہیں گے یا وہ تابع ہی کہیں گے ہم کو کیا ہو گیا کہ ہم یہاں ان مردوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بُرے اور بد لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے :: یعنی ایکدم فقراء مسلمین کا خیال آئیگا تو سب مل کر کہیں گے یا صرف تابع کہیں گے کہ اس عذاب میں ہم ان کو نہیں دیکھتے جن کو ہم شرارت پسندوں میں سے گنا کرتے تھے اور بُروں میں شمار کرتے تھے وہ مسلمان کدھر گئے اور کہاں گئے یہ خیال کر کے کہیں گے (۶۲) کیا ہم نے بلا وجہ ان کا مذاق بنا رکھا تھا اور ان سے ٹھٹھا کرتے تھے یا اس وقت ان کو دیکھنے سے ہماری آنکھیں خطا کر رہی ہیں اور آنکھیں دیکھنے سے چوک گئیں اور چکرا گئی ہیں :: مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو اُن کا مذاق ہم اُڑاتے تھے وہ بلا وجہ کا مذاق تھا یا وہ بھی اس عذاب میں موجود ہیں مگر نگاہ نہیں پڑ رہی اُن پر جیسا کہ کثرت ازدحام میں ایسا ہوتا ہے شاید ان اشرار سے مُراد ان کی عمار، بلال صہیب اور خباب وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فقرائے مہاجرین ہوں گے۔ کیونکہ منکر ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچانیں گے لیکن کوئی مسلمان ان کا جاننے والا نظر نہیں آئیگا تب اُنکو تعجب ہوگا۔ (۶۳) بلاشبہ یہ دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات اور ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے :: یعنی اہل نار کے اس جھگڑے کا ہونا واجب الوقوع ہے اور یہ جھگڑا ضرور ہونیوالا ہے

هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرٰى

اس کا عذاب جہنم میں دُگنا بڑھا دے۔ اور اہل جہنم آپس میں کہیں گے ہم کو کیا ہو گیا کہ ہم یہاں ان لوگوں کو نہیں دیکھتے

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا

جن کو ہم بُرے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا

أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ

یا اس وقت ان کے دیکھنے سے آنکھیں خطا کر رہی ہیں۔ یقینًا یہ دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا ایک

النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ

غیر مشتبہ حقیقت ہے۔ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے بس میں تو صرف ایک ڈرانیوالا ہوں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے جو یگانہ اور سب پر غالب ہے کوئی عبادت

الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ

کے لائق نہیں ہے۔ وہی آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے ان سب کا رب ہے، وہ کمال قوت والا اور بڑی

الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾

بخشش کا مالک ہے۔ آپ کہیئے یہ خبر ایک بہت بڑے واقعہ کی خبر ہے۔ جس خبر سے تم بے پروائی برت رہے ہو

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلٰى إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِنْ

مجھے تو عالم بالا کے رہنے والے فرشتوں کی جب وہ آپس میں بحث کر رہے تھے کچھ بھی خبر نہ تھی۔ میری جانب تو

يُوحٰى إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ

وحی صرف اس وجہ سے کیجاتی ہے کہ میں خدا کی جانب سے صاف صاف ڈر سنانیوالا ہوں۔ وہ باہمی بحث اس وقت ہوئی تھی جب

لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ

آپکے رب نے فرشتوں سے فرمایا تھا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔ سو جب میں اسکو پوری طرح

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهٗ سٰجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ

درست کر چکوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکدوں تو تم سب اسکے سامنے سجدے میں گر پڑنا چنانچہ سب کے سب

الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ ۗ اسْتَكْبَرَ

تمام فرشتوں نے آدم کے سامنے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے کہ اس نے اپنے کو بڑا سمجھا

(۶۴) اے پیغمبر آپ ان منکرین توحید و رسالت سے کہہ دیجئے کہ میں تو بس صرف ڈرانیوالا ہوں اور ڈر سنانیوالا ہوں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے جو یکتا و یگانہ سب پر غالب ہے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے :: یعنی میں تو صرف ایک پیغمبر ہوں جو نافرمانوں اور سرکشوں کو ڈراتا ہوں یہ تو رسالت کی بات ہے اور توحید الٰہی ایک امر حق ہے اُس کے متعلق یہ بات ہے کہ سوائے اُس اللہ تعالیٰ کے جو واحد اور سب پر غالب ہے اور کوئی معبود نہیں نہ کوئی لائق پرستش ہے (۶۵) وہی آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو اُن کے مابین ہیں سب کا پروردگار اور کمال قوت کا مالک اور بڑی بخشش کرنیوالا ہے :: یعنی سب کا مالک ہے زبردست ہے اور بہت بخشش کرنے والا ہے (۶۶) آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ یہ خبر ایک بڑے واقعہ کی خبر ہے (۶۷) جس خبر سے تم بے پروائی برت رہے ہو :: یہ مضمون جو میں نے اپنی رسالت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان کیا یہ بہت اہم مضمون ہے مگر افسوس کہ تم اس مضمون سے غفلت برتتے اور اس سے تم اعراض کرتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس خبر سے مُراد قیامت کی خبر ہو جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی قیامت کے احوال یا اس دین کا نازل ہونا

(۶۸) بقیہ صفحہ ۷۳۰ پر

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ

اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس جس کو میں نے اپنے

تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ

دونوں ہاتھوں سے بنایا اُس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا کیا تو نے اپنے کو بڑا سمجھا یا تو واقعی بڑے درجے

الْعَالِيْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ

لوگوں میں سے ہے۔ ابلیس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اسکو

مِنْ طِيْنٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَّاِنَّ

مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا نکل یہاں سے یقیناً تو مردود ہوگیا۔ اور بے شک

عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ

تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت رہے گی۔ ابلیس نے کہا اے میرے پروردگار مجھے اُس دن تک کے لئے مہلت دیدے

اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِلٰى يَوْمِ

جس دن مُردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلاشبہ تجھ کو مہلت دی گئی۔ اس مقررہ

الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾

وقت کے دن تک۔ ابلیس نے کہا تیری عزت کی قسم میں تمام اولاد آدم کو گمراہ کردوں گا

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿٨٤﴾

مگر ہاں اولاد آدم میں سے تیرے وہ بندے محفوظ رہیں گے جو چیدہ اور مخلص ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں حق ہوں اور ہمیشہ حق ہی کہا کرتا ہوں

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ

کہ میں بھی تجھ سے اور جو لوگ بنی آدم میں سے تیری پیروی کریں گے ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ اے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجئے

مَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾ اِنْ

کہ میں تم سے اس قرآن کی تبلیغ پر کچھ مزدوری طلب کرتا ہوں اور نہ میں بناوٹ اور تصنع کرنیوالوں میں سے ہوں۔ یہ قرآن تو

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾

بس تمام عالم کیلئے ایک بہت بڑی نصیحت و فہمائش ہے۔ اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد تم اس قرآن کی صحیح حقیقت کا حال معلوم کرلوگے

(بقیہ صفحہ ٧٢٩) مجھے تو عالم بالا کے رہنے والے فرشتوں کی جب وہ آپس میں بحث کر رہے تھے اور گفتگو کر رہے تھے کچھ بھی خبر نہ تھی (٦٩) میری جانب جو وحی کی جاتی ہے وہ محض اس سبب سے کی جاتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں ✽ یعنی میں اگر پیغمبر نہ ہوتا تو مجھے کیا خبر ہوتی کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتوں نے تخلیق آدم کے وقت کیا کہا اور اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا اور وہ آپس میں کیا بحث و تکرار کرتے تھے یا بعض دوسرے مسائل ہیں ان میں کیا بحث ہوتی ہے اور کیا تکرار ہوتی ہے۔ مجھے ان معاملات کی کیا خبر ہوتی لیکن وحی کے ذریعہ سے وہ باتیں مجھے معلوم ہوتی ہیں اور مجھ پر جو وحی آتی ہے وہ محض اس سبب سے آتی ہے کہ میں کھلا اور آشکارا ڈرانیوالا ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اعلیٰ فرشتے جو تدبیریں کرتے ہیں مجھ کو کیا خبر تھی کہ تم پاس بیان کرتا اللہ کی وحی سے کہتا ہوں اُس مجلس میں جھگڑا نہیں مگر ہر کوئی اپنے کام کا تکرار کرتا ہے ١٢ خلاصہ یہ کہ عالم بالا کے رہنے والے فرشتے امر کونیہ کے متعلق جو تدبیریں کرتے ہیں اور احکام تکونیہ کی تعمیل میں جو باہمی مذاکرات اور بحث و تکرار کیا کرتے ہیں اور میں تم کو وقتاً فوقتاً اُن کی خبر بھی دیتا رہتا ہوں۔ یہ سوائے وحی الٰہی کے کس طرح خبر دے سکتا ہوں یہ آپس کی بحث اور گفتگو کو یختصمون فرمایا ورنہ کوئی جھگڑا ایسا کہ اہل نار میں ہوگا وہ جھگڑا مراد نہیں شاید اسی بنا پر آگے تخلیق آدم کا ذکر فرمایا کیونکہ اُس موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور ملائکہ کا جواب منقول ہے۔ ترمذی شریف کی ایک طویل حدیث میں بھی فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى مذکور ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کن بیان دینا بھی مذکور ہے (٧٠) اے پیغمبر وہ واقعہ یاد کیجئے جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں ✽ یعنی اس کی ترکیب اور بناوٹ مٹی سے کروں گا (٧١) پھر جب میں اُس کو پوری طرح درست کردوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا ✽ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک یہ بھی فرشتوں کی تکرار تھی جو بیان فرمایا ١٢ اور فرمایا ایک اپنی جان یعنی آب خاک سے نہیں بنی غیب سے آئی ١٢ (٧٢) پھر جب اس کو درست کرلیا اور اپنی روح ڈال دی تو سب کے سب تمام فرشتوں نے آدم کے سامنے سجدہ کیا (٧٣) مگر ابلیس نے کہ اس نے اپنے کو بڑا سمجھا اور غرور کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ ✽ کلّھم بھی فرمایا اور اجمعون بھی مطلب یہ ہے کہ سب نے مل کر بیک وقت ان کے سامنے سجدہ کیا۔

تفسیر صفحہ ہٰذا: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ جن تھا دے اکثر خدا کے حکم سے منکر تھے لیکن رہنے لگا تھا فرشتوں میں ١٢ (٧٤) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ابلیس جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا اور باز رکھا تو نے اپنے کو بڑا سمجھا اور غرور کیا یا تو واقعی بلند مرتبہ والوں میں سے ہے ✽ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں دو ہاتھوں سے یعنی بدن کو ظاہر کے ہاتھ سے اور روح کو غیب کے ہاتھ سے غیب کی چیزیں بناتا ہے ایک طرح کی قدرت سے اور ظاہر کی چیزیں ایک طرح کی قدرت سے اس انسان میں دونوں طرح قدرت خرچ کی ١٢ مطلب تو ہم سورۂ بقرہ میں عرض کرچکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ جس مخلوق کو ہم نے صفت جلال اور صفت جمال سے امانت کیا اور جسکو متضاد قوتیں عطا کیں تو اسکے سامنے سجدہ کرنے سے کھنچا آخر اس کی وجہ کیا ہے تو نے تکبر کیا اور اپنے کو بڑا سمجھا یا واقعی تو بلند قدروں میں سے ہے (٧٥) ابلیس نے جواب دیا میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ✽ یعنی کہاں آگ اور کہاں مٹی تیرا یہ حکم مصلحت کے خلاف ہے۔ کہ ایک بلند چیز دوسری پست چیز کے آگے جھکائی جاتی ہے (٧٦) ارشاد ہوا جا نکل یہاں سے یقیناً تو مردود ہوگیا (٧٧) اور بیشک قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت رہے گی ✽ اوقات رحمت میں بھی ملعون رہے اور قیامت ہونے کے بعد تو مرحوم ہونے کی کوئی شکل ہی نہیں (٧٨) ابلیس نے کہا اے میرے پروردگار مجھے اُس دن تک کیلئے مہلت دے جس دن مُردے قبروں سے اُٹھائے جائیں گے (٧٩) اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلاشبہ تجھ کو مہلت دی گئی (٨٠) اُس مقررہ وقت کے دن تک ✽ یعنی ابلیس کی یہ درخواست منظور کر لی گئی دن وہی جس دن نفخۂ اول ہوگا اور وقت معلوم کا یہ مطلب ہے کہ وہ وقت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے (٨١) ابلیس نے کہا تیری عزت کی قسم میں تمام اولاد آدم کو گمراہ کروں گا (٨٢) مگر ہاں اولاد آدم میں سے تیرے وہ بندے محفوظ رہیں گے جو چیدہ اور مخلص ہوں گے ✽ یعنی سب کو بہکاؤں گا اور گمراہ کروں گا۔ مگر تیرے چیدہ بندے میرے قبضے میں نہیں آئیں گے (٨٣) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی بات

(باقی صفحہ ٧٣١ پر)

(بقیہ صفحہ ۴۰۰) کہتا ہوں :- یعنی اللہ تعالیٰ کا نام بھی حق ہے تو یہ معنیٰ ہو سکتے ہیں کہ میں حق ہوں اور حق ہی بات کہتا ہوں۔ ہم نے ترجمے اور تیسیر میں دونوں کو ظاہر کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سچ ہی کہتا ہوں (۸۴) یقیناً میں تجھ سے اور اولاد آدم میں سے جو تیری پیروی کریں گے اور تیرے کہنے پر چلیں گے ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا :- تو جن کو ان میں سے یعنی اولاد آدم میں سے بہکالے گا تو تجھ سے اور ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا (۸۵) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن کی تبلیغ پر نہ کوئی مزدوری اور اُجرت طلب کرتا ہوں اور نہ میں بناوٹ اور تصنع کرنے والوں میں سے ہوں :- یعنی نہ تم سے اس قرآن کی تبلیغ پر کسی اُجرت کا خواہاں ہوں اور نہ میں بہ تکلف بنتا ہوں بلکہ اللہ کا فرستادہ اور اسلام کا داعی ہوں (۸۶) یہ قرآن تو بس اقوام عالم کے لئے ایک بہت بڑی نصیحت اور فہمائش ہے :- یعنی یہ قرآن تو اللہ کا کلام ہے جو اقوام عالم کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے (۸۷) اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد تم اس قرآن کی صحیح حقیقت کا حال معلوم کر لو گے :- یعنی دم نکلتے ہی سب معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کیا چیز تھا۔

سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ آيَةً وَثَمَانُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ زمر مکی ہے اور اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَا

اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو کمال قوت کمال حکمت کا مالک ہے۔ اے پیغمبر اس کتاب کو جو کہ

إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ﴿۲﴾

حقائق واقعیہ پر مشتمل ہے آپ کی جانب ہم نے نازل کیا ہے سو آپ خالص اللہ کی اطاعت کے اعتقاد سے اسکی عبادت کرتے رہیے

أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ

آگاہ رہو کہ عبادت جو خالص ہو وہ اللہ ہی کیلئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور دوسرے شرکا تجویز

أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللّٰهَ

کر رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اسلئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کا خاص مقرب بنا دیں اللہ تعالیٰ

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

ان لوگوں کے مابین ان باتوں کا جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں یقیناً فیصلہ فرما دیگا بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی رہنمائی نہیں فرماتا

مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى

جو جھوٹا اور سخت ناسپاس ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانیکا ارادہ کرتا تو وہ ضرور اپنی مخلوق میں سے

مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ سُبْحٰنَهُ ۖ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

جس کو چاہتا منتخب کر لیتا لیکن وہ تو ہر عیب سے پاک ہے، وہ ایسا اللہ ہے جو یکتا اور سب پر غالب ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى

اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو کمال حکمت و مصلحت کے ماتحت پیدا کیا ہے وہی رات کو دن پر

النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ

لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے

اور قرآن سے کیا فائدہ پہونچا۔ اور قرآن پر ایمان نہ لانے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ سورت کے شروع میں فرمایا والقرآن ذی الذکر اور آخر میں فرمایا ان ھو الا ذکر للعالمین (۸۸) تم سورۃ ص

تفسیر صفحہ ہذا : سورۂ زمر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس سورت میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے جس طرح سورۂ ص میں توحید و رسالت اور قیامت کا ذکر تھا اسی طرح اس سورت میں بھی عقائد اسلامیہ کے اہم مسائل مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت۔ قرآن کی صداقت۔ قیامت کا وقوع نفخ صور اور حساب کتاب کے بعد اہل جنت کا جنت میں جانا اور اہل دوزخ کا عذاب میں گرفتار ہونا مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے :- یعنی قوت کی بنا پر منکروں کیلئے سزا کا اعلان کرتا ہے اور مصالح کی بنا پر مہلت دیتا ہے۔ یعنی اظہار قوت بھی اور اظہار حکمت بھی دونوں کا اس عالم میں ظہور ہوتا رہتا ہے (۱) اے پیغمبر ہم نے حق کیساتھ اس کتاب کو آپ کیطرف نازل فرمایا ہے اس کتاب کو جو حقائق واقعیہ پر مشتمل ہے آپکی جانب ہم نے اُتارا ہے سو آپ خالص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اعتقاد سے اُس کی عبادت کرتے رہیے :- یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس کلام معجز نظام کو ہم نے ہی آپ کی جانب اُتارا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کیجئے اور یہ بندگی بھی خالص کر کے کیجئے۔ خالصاً للہ بندگی اور عبادت کا یہ مطلب ہے کہ وہ عبادت شرک اور ریا سے پاک ہو (۲) آگاہ ہو کہ عبادت اور بندگی جو خالص ہو شرک سے وہ اللہ ہی کیلئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دُوسرے حمایتی اور دوسرے شرکا تجویز کر رکھے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تعالیٰ کا خاص مقرب بنا دیں اور انکو مراتب قرب کے نزدیک کر دیں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مابین ان باتوں کا جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں یقیناً فیصلہ فرما دے گا بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی رہنمائی نہیں فرماتا جو جھوٹا اور سخت ناسپاس اور ناشکر ہو :- یعنی اللہ تعالیٰ کیساتھ عبادت خالصہ کا اختصاص واجب ہے مگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دُوسروں کو شریک کرتے ہیں اور اس شرک فی العبادت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ چونکہ مقرب خداوندی ہیں اس لئے ان کی وجہ سے ہماری احتیاج اور ہماری عبادت اللہ تعالیٰ تک پہونچ جاتی ہے اور ان کی توجہ سے ہم بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیں گے اس کیلئے فرمایا کہ یہ اختلاف جو مشرکوں کے اور اہل ایمان کے درمیان واقع ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرما دے گا خواہ یہ فیصلہ قیامت میں ہو جسکو عملی فیصلہ کہتے ہیں یا اسلام کے غالب ہونے کے بعد دنیا ہی میں ہو جائے اور حق و باطل کا اختیار نمایاں ہو جائے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے اور ناسپاس کو اُس کے عناد کی وجہ سے توفیق ہدایت نہیں عطا کرتا۔ جو بُتوں کو وسیلۂ قرب سمجھتے ہیں ان کا رد فرما کر آگے معتقدین ولد کا رد فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں اور ملائکہ کو اُس کی بیٹیاں بتاتے ہیں (۳) اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا اور اولاد بنانا چاہتا تھا تو وہ ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب کر لیتا وہ تو ہر عیب سے پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو یکتا اور سب پر غالب ہے :- یعنی یہ لازم باطل ہے۔ چونکہ وہ جملہ عیوب سے پاک ہے اور اپنی مخلوق یعنی غیر جنس سے کسی کو بیٹا بنانا۔ (باقی تفسیر میں)

تکویر کے معنی ہیں لپیٹنے کے کہیں اسکو ایلاج سے تعبیر کیا ہے کہیں غشیٰ ان سے تعبیر کیا ہے مطلب سب کا یہ ہے کہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دن کی روشنی پر رات چھا گئی اور رات کی تاریکی پر دن چھا گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موسم سرما اور موسم گرما میں رات دن کی کمی بیشی کی جانب اشارہ ہو۔ سورج اور چاندکی تسخیر اور ان کا کام میں لگے رہنا ظاہر ہی ہے۔ ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ عالم بالا کے یہ کرّے کسی کے تابع فرمان ہیں جو بلا کم و کاست خدمت انجام دے رہے ہیں اور مقررہ وقت تک یہ اپنا کام اسی طرح کرتے رہیں گے اور یہ مقررہ وقت قیامت کا پہلا نفخہ ہے اس پہلے صور پر تمام کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ کمال قوت کا مالک یعنی سب پر حکمراں ہے۔ قوموں کا پست و بالا کرنا اُس کے اختیار میں ہے۔ غفار ہے۔ یعنی باوجود طاقت کے کسی کو فوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہے اور بہت سے گناہگاروں کو معاف کرتا رہتا ہے ؎ ولیکن خداوند بالا و پست ؛ بعصیاں در رزق برکس نہ بست ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ لپیٹتا ہے یعنی ایک پر دوسرا اجلا آتا ہے توڑا نہیں پڑتا ۱۱ (۵) اسی نے تم کو پیدا کیا ایک نفس واحدہ سے اور اسی نے اس نفس واحدہ سے اسکا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے یعنی نر و مادہ پیدا کئے وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بتدریج ایک کیفیت کے بعد دُوسری کیفیت اور دُوسری کیفیت کے بعد تیسری کیفیت پر تین تاریکیوں میں بناتا ہے وہی اللہ تعالیٰ تو تمہارا پروردگار ہے اُسی کی سلطنت اور اُسی کا راج ہے اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے تو پھر اب تم کہاں پھر چلے جا رہے ہو ؛ یعنی نفس واحدہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اُن سے اُن کا جوڑا یعنی حضرت حوا کو بنایا اور ان دونوں سے اولادِ آدم کا سلسلہ شروع ہوا۔ چوپایوں کا ذکر آٹھویں پارے میں مفصلاً گزر چکا ہے مراد ان سے بیل۔ اُونٹ۔ بکری اور بھیڑ ہیں۔ چونکہ انسانی زندگی میں یہ چوپائے بہت ضروری ہیں اس لئے فرمایا۔ انزل لکم۔ چونکہ ہر چیز کی پیدائش کے اسباب آسمان سے ہی ہوتے ہیں اس لئے شاید انزل فرمایا۔ ہم نے ترجمے میں پیدا کئے کیا ہے۔ پھر عام انسانی پیدائش کا ذکر فرمایا کہ اس نے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں مختلف کیفیات کے ساتھ پیدا کیا یعنی پہلے نطفہ پھر خون پھر لوتھڑا وغیرہ وقد خلقکم اطوارا۔ تین تاریکیوں سے مُراد ماں کا پیٹ۔ رحم اور شیمہ یعنی جھلی جو بچے کے ساتھ نکلتی ہے۔ پیدائش کا یہ سلسلہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جو پروردگار ان صفات عامہ سے متصف ہے وہی تو تمہارا پروردگار اور رب ہے۔ اسی کی ہر جگہ حکومت ہے اس کے سوا کوئی دوسرا لائق عبادت نہیں۔ پھر تم راہ حق معلوم کر لینے کے بعد کہاں پھرے جاتے ہو اور منہ پھیر کر بھاگے جاتے ہو۔ (۶) اگر تم کفر اختیار کرو گے اور کافرانہ روش پر چلو گے تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم سے مستغنی ہے اور وہ تمہاری عبادت کا محتاج نہیں ہے اور وہ بندوں کے لئے کفر و ناسپاسی کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر بجا لاؤ گے یعنی اسلام قبول کر لو گے وہ تمہارے لئے اس شکر کو پسند کریگا اور کوئی بوجھ اٹھانیوالا کسی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائے پھر تم سب کی بازگشت اپنے پروردگار کی طرف ہوگی اور تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا پس جو اعمال تم دنیا میں کرتے رہے ہو وہ اُن سب کی حقیقت سے تم کو آگاہ کر دے گا اور تم کو بتلا دیگا یقیناً وہ لوگوں کے سینوں کی باتوں سے بخوبی واقف ہے اور اُن کو جانتا ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ اگر کفر کرو گے تو اسکو کوئی پرواہ نہیں اور نہ اس کا کچھ ضرر ہے اور نہ وہ کسی کی عبادت کا محتاج ہے اور اسکو اپنے بندوں کا کفر کرنا جس میں شرک بھی آگیا پسند نہیں۔ اور اگر تم شکر بجا لاؤ اور اسلام قبول کر لو اور اطاعت بجا لاؤ تو وہ اس شکر کو پسند کرتا ہے اور شکر سے راضی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کوئی بوجھ اُٹھانیوالا کسی دُوسرے شخص کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا بلکہ جو جیسا کریگا ویسا بھریگا۔ اور تم سب کو اُسی کے حضور میں حاضر ہونا ہے پھر وہ تم کو تمہارے اُن اعمال کی حقیقت بتا دے گا جو تم دنیا میں کرتے رہے ہو۔ کیونکہ وہ تو سینوں تک کی خفیہ اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ عبادہ میں مفسرین کے دو قول ہیں لیکن راجح یہی ہے کہ کفر کافر کا ناپسند ہے اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ راضی نہیں اس کفر سے قتادہ اور دوسرے سلف کا قول یہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفر سے اس کا کوئی نقصان نہیں ہے اور چونکہ تمہارے لئے ضرر رساں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ بھی اسکو تمہارے لئے پسند نہیں کرتا اور شکر چونکہ بندوں کے لئے نافع ہے اس لئے وہ بھی تمہارے لئے شکر کو پسند کرتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کیا جائے کہ کفر اور نافرمانی کا بار کسی دُوسرے پر پڑ جائیگا (باقی صفحہ ۷۳۳ پر)

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝۵ خَلَقَكُمْ

کہ ان میں سے ہر ایک ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا آگاہ رہو وہ خدا بڑا زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔ اسی نے تم لوگوں کو ایک

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ

نفس واحدہ یعنی آدم سے پیدا کیا اور اسی نے اس نفس واحدہ سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے

مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

چوپایوں میں سے آٹھ نر اور مادہ پیدا کئے وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں

خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

بتدریج ایک کیفیت کے بعد دُوسری کیفیت پر تین تاریکیوں میں بناتا ہے وہی اللہ تعالیٰ تو

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۶ اِنْ

تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے بجز اسکے کوئی اور دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے تو پھر اب تم پھرے کہاں چلے جا رہے ہو، اگر

تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ

تم کفر کرو گے تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم سے مستغنی اور بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند

الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

نہیں کرتا اور اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو وہ تمہارے لئے اس شکر کو پسند کرے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دُوسرے کا

وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا سو جو اعمال تم دنیا میں

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷ وَاِذَا

کرتے رہے ہو ان سب کی حقیقت سے وہ تم کو آگاہ کر دیگا یقیناً وہ لوگوں کے سینوں کی باتوں تک سے بخوبی واقف ہے اور انسان کو جب

مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا

کوئی سختی پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف پوری طرح رجوع ہو کر اس کو پکارنے لگتا ہے پھر جب خدا تعالیٰ

خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ

اس انسان کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو جس سختی کو دُور کرنے کیلئے وہ خدا کو اس نعمت سے پہلے پکار رہا تھا اسے بھول جاتا ہے

قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ

اور دُوسروں کو خدا کا ہمسر اور شریک بنانے لگتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کی راہ سے بے راہ کر دیتا ہے اے پیغمبر آپ ایسے شخص ع

تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ

کہد یجئے کہ تو اپنے کفر سے اور تھوڑے دنوں فائدہ اٹھالے یقیناً تو اہل جہنم میں سے ہے ۔ بھلا وہ شخص

هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ

جو رات کی گھڑیاں سجدے اور قیام کی حالت میں عبادت کرتے ہوئے گزارتا ہو نیز

الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ

آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے رب کے فضل و مہربانی کی اُمید رکھتا ہو تو کیا ایسا نیک شخص اس مشرک کے برابر ہو سکتا ہے۔ آپ فرمایئے

يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا

کیا وہ لوگ جو حقیقت آشنا ہیں اور وہ جو حقیقت سے ناواقف ہیں کہیں برابر ہو سکتے ہیں بس ان دلائل سے وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے

الْاَلْبَابِ ۝۹ؑ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ

ہیں جو اہل عقل و خرد ہیں اے پیغمبر آپ میرے مسلمان بندوں سے یہ فرما دیجئے کہ اے میرے ایمان والے بندو اپنے رب سے ڈرتے رہو جو لوگ

اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ

اس دنیا میں بھلے کام کیا کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں بھی بھلائی ہے اور اللہ کی زمین

وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰

بڑی فراخ ہے جو لوگ مصائب و آلام پر ثابت قدم رہنے والے ہیں بس انکو ان کے صبر کا صلہ بیشمار ہی دیا جائے گا یعنی بھرپور

قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝۱۱ۙ

آپ کہد یجئے مجھ کو تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں خالص خدا ہی کی اطاعت کے اعتقاد سے اللہ کی عبادت کروں

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۲ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ

اور نیز مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں ہوں سب سے پہلے حکم بردار ۔ آپ کہد یجئے اگر میں اپنے رب کا حکم

اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۳ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ

نہ مانوں تو میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ۔ آپ کہد یجئے میں تو اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں

(بقیہ صفحہ ۴۳۲) بلکہ ہر شخص کو اپنے اپنے اعمال کا بار اور بوجھ اُٹھانا ہوگا اور حدیث میں جو آتا ہے ۔ من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرھا ووزر من عمل بھا۔ اُسکو ہم سورۂ عنکبوت میں عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ (۷) اور انسان کو جب کوئی سختی اور تکلیف پہونچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کی جانب پوری طرح رجوع ہو کر اس کو پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس انسان کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو جس سختی کو دُور کرنیکے لئے وہ اس نعمت سے پہلے اللہ تعالیٰ کو پکار رہا تھا وہ اُسکو بھول جاتا ہے ۔ تفسیر صفحہ ہذا ۔ اور دُوسروں کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور شریک ٹھہرانے اور بنانے لگتا ہے جس کا انجام اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی گمراہی کے علاوہ دُوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے بے راہ اور گمراہ کرتا ہے اے پیغمبر آپ ایسے شخص سے کہد یجئے کہ تو اپنے کفر اور ناسپاسی سے اور تھوڑے دنوں فائدہ اُٹھالے بلاشبہ تو اہل دوزخ سے ہے۔ یہ انسان شاید ابوجہل ہے یا ہر کافر اور ناسپاس مراد ہے کہ جب کوئی بلا اور سختی آتی ہے تو مشرک اپنے معبودان باطلہ سے توجہ ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف رجوع ہو کر اُسی کو پکارنے لگتا ہے۔ پھر جب وہ سختی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کر دیتا ہے خواہ وہ مرض ہو یا سمندر کا طوفان ہو یا کاروبار کی پریشانی ہو وغیرہ وغیرہ تو وہ اُس سختی کو یا اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے یعنی نہ وہ بلا یاد رہتی ہے نہ خدا یاد آتا ہے اور یہی نہیں بلکہ پھر وہ مشرک اپنے شرک کی طرف لوٹ جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کرے۔ یعنی خود تو گمراہ ہوتا ہی ہے بلکہ دُوسروں پر بھی اسکی گمراہی کا اثر پڑتا ہے آگے بطور تہدید فرمایا کہ اے محمدؐ ایسے نالائق احسان فراموش سے کہدو کہ اچھا تو اپنے کفر کا کچھ اور دن فائدہ اٹھالے۔ آخر کار تو تو جہنمی ہے' یہ مشرک کی مذمت فرمائی کہ مطلب نکل جانے کے بعد پھر بتوں کو پکارنے لگتا ہے یہ مضمون اور بھی کئی جگہ گزر چکا ہے آگے اہل توحید کی مدح و ثنا ہے۔ (۸) بھلا وہ شخص جو رات کی گھڑیاں سجدے اور قیام کی حالت میں عبادت کرتے ہوئے گذارتا ہو نیز آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کے فضل و مہربانی کی امید رکھتا ہو کیا ایسا عبادت گذار شخص اُس مشرک مذکور کے برابر ہو سکتا ہے جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا آپ اے پیغمبر فرمایئے کیا وہ لوگ جو اہل علم اور حقیقت آشنا ہیں اور وہ جو جاہل اور حقیقت سے نا آشنا ہیں کہیں برابر ہو سکتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ان دلائل سے وہی لوگ نصیحت پکڑتے اور نصیحت مانتے ہیں جو اہل عقل و خرد ہیں ۞ اس آیت سے مُراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر ہیں۔ ابن عمر نے کہا مراد حضرت عثمان ہیں۔ کلبی نے کہا حضرت عمار اور سلمان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ قانتؐ سے مُراد طویل قیام کرنیوالا۔ اور یہ جو فرمایا کہ باوجود کثرت عبادت کے آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے۔ یہ علامت ہے خاص مومن کی۔ یعنی نہ مایوس نہ بالکل بے خوف۔ اہل علم سے مراد علماء باعمل ہیں جو عامل نہیں وہ باوجود علم کے جاہل ہیں۔ بہر حال بھلے اور بُرے میں مساوات نہیں (۹) اے پیغمبر آپ میرے ایمان والے بندوں سے فرما دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جو لوگ اس دنیا میں بھلے اور اچھے کام کیا کرتے ہیں اُن کے لئے آخرت میں بھی بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع اور فراخ ہے۔ جو لوگ مصائب و آلام پر سہار کرتے ہیں اور ثابت قدم رہتے اور صبر کرنیوالے ہیں تو سوائے اس کے نہیں کہ انکے صبر کا صلہ ان کو بیشمار اور ان گنت دیا جائے گا۔ یعنی اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ طاعت اور فرماں برداری اور خشیت الٰہی اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہا کریں اور بھلائیوں پر مداومت رکھیں کیونکہ جو لوگ اس دُنیا میں بھلائی اور نیک کاموں کے خوگر ہوتے ہیں ان کو بھلائی یعنی جنت ہے۔ بعض لوگوں نے فی الدنیا کو حسنۃ کے متعلق کیا ہے اور یوں معنی کئے ہیں کہ جو بھلے کام کرتے ہیں ان کو دنیا میں بھی بھلائی ہے یعنی صحت و عافیت عطا ہوتی ہے بہر حال دنیا میں صحت و عافیت اور آخرت میں بہشت عطا ہوتی ہے اس طرح مفسرین کے دونوں قول جمع ہو سکتے ہیں۔ پھر اگر وطن میں کوئی نیک کاموں سے مانع ہو اور تم میں دفاع کی طاقت اور قوت نہ ہو تو وطن سے ہجرت کر کے کوئی ایسی جگہ اختیار کر لو جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوئی مزاحم نہ ہو کیونکہ میری زمین وسیع ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت مجاہد نے آیت کی تفسیر ہجرت سے کی ہے۔ اور مکہ والوں کو ہجرت کی ترغیب کے لئے اس آیت کا شان نزول فرمایا۔ پھر ہجرت کرنے یا نہ کرنے پر جو مصائب و آلام آئیں اُن کو خندہ پیشانی کیساتھ برداشت کرنے اور اُن پر صبر کرنیوالوں کو بغیر حساب اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ یعنی بہت اجر دیا جائیگا۔ اور بھرپور ملے گا اجر صبر کرنیوالوں کو (۱۰)۔

(باقی صفحہ ۴۳۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۳۳) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے مجھ کو تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں خالص خدا کی ہی کے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں (۱۱) اور نیز مجھ کو حکم دیا گیا ہوں کہ سب مسلمانوں سے پہلے مسلمان ہوں (۱۲) آپ بہ کہیئے اگر میں اپنے پروردگار کا حکم نہ مانوں تو میں ایک سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں: پہلے اخلاص کا حکم دیا گیا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت پر اعتقاد رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی نری اُسی کی بندگی ہو اُس کی عبادت میں کوئی دُوسرا شریک نہ ہو نہ تو عبادت میں ریا ہو اور نہ غیر اللہ کی عبادت ہو۔ دُوسرے یہ کہ اس اُمت میں سب مسلمانوں میں سے پہلے میں اسلام کے حق ہونے کو مانوں اور اسلام کے حق ہونیکا ظہار کروں۔ اور اگر بفرض محال مجھ سے اپنے پروردگار کی کوئی نافرمانی ہو جائے تو میں قیامت کے دن کے عذاب اور اُس بڑے دن کی پکڑ سے ڈرتا ہوں بڑا دن فرمایا قیامت کو (۱۳) آپ کہدیجئے میں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو خالص اور صرف اُسی کے لئے رکھتا ہوں: (۱۴) تفسیر صفحہ ہذا۔ یعنی اُس کی عبادت سوائے اُس کے کسی کی نہیں کرتا نہ اُس کی عبادت میں کسی دُوسرے کو شریک کرتا ہوں بلکہ نری اور خالص اُسی کی عبادت کا اعتقاد رکھ کر اُس کی بندگی کرتا ہوں (۱۴) پس اب تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو پُوجا کرتے پھرو آپ اِن سے فرما دیجئے حقیقی نقصان، ٹوٹے اور ہار میں وہی ہے جو قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے متعلقین کو نقصان میں گنوا بیٹھے۔ آگاہ ہو یہ قیامت کے دن کا گھاٹا ہی تو صریح گھاٹا ہے: اپنی عبادت کے خالص ہونیکا اعلان کرنیکے بعد بطور توبیخ اور تہدید کے فرمایا۔ میں نے تو اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا اب تمہارا جو جی چاہے کرتے پھرو۔ البتہ یہ یاد رکھو کہ اصلی نقصان اُٹھانیوالے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن سب کچھ ہار بیٹھے اور اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں دے بیٹھے اور گنوا بیٹھے یہی نقصان تو صریح نقصان اور کھلا ہی گھاٹا ہے (۱۵) ان صریح نقصان اُٹھانیوالوں کیلئے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے بھی آگ کے سائبان ہوں گے یہ عذاب یہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے سوائے بندو میرے مجھ سے ڈرتے رہو: یا تو مطلب یہ ہے کہ اوپر بھی اور نیچے بھی سب طرف جہنم کی آگ اور اس کے شعلے محیط ہوں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ آگ میں گرتے چلے جائیں گے نیچے کی آگ سائبان بنتی چلی جائیگی ابھی اوپر تھے نیچے آگ کی زمین تھی جب اس زمین کے نیچے اُتر گئے تو وہ سائبان ہو گئی جس طرح اُوپر سے گرنیوالا دھنستا چلا جائے تو ہر منزل اُس کی چھت بنتی رہے گی یا اُوپر کا دُھواں اور نیچے آگ کا بچھونا۔

مُخْلِصًا لَّهُ دِينِي ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِ ۗ قُلْ

کہ اپنی عبادت کو خالص اسی کیلئے رکھتا ہوں۔ اب ہے تم تو تم خدا کے سوا جسکی چاہو عبادت کرتے پھرو۔ آپ ان سے فرما دیجئے

إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ

حقیقی نقصان میں وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے متعلقین کو نقصان میں ڈال بیٹھے آگاہ ہو

الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿۱۵﴾ لَهُم مِّن

یہ قیامت کے دن کا گھاٹا ہی تو صریح گھاٹا ہے۔ ان گھاٹے والوں کے

فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ

اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے سائبان ہوں گے وہ عذاب یہی ہے

يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ ۚ يَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِينَ

جس سے خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بندو مجھ سے ڈرتے رہو۔ اور جن لوگوں نے

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ

بتوں کے پوجنے سے اجتناب کیا اور وہ ہمہ تن خدا ہی کی طرف متوجہ رہے تو ان کے لئے

الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ

خوشخبری ہے سو اے پیغمبر آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں

فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَ

پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے رہنمائی فرمائی اور

أُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۖ

یہی وہ لوگ ہیں جو اہل عقل و خرد ہیں۔ بھلا جس شخص پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا ہو

أَفَأَنتَ تُنقِذُ مَن فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا

تو کیا آپ ایسے شخص کو چھڑا سکتے ہیں جو دوزخ میں پڑا ہوا ہے۔ مگر ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے

رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي

تو ان کے رہنے کے لئے ایسے بالاخانے ہیں جن کے اوپر اور بالاخانے بنے ہوئے ہیں ان بالاخانوں کے نیچے

اعاذنا اللہ منہما نستغفرک ونتوب الیک۔ یہ عذاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے کہ کفر و شرک اور معاصی سے باز آجاؤ ورنہ وہاں کا عذاب الیسا ہے آخر میں فرمایا میرے بندو مجھ سے ڈرتے رہو یعنی خوف علی الدوام ہو تاکہ نفس پر قابو قائم رہے۔ (۱۶) اور جن لوگوں نے بتوں سے یا شیاطین کی عبادت سے اجتناب کیا اور وہ پُوری طرح اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع اور متوجہ ہے ایسے لوگوں کے لئے بشارت اور خوش خبری ہے: اور وہ خوش خبری سُنانے کے مستحق ہیں اے پیغمبر میرے اُن بندوں کو خوش خبری سُنا دیجئے۔ (۱۷) جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اُس کی اچھی اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں اور اُن پر چلتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی اور ہدایت دی اور یہی وہ لوگ ہیں جو صاحبانِ عقل و خرد ہیں: طاغوت کی تفسیر کئی جگہ گزر چکی ہے اس سے مراد یا تو بُت اور اصنام ہیں یا شیطان ہیں جو لوگ اس قسم کی سرکش طاقتوں سے مجتنب رہے اور ان کی عبادت سے بچے رہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع رہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک نہیں کیا اور صرف اللہ کی عبادت کرتے رہے ان کے لئے دُنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی جیسا کہ ہم گیارھویں پارے میں لھم البشرٰی فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔ کی تفسیر میں کہہ آئے ہیں اور جب یہ لوگ مستحق بشارت ہیں تو اے پیغمبر میرے ان بندوں کو بشارت دیدیجئے جو باوجود اجتناب عن الطاغوت اور انابت الی اللہ کے اس صفت کیساتھ بھی متصف ہیں جو کلام الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس کلام کے تمام احکام کی خواہ وہ اوامر ہوں یا نواہی اُن کی پیروی کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ تمام ہی احکام اچھے ہیں، اس لئے فرمایا فیتبعون احسنہ یہ مطلب نہیں کہ اچھی باتوں پر چلتے ہیں اور بُری باتیں چھوڑ دیتے ہیں۔ تمام کلام اچھا ہے تو سب پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی ہے اور یہی لوگ صاحب خرد ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں چلتے ہیں اس کے نیک پر (باقی ۷۳۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۴۴۴) یعنے حکم پر چلنا کہ اس کو کرتے ہیں منع پر چلنا کہ اس کو نہیں کرتے اس کا ذکر فرمایا ہے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ بعد ادا امر و نواہی کا اتباع کیا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے اور بھی اقوال ہیں مثلاً واجب اور مستحب اور امر پیش آئیں تو واجب کو اختیار کریں اور مباح اور مستحب پیش آئیں تو مستحب کو اختیار کرتے ہیں عزیمت و رخصت کے امور پیش آئیں تو عزیمت کو اختیار کرتے ہیں۔ قصاص لینے اور معاف کرنیکا معاملہ ہو تو معاف کرنیکا اختیار کرتے ہیں۔ غرض جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل ہوتا ہو اُس کو اختیار کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں بھی توحید کے قائل تھے۔ مثلاً سعید بن زید۔ ابوذر غفاری اور سلمان فارسی وغیرہم بہرحال ہم نے ترجمے اور تیسیر میں مشہور اور راجح قول کو اختیار کرلیا ہے اور فیستمعون القول سے مراد قرآن لیا ہے۔ (۱۸) بھلا جس شخص پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا ہے تو کیا آپ ایسے شخص کو چھڑا سکتے ہیں جو آگ میں پڑا ہوا ہو؛ یعنی جس شخص کے لئے کلمۂ عذاب سبقت کر چکا ہو اور علم ازلی میں یہ بات مستحق ہو چکی ہے کہ وہ جہنم میں جانیوالا ہے تو بھلا آپ ایسے شخص کو جہنم کی آگ سے کس طرح بچا سکتے ہیں اور نجات دلا سکتے ہیں یعنی جو شخص اپنی سوئے استعداد کے باعث جہنمی ٹھہر چکا اس کو بچانا کس کے بس کی بات ہے (۱۹) مگر ہاں وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں تو اُن کے رہنے کے لئے ایسے بالاخانے ہیں جن کے اوپر اور بالاخانے بنے ہوئے ہیں ان بالاخانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ وعدے کا خلاف نہیں کرتا؛ یہ متقی لوگ شاید وہی ہیں جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے: مطلب یہ ہے کہ کئی کئی منزل کے مکان ہوں گے بالاخانوں میں کھڑکیاں اور جھروکے ہوں گے۔ تفسیر صفحہ ہذا۔ بالاخانے پر بالاخانے نیچے نہریں جاری ہیں آخر میں تاکید کے لئے فرمایا متقیوں کے لئے یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتے یعنی تفریح کے تمام سامان مکمل ہوں گے۔

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ وَعْدَ اللّٰهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيعَادَ ⑳

نہریں بہہ رہی ہیں یہ ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي

اے مخاطب کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان کی جانب سے پانی نازل کیا پھر اس پانی کو زمین کے ان مقامات میں داخل

الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ

کر دیا جو پانی بہنے اور نکلنے کے مقامات ہیں پھر وہ اس پانی سے گونا گوں قسم کی کھیتی اُگاتا ہے پھر وہ کھیتی بالکل خشک ہو جاتی ہے

فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ

پھر تو اس کو دیکھتا ہے کہ وہ زرد پڑ گئی پھر خدا اسکو چورا چورا کر ڈالتا ہے۔ بے شک کھیتی کی اس مذکورہ حالت میں

لَذِكْرٰى لِأُولِي الْأَلْبَابِ ㉑ أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ

اہل عقل و خرد کے لئے بڑی عبرت ہے۔ کیا بھلا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے

لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ

کھول دیا ہوا اور وہ اپنے رب کی جانب سے ایک عطا کردہ روشنی پر ہو تو کہیں یہ کسی سخت دل کے برابر ہو سکتا ہے

قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ أُولٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ㉒

سو ایسے لوگوں کیلئے بڑی خرابی ہے جن کے دل خدا کے ذکر کی طرف سے سخت ہیں یہی لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں

اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے وہ کلام ایک ایسی کتاب ہے جس کے مضامین باہم ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ

اسکی باتیں بار بار دہرائی گئی ہیں اس کتاب سے ان لوگوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر انکے جسم

جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ

اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کیطرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ کتاب مذکور اللہ کی ہدایت ہے

يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ

وہ اس کے ذریعہ سے جس کو چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے اور جس گم کردہ راہ کی خدا رہنمائی نہ کرے اسے کوئی

ع ۱۲ / ۱۶ اوپر کی آیتوں میں تقوے والوں کی تعریف تھی پھر بیچ میں ازلی اہل شقاوت کا ذکر فرمایا اب آگے دُنیا کی بے ثباتی اور زوال کا ذکر فرمایا (۲۰) کیا اے مخاطب تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب سے پانی نازل فرمایا پھر اس پانی کو زمین کے اُن مقامات میں داخل کر دیا جو پانی بہنے اور نکلنے کے مقامات ہیں یعنی اُن سوتوں میں پانی کو پہونچا دیتا ہے جن سوتوں سے وہ پانی کنوئیں یا چشموں سے بآسانی حاصل کیا جا سکتا ہے پھر اس پانی سے مختلف اور گونا گوں قسموں کی کھیتیاں پیدا کرتا اور نکالتا ہے۔ پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔ پس اے مخاطب تو اس کو زرد رنگ دیکھتا ہے پھر وہ اس کھیتی کو چورا کر ڈالتا ہے بیشک کھیتی کی اس مذکورہ حالت میں اہل عقل و خرد کیلئے نصیحت و عبرت ہے؛ بعض حضرات نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ دُنیا کی بے ثباتی اور اس کی فنا کی دلیل ہے۔ یا یہ انسانی زندگی کی مثال ہے بہرحال ایک چیز کو بنانا اور ایک وقت تک اسکو قائم رکھنا پھر اس کو فنا کر دینا یہ ہر ایسی چیز کی مثال ہے۔ انسانی زندگی بھی ایسی ہی ہے کہ بڑے پلے جوانی آئی بڑھاپے کی سفیدی آئی اور موت نے ٹھکانے لگا یا۔ مختلفا الوانہ کی تفسیر بعض حضرات نے کھیتی کے مختلف اقسام کیساتھ کی ہے اقسام سے مراد جیسے چنے۔ جو گیہوں وغیرہ۔ سورۂ کہف میں گزر چکا فاصبح ھشیما تذرہ الریاح وکان اللہ علی کل شئ مقتدرا (۲۱) بھلا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کی جانب سے عطا کردہ روشنی پر ہو تو کہیں ایسا شخص اہل قساوت کے برابر ہو سکتا ہے سو ایسے لوگوں کیلئے بڑی خرابی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف سے سخت ہیں اور یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں؛ اہل حق اور اہل باطل دونوں فرقوں کا ذکر فرمایا۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے قلوب اللہ تعالیٰ نے حق کی قبولیت کے لئے کھول دیئے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کے عطا کردہ نور ہدایت پر قائم ہیں اور ہدایت کے مقتضا پر چل رہے ہیں۔ یعنی اعتقاد اور عمل صحیح کو اختیار کر چکے ہیں اور دوسرے جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کیطرف سے سخت ہیں یہ دونوں فریق کہیں برابر ہو سکتے ہیں یعنی ایک مومن کامل اسلامی احکامات کا پابند دوسرا اللہ کی یاد سے بھاگنے والا اور سنگدل دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر اُن لوگوں کے انجام کی خرابی بیان کی جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سخت ہیں یعنی سننے ہی نہیں اور ذکر الٰہی سے اور قرآنی مضامین سے متاثر نہیں ہوتے (باقی ضمیمہ میں)

کیا بھلا وہ شخص جو قیامت کے دن بُرے اور بدترین عذاب کو اپنے مُنہ پر روکتا ہو اور اپنے مُنہ کو قیامت کے دن سخت عذاب کیلئے سپر بنا دے تو کیا یہ معذب اس کے برابر ہو سکتا ہے جو عذاب سے مامون ہو اور ظالموں سے کہا جائیگا کہ جو کمائی تم دنیا میں کرتے رہے ہو اس کے وبال کا مزا چکھو :: یعنی جب آگ میں ڈالا جائے گا تو پہلے جس چیز کو آگ لگے گی وہ مُنہ ہو گا۔ سورۂ فصلت میں انشاء اللہ آجائے گا۔ افمن یلقی فی النار خیر ام من یاتی اٰمنا یوم القیٰمۃ ۔ یا یہ مطلب ہو کہ تمام بدن طوق و سلاسل میں جکڑا ہوا ہو گا مگر مُنہ کھلا ہوا ہو گا ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے اس لئے فرمایا افمن یتقی بوجھہ مقصد آگے میں جاتا ہے آگے منکرین قیامت اور منکرین عذاب کو تنبیہ ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۴) ان لوگوں سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انھوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا اور دین حق کی تکذیب کا شیوہ اختیار کیا تھا پھر ان پر عذاب ایسے طور پر آیا اور ایسی جگہ سے آیا جہاں سے عذاب آنے کی اُن کو خبر بھی نہ تھی :: یعنی وہ لوگ جو اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں انھوں نے بھی رسولوں کو اور ان کی باتوں کو جھوٹا بتایا تھا آخر کار اُن پر عذاب ایسی جہت سے آیا جس کی اُن کو خبر بھی نہ تھی اور گمان بھی نہ تھا (۲۵) سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دنیا کی زندگی میں ذلت و رسوائی کا مزا چکھایا اور آخرت کا عذاب تو یقیناً اس سے کہیں بڑا ہے کاش یہ لوگ اس بات کو سمجھتے :: یعنی دُنیا میں ذلت و رسوائی کا مزا چکھنا پڑا اور آخرت کا عذاب یقیناً بہت بڑا اور بڑا سخت ہے۔ یعنی دُنیا کی رسوائی کو اُس سے کوئی نسبت نہیں۔ اللّٰھم اجرنا من خزی الدنیا و عذاب الاٰخرۃ کاش یہ بھی ان باتوں کو سمجھ جاتے اگر سمجھ جاتے تو تکذیب اور جھٹلانے کا طریقہ نہ اختیار کرتے (۲۶) اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں اور عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ یہ لوگ سوچیں اور نصیحت قبول کریں (۲۷) اس قرآن کی کیفیت یہ ہے کہ یہ عربی زبان کا قرآن ہے اس میں کسی قسم کی پیچیدگی اور کجی نہیں تاکہ یہ لوگ اس کی تکذیب سے بچیں :: یعنی عمدہ مضامین اور مثالیں تاکہ ان کو سوچنے اور سمجھنے کا موقعہ ملے اور نصیحت پکڑیں پھر یہ قرآن عربی زبان میں ہے۔ چونکہ اہلِ عرب مخاطب اول ہیں اس لئے عربی میں نازل فرمایا تاکہ ان کو خود سمجھ کر دُوسروں کو سمجھانے میں آسانی ہو کتاب میں کوئی کجی اور ہیر پھیر نہیں بالکل سیدھی کتاب ہے۔ جیسا کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیتوں میں بیان ہو چکا ہے۔ بہرحال ہدایت کے لئے جیسی کتاب کی ضرورت تھی وہ سب باتیں اس میں علیٰ وجہ الکمال مذکور ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ کفر سے بچیں اور دوسروں کو بچائیں۔ بعض حضرات نے غیر ذی عوج کی تفسیر مرفوع حدیث سے غیر مخلوق بھی کی ہے اس حدیث کے راوی حضرت انس ہیں۔ آگے مشرک اور موحد کے مابین جو تفاوت ہے اس کی مثال بیان فرمائی (۲۸) اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص غلام ہے جس میں بہت سے مالک شریک ہیں۔ یہ شرکا بھی آپس میں ایک دُوسرے کے سخت مخالف اور بداخلاق ہیں اور ایک اور شخص غلام ہے جو سالم ایک ہی شخص کا مملوک ہے۔ کیا ان دونوں غلاموں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہیں مگر ان کافروں کے اکثر لوگ نہیں سمجھتے :: کیا عجب مثال ہے۔ فرض کرو ایک غلام کے چند آقا ہیں وہ اپنی خدمت کے لئے طلب کرتا ہے یہ اپنی خدمت کیلئے طلب کرتا ہے نان نفقہ میں ایک دُوسرے پر ٹالتا ہے آقاؤں میں کھینچا تانی ہے اس کے کام میں دیر ہو جائے تو یہ ناراض اُس کے حکم کی تعمیل میں تاخیر ہو جائے تو وہ ناراض غرض یہ غلام ہر وقت پریشان ہے۔ اور ایک غلام صرف ایک ہی آقا کا غلام ہے آقا اس کی تمام ضروریات کا کفیل اور یہ ہمہ تن اُس کی خدمت کے لئے وقف کہاں اس کا اطمینان اور کہاں اس کی پریشانی اور تحیر دونوں برابر نہیں یہی فرق ہے ایک مشرک اور مومن میں۔ الحمد للہ۔ یعنی حق ثابت ہو گیا۔ لیکن ان مشرکوں میں سے اکثر سمجھ سے کام نہیں لیتے کیونکہ سمجھنے کا قصد ہی نہیں کرتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ایک غلام جو کئی شخص کا ہو کوئی اسکو اپنا نہ سمجھے تو اس کی پُوری خبر نہ لے۔ اور ایک غلام جو سارا ایک کا ہو وہ اسکو اپنا سمجھے اور پُوری خبر لے یہ مثال ہے جو ایک رب کے بندے ہیں اور جو کئی رب کے بندے ۱۲۔ خلاصہ یہ کہ ایک چند جھگڑالو بداخلاق آقاؤں کا غلام اور ایک صرف حضرت حق تعالیٰ کا غلام اللہ تعالیٰ اُس کا مربی اور پروردگار جو اطمینان اس کو میسر ہو سکتا ہے وہ اطمینان اس مشرک کو کہاں میسر؟ ۱۲ (۲۹) اے پیغمبر کچھ شک نہیں کہ آپ کو بھی مرنا ہے اور یقیناً ان منکروں کو بھی مرنا ہے

مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ

راہ دکھانیوالا نہیں۔ کیا بھلا وہ شخص جو قیامت کے دن بدترین عذاب کو اپنے منہ پر روکتا ہو کہیں وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو

الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

عذاب سے مامون ہو اور ظالموں سے کہا جائیگا کہ جو کمائی تم دنیا میں کرتے رہے ہو اُس کے وبال کا مزہ چکھو۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

ان لوگوں سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کا شیوہ اختیار کیا تھا پھر ان پر عذاب ایسی جہت سے آیا

يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

جس کی ان کو خبر بھی نہ تھی۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دنیا کی زندگی میں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھایا

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا

اور آخرت کا عذاب تو یقیناً اس سے کہیں بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ اس بات کو سمجھتے۔ اور بلاشبہ ہم نے

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ لوگ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ

نصیحت حاصل کریں۔ اس قرآن کی حالت یہ ہے کہ یہ عربی زبان میں ہے اس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں تاکہ یہ لوگ اسکی تکذیب سے

يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ

بچیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک آدمی یعنی غلام ہے کہ اس غلام میں چند آدمی شریک ہیں اور یہ شرکا بھی آپس میں ایک دوسرے کے سخت مخالف

وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ

اور بدخو ہیں اور ایک اور غلام ہے جو سالم ایک ہی شخص کا غلام ہے کیا ان دونوں غلاموں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

مگر ان کافروں میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔ اے پیغمبر کچھ شک نہیں کہ آپ کو بھی مرنا ہے اور یقیناً ان منکروں کو بھی مرنا ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

پھر تم قیامت کے دن اپنے پروردگار کے روبرو اپنا اپنا معاملہ پیش کرو گے

ع ۱۰ / ۱۷ ل

(باقی ضمیمہ میں)

بقیہ صفحہ ۷۰

اور پیچھے چھوڑے اعمال ۱۲ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ سے مراد ہے آخرت اس کے لئے عمل کرو اور مَا خَلْفَكُمْ سے مراد دنیا ہے. تو دنیا سے بچو. (۴۵) اور ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی اور ان کے پروردگار کے احکام میں سے کوئی حکم ان کے پاس نہیں آتا مگر یہ کہ وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں اور منہ پھیر لیتے ہیں ⁂ یعنی ان کے عناد اور سرکشی کا یہ عالم ہے کہ جو حکم بھی ان کو دیا جاتا ہے اس سے ہی اعراض اور روگردانی کرتے ہیں (۴۶) اور جب ان دین حق کے منکروں سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تم کو اللہ تعالےٰ نے دیا ہے اس میں سے کچھ خیرات بھی کرو اور خدا کی راہ میں خرچ کرو تو یہ منکر اہل حق سے یوں کہتے ہیں کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانا کھلائیں جن کو اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو کھانا کھلا دے تم لوگ محض گمراہی میں مبتلا ہو ⁂ یعنی اللہ تعالےٰ نے جو روزی تم کو اپنے کرم اور اپنی عنایت سے دی ہے اس میں سے کچھ مساکین کو بھی دیا کرو تو یہ جواب دیتے ہیں کہ جن کو خدا نے نہیں دیا ان کو ہم کیا دے سکتے ہیں. اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو بہت کچھ کھانے کو دے سکتا تھا لیکن جب خدا ہی نے ان کو نہیں دیا تو ہم کیوں دیں. ظاہر ہے کہ یہ جواب انتہائی بخل اور ناسپاسی پر مبنی ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بعض منکر مدینے میں ایسے تھے کہ جب ان کو خیرات کا حکم ہوا تو کہنے لگے خدا کی قسم جن کو اللہ تعالےٰ نے محتاج کیا ہم ان کو کبھی کچھ نہ دیں گے إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ کا جملہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے منکروں کے حق میں یا مسلمانوں کے قول کی حکایت ہے. یا منکروں کا قول ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو کہا ہو کہ یہ تمہاری گمراہی ہے جن کو خدا نے محتاج کیا ہے ان کی سفارش کر رہے ہو واللہ اعلم حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہی گمراہی ہے نیک کام میں تقدیر کا حوالہ اور اپنے مزے میں لالچ پر دوڑنا ۱۲ (۴۷) اور یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا ⁂ یعنی آخر یہ قیامت کب واقع ہوگی اور ہمارے عذاب کا وعدہ کب ظہور پذیر ہوگا (۴۸) یہ لوگ صرف ایک ہولناک آواز اور چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو آپکڑے گی اور یہ سب اپنے معمول کے موافق کاروبار کے سلسلے میں جھگڑ رہے ہوں گے ⁂ یعنی کفار پر قیامت اچانک آجائے گی جب کہ یہ لوگ حسب معمول کاروبار اور لین دین کر رہے ہوں گے اور باہم کاروبار کے وقت جو بحث وغیرہ میں جھگڑے ہوا کرتے ہیں وہ جھگڑے بھی ہو رہے ہوں گے. ہولناک آواز یعنی صور کے پھونکنے کی آواز. حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی قیامت ناگہاں آوے گی اپنے معاملات میں غرق ہوں گے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ جن کفار پر قیامت کا ظہور ہوگا تو اچانک ہی ہوگا اور جو وقوع قیامت سے قبل مر چکے تو ان کے لئے ان کی موت ہی قیامت ہوگی کیونکہ عالم آخرت بہرحال ان کے سامنے آجائے گا. آگے قیامت کے ناگہاں آنے کی تفصیل ہے (۴۹) قیامت کے اچانک آنے کی یہ حالت ہوگی کہ نہ تو کچھ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے اہل خانہ کی طرف واپس ہی لوٹ سکیں گے ⁂ یعنی نہ اتنی مہلت ہوگی کہ کوئی وصیت کر سکیں اور کچھ کہہ مریں اور نہ اتنی فرصت ہوگی کہ گھر تک پہنچ سکیں بلکہ جہاں ہوں گے وہیں رہ جائیں گے. (۵۰) اور صور میں پھونکا جائے گا سو وہ سب دفعۃً قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف چل پڑیں گے ⁂ یعنی پہلی مرتبہ صور وقوع قیامت کے لئے پھونکا جائیگا اور اس کے چالیس برس کے بعد یہ دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہوکر اپنی اپنی قبروں سے نکل کر جلدی جلدی اپنے پروردگار کی طرف چلیں گے جو شخص جہاں ہوگا اور جس کے ذرات جہاں ہوں گے وہی اس کی قبر ہے (۵۱)

بقیہ صفحہ ۷۱

کوئی وجہ نہیں ہم ان کی کھلی اور چھپی دشمنی کو خوب جانتے ہیں اور ہم ان کو ان کے اعمال بد کی سزا دینے کو کافی ہیں اور ان کو ان کی حرکات کی سزا ملنے والی ہے لہذا آپ کو کسی غم اور فکر کی ضرورت نہیں (۷۶) کیا انسان یہ نہیں جانتا کہ ہم نے اس کو ایک حقیر نطفے اور بوند سے پیدا کیا پھر ناگہاں وہ ایک علانیہ جھگڑا کرنے والا بن گیا ⁂ یعنی قیامت کا منکر انسان اس بات پر غور نہیں کرتا کہ وہ ایک حقیر بوند سے پیدا کیا گیا ہے اور باوجود حقارت اور دناءت کے حضرت حق تعالےٰ جل شانہٗ کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کے دوبارہ زندہ کرنے پر اعتراض کرتا ہے اور علانیہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کا مقابلہ کرتا اور بعثت کی تکذیب کرتا ہے. (۷۷) اور اس منکر نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون اور ایک عجیب مثال بیان کی اور اپنی پیدائش اور اپنی اصل کو بھول گیا کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو جو بالکل بوسیدہ اور پرانی ہو چکی ہوں کون زندہ کرے گا ⁂ کہتے ہیں ابی بن خلف جو دین حق کے منکروں میں اشد اور سخت تھا ایک دن ایک پرانی ہڈی جو ریزہ ریزہ ہو جاتی تھی ہاتھ میں لے کر آیا اور مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر اعتراض کرنے لگا کہ بھلا ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا اور اپنی اصل کو بھول گیا کہ خود ایک بے جان چیز سے یعنی نطفہ سے پیدا ہوا ہے. اپنی اصل کو بھول گیا اور دوبارہ خلق ہونے پر ایک گلی ہوئی ہڈی کو ہاتھ میں مل کر اعتراض کرنے لگا آگے جواب فرمایا (۷۸) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے ان ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان ہڈیوں کو پہلی بار پیدا کیا ہے اور وہ ہر قسم کا بنانا اور پیدا کرنا جانتا ہے (۷۹) وہ پہلی بار پیدا کرنے والا ایسا ہے جو تمہارے لئے ہرے اور سبز درخت سے آگ پیدا کرتا ہے پھر تب ہی تم اس سبز درخت سے اور آگ سلگاتے ہو ⁂ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اول پتھر سے نکالتے ہیں یا درخت سبز سے ٹہنیاں اس کی آپس میں رگڑتی ہیں تو آگ نکلتی ہے جیسے بانس سے ۱۲ بانس کے درخت سے آگ کا نکلنا تو مشہور ہے جب ہوا سے بانس آپس میں رگڑتے ہیں تو ان میں آگ پیدا ہو جاتی ہے. اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ پانی سے جو لکڑی پیدا ہوتی ہے وہی آگ کا کام دیتی ہے یہ تغیر اور تبدل اس امر کی دلیل ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے. یا اہل عرب جونکہ عام طور سے مرخ اور عفار کو رگڑ کر آگ نکالتے تھے اس کو ظاہر فرمایا کہ ہری لکڑی میں سے آگ نکال دیتا ہے جس میں رطوبت موجود ہوتی ہے مرخ نر ہے اور عفار مادہ ہے جب دونوں کی ٹہنیوں کو آپس میں رگڑتے ہیں تو آگ پیدا ہو جاتی ہے. بہرحال جب یہ تغیرات آگ اور پانی کے اس عالم امکان میں موجود ہیں اور یہ تغیر و تبدل روزمرہ دیکھنے میں آتے ہیں تو مردوں کو زندہ کر دینا کون سا مستبعد ہے (۸۰) اور کیا جس اللہ تعالےٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے آدمیوں کو دوبارہ پیدا کر دے بے شک وہ ضرور قادر ہے اور وہی ہے اصل بنانے والا سب جاننے والا ⁂ یعنی جس اللہ تعالےٰ نے آسمان اور زمین جیسی بڑی بڑی مخلوق کو بنا دیا اور ان کو فنا کرنے کے بعد پھر پیدا کر دے گا کیا وہ اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ انسان جو آسمان و زمین کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اس کو موت کے بعد دوبارہ پھر پیدا کر دے بے شک وہ قادر ہے وہ بہت بڑا بنانے والا اور پیدا کرنے والا اور سب کو جاننے والا اور ہر ایک کے حال سے آگاہ ہے (۸۱)

بقیہ صفحہ ۷۱۱

اور تمام مشرقوں کا مالک اور متصرف ہے ⁂ یہاں صرف مشارق کا ذکر فرمایا دوسری جگہ مغارب کا بھی ذکر آیا ہے اور کہیں دو مشرقوں اور مغربوں کا ذکر ہے. مشارق سے مراد یا تو آفتاب کے طلوع ہونے کے نقاط ہیں. یا تمام تاروں کے طلوع ہونے کے مقامات ہیں. تمام ستارے مراد لئے جائیں تب تو ظاہر ہے کہ ہر ستارے کے طلوع کی ایک مشرق جداگانہ اور دوسری مشرق سے ممتاز ہے اور اگر صرف آفتاب کے لئے جمع فرمایا تو پھر حضرت شاہ صاحبؒ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں شمال سے جنوب تک مشرقیں ہیں سورج کو جدا اور دوسری طرف اتنی ہی مغربیں ہیں ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ آفتاب ہر روز ایک نئی جگہ اور نئے نقطہ سے طلوع ہوتا ہے اور نئی جگہ اور نئے نقطہ پر غروب ہوتا ہے جہاں سے آج نکلا ہے کل وہاں سے نہیں نکلے گا اور جہاں آج غروب ہوا ہے کل وہاں غروب نہیں ہوگا (۵) ہم نے آسمان دنیا یعنی ورلے آسمان کو ایک عجیب آرائش کے ساتھ کہ وہ تارے ہیں آراستہ کیا ہے اور تاروں کی رونق کے ساتھ اس طرف کے آسمان کو رونق دی. (۶) اور انہی ستاروں کے ساتھ آسمان کی ہر سرکش شیطان سے حفاظت کی ⁂ یعنی آسمان دنیا کو تاروں سے رونق اور زینت بخشی اور انہی تاروں کے ذریعہ شیاطین کو آسمان پر جانے سے روکا اور آسمان کی حفاظت کی کہ شیطان آسمان پر نہیں جا سکتے خواہ وہ تاروں کی کوئی خاص نوع ہو یا عام تارے ہوں. حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں معلوم ہوتا ہے تارے ورلے آسمان میں ہیں اگرچہ پھیرا ہر ایک کا اوپر ہو یا نیچے ہو اور ان ہی تاروں کی روشنی سے آگ نکلتی ہے جس سے شیطانوں کو مار پڑتی ہے جیسے سورج سے آتشی شیشے سے ۱۲ خلاصہ یہ کہ جس طرح آتشی شیشے کو آفتاب کے سامنے کرنے سے آگ پیدا ہوتی ہے اسی طرح تاروں میں بھی کوئی خاص اثر ہوگا جس سے شیاطین ڈرتے ہیں اور اوپر جانے کی ہمت نہیں کرتے یہ مضمون سورۂ حجر چودھویں پارہ میں ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے (۷) وہ شیاطین عالم بالا کے لوگوں کی باتیں سننے کو کان بھی نہیں لگا سکتے اور وہ ہر طرف سے پھینکے اور دھکے دئے جاتے ہیں (۸) ہنکانے کو اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے ⁂ یعنی اول تو شیاطین کی یہ ہمت نہیں کہ وہ ملاء اعلیٰ یعنی فرشتوں کی باتیں سننے کو اوپر جا سکیں اور اگر جاتے ہیں تو ان کو ہنکانے کی غرض سے مار کر دھکے دئے جاتے ہیں اور ان پر شعلے پھینکے جاتے ہیں یہ سلوک تو ان کے ساتھ اس عالم میں کیا جاتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے دائمی عذاب مقرر ہے. غرض ان کو یہ موقع حاصل نہیں کہ کچھ خبریں آسمانی

فرشتوں کی حاصل کر سکیں اور کاہنوں کو بتا سکیں۔ جو لوگ شیاطین کی بندگی کرتے ہیں ان کے لئے شیاطین کی یہ بے بسی اور بے چارگی موجب عبرت اور موجب غیرت ہے۔ غرض یہ ہے کہ جب یہ اوپر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو فرشتے ان کو دھکے دے کر ہنکا دیتے ہیں یا تاروں کی روشنی اور گرمی سے مردود و مطرود کر دیا جاتا ہے (۹) مگر ہاں جو شیطان کوئی خبر اچک کر لے بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے ہو لیتا ہے ❊ یعنی اگر کلمات ملائکہ میں سے کوئی کلمہ سن کر بھاگ نکلے تو اس کے پیچھے ایک دہکتا ہوا شعلہ لگ لیتا ہے۔ یہ شیاطین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ایسا کرتے تھے کہ آسمانوں کی خبریں اڑا لاتے تھے پھر اس میں کچھ باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے تھے اور کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے وہ کاہن اپنے معتقدوں کو بتایا کرتے تھے ان میں سے بعض باتیں ہو جاتی تھیں اور بعض نہ ہوتی تھیں۔ جو باتیں نہ ہوتی تھیں ان کو کاہن اپنے فہم کا قصور سمجھتے تھے بہرحال یہ سلسلہ جاری تھا انشاء اللہ تفصیل بشرط زندگی سورۂ جن میں آجائے گی یہ شعلہ اس شیطان کو بالکل خاکستر کر دیتا ہے یا صرف مجروح کر دیتا ہے اس میں دو قول ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہی ہے کہ یہ شعلہ ہلاک نہیں کرتا بلکہ شیطان کو شدید مجروح کر دیتا ہے واللہ اعلم اب آگے قیامت اور بعثت کا ذکر فرمایا (۱۰)

بقیہ صفحہ ۱۷

حضرت ہاجرہ حضرت سارہ کو مل گئیں جو انہوں نے حضرت ابراہیم کو دے دی (۹۹) حضرت ابراہیم نے دعا کی اے میرے پروردگار مجھ کو کوئی شائستہ اور سعادت مند فرزند عطا فرما (۱۰۰) لہٰذا ہم نے اس کو ایک حلیم الطبع اور بردبار لڑکے کی بشارت اور خوش خبری دی ❊ صالح لڑکے کی درخواست کی جو منظور ہوئی اور حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے ان کو بشارت بھی مل گئی وہ بچہ پیدا ہوا اور غالباً وہ بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ مشہور یہی ہے اور اکثر اہل علم کی رائے یہی ہے (۱۰۱) پھر جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے اور ہاتھ بٹانے لگے تو ابراہیمؑ نے کہا اے میرے چھوٹے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھ کو ذبح کرتا ہوں سو تو بھی غور کر لے کہ تیری کیا رائے اور تیرا کیا مشورہ ہے۔ لڑکے نے کہا کہ اے میرے باپ جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اسے کر ڈالئے انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں اور سہار کرنے والوں میں سے پائیں گے ❊ سعی کے معنی میں کئی قول ہیں۔ ایک یہ کہ مردوں کے سے کام کرنے لگیں تو شاید عمر تیرہ سال ہو۔ ایک یہ کہ دوڑنے اور چلنے لگیں تو چھ سات سال کی ہو۔ ایک یہ عبادت الٰہی میں خوب کوشش اور جد و جہد کرنے لگے تو شاید بالغ ہوں بہرحال مفسرین کے تین قول ہیں۔ بعض حضرات مترجمین نے یہاں سعی سے مراد مقام سعی اور موضع سعی کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قول مروی ہے اس کی بنا پر سعی سے مراد موضع سعی کیا گیا ہے اور یہ جو فرمایا کہ جو حکم ہوا ہے وہ کر ڈالئے یہ شاید فراست سے سمجھا ہو کہ پیغمبر کا خواب بمنزلۂ وحی ہوتا ہے یا شاید ابراہیمؑ نے کہا ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم سے ذبح کر رہا ہوں اور بیٹے سے مشورہ اس لئے نہ تھا کہ اگر وہ انکار کر دیں تو ابراہیم اس کے ذبح سے باز آجائیں بلکہ یہ معلوم کرنے کی غرض سے پوچھا کہ اسماعیل گھبراتا ہے یا خندہ پیشانی سے میرے خواب کا استقبال کرتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے

چون خلیل اللہ قربان کن ولد × جان خود را نیز با صد جد و کد

(۱۰۲) پھر جب دونوں باپ بیٹے تعمیل حکم کے لئے آمادہ ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا ❊ یعنی ابراہیم اور اسماعیل نے امر الٰہی کو تسلیم کر لیا اور باپ ذبح کرنے اور بیٹا ذبح ہونے کو آمادہ ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو اس مصلحت سے پیشانی کے بل گرا دیا کہ مبادا بیٹے کی صورت دیکھ کر حضرت حق جل مجدہٗ کے حکم کی بجا آوری میں کچھ کوتاہی نہ ہو جائے بعض کہتے ہیں کہ یہ تدبیر حضرت اسماعیل نے ہی بتائی تھی۔ بہرحال لٹانے کے بعد چاہتے تھے کہ گلے پر اسماعیل کے چھری پھیر دیں (۱۰۳) اور ہم نے ابراہیم کو یہ کہہ کر پکارا اے ابراہیم (۱۰۴) تو نے خواب کو پوری طرح سچ کر دکھایا بلاشبہ ہم نیکوکاروں اور مخلصین کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں ❊ یعنی جب چھری چلانی چاہی اس وقت عالم بالا کے ملائکہ پر کیا گذری اور زمین و آسمان پر کیا بیتی۔ بہرحال ان دونوں کی قربانیوں کو ہم نے قبول کر لیا اور ابراہیم کو پکار کر کہا اے ابراہیم تو نے اپنے خواب کو سچا کر دیا ہم مخلصین کو اسی طرح بدلہ اور صلہ دیا کرتے ہیں کہ دونوں عالم میں ان کو بھلائی ملتی ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ایسے مشکل حکم کر کر آزماتے ہیں پھر ان کو قائم رکھتے ہیں تب درجے بلند ہوتے ہیں ۱۲ (۱۰۵) بلاشبہ یہ کام تھا بھی ایک کھلا اور صریح امتحان ❊ یعنی یہ واقعہ ایک ایسا صریح امتحان اور آزمائش تھی کہ جس کو مخلصین ہی پورا کر سکتے ہیں ایسے سخت امتحان میں پورا اترنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں (۱۰۶)

بقیہ صفحہ ۲۰

کے لئے میں تم کو بتاؤں کہ کیا چیز نافع ہو سکتی ہے صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ بتایئے تو آپ نے فرمایا وہ حضرت یونس کی دعا ہے جس کے پڑھنے سے بلا دور ہو جاتی ہے بزرگوں سے اس دعا کو پڑھنے کے بہت سے طریقے منقول ہیں (۱۴۶) اور ہم نے اس کو ایک لاکھ یا لاکھ سے زیادہ آدمیوں پر پیغمبر بنا کر بھیجا تھا ❊ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اگر عاقل بالغ گنئے تو لاکھ تھے اور اگر سب کو شامل گنئے تو زیادہ تھے اللہ کو شک نہیں ۱۲ ہو سکتا ہے کہ او بمعنی بل ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کسر کا اعتبار نہ کرو تو ایک لاکھ کہو اور کسر کا اعتبار کرو تو لاکھ سے زیادہ کہو بہرحال وہ لوگ حضرت یونس کی تلاش میں تھے۔ اجمالی ایمان تو پہلے ہی لے آئے تھے تفصیلی ایمان حضرت یونس کی دوبارہ تشریف آوری پر لائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۴۷) پھر اس واقعہ کے بعد وہ سب لوگ ایمان لائے یعنی تفصیلی ایمان اور ہم نے ان کو ایک خاص وقت تک سود مند کیا اور ایک مدت تک بہرہ مند کیا ❊ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وہی قوم جن سے بھاگے تھے ان پر ایمان لا رہے تھے ڈھونڈتے تھے یہ جا پہنچے ان کو بڑی خوشی ہوئی ۱۲ خلاصہ یہ کہ نینوا کے لوگ آکر لے گئے یا یہ خود تشریف لے گئے دونوں لڑکے اور بیوی صحیح سلامت ان کو مل گئے بڑے لڑکے اور بیوی کو قریب کے گاؤں والوں نے نکال لیا اور چھوٹے بچہ کو بھیڑیئے کے منہ سے چھڑا لیا۔ وقت مقرر سے ان لوگوں کی مدت عمر مراد ہے کہ اسلام لانے کے بعد حضرت یونس کے ہمراہ مدت العمر آرام اور عیش میں رہے چند انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے اور نبوت کی بحث کرنے کے بعد اب شرک کا بطلان اور شرک کی برائی مذکور ہے (۱۴۸) اے پیغمبر آپ ان کفار سے دریافت کیجئے کہ کیا آپ کے پروردگار کے تو

تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ❊ کچھ معاند اور سرکش لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے معاذاللہ ان کو فرمایا شاید یہود اور نصاریٰ کی بات سن کر کفار عرب نے یہ طریقہ اختیار کیا ہو گا وہ مسیح اور عزیر کو ابن اللہ کہتے تھے انہوں نے استہزاءً ملائکہ کو بنات اللہ کہنا شروع کر دیا اور وجہ یہ بیان کی کہ چونکہ ملائکہ ظاہر نہیں ہوتے اور وہ پردے میں رہتے ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ان کو اس نے پردہ میں رکھ چھوڑا ہے (۱۴۹) یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور وہ منکر ان کو بناتے وقت دیکھ رہے تھے ❊ یعنی ملائکہ کی انوثیت پر ان کے پاس کوئی دلیل عقلی اور نقلی نہیں ہے اور نہ یہ ان کے پیدا کرتے وقت موجود تھے جو آنکھوں کا دیکھا حال بیان کریں۔ (۱۵۰) خوب سن لو وہ محض اپنی بہتان طرازی سے کہتے ہیں۔ (۱۵۱) کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے اور اس نے جنا ہے اور اس کے ہاں اولاد ہوتی ہے اور یقین جانو کہ یہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں ❊ یہ باتیں جو کر رہے ہیں ان کا مبنی دروغ گوئی اور بہتان طرازی ہے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد جنی اور اس کے ہاں اولاد ہوئی سراسر جھوٹ اور کذب ہے (۱۵۲) کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلے میں بیٹیوں کو پسند کیا ہے (۱۵۳) تمہیں کیا ہو گیا تم کیسا حکم لگاتے ہو ❊ یعنی نہایت لغو اور بے ہودہ حکم کرتے ہو (۱۵۴) کیا تم غور و فکر سے کام نہیں لیتے ❊ یعنی کچھ سوچتے سمجھتے اور عقل و دھیان سے کام نہیں لیتے (۱۵۵) کیا تمہارے پاس کوئی واضح اور صریح دلیل ہے۔ (۱۵۶) سو اگر تم سچے ہو تو وہ اپنی کتاب لاؤ ❊ یعنی تم بیٹیوں کو اپنے لئے تو عیب اور ذلت و رسوائی کا سبب سمجھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے ان کو ثابت کرتے ہو۔ کچھ سوچ بچار سے کام نہیں لیتے اگر تمہارے پاس اس بات کی کوئی نقلی دلیل ہے اور تم سچے ہو تو اس کتاب کو لا کر پیش کرو کیونکہ عقلی دلیل تو تمہارے پاس ہے نہیں عقل تو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ہی سے انکار کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اولاد سے پاک بتاتی ہے (۱۵۷) اور ان معاندین منکرین نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان ناتا قرار دے رکھا ہے حالانکہ جنات کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ ان میں جو بدکردار اور کافر ہیں وہ گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں گے (۱۵۸) اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں (۱۵۹)

بقیہ صفحہ ۲۱

یعنی حضور کی بعثت سے پہلے جب انبیائے سابقین کا حال اور ان کی قوموں کی مخالفت کے تذکرے سنتے تو یہ خواہش کرتے کہ اگر ہمارے پاس کوئی ایسی کتاب لاتا جیسی پہلوں کے پاس آئی تھی تو ہم ہرگز اس کی مخالفت نہ کرتے بلکہ ہم تو اهدیٰ من احدی الامم ہوتے لیکن جب کتاب آئی اور رسول لے کر آیا تو اب اس سے منکر ہو گئے اور مخالفت شروع کر دی لہٰذا تھوڑے دنوں میں ان کو اپنا انجام معلوم ہو جائے گا یہود و نصاریٰ کے احوال سنتے ہوں گے یا اور دوسرے رسولوں کے تذکرے سنتے ہوں گے بہرحال خواہش یہ کرتے تھے مگر کتاب اور رسول کے آتے ہی وہی کرنے لگے جو پہلی امتیں اپنے رسولوں کے ساتھ کیا کرتی تھیں (۱۷۰) اور بلاشبہ ہمارے وہ بندے جو رسول ہیں ان کے حق میں ہماری یہ بات اور یہ کلمہ پہلے سے طے شدہ ہے (۱۷۱) کہ یقیناً وہی پیغمبر منصور اور مدد کئے گئے ہیں (۱۷۲) اور بلاشبہ ہمارا ہی لشکر غالب رہنے والا ہے ❊ یعنی یہ پہلے ہی سے پیغمبروں کے بارے میں طے شدہ

امر ہے کہ رسولوں کا بول بالا ہوگا۔ ان کی مدد کی جائے گی اور ان کو مغلوب نہ ہونے دیا جائے گا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ایسا نہ ہوا تو عقبیٰ میں ان کی مدد ضرور ہوگی بہرحال اعتبار اکثریت کا ہے۔ عام طور سے انبیاء علیہم السلام غالب رہتے ہیں اور ان کو تفوق حاصل ہوتا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی پیغمبر کو دنیا میں نمایاں غلبہ حاصل نہ ہو تو آخرت میں یہ غلبہ یقینی ہے سبقت کلمتنا کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام مدد کئے گئے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ لڑائی اور جنگ میں کوئی نبی مغلوب نہیں ہوا۔ حضرت حق نے سورۂ مجادلہ میں فرمایا ہے لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ یقیناً میں اور میرے رسول غلبہ پائیں گے۔ یہی مطلب ہے انھم لھم المنصورون کا اور عام طور سے یہ بات ہے کہ ہمارا لشکر ہی غالب ہوا کرتا ہے (۱۷۳) سو اے پیغمبر آپ تھوڑی مدت تک ان منکروں کو منہ نہ لگایئے اور ان سے منہ پھیر لیجئے یعنی تھوڑے زمانے تک صبر کیجئے (۱۷۴) اور آپ ان کو دیکھتے رہیئے سو یہ عنقریب خود بھی اپنا انجام دیکھ لیں گے ۔ یعنی جو مہلت ان کو دی گئی ہے اس تک ان کی حالت اور ان کے انجام کا انتظار کیجئے تھوڑے ہی دنوں میں ان کو خود بھی اپنا انجام معلوم ہوا جاتا ہے۔ شاید اس پر اس وعید کی کفار کی جانب سے تعجیل کی گئی ہوگی کہ جو کچھ معلوم ہونا ہے وہ ہو جائے اس میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے ہم اپنا انجام دیکھنے کو تیار ہیں آگے اس کا جواب ہے (۱۷۵) کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کو جلدی چاہتے ہیں ۔ یعنی ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں اور عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں (۱۷۶) پھر جب وہ عذاب ان لوگوں کے میدان میں اتر آئے گا تو جن کو ڈرایا گیا ہے ان کے لئے وہ وقت بہت برا وقت ہوگا ۔ یعنی جب عذاب ان کے سامنے اور ان کے روبرو آ نازل ہوگا۔ تو وہ صبح یا وہ دن ان لوگوں کے لئے بہت برا ہوگا۔ جو ڈرائے جا چکے ہیں۔ یعنی منکروں کے لئے چونکہ عام طور سے صبح کے وقت مسلمان حملہ کرتے تھے اس لئے وہی اصطلاح عذاب کے لئے استعمال فرمائی۔ عرب کے لوگ ساحت بول کر قوم مراد لیتے ہیں۔ یعنی عذاب سامنے آموجود ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر پر حملہ آور ہوئے تو رات ہی کو پہنچ گئے مگر صبح تک انتظار کرتے رہے جب صبح ہوگئی اور لوگ گھروں سے نکلے تو انہوں نے کہا قسم خدا کی یہ محمد اور ان کا لشکر ہے۔ حضور نے فرمایا اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا انزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین یعنی اللہ تعالےٰ بہت بڑا ہے خیبر برباد ہوا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر آتے ہیں تو جو لوگ ڈرائے گئے ہیں ان کے لئے وہ وقت بہت برا ہوتا ہے یعنی نازل شدہ عذاب ٹلتا نہیں (۱۷۷) اور اے پیغمبر آپ ان منکرین کو تھوڑی مدت تک منہ نہ لگایئے اور ان سے منہ پھیر لیجئے ۔ یعنی کوئی تعارض نہ کیجئے اور ان کی ایذا رسانی اور ان کی مخالفت کا خیال نہ کیجئے (۱۷۸)

بقیہ صفحہ ۲۲۳

ہوں چڑھ جائیں اور نبوت کی تقسیم اور قضا و قدر کے معاملات پر قبضہ کرلیں اور اس میں مداخلت کریں اور ظاہر ہے کہ جب ان کو آسمان پر چڑھنا بھی ناممکن ہے تو آسمانی تصرفات میں دخل دینے کا کیا حق ہے اور اگر ان کی حکومت ہے تو یہ آسمان پر چڑھ کر خود تمام کام سنبھال لیں اور جس کو نبوت دینا چاہیں دیں۔ تدبیر خلائق اور رحمت کی تقسیم جس طرح چاہیں کریں اور جس پر چاہیں وحی اتار یں سورۂ زخرف میں افنا نشہ آہ نے گا اھم یقسمون رحمت ربک یعنی کیا یہ پروردگار کی رحمت کو یہ بانٹیں گے یعنی رحمت تو کیا تقسیم کریں گے دنیوی زندگی کا رزق بھی ہم ہی ان میں تقسیم کیا کرتے ہیں۔ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے ارشاد ہے (۱۰) منجملہ دیگر مخالفین انبیاء کی جماعتوں کے ان کفار کا بھی ایک معمولی سا لشکر اور بھیڑ ہے جو شکست دے دیا جائے گا ۔ یعنی جس طرح دیگر مخالفین انبیاء کے گروہ تھے کہ جب انھوں نے انبیاء کے ساتھ جنگ کی تو ان کو شکست ہوئی انہی گروہوں میں سے ایک چھوٹا سا گروہ اور غول یہاں مکہ میں بھی ہے جو لڑائی کے موقعہ پر شکست دے دیا جائے گا۔ اے پیغمبر تسلی رکھو گھبرانے کی بات نہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں یہ خبر دی ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر کو جب کہ وہ مکہ میں تھے کہ لشکر مشرکوں کا شکست پائے گا۔ چنانچہ بدر میں ایسا ہی ہوا۔ سورۂ قمر میں ارشاد ہے سیھزم الجمع ویولون الدبر عنقریب گروہ مشرکین شکست پائے گا اور پیٹھ پھیرے گا (۱۱) ان سے پہلے بھی نوح کی قوم اور عاد نے یعنی حضرت ہودؑ کی قوم نے اور میخوں والے فرعون نے (۱۲) اور ثمود یعنی حضرت صالحؑ کی قوم نے اور لوط کی قوم نے اور بن کے رہنے والوں نے یعنی حضرت شعیب کی قوم نے ان سب نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور پیغمبروں کو جھٹلایا ہے۔ یہی لوگ مخالفین انبیا کی وہ مذکورہ جماعتیں اور گروہ ہیں ۔ یعنی اوپر کی آیت میں جو من الاحزاب فرمایا تھا وہ برباد شدہ گروہ یہی لوگ ہیں۔ بن والے لوگ کہا شعیبؑ کی قوم کو فرعون کو میخوں والا کہا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وہ ظالم آدمی کو میخیں گاڑ کر مارتا تھا اس کا یہ نام پڑ گیا ہے بعضے کہتے ہیں لشکر کے گھوڑوں کی میخیں رکھتا تھا سونے کی اور روپے کی ۱۲۔ یعنی چاندی سونے کی میخیں رکھتا تھا حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی اگلی قومیں برباد ہوئیں اگر چڑھ جاویں تو ان میں ایک یہ بھی برباد ہوں ۱۲۔ یعنی جس طرح ان گروہوں نے رسولوں کا مقابلہ کیا اور وہ برباد ہوئے اسی طرح یہ بھی جنگ کے میدان میں آئیں گے تو برباد ہوں گے (۱۳) یہ جتنے تھے ان سب ہی نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب ثابت ہوگیا ۔ یعنی ان سب لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور آخر کار ان پر میرا عذاب واقع ہوگیا اسی طرح یہ کفار مکہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو ان کو بھی مطمئن نہ ہونا چاہیئے (۱۴) اور یہ دین حق کے منکر نہیں انتظار کرتے اور نہیں راہ دیکھتے مگر ایک ہولناک آواز اور چیخ کی جو شروع ہوتے پیچھے پھیرے کی نہیں اور بیچ میں دم نہ لے گی ۔ یعنی نفخۂ صور اور صور کی آواز کا انتظار کر رہے ہیں جو شروع ہونے پیچھے تھوڑی سی دیر کو بھی دم نہ لے گی۔ فواق ف کے زبر یا پیش سے اس وقفہ کو کہتے ہیں جو دودھ والے جانور کو دودھ دوہتے وقت دودھ اترنے کی غرض سے تھوڑی دیر کو چھوڑ دیا کرتے ہیں تاکہ جانور دودھ اتار لے اس تھوڑے وقفہ کی نفی فرمائی کہ اتنی دیر بھی وہ چنگھاڑ شروع ہونے کے بعد بھی دم نہ لے گی۔ یعنی اس آواز کے تسلسل میں توقف نہ ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی صور کی آواز ۱۲ (۱۵)

بقیہ صفحہ ۲۲۵

حضرت خاتم المحدثین حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ نے توجیہ فرمائی اور اپنے شاگرد رشید نواب مولانا قطب الدین صاحب کو قلم بند کرائی کہ ایک عورت سے اوریا نے پیغام نکاح دیا اور اسی کو حضرت داؤدؑ نے پیغام نکاح دیا اس عورت کے اولیا کو اوریا کی طرف سے کچھ خدشہ ہوا اور انھوں نے حضرت داؤد سے نکاح کر دیا۔ یہی تقریر صاحب زاد المسیر نے کی ہے جیسا کہ مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب نے اپنی جامع التفاسیر میں نقل کی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے پیغام پر انکار سے پہلے پیغام دے دیا ہو تو حضرت داؤدؑ کے لئے یہ نامناسب بات تھی کہ ایک شخص کے پیغام پر پیغام بھیج دیا جو ان کو مناسب نہ تھا۔ بہرحال خطا معمولی تھی لیکن ان کی شان کے موافق ان کی گرفت کی گئی اور یہ گمان بھی حضرت داؤد کو یوں ہوا کہ وہ فرشتے جو اہل مقدمہ تھے یہ کہکر آسمان کی جانب چلے گئے کہ قضی الرجل علی نفسہ یعنی اس شخص نے اپنے ہی خلاف فیصلہ دے دیا۔ بہرحال آزمائش اور امتحان کی وجہ کچھ بھی ہو حضرت داؤد علیہ السلام سجدے میں گرے اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ نہ کچھ کھاتے اور نہ پیتے بلکہ آنکھوں بہر روتے ہی رہتے اور اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے اور اپنی توبہ کی قبولیت کے لئے درخواست کرتے۔ لوگ ان کو بیمار سمجھ کر ان کی عیادت کو آتے حالانکہ وہ بیمار نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف نے ان کا یہ حال کر دیا تھا۔ بنی اسرائیل کے بڑے بڑے راہب بھی ان کے ساتھ رونے میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی ایک معمولی لغزش پر اس قدر متاثر ہوئے اور حضرت حق کے امتحان کی تاب نہ لا سکے بار بار فرمایا کرتے تھے سبحٰنک الٰہی اذا ذکرت خطیئتی ضاقت علی الارض برحبت واذا ذکرت رحمتک لیدت علی روحی سبحٰنک الٰہی اتیت اطباء عبادک لیداووا لی خطیئتی فکلھم علیل بذنبی، یعنی تیری ذات پاک ہے اے اللہ جب میں اپنی خطا کو یاد کرتا ہوں تو میرے اوپر زمین باوجود اپنی کشائش کے تنگ ہو جاتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں تو میری روح مجھ میں واپس آجاتی ہے۔ الٰہی میں تیرے طبیب بندوں کے پاس گیا تاکہ وہ میرے مرض کی دوا کریں۔ مگر ان تمام طبیبوں کو میں نے اپنے گناہ کی وجہ سے بیمار پایا۔ بہرحال ایک عرصہ تک حضرت داؤد کا یہ رونا جاری رہا آخر حضرت حق کی عنایت نے دستگیری فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۴) پھر ہم نے وہ لغزش اس کو معاف کر دی اور بلاشبہ اس کے لئے ہمارے ہاں خاص قرب ہے اور بڑی اچھی بازگشت ہے ۔ یعنی جس خطا کی معافی مانگ رہا تھا وہ خطا ہم نے معاف کر دی۔ اور بے شک ہمارے ہاں اس کو قرب خاص میسر ہے اور جنت میں اس کو اعلیٰ مقام حاصل ہے یعنی درمیان میں جو غلطی اس سے سرزد ہوگئی تھی اور اپنی اور اپنے خاندان کی عبادت پر جو ناز ہوگیا تھا وہ اس کی توبہ اور استغفار اور رونے کی وجہ سے معاف کر دیا گیا اور اس کے درجہ قرب اور اچھی بازگشت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حسن مآب کی تفسیر جنت کے ساتھ کی گئی ہے (۲۵) اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین میں حکمران بنایا ہے پس تو لوگوں کے مابین انصاف کے فیصلے کیا کر اور اپنے نفس کی خواہش اور اپنے جی کی خواہش پر نہ چل کہ وہ خواہش پر چلنا تجھے اللہ تعالےٰ کی راہ سے بھٹکا دے گا بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ سے بے راہ ہو جاتے ہیں ان کو اس وجہ سے کہ انہوں نے حساب کے دن کو فراموش کر رکھا تھا سخت عذاب ہوگا ۔ حضرت داؤد کو خطاب فرمایا کہ اے داؤد ہم نے تم کو خلیفہ اور ملک میں حاکم بنایا ہے۔ خلیفہ یعنی پچھلوں کے جانشین ہو۔ بہرحال نبوت کے ساتھ حکومت بھی عطا کی ہے لہٰذا ہمیشہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے رہنا اور نفسانی خواہش کو دخل نہ دینا ورنہ یہ جی کی خواہش پر چلنا اور ہوائے نفسانی کی اتباع کرنا تجھ کو اللہ تعالےٰ کی راہ سے بہکا دے گی اور بے شک

جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کا برا حشر ہوتا ہے۔ اور اس بنا پر کہ انہوں نے یوم حساب کو بھلا دیا ان کو سخت عذاب کا منہ دیکھنا ہوگا۔ یہ جو فرمایا کہ یوم حساب کو بھول جانے کے سبب اس سے معلوم ہوا، یوم حساب کو فراموش کر دینا تمام روحانی امراض کی جڑ ہے چونکہ اوپر سے توحید رسالت اور بعثت کا بیان تھا یہ اسی کی تائید میں حضرت داؤد کا ذکر کیا گیا تاکہ توحید الہی اور رسالت کے درجات کا اظہار ہو جائے اب پھر چند آیتوں میں توحید رسالت اور بعثت کا ذکر ہے (۲۶) اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اس کو نکما۔ بیکار اور خالی از حکمت نہیں پیدا کیا یہ باطل اور عبث پیدا کرنے کا خیال ان لوگوں کا ہے جو دین حق کے منکر اور کافر ہیں لہذا کافروں کے لئے جہنم کی وجہ سے بڑی خرابی ہے: یعنی اس عالم کی پیدائش بے شمار حکمتوں پر مبنی ہے خصوصاً حضرت حق تعالےٰ کی توحید کا بہت بڑا ثبوت تخلیق عالم سے ملتا ہے۔ جو شخص تخلیق عالم کو لا حاصل اور نکما کہے وہ توحید الہٰی کا منکر اور کافر ہے تو اس قسم کا گمان کافر ہی کر سکتا ہے لہذا کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے اور وہ بڑی خرابی آگ ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں نکما یعنی جس کا اثر کچھ نہ نکلے آگے بلکہ اس دنیا کا اثر ہے آخرت میں ۱۲ آگے قیامت کے منکروں پر رد فرمایا کیوں کہ قیامت کا وقوع تو اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا صلہ اور بدلا دیا جائے یہ.... منکرین قیامت یہ چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت واقع نہیں ہوگی جس کا مطلب یہ ہے نہ نیکوں کو صلہ اور نہ بدوں کو سزا اس خیال کا رد فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۷)

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۲۶؎

او[illegible] ہم نے اپنا مقررہ وظیفہ یا نماز ادا کر لی تو پھر لطفق مسحا [illegible] دوسرے معنی صاف ہیں کہ وہ گھوڑوں کو چھانٹ کرنے لگے اور ان کو کپڑے سے ملنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ مفسرین کے دو قول مشہور تھے ہم نے تیسیر میں دونوں کا خلاصہ عرض کر دیا ہے کہ آفتاب کا غروب ہونے کے بعد واپس ہونا اگر یہ قول صحیح ہو تو اس پر کوئی اشکال نہیں جیسا کہ اس امت میں بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ موجود ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز معرفوت ہونے پر حضور صلی اللہ وسلم کی دعا سے ظاہر ہوا اور محدثین اس واقعہ کی توثیق کرتے ہیں۔ آگے حضرت سلیمان کے ایک امتحان اور ابتلا کا ذکر ہے۔ (۳۴) اور یقیناً ہم نے سلیمان کو امتحان اور آزمائش میں مبتلا کیا اور ہم نے اس کے تخت پر ایک ناقص الخلقت دھڑ لا ڈالا پھر سلیمان نے اللہ تعالےٰ کی جناب میں رجوع کیا: واقعہ یہ ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ماتحت امراء اور سرداروں سے ان کی بعض کوتاہیوں کے سلسلے میں منغص اور ناراض ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ میں آج کی رات اپنی ستر یا سو بیویوں سے ہمبستر ہوں گا اور ہر ایک بیوی سے ایک ایک لڑکا پیدا ہوگا تو ان کو جہاد میں استعمال کیا جائے گا۔ اس موقعہ پر فرشتے نے قلب میں القا کیا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے۔ مگر سلیمانؑ کو خیال نہ رہا اور زبان سے انشاء اللہ نہ کہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی کے ہاں کچا بچہ پیدا ہوا اور قابلہ نے اس کچے بچے کو سلیمان کے تخت پر لا کر رکھ دیا چنانچہ اس پر حضرت سلیمانؑ نادم ہوئے کہ کسی بیوی کو حمل قرار نہ ہوا اور جس کو ہوا اس کے ہاں بھی ناقص الخلقت اور کچا بچہ پیدا ہوا۔ انہوں نے اس پر حضرت حق کی جناب میں رجوع کیا اور مغفرت طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو اس کی تمام بیویوں کے ہاں لڑکے پیدا ہوتے جو جوان ہو کر گھوڑوں پر چڑھ کر جہاد کرتے۔ یہ ایک طبعی امر تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی اپنے ملازموں اور اپنے امراء کی غیر وفادارانہ روش سے ناراض ہوتا ہے تو اس کو اپنی اولاد کا خیال آتا ہے کہ اگر اولاد ہو تو وہ میری خیر خواہ اور حکومت کی وفادار ہو چنانچہ اسی خیال کی بناء پر حضرت سلیمانؑ نے یہ خواہش کی کہ جب گھر کے جہاد کرنے والے ہوں گے تو پھر کسی سردار کی کوتاہی اور غیر وفادارانہ روش کا اندیشہ نہ رہے گا لیکن انشاء اللہ تعالےٰ سہواً نہ کہنے کی بناء پر صورت حال بدل گئی اور اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں رجوع کرنے لگے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۳۵) سلیمان نے کہا اے میرے پروردگار میری تقصیر معاف فرما دیجئے اور مجھ کو ایک ایسی سلطنت عطا کر جو میرے سوا کسی اور کے لئے مناسب نہ ہو بے شک تو بڑا ہی دینے والا ہے: یعنی ایسی سلطنت عطا ہو جو میری نبوت کے لئے خرق عادت اور معجزے کا کام دے اور ایسی ہو کہ مجھ سے چھین کر کسی اور کو نہ دے دی جائے اور اس کو میں بطور نبوت کی دلیل کے پیش کر سکوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسی سلطنت میرے سوا کسی کو دی ہی نہ جائے۔ بہرحال ایسی خواہش بطور حسد نہ تھی اور اگر پہلے معنی ہوں کہ میرے زمانے میں مجھ سے چھین کر کسی اور کو نہ دی جائے تو کچھ اشکال نہیں اور اگر دوسرے معنی بھی ہوں تب بھی یہ معنی ہیں کہ جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بلکہ میرا ہی معجزہ ہو۔ مجھے ایک ایسی بادشاہت مرحمت فرما کہ [illegible] کوئی دوسرا اس کی طلب میں ہوس نہ کرے اور [illegible] کی بلا اور فتنے میں نہ پڑے کیونکہ بغیر قوۃ نبوت کے اس قدر عظیم الشان فتنے میں پڑنے سے کوئی شخص مامون نہیں رہ سکتا۔ بہرحال اس دعا پر حسد کا شبہ لغو اور بے ہودہ ہے چونکہ ظالم اور جبابرہ کی حکومتوں کا دور تھا اس لئے ایک ایسی سلطنت مانگی جس پر کوئی غالب نہ آسکے اور میں دین الہٰی کی ترویج اور اشاعت میں اس سلطنت کی وجہ سے کام لے سکوں حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ جب آپ کوئی دعا کرتے ہوں تو اپنی دعا کو ان جملوں سے شروع نہ کرتے ہوں سبحان ربی الاعلی الوھاب یعنی دعا سے پہلے سبحٰن ربی الاعلی الوھاب ضرور فرماتے (۳۶) پس ہم نے ہوا کو سلیمانؑ کے تابع کر دیا کہ وہ ہوا اس کے حکم سے جہاں وہ جانا چاہتا نرم اور خوشگوار رفتار سے چلتی (۳۶)

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۳۱؎

اُس کے لئے عیب ہے۔ پس اس قسم کا انتخاب محال ہے اور اتخاذ ولد کا ارادہ بھی محال ہوا۔ نیز یہ کہ اولاد کی خواہش خود احتیاج کو مستلزم ہے۔ کاروبار سنبھالنے میں دشواری کی وجہ سے اولاد کی خواہش ہوتی ہے یا مرنے کے بعد کسی جانشین کی خواہش ہوتی ہے یا بڑھاپے کی کمزوری کے باعث کسی سہارے کے لئے اولاد کی خواہش ہوتی ہے یا کسی حملہ آور کی وجہ سے مددگار کے لئے اس قسم کی خواہش ہوتی ہے ان تمام مجبوریوں اور معذوریوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات بلند و بالا ہے وہ ہر قسم کی احتیاج سے پاک ہے اسی لئے فرمایا سبحنہ ھو اللہ الواحد القھار حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بیٹیاں کیوں لیتا چنی چیز لیتا بیٹا، (۵) اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو کمال حکمت اور کمال مصلحت کے ساتھ وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی اللہ تعالےٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا آگاہ ہو وہ اللہ تعالےٰ کمال قوت اور طاقت کا مالک بڑی بخشش کرنے والا ہے۔

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۳۵؎

یا یہ کہ ان پر ذکر کا الٹا اثر ہوتا ہے کہ ان کے دل قرآن سن کر اور سخت ہو جاتے ہیں تو ان کے لئے آخرت میں خرابی اور دنیا میں گمراہی ہے حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح صدر کی علامت دریافت کی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرمایا الانابۃ الی دار الخلود والتجافی عن دار الغرور والتاھب للموت قبل نزول الموت یعنی آخرت کے ساتھ رجوع ہونا اور دار آخرت کی وابستگی اور دار غرور یعنی دنیا سے الگ رہنا اور بے توجہی برتنا اور موت کے آنے سے پہلے موت کے لئے سامان جمع کرنا یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح شرح صدر ہدایت اور فیض الہی کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے اس طرح گمراہی اور شقاوت کے درجات میں سے قساوت قلب بھی ایک درجہ ہے جیسے غلف غشاوہ اور ختم اور طبع وغیرہ ہیں اسی طرح قساوت بھی ایک بدقسمتی کا درجہ ہے اس قساوت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ قرآن سن کر دل کی سختی اور قساوت زیادہ ہوتی ہے۔ سورۂ توبہ میں ہے فزادتھم رجسا الی رجسھم۔ اللھم اھدنا الی مرضاتک وجنبنا عن موجبات سخطک۔ آمین آگے اس نور اور ذکر کا بیان ہے (۲۳) اللہ تعالےٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے وہ کلام ایک ایسی کتاب ہے جس کے مضامین باہم ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اس کی باتیں بار بار دہرائی گئی ہیں اس کتاب کے سننے سے ان لوگوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں پھر ان کی جلد اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ کتاب مذکور اللہ تعالےٰ کی ہدایت ہے وہ اس کے ذریعہ سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور جس کو گم کردہ راہ کی وہ رہنمائی نہ فرمائے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو کلام نازل فرمایا وہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور کلام الملوک ملوک الکلام ہوتا ہے یہ قرآن شریف بہترین کلام ہے۔ یعنی ایک کتاب ہے جو باعتبار نظم اور معانی کے آپس میں ملتی جلتی ہے کوئی آیت اپنی خوبی اور اپنے نظم اور معانی کی صحت اور اعجاز کے درجے سے گری ہوئی نہیں ہے اور فصاحت و بلاغت میں ملتی جلتی ہے۔ یہاں متشابہ اس معنی میں نہیں ہے جو محکم کی مقابل ہے جس کی شرح ہم آل عمران کے شروع میں کر آئے ہیں بلکہ یہاں متشابہ اس معنی میں ہے جو پانچویں پارے میں گذرا کہ تمام کلام ایک سانچے میں ڈھلا ہوا ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ یعنی یہ کلام ایسی ذات کی طرف جو ہر قسم کے خارجی اثرات سے پاک ہے ورنہ ہر متکلم کے کلام میں خارجی اثر پایا جاتا ہے جیسے جوانی اور بڑھاپے کے کلام کا فرق یا غضب اور حلم کا فرق۔ یا غم اور خوشی کا فرق۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کلام میں کوئی ایسا فرق نہیں بلکہ فصاحت و بلاغت کی خوبی میں سب یکساں ہے۔ اسی طرح بعض مضامین ضرور ہیں کہ قرآن میں کئی کئی بار بھی بیان کیا گیا تاکہ سامعین کو سمجھنے میں آسانی ہو اور ہر عنوان

ایسا جاذب کہ ایک چیز کا کئی بار سننا سامع کو گراں نہ ہو   کی وجہ سے ہدایت دیتا ہے جیسا کہ مسلمان اور خائفین
اور اس کے سننے کا اثر پروردگار سے ڈرنے والوں   کا حال معلوم ہوا اور جس بدبخت سے اللہ تعالےٰ
پر یہ ہوتا ہے کہ ان کا تمام جسم متاثر ہو جاتا ہے   کی رہنمائی دست کش ہو جائے اور اس کی سوئے
رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کی کھالیں یعنی تمام جسم   استعداد کی وجہ سے اس کو گمراہی میں رہنے دے
اور ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں اور نرم ہو کر ذکر اللہ تعالیٰ   تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ چونکہ خوف اور
کے ذکر کی جانب متوجہ ہو جاتے یعنی احکام الٰہی کی تعمیل   رجا دونوں کا ذکر کیا ہے اس لئے اس کے دونوں اثرات کی جانب
کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اعمال جوارح اور اعمال   ارشاد فرمایا ہے۔ خوف کی آیتوں سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے
قلوب جذبۂ انقیاد و اطاعت سے بجالاتے ہیں۔ یہ   اور رحمت کے ذکر سے قلب میں نرمی اور لین کے آثار پیدا
قرآن اللہ تعالےٰ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اس   ہو جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں تکرار آپس میں
ملتی یعنی خوبی میں کوئی آیت کم نہیں دہرائی ہوئی یعنی ایک
مدعا کئی طرح سے تقریر کیا ۱۲ (۲۳)

بقیہ صفحہ ۲۳۶

.... یعنی اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ غم نہ کیجئے۔ یہاں سے آپ کو بھی جانا ہے اور ان کو بھی جانا ہے یعنی ہمیشہ یہاں کوئی بھی رہنے والا نہیں بلکہ قیامت میں سب کو ایک جگہ ہونا ہے (۳) پھر تم قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس اپنا اپنا معاملہ پیش کرو گے اور اس کے روبرو آپس میں جھگڑو گے۔ یعنی تمام معاملات خواہ وہ مسلمانوں کے ہوں یا پیغمبروں اور ان کی امتوں کے ہوں یہاں پیش ہوں گے۔ اور پھر وہاں کلی فیصلہ ہو جائے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کافر منکر ہوں گے کہ ہم کو کسی نے حکم نہیں پہنچایا۔ پھر فرشتوں کی گواہی سے اور آسمان و زمین کی اور ہاتھ پاؤں کی گواہی سے ثابت ہو ۱۲ (۲۱) ـ

سو اُس سے زیادہ کون ظالم اور ناحق پرست ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے اور جب اُس کے پاس سچی بات آئے تو اس سچی بات کی تکذیب کر دے کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہوگا ؛ یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ یہ کہ وہ شریک رکھتا ہے یا اولاد رکھتا ہے۔ سچی بات یہ کہ قرآن یا دین اُسکے پاس رسول کے ذریعہ پہونچے اور وہ اس قرآن کو جھٹلائے تو اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے۔ ۱۲ ظالم کیلئے عقوبت ہے اور وہ جہنم ہے اور وہ ایسے ظالموں کا ٹھکانا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اگر نبی نے جھوٹ خدا کا نام لیا تو اس سے بُرا کون اور اگر وہ سچا تھا اور تم نے جھٹلایا تو تم سے بُرا کون ۱۲ یعنی اللہ تعالیٰ پر افترا کرنا یہ بھی بہت بڑا ظلم اور رسول کی سچی بات لائی ہوئی کو جھٹلانا خواہ وہ قرآن ہو یا دین حق ہو اس سے انکار کرنا اور جھوٹا بتانا اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا لہٰذا ظالموں کا ٹھکانا دوزخ ہے جس طرح خدا پر بہتان باندھنا اور افترا کرنا قابلِ عقوبت ہے اسی طرح حضرت حق جل وعلا کے پیام کی مخالفت کرنا بھی ایک قابلِ سزا جرم ہے (۳۲) اور وہ لوگ جو سچی بات لیکر آئے اور خود بھی اس سچی بات کی تصدیق کی تو یہی لوگ ہیں ڈرنیوالے اور پرہیزگار ؛ چونکہ مفسرین کے

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ

سو اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور جب اُسکے پاس سچی بات

بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

آئے تو اس سچی بات کی تکذیب کر دے۔ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم

لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ

میں نہیں ہوگا۔ اور وہ لوگ جو سچی بات لے کر آئے اور وہ جنہوں نے اس سچی بات کی تصدیق کی تو

بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ

یہی لوگ خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ ایسے متقیوں کیلئے اُن کے رب کے ہاں ہر وہ چیز موجود ہو گی جس کی

رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ ۚ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

وہ خواہش کریں گے یہ ہر خواہش کی تکمیل صلہ ہے نیکی کرنیوالوں کا۔ یہ صلہ اسلئے مقرر ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ اُن

اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

نیک لوگوں سے ان کی بُرائیوں کو جو اُنہوں نے کی تھیں دُور کر دے اور اُن کو اُن اچھے کاموں کے عوض

الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ

جو وہ کیا کرتے تھے ان کا صلہ عطا فرمائے۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے یعنی محمدؐ کیلئے

عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ

کافی نہیں ہے اور اے پیغمبر یہ کافر آپ کو خدا کے سوا اور دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جس

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

کو گمراہ کر دے یعنی بے راہ رکھے اُسکو کوئی راہ دکھانیوالا نہیں۔ اور جس کو خدا راہ دکھا دے

فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

تو اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں کیا اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا نہیں ہے

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اور اے پیغمبر اگر آپ ان سے سوال کریں کہ بھلا آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے

اس آیت کی تفسیر میں کئی قول ہیں اس لئے ترجمے اور تیسیر میں ان کی رعایت کی گئی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو سچ لایا وہ نبی اور جس نے سچ مانا وہ مومن ۱۲ وہ لوگ جو سچ لائے اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو خدا کی طرف سے دینِ حق لیکر آئے یا رسول کی طرف سے کوئی دینِ حق کی تبلیغ کیلئے آئے ہیں گیا سب شامل ہیں اور رسول یا رسول کے رسول نے خود بھی تصدیق کی اور دینِ حق کو سچا جانا یعنی خود صادق بھی اور مصدق بھی تو ان لوگوں کو متقی فرمایا۔ بعض حضرات نے فرمایا صادق رسول اور اُس کی تصدیق کرنیوالے اُس کے تابعین۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ دینِ حق کو لانیوالے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تصدیق کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عطا کا قول ہے کہ صدق کو لانیوالے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تصدیق کرنیوالے آپ کی پیروی کرنیوالے پہلا قول یعنی صادق اور مصدق کی وحدت حضرت ابن عباسؓ اور سُدی سے منقول ہے (۳۳) ان متقیوں کیلئے اُن کے پروردگار کے ہاں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی وہ چاہت اور خواہش کریں گے۔ یہ ہر خواہش کی تکمیل بدلا اور صلہ ہے نیکو کاروں کا (۳۴) یہ صلہ اس لئے مقرر ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اُن کی بُرائیوں کو جو اُنھوں نے کی تھیں دُور فرمائے اور انکو ان اچھے کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے صلہ عطا فرمائے ؛ یعنی ان متقیوں کو اُن کے حسب دل خواہ آسائش و آرام میسر ہو اُن کی بُرائیاں حسب مراتب اُن سے دور کر دی جائیں گی اور اُن سے زائل کر دی جائیں گی اور اُن کے اچھے کاموں کا اُن کو اجر اور صلہ دیا جائے گا چونکہ متقیوں میں صادق اور مصدق دونوں شامل ہیں اس لئے ہم نے حسب مراتب کی قید لگا دی ہے اور اسوا الذی میں تفصیلی معنی مُراد نہیں ہیں معمولی لغزش بھی انبیاء کے لئے سوء اور بُرائی ہے۔ حسنات الابرار سیأت المقربین (۳۵) کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کافی اور کارساز نہیں ہے اور اے پیغمبر یہ کافر آپ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جس گم کردہ راہ کو اللہ تعالیٰ بے راہ رکھے اسکو کوئی راہ دکھانیوالا نہیں (۳۶) اور اللہ تعالیٰ جس کی رہنمائی فرمائے اُسکو کوئی گمراہ کرنیوالا نہیں کیا اللہ تعالیٰ کمال قوت کا مالک اور بدلا لینے والا نہیں ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں تجکو ڈراتے ہیں یعنی بتوں کو نہیں مانتا تو وہ تجھ پر غضب ہوں گے کچھ تیرا کر دیں گے سو جس کی مدد پر اللہ ہو اس کا بُرا کون کر سکے ۱۲ خلاصہ یہ کہ جس کا کارساز اللہ تعالیٰ ہو اُسکو بتوں سے اور مخلوق سے ڈرانا ایک مضحکہ خیز چیز ہے وہ تو سب کے لئے کافی ہے اور بالخصوص آپ تو اُس کے پیغمبر ہیں تو کیا آپ کے لئے کافی نہیں ہے بات اصل یہ ہے کہ جو گمراہی کو پسند کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کی گمراہی میں چھوڑ دیا ہے تو اُن کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسکی ہدایت پر اللہ تعالیٰ آمادہ ہو جائے اور جسکو وہ ہدایت دیدے تو اُس کو کوئی گمراہ کرنیوالا نہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ صاحب قوت اور صاحب انتقام نہیں ہے۔ بعض مشرکوں کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے دیوتاؤں کی پھٹکار اور گرفت سے ڈرایا کرتے ہیں ایسا ہی کوئی واقعہ پیش آیا ہوگا جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور چونکہ مشرکین مکہ بھی اللہ تعالیٰ کو خالق السماوات والارض جانتے تھے اس لئے آگے اس کی تصریح فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے کافی ہونے پر حجت قائم کی (۳۷) اور اگر آپ ان سے اے پیغمبر سوال کریں اور دریافت کریں کہ بھلا آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ اُس کا جواب یقیناً یہی دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں

آپ ان سے فرمایئے کہ بھلایہ تو بتاؤ کہ جن معبودوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف اور دُکھ پہنچانا چاہے تو کیا یہ تمہارے معبود اُس کے بھیجے ہوئے ضرر اور دُکھ کو مجھ سے دور کر سکتے ہیں اور دُکھ کو ہٹا سکتے ہیں یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر کوئی مہربانی کرنی چاہے تو کیا تمہارے وہ معبود اسکی مہربانی کو مجھ سے روک سکتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو کافی ہے۔ بھروسہ کرنیوالوں کو چاہئے کہ اسی کی ذات پر بھروسہ کیا کریں ؛؛ آسمان و زمین کا حق تعالیٰ کو خالق ماننا مستلزم ہے کمال قدرت کو پس جب انھوں نے ملزوم کو مان لیا تو لازم کے ماننے سے انکو مفر نہیں جب اُس کو خالقیت میں تنہا مان لیا تو وہ کمال قدرت جو کہ دعویٰ کو مستلزم تھا وہ بھی لازم آگیا تو اب ان سے یہ دریافت کرو کہ وہ غیر اللہ جن کو تم معبود سمجھتے ہو اُن میں سے کوئی اس کا مزاحم ہو سکتا ہے اور مقابل ہو سکتا ہے کہ اُس کی مرضی اور حکم کے خلاف کوئی میرا دُکھ دور کر سکے یا اُس کے فضل کو مجھ سے روک سکے۔ حدیث میں عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی صبح کی نماز کے بعد دس کلمے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کو نزدیک ان کلموں کے کفایت کرنیوالا پائے گا ان دس میں پانچ دُنیا کے لئے ہیں اور پانچ آخرت کیلئے۔ وہ دس کلمے یہ ہیں۔
حَسْبِيَ اللّٰهُ لِدِيْنِيْ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَا اَهَمَّنِيْ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ بَغٰى عَلَيَّ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ حَسَدَنِيْ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ كَادَنِيْ بِسُوْءٍ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ فِي الْقَبْرِ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمِيْزَانِ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْحَوْضِ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

(۳۸) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے اے میری قوم تم اپنے حال اور اپنی وضع پر عمل کئے جاؤ بلاشبہ میں بھی اپنے حال اور اپنی وضع پر عمل کرنیوالا ہوں سو عنقریب اب تم جان لوگے اور معلوم کر لوگے (۳۹) کہ وہ شخص کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اُسکو رسوا کردے گا۔ اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے ؛؛ مطلب یہ ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجئے اگر تم نہیں مانتے اور باوجود قائل ہو جانیکے پھر بھی اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہو تو اچھا اپنے ڈھنگ پر جو کرتے ہو وہ کئے جاؤ اور میں بھی اپنی حالت پر جو کچھ کر رہا ہوں وہ کئے جاؤں گا ہاں اتنی بات کہہ دیتا ہوں کہ بہت جلد تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ دنیا میں کس پر رسواکن عذاب آتا ہے۔ اور کس پر مرنے کے بعد دائمی عذاب اور مسلسل عذاب نازل ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وہ دنیا میں یہ آخرت میں ؛؛ خلاصہ یہ کہ مغلوب اور مقتول ہو کر رسوا ہوگے دُنیا میں اور جہنم میں داخل ہو کر عذاب ابدی بھگتوگے۔ یہ تہدید کے طور پر ہے اور ناراضگی کا اظہار ہے اعملوا علیٰ مکانتکم اجازت نہیں ہے (۴۰) اے پیغمبر یہ کتاب لوگوں کے نفع اور فائدے کیلئے آپ پر ہم نے نازل فرمائی ہے جو دین حق کی تعلیم پر مشتمل ہے پس اب جو شخص راہِ راست اختیار کرتا ہے اور صحیح راہ پر چلتا ہے تو اپنے ہی بھلے کو چلتا اور اختیار کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو سوائے اس کے نہیں کہ وہ اپنے بُرے کو اختیار کرتا ہے اور اس گمراہی کا وبال اُسی پر پڑنے والا ہے اور آپ ان پر مختار کار مقرر نہیں ہوئے ہیں ؛؛ یعنی اُن کی گمراہی کی آپ سے باز پرس نہیں کیونکہ آپ اُن پر وکیل اور ان کے سردار نہیں ہیں (۴۱) اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کے مرنیکے وقت کھینچ لیتا ہے اور قبض کر لیتا ہے جب وقت ہو اُن کے مرنے کا یعنی مرتے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن کے مرنیکا وقت نہیں آیا اُن کو بھی سوتے وقت قبض کر لیتا ہے اور کھینچ لیتا ہے پھر اُن جانوں کو جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے روک لیتا ہے۔ یعنی اُن کو تصرف فی الابدان سے روک لیتا ہے اور اُن کو واپس نہیں کرتا اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ وقت تک کے لئے واپس کر دیتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے بلاشبہ اس تصرف خداوندی میں اُن لوگوں کیلئے بڑے دلائل ہیں جو غور و فکر

لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلْ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ
تو اُس کا یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے آپ ان سے کہئے کہ بھلا یہ تو بتاؤ جن معبودوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو
اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَٰشِفَٰتُ ضُرِّهِۦٓ
اگر خدا مجھے کوئی تکلیف پہونچانی چاہے تو کیا یہ تمہارے معبود اُسکی بھیجی ہوئی تکلیف کو مجھ سے دور کر سکتے ہیں
أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَٰتُ رَحْمَتِهِۦ ۚ قُلْ
یا خدا تعالیٰ مجھ پر کوئی اپنی مہربانی کرنی چاہے تو کیا تمہارے یہ معبود اُس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں آپ کہہ دیجئے
حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٣٨﴾ قُلْ يَٰقَوْمِ
بس مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اُسی پر بھروسہ کیا کرتے ہیں بھروسہ کرنیوالے۔ آپ کہہ دیجئے اے میری قوم
اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَٰمِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾
تم لوگ اپنے حال پر عمل کرتے رہو میں بھی اپنے طور پر عمل کر رہا ہوں اب عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا
مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ
کہ کس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اُس کو رسوا کردے گا اور کس پر دائمی عذاب
مُّقِيمٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ
نازل ہوتا ہے۔ اے پیغمبر یہ کتاب لوگوں کی بھلائی کے لئے آپ پر ہم نے نازل کی ہے جو دین حق کی تعلیم پر مشتمل ہے
فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ
سو اب جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی بھلے کو اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو وہ گمراہ ہوتا ہے
عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿٤١﴾ اللّٰهُ يَتَوَفَّى
اپنے ہی بُرے کو اور آپ ان پر مختار کار مقرر نہیں ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ روحوں کو انکے مرنے کے وقت
الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ
قبض کر لیتا ہے یعنی روح حیات کو اور جن کے مرنے کا وقت نہیں آیا انکو بھی سوتے وقت قبض کر لیتا ہے یعنی روح تمیز کو
فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰٓ
پھر ان روحوں کو جن پر وہ موت کا حکم صادر کر چکا ہے انکو تو روک لیتا ہے اور دوسری ارواح کو ایک مقررہ وقت تک کیلئے

(بقیہ صفحہ ۷۳۹ پر)

بقیہ ص۔ کام لیتے ہیں ۔ : حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی نیند میں ہر روز جان کھینچتا ہے یہی نشان ہے آخرت کا معلوم ہوا نیند میں بھی جان کھنچتی ہے جیسے موت میں اگر نیند میں کھنچ کر رہ گئی وہی موت ہے مگر یہ جان وہ ہے جس کو ہوش کہتے ہیں اور ایک جان جس سے دم چلتا ہے اور نبضیں اُچھلتی ہیں اور کھانا ہضم ہوتا ہے وہ دوسری ہے وہ موت سے پہلے نہیں کھنچتی ۱۲ خلاصہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول بھی ہے وہ فرماتے ہیں ابن آدم میں نفس ہے اور روح ہے ان دونوں کے درمیان ایسا ہی تعلق ہے جیسا آفتاب کا تعلق شعاع سے پس نفس تو وہ ہے کہ بسبب اُس کے عقل وتمیز ہے اور روح وہ ہے کہ بسبب اُس کے سانس لیتا ہے اور حرکت کرتا ہے ۔ پس جب سو جاتا ہے بندہ تو قبض کرتا ہے اللہ تعالیٰ نفس اُس کا اور نہیں قبض کرتا روح اُس کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نکل جاتی ہے روح اور باقی رہتی شعاع اسکی بدن میں پس ساتھ اس کے خواب دیکھتا ہے پس جب جاگنے لگتا ہے نیند سے پھر آتی ہے روح اُس کے بدن کیطرف جلد تر پلک مارنے سے ۔ بہرحال یہ تو ظاہر ہے کہ نیند موت کی بہن ہے : نیند میں بھی کوئی چیز قبض ہو کر مرتی ہے

اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّیؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
واپس بھیج دیتا ہے اس میں شک نہیں کہ اس تصرف خداوندی میں ان لوگوں کیلئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں
یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَؕ
بڑے دلائل ہیں ۔ کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور سفارش کرنیوالے تجویز کر رکھے ہیں
قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾
آپ کہئے اگرچہ یہ تمہارے مفروضہ سفارشی نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں تب بھی
قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًاؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
آپ ان سے کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے تمام آسمانوں کی اور
الْاَرْضِؕ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ
زمین کی حکومت کا وہی مالک ہے پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔ اور جب تنہا صرف خدا کا ذکر
وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ
کیا جائے تو جو لوگ آخرت کا یقین دل میں نہیں رکھتے اُن کے دل سخت کبیدہ
بِالْاٰخِرَةِۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ
اور متنفر ہوتے ہیں اور جہاں خدا کے سوا دوسروں کا ذکر کیا گیا تو یہ لوگ
یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ
اُسی وقت خوش ہو جاتے ہیں ۔ اے پیغمبرؐ آپ کہئے اے اللہ آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے والے
الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ
چھپے اور کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے
بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾
درمیان اُن امور کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے ۔
وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا
اور اگر اُن لوگوں کے پاس جو ظالم ہیں وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے

جیسا کہ فرمایا ۔ ھوالذی یتوفٰکم باللیل ۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ آدمی رات کو سویا اور سو یا کا سو یا رہ گیا جیسا کہ پچھلے دنوں انگلستان کا بادشاہ سویا کا سویا رہ گیا تھا ۔ اور لاکھوں مخلوق رات کو سو کر صبح اُٹھ بیٹھتی ہے ۔ اگر من کل الوجوہ موت نہیں آتی تو من بعض الوجوہ حیات رہتی ہے اور اسی حیات کو شعاع سے صحابہ نے تعبیر کیا ہے ۔ سونے میں جو تصرف ہوتا رہتا ہے وہ شعاعوں کا اثر ہوتا ہے اور من کل الوجوہ موت وہ ہے جس میں حیات کا کوئی اثر نہ رہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت فرمایا کرتے تھے بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِاسْمِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ الصَّالِحِیْنَ ۔ یعنی تیرے ہی نام کیساتھ اے پروردگار اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے ہی نام کیساتھ اسکو اٹھاتا ہوں ۔ اگر آپ میرے نفس کو روک لیں تو اس پر رحم فرمائیں اور اگر اس کو تو چھوڑ دے تو پھر نفس کی اُن باتوں سے حفاظت کریں باتوں سے نیک بندوں کی حفاظت کیا کرتا ہے ۔ (۴۲) تو کیا اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سفارش کرنیوالے تجویز کر رکھے ہیں ۔ آپ فرما دیجئے اگرچہ یہ مفروضہ سفارشی کسی چیز کا اختیار رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں تب بھی یہ سفارش کریں گے اور سفارش کے اہل ہوں گے ؛ یعنی ان مشرکوں نے کچھ چیزوں کو اللہ کے علاوہ یہ سمجھ کر معبود بنا رکھا ہے کہ وہ ان کی اللہ تعالیٰ کے رُوبرُو سفارش کریں گے اور ان کو عذاب سے بچا لیں گے جیسا کہ سورۂ یونس میں گزر چکا ہے ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔ اس لئے فرمایا کہ شفاعت کیلئے قدرت وطاقت کی تو کم از کم ضرورت ہے یہ تمہارے خود ساختہ معبود اور مفروضہ سفارشی نہ کسی قسم کا علم رکھتے ہوں نہ اُن کو کسی قسم کا اختیار حاصل ہو تو کیا ایسی حالت میں بھی یہ سفارشی قرار پائیں گے ۔ اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہ تماثیل اور اصنام بے اختیار اور بے عقل ہوں لیکن جن بزرگوں اور بتوں کی یہ تماثیل ہیں ۔ وہ تو با اختیار اور اہل علم ہوں گے اس کا جواب آگے فرمایا (۴۳) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ شفاعت اور سفارش تو تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں اور اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تمام آسمانوں اور زمین کی حکومت کا وہی مالک و متصرف ہے پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ؛ مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی شفاعت کا وہی مالک ہے ۔ صاحب کشاف نے کہا ہے کہ شفاعت دو باتوں پر موقوف ہے ۔ اوّل شفیع کو اجازت ہو دوسرے یہ کہ مشفوع لہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور وہ قابل مغفرت ہو ۔ یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں ۔ شفیع اگر شیاطین اور ارواح خبیثہ ہوں تو اجازت مفقود اور اگر ملائکہ اور ارواح طیبہ ہوں تو مشفوع لہ کا قابل مغفرت ہونا مفقود ۔ اور چونکہ شفاعت ہی کی توقع پر اُن کو معبود بنایا تھا اور اُن کی عبادت اسی بنا پر کرتے تھے جب شفاعت مفقود تو ان کا معبود ہونا بھی باطل اور اللہ تعالیٰ کا وحدہٗ لاشریک ہونا ثابت اور سب کی بازگشت اُسی کی طرف ہے باوجود ان دلائل قطعیہ کے ان مشرکین کا یہ حال ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ کے رُوبرُو سفارش ہے پر اللہ کے حکم سے نہ بہلانے کہے سے ۱۲ (۴۴) اور جب تنہا صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور اُس اکیلے اور یگانہ معبود کا نام لیا جائے تو ان لوگوں کے دل جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے سخت کبیدہ متنفر اور منقبض ہوتے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا گیا تو اسی وقت یہ لوگ خوش ہو جاتے اور خوشیاں کرنے لگتے ہیں ؛ یعنی جن کے قلوب کو آخرت کا یقین نہیں ہے اُن بدنصیبوں کی حالت یہ ہے کہ جب اُن کے سامنے (باقی صفحہ ۷۴۰ پر)

(بقیہ صفحہ ۳۹۷) صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور لا الٰہ الا اللہ کہا جائے تو ان کے دل منقبض ہوجاتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ کیساتھ دوسروں کو بھی ذکر کیا جائے یا فقط دوسروں ہی کا ذکر ہو تو یہ لوگ خوش ہونے لگتے ہیں۔ اگرچہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ابوجہل۔ ولید بن عقبہ۔ صفوان اور ابی بن خلف مراد ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہر کافر اور مشرک کا یہی حال ہے کہ صرف اللہ کا نام ان کو کھٹکتا ہے ہاں اگر ان کے فرضی معبودوں کا ذکر کیا جائے تو بہت خوش ہوتے ہیں بلکہ فقیر کا تجربہ تو یہ ہے کہ بعض اہل بدعت بھی اتباع سنت اور اتباع شریعت کی باتوں سے دل تنگ ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ کی فرضی کہانیوں سے خوش ہوتے ہیں (۴۵) اے پیغمبر آپ یوں دعا کیجئے اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے۔ چھپے اور کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے ۞ یعنی آپ ان بدکرداروں کی مخالفت اور سرکشی کی فکر نہ کیجئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کیجئے۔ کیونکہ حقیقی اور عملی فیصلہ ان سب باتوں کا اُسی کے سامنے ہوگا (۴۶)

وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ

اور اتنا ہی اور بھی اس کیساتھ ہو یعنی دنیا بھر کی چیزوں کا دگنا تو یہ لوگ وہ تمام مال و دولت قیامت کے دن بدترین سزا

الْقِيَامَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿٤٧﴾

بچنے کیلئے اپنے فدیہ میں دے ڈالیں اور خدا کیطرف سے انکے سامنے وہ چیز رونما ہوگی جس کا وہ وہم و گمان بھی نہ رکھتے تھے

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ

اور جو کام وہ کرتے رہے تھے ان کاموں کی برائیاں انکے سامنے ظاہر ہوجائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے

يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤٨﴾ فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ

وہی عذاب اُن کو آگھیرے گا۔ جس وقت انسان کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے

إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۚ

پھر جب ہم اسکو اپنی طرف سے کوئی خاص نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو مجھ کو صرف میری علمی قابلیت کی بنا پر ملی ہے

بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾ قَدْ

یہ بات نہیں بلکہ وہ ایک آزمائش ہے مگر اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں۔ یہ بات

قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

وہ لوگ بھی کہہ چکے ہیں جو ان سے پہلے ہوگزرے ہیں پھر جو کچھ وہ کرتے رہے وہ اُن کے

يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ وَالَّذِينَ

کچھ بھی کام نہ آیا۔ پھر ان کی تمام بداعمالیوں کا وبال ان پر آپڑا اور ان موجودہ

ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا

لوگوں میں سے بھی جو ظالم ہیں ان کی بداعمالیوں کا وبال بھی ان پر عنقریب پڑنے والا ہی ہے

وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ

اور یہ لوگ خدا کو ہرا نہیں سکتے۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے روزی

الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

فراخ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے بیشک اس روزی کی کمی بیشی میں ان لوگوں کے لئے

اور اگر جو لوگ ظلم یعنی کفر و شرک کے خوگر ہیں ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اسکے ساتھ اور بھی۔ **تفسیر صفحہ ہذا** ۔ یعنی روئے زمین کی سب چیزوں کا دگنا تو یہ لوگ تمام مال و دولت قیامت کے بدترین اور سخت عذاب سے بچنے کے لئے اپنے فدیہ میں دے ڈالیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے سامنے وہ چیز ظاہر ہوگی جس کا وہ گمان بھی نہ رکھتے تھے ۞ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آج اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرکے ظلم کر رہے ہیں اور ظالم بنے ہوئے ہیں انکی یہ حالت ہوگی کہ روئے زمین کی تمام دولت کا دگنا بھی اگر کسی کے پاس ہو تو وہ بھی قیامت کے دن اُسکو اپنے فدیہ میں دیکر اس بُری طرح کی سزا اور عذاب سے اپنے کو چھڑا لیں جو قیامت میں ان کو بھگتنا پڑیگا اگرچہ وہ قبول نہ ہوگا اور قیامت کے دن کی سزا بھگتنی ہی پڑیگی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے کچھ ایسے واقعات و حالات ظاہر ہوں گے جن حالات و واقعات کے پیش آنے کا اُن کو وہم و گمان تک نہ تھا (۴۷) اور جو کام کرتے رہتے تھے ان کاموں کی بُرائیاں اُن کے سامنے ظاہر ہوجائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے وہی عذاب اُن کو گھیرلے گا ۞ یعنی کفر کی حالت میں یہ لوگ جو اعمال کرتے رہے ہیں ان اعمال کی بُرائیاں ظاہر ہوجائیں گی۔ اور جس عذاب کا استہزا کیا کرتے تھے وہ عذاب اُن کو گھیرلے گا۔ (۴۸) جس وقت انسان کو کوئی تکلیف اور سختی پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اُسکو اپنی طرف سے کوئی خاص نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہنے لگتا ہے سوائے اس کے نہیں کہ یہ تو مجھکو میرے علم کی بنا پر ملی ہے۔ یہ بات نہیں بلکہ وہ ایک آزمائش ہے مگر ان کے اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں ۞ یعنی ایک طرف تو یہ حالت کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے نفرت کرتے ہیں اور دوسری طرف اُن کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے جب کسی کو کوئی دکھ پہنچتا ہے تو اس وقت ہم کو پکارتا ہے اور ہم جب کوئی احسان کر دیتے ہیں تو کہتا ہے مجھے اس کا پہلے ہی سے علم تھا کہ مجھ کو یہ نعمت ملنے والی ہے۔ یا یہ کہ اللہ مجھ کو اور میرے استحقاق کو جانتا تھا اسی کی بنا پر یہ نعمت مجھ کو دی گئی ہے۔ یا یہ کہ مجھ میں جو مختلف ہنر اور کسب ہیں یہ اس کی بنا پر دی گئی ہے۔ اور جو کچھ مجھ کو ملا وہ میری تدبیر اور میرے ہنر اور میرے کسب سے ملا ہے۔ یعنی اپنے ہی کمال کو ذریعہ سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں مانتا۔

حضرت حق تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ایک امتحان ہے جس کو اُن کے اکثر لوگ نہیں سمجھتے یعنی جس طرح مصیبت اس کا ایک امتحان ہے کہ صبر کرتا ہے یا نہیں اسی طرح نعمت بھی اس کی ایک آزمائش ہے کہ دیکھیں شکر بجا لاتا ہے یا نہیں۔ سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے ونبلوکم بالشر والخیر فتنۃ اسی قسم کا یہ مضمون ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آگے سے معلوم ہی تھی قیاس بھی چاہتا تھا کہ یوں ہو۔ اللہ کی قدرت کا قائل نہ ہو۔ یہ جانچ ہے کہ عقل اُس کی دوڑنے لگی ہے وہ اپنی عقل پر بیکے وہی عقل رہتی ہے اور آفت آ پہونچتی ہے ۱۲ (۴۹) یہ بات وہ لوگ بھی کہہ چکے ہیں جو ان سے پہلے ہوگزرے ہیں پھر جو کچھ وہ کرتے رہے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آیا ۞ یعنی قارون اور فرعون وغیرہ دوسرے کافر بھی یہی کہا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرتے تھے جب آفت آئی تو ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی (۵۰) پھر ان پہلوں پر ان بداعمالیوں اور بُری کمائیوں کا اثر اور وبال آپڑا اور ان موجودہ لوگوں میں سے بھی جو ظالم ہیں اُن کی کمائیوں کی بُرائی اور اُن کی بداعمالی کا اثر اور وبال اُن پر پڑیگا۔ ہے (باقی صفحہ ۴۱۷ پر)

(بقیہ صفحہ ۱۴۰) اوران کو بہونچے گا اور بہت جلد ان کو پہونچکر رہے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کو تھکانے اور عاجز کرنیوالے نہیں ہیں ؛ یعنی یہ کفار مکہ بھی عنقریب اپنے بُرے اعمال اور بُری کمائیوں کا پھل پانیوالے ہیں جیسا کہ قحط میں اور بدر کے دن قتل میں مبتلا کئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ کرسکے آگے پھر قدرت کا اظہار فرمایا (۵۱) کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہتا ہے روزی کو فراخ کردیتا ہے اور تنگ کردیتا ہے۔ بلاشبہ اس بسط و قدر میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو اہلِ ایمان ہیں اور مانتے ہیں ؛ یعنی یہ باتیں روزمرہ دیکھنے میں آتی ہیں کہ دو آدمیوں کے پاس ایک سا سرمایہ ہے دونوں ایک ہی کام کرتے ہیں ایک بڑھتا چلا جاتا ہے اور ایک کمی میں چلا جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ تھوڑے سرمائے والا آگے نکل جاتا ہے اور بڑے سرمائے والا رہ جاتا ہے۔ روزی کا معاملہ ایسا ہے کہ کسی کے کنٹرول اور قابو میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت جسکو چاہتی ہے اس کی روزی فراخ کردیتی ہے اور جس کو چاہتی ہے اس کی روزی تنگ۔ اور بقدر ضرورت ماپ کردیتی ہے۔ اس طریقہ کار میں ان لوگوں کیلئے قدرت خداوندی کے بڑے دلائل ہیں جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی روزی کا فراخ کرنیوالا ہے اور نہ کوئی گھٹانے اور تنگ کرنیوالا ہے۔ **تفسیر صفحہ ہذا:** حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی عقل دوڑاتے ہیں تدبیر کرنے میں کوئی تنگی نہیں کرتا پھر ایک کو روزی کشادہ ہے ایک کو تنگ جان لو کہ یہ عقل کا کام نہیں ۱۲ (۵۲) اے پیغمبر آپ میری طرف سے کہہ دیجئے اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اور حد سے تجاوز کیا ہے تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دے گا واقعی وہ بڑی بخشش کرنیوالا نہایت رحم کرنے والا ہے ؛ چونکہ اوپر کی آیتوں میں شرک کی مذمت کا بیان تھا ہوسکتا ہے کہ بعض مشرکوں کو یہ خیال ہوا ہو کہ ہم ایسے گناہ کرنیکے بعد اب کس طرح مسلمان ہوسکتے ہیں اور ایمان لانے سے ہمکو کیا فائدہ ہوسکتا ہے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونے کی کوئی وجہ نہیں اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور توبہ کرنے کے بعد تمام گناہوں کو بخشدے گا اور سب کی مغفرت فرمادے گا۔ آیت کا شان نزول خواہ قاتل حمزہ کے بارے میں ہو جس کا نام وحشی تھا اور اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا۔ یا یہ آیت عیاش بن ابی ربیعہ اور ولید بن ولید اور ان کی جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہو۔ یہ لوگ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگئے تھے اور پھر اپنے گناہوں پر نظر کرتے ہوئے واپس اسلام میں آنے سے جھجکتے تھے یا بقول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ جب آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ نازل ہوئی تو صحابہ ہر ایک گناہ گار پر خوف کھانے لگے۔ جب کسی کو فواحش میں مبتلا دیکھتے تو کہتے کہ بس یہ ہلاک ہوا اور اس کے عمل باطل ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی تو ہم کو اطمینان ہوا۔ بہرحال آیت کا تعلق تمام گناہگاروں سے ہے جو لوگ اپنی جانوں پر حد سے تجاوز کرچکے ہوں تو ان کو بھی ناامید نہ ہونا چاہئے کیونکہ اسلام لانے سے تمام گناہ زائل ہوجاتے ہیں اور اسلام کے بعد تمام گناہ توبہ اور استغفار سے بخش دئے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ صحابہ میں گفتگو ہوئی کہ قرآن میں کون سی آیت وسیع تر ہے تو صحابہ نے مختلف آیتیں پیش کیں لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وسیع تر رحمت کے بارے میں یہ آیت ہے۔ جب حضرت حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی رحمت اور مغفرت کی جانب سے اطمینان دلادیا اب آگے اسلام کی دعوت مذکور ہے (۵۳) اور تم

ع ۱۱ ۵ ۲

لِّقَوۡمٍ يُؤۡمِنُونَ ﴿٥٢﴾ قُلۡ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُواْ عَلَىٰٓ

بڑے دلائل ہیں جو اہل ایمان ہیں۔ اے پیغمبر آپ کہدیجئے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر

أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُواْ مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغۡفِرُ

زیادتیاں کی ہیں تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہ

ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًاۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾ وَ

بخش دے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنیوالا ہے۔ اور

أَنِيبُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّكُمۡ وَأَسۡلِمُواْ لَهُۥ مِن قَبۡلِ أَن

تم اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کے فرماں بردار بن جاؤ اس سے قبل کہ

يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴿٥٤﴾ وَٱتَّبِعُوٓاْ

تم پر عذاب آ پہونچے پھر تم کہیں سے مدد بھی نہ دئے جاسکو۔ اور تمہارے رب کی طرف سے

أَحۡسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبۡلِ أَن

جو اچھے اچھے احکام تمہارے لئے نازل کئے گئے ہیں تم ان پر چلو قبل اس کے کہ

يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَ ﴿٥٥﴾ أَن

تم پر اچانک اس طرح عذاب آ پہونچے کہ تم کو اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔ پھر

تَقُولَ نَفۡسٌ يَٰحَسۡرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنۢبِ

کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص یوں کہنے لگے ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کا حکم بجالانے

ٱللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ ٱلسَّٰخِرِينَ ﴿٥٦﴾ أَوۡ تَقُولَ لَوۡ أَنَّ ٱللَّهَ

میں کی اور میں تو مذاق اڑانیوالوں ہی میں شامل رہا۔ یا کوئی کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو

هَدَىٰنِي لَكُنتُ مِنَ ٱلۡمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوۡ تَقُولَ حِينَ تَرَى

ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے

ٱلۡعَذَابَ لَوۡ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴿٥٨﴾

کاش مجھے دنیا میں پھر جانے کا موقع مل جائے تو میں بھی نیک کردار لوگوں میں سے ہو جاؤں

توبہ کرنے کی غرض سے اپنے پروردگار کی جانب رجوع ہو اور اس کے فرماں بردار اور اطاعت گزار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب واقع ہو پھر تم کہیں سے مدد بھی نہ کئے جاسکو ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اسلام غالب کیا جو کافر دشمنی پر لگے تھے سمجھے کہ برحق اس طرف اللہ ہے اور پچھتائے لیکن شرمندگی سے مسلمان نہ ہوئے کہ اب ہماری مسلمانی کیا قبول ہوگی دشمنی کی لڑائی لڑے جا ئیں ماریں تب اللہ نے یہ فرمایا کہ ایسا گناہ کوئی نہیں جس کی توبہ اللہ قبول نہ کرے ناامید مت ہو توبہ کرو اور رجوع ہو بخشے جاؤ گے مگر جب سر پر عذاب آیا یا موت نظر آنے لگی تب کی توبہ قبول نہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ قبل نزول عذاب اور قبل نزول موت توبہ کرلو اور توبہ کے اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوجاؤ اور اسلام کے اطاعت گزار اور فرماں بردار بن جاؤ ورنہ عذاب آجانے کے وقت نہ توبہ قبول نہ کہیں سے مدد کی اُمید (۵۴) اور تمہارے رب کی طرف سے جو اچھے اچھے احکام تمہارے لئے نازل کئے گئے ہیں اُن پر چلو اور اُن کی پیروی کرو قبل اس کے اور اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب اس طرح آ واقع ہو کہ تم کو اُس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو ؛

(باقی صفحہ ۱۴۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۴۱) احکام الٰہی تمام کے تمام اچھے ہیں جیسا کہ ہم فیتبعون احسنہ کی شرح میں ابھی عرض کر چکے ہیں۔ اس عذاب سے مراد بظاہر آخرت کا عذاب ہے جو نفخۂ اولیٰ سے شروع ہوگا اور سب کے فنا ہو جانے کے بعد نفخۂ ثانیہ پر اُس عذاب کا ادراک اور انکشاف ہوگا (۵۵) پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص یوں کہنے لگے اے حسرت و افسوس میری اس کوتاہی اور کمی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اور اُس کے احکام بجا لانے میں کی اور میں ہنسنے والوں اور مذاق اُڑانے والوں ہی میں شامل رہا ؛ یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں کا مذاق اُڑاتے تھے میں بھی اُن میں شامل رہا کرتا تھا ہائے افسوس میں نے بڑی کوتاہی کی یعنی اپنے کئے پر عذاب کو دیکھ کر پچھتانے لگے (۵۶) یا کوئی کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ میری رہنمائی کرتا اور مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا ؛ یعنی اگر اللہ تعالیٰ میری دستگیری فرماتا تو میں متقیوں میں سے ہوتا اور ساخرین میں شامل نہ ہوتا۔ (۵۷) یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کاش مجھے دنیا میں پھر جانے کا موقع مِل جائے تو میں بھی نیکوکاروں میں ہو جاؤں ؛ یعنی عذاب کا معائنہ کرنے کے بعد یا دوزخ میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا کرنے لگے کہ مجھ کو دوبارہ جانے کا موقع مِل جائے تو میں نیکوں میں سے ہو جاؤں بہرحال یہ باتیں سب ہی کہیں گے یا بعض پہلا اور دوسرا جملہ کہیں گے اور بعض پہلا۔ بعض دوسرا بعض تیسرا۔ غرض تردید علیٰ سبیل مانعۃ الخلو ہے۔ یہ جملے کہے ضرور جائیں گے خواہ سب کہیں یا کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ کہے آگے ان کہنے والوں کا رَد ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگے کا قول ان لوگوں کا رَد ہے جنہوں نے اپنی گمراہی پر تقدیر کی آڑ پکڑی اور لو ان اللہ ھدٰنی کہا۔ لیکن بعض علماء نے کہا کہ آگے کے قول میں سب کا رَد ہے بہرحال ارشاد ہوگا (۵۸) تفسیر صفحہ ہذا۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ میرے احکام تجھ تک پہونچے تھے پھر تو نے ان کو جھٹلایا اور تو نے میری آیتوں کے مقابلے میں تکبر کیا اور تو منکروں میں شامل رہا ؛ یعنی تو غلط کہتا ہے کہ تو ہدایت نہیں کیا گیا۔ بلکہ پیغمبروں کا بھیجنا اور آیات کا نزول یہ سب کچھ ہدایت کے اسباب تھے تو خود ہی تکذیب کرتا رہا اور خود ہی تو نے تکبر کا اظہار کیا اور تو خود ہی کافروں میں شامل رہا پھر ہم پر کیوں الزام لگاتا ہے جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ جبر فی الہدایت نہیں کیا جاتا یہی جواب پہلے اور تیسرے جملے کا بھی ہو سکتا ہے مگر ذرا تفصیل کیساتھ جس کی تیسیر میں گنجائش نہیں۔ چونکہ لو ان اللہ ھدٰنی کا جواب ظاہر تھا اس لئے ہم نے اُسی پر کفایت کیا (۵۹) اے مخاطب تو قیامت کے دن لوگوں کے چہرے کالے اور سیاہ دیکھے گا جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا تھا کیا ان تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتوں کا اثبات کیا جس کا اس نے انکار کیا اور ان باتوں کا انکار کیا جس کا اس نے حکم دیا تو ایسے لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان متکبروں کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا ذَکَّرَنِیْ میں مفسرین کے دو قول ہیں اس لئے ترجمے اور تیسیر میں دونوں کی رعایت کی گئی (۶۰) اور جو لوگ شرک و کفر سے بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو کامیابی کے ساتھ جہنم سے بچائیگا۔ نہ ان کو کسی طرح کی تکلیف چھوئے گی نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے ؛ تقوے کے مختلف درجے ہیں کم از کم یہ کہ شرک سے بچتا ہے۔ تو اس آیت میں عام مسلمانوں کو بڑی بشارت ہے اور جو تقوے کے اعلیٰ درجات کو طے کر چکے ہیں تو ان کی کامیابی کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔ بہرحال اہل تقویٰ کو کامیابی کیساتھ محفوظ رکھا جائے گا ان کو نہ بُرائی اور تکلیف اور عذاب مس کریں گے اور نہ وہ غم زدہ اور غمگین ہوں گے کیونکہ وہ جنت میں ہوں گے

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ

ارشاد ہوگا ہاں یہ واقعہ ہے کہ میرے احکام تجھ تک پہنچے تھے پھر تو نے انکو جھٹلایا اور تو نے میری آیتوں کے مقابلہ میں تکبر کیا اور

كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ

تو منکروں میں شامل رہا۔ اور اے پیغمبر آپ قیامت کے دن اُن لوگوں کے

كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَیْسَ فِیْ

چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا۔ کیا ان تکبر

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾ وَ یُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ

کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے۔ اور جو لوگ پرہیزگاری اور تقوے کے پابند تھے خدا تعالیٰ ان کو

اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۟ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ

کامیابی کے ساتھ جہنم سے بچا لے گا نہ اُن کو کسی طرح کی تکلیف پہونچے گی اور نہ وہ کبھی

یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۫ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ

غمگین ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور وہی ہر چیز کا

شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ

نگہبان ہے۔ آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں اسی کے اختیار میں ہیں۔ اور

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾

جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے تو وہی وہ لوگ ہیں جو سخت نقصان میں رہیں گے

قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾

اے پیغمبر آپ ان سے کہیے کہ اے جاہلو! کیا اب بھی تم مجھ سے یہی کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی پرستش کرنے لگوں

وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ

اور بلاشبہ اے پیغمبر آپ کیطرف اور ان سب پیغمبروں کی طرف جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ

اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾

اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال نیست و نابود ہو جائیں گے اور تم یقیناً خسارے میں پڑ جاؤ گے

(۶۱) اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے ؛ یعنی ہر چیز کا موجد اور باقی رکھنے والا حفاظت کرنیوالا وہی ہے (۶۲) آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں اُسی کے اختیار میں ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے منکر ہیں اور ان کو نہیں مانتے تو وہی وہ لوگ ہیں جو سخت نقصان اور گھاٹے میں رہنے والے ہیں ؛ یعنی کنجیاں اُس کے اختیار میں ہیں تو وہی متصرف ہے اور چونکہ حضرت حق تعالیٰ کے یہ اوصاف موجد ہونا۔ حافظ و متصرف ہونا۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مختار ہونا مخالفین کو مسلّم تھا اس لئے ایسی ذات کو شرکت سے بھی منزہ ہونا تسلیم کرنا چاہئے لیکن جو لوگ باوجود ان تمام صفات جمیلہ کے اُس کو وحدہٗ لاشریک نہیں مانتے اُن سے زیادہ خائب و خاسر کون ہو سکتا ہے (۶۳) اے پیغمبر آپ ان سے فرمائیے اے نادانو! کیا اب بھی تم مجھ سے یہی کہتے ہو اور مجھ کو یہی حکم دیتے ہو۔ میں غیر اللہ کی پرستش کروں ؛ یعنی تمام دلائل توحید جو اوپر بیان ہوئے سب کو سن کر بھی مجھ کو یہی حکم کرتے ہو اور ترغیب دیتے ہو کہ میں بھی تمہاری طرح غیر اللہ کی عبادت کرلوں۔

(باقی صفحہ ۷۴۳ پر)

(بقیہ صفحہ ۴۴۲) اے نادانو اور جاہلو. کفار مکہ نے ایسا کہا تھا کہ آپ ہمارے ان معبودوں کی عبادت بھی کر کے دیکھئے اس کا جواب دربار رسالت سے دلوایا گیا (۶۴) اور بلا شبہ اے پیغمبر آپ کی طرف اور ان سب پیغمبروں کی طرف جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں یہ وحی کی جا چکی ہے اور یہ حکم بھیجا جا چکا ہے کہ اگر لو فرضاً تم نے بھی شرک کیا تو تمہارے اعمال اکارت اور نیست و نابود ہو جائیں گے اور تم یقیناً خسارہ اور گھاٹا اٹھانیوالوں میں سے ہو جاؤ گے (۶۵) تفسیر صفحہ ہذا تم شرک نہ کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا اور اسی کے شکر گزار رہنا: یعنی شرک ایسی بری چیز ہے کہ ہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جس میں آپ اور آپ سے پہلے انبیاءٔ سب داخل ہیں ان سب کو یہ حکم دے چکے ہیں کہ اگر فرض کر و تم نے بھی یہ شرک کی برائی کی تو تمہارے تمام اعمال ضبط کر لئے جائیں گے اور تم نقصان اٹھانیوالوں میں سے ہو جاؤ گے تم کبھی شرک نہ کرنا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا اور اسی کے شکر گزار رہنا۔ یہ تنبیہ تو اصل میں پیغمبروں کی اُمتوں کو ہے لیکن جیسا کہ شاہی قاعدہ ہوتا ہے کہ رعایا میں سب سے بڑے آدمی کو مخاطب بنا کر حکم سناتے ہیں تاکہ دوسرے لوگ ڈر جائیں کہ جب اس معاملہ میں بڑوں کی حالت یہ ہے تو ہم کس شمار میں ہیں ورنہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے شرک کے صدور کا احتمال ہی نہیں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ حکم بواسطۂ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اُنکی اُمتوں کو دیا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ تم اپنی اپنی اُمتوں میں سے ہر ایک کو یہ پیام پہونچا دو کہ اگر تم میں سے کسی نے بھی شرک کیا تو اُس کے اعمال نابود ہو جائیں گے اور وہ ٹوٹا پانیوالوں میں سے ہو جائے گا۔ آگے پھر توحید اور قیامت کا ذکر فرمایا جو اسلام کے اہم مسائل ہیں (۶۶) اور ان منکروں نے اللہ تعالیٰ کی وہ قدر نہیں پہچانی جو اُس کی قدر پہچاننے کا حق تھا حالانکہ یہ تمام زمین قیامت کے دن اُس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان کاغذ کی طرح اُس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔ ؛ قدر کا ترجمہ ہم نے قدر ہی کر دیا چونکہ یہ لفظ عام طریقہ سے بولا اور لکھا جاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اور نہیں سمجھے اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے بعض لوگوں نے قدر کو عظمت سے تعبیر کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی شان جس عظمت و جلال کی مقتضی تھی اُس کے موافق اس کی تعظیم نہیں کی۔ آگے اُس کی جلالتِ شان مذکور ہے کہ تمام زمینیں اُس کی مٹھی میں ہوں گی اور تمام آسمان داہنے ہاتھ سے لپٹے ہوئے ہوں گے ہم نے ترجمے میں کاغذ کی طرح کیا چونکہ سورۂ انبیاء کے آخری رکوع میں کطی السجل للکتب فرمایا تھا بعض مفسرین نے بیمینہ کی تفسیر بقدرتہ سے بھی کی ہے۔ یعنی آسمان اسکی قدرت سے لپٹ جائیں گے اور لپٹے ہوئے ہونگے۔ داہنے ہاتھ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک ہاتھ داہنا ہے۔ کیونکہ بائیں کو دائیں سے کمتری ہے اور وہاں کمتری کا تصور بھی ناجائز ہے اس لئے اس کا ہر ہاتھ داہنا ہے مزید برآں یہ ہاتھ اور دونوں ہاتھ متشابہات میں سے ہیں جن کے معنی معلوم اور کیفیت مجہول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اُس کے ہاتھ کیسے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بندے اس کی عظمت و جلال اور اُس کی شان قدوسیت کو پہچانتے تو اس کے ساتھ شریک تجویز نہ کرتے۔ حدیث میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ زمین کو مٹھی میں اور آسمانوں کو ہاتھ پر لپیٹ کر فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں بادشاہ زمین کے؟ میں قدوس یعنی پاک ہوں۔ میں سلام ہوں یعنی سلامتی مجھ سے وابستہ ہے میں مومن یعنی امن دینے والا ہوں میں نگہبان ہوں میں عزیز یعنی غالب ہوں میں جبار ہوں یعنی زبردست میں متکبر ہوں یعنی سب سے بزرگ میں نے ہی دنیا کو پیدا کیا جب وہ کچھ نہ تھی۔ اور میں ہی اس کا اعادہ کروں گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اللہ کے فرمائے موافق اللہ کا داہنا ہاتھ کہئے اور بانواں نہ کہئے ۱۱ (۶۷) اور صور میں پھونک ماری جائیگی تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے پھر اس میں دوسری مرتبہ پھونکا جائیگا اور پھونک ماری جائے گی تو یکایک وہ سب کھڑے ہو جائیں گے دیکھتے ہوں گے ؛ یعنی پہلا نفخہ فنا کا ہے جس سے سب لوگ مرجائیں گے اور عالم ارواح کے لوگ بیہوش ہو جائیں گے مگر جس کو خدا چاہے۔ پھر دوسرے نفخہ میں مرنیوالے زندہ ہو جائیں گے اور بے ہوش یعنی عالم مجردات کے لوگ ہوشیار ہو جائیں گے زندہ ہونیوالے حیرت زدہ ہو کر ادھر اُدھر دیکھتے ہونگے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک بار نفخ صور ہے عالم کی فنا کا دوسرا ہے زندہ ہونے کا تیسرا یہ ہے بیہوشی کا چوتھا ہے خبردار ہونے کا اس کے بعد اللہ کے سامنے ہو جائیں گے ۱۱ اکر سمجھا۔ فرماتے ہیں کہ نفخے تین ہیں۔

(باقی صفحہ ۴۴۴ پر)

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا
تم شرک نہ کرنا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور اُس کے شکر گذار رہنا۔ اور ان منکروں نے اللہ کی وہ قدر
اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ
نہیں پہچانی جو اُس کی قدر پہچاننے کا حق تھا حالانکہ یہ ساری زمین قیامت کے دن اُس کی
الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ
مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان کاغذ کی طرح اُس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ ان
تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ
مشرکوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔ اور صور میں پھونک ماری جائیگی تو جو مخلوق آسمانوں میں ہے
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ
اور جو زمین میں ہے ساری بے ہوش ہو جائے گی مگر ہاں جس کو اللہ چاہے
اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾
پھر اس صور میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی تو یکایک سب کے سب کھڑے ہو جائینگے اور سب طرف دیکھنے لگیں گے
وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَ
اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور اعمال کے حساب کی کتاب لاکر رکھ دی جائے گی اور
جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائیں گے۔ اور بندوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ
بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا
کیا جائیگا اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ اور ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کاموں کا پورا پورا بدلا
عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ
دیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے ان کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں۔ اور جو لوگ
كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ
کفر کرتے رہے ہیں وہ دوزخ کی طرف گروہ کے گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ دوزخ پر پہونچیں گے تو

(بقیہ صفحہ ۴۴۷) پہلا فزع کیلئے دوسرا موت کا تیسرا دوبارا زندہ ہونیکا۔ اور اگر فزع اور موت کا مطلب یہ لیا جائے کہ اوّل شروع شروع گھبراہٹ ہوگی اور جب آواز تیز ہوگی تو مرنے لگیں گے یہاں تک کہ عالم فنا ہو جائے گا تو اس طرح صرف دو نفخے ہوتے ہیں۔ بیہوشی سے جن کا استثنا فرمایا ہے اس میں بھی کئی قول ہیں بعض نے کہا جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل اور عزرائیل بعض نے کہا حاملین عرش بعض نے فرمایا شہداء بعض نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ بعض نے کہا دوزخ کا داروغہ اور جنت کا رضوان۔ بہرحال عالم مجردات کے جو فرشتے زندہ رہ جائیں گے ان کو بھی مرنا یا بیہوش ہونا ضروری ہے۔ بہرحال قرآن میں یہاں صرف دو نفخوں کا ذکر ہے اس کے بعد حضرت حق تعالیٰ اپنی شان کے موافق زمین پر تجلی فرمائیں گے اور ہر ایک کا حساب کتاب شروع ہو جائیگا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۶۸) اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اُٹھے گی اور اعمال کے حساب کا دفتر لا رکھا جائیگا اور انبیاء اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائیگا :: یعنی حضرت حق جل مجدہٗ کے نزول وجلال کیساتھ ہی نامۂ اعمال ہر شخص کا اس کے سامنے رکھدیا جائے گا اور پیغمبر اور گواہ جیسا کہ سورۂ نساء میں گذر چکا ہے سب موجود ہو جائیں گے اور سب بندوں کا بلکہ سب مکلفین کا فیصلہ کر دیا جائیگا یہ فیصلہ حق اور انصاف کیساتھ کیا جائیگا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا (۶۹) اور ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا ہے اس کے کئے ہوئے کاموں کا پورا پورا بدلا ملے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے اُن کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں :: یعنی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔ آگے فیصلے کے بعد نتائج مذکور ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہی گواہ آتے ہیں ان کے الزام کو نہیں تو اللہ پر کیا چھپا ہے !! (۷۰) ؎ اور وہ لوگ جو کفر کا شیوہ اختیار کئے ہے نہایت ذلت کیساتھ جہنم کیطرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب یہ اُس جہنم کے پاس پہونچیں گے تو جہنم کے دروازے کھولدئیے جائینگے

أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ

دوزخ کے دروازے کھول دئیے جائیں گے اور دوزخ کی حفاظت کرنیوالے فرشتے ان کافروں سے کہینگے کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے

يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ

پیغمبر نہ آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے

يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

ڈراتے تھے وہ کافر جواب دیں گے ہاں آئے تھے لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر

عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۷۱﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

پورا ہو کر رہا - ان کافروں سے کہا جائیگا جاؤ دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے لئے دوزخ کے دروازوں میں

فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۲﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ

داخل ہو جاؤ سو وہ دوزخ کیا ہی بُری قرارگاہ ہے تکبر کرنیوالوں کی - اور جو لوگ اپنے رب سے

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ

ڈرتے رہے اُنکو بھی گروہ گروہ بنا کر جنت کیطرف روانہ کیا جائیگا یہانتک کہ جب یہ لوگ بہشت کے پاس پہنچیں گے اور اسکے دروازے

أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ

کھلے ہوئے ہوں گے اور جنت کے محافظ ان لوگوں سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم خوش حال رہو

فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ۔ اور پرہیزگار لوگ جنت میں داخل ہو کر کہیں گے سب تعریفیں اسی خدا کو لائق ہیں جس نے

صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ

اپنا وعدہ ہم کو سچ کر دکھایا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم اس بہشت میں جہاں چاہیں

حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ

سکونت اختیار کریں غرض کیا ہی اچھا صلہ ہے محنت کرنیوالوں کا - اور اے پیغمبر آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ

حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ

عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح کرتے ہوں گے

تفسیر صفحہ ہذا اور دوزخ کی حفاظت کرنیوالے فرشتے ان سے دریافت کرینگے کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے اور تمہارے اس دن کی ملاقات سے تم کو ڈرایا کرتے تھے۔ وہ منکر کہیں گے ہاں آئے تھے لیکن عذاب کا کلمہ اور عذاب کا وعدہ منکروں پر ثابت ہو کر رہا :: یعنی جن کے خلاف فیصلہ ہوگا ان کو ہنکا کر جہنم کی طرف لیجایا جائیگا۔ جب وہ جہنم پر پہونچیں گے تو ان سے فرشتے یہ باتیں دریافت کریں گے اور وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔ کلمۃ العذاب سے شاید مراد ہے لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین ہو (۷۱) اُن کو کہا جائیگا داخل ہو جاؤ دوزخ کے دروازوں میں ہمیشہ اس میں رہنے کو پس وہ دوزخ بُری جگہ اور بُرا ٹھکانا ہے غرور کرنیوالوں کا :: یعنی دوزخ کے دروازوں میں ان منکروں کو داخل ہونے کا حکم ہوگا اور ہمیشہ رہنے کا حکم دیا جائیگا آخر میں فرمایا سو کیا بُرا ٹھکانا ہے دوزخ تکبر کرنیوالوں کا یہ بات یا تو فرشتے کہیں گے یا حضرت حق تعالیٰ کا کلام ہے (۷۲) اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے اُن کو بھی گروہ گروہ بنا کر جنت کی طرف روانہ کیا جائیگا یہاں تک کہ جب یہ لوگ جنت کے پاس پہونچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور جنت کے محافظ فرشتے اُن سے کہیں گے تم پر سلام پہونچے تم خوش حال رہو اور تم لوگ پاکیزہ ہوئے جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ :: یہ متقی لوگ وہی ہیں جن کے متعلق ہم عرض کر چکے ہیں کہ ان کے مختلف درجات ہیں ابتدائی درجہ ان کا ایمان ہے۔ بہرحال یہ لوگ بھی تفاوت درجات کے اعتبار سے گروہ گروہ بنائے جائیں گے جس طرح کفار اپنے مختلف درجات کے اعتبار سے مختلف گروہوں میں تقسیم کرنے جائیں گے۔ یہاں بھی وسیق فرمایا شاید اہل جنت کی سواریاں مراد ہوں کہ ان کی سواریاں ہنکائی جائیں گی۔ بہرحال اہل جنت کو عزت و احترام کیساتھ لیجایا جائے گا اور کفار کو مجرموں کی طرح ہنکایا جائے گا سورۂ مریم میں گذر چکا ہے یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا ونسوق المجرمین الی جھنم وردا۔ یہ بحیثیت مہمان کے ہوں گے اور وہ بحیثیت مجرموں کے ہوں گے دونوں کے لیجانے میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اہل جنت کو تکریم کے طور پر جنت کے دروازے کھلے ملیں گے۔ جنت عدن مفتحۃ لھم الابواب سورۂ ص میں گزر چکا ہے۔ سلام علیکم مطلب یہ ہے کہ استقبال کرنیوالے فرشتے السلام علیکم کہیں گے۔ تم پاک ہوئے

(باقی صفحہ ۴۴۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۴۴) ہر قسم کے میل کچیل سے' یا یہ کہ خوش حال رہو اور مزے کرو اور خوش بہشت ہو جاؤ ہمیشہ کیلئے اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔ مہمان کے آنیکے وقت دروازے کا کھلا ہونا دنیا میں بھی دستور ہے اور اُس میں مہمان کا اکرام ہے (۷۳) اور یہ متقی لوگ جنت میں داخل ہو کر کہیں گے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو لائق اور سزاوار ہیں جس نے اپنا وعدہ ہمیں سچ کر دکھایا اور ہم کو اس سرزمین کا وارث اور مالک بنا دیا کہ ہم اس بہشت میں جہاں چاہیں سکونت اختیار کریں غرض یہ بہشت کیا ہی اچھا معاوضہ ہے نیک عمل کرنیوالوں کا ::: مطلب یہ ہے کہ اہل جنت کہیں گے الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور جو کہا تھا وہی کیا سرزمین بہشت کا مالک بنایا۔ جگہ اس قدر ہے کہ جہاں چاہیں سکونت پذیر ہوں اور جہاں چاہیں چلیں پھریں سیر کریں یعنی جو جگہ ہمارے لئے مقرر کی گئی ہے وہ بہت وسیع ہے آخر میں جو کلام ہے وہ یا متقیوں ہی کا ہے یا اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ عمل کرنیوالوں کا کیسا اچھا صلہ ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ان کو حکم ہے کہ جہاں چاہیں رہیں لیکن ہر کوئی وہی جگہ چاہے گا جو اس کے واسطے رکھی ہے (۷۴) اور اے پیغمبر آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے ہوئے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کیساتھ پاکی بیان کر رہے ہوں گے۔ تفسیر صفحہ ہذا اور تمام

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾

اور تمام مخلوق کے درمیان انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو زیبا ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے

سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَثَمَانُونَ آيَةً وَتِسْعُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ مومن مکی ہے اور یہ پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حم ﴿١﴾ تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٢﴾ غَافِرِ الذَّنبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ

حٰمٓ۔ اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو کمال قوت اور کمال علم کا مالک ہے۔ گناہ کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنیوالا سخت سزا دینے والا اور بڑی قدرت و فضل کا مالک ہے

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿٣﴾ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿٤﴾

اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی کیطرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں صرف وہی لوگ جھگڑے نکالتے ہیں جو کفر کا شیوہ اختیار کر چکے ہیں سو اے پیغمبر ان منکروں کا شہر در شہر پھرتے پھرنا آپ کو کسی مغالطہ میں مبتلا نہ کر دے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِن بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٥﴾ وَكَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى

ان لوگوں سے پہلے نوحؑ کی قوم اور نوحؑ کی قوم کے بعد اور مختلف گروہ پیغمبروں کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہر امت کا منتہائے مقصد یہی رہا کہ وہ اپنے پیغمبر کو گرفتار کر لیں یعنی قید کر کے ڈال دیں اور بے اصلی باتوں کا سہارا لیکر جھگڑا کرنے لگیں تاکہ اس باطل کے ذریعہ حق کو ہٹا دیں آخر کار میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا سو میری سزا کیسی ہوئی۔ اور اسی طرح ان موجودہ کافروں پر بھی آپ کے رب کی

مخلوق کے درمیان انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور کہا جائیگا سب تعریفیں اور سب خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہیں جو تمام عالموں کا مالک اور پروردگار ہے ::: شاید نزول اجلال کی کیفیت مذکور ہے کیونکہ اُس وقت تمام مخلوق کے مابین فیصلہ ہوگا۔ بعض حضرات نے فرمایا یہ ملاء اعلیٰ یعنی فرشتوں کے باہمی بحث مباحثے کے فیصلے کی طرف اشارہ ہے۔ مخلوق کے فیصلے کے وقت شاید لوگ کہیں گے الحمد للہ رب العلمین یا ملائکہ کی بات پر کوئی فیصلہ صادر ہوتا ہے تو اس پر کہا جاتا ہے الحمد للہ رب العلمین۔ یہاں قیام ینظرون فرمایا اور سورۂ یٰسین میں الی ربھم ینسلون فرمایا۔ شاید پہلے حیرت زدہ ہو کر کھڑے رہیں گے اس کے بعد جب معلوم ہو جائے گا کہ یہ میدان حشر ہے تو حساب کے موقف کی جانب چل پڑیں گے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں فرشتوں میں فیصلہ یہ کہ ہر ایک اپنے قاعدے پر ایک تدبیر بولتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک کی بات جاری کرتا ہے وہی ہوتی ہے حکمت کے موافق یہ ماجرا اب بھی ہے اور قیامت میں بھی (۷۵) تمہ سورۃ زمر۔ سورۂ مومن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس میں پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ (۱) اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو کمال قوت اور کمال علم کا مالک ہے ::: یعنی زبردست ہے خبردار دانا (۲) گناہ کا بخشنے والا توبہ کا قبول کرنیوالا سخت سزا دینے والا اور بڑی قدرت و فضل کا مالک اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی کی طرف پھر جانا ہے ::: یعنی صاحب مغفرت بھی اور توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرنیوالا بھی۔ یعنی توبہ قبول کر کے گنہگار کو ایسا کر دیتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ سزا میں سخت ہے یعنی اس کا عذاب بہت سخت ہے اور اس کی گرفت شدید ہے۔ طول الفضل یعنی قدرت والا۔ صاحب فضل اور غیر محتاج و بے نیاز سب معنی طول کے ہو سکتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا توبہ کرنے والے کے گناہ بخشنے والا اور توبہ کرنیوالے کی توبہ کو قبول فرمانیوالا۔ ثابت بنانی حضرت مصعب بن عمیر کیساتھ کوفہ کے نواحی میں گشت کر رہے تھے تو ثابت ایک باغ میں دو رکعتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے' اور انھوں نے نماز میں سورۂ مومن کی ابتدائی آیتیں پڑھنی شروع کیں تو انھوں نے ایک شخص کو سفید خچر پر سفید چادر اوڑھے ہوئے دیکھا کہ اُن کے پاس آیا اور اس نے کہا اے شخص جب تو کہے غافر الذنب تو کہہ یا غَافِرَ الذَّنْبِ اِغْفِرْ ذَنْبِیْ اور جب تو کہے قابل التوب تو یوں کہہ یَا قَابِلَ التَّوْبِ اِقْبَلْ تَوْبَتِیْ اور جب کہے شَدِیْدِ الْعِقَاب تو یوں کہہ یَا شَدِیْدَ الْعِقَابِ لَا تُعَاقِبْنِیْ۔ اور جب تو کہے ذی الطول۔ تو کہہ یَا ذَا الطَّوْلِ طُلْ عَلَیَّ بِخَیْرٍ۔ ثابت کہتے ہیں میں نے اسی طرح کہا بعد میں میں نے اس شخص کو تلاش کیا تو نہیں پایا تو آس پاس کے لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے بھی اس شخص کے دیکھنے سے انکار کیا۔ آیت میں اللہ تعالیٰ کی خوبیاں فرما کر پھر اسکی توحید و قیامت کا اعلان کیا آگے اہل باطل کا رد ہے (۳) اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں صرف وہی لوگ جھگڑے نکالا کرتے ہیں جو دین حق کے منکر ہیں اور جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے سوائے پیغمبر ان منکروں کا شہر در شہر پھرتے پھرنا آپ کو کسی غلطی اور فریب میں مبتلا نہ کر دے ::: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کافر اور دین حق کے منکر ہیں یعنی قرآن میں ناحق کج

(باقی صفحہ ۷۴۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۴۵) جھگڑے نکالتے اور کج بحثی کرتے ہیں۔ اور اپنے حق پر ہونے کیلئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دیکھو ہم کس طرح اطمینان کے ساتھ شہر بہ شہر پھرتے ہیں اور خوب تجارت کرکے نفع کماتے ہیں اگر ہم حق پر نہ ہوتے اور غلط راستے پر ہوتے تو ہم پر عذاب آجاتا اور ہم ہلاک ہوجاتے۔ گویا تباہی میں تعجیل کا نہ ہونا ہماری حقانیت کا ثبوت ہے۔ اسکو فرمایا کہ ان کو جو وسعتِ تجارت کی مہلت ملی ہوئی ہے اس سے آپ کسی غلطی میں مبتلا نہ ہوجائیں یہ تو استدراج ہے اور چند روزہ بہار ہے جیسا کہ ہم تفصیل کیساتھ آل عمران کی تسہیل میں عرض کرچکے ہیں وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی آشنائیاں رکھتے ہیں سرداروں سے اس کا اندیشہ نہ کر ۱۲ (۴) ان لوگوں سے پہلے نوحؑ کی قوم اور نوحؑ کی قوم کے بعد اور مختلف گروہ اپنے اپنے رسولوں کی تکذیب کرچکے ہیں۔ اور ہر اُمت نے اپنے رسولوں کیساتھ یہی ارادہ کیا کہ اس رسول کو گرفتار کرلیں اور قیدی بنالیں اور بے اصل باتوں اور بے ہودہ شبہات کا سہارا لیکر جھگڑا کرنے لگے تاکہ اس ناحق کے جھگڑے کی وجہ سے حق کو اس کی جگہ سے ہٹادیں۔ آخر کار میں نے ان لوگوں کو جو باطل سے حق کو مٹانا چاہتے تھے پکڑ لیا اور ان کی گرفت کی پھر دیکھا کہ میرا عذاب کیسا ہوا ؟ یعنی نوحؑ کی قوم نے حضرت نوحؑ کی تکذیب کی اور اُن کے بعد اور بھی بہت سی جماعتوں نے جیسے عاد و ثمود وغیرہ نے اپنے اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور ان رسولوں کو جھٹلایا اور ہر ایک گروہ اور جماعت نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رسول کو قید کرلیں اور اُس کو قتل کردیں اور ناحق کے جھگڑے نکالنے لگے تاکہ باطل اور ناحق سے حق کو زائل کردیں اور دینِ حق کو مٹادیں۔ جب ان اُمتوں کی یہ حرکات حد سے بڑھیں تو آخر کار میں نے اُن کو پکڑا۔ پھر دیکھا کہ میری پکڑ اور میرا عذاب کیسا ہوا (۵) اور جس طرح ان کافروں کی پکڑ ہوئی اسی طرح تمام کافروں پر آپ کے پروردگار کی یہ بات ثابت ہوگئی۔ اور ٹھیک ہوچکی کہ وہ اہلِ دوزخ ہیں ؛ مطلب یہ ہے کہ جس طرح امم سابقہ کی دُنیا میں بھی گرفت ہوئی۔ اور آخرت میں بھی سزا ہوگی اسی طرح ان کفارِ مکہ کے حق میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ تفسیر صفحہ ہٰذا ہ کہ دنیا میں بھی ان کی گرفت ہوگی اور آخرت میں بھی وہ اہلِ جہنم میں سے ہوں گے یا یہ کہ تمام کافروں کے حق میں یہ بات ثابت اور ٹھیک ہوچکی کہ وہ اہلِ جہنم ہوں گے۔ یعنی اہلِ کفر کا اصحابِ نار ہونا یہ ازلی بات ہے اور آپ کے پروردگار کا قول ہے۔ رہی یہ بات کہ دُنیا میں بھی کسی منکر قوم پر عذاب کا نازل ہونا۔ یا کسی قوم پر عذاب کا نہ نازل ہونا یہ دوسری بات ہے لیکن سب کا اہلِ جہنم سے ہونا ضروری ہے آگے اہلِ ایمان کے اجر و ثواب اور اُن کے مراتب کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد فرمایا (۶) وہ فرشتے جو عرشِ الٰہی کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو اس عرش کے گرداگرد ہیں سب اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کیساتھ تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے بخشش کی دعا کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور آپ کا علم ہر چیز کو شامل ہے آپ کی رحمت اور آپکے علم میں ہر چیز کی سمائی ہے۔ یعنی باعتبار رحمت اور باعتبار علم کے آپ نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے سو آپ ان لوگوں کو جو توبہ کرچکے ہیں اور آپ کی راہ پر چلتے ہیں بخش دیجئے اور انکی مغفرت فرما دیجئے نیز ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ ؛ عرشِ الٰہی کے اٹھانیوالے چار فرشتے ہیں۔ اور

ع ۹ / ۶

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ

یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ یہ لوگ یقیناً اہلِ دوزخ ہیں۔ وہ فرشتے جو عرش کو اُٹھائے

الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ

ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو اس عرش کے گرداگرد ہیں یہ سب اپنے رب کی حمد و ثنا کیساتھ تسبیح کیا کرتے ہیں اور

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا

اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے بخشش کی دعا کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار

وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ

آپ کی رحمت اور آپ کا علم ہر چیز کو شامل ہے سو آپ اُن لوگوں کو جو توبہ

تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝

کرچکے ہیں اور آپ کی راہ پر چلتے ہیں بخش دیجئے اور نیز اُن کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ

اے ہمارے پروردگار اور آپ ان لوگوں کو ان دائمی باغوں میں داخل کر دیجئے جنکا آپنے ان سے وعدہ کیا ہے اور

مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ

ان کے ماں باپ اور اُنکی بیویوں اور انکی اولاد میں سے بھی جو لوگ جنت کی صلاحیت رکھتے ہوں انکو بھی انکے ہمراہ داخل کر دیجئے بیشک

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ

آپ کمال قوت اور کمال حکمت کے مالک ہیں۔ اور آپ ان لوگوں کو ہر بُرائی کی پاداش سے محفوظ رکھئے اور

السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ

بات تو یہ ہے کہ جسکو آپنے اس دن بُرے کاموں کی پاداش سے بچا لیا تو واقعی آپنے اس پر بڑی ہی مہربانی کی اور جو کچھ مذکور ہوا

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ

یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ جو لوگ منکر ہیں۔ اُن کو پکار کر کہا جائے گا

لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ

جس طرح تم آج اپنی جانوں سے بیزار ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم سے اس وقت بیزار تھا جب تم کو ایمان کی دعوت

عرش کے گرداگرد بیشمار صفیں ہیں یہ فرشتے دوسرے فرشتوں کے مقابلے میں زیادہ معزز اور قابلِ احترام ہیں جو عرش کے گرداگرد ہیں وہ عام طور سے عرشِ الٰہی کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہیں۔ عرش کے اُٹھانیوالوں میں سے دو کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ اور دوسرے دو فرشتے کہتے ہیں۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ۔ ایسے معزز فرشتے علاوہ تسبیح و تہلیل کے اہلِ ایمان کیلئے دعائے مغفرت بھی کرتے ہیں چونکہ وہ خود بھی مومن ہیں اس لئے باعتبار اخوت و ہمدردی اپنے مومن بھائیوں کیلئے دعائے مغفرت کیا کرتے ہیں اور یوں دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار جن لوگوں نے کفر و شرک سے تائب ہوکر تیری راہ اختیار کرلی اُن کی بخشش فرمادے اور اُن کو دوزخ کے عذاب سے بچالے کیونکہ تیری رحمت سب پر چھائی ہوئی ہے اور تیرا علم سب کو محیط ہے۔ معلوم ہوا کہ مومن کو مومن سے ہمدردی کرنی چاہیے (۷) اے ہمارے پروردگار آپ ان کو اُن دائمی باغوں میں (باقی صفحہ ۷۴۸ پر)

إِلَى الْإِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ

دی جایا کرتی تھی اور تم اس کے قبول کرنے سے انکار کیا کرتے تھے۔ وہ منکر کہیں گے اے ہمارے رب تونے ہمکو دو بار مردہ رکھا

وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى

اور دو دفعہ تونے ہم کو زندہ کیا سو اب ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں پھر کیا اب یہاں کے

خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ

نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے۔ ارشاد ہوگا یہ سزا تم کو اس لئے دی جارہی ہے کہ جب صرف تنہا خدا کا نام لیا جاتا تھا

وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ

تو تم انکار کرتے تھے اور اگر خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم یقین کر لیا کرتے تھے بس اب یہ فیصلہ

لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ

اللہ ہی کا ہے جو سب سے عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔ وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور

يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا

تمہارے لئے آسمان سے روزی نازل کرتا ہے اور ان باتوں سے صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو

مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

خدا کیطرف رجوع ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ سو مسلمانو تم خالص خدا ہی کی فرمانبرداری کا اعتقاد کر کے خدا کی عبادت

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ

کرو خواہ کافر کتنا ہی برا مانیں۔ وہ بلند ترین صفات کا مالک اور صاحب عرش ہے

يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ

وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ صاحب وحی

لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۥ ۚ

لوگوں کو باہمی ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ وہ دن وہ ہے جس دن سب لوگ نکل کھڑے ہوں گے

لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ

ان لوگوں کی کوئی بات خدا سے پوشیدہ نہ رہے گی کہا جائے گا آج کس کی حکومت ہے جواب دیا جائیگا

(بقیہ صفحہ ۷۴۶) داخل کر دیجئے جن کا آپنے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے ماں باپ اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے بھی جو لوگ جنت کی صلاحیت رکھتے ہیں انکو بھی ان کیساتھ جنت میں داخل کر دیجئے بلاشبہ آپ کمال قوت اور کمال حکمت کے مالک ہیں (۸) اور آپ ان لوگوں کو ہر قسم کی تکالیف سے بچا لیجئے اور جس کو آپنے اس دن برائیوں اور تکالیف سے بچا لیا تو بیشک آپنے اس پر بہت مہربانی فرمائی اور جو کچھ مذکور ہوا یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ جن دوامی باغوں کا آپنے اُن سے ایمان اور نیک اعمال پر وعدہ فرمایا ہے ان میں ان کو داخل فرما دیجئے اور نہ صرف ان کو بلکہ ان کے ماں باپ اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد کو بھی ان کے ہمراہ داخل کیجئے تاکہ انکو اطمینان ہو ومن صلح کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جو اہل ایمان ہوں اگرچہ اعمال میں ان کے برابر نہ ہوں۔ اور آپ چونکہ کمال قوت کے مالک ہیں اس لئے نہ آپ پر کوئی اعتراض کرنیوالا اور نہ آپ کی مصلحت میں کوئی دخل دینے والا اور ان کو ہر برائی کی پاداش سے بچا خواہ وہ عذاب کی شکل میں ہو یا ملامت یا میدان حشر کی تکالیف سے غرض ہر برائی کی پاداش سے بچا۔ چونکہ وقھم السّیّات کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے اس لئے ہم نے ترجمے اور تیسیر میں دونوں باتیں ظاہر کر دی ہیں اور جس کو تو نے اُس دن برائیوں سے بچا لیا تو اس پر بڑا ہی رحم کیا اور یہ برائیوں سے بچ کر جنت عدن میں داخل ہو جانا اور اپنے اہل و عیال کیساتھ جمع ہو جانا اور اس دن کی پریشانیوں سے بچکر خدا کی رحمت میں آجانا یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے (۹) بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں جب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے تو ان کو پکار کے کہا جائیگا جس طرح آج تم اپنی جانوں سے بیزار ہو اور ان پر غضب ناک ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم سے اُس وقت بیزار تھا اور تم پر غضبناک تھا جب تم کو ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم انکار کرتے تھے۔ ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تم آج اپنے جی کو پھٹکارتے ہو دنیا میں جب تم کفر کرتے تھے اللہ اس سے زیادہ تم کو پھٹکارتا تھا اسی کا بدلا آج پاؤگے ۱۲ تفسیر صفحہ ہٰذا خلاصہ یہ ہے کہ آج تم اپنی جان سے بیزار ہو اور اپنے پر غصہ کر رہے ہو اور غصے کے مارے اپنی اپنی انگلیاں چبائے ڈالتے ہو جب تم کفر کیا کرتے تھے دنیا میں اور اللہ تعالیٰ کی ایمانی دعوت کو ٹھکراتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تم پر تمہارے غصہ سے زیادہ غصے اور غضبناک ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یوں ترجمہ کیا جائے کہ تم جس قدر اپنے جی پر غصہ اور غضب کر رہے ہو اس سے زیادہ تم پر اللہ تعالیٰ تم سے خفا اور بیزار ہے اور تم پر غضبناک ہے، آگے ان کا اعتراف مذکور ہے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے اور دو بارا واپس آنے کے لئے درخواست کریں گے (۱۰) وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہم کو دو مرتبہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا سو ہم اب گناہوں کا اقرار کرتے ہیں پھر کیا اب یہاں سے کوئی نکلنے کی بھی راہ ہے اور واپس جانے کا بھی کوئی راستہ ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ ایک دفعہ محض جماد اور بے جان تھے جو بالکل مردے کی حالت تھی یعنی پیدا ہونے سے پیشتر پھر تو نے ہم کو زندگی بخشی پھر دنیوی زندگی میں موت آئی اس کے بعد حشر میں پھر زندہ ہوئے تو اب ہم نے آخرت کی زندگی سے جو انکار کیا تھا اس گناہ ورنا دانی کا اعتراف کرتے ہیں تو اب کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ ہم یہاں سے پھر دنیا میں چلے جائیں تاکہ تلافی مافات ہو سکے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پہلے مٹی تھے یا نطفہ تو مُردے ہی تھے تو پھر جان پڑی تو جی پایا پھر مرے پھر جیے یہ ہوئیں دو موتیں اور دو حیاتیں ۱۲ سورہ بقرہ میں فرمایا وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم یعنی تم مُردہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زندہ کیا پھر تم کو موت دیگا پھر تم کو زندہ کریگا۔ بعض حضرات نے فرمایا پہلی زندگی دنیا کی پھر دنیا کی موت پھر عالم برزخ یعنی قبر کی زندگی پھر موت پھر عالم حشر کی زندگی، یوں دو موتیں اور یوں دو زندگیاں ہیں۔ یعنی دنیا کی زندگی اور عالم برزخ کی زندگی۔ اور وہاں کی موت اور وہاں کی زندگی۔ بہرحال وہ بھی زندگی ہے اگرچہ اس کی صحیح کیفیت مجہول ہے۔ لیکن پہلا قول راجح ہے اور وہی جمہور کا قول ہے۔ دوبارا واپسی کی خواہش اس لئے کریں گے کہ اب انبیاء کی باتوں کا حق ہونا آنکھوں سے دیکھ لیا تو اب ہم بھی ایمان لے آئیں گے لہٰذا دنیا میں یہاں سے نکال کر بھیج دیجئے۔ فھل الی خروج من سبیل۔ سورۂ شوریٰ میں فرمایا آگے اس درخواست بعد الوقت کا جواب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۱) یہ سزا تم کو اس لئے دی جارہی ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا کرتے تھے۔

(باقی ضمیمہ میں)

اللہ تعالیٰ پر بندوں کے اعمال واحوال مخفی نہیں اللہ تعالیٰ جو واحد ہے اور سب پر غالب ہے اُسی کی حکومت ہے۔ شاید سب کے فنا اور بیہوش ہوجانے کے بعد حضرت حق تعالیٰ فرمائیں اور خود جواب فرمائیں (۱۶)
آج کے دن ہر شخص کو اُس کی کمائی کا بدلا دیا جائیگا آج کسی پر کچھ ظلم نہیں ہوگا بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کردینے والا ہے؛ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک ماہ کا سفر کرکے عبداللہ ابن اُنیسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا
میں نے عرض کیا ایک حدیث آپکے پاس قصاص کے بارے میں ہے وہ سننے کیلئے آیا ہوں انھوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن لوگ غیر ختنہ شدہ اور بے سرو سامان اُٹھائے
جائیں گے پھر سب کو اللہ تعالیٰ آواز دیکر کہے گا اور اس آواز کو سب سنیں گے وہ قریب ہوں یا دور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں اور میں انصاف کرنے والا ہوں اہلِ دوزخ اور اہلِ جنت دونوں ٹھہر جائیں
جب تک میں حقوق کا بدلا نہ دلوا دوں تب تک کوئی شخص دوزخ اور جنت میں نہ جائے پھر جو حق کسی نے کسی کا دبایا ہوگا یا کسی پر ظلم کیا ہوگا اُس کا بدلا دلوایا جائے گا۔ میں نے پوچھا وہ کیونکر ہوگا۔ عبداللہ بن
اُنیسؓ نے فرمایا ظالم کی نیکیاں چھین کر مظلوم کو دلوائی
جائیں گی اور جب نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو برائیاں
مظلوم کی ظالم پر ڈالی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حساب میں
جلدی کرنیوالا ہے یعنی یہ کہ یکبارگی سب سے حساب لیگا
اُسکا حساب لینا ایک سے دوسرے سے حساب لینے کو
بیک وقت مانع نہ ہوگا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ آیت پڑھی الیوم تجزی کل نفس بما
کسبت لاظلم الیوم ان اللہ سریع الحساب۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
ہیں گناہ تین قسم کے ہیں ایک قسم وہ جو بخشدی جائینگے
دوسری قسم وہ جو نہیں بخشے جائیں گے تیسری قسم وہ
جن میں سے کچھ چھوڑا نہیں جائیگا۔ جن گناہوں کی
بخشش ہوجائے گی وہ گناہ وہ ہیں جن کے کرنیوالے
نے توبہ کرلی ہوگی۔ جو نہیں بخشا جائیگا وہ گناہ شرک ہے۔
اور جو نہیں چھوڑا جائے گا وہ حقوق کا گناہ ہے جو
پورا دلوایا جائیگا۔ ظالم سے مظلوم کو غاصب سے مغصوب
کو اگر کسی نے ناحق کسی کو طمانچہ مارا ہے تو اس کا بھی بدلا
دلوایا جائیگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاکید فرمایا کرتے
تھے کہ جس پر کسی کا کوئی حق ہو تو وہ اس کو اُس دن کے
پہلے پہلے معاف کرالے جس دن درہم و دینار نہ ہونگے
بلکہ حقوق اعمال سے ادا کرائے جائیں گے (۱۷) اور
اے پیغمبر آپ اُن کو اُس قریب آنیوالے دن کی مصیبت
سے ڈرا دیجئے جس وقت مارے غم اور خوف کے گھٹ
گھٹ کر لوگوں کے کلیجے گلوں میں آرہے ہوں گے اُس
دن ظالموں کا نہ کوئی ہمدردی کرنیوالا دوست
ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی ہوگا جس کی بات
مان لی جائے؛ کلیجہ مُنہ کو آنا ایک محاورہ ہے
ہماری زبان کا مطلب یہ ہے کہ وہ دن قریب کے
ہی آنیوالا ہے کیونکہ ہر روز قریب ہوتا جاتا ہے اس
دن کی گھبراہٹ اور خوف اور نفسا نفسی کا قرآن
میں بہت جگہ ذکر آچکا ہے۔ یہاں خوف اور گھبراہٹ
سے جو گھٹن ہوگی اُس کا حال بیان فرمایا ایسے موقع
پر انسان کا دل اور اس کا کلیجہ اُچھلتا ہے اسکو فرمایا
کہ دل اُچھلتے اُچھلتے حلق اور گلوں میں پھنس جائینگے
نہ باہر نکل سکیں گے اور نہ اطمینان نصیب ہوگا کہ
دل اپنی جگہ اور کلیجہ اپنی جگہ ٹھہر کر سکون پکڑیں۔
پھر اس مصیبت اور تکلیف کے وقت نہ کوئی ہمدرد
کرنیوالا دوست ہوگا اور نہ کوئی قابلِ اعتماد سفارشی
کہ جسکا کہنا مان لیا جائے (۱۸) اللہ تعالیٰ خیانت

اَلْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ
صرف اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے جو یکتا اور غالب ہے۔ آج ہر شخص کو اُس کی کمائی کا
نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ
بدلا دیا جائے گا آج کسی پر کچھ ظلم نہیں ہوگا۔ بیشک اللہ بہت جلد حساب
الْحِسَابِ ⑰ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ
دینے والا ہے۔ اور اے پیغمبر ان لوگوں کو اس قریب ہی آنیوالے دن کی مصیبت سے ڈرائیے جو وقت غم کے مارے
لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ
گھٹ گھٹ کر لوگوں کے کلیجے مُنہ کو آرہے ہوں گے اسدن ظالموں کا نہ تو کوئی ہمدردی کرنے والا دوست ہوگا
وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ⑱ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي
اور نہ کوئی ایسا سفارشی ہوگا جس کی بات مان لی جائے۔ وہ خدا خیانت کرنیوالی نگاہ کو بھی جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جانتا ہے
الصُّدُوْرُ ⑲ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ
جو سینوں نے چھپا رکھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا کرتا ہے اور خدا کے سوا جن معبودوں کو یہ
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
مشرک پکارا کرتے ہیں وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کرسکتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی
هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑳ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
سب کی سننے والا سب کو دیکھنے والا ہے۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں
فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ
جو دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں کیسا ہوا
قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي
ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ وہ قوت و طاقت کے اعتبار سے اور ان یادگاروں کے اعتبار سے جو وہ زمین پر چھوڑ گئے
الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا كَانَ لَهُمْ
ہیں ان لوگوں سے بہت زیادہ تھے لیکن اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ سے

کرنیوالی آنکھوں کو اور چوری کی نگاہ کو جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو سینوں نے چھپا رکھی ہیں؛ چوری کی نگاہ کنکھیوں سے کسی کو دیکھنا یا کسی پر دل آزاری کی نیت سے آنکھوں کو چار
کھنا یا اشارہ کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِيْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِيْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِيْ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ
وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (۱۹) اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا کرتا ہے اور جن کو یہ دینِ حق کے منکر پکارتے اور پوجتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کرسکتے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی سب کی سننے والا سب کو دیکھنے والا
ہے؛ یعنی سچ اور انصاف کیساتھ اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرسکتا ہے معبودانِ باطلہ میں یہ قدرت کہاں کہ وہ کسی چیز کا فیصلہ کرسکیں۔ کیونکہ وہ سننے والا دیکھنے والا ہے اور معبودانِ باطلہ نہ سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں
نہ دیکھنے کی۔ لہٰذا عبادت اور بندگی کے قابل صرف وہی ہو سکتا ہے جو ہر قسم کی صلاحیت اور قابلیت کا مالک ہو (۲۰) کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ اُن لوگوں کا انجام جو (باقی صفحہ ۷۴۹ پر)

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ

کوئی بھی ان کا بچانے والا نہ ہوا۔ یہ گرفت اس بنا پر ہوئی کہ ان کے پیغمبر ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ

واضح دلائل و براہین لے کر آتے رہے مگر وہ کفر و انکار ہی کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو پکڑ لیا

اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

بے شک وہ بڑی قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے اور ہم نے موسیٰ کو

مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ

اپنی نشانیاں اور بڑی واضح دلیل دے کر فرعون

وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا مگر ان لوگوں نے اسکو جادوگر اور جھوٹا بتایا

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا

غرض جب موسیٰ ان کے پاس ہماری طرف سے امر حق لیکر پہونچا تو ان لوگوں نے کہا کہ جو لوگ موسیٰ کے ساتھ

اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ

ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی عورتوں یعنی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو۔ اور

مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

ان کافروں کی یہ تدبیر محض بے سود و بے نتیجہ رہی۔ اور فرعون نے کہا یعنی اہل دربار سے کہ

ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ

مجھ کو موقع دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور موسیٰ کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کو اپنی مدد کیلئے پکارلے کیونکہ مجھ کو خطرہ

اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ

کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے یا ملک میں کوئی اور فساد

الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ

برپا کر دے۔ اور موسیٰؑ نے کہا میں ہر ایسے سرکش سے جو یوم حساب کا یقین نہ رکھتا ہو

(بقیہ صفحہ ۷۴۸) ان سے پہلے ہو گزرے ہیں کیسا ہوا حالانکہ وہ ان موجودہ کفار سے قوۃ و زور کے اعتبار سے اور ان یادگاروں کے اعتبار سے جو وہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں بہت زیادہ تھے پھر اُن کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پکڑ لیا اور نہ ہوا ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی بچانیوالا ۞ یعنی ان موجودہ کافروں اور دین حق کے منکروں سے پہلے کے کافر قوۃ و طاقت میں اور عمارات۔ محل و قصور وغیرہ کی تعمیر کرنے میں بہت زیادہ تھے جیسا کہ ان کے قلعے اور ان کے بڑے بڑے مکان و آثار سے ان کی قوت و طاقت اور ان کی تفسیر صفحہ ہذا ہ صنعت و کاریگری کا پتہ چلتا ہے تو کیا زمین پر چل پھر کر ان منکروں نے اُن منکروں کا انجام نہیں دیکھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت کے وقت کوئی ان کا بچانیوالا نہ ہوا۔ (۲۱) یہ گرفت اور مواخذہ اس سبب سے ہوا کہ انکے پیغمبر انکے پاس واضح دلائل اور کھلے نشان لیکر آئے مگر وہ کفر اور انکار ہی کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑ لیا بلاشبہ وہ بڑی قوت والا سخت عذاب کرنیوالا ہے ۞ یعنی ان کے پاس بھی رسول آئے تھے اور دلائل پیش کئے تھے مگر وہ اپنے کفر پر قائم رہے آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑا کیونکہ بڑا قوی اور سخت عذاب کرنیوالا ہے اسی مناسبت سے آگے فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۲) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیاں اور بڑی واضح دلیل دیکر (۲۳) فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا سو انہوں نے کہا جادوگر ہے جھوٹا ۞ یعنی احکام عطا فرمائے اور معجزے عطا فرمائے یہ سب کچھ ان لوگوں نے دیکھا مگر موسیٰؑ کو جھوٹا جادوگر کہا (۲۴) غرض جب موسیٰؑ ہمارے پاس سے دین حق لیکر ان کے پاس آیا تو ان لوگوں نے کہا کہ جو لوگ موسیٰ کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں یعنی بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی یہ تدبیر اور یہ داؤں نہ چلا مگر بے سود ۞ یعنی جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے اور فرعون عاجز ہوا تو یہ حکم دیدیا تا کہ بنی اسرائیل کی قوت کمزور ہو جائے اور ان کو بغاوت کرنے کا موقع نہ ملے ایک قتل لڑکوں کا حضرت موسیٰ کی پیدائش سے پہلے تھا لیکن موسیٰ پیدا ہو گئے اور پیغمبر بن گئے۔ اب کی دفعہ شاید بنی اسرائیل کی قوت کمزور کرنے کی غرض سے یہ تدبیر اختیار کی ہوگی لیکن انقلاب آ کر رہا اور فرعون کی حکومت ختم کر دی گئی وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ آگے خود موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی گفتگو کا ذکر ہے (۲۵) اور فرعون نے اپنے مشیروں سے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو تا کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور اسکو چاہیئے کہ وہ اپنے پروردگار کو مدد کے لئے پکار لے اور اس سے دُعا کرے کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے یا ملک میں کوئی فساد برپا کر ڈالے ۞ اہل دربار موسیٰؑ کے قتل کو سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھتے ہوں گے اس لئے روکتے ہوں گے کہ شاید موسیٰ کا قتل زوال سلطنت کا سبب ہو جائے اور لوگوں کو خیال پیدا ہو کہ فرعون دلائل سے مقابلہ کرنے میں عاجز ہو گیا اور موسیٰ کو قتل کر دیا اسلئے اس نے اہل دربار اور مشیران خاص سے کہا کہ تم مجھ کو چھوڑ دو تا کہ میں اسکو قتل ہی کر دوں کیونکہ کہیں ایسا نہو کہ یہ تمہارے دین کو بدل دے اور تمکو بد دین بنا دے یعنی میری خدائی کی بجائے کسی اور خدا کی عبادت کی طرف مائل کر دے یا ملک میں کوئی اور جھگڑا فساد کھڑا کر دے اور کوئی بغاوت کرا دے (۲۶) اور موسیٰ نے کہا میں ہر ایسے سرکش اور مغرور سے جو حساب کے دن

کا یقین نہ رکھتا ہو اپنے پروردگار کی اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں اور اس کی پناہ میں آچکا ہوں :: یعنی موسیٰ کو جب یہ خبر لگی کہ فرعون کا یہ ارادہ ہے تو انھوں نے فرمایا کہ میں اپنے اور تمہارے پروردگار یعنی جو سب کا پروردگار ہے اس سے پناہ مانگتا ہوں اور اس کی پناہ میں آچکا ہوں۔ ہر اس متکبر اور سرکش کے مقابلے میں جو یوم حساب کا یقین ہی نہیں رکھتا یعنی جب میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوں تو مجھ کو کوئی اندیشہ نہیں! (۲۷) اور فرعون کے خاندان والوں میں سے ایک مومن شخص جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا اس نے یوں کہا کیا تم محض اس بنا پر ایک شخص کو قتل کرتے ہو جو یوں کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی اور واضح نشانیاں بھی لیکر آیا ہے اگر یہ شخص جھوٹا ہی ہو تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو اس عذاب کا کچھ حصہ تم کو پہونچکر ہی رہے گا جس کا وہ تم کو وعدہ دے رہا ہے اور جس کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی رہبری اور رہنمائی نہیں کیا کرتا اور اس کو مقصود تک نہیں پہونچاتا جو حد سے گذر جانیوالا اور بہت جھوٹ بولنے والا ہو :: یعنی حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ جب فرعون موسیٰ کے قتل کا مشورہ کر رہا تھا تو ان ہی اہل دربار میں سے ایک مرد مسلمان جو پوشیدہ اور خفیہ مسلمان تھا اور حسن اتفاق سے فرعون کا رشتہ دار یعنی چچازاد بھائی تھا قرآن نے اس کا نام نہیں بتایا بعض مفسرین نے کہا یہ وہی شخص ہے جو بھاگ کر آیا تھا اور اس نے موسیٰ کو مصر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا اور حضرت موسیٰ مصر سے نکل کر مدین روانہ ہو گئے تھے اس کا نام شمعان تھا بعض نے کہا اس کا نام حزقیل تھا۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام جبر ہے۔ واللہ اعلم بہرحال اس نے نہایت معقول بات کہی کہ یہ شخص باوجود دلائل اور براہین پیش کرنے کے یا جھوٹا ہے یا سچا ہے اگر جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو زیادہ مہلت نہیں دیگا کیونکہ جھوٹے کو سرسبز ہونیکا زیادہ موقعہ نہیں ملا کرتا خود تباہ ہو جائے گا اور اگر سچا ہے تو جس عذاب سے ڈراتا ہے اس میں سے کچھ بھی تم پر پڑ گیا تو پھر تمہاری خیر نہیں آگے ایسا جملہ کہا جو بظاہر موسیٰ کے لئے تھا لیکن اس کی لپیٹ میں فرعون بھی آگیا اور اسکی طرف بھی اشارہ ہو گیا ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب۔ کہ جھوٹے اور حد سے بڑھنے والوں کی رہنمائی نہیں ہوا کرتی۔ چند دن کی بات ہے اس کے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو ایسا کرنا خطرناک ہوگا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اگر جھوٹا ہے تو جس جھوٹ بولتا ہے وہی سزا دے گا اور شاید سچا ہو تو اپنا فکر کرو ۱۲ آگے بھی اسی کی تقریر مذکور ہے اور شاید تقریر کرتے کرتے اس مرد مسلمان نے اپنے ایمان کو بھی ظاہر کر دیا ہو کیونکہ آگے کی باتیں اور تقریر کا رنگ ایسا ہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ باوجود اس تقریر کے اپنے ایمان کا اعلان نہ کیا ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دفعہ لوگوں سے دریافت کیا کہ آدمیوں میں بڑا شجاع اور بہادر کون ہے لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا سب سے زیادہ شجاع ابوبکرؓ ہیں۔ میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ قریش نے پکڑا اور آپکو برا کہنا اور مارنا شروع کیا۔ پس خدا کی قسم ہم میں سے کسی کا حوصلہ نہیں پڑا کہ قریب آتا مگر ابوبکر صدیقؓ قریش پر جھپٹے کسی کا گلا گھونٹتے۔ کسی کے کندھے پکڑ کر ہلاتے اور فرماتے ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔ پھر حضرت علیؓ نے اپنے منہ پر سے چادر اٹھائی اور رونا شروع کیا یہاں تک

مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ وَقَالَ رَجُلٌ

اپنے رب کی اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں۔ اور فرعون کے خاندان والوں میں سے ایک مسلمان شخص جو اپنے

مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا

ایمان لانے کو پوشیدہ رکھتا تھا یعنی خفیہ مسلمان تھا اس نے کہا کیا تم محض اس بنا پر ایک شخص کو قتل کرتے ہو

أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ

جو یوں کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے کھلی ہوئی نشانیاں لیکر آیا ہے

وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِن يَكُ صَادِقًا

اور فرض کرو اگر یہ شخص جھوٹا ہی ہو تو اسکے جھوٹ کا وبال اس پر پڑیگا۔ اور اگر وہ سچا ہوا تو اس عذاب کا کچھ نہ کچھ

يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

حصہ تم کو پہنچکر رہیگا جسکا وہ تمکو وعدہ دے رہا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کی رہبری نہیں کیا کرتا

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

جو حد سے گزر جانیوالا اور بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ اے میری قوم کے لوگو آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس ملک میں

ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَن يَنصُرُنَا مِن بَأْسِ

تم غالب اور حکمراں ہو لیکن اگر خدا کا عذاب ہم پر آ پڑا تو پھر کون اس عذاب الٰہی میں

اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا

ہماری مدد کرے گا فرعون نے کہا میں تو تم کو وہی رائے دیتا ہوں جسکو میں خود صحیح

أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ

سمجھتا ہوں اور میں تم کو صرف وہی طریقہ بتا رہا ہوں جو طریقہ عین مصلحت ہے۔ اور اسی مومن نے کہا

الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُم مِّثْلَ يَوْمِ

اے میری قوم کے لوگو! میں تم پر ڈرتا ہوں کہ کہیں تم کو بھی دوسری قوموں کی طرح روز بد

الْأَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ

نہ دیکھنا پڑے۔ اور تمہارا وہی حال ہو جیسے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود

کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر آپ نے فرمایا میں قسم دیتا ہوں تم کو بتاؤ کیا آل فرعون کا مومن بہتر ہے یا ابوبکر لوگ خاموش رہے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا تم مجھ کو جواب نہیں دیتے پس قسم ہے خدا کی ایک ساعت ابوبکر کی بہتر ہے تمام مومن آل فرعون سے کہ اس نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا اور ابوبکر ایک ایسا شخص ہے کہ اس نے اپنے ایمان کو ظاہر کیا۔ آگے پھر اسی مومن آل فرعون کا ذکر ہے (۲۸) اے میری قوم کے لوگو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ تم اس ملک میں غالب اور حکمراں ہو لیکن اگر خدا کا عذاب ہم پر آپڑا تو پھر کون اللہ تعالیٰ کی اس آفت سے ہماری مدد کریگا فرعون نے کہا بس میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں اور میں تو تم کو صرف وہی طریقہ بتاتا ہوں جو طریقہ عین مصلحت ہے اور میں تم کو نہیں راہ دکھاتا مگر وہی راہ جو بھلائی کی راہ ہے :: یعنی اے میری قوم کے لوگو تمہاری اس ملک میں آج کل حکومت ہے دراں حالیکہ تم غالب ہو رہے ہو ملک میں اگر موسیٰ کو قتل کرنا چاہو تو قتل کر سکتے ہو لیکن موسیٰ کے قتل سے اگر کوئی آفت اور عذاب ہم پر آ گیا تو عذاب خداوندی کے مقابلے میں (باقی صفحہ ۷۵۱ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۵۰) ہماری کون مدد کرے گا فرعون نے بیچ ہی میں جواب دیا میں تو آپ لوگوں کو وہی رائے دیتا ہوں جس کو میں خود صحیح سمجھتا ہوں اور میں تم کو راستہ نہیں بتاتا مگر وہی راستہ بتاتا ہوں جو بھلائی کا راستہ اور مصلحت کے موافق ہوتا ہے (۲۹) اور اُس شخص نے جو ایمان لے آیا تھا کہا اے میری قوم میں ڈرتا ہوں کہ تم کو بھی کہیں اور گروہوں اور فرقوں کی طرح روزِ بد نہ دیکھنا پڑے (۳۰) اور تمہارا وہی حال ہو جیسے نوحؑ کی قوم اور عاد و ثمود کا اور اُن لوگوں کا ہوا جو ان کے بعد ہوئے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا؛ تفسیر صفحہ ہذا:- اس مردِ مسلمان نے دیکھا کہ یہ لوگ تشفی اور نرمی کی بات سے متاثر نہیں ہوتے تو اس نے تہدید کا طریقہ اختیار کیا اور اس نے کہا کہ مجھے خوف اور اندیشہ ہے تم پر مثل اُس یوم بد کے جو مختلف فرقوں کا دن ہو چکا ہے مانند صورت حال قوم نوح کے اور عاد و ثمود کے اور اُن کے بعد جو لوگ نافرمانی کرتے رہے یعنی تمہاری نسبت بھی مجھکو اور امتوں کے سے روزِ بد کا اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ تو بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا لیکن جب تم بھی اسی طرح کی باتیں کرو گے اور نافرمانی کرتے رہو گے تو تمہارے ساتھ بھی وہی ہونے کا اندیشہ ہے جو اُن کیساتھ ہوا (۳۱) اور اے میری قوم کے لوگو! میں تمہاری نسبت اُس دن سے ڈرتا ہوں جو باہمی چیخ و پکار کا دن ہے (۳۲) جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اُس دن تم کو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بچانیوالا نہ ہوگا اور جس گم کردہ راہ کو اللہ تعالیٰ ہی بے راہ رکھے اسکو کوئی راہ دکھانیوالا نہیں؛ یوم التناد قیامت کا دن ہے اس دن ایک دوسرے کو پکارے گا یا فرشتے پکاریں گے یا اہل دوزخ اہل جنت کو پکاریں گے حساب کتاب اور نامۂ اعمال کو دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی یا یہ مطلب کہ حساب کی جگہ سے پیٹھ پھیر کر عذاب کیطرف چلو گے۔ اُس دن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانیوالا نہیں جو تم کو میدان حشر کی پریشانیوں سے بچا سکے یا عذاب سے بچا سکے اور جو شخص باوجود دلائل کو دیکھنے اور سمجھنے کے پھر بھی گمراہی کو نہیں سمجھتا اللہ تعالیٰ اُس کی رہنمائی نہیں فرماتا اور اُس کی عدم استعداد اور سرکشی کے باعث گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے تو اسکو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے یوم التناد سے مراد وہ دن مراد لیا ہے جس دن فرعونی دریا میں غرق ہوئے چنانچہ فرماتے ہیں ہانک پکارا کا دن اُن پر آیا جس دن غرق ہوئے قلزم میں ایک دوسرے کو پکارنے لگا ڈوبنے میں یہ اسکو کشف سے معلوم ہوا یا قیاس سے کہ ہر قوم پر اسی طرح عذاب آتا ہے ۱۲ اب آگے پھر اسی مرد مومن کا کلام ہے۔ (۳۳) اور بلاشبہ اس موسیٰ سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلے اور واضح دلائل لیکر آ چکا ہے سو تم ان امور میں بھی ہمیشہ شک ہی کرتے رہے جو یوسف تمہارے پاس لیکر آیا تھا یہاں تک کہ جب یوسفؑ کا انتقال ہو گیا تو تم کہنے لگے بس اب اللہ تعالیٰ اس یوسف کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ اسی طرح ان لوگوں کو گمراہ رکھتا ہے جو حد سے بڑھ جانیوالے اور شکوک و شبہات میں مبتلا رہنے والے ہیں؛ اس مرد مومن نے حضرت یوسف بن یعقوب علیہم السلام کی حکومت اور نبوت کی طرف اشارہ کیا کہ اُن کے زمانے میں بھی تم کو شک و شبہ کی بیماری میں مبتلا پایا اور تم ان کے زمانے میں بھی موشگافیاں کرتے رہے۔ حالانکہ وہ بھی واضح دلائل اپنی نبوت کے لیکر تمہارے پاس آیا تھا جیسا کہ تفسیر سورۂ یوسف میں گزر چکا ہے یہاں تک کہ جب

وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾

اور اُن کے بعد والوں کا حال ہوا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا

وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ

اور اے میری قوم کے لوگو! میں تمہاری نسبت اس دن سے ڈرتا ہوں جو باہمی چیخ پکار کا دن ہے۔ جس دن تم پشت پھیر کر

مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ

بھاگو گے اس دن تم کو کوئی بھی خدا سے بچانے والا نہ ہوگا اور جس گمراہ کو

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

خدا ہی گمراہ رکھے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ اور بلاشبہ اس موسیٰ سے پہلے تمہارے پاس

يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا

یوسف کھلے کھلے دلائل لیکر آ چکا ہے سو تم ان امور میں بھی ہمیشہ شک ہی کرتے رہے جو یوسف تمہارے پاس

جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ

لیکر آیا تھا یہاں تک کہ جب یوسفؑ کی وفات ہو گئی تو تم کہنے لگے بس اب اللہ تعالیٰ اس یوسف کے بعد کوئی رسول

مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ

نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ اسی طرح ان لوگوں کو بے راہ رکھتا ہے جو حد سے بڑھ جانیوالے اور شکوک و شبہات میں

مُّرْتَابُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

مبتلا رہنے والے ہیں وہ لوگ جو بغیر کسی دلیل کے جو ان کو ملی ہو خدا کی آیتوں میں

سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ

جھگڑے نکالا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اہل ایمان کے نزدیک یہ رویہ بڑا ہی

اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ

ناپسندیدہ ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر سرکش کے دل پر

جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا

مہر کر دیا کرتا ہے۔ اور فرعون نے ہامان سے کہا اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت بنوا

اس کی وفات ہو گئی تو تم نے کہا کہ اب ہرگز اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ یعنی جب ہم نے رسول کو نہیں مانا تو اب اللہ تعالیٰ رسول بھیجکر کیا کریگا وہ بھی رسول بھیجنا بند کر دیگا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھ جانے والے شک و شبہ کرنیوالے کو بے راہ رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مرد مومن نے حضرت یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوبؑ مراد لئے ہوں یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے پوتے مراد ہوں کیونکہ وہ بھی بنی اسرائیل کیطرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت یوسف کی زندگی میں قائل نہ ہوئے ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا انتظام بگڑ گیا تو کہنے لگے یوسف کا قدم اس شہر پر کیا مبارک تھا ایسا کوئی نبی نہ ہوگا یا وہ انکار یا یہ اقرار سبھی زیادہ گوئی ہے ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کے ایک نئے معنی بیان فرمائے ۔ مطلب یہ ہے کہ آج موسیٰ کی مخالفت کر رہے ہو کل اس کے بعد اسکو یاد کرو گے۔ اب آگے مسرف اور مرتاب کی مزید تفصیل ہے (۳۴) مسرف و مرتاب وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی ایسی

(باقی صفحہ ۷۵۲ پر)

(بقیہ صفحہ ۵۱ ،) دلیل کے جوان کو ملی ہو اور اُن کے پاس آئی ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا نکالتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اُن لوگوں کے نزدیک جو ایمان لائے ہیں یہ رویہ بڑا ناپسندیدہ ہے اور یہ کج بحثی اللہ تعالیٰ کے اور مسلمانوں کے نزدیک بہت مبغوض ہے جس طرح تمہارے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مہر کر دیا کرتا ہے ؛ یعنی یہ مسرف و مرتاب لوگ ہیں جو بغیر کسی دلیل آسمانی کے خواہ وہ دلیل عقلی ہو یا نقلی اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا نکالا کرتے ہیں اور کج بحثیاں کرتے ہیں اور یہ روش اللہ تعالیٰ کے اور ایمان والوں کے نزدیک بہت مبغوض اور بیزاری کا موجب ہے اور یہی وہ باتیں ہیں جو قلب انسانی کے لئے مہلک ہیں ہم کئی مرتبہ عرض کر چکے ہیں یہی وہ اسباب و عوارض ہیں جن سے روحانی بیماری بڑھتی رہتی ہے ۔ خواہ ابتدا میں اس کا نام رین یعنی زنگ ہو پھر بڑھتے بڑھتے آخر میں غشاوہ یعنی پردہ اور طبع یعنی مہر اور قساوت یعنی سختی ہو ۔ غرض یہ تمام امراض باطنی تکبر اور سرکشی لاپرائی اور عدم تدبر اور بے موقع استہزا وغیرہ سے پیدا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی توہین اس مرض کا سب سے بڑا سبب ہے ۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خالق ہے اس کی جانب بحیثیت خالق ہونیکے نسبت کی جاتی ہے ورنہ یہ سب بندے کے اپنے ہی بُرے اعمال ہیں اور وہ بد پرہیزیاں ہیں جس سے مرض بڑھتا رہتا ہے تا آنکہ کفر پر موت واقع ہو جاتی ہے ۔ وماتوا وھم کٰفرون کا مصداق صحیح ہو جاتا ہے ۔ بہرحال خرقیل کی اس تقریر کا ممبران حکومت پر جو اثر ہوا ہو مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرعون اپنے خیال سے نہ ہٹا اور اسی تکبر اور سرکشی پر قائم رہا چنانچہ آگے اس کے قول سے ظاہر ہوتا ہے (۳۵) فرعون نے کہا اے ہامان میرے واسطے ایک محل اور بلند عمارت بنا تاکہ میں اس پر چڑھ کر اُن ذرائع اور اسباب کو حاصل کروں (۳۶) جو ذرائع آسمانوں پر جانے کے ہیں ۔ پھر ذرا موسیٰؑ کے معبود کی ٹوہ لگاؤں اور دیکھ بھال کر سکوں اور واقعہ یہ ہے کہ میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے عمل کی برائی اس کے لئے خوش منظر اور دیدہ زیب کر دی گئی اور اسے سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی چال اور حیلہ سازی نہ تھی مگر غارت اور تباہ ہونیوالی ؛ یعنی برسر اقتدار لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ عام لوگوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے اور فریب میں مبتلا کرنیکے لئے ایک نئی بات کیا کرتے ہیں تاکہ لوگ اس میں اُلجھ جائیں اسی طرح اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ ایک محل بنا یعنی ایک اونچی عمارت بنا تاکہ اس پر چڑھ کر ایسے راستے حاصل کر سکوں جو آسمان تک پہنچانے کے راستے ہیں چنانچہ ایک بڑا اونچا منار بنایا گیا اور اسکو اتنا بلند کیا کہ تمام عمارتوں سے وہ اونچا تھا ۔ چنانچہ فرعون اس پر چڑھا مگر دیکھا کہ آسمان اتنا ہی اُونچا ہے جتنا نیچے سے نظر آتا تھا اس نے لوگوں کو یہ دھوکا دیا کہ اونچا ہو کر ذرا موسیٰؑ کے خدا کا پتا چلاؤں گا اور اس کی ٹوہ لگاؤں گا اور یہ بھی کہا تھا کہ میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں لیکن جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اس کا جھوٹ تم پر آشکارا کر دوں اس پر حضرت حق نے فرمایا کہ اس کے عمل کی بُرائی اُس کو دکھائی نہ دیتی تھی بلکہ اعمال کی بُرائی اس کے لئے دیدہ زیب بنا دی گئی اور یہ بھی مرض کی انتہائی خوفناک حالت ہے کہ مریض کو مرض کا احساس جاتا رہے اور وہ باوجود مرض کے اپنے کو تندرست سمجھنے لگے ۔ یہی وجہ تھی کہ وہ راہ حق سے روکا گیا اسی ناگفتہ بہ حالت کی وجہ سے

لَعَلِّيٓ أَبۡلُغُ ٱلۡأَسۡبَٰبَ ٣٦ أَسۡبَٰبَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰٓ

تاکہ میں ان ذرائع کو حاصل کر سکوں ۔ جو ذرائع آسمانوں پر پہنچنے کے ہیں پھر ذرا موسیٰؑ کے

إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُۥ كَٰذِبٗاۚ وَكَذَٰلِكَ زُيِّنَ

معبود کی ٹوہ لگاؤں اور واقعہ یہ ہے کہ میں تو موسیٰؑ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسیطرح فرعون کے اعمال کی

لِفِرۡعَوۡنَ سُوٓءُ عَمَلِهِۦ وَصُدَّ عَنِ ٱلسَّبِيلِۚ وَمَا كَيۡدُ

برائی اس کیلئے خوش منظر کر دی گئی اور اسے سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی

فِرۡعَوۡنَ إِلَّا فِي تَبَابٖ ٣٧ وَقَالَ ٱلَّذِيٓ ءَامَنَ يَٰقَوۡمِ

چال تھی مگر تباہ و برباد ہونیوالی ۔ اور اسی مومن مذکور نے کہا اے میری قوم کے لوگو ! تم

ٱتَّبِعُونِ أَهۡدِكُمۡ سَبِيلَ ٱلرَّشَادِ ٣٨ يَٰقَوۡمِ إِنَّمَا هَٰذِهِ

میری راہ چلو کہ میں تم کو صحیح راہ بتاتا ہوں اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی

ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا مَتَٰعٞ وَإِنَّ ٱلۡأٓخِرَةَ هِيَ دَارُ ٱلۡقَرَارِ ٣٩

محض چند روزہ نفع کی چیز ہے اور اصل قرار گاہ تو آخرت ہی ہے ۔

مَنۡ عَمِلَ سَيِّئَةٗ فَلَا يُجۡزَىٰٓ إِلَّا مِثۡلَهَاۖ وَمَنۡ عَمِلَ

جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہوگا تو اس کو صرف اسی برائی کے برابر بدلا دیا جائیگا اور جو نیک کام

صَٰلِحٗا مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤۡمِنٞ فَأُوْلَٰٓئِكَ

کرتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ

يَدۡخُلُونَ ٱلۡجَنَّةَ يُرۡزَقُونَ فِيهَا بِغَيۡرِ حِسَابٖ ٤٠ وَيَٰقَوۡمِ

جنت میں داخل ہوں گے اس جنت میں ان کو بے حساب رزق دیا جائیگا ۔ اور اے میری قوم کے لوگو

مَا لِيٓ أَدۡعُوكُمۡ إِلَى ٱلنَّجَوٰةِ وَتَدۡعُونَنِيٓ إِلَى ٱلنَّارِ ٤١

آخر یہ بات کیا ہے کہ میں تم کو نجات کیطرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی آگ کی طرف بلاتے ہو ۔

تَدۡعُونَنِي لِأَكۡفُرَ بِٱللَّهِ وَأُشۡرِكَ بِهِۦ مَا لَيۡسَ لِي

تم مجھکو اسلئے بلاتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کیساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤں جسکے شریک ہونیکی

ع ١٠ ٩ — النصف

فرمایا کہ اس کا ہر داؤں تباہ و برباد ہونیوالا ہے ۔ جتنی روک تھام اور اپنے اقتدار کا بچاؤ کرتا تھا اتنا ہی ہلاکت اور تباہی کے قریب ہوتا جاتا تھا اس جملۂ معترضہ کے بعد پھر اس مرد مسلمان کی تقریر ہے جس نے ارکانِ حکومت کو دنگ کر دیا تھا (۳۷) اور اس مومن مذکور نے کہا اے میری قوم کے لوگو ! تم میرے کہنے پر اور میری راہ چلو میں تم کو بھلائی کا راستہ بتاتا ہوں ؛ جب اس مرد مومن نے دیکھا کہ فرعون کوئی معقول بات اور معقول دلیل سنتا ہی نہیں تو اس نے پھر قوم سے خطاب کیا ۔ یعنی تم اس رستے چلو جو رستہ میں بتاتا ہوں ۔ میں تم کو دین اور دُنیا کی بھلائی کا راستہ بتاتا ہوں رشد اور رشاد کے معنی ہیں ۔ وہ راستہ اختیار کرنا جو دین اور دنیا دونوں کے لئے بھلا ہو رشاد غی اور ضلال کے مقابل ہے (۳۸) اے میری قوم یہ دُنیوی زندگی محض چند روزہ نفع اور فائدہ اُٹھانے کی چیز ہے ۔ اور اصلی قرار گاہ تو آخرت ہی ہے ؛ یعنی دنیا چند روزہ برتنے کی چیز ہے اور آخرت تو وہی اصلی قرار گاہ اور ٹھہرنے کی جگہ ہے (۳۹) جو شخص کسی بُرائی کا مرتکب ہوگا تو اس کو صرف اُس بُرائی کے (باقی صفحہ ۷۵۲ پر)

(باقی صفحہ ۷۵۲) برابر بدلا دیا جائیگا اور جو شخص نیک اور بھلا کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت دراں حالیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اس جنت میں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا :: یعنی بے شمار روزی ملے گی۔ مومن کی قید اس لئے لگائی کہ بغیر ایمان لائے کوئی عمل صالح مقبول نہیں (۴۰) اور اے میری قوم کے لوگو! آخر یہ کیا بات ہے اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں تم کو نجات اور بچاؤ کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو جہنم کی طرف بلاتے ہو :: یعنی میں تم کو جہنم سے بچانا چاہتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہو کیونکہ (۴۱) تم مجھ کو بلاتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کیساتھ کفر کروں اور اس کیساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤں اور ساجھی بناؤں جس کے شریک اور ساجھی ہونے کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں؛ اور میں تم کو اس کی طرف بلاتا ہوں جو کمال قوت اور کمال مغفرت اور بخشش کا مالک ہے ::
تفسیر صفحہ ہٰذا یعنی تمہاری دعوت اور تمہارا بلانا تو یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کردوں اور اس کے ساتھ ایسے معبودان باطلہ کو شریک ٹھہراؤں کہ جن کی مجھے خبر نہیں اور اُن کی شرکت کی کوئی دلیل نہیں اور

بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا
میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں اور میں تم کو اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو کمال قوت اور کمال مغفرت کا مالک ہے۔

جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي
یقینی امر ہے کہ تم مجھ کو اس کی طرف بلاتے ہو جو خود اپنی طرف دعوت دینے اور بلانے کی صلاحیت

الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ
نہ دنیا میں رکھتا ہے اور نہ آخرت میں اور کچھ شک نہیں کہ ہم سب کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے۔ اور کچھ شک نہیں

الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ
کہ جو لوگ حد سے تجاوز کرنیوالے ہیں وہی اہل جہنم ہیں۔ سو میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں تم لوگ

اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
میری اس بات کو آگے چل کر یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا
سب بندوں کا نگراں ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اُس مومن کو ان لوگوں کی شرارت آمیز چالوں سے محفوظ رکھا

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ اَلنَّارُ
اور فرعون والوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا۔ صبح

يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ
اور شام یہ لوگ آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی

السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾ وَ
اُس دن ارشاد ہوگا کہ فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو۔ اور

اِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ
وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کفار جہنم میں باہم جھگڑتے ہوں گے پھر کمزور لوگ جو تابع تھے اپنے رؤسائے

اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ
متکبرین سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے کہنے پر چلا کرتے تھے تو کیا تم آج

میں تم کو اُس خدا کی دعوت دیتا ہوں جو زبردست ہے اور خطاؤں کا بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ بلکہ شرک کے خلاف بکثرت دلائل موجود ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہونچکر اُس شخص نے کھلم کھلا اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اب جبکہ دونوں عوتوں میں فرق ہوگیا تو (۴۲) یہ یقینی بات ہے کہ تم مجھ کو اس کی طرف بلاتے ہو جو اپنی طرف بلانے اور دعوت دینے کی صلاحیت نہ دنیا میں رکھتا ہے اور نہ آخرت میں یعنی اس کا بلاوا کہیں نہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ ہم سب کی بازگشت اللہ تعالیٰ ہی کیطرف ہے اور کچھ شک نہیں کہ جو حد سے تجاوز کرنے والے اور زیادتی کرنیوالے ہیں وہی اہل جہنم ہیں :: لیس لہٗ دعوۃ کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ نہ دنیا میں کسی ضرورت کے وقت پکارے جانے کے قابل ہیں اور نہ آخرت میں پکارے جانیکے لائق ہیں اور جب ہم سب کی بازگشت یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کیطرف ہے تو ہم کو صرف ایسے معبود کی ضرورت ہے جو دنیا میں تو کام آتا ہی ہے وہ آخرت میں بھی کام آئے نہ وہ کہ نہ یہاں کسی کی سنے اور نہ آخرت میں کسی کی سُنے اور کسی پکار کو قبول کرنیکے قابل ہی نہ ہو۔ غرض جب یہ بات صاف ہوگئی کہ جو لوگ حد سے تجاوز کرنیوالے ہیں یعنی توحید کی حد سے گزر کر شرک کی حد میں داخل ہوجانے والے ہی لوگ اہل جہنم میں سے ہیں اب آگے اس نے پھر تہدید کے طور پر انجام سے ڈرایا (۴۳) پس میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں تم میری اس بات کو آگے چل کر یاد کرو گے اور میں اپنا کام اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگراں ہے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں سب بندے :: یعنی جب عذاب آجائے گا اُس وقت میری باتوں کو یاد کرو گے اگرچہ اُس وقت یاد کرنا مفید نہ ہوگا رہا یہ کہ مجھ کو جو فرعون کی گرفت سے ڈرا رہے ہیں تو میں تو اپنا معاملہ اور تمام مقدمہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں تمام بندے اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں وہ سب کا نگراں ہے یہ مقام تفویض ہے جو اللہ تعالیٰ کے اچھے وفاشعار اور اطاعت گزار بندوں کو میسر ہوتا ہے حزقیل کی تقریر بالعباد تک ختم ہوچکی آگے پھر فرعون کا ذکر ہے (۴۴) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس مومن مرد کو یا حضرت موسیٰ کو ان لوگوں کی بدی اور شرارت آمیز چالوں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں کو بُرے اور بدترین عذاب نے آگھیرا :: یعنی یا تو حزقیل کو یا موسیٰ کو کیونکہ کلمۃ الحق کے اعلان کے بعد فرعون حزقیل کا بھی دشمن ہوگیا ہوگا اسی لئے بعض نے حزقیل مراد لیا اور بعض نے موسیٰ کو مراد لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بُرے داؤں اور بُرے چالوں سے اسکو بچالیا اور فرعونیوں کو بُرے عذاب نے گھیر لیا غرض وہ دریا میں ڈبو دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بچالیا مرنے کے بعد فرعون والوں کیساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اسکو آگے بیان فرماتے ہیں (۴۵) یہ لوگ صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی ارشاد ہوگا فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو :: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ عالم قبر کا حال ہے کافر کو اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے اور قیامت کو اس میں بیٹھے گا اور مومن کو بہشت۔ عالم برزخ کی مختلف کیفیات کا ذکر ہے۔ کافر کی روح صبح و شام دوزخ پر حاضر کی جاتی ہے جب تک کہ دُنیا قائم ہے یعنی دائماً یہ سلسلہ جاری ہے۔ حضرت قتادہ۔ مقاتل۔ کلبی اور سدی کا یہی قول ہے (۴۶) اور وہ وقت قابل ذکر ہے کہ جب کفار جہنم میں باہم جھگڑتے ہوں گے پھر ضعفا اور کمزور لوگ جو تابع تھے رؤسائے متکبرین یعنی وہ لوگ جو متبوع تھے اُن سے کہیں گے۔ کہ ہم

دنیا میں تمہارے تابع تھے اور تمہارے کہنے پر چلا کرتے تھے تو کیا آج تم ہم پر سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو: یعنی جب دنیا میں ہم تمہاری اتباع کرتے تھے تو آج تم ہماری اتنی مدد تو کرو کہ عذاب کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا دو اور کم کر دو یعنی پورے عذاب کو دفع نہیں کرا سکتے تو کچھ دفع کرا دو یا خود اُٹھا لو (۴۷) وہ متکبرین سردار جواب دیں گے کہ ہم تم سب ہی اس آگ میں پڑے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان ایک قطعی فیصلہ کر چکا: یعنی اس بات کا موقع کہاں۔ تم ہم سب آگ میں پڑے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو جو فیصلہ کرنا تھا وہ کر چکا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اب جگہ نہ رہی کہ کوئی کسی کے کام آئے (۴۸) اور اہلِ جہنم جہنم کی حفاظت کرنیوالے فرشتوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمارے عذاب میں سے کسی دن تو کچھ تخفیف کردے: یعنی دنیا کے دنوں کی مقدار سے ایک دن کی مقدار عذاب میں تخفیف فرمائے (۴۹) وہ فرشتے جواب دیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل اور معجزات لے کر نہیں آئے تھے اہل جہنم کہیں گے ہاں رسول تو آتے رہتے تھے اسپر دوزخ کے موکل فرشتے کہیں گے تو بس اب تم خود ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا کچھ نہیں مگر بے سود و بے نتیجہ: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں دوزخ کے فرشتے کہیں گے سفارش کرنی ہمارا کام نہیں ہم تو عذاب پر مقرر ہیں سفارش کام ہے رسولوں کا سو رسولوں سے تو برخلاف ہی تھے ۔۱۲

یعنی سب ہی اہل جہنم فرشتوں سے درخواست کریں گے تم ہی اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ وہ ہمیشہ کے لئے عذاب نہ ہٹائے تو کم از کم ایک دن کیلئے تو کچھ کمی کردے وہ کہیں گے معاملہ کیا ہے تم کو دوزخ میں آنے کی نوبت ہی کیوں آئی کیا تمہارے پاس پیغمبر کھلے دلائل اور معجزات لیکر نہیں آئے تھے وہ کہیں گے آئے تھے مگر ہم نے ان کی تکذیب کی اور ان کو جھوٹا بتایا تب فرشتے کہیں گے ایسی حالت میں تم خود ہی دعا کرو اور تمہاری دعا کا بھی کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ کیونکہ کافروں کی دعا آخرت میں بے سود ہوتی ہے (۵۰) بلاشبہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان والے ہیں دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے اور اُن کا انتقام لیتے ہیں اور اس دن بھی مدد کریں گے جس دن گواہی دینے والے گواہی دینے کھڑے ہوں گے اور موجود ہوں گے:

یہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی اور تشفی کا ذکر فرمایا اور آپکے ساتھ آپ کے متبعین کو بھی اطمینان دلایا کہ ہماری امداد اُن کو بھی شامل ہے دنیا اور آخرت میں بعض اکابر مفسرینؒ نے لننصر کی تفسیر لننتقم سے کی ہے ہم نے تیسیر میں اس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ بہر حال مظلوم کی امداد کا وعدہ تو احادیث میں آتا ہی ہے ہر مظلوم کی امداد کی جاتی ہے اور اُس کا بدلا لیا جاتا ہے خواہ کچھ تاخیر سے ہو۔ لیکن اہلِ حق کی مدد دُنیا میں بھی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی آگے اس دن کی وضاحت ہے جس دن گواہی دینے والے گواہی کو کھڑے ہوں گے (۵۱) جس دن کافروں کو اُن کا کوئی عذر نفع نہ دے گا اور اُن کیلئے اللہ تعالیٰ کیطرف سے لعنت و پھٹکار ہوگی اور اُن کے رہنے کو بُرا گھر ہوگا: گواہ کھڑے ہوں گے بظاہر معلوم ہوتا ہے وہ فرشتے جو اعمال لکھتے رہتے ہیں یا فرشتے اور انبیاء اور اُمتِ محمدیہ بھی گواہی دے گی۔ اور خود مجرموں کے ہاتھ پاؤں بھی شاہد ہوں گے، عذر قبول نہ کیا جائے گا۔ یعنی تمام دلائل اور حجتیں دنیا میں ختم ہو چکیں اب عذر ہی کیا ہوگا اور اگر کوئی نامعقول عذر پیش بھی کیا تو وہ مسموع نہ ہوگا۔ بُرا گھر فرمایا جہنم کو۔ اور جہنم سے

عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا

ہم پر سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو۔ رؤساء متکبرین جواب دیں گے کہ ہم سبھی

كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ

اس آگ میں پڑے ہیں اللہ تعالیٰ کو بندوں کے درمیان جو فیصلہ کرنا تھا وہ کر چکا۔ اور اہل جہنم جہنم کی

الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ

حفاظت کرنیوالے فرشتوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمارے عذاب

عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ

میں کسی دن تو کچھ تخفیف کردے۔ وہ فرشتے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح معجزات

رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا فَادْعُوا وَمَا

لے کر نہیں آتے رہتے تھے اہل جہنم کہیں گے کہ ہاں رسول تو آتے رہتے تھے اسپر فرشتے کہیں گے تو بس اب تم خود ہی دعا کرو اور

دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿٥٠﴾ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا

کافروں کی دعا کچھ نہیں مگر محض بے سود و بے نتیجہ۔ بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی

وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ

دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اُس دن بھی مدد کریں گے جس دن گواہی دینے والے

الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ

گواہی دینے کھڑے ہوں گے۔ وہ دن وہ ہے جس دن کافروں کو ان کا کوئی عذر نفع نہ دے گا

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا

اور اُن کیلئے خدا کی لعنت ہوگی اور اُن کے رہنے کو بُرا گھر ہوگا۔ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت

مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾

یعنی کتاب عطا فرمائی اور ہم نے بنی اسرائیل کو ایک ایسی کتاب کا وارث بنایا

هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ

جو اہل عقل و خرد کیلئے موجب ہدایت و نصیحت تھی۔ تو اے پیغمبر آپ صبر سے کام لیجئے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ

ع ۱۳/۵ ۱۰ — ۴۸/۲

زیادہ بُرا گھر کون سا ہو سکتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے مسلمانوں میں بُرا گھر وہ ہے کہ جس گھر میں کوئی یتیم ہو اور اس یتیم کو ایذا دی جاتی ہو۔ آگے اُسی تسلی کے سلسلے میں حضرت موسیٰ کا ذکر فرمایا (۵۲) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت یعنی راہ کی سوجھ عنایت کی اور بنی اسرائیل کو ایک ایسی کتاب کا وارث بنایا (۵۳) جو اہلِ عقل و خرد کیلئے موجب ہدایت و نصیحت تھی: اس میں تسلی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ جس طرح آپ کو قرآن عنایت کیا ہے حضرت موسیٰ کو توریت عطا فرمائی تھی پھر جس طرح انھوں نے فرعون کے مظالم کا صبر اور خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اُسی طرح آپ بھی کفار کے مقابلہ کا تحمل اور صبر سے مقابلہ کیجئے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۵۴) تو اے پیغمبر آپ صبر کرتے رہیے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور اپنے گناہ کی بخشش طلب کیجئے اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ صبح اور شام پاکی بیان کیا کیجئے: یعنی کفار کے مظالم پر صبر کرتے رہیے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین رکھئے کیونکہ اس کا وعدہ سچا ہے۔ اور اگر صبر کرنے میں کچھ کوتاہی ہو جائے تو وہ آپ کی شان و مرتبے کے اعتبار سے آپکے حق میں گناہ ہے

اللّٰہِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

سچا ہے اور اپنے گناہ کی معافی طلب کیجئے اور شام اور صبح حمد و ثنا کے ساتھ

بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ

اپنے رب کی پاکی بیان کیا کیجئے۔ بے شک جو لوگ بغیر کسی سند کے جو اُن کو پہنچی ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں

اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ

جھگڑے نکالا کرتے ہیں تو اور کچھ نہیں ان لوگوں کے دلوں میں صرف بڑا بننے کی ایک ایسی خواہش ہے

مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

کہ جس خواہش تک یہ کبھی پہونچنے والے نہیں سو اے پیغمبر آپ ان کے شر سے خدا کی پناہ مانگتے رہئے بلا شبہ وہی سننے والا

الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ

دیکھنے والا ہے۔ بالیقین آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے

خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

بڑا کام ہے مگر اکثر لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اور اندھا اور دیکھنے والا دونوں برابر نہیں ہوتے اور جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْۗءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

اُنھوں نے نیک عمل کئے وہ اور بدکار دونوں برابر نہیں ہوتے تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو۔

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

یقین رکھو قیامت ضرور آنیوالی ہے اس میں کسی طرح کا بھی شک نہیں مگر اکثر

النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ

لوگ اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو

اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ

میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا یقین مانو جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں

اس لئے اُس کوتاہی پر معافی طلب طلب کیا کیجئے اور صبح شام اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے یعنی دائمی طور پر۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں سو سو بار استغفار کرتے گناہ سے ہر بندے سے قصور ہے اس کے موافق ہر کسی کو ضرور ہے استغفار ۱۲ (۵۵) بلاشبہ وہ لوگ جو بغیر کسی سند اور دلیل کے جو اُن کو پہونچی ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں ان لوگوں کے دلوں میں کچھ نہیں مگر بڑا بننے کی ایک ایسی خواہش ہے کہ جس خواہش کے پورا ہونے تک یہ کبھی پہونچنے والے نہیں اے پیغمبر آپ ان کے شر سے پناہ مانگتے رہئے بلاشبہ وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اہل تفسیر کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے بارے میں ہے وہ سرداری اور حکومت چاہتے تھے۔ بعض نے کہا کفار مکہ مراد ہیں کیونکہ یہی روز روز جھگڑے نکالا کرتے تھے۔ بہرحال بغیر سند اور بغیر دلیل عقلی نقلی کے جھگڑا کرتے ہیں اور آیات الٰہی میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں تو ان لوگوں کے دلوں میں صرف غرور اور بڑا بننے کی خواہش ہے حالانکہ یہ خواہش ان کی پوری ہونیوالی نہیں۔ چونکہ اُن کی خواہش کا مبنی غلط ہے تو ان کی شرارتیں بھی ناقابل اعتبار ہیں۔ آپ اللہ سے پناہ مانگا کیجئے وہ نہایت سُننے والا دیکھنے والا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں غرور یہ کہ اس پیغمبر سے ہم اُوپر رہیں یہ ہونا نہیں ۱۲۔ خلاصہ یہ کہ جھگڑا اس لئے پیدا کرتے ہیں کہ ہم کسی طرح اس پیغمبر کی بات کو نیچا کر دیں اور ہم سربلند ہو جائیں یہ ہونا نہیں یعنی اس خواہش کے پورا ہونے تک پہونچنے والے نہیں پس آپ ان کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کیجئے وہی تمہارے اقوال کو سنتا اور تمہارے افعال کو دیکھتا ہے (۵۶) البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے بڑا کام ہے قدرت کا مگر اکثر لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ؛ اوپر کی آیت میں رسالت پر اعتراض کرنے والوں کا رد اور ان کا جواب تھا اس آیت میں منکرین توحید اور منکرین بعث کا رد ہے یعنی آسمان و زمین کا پہلی مرتبہ پیدا کرنا انسانوں کے دوبارا پیدا کرنے کے مقابلے میں بہت بڑی قدرت کا اظہار ہے یعنی انسانوں کے دوبارا پیدا کر دینے کا انکار کرتے ہو اور آسمان و زمین کے ابتداءً پیدا کرنے کا اقرار کرتے ہو حالانکہ اتنی بات نہیں سمجھتے کہ جو آسمان و زمین کا موجد ہے اُس کو انسان کا دوبارہ پیدا کرنا اور انسانوں کا اعادہ کر لینا کیا مشکل ہے (۵۷) اور اندھا اور دیکھتا دونوں برابر نہیں ہوتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ اور بدکار دونوں برابر نہیں ہو سکتے تم لوگ بہت کم غور کرتے ہو ؛ چونکہ دو نظریوں پر بحث ہو رہی ہے۔ بعض لوگ غور کرتے ہیں سوچتے ہیں اور حق بات کو مان لیتے ہیں اور بعض نہ غور کرتے ہیں نہ سوچنے کے عادی ہیں اور نہ مانتے ہیں اس لئے دو فرقے بن گئے ہیں دونوں کے عدم مساوات کا اعلان ہے۔ غور کرنے سوچنے اور ایمان لانے والے کو آنکھوں والا اور سوجھا کا فرمایا ہے اور عدم تدبر والوں کو اندھا فرمایا دوسری بات میں صراحتاً فرمایا کہ اہل ایمان جو ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند بھی رہے اور دوسرے بدکردار یعنی کفر و شرک میں مبتلا اور دین حق کے مخالف یہ دونوں برابر نہیں۔ آخر میں کم غور کرنے اور کم سوچ بچار کو توبیخاً فرمایا کہ تم بہت کم غور کرتے ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دوسری بار پیدا ہونا محال جانتے ہو ۱۲ (۵۸) یقین جانو قیامت ضرور آنیوالی ہے اس میں کسی طرح کا شک نہیں لیکن اکثر نہیں مانتے اور قیامت آنے کی تصدیق نہیں کرتے ؛ آگے پھر اپنی عبادت کا ذکر فرمایا کہ میری عبادت کے مقابلے میں تکبر سے اجتناب کرو۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ایک دن چاہیے کہ ان کا فرق کھلے ۱۲ خلاصہ یہ ہے آنکھوں والے ایمان دار اور بدکردار کا جو ذکر کیا گیا ہے اُس کیلئے ایک دن تو ہونا چاہیے جو ان کا فرق ظاہر ہو اور دنیا کی مخلوق جان لے کہ ایمان داروں اور سوجھاکوں کے ساتھ کیا ہوا اور بدکرداروں اور راہِ حق کے اندھوں کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا (۵۹) اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے مجھ سے دعا مانگو مجھ کو پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور تمہاری پکار کو پہونچوں گا۔ بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی اور غرور و تکبر کا برتاؤ کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے وہ بہت جلد مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہوں گے دراں حالیکہ وہ ذلیل ہوں گے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا نہ مانگنا غرور ہے اگر دنیا نہ مانگے تو مغفرت ہی مانگے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ اللہ پکار کو پہونچتا ہے سو برحق بات یہ ہے مگر یہ نہیں کہ ہر بندے کی ہر دعا قبول کرے اپنی مرضی (باقی صفحہ ۷۵۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۵۵۷) کے موافق مالک ہے اپنی خوشی کرتا ہے ۱۲ عبادت میں دعا بھی شامل ہے اس لئے دعا کو فرمایا اور آخر میں عبادت کے استکبار کو جہنم کے داخل ہونے کا سبب بتایا مدعا یہ ہے کہ دعا سوائے اللہ
کے کسی سے نہیں مانگنی چاہئے جس طرح عبادت غیر اللہ کی حرام ہے اسی طرح دعا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ استجابت فرماتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ استجابت کے مختلف طریقے ہیں جیسا کہ ہم سورۂ بقرہ کی تسہیل میں تفصیلاً
عرض کر چکے ہیں اور سورۂ انعام میں اشارہ کر چکے ہیں فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء۔ مشیت الٰہی پر دعا کی قبولیت موقوف ہے۔ بعض دفعہ مانگنے والے کے حق میں بھی وہ قبولیت مضر ہوتی ہے بعض
دعا کے اثر کو آخرت کیلئے ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے اس لئے قبولیت کا اظہار مشیت پر موقوف رکھا ہے حضرات مفسرین نے فرمایا ادعونی وحدونی واعبدونی جو عبادت کا منحرف ہے وہ دعا کا بھی منحرف ہے،
اور دعا سے پھرنیوالا عبادت سے پھرنیوالا۔ دعا کو دعا کے طریقے سے مانگا جائے تو قبولیت ضروری ہے۔ تفسیر صفحہ ہذا۔ ہم نے اپنی کتاب مشکل کشا میں شاید اس پر بحث کی ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۞ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ

وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے

لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور اسی نے دن کو روشن اور دکھانیوالا بنایا بیشک اللہ تعالیٰ

لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

لوگوں پر بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کا

يَشْكُرُوْنَ ۞ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ

شکر نہیں بجا لاتے۔ یہ ہے اللہ پروردگار تمہارا وہ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا اسکے

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۞ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ

سوا اور کوئی حقیقی معبود نہیں تو پھر تم کہاں چلے جاتے ہو جس طرح یہ لوگ الٹے پھرے جاتے ہیں

الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۞ اَللّٰهُ الَّذِيْ

اسی طرح وہ لوگ پھیرے جاتے ہیں جو خدا کی آیتوں کا انکار کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ

زمین کو تمہارے لئے قرارگاہ اور آسمان کو چھت بنایا اور اسی نے تمہاری شکل وصورت بنائی

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ

سو اس نے تمہاری صورتیں بہترین بنائیں اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ یعنی لذیذ چیزیں عطا فرمائیں یہ ہے

اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ هُوَ

اللہ تمہارا پروردگار سو اللہ تعالیٰ بہت عالیشان ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ وہی

الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

زندہ ہے اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں سو تم خالص اسی کی فرماں برداری کا اعتقاد کر کے اسکو پکارا کرو

الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ

تمام تعریفیں اسی خدا کو سزاوار ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔ اے پیغمبر آپ کہدیجئے مجھے اس بات سے منع کیا گیا ہے

بر آستان ارادت کہ سر نہاد شبے
کہ لطف دوست بروئش در دیچہ نکشود

عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

ع ۶ / ۱۰ / ۱۱

(۶۰) اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور اسی نے دن کو روشن اور دکھانیوالا بنایا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا ہی فضل کرنیوالا ہے لیکن اکثر لوگ اس کا شکر نہیں بجا لاتے اور اس کا احسان نہیں مانتے یعنی رات آرام کو اور دن روزی کمانے کو بنایا اللہ تعالیٰ نے بندوں پر کس قدر احسان فرمایا اور بندوں کی مصلحت کی نہایت رعایت فرمائی لیکن بندوں کی یہ حالت کہ وہ حق ماننے کی بجائے ناسپاسی کرتے ہیں (۶۱) یہ ہے اللہ پروردگار تمہارا وہ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے اس کے سوا اور کوئی حقیقی معبود نہیں سو تم پھر کہاں الٹے جارہے ہو یعنی جب سب کچھ وہی ہے پیدا کرنیوالا پالنے والا اس کے علاوہ کوئی لائق عبادت بھی نہیں پھر اب تم شرک کرنے کی غرض سے کہاں پھرے جاتے ہو (۶۲) جس طرح یہ لوگ پھرے جاتے ہیں اسی طرح وہ لوگ پھیر دیئے جاتے ہیں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے ہیں یعنی جس طرح یہ کفار عرب راہ حق سے پھرے جاتے ہیں اسی طرح سب معاندین کیساتھ یہی سلوک ہوتا ہے خواہ وہ لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہوں یا ان کے بعد ہوں جو شخص از راہ عناد اور سرکشی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ان کے دل راہ حق سے پھیر دیئے جاتے ہیں کیونکہ دستور اللہ تعالیٰ کا یہی ہے۔ بعض حضرات نے صرف قبل کے لوگ مراد لئے ہیں لیکن بعض حضرات نے پہلے اور پچھلے سب کے لئے آیت کو عام رکھا ہے۔ یعنی وہ کسی زمانے کے لوگ ہوں جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کیا تو ان کو راہ حق سے پھیر دیا گیا (۶۳) اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین کو قرار کی جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو مثل چھت کے بنایا اور اس نے تمہاری شکل وصورت بنائی سو تمہاری صورتیں بہترین بنائیں اور تم کو لذیذ اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو عطا فرمائیں یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار سو بڑی برکت ہے اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ بڑا عالی شان ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے ⁂

یعنی رہنے کو زمین اور وہ زمین آسمان کے ساتھ مسقف یعنی آسمان کی چھت اس نے ہی تمہاری صورت اور تمہارا نقشہ بھی بہترین بنایا اور تم کو لذیذ و نفیس اور خوش ذائقہ پاکیزہ اور عمدہ چیزوں سے رزق دی اب سمجھ لو کہ جس نے یہ سب کچھ کیا وہی تمہارا پروردگار ہے اور وہ رب العلمین بڑا عالیشان ہے اور اس کی بڑی برکت ہے ہم نے تیسیر میں تمام معانی کی رعایت رکھی ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں سب جانوروں سے انسان کی صورت بہتر اور روزی ستھری ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ صورت میں بھی سب سے بہتر اور دیدہ زیب غذا میں بھی دانے اور پھل تمہارے اور بھس اور بھوسا جانوروں کا فتبارک اللہ رب العلمین
(۶۴) وہی اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں سو تم خالص اسی کی عبادت اور فرماں برداری کے اعتقاد سے اسکو پکارا کرو تمام تعریفیں اور خوبیاں اسی اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں جو تمام عالموں کا پروردگار ہے (۶۵) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے مجھے اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ تم جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا کرتے ہو میں ان کی عبادت کروں جبکہ میرے پاس میرے پروردگار کی جانب سے واضح

اِنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا

جن کو تم خدا کے سوا پکارا کرتے ہو میں اُن کی عبادت کروں جبکہ

جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ

میرے رب کی جانب سے میرے پاس واضح دلائل پہنچ چکے اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

کا فرمان بردار رہوں۔ وہ وہ ذات ہے جس نے تم کو یعنی آدمؑ کو ابتداءً مٹی سے بنایا

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے بنایا پھر تم کو بچہ بنا کر باہر نکالتا ہے پھر

لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ

تم کو زندہ رکھتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کے کمال کو پہنچ جاؤ پھر تم کو اور زندہ رکھتا ہے تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور بعض تم میں سے

مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ

وہ ہیں جو اس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں اور تم میں سے ہر ایک کو ایک خاص عمر دیتا ہے تاکہ تم سب وقت معین تک پہنچ جاؤ اور

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا

تاکہ تم سمجھ سے کام لو۔ وہی ہے جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ جب

قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى

کسی کام کو پورا کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔ اے پیغمبر کیا آپ نے ان لوگوں کے حال

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

نظر نہیں کی جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں یہ لوگ کہاں اُلٹے پھرے جا رہے ہیں۔

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۟ۚ

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس کتاب یعنی قرآن کی تکذیب کی اور ان چیزوں کی بھی تکذیب کی جو چیزیں ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَ

بھیجا تھا سو ان لوگوں کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہوا جاتا ہے۔ جب کہ ان کی گردنوں میں طوق اور

دلائل آ چکے اور پہونچ چکے اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین کا فرماں بردار رہوں :: یعنی یہ کہہ دیجیے کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو اور جن کو تم پکارا کرتے ہو مجھ کو ان کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ میرے پاس واضح اور صاف دلائل بھی شرک کی مذمت میں پہونچ چکے ہیں اور مجھ کو تو یہی حکم کیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کی اطاعت و فرماں برداری کیلئے سر تسلیم خم کر دوں اور اپنے کو اس کے حوالے کر دوں اور اس کے علاوہ کسی کی طرف عبادت کی غرض سے نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں یعنی توحید پر قائم رہوں (۶۶) وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تم کو یعنی آدم کو ابتداءً مٹی سے بنایا پھر بتدریج نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے بنایا پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتا ہے پھر تم کو باقی رکھتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کو پہونچ جاؤ پھر تم کو باقی رکھتا ہے یہاں تک کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور بعض تم میں سے وہ ہے جو اس سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تم میں سے ہر ایک کو ایک خاص عمر دیتا ہے تاکہ تم سب اپنے معیّن اور مقررہ وقت تک پہنچو اور تاکہ تم عقل و سمجھ سے کام لو :: مطلب یہ ہے کہ تمہاری پیدائش اور تمہارے بنانے میں مٹی اور خاک کا بڑا عنصر ہے۔ ابتداءً تم کو خاک ہی سے بنایا یعنی حضرت آدمؑ کو پھر ان کی نسل کو نطفہ سے جو مٹی کا ایک جوہر یا ست ہے اُس سے پیدا کیا۔ یہ سلسلہ تدریجی ہے انسان جو کھاتا ہے اس کی غذا مٹی سے نکلتی ہے۔ پھر اُس غذا سے خون پیدا ہوتا ہے اُس سے نطفہ پھر وہ نطفہ رحم مادر میں جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کرتا ہے پھر یہ جما ہوا خون مختلف شکلیں اختیار کر کے بچہ بن جاتا ہے پھر تم کو بچہ کی شکل میں نکالتا اور پیدا کرتا ہے پھر تم کو زندہ رکھتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کو پہونچ جاؤ پھر تم کو زندہ رکھتا ہے تاکہ بڑھاپے کو پہونچو اور بوڑھے ہو جاؤ اور بعض تم میں سے اس سے پہلے یعنی جوانی سے یا بڑھاپے سے یا جوانی اور بڑھاپے دونوں سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔ بہرحال مقررہ عمر تک پہونچنے میں یہ سب برابر ہیں جو عمر مقرر کر دی ہے اس کو سب پورا کرتے ہیں اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا منشا یہ ہے کہ تم سمجھو کہ جو یہ کام کرتا ہے وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اتنے احوال تم پر گزرے شاید ایک حال اور بھی گزرے وہ مر کر جینا (۶۷) وہی ہے جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور جب وہ کسی کام کو پورا کرنا چاہتا ہے تو بس اُسکو اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے :: یعنی پیدائش کا تدریجی سلسلہ مذکور ہوا اور اگر وہ کسی کام کو دفعۃً کرنا چاہتا ہے تو اُسکو کہتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ ہم پہلے پارے کی تسہیل میں اور سورۂ یاسین کی تیسیر میں عرض کر چکے ہیں (۶۸) اے پیغمبر کیا آپ نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں یہ لوگ کہاں اُلٹے پھرے جا رہے ہیں :: اس سورت میں تین مرتبہ جھگڑنے کا ذکر فرمایا۔ ان سے مراد یا تو کفار مکہ اور یہود اور نصاریٰ ہیں یا تاکید آ فرمایا اُن لوگوں کے خلاف جو بلاوجہ کے جھگڑے نکالا کرتے ہیں یہ اس جھگڑے کی وجہ سے گمراہی کی طرف پھرے چلے جا رہے ہیں آگے تہدید فرمائی (۶۹) یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کتاب یعنی قرآن کی تکذیب کی اور نیز ان چیزوں کی تکذیب کی جو چیزیں ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا۔ سو ان کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہوا جاتا ہے اور یہ لوگ بہت جلد معلوم کریں گے :: یعنی قیامت میں ان کو سب معلوم ہو جائیگا۔ جو چیز رسول دیکر بھیجے گئے وہ احکام اور معجزات وغیرہ ہیں۔ کتاب کی تکذیب رسولوں کے لائے ہوئے احکام اور معجزات سب ہی کو جھٹلایا (۷۰) جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی گھسیٹے جا رہے ہوں گے (۷۱)

ع ۸ ۱۲

۱۳ مع

منزل ۱۰ وقف لازم

سخت گرم کھولتے ہوئے پانی میں پھر یہ لوگ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے ؛؛ یہ حمیم اور جحیم کی بحث پہلے بھی گذر چکی ہے مدعا یہ ہے کہ عذاب کی انواع مختلف ہوں گی کبھی یہ مقدم اور کبھی وہ مقدم مفسرین کے دو قول ہیں - ہم نے ابن کثیر کے فیصلے کو اختیار کیا ہے. کبھی گرم پانی کا عذاب کبھی نار خالص کا عذاب یطوفون بینھا وبین حمیم اٰن. اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنْ نَارِكَ اِنَّا عَآئِذُوْنَ بِجِوَارِكَ (۷۲) پھر ان لوگوں کہا جائے گا جن معبودوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا شریک ٹھہراتے تھے (۷۳) وہ اب کہاں گئے وہ جواب دیں گے وہ تو سب ہم سے کہیں غائب ہو گئے اور ہماری نظر سے چوک گئے بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ ہم تو اس عالم سے پہلے کسی چیز کو پوجتے ہی نہ تھے. اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو غلطی میں مبتلا رکھتا ہے ؛؛ مطلب یہ ہے کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا شریک ٹھہراتے تھے وہ کہاں ہیں اُن کو بلاؤ تاکہ تمہاری فریاد رسی کریں. وہ ان کو کہیں ملیں گے نہیں پھر شرک سے ہی انکار کر دیں گے. اسی کو فرمایا کہ جس طرح گمراہ کیا اللہ تعالیٰ نے اسی طرح تمام منکرین و معاندین کو گمراہ رکھتا ہے. حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اول منکر ہو چکے تھے کہ ہم نے شریک نہیں پکڑے اب گھبرا کر منہ سے نکل جائیگا پھر سنبھل کر انکار کریں گے تو وہ انکار اللہ نے بچلا دیا اس حکمت سے. ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ کبھی کچھ کہیں گے اور کبھی کچھ. بہکی بہکی باتیں کریں گے اور یہی اللہ تعالیٰ کا بچلانا اور گمراہ رکھنا ہے. دنیا میں راہِ حق سے گمراہ ہے اور آخرت میں صحیح جواب نہ دے سکے (۷۴) یہ عذاب اس کا بدلا اور اس سبب سے ہے جو تم دنیا میں ناحق اتراتے پھرتے تھے اور نیز اس کا بدلا ہے جو تم اکڑتے پھرتے تھے ؛؛ فرح اپنے پر ناز کرنا اور مرح تکبر سے چلنا. (۷۵) جاؤ جہنم میں ہمیشہ رہنے کیلئے اس کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ سو وہ دوزخ کیا بُری قرارگاہ ہے تکبر کرنیوالوں کی (۷۶) سو اے پیغمبر آپ صبر سے کام لیجئے اور سہار کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق اور سچا ہے. پھر جو وعدے ہم ان سے کر رہے ہیں خواہ اُن میں سے بعض کا وقوع آپ کو دکھلا دیں یا ان کے وقوع سے قبل ہم آپ کی عمر پوری کر دیں اور آپ کو وفات دیدیں بہرحال وہ ہماری ہی طرف واپس کئے جائیں گے اور ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہو گی ؛؛ یہ آیت سورۂ یونسؑ میں بھی گزر چکی ہے. مطلب یہ ہے کہ جس عذاب کا وعدہ ہم ان سے کرتے ہیں اور جس عذاب کا خوف ہم ان کو دلاتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اُس کا کچھ حصہ ہم ان کو آپ کی زندگی میں دکھلا دیں یا ہم آپکو وفات دیدیں اُسکے بعد ان پر عذاب آئے یا نہ آئے بہرحال ان کو ہماری طرف لوٹنا ہے. مطلب یہ ہے کہ عذاب دُنیوی اور اخروی کا جو وعدہ ہم نے کیا ہے وہ ضرور اُن پر نازل ہوگا خواہ آپ کی زندگی میں نازل ہو جائے یا آپ کو وفات دیدیں پھر نازل ہو اور اخروی عذاب کا وعدہ تو پورا ہونا ہی ہے اور ہوا بھی ایسا ہی یعنی جنگ بدر اور فتح مکہ وغیرہ تو آپ کی زندگی میں اُن کے لئے موجب تعذیب ہوا. اور آپ کے بعد بھی! اور قیامت کے دن بھی وعدہ پورا کیا جائے گا. اس

السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِی الْحَمِیْمِ ۬ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

زنجیریں ہوں گی اور انکو گھسیٹتے ہوئے - سخت کھولتے ہوئے پانی میں لیجائیں گے پھر یہ لوگ آگ میں جھونک دیئے جائینگے

ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ

پھر ان لوگوں سے پوچھا جائیگا کہ خدا کے سوا جن معبودوں کو تم شریک بناتے تھے - وہ اب کہاں ہیں

اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ

وہ جواب دیں گے کہ وہ تو سب ہم سے کہیں غائب ہو گئے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم تو اس عالم سے پہلے کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے

شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں مبتلا رکھتا ہے - یہ عذاب اس کا بدلا ہے

تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ

جو تم زمین میں ناحق اتراتے پھرتے تھے اور نیز اس کا بدلا ہے جو تم

تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ

اکڑتے پھرتے تھے - جاؤ جہنم میں ہمیشہ رہنے کیلئے اس کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ

فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

سو وہ دوزخ کیا بُری قرارگاہ ہے تکبر کرنیوالوں کی - سو اے پیغمبر آپ صبر سے کام لیجئے بیشک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ

سچا ہے پھر جو وعدے ہم ان سے کرتے ہیں خواہ ان میں سے بعض کا وقوع ہم آپ کو دکھا دیں یا ان کے وقوع سے قبل ہم

نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

آپ کی عمر پوری کر دیں بہرحال وہ ہماری ہی طرف واپس کئے جائیں گے - اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے

مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ

رسول بھیجے ہیں جن میں سے کچھ تو وہ ہیں کہ اُن کے حالات ہم نے آپ سے بیان کر دیئے ہیں اور بعض ان میں سے وہ ہیں

لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ

جن کا بیان ہم نے آپ سے نہیں کیا اور کسی رسول کو یہ مقدور نہ تھا کہ وہ خدا کے حکم کے بغیر

بنا پر اپنے پیغمبر کو صبر کا حکم دیا گیا. تاکہ آپ کو تسلی ہو (۷۷) اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں جن میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ سے بیان کر دیئے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا بیان ہم نے آپ سے نہیں کیا اور کسی رسول کو یہ طاقت نہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ لا سکے اور دکھا سکے پھر جس وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حکم آئیگا تو انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت جھوٹے اور بے ہودہ گو سخت خسارے میں رہیں گے ؛؛ مطلب یہ ہے کہ رسولوں کی تعداد علی اختلاف الروایات خواہ کچھ ہو لیکن آپ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے پھر ان میں سے کسی کا حال آپ کو

بتادیا گیا اور بعض کا نہیں بھی بتایا گیا۔ بہرحال ایک چیز سب میں مشترک ہے وہ یہ کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کسی کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ کوئی معجزہ دکھا سکے یا کوئی نشانی ظاہر کر سکے پھر جب اللہ تعالیٰ کا وعدۂ عذاب اور عذاب کا حکم آجائے گا خواہ وہ دنیا کا عذاب ہو یا آخرت کا اس وقت اہل باطل بیہودہ گو اور جھوٹے سخت خسارے اور نقصان میں ہوں گے آگے پھر توحید کی دلیل اور توحید کے انکار پر توبیخ اور عذاب کے آجانے کے بعد ایمان کا غیر مفید ہونا مذکور ہے (۷۸) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مواشی بنائے تاکہ ان میں سے بعض کی سواری لو اور بعض کو تم کھاتے بھی ہو ÷ یعنی چوپائے پیدا کئے تاکہ اُن کی سواری لو اور اُن پر سوار ہو اور بعض تمہاری خوراک بھی ہیں جن کا گوشت کھاتے ہو (۷۹) اور تمہارے لئے ان چوپایوں میں اور بھی بہت سے منافع اور فوائد ہیں اور یہ غرض بھی ہے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی اُس حاجت اور ضرورت کو پہنچ جاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے اور تم ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر چڑھے چڑھے پھرتے ہو ÷ یعنی ان کا دودھ پیتے ہو ان کی اون کا استعمال کرتے ہو ان کا چمڑا کام میں لاتے ہو اور وہ حاجتیں اور ضرورتیں جو تمہارے جی میں ہوتی ہیں ان حاجتوں کو اُن پر سوار ہو کر پورا کرتے ہو اور صرف چوپایوں پر کیا منحصر ہے بلکہ سواریوں پر اور کشتیوں پر چڑھے پھرتے ہو مطلب یہ ہے کہ خشکی اور تری دونوں قسم کے سفروں کیلئے آسانیاں اور سہولتیں پیدا کر دی ہیں اور ایسی چیزیں مہیا کر دی ہیں جس سے بحر و بر کا سفر کرتے ہو (۸۰) اور وہ تم کو اپنی اور نشانیاں بھی دکھاتا رہتا ہے پھر تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے ÷ یعنی اسکی توحید اور اس کی قدرت کی بیشمار نشانیاں جلوہ گر ہیں جو وہ تم کو دکھاتا ہے پھر تم کس کس نشانی کا انکار کرو گے کہ یہ نشانی اُس کی نہیں ہے (۸۱) کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جو دیکھتے کہ وہ لوگ جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن کا انجام کیسا ہوا وہ لوگ تعداد میں ان سے بہت زیادہ تھے اور باعتبار قوت و طاقت کے بھی سخت تھے۔ اور باعتبار اُن یادگاروں کے بھی جو وہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے سخت تھے پھر اُن کی وہ کمائی جو وہ کمایا کرتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آئی ÷ ہم سورۂ روم میں عرض کر چکے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے مشرکین کا انجام نہیں دیکھا اگر ملک میں چلتے پھرتے اور سیر کرتے تو دیکھتے کہ اُن کے شرک اور کفر و عناد کا انجام کیسا ہوا حالانکہ وہ ان کفار عرب سے ہر اعتبار سے زیادہ اور سخت تھے خواہ باعتبار تعداد۔ خواہ باعتبار قوت و زور اور خواہ باعتبار محلات اور عمارات غرض ہر اعتبار سے بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن ہوا کیا کہ عذاب کے وقت اُن کا کوئی کسب اور کوئی ہنر اُن کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکا پھر یہ کس بات پر مغرور ہیں (۸۲) پھر جب ان اُمم سابقہ کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لیکر آئے تو وہ لوگ اپنے اُس دنیوی علم و ہنر پر ناز کرتے رہے جو ان کو حاصل تھا اور جس عذاب کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے اُسی عذاب نے ان کو گھیر لیا اور اُن کے کفر و شرک کا وبال اُن پر آپڑا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے اور جس سے وہ تمسخر کرتے تھے ÷ یعنی وہ اپنے جس دنیوی علم پر اتراتے تھے اور جس کے بل بوتے پر عذاب الٰہی کا مذاق اُڑاتے تھے ان کو اسی عذاب نے گھیر لیا اور آخرکار تباہ ہو گئے (۸۳) پھر جب اُنھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر جو یگانہ اور اکیلا ہے اور ہم نے اُن چیزوں سے کفر کیا اور انکار کیا جن کو ہم شریک ٹھہراتے تھے ÷ یعنی ہمارے عذاب کو جب دیکھا تو

بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَ

کوئی معجزہ ظاہر کر سکے پھر جس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور

خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ

اُس وقت اہل باطل سخت خسارے میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لئے

الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ

مواشی پیدا کئے تاکہ تم ان میں سے بعض کی سواری لو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور تمہارے لئے

فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ

ان مواشی میں اور بھی بہت سے منافع ہیں اور یہ غرض بھی ہے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی اُس ضرورت تک پہنچ جاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ

اور تم ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر چڑھے چڑھے پھرتے ہو۔ اور وہ تم کو اپنی اور نشانیاں بھی دکھاتا رہتا ہے پھر تم

اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

خدا کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

جو دیکھتے کہ وہ لوگ جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا۔

كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ

وہ لوگ تعداد میں ان سے زیادہ تھے اور باعتبار قوت کے اور باعتبار اُن یادگاروں کے جو وہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں کہیں بڑھے ہوئے تھے

اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ

پھر ان کی وہ کمائی جو وہ کمایا کرتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور جب ان امم سابقہ کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ

ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے اس دنیوی علم پر ناز کرتے رہے جو انکو

حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا

حاصل تھا بالآخر جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہی عذاب ان پر آپڑا۔ پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا

شریک ٹھہرا کر ان کی پرستش کرتے تھے اور کہنے لگے جن معبودوں کو ہم اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے تھے ان سب کو ہم نے چھوڑ دیا اور ان سے الگ ہو گئے اور ہم تو خدائے یکتا پر ایمان لائے (۸۴) پھر جب انھوں نے ہمارے عذاب کو آتا دیکھا تو ان کا یہ ایمان لانا ان کو کچھ مفید اور سود مند نہ ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی دستور مقرر کیا ہے جو اُس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اور ہو کر رہا ہے اور اس وقت وہ کافر سخت نقصان اور خسارے میں رہ گئے :: یعنی عذاب کو آتا دیکھ کر ایمان کا دعویٰ کرنے لگے کہ ہم تو ایمان لائے اور ہم نے تو تمام معبودوں سے دست برداری دیدی اور ہم تو اس خدا پر ایمان لائے جو وحدہٗ لاشریک ہے اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ان کا یہ ایمان لانا عذاب کو دیکھ کر ان کے لئے نافع نہ ہوا کیونکہ مجبور ہو کر ایمان لانا اور اضطراری ایمان معتبر نہیں بلکہ مکلف کا اختیاری ایمان معتبر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ اسکے بندوں میں پہلے سے جاری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہی رسم پوری کی وہ ایمان ایمان چلاتے رہے لیکن اس اضطراری ایمان نے ان کو کچھ نفع نہ دیا اور آخر کار وہ کافر بڑے ٹوٹے اور خسارے میں پڑ گئے یعنی ہلاک کر دئے گئے۔ ھنالك اگرچہ جگہ کیلئے ہے لیکن یہاں زمان سے استعارہ کیا ہے اور منکر توحید تو ہر وقت ہی زیاں کار ہے (۸۵) ختم تفسیر سورۂ مومن

قَالُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ

تو کہنے لگے ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے اور جن معبودوں کو ہم خدا کیساتھ شریک کرتے تھے ان سب کو ہم نے چھوڑ دیا لیکن

يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ

جب اُنھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا تو ان کو انکا ایمان کچھ بھی سود مند نہ ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی دستور مقرر کیا ہے

قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

جو اُس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت کافر سخت نقصان میں رہ گئے

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حٰم سجدہ مکی ہے اور یہ چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ

حٰمٓ۔ یہ کلام اُس خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ کلام ایک ایسی کتاب ہے جس کی

اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ بَشِيْرًا وَّ

آیتیں مفصل ہیں اس کتاب کی شان یہ ہے کہ یہ قرآن ہے عربی ان لوگوں کیلئے جو سمجھدار ہیں۔ یہ قرآن بشارت دینے والا

نَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾

اور ڈرانیوالا ہے۔ پھر بھی اُن کے اکثر لوگوں نے رُوگردانی کی اور وہ اس کو سُنتے ہی نہیں

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ

اور وہ یوں کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے اس بات کے سمجھنے کو ہمارے دل پردوں میں ہیں اور

اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ

ہمارے کانوں میں ثقل ہے اور ہمارے اور تیرے مابین ایک خاص مانع یعنی پردہ حائل ہے

فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۵﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

سو تو اپنا کام کئے جا اور ہم اپنا کام کئے جاتے ہیں۔ اے پیغمبر آپ ان سے کہدیجئے میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں

سورۂ حٰم سجدہ مکۂ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ (۱) یہ کلام اس اللہ تعالیٰ کیجانب سے نازل کیا جاتا ہے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے :: یہ سورت بھی حروف مقطعات سے شروع ہوئی جن کے معنی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اس میں مثل سورۂ مومن اور سورۂ زمر کے ابتدا قرآن کی صداقت اور اُس کی حقانیت سے ہوئی ہے (۲) یہ کلام ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں جدا جدا اور صاف واضح ہیں یعنی ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے اُن لوگوں کے نفع کے واسطے جو دانشمند اور سمجھدار ہیں (۳) اس قرآن کی شان یہ ہے کہ بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا ہے پھر بھی ان کے اکثر لوگوں نے اس قرآن سے روگردانی کی سو وہ سنتے ہی نہیں :: مطلب یہ ہے کہ اس کلام کی آیتیں مفصل ہیں یعنی جدا جدا ایک آیت سے دوسری آیت علیحدہ اور اپنے مضامین اور معانی میں نہایت صاف اور واضح مراد لیتا ہوں میں قرآن عربی زبان کا یعنی اس کتاب سے مراد قرآن ہے جو عربی میں ہے۔ تاکہ جن لوگوں میں یہ نازل ہوا ہے وہ اس کو آسانی سے سمجھ سکیں اور دوسرے لوگوں کو سمجھا سکیں ان لوگوں کے نفع کیلئے یہ قرآن نازل کیا گیا ہے جو سمجھدار ہیں یعنی اگرچہ مکلف سب ہیں لیکن حقیقۃً منتفع وہی لوگ ہوتے ہیں جو اہل دانش ہیں۔ اس قرآن کا حال اور اس کی شان یہ ہے کہ جو اس کو مانتے ہیں انکو بشارت اور خوش خبری دیتا ہے اور جو نہیں مانتے اُن کو ڈراتا ہے۔ پھر بھی عرب کے اکثر لوگوں نے اس کتاب سے اعراض کیا اور منہ پھیرا پھر وہ اس کو سُنتے ہی نہیں۔ یعنی اس کتاب کا سُننا بھی گوارا نہیں کرتے اور سُننے سے اعراض کرتے ہیں پھر اسی پر اکتفا نہیں بلکہ بطور عناد اور سرکشی کے ہرزہ سرائی کرتے ہیں (۴) اور ان دین حق کے منکروں نے یوں کہا کہ جس بات کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے اس بات کے سمجھنے سے ہمارے دل اور قلوب پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ثقل اور بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک خاص مانع یعنی پردہ حائل ہے سو تو اپنا کام کئے جا اور ہم اپنا کام کر رہے ہیں :: یعنی آپ جو ہم کو دعوت دیتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں اس سے ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ کانوں میں ثقل یعنی ڈٹیاں اڑی ہوئی ہیں۔ اور آپ کے اور ہمارے درمیان پردہ حائل ہے۔ یہ تمام موانع ہیں۔ اب تیرا جو کام ہے وہ کرتا رہ اور ہمارا جو کام ہے وہ ہم کر رہے ہیں۔ کفار کی یہ باتیں بطور استہزا اور بطور تمسخر تھیں اور عناد کی راہ سے کہتے تھے بنی اسرائیل میں حضرت حق تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ ہم نے ان کے اور آپ کے مابین پردہ حائل کر دیا ہے اور ان کے کانوں میں ثقل ہے تو وہ ان کے اسی عناد اور بیہودہ گوئی کی سزا کے طور پر فرمایا ہے اور یہ ہم کئی دفعہ عرض کر چکے ہیں کہ جب شرارت پسندوں کی شرارتیں حد سے تجاوز کر جاتی ہیں تو حضرت حق تعالیٰ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے یعنی جب مریض بد پرہیزی سے باز نہیں آتا تو مرض لاعلاج ہو جاتا ہے۔ اہل علم نے یوں جواب دیا ہے کہ کفار کے اس قول کا منشا یہ تھا کہ ہم میں قبول استعداد کا فقدان ہے اور یہ فقدان بھی مطلقاً ہے۔ یعنی استعداد قبول مفقود ہے اس لئے ان کا یہ قول کاذب ہے اور

(باقی صفحہ ۷۶۱ پر)

(بقیہ صفحہ ٦٠) حضرت حق تعالیٰ کے اثبات پردہ اور ثقل کا منشا یہ ہے کہ فقدان استعداد قریب من الفعل ہوتا ہے۔ بہرحال حٰم سجدہ کی آیت اور بنی اسرائیل کی آیت میں منافات نہیں ہے۔ چنانچہ دوسرے دن کچھ لوگوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور جب آپ نے دریافت کیا کہ تم تو کل یہ کہتے تھے اب آج اسلام قبول کر رہے ہو تو انھوں نے عرض کیا کہ وہ باتیں ہم مذاق میں کہہ رہے تھے (٥) اے پیغمبر آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ میں تو بس تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں تفسیر صفحہ ہذا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میری طرف یہ وحی بھیجی جاتی ہے اور مجھ کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ بس تمہارا حاکم اور تمہارا معبود حقیقی ایک ہی ہے سو تم اسی کی طرف سیدھے باندھے چلے جاؤ اور سیدھے رہو اور اسی کی طرف سیدھے متوجہ رہو اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی اور بخشش طلب کرتے رہو۔ اور ان مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں ادا کرتے یعنی کارِ خیر میں روپیہ خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں (٦) اور وہ آخرت کا انکار ہی کئے چلے جاتے ہیں (٧) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور وہ نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لئے ایسا اجر ہے

يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ فَٱسْتَقِيمُوٓا۟ إِلَيْهِ

ہاں یہ ضرور ہے کہ میری طرف یہ وحی بھیجی جاتی ہے کہ بس تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے سو تم اسی کی طرف سیدھے بندھے چلے جاؤ

وَٱسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ﴿٦﴾ ٱلَّذِينَ لَا

اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو اور ایسے مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو

يُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُم بِٱلْءَاخِرَةِ هُمْ كَٰفِرُونَ ﴿٧﴾

زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کا انکار ہی کئے جاتے ہیں

إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور وہ نیک عمل کرتے رہے تو اُن کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی منقطع

مَمْنُونٍ ﴿٨﴾ ۞ قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِٱلَّذِى خَلَقَ

ہونے والا نہیں۔ آپ ان سے پوچھئے کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں

ٱلْأَرْضَ فِى يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُۥٓ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ

زمین کو پیدا کر دیا اور کیا تم دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہو یہی

رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَٰسِىَ مِن فَوْقِهَا وَ

خدا تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ اور اسی نے زمین میں زمین کے اوپر پہاڑ قائم کر دئے اور

بَٰرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقْوَٰتَهَا فِىٓ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ

اسی نے اس زمین میں برکت رکھی اور زمین پر رہنے والوں کی غذائیں بھی اسی زمین میں مقرر کر دیں یہ سب کچھ کامل چار دن

سَوَآءً لِّلسَّآئِلِينَ ﴿١٠﴾ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ وَهِىَ

میں ہوا دریافت کرنیوالوں کیلئے یہ واضح بیان اور پورا جواب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کیجانب توجہ فرمائی اور اس وقت

دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ٱئْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا

ایک دھواں سا تھا سو اس سے اور زمین سے ارشاد فرمایا تم دونوں حاضر ہو جاؤ خوشی سے یا دباؤ سے

قَالَتَآ أَتَيْنَا طَآئِعِينَ ﴿١١﴾ فَقَضَىٰهُنَّ سَبْعَ سَمَٰوَاتٍ

انھوں نے عرض کیا ہم دونوں خوشی سے حاضر ہیں۔ دو دن میں ان کو سات آسمان بنا دیا

جو کبھی منقطع ہونیوالا نہیں :: زکوٰۃ کا جو ترجمہ ہم نے کیا ہے اس کے بعد ان شبہات کا ازالہ ہوجاتا ہے کہ کفار صرف ایمان کے مخاطب ہیں یا فرائض اور شرائع کے بھی مخاطب ہیں۔ یا یہ شبہ کہ زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے اور یہ سورت مکیہ ہے۔ یہاں زکوٰۃ سے کافروں کے صرف جبلی بخل کی مذمت مقصود ہے (٨) آپ ان سے کہئے کیا تم اُس خدا کی توحید کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین کو پیدا کر دیا تم دوسروں کو اُس کا ہمسر ٹھہراتے ہو یہی اللہ تعالیٰ تمام جہانوں اور تمام عالموں کا پروردگار ہے :: یعنی جس زمین پر تم آباد ہو اس کو باوجود وسعت کے صرف اتنے وقت میں پیدا کر دیا جو دو دن کی مقدار ہے اور بلا کسی کی شرکت کے پیدا کر دیا پھر بھی اس کی توحید کا انکار کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو یہ اللہ تعالیٰ جس کے وصف بیان کئے گئے ہیں یہی تو رب العالمین ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے (٩) اور اُس نے زمین میں اس زمین کے اوپر بھاری بھاری پہاڑ قائم کر دئے اور اسی نے اس زمین میں برکت رکھی اور زمین پر رہنے والوں کی غذائیں اور روزی بھی اسی زمین میں مقرر کر دیں یہ سب کچھ کامل چار دن میں ہوا دریافت کرنیوالوں کیلئے یہ واضح بیان اور پورا جواب ہے :: شاید یہود نے دریافت کیا تا کہ آپ کے جواب کو تورات سے ملا کر دیکھیں۔ اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو ہی دن کے وقت کی مقدار میں یہ کام کیا کہ زمین پر پہاڑوں کو جمایا اور بھاری بھاری پہاڑ رکھے۔ زمین میں برکت رکھی کہ برابر ہر چیز پیدا کرتی ہے اور ہر سہا برس سے زمین کی برکتوں سے مخلوق اسکی پیداوار سے مالا مال ہو رہی ہے۔ اسی کو فرمایا وقدر فیھا اقواتھا یعنی زمین کو روزیوں کا خزانہ بنایا جس مقام پر جس مذاق کی مخلوق بستی ہے وہاں اسی کے ذوق کے موافق رزق موجود ہے یہ سب کام یعنی زمین کا پیدا کرنا اور اس میں ہر قسم کی ضرورت کا رکھنا اور اس پر پہاڑ قائم کرنا اس کام کو چار دن میں کیا یعنی تدریجی طور سے اس کام میں چار دن کے برابر اور چار دن کی مقدار کے موافق وقت خرچ ہوا ورنہ یہ کام فوری بھی ہو سکتا تھا مگر مخلوق کی تعلیم کیلئے تاخیر سے کیا گیا۔ تا کہ کام کرنیوالے غور کریں اور کسی کام میں تعجیل کرنے کی بجائے سوچ سمجھ کر کام کیا کریں۔ ان دنوں سے مراد دنیوی دن ہیں یا آخرت کے دن اس میں مفسرین کے دونوں قول ہیں۔ بہرحال آخر میں فرمایا

کہ سوال کرنیوالوں اور پوچھنے والوں کیلئے یہ پورا جواب ہے (١٠) پھر آسمان کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی اور وہ اس وقت ایک دھواں سا تھا سو اس سے اور زمین سے ارشاد فرمایا تم دونوں حاضر ہو جاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے انھوں نے عرض کیا ہم دونوں خوشی سے حاضر ہیں اور آپ کا حکم بجالانے کو موجود ہیں :: یعنی آسمان کا مادہ جو زمین کے صورت سے پہلے تخلیق ہو چکا تھا اس کی جانب توجہ فرمائی تا کہ اسکو سات حصوں میں تقسیم فرمائیں اور آسمان کی تعداد سات مقرر فرمائی اُس وقت زمین و آسمان کو ارشاد ہوا کہ تم کو ہمارے احکام کی تعمیل تو کرنی ہی ہوگی تم میں جو ہم نے شعور رکھا ہے اس کی بنا پر حکم کیا جاتا ہے کہ ہمارے جو احکام تکوینیہ تم میں جاری ہوتے رہیں گے ان کی تعمیل خوشی سے کرو گے یا ناخوشی سے کرو گے انھوں نے اسی شعور کی بنا پر جواب دیا کہ ہم خوشی سے احکام کی تعمیل کیلئے حاضر ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان احکام سے وہ خدمت مُراد ہو جو آسمان و زمین کے میل سے ہم دیکھ رہے ہیں ایک طرف سے حرارت اور بارش کا ظہور ہے اور دوسری طرف سے نمو اور مختلف اقسام کے اُگانے اور پیدا کرنے کا ظہور ہے شاید اسی خدمت کی (باقی صفحہ ٦٢ پر)

فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ

اور ہر ایک آسمان میں اُس کے مناسب حال حکم بھیجدیا اور ہم نے آسمان دنیا کو

الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ

چراغوں یعنی ستاروں سے آراستہ کیا اور نیز اس آسمان دنیا کی حفاظت کی یہ خدا کا مقرر کردہ نظام ہے جو کمال قوت اور کمال

الْعَلِيْمِ ⑫ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً

علم کا مالک ہے۔ پھر اگر یہ کفار مکہ اس پر بھی روگردانی اختیار کریں تو آپ نے فرمادیجئے کہ میں تمکو اس سخت ہولناک عذاب سے ڈراتا ہوں

مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ⑬ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ

جیسا ہولناک عذاب عاد اور ثمود پر نازل ہوا تھا۔ جبکہ پیغمبران کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے

بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ

پیچھے سے آئے یعنی ہر جہت سے اُن کو سمجھایا کہ تم لوگ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی عبادت نہ کرو

قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

مگر انھوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے رب کو منظور ہوتا تو وہ فرشتوں کو نازل کرتا سو تم اپنے خیال میں جو چیز دیکر بھیجے گئے ہو ہم اسکے

كٰفِرُوْنَ ⑭ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ

ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ جو عاد تھے وہ دنیا میں ناحق کا تکبر کرنے لگے

الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

اور کہنے لگے وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہو کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس خدا نے

الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا

ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے قوت میں کہیں بڑھ کر ہے غرض وہ ہماری

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑮ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

نشانیوں کا انکار ہی کرتے رہے۔ پھر ہم نے ان پر ان دنوں میں جو ان کے حق میں منحوس تھے سخت

صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

تیز و تند ہوا بھیجی تاکہ ہم ان کو اسی دُنیوی زندگی میں رسوائی کے عذاب کا

(بقیہ صفحہ ٦١) انجام دہی کیلئے ارشاد ہوا جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے۔ آسمان و زمین کا جواب یہ ہے کہ جو ارشاد ہوگا اُس کیلئے ہم حاضر ہیں اب آگے آسمانوں کی ترتیب کا ذکر فرمایا (۱۱) پھر ان کو دو دن میں سات آسمان بنادیا اور ہر ایک آسمان میں اُس کے مناسب حال حکم بھیجدیا اور ہم نے آسمان دنیا اور دوسرے آسمانوں کو چراغوں سے رونق دی اور آراستہ کیا اور نیز اُس آسمان دنیا کی حفاظت کی یہ اس اللہ تعالیٰ کا تجویز کردہ نظام ہے جو کمال قوت اور کمال علم کا مالک ہے۔ تفسیر صفحہ ہذا۔ یعنی آسمان سات بنائے اُوپر تلے اور ہر آسمان کے فرشتوں کو اس آسمان کے موافق حکم دیدیا اور آسمان دُنیا کو چراغوں یعنی ستاروں سے رونق بخشی اور شیاطین کے جانے اور فرشتوں کی خبریں اُڑا لانے سے آسمان دنیا کی حفاظت کی یہ تجویز کردہ نظام اُس کی جانب سے ہے جو عزیز بھی ہے اور علیم بھی ہے (۱۲) پھر اگر یہ کفار مکہ اس پر بھی روگردانی کریں اور منہ پھیریں اور ٹلائیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسے کڑاکے سے اور ایسے عذاب سے اور ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسا کڑاکا عاد اور ثمود پر آچکا ہے۔ یعنی باوجود ان دلائل کے بھی اگر یہ توحید قبول نہ کریں تو کہدیجئے کہ میں تم کو ایک ایسے ہولناک عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا ہولناک عذاب عاد و ثمود پر نازل ہوا تھا (۱۳) جبکہ اُن کے پاس رسول ان کے منہ کے سامنے سے اور اُن کی پیٹھ کے پیچھے سے آئے اور ان کو سمجھایا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی عبادت نہ کرو مگر انھوں نے جواب دیا اگر ہمارے پروردگار کو رسولوں کا بھیجنا منظور ہوتا تو وہ فرشتوں کو اُتارتا اور چونکہ ایسا نہیں ہوا تو ہم اس چیز کے ماننے سے انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو۔ آگے سے اور پیچھے سے آنے کا یہ مطلب کہ بار بار سمجھایا کبھی سامنے سے آکر سمجھایا اور کبھی پیچھے سے غرض ہر طرح اور ہر جہت سے سمجھایا مگر وہ نہ مانے تو کیا کہا تو یہ کہا اگر ہمارا پروردگار چاہتا اور ہم کو تبلیغ کرنا اسکو منظور ہوتا تو وہ فرشتے نازل کرتا اور جبکہ ایسا نہیں اور فرشتے نہیں آئے تو ہم اس توحید سے انکار کرتے ہیں جو تم دیکر بھیجے گئے ہو یعنی تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم توحید کی دعوت دیکر بھیجے گئے ہیں (۱۴) پس وہ جو عاد تھے وہ دُنیا میں ناحق تکبر اور غرور کرنے لگے اور جب اُن کو ڈرایا گیا تو کہنے لگے وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے ان کو بنایا اور پیدا کیا ہے وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے غرض وہ ہماری نشانیوں کا انکار ہی کرتے رہے۔ یہ عاد و ثمود کے بعض حالات کی تفصیل ہے۔ کہ عاد کے لوگ بڑے قدآور اور بڑے مضبوط تھے انہوں نے تکبر اور غرور اختیار کر رکھا تھا اپنی طاقت اور زور کے آگے کسی کی سنتے ہی نہ تھے جب اُن کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرایا گیا تو انجان بن کر پوچھنے لگے وہ ہے کون جو ہم سے قوت اور زور میں زیادہ ہے تو ہم کو عذاب دے گا۔ حضرت حق تعالیٰ نے جواب دیا کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں اور انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے ان کو بنایا ہے وہ ان سے زور اور طاقت میں کہیں زیادہ ہے اور یہ لوگ ہماری آیتوں کے ساتھ انکار کرنے کے خوگر ہو چکے تھے اب آگے عذاب کی تفصیل ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں رسول آئے آگے سے اور پیچھے سے یعنی ہر طرف سے شاید رسول بہت آئے ہوں گے مشہور یہی ہے دو رسول ہیں حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ ۱۲ شاہ صاحبؒ اور فرماتے ہیں ان کے جسم بڑے بڑے ہوتے تھے بدن کی قوت پر غرور کیا غرور کا دم مارنا اللہ کے ہاں وبال لاتا ہے ۱۲ (۱۵) پھر ہم نے ان پر ان دنوں میں جو ان کے حق میں منحوس تھے سخت تند و تیز ہوا بھیجی تاکہ ہم ان کو اسی دُنیوی زندگی میں رسوائی کے عذاب کا مزا چکھادیں اور آخرت کا عذاب یقیناً بہت رسوا کرنے والا ہے اور آخرت کی مار میں تو پوری رسوائی ہے اور ان کو کہیں سے مدد بھی نہیں دی جائے گی۔ صرصر اُس ہوا کو کہتے ہیں جو نہایت تیز ہوا اور اس میں آواز بھی ہو یہ ہوا سات راتیں اور آٹھ دن چلتی رہی۔ جیسا کہ سورۃ الحاقۃ میں انشاء اللہ آجائے گا کہتے ہیں یہ ہوا شوال کے آخری ہفتہ سے شروع ہوئی اور بدھ کے دن تک چلتی رہی، ایام نحسات فرمایا اس لئے کہ یہ دن اُنکے نزدیک منحوس تھے یا اُس عذاب کی وجہ سے یہ دن اُن پر منحوس ہوئے نحس سعد کی ضد ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانے میں سعد یا نحس کی تفریق نہیں البتہ اعمال و افعال کی بنا پر نحس اور مبارک کہا جاتا ہے کہتے ہیں یہ دلو کا مہینہ تھا۔ ہوا

پچھوا تھی اور ٹھنڈی بھی۔ یا پروا تھی جیسا کہ بعض نے کہا بہرحال آندھی تیز تھی کہ ان لوگوں کو اُٹھا اٹھا کر پھینکتی رہی اور پٹخنیں دیتی رہی یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اور چونکہ لمبے تڑنگے تھے اس لئے اُنکو کھجور کے کھوکھلے تنوں کے ساتھ قرآن نے تشبیہ دی۔ کانھم اعجاز نخل خاویۃ دنیا کی رسوائی اور ذلت کے عذاب کا مزا چکھا اور قیامت کے دن کا عذاب یقیناً دنیا کے عذاب سے زیادہ رسوا کن ہے اور شاید یہ خیال ہو کر ہمارے معبودان باطلہ اُس دن ہماری مدد کریں گے تو وھم لا ینصرون کہہ کر اُس کی بھی نفی فرما دی اب آگے ثمود کا ذکر فرماتے ہیں (۱۶) اور بہرحال وہ جو ثمود تھے ہم نے اُن کو سیدھی راہ بتا دی تھی مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھے رہنے کو پسند کیا لہٰذا اُن کو اُن کی اُس کمائی کے بدلے میں جو وہ کمایا کرتے تھے ایک سخت ذلیل کُن عذاب کے کڑاکے نے آپکڑا ؛ یعنی پیغمبر کو بھیجکر ثمود کو ہدایت کی راہ بتائی مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں گمراہی کے اندھے پن کو پسند کیا اور گمراہ ہی رہے آخرکار اُنکو بھی ذلت و خواری کے عذاب کے ایک کڑاکے نے آپکڑا اور سب ذلت کی موت ہلاک کر دیئے گئے۔ کہتے ہیں ثمود ایک فرشتے کی ہولناک چیخ سے ہلاک کئے گئے (۱۷) اور جو لوگ ایمان لائے اور بچ کر چلے یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری کے پابند رہے اُن کو ہم نے بچا لیا ؛ یعنی اہلِ ایمان اور تقویٰ شعار حضرات اس عذاب ہون سے محفوظ رہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ عاد کا غرور توڑنے کو کمزور مخلوق سے اُن کو تباہ کروایا دلو کے مہینے میں آخر کے آٹھ دن تھے جن میں وہ باؤ چلی ۱۲ اور ثمود کے لئے فرماتے ہیں زلزلہ آیا ساتھ ایک آواز تند کے اس آواز سے جگر پھٹ گئے ۱۲ (۱۸) اور وہ دن قابلِ ذکر ہے جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو اکٹھا کرنے کیلئے روکا جائیگا ؛ یعنی پچھلے آنیوالے پہلوں سے آملیں جیسا کہ سورۂ نمل میں ہم حضرت سلیمانؑ کے لشکروں کے بارے میں کہہ آئے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا دوزخ کے پاس لاکر اس میں دھکیلے جائیں گے اور بعض نے کہا ہنکائے جائیں گے (۱۹) یہاں تک کہ جب وہ سب جمع ہو کر دوزخ کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان اور اُن کی آنکھیں اور ان کی جلدیں اور کھالیں ان کے خلاف اُن اعمال کی گواہی دینگی جو وہ کیا کرتے تھے ؛ یعنی تمام اعضا اور انسان کی کھال بھی اس کے خلاف شہادت دیگی جب کافر یہ حالت دیکھیں گے تو گھبرا کر اپنے اعضا کو بُرا بھلا کہیں گے (۲۰) اور اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے کیوں ہمارے خلاف گواہی دی وہ جواب دیں گے جو اللہ تعالیٰ ہر بولنے والی چیز کو گویائی عطا کرتا ہے اُسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا اور اسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہاری بازگشت ہوئی اور تم لوٹائے گئے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کافر کے اعمال جب فرشتے لا دیں گے لکھے ہوئے وہ منکر ہوں گے کہ یہ ہمارے دشمن ہیں دشمنی سے ہم پر جھوٹ لکھ دیا اب آسمان و زمین سے گواہی دلوا دیگا کہے گا یہ بھی دشمن ہیں یا رب تیرے ہاں ظلم نہیں کوئی

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ

مزہ چکھا دیں اور یقین رکھو کہ آخرت کا عذاب باعتبار ذلت و رسوائی کے کہیں زیادہ ہے اور اُن کی

لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا

کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کو سیدھی راہ بتا دی تھی مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلہ میں

الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

اندھے رہنے یعنی گمراہ رہنے کو پسند کیا لہٰذا ان کو ان کی اس کمائی کے باعث جو وہ کمایا کرتے تھے ایک ایسے عذاب کے کڑاکے نے

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

آپکڑا جو عذاب نہایت ذلیل کرنے والا تھا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار رہے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى

اُن کو ہم نے اس عذاب سے بچا لیا۔ اور وہ دن قابلِ ذکر ہے جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کر کے

النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ

لائے جائیں گے پھر وہ اکٹھا کرنے کی غرض سے روکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ سب اس دوزخ کے قریب

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا

پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں اُن لوگوں کے برخلاف ان اعمال کی گواہی دینگے جو یہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوْٓا

لوگ کرتے رہے تھے۔ اور وہ لوگ اپنے اعضا سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی وہ اعضا جواب دینگے

اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ

کہ جو خدا ہر بولنے والی چیز کو گویائی عطا کرتا ہے اُسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا اور اُسی نے تم کو پہلی مرتبہ

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ

پیدا کیا تھا اور تم اُسی کی طرف واپس لائے گئے ہو۔ اور تم اپنی بداعمالیوں کو کچھ اس خوف سے

اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَ

نہیں چھپایا کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے اور دوسرے اعضا تمہارے خلاف

ہمارا دوست گواہی دے تو سند ہے تب ان کے ہاتھ پاؤں بولیں گے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ جب سب حساب کے موقف میں جمع ہو جائیں گے اور جہنم قریب ہوگی اُس وقت حساب ہوگا تو حساب کے وقت اعضا گواہی دیں گے کیونکہ اور گواہوں کی تکذیب کرے گا اور دشمنی بیان کرے گا مگر اعضا کی گواہی پر چُپ ہو جائیگا اپنے اعضا پر خفا ہوگا وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس اللہ تعالیٰ نے گویا کر دیا جو ہر بولنے والی چیز کو طاقت گویائی عطا فرماتا ہے جب اُس نے پوچھا تو ہماری کیا مجال تھی کہ ہم نہ بولتے۔ آگے کا کلام اگر اعضا کا ہے تو مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا قادر مطلق ہے جس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا پھر تم اسی کے پاس لوٹائے گئے۔ تو جو بے جان کو جان عطا کر دیتا ہے اُسکے نزدیک یہ کیا مشکل ہے کہ وہ بے زبان کو زبان عطا فرمائے اور اگر وھو خلقکم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ آگے کی تمہید ہے (۲۱) اور تم اپنی بداعمالیوں اور فواحش کو کچھ اس خوف سے نہیں چھپایا کرتے تھے کہ تم پر تمہارے کان گواہی دیں گے نہ اس ڈر سے کہ تمہاری آنکھیں تم پر گواہی دیں گی اور نہ اس خوف سے کہ تمہارے چمڑے تم پر گواہی دیں گے ولیکن تم یہ

لَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا

گواہی دیں گے بلکہ تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی جو تم کیا کرتے ہو

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ

خدا کو خبر ہی نہیں ہوتی۔ اور تمہارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ قائم کر رکھا تھا

اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا

تم کو تباہ و برباد کیا لہٰذا تم سخت خسارے میں پڑے رہ گئے۔ پھر اب اگر یہ لوگ صبر کریں

فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ

تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہی ہے اور اگر وہ کوئی عذر کرنا چاہیں تو بھی ان کا کوئی عذر

الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ

مقبول نہیں ہوگا۔ اور ہم نے ان کافروں کیلئے کچھ ایسے ہمنشین مقرر کردئے تھے جنھوں نے ان کی نگاہ میں

مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

دنیا اور آخرت کے حالات کو خوش نما اور امید افزا بنا رکھا تھا اور آج ان کافروں کے حق میں بھی ان امتوں

فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ

کیساتھ اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہو کر رہی جو امتیں جنات و انسان کی ان سے پہلے ہو گزری ہیں

اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا

کیونکہ وہ سب زیاں کار تھے۔ اور یہ کفار آپس میں ایک دوسرے سے یوں کہتے ہیں کہ اس قرآن کو

لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

سنا ہی نہ کرو اور اس کے پڑھنے کے وقت بیچ میں غل مچایا کرو امید ہے کہ اس طرح تم غالب آجاؤ گے۔

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ

سو ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور

لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ

یقیناً ان کو ان بدترین اعمال کا بدلا دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے

ع ۳/۱۷

خیال کرتے تھے کہ تم جو کچھ کرتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہی نہیں ہوتی: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی غیر سے چھپ کر گناہ کرتے تھے یہ خبر نہ تھی کہ ہاتھ پاؤں بتادیں گے اس کی خبر بھی ؎ خلاصہ یہ کہ بعض منکروں کا یہ خیال تھا کہ جو بات پکار کر کہو یا جو بات علانیہ کرو وہ تو خدا کو معلوم ہو جاتی ہے اور جو خفیہ کر دیا چپکے سے کہہ خدا کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے دو قریشی اور ایک ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قریشی کی ایسی ہی باتیں سنی تھیں آپ کعبہ کے پردے میں چھپے ہوئے تھے آپ نے حضورؐ سے عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حدیث میں آتا ہے قیامت میں جب منکر جانے ہوں گے تو مونہوں پر مہریں لگی ہوں گی۔ اعضا میں سب سے پہلے انسان کی ران بولے گی۔ غرض تم جو کچھ چھپ چھپا کر کرتے ہو وہ اس ڈر سے نہیں کرتے تھے کہ اعضا تم پر شہادت دیں گے اس کا تو تم کو یقین ہی نہ تھا تم تو قیامت ہی کے منکر تھے وہ چھپا کر اس لئے کرتے تھے کہ تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جو کام چھپا کر کیا جائے اسکو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا آگے اس کا جواب فرمایا (۲۲) اور تمہارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے پروردگار کے ساتھ قائم کر رکھا تھا تم کو تباہ و برباد کیا لہٰذا تم سخت خسارے میں پڑ گئے یعنی اپنی بدگمانیوں کی بدولت اس دھاڑے کو پہنچے اور ابدی نقصان میں اور خسارے میں پڑ گئے (۲۳) پھر اگر اب یہ لوگ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور اگر وہ کوئی عذر کریں اور خدا کو راضی کرنا چاہیں تو بھی ان کا کوئی عذر مقبول نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل نہ ہوگی: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں دنیا میں بھی بلا صبر سے آسان ہوتی ہے۔ وہاں صبر کریں یا نہ کریں دوزخ لکھ ہو چکا اور بعضی بلا ٹلتی ہے منت کرنے سے وہاں بہتیرا چاہیں کہ منت کریں کوئی قبول نہیں کرتا ؎ خلاصہ یہ کہ صبر کرنا یا نہ کرنا نہ تو آگ سے بچا سکتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کو منت اور سماجت سے منانے اور راضی کرنے کی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے (۲۴) اور ہم نے ان کفار کیلئے کچھ ایسے ہمنشین مقرر کر دیئے تھے جنھوں نے ان کی نگاہ میں ان کے پہلے اور پچھلے اعمال کو یا دنیا اور آخرت کو خوش نما اور امید افزا بنا رکھا تھا اور آج ان کافروں کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ کا وہ کلمۃ العذاب پورا ہو کر رہا جو ان امتوں کے حق میں ہوا تھا جو امتیں جنات اور انسانوں کی ان سے پہلے گزر چکی ہیں۔ کیونکہ وہ سب زیاں کار تھے: مطلب یہ ہے کہ جب انسان کا کفر و عناد اور سرکشی بڑھ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و ہدایت کا اثر کم ہو جاتا ہے اور شیطان کا اثر بڑھ جاتا ہے اور شیطان اس پر قابو پالیتا ہے اور اس کو اس کے برے اعمال کی خوبیاں اور بھلائیاں دکھاتا ہے اور آخر برباد کر کے چھوڑتا ہے آٹھویں پارے ولو اننا میں تفصیل گزر چکی ہے۔ یہی معنی ہیں شیطان مقرر کر دینے کے حضرت حق تعالیٰ کی توجہات خصوصی کے ہٹ جانے اور دست کش ہو جانے کا نام ہے۔ شیطانی اثر کا غلبہ۔ ابتدائی پانچویں پارے میں فرمایا نولہ ما تولی یعنی جس طرف اور جس راہ جاتا ہے اسے جانے دیتے ہیں۔ بہرحال وہ شیطان دوست اور ہم نشین و ہم جلیس ہو جاتا ہے پہلے اعمال جو وہ کر چکا اور آئندہ جن کا ارادہ رکھتا ہو ان سب کو آراستہ اور خوش منظر کر کے دکھاتا ہے اور انسان انہیں مبتلا ہوتا چلا جاتا ہے ما بین ایدیھم وما خلفھم کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ دنیا کی رغبت اور آخرت کی نفرت کو اچھا اور خوش نما کر کے دکھاتا ہے۔ اسی حالت میں یہ کفار مکہ مبتلا ہیں اور جب یہ موجودہ کفار کفر کے خوگر ہو جاتے ہیں تو پھر ان کیساتھ بھی وہی برتاؤ ہوتا ہے جو ان امتوں کیساتھ ہوا جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں خواہ وہ جنات کی ہوں یا انسانوں کی ہوں۔ اور قول وہی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ یعنی وہ بات پوری ہوئی کہ سابقہ امم کافرہ کو اور موجودہ کافروں کو جہنم میں جھونک دیا جائے کیونکہ وہ اور یہ سب ہی زیاں کار اور نقصان اٹھانیوالے تھے آگے کفار کے اور اقوال شنیعہ مذکور ہیں (۲۵) اور یہ دین حق کے منکر آپس میں یوں کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور اس کے پڑھتے وقت بیچ میں غل مچایا کرو شاید تم غالب ہو جاؤ: یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے اور یہ تم کو قرآن سنانے لگیں تو خوب غل و شور کرو اور سنو نہیں شاید تم غلبہ پا جاؤ اور اس قرآن کا لوگوں پر اثر نہ ہو آگے تہدید اور تنبیہ فرمائی (۲۶) پس ہم ان منکروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور برائی کرانے

(باقی صفحہ ۷۶۵ پر)

(باقی صفحہ ۷۶۴) بُرے اور بدترین کاموں کی سزا اور بدلا دیں گے جو یہ کیا کرتے تھے ؛ یعنی اس قسم کا شور و شغب کرنیوالوں اور یہ مشورہ کرنیوالوں کو سخت سزا کا مزہ چکھایا جائے اور یہ جو بُرے بُرے عمل کرتے رہتے ہیں ان کی ہم جزا دیں گے (۲۷) اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی سزا یہی آگ ہے۔ **تفسیر صفحہ ہذا** ۔ اور یہ ہے جزاء دشمنانِ خدا کی کہ آگ ہے۔ ان کو اسی آگ میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اُن کا گھر اسی آگ میں ہے سدا کو یہ بدلا ان کو اس بنا پر دیا کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے (۲۸) اور یہ دین حق کے منکر یوں کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو جنات میں سے اور انسانوں میں سے جن جن لوگوں نے بہکایا اور گمراہ کیا تھا ان دونوں گروہوں کو ذرا ہم کو دکھا دے کہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں اور نیچے رہنے والوں میں سے ہو جائیں ؛ یعنی قیامت کے دن عذاب کو دیکھ کر اور جہنم میں مبتلائے عذاب ہو کر یہ کفار گمراہ کرنیوالوں سے انتقام لینے کی آرزو کریں گے اور ان پر غصہ اُتارنا چاہیں گے کہ جن لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا اور بہکایا خواہ وہ جن ہوں یا آدمی ہوں ان دونوں گروہوں کو ہمیں دکھلائے تاکہ ان کو پاؤں تلے ڈال کر ہم خوب مسلیں اور خوب روندیں اور وہ خوب ذلیل ہوں اور ان کو سافلین والوں میں کر دیں اور وہ اُن لوگوں میں سے ہو جائیں جو نیچے والے ہیں۔ اگرچہ وہ گمراہ کرنیوالے بھی جہنم ہی میں ہوں گے لیکن شاید نظر نہ پڑیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے۔ اور چونکہ بہکانیوالے اور گمراہ کرنیوالے یہی دو ہیں یا شیطان یا انسان نما شیطان وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن (۲۹) بلاشبہ جن لوگوں نے اس امر کا اقرار کیا اور یوں کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے تو ایسے لوگوں پر فرشتے اترتے ہیں کہ آیندہ آنیوالی چیزوں سے خوف نہ کرو اور پچھلی چیزوں کا کچھ غم کرو اور چھوڑی ہوئی چیزوں پر غمگین نہ ہو اور تم اس جنت کی بشارت پر خوش ہو جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا ؛ یعنی اوپر کی آیتوں میں دین حق کے منکروں کا ذکر تھا اور ان کے افعال شنیعہ کا بیان تھا اس آیت میں مسلمانوں کا ذکر ہے کہ جنھوں نے توحید کا اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے رہے تو ایسے لوگوں پر فرشتے اترتے ہیں یعنی مرتے وقت اور قبر میں اور قبروں سے دوبارا زندہ ہوتے وقت یہ تین وقت فرشتوں کے آنے کا ہے جو یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ جو چیزیں آئندہ تم کو پیش آنے والی ہیں ان کا بالکل خوف نہ کرو اور جو چیزیں دنیا میں چھوڑ کر آئے ہو مثلاً مال اور اولاد وغیرہ ان کا غم نہ کرو اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کے حصول پر خوش ہو یعنی وہ حاصل ہونے والی ہی ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے لوگوں سے دریافت کیا تم ثم استقموا کے کیا معنی سمجھے ہو انھوں نے عرض کیا توحید کا اعلان کرنے کے بعد کوئی گناہ نہ کرے آپ نے فرمایا تم نے دین کو ایک مشکل بات پر محمول کیا لوگوں نے کہا آپ اس کا مطلب بیان کیجئے۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا۔ توحید کا اقرار کرنیکے بعد پھر بت پرستی اور شرک کو اختیار نہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ توحید قبول کرنے کے بعد منافقت اختیار نہ کی (۳۰) دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق اور دوست تھے اور آخرت میں بھی ہم تمہارے رفیق اور دوست رہیں گے اور جنت میں تم کو ہر وہ چیز حاصل اور میسر ہوگی جس کیلئے تمہارے دل خواہش کریں اور وہاں تم جو طلب کروگے

ع ۴ / ۱۸

جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ

دشمنوں کا بدلا یہی آگ ہے اُن کا دائمی مقام اسی آگ میں ہوگا

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

یہ بدلا اُن کو اس بنا پر دیا جائیگا کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے ۔ اور وہ کفار کہیں گے

كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ

اے ہمارے پروردگار ہم کو جنات میں سے اور انسانوں میں سے جن جن لوگوں نے بہکایا تھا

الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا

ان دونوں گروہوں کو ذرا ہمیں دکھا دے کہ ہم ان کو اپنے پیروں تلے روند ڈالیں تاکہ

مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

وہ خوب ذلیل ہوں ۔ بلاشبہ جن لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا

پھر اس پر قائم رہے تو ایسے لوگوں پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ کسی بات سے

تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ

ڈرو اور نہ تم کسی طرح غمگین ہو اور تم اس جنت کے حصول پر خوش ہو جس کا

كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ

تم سے وعدہ کیا گیا تھا ۔ دُنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ

اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق رہیں گے اور جنت میں تمہارے لئے ہر وہ چیز موجود ہوگی جسکی تمہارا

اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ

دل خواہش کریگا اور تم وہاں طلب کروگے وہ تم کو ملیگا ۔ یہ سب کچھ اُسی کی طرف سے بطور مہمانی کے ہوگا

غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ

جو بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۔ اور بات کے اعتبار سے اُس شخص سے اچھا بات کا کون ہو سکتا ہے جو لوگوں کو

وہ تم کو ملیگا (۳۱) یہ سب کچھ اسی کی طرف سے بطور مہمانی کے ہوگا جو بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ؛ یعنی دنیا میں بھی نیک بندوں کو ان کی رفاقت میسر ہوتی ہے چنانچہ نیکیوں کا الہام اور رشد امداد حوادث میں صبر و سکینہ اور غیبی مدد ان ملائکہ ہی کا فیضان ہے۔ ان کی رفاقت اور ہمراہی اور بشارت یہ سب باتیں آخرت میں ہوں گی۔ اور جنت کی تعریف بیان کریں گے کہ تم کو وہاں جو چاہو گے وہ موجود ہوگا اور جو طلب کروگے وہ ملیگا یعنی جس طرح یہاں دنیا میں ہر چیز کا تصور بلا تکلف کر سکتے ہو لیکن موجود نہیں کر سکتے وہاں یہ طاقت بڑھا دی جائے گی جس چیز کا تصور کروگے وہ تصور کرتے ہی موجود ہو جائے گی اور یہ سب چیزیں بطور اکرام و اعزاز ہوں گی اور بانی کے طور پر ہوں گی۔ حدیث میں بھی آتا ہے۔ امنت باللّٰہ ثم استقم۔ یعنی میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہ شارحین حدیث نے اس کی شرح میں فرمایا کہ نیک اعمال کی پابندی کرے اور برائی سے بچے۔ یہی مطلب آیت کا ہے۔ شیخین سے جو تفسیر ہم نے نقل کی ہے یہ محض موجودہ حالات کی رعایت سے اختیار کر لی ہے ورنہ استقامت کیلئے نیک اعمال ضروری ہیں اور (باقی صفحہ ۷۶۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۶۵) احتراز لازم ہے۔ شیخین کی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ ایمان خالص ہو اور اس میں شرک و نفاق کی آمیزش نہ ہو یہ کم سے کم درجہ استقامت کا ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مستقیم ہے اللہ تعالیٰ کے امر پر اور اُس کی طاعت کرتا ہے اور اُس کی نافرمانی سے بچتا ہے (۳۳) اور قول کے اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کس کی بات اور کس کا قول ہو سکتا ہے تفسیر صفحہ ہٰذا۔ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے اور بلائے اور خود بھی نیک عمل کرتا ہے اور یوں کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں میں سے ہوں ؛ یعنی توحید کی دعوت دے عمل نیک یعنی خلوص کیساتھ کام کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پر فخر کرتا ہو اور اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہو ظاہر ہے کہ اس سے مراد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے جیسا کہ آگے آیت میں آپ ہی کو خطاب ہے اس میں دعوت الی اللہ کا ذکر ہے آگے تبلیغ میں جو تکلیف دہ حالات پیش آتے ہیں ان کا علاج ہے۔ فخر کرنے کا یہ مطلب کہ اسلام سے تکبر یا عار نہ کرتا ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کو اس میں شک نہیں کہ یہ آیت موذنوں یعنی اذان دینے والوں کے بارے میں اتری ہے اور ہر اُس شخص کے بارے میں ہے جو دین اسلام کا معتقد اور موحد ہو۔ اچھے کام کرنیوالا ہو اللہ کی طرف بُلانیوالا ہو۔ عکرمہ کا قول ہے کہ بلانیوالا موذن ہے۔ ابو امامہ باہلی کا قول ہے کہ مراد اچھے عمل کرنے سے اذان اور تکبیر کے مابین نماز پڑھنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز اور تکبیر کے مابین جو دعا کی جائے وہ رد نہیں کی جاتی اور یہ بھی فرمایا اگر لوگ اذان کا ثواب جان لیتے تو آپس میں اذان دینے کے متعلق جھگڑا کیا کرتے (۳۴) اور اے پیغمبر نیکی اور بدی برابر نہیں ہوا کرتی آپ برائی کو ایسے برتاؤ سے دفع کیجئے جو بہت اچھا ہو اور برائی کو اس خصلت کیساتھ دفع کیجئے جو بہت بہتر اور اچھی ہو بس اس بہترین برتاؤ کا یہ اثر ہوگا کہ جس شخص کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ یکایک ایسا ہو جائیگا کہ کوئی ہمدردی کرنیوالا دوست ہے ؛ یعنی برائی اور بدی کی مکافات اور بدلہ برائی اور بدی سے ہوگا تو مخالفت اور دشمنی زیادہ ہوگی اور اگر برائی کا بدلا بھلائی سے ہوگا تو دشمن بھی دوست بن جائیگا گو دل سے دوست نہ ہو مگر برتاؤ میں ڈھیلا ہو جائیگا بشرطیکہ اُس کے مزاج میں کچھ صلاحیت اور سلامت روی ہو۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں برابر نہیں نیکی برائی کے یعنی برائی نیکی کے کوئی سخت کلام کرے یا برا معاملہ کرے تو اُس کے مقابل کو جو اُس سے بہتر ہو کرنے سے دشمن ہو جاتے جیسے دوست اگرچہ دل میں نہ ہوں ۱۲ (۳۵) اور یہ بات سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے صبر کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے کسی اور کو میسر نہیں ہوتی اور نہ یہ بات سوائے اُس کے کسی کو ملتی اور میسر ہوتی ہے جو بڑے نصیبے والا ہو ؛ یعنی یہ بات ہر ایک کے بس کی نہیں اور نہ یہ خصلت ہر ایک کو ملتی ہے مگر ہاں جو لوگ نصیبے والے ہیں اور جنھوں نے صبر و سہار کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے اُن کو اس خصلت سے سرفراز کیا جاتا ہے اور انہیں کو یہ خصلت تلقین کی جاتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں ورنہ اس صفت سے ہر شخص متصف نہیں ہوا کرتا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی حوصلہ کشادہ چاہئے کہ بری بات ہار کر بھلی کہے یہ اقبال مندوں کو ملتا ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ یہ مرتبہ صرف صبر کرنیوالے اور نصیبے والے کا حصہ ہے جو مزاج کا بہت مستقل اور ثواب کے اعتبار سے بڑا نصیبے والا ہو (۳۶) اور اگر شیطانی وسوسہ کسی وقت آپ کو اُبھارے اور اگر کبھی شیطان کا کچوکا آپ کو کوکے تو آپ پناہ پکڑئیے اللہ کی اور اللہ سے پناہ طلب کیا کیجئے بلاشبہ وہی سننے

اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

خدا کی طرف بلائے اور خود بھی نیک کام کرتا ہے اور یوں کہے کہ میں خدا کے فرماں برداروں میں سے ہوں

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ

اور اے پیغمبر نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی آپ برائی کو ایسے برتاؤ سے دفع کیا کیجئے

بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ

جو بہت اچھا ہو چنانچہ اس بہترین برتاؤ کا اثر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور آپ میں

عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا

دشمنی تھی وہ یکایک ایسا ہو جائیگا کہ گویا کوئی ہمدردی کرنے والا دوست ہے۔ اور یہ بات صبر کرنیوالوں کے

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ

سوائے کسی اور کو میسر نہیں ہوتی اور نہ اُس شخص کے سوا کسی اور کو میسر ہوتی ہے جو بڑے

عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ

نصیبے والا ہو۔ اور اگر شیطانی وسوسہ کسی وقت آپ کو ابھارے

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ

تو آپ خدا تعالیٰ سے پناہ طلب کر لیا کیجئے بلاشبہ وہی ہے سننے والا جاننے والا۔ اور منجملہ خدا کی

اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا

نشانیوں کے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی اُسی کی نشانیاں ہیں تو تم لوگ نہ سورج کو

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ

سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ صرف اُسی خدا کو سجدہ کرو جس نے ان نشانیوں کو پیدا کیا ہے

اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا

اگر تم کو فی الواقع خدا کی عبادت کرنی ہے۔ پھر اگر یہ لوگ سرتابی کریں

فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ

تو آپ ان کو نظر انداز کیجئے جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ اسکی رات اور دن پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ

جانے والا ہے ؛ نزغ کا لفظی ترجمہ کوکنا ہے مطلب یہ ہے کہ غصہ کا وسوسہ آئے اور غصہ پر اُبھارے تو آپ فوراً اللہ سے پناہ طلب کر لیا کیجئے کیونکہ وہی سب کی سننے والا جاننے والا ہے (۳۷) اور منجملہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانوں میں سے رات دن اور سورج اور چاند بھی اسی کی نشانیاں ہیں تو تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اس اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے ان نشانیوں کو پیدا کیا ہے اگر تم کو واقعی اُسی کی عبادت کرنی ہے ؛ یہاں سے پھر توحید کے دلائل اور رسالت و قرآن کی صداقت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا ذکر شروع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے بیشمار دلائل اور نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی اسی کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور جب یہ چیزیں آیات قدرت ہیں تو تم نہ سورج کو بندگی کرو اور نہ چاند کو بلکہ تم اگر واقعی اللہ تعالیٰ کے پجاری اور بندگی کرنیوالے ہو تو اسی اللہ تعالیٰ کی پوجا کیا کرو جس نے ان نشانیوں کو پیدا کیا ہے۔ بعض کواکب پرست ایسا کرتے تھے اور بعض مشرکوں کا آج کل بھی یہ شیوہ ہے کہ وہ خدا کا نام لیتے ہیں لیکن سورج اور چاند کو پوجتے ہیں قرآن نے (باقی صفحہ ۷۶۷ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۶۶) ایسے لوگوں کا رد فرمایا کہ یہ چیزیں معبود نہیں ہیں بلکہ معبودِ حقیقی کی نشانیاں ہیں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اُس معبودِ حقیقی کے علاوہ کوئی اور پرستش کے قابل نہیں ہے (۳۷) پھر اگر یہ لوگ تکبّر کا اظہار کریں اور غرور کریں تو آپ ان کی پروا نہ کیجئے کیونکہ وہ لوگ یعنی فرشتے جو آپ کے پروردگار کے پاس ہیں اور آپ کے پروردگار کے مقرب ہیں وہ رات دن اس اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں. اور عبادت کرتے ہوئے ذرا نہیں تھکتے ؛ مطلب یہ ہے کہ توحید کے اعتراف اور اقرار میں اور صرف وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے میں انہی کا فائدہ ہے لیکن اگر یہ اپنے ہی فائدے کو ترک کرتے ہیں تو یہ ان کی حماقت اور بے وقوفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو عبادت کی احتیاج ہے نہیں کیونکہ آپ کے پروردگار کے پاس ایک اور روحانی مخلوق بھی ہے جو رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے رہتے ہیں اور باوجود اس قدر محنت شاقہ کے تھکتے ہی نہیں تفسیر صفحہ ہذا تو پھر جس دربار میں بیشمار عبادت گزار موجود ہوں وہاں اگر یہ دینِ حق کے منکر اس عالی شان سرکار کی عبادت سے سرتابی کریں تو سوائے اس کے کہ ان منکروں ہی کا نقصان ہو اللہ تعالیٰ کو کیا نقصان ہو سکتا ہے۔

لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ

ذرا نہیں تھکتے۔ اور منجملہ اُسکی قدرت کی نشانیوں کے ایک نشانی یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے کہ وہ دبی

خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ

اور مری پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہوتی اور

رَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ

ابھرنے لگتی ہے۔ بیشک جس خدا نے اس زمین کو زندہ کیا ہے وہی مُردوں کو بھی زندہ کرنیوالا ہے

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

کچھ شک نہیں کہ وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ بلا شبہ جو لوگ

يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ

ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ لوگ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں بھلا ایک شخص

يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ

جو آگ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن بے خوف و

الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

مامون ہو کر آئے۔ تم جو چاہو کیے جاؤ بے شک تم جو کچھ کر رہے ہو اس سب کو

بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا

خدا دیکھ رہا ہے۔ بیشک جن لوگوں نے قرآن کے ماننے سے جبکہ وہ قرآن انکے پاس آیا انکار کیا تو انھوں نے

جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ

سخت کوتاہی کی حالانکہ وہ قرآن ایک بڑی باوقعت کتاب ہے۔ جس میں باطل کو مطلق

الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ

رسائی نہیں کوئی غلط بات نہ اُس کے آگے سے آ سکتی ہے نہ پیچھے سے۔ وہ ایک بڑی حکمت والے کی طرف سے نازل کی گئی ہے

تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ

جو کمال حکمت کا مالک اور ہر قسم کی حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ اے پیغمبر آپ کی شان میں بھی وہی باتیں کہی جا رہی ہیں

= حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی یہ کیا چیزیں اور ان کا غرور کیا چیز ہے ۱۲ (۳۸) اور منجملہ اس کے نشانہائے قدرت اور دلائلِ توحید کے یہ بات بھی ہے کہ اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ وہ دبی پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہوتی اور اُبھرنے لگتی ہے بیشک جس اللہ تعالیٰ نے اس دبی ہوئی زمین کو زندہ کیا وہی مُردوں کو بھی زندہ کرنیوالا ہے اور بلا شبہ وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر اور قدرت رکھنے والا ہے ؛ یعنی گرمی کے موسم میں جب زمین خشک ہو جاتی ہے اس کو فرمایا کہ دبی پڑی ہوتی ہے اور ایسی ہوتی ہے جیسے مُردہ کہ اس میں نمو ہی نہیں اور کسی چیز کو اُگانے کی صلاحیت ہی نہیں لیکن جہاں بارش کا چھینٹا پڑا اور زمین میں ایک حرکت اور اُبھار پیدا ہوا۔ زمین کی فصل کٹ جانے کے بعد اس کی موت اور بارش سے اسمیں دوبارہ آثارِ حیات پیدا ہونا یہ ہر سال کا مشاہدہ ہے پھر جو خدا اتنی بڑی زمین کو خشک ہونے کے بعد از سر نو زندہ اور تر و تازہ کر دیتا ہے وہی خدا انسان کو بھی اس کے مرنے پیچھے زندہ کرنیوالا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی بہت بڑی دلیل ہے اور جس طرح توحید کی دلیل ہے اسی طرح اس زمین کا مرنا اور زندہ ہونا قیامت کے قائم ہونے اور مُردوں کے زندہ ہونے کی بھی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر قادر ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مُردوں کے زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے (۳۹) بلا شبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ لوگ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں اور ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ بھلا ایک شخص جو آگ میں ڈالا جائے وہ شخص اچھا اور بہتر ہے یا وہ اچھا ہے جو قیامت کے دن بے خوف و مامون ہو کر آئے تم جو چاہو کرتے رہو۔ بیشک تم جو کچھ کر رہے ہو اُس سب کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ توحیدِ الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار اور تکذیب کرتے ہیں اور ہماری آیات میں رکیک اور باطل تاویلات کرتے ہیں اور ہماری آیات میں تحریف کرتے ہیں ان کی یہ حرکات شنیعہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں یعنی ہم ان کی ان حرکات سے بخوبی واقف ہیں۔ آگے تمثیل بیان فرمائی کہ ایک وہ شخص جو آگ میں اوندھا کر کے پھینکا جائے اور جہنم میں ڈالا جائے اور ایک وہ شخص جو قیامت کے دن مطمئن اور بالامن اور مامون ہو کر آئے ان دونوں میں کون بہتر ہے مراد اس سے کافر اور مومن ہے۔ یا ابو جہل اور عمار بن یاسر ہیں یا ابو جہل اور حضرت سید الشہداء حمزہ ہیں۔ بہرحال بہت سے اقوال مذکور ہیں۔ ایسا ہی الحاد میں بہت سے اقوال ہیں۔ ہم نے تیسیر میں ان سب کو جمع کر دیا ہے۔ اس آیت میں منکرینِ توحید و رسالت کیلئے سخت وعید ہے اعملوا ما شئتم بھی بطور تہدید ہے۔ جواز و اباحت کیلئے نہیں۔ بعض حضرات نے اعلموا ما شئتم کا تعلق اہلِ بدر سے کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ جملہ خاص اہلِ بدر کیلئے ہے۔ لیکن راجح قول پہلا ہے۔ جیسا کہ انہ بما تعملون بصیر اس پر شاہد ہے کہ یہ تنبیہ اور تہدید ہے (۴۰) بلا شبہ وہ لوگ جنھوں نے قرآن کے ماننے سے انکار کیا جبکہ وہ قرآن اُن کے پاس پہنچا اور قرآن اُن کے پاس آیا تو ان لوگوں میں خود بڑی کمی اور کوتاہی ہے حالانکہ وہ قرآن ایک بڑی باوقعت اور گرامی قدر کتاب ہے (۴۱) جس میں باطل کو مطلق رسائی نہیں کوئی غیر واقعی بات اور غلط اور بیہودہ (باقی ۷۶۸ پر)

(بقیہ ۷۶۷) بات اور باطل بات نہ اس کے آگے سے آسکتی ہے نہ پیچھے سے آسکتی ہے وہ کتاب اسکی طرف سے نازل کی گئی ہے اور اُتاری گئی ہے جو کمال حکمت کا مالک اور ہر قسم کی حمد و ثنا کا مستحق ہے ۞ یعنی جن لوگوں نے قرآن آنیکے بعد جب کہ قرآن اُن کے پاس آیا انکار کر دیا اور اسکو نہ مانا تو ان لوگوں نے بڑی کوتاہی اور عدم تدبر کا ثبوت دیا اور اس کتاب کی عظمت کو نہ سمجھا حالانکہ یہ کتاب بڑی گرامی قدر اور باوقعت ہے اور ہر قسم کے ناجائز تصرف سے محفوظ ہے کیونکہ اس میں باطل اور لغویات کسی جانب سے بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ مجاہد نے باطل کی تفسیر میں شیطان کہا ہے۔ یعنی شیطان کو اس کتاب میں تصرف کا کوئی حق نہیں یا شیطان کا اثر کسی جانب سے بھی اس کتاب میں نفوذ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کتاب حکیم اور حمید کی جانب سے نازل کی گئی ہے اس لئے شیطان کی کیا مجال ہے کہ اس کتاب میں کوئی مداخلت کر سکے۔ حمید کے معنی ہیں سب خوبیاں سراہا۔ حضرت علیؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا آپ کی وفات کے بعد آپ کی اُمت فتنوں میں مبتلا ہوگی اور پھر فتنوں سے نکلنے کی تدبیر کیا ہوگی۔ آپ نے فرمایا اس اُمت کو فتنے سے اللہ تعالیٰ جو غالب ہے اُس کی کتاب نکالے گی جس کی صفت یہ ہے لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہیں اور قرآن کی طرف سے منکروں کے اعتراض کا جواب ارشاد فرماتے ہیں (۴۲) اے پیغمبر آپ کی شان میں نہیں کہی جاتیں مگر وہی باتیں تفسیر صفحہ ہذا ۞ جو آپ سے پہلے سب رسولوں کے لئے کہی جاتی رہی ہیں بلاشبہ آپ کا پروردگار صاحب مغفرت اور بخشنے والا ہے اور دردناک سزا دینے والا ہے ۞ یعنی جو تکلیف اور ایذا رسانی آپکے ساتھ یہ کفار کر رہے ہیں یہ سب وہی باتیں ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کیساتھ کی جا چکی ہیں۔ اگر دین حق کے منکر آپکو ستانے سے باز آ جائیں تو آپ کا پروردگار انکی خطائیں معاف فرمادے گا کیونکہ وہ بڑی مغفرت والا ہے اور اگر یہ باز نہ آئے تو ان کو سخت سزا دیجائے گی کیونکہ وہ مغفرت کیساتھ دردناک سزا بھی دینے والا ہے (۴۳) اور اگر ہم اس قرآن کو بجائے عربی زبان کے کسی اور یعنی عجمی زبان میں کر دیتے۔ تو یہ قرآن کے منکر یوں کہتے کہ اس کتاب کی آیتیں ہماری ہی زبان میں صاف صاف اور مفصل کیوں نہ بیان کی گئیں کیا کتاب عجمی اور پیغمبر عربی۔ آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُن کے لئے یہ قرآن نیک باتوں میں رہنما ہے اور بُرے روگ اور بُری بیماریوں سے شفا اور تندرستی ہے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے تو یہ قرآن ان کے کانوں میں ثقل اور بوجھ ہے اور اُنکی آنکھوں کے حق میں نابینائی اور تاریکی اور اندھا پن ہے۔ یہ لوگ ایسے ہیں جیسے بڑی دور کی جگہ سے پکارے جا رہے ہیں ۞ کافروں کے اُس اعتراض کا جواب ہے جو وہ بطور عناد قرآن پر کیا کرتے تھے اور وہ یہ کہ قرآن عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں کیوں نہ اُتارا گیا اگر تمام قرآن عجمی میں نہ ہوتا تو بعض حصہ عجمی میں ہوتا بعض عربی میں ہوتا۔ اس کا جواب فرمایا کہ اگر ہم قرآن کا کل یا جز عجمی زبان میں کرتے تو پھر دوسرے طریقے سے اعتراض کرتے اور یوں کہنے لگتے کہ عربی میں اس کتاب کی آیتیں صاف صاف کیوں نہ بنائی گئیں رسول کا دعویٰ کرنے والا تو عربی اور کتاب عجمی۔ آخر میں ارشاد ہوا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ قرآن اپنے میں خاص اثر رکھتا ہے جو لوگ اہل ایمان ہیں ان کو یہ کتاب نیک باتوں کیلئے رہنمائی کرتی ہے اور روحانی امراض اور قلب کی بیماریوں کے لئے شفا دینے والی ہے اور جو لوگ ایمان سے محروم ہیں اُن کے حق میں یہ کانوں کا بوجھ ہے یعنی کان کے ثقل کی وجہ سے کتاب کانوں سے نہیں گزرتی اور آنکھوں کے حق میں اندھاپا بن جاتی ہے کہ وہ اس کی خوبیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ لوگ ایسے ہیں جیسے کوئی بڑی دور جگہ سے پکارا جائے۔ کان بہرے ہوں آنکھیں اندھی ہوں۔ اور دُور سے پکارا جائے تو کس طرح دیکھ سکتا ہے اور سن سکتا ہے۔ منکروں کی حالت یہی ہے۔ عجمی وہ ہے جو فصیح کلام نہ کر سکتا ہو خواہ وہ عجم کا ہو یا عرب کا۔ خلاصہ یہ کہ ان کو کسی طرح اطمینان نہیں۔ عربی ہے تو کہتے ہیں عجمی کیوں نہیں عجمی ہوتا تو کہتے عربی کیوں نہیں ہوا (۴۴) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب عطا کی تھی پھر اس کتاب میں بھی اختلاف کیا گیا اور اگر آپکے پروردگار کی ایک بات پہلے سے مقدر نہیں ہو چکی ہوتی تو ان کے مابین اور ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور یہ کفار مکہ بھی اس قرآن کی طرف سے ایک تردد انگیز شک میں مبتلا ہیں ۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنا کر، ان کو بھی ہم نے توریت عطا کی تھی پھر اس کو بھی کسی نے مانا کسی نے نہ مانا یہی آپکے ساتھ ہو رہا ہے (باقی ضمیمہ)

مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ

جو ان سب رسولوں سے کہی جا چکی ہیں جو آپ سے پہلے تھے۔ بے شک آپ کا رب

لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ

بڑی مغفرت کرنے والا اور بڑی دردناک سزا دینے والا ہے۔ اور اگر ہم اس قرآن کو بجائے

قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ

عربی زبان کے عجمی زبان میں کرتے تو یہ کافر یوں کہتے کہ اسکی آیتیں ہماری ہی زبان میں مفصل کیوں نہیں بیان کی گئیں۔

ءَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا

یہ کیا بات ہے کہ کتاب عجمی اور پیغمبر عربی۔ آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں

هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے۔ اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے تو یہ

فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ

قرآن ان کے کانوں کے حق میں ثقل اور اُن کی آنکھوں کے حق میں نابینائی اور تاریکی ہے یہ لوگ ایسے ہیں

يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا

جیسے یہ کسی بڑی دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو بھی

مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

کتاب دی تھی پھر اس کتاب میں بھی اختلاف کیا گیا۔ اور اگر آپ کے رب کی ایک بات

سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ

پہلے سے مقدر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے مابین فیصلہ ہو چکا ہوتا اور یہ کفار مکہ بھی اسکی طرف سے

لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ

ایک تردد انگیز شک میں مبتلا ہیں۔ جو شخص نیک عمل کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کیلئے کرتا ہے

وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

اور جو بُرا کرتا ہے تو اس کی بُرائی کا وبال اسی پر پڑتا ہے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہے

ع ۵ / ۱۲ / ۱۹

بقیہ صفحہ ۶۷

اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے اور یقین کر لیا کرتے تھے سو اب یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو سب سے عالی شان اور سب سے بڑا ہے۔ یعنی واپسی کی کوئی شکل نہیں ہمیشہ کے لئے یہیں رہنا ہے۔ تمہاری حالت دنیا میں یہ تھی کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کا ذکر ہوتا تھا تو تم توحید الٰہی کا انکار کرتے تھے اور جب اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تھا تو تم یقین کر لیا کرتے۔ پس حکم اور فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سب سے بلند اور بڑا ہے اور اس کا یہی فیصلہ ہے کہ واپسی محال اور عذاب دائمی بھگتنا معین و مقرر۔ آگے اللہ تعالیٰ کی بعض قدرتیں مذکور ہیں جن سے اس کی توحید پر استدلال مقصود ہے (۱۲) وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق نازل کرتا ہے اور ان باتوں سے صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے اور ان پر صرف وہی غور اور سوچ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی خواہش اور ارادہ کرتا ہے یعنی مختلف نشانیاں دکھاتا ہے فی کل شئی لہ اٰیۃ ہر چیز میں اس کی کوئی نہ کوئی نشانی موجود ہے۔ آسمان سے رزق اتارنے کا مطلب یہ کہ آسمان سے بارش کرتا جس کی وجہ سے ہر قسم کی نعمت زمین سے نکلتی ہے۔ ان نشانیوں سے صرف وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کا ارادہ کرے توفیق میسر ہو جاتی ہے (۱۳) پس خالص اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کے اعتقاد سے اس کو پکارو اور اس کی عبادت کرو۔ اگرچہ منکر بُرا مانیں ۔ اگر یہ خطاب مسلمانوں کو ہے جیسا کہ ظاہر یہی ہے تب تو مطلب صاف ہے اور اگر خطاب کفار کو ہے تو مطلب یہ ہے کہ خالص اللہ کی بندگی کا اعتقاد رکھ کر اس کی عبادت کرو اور اسلام قبول کر لو خواہ تمہارے ساتھی کتنا ہی بُرا مانیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شئی قدیر ولا الٰہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون (۱۴) وہ مرتبوں کا بلند کرنے والا عرش کا مالک اور صاحب ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے بھید کی بات اور وحی نازل کرتا اور اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ وہ صاحب وحی لوگوں کو ملاقات کے اور اجتماع کے دن سے ڈرا دے (۱۵) وہ دن وہ ہے جس دن سب لوگ نکل کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ پر لوگوں کی کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی کہا جائے گا آج کس کی حکومت ہے۔ جواب دیا جائے گا صرف اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے جو یکتا و یگانہ اور سب پر غالب ہے × رفیع الدرجات میں دو قول ہیں ایک رافع الدرجات ایک مرتفع الدرجات۔ ہم نے دونوں قولوں کی رعایت سے ترجمے اور تیسیر میں فرق کر دیا ہے۔ خود بھی اس کی تمام صفات ہر اعتبار سے بلند ہیں اور بندوں میں سے بھی جس کے چاہتا ہے درجے بلند کرتا ہے اور مراتب علیا سے نوازتا اور اپنی وحی کا مہبط بناتا ہے اس کو نبی بنا کر اس پر اپنے بھید اتارتا اور حکم ڈالتا ہے۔ تاکہ وہ بندوں کو ملاقات کے دن یعنی قیامت سے ڈرا دے قیامت کو یوم التلاق فرمایا کیوں کہ اس دن آسمان و زمین کے رہنے والے ملیں گے۔ اولین و آخرین باہم ملیں گے خلق اور خالق ملیں گے یا ظالم و مظلوم ملیں گے۔ یا عابد و معبود ملیں گے یا آدمی اپنے اعمال کے ساتھ ملے گا۔ یا جسم ارواح کے ساتھ ملیں گے۔ سب اس دن قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ پر کسی کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی اس دن کو ایسا فرض کرو کہ وہ آج ہی ہے اور کہا جا رہا ہے لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار جیسا کہ سورۂ تطفیف میں فرمایا فالیوم الذین اٰمنوا شاید لمن الملک الیوم کئی مرتبہ کہا جائے گا جس وقت کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا تو خود ہی فرمائے گا للہ الواحد القہار یا کوئی پکارنے والا پکارے گا اور وہی جواب دے گا یا اہل جہنم کو جہنم میں بند کرنے کے بعد کوئی ندا دینے والا ندا دے گا۔ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

بقیہ صفحہ ۶۸

اگر مہلت اور میعاد کی بات آپ کے پروردگار کی طرف سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے مابین فیصلہ کر دیا جاتا یعنی فیصلہ قیامت کے دن ہوتا ہے اس لئے اس وقت فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ان کو ایک وقت مقررہ تک کے لئے ڈھیل دے دی گئی ہے اور یہ منکر ایک ایسے شک میں مبتلا ہیں جو ان کو چین نہیں دیتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بات وہی نکل چکی کہ فیصلہ ہے آخرت میں ۱۲ اور فرماتے ہیں یہ ان پر اندھا پا یعنی ان پر پوشیدہ ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ عذاب موعود کی طرف سے یا قرآن کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کی طرف سے شک میں مبتلا ہیں (۴۵) جو شخص نیک عمل کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لئے کرتا ہے اور جو بُرا کرتا ہے تو اس کی بُرائی کا وبال اسی پر پڑتا ہے اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ۔ یعنی بھلے کام کرنے والوں کو بھلائی کا نفع پہنچے گا اور برائی کرنے والوں کو بُرائی کا نقصان اور ضرر پہنچے گا۔ کیونکہ آپ کے پروردگار کے ہاں ظلم نہیں ہے۔ جیسا کوئی کرے گا ویسا بھرے گا۔ آگے قیامت کا ذکر فرمایا (۴۶)

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ

قیامت کے وقوع کا علم صرف خدا ہی کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے

مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا

نہیں نکلتا اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ مادہ کوئی بچہ جنتی ہے۔ الا یہ کہ یہ سب

بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ

کام اسکے علم سے ہوتے ہیں۔ اور جس دن خدا تعالیٰ ان مشرکوں کو پکار کر کہے گا وہ میرے شریک کہاں ہیں تو جواب دینگے ہم نے تو آپ سے عرض

مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۝ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ

کردیا کہ ہم میں سے کوئی بھی اس عقیدے کا مدعی اور مقر نہیں ہے۔ اور جن معبودوں کو قیامت سے پہلے یہ لوگ پکارا کرتے تھے وہ سب

مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝ لَا يَسْـَٔمُ

غائب ہوجائیں گے اور یہ مشرک اس امر کا یقین کرلیں گے کہ ان کیلئے فرار کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ انسان بھلائی کی دعا

الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاۗءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ

مانگنے سے کبھی تھکتا نہیں اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہونچ جاتی ہے تو نا امید ہوکر آس

قَنُوْطٌ ۝ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّاۗءَ

توڑ بیٹھتا ہے۔ اور اگر اس تکلیف کے بعد جو اس کو پہونچی تھی ہم اسے اپنی کسی مہربانی کی لذت اندوز

مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَاۗىِٕمَةً ۙ

کردیتے ہیں تو کہنے لگتا ہے یہ تو میرا حق تھا جو مجھے ملا اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت کبھی قائم ہوگی

وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ

اور اگر میں اپنے رب کیطرف لوٹایا بھی گیا تو بھی میرے لئے اس کے ہاں بہتری ہی

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ

سو ہم ان کافروں کو ان کے ان تمام اعمال کی جو یہ کرتے رہے ہیں پوری حقیقت سے آگاہ کردینگے اور ہم انکو

مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَي الْاِنْسَانِ

سخت ترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا کرتے ہیں

ربع ٥

٤٤ / ١

تفسیر صفحہ ہذا (٤٦) قیامت کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ مادہ کوئی بچہ جنتی ہے۔ الا یہ کہ یہ سب کام اس کی اطلاع اور اس کے علم سے ہوتے ہیں اور جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو پکار کر فرمائے گا وہ میرے شریک کہاں ہیں وہ مشرک جواب دیں گے ہم نے تو آپ کو جتادیا اور آپ سے عرض کردیا کہ ہم میں سے کوئی بھی اس عقیدے کا مدعی اور اقرار کرنے والا نہیں :: یعنی جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے وہ آج کہاں ہیں تو وہ کہیں گے ہم تو آپ کو بتاچکے اور آپ کو خبر دے چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں جو اس بات کی گواہی دے کہ آپ کا کوئی شریک ہے۔ ہم تو سب توحید کے قائل ہیں: یا یہ کہ ہم میں سے کوئی بھی شرک کا مدعی اور مقر نہیں۔ یا یہ کہ ہم میں سے کوئی بھی ان کا مشاہدہ اور دیکھنے والا نہیں جو ان کو بُلالائے (٤٧) اور جن معبودوں کو قیامت سے پہلے یہ لوگ پکارا کرتے تھے اور جن کی پوجا کیا کرتے تھے وہ سب ان کی نظروں سے غائب ہوجائیں گے اور یہ مشرک اس بات کو جان لیں گے کہ ان کے واسطے فرار کی اور بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے یعنی وہ سب شرکا ان کی نظروں سے غائب اور اوجھل اور گم ہوجائیں گے اور مشرک اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ اب کہیں خلاصی اور بھاگ نکلنے کی اور بچاؤ کی جگہ نہیں آگے منکروں کی اخلاقی کمزوری کا ذکر فرمایا (٤٨) انسان بھلائی مانگنے سے تھکتا نہیں اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہونچ جاتی ہے تو نا امید ہوکر آس کو توڑ بیٹھتا ہے :: یعنی دین حق کے منکر کی یہ حالت ہے کہ مال کی فراخی کے مانگنے سے اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا اور بھلائی مانگنے سے تھکتا ہی نہیں اور اگر اتفاقاً تنگدستی یا مرض وغیرہ کی کوئی تکلیف پہونچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوجاتا ہے اور آس توڑ دیتا ہے (٤٩) اور اگر ہم اُس تکلیف اور دکھ کے بعد جو اس کو پہنچا تھا اپنی کسی مہربانی کے مزے سے اس کو لذت اندوز کردیتے ہیں تو کہنے لگتا ہے یہ تو میرا حق تھا جو مجھے ملنا ہی چاہیے تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنی ہے اور قیامت کبھی قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو بھی میرے لیے اس کے ہاں خوبی اور بہتری ہے سو ہم ان کافروں کو ان کے ان تمام اعمال کی جو یہ کرتے رہتے ہیں پوری حقیقت سے آگاہ کردیں گے اور ہم ان کو سخت ترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے :: مطلب یہ ہے کہ اس قسم کا کفرانِ نعمت دین حق کے منکروں کی عادت میں داخل ہے مال کی محبت کا یہ عالم کہ کبھی سیر نہ ہوں عدم اعتماد کی یہ حالت کہ کوئی نقصان ہو تو مایوس اور ناامید۔ غلط فہمی اور بے وفائی کی یہ حالت کہ دکھ اور مصیبت کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کا مزہ چکھائے تو کہے یہ تو مجھے ملنا ہی تھا یعنی میرا حق تھا جو مجھ کو مل کر رہا۔ بداعتقادی اور اُس پر سے خوش فہمی کی کیفیت کہ قیامت کے قائم ہونے کا یقین نہیں اور اگر بالفرض مجھے اپنے رب کی طرف جانا بھی پڑا تو بھی میرے لئے وہاں مزے ہوں گے اور اچھی اور بہتر چیزیں مجھ کو وہاں ملتی رہیں گی۔ اس پر فرمایا کہ ہم اُن کے اعمال کی پوری حقیقت اُن پر آشکارا کردیں گے، وران کے بعد تمام اعمال اُن کے جتادیں گے اور ان کو سخت ترین سزا کا مزا چکھائیں گے اسی مضمون کی مزید وضاحت اور تتمہ کے طور پر فرماتے ہیں (٥٠) اور جب ہم انسان کو اپنے انعام سے نوازتے ہیں اور اپنی کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو مونہہ موڑتا اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اسی انسان کو کوئی بُرائی اور سختی پہنچتی ہے تو ہاتھ پھیلا پھیلا کر لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

یہاں تک منکر اور کافر کے افعال کا ذکر فرمایا۔ مال پر حرص۔ حُبِ دنیا میں انہماک۔ عیش میں خدا کو بھول جانا اترانا اینٹھنا مصیبت میں جزع اور فزع وغیرہ سختی میں صبر نہ نعمت میں شکر یہ منکرین کی جبلت ہے، اور مسلمان کی طبیعت اور عادت ان تمام باتوں سے بالاتر ہو (تفسیر صفحہ ہذا) (۵۱) اے پیغمبر آپ ان سے کہئے بھلا یہ تو بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہو اور پھر تم اس کا انکار کرو تو اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایک ایسی مخالفت میں مبتلا ہو جو مخالفت طریقہ حق سے بہت دور ہو۔ کافروں کی طبعی کمزوریوں کے بعد تنبیہ فرمائی کہ اگر یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہو جیسا کہ واقع میں ہے بھی پھر تم اس کا انکار کرو جیسا کہ اسکی مخالفت کرتے ہو اور نہیں مانتے تو تم ہی بتاؤ کہ کون تم سے زیادہ گمراہ ہوگا جو ایک صحیح چیز کی مخالفت میں طریقہ حق سے اس قدر دور ہو جائے۔ اور ایسی مخالفت میں پھنس جائے۔

أَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ

تو ہمارا حق ماننے سے منہ موڑتا اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے اور جب ہی انسان کو کوئی سختی پہنچتی ہے تو ہاتھ پھیلا پھیلا کر لمبی چوڑی

عَرِيضٍ ﴿٥١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ

دعائیں کرنے لگتا ہے۔ آپ ان سے کہیے بھلا یہ تو بتاؤ اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے آیا ہو اور پھر تم

كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾

اس کا انکار کرو تو اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایک ایسی مخالفت میں مبتلا ہو جو مخالفت طریقہ حق سے بہت دور ہے

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ

ہم عنقریب ان کافروں کو اطراف عالم میں اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ

يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ

ان کو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ یہ قرآن واقعی حق ہے کیا اے پیغمبر آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ

ہر چیز پر شاہد ہے آگاہ رہو کہ یہ لوگ اپنے رب کے روبرو

مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ ﴿٥٤﴾ ع

حاضر ہونے سے شک میں پڑے ہوئے ہیں یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے

سُورَةُ الشُّورَىٰ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَخَمْسُ رُكُوعَاتٍ

سورہ شوریٰ مکی ہے اور یہ ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع۔ اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حم ﴿١﴾ عسق ﴿٢﴾ كَذَٰلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ

حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ۔ جس طرح اے پیغمبر آپ پر یہ سورت نازل کی جا رہی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جو کمال

قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣﴾ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ

قوت و کمال حکمت کا مالک ہے آپ پر اور آپ سے پہلے اور رسولوں پر وحی بھیجتا رہا ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں

ایسے موقعہ پر تو نہایت احتیاط کی ضرورت ہے (۵۳) ہم عنقریب ان منکرین قرآن کو اطراف عالم میں اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں اور اپنی قدرت کے نمونے دکھائیں گے یہاں تک کہ یہ بات ان پر واضح اور آشکارا ہو جائے گی کہ یہ قرآن واقعی حق ہے کیا اے پیغمبر آپکے پروردگار کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے ۞ مطلب یہ ہے کہ عنقریب کچھ ایسی نشانیوں اور پیشین گوئیوں کا ظہور ہوگا جس سے عرب کا کونہ کونہ متاثر ہوگا اور اطراف عالم پر اس کا اثر پڑے گا اور خود ان کے متعلق بھی بعض ایسی پیشین گوئیوں کا ظہور ہوگا جن سے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ یہ دین اسلام یا یہ قرآن واقعی حق اور سچ ہے اور چونکہ ان پیشین گوئیوں کا ظہور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بھی نشان ہے اس لئے فرمایا کیا آپکے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر واقعی اور حقیقی بات کا گواہ اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ وکفی باللہ شہیدا۔ وہ نشان یہی کہ اطراف عالم میں اسلام کی اشاعت۔ یا گزشتہ اُمتوں کے برباد شدہ مکانات سورج اور چاند اور تارے وغیرہ اور نباتات اور اشجار اور خود ان میں امراض اور بلائیں یا فتح مکہ اور مکہ کے اطراف کا فتح ہو جانا بہرحال بعض حضرات مفسرین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے متعلق ضمیر کو راجع کیا ہے اور بعض حضرات نے قرآن کے متعلق کہا ہے اس لئے تفسیر میں تھوڑا سا فرق ہے ہم نے دونوں کو ملا دیا ہے۔ کیونکہ پیغمبر کی صداقت اور قرآن کی حقانیت دو چیزیں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ اور ہر چیز پر مطلع اور ہر چیز پر حاضر ہے۔ قرآن کی حقانیت اور پیغمبر کی صداقت پر اس کی گواہی کافی ہے۔ (۵۴) آگاہ رہو اور یاد رکھو کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے اور اس سے ملنے اور اس کی ملاقات سے شک میں پڑے ہوئے ہیں آگاہ رہو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے ۞ یعنی ان کو تو اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے کا یقین ہی نہیں ہے اور یہ شک میں مبتلا ہیں یہ یاد رکھو کہ اس نے یعنی اس کے علم اور اس کی قدرت نے سب کو گھیر میں لے رکھا ہے اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے اور وہ ان کو ان کے گناہوں پر سزا دے گا (۵۴) تمت سورة حم السجدة۔

ع ٦ / ١٠ / ١

سورۂ شوریٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے حٰمٓ (۱) عٓسٓقٓ (۲) جس طرح اے پیغمبر یہ سورت یا یہ کتاب آپ پر نازل کی گئی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جو کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے آپ پر اور اُن رسولوں پر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں وحی بھیجتا رہا ہے ۞ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں پر اپنے احکام بذریعہ وحی بھیجا کرتا ہے۔ جس طرح یہ سورت آپ پر نازل کی گئی ہے اسی طرح آپ پر اور آپ سے پہلے لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ جو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی ہے اپنی وحی بھیجتا رہا ہے۔ یعنی عزیز ہے اس لئے کوئی اسکو احکام بھیجنے سے روک نہیں سکتا اور چونکہ حکیم بھی ہے اس لئے اس کے نازل کردہ احکام میں اس کی مخلوق کے لئے بڑی حکمتیں پنہاں ہیں (۳) جو کچھ بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور وہی سب سے بلند اور برتر اور عظیم الشان ہے ۞ یعنی

سب زمین و آسمان میں اُسی کی بادشاہت اور تصرف ہو وہی سب سے بلند وبالا اور سب سے بزرگ ہے (۴) قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر کی جانب سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں اور ان لوگوں کیلئے جو زمین میں ہیں بخشش طلب کرتے ہیں خوب سُن لو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کا بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آسمان پھٹ پڑیں رب کی عظمت کے زور سے یا فرشتوں کی کثرت ذکر کی تاثیر سے اور پھٹ پڑیں حضرت نے فرمایا آسمان میں چار انگشت جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سر نہیں رکھ رہا سجدے میں ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ آسمان کا پھٹ پڑنا یا تو عظمت الٰہی کی وجہ سے ۔ یا کثرتِ ملائکہ اور ملائکہ کے ذکر کی تاثیر سے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ آسمان چرچر بولتا ہے اور اس کو لائق ہے کہ وہ چرچر بولے آسمان میں کہیں چار انگل بھی ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتے رکوع اور سجدے میں نہ ہوں ۔ یا آسمان اس وجہ سے پھٹ پڑے کہ رحمان کی طرف لوگ اولاد کی نسبت کرتے ہیں ۔ جیسا کہ سورۂ مریم میں مذکور ہوا بوجھ پڑنے سے عام طور سے نیچے کا حصہ پھٹتا ہے لیکن من فوقھن بطور مبالغہ فرمایا کہ نیچے سے تو کیا آسمان اوپر سے پھٹ پڑے ۔ بخشش مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو لمن فی الارض سے مومن مُراد ہوں جیسا کہ سورۂ مومن میں گذر چکا ہے اور اگر عام ہو تو پھر معافی طلب کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ عذاب استیصال سے بچنے کیلئے معافی طلب کرتے ہیں بہرحال کفار کے لئے معافی اگر مراد ہو تو ایک وقت خاص اور محدود وقت مراد ہوگا مرنے کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کافروں کیلئے ایمان کی توفیق کیلئے دعا کرتے ہوں ۔ آگے اعلان فرمایا کہ یاد رکھو گناہ معاف کرنیوالا اور رحم کرنیوالا وہی ہے کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا (۵) اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز اور رفیق بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اُن پر نگہبان ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے اور آپ اے پیغمبر اُن پر مختار کار نہیں ہیں اور آپ پر ان کا کوئی ذمہ نہیں ہے ۞ یعنی جو ایسا کر رہے ہیں ۔ ان کی دیکھ بھال ہم پر ہے اور ہم ہی ان کو وقت پر سزا دیں گے آپ سے ان کے جرائم کی کوئی باز پرس نہ ہوگی (۶) اور ہم نے اسی طرح ۱۲ ، قرآن عربی کو آپ پر نازل کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور یہ قرآن عربی زبان میں اس لئے آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ اہل مکہ کو اور مکہ کے چاروں طرف رہنے والوں کو خبردار کردیں اور اُس دن سے ڈرادیں جو سب کے جمع ہونیکا دن ہے اُس دن کے آنے میں ذرا شک نہیں ہے اس دن ایک فریق جنت میں داخل ہوگا اور ایک فریق جہنم میں داخل کیا جائے گا ۞ وکذلک کی تشبیہ کا دو طرح ترجمہ کیا گیا ہے ہم نے دونوں کو ترجمہ اور تیسیر میں ظاہر کر دیا ہے ۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہر پیغمبر کو اس کی قومی زبان میں وحی بھیجی گئی ہے اسی طرح آپ کو عربی زبان کا قرآن دیا گیا ہے یا یہ کہ جیسا کہ آپکو معلوم ہے ہم نے اس قرآنِ عربی کو آپکی طرف اسلئے نازل کیا ہے کہ آپ اُمّ القریٰ یعنی مکہ جو چھوٹے چھوٹے گاؤں اور قصبات کی اصل ہے اور بڑا شہر ہے اس کے بسنے والوں کو ڈرادیں اور خبردار کردیں اور اس کے چاروں طرف کے رہنے والوں کو ڈرادیں اور جمع ہونے کے دن سے یعنی قیامت سے ڈرادیں جس کے آنے اور واقع ہونے میں کوئی گنجائش شک کرنیکی نہیں کیونکہ دلائل عقلی اور نقلی سے قیامت کا وقوع ثابت ہو چکا ہے اس دن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس دن ایک فریق یعنی مومن جنت میں ہوں گے اور ایک فریق یعنی منکر جہنم میں داخل کئے جائیں گے ۔ ومن حولہا چونکہ مکہ دنیا کے وسط میں واقع ہے اس لئے ومن حولہا کا مطلب یہ ہے کہ تمام عالم کیلئے آپ ڈرانیوالے ہیں اور اگر ومن حولہا سے عموم مراد نہ لیا جائے بلکہ مکہ معظمہ کے آس پاس کی بستیاں مُراد لی جائیں تو پھر یہ مطلب ہوگا کہ ابتدا میں اوّل ان لوگوں کو ڈرایا جائے ۔ اوپر فرمایا تھا کہ ان پر وکیل اور مختار کار نہیں ہیں اب اسکو اور واضح فرماتے ہیں ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ گاؤں فرمایا مکے کو سارے عرب کا مجمع وہیں ہوتا ہے اور ساری دنیا میں گھر اللہ کا وہیں ۔ آس پاس اول عرب بعد اس کے ساری دنیا ۱۲ (۷) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا اور اس کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی فرقہ ایک ہی جماعت اور ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا لیکن وہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جو ظالم اور نافرمان ہیں اُن کا نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار ۞ یعنی یہ کفر و اسلام مشیت الٰہی پر موقوف ہے وہ چاہتا تو سب کو ایک طریقہ کا بنا کر ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن وہ جسکو چاہے اپنی رحمت اور ہدایت کے سایہ میں داخل فرما لیتا ہے

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٤﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ

اور زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور وہی سب سے برتر اور عظیم المرتبت ہے ۔ قریب ہے کہ آسمان

يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُونَ

اوپر کی جانب سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد و ثنا کیساتھ پاکی بیان

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ

کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں خوب سُن لو

أَلَا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا

کہ اللہ ہی گناہوں کا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔ اور جن لوگوں نے خدا کے سوا

مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللّٰهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا أَنْتَ

دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اُن کو دیکھ رہا ہے اور آپ ان پر

عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿٦﴾ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا

مختار کار نہیں ہیں اور جس طرح ہر پیغمبر پر اس کی قومی زبان میں ہم نے وحی بھیجی ہے اسی طرح آپ پر بھیجا قرآن عربی زبان میں

عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ

نازل کیا تاکہ آپ اہل مکہ کو اور مکہ کے چاروں طرف رہنے والوں کو خبردار کردیں اور اُس دن سے ڈرادیں جو سب کے جمع ہونیکا

الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي

دن ہے جس کے آنے میں ذرا شک نہیں ہے اس دن ایک فریق جنت میں داخل ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں

السَّعِيرِ ﴿٧﴾ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلٰكِنْ

داخل کیا جائیگا ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب لوگوں کو ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا

يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظّٰلِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ

اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جو نافرمان ہے اُن کا نہ کوئی

وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٨﴾ أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ فَاللّٰهُ

یار ہوگا نہ مددگار ۔ کیا ان مشرکوں نے خدا کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے تو اللہ

(باقی صفحہ ۱۷۷ پر)

(بقیہ ۱۷۷، صفحہ) اور جو لوگ کافر ہیں اور جن کا شیوہ ہی کفر ہے ان کا نہ کوئی ولی جو اُن کی شفاعت کرے اور نہ کوئی مددگار جو عذاب کو دفع کرے (۸) کیا ان مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا تھا اور اگر کسی کو کارساز بنا رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اور وہی کام بنانیوالا ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرنیوالا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے :: یعنی کارساز اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ مشرک دوسروں کو بناتے ہیں حالانکہ حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور وہی مستحق ہے کہ اس کو کارساز بنایا جائے تفسیر صفحہ ہذا۔ وہی مردوں کو زندہ کرنیوالا ہے یہ شاید اس لئے فرمایا کہ مُردوں کو زندگی عطا کرنا کسی کے قبضے میں نہیں اور خاصکر ایسے وقت جبکہ برائے نام کام آنے کا بھی سلسلہ منقطع ہوجائے ایک مُردوں کا زندہ کرنا کیا وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (۹) اور جو آپ سے اختلاف کرتے ہیں ان سے کہدیجئے کہ جس جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد اور اُسی کے حوالے ہے اور اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے اور اسی پر میں نے توکل اور

هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٩﴾ وَ

جو ہے وہی کارساز ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے

مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ

اور جو آپ سے اختلاف کرتے ہیں اُن سے کہدیجئے کہ جس جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو تو اسکا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد کر وہی اللہ میرا

رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَ

رب ہے میں نے اسی پر بھروسہ کر رکھا ہے اور میں ہر بات میں اسکی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہی آسمانوں کا اور زمین کا

الْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ

پیدا کرنیوالا ہے اُسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے اور اُسی نے چوپایوں کے

أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ

جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے وہ تمکو اُس میں پھیلاتا اور بڑھاتا ہے کوئی چیز اس جیسی نہیں اور وہی سب کی سننے والا

الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ

سب کو دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں سب اسی کے اختیار میں ہیں جس کی روزی

الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾ شَرَعَ

چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے کم کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز سے پوری طرح واقف ہے۔ خدا نے

لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي

تم لوگوں کیلئے وہی دین مقرر کیا ہے جس دین کا حکم اُس نے نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَ

آپ کے پاس بھی وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور

عِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ

عیسیٰؑ کو بھی حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ تم سب اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا

عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي

ان مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف آپ ان کو بُلاتے ہیں بہت گراں گزرتی ہے اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے

بھروسہ کر رکھا ہے اور میں ہر بات میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں :: یعنی تم جو توحید و رسالت اور قیام قیامت وغیرہ میں باوجود دلائل اور براہین قاطعہ کے پھر بھی مجھ سے اختلاف کرتے ہو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہی میرا پروردگار ہے اور تمہارے اختلاف کی وجہ سے جو نتائج برآمد ہونیکا اندیشہ ہے ان نتائج کے لئے میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر رکھا ہے اور میں دین و دنیا کے تمام کاموں میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (۱۰) وہی اللہ تعالیٰ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے اسی نے تمہارے لئے تمہاری جنس میں سے جوڑے بنائے اور اسی نے چوپایوں میں سے جوڑے بنائے وہ تم کو اس تدبیر سے رُوئے زمین پر پھیلاتا اور بڑھاتا ہے کوئی چیز اس جیسی نہیں اس کی طرح کا سا کوئی اور نہیں اور وہی سب کی سننے والا سب کو دیکھنے والا ہے :: یعنی تم میں اور دیگر حیوانات میں نر و مادہ کے جوڑے پیدا کئے اور اس طریقہ سے وہ تم کو روئے زمین پر پھیلاتا اور بڑھاتا رہتا ہے۔ کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں یعنی اس اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی دوسرا نہیں وہی سب کی سننے والا اور سب کو جاننے والا ہے (۱۱) آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں سب اسی کے اختیار میں ہیں جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی کو چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور نپی تلی کر دیتا ہے اور اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے بیشک وہ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا اور ہر چیز سے پوری طرح واقف ہے :: یعنی آسمانوں اور زمین میں اسی کا تصرف ہے جسکی روزی چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور اسکو تنگدست بنا دیتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر شخص کی مصلحت سے خوب واقف ہے۔ جسکو جس لائق سمجھتا ہے اپنی حکمت کے موافق اسی قدر روزی سے نوازتا ہے (۱۲) اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے وہی دین مقرر کیا ہے اور دین میں تمہارے لئے وہی راہ ڈال دی ہے جس دین کا حکم اُس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس بھی وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس دین کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو بھی دیا تھا اور ان کی اُمتوں کو یہ کہا تھا کہ تم سب اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا اور متفرق نہ ہونا ان مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف آپ انکو بُلاتے اور دعوت دیتے ہیں بہت گراں اور بھاری گذرتی ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور چن لیتا ہے اور جو اسکی طرف رجوع کرے وہ اس کی اپنی جانب رہنمائی کرتا اور اپنی طرف راہ دکھاتا ہے :: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی کر اس کو قائم کرنیکے طریق ہر وقت اللہ نے جدا ٹھہرائے ہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ دین کی اصولی باتیں ہر زمانے میں ایک رہی ہیں۔ یعنی توحید رسالت اور مرنے کے بعد جی اُٹھنا اور قیامت وغیرہ یہ سب باتیں ہر پیغمبر کے دین میں یکساں ہیں اُن میں کوئی فرق نہیں اسلئے اصولی اعتبار سے سب پیغمبروں کا دین ایک ہی ہے۔ البتہ ضروریات زمانہ کے اعتبار سے اعمال کے طریقے مختلف ہیں کسی میں کم کسی میں زیادہ تا آنکہ آخری دور میں اسکی تکمیل ہوگئی۔ دین عطا کرکے، رسولوں کی اتباع کرنے والوں سے فرمایا کہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوجانا اور پھوٹ نہ ڈالنا کبر علی المشرکین کا یہ مطلب کہ اپنی عقائد اور اسی دین کی طرف جیسا بقیہ انبیاء کا رہا ہے جب ان مشرکوں کو دعوت دیتے ہیں تو ان کو ناگوار اور ان پر گراں ہوتا ہے اور جب صحیح بات کو قبول کرنے میں ناگواری ہو تو ان کو ہدایت کس طرح نصیب ہو سکتی ہے

اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا
اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو خدا اپنی جانب اسکی رہنمائی فرماتا ہے (۱۳) اور لوگ یعنی

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا
اہل کتاب بعد اسکے کہ ان کو صحیح علم پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضد بحث سے الگ الگ ہو گئے اور اے پیغمبر اگر آپ کے

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ
ربکی طرف سے ایک وقت معین تک کی بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے مابین کبھی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ
اور وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب الٰہی کے وارث کئے گئے وہ اس کتاب کیطرف سے ایک سخت تردد انگیز

مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ
شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ سو آپ لوگوں کو اسی دین کیطرف دعوت دیتے رہیے اور خود بھی جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسپر قائم رہیے

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
اور منکرین کی خواہشات پر نہ چلیے اور ان سے کہدیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میں ان سب پر ایمان

مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ
رکھتا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے مابین انصاف کروں اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے اور وہی تمہارا رب ہے

لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ
ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارا کیا تمہارے لئے ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا اور بحث نہیں

اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ
اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کریگا اور اسی کی طرف سب کی باز گشت ہے۔ اور جو لوگ خدا کے دین میں بعد اسکے کہ وہ

فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ
دین لوگوں میں مقبول ہو چکا پھر بھی جھگڑے نکالتے ہیں تو ایسے لوگوں کی کٹ حجتی خدا کے نزدیک

رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾
باطل ہے اور ان پر خدا کا غضب ہے اور ان کیلئے سخت عذاب ہے

کیونکہ ہدایت کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہے بلا اسباب کے اپنی طرف کھینچ لے اور توفیق ایمان کی عطا فرما دے دوسرے یہ کہ کوئی بندہ اسکی جانب رجوع کرے اور ہدایت کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی اپنے تک رہنمائی فرما دیتا ہے اور اس کی حضرت حق تعالیٰ تک رسائی ہو جاتی ہے انہی دو طریقوں کو حضرات صوفیائے کرام جذب اور سلوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ بہرحال ان کی ہدایت کے یہ دو طریقے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ توفیق کے بعد اگر کوئی انابت اور رجوع الی اللہ کرتا ہے تو اس کو مراتب قرب اور درجات عالیہ سے نوازا جاتا ہے (۱۳) اور وہ امم سابقہ یعنی اہل کتاب بعد اسکے کہ ان کو صحیح علم پہونچ چکا تھا آپس کی ضد بحث اور حسد سے الگ الگ ہو گئے اور اے پیغمبر اگر آپکے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین کی بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا اور وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب الٰہی کے وارث کئے گئے اور ان کو کتاب دی گئی وہ تو اس کتاب کی طرف سے ایک سخت تردد انگیز شک میں مبتلا ہو گئے ہیں: مطلب یہ ہے کہ باوجود ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کا صاف حکم دیئے اور ان کے پاس صحیح علم پہونچ جانے کے بعد وہ لوگ تفرقہ انداز کے مرتکب ہوئے اور یہ تفرقہ بھی محض ضد اور حسد کی وجہ سے ڈالا اور کتب سماویہ میں تحریف اور تغییر بالمعنی کر کے فرقے فرقے ہو گئے اور اس تفرقہ انگیز حرکت کے باعث ان کا فیصلہ دنیا ہی میں کر دیا جاتا مگر چونکہ ازل میں مہلت اور وقت معین تک عدم گرفت کا قول ہو چکا ہے اور اجل مسمی والی بات نکل چکی ہے اس لئے وہ مانع ہوئی۔ اور جو لوگ پیچھے آئے اور کتاب ان کے ہاتھ لگی تو اب وہ سخت تردد اور خلجان میں پڑ گئے کہ کس کی بات مانیں اور کون سے معنی اختیار کریں اور کون سے نہ کریں چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی پہلے لوگ تو ضد سے اپنی بات ثابت کرنے کو معنی بدل گئے اور پیچھے والے مختلف باتیں دیکھتے ہیں حیران ہوتے ہیں کہ معنی اس طرح یا اس طرح یہ اختلاف بُرا ہے جن معنوں میں خلاف نکلتا ہو اور کسی طرح معنی کئے ہیں جسمیں خلاف نہیں نکلتا اس کا منع نہیں ۱۲ بعض حضرات نے وان الذین اورثوا الکتاب سے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرکین مراد لئے ہیں کہ امم سابقہ کے بعد جب اس امت کو کتاب دی گئی تو یہ اس کی جانب سے شک اور تردد میں پڑ گئے بہرحال یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں ہم نے حضرت شاہ صاحبؒ کے معنی کو تیسیر میں پیش نظر رکھا ہے واللہ اعلم (۱۴) پس اے پیغمبر آپ لوگوں کو اسی دین کی دعوت اور بلاوا دیتے رہیے اور آپ خود بھی جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے اُسی پر قائم رہیے اور آپ ان منکروں کی خواہشات فاسدہ پر نہ چلیے اور ان سے کہدیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میں ان سب پر یقین اور ایمان رکھتا ہوں اور نیز مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں اللہ تعالیٰ ہی ہمارا پروردگار ہے اور وہی تمہارا پروردگار ہے ہمارے عمل ہم کو ملنے ہیں اور ہمارے عمل ہمارے لئے ہیں اور تمہارا کیا تم کو ملنا ہے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا اور بحث نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کی بازگشت ہے اور اس کی طرف سب کو جانا ہے: پیغمبر کو ارشاد ہوتا ہے کہ جب اس دین اور قرآن کی حقانیت ثابت ہے تو آپ اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیے اور دعوت اور بلانے پر قائم رہیے یا خود بھی اس دین پر مستقیم رہیے اور ان دین حق کے منکروں کی خواہشات نفسانی پر نہ چلیے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے۔ اور اپنے مکلف ہونے کا اعلان کر دیجیے کہ جن باتوں کی طرف تم کو بلاتا ہوں میں بھی ان کا پابند ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں کو مانتا ہوں اور اسی کا حکم دیتا ہوں اور مجھے یہ بھی حکم ملا ہے کہ اگر تمہارا باہمی کوئی جھگڑا میرے پاس آئے تو اس میں انصاف کیساتھ فیصلہ کروں یا یہ کہ اپنے اور تمہارے درمیان انصاف کروں جو تم کو بتاؤں وہ میں خود بھی کروں۔ جو تم پر واجب یا فرض کروں وہ اپنے پر واجب اور فرض کروں۔ ہمارا تمہارا اللہ تعالیٰ ہی پروردگار اور مالک ہے۔ تمہارے اعمال تمہارے لئے ہمارے اعمال ہمارے لئے ہمارے تمہارے درمیان پھر کج بحثی نہیں کوئی جھگڑا نہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو پھر جانا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پہلے کتاب والوں سے اسی طرح کلام کرنا چاہیے ۱۲ یعنی اہل کتاب سے انداز گفتگو نرم ہونا چاہیے (۱۵) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں بعد اس کے کہ وہ دین لوگوں میں مقبول ہو چکا اور خلق میں مان لیا گیا مسلمانوں سے جھگڑے نکالتے ہیں اور کٹ حجتی کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی کج بحثی اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے

(باقی صفحہ ۷۷۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۷۳) اوران پر اللہ تعالیٰ کا غضب واقع ہونیوالا ہے اور آخرت میں ان کیلئے سخت عذاب ہے۔ یعنی لوگوں میں اللہ تعالیٰ کا دین مقبول ہو چکا پھر اس کے بعد جو لوگ مسلمانوں سے خواہ مخواہ کی کج بحثی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی کج بحثی اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے ایسے لوگوں پر دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہونیوالا ہے اور آخرت میں یہ سخت سزا کے مستحق ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ ان کتاب والوں کو کہا جو پچھلے لوگوں کو بہکاتے ہیں شبہ ڈال کر۔" (۱۶) تفسیر صفحہ ہذا:۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے دین حق پر مشتمل کتاب نازل فرمائی اور نیز ترازو نازل فرمائی یعنی عدل و انصاف کا حکم نازل فرمایا اور اے پیغمبر آپ کو کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو۔ یعنی قرآن جو سچے دین کو شامل ہے اور جس میں سچے دین کی تعلیم موجود ہے۔ اور ترازو یعنی عدل و انصاف کا حکم نازل فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ عین ترازو نازل کی گئی ہو جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ ترازو نوح علیہ السلام کے زمانے میں نازل کی گئی۔ ترازو یا میزان ایک آلہ ہے انصاف اور تسویہ کا ۰ حال معاملات میں عدل و انصاف چونکہ بہت ضروری ہے اس لئے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شرائع میں اسکی تاکید ہے اور چونکہ قیامت کے دن بھی اعمال وزن کئے جائیں گے اس مناسبت سے قیامت کا ذکر بھی فرمایا کہ آپ کو کیا معلوم کہ وقوع قیامت قریب ہی ہو کیونکہ جس چیز کے وقوع کا وقت معلوم نہ ہو تو کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ کب آجائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ترازو فرمایا دین حق کو جس میں بات پوری ہے نہ کم نہ زیادہ۔" (۱۷) قیامت کو وہی لوگ جلدی چاہتے ہیں جو اس کے آنیکا یقین نہیں رکھتے اور جو لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ اس قیامت کا وقوع ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے آگاہ رہو جو لوگ قیامت کے بارے میں اور قیامت کے وقوع میں جھگڑا کرتے ہیں وہ یقیناً پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں:۔ یعنی قیامت کے آنے کی وہی لوگ تعجیل کرتے ہیں اور جلدی مچاتے ہیں جن کا قیامت پر ایمان نہیں اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ ڈرتے اور کانپتے رہتے ہیں اور اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ قیامت کا وقوع ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے اور وہ یقینی طور پر آنیوالی ہے۔ پھر تاکیداً فرمایا کہ جو لوگ قیامت کے آنے میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجے کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں (۱۸) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربانی اور نرمی کرنیوالا ہے جس کو جس قدر چاہے روزی دیتا ہے اور وہ بڑی قوت والا بڑے غلبے والا ہے:۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا دنیا میں عام طور سے سب کے ساتھ نرم برتاؤ ہے۔ وہ جس کو جس قدر چاہے روزی دیتا ہے اور چونکہ وہ کمال قوت اور کمال غلبہ کا مالک ہے اس لئے اس کے معاملات میں کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا لطیف کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں مثلاً مناقب پھیلانے والا عیبوں کو چھپانیوالا۔ گناہوں کو معاف کرنیوالا۔ ضرورت سے زیادہ روزی دینے والا طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنے والا۔ مہربان نرمی کرنیوالا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جسکو چاہے جتنی چاہے۔" (۱۹) جو شخص آخرت کی کھیتی کا خواہشمند ہو اور آخرت کی کھیتی چاہتا ہو ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھا دیتے اور ترقی دیتے ہیں اور جو شخص دُنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو اور دنیا کی کھیتی چاہتا ہو تو ہم اسی میں سے اس کو کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اس شخص کا کوئی حصہ نہ ہوگا:۔ اعمال پر جو اثر مرتب ہوتا ہے اس کو کھیتی سے تعبیر کیا جس طرح بیج ڈالنے سے کھیتی پیدا ہوتی ہے اسی طرح اعمال سے جزا ملتی ہے اس لئے فرمایا جو شخص عمل آخرت کے نفع کے لئے کرتا ہے اور اس عالم کا فائدہ چاہتا ہے تو ہم اس کی کھیتی کو ترقی دیتے ہیں یعنی اعمالِ خیر کی مزید توفیق ملتی ہے یا ثواب دو چند و سہ چند اور اس سے بھی زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے یا یہ کہ دنیا اور آخرت دونوں عطا فرما دیں اور جس شخص کا عمل اور اس کی جدوجہد صرف دنیا کے لئے ہو تو اس کو دنیا میں ہی جس قدر چاہیں گے دیدیں گے اور وہ آخرت میں محروم ہوگا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل میں ہم عرض کر چکے ہیں یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کا کوئی عمل آخرت کی غرض سے نہیں ہوتا وہ آخرت میں محروم ہوں گے۔ پھر دُنیا دینے میں بھی یہ وعدہ نہیں کہ ان کی تمنا اور ان کی منشا کے موافق دیدیں گے بلکہ جس قدر ہم چاہیں گے اس قدر دیں گے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے جس نے صرف ایک آخرت کا فکر اپنے ذمے لے لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام افکار کیلئے کافی ہوگا اور جو شخص دنیاوی ہموم (باقی صفحہ ۷۷۵ پر)

اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَؕ وَ مَا

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے دین حق پر مشتمل کتاب اور ترازو یعنی عدل و انصاف کا حکم نازل فرمایا اور

یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ (۱۷) یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ

آپ کو کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو۔ قیامت کو وہی لوگ جلدی چاہتے ہیں

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَاۚ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَاۙ وَ

جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور

یَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ

اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ اس قیامت کا وقوع ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے آگاہ رہو جو لوگ قیامت کے وقوع میں جھگڑا

لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ (۱۸) اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ

کرتے ہیں وہ پرلے درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے جسکو جس قدر چاہتا ہے

یَّشَآءُۚ وَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ (۱۹) مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ

روزی دیتا ہے اور وہی بڑی قوت والا بڑے غلبہ والا ہے۔ جو شخص آخرت کی کھیتی کا

الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖۚ وَ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ

خواہشمند ہو ہم اس کے لئے اس کی کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا

الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ (۲۰) اَمْ

خواستگار ہو تو ہم اسی میں سے اسکو کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اُس شخص کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ کیا

لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْۢ بِهِ

ان کافروں کے کچھ ایسے خود ساختہ شریک ہیں جنھوں نے ان کے لئے کوئی ایسا دین مقرر کر دیا ہے کہ جس کی دین کی خدا نے

اللّٰهُؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ

اجازت نہیں دی اور اگر وہ فیصلے والی بات طے شدہ نہ ہوتی تو ان کافروں کے مابین کبھی کا فیصلہ ہو گیا ہوتا اور بلاشبہ ظالموں

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۲۱) تَرَى الظّٰلِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا

کو دردناک عذاب ہونیوالا ہے۔ اے پیغمبر آپ اس وقت ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ یہ اپنے اعمال کے وبال سے

كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ وبال ان پر ضرور واقع ہو کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ

وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے اُن کو اُن کے رب کے ہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش کریں گے

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ

یہ ہر خواہش کا پورا ہونا ہی بڑا فضل و انعام ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے

عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ

ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے آپ اُن سے فرمائیے کہ میں تم سے اس تبلیغ پر

عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ

بجز رشتہ داری کی محبت کے کوئی صلہ نہیں چاہتا اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا تو ہم اُس شخص کے لئے

حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

اُس نیکی میں اور خوبی بڑھا دیں گے بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والا بڑا قدردان ہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس پیغمبر نے خدا پر جھوٹ بہتان باندہ رکھا ہے سو اگر اللہ چاہے تو

يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ

آپ کے قلب پر مُہر لگا دے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور اپنے احکام سے

الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

حق کو ثابت کرتا ہے بے شک وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہوں کو معاف

عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ لا وَيَسْتَجِيْبُ

کردیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سب کو جانتا ہے اور جو لوگ ایمان لائے

(بقیہ صفحہ ۷۷۴) اور احوال کے تفکرات اپنے ذمے لے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پروا نہیں کہ وہ کونسی وادی میں ہلاک ہوگیا۔ یعنی جس کو آخرت کا غم ہے اس کی کفالت فرمائی جاتی ہے اور جو دنیا کی ہوم لے پھرتا ہے اور دُنیا حاصل کرنے کا اس کو غم لگا ہوا ہے تو اس سے بے پروائی کا اظہار ہے (۲۰) کیا ان کافروں کے کچھ ایسے خود ساختہ شریک ہیں جنھوں نے ان کیلئے ایسا دین مقرر کردیا ہے اور دین کی کوئی ایسی راہ ڈالی ہے کہ جس دین کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی اور اللہ تعالیٰ نے اس دین کا حکم نہیں دیا اور اگر وہ فیصلے کی بات نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان یقیناً فیصلہ کردیا گیا ہوتا اور بلاشبہ ان ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے ۞ اوپر شرع لکم من الدین ما وصی بہ گزرا ہے اسی سلسلے میں ارشاد ہے اور استفہام انکاری کے طور پر فرمایا کہ کیا ان کے تجویز کردہ معبودوں نے کوئی اور ایسا دین ان کے لئے تجویز کردیا اور کوئی اور راستہ دین کے نام سے بنادیا ہے جس دین کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔ کلمۃ الفصل سے وہی مہلت اور عذاب موعود کا آخرت میں ہونا مُراد ہے یعنی اگر وہ بات نہ ہوتی تو حق و باطل کا فیصلہ یہیں ہو جاتا۔ اور ان کا فیصلہ چکا دیا جاتا اور یقین کرو کہ ان مشرکوں کے لئے دردناک عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف دین میں اختراع کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ یعنی فیصلے کا وعدہ ہے اپنے وقت پر ۱۲ (۲۱) اے پیغمبر آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال کے وبال اور اپنی کمائی کے نکال سے ڈر رہے ہوں گے تفسیر صفحہ ہٰذا: حالانکہ وہ ان کی کمائی کا وبال ان پر پڑنے والا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند ہے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے ان کو ان کے پروردگار کے ہاں ہر وہ چیز ملے گی اور میسر ہوگی جسکی وہ خواہش کریں گے اور جو چاہیں گے وہ حاصل ہوگا۔ یہ ہر خواہش کا پورا ہونا ہی بڑی بزرگی اور بڑا انعام ہے ۞ آج تو یہ مشرک قیامت کی اور اس عذاب کی جلدی کر رہے ہیں لیکن اُس دن آپ ان کو دیکھیں گے کہ جب ان کی کمائی اور ان کے کسب کا وبال ان کے سامنے آئے گا تو خوف زدہ ہو رہے ہوں گے اور سہمے جاتے ہوں گے کہ کہیں وہ وبال اور عذاب ان کو پکڑ نہ لے حالانکہ وہ ان پر ضرور واقع ہو کر رہے گا پھر ان کے مقابلے میں اہل ایمان کا ذکر فرمایا۔ کہ وہ لوگ بہشت کے باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے وہاں ہر چیز جو یہ چاہیں گے ان کو میسر ہوگی یہ بہت بڑا انعام ہے۔ چاہت پر ہر چیز کا ملنا ایسا ہی ہے جیسا آج دنیا میں ہر چیز کا تصور بآسانی کرسکتے ہیں لیکن اس چیز کو وجود خارجی نہیں دے سکتے۔ یعنی انگور اور سیب کا مثلاً تصور کرسکتے ہو لیکن خارج میں اس کو نہیں لاسکتے جنت میں یہ قوت عطا ہوگی کہ تصور کے ساتھ ہی وہ شے خارج میں بھی موجود ہو جائے گی وھو الفضل الکبیر (۲۲) یہی وہ نعمت ہے جس کی بشارت اور خوش خبری اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ آپ ان سے فرمائیے کہ میری اسلامی تبلیغ پر بجز رشتہ داری کی محبت کے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور جو کوئی نیکی کرے گا اور بھلائی کمائیگا تو ہم اُس شخص کیلئے اس نیکی میں اور خوبی بڑھا دیں گے بیشک اللہ تعالیٰ بڑی بخشش کرنیوالا بڑا قدردان ہے ۞ یعنی یہی وہ احسانات و انعامات ہیں جن کی بشارتوں سے اللہ تعالیٰ اپنے ایمان دار بندوں کو نوازتا اور خوش خبری دیا کرتا ہے میں تم سے صرف رشتہ داری کی محبت اور برتاؤ کا مطالبہ کرتا ہوں یعنی اسلام کی اور قرآن کی تبلیغ پر کوئی اجرت تو طلب ہی نہیں کرتا جیسا کہ سورۂ ص کے آخر میں فرمایا لیکن غضب تو یہ ہے کہ تم نے رشتہ داری اور برادری کے تعلقات کا پاس بھی نہیں رکھا۔ میرے دعویٰ کا ہنسی مذاق اڑانا میری بات پر غل شور کرنا آخر میرے تمہارے رشتے ناطے کے بھی تو تعلقات ہیں کیا ان کا اقتضا یہی ہے کہ تم میرے ساتھ ایسا سلوک کرو میری بات کو سنو اس پر غور کرو۔ تمہارا طریقہ میرے ساتھ بہت ہی سوقیانہ اور بالکل اجانب کا سا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسکو چھوڑ دو اور قرابت داروں کا سا برتاؤ کرو اسلام کے قبول کرنے نہ کرنے کا معاملہ علیحدہ ہے بہرحال برتاؤ ایک رشتہ دار کے ساتھ شریفانہ ہو اور نیکی کیساتھ خوبی کے زیادہ کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ نیکی کا ثواب زیادہ کردیں گے یا نیکی کرنے والے کو مزید نیکی کی توفیق عطا کریں گے جس طرح بدی سے نیکی کی برکت جاتی رہتی ہے اسی طرح نیکی سے نیکی زیادہ ہوتی ہے اور نیک کاموں کی توفیق بڑھتی رہتی ہے۔ کوتاہیوں کو معاف فرماتا ہے اور تھوڑے کام پر اجر زیادہ عطا کرتا ہے کیونکہ وہ قدردان اور قدرشناس ہے۔ جو نیک کام کروگے اُس کی بے قدری نہ کی جائیگی (باقی ۷۷۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۷۵) بلکہ قدر شناسی کا برتاؤ ہوگا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی قرآن پہونچانے پر نیگ نہیں چاہتا مگر قرابت کی دوستی یعنی میں تمہارا بھائی ہوں ذات کا مجھ سے بدی نہ کرو ۱۲ (۲۴) یہ دین حق کے منکریوں کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افترا کیا ہے سو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر لگادے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے احکام اور اپنی باتوں سے ثابت کرتا ہے بلاشبہ وہ سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ چاہے اور بیسوں جھوٹ بولنے لگے دل کو بند کر دے مضمون آنے دے جسکو باندھے اور یوں ہی چلاہے تو کفر کو مٹادے جن پیغام بھیجے مگر وہ اپنی باتوں سے دین کو ثابت کرتا ہے اس واسطے نبی پر کلام بھیجتا ہے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کاذب کی مدد نہیں کیا کرتا اور جھوٹے مدعی نبوت کی بات کو چلنے نہیں دیتا اگر معاذ اللہ یہ نبی مفتری ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ آپ کے قلب پر مہر لگا کر آپ کے دل کو بیکار کردے اور جب دل ہی بند ہو گیا تو پھر آپ کی بات کیسے بڑھ سکتی ہے دماغ میں افترا پردازی کی صلاحیت ہی باقی نہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ باطل کو مٹاتا اور حق کو ثابت کرتا ہے اپنے کلمات یعنی احکامات اور اپنی باتوں سے۔ بہرحال جب یہ ایسا ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کسی افترا پرداز کو اتنا موقعہ دیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتا ہے اور چونکہ یہ افترا پرداز نہیں ہے بلکہ ہم اس پر جو وحی نازل کرتے ہیں وہی یہ بیان کرتا ہے اس لئے اس کو موقعہ دیا جاتا ہے بلکہ اس کی مدد کی جاتی ہے اور چونکہ سینوں کے پوشیدہ احوال کو جانتے ہیں اس لئے جس غرض سے تم افترا پرداز کہتے ہو وہ بھی ہم جانتے ہیں اور اس کی صداقت اور سچائی کو بھی جانتے ہیں۔ ہم نے یمحوا اور یحق کی تفسیر میں حضرت مولینا شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے ترجمہ کی رعایت رکھ کر حال سے ترجمہ کیا ہے اگرچہ صاحب کشاف حال اور استقبال دونوں کے قائل ہیں اگر استقبال کے معنی لئے جائیں تو یہ کلام بطور پیشین گوئی ہوگا جو پیشین گوئی پوری ہوئی باطل مٹا دیا گیا اور حق ثابت کر دیا گیا والحمد للہ علیٰ ذلک

(۲۴) اور وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سب کو جانتا ہے ؛ یعنی جو کفر سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیتا ہے وہ پہلے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسکو جانتا ہے یعنی جس نیت سے توبہ کروگے اسکو بھی بخوبی جانتا ہے کہ صدق دل سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہوئے یا نفاق دل میں رکھ کر توبہ کا اظہار کیا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی نبی پیغام پہونچاتا ہے اور بندوں کو سب معاملت اپنے رب سے ہے ۱۲ (۲۵) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کی سنتا اور ان کی دعائیں اور عبادتیں قبول کرتا ہے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ ثواب دیتا ہے اور جو منکر ہیں اور جنہوں نے کفر کی روش اختیار کر رکھی ہے اُن کیلئے سخت عذاب ہے ؛ تفسیر صفحہ ہذا۔ یعنی جو مسلمان ہوا اور نیک عمل کا پابند ہوا اُس کے تمام نیک اعمال بھی مقبول اور اس کی دعا بھی مقبول عبادت کی قبولیت کیساتھ ثواب میں بھی زیادتی کا وعدہ اور کافروں کا کوئی عمل مقبول نہیں کیونکہ عمل کی بنیاد یعنی ایمان نہیں اس لئے وہ سخت عذاب کے مستحق ہیں (۲۶) اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے روزی فراخ کر دیتا تو وہ ضرور عام طور سے دنیا میں شرارت کرنے لگتے لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے ایک مناسب انداز سے رزق اُتارتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال کا دانا بینا ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کی روزی فراخ ہو جائے تو احتیاج باہمی کا نظام ٹوٹ جائے اور ہر شخص دوسرے سے مستغنی ہو جائے تو نظام عالم گڑبڑ ہو جائے اور ایک دوسرے سے بغاوت کرنے اور شرارت شروع ہو جائے۔ امن کی بجائے فسادات شروع ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ایک انداز سے روزی نازل فرماتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے تمام احوال سے باخبر اور ان کو دیکھنے والا ہے۔ یعنی بندوں کی مصلحت سے باخبر اور ان کی حالت کو دیکھنے والا ہے (۲۷) اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہوئے پیچھے مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت عام طور سے پھیلاتا ہے اور وہی کارساز اور سزاوار حمد و ثنا اور سب خوبیوں سراہا ہے ؛ یعنی بسا اوقات لوگ بارش سے ناامید ہو جاتے ہیں تو وہ مینہ برساتا ہے اور بارش کر دیتا ہے اور اپنی رحمت کے نشانات عام طور سے پھیلاتا ہے یعنی نباتات کی بہتات ہوتی ہے۔ پھول اور پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں یہ بھی اُس کی رحمت کے آثار اور نشانات ہیں۔ ولی۔ کارساز حمید محمود بالصفات الکاملہ
(باقی صفحہ میں)

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن
اور نیک عمل کئے اُن کی دعائیں اور عبادت قبول کرتا ہے اور اُن کو اپنے فضل سے اور زیادہ

فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ
دیتا ہے اور جنہوں نے کفر کی روش اختیار کر رکھی ہے اُن کیلئے سخت عذاب ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب

الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ
بندوں کے لئے روزی فراخ کر دیتا تو وہ ضرور دنیا میں شرارت کرنے لگتے لیکن جس قدر چاہتا ہے ایک مناسب انداز سے

مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ
رزق اُتارتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں سے باخبر اور ان کو دیکھنے والا ہے اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید

الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ
ہوئے پیچھے مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت عام طور سے پھیلاتا ہے اور وہی کارساز اور سزاوار

الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
حمد و ثنا ہے۔ اور منجملہ اس کی نشانیوں کے آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنا اور ان جاندار اشیاء کا پیدا کرنا ہے جو اُس نے

بَثَّ فِيهِمَا مِن دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَا
زمین و آسمان کے درمیان پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان سب کے جمع کر لینے پر قادر ہے۔ اور تم کو جو

أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو
مصیبت پہنچتی ہے سو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے اور بہت سے گناہ تو

عَن كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُم
وہ معاف ہی کر دیتا ہے۔ اور تم زمین میں کہیں بھاگ کر ہرا نہیں سکتے اور خدا کے سوا

مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ
تمہارا کوئی کارساز ہے نہ مددگار۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے سمندر میں چلنے والے

فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ إِن يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ
وہ جہاز ہیں جو ایسے ہیں جیسے پہاڑ۔ اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھیرا دے اور وہ جہاز سمندر کی پیٹھ پر

رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ بیشک اس میں ہر صبر کرنیوالے اور شکر ادا کرنے والے کے لئے بڑی

شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَ یَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّ

نشانیاں ہیں۔ یا اگر چاہے تو اہلِ جہاز کے اعمال کی وجہ سے ان جہازوں کو تباہ کر دے اور بہت سے آدمیوں کو معاف فرما دے اور

یَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ

وہ لوگ جو ہماری نشانیوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں ان کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان کیلئے کہیں بھاگنے کی

مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ

جگہ نہیں۔ سو تم لوگوں کو جو کچھ دیا گیا ہے تو وہ محض دُنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے

وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر اور باقی رہنے والا ہے وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار

یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ

پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور وہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب

الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِیْنَ

کرتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ قصوروار کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور وہ

اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى

اپنے رب کا حکم مانتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور اُن کا ہر کام آپس کے مشورے سے

بَیْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ

ہوتا ہے اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے وہ اس میں سے خیرات کرتے ہیں۔ اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم

الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ

ہوتا ہے تو وہ مناسب بدلا لیتے ہیں۔ اور بُرائی کی پاداش اسی بُرائی کی

مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

مثل ہے پھر جو شخص درگذر کرے اور باہم صلح و صفائی کر لے تو اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے بیشک

بڑے نشانیاں ہیں ہر صبر کرنیوالے اور شکر بجا لانیوالے کے لئے بڑے دلائل ہیں اور بڑی نشانیاں ہیں (۳۳) یا اگر چاہے تو اہلِ جہاز کے اعمال اور ان کی کمائی کی وجہ سے اُن جہازوں کو تباہ کر دے اور بہت سے آدمیوں کو معاف بھی کر دیتا ہے (۳۴) اور وہ لوگ جو ہماری نشانیوں میں جھگڑتے اور خواہ مخواہ کے جھگڑے نکالا کرتے ہیں ان کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان کیلئے کہیں بھاگنے اور بچ نکلنے کی جگہ نہیں ہے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بات کہ پانی اور لکڑی کا ایسا جوڑ لگا دیا کہ لکڑی پانی پر تیرتی ہے اور پانی اس کو ڈبوتا نہیں جس کی وجہ سے بڑے بڑے جہاز بنا کر لوگ پانی میں سفر کرتے ہیں اور جہاز بھی ایسے بڑے بڑے بنائے ہیں جیسے پہاڑ۔ جب یہ جہاز پانی میں چلتے ہیں تو ہوائیں چلتی ہیں یا ہوائیں ان جہازوں کو جلدی لے جاتیں یا آج کل اسٹیم سے چلتے ہیں جس کو بھاپ کہتے ہیں۔ بہرحال اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے اور اسٹیم کی طاقت کو سلب کر لے اور بھاپ کو بیکار کر دے پھر یہ جہاز جہاں چلتے ہیں سطح سمندر پر کھڑے رہ جائیں اس میں ہر صابر اور ہر شاکر کیلئے نشانیاں ہیں اور توحید الٰہی کے دلائل ہیں صابر اور شاکر سے مومن مراد ہیں کیونکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے سبق حاصل کرتے ہیں یا یہ کہ ان جہازوں کو بالکل تباہ کر دے اور بیٹھنے والے اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کر دیے جائیں اور بہتوں کو معاف فرما دے اور اس وقت غرق نہ کرے ان کو پھر کسی اور سفر میں غرق کرے یا آخرت میں عذاب کرے یا خشکی میں کسی اور عذاب سے ہلاک کرے جیسا کہ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے اور ہماری نشانیوں اور ہماری قدرتوں میں بلاوجہ جھگڑنے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو کہیں بچ کر نکلنے کی شکل نہیں ہے اور کہیں بھاگنے کا موقع نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو لوگ ہر چیز کو اپنی تدبیر سے سمجھتے ہیں اس وقت عاجز ہو جائیں گے ؛ خلاصہ یہ کہ جن لوگوں کو اپنی تدبیر پر ناز ہے وہ عاجز ہو جائیں اور ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو جیسا کہ ہم اس ترقی یافتہ دور میں بھی روزمرہ دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں (۳۵) سو تم لوگوں کو جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کیلئے برتنا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں ؛ یعنی یہاں جو کچھ عطا ہوا ہے وہ عارضی زندگی کا عارضی سامان ہے اور اللہ رب العزت کے ہاں جو سامان اہلِ ایمان اور اہلِ توکل کو ملنے والا ہے وہ ہر اعتبار سے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اوپر دنیا کی کھیتی اور آخرت کی کھیتی کا ذکر آیا تھا یہ اسی کا شاید تتمہ ہو۔ دنیوی مال و متاع کی اور یہاں کے فوائد جس میں مومن اور منکر دونوں برابر ہیں بلکہ منکر کچھ زائد ہیں اس کی تفصیل ظاہر کی کہ یہاں کی نعمتوں کا کوئی اعتبار نہیں آخرت کی نعمتیں بہتر بھی ہیں اور پائیدار بھی (۳۶) اور وہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے اور اجتناب کرتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو قصوروار کو معاف کر دیتے ہیں ؛ کبائر الاثم سے حضرت ابن عباس نے شرک مراد لیا اور جس میں برائی ہو وہ فاحشہ ہے جیسے زنا۔ اور مقاتل نے فرمایا بے حیائی اور فواحش وہ گناہ ہیں جن پر شریعت نے حد مقرر فرمائی ہے اور جب اُن کو غصہ آئے تو غضب کی حالت میں معاف کر دیا کرتے ہیں یعنی اپنے ذاتی معاملات میں اور دُنیوی قصوں میں انتقام کی خواہش نہیں کرتے بلکہ عفو اور درگزر کر دیا کرتے ہیں (۳۷) اور وہ اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں ؛ یعنی اپنے پروردگار کا جو حکم ہوا اس کو قبول کرتے ہیں جیسے مدینے کے انصار۔ اور نماز کے پابند رہتے ہیں اور ہر اہم کام میں آپس میں مشورہ کرنیکے بعد کرتے ہیں اور جو روزی ہم نے ان کو دی ہے اس کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں حضرت حسن بصری کا مشہور قول ہے کہ جس قوم نے باہم مشورے سے کام کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مرفوعاً فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ بعض دفعہ ہم کو ایسے امور اور حوادثات پیش آتے ہیں کہ قرآن میں ان کے متعلق کوئی حکم نہیں ہوتا آپ نے فرمایا جب کوئی ایسا حادثہ پیش آئے تو میری اُمت میں سے عبادت گزار لوگوں کو جمع کر کے مشورہ کر لینا اور اس مشورے پر عمل کر لینا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مرفوعاً ایسا ہی منقول ہے۔ کہ اہلِ عقل سے مشورہ کر لیا کرو تم راہ پاؤ گے اور مشورے سے جو بات طے ہو جائے اس کی مخالفت نہ کرو ورنہ ندامت اٹھاؤ گے۔ خرچ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مشورے سے کام کرنا پسند ہے (باقی صفحہ ۷۷۸ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۷۷) دین کا ہو یا دنیا کا۔ (۳۸) اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے اور ان پر چڑھائی ہوتی ہے تو وہ مناسب بدلا لیتے ہیں۔ ؛ یعنی دین کے بارے میں اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو مناسب یعنی برابر کا بدلا لیتے ہیں۔ اوپر کی آیت میں درگزر کرنے پر تعریف تھی یہاں انتقام پر ان کی مدح فرمائی۔ یعنی اپنے حق میں درگزر اور عفو کا شیوہ رکھتے ہیں لیکن دین کے بارے میں سخت گیر اور منتقم ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کافروں سے جہاد کرتے ہیں ۱۲ بعض حضرات نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اگر کسی کمزور پر کوئی ظلم کرے تو قبیلے کے بزرگ جمع ہو کر ظالم سے بدلا لیں (۳۹) اور برائی کی پاداش اُسی برائی کی مثل ہے پھر جو شخص درگزر کرے اور باہم صلح و صفائی کرلے اور قضیے کو رو با صلاح لے آئے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا ؛ یہاں سے انتقام اور بدلے کا ایک ضابطہ بیان فرمایا کہ برائی کرنیوالوں کو اتنی ہی برائی پہونچاؤ جتنی اُس نے برائی کی ہے انتقام میں زیادتی نہ ہونے پلئے اور سیئہ کے مقابلے میں جو انتقامی کارروائی کی گئی اس کو بھی سیئہ فرمایا حالانکہ پہلی سیئہ تو حقیقت میں سیئہ ہے لیکن جوابی جو عمل ہو وہ سیئہ نہیں بلکہ وہ تو آئندہ کی روک تھام کی غرض سے کیا گیا ہے تو اسکی وجہ شاید یہ ہو جیسا کہ علما نے کہا ہے کہ چونکہ یہ سیئہ کا بدلا ہے اسلئے اسکو سیئہ فرمایا۔ یا اس لئے کہ یہ دوسرا فعل پہلے فعل کے مشابہ اور اسکی مثل ہے اس لئے اس کو سیئہ فرمایا۔ یا اس لئے کہ بہرحال اس سے بددلی ہوتی ہے اگر اس سے پہلے سیئہ نہ ہو چکی ہوتی تو یہ یقینی سیئہ تھی۔ یا شاید اس لئے جوابی کارروائی کو سیئہ فرمایا کہ ہر حال میں معاف کر دینا بہتر اور مستحب ہے، مقاتل نے کہا مراد اس سے قصاص لینا ہے زخم پہونچانے میں اور خون کرنے میں مجاہد اور سُدی کا قول ہے کہ اس سے مُراد قبیح کا جواب قبیح سے دینا ہے۔ یعنی جو تجھ کو بُرا کہے تو بھی اس کو بُرا کہہ سکتا ہے ابن عیینہ کہتے ہیں میں نے سفیان ثوری سے اس کا مطلب دریافت کیا لیکن میں ان کے جواب سے مطمئن نہ ہوا تو میں نے ہشام بن حجیرہ سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا یہ زخمی کرنیوالوں کے حق میں ہے اگر کوئی تجھ کو زخم پہونچائے تو تو بھی اس کو زخم پہنچا سکتا ہے۔ اور یہ مراد نہیں کہ کوئی تجھ کو بُرا کہے تو تو بھی اسکو بُرا کہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر وہ فعل فی نفسہ شرعاً حرام ہے تو اس کے جواب میں حرام کرنے کی اجازت نہیں۔ آگے معافی کا ذکر فرمایا کہ باوجود اجازت انتقام کے بھی کوئی شخص معاف کردے اور آپس میں سنوار کرے اور اصلاح کرے تو ایسے شخص کا اجر اور ثواب اللہ تعالیٰ پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ ابن زید نے کہا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں ایک وہ جو بالکل معاف کر دیتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں دوسرے وہ جو انتقام لیتے ہیں اور برابر سرابر بدلا لیا کرتے ہیں پھر بھی معافی اور باہمی اصلاح کو ترجیح ہے (۴۰) تفسیر صفحہ ہذا۔ اور جو اپنے پر ظلم کئے جانے کے بعد مناسب بدلا لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ؛ یعنی جب برابر سرابر بدلا لینے کی اجازت ہے تو بدلا لینے والوں پر کوئی الزام نہیں بشرطیکہ مثل سے زیادتی نہ ہو اور بہرحال معاف کر دینے سے ثواب کا وعدہ ہے (۴۱) الزام تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق شرارت کرتے پھرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی تکبر اور فساد برپا کرنے کے درپے رہتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہے ؛ ظلم کرتے ہیں یعنی ابتداءً ظلم کرتے ہیں یا انتقام میں مثلیت کو چھوڑ کر حد سے بڑھ جاتے ہیں اور جن کا قصد ہی فتنہ و فساد کو پھیلانا اور تکبر کرنا اور دھوم مچانا ہے تو ان کیلئے دردناک سزا اور دردناک عذاب کی وعید ہے آگے پھر عزیمت کا مرتبہ بیان فرماتے ہیں۔ یہاں تک قانون کا اعتدال اور توسط مذکور تھا آگے عالی حوصلگی اور مراتب کی بلندگی مذکور ہے (۴۲) اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کردے اور بخشدے تو یقین جانو یہ کام بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہیں ؛ یعنی باوجود اس کے کہ قانون میں انتقام بالمثل کی اجازت ہے پھر بھی کوئی ظلم پر صبر کرلے اور ظالم کو معاف کردے تو یہ بڑی ہمت والوں کا کام ہے۔ یعنی بدلے کی رخصت ہے اور صبر اور بخشش عزیمت ہے (۴۳) اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ راہ نہ دے اور گمراہ رکھے تو اللہ تعالیٰ کے بعد اُس شخص کا کوئی چارہ ساز اور کارساز نہیں اور کام بنانیوالا نہیں چنانچہ اے پیغمبر آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جس وقت وہ عذاب کا معائنہ کریں گے اور جس وقت عذاب کو دیکھیں گے تو یوں کہیں گے کیا یہاں سے واپس ہو جانے اور لوٹ جانے کی بھی کوئی راہ اور کوئی سبیل ہے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ ہی جس کی رہنمائی نہ فرمائے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی سرپرست اور کارساز نہیں اور جس وقت یہ دین حق (باقی صفحہ ۷۷۹ پر)

لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

اللہ ظلم کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے پر ظلم کے جانیکے بعد مناسب بدلا لے تو ایسے

مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ

لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو بس صرف ان لوگوں پر ہے

يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ

جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق شرارت

الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَ

کرتے پھرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور بیشک جو شخص صبر کرے اور

غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ

معاف کردے تو یقین جانو کہ یہ کام بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ

تو اُس کے بعد اُس شخص کا کوئی چارہ ساز نہیں اور اے پیغمبر آپ ظالموں کو دیکھیں گے

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ

کہ جس وقت وہ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو یوں کہیں گے کیا یہاں سے واپس ہو جانیکی

سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ

کوئی صورت ہے۔ اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ آگ کے روبرو اس حال سے لائے جائیں گے کہ ذلت کے

الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ

جھکے ہوئے ہوں گے اور وہ خفیہ خفیہ گوشۂ چشم سے آگ کو دیکھتے ہوں گے اور اُس وقت اہل ایمان

اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ

کہیں گے کہ حقیقی زیاں کار وہی لوگ ہیں جو آج قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے متعلقین کو

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾

نقصان میں ڈال بیٹھے آگاہ رہو کہ ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے

ع ۱۴ / ۵

بقیہ صفحہ ۷۷۸: کے منکر عذاب کو دیکھیں گے تو آپ ان مشرکوں کو دیکھیں گے کہ یوں کہیں گے کہ یہاں سے واپس لوٹ جانیکا بھی کوئی طریق ہے (۴۴) اور آپ انکو دیکھیں گے کہ وہ آگ کے سامنے اس حال میں لائے جائیں گے اور جہنم کے رُوبرو پیش کئے جائیں گے تو ان کی حالت یہ ہوگی کہ آپ ان کو دیکھیں گے مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے اور خفیہ خفیہ گوشہ چشم نیم کشادہ سے آگ کو دیکھتے ہوں گے اور اس وقت اہلِ ایمان کہیں گے کہ حقیقی زیاں کار اور نقصان اُٹھانیوالے وہی لوگ ہیں جو آج قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے متعلقین کو خسارے میں اور نقصان میں ڈال بیٹھے آگاہ رہو بلاشبہ ظلم کرنیوالے دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے: پیغمبر علیہ السلام کو خطاب فرماتے ہوئے گمراہ لوگوں کے اس منظر پر توجہ دلائی ہے جو قیامت میں پیش آنیوالا ہے۔ اوپر کی آیتوں میں ہدایت یافتہ حضرات کے اجر و ثواب کا ذکر تھا اور ومن یضلل اللہ سے دین حق کے منکروں کا ذکر شروع ہوا پہلے تو عذاب کو دیکھ کر واپس آنے اور دنیا میں دوبارہ آنے کی راہ تلاش کریں گے۔ پھر جب جہنم کے روبرو لائے جائیں گے تو ان کی حالت یہ ہوگی کہ ذلت و رسوائی کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے عاجزی کرتے ہونگے اور آگ کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوں گے جیسے خوف کے وقت آدمی خوف کی چیز کو دیکھتا ہو اس وقت اہلِ ایمان اپنی نجات اور بچنے پر یہ الفاظ کہیں گے کہ آج قیامت کے دن حقیقی زیاں کار اور نقصان میں وہی لوگ ہیں جو اپنی جان کو نقصان میں ڈال بیٹھے اور نہ صرف اپنی جان کو بلکہ اپنے ساتھ اپنے متعلقین یعنی بیوی بچوں کو بھی اور اپنے قرابت داروں کو نقصان میں ڈالدیا۔ کیونکہ ان کا ظلم اور ان کا کفر دوسروں کیلئے بھی ایمان لانے اور ہدایت قبول کرنیسے مانع ہوا۔ آخر میں حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ سُن لو یہ مشرک۔ ظالم۔ دین حق کے منکر دائمی طور پر عذاب میں رہیں گے اور جہنم سے نکلنا نصیب نہ ہوگا (۴۵) تفسیر صفحہ ہذا: اور ان ظالموں کیلئے وہاں کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے سوا انکی مدد کرسکیں اور جس بدنصیب کی اللہ تعالیٰ رہنمائی نہ فرمائے اس کی نجات کیلئے کوئی راستہ نہیں: یعنی وہاں ان مشرکوں کے حمایتی بھی نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ سے الگ اور جدا ہو کر ان کی مدد کرسکیں اور جس بدنصیب کی حضرت حق جل مجدہٗ کی جانب سے رہنمائی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو راہ نہ دے تو اس کو کہیں راہ نہیں یعنی دنیا میں راہِ حق نہ ملے اور آخرت میں نجات یا جنت کا راستہ نہ ملے۔ عذاب کی وعید سنانے کے بعد عام دعوت کا اعلان فرمایا (۴۶) تم لوگ اپنے پروردگار کا حکم مان لو اور اس کا حکم قبول کرلو اس دن کے آنیسے پہلے کہ جسکو اللہ تعالیٰ کیطرف سے واپس ہونا اور پھرنا نہیں اس دن تمہارے لئے نہ کوئی پناہ گاہ اور بچاؤ کی جگہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے انکار کی کوئی گنجائش ہوگی: یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کو مان لو اور قبول کرلو اُس دن کے آنے سے پہلے یعنی قیامت کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے آگے پیچھے واپسی نہیں وہ دن ایسا ہے کہ جس دن نہ کہیں بھاگ کر پناہ لے سکوگے نہ اپنے بُرے اعمال سے انکار ہی کرسکوگے یا نکیر کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر کوئی انکار کرنیوالا بھی نہ ہوگا جو یہ پوچھ سکے کہ ایسا کیوں کیا گیا من اللہ کو بعض لوگوں نے یاتی کیساتھ اور بعض نے لا مرد لہ کیساتھ متعلق کیا ہے ہم نے ایک قول تیسیر میں اور دوسرا قول ترجمہ میں اختیار کرلیا ہے آگے اپنے پیغمبر کو تسلی دیتے ہیں (۴۸) پھر اگر یہ لوگ اس پر بھی رُوگردانی اور اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا آپکے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے اور جب ہم

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ

اور وہاں اُن کے کوئی حمایتی نہ ہوں گے جو خدا کے سوا اُن کی مدد کر سکیں اور

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۗ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ

جس کی خدا تعالیٰ رہنمائی نہ فرمائے اسکے لئے کہیں کوئی راہ نہیں۔ تم لوگ اپنے ربّ کا حکم مان لو قبل اسکے کہ تم پر خدا کی طرف سے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ مَا لَكُمْ

وہ دن آجائے جو واپس ہونے والا نہیں اُس دن تمہارے لئے نہ کوئی

مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا

پناہ گاہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کوئی انکار کی گنجائش ہوگی۔ پھر اگر یہ لوگ اس پر بھی رو گردانی کریں

فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۗ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۗ

تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے بس آپ کے ذمہ تو صرف پہونچا دینا ہے

وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ

اور ہم جب انسان کو کچھ اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر اترا جاتا ہے اور اگر

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ

لوگوں کو اپنے ان اعمال کے باعث جو وہ اپنے ہاتھوں پہلے کرچکے ہیں کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے تو انسان ناشکری کرنے لگتا ہے

كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۗ

بیشک انسان بڑا ہی ناسپاس ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾

جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۗ

یا جس کے لئے چاہتا ہے ان بیٹوں اور بیٹیوں کو جمع کر دیتا ہے اور وہ جسکو چاہے بے اولاد رکھتا ہے

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ

بیشک وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔ اور کسی بشر کیلئے یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے کلام کرے

انسان کو اپنی رحمت کا کچھ مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اس پر اترا جاتا ہے اور اگر لوگوں کو اپنے ان اعمال کے باعث جو ان کے ہاتھ پہلے کرچکے ہیں کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے تو ناشکری کرنے لگتا ہے بیشک انسان بڑا ہی ناسپاس ہے: یعنی اس وعید کو سُن لینے اور جہنم کے واقعات معلوم ہو جانیکے بعد بھی ان کے رویے میں تبدیلی نہ ہو اور یہ اپنی جگہ جمے رہیں اور دین حق سے رُوگردانی اور قرآن سے اعراض کرتے رہیں تو آپ غمگین اور پریشان نہ ہوں کیونکہ آپ ان کے اعمال پر نگہبان یا نگراں بنا کر نہیں بھیجے گئے نہ آپ سے کوئی بازپرس ہوگی کہ انھوں نے شرک اور کفر کیوں کیا آپکے ذمے تو صرف احکام الٰہی کا پہنچا دینا سو آپنے پہنچا دیا اور انسان سے مُراد یہی منکر لوگ ہیں کہ ان کی حالت یہ ہے کہ حق تعالیٰ اگر ان کو اپنی مہربانی سے نوازتے ہیں اور ان کو اپنی مہر کا مزہ چکھاتے ہیں تو یہ لوگ اترا جاتے ہیں اور ریا و بطر۔ تکبر و غرور کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کو اپنی خوش تدبیری اور ہنرمندی پر محمول کرتے ہیں اور اگر اُس کمائی کے بدلے میں جو ان کے ہاتھ پہلے کرچکے ہیں ان پر کوئی مصیبت آجائے مثلاً مرض قحط اور (باقی ۷۸۰ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۷۹) تنگدستی وغیرہ تو انسان ناشکری اور ناسپاسی کرنے لگتا ہے جیسا کہ عام طور سے منکروں کو دیکھا جاتا ہے نعمت ملے مثلاً خوش حالی صحت - عزت - حکومت وغیرہ تو شکر نہ کریں اور کوئی دکھ تکلیف آ جائے تو صبر نہ کریں - اسی لئے آخر میں فرمایا کہ انسان بڑا ہی ناسپاس ہے یہی جملہ ان تصبھم کی جزا کا قائم مقام ہے - قرآن میں ان تصبھم کی جزا علیحدہ مذکور نہیں ہے مگر ہم نے ترجمہ میں جزا کو ظاہر کر دیا ہے اور آخری جملے کا ترجمہ بھی کر دیا ہے - بڑا ناشکر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر سمجھتا ہے - کفران نعمت یا کفر باللہ کرتا ہے آگے پھر توحید کا بیان فرمایا (۴۸) آسمانوں میں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت اور اسی کا راج ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے - جس کو چاہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے اور عطا کرتا ہے (۴۹) یا جس کے لئے چاہتا ہے ان لڑکوں اور لڑکیوں کو جمع کر دیتا ہے یعنی دونوں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد کر دیتا ہے بلاشبہ وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے - یعنی آسمان و زمین میں ہر قسم کا تصرف اس کو حاصل ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے انسان کی تخلیق پر اسکو پورا اختیار ہے اولاد کے بارے میں چار صورتیں ہو سکتی ہیں یا فقط بیٹیاں یا فقط بیٹے یا دونوں یعنی بیٹے بھی اور بیٹیاں - یا دونوں نہیں ان چاروں پر اپنے اختیار کا اظہار فرمایا - چاہتا ہے جس کو لڑکیاں دیتا ہے - لڑکیوں کو مقدم فرمایا - چونکہ انسان بیٹیوں کو نہیں چاہتا تو بیٹیاں اہم ہیں اور اہم واجب التقدیم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات عورت کی برکت سے ہے کہ وہ پہلے بیٹی جنے یعنی اگر عورت کے ہاں پہلوٹھی کی بیٹی ہو تو عورت کی برکت ہے - پھر بیٹوں کو فرمایا کہ چاہے تو بیٹے ہی بیٹے دے - اور چاہے تو دونوں عطا فرمائے خواہ جڑواں دے خواہ جدا جدا عطا فرمائے بہرحال طلواں جلواں ہوں اور چاہے تو کچھ بھی نہ دے عقیم جس طرح عورت پر بولا جاتا ہے اسی طرح بے اولاد مرد کو بھی عقیم کہتے ہیں - علیم قدیر سے اپنی مصلحت اور قدرت کی جانب اشارہ فرمایا کہ جو ہماری مصلحت ہوتی ہے ہم اس کے موافق کرتے ہیں - آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق و توثیق فرمائی نیز کفار کے بعض اعتراضات کا جواب بھی ہے (۵۰) اور کسی بشر کیلئے یہ ممکن نہیں اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر یہ کہ یا تو الہام اور اشارے کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجدے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے وہ پیغام پہونچا دیتا ہے بلاشبہ وہ بڑا عالیشان بڑی حکمت والا ہے - تفسیر صفحہ ہذا - بعض کفار کہا کرتے تھے کہ اگر یہ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ خود ہم سے کہے کہ یہ ہمارے رسول ہیں اور کبھی ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے روبرو آنے اور اس سے کلام کرنے اور فرشتوں کے سامنے آنے کی خواہش کیا کرتے تھے جیسا کہ انیسویں پارے میں گزر چکا ہے - اسی پر یہ بات فرمائی کہ کسی بشر کی یہ طاقت نہیں کہ اس سے موجودہ حالت میں کلام کرے یعنی دنیا میں بات چیت کرے مگر ہاں اس کے کلام کرنے کے تین طریقے ہیں - یا تو اشارے سے کوئی بات فرما دے اشارے سے مراد ہے الہام یا خواب - خواب میں کوئی چیز دکھا دی جائے یا قلب میں کوئی بات ڈال دی جائے جیسا حدیث میں نفث فی روعی آیا ہے یا حضرت ابراہیم نے فرمایا تھا انی اریٰ فی المنام - ایک طریقہ تو یہ ہوا - دوسرا طریقہ یہ فرمایا کہ پردے کے پیچھے سے یعنی آواز سنائی دے لیکن کوئی چیز نظر نہ آئے - جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام ہوا - تیسرا طریقہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام فرشتہ لیکر آئے اور اس کے حکم سے وہ پیغام پہونچا دے موجودہ حالت میں اللہ تعالیٰ کا کسی بشر سے کلام کرنا ان تین طریقوں سے ہی ہو سکتا ہے ان کے علاوہ ممکن نہیں من وراء حجاب کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ پردے میں ہوتا ہے بلکہ خود بات کرنیوالا پردے میں ہوتا ہے یعنی بات کرنیوالے کے ادراک کا ضعف اس کیلئے پردہ بن جاتا ہے اور حدیث میں جو فاذا انا بربی تبارک و تعالیٰ آتا ہے وہ بھی نورانی حجاب کے ساتھ گفتگو ہے - موجودہ جسد عنصری اور قوائے بشری حضرت حق تعالیٰ کا معائنہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے - پہلا طریقہ جو اشارے اور الہام کا فرمایا وہ ظاہر ہے کہ اگر نبی ہو خواہ یقظہ میں خواہ منام میں تو وہ بمنزلہ وحی کے ہو اور اگر غیر نبی کو ہو یعنی ولی کو تو وہ ظنی ہے قطعی نہیں - یہ منکر چونکہ کفر میں مبتلا ہیں اسلئے ان کیلئے پہلی صورت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اس کے اہل ہی نہیں - بہرحال دنیا میں حضرت حق تعالیٰ کے کلام فرمانے کے یہ تین طریقے ہیں جو آیت میں مذکور ہوئے اور ان لوگوں کو ناامید کر دیا گیا جو بڑھ بڑھ کر حضرت حق تعالیٰ کو دیکھنا اور اس سے کلام کرنا چاہتے تھے (۵۱) (باقی ضمیمہ میں)

إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ

الا یہ کہ یا تو الہام کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجے کہ جو پیغام خدا کو منظور ہو وہ فرشتہ

بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾ وَكَذَٰلِكَ

خدا کے حکم سے پہونچا دے بیشک وہ بڑا عالیشان اور کمال حکمت کا مالک ہے - اور اسی طرح

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي

اے پیغمبر ہم نے یہ قرآن کو جو ہمارا حکم ہے آپ کی جانب بھیجا ہے آپ کو یہ خبر بھی نہ تھی کہ

مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا

کتاب کیا چیز ہے اور نہ آپ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے لیکن ہم نے قرآن کو ایک ایسا نور بنایا ہے

نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي

کہ اسکے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ آپ لوگوں کو

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي

سیدھا راستہ بتاتے ہیں - جو اس خدا کا راستہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿٥٣﴾ ع

اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے آگاہ رہو تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے

سُورَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَثَمَانُونَ آيَةً وَسَبْعُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ زخرف مکی ہے اور یہ نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حم ﴿١﴾ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا

حم - قسم ہے اس واضح کتاب کی - ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن رکھا ہے

لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٣﴾ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ

تاکہ تم سمجھ سکو - اور یقیناً وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑی بلند مرتبہ اور

حَكِيمٌ ۝٤ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا

پُر از حکمت کتاب ہے۔ بھلا کیا اس وجہ سے کہ تم حد سے نکل جانیوالے لوگ ہو ہم اس نصیحت یعنی قرآن کا رُخ

مُّسْرِفِيْنَ ۝٥ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝٦

تم سے پھیر دیں گے۔ اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیج چکے ہیں

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٧

اور کبھی کوئی نبی ان لوگوں کے پاس نہیں آیا مگر یہ کہ انھوں نے اس کا مذاق ہی اڑایا

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨

پھر آخر کار ہم نے اُن اگلے لوگوں کو جو موجودہ کفار قریش سے زیادہ زور آور تھے تباہ و برباد کر ڈالا اور پہلوں کی یہ حالت گزر چکی ہے

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اور اے پیغمبر اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے

لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝٩ الَّذِيْ جَعَلَ

تو وہ یقیناً یہی جواب دیں گے کہ ان کو اس زبردست اور جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔ وہی ہے جس نے

لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ

تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس نے زمین میں تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک

تَهْتَدُوْنَ ۝١٠ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ

پہونچ سکو۔ اور جس نے آسمان سے ایک خاص اندازے کے ساتھ پانی برسایا

فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝١١ وَالَّذِيْ

پھر ہم نے اس پانی سے مُردہ زمین کو زندہ کر دیا اسی طرح تم بھی قبروں سے نکالے جاؤ گے۔ اور جس نے

خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ

تمام چیزوں کی مختلف قسمیں بنائیں اور تمہارے لئے وہ کشتیاں اور

الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝١٢ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ

چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کشتیوں اور چوپایوں کی پیٹھ پر خوب جم کر بیٹھو پھر

پھر بھلا کیا اس وجہ سے کہ تم حد سے نکل جانیوالے لوگ ہو ہم اس قرآن کا رُخ تم سے پھیر دیں گے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اس سبب سے کہ تم نہیں مانتے کیا بھیجنا موقوف رکھیں گے حکم کا ؛ خلاصہ یہ کہ تم لوگ چونکہ اطاعت اور فرماں برداری کی حدود سے نکل جانیوالے ہو ہم قرآن کے نزول کو بند کر دیں گے اور ایک حق بات کو کہنا چھوڑ دیں گے اگر ایک خاص طبقہ اپنی ہٹ دھرمی کے باعث نہ مانے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ دوسرے بھی عام فیض سے محروم رکھے جائیں۔ تمہاری مخالفت سے قرآن کا نزول بند نہیں ہوگا۔ چونکہ اس میں تمام مخلوق کیلئے رشد و ہدایت ہے اسلئے یہ نازل ہو کر رہے گا اور چند سر پھروں کی وجہ سے ہم عام مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی سے دست کش نہیں ہوں گے (۵) اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیج چکے ہیں ؛ یعنی باوجود لوگوں کی مخالفت اور تکذیب کے ہم نے نبیوں کا سلسلہ منقطع نہیں کیا اسی طرح ان لوگوں کی مخالفت کے باوجود قرآن جو ایک نصیحت اور ذکر کی کتاب ہے اس کے نزول کا سلسلہ بند نہیں ہوگا (۶) اور کبھی کوئی نبی ان کے پاس نہیں آیا مگر یہ کہ وہ اس کے ساتھ ہنسی کرتے تھے اور کا مذاق ہی اُڑایا کرتے تھے ؛ یعنی اے پیغمبر جو سلوک یہ لوگ آپ کے ساتھ کر رہے ہیں سابقہ کفار کا بھی یہی دستور رہا ہے کہ کوئی نبی ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزا اور مذاق نہ کیا ہو (۷) پھر آخر کار ہم نے ان اگلے لوگوں کو جو ان کفار قریش سے زیادہ زور آور اور قوی تھے ہلاک کر ڈالا اور تباہ و برباد کر دیا اور پہلوں کی یہ حالت گزر چکی ہے ؛ یعنی ہم نے ان کو باوجود زور آور ہونے کے تباہ کر دیا اور کفار عرب تو اتنے زور آور بھی نہیں پھر ان کی ہلاکت اور ان کو تباہ کرنا کیا دشوار ہے اور پہلے لوگوں کی یہ حقیقت ہوتی چلی آئی ہے کہ حد سے گزر جانے پر ان کو ہلاک کیا جاتا رہا ہے۔ ان آیتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اور کفار کیلئے ترہیب ہے کہ وہ قرآن کی مخالفت سے باز آجائیں آگے توحید کے دلائل مذکور ہیں (۸) اور اے پیغمبر اگر آپ ان منکرین سے دریافت کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ یقیناً یہی جواب دیں گے کہ ان کو اس کمال قوت اور کمال علم کے مالک نے پیدا کیا ہے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی خالقیت کے منفرد ہونیکے یہ بھی قائل ہیں مگر اپنی ضد میں اتنی بات نہیں سمجھتے کہ انفراد فی الخالقیت مستلزم ہے انفراد فی الالوہیت کو یہ لوگ اسکو خالقیت میں تو یکتا مانتے ہیں لیکن پھر اس کیساتھ شرک کرتے ہیں اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا اور کس نے پیدا کیا تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ ان کو اس نے پیدا کیا جو اپنی قوت و طاقت اور اپنے غلبہ میں بڑا زبردست ہے اور اسی طرح اپنے علم میں پورا کمال رکھتا ہے کیونکہ یہ نظام شمسی بغیر طاقت اور بغیر علم کے چل ہی نہیں سکتا تو ان کو بھی لامحالہ یہی جواب دینا پڑے گا تو اس جواب کے بعد قاعدے سے ان پر حجت قائم ہے اور ان کے شرک کے جواز کی کوئی صورت نہیں آگے حق تعالیٰ دوسر افعال اپنی قدرت کے بیان فرماتا ہے (۹) وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور بچھونا بنایا اور اس نے زمین میں تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو ؛ زمین کو پھیلانا اور بچھانا پھر اس میں راستے اور پگڈنڈیاں قائم کرنا یہ اسی کا کام ہے تاکہ تم راہ پاؤ اور منزل مقصود تک پہونچ سکو۔ یہ ہر مسافر جانتا ہے کہ سفر طے کرنے اور منزل پر پہونچنے کے لئے۔ شاہراہ۔ سڑک اور پگڈنڈیاں کس قدر ضروری ہے (۱۰) اور جس نے آسمان سے ایک خاص اندازے کیساتھ پانی اُتارا پھر ہم نے اس پانی کو ایک مرے ہوئے شہر اور مُردہ دیس کو زندہ کر دیا یعنی آبادی کی زرعی زمین جو خشک پڑی تھی اسکو زندہ کر دیا اور اسی طرح تم بھی قبروں سے نکالے جاؤ گے ؛ آسمان سے پانی برساتا ہے ایک خاص اندازے کیساتھ یعنی حسب ضرورت تاکہ لوگ کھیتی باڑی کر سکیں اور پانی پینے کیلئے بھی کام میں لائیں مُری ہوئی زمین سے مُراد خشک زمین جو بارش کے بعد کھیتی باڑی کے قابل ہو جاتی ہے اور اُبھرنے لگتی ہے اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے یعنی جس طرح مُری ہوئی زمین زندہ ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی نباتات اس سے پیدا ہونے لگتی ہے اسی طرح تم بھی مرنے کے بعد اپنی قبروں سے نکل آؤ گے اور قیامت کے دن زمین میں سے اُٹھ کھڑے ہو گے (۱۱) اور جس نے تمام چیزوں کی مختلف قسمیں بنائیں اور ہر چیز کے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو ؛ یعنی حیوانات میں اور نباتات میں جوڑے یعنی اصناف اور ایک دوسرے کا جواب۔ اور کشتی اور بڑے چوپائے جو سواری کے کام آتے ہیں

(باقی ضمیمہ میں)

مسخر کر دیا اور ان چیزوں کو ہمارے بس میں دے دیا ورنہ ہم ایسے طاقتور نہ تھے کہ ان چیزوں کو اپنے بس میں لا سکتے (۱۳) اور بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں ÷ حضرت حق جل مجدہٗ نے دلائل توحید کے سلسلے میں ان احسانات کا تذکرہ فرمایا۔ ظاہر ہے کہ بحری اور بری سفروں کی سہولت اور آسانی کے لئے یہ چیزیں پیدا فرمائیں پھر ان چیزوں پر انسان کو قابو یافتہ فرمایا۔ وہ کشتیاں ہوں یا چوپائے ہوں انسان سب پر حکمرانی کرتا ہے۔ آخر میں آداب تعلیم فرمائے (تفسیر صفحہ ہذا) کہ جب کسی سواری پر بیٹھو تو اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اپنے دل میں اعتراف کیا کرو اور قلب میں اُس کی نعمتہائے بے کراں کو محسوس کیا کرو اور زبان سے بھی اس کا اظہار کیا کرو سواری پر سوار ہوتے وقت مختلف دعائیں حدیث کی کتابوں میں منقول ہیں قرآن میں یہ الفاظ ہیں سبحٰن الذی سخر لنا ھٰذا وما کنا لہ مقرنین۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو پیدا نہ فرماتا تو کوئی اور پیدا کرنیوالا نہ تھا اور اگر وہ پیدا کرنیکے بعد ان کو انسان کے لئے مسخر نہ فرماتا تو ان کو قابو میں کرنا اور ان حیوانات کو اپنا قرین بنانا انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ دعا میں اپنی عاجزی، بے بسی اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اعتراف ہے اور ساتھ ہی سفر آخرت کا بھی اقرار ہے جو آخری اور حقیقی سفر ہے۔ آگے بندوں کی نافرمانی اور حضرت حق کی شان میں غلط الزامات اور ان کے جوابات مذکور ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس سفر سے آخرت کا سفر یاد کرو حضرتؐ سوار ہوتے تو یہی تسبیح کہتے ۱۲ (۱۴) اور دین حق کے منکروں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض بندوں کو اس کا جز اور حصہ اور ٹکڑا بنا رکھا ہے۔ واقعی انسان کھلا ہوا ناسپاس اور ناشکر گزار ہے ÷ یعنی ایک طرف بندوں پر اسکے یہ احسانات اور دوسری طرف بندوں کی یہ جرأت اور دلیری کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد اور اس کی بیٹیاں کہتے ہیں حالانکہ اولاد تو باپ کا حصہ اور جز ہوتی ہے یہ کتنی بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر قسم کے عیوب سے پاک ہے یہ اس کا تجزیہ کرتے ہیں اور اس کو بانٹتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک (۱۵) کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کردہ مخلوقات میں سے اپنے لئے بیٹیاں تجویز کیں اور تم کو بیٹوں کیساتھ مخصوص کیا ÷ یعنی کیا تم یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے اپنے لئے بیٹیاں تجویز کیں اور تم کو بیٹوں کیلئے چُن لیا اور مخصوص کر دیا۔ یہ بہت ہی لغو بات ہے جو تم کہتے ہو اوّل تو اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کا قول بہت ہی نامناسب ہے کیونکہ اولاد جنسیت کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی جنس نہیں پھر اولاد میں سے بھی وہ ثابت کرتے ہو جو طبعاً ناقص ہے یعنی بیٹی اور خود اپنے لئے بیٹے چاہتے ہو خود تمہاری حالت یہ ہے (۱۶) حالانکہ جس کی مثال یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیان کرتے ہیں اور رحمان کیلئے جس چیز کا نام دھرتے ہیں جب اس بیٹی کے ہونیکی ان میں سے کسی کو خوش خبری دیجاتی ہے تو تمام دن اُس کا مُنہ سیاہ اور اُداس رہتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے ÷ یعنی جو چیز یہ رحمان کیطرف منسوب کرتے ہیں جب خود ہی بیٹی کبھی انکے ہاں پیدا ہو جاتی ہے تو ان کی حالت بیٹی کی خبر سُن کر یہ ہوتی ہے کہ ان کا چہرہ کالا ہو جاتا ہے اور دل میں گھٹتا رہتا ہے آگے اور لڑکیوں کی کمزوری اور ضعف کا حال بیان فرمایا (۱۷) کیا وہ جو زیور کی زیبائش اور آرائش میں پرورش پائے اور پروان چڑھے اور وہ جو جھگڑے اور مباحثے میں صاف طور سے اظہار مدعا نہ کر سکے ایسی اس کو رحمان کی اولاد ٹھہراتے ہیں ÷ یعنی عادتاً لڑکی کی پرورش آرائش اور زیبائش میں ہوتی ہے ماں باپ زیور پہناتے ہیں اُس کا بناؤ سنگھار کیا جاتا ہے پھر ضعف رائے اور قوت فکریہ کی کمزوری کا یہ عالم کہ بحث مباحثہ اور جھگڑے کے وقت اپنے مدعا کو صاف طور پر بیان بھی نہ کر سکے تم ایسی کمزور چیز کو خدا کی اولاد قرار دیتے ہو (۱۸) اور ان دین حق کے منکروں نے ان فرشتوں کو جو رحمان کے بندے ہیں عورتیں تجویز کر رکھا ہے۔ کیا یہ ان فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے ان منکروں کی یہ شہادت لکھی جائے گی اور ان سے اس کی بازپرس کیجائے گی ÷ یعنی ان کی یہ بات ان کے نامۂ اعمال میں درج کر لی جائے گی اور قیامت کے دن ان سے اس گواہی کی حقیقت پوچھی جائے گی مطلب یہ کہ ان کی اس لغو اور جھوٹی بات پر گرفت ہوگی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ جو فرمایا بندے رحمان کے ہیں یعنی بیٹیاں نہیں اور معلوم ہوا کہ فرشتے اگرچہ نہ مرد نہ عورت پر بولی مردانی بولیں ۱۲ (۱۹) اور یہ منکر یوں کہتے ہیں کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی پوجا نہ کرتے اُن لوگوں کو اس بات کا کوئی صحیح علم نہیں یہ صرف اٹکل سے تخمینے کیا کرتے ہیں ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی یہ تو ٹھیک ہے کہ بن چاہے خدا کے کوئی چیز نہیں پر اس کا بہتر ہونا نہیں نکلتا

(باقی صفحہ ۷۸۳ پر)

تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا

جب اطمینان سے ان پر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کا احسان یاد کرو اور یوں کہو کہ

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾ وَ

اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے لئے مسخر کر دیا ورنہ ہم تو ایسے طاقتور نہ تھے کہ ان چیزوں کو اپنے بس میں کر سکتے اور

إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿١٤﴾ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا

بیشک ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے بعض بندوں کو اس کا ایک جز یعنی اولاد بنا رکھا ہے

إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

واقعی انسان کھلا ناسپاس ہے۔ کیا خدا نے اپنی مخلوقات میں سے اپنے لئے بیٹیاں

بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ﴿١٦﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ

تجویز کیں اور تم کو بیٹوں کیساتھ مخصوص کیا۔ حالانکہ جس چیز کی مثال یہ رحمان کیلئے بیان کرتے ہیں جب کسی کے

لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿١٧﴾ أَوَمَن

ہونیکی ان میں سے کسی کو خبر دیجاتی ہے تو اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے۔ کیا وہ

يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا

جو زیور کی زیبائش میں نشو و نما پائے اور جھگڑنے کے وقت صاف طور پر اظہار مدعا نہ کر سکے۔ اور ان کافروں نے

الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا

ان فرشتوں کو جو رحمان کے بندے ہیں عورتیں تجویز کر رکھا۔ کیا یہ ان فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے انکی یہ شہادت

خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا لَوْ

لکھ لی جائے گی اور ان سے اسکی بازپرس کی جائے گی۔ اور یہ منکر یوں کہتے ہیں کہ اگر

شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ

رحمان چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی پوجا نہ کرتے ان لوگوں کو اس بات کا کوئی صحیح

عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن

علم نہیں ہے یہ صرف اٹکل سے تخمینے کیا کرتے ہیں۔ کیا ہم نے ان مشرکوں کو اس قرآن سے پہلے

(بقیہ صفحہ ۷۸۲) اُسی نے تو تنا بھی پیدا کیا یعنی اشیائے خوردنی اور زہر بھی زہر کون کھاتا ہے ؛ خلاصہ یہ کہ کفار کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ جواب دینے سے جب عاجز ہوتے تو مشیت کی آڑ پکڑتے قرآن میں اور بھی کئی جگہ کفار کا یہ قول ذکر فرمایا ہے چنانچہ آٹھویں پارے میں قدرے تفصیل سے گزر چکا ہے اور پہلے پارے کی تسہیل میں ہم بہت مفصل عرض کر چکے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ قدرت علی الکسب کے ساتھ مشیت کا تعلق اسکو مستلزم نہیں کہ اس کسب اور فعل پر مشیت رضا مند بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ کفر غیر پسندیدہ ہے لیکن اسکی قوت عطا فرما رکھی ہے۔ قوت اگر سلب کرلیں تو جبر ہوجائے۔ یہ طریقہ اسلام وکفر کے بارے میں ائق نہیں۔ اس لئے ہر فعل خواہ وہ نیک ہو یا بد فاعل کو موقعہ دیا جاتا ہے۔ مطلب یہ نہیں کہ جس فعل کے کرنیکا موقعہ دیا جائے وہ پسندیدہ اور قابل قبول بھی ہو (۲۰) کیا ہم نے ان مشرکوں کو اس قرآن سے پہلے **تفسیر صفحہ ہٰذا** کوئی اور کتاب دی ہے کہ اس کتاب سے یہ استدلال کرتے ہیں ؛ یعنی دلیل عقلی تو ان کی لغو اور مہمل ہے اب بتاؤ ان کو کوئی آسمانی کتاب ملی ہے جس سے یہ نقلی دلیل پیش کرسکتے ہیں۔ یہ بات بھی نہیں لہٰذا ان کے اس دعوے پر کہ لوشاء الرحمٰن ما عبدناھم پر دلیل عقلی اور نقلی دونوں منتفی ہیں (۲۱) بلکہ یہ تو یوں کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم بھی ان کے نشانہائے قدم پر راہ سے لگے ہوئے ہیں اور ہم اُن ہی کے نقش قدم پر راہ پانیوالے ہیں ؛ یعنی ان کو دلیل عقلی اور نقلی سے کیا بحث یہ تو اپنے بڑوں کی راہ پر چلنے کے پابند ہیں آگے اس طریقے کی قدامت کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ ان منکروں کی پُرانی بات ہے (۲۲) اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانیوالا نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے خوش عیش لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم بھی اُنہی کے نشانہائے قدم پر ان کی پیروی اور اقتدا کر رہے ہیں ؛ یعنی یہ بات جو کفار مکہ کہہ رہے ہیں یہ اوپر سے ہوتی چلی آئی ہے جب آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر ہم نے بھیجا تو وہاں کے مرفہ الحال لوگوں نے پہلے اور انکی دیکھا دیکھی ان کے ماتحت لوگوں نے یہی کہا کہ ہمارے باپ دادا جو کرتے تھے ہم اُنہی کے نشانہائے قدم کی پیروی کرتے رہیں گے اس پر ہر آنے والے پیغمبر نے انکو سمجھایا (۲۴) اس پر ہر ایک پیغمبر نے کہا جس طریقے پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اگرچہ میں اس سے بہتر منزل مقصود تک پہنچانیوالا کوئی طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں تب بھی تم اپنے بڑوں ہی کی اقتدا کروگے وہ اسپر عناداً کہنے لگے تم جس دین کیساتھ بھیجے گئے ہو ہم اُس کے منکر ہیں اور اس کے ماننے والے نہیں ؛ یعنی جو طریقہ تمہارے باپ دادا کا ہے اور جس پر تم چلنے کا دعویٰ کرتے ہو اگر اس سے زیادہ بہتر اور راہ دکھانیوالی چیز میں تمہارے پاس لایا ہوں یعنی روشن دین جس سے منزل مقصود تک پہونچنا آسان ہوجائے اور تم کو منزل نظر آنے لگے تب بھی تم اپنے باپ دادا کی فرسودہ اور گمراہ کن راہوں پر اڑے رہوگے۔ تو ان بستی والوں نے مختلف اوقات میں مختلف پیغمبروں کو یہی جواب دیا کہ تم جو دین اور روشن راستہ لیکر آئے ہو اور جو دین تم کو دیکر بھیجا گیا ہے ہم اس دین کو ماننے والے نہیں اور ہم تو اس دین کے منکر اور کافر ہیں اب آگے ایسے معاندین اور سرکش لوگوں کا انجام بیان فرمایا (۲۴) آخر کار ہم نے اُن سے بدلا لیا سو آپ دیکھئے کہ تکذیب کرنیوالوں اور جھٹلانیوالوں کا انجام کیسا ہوا ؛ یعنی باپ دادا کی رسوم کے مقابلے میں دین حق کو نظرانداز کرنیوالوں سے آخر کار بدلا اور انتقام لیا گیا اور سب کو ختم کرکے رکھدیا گیا۔ ہمارے دور میں بھی اکثر جاہل مسلمان باپ دادوں کی رسوم کو دین پر ترجیح دیتے ہیں معاذاللہ

قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ

کوئی اور کتاب دی ہے کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ بلکہ یہ تو یوں کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو

اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَكَذٰلِكَ

ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کے نشانہائے قدم پر راہ سے لگے ہوئے ہیں۔ اور اسی طرح

مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ

ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے خوش عیش لوگوں نے

مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى

یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کے نشانہائے قدم پر ان کی

اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿٢٣﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا

اقتدا کر رہے ہیں۔ اسپر ان کے پیغمبر نے فرمایا جس طریقے پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اگرچہ میں اس سے بہتر

وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

مقصود تک پہنچانے والا کوئی طریقہ لیکر تمہارے پاس آیا ہوں تب بھی تم انہی کی اقتدا کروگے وہ کہنے لگے تم جو دین دیکر بھیجے گئے ہو

كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

ہم اسکو ماننے والے نہیں۔ آخر کار ہم نے ان سے بدلا لیا سو آپ دیکھئے کہ تکذیب کرنے والوں کا

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ

انجام کیسا ہوا۔ اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو

بَرَاۗءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾

میں ان سے بیزار ہوں۔ مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾

اور اسی توحید کو ابراہیم اپنی اولاد میں ایک قائم رہنے والی بات کرگیا تاکہ لوگ شرک سے باز آتے رہیں

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ وَ

بلکہ میں نے ان کو اور ان کے بڑوں کو ہر قسم کے سامان سے بہرہ مند کیا یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور

ع ۱۰ — ۲ — ۸

(۲۵) اور حضرت ابراہیم کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو اور جن کی پرستش کرتے ہو میں ان سے بیزار ہوں اور ان چیزوں سے الگ ہوں (۲۶) مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے اور مجھ کو ہدایت دیتا ہے ؛ یعنی اوپر کی آیتوں میں باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے اور پیغمبروں کی تعلیم سے روگردانی کرنے کی مذمت بیان فرمائی تھی اسی سلسلے میں حضرت ابراہیم کے واقعہ کا ذکر فرمایا چونکہ قریش بھی ان کو اپنا جد اعلیٰ مانتے تھے اس لئے ان کا ذکر فرمایا کہ دیکھو تمہارے جد اعلیٰ نے کس طرح اپنے باپ دادا کی رسوم اور طریقوں سے بیزاری کا اعلان کردیا۔ تم بھی آبائی طریقوں سے اپنی علیحدگی کا اعلان کردو۔ اور یہ جو فرمایا الا الذی فطرنی تو یہ استثنا منقطع ہے۔ کیونکہ اول تو وہ خدا کی پرستش کرتے ہی نہ تھے اور اگر بتوں کی بندگی کیساتھ خدا کی بندگی کرتے بھی ہوں تو وہ نہ کرنے کے برابر ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہاں یہ قصہ اس پر کہا کہ تمہارے پیشوا نے باپ کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تم بھی دی کرو" (۲۷) اور اسی کلمۂ توحید کو ابراہیم اپنے پیچھے ایک قائم رہنے والی بات کرگیا تاکہ منکر رجوع کریں اور کفر سے باز آتے رہیں ؛ یعنی حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی اور وصیت کے ذریعے اس توحید کے کلمہ کو اپنے پیچھے اپنی اولاد میں قائم کرگیا تاکہ لوگ شرک سے باز رہیں۔ (باقی صفحہ ۷۸۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۸۳) یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے اس کلمے کو ان کی اولاد میں بھی باقی رکھا اور توحید کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا تاکہ لوگ شرک سے باز آئیں۔ کلمہ باقیہ کے بھی دو معنی بیان کئے گئے۔ ایک کلمۂ توحید۔ دُوسرا انّنی براءٌ یعنی شرک سے بیزاری۔ لعلھم یرجعون سے مُراد یا تو عام مشرک ہیں یا یہ ھم کی ضمیر سے مکہ کے مشرک مُراد ہیں۔ بہرحال مفسرین نے کئی طرح معنی کئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے آبائی طریقہ ترک کیا اور کلمۂ توحید اور شرک کی بیزاری کا سلسلہ اُسکی اولاد میں بھی قائم رہا چنانچہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اسی طریقے کی تبلیغ فرماتے ہیں (۲۸) مگر یہ لوگ ابراہیمؑ کی بات پر نہ چلے بلکہ میں نے ان کو اور ان کے بڑوں کو ہر قسم کے ساز و سامان سے بہرہ مند کیا اور یہ اس میں مشغول ہو کر غافل ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس دینِ حق اور صاف صاف بیان کرنیوالا رسول آپہونچا۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے مکہ والوں کو اپنی نعمتوں سے نوازا اور مالا مال کیا یہ نوازش اسلئے تھی کہ یہ ابراہیم کی اولاد ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا احسان مانیں گے اور ابراہیم کے کلمۂ باقیہ کا احترام کریں گے لیکن ہوا یہ کہ یہ لوگ مغرور ہوگئے اور عیش و عشرت میں لگ کر دینِ حنیف کو فراموش کردیا اور شرک میں مبتلا ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس حق یعنی قرآن۔ یا دینِ حق۔

رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ
صاف صاف بیان کرنیوالا رسول آگیا۔ اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن آیا تو کہنے لگے یہ تو جادو ہے اور

اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى
ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں یعنی مکہ اور طائف کے

رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ
کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ کیا آپکے پروردگار کی رحمت یعنی نبوت کو یہ لوگ تقسیم کرنا چاہتے ہیں

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
حالانکہ دنیوی زندگی میں بھی اُن کی روزی اُن میں ہم ہی نے تقسیم کر رکھی ہے اور

رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ
ہم نے باعتبار مراتب ایک کو دوسرے پر بلندی عطا کر رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے کو خدمت کیلئے

بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَ
استعمال کرسکے اور آپ کے رب کی رحمت تو اس سے بدرجہا بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے پھرتے ہیں۔ اور

لَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ
اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی دین پر ہوجائیں گے تو ہم ان لوگوں کے گھروں کی چھتیں

بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ
جو رحمان کے منکر ہیں چاندی کی کردیتے اور ان کی وہ سیڑھیاں بھی جن پر یہ

عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا
چڑھا کرتے چاندی کی کردیتے۔ اور ان منکرین رحمان کے گھروں کے دروازے بھی اور وہ تخت بھی جن پر تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں

يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ
چاندی کے کردیتے۔ اور صرف چاندی کے بلکہ سونے کے بھی کردیتے اور یہ سب کچھ مال و دولت کچھ نہیں مگر دنیوی زندگی کی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾ ع
بہرہ مندی اور کامرانی ہے اور آخرت آپکے رب کے ہاں انہی کے لیے ہے جو ڈرتے ہیں۔

تفسیر صفحہ ہذا:۔ اور رسول صاف صاف بتانیوالا آپہونچا۔ حق کے دو معنی مفسرین نے کئے ہیں ہم نے ترجمے اور تیسیر میں دونوں کی رعایت رکھی ہے۔ اور یہ جو فرمایا۔ بل متعت ھولاء وآباءھم مراد اس سے دُنیا کی عیش ہے مثلاً عمر کی درازی۔ عزت و آبرو۔ سامانِ عیش وغیرہ اور بڑی بات یہ کہ مہلت اور ڈھیل۔ لیکن انہوں نے بجائے احسان ماننے کے کفرانِ نعمت کیا یہاں تک کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا سچا قرآن آگیا (۲۹) اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن آیا تو کہنے لگے یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے ماننے سے انکار کرنیوالے ہیں۔ یعنی ہمارے احسانات کا ناجائز فائدہ اُٹھایا اور قرآن کو جادو بتا کر اس کو ماننے سے انکار کردیا (۳۰) اور انہوں نے کہا کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ یعنی مکہ اور طائف دونوں بڑے شہروں کے کسی بڑے آدمی پر اُترتا۔ مطلب یہ کہ کسی مالدار اور بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا۔ بڑے آدمی سے شاید ولید بن مغیرہ اور عروہ بن مسعود ثقفی ہوں کیونکہ پہلا مکہ کا بڑا تھا اور دُوسرا طائف کا سردار تھا۔ گویا نبوت بھی ایسی چیز ہے جو ان کے مشورے اور ان کی رائے سے دیجاتی (۳۱) کیا آپکے پروردگار کی رحمت یعنی نبوت کو یہ لوگ تقسیم کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان کی دنیوی زندگی میں بھی ان کی روزی ان میں ہم ہی نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے باعتبار مراتب اور درجات ایک کو دُوسرے پر فوقیت اور بلندی عطا کر رکھی ہے تاکہ ایک دُوسرے کو خدمت کیلئے استعمال کرسکے اور اپنا کمیرا بنا سکے اور آپ کے رب کی رحمت اس چیز سے بدرجہا بہتر ہے جو یہ سمیٹتے اور جمع کرتے پھرتے ہیں۔ قرآن میں عام طور سے روحانی ترقی اور روحانی مرتبے کو رحمتِ رب سے تعبیر کیا ہے خواہ یہ روحانیت نبوت کی ہو یا ولایت اور امامت کی ہو اسی طرح یہاں بھی رَحْمَتَ رَبِّکَ سے مراد نبوت ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے پر کفار معترض تھے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ خود نبوت کو تقسیم کرنیکے خواہش مند تھے حضرت حق نے اس کا جواب فرمایا کہ نبوت جو آپکے پروردگار کی رحمت کا ایک شعبہ ہے یہ کفارِ مکہ خود اس کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ نبوت تو بہت بلند اور بڑی اونچی چیز ہے اس کی تقسیم تو ان کے کیا سپرد ہوتی ہم نے تو دُنیوی زندگی میں بھی ان کی روزی کی تقسیم ان کے ہاتھوں میں نہیں دی بلکہ اپنی مصلحت کے موافق ہر شخص کی روزی ہم نے خود ہی تقسیم فرمائی اور بعض کو بعض پر فوقیت عطا کی تاکہ ایک سرمایہ دار غریب کو اُجرت پر لیکر اس سے کام لے سکے اور اس طرح نظامِ عالم قائم رہے یا یہ مطلب کہ ایک دوسرے کا دستِ نگر رہے سرمایہ دار کو مزدور کی حاجت رہے اور مزدور سرمایہ دار کا محتاج رہے۔ بہرحال نبوت تو بہت بالاتر ہے جب اس سے حقیر اور ادنیٰ درجے کی چیز ان کے ہاتھوں تقسیم نہیں کرائی تو نبوت ان کے ہاتھوں کس طرح تقسیم کرائی جاسکتی ہے۔ آگے دنیا کی تحقیر کے سلسلہ میں مزید تشریح فرمائی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اللہ نے روزی دنیا کی تو ان کی تجویز پر نہیں بانٹی پیغمبری کیوں کردے ان کی تجویز پر ۱۲ (۳۲) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے اور ایک ہی دین پر ہوجاتے تو ہم ان لوگوں کے گھروں کی چھتیں جو رحمان کے منکر ہیں چاندی کی کردیتے اور ان کی وہ سیڑھیاں بھی چاندی کی کردیتے جن پر یہ چڑھا کرتے (۳۳) اور ان منکرین رحمان کے گھروں کے دروازے بھی اور وہ تخت بھی جن پر تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں چاندی کے کردیتے (۳۴)

(باقی صفحہ ۷۸۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۸۴) اور نہ صرف چاندی کے بلکہ سونے کے بھی کر دیتے اور یہ سب مذکورہ مال و دولت کچھ نہیں مگر دنیوی زندگی کی چند روزہ بہرہ مندی اور کامرانی ہے اور آخرت آپکے پروردگار کے ہاں انہی کیلئے ہے جو کفر سے بچتے ہیں اور متقی ہیں ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کافر کو اللہ نے پیدا کیا کہیں تو اس کو آرام دے آخرت میں تو عذاب ہے دنیا ہی میں آرام ملتا مگر ایسا ہو تو سب ہی کفر پکڑ لیں ۱۲ مطلب صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی کوئی وقعت اور عزت نہیں اگر کافروں کو دنیا زیادہ دی گئی تو دنیا اور کافروں کی یہ عزت نہیں ہے۔ منکروں کے پاس دنیا کی کثرت دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ منکروں پر بڑے مہربان ہیں دنیا کی کثرت حق تعالیٰ کی مہربانی کی دلیل نہیں ہے۔ تو ہم اس تھوڑی سی دنیا پر یہ خیال کرتے ہو اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بعض مسلمانوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ تو ہم منکرین رحمان یعنی اپنے منکروں کو چاندی کی چھتیں چاندی کی سیڑھیاں اور چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت عطا کرتے۔ اور چاندی کے کیا بلکہ سونے کے بھی بعض حضرات نے زخرف کا ترجمہ زینت کیا ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ چاندی کیساتھ ہر قسم کی زینت کا سامان رحمان کے منکروں کو دیا جاتا۔ سونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں چاندی کی بھی دیتے اور سونے کی بھی دیتے۔ لیکن ہر منکر رحمان کو اگر چاندی اور سونے کے مکان دیئے جاتے تو کفر حصول مال و متاع کا سبب یقینی ہو جاتا اور اکثر طبائع میں حرص مال و متاع غالب ہے اس لئے چند مخصوص اور قلیل مسلمانوں کو چھوڑ کر سب لوگ کفر کی طرف مائل ہو جاتے اور اس طرح دنیا میں لوگ منکر رحمان بن جاتے۔ لہٰذا رحمان کے منکروں کو دنیا دی مگر تھوڑی دی۔ یہ مضمون قرآن میں بہت جگہ آچکا ہے لیکن یہاں ایک اچھوتا اور نیا عنوان رکھا ہے بہرحال اگر ایسا ہوتا بھی تو یہ سب ساز و سامان دنیا کے جیتے ہوتا اور آخرت کی کامیابی بہرحال متقیوں کے لئے ہے جو کم از کم شرک سے بچتے ہیں یعنی رحمان کے منکر نہیں بلکہ اس کے مومن ہیں۔ حدیث میں آتا ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق کو بھی تقسیم کیا جس طرح تمہارے ارزاق کو تمہارے درمیان تقسیم کیا اللہ تعالیٰ دنیا میں ہر شخص کو دیتا ہے خواہ وہ اسکو دوست رکھے یا دوست نہ رکھے مگر دین صرف اسکو دیتا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ یعنی دنیا تو دوست دشمن سب کو ملتی ہے مگر دین سوائے دوست کے کسی کو نہیں ملتا (درمنثور) (۳۵)

تفسیر صفحہ ہٰذا ؛۔ اور جو رحمٰن کے ذکر اور اسکی نصیحت سے آنکھیں بند کرے اور آنکھ چرائے تو ہم اس پر ایک شیطان متعین کر دیتے ہیں سو وہ شیطان اُس کیساتھ رہتا ہے ۞ سورۂ فصلت میں تفصیل گزر چکی ہے مطلب وہی ہے کہ رحمان کے ذکر سے جو شخص آنکھیں چرانے کا خوگر ہو جائے تو پھر اس کو کسی ایک شیطان کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور وہ شیطان خواہ جن ہو یا آدمی کی شکل میں ہو اس پر مسلط رہتا ہے اور ٹھیک بات کی طرف اسکو آنے نہیں دیتا (۳۶) اور یہ ساتھی شیاطین ان منکروں کو راہِ حق اور سیدھی راہ سے روکتے رہتے ہیں اور یہ منکر سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں اور راہ یافتہ ہیں ۞ یعنی ان شیاطین کے تسلط کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان کے اعمال بد کی تزئین کرتے رہتے ہیں اور برے کاموں کو اچھا کر کے ان کو دکھاتے رہتے ہیں راہ حق سے ان کو روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ راہِ حق یہی ہے کہ جس پر ہم چل رہے ہیں۔ شاید یاد ہوگا ہم نے بتایا ہے کہ یہ شیطان کا تعین اور شیطان کی حوالگی کے الفاظ سے مجرم کی اس حالت کی جانب اشارہ ہے جب کوئی بدنصیب مجرم حد سے آگے نکل جائے اور حضرت حق جل مجدہ اس سے دست کش ہو جائیں اور اسکی سرپرستی سے ہاتھ اٹھالیں تو ایسا مجرم آخر کار طاغوتی طاقتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی حالت کو نقیض له شیطانا سے تعبیر فرمایا ہے۔ بڑا بدقسمت ہے وہ انسان جس سے رحمان ناراض ہو کر اپنی مہربانی اور اپنی ہدایت کے دامن سمیٹ لے اور اسکو طاغوتی طاقتوں پر چھوڑ دے اللھم لا تکلنی الی نفسی طرفة عین (۳۷) یہاں تک کہ جب نصیحت فراموش ہمارے پاس آئیگا تو اس ساتھی اور شیطان قرین سے کہیگا کاش دنیا میں میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا سا فاصلہ ہوتا کیونکہ تو بہت بُرا ساتھی تھا ؛۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دنیا میں شیطان کے مشورے پر چلتا ہے اور وہاں اسکی صحبت سے پچھتا دے گا اس طرح کا ساتھی شیطان کسی کو جن ملتا ہے کسی کو آدمی ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ جب اس شیطان کو قیامت میں بھی اپنے ساتھ دیکھے گا تو یہ کہے گا یلیت بینی و بینك۔ کہ کاش تو دنیا میں میرا قرین نہ ہوتا اور میرے تیرے درمیان اتنی دوری ہوتی جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان مسافت بعیدہ ہوتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تمنا آخرت کیلئے کرے کہ یہاں بھی تو تیری صورت نہ دکھائی دیتی اور میرے تیرے درمیان مشرق و مغرب کا سا بعد ہوتا (۳۸) (باقی صفحہ ۷۸۶ پر)

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ

اور جو شخص رحمان کی نصیحت سے آنکھیں بند کر لے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں سو وہ شیطان

قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

اسکے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ ساتھ رہنے والے شیاطین ان مذکورہ کافروں کو صحیح راہ سے روکتے رہتے ہیں اور وہ کافر سمجھتے ہیں کہ

مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ

وہ راہ یافتہ ہیں۔ یہاں تک کہ یہ نصیحت فراموش جب ہمارے سامنے آئیگا تو اس ساتھی سے کہیگا کاش دنیا میں میرے اور تیرے درمیان

بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ

مشرق و مغرب کا سا فاصلہ ہوتا کیونکہ تو بہت برا ساتھی تھا۔ اور جب تم ظالم ٹھہر چکے تو آج یہ بات

ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ

کہ تم سب عذاب میں مشترک ہو تم کو کوئی نفع نہیں دے سکتی۔ سو اے پیغمبر کیا آپ بہروں کو

الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾

سُنا سکتے ہیں یا آپ اندھوں کو اور اُن کو جو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں راہ پر لا سکتے ہیں

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ

سو اگر ہم آپ کو اُٹھا بھی لیں تب بھی ہمیں ان کافروں سے ضرور بدلا لینا ہے۔ یا اُن کافروں کو جو ہم نے

الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ

عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپکو دکھلا دیں بہرحال ہم اُن پر ہر طرح سے قدرت رکھتے ہیں۔ سو آپ اس قرآن پر

بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ

جو آپ کی جانب بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے مضبوطی کے ساتھ قائم رہیئے بیشک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ اور یہ

لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ

قرآن آپ کیلئے اور آپکی قوم کیلئے بڑے شرف کی چیز ہے اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے۔ اور آپ ان پیغمبروں

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ

یعنی انکی کتابوں سے جنکو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ دیکھئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا اور دوسرے

٥٠/١

(بقیہ صفحہ ۷۸۵) اور جبکہ تم کفر کے مرتکب ہو چکے اور ظالم قرار پاچکے تو آج تم کو یہ بات کوئی نفع نہیں دے سکتی کہ تم سب عذاب میں باہم مشترک ہو:: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کافر کہیں گے خوب ہوا کہ انھوں نے ہم کو عذاب میں ڈلوایا یہ بھی :: بچے لیکن اسکو کیا فائدہ اگر دوسرا بھی پکڑا گیا ﷺ خلاصہ یہ ہے کہ وہ تمام شیاطین اور وہ تمام انسان جن کو یہ شیاطین بہکاتے اور صحیح راہ سے روکتے تھے سب جہنم میں جھونک دئے جائیں گے تو اسکو حضرت حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں بلوائے عام کے موقعہ پر ایک دوسرے کی حالت دیکھ کر اپنے دل کو تسلی دے لیا کرتے تھے کہ جو ہمارا حال وہ تمہارا حال یہاں اس کہنے سے کوئی تسلی اور نفع نہیں ہوگا اور یہ اشتراک فی العذاب کسی نفع کا موجب نہیں ہوگا۔ اور کم سے کم تسلی بھی میسر نہیں ہوگی یا یہ کہ آج کوئی عذر و ندامت قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ تم سب ہی عذاب میں مشترک ہو (۳۹) سو اے پیغمبر کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا آپ اندھوں کو اور ان کو جو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں راہ پر لا سکتے ہیں :: یعنی جو سماع قبول نہیں رکھتے اور جو ہیئے کے اندھے ہیں صریح گمراہی سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا گمراہ رہنا مرتے دم تک اللہ کے علم میں ہے (۴۰) پھر اگر ہم آپکو اٹھا بھی لیں تب بھی ہمیں ان کافروں سے ضرور بدلا لینا ہے (۴۱) یا ان کافروں سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کی زندگی میں آپ کو دکھلا دیں بہرحال ہم ان پر ہر طرح قابو اور قدرت رکھتے ہیں :: مطلب یہ ہے کہ جس عذاب سے ان کو ڈرایا گیا ہے وہ ضرور ہوگا خواہ وہ آپکی زندگی میں ہو یا آپکی وفات کے بعد ہو کیونکہ یہ پوری طرح ہمارے بس میں ہیں۔ چنانچہ دونوں ہی باتیں ہوئیں آپؐ کی حیات میں بھی کفار کو ذلیل و رسوا کیا گیا اور آپکی وفات کے بعد بھی (۴۲) سو آپ اے پیغمبر اس قرآن پر جو آپ کی جانب بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے مضبوطی کیساتھ قائم رہئے بیشک آپ سیدھی راہ پر ہیں :: یعنی آپ جس دین پر ہیں اس میں کجی نہیں اور وہی راہ سیدھی ہے لہٰذا جو کچھ آپکو وحی کی جاتی ہے اس پر آپ خود بھی قائم رہئے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے رہئے (۴۳) اور یہ قرآن آپکے لئے اور آپکی قوم کیلئے ایک نصیحت ہے اور عنقریب تم سب سوال کئے جاؤ گے :: اس آیت میں ذکر کا ترجمہ دو طرح کیا گیا ہے ایک نصیحت ایک شرف ہم نے دونوں ذکر کر دئے ہیں۔ نصیحت کی بات تو ظاہر ہی ہے۔ حضورؐ کیلئے بھی نصیحت ہے اور قوم کیلئے بھی۔ البتہ شرف کا مطلب ہے کہ یہ قرآن جو آپ پر نازل کیا ہے تو چونکہ بلا واسطہ آپ مخاطب ہیں یہ آپکے لئے بڑے شرف کی بات ہے اور آپکی قوم سے بالواسطہ خطاب ہے اس لئے دونوں ہی کیلئے موجب شرف اور موجب عزت ہے حضرت حق تعالیٰ جس کو کلام کی عزت سے نوازیں اس کے اعزاز اور شرافت کا کیا ٹھکانا۔ سوال کئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس قرآن اور اس شرف کا کیا حق ادا کیا اور کیسی تعظیم کی یہ پوچھا جائیگا قوم سے مراد بعض نے قریش اور بعض نے عرب اور بعض نے تمام امت لی ہے۔ بہرحال یہ قرآن جس پر اترا وہ بھی قابل احترام اور جس قوم کے لئے اترا وہ بھی دنیا کی قوموں میں بلند پایہ قوم ہے صلی اللہ علیٰ رسولہ و آلہ و اصحابہ اجمعین (۴۴) اور آپ ان سب پیغمبروں سے جنکو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ دیکھئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمان کے علاوہ اور دوسرے معبود مقرر کئے تھے کہ انکی پرستش کیجائے اور ان کو پوجا جائے :: مطلب یہ ہے کہ اس مسئلے کی تحقیق کی جائے کہ کیا سابقہ پیغمبروں کے زمانہ میں کبھی کسی پیغمبر کے وقت میں ہم نے سوائے رحمان کے کسی دوسرے معبود کو مقرر کرنے اور پوجنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی اگرچہ رسول اس وقت نہیں ہیں ان کی کتابوں کو دیکھ کر بتاؤ کہ کسی نبی نے آج تک شرک کی تعلیم دی ہے۔ تفسیر صفحہ ہذا:: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کسی دین میں شرک روا نہیں رکھا اور پوچھ دیکھو یعنی جس وقت ان کی ارواح سے ملاقات ہو یا ان کے احوال کی کتابوں سے تحقیق کر ۱۲ ان سے پوچھنا یہ ہے ان کی کتابوں سے تحقیق کرنے میں (۴۵)

الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ

معبود مقرر کئے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے۔ اور بلا شبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ

فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا اور موسیٰ نے کہا کہ میں رب العالمین کا

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا

بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ پھر جب موسیٰ ان لوگوں کے پاس ہماری نشانیاں لیکر آیا تو وہ دفعۃً ان نشانیوں

يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ

کی ہنسی اڑانے لگے۔ اور ہم ان کو جو نشانی دکھاتے تھے وہ نشانی پہلی نشانی سے بڑھ چڑھ کر

اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَ

ہوتی تھی اور ہم نے انکو مختلف قسم کی سزاؤں میں گرفتار کیا تاکہ وہ باز آجائیں۔ اور

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ

انھوں نے موسیٰ سے کہا اے جادوگر تو اپنے رب سے اس عہد کی بنا پر جو اس نے تجھ سے کر رکھا ہے ہمارے لئے دعا کرے

اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا

ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔ پھر جب ہم نے ان سے وہ عذاب جس میں وہ مبتلا کئے گئے تھے دور کر دی تو

هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ

انھوں نے اسی وقت اپنے وعدے کو توڑ دیا۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو پکارا اور کہا اے میری قوم

اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ

کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے اور میرے نیچے نہریں جاری ہیں

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ

کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ میں اس شخص سے کہیں بہتر ہوں جس کی کوئی عزت نہیں

وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ

اور وہ صاف طور سے بول ہی نہیں سکتا ہے۔ پھر اگر یہ خدا کا فرستادہ ہے تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے

ع ۴ / ۱۰

۵۰ / ۲

اور بلا شبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو موسیٰ نے کہا کہ میں رب العالمین کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں :: یعنی عصا اور ید بیضا لیکر آئے اور اس کے دربار میں اپنے رسول ہونے کا اعلان کیا مگر اس نے نہیں مانا اور ان کے فرستادۂ خدا ہونے کو تسلیم نہیں کیا (۴۶) پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری اور نشانیاں لیکر آیا تو وہ ان نشانیوں کی ہنسی اڑانے لگے اور ان نشانیوں سے مذاق کرنے لگے یہ غالباً وہ نو نشانیاں ہیں جن کا ذکر نویں پارے میں گزر چکا ہے۔ یعنی طوفان۔ قحط۔ امراض وغیرہ حالانکہ یہ معجزات بہ رنگ عقوبت اور عذاب دکھائے گئے تھے پھر بھی ان کو معمولی حوادثات پر محمول کرنے لگے اور ان نشانیوں کا مذاق اڑانے لگے اور ان نشانیوں کی حالت یہ تھی (۴۷) اور ہم ان کو جو نشانی دکھاتے تھے وہ نشانی پہلی نشانی اور اپنی قرین نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے ان کو مختلف قسم کی سزاؤں (باقی ۷۸۷ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۸۶) اور تکالیف میں گرفتار کیا تاکہ وہ کفر سے باز آجائیں ؛ یہ مطلب نہیں کہ پہلی نشانی کچھ چھوٹی ہوتی تھی اور دوسری بڑی ہوتی تھی بلکہ یہ ایک محاورہ ہے کہ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر۔ عذاب آلود ہر نشانی بڑی ہوتی ہے۔ یا ایسا محاورہ ہے جیسے کوئی کہے ھما اخوان کل واحد منھما اکرم علی الاخر۔ بہرحال فرعونیوں پر ان مصائب کا سلسلہ جاری رہا (۴۸) اور ان فرعونیوں نے ہر موقع پر موسیٰ سے کہا اے جادوگر تو اپنے پروردگار سے اس عہد کی بنا پر جو اس نے تجھ سے کر رکھا ہے ہمارے لئے دعا کر دے ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم ضرور راہ پر آجائیں گے (۴۹) پھر جب ہم نے ان سے وہ سزا جس میں وہ مبتلا کئے گئے تھے دور کر دی اور ٹال دی تب ہی انھوں نے اپنے وعدے کو توڑ دیا ؛ یعنی حسب عادت موسیٰ کو جادوگر کہہ کر آواز دیتے اور یہ کہتے کہ اس عہد کی بنا پر جو تیرے رب نے تجھ سے کر رکھا ہے اور وہ عہد شاید یہی کہ اگر یہ باز آجائیں گے تو ہم عذاب اٹھالیں گے اسی عہد کی بنا پر وعدہ کرتے اور دعا کی درخواست کرتے مگر منہ سے یہی کہتے کہ اپنے رب سے دعا کر۔ منہ سے یہ نکلتا کہ ہمارے پروردگار سے دعا کر دے اس شقاوت لفظی کے بعد بھی موسیٰ حضرت حق تعالیٰ کی جناب میں دعا کرتے ہوں گے موسیٰ کی دعا سے عذاب ہٹ جاتا ہوگا اور یہ بدبخت اپنے عہد اور وعدے کو عذاب کے دور ہوتے ہی توڑ دیتے ہوں گے اسی کو ان آیتوں میں بیان فرمایا (۵۰) اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اور ان کو پکارا اور کہا اے میری قوم کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے اور میرے نیچے یہ نہریں بہ رہی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ؛ یعنی فرعون نے خیال کیا کہیں یہ عذاب کا سلسلہ اور یہ معجزات دیکھ کر میری قوم ڈگمگا نہ جائے اس خوف سے اپنی عظمت قائم رکھنے کو پکارا۔ یا تو لوگوں کو جمع کر کے کوئی خطاب کیا ہوگا یا منادی کے ذریعہ اعلان کرایا ہوگا کہ سلطنت مصر تمام کی تمام میری ہے اور میرے محل کے پائیں اور باغات میں نہریں بہ رہی ہیں میری بارہ دری کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اب تم غور کر کے مجھ میں اور موسیٰ میں کون بہتر ہے جو بہتر ہو اسکا ساتھ دو حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں اس گرد و پیش کے ملکوں میں مصر کا حاکم بڑا ہوتا تھا اور نہریں اس نے بنائی تھیں دریائے نیل کا پانی اپنے باغ میں لایا تھا کاٹ کر ۱۲ (۵۱) بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ میں اس شخص سے کہیں بہتر ہوں جسکی کوئی عزت نہیں اور نہ وہ صاف طور سے بول ہی سکتا ہے ؛ حضرت موسیٰ کو بے قدر کہا اور ان کی زبان کی لکنت پر طعن کیا اور اس طرح اپنی برتری جتائی (۵۲) پھر اگر یہ خدا کا فرستادہ ہے تو اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے ہی جمع ہو کر اور پرا باندھ کر آتے ؛ یعنی یہ خدا کا فرستادہ نہیں ورنہ تو عام بادشاہوں کا یہ قاعدہ ہے کہ اپنے خاص امرا اور عہدیداروں کو سونے کے کنگن پہناتے ہیں ان کے جلو میں تفسیر صفحہ ہٰذا۔ فوج چلتی ہے یہ کیسا خدا کا خاص آدمی ہے نہ اس کے ہاتھوں میں کنگن نہ اس کے جلو میں فرشتوں کی فوج یہ کیسا خدا تعالیٰ کا فرستادہ ہے دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں (۵۳) غرض ان باتوں سے فرعون نے اپنی قوم کو مغلوب اور متاثر کر لیا اور ان کی عقل کھو دی پھر انھوں نے اسی کا کہا مانا اور اسکی اطاعت کی بیشک وہ پہلے ہی سے شرارت پسند لوگ تھے ؛ یعنی فرعون نے اپنی باتوں سے قوم کو متاثر کر لیا اور وہ اسکی ہاں میں ہاں ملانے لگے کیونکہ وہ حد سے نکل جانیوالے اور شرارت پسند تو پہلے ہی سے تھے (۵۴) پھر جب انہوں نے اپنے عناد اور سرکشی سے ہم کو سخت غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلا لیا اور ان سب کو ڈبو دیا ؛ یعنی ان کی سرکشی کا انجام یہ ہوا کہ ہمارے تحمل کی انتہا ہو گئی اور ان کی ان حرکات نے ہم کو غصہ دلایا اور ہم نے ان سے بدلا لیا اور

أَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ

یا اس کے ساتھ فرشتے ہی جمع ہو کر آتے۔ غرض فرعون نے اپنی قوم کو متاثر و مغلوب

فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا

کر لیا اور انھوں نے اسی کا کہا مانا بیشک وہ تھے ہی نافرمان لوگ۔ پھر جب انھوں نے ہم کو غصہ دلایا

انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ

تو ہم نے اُن سے بدلا لیا اور اُن سب کو غرق کر دیا۔ اور ہم نے پیچھے آنیوالوں کے لئے اُن لوگوں کو

سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ ع وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا

ایک گزری ہوئی قوم اور فسانۂ عبرت بنا دیا۔ اور جب ابن مریمؑ کے متعلق ایک عجیب بات کہی گئی تو یکایک

اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ

آپ کی قوم کے لوگ اس بات کی خوشی کے مارے شور مچانے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں

اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾

یا عیسیٰ ابن مریمؑ یہ بات انھوں نے آپ سے محض جھگڑے کی غرض سے بیان کی ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ سخت جھگڑالو واقع ہوئے ہیں

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا

وہ عیسیٰ ابن مریم محض ایک بندہ ہے جس پر ہم نے اپنا فضل کیا تھا اور بنی اسرائیل کیلئے اسکو ایک

لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً

نمونۂ قدرت بنایا تھا۔ اور اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیں

فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا

جو زمین میں تمہارے قائم مقام ہوں۔ اور بے شک وہ عیسیٰ قیامت کی ایک علامت ہے سو تم لوگ

تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ

اس قیامت کے وقوع میں شک نہ کرو اور تم میری پیروی کرو یہی سیدھی راہ ہے۔ اور

لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾

شیطان تم کو روک نہ دے کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

ان سب کو غرق کر دیا (۵۵) اور ہم نے پیچھے آنیوالوں کے لئے ان لوگوں کو ایک گذری ہوئی قوم اور فسانۂ عبرت بنا دیا (۵۶) اور جب ابن مریمؑ کے متعلق بعض معترضین نے ایک مضمون بیان کیا تب ہی آپ کی قوم کے لوگ اس مضمون پر خوشی کے مارے شور مچانے لگے ؛ چونکہ قرآن میں اکثر بتوں کی برائی اور غیر اللہ کی پرستش کے مضامین بیان ہوتے تھے اس لئے دین حق کے منکر اس فکر میں رہتے تھے کہ کوئی ایسی بات نکال کر لاؤ جو ہمارے جواب کا الزام اور ان کی برائی بھی ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا جائے اس میں خیر نہیں یا ایک موقع پر سورۂ انبیاء کی آیت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم یعنی جن چیزوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ اسی قسم کے اور مضامین جن میں عمومی طور پر معبودان غیر اللہ کی مذمت ہوتی تھی اس پر عبد اللہ بن زبعری یا کسی اور منکر شخص نے یہ بات کہی کہ جب آپ معبودان غیر اللہ میں خیر نہیں پاتے اور ان کو دوزخ کا ایندھن کہتے ہیں تو اس طرح حضرت عیسیٰ اور عزیرؑ اور بہت سے فرشتے بھی سب خیر سے خالی ہوئے اور اگر ان میں خیر ہے تو پھر ہمارے اصنام ہی کیا قصور ہے

(باقی صفحہ ۷۸۸)

اور جب عیسیٰؑ دلائل واضحہ لیکر آیا تو اُس نے کہا میں تمہارے پاس حکمت اور سمجھ کی باتیں لیکر آیا ہوں اور نیز اس لئے آیا ہوں کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو اُن کی حقیقت سے میں تم کو آگاہ کردوں اور تم سے بیان کردوں پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو (۶۳) بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو ہے وہی میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے سو تم اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے: یہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی تعلیم کا

وَلَمَّا جَآءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ
اور جب عیسیٰؑ دلائل واضحہ لیکر آیا تو اس نے کہا لوگو میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں اور
لِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
نیز اسلئے آیا ہوں کہ بعض باتیں جنمیں تم اختلاف کررہے ہو انکی حقیقت سے تمہیں آگاہ کردوں سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور
اَطِيعُونِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا
میرا کہا مانو۔ بیشک وہ اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو تم اُسی کی عبادت کرو یہی
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ
سیدھا راستہ ہے۔ پھر بنی اسرائیل کے بہت سے گروہوں نے آپس میں اختلاف ڈالدیا
فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ
سو ایسے ظالموں کے لئے ایک دردناک دن کے عذاب سے بڑی تباہی ہے۔ اب یہ لوگ
اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۶۶﴾
صرف قیامت کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک قیامت آپہونچے اور انکو اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔
اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿۶۷﴾
اُس دن بجز اہلِ تقویٰ کے تمام دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے
يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۶۸﴾
اے میرے بندو آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم کسی طرح غمگین ہوگے۔
اَلَّذِينَ اٰمَنُوا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ
یہ بندے وہ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار رہے۔ جاؤ تم اور تمہاری
اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ
بیویاں جنت میں خوشی خوشی چلے جاؤ۔ ان اہلِ جنت کے روبرو سونے کی رکابیاں
مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ وَ
اور جام پیش کئے جاتے ہوں گے اور وہاں ہر وہ چیز جس کی دل خواہش کریں اور

خلاصہ ہے۔ اس میں کہیں ان کے معبود ہونے کا ذکر نہیں بینات سے مُراد معجزات۔ مختلف فیہ سے مراد وہ بعض دینی مسائل جس میں بعض لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا تھا (۶۴) پھر بنی اسرائیل کے بہت سے گروہ آپس میں پھٹ گئے اور آپس میں اختلاف ڈال لیا۔ سو ایسے ظالموں کے لئے ایک دردناک دن کے عذاب سے بڑی تباہی اور بڑی خرابی ہے: یعنی یہود اُن کے منکر ہوئے نصاریٰ ان کے قائل ہوئے پھر نصاریٰ میں بھی فرقے فرقے ہوگئے کوئی اقانیم ثلثہ کا قائل ہوا کسی نے ان کو اللہ کہا کسی نے خدا کا بیٹا کہا۔ ایسے لوگوں کے لئے وعید فرمائی۔ کہ قیامت کے دن ان لوگوں کیلئے بڑی خرابی ہے۔ جنھوں نے اختلاف ڈال کر ابن مریم کی صحیح تعلیم کو برباد کردیا۔ آگے منکروں کے لئے تہدید بیان فرمائی (۶۵) یہ دینِ حق کے منکر نہیں انتظار کررہے ہیں مگر قیامت کا کہ وہ ان پر اچانک آپہونچے اور ان کو اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو: یعنی جب دلائل واضح اور براہین ساطعہ کے بعد کفر کو ترک نہیں کرتے اور اسلام کے قائل نہیں ہوتے تو بس یہ لوگ قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر بے خبری میں اچانک آپہونچے اس وقت یہ ایمان لائیں حالانکہ اس وقت ایمان لانا ان کو نفع نہ دے گا آگے اس دن کی ایک مختصر سی تفصیل ہے (۶۶) اُس دن تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر اہلِ تقویٰ اس سے مستثنیٰ ہوں گے: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اُس دن دوست سے دوست بھاگے گا کہ اس کے سبب سے میں نہ پکڑا جاؤں۔ ۱۲۔ یعنی اہلِ ایمان کی دوستیاں باقی رہیں گی دُنیا کے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ دوستیاں اور دوستانے اہلِ دُنیا کے دشمنیوں سے بدل جائیں گے کیونکہ اس دن باطل کی دوستی کا ضرر اور حق کی دوستی کا نفع ظاہر ہوجائیگا (۶۷) اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے: یہ خطاب اہلِ ایمان کو حضرت حق تعالےٰ کی طرف سے ہوگا۔ (۶۸) یہ بندے وہ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار رہے (۶۹) جاؤ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہوجاؤ خوش خوش مسرور: حبر کہتے ہیں جس کے چہرے پر آثار خوشی نمایاں ہوں (۷۰) ان اہلِ جنت کے رُوبرو سونے کی رکابیاں اور سونے کے جام اور آبخورے لئے

ع ۶
۱۱
۱۲

پھرتے ہوں گے اور ان کے روبرو پیش کئے جاتے ہوں گے اور وہاں جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں اور جس سے آنکھیں لذت اندوز ہوں۔ اور تم اس جنت میں ہمیشہ رہوگے:

یعنی ہر قسم کی ماکولات سے بھری ہوئیں قابیں اور رکابیاں اور ہر قسم کی مشروبات سے لبریز گلاس اور آب خورے. دل کی ہر خواہش اور آنکھیں جس سے لذت محسوس کریں وہ ہر چیز وہاں موجود ہوگی اور اہل جنت کو ارشاد ہوگا کہ تم اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہو (۷۱) اور وہ جنت یہی ہے جس کے تم اپنے ان اعمال کے عوض جو تم کیا کرتے تھے وارث یعنی مالک بنادئے گئے ہو: یعنی تم جو نیک اعمال دنیا میں کیا کرتے تھے اور تم سے ان نیک اعمال کے عوض جس جنت کا وعدہ کیا جاتا تھا یہ وہی جنت ہے جس کے تم مالک بنادئے گئے ہو (۷۲) اس جنت میں تمہارے لئے بکثرت میوے ہیں جن میں سے تم کھاتے رہوگے: آگے اہل جہنم کا ذکر فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی چن چن کر ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ جو میوے پسندیدہ ہوں وہ کھاتے رہوگے. (۷۳) بلاشبہ جو لوگ مجرم اور گناہ گار ہیں وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں (۷۴) ان پر سے کسی وقت بھی وہ عذاب ہلکا اور سست نہیں کیا جائیگا اور وہ اسی عذاب میں مایوس اور ناامید پڑے رہیں گے (۷۵) اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور ان کیساتھ ناانصافی نہیں کی بلکہ وہ خود ہی ظلم اور ناانصافی کرنیوالے تھے (۷۶)

تَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي

جس سے آنکھیں لذت محسوس کرتی ہوں موجود ہوں گی اور تم اس جنت میں ہمیشہ رہوگے۔ اور یہی جنت ہے جسکے

أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ

تم اپنے اعمال کے عوض وارث یعنی مالک بنادئے گئے ہو۔ یہاں تمہارے لئے بکثرت میوے ہیں

مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾

جن میں سے تم کھاتے رہوگے۔ جو لوگ گناہگار ہیں وہ یقیناً ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ

ان پر سے کسی وقت بھی وہ عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا

كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ

بلکہ وہ خود ہی ظلم کرنیوالے تھے۔ اور وہ دوزخ کے داروغہ کو پکار کر کہیں گے اے مالک کسیطرح تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے یعنی موت دیدے

قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ

وہ مالک جواب دیگا تم کو ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے۔ بلاشبہ ہم تمہارے پاس دین حق لائے ہیں لیکن تم میں سے اکثر

لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمْ

حق بات سے نفرت رکھتے ہیں۔ کیا انھوں نے کوئی کارروائی طے کرلی ہے تو ہم نے بھی اپنی بات طے کر رکھی ہے۔ کیا

يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا

انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انکی خفیہ باتوں کو اور ان کے باہمی مشوروں کو نہیں سنتے ہاں ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے جو انکے

لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ

پاس موجود ہیں وہ سب لکھتے رہتے ہیں۔ اے نبی آپ ان سے فرمایئے کہ اگر بفرض محال خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہو تو سب عبادت کرنیوالوں سے پہلے

الْعَابِدِينَ ﴿٨١﴾ سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ

میں اسکی عبادت کروں۔ یہ مشرک اسکی شان میں جو باتیں بناتے ہیں ان سے وہ آسمانوں اور زمین کا مالک جو عرش بریں کا بھی مالک ہے

عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

بالکل پاک اور منزہ ہے۔ اب آپ انکو چھوڑ دیجئے کہ اپنی بیہودہ شغل اور کھیل میں رہیں یہاں تک کہ جس دن کا

اور وہ اہل عذاب دوزخ کے داروغہ کو پکار کر کہیں گے اے مالک تیرا پروردگار ہمارا کام ہی پورا کردے اور ہمارا فیصلہ ہی کردے وہ مالک جواب دے گا تم کو ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے: لیقض علینا ربک یعنی ہم کو موت دیدے اگر عذاب سے نکالنا نہیں تو مار کر ہم کو ختم کردے. حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مالک نام ہے فرشتے کا جو دوزخ کا داروغہ ہے کہتے ہیں ہزار برس تک چلادیں گے تب وہ جواب دے گا ناامیدی کا فیصل کرچکے یعنی مار ڈالے عذاب کر کر ۱۲ (۷۷) بلاشبہ ہم نے تمہارے پاس سچا دین پہونچایا لیکن تم میں سے اکثر دین حق سے نفرت کرتے اور برا مانتے ہیں: یہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ یا ہوسکتا ہے کہ یہ بھی مالک کا قول ہو (۷۸) کیا انہوں نے کوئی کارروائی اور کوئی بات طے کی ہے تو ہم نے بھی اپنی بات طے کر رکھی ہے: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کافروں نے مل کر مشورہ کیا کہ تمہارے تغافل سے اس نبی کی بات بڑھی اب جو اس دین میں آوے اسی کے ناطے والے اسکو مار کر الٹا پھیریں اور جو شہر میں اوپری آوے اسکو پہلے سنادو کہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھیے سو اللہ نے ٹھہرایا ان کا خراب کرنا ۱۲ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی سازش کی ہوگی اس کید اور سازش کیخلاف یہ فرمایا کہ تم نے اگر کوئی ایسی سازش کی ہے تو ہم نے بھی اس سازش کا توڑ طے کر رکھا ہے چنانچہ ان کی سازش ناکام کردی جائے گی (۷۹) کیا انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں کو اور ان کے باہمی مشوروں کو نہیں سنتے بیشک ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے جو ان کے پاس موجود ہیں وہ لکھتے رہتے ہیں: یعنی ہم خود بھی سب کچھ جانتے ہیں اور کراماً کاتبین متعین ہیں جو ہر بات لکھتے رہتے ہیں اور مقدمہ کے وقت وہ تحریر پیش کی جائے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ فرشتے رہتے ہیں ہر کام اس کا لکھتے ہیں ۱۲ سر کہتے ہیں دل کے بھید کو اور نجوی کہتے ہیں جو چند آدمی بیٹھ کر خفیہ مشورہ کریں۔ بعض نے کہا دو آدمیوں کی خفیہ بات چیت کو سر کہتے ہیں اور دو سے زائد آدمیوں کی بات چیت کو نجوی کہتے ہیں بہرحال ہر بھید اور خفیہ سے خفیہ بات کو وہ سنتا اور جانتا ہے (۸۰) اے پیغمبر آپ ان سے فرمادیجئے اگر بفرض محال خدائے رحمان کے کوئی اولاد ہو تو سب عبادت کرنیوالوں سے پہلے میں اس کی عبادت کروں: یعنی اگر تم ثابت کردو کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے تو میں سب سے پہلے اس کے ماننے اور قبول کرنے کو تیار رہوں. کیونکہ خدا کی اولاد بھی خدا ہی ہوگی اور جس طرح خدا عبادت کا مستحق ہے وہ اولاد بھی عبادت کی مستحق ہے لیکن یہ امر چونکہ محض باطل ہے اس لئے میں اس نام سے کسی کی عبادت کرنے کو تیار نہیں۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کو معلق فرمایا فرزند اور ولد کیساتھ اور یہ ظاہر ہے کہ فرزند کا ہونا محال ہے لہٰذا عبادت بھی محال۔ یا یہ کہ واجب الوجود ہونا خواص ہے۔ معبودیت کا اور واجب الوجود کا لڑکا بھی واجب الوجود ہوگا اگر وہ واجب الوجود نہ ہو تو غیر جنس کا ولد اللہ تعالیٰ کے لئے عیب ہوگا اور وہ مستحق عبودیت بھی نہ ہوگا۔ پس فرشتوں کو اس کی اولاد کہنا تمہارا محض جہل اور ناواقفیت کی بنا پر ہے یا یہ کہ اگر تمہارے گمان میں اللہ کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے والا اور تمہاری تکذیب کرنیوالا ہوں۔ غرض لوگوں نے اس آیت کے کئی طرح معنی کئے ہیں ہم نے دو تین قول نقل کردیئے ہیں اصح اور صحیح قول وہی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے آگے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ اس نسبت ولد اور کفار کے بہتان سے اپنی پاکی بیان فرماتا ہے (۸۱) یہ مشرک اس کی شان میں جو باتیں بناتے ہیں وہ ان سے پاک ہے اور وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور

(باقی صفحہ ۷۹۰ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۸۹) وہ عرش بریں کا مالک ہے ؛ یعنی وہ ذات جو آسمانوں کی اور زمین کی مالک اور عرش بریں کی مالک ہے وہ اُن عیوب سے پاک ہے اور جو سب کا مالک اور تمام عیوب سے پاک ہے وہ جسم سے بھی پاک ہے اور جو جسم سے پاک ہو اس کیلئے اولاد کا ثابت کرنا کس قدر گستاخی اور جرأت و بے باکی کی بات ہے اور جب ان کے عناد اور ان کے جمود کی یہ حالت ہے تو (۸۲) اب آپ ان کو اسی بیہودہ شغل اور کھیل و تفریح میں چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ یہ اپنے اُس دن سے ملاقات کرلیں جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ؛ خوض کے معنی ہیں کسی باطل بات میں گھس جانا اور لغو و مہمل اُمور میں غور و خوض کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو ان کے مہمل اور لغو مشاغل میں چھوڑ دیجئے تفسیر صفحہ ہٰذا ؛۔ یہاں تک کہ قیامت اور موت کے دن سے ملاقات کریں۔ کہتے ہیں کہ ایک دن نضر بن حارث قریش کے سرداروں میں بیٹھا ہوا استہزاءً کہہ رہا تھا کہ بیشک محمد جو کچھ کہتا ہے حق کہتا ہے اور میں بھی حق کہتا ہوں وہ کہتا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ میں بھی کہتا ہوں لا الٰہ الا اللّٰہ۔ میں بلکہ اور زیادہ کہتا ہوں الملٰئکۃ بنات اللّٰہ۔ جب یہ واقعہ حضورؐ کے سامنے بیان کیا گیا تو آپ غمگین ہوئے اُس پر یہ اوپر کی آیتیں نازل ہوئیں (۸۳) اور وہی ہے جو آسمانوں میں بھی لائق عبادت ہے اور وہی ہے جو زمین میں بھی معبود اور لائق پرستش ہے اور وہی کمال حکمت اور کمال علم کا مالک ہے ؛ یعنی علم و حکمت میں اس کا کوئی شریک نہیں تو اُلوہیت اور معبودیت میں بھی اس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں (۸۴) اور اس کی ذات بڑی برکت والی اور بڑی عالیشان ہے جس کیلئے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اُس سب کی حکومت ثابت ہے، اور قیامت کا علم اسی کے پاس ہے اور تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے، اور تم سب اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ؛ یعنی آسمان و زمین اور ان دونوں کے مابین جو کچھ ہے سب پر اسی کی بادشاہی اور اسی کا راج ہے اور اسی کی حکومت ہے۔ اُس کا علم اتنا وسیع ہے کہ قیامت کا علم اسی کے پاس ہے۔ اُسکی مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئیگی پھر اسکی قدرت اتنی وسیع ہے کہ تم سب کی بازگشت بھی اُسی کے پاس ہے۔ حکومت علم قدرت سب چیزوں میں کامل ہے وہ ذات بڑی بابرکت اور بڑی عالی شان ہے۔ آگے جن کو یہ دینِ حق کے منکر پوجتے ہیں ان کی کمزوری اور عاجزی کا اظہار ہے (۸۵) اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ منکر پکارتے اور پوجتے ہیں وہ سفارش اور شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے مگر ہاں وہ لوگ جو حق بات کی زبان سے گواہی دیتے ہیں اور دل سے اُس حق بات کو جانتے اور اس کا یقین رکھتے ہیں ؛ یعنی جو لوگ کلمۂ توحید کے قائل اور زبان سے گواہی دینے والے اور دل سے توحید کا یقین کرنیوالے ہیں وہ بیشک اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی اجازت سے اہل ایمان کی سفارش کرسکیں گے تو ان کی شفاعت سے کفار کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اتنی سفارش کرسکتے ہیں کہ جس نے کلمۂ اسلام کہا ان کی خبر میں اُسکی گواہی دیتے ہیں بغیر کلمۂ اسلام کسی کے حق میں نہیں کہہ سکتے سوا اتنی سفارش بھی نیک کرسکیں گے ۱۲ خلاصہ یہ کہ یہ منکر جن کو پوجتے ہیں ان کو تو سفارش کا کوئی حق نہ ہوگا البتہ جو بزرگ مسلمان زبردستی معبود بنالئے گئے جیسے حضرت عیسیٰؑ یا عزیرؑ ایسے لوگ باذنِ الٰہی شفاعت کرسکیں گے وہ بھی صرف مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔ مشرکوں کی شفاعت کرنیوالا کوئی نہیں ہوگا۔ آگے کفار کے عناد کی مزید توضیح ہے (۸۶)

ع ۷ / ۱۳ ۲۲ وقف لازم

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَ
ان سے وعدہ کیا گیا ہے یہ اپنے اس دن سے ملاقات کرلیں۔ اور وہی ذات ہے جو آسمانوں میں بھی لائق عبادت ہے۔ اور

فِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبَارَكَ الَّذِي
جو زمین میں بھی لائق پرستش ہے اور وہی بڑی حکمت والا سب کو جاننے والا ہے۔ اور وہ ذات بڑی عالیشان ہے

لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ
جس کیلئے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اُس سب کی حکومت ثابت ہے اور قیامت کا

عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ
علم بھی اسی کو ہے اور تم سب اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور خدا کے سوا جن کو یہ کافر پکارتے ہیں

يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ
اُن کو سفارش کا کوئی اختیار نہ ہوگا مگر ہاں وہ لوگ جو حق بات کی زبان کو گواہی دیتے ہیں اور دل کو اس حق کا

يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ
یقین کرتے ہیں۔ اور اے نبی اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے

فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا
سو پھر اب کہاں اُلٹے پھرے چلے جاتے ہیں۔ اور رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب کفار قریش ایک ایسی قوم ہیں جو

يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾
ایمان نہیں لاتے۔ لہٰذا اے پیغمبر آپ ان سے بے رُخی کا برتاؤ کیجئے اور یوں کہہ دیجئے کہ بس میرا اسلام ہے یہ لوگ ابھی تھوڑے دنوں میں اپنا انجام جان لیں گے

سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ
سورۂ دخان مکی ہے اور یہ انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حم ﴿١﴾ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿٢﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ ۚ
حٰمٓ۔ قسم ہے اس واضح کتاب کی۔ کہ ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے

اور اے پیغمبر اگر آپ ان دینِ حق کے منکروں سے دریافت کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔ پھر اب یہ منکر کہاں اُلٹے پھرے چلے جاتے ہیں ؛ یعنی حق دشمنی کا ان کی یہ حال ہے کہ اگر پوچھو تم کو کس نے پیدا کیا ہے تو جواب بھی دیں گے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ تو توحید کا ایک مقدمہ تو تسلیم کرتے ہیں اور دوسرا مقدمہ کہ وہی ذات قابلِ پرستش ہو سکتی ہے جو حقیقی طور پر قادر علی الخلق ہو اسکو نہیں مانتے۔ اسی کو فرمایا کہ اب اُلٹے کہاں پھرے جاتے ہیں۔ یعنی توحید کا ایک مقدمہ تسلیم کرنیکے بعد پھر کہاں لُجاتے ہو۔ خالق اور قادر علی الخلق مان کر جو مستلزم ہے افتقار الی الخالق کے پھر اسکی عبادت میں شرک کا دعویٰ کرنا انتہائی حق دشمنی اور عناد و جمود ہے (۸۷) اور قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے پروردگار یہ کفار قریش ایک ایسی قوم ہیں جو ایمان نہیں لاتے (۸۸) لہٰذا اے پیغمبر آپ ان سے بے رُخی کا برتاؤ کیجئے اور ان سے مُنہ پھیر لیجئے اور یوں کہئے کہ بس میرا اسلام ہے یا یہ کہ تم کو سلام کرتا ہوں یہ لوگ اب تھوڑے دنوں میں اپنا انجام معلوم کرلیں گے ؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کی (باقی ص ۷۹۱ پر)

اس طرح شک کرتے ہیں ...
اچھا بھائی سلام نہیں مانتے تو جاؤ۔ ان سے کہیئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں۔ اب عنقریب ان کو اپنا انجام معلوم ہو جائیگا۔ یعنی مرنے کے بعد ہی ...

إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ③ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ④ أَمْرًا

ہم لوگوں کو باخبر اور آگاہ کرنیوالے تھے۔ ہر مبنی بر حکمت کام اس رات میں طے کر دیا جاتا ہے۔ اس حکم کے مطابق جو حکم

مِّنْ عِندِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ⑤ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُ

ہماری جناب سے صادر ہوتا ہے بیشک ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔ آپکے رب کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے۔ بے شک وہ

هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ⑥ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔ وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے

بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ⑦ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَ

اس سب کا مالک ہے اگر تم یقین لانا چاہو۔ بجز اسکے کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی عطا کرتا ہے اور

يُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ⑧ بَلْ هُمْ فِي

وہی موت دیتا ہے وہی تمہارا بھی پروردگار ہے اور وہی تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ شک میں

شَكٍّ يَلْعَبُونَ ⑨ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ

مبتلا کھیل میں مشغول ہیں۔ سو اے پیغمبر آپ ان کیلئے ایک ایسے دن کے منتظر رہیے جس دن آسمان سے ایک صاف و آشکارا دھواں

مُّبِينٍ ⑩ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑪ رَّبَّنَا

ظاہر ہوگا۔ جو ان سب لوگوں کو گھیرلے گا یہ دھواں ایک دردناک سزا ہے۔ کہیں گے اے رب ہمارے

اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ⑫ أَنَّىٰ لَهُمُ

ہم سے اس آفت یعنی قحط کو دور کردے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ بھلا ان کو کہاں

الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوْا

نصیحت ہوتی ہے حالانکہ ان کے پاس ایک ایسا رسول آچکا جس کی شان رسالت نمایاں ہے۔ پھر انہوں نے

عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ⑭ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ

اس رسول سے روگردانی کی اور سکھایا ہوا دیوانہ کہہ دیا۔ ہم چند دن کے لیے اس عذاب کو

قَلِيلًا ۚ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ⑮ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ

ہٹالیں گے مگر تم پھر اپنی پہلی حالت پر لوٹ جاؤ گے۔ جس دن ہم بڑی پوری گرفت کریں گے

اپنی سرکشی اور نافرمانی کا انجام معلوم ہو جائیگا (۸۹) تم سورۂ زخرف ـــ سورۂ دخان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس میں انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔
حٰمٓ (۱) قسم ہے اس واضح اور صاف بیان کرنے والی کتاب کی :: اپنے معنی اور مفہوم میں واضح ہے۔ یا حق و باطل کو الگ الگ کرنیوالی ہے۔ یا حلال و حرام کو صاف صاف اور واضح طور پر بیان کرنیوالی ہے۔
(۲) ہم نے اس کتاب کو ایک بڑی برکت والی رات میں نازل فرمایا کیونکہ ہم لوگوں کو کہہ سنانے والے اور آگاہ کرنیوالے تھے :: یعنی ہم نے اس کتاب کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اُتارا اور وہاں سے وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ برکت والی رات سے مُراد لیلۃ القدر ہے۔ اور لیلۃ القدر کو برکت والی رات فرمایا چونکہ اس رات کو دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ امت محمدیہ پر خاص توجہ فرماتا ہے۔ تفسیر صفحہ ہذا :. فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ آخر میں نزول قرآن کی علت فرمائی کہ ہماری شفقت اور مہربانی کا تقاضہ یہ تھا کہ ہم اپنے بندوں کو خیر اور شر سے آگاہ کر دیں تاکہ وہ نقصان کی چیزوں سے بچیں اور نفع کی چیزوں پر عمل کریں بعض حضرات نے برکت والی رات سے لیلۃ البراءت مُراد لی ہے یعنی شعبان کی پندرھویں شب۔ کیونکہ اس رات میں سال بھر کے ہونیوالے تمام اُمور طے کئے جاتے ہیں۔ لیکن جمہور کا قول وہی ہے جو ہم نے اختیار کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ہمیشہ دستور رہا ہے رات برکت کی شب قدر ہے جیسے انا انزلنا میں فرمایا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واقعات تو شب قدر میں لکھے جاتے ہیں لیکن شب برات میں دیئے جاتے ہیں اس طرح شاید دونوں قول جمع ہو سکتے ہیں کما قال ابن عباسؓ بلا سند (۳) اس برکت والی رات میں ہر مبنی بر حکمت کام طے کر دیا جاتا ہے :: یعنی ہر معاملہ جو حکمت کا مقتضی ہے اور مبنی بر حکمت ہے اس کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے امر کیساتھ جو حکیم کی قید لگائی وہ واقعی ہے یعنی ہر کام حکمت والا ہے آگے طے ہونے اور فیصلہ ہونے کی شکل بیان فرمائی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جدا ہوتا ہے یعنی لوح محفوظ میں سے جدا کر کے ان کام والوں کو لکھ دیتے ہیں ۱۲ (۴) فیصلہ کیا جاتا ہے اس حکم کے مطابق جو حکم ہماری جناب سے صادر ہوتا ہے

بیشک ہم ہی پیغمبروں کو یا فرشتوں کو بھیجنے والے ہیں :: یعنی یہ کام جو جدا کئے جاتے ہیں اور ان کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو یہ ہمارے اُس حکم کے موافق ہوتا ہے جو ہمارے پاس سے صادر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شقاوت

الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ

تو ہم سب بدلا لے لیں گے۔ اور بلاشبہ ہم نے ان لوگوں سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا تھا

وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ

اور ان کے پاس ایک معزز رسول پیغام لیکر آیا تھا۔ کہ تم اللہ کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر دو میں تمہاری طرف

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّىْٓ اٰتِيْكُمْ

ایک امانتدار فرستادہ ہوں۔ اور یہ کہ تم خدا کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے روبرو ایک

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ

واضح دلیل پیش کرتا ہوں۔ اور میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی اس بات سے پناہ پکڑتا ہوں کہ

تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ

تم لوگ مجھ کو سنگسار کرو۔ اور اگر تم میرا یقین نہیں کرتے تو تم مجھ سے الگ ہی ہو جاؤ۔ آخرکار موسیٰ نے اپنے رب کو پکارا

اَنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا

کہ یہ لوگ بڑے ہی گناہگار ہیں۔ ارشاد ہوا موسیٰ میرے بندوں کو راتوں رات لیکر نکل جا

اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ

کیونکہ تم لوگوں کا پیچھا کیا جائے گا۔ اور دریا کو اسی ٹھہری ہوئی حالت پر چھوڑ جا یقیناً ان

جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّ

فرعونیوں کا لشکر غرق کیا جائے گا۔ وہ لوگ کتنے ہی باغ اور کتنے ہی چشمے۔ اور

زُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾

کتنی ہی کھیتیاں اور عمدہ عمدہ مکان۔ اور کتنے ہی وہ سامان تنعم جن میں مزے کیا کرتے تھے سب چھوڑ گئے

كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ

ہم نے اسی طرح کیا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث ایک دوسری قوم کو بنا دیا۔ پھر ان لوگوں پر نہ تو آسمان رویا

السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا

اور نہ زمین اور نہ ان کو کوئی مہلت دی گئی۔ اور بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل کو

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی آخرت کا عذاب نہیں ملتا ۱۲ خلاصہ یہ کہ بڑی پکڑ پکڑنا اگر دنیوی عذاب کی طرف اشارہ ہے تو بدر میں منکرین مکہ کی کافی ذلت و رسوائی ہوئی اور خوب انتقام لیا گیا اور اگر بڑی پکڑ آخرت کی ہے تو ظاہر ہے کہ نہ وہ عذاب ٹلنے والا ہے اور دنیا کے عذاب سے بہت زیادہ رسوا کن ہے۔ اللھم اجرنا منہ (۱۶) اور بلاشبہ ہم نے ان لوگوں سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور آزمایا تھا اور ان کے پاس ایک معزز اور گرامی قدر رسول پیغام لیکر آیا تھا (۱۷) کہ تم ان اللہ تعالیٰ کے بندوں کو یعنی بنی اسرائیل کو میرے حوالے اور میرے سپرد کر دو میں تمہاری طرف اللہ کا فرستادہ ہوں اور معتبر اور امانتدار ہوں (۱۸) اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور چڑھے نہ جاؤ میں تمہارے لئے اور تمہارے روبرو ایک واضح دلیل اور کھلی سند اور حجت ظاہرہ پیش کرتا ہوں ۃ یعنی فرعون کی قوم کا بھی امتحان لیا جا چکا ہے اور وہ امتحان یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے ان سے یہ مطالبہ کیا کہ بنی اسرائیل کو میرے سپرد کر دو ان پر ظلم نہ کرو اور ان کو قیدی نہ بناؤ بلکہ مجھ کو اجازت دو کہ میں ان کو اپنے ہمراہ جہاں چاہوں لے جاؤں میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور امانت دار ہوں تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور سر نہ اٹھاؤ میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر ہونے کی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی کھلی دلیل لے کر آیا ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بنی اسرائیل کو رخصت کر دو ۱۲ (۱۹) اور میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی اس بات سے پناہ پکڑتا ہوں کہ تم مجھ کو سنگسار کرو ۃ تمہارا اور میرا پروردگار یعنی جو حقیقتاً ایک ہی ہے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ موسیٰ کے رب کو اپنا رب نہیں سمجھتے تھے بلکہ فرعون کو رب کہا کرتے تھے۔ رجم اور سنگساری کا مطلب ہے کہ تم مجھ کو قتل کرو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تم کو مجھ پر قابو حاصل ہو سکے، اور پتھروں سے مار کر یا کسی اور طریقے سے قتل کرو جیسا کہ سورۂ مومن کے تیسرے رکوع میں گزر چکا ہے ذرونی اقتل موسیٰ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ شاید کہ ڈراتے ہوں گے اس سے ۱۲ (۲۰) اور اگر تم میرا یقین نہیں کرتے تو تم مجھ سے الگ ہی ہو جاؤ ۃ یعنی مجھے ایذا نہ پہنچاؤ اور میرا راستہ نہ روکو اور میرے کام میں دخل نہ دو حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی اپنی قوم کو لیجاؤں تم راہ نہ روکو ۱۲ باوجود اس کہنے کے فرعون کی قوم اپنی حرکات ناشائستہ سے باز نہ آئی تب حضرت موسیٰ نے جناب باری میں عرض کیا (۲۱) آخر کار موسیٰ نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ لوگ بڑے ہی گناہگار ہیں ۃ یعنی اب ان کا فیصلہ فرما دیجئے (۲۲) اس پر ارشاد ہوا موسیٰ میرے بندوں کو راتوں رات لیکر نکل جا بلا شبہ تمہارا تعاقب اور تمہارا پیچھا کیا جائیگا (۲۳) اور دریا کو سکون اور ٹھہری ہوئی حالت پر چھوڑ جا کیونکہ ان فرعونیوں کا پورا لشکر غرق ہونیوالا اور ڈوبنے والا ہے ۃ مطلب یہ ہے کہ موسیٰ تو راتوں رات بنی اسرائیل کو لیکر نکل جا۔ تمہارا تعاقب ہوگا۔ تم کو دریا ساکن ملیگا اور راستے بنے ہوئے ملیں گے تم گزر جانا اور دریا کو اسی حالت پر چھوڑ جانا یعنی کوئی تشویش اور فکر نہ کرنا۔ کیونکہ فرعونیوں کے تمام لشکر کا ڈبویا جانا مقصود ہے آگے مختصر سی تفصیل ہے (۲۴) وہ لوگ کتنے ہی باغ اور کتنے ہی چشمے (۲۵) اور کتنی ہی کھیتیاں اور عمدہ عمدہ مکان (۲۶) اور کتنے ہی وہ سامان تنعم اور سامان عیش و آرام جن میں وہ مزے کیا کرتے تھے اور باتیں بنایا کرتے تھے سب چھوڑ گئے (۲۷) ہم نے اسی طرح کیا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث ایک دوسری قوم کو بنا دیا ۃ یعنی فرعونی غرق کر دیئے گئے اور کتنے ہی باغات اور چشمے۔ اور کھیتیاں اور محلات اور بڑی بڑی کوٹھیاں اور دربار داریاں اور سامان عیش و عشرت جن میں وہ بیٹھ کر مزے اڑاتے تھے سب چھوڑ گئے اور یہ تمام سامان دوسروں کے قبضے میں آ گیا یعنی بنی اسرائیل اس سب کے وارث ہو گئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسی حادثے کے بعد بنی اسرائیل وارث ہوئے یا کچھ عرصے کے بعد زمین مصر کے وارث ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بنی اسرائیل کو جیسا کہ سورۂ شعرا میں ہے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کے غرق ہوئے پیچھے بنی اسرائیل کا دخل ہوا مصر میں ۱۲ یعنی تصرف کا حق مل گیا اور تمکین فی التصرف حاصل ہو گیا خواہ واپسی کچھ دنوں کے بعد ہوئی ہو۔ بہرحال مصر کے اندرونی معاملات میں دخل ہو گیا۔ اس مسئلے میں بعض مفسرین میں اختلاف تھا جیسے حضرت حسن اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے لفظ دخل نے دونوں قولوں کو جمع کر دیا (۲۸) پھر ان لوگوں پر نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ان کو کوئی مہلت دی گئی ۃ یعنی فرعونیوں کی تباہی پر نہ آسمان و زمین کو کوئی

(باقی صفحہ ۷۹۳ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۹۲) رنج ہوا۔ اور نہ ان کو کسی قسم کی مہلت دی گئی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں حدیث میں فرمایا ہے کہ مسلمان کے مرنے پر روتا ہے دروازہ آسمان کا جس سے اس کی روزی اترتی تھی اور زمین جہاں وہ نماز پڑھتا تھا ۱۲ یہ چونکہ نہ مسلمان تھے اور نہ نماز پڑھتے تھے اس لئے آسمان وزمین کو بھی ان سے کوئی ہمدردی نہ تھی (۲۹) اور بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل کو تفسیر صفحہ ہذا۔ اس ذلیل کن عذاب سے نجات دی (۳۰) جو فرعون کی جانب سے ہوتا تھا وہ فرعون واقعی بڑا سرکش اور حد سے بڑھ جانیوالوں میں سے تھا۔ یعنی متکبر بھی تھا اور ظلم بھی کرتا تھا اور حد عبودیت سے نکل جانیوالوں میں سے تھا (۳۱) اور بلاشبہ ہم نے جان بوجھ کر اور اپنے علم وحکمت کی رو سے بنی اسرائیل کو اقوام عالم پر فوقیت وفضیلت عطا فرمائی ۔ اخترنٰھم کے اصل معنی تو پسندیدہ فرمانا اور پسند کرنا ہے۔ مگر ہم نے فوقیت اور فضیلت کردیا ہے حضرت حق کی پسندیدگی اور پسند فرمانا دلیل ہے فوقیت اور فضیلت کی اور یہ معنی وانی فضلتکم علی العٰلمین کے موافق اور مطابق ہیں۔ اقوام عالم سے مراد اُس زمانے کی اقوام ہیں جیسا کہ ہم سورۂ بقرہ میں عرض کر چکے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں اگرچہ ان میں یعنی بنی اسرائیل میں برائیاں بھی معلوم ہوتی تھیں ۱۲ (۳۲) اور ہم نے ان بنی اسرائیل کو ایسی نشانیاں عطا فرمائیں جن میں کھلا ہوا انعام یا کھلا ہوا امتحان تھا۔ یعنی بنی اسرائیل کو بڑی بڑی نشانیاں دیں مثلاً فرعون کے مظالم سے نجات اور اسی قسم کی نشانیاں جو حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہیں۔ جو معجزات بھی تھے اور دلائل توحید بھی۔ یہ نشانیاں انعامات اور اللہ تعالیٰ کی مدد تھیں اور ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کا امتحان بھی مقصود ہو کہ ان انعامات پر شکر بجا لاتے ہیں یا کفران نعمت کرتے ہیں۔ اسلئے بلٰؤا کے دونوں معنی کئے گئے ہیں۔ انعامات اور امتحانات ہم نے سورۂ بقرہ میں مفصل بحث کی ہے وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے ۱۲ خلاصہ یہ کہ یہ نشانیاں حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی تھیں (۳۳) یہ کفار قریش کہتے ہیں (۳۴) کہ ہمارا آخری انجام اور ہماری اخیر حالت بس یہی ہمارا پہلی مرتبہ کا مرنا ہے اور ہم پھر دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے (۳۵) اور اگر تم سچے ہو تو ہمارے اگلے باپ دادوں کو زندہ کرکے لے آؤ۔ یہاں سے کفار قریش کا ذکر فرمایا کہ آخرت کی زندگی کا انکار کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا اخیر یہی ہونا ہے کہ بس موت آجائے گی۔ اور مرجائیں گے اور اس کے بعد کوئی زندگی نہیں اور اگر مرکر دوبارا بھی کوئی زندہ ہو سکتا ہے تو ہمارے باپ دادا جو مر چکے ہیں ان کو جلا لاؤ اور زندہ کرکے لے آؤ۔ اگر تم سچے ہو تو اور دوبارہ زندہ کرنے کے قائل ہو تو ایسا کرو یہ جو الاموتتنا الاولی فرمایا اس پر شبہ نہ کیا جائے کہ پہلی موت پر کوئی اختلاف نہ تھا اختلاف تو مرنے کے بعد جینے پر تھا لیکن ہم نے جو تقریر عرض کی اُس کے بعد شبہ نہیں رہتا۔ کیونکہ صرف پہلی موت کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس موت کے بعد کچھ نہیں ہے اور یہی قول ہے جس کو دوسری جگہ فرمایا ان ھی الاحیاتنا الدنیا وما نحن بمبعوثین اپنے باپ دادوں کی زندگی کا مطالبہ ایک غیر متعلق مطالبہ ہے ظاہر ہے اس زندگی پر جس کا اسلام علی الاطلاق دعویٰ کرتا ہے ایسے مقید مطالبے کے عدم وقوع سے کیا اثر پڑ سکتا ہے (۳۶) بھلا یہ کفار قریش قوت وشوکت میں بہتر اور بڑھ کر ہیں یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو تبع کی قوم سے

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ

اس ذلیل کن عذاب سے نجات دی ۔ جو فرعون کی جانب سے ہوتا تھا

اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ

وہ فرعون واقعی بڑا متکبر اور حد سے بڑھ جانیوالوں میں سے تھا ۔ اور بیشک ہم نے

عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا

جان بوجھ کر بنی اسرائیل کو اقوام عالم پر فضیلت عطا کی ۔ اور ہم نے ان بنی اسرائیل کو ایسی نشانیاں

فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَیَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِیَ

دیں جن میں کھلا ہوا انعام تھا ۔ یہ کفار قریش کہتے ہیں ۔ کہ بس یہی

اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا

ہمارا پہلی ہی مرتبہ کا مرجانا ہے اور ہم پھر دوبارا نہیں اٹھائے جائیں گے ۔ اور اگر تم سچے ہو

بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ

تو ہمارے اگلے باپ دادوں کو زندہ کرکے لے آؤ ۔ بھلا یہ کفار قریش بہتر ہیں یا تبع کی قوم

وَّالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ؗ اِنَّهُمْ كَانُوْا

اور وہ لوگ جو تبع کی قوم سے پہلے ہو گزرے ہیں وہ بہتر اور بڑھے ہوئے تھے جنکو ہم نے ہلاک برباد کر دیا کیونکہ وہ

مُجْرِمِیْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا

بڑے گناہ گار تھے ۔ اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اسکو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم

بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

کوئی فعل عبث کرنیوالے تھے ۔ ہم نے ان دونوں کو نہیں بنایا مگر کمال حکمت کے ساتھ لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ

ان میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۔ یقیناً وہ فیصلے والا دن ان سب لوگوں کے

اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۰﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْـًٔا

وعدے کا وقت ہے ۔ جس دن کوئی اپنا کسی اپنے کے ذرا کام نہ آسکے گا

پہلے ہو گزرے ہیں بہتر اور بڑھ کر تھے ان سب کو ہم نے ہلاک برباد کر دیا کیونکہ وہ مجرم اور گنہگار تھے۔ یعنی یہ کفار قریش تو اتنے قوی اور پُرشوکت ہیں بھی نہیں۔ جتنی تبع یعنی یمن کے بادشاہ کی قوم تھی اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے مثلاً عاد اور ثمود جب ہم نے ان کو گناہوں کے سبب ہلاک کردیا اور سب کو تباہ کردیا تو کفار قریش اگر اسی طرح جرائم پیشہ ہے تو یہ کس طرح بچ سکتے ہیں۔ تبع یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا اس نام کے بہت سے بادشاہ ہوئے ہیں جس تبع کا قرآن نے ذکر کیا ہے وہ تبع حمیری ہے اس کا نام اسعد یا سعد بن ملکا کرب تھا اور اس کی کنیت ابوکرب تھی۔ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ایک ہزار برس پہلے اس کا دور گزرا ہے یہ توریت پر ایمان رکھتا تھا مگر اس کی قوم بُت پرست تھی۔ وہ توریت میں آپ کے فضائل پڑھ کر آپ کے نبی آخر الزماں ہونے پر ایمان لایا تھا۔ اور اس نے خط بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھا تھا جو بطور وصیت اس کی اولاد اور خاندان میں چلا آتا تھا یہاں تک کہ اس کی اکیسویں پشت میں شامول نامی ایک شخص نے حضرت ایوب انصاریؓ کی معرفت وہ خط (باقی ص ۷۹۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۹۳) حضور کی خدمت میں پیش کردیا اور آپنے یہ الفاظ فرمائے مرحبا بالاخ الصالح بعض لوگوں نے کہا ہے اس تبع حمیری کا زمانہ ہمارے نبی آخرالزماں سے سات سو برس پہلے تھا۔ بہرحال اسکی قوم بھی ہلاک کی گئی تھی۔ حضرت حق تعالیٰ نے کفار قریش کو تنبیہ فرمائی۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں تبع بادشاہ تھا یمن کا سب قوم اسکی بُت پرست تھی اسکو یقین آیا تورات پر اپنی قوم کے سامنے آزمایا کہ سچا دین کونسا بڑی آگ جلائی عالم یہود کے توریت بغل میں لیکر اس میں گھس گئے نہ جلے وے بت پرست بُت کو بغل میں لیکر چلے جلنے لگے اُلٹے بھاگے اسکی قوم اسکی دشمن ہوئی آخر خراب ہوئے ۱۲ (۳۷) اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے مابین اسکو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم کوئی فعل عبث کرنیوالے اور کھیلنے والے تھے :: یعنی ان چیزوں کو ہم نے عبث اور بے کار نہیں پیدا کیا اور ہم کو کوئی کھیل اور تماشا کرنا مقصود نہ تھا (۳۸) ہم نے ان دونوں کو نہیں بنایا مگر کمال حکمت کیساتھ بنایا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے :: یعنی ان دونوں میں بے انتہا مخلوق کیلئے منافع ہیں قدرت کے استدلالات ہیں۔ الوہیت کے دلائل اور توحید کے براہین ہیں اور ایک ٹھیک انداز پر ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ یہ سارا انتظام اس کی توحید پر دال ہے لیکن اکثر لوگ ان امور کو نہیں سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرتے ہیں آگے قیامت کے واقعات کا ذکر ہے (۳۹) بلاشبہ وہ فیصلے کا دن ان سب لوگوں کے وعدے کا وقت ہے (۴۰) جس دن کوئی اپنا کسی اپنے کے کچھ کام نہ آسکے گا۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٤١﴾ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ

اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی مگر ہاں جس پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے بیشک وہی بڑا زبردست اور

الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾

بڑی مہربانی کرنیوالا ہے۔ بیشک زقوم کا درخت۔ خوراک ہے بڑے گناہ گار کی

كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ

وہ زقوم ایسا ہوگا جیسے سیاہ تیل کی تلچھٹ وہ پیٹوں میں اسطرح جوش ماریگا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ حکم دیا جائیگا کہ

فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ

اس گناہگار کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے درمیانی حصے تک لیجاؤ۔ پھر اس کے سر پر عذاب کا

مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾

سخت کھولتا ہوا پانی ڈالو۔ لے اس عذاب کا مزہ چکھ کیونکہ تو بڑا ذی عزت اور ذی مرتبت ہے

إِنَّ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي

یہی وہ چیز ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔ البتہ خدا سے ڈرنیوالے

مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ

پُر امن مقام میں ہوں گے یعنی باغوں اور چشموں میں۔ وہ ڈرنیوالے باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنیں گے

وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ

اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ سب باتیں اسی طرح ہوں گی اور ہم گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی

عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا

حوروں کو ان کی بیاہ دینگے۔ وہ ان باغوں میں اطمینان سے ہر قسم کے میوے طلب کرتے ہونگے۔ وہ

يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ

وہاں بجز اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی اور کسی موت کا مزہ نہیں چکھیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے

عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

ان ڈرنیوالوں کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ یہ سب کچھ ان کو آپ کے رب کے فضل سے ملیگا یہی

تفسیر صفحہ ہذا :- اور کوئی رفیق کسی رفیق کے ذرا کام نہ آئے گا اور نہ انکی کوئی مدد کیجائے گی (۴۱) مگر ہاں جس پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے بیشک وہ بڑا زبردست بڑی مہربانی کرنیوالا ہے :: یعنی یوم الفصل جو حقیقی فیصلے کا دن ہے وہ ان سب کی سزا اور جزا عذاب و ثواب کا دن ہے اس دن کوئی دوست۔ رفیق اور اپنا کسی دوست۔ رفیق اور اپنے کے بالکل کام نہ آئے گا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی مدد پہونچے گی۔ البتہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اسکی مہر ہوجائے۔ اور اس کے لئے شفاعت کی اجازت مل جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکو مدد پہنچ جائے، وہ بڑا زبردست اور کمال قوت کا مالک ہے کافر اس کے انتقام سے بچ نہیں سکتے وہ بڑی مہربانی کرنیوالا ہے اور اسکی مہربانی سے قیامت کے دن مسلمان خاص طور پر مستفید ہوں گے (۴۲) بلاشبہ زقوم یعنی سینڈ یا تھوہر۔ یا ناگ پھنی کا درخت (۴۳) خوراک ہے بڑے گناہ گار کی (۴۴) وہ زقوم ایسا ہوگا جیسے سیاہ تیل کی تلچھٹ وہ پیٹوں میں اس طرح جوش ماریگا (۴۵) جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے (۴۶) حکم دیا جائیگا۔ اس گناہگار کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیانی حصے تک لیجاؤ یعنی دوزخ کے بیچوں بیچ (۴۷) پھر اس کے سر پر عذاب کا سخت کھولتا ہوا پانی ڈالو (۴۸) لے اس عذاب کا مزہ چکھ تو بڑا ذی عزت اور ذی مرتبت ہے (۴۹) یہی وہ چیز ہے جس میں تم لوگ شک و شبہ کیا کرتے تھے :: مطلب یہ ہے کہ زقوم کا درخت جس کی تفصیل سورۂ الصافات میں گزر چکی یہ اہل جہنم کی خوراک ہوگی۔ ہندوستان میں اس کے تین نام لئے گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ معظمہ کے کسی جانب میں پیدا ہوتا ہے اس کا مزا سخت کڑوا ہوتا ہے۔ جہنم میں زقوم کی کیا شکل ہوگی وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ قرآن میں سیاہ تیل کی تلچھٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پھر پیٹ میں جاکر اس کا کھولنا بیان کیا گیا ہے۔ جس طرح گرم پانی کھولتا اور جوش مارتا ہے پھر زبانیہ جو دوزخ پر متعین فرشتے ہیں انکو حکم ہوگا کہ اسکو گھسیٹتے ہوئے وسط جہنم تک لیجاؤ۔ پھر اسپر عذاب اور تکلیف کا گرم کھولتا ہوا پانی ڈالو اسی کیساتھ یہ بھی کہا جائیگا اس عذاب کا مزہ چکھ تو بڑا آبرو دار اور بڑے مرتبے والا ہے۔ غرض ان آیتوں میں انواع عذاب اور دوزخ میں طرح طرح کی تکالیف کا ذکر فرمایا ہے۔ العیاذ باللہ۔ اللّٰھمّ انا نعوذ بک من عذاب جھنم کہتے ہیں ان آیتوں کا تعلق ابوجہل اور اس کے ہمنشینوں کے ساتھ ہے۔ وہ کھجوریں اور مکھن لاکر دوستوں کے سامنے رکھتا اور کہتا تزقموا یعنی کھاؤ یہ وہ زقوم ہے جس کا محمد تم سے وعدہ کرتا ہے۔ اور بطور فخر اور تکبر کہا کرتا تھا انا اعزّ اہل الوادی واکرمھم۔ یعنی میں تمام وادی مکہ میں سب سے زیادہ عزت دار اور بزرگ تر ہوں۔ عذاب کے وقت یہی کہا جائیگا ذق انک انت العزیز الکریم۔ آخر میں عام طور پر اہل جہنم کو خطاب ہے کہ بلاشبہ یہی تو وہ عذاب ہے جس میں تم شکوک و شبہات پیدا کیے کرتے تھے۔ کلام میں جو زور ہے اور جس غصے کیساتھ عذاب کا نقشہ اور مجرم کی کیفیت بیان کی گئی ہے اسکو ہندوستان کی زبان میں ادا کرنا مشکل ہے اس کا حظ وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو عربی ادب سے واقف ہیں۔

(باقی صفحہ ۷۹۵ پر)

الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ

بڑی کامیابی ہے۔ سو اے پیغمبر ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان یعنی عربی میں آسان کر دیا ہے تاکہ

يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔ غرض فی الحال آپ بھی نتیجے کا انتظار کیجئے یہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ جاثیہ مکی ہے اور سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حم ﴿١﴾ تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿٢﴾ إِنَّ

حٰمٓ۔ اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے۔ بے شک

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾ وَفِي

اہل ایمان کیلئے آسمانوں میں اور زمین میں بڑے دلائل موجود ہیں۔ اور خود تمہارے

خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِن دَابَّةٍ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٤﴾

پیدا کرنے میں اور نیز ان حیوانات میں جنکو خدا نے پھیلا رکھا ہے ان لوگوں کیلئے بڑے دلائل ہیں جو یقین رکھتے ہیں

وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ

اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے جانے میں اور اس رزق یعنی بارش میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان کی جانب سے

السَّمَاءِ مِن رِّزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

نازل کرتا ہے اور اس سے زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے

وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٥﴾ تِلْكَ

اور ہواؤں کے بدلنے میں ان لوگوں کے لئے بڑے دلائل ہیں جو عقل سے بہرہ مند ہیں یہ تیسرے اللہ کی

آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ

آیتیں ہیں جو صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اور اسکی

(بقیہ صفحہ ۷۹۴) نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا۔ اللھم اجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاخرۃ۔ آگے اہل تقویٰ اور پرہیزگاروں کیساتھ جو سلوک ہوگا اس کا ذکر فرمایا۔ (۵۰) بلاشبہ جو لوگ متقی اور خدا سے ڈرنیوالے ہیں وہ پرامن اور باامن مقام میں ہوں گے :: وہاں ایسی جگہ میں ہوں گے جہاں کسی قسم کی بے چینی اور خطرہ نہ ہوگا آگے اس پُرامن مقام کا بیان ہے (۵۱) باغوں میں اور چشموں میں :: یعنی وہ باغوں میں ہوں گے جن باغوں میں نہریں اور چشمے بہ رہے ہوں گے۔ ان لوگوں کو کسی قسم کا رنج یا فکر نہ ہوگا۔ نہ بیماری کا خطرہ نہ بڑھاپے کا خوف نہ مرنے کا خیال غرض ہر اعتبار سے بے خوف وبے خطر اور امن وچین میں ہوں گے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہم متقیوں کے درجات متفاوتہ کی تفصیل تو سورۂ بقرہ کی ابتدا میں بیان کر چکے ہیں کم سے کم درجے کا متقی وہ ہے جو شرک سے بچتا اور پرہیز کرتا ہو تقویٰ کا اونچا اور بڑا درجہ بہت بلند ہے اس تمام بحث کو سورۂ بقرہ میں دیکھنا چاہیئے آگے ان مامون حضرات کے لباس کا ذکر فرمایا (۵۲) وہ ڈرنے والے باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنیں گے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے :: یعنی ایک دوسرے کے مقابل جہاں سے آسانی کے ساتھ آپس میں بات چیت کرتے ہوں گے (۵۳) یہ سب اسی طرح ہوگا اور ہم گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان سے بیاہ دیں گے :: یا حوروں کو ان کا قرین بنا دیں گے چونکہ مفسرین کے دو قول ہیں اس لئے ہم نے ایک کو اختیار کر لیا ہے اور دوسرے کی طرف اشارہ کر دیا ہے خلاصہ یہ کہ موانست اخوان اور ملاعبت نسوان دونوں نعمتوں سے بہرہ مند ہوں گے (۵۴) وہ ان باغوں میں اطمینان سے ہر قسم کے میوے طلب کرتے ہوں گے :: یعنی ہر قسم کا اطمینان میسر ہوگا اور ذاتی طور پر وہ امن والے ہوں گے وہاں کے باغوں میں ہر قسم کے میوے خدام سے منگا رہے ہوں گے (۵۵) وہ ان باغوں میں بجز اس موت کے جو دنیا میں آ چکی تھی اور کبھی موت کا مزا نہیں چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ نے انکو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا :: یعنی دنیاوی موت کے علاوہ کوئی اور موت نہیں اور وہ جب دنیا میں تھے تو اس پہلی موت کا مزہ چکھ چکے اب ان کے لئے اور کسی موت کا خطرہ نہیں اور جہنم کے عذاب سے ان کو بچا لیا گیا۔ غرض ہر قسم کے تفکرات اور خوف وخطر سے پاک اور بےشمار نعمتوں سے لذت اندوز (۵۶) یہ سب کچھ ان اہل تقویٰ کو آپ کے پروردگار کے فضل سے ملیگا یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ **تفسیر صفحہ ہذا** :: یعنی یہ تمام عطائیں اور انعامات آپ کے رب کے فضل سے میسر ہوں گے اور یہ واقعہ ہے اگر حضرت حق تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ان کا فضل ہے اور ہر شخص کو ان کے فضل ہی کا سہارا ہے اللھم انا نسئلک من فضلک (۵۷) سو اے پیغمبر ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان یعنی عربی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ اس کو سمجھ کر نصیحت قبول کریں اور غور و فکر سے کام لیں :: آپ کی زبان یعنی عربی زبان میں آسان کیا تاکہ اہل عرب اسکو سمجھیں خود نصیحت قبول کریں اور دوسروں کو سمجھائیں آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی (۵۸) غرض فی الحال آپ بھی انجام کا انتظار کیجئے یہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں :: یعنی آپ کا کام صرف تبلیغ ہے آپ اپنے کام کو جاری رکھئے اور کسی قسم کا فکر نہ کیجئے ان کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیجئے۔ یہ آپ کے نقصان اور آپ کے ضرر کا انتظار کر رہے ہیں آپ بھی ان کے انجام اور ان پر نزول ضرر کا انتظار کرتے رہیے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس نتیجے کا ظہور ہوتا ہے۔ والامر کلہ بیدہٖ (۵۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے سورۂ حمٓ الدخان کسی رات میں پڑھی تو اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کیلئے ستر ہزار فرشتے بخشش مانگتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے دوسری روایت میں ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے سورۂ حمٓ الدخان شب جمعہ میں پڑھی تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے تمام گناہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوامامہ کی روایت ہے کہ شب جمعہ میں جس نے سورۂ حمٓ الدخان پڑھی اس کیلئے جنت میں ایک بہت بڑا مکان بناتا ہے اللہ تعالیٰ۔ تمت سورۃ حمٓ الدخان

سورۃ الجاثیۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ سینتیس ۳۷ آیتیں ہیں اور اس میں چار رکوع ہیں۔ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ حمٓ (۱) اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے :: یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ جو کمال قوت اور کمال علم کا مالک ہے اسکی جانب سے اتاری گئی ہے (۲) بے شک اہل ایمان کیلئے آسمانوں میں (باقی صفحہ ۷۹۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۹۵) اور زمین میں بڑے دلائل موجود ہیں :: یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی الوہیت کیلئے بڑے بڑے دلائل موجود ہیں جو حق کے متلاشی ہیں اور حق کے متلاشی اہل ایمان کے علاوہ اور ہیں بھی کہاں (۳) اور خود تمہارے پیدا کرنے میں اور نیز اُن حیوانات اور جانوروں میں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں پھیلا رکھا اور بکھیر رکھا ہے ان لوگوں کیلئے قدرت خداوندی اور اسکی توحید کے بڑے دلائل ہیں جو یقین رکھتے ہیں (۴) اور رات دن کے اختلاف یعنی آگے پیچھے آنے جانے میں اور اُس رزق یعنی بارش میں جسکو اللہ تعالیٰ نازل کرتا ہے آسمان کی جانب سے پھر اس بارش سے زمین کو اُسکے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے اور ہواؤں کے بدلنے میں اُن لوگوں کیلئے بڑے دلائل اور بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے بہرہ مند اور سمجھ بوجھ رکھتے ہیں :: رزق فرمایا بارش کو اس لئے کہ سبب ہے رزق کا یہ تبدیلیاں جو عالم میں ہوتی ہیں اور موسم کی اُلٹ پلٹ ہواؤں کی تبدیلیاں۔ انسان اور جانوروں کی پیدائش۔ آسمان و زمین کی بناوٹ غرض کوئی چیز بھی اس عالم کی ایسی نہیں ہے جو حضرت حق تعالیٰ کی توحید اور اس کی الوہیت پر دلالت نہ کرتی ہو۔

بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝۷

آیتوں کے بعد اب یہ لوگ کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔ ہر اُس جھوٹے گناہگار کیلئے بڑی تباہی ہوگی

يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ

جو اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جب وہ آیتیں اس کے روبرو پڑھی جاتی ہیں پھر بھی وہ از راہِ تکبر اسطرح کفر پر اڑا رہتا ہے کہ گویا اس نے

لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۸ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ

ان آیتوں کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو آپ ایک دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے

اٰيٰتِنَا شَيْئَا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ

کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے ذلیل و خوار کرنے والا

مُّهِيْنٌ ۝۹ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا

عذاب ہے۔ ان کے آگے دوزخ ہے اور جو کچھ انھوں نے کمایا تھا نہ تو وہ کمائی ان کو

كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَ

کچھ نفع دے گی اور نہ وہ معبود ان کے کچھ کام آئیں گے جنکو انھوں نے اللہ کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا تھا اور

لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان لوگوں کو بڑا عذاب ہوگا۔ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں کو

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۱۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ

نہیں مانتے ان کو بری بلا کا دردناک عذاب ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے

سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا

تمہارے لئے دریا کو مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے دریا میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم لوگ اس کا فضل یعنی

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي

روزی تلاش کرو اور تاکہ تم اس کا شکر بجالاؤ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اُس سب کو اس نے اپنی جانب یعنی اپنے حکم سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ بے شک ان امور مذکورہ میں

ہواؤں کی تبدیلی یعنی کبھی پروا کبھی پچھوا وغیرہ۔ غرض اہل ایمان۔ اہل ایقان اور اہل عقل کیلئے نشانیاں ہی نشانیاں ہیں (۵) اے پیغمبر یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو ہم صحیح صحیح طور پر آپکو پڑھ کر سناتے ہیں پھر اب یہ دین حق کے منکر اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے :: **تفسیر صفحہ ہذا:** یعنی جب اللہ تعالیٰ اور اُس کی باتوں کو نہیں مانتے تو ان کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکی باتوں سے بڑھ کر اور کون سی بات ہوگی جس پر یہ لوگ ایمان لائیں گے (۶) ہر اُس جھوٹے دروغ گو گنہگار کیلئے بڑی خرابی اور تباہی ہے (۷) جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو سنتا ہے جب وہ آیتیں اس کے روبرو پڑھی جاتی ہیں پھر بھی وہ تکبر اور غرور کی راہ سے اس طرح کفر پر اڑا رہتا ہے اور کفر کو لازم پکڑتا ہے کہ گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں پس ایسے شخص کو آپ ایک دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے :: شاید یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ سورۂ لقمان میں تفصیل گزر چکی ہے یہ شخص بڑا سخت کافر تھا قرآن کو پہلے لوگوں کی قصہ کہانیاں کہا کرتا تھا اور گانے والی عورتوں کی تجارت کیا کرتا تھا اس کے حق میں یہ وعید فرمائی۔ (۸) اور جب وہ ہماری آیات میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے اور اس کو ٹھٹھا ٹھہراتا ہے اور اس کی ہنسی اڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے ذلیل و خوار کرنیوالا عذاب ہے :: مطلب یہ ہے کہ جب کسی آیت کے نزول کا لوگوں سے اس کو علم ہو جاتا ہے مثلاً کوئی اس سے کہدیتا ہے کہ آج محمد پر فلاں آیت اُتری ہے تو اسکو سُن کر ہنسی اُڑاتا ہے۔ ع ۱۱ (۹) ان کے آگے جہنم ہے اور جو کچھ انھوں نے کمایا تھا نہ تو وہ کمائی اُن کو کچھ نفع دے گی اور نہ وہ معبود اور رفیق اُن کے کچھ کام آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود اور رفیق اور کارساز بنا رکھا تھا اور ان لوگوں کو بڑا عذاب ہوگا :: یعنی نضر بن حارث اور اس کے ہم مشربوں کا یہ حال ہوگا کہ آگے ان کے دوزخ ہے پھر وہاں نہ تو ان کے اعمال ان کے کچھ کام آئیں گے اور نہ وہ ان کے معبود اور کارساز ہی کچھ اُن کے کام آسکیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنا کارساز اور معبود بنا رکھا تھا اور ان کو بڑا سخت عذاب ہوگا (۱۰) یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور نہیں مانتے ان کو بری بلا کا دردناک عذاب ہونیوالا ہے :: یعنی جو اس ہدایت کے منکر ہیں ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے (۱۱) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے دریا کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اور دریا کو تمہارے بس میں کر دیا تاکہ اللہ کے حکم سے دریا میں کشتیاں اور جہاز چلیں اور تاکہ تم لوگ اس کا فضل یعنی روزی تلاش کرو اور طلب معیشت کرو۔ اور تاکہ تم اُس کا شکر بجالاؤ :: یہاں سے توحید کا بیان فرمایا۔ دریاؤں کی تسخیر اور دریائی سفر سے بے شمار منافع کا حصول ظاہر ہے اور ان انعامات پر شکر بجالانا انسانیت کا بڑا وظیفہ ہے بلکہ انسانیت کی دلیل ہے (۱۲) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُس سب کو اپنی جانب یعنی اپنے حکم سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے بیشک ان اُمورِ مذکورہ میں اُن لوگوں کے لئے بڑے دلائل ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے اور دھیان کرتے ہیں :: عالم علوی اور عالم سفلی کی کوئی ایسی چیز نہیں جو دُنیا کے انسانوں کے

کام شناقی ہو۔ ہر چیز انسانی نشو نما اور انسانی آرام و آسائش کے کاموں میں لگی ہوئی ہے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرکے انسان کے کام میں لگا رکھا ہے۔ یہ سب کچھ اسی کی طرف اور اسی کے حکم سے ہے اسی کو تسخیر فرمایا اور اسی کو اہل فکر کے لئے توحید کی دلیل فرمایا (۱۳) اے پیغمبر آپ ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں فرما دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے فی الحال درگزر کریں جو ایام خداوندی یعنی معاملات الٰہی کا یقین نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اُن اعمال کا بدلا دے جو وہ کما تے تھے :: ایام اللہ سے وہ وقائع اور حوادثات مراد ہیں جو کبھی کبھی دُنیا میں ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں تو ان کا وقوع یقینی ہے۔ مسلمانوں کو صبر کی تلقین فرمائی کہ دشمنوں کی زیادتی پر فی الحال کوئی بدلا نہ لو بلکہ انتظار کرو شاید اللہ تعالیٰ دُنیا ہی میں سرکشوں اور ظالموں کو خوار و رُسوا کردے یا قیامت میں دشمنوں سے بدلا لے۔ کفار کی تعریف یہاں لا یرجون ایام اللہ کے الفاظ سے فرمائی یعنی نہ تو یہ لوگ وقائع اور حوادثات کے متوقع ہیں اور نہ ہی آخرت پر ان کا ایمان ہے۔ لیجزی کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ دشمنوں کو ان کے کسب اور اُن کی کمائی کا بدلا دے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے صبر کا صلہ عطا فرمائے۔ بہرحال آیت کا کئی طرح ترجمہ کیا گیا ہے ہم نے تمام اقوال کا ایک خلاصہ کردیا ہے کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی مشرک نے جو قبیلہ غفار کا تھا اس نے برا اور سخت و سُست کہا حضرت عمر نے اس سے انتقام لینا چاہا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی بعض نے کہا مسلمان مکہ معظمہ میں کفار کے ہاتھوں سخت ایذا برداشت کرتے تھے۔ اُس کا شکوہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں سے فرما دیجئے کہ وہ اُن لوگوں کی زیادتیوں سے درگزر کریں جو ایام خداوندی اور اُس کی سزا و جزا کے قائل نہیں ہیں: تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صبر کا صلہ اور ایذا رسانوں کو اُن کی ایذا کا بدلا خود ہی عطا فرمائے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں معاف کریں یعنی بدلے کی فکر نہ کریں اللہ پر چھوڑ دیں ؛ آگے اسی کی تفصیل ہے (۱۴) جو شخص نیک عمل کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کو کرتا ہے اور جو شخص بُرا کرتا ہے تو اُس بُرائی کا وبال اُسی پر پڑتا ہے پھر تم سب اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے :: اور تمہاری بازگشت تمہارے پروردگار ہی کی جانب ہوگی وہاں ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلا دیا جائیگا اور صبر کرنے والے اور درگزر کرنے والے مظلوم اپنا صلہ پائیں گے۔ آگے نبوت کا مسئلہ مذکور ہے (۱۵) اور بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور دانش مندی اور نبوت عطا فرمائی تھی اور ہم نے ان کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دی تھیں اور ہم نے اُن کو اقوام عالم پر برتری اور فضیلت عطا فرمائی تھی :: حکم کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں حکمت۔ فقہ اور صحیح سمجھ۔ فیصلہ خصومات۔ حکومت۔ ہم نے ترجمہ اور تیسیر میں سب کی رعایت رکھی ہے۔ فیصلہ خصومات میں بادشاہت بھی آجاتی ہے۔ چھٹے پارے میں فرمایا اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ انبیاء کا سلسلہ بھی ان میں بکثرت رہا اور بادشاہ بھی بہت ہوئے۔ عمدہ اور نفیس روزی سے شاید من اور سلوی کی طرف اشارہ ہو یا ملک شام کے میوے اور وہاں کی برکات ہوں۔ اقوام عالم سے مُراد اسی زمانے کی اقوام ہوسکتی ہیں۔ بہرحال نبوت کوئی تعجب کی چیز نہیں اب اگر محمد کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو اس پر کیوں تعجب کرتے ہو (۱۶) اور ہم نے انکو دین کے بارے میں واضح دلائل اور کھلی باتیں عطا فرمائیں پھر انھوں نے صحیح علم آجانے کے بعد محض آپس کی ضد بحث میں باہم ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور پھوٹ ڈال لی بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے مابین ان امور کا فیصلہ کردے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے :: واضح دلائل اور کھلی باتوں سے مُراد شاید حضرت موسیٰ کے دیگر معجزات ہوں مثلاً دریا کا پھٹ جانا اور لکڑی مار کر پتھر سے پانی نکالنا وغیرہ پھر یہ آپس میں مختلف نہیں ہوتے مگر صحیح علم آجانے کے بعد اور وہ اختلاف بھی محض آپکے حسد اور ضد بحث کی بنا پر اختلاف ڈالا اور ٹولیاں۔ ٹولیاں بن گئے۔ صحیح علم یعنی علم شریعت اور علم توریت حاصل ہونے کے بعد صرف اپنی ضد اور اپنے حسد کی بنا پر آپس میں پھوٹ ڈال لی۔ بہرحال اس اختلاف کا عملی فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن کے مابین کردے گا (۱۷) پھر اے پیغمبر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص راستے پر قائم کردیا اور آپ کو دین کے ایک راستے پر رکھا سو آپ اس راستے پر چلے جایئے اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلئے جو صحیح علم سے بے بہرہ اور جاہل ہیں :: مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی نبوت کے دور کے بعد آپکو نبی بنایا اور آپکو دین کے ایک خاص طریقے اور خاص راستے پر رکھا یعنی شریعت دیکر بھیجا کہ آپ خود اس راستے پر چلیں اور دوسروں کو بھی اس شریعت کی تبلیغ کریں (باقی صفحہ ۷۹۸ پر)

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا

ان لوگوں کیلئے بڑے دلائل ہیں جو غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ اے پیغمبر آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر

لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا

کریں جو ایام خداوندی یعنی معاملات الٰہی کا یقین نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ان اعمال کا بدلا دے

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا

جو وہ کرتے ہیں جو شخص نیک کام کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کو کرتا ہے اور جو شخص بُرا کرتا ہے تو اس بُرائی کا وبال اسی پر پڑتا

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

ہے پھر تم سب اپنے ہی رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور البتہ ہم نے بنی اسرائیل کو

الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی تھی اور ہم نے ان کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دی تھیں اور

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ

ہم نے ان کو اقوام عالم پر فضیلت دی تھی۔ اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں واضح دلائل عطا فرمائے تھے

فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا

پھر انہوں نے صحیح علم آجانے کے بعد محض آپس کی ضد بحث میں باہم ایک دوسرے سے

بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

اختلاف کیا۔ بے شک آپ کا رب قیامت کے دن اُن کے مابین ان امور کا فیصلہ کردے گا جن میں

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ

یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر اے پیغمبر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص راستے پر

الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ

قائم کردیا سو آپ اسی راستے پر چلے جایئے اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلئے جو صحیح علم سے بے بہرہ ہیں کیونکہ یہ جہلا

لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

خدا کے مقابلہ میں آپ کے کچھ کام نہ آسکیں گے۔ اور جو ظالم ہیں

(بقیہ صفحہ ۷۹۷) تو آپ اس شریعت پر قائم رہئے اور اسی کی تبلیغ کرتے رہئے اور جاہلوں اور ان پڑھ لوگوں کا کہا نہ مانیئے جو صحیح علم سے بے بہرہ اور کورے ہیں (۱۸) کیونکہ یہ جہلا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے اور بلاشبہ ظالم اور بے انصاف لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ متقیوں اور پرہیزگاروں کا دوست اور رفیق ہے :: تفسیر صفحہ ہذا :- یعنی یہ ظالم لوگ نا انصافی ان کا شیوہ ہے یہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں یہ آپکے دوست نہیں ہوسکتے کیونکہ آپ متقیوں کے سردار ہیں اور یہ جاہل اور ظالم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے کچھ کام نہیں آسکیں گے اور اللہ تعالیٰ چونکہ اہل تقویٰ کا رفیق اور کارساز ہے لہذا آپ اسی کی رفاقت پر اعتماد رکھئے اور جو طریقہ آپ کو بتادیا ہے اس پر خود بھی چلئے اور دوسروں کو بھی اسی راستے پر چلنے کی ترغیب دیجئے۔ (۱۹) یہ قرآن عام لوگوں کے لئے ایک بصیرت افروز دلائل کا مجموعہ اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں یہ قرآن بڑی رحمت ہے یعنی یہ قرآن دلائل واضحہ اور روشن دلیلوں سے لبریز ہے اور عام لوگوں کے لئے سوجھ بوجھ کی باتیں ہیں اور گمراہی کے مقابلے میں ہدایت اور راہ دکھانیوالی ہے اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کیلئے بڑی مہر اور اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے (۲۰) کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں یہ سمجھتے ہیں اور یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم ان کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں اس طرح برابر کردیں گے کہ ان کا اور ان کا مرنا جینا یکساں ہوجائے وہ بہت ہی برا حکم ہے جو یہ لگاتے ہیں :: یعنی ایسا خیال کرنا انکی حماقت ہے اور یہ فیصلہ بہت برا ہے۔ دونوں کا مرنا جینا یکساں ہوجائے اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ گار جس طرح دنیا میں عیش کرتا رہا اسی طرح آخرت میں مرنے کے بعد بھی عیش کرے اور مسلمان جس طرح یہاں تکلیف اور تنگی اٹھاتا رہا اسی طرح آخرت میں بھی وہ تنگی اٹھائے یا یہ کہ مرتے وقت مسلمان کو جو بشارت دی جاتی ہے وہ بشارت برائی کمانے والوں کو بھی دی جائے یا جو فرشتے کافروں کا مرتے وقت استقبال کرتے ہیں وہ معاذ اللہ مومنوں کی بھی جان قبض کرتے وقت آئیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کا تعلق دوبارا زندہ ہونے سے ہے۔ یعنی ظالموں۔ گناہ گاروں اور معصیت پیشہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہل ایمان اور عمل صالح کے پابند اور ظالم و گنہگار سب کو ہم برابر کردیں گے۔ زندگی میں بھی کوئی مواخذہ نہیں اور مرنے کے بعد بھی کوئی سزا اور جزا نہ ہوگی۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ بلکہ ایک دن ایسا ہونا چاہئے جس دن نیکوں کو صلہ دیا جائے اور بروں کو سزا دیجائے اور اسی دن کو قیامت کہتے ہیں اور اس کا آنا ضروری ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ کافروں کے اس قول کا جواب ہے جو وہ کہا کرتے تھے کہ اگر قیامت آئی بھی تو ہم کو وہاں بھی فائدہ ہوگا! وہ ہم کو عیش ملے گا۔ یہ اس خیال کا رد فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ کہ بدکردار اور نیکوکار یکساں کردیئے جائیں اور ان کی موت اور دوسری زندگی میں کوئی فرق نہ ہو۔ ایسا فیصلہ اور ایسا دعویٰ کرنا بہت برا ہے مفسرین نے اور بھی کئی طرح اس آیت کے معنی کئے ہیں ہم نے آسان اور عام فہم تفسیر اختیار کی ہے (۲۱) اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو کمال حکمت کیساتھ بنایا ہے اور جیسا بنانا چاہئے تھا ویسا بنایا۔ اور اس لئے کہ ہر شخص کو اس کے کیئے کا بدلا دیا جائیگا اور لوگوں پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی :: یعنی آسمان و زمین کا پیدا کرنا کمال حکمت اور کمال تدبیر پر مبنی ہے تاکہ اس کی قدرت اور اس کی توحید پر استدلال کیا جاسکے

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩﴾ هٰذَا
وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کا رفیق و مددگار ہے۔ یہ قرآن
بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْ
عام لوگوں کیلئے ایک بصیرت افروز دلائل کا مجموعہ اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور ان لوگوں کیلئے جو اہل یقین ہیں قرآن بہت بڑی رحمت ہے
حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ
کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں
كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ
اور نیک اعمال کرتے ہیں اس طرح برابر کردیں گے کہ ان کا مرنا جینا یکساں
مَمَاتُهُمْ ۚ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ
ہو جائے وہ بہت ہی برا حکم ہے جو یہ لگاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو
الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ
کمال حکمت کیساتھ بنایا ہے اور اس لئے کہ ہر شخص کو اسکے کئے کا بدلا دیا جائے اور لوگوں پر کسی قسم کا
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ
ظلم نہیں کیا جائیگا۔ اے پیغمبر بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور
اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَ
اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنے علم صحیح کی بنا پر گمراہ رکھا ہے اور اس کے کان پر اور اس کے دل پر مہر لگادی اور
جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ ۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ
اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے پھر اب خدا کے بعد اس گم کردہ راہ کی کون رہنمائی کرسکتا ہے
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا
تو کیا پھر بھی تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے۔ اور یہ قیامت کے منکر یوں کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیوی
نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ
زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں ہے ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم کو کوئی نہیں مارتا مگر زمانہ اور ان منکروں کے پاس

ع ۲ / ۱۰ / ۱۸

اور قدرت علی البعث پر استدلال ہوسکے۔ اور تاکہ ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلا دیا جاسکے اور چونکہ دنیا میں پورا بدلا ملنے کی کوئی صورت نہیں اس لئے بعث یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونا ضروری ہے۔ اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پھل ملنا ضروری ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا مخلوق کی معیشت کے لئے تھا اس لئے ان کو کمال حکمت کیساتھ بنایا۔ پھر جب مخلوق یہاں زندگی گزارے گی تو ان میں اچھے بھی ہوں گے اور برے بھی ان کے لئے کوئی دن مقرر ہونا چاہئے لہذا یہی آسمان و زمین اسپر دلالت کرتے ہیں کہ بدلے کا دن کوئی اور ہوگا اور اس دن آسمان و زمین کی یہ شکل نہ ہوگی۔ آخر میں اس دن کیلئے ظلم کی نفی فرمائی (۲۲) اے پیغمبر بھلا آپ نے اس شخص کی حالت کو بھی دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا خدا اور اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے علم صحیح کی بنا پر بے راہ اور گمراہ بنا رکھا ہے اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر کردی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر اب اللہ تعالیٰ کے بعد اس گم کردہ راہ کی کون رہنمائی کرسکتا ہے تو کیا پھر بھی تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے :: یعنی باوجود ان دلائل واضحہ (باقی صفحہ ۷۹۹ پر)

بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى

اپنے اس کہنے پر کوئی دلیل نہیں ہے یہ لوگ محض خیالی باتیں کیا کرتے ہیں ۔ اور جب ان کے روبرو

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا

ہماری کھلی کھلی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے پاس سوائے اس کٹ حجتی کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ یوں کہتے ہیں

ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ

اچھا اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے لے آؤ ۔ آپ ان سے کہدیجئے اللہ ہی

يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

تم کو زندگی بخشتا ہے پھر وہی تم کو موت دے گا پھر وہی تم سب کو قیامت کے دن جس کے آنے میں

لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلِلّٰهِ

ذرا شک نہیں ہے جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۔ اور آسمانوں اور

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ

اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے اور جس دن قیامت برپا ہو گی اس دن اہل باطل

يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ

سخت گھاٹے میں رہیں گے ۔ اے پیغمبر آپ ہر فرقہ کو گھٹنوں پر سر ڈالے ہوئے دیکھیں گے ہر فرقہ

تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائیگا کہا جائیگا کہ آج تم کو ان اعمال کا بدلا دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ

یہ نامۂ اعمال ہماری کتاب ہے جو تمہارے مقابلہ میں حقیقت واقعیہ کو ظاہر کر رہی ہے کیونکہ تم جو اعمال کیا کرتے تھے

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ان کو ہم لکھواتے جاتے تھے ۔ سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور انھوں نے نیک اعمال کئے تھے

فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾

ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہ رحمت میں داخل کر لینا کھلی ہوئی کامیابی ہے ۔

(بقیہ صفحہ ۷۹۸) کے جو ہم نے توحید پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر بیان کئے ہیں آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنی خواہش نفسانی کو معبود بنا رکھا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ نفسانی خواہش کا ایسا فرمانبردار ہے جس طرح معبود کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جاتی ہے ۔ اس معاند اور منکر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم صحیح کی بنا پر گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان پر اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈالدیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی استعداد کی خرابی کا حال جانتے ہوئے اسکو بے راہ کر دیا اور اس کو گمراہ رکھا ۔ مہر کا اور پردے کا یہ مطلب ہے کہ کانوں سے سماع حق دل سے قبول حق اور آنکھوں سے حق کو دیکھنے کی صلاحیت ہی سلب کر لی سنتا ہے دیکھتا ہے سمجھتا ہے مگر قبول کرنے کی توفیق نہیں ہوتی ۔ یعنی کفر کے مرض نے اتنا گھیر لیا کہ اب مریض پر کوئی دوا ہی اثر نہیں کرتی اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی سے اس کی شقاوت اور سوء مزاج کو جانتا تھا اور اس کو معلوم تھا کہ یہ نیکی کی طاقت کو پامال کر کے بدی اختیار کریگا ۔ بعض لوگوں نے علیٰ علم کو مفعول کا حال بنایا ہے ۔ یعنی باوجود سمجھ بوجھ کے اسکو بے راہ رکھا ۔ یعنی منکر اور معاند سمجھتے بوجھتے پھر غلط راستے پر پڑ گیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو کھو بیٹھا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس کو بے راہی اور گمراہی پر چھوڑ دیا ہم نے سورۂ بقرہ کی تسہیل میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی ہے ۔ اگر کسی نالائق بندے کی سرپرستی اور ہدایت سے اللہ تعالیٰ ہی ہاتھ اٹھالے تو اسکو ہدایت کہاں سے نصیب ہو سکتی ہے ۔ کیا تم یہ باتیں سنکر نصیحت قبول نہیں کرتے اور سمجھتے نہیں ۔ یعنی ایسا سمجھنا جو تمہارے لئے نفع بخش ہو (۲۳) اور یہ منکرین قیامت یوں کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں ہم یہیں ایک مرنا مرتے ہیں اور ایک جینا جیتے ہیں اور ہم کو نہیں مارتا اور نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ اور ان منکروں کے پاس اپنے اس کہنے پر کوئی دلیل نہیں **تفسیر صفحہ ہذا:** ۔ یہ لوگ محض خیال اور اٹکل کی باتیں کیا کرتے ہیں ؛ مطلب یہ ہے کہ دوسری زندگی کے قائل نہیں ہیں ۔ اس لئے دعویٰ کرتے ہیں کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے ۔ پیدا ہوئے جئے اور مر گئے ۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں اور ہمارا مرنا بھی کیا مرور زمان کی وجہ قویٰ مضمحل ہوئے اور مر گئے ۔ تو گردش زمانہ ہم کو مار دیتی ہے ۔ یہ قول ان کا قائم مقام دلیل کے تھا گویا اپنے جینے اور مرنے پر یہ جملہ بطور دلیل پیش کیا کہ ہمارا مرنا گردش زمانہ سے ہے حضرت حق نے فرمایا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں محض اٹکل کی باتیں کرتے ہیں ۔ اور امور طبعیہ پر موت و حیات کو محمول کرتے ہیں ۔ چونکہ حیات ثانیہ کے اسباب ان کی سمجھ میں نہیں آتے اس کا انکار کرتے ہیں ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی زمانہ نام ہے دہر کا وہ کچھ کام کرنیوالا نہیں مگر کسی اور چیز کو کہتے ہیں جو معلوم نہیں ہوتی اور دنیا میں تصرف اس کا چلتا ہے پھر اللہ ہی کو کیوں نہ کہیں اس معنی پر حدیث میں آیا کہ دہر اللہ ہے اس کو برا نہ کہیے ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے خوب بات فرمائی کہ زمانہ خود متصرف نہیں بلکہ تصرف تو کوئی اور پوشیدہ طاقت ہے ، لوگ زمانے کو کبھی اچھا کبھی برا کہتے ہیں حدیث میں زمانے کو برا کہنے کی ممانعت فرمائی اور فرمایا جس کو تم زمانے کا اثر سمجھتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا اثر ہے اس لئے وہی زمانہ ہے بہرحال بعض حضرات نے یہاں بہت سی بحثیں کی ہیں ۔ تناسخ کے مسئلے کو بھی چھیڑ لیا صور نوعیہ کا فاعل ہونا اور ہیولیٰ کا قابل ہونا اس قسم کی بہت سی بحثیں کی ہیں ۔ لیکن ہم نے صرف آیت کا عام فہم مطلب عرض کر دیا ہے ۔ اصل بحث دوسری زندگی کی ہے منکروں کی طرف سے اس کا انکار ہے اللہ تعالیٰ ان کے خیالات کو ظن فرماتا ہے اور صحیح علم اور صحیح سند اور صحیح دلیل سے ان کو عاری فرماتا ہے اور ان سے دلیل کی نفی بیان کرتا ہے (۲۴) اور جب ان کے روبرو ہماری کھلی کھلی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے پاس سوائے اس کٹ حجتی کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا اور ان کے پاس بجز اس کے کوئی جواب نہیں ہوتا کہ یوں کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے لے آؤ ؛ وہی بات جو سورۂ دخان میں گزر چکی ہے ہمارے بڑوں کو زندہ کر لاؤ (۲۵) آپ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی تم کو زندگی عطا کرتا ہے تم کو زندہ رکھتا ہے پھر وہی تم کو موت دیتا ہے پھر وہی تم سب کو قیامت کے دن جس کے آنے میں ذرا شک نہیں ہے جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ؛ یعنی مسلمانوں سے ایسا مطالبہ کرنا مہمل ہے ۔ زندگی عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جب چاہتا ہے جسکو چاہتا ہے زندگی دیتا ہے ۔ جب تک چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے موت دیتا ہے اور کار دیتا ہے پھر وہ قیامت کے دن جس کا وقوع ہر قسم کے شک سے پاک ہے تم سب کو جمع کرے گا ۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے یعنی نہ اللہ کی قدرت کے قائل ہوتے ہیں اور نہ دلیل کو سمجھتے ہیں ۔ زندگی اور موت کا (باقی صفحہ ۸۰۰ پر)

(بقیہ صفحہ ۷۹۹) مالک وہ ہے اُسی کے اختیار میں زندگی ہے اسی کے اختیار میں موت ہے۔ اُسی کے اختیار میں قیامت کے دن سب کو جمع کرنا ہے اور یہی سچے مسلمانوں کا عقیدہ ہے (۲۶) اور آسمانوں میں اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت اور اُسی کا راج ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اور قیامت اُٹھے گی اُس دن اہلِ باطل سخت گھاٹے میں رہیں گے ؛ اہلِ باطل یعنی منکر اور جھوٹے (۲۷) اور اے پیغمبر آپ ہر فرقے کو گھٹنوں میں سے ڈالے ہوئے دیکھیں گے ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائیگا کہا جائیگا کہ آج تم کو ان اعمال کا بدلا دیا جائیگا جو تم کیا کرتے تھے ؛ جاثیہ۔ سر جھکا کر دو زانو بیٹھنا۔ یعنی ہر شخص دو زانو سر جھکائے ہوئے ہوگا۔ زانو پر بیٹھنا داد خواہ کی بیٹھک ہوا کرتی ہے حاکم کے سامنے۔ حضرت سلمان کا قول ہے کہ قیامت میں ایک ساعت ہوگی جس کی درازی دس سال ہوگی کہ اُس میں لوگ گھٹنوں کے بل گرے رہیں گے (۲۸) یہ نامۂ اعمال ہمارا لکھوایا ہوا دفتر اور کتاب ہے جو تمہارے مقابلے میں حقیقتِ واقعیہ کو ظاہر کر رہی ہے۔ اور تم پر ٹھیک ٹھیک بولتی ہے اور سچ سچ اظہارِ حقیقت کرتی ہے کیوں کہ تم جو اعمال کیا کرتے تھے ان کو ہم لکھواتے جاتے تھے ؛ یعنی ہر شخص کو اس کے نامۂ اعمال کی طرف بُلا کر فرمائینگے یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے مقابلے میں صحیح صحیح بات بتلائے گی کیونکہ تمہارے تمام اعمال اس میں مکتوب و محفوظ ہیں۔ نستنسخ۔ ہم ثابت رکھتے ہیں۔ ہم لکھواتے تھے۔ ہم محفوظ رکھتے تھے (۲۹) سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک اعمال بھی کئے تھے ان کو ان کا پروردگار اپنی مہر اور اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہ رحمت میں داخل کر لینا کھلی ہوئی کامیابی ہے ؛ یعنی رحمت میں داخل فرما لینا اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہو سکتی ہے یہی بڑی مُراد تھی جو حاصل ہو گئی (۳۰)

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

اور جو لوگ کفر کرتے رہے ان سے کہا جائیگا کیا میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر نہیں سُنائی جاتی تھیں

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ

پھر تم نے ان سے تکبر کیا اور تم بڑے ہی گنہگار لوگ تھے۔ اور جب تم سے کہا جاتا تھا کہ

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا

اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے وقوع میں ذرا شک نہیں ہے تو تم کہا کرتے تھے ہم نہیں جانتے

السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

قیامت کیا چیز ہے ہاں ہمکو صرف یوں ہی ایک ہلکا سا خیال تو ہوتا ہے مگر ہم کو اس کے ہونے کا یقین نہیں ہے

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور جو اعمال انہوں نے کئے تھے ان سب اعمال کی بُرائیاں ان کے سامنے ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ

وہی عذاب ان کو آگھیریگا۔ اور ان سے کہا جائیگا کہ جس طرح تم نے اپنے اس دن کے سامنے آنے کو فراموش کر رکھا تھا

يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ

اسی طرح آج ہم بھی تم کو فراموش کر دیں گے اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔ اور تمہارا کوئی بھی مددگار نہیں ہے یہ

بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

عذاب اس لئے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق اُڑایا تھا اور تم کو دُنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ

سو آج یہ لوگ نہ اس آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے یہ خواہش کی جائیگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔ سو تمام

الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ

خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا اور پروردگار ہے تمام عالموں کا اور آسمانوں میں

الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾

اور زمین میں ہر قسم کی بڑائی اُسی کے لئے ہے اور وہی کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے

ع ۴ ۱۱ ۲۰

تفسیر صفحہ ہذا :- اور جو لوگ کفر و انکار کرتے رہے ان سے کہا جائیگا کیا تم کو میری آیتیں پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں پھر تم نے ان کے قبول کرنے سے غرور اور تکبر کیا اور تم بڑے ہی گناہگار لوگ تھے ؛ یعنی جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کر رکھا تھا۔ ان سے کہا جائیگا کیا نہیں ہوا کہ میری آیتیں تم کو سنائی گئیں سو تم نے ان کے قبول کرنے سے تکبر کیا اور یہ تمہارا بہت بڑا جرم تھا اور واقعی یہ ہے تم مجرم اور جرائم پیشہ لوگ تھے (۳۱) اور جب تم سے کہا جاتا تھا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا اور برحق ہے اور قیامت کے وقوع اور اس کے آنے میں ذرا شک نہیں ہے تو تم کہا کرتے تھے ہم نہیں جانتے اور ہم نہیں سمجھتے کہ قیامت کیا چیز ہے ہاں ہم کو صرف یوں ہی ایک ہلکا سا خیال تو ہوتا ہے مگر ہم کو اس کے ہونے کا یقین نہیں ہے۔ اور ہم کو اس کا یقین نہیں ہوتا ؛ یعنی ہم کو مسلمانوں کے کہنے سننے سے ایک وہم سا ہوتا ہے لیکن ہم کو اس قیامت کا یقین نہیں ہوتا گویا اللہ تعالیٰ کے وعدے کا یقین نہیں۔ پھر قیامت کا یقین نہیں تو گویا دوبارہ زندہ ہونے اور سزا اور جزا کا یقین نہیں ہے اور یہی کفر صریح ہے (۳۲) اور جو اعمال انہوں نے کئے تھے ان سب اعمال کی بُرائیاں ان کے سامنے ظاہر ہوئیں اور کھل گئیں اور جس عذاب کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے اور ہنسی کیا کرتے تھے اُسی عذاب نے ان کو گھیر لیا ؛ یعنی بُرے اعمال کی سزائیں ظاہر ہو گئیں یا بُرے اعمال ظاہر ہو گئے اور جس عذاب کا ٹھٹھا کیا کرتے تھے اور مذاق اُڑایا کرتے تھے اسی عذاب نے آگھیرا اور وہی عذاب اُن پر آن پڑا۔ (۳۳) اور ان دین حق کے منکروں اور جرائم پیشہ لوگوں سے کہا جائیگا کہ جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات اور اس دن کے سامنے آنے کو فراموش کر رکھا تھا اسی طرح آج ہم بھی تم کو فراموش کر دیں گے اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور تمہارا کوئی بھی مددگار نہیں ؛ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس دن کے آنے کو تم نے فراموش کر رکھا تھا اسی طرح آج ہم تم سے ایسا معاملہ کریں گے جیسے بھولے ہوئے آدمی سے کیا جاتا ہے حضرت حق تعالیٰ کے فراموش کرنے کا مطلب ہے کہ تم کو رحمت سے محروم کر دیں گے۔ تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور جب خدا کی رحمت سے محروم کر دیئے گئے تو ہر قسم کی مدد اور ہر قسم کے مددگار سے بھی محروم۔ آخری ٹھکانا جہنم قرار پائے گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا (۳۴) یہ سزا تم کو اس لئے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق اُڑایا اور اس کی باتوں سے ٹھٹھا کیا اور تم کو دُنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ لہٰذا آج یہ کفر پیشہ لوگ نہ تو اس آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے یہ خواہش کی جائیگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کریں ؛ یعنی قیامت میں عذاب تم پر اس لئے کیا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے احکام کی ہنسی اُڑایا کرتے تھے دنیوی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال دیا تھا تم دنیوی زندگی کو حقیقی اور دائمی زندگی سمجھا کرتے تھے دوسری زندگی کا یقین نہ کرتے تھے۔ (باقی ضمیمہ میں)

بقیہ صفحہ ۷۷۶

سب خوبیوں سے متصف اور سزاوار حمد و ثنا ہے (۲۸) اور منجملہ اُس کی قدرت کی نشانیوں کے آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنا اور اُن جان داروں کا پیدا کرنا ہے جو اُس نے آسمان اور زمین کے درمیان پھیلا رکھے ہیں وہ جب چاہے ان سب کے جمع کر لینے پر قادر ہے :: یعنی اس اللہ تعالیٰ کے دلائل توحید اور نشانہائے قدرت میں سے آسمان و زمین کا پیدا کرنا اور اُن کے درمیان جانداروں کا پیدا کرنا اور پھیلانا ہے ۔ دابۃ ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر چلے جیسا کہ ہم بارھویں پارہ میں عرض کر چکے ہیں ۔ حضرت مجاہد نے فرمایا یہاں آدمی اور فرشتے مراد ہیں ۔ بہرحال جو سب کے پیدا کرنے اور پھیلانے پر قادر ہے وہ سب کو جمع کرنے اور سمیٹ لینے پر بھی قادر ہے یہ اشارہ قیامت اور میدان حشر کی طرف فرمایا ۔ یہاں تک توحید کے دلائل بیان فرمائے اب آگے بعض شبہات کا جواب ہے (۲۹) اور تم کو جو مصیبت اور سختی پہنچتی ہے سو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے پہنچتی ہے اور بہت سے گناہ تو وہ معاف ہی کر دیتا ہے اور درگزر فرما دیتا ہے :: یہ خطاب مکلفین کو ہے کہ جو مصیبت یا آلام تم کو پہنچتے ہیں وہ تمہاری تقصیرات اور خطاؤں کی وجہ سے پہنچتے ہیں خواہ وہ نافرمانی کا کوئی گناہ ہو یا طاعات میں کسی کوتاہی کی پاداش ہو ان تکالیف سے ان تقصیرات کا کفارہ ہو جاتا ہے تکالیف میں دنیا ۔ قبر اور حشر مراد ہو سکتے ہیں ۔ ہم پانچویں پارے میں من یعمل سوءًا یجز بہ کی تسہیل میں مفصلاً عرض کر چکے ہیں ۔ اگر کسی مومن کو کانٹا چبھتا ہے یا وہ کوئی چیز رکھ کر بھول جاتا ہے اور اس چیز کے تلاش کرنے میں پریشانی ہوتی ہے تو یہ باتیں بھی تقصیرات کی معافی کا سبب بن جاتی ہیں ۔ عام طور سے ایسا ہی ہوتا ہے اور کبھی رفع درجات کے لئے بھی اس قسم کی تکالیف کا اللہ تعالیٰ کے بندوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کی بحث یہاں نہیں ہے ۔ بہرحال معمولی سی تکلیف بھی کفارۂ سیئات کا موجب ہوتی ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کوئی کھرینچ لگ جائے یا پاؤں پھسل جائے ۔ یا بخار ہو جائے یہ سب چیزیں کسی گناہ کی پاداش میں ہوتی ہیں ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن میں بڑی امید کی آیت ہے ۔ کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ جب کسی گناہ کی سزا دے دے گا تو آخرت میں اس کا مواخذہ نہیں فرمائے گا ۔ مومنوں کے لئے اس آیت میں بڑی بشارت ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ خطاب عاقل بالغ لوگوں کو ہے گنہگار ہوں یا نیک مگر نبی داخل نہیں اور سختی دنیا کی بھی آگئی اور قبر کی اور آخرت کی ؛؛ خلاصہ یہ ہے کہ یہ خطاب بالغوں کو ہے نابالغوں کو یہ خطاب شامل نہیں اور اسی طرح نبی بھی اس سے مستثنیٰ ہے دنیا میں خواہ کوئی دکھ پہنچے ۔ یا قبر میں کچھ پریشانی ہو ۔ یا میدان حشر کی کوئی پریشانی ہو مومن کے لئے یہ تمام تکلیف اور پریشانیاں کفارہ ہیں اس کے گناہوں سے ۔ اب آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کہیں اہل زمین سے مواخذہ شروع ہو جائے تو پھر نجات کی کوئی صورت نہیں اور نہ بھاگ کر ہی بچ نکلنے کا امکان ہے (۳۰) اور تم زمین میں کہیں بھاگ کر ہرا اور تھکا نہیں سکتے اور اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ مددگار؛ یعنی تم چاہو کہ کہیں بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دو اور اُس کو تھکا دو یا اُس کو ہرا دو تو یہ ممکن نہیں ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں عاجز کرنے والے یعنی جو کچھ ہم نے مصیبتیں مقرر کی ہیں چاہے تم اُن سے بھاگ سکو اور ہم کو تھکا دو سو ممکن نہیں اور نہ مددگار کہ دفع کرے تم سے عذاب جب کہ وہ آئے تم پر ؛؛ آگے پھر دلائل توحید مذکور ہیں (۳۱) اور اُسی کے نشانہائے قدرت میں سے چلنے والے وہ جہاز ہیں جو ایسے ہیں جیسے پہاڑ (۳۲) اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوا کو ٹھیرا دے اور وہ جہاز سمندر کی پیٹھ پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں ۔

بقیہ صفحہ ۷۸۰

اور اسی طرح اے پیغمبر ہم نے قرآن کو جو ہمارا حکم ہے آپ کی جانب بھیجا ہے نہ تو آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور نہ آپ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا چیز ہے لیکن ہم نے قرآن کو ایک ایسا نور بنایا ہے کہ اُس کے ذریعے سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ آپ لوگوں کو سیدھا راستہ بتلاتے ہیں (۵۲) جو اس اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے ۔ آگاہ رہو تمام کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹیں گے اور اللہ ہی تک پہنچ ہے کاموں کی :: یعنی جس طرح ہم نے دنیا میں بشر سے کلام کرنے کی شکل بیان فرمائی ہے اسی طرح ہم نے قرآن کو جو ہمارا حکم ہے اس کو آپ پر نازل فرمایا ہے یا جس طرح اور رسولوں پر اپنے احکام بذریعہ کتب اور صحف نازل کئے ہیں ۔ اسی طرح اس قرآن کو جو ہمارا حکم ہے یا ہمارے کلام سے ہے اس کو ہم نے آپ کی جانب بھیجا ہے آپ کو اس کے نزول سے پہلے معلوم نہ تھا کہ کتاب اللہ کیا ہے اور اسی طرح آپ یہ بھی نہ جانتے کہ منتہائے ایمان کیا ہے گو نفس ایمان تھا جیسا کہ ہر نبی کو نبوت سے پہلے ایمان ہوتا ہے لیکن منتہائے ایمان اور تفصیلی ایمان نبوت کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے ۔ آپ ایمان کے انتہائی مراتب کو نہیں جانتے تھے ۔ لیکن ہم نے اس قرآن کو ایک ایسا نور بنا کر بھیجا ہے جس سے ہم جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ہدایت عطا فرماتے ہیں ۔ قرآن کو شاید روح اس لئے فرمایا کہ یہ مُردہ دلوں کو زندگی بخشتا ہے اور قلب میں آثار حیات اس قرآن کی برکت سے پیدا ہو جاتے ہیں آگے آپ کے ہادئ برحق ہونے کی توثیق فرمائی کہ بے شک آپ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی رہنمائی فرماتے ہیں اور آپ داعی برحق ہیں ۔ صراطِ مستقیم اور سیدھی راہ کی تفصیل بیان فرمائی کہ یہ راستہ ہی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کا مالک ہے ۔ سب کچھ اسی کا ہے سب اُس کے مملوک اور مخلوق ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ جو راستہ آپ دکھاتے ہیں وہ راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے جو ہر اس چیز کا مالک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ۔ ....

... ہے ۔ پھر فرمایا سُن لو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام امور کا مرجع ہے ۔ آخری آیت کا آخری ٹکڑا وعدہ اور وعید دونوں کو شامل ہے یعنی تمام امور کا مرجع ہے جب اُسی کی ذات ہے تو وہ سزا دے گا اور نیک لوگوں کو صلہ عطا فرمائے گا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جس نے سورۂ حمٓعسق کو پڑھا تو فرشتے اس کو شاباشیں دیتے ہیں اور اس کے لئے بخشش مانگتے اور رحمت طلب کرتے ہیں ۔ (۵۳)

سورۃ الزخرف مکیۃ وھی تسع وثمانون ایۃ وسبع رکوعات
سورۂ زخرف مکۂ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

حٰمٓ (۱) قسم ہے اس واضح اور صاف کتاب کی (۲) ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن رکھا ہے تاکہ تم سمجھ سکو :: یعنی یہ کتاب اپنے معنی اور مطالب میں واضح اور کھلی ہوئی ہے جس نے حق و باطل کی راہیں واضح اور جدا جدا کر دی ہیں اور ہدایت و گمراہی کی راہوں کو الگ الگ کر دیا ہے یا یہ کہ اس کتاب نے ان تمام چیزوں کو واضح کر دیا ہے اور کھول کر بیان کر دیا ہے جن چیزوں کی دین کے بارے میں امت کو احتیاج اور ضرورت ہے اور ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن رکھا یعنی اس کا وصف یہ ہے کہ عربی زبان کا قرآن ہے یا یہ کہ اس کا نام رکھا قرآن عربی زبان کا تاکہ اے اہل عرب تم سمجھ سکو اور سمجھ کر دوسروں کو سمجھا سکو ۔ کیونکہ اوّلی خطاب اہل عرب کو ہے ۔ یہاں جعل بمعنی خلق نہیں ہے بلکہ بمعنی تصییر ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ نے ایک اعرابی کے ساتھ گفتگو میں تصریح فرمائی ۔ جس کو شبہ ہو گیا تھا کہ جعل بمعنی خلق ہے (نقلہ ابن مردویہ مطولاً) (۳) اور وہ یقیناً ہمارے پاس ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں بڑی بلند قدر اور حکمت سے لبریز کتاب ہے :: دو باتیں فرمائیں اول اس کی حفاظت کا یہ حال ہے کہ وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے جیسا کہ تمام کتب سماویہ لوح محفوظ میں ثبت ہیں بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ گویا ہماری خاص نگرانی میں ہے اور ہماری زیر حفاظت ہے ۔ دوسری بات یہ کہ اپنے اعجاز اور کلام الٰہی ہونے کے اعتبار سے بڑی عظیم المرتبت اپنے منافع اور اپنے مصالح کے اعتبار سے پر از حکمت ہے اور یہ جو فرمایا ہمارے پاس یہ باعتبار شرف اور باعتبار اختصاص فرمایا یعنی قرب مکانی نہیں بلکہ قرب مرتبہ کے اعتبار سے لدینا ارشاد فرمایا گیا ہے (۴)

بقیہ صفحہ ۷۸۱

تاکہ تم ان کشتیوں اور چوپایوں کی پیٹھ پر خوب جم کر بیٹھو پھر جب اطمینان سے ان پر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کا احسان یاد کرو اور یوں کہو کہ وہ ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے لئے

بقیہ صفحہ ۷۸۷

کہ ان میں خیر نہ ہو یہ اعتراض جب کیا گیا تو دین حق کے منکر اس پر خوشی کے مارے شور مچانے اور قہقہے لگانے لگے عبداللہ بن زبعری نے جو اعتراض کیا یا جو معارضہ کیا اس کا منشا صرف یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ کے ابطال شرک کا جواب دیا جائے اور توحید کو غلط بتایا جائے اور شرک کی صحت کو ثابت کیا جائے کہ جب عیسیٰ ابن مریم کو بھی لوگ پوجتے ہیں تو بس شرک

کرنا اللہ کے ساتھ صحیح ہے بہرحال ان آیتوں میں عبداللہ بن زبعری کے انہی شبہات کا جواب ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی قرآن میں ان کا ذکر آوے تو اعتراض کرتے ہیں کہ ان کو بھی خلق پوجتے ہیں انہیں کیوں خوبی سے یاد کرتے ہو اور ہمارے پوجوں کو بُرا کہتے ہو ۱۲ خلاصہ یہ کہ معبود بغیر اللہ سب ہی بُرے ہونے چاہئیں۔ ہمارے بتوں کو تو بُرا کہتے ہو اور مسیحؑ کی تعریف کرتے ہو۔ ابن مریم کو برا کیوں نہیں کہتے (۵۷) اور کہنے لگے ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ یعنی ابن مریمؑ یہ بات اور یہ مضمون اور یہ کہاوت انہوں نے آپ سے محض جھگڑا کرنے کی غرض سے بیان کی ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ جھگڑالو واقع ہوئے ہیں ۔ یعنی یہ اعتراض عبداللہ بن زبعری کا محض جھگڑا کرنے کی بنا پر ہے اور یہ لوگ جھگڑالو واقع ہوئے ہیں اور جھگڑالو ہی ہیں (۵۸) وہ عیسیٰؑ بن مریم محض ایک ایسا بندہ ہے جس پر ہم نے اپنا انعام اور فضل کیا تھا اور بنی اسرائیل کے لئے اس کو ایک نمونۂ قدرت بنایا تھا: اور جو بندہ ہمارا منعم علیہ ہو ظاہر ہے کہ وہ خیر ہونے سے خالی نہ ہوگا۔ بخلاف اصنام اور شیاطین کے کہ ان میں یہ خیریت نہیں اور خاص طور پر شیاطین میں تو ایک اور بھی مانع خیریت موجود ہے اور وہ ان کا کفر ہے پس ابن مریمؑ چونکہ اللہ تعالیٰ کے منعم علیہ ہیں اس لئے ان کے خیر ہونے پر ان کا معبود من غیر اللہ ہونا موثر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن مریمؑ میں اور دوسرے اصنام اور شیاطین میں فرق ہے اور آپ کی قوم کا خوش ہو کر غل مچانا اور یہ سمجھنا کہ ہم نے محمدؐ کو لاجواب کر دیا محض جہالت اور نا سمجھی ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابن مریم۔ یا حضرت عزیر یا جلیل القدر فرشتے ان سب میں خیر ہے اور دوسرے اصنام اور شیاطین وغیرہ میں خیر نہیں باقی انکم وما تعبدون پر جو اعتراض تھا اس کا جواب سورۂ انبیا میں گذر چکا ہے۔ ہمارا اس مختصر تفصیل کے بعد ہم کو امید ہے کہ عبداللہ ابن زبعری اور اس کے ساتھیوں کے اعتراض اور اس کا جواب سمجھ میں آگیا ہوگا بنی اسرائیل کے نمونۂ قدرت کا مطلب یہ ہے کہ ابتداءً بنی اسرائیل کے لئے اور بعد میں تمام امتوں کے لئے ان کی ذات گرامی ایک نمونہ قدرت تھی اور ہم تو اگر چاہیں تو اس سے بھی زیادہ اپنی قدرت کے کرشموں کا اظہار کر سکتے ہیں وہ یہ کہ (۵۹) اور اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمہارے قائم مقام ہوں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی عیسیٰ میں آثار فرشتے کے سے تھے اس سے معبود نہیں ہو گیا۔ اگر چاہیں تمہاری نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں ۱۲ یعنی اگر ہم چاہتے تو تمہارے ہاں فرشتے پیدا کرتے پھر جس طرح تم بستے ہو اور مرتے ہو اسی طرح وہ بھی پیدا ہوتے اور مرتے اور فرشتوں کا آدمیوں سے پیدا ہونا بہ حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونے سے زیادہ عجیب ہوتا یا یہ مطلب ہے کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہاری بجائے تمہارے بدلے زمین میں فرشتے پیدا کرتے۔ بہرحال ابن مریمؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اور اس کا منعم علیہ ہونا اور اس کا دنیا کے لئے نمونہ قدرت ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہماری قدرت اس سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہے (۶۰) اور بے شک وہ عیسیٰؑ قیامت کی ایک علامت ہے سو تم لوگ اس قیامت کے وقوع میں شک نہ کرو اور تم میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو یہی سیدھی راہ ہے ۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش خود اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت اور بعث کا وقوع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ سب کو فنا کرنے کے بعد سب کو دوبارہ پیدا کر دے ۔ میری پیروی کرو یعنی میں نے جو احکام بھیجے ہیں ان پر چلو یا میرے رسول کی پیروی کرو۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ آسمان سے آنا قیامت کے وقوع کی بہت بڑی دلیل ہے سو تم قیامت میں شبہ نہ کرو اور میری شریعت کی پیروی کرو۔ یہ معنی ظاہر ہیں اور حضرت ابن مریمؑ کی تشریف آوری لاوفد ول من اسماء قیامت کی علامتوں میں سے بڑی علامت ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کا آنا نشان قیامت کا ہے ۱۲ (۶۱) اور شیطان تم کو اس سیدھی راہ سے روک نہ دے کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ۔ یعنی جو باتیں توحید کی بیان ہوئیں اور عیسیٰؑ کا منعم علیہ ہونا مذکور ہوا اس سے شیطان تم کو روک نہ دے آگے حضرت عیسیٰؑ نے جو کچھ قوم سے فرمایا اور بنی اسرائیل کو جو تلقین فرمائی اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۶۲)

بقیہ صفحہ ۷۹۱

بقیہ صفحہ ۷۹۱

ایک مکمل کتاب دی جائے تاکہ وہ تاریکی میں نہ رہیں اور قیامت میں یہ نہ کہیں لولا ارسلت الینا رسولا ۔ یہ حضرت حق تعالیٰ کی رحمت ہے اس نے ابتدائے آفرینش سے یہ سلسلہ جاری کیا اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک اس سلسلہ کو پہنچایا بے شک وہ اپنی تمام مخلوق کی باتوں کو سنتا اور ان کے تمام احوال کو جانتا ہے (۶) آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اس سب کا مالک ہے اگر تم یقین رکھتے ہو ۔ یعنی وہ پروردگار ہے تمام مخلوقات کا اگر تم کو اس کا یقین ہے۔ جیسا کہ تم لے اہل مکہ اس کو جانتے ہو تو تم اس امر کا بھی یقین کر لو کہ محمدؐ اسی کے بھیجے ہوئے رسول ہیں (۷) سوائے اس کے کوئی دوسرا لائق عبادت نہیں وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہی تمہارا پروردگار ہے اور وہی تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے ۔ یعنی اس کے سوا کوئی مستحق عبادت بھی نہیں اور اس کے سوا کوئی مالک حقیقی اور پروردگار بھی نہیں (۸) اصل بات یہ ہے کہ یہ دین کے منکر شک میں مبتلا ہیں کھیل میں مشغول ہیں ۔ یعنی یہ کسی بات کے قائل نہیں جو کچھ کہتے ہیں استہزاءً کہتے ہیں ۔ خود شک میں مبتلا ہیں اور آپ سے مذاق کرتے ہیں (۹) سو اے پیغمبرؐ آپ ان کے لئے ایک ایسے دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان ایک صاف اور ظاہر دھواں لے آئے (۱۰) جو ان سب لوگوں کو گھیرے گا اور ان سب کے لئے عام ہوگا۔ یہ دھواں ایک دردناک عذاب ہے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کفار قریش نے دل آزاری اور کفر نوازی اور اسلام دشمنی کے مختلف طریقے اختیار کئے تو نبی علیہ السلام نے ان پر قحط کے لئے بددعا کی ۔ اور فرمایا جیسا یوسفؑ کے زمانے میں قحط ہوا تھا ایسا ہی ان پر قحط بھیج ۔ چنانچہ خشک سالی شروع ہوئی اُدھر ثمامہ جو یمامہ کے رئیس تھے جب وہ مسلمان ہوئے تو کفار قریش نے ان پر ملامت کی اور انہوں نے یمامہ کا غلہ روک لیا۔ چنانچہ قریش سخت قحط میں مبتلا ہو گئے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ مُردوں کی قبر سے ہڈیاں نکال کر اور ان کو پیس کر کھانے لگے ۔ چونکہ بھوک کی حالت میں آنکھوں کے آگے ایک غبار اور دھواں سا ہو جاتا ہے اس حالت کی طرف اشارہ فرمایا۔ جب یہ لوگ زیادہ پریشان ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی اور دعا کی درخواست کی اور یہ وعدہ کیا کہ ہماری یہ مصیبت اگر ٹل جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے ابو سفیان نے بھی اور دوسرے رؤسائے قریش نے بھی آپ کو کہا کہ بارش کے لئے دعا کریں اور ثمامہ کو بھی لکھیں کہ وہ یمامہ سے غلہ کو نہ روکے ان آیتوں میں اسی غبار اور دھوئیں کا ذکر ہے جو قحط کی وجہ سے ان پر ظاہر ہوا۔ یہ تمام مضمون بطور پیش گوئی کے ارشاد فرمایا ہے۔ صاحب روح نے اسی کو راجح فرمایا ہے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے۔ جتنی باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں وہ سب باتیں ہم نے دیکھ لیں سوائے چار چیزوں کے آفتاب کا مشرق سے طلوع ہونا۔ دجال کا نکلنا اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج اور جس دھوئیں کا ذکر قرآن میں آیا ہے وہ قحط کے دنوں میں دیکھ لیا کہ ہر کافر کی آنکھوں کے آگے بھوک کے مارے دھواں نظر آتا تھا۔ اور بطشہ یعنی پکڑ دھکڑ بھی بدر کی لڑائی میں ہو چکی انہی آیتوں کے متعلق دوسرا قول حضرت علیؓ کا ہے کہ یہ دھواں قیامت سے پہلے ظاہر ہوگا۔ کافروں کے کانوں میں یہ دھواں گھسے گا۔ اور مومنوں کو صرف اس سے زکام ہوگا اور کافروں کا دماغ اس دھوئیں سے خشک ہو جائے گا اور زمین ایک جلتے ہوئے مکان کی طرح ہو جائے گی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس دھوئیں کو علامات قیامت میں سے شمار کرتے تھے ۔ بہرحال ان دونوں صحابہؓ کے اقوال کی روشنی میں ان آیات کی تفسیر کو سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ اس دھوئیں کے وقت لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ یوں کہیں گے۔ (۱۱) اے ہمارے پروردگار ہم سے اس آفت کو دور کر دے اور اس قحط کو ہٹا لے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے ۔ یعنی اس بھوک اور قحط کے دور ہوتے ہی ہم ایمان لے آئیں گے (۱۲) ان کو نصیحت کہاں ملے اور بھلا ان کو نصیحت کہاں ہوتی ہے۔ حالانکہ ان کے پاس ایک ایسا رسول آچکا جس کی شان رسالت نمایاں ہے ایسا رسول جو صاف صاف بیان کرنے والا ہے ۔ یعنی ان کو نصیحت کہاں میسر ہو سکتی ہے جن کی حالت یہ ہے کہ ان کے پاس ایک ایسا رسول آیا جو واضح البیان اور اپنی شان میں نمایاں اور ظاہر ہے (۱۳) پھر انہوں نے اس رسول سے روگردانی کی اور سرتابی کرتے رہے اور کہنے لگے یہ کسی بشر کا سکھایا ہوا ہے اور دیوانہ ہے ۔ یعنی ایسے واضح الشان رسول سے سرتابی کرتے رہے اور اس پر دو الزام لگائے ایک تو یہ کسی بشر نے اس کو سکھا دیا ہے اور دوسرا الزام یہ کہ یہ دیوانہ اور پاگل ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دھوئیں کا مذکور ہے کہ اس وقت سمجھنا کام نہیں آتا قیامت میں دھواں گھیرے گا نیک آدمیوں کو زکام سا ہوگا اور بد کو سر میں چڑھے گا بے ہوش ہو کر گر پڑے گا ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا مبنی غالباً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے (۱۴) ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے مگر تم پھر اپنی پہلی حالت پر لوٹ جاؤ گے ۔ یعنی ہم اس عذاب کو چند دنوں کے لئے دور کر دیں گے مگر تم پھر کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے یا یہ مطلب کہ پھر عذاب کی طرف لوٹ جاؤ گے اور پھر عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اور ثمامہ کو لکھنے سے یمامہ کا غلہ کھل گیا۔ کئی دن تک بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ قحط دور ہوا۔ اس کے بعد ان کے کفر وعناد اور سنگباری میں اور ترقی ہو گئی اور پیغمبر کی دشمنی اور بڑھ گئی ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ یعنی عادت یوں ہی ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ منکروں کی عادت یہی ہے کہ عذاب کو دیکھ کر چیخ و پکار کرتے ہیں عذاب ہٹ جاتا ہے تو پھر کفر کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں جیسا کہ کشتی میں بیٹھ کر اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ طوفان کے وقت دعا اور طوفان سے نجات پانے کے بعد شرک (۱۵) جس روز ہم بڑی سخت گرفت کریں گے تو اس روز ہم پورا بدلہ لیں گے ۔ یہ پیشگوئی بدر میں پوری ہوئی اور کافروں سے پورا انتقام لیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وعید قیامت کے دن کے لئے ہو کیونکہ اس دن

بقیہ صفحہ ۸۰۰

بس آج کے دن نہ تو یہ لوگ دوزخ سے کبھی نکالے
جائیں گے اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کے راضی اور خوش کرنے
کا مطالبہ کیا جائے گا۔ بہر حال اعتقاد اور عمل کے کفر کا یہ
انجام ہوا آگے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کی بڑائی پر سورت
ختم ہوتی ہے (۳۵) پس تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے
ہیں جو پروردگار اور مالک ہے آسمانوں کا اور مالک و پروردگار
ہے زمین کا اور پروردگار ہے تمام عالموں کا یعنی تمام آسمانوں
وزمین اور گوناگوں عالموں کا وہی پیدا کرنے اور ایجاد کرنے
والا ہے۔ اور وہی سب کو باقی رکھنے والا اور سنبھالنے والا
ہے (۳۶) اور اُسی کی بزرگی اور بڑائی ہے آسمانوں میں
اور زمین میں اور وہی کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے۔
یعنی آسمانوں میں اور زمین میں اُسی کی بڑائی اور اُسی کی
بزرگی کا ظہور ہو رہا ہے۔ وہ زبردست قوت والا ہے۔
انتقام لینے میں اور اپنے احکام کی حکمت اور مصالح کو خوب
جانتا ہے (۳۷)

تم تفسیر سورۃ الجاثیہ شوال ۱۳۷۴ھ مطابق
۱۶ جون ۱۹۵۵ء فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَلَہُ الشُّکْرُ

سورۂ احقاف مکہ میں نازل ہوئی ہے یہ پینتیس ۳۵ آیتیں اور چار رکوع ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ؛ حٰمٓ (۱) اس کتاب کا بھیجنا اور اُتارنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو کمالِ قوت اور کمالِ حکمت کا مالک ہے ؛ کمالِ طاقت اور قوت کی وجہ سے کوئی مزاحمت کرنیوالا نہیں اور کمالِ حکمت کی بناپر اس کتاب کے مضامین اور احکام حکمت سے لبریز ہیں (۲) ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں کے مابین ہیں اُن سب کو نہیں بنایا مگر خاص مصلحت اور حکمت کے ساتھ بنایا ہے اور ایک میعادِ مقررہ تک کے لئے بنایا ہے اور وہ لوگ جو دینِ حق کے منکر ہیں اُنکو

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احقاف مکی ہے اور یہ پینتیس ۳۵ آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ⓵ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ⓶

حٰمٓ۔ اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ

ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان دونوں کے مابین ہیں نہیں بنایا مگر خاص مصلحت کے ماتحت

اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ⓷

اور ایک میعادِ مقررہ تک کے لیے بنایا ہے اور وہ لوگ جو کافر ہیں انکو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اُس سے بے رخی برتتے ہیں

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا

اے پیغمبر آپ ان سے فرمایئے بھلا دیکھو تو جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو ذرا مجھ کو یہ تو دکھاؤ کہ

خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ

اُنھوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں اُن کی کوئی شرکت ہے۔

اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ

میرے پاس یا تو کوئی کتاب لاؤ جو اس قرآن سے پہلے کی ہو یا انبیائے سابقین کی کوئی معتبر روایت جو نقل ہوتی

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⓸ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ

چلی آئی ہو اُسے پیش کر دو اگر تم سچے ہو۔ اور اُس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو خدا کو چھوڑ کر

دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ

ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اُس کی پکار کو قبول نہ کر سکے اور

هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⓹ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا

اُن کو ان مشرکوں کے پکارنے کی بالکل خبر بھی نہ ہو۔ اور جب سب لوگ جمع کیے جائیں گے تو

جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اُس سے اعراض کرتے اور بے رخی اور بے التفاتی برتتے ہیں ؛ یعنی عالم علوی ہو یا عالمِ سفلی جو کچھ بنایا ہے وہ سب مبنی برحکمت اور مبنی بر مصلحت ہے۔ نیز یہ کہ یہ سارا نظامِ شمسی ایک خاص وقت اور خاص میعاد تک کیلئے ہے میعاد آنے پر اور وقت پورا ہونے پر یہ تمام نظام درہم برہم کر دیا جائیگا۔ منکروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے یعنی قیامت کے واقعات سنا کر یا قرآن سنا کر جب ان کو ڈرایا جاتا ہے اور خوف دلایا جاتا ہے تو یہ اُس سے مُنہ پھیر لیتے ہیں اور بے توجہی کرتے ہیں (۳) اے پیغمبر آپ ان سے فرمادیجئے بھلا دیکھو تو سہی جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو اور جن کی تم عبادت کرتے ہو ذرا مجھ کو یہ تو دکھاؤ کہ انھوں نے زمین کا کونسا حصہ بنایا اور پیدا کیا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں اُنکی کوئی شرکت اور ساجھا ہے یا تو کوئی کتاب لاؤ جو اس قرآن سے پہلے کی ہو یا انبیائے سابقین کی کوئی معتبر روایت جو نقل ہوتی چلی آئی ہو وہ پیش کرو اگر تم سچے ہو ؛ یعنی بطور احتجاج ان سے کہو کہ تمہارے ان معبودوں نے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اور پوجا کرتے ہو انھوں نے زمین کا کوئی حصہ بنایا ہو تو اُن کی بنائی ہوئی زمین مجھ کو دکھاؤ آسمانوں کے پیدا کرنے میں کوئی شرکت اور ساجھا ہو تو مجھ کو بتاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی دلیل عقلی ہو تو وہ لاؤ دلیل عقلی تو ہے نہیں کیونکہ تم خود ان معبودانِ باطلہ کی خالقیت کے قائل نہیں اور اُلوہیت جو بلا شرکتِ غیرے خالقیت کو مستلزم ہے اُس کو بھی نہیں مانتے بلکہ شرک کرتے ہو تو اچھا کوئی نقلی دلیل لاؤ اُس کی صورت یہ ہے کہ کوئی کتاب لے آؤ جو قرآن سے پہلے کی ہو کیونکہ قرآن تو خدا کے سوا دوسرے کی خالقیت کی نفی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کا مدعی ہے اس میں تو یہ چیز مل نہیں سکتی لہٰذا کوئی دوسری کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا کوئی کتبہ ہو وہ لاکر دکھاؤ یا کوئی روایت ہی پہلے پیغمبروں کی نقل ہوتی چلی آتی ہو یا علومِ اوّلین میں سے کوئی علم تواتر کے ساتھ نقل ہوتا ہوا چلا آتا ہو جس میں ان معبودوں کے زمین یا آسمانوں کو پیدا کرنے کا ذکر ہو وہی مجھ کو دکھا دو یا بتادو۔ کہ ان غیر اللہ نے زمین کا کوئی حصہ بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی شرکت تھی اگر تم ان غیر اللہ کی پرستش کرنے میں سچے ہو تو ان کی خالقیت کا ثبوت پیش کرو (۴) اور اُس سے بڑھ کر کون شخص گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کی پکار کو قبول نہ کر سکے اور اس کی پکار کو نہ پہونچ سکے اور ان معبودوں کو ان مشرکوں کے پکارنے کی خبر تک نہ ہو ؛ یعنی اول تو ان کو خبر ہی نہیں کہ ہم کو کون پکار رہا ہے اور اگر بفرضِ محال کسی طرح خبر بھی ہو جائے تو پکارنے والے کی مدد کرنے یا اس تک پہونچنے کی صلاحیت اور قابلیت نہیں۔ ایسے اپاہج اور غافل معبود کو جو پکارے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ جیسے معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر تو ایسے بدبخت سے زیادہ اور کون گمراہ ہو سکتا ہے (۵) اور جب سب لوگ جمع کیے جائیں گے تو یہ معبودانِ باطلہ اپنے پوجنے اور پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے بھی منکر ہوں گے ؛ یعنی یہاں تو ان اپاہج معبودوں کا

۵۱/۱

یہ حال ہے کہ کسی کام کے نہیں اور جب قیامت میں ایک میدان میں سب اکٹھے کئے جائیں اور آمنا سامنا ہو تو اپنے پوجنے والوں کے دشمن ہو جائیں اور اُن کی عبادت اور اُن کی پکار کے منکر ہو جائیں اور اپنی لاعلمی کا اظہار کر دیں۔ جیسا کہ سورۂ یونس کی تفسیر میں گزر چکا ہے ماکنتم ایانا تعبدون (۶) اور جب ہماری واضح آیتیں اور کھلے کھلے دلائل ان کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تو یہ منکر اس امر حق یعنی قرآن کے متعلق جب وہ ان تک پہونچتا ہے یوں کہتے ہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے ؛ یعنی ان منکرین رسالت کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر قرآن کی واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور قرآن ان تک پہونچتا ہے تو اس کو کھلا جادو کہتے ہیں (۷) کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ قرآن کو اس شخص نے از خود بنایا اور گھڑ لیا ہے آپ فرما دیجئے اگر اس قرآن کو میں نے از خود گھڑ لیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کی گرفت سے مجھ کو ذرا بھی نہیں بچا سکتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے مجھ کو کوئی نفع نہیں پہونچا سکتے تم جو گفتگو قرآن کے بارے میں کر رہے ہو اور جو باتیں بنا رہے ہو وہ اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے اور میرے اور تمہارے مابین گواہی دینے کو وہی کافی ہے اور از روئے گواہ میرے اور تمہارے

لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ⑥ وَإِذَا تُتْلَىٰ

یہ معبودان باطلہ ان مشرکوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے بھی منکر ہوں گے ۔ اور جب ہماری

عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا

کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر ان کو سنائی جاتی ہیں تو یہ کافر اس امر حق یعنی قرآن کی نسبت جب وہ ان تک

جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑦ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ

پہنچتا ہے یوں کہتے ہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے ۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ قرآن کو اس شخص نے از خود گھڑ لیا ہے آپ فرما دیجئے

إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ

کہ اگر اس قرآن کو میں نے از خود بنایا ہے تو تم خدا کی گرفت سے مجھ کو ذرا بھی نہیں بچا سکتے تم قرآن کے بارے میں جو باتیں

أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي

بنا رہے ہو خدا ان کو خوب جانتا ہے میرے اور تمہارے مابین گواہی دینے کو وہی کافی

وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ⑧ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا

ہے اور وہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا

مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ

رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہونا ہے اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے

أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ⑨ قُلْ

میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعہ آتی ہے اور میں تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں ۔ آپ

أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ

ان سے فرمائیے بھلا یہ تو بتاؤ اگر یہ قرآن خدا کی جانب سے آیا ہو اور تم اس کو ماننے سے انکار کر دو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ

شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَ

اس جیسی کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دیدے پھر اس پر ایمان بھی لے آئے اور

اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ⑩

تم تکبر ہی کرتے رہو تو تم سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی رہنمائی نہیں فرماتا جو ظالم ہوں

ع ١/١ — ٥١/٢

درمیان اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت بخشش کرنیوالا بڑی مہربانی کرنیوالا ہے ؛ یعنی پیغمبر پر اور الزامات کے علاوہ یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ قرآن کو یہ شخص خود ہی بناتا ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور ہم کو خدا کا کلام کہہ کر سناتا ہے اس کا جواب دیا گیا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھکو سزا دیگا یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ پر افترا کرنیوالے کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے کہ وہ تلبیس کرتا پھرے ۔ اور کاذب کا کذب ظاہر نہ ہو اور جب اللہ تعالیٰ مجھکو سزا دیگا تو تم اس کے سامنے میرے کچھ کام نہ آسکو گے اور چونکہ وہ ان تمام باتوں سے واقف ہے جو تم بناتے ہو اس لئے میرے تمہارے درمیان وہی گواہ ہے یعنی وہ واقف اور باخبر ہے اس لئے وہی فیصلہ کرنیوالا ہے اگر میں کاذب اور مفتری ہوں تو مجھ کو اور اگر تم جھوٹے ہو تو تم کو سزا دے گا ۔ یہ دوسری بات ہے کہ تمہاری باتوں کا بخوبی علم رکھتے ہوئے تمہاری سزا اور عذاب میں تاخیر اور مہلت سے کام لے رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے اس لئے عقوبت میں تعجیل نہیں کرتا (۸) آپ ان منکرین رسالت سے کہدیجئے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں آیا ہوں اور میں کوئی انوکھا اور دنیا سے نرالا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہونا ہے اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے میں تو صرف اُس حکم کی پیروی اور اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے آتا ہے میں تو صرف ایک کھلا اور صاف صاف ڈرانیوالا ہوں ؛ یعنی میں کوئی دنیا سے انوکھا ۔ نیا اور نرالا رسول نہیں آیا ہوں آخر مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول آچکے ہیں اُن کی تعلیم اور میری تعلیم کو ملا کر دیکھ لو ۔ جس طرح وہ اپنے فرشتہ ہونے اور عالم الغیب ہونے کی نفی کیا کرتے تھے میں بھی اپنے عالم الغیب ہونے کی نفی کرتا ہوں مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا ہونا ہے اور تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے ۔ میں تو اپنے علم و عمل میں صرف اُسی کی پیروی کرتا ہوں جو وحی کے ذریعہ میرے پاس کوئی حکم آتا ہے میں تو ڈرانے والا ہوں صاف صاف ۔ بعض مفسرین نے اس آیت کو منسوخ بتایا ہے اور سورۂ فتحنا کی ابتدائی آیتوں کو اس کا ناسخ قرار دیا ہے مگر یہ قول راجح نہیں ہے ۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ سورۂ فتحنا کی آیتوں سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ اجمالی طور سے یہ بتا دیا گیا کہ انبیاء اور صلحاء کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائیگا ۔ سورۂ فتحنا کا یہ اجمالی علم اس ۔۔۔ کے اطلاق کا ناسخ نہیں ہو سکتا واللہ اعلم (۹) آپ ان سے کہئے کہ بھلا یہ تو بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جانب سے آیا ہو اور تم اس پر ایمان لانے سے انکار کر دو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی معتبر اور مقتدر گواہ اس جیسی کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دے اور پھر اس قرآن پر ایمان بھی لے آئے اور تم تکبر اور غرور و نخوت ہی کرتے رہو تو تم سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا بلا شبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی رہنمائی نہیں فرماتا جو ظالم ہوں ؛ قرآن میں کئی جگہ یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اگر تم کو اس قرآن کی منجانب اللہ ہونے میں شک ہے تو علماء بنی اسرائیل سے دریافت کر لو کہ اس قرآن کی صفت توریت میں مذکور ہے یا نہیں ۔ اور سورہ زخرف میں ابھی گزرا ہے کہ پہلے رسولوں کی کتابوں میں دیکھ لو اور ان کتابوں سے دریافت کر لو کہ ان میں قرآن کا ذکر ہے یا نہیں یہ آیت بھی اسی قسم کے مضمون کو ظاہر کرتی ہے کہ فرض کرو یہ قرآن خدا کی جانب سے ہو اور تم انکار کرتے رہو اور بنی اسرائیل (باقی ص ۸۰۳ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۰۲) کا کوئی بڑا عالم اس قرآن کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کرکے اس پر ایمان لے آئے اور تم تکبر اور نخوت و غرور ہی کرتے رہو اور اس قرآن پر ایمان نہ لاؤ تو بتاؤ تم سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ ظالموں کی رہنمائی نہیں فرماتا اس میں اہل کتاب کے اُن علما کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے قرآن کی تصدیق کی اور نبی آخر الزماں پر ایمان لائے اور اگر یہ آیت مدنی ہو جیسا کہ بعض علما نے کہا ہے تو یہ آیت عبداللہ بن سلام کو بھی شامل ہوگی۔ بہرحال منکروں کو سمجھایا گیا ہے کہ جب اہل کتاب کے پڑھے لکھے لوگ جن کو تم بھی اہل علم سمجھتے ہو اگر اس کو تسلیم کرکے قبول کرلیں اور تم اپنی ضد اور غرور میں الجھے رہو تو تم سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا (۱۰) تفسیر صفحہ ہٰذا :۔ اور یہ دین حق کے منکر اہل ایمان کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ دین یا یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس قرآن یا دین کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے اور آگے نہ بڑھتے اور جب ان منکروں کو اس قرآن سے ہدایت میسر نہ ہوئی تو اب یہی کہیں گے کہ یہ قرآن ایک پرانا جھوٹ ہے :: یعنی عناد اور تکبر کی راہ سے یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ دین اسلام یا یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو ہم لوگ جو اہل عقل و دانش ہیں اور رئیس اور بڑے لوگ ہیں ہم اسی کو ان سے پہلے قبول کرتے اور یہ اس کے قبول کرنے میں ہم سے آگے نہیں بڑھتے ان کا قبول کرلینا اور ہمارا قبول نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دین اور یہ قرآن کوئی بہتر چیز نہیں ہے ورنہ بڑھیا لوگ کیوں چھوڑتے اور ذلیل اور گھٹیا درجے کے لوگ کیوں قبول کرتے اور جب ان کو اس قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو ان کا عناد ظاہر ہوگیا اور یہ کہنے لگے یہ قرآن تو پُرانا جھوٹ ہے۔ کہتے ہیں جب عرب کے بعض قبیلے جہینہ اور مزینہ وغیرہ مسلمان ہوئے تو بعض دوسرے قبائل بنو عامر اور غطفان وغیرہ نے ان پر یہ طعن کیا بعض کہتے ہیں کہ بعض یہودیوں کے مسلمان ہونے پر دوسرے کافر یہود نے یہ کہا تھا بعض نے کہا یہ مکہ کے مشرکوں کا قول ہے وہ مسلمانوں کے مقابلے میں کہا کرتے تھے کہ ہم اشراف ہیں اچھی چیز کے اشراف مستحق ہیں اگر اچھی ہوتی تو ہم اس کے قبول کرنے میں آگے ہوتے نہ کہ یہ ذلیل کم درجہ کے لوگ آگے ہوتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی لوگ ہمیشہ ایسی باتیں کہا کرتے ہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ جس طرح یہ مکہ کے کفار اساطیر الاولین۔ اور ھذا افک قدیم کہہ رہے ہیں اسی طرح پہلے کافر بھی آسمانی کتابوں کے متعلق ایسا ہی کہا کرتے تھے (۱۱) اور اس قرآن سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہے جو مقدم ہونے کے اعتبار سے امام اور پیشوا تھی اور ہدایت کے اعتبار سے رحمت ہے اور قرآن بھی عربی زبان کی ایک کتاب ہے جو اس توریت کی پیشین گوئی کو سچا کرنے والی ہے تاکہ جو لوگ ظلم اور ناانصافی کا شیوہ اختیار کرچکے ہیں اُن کو ڈرائے اور اُن لوگوں کو خوش خبری اور بشارت دے جو نکوکار ہیں :: یعنی اس سے پہلے بھی موسیٰؑ کی کتاب توریت نازل ہوچکی ہے جو امام اور رحمت تھی۔ اُس کتاب میں اس قرآن کی پیشین گوئی موجود ہے۔ اس قرآن نے جو عربی زبان کی کتاب ہے اس توریت کی تصدیق کی ہے اور اُس پیشین گوئی کو سچا کردیا ہے یہ اس لئے نازل ہوئی کہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوں کو خوش خبری دے (۱۲) بلاشبہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر اس کہنے پر مضبوطی کیساتھ قائم اور ثابت رہے سو نہ ان پر کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے :: یعنی آخرت میں ہر قسم کے خوف اور غم سے محفوظ رہیں گے۔ بشرطیکہ ربنا اللہ کا اقرار صدق دلی کے ساتھ ہو (۱۳) ایسے لوگ یعنی سچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرنے اور اس پر مستقیم رہنے والے اہل جنت ہیں جو اس بہشت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں یہ صلہ ان کو ان اعمال کے بدلے میں دیا جائیگا جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے :: یعنی ان کے نیک اعمال کا صلہ ہوگا اوپر کافروں کا ذکر تھا پھر مومنوں کا ذکر فرمایا اب نیک اعمال میں سے بعض کا ذکر فرماتے ہیں (۱۴) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں بڑی مشقت اور تکلیف کیساتھ رکھا اور بڑی دشواری سے اسکو جنا۔ اور اسکو پیٹ میں رکھنے اور اس کا دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہیں یہاں تک کہ جب وہ بچہ اپنی جوانی کو پہونچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا تو کہنے لگا اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیرے ان احسانات کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں اور نیز یہ کہ میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جن سے تو راضی اور خوش ہو اور میرے لئے میری اولاد میں صلاحیت پیدا کردے اور میرے نفع کیلئے میری

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا

اور یہ منکر اہل ایمان کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس دین کی طرف

سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا

ہم سے آگے نہ نکلتے اور جب ان منکروں کو اس قرآن سے ہدایت نصیب نہیں ہوئی تو یہ ابھی کہیں گے کہ یہ

إِفْكٌ قَدِيمٌ ﴿١١﴾ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ

تو پُرانا جھوٹ ہے۔ اور اس قرآن سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہے جو مقدم ہونے کے اعتبار سے امام اور ہدایت کے اعتبار سے

وَهَٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ

رحمت تھی اور یہ قرآن بھی عربی زبان کی ایک کتاب ہے جو اس توریت کو سچا کرتی ہے تاکہ جو لوگ ظالم ہیں انکو ڈرائے

ظَلَمُوا وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ﴿١٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا

اور اُن لوگوں کو خوش خبری دے جو نکوکار ہیں۔ بے شک جن لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ہمارا رب

اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾

اللہ ہے پھر اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے تو ایسے لوگوں پر نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا

یہ لوگ اہل جنت ہیں جو اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں یہ صلہ ان کو اُن اعمال کے بدلے میں دیا جائے گا

يَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ

جو وہ کرتے تھے۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ

اسکی ماں نے اسکو بڑی مشقت کیساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی دشواری سے اُس کو جنا اور اسکو پیٹ میں رکھنے اور اسکے دودھ چھڑانے

ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ

کی مدت تیس مہینے ہیں یہاں تک کہ جب وہ بچہ اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا

سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي

تو کہنے لگا اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیرے ان احسانات کا شکر بجا لاؤں۔

اولاد کو نیک کردے میں تیری جناب میں رجوع کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور یقیناً میں فرماں برداروں میں سے ہوں :: اس آیت میں چند باتیں فرمائیں۔ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا۔ ماں کا کام حمل رکھنا اور جننا اور باپ کا کام دیکھ بھال کرنا اور ماں کیلئے آرام مہیا کرنا اسلئے وہ دونوں اسکے مستحق ہیں کہ ان کا احسان مانا جائے یہاں حمل اور فصل کو تیس مہینے فرمایا۔ اگر بچہ قوی ہو تو اکیس مہینے میں بھی دودھ چھڑایا جاسکتا ہے اور اگر دو سال دودھ کے ہوں تو حمل کی اقل مدت مراد ہوگی کہ کم سے کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے اور دُودھ کے حولین کاملین کا بیان سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ بلغ اشدہٗ کا مطلب یہ ہے کہ بالغ ہوگیا اور حدِ بلوغ کو پہونچ گیا

اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں اور نیز یہ کہ میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جن سے تو خوش ہو

وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ

اور میرے لئے میری اولاد میں صلاحیت پیدا کردے میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور یقیناً میں

الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا

فرماں برداروں میں سے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اُن کے نیک اعمال ہم قبول کرلیں گے اور

عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ

اُن کے گناہوں سے درگزر کریں گے ان لوگوں کا شمار اہلِ جنت میں سے ہوگا ان سے یہ سلوک

الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ

اس سچے وعدے کی بنا پر ہوگا جو ان سے کیا جاتا تھا۔ اور وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ کو کہا کہ

اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ

تُف ہے تم پر کیا تم مجھ کو یہ خبر دیتے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی

مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ

قومیں گزر چکی ہیں اور ماں باپ کا یہ حال ہے کہ وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور لڑکے سے کہتے ہیں ارے تیرا بُرا ہو تو ایمان لے آ

اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾

یقین جان اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر وہ جواب دیتا ہے کچھ نہیں یہ محض اگلے لوگوں کی بے سروپا کہانیاں ہیں۔

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ

یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان اُمتوں کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی بات پوری ہو کر رہی جو اُمتیں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۸﴾

جنات اور انسان کی ان سے پہلے ہو گزری ہیں کیونکہ یہ سب زیاں کار تھے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا

اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کی وجہ سے مختلف درجے ملیں گے اور یہ اسلئے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو انکے اعمال کا پورا پورا بدلا دے

پھر چالیس سال کی عمر کو پہونچا تو اس نے یوں دعا کی کیونکہ یہ عمر سوچنے اور سمجھنے کی ہوجاتی ہے اور عقل پختہ ہوجاتی ہے۔ ماں باپ پر جو احسان کیا اور بچہ پر جو احسان کیا یعنی ان پر جو احسان ہوا اس کا اثر دینی اور دنیوی مجھ پر بھی پہونچا۔ میری اولاد میں میرے نفع کیلئے صلاحیت کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں میری خدمت کریں میں ان کو دیکھ کر خوشی حاصل کروں اور مرنے کے بعد وہ میری مغفرت کیلئے دعا کرکے ایصال ثواب کیا کریں۔ رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خطاؤں سے توبہ کرکے رجوع ہونا۔ بعض نے کہا اشدہٗ سے مراد تینتیس سال کی عمر ہے۔ یتیم کے بارہ میں حتی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ فرمایا وہاں بلوغ ہی مراد ہے (۱۵) یہ لوگ وہ ہیں کہ ان کے نیک اور بہتر سے بہتر اعمال جو اُنھوں نے کئے ہیں ہم قبول کرلیں گے اور ان کی برائیوں سے ہم درگزر کردیں گے درانحالیکہ یہ لوگ بہشت میں ہوں گے اور ان کا شمار اہلِ جنت میں سے ہوگا۔ ان سے یہ سلوک اس سچے وعدہ کی بنا پر ہوگا جو ان سے کیا جاتا تھا :: اکثر مفسرین نے اس آیت کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ بعض نے فرمایا سعد بن ابی وقاصؓ مراد ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی سعادت مند لوگ ایسے ہوتے ہیں"! بہر حال ہوسکتا ہے شانِ نزول کسی متعدد صحابی کے متعلق ہو حضرت صدیقؓ صحابہ میں بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہو یا کسی اور صحابی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہر سعادت مند اور ماں باپ کی خدمت گزار اولاد اس سے مراد لی جاسکتی ہے بڑے خوش قسمت ہیں وہ ماں باپ جن کی اولاد ایسی ہو اور بڑی خوش نصیب ہے، وہ اولاد جو اس آیت کی مصداق ہو۔ آگے اس کے مقابلہ میں کافر کا ذکر فرمایا (۱۶) اور وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ کو کہا کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھ کو یہ وعدہ اور یہ خبر دیتے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں اور طبقے اور اُمتیں گزر چکی ہیں اور ماں باپ کا یہ حال ہے کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور لڑکے سے کہتے ہیں ارے تیرا بُرا ہو تو ایمان لے آ اور یقین جان کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا اور برحق ہے مگر وہ جواب دیتا ہے کچھ نہیں یہ محض اگلے لوگوں کی بے سروپا کہانیاں ہیں :: یعنی ماں باپ کو مسلمان ہونے کی بنا پر ڈانٹتا ہے کفر اور عقوق یعنی ماں باپ کی نافرمانی دونوں کا ارتکاب کرتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ آیت کسی شقی اور بدبخت کے حق میں نازل ہوئی ہو جیسا کہ حسن بصریؒ وغیرہ سے منقول ہے یا ہر وہ شخص مراد ہے جو ... مذموم صفت سے متصف ہو (۱۷) یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی اُن اُمتوں کے ساتھ جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں کی ہو گذری ہیں اللہ تعالیٰ کی وہ بات پوری ہو کر رہی کیونکہ یہ سب زیاں کار تھے :: مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے جو اُمتیں جنات اور انسانوں کی گذری ہیں اور اُن پر اللہ تعالیٰ کی بات یعنی وعدۂ عذاب پورا ہو کر رہا۔ اسی طرح ان کے ساتھ ان پر بھی وعدۂ عذاب پورا ہوگا۔ حق علیھم القول سے وہی کلمہ لاملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین مراد ہے۔ بہر حال جو اُمتیں کافروں کی

(باقی مشنہ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۰) ان سے پہلے گزری ہیں خواہ وہ جنات کی ہوں یا انسان کی جو انجام ان کا ہوا وہی حال ایسی اولاد کا ہونے والا ہے جو ماں باپ کی نافرمان اور کافر ہو (۱۸) اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال مختلفہ کی وجہ سے مختلف درجے ملیں گے اور یہ اس لئے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلا دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا :: مختلف اعمال یعنی مومن کا عمل کافر کے عمل سے مختلف ہے اس لئے مومن کو جنت اور کافر کو جہنم مومن کا پورا بدلہ وہ ہے اور کافر کا پورا بدلا یہ ہے۔ یا یہ مطلب کہ مومن کوئی بُرے عمل کرنیوالا کوئی کم عمل کرنے والا۔ **تفسیر صفحہ ہذا** ۱۔ کافر بھی کوئی اسلام کا سخت دشمن اور کوئی نرم قسم کا کافر جہنم میں ان کے طبقات مختلف اور جنت میں ان کے درجات عالیہ مختلف کوئی اہل یمین کوئی مقرب بارگاہ اللھم اجعلنا من المقربین برحمتك یا ارحم الراحمین (۱۹) اور وہ دن قابلِ ذکر ہے جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے آگ کے روبرو حاضر کئے جائیں گے۔ کہا جائے گا کہ تم اپنی دنیوی زندگی میں اپنے حصے کی نعمتیں حاصل کر چکے اور اُن سے خوب فائدہ اٹھا چکے

يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ط

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا - اور وہ دن قابل ذکر ہے جس دن کفار آگ کے روبرو حاضر کئے جائیں گے

أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ج

کہا جائیگا کہ تم اپنی دنیوی زندگی میں اپنے حصہ کی نعمتیں حاصل کر چکے اور ان سے خوب فائدہ اٹھا چکے

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ

سو آج تم کو اُس تکبر کے باعث جو تم ناحق دنیا میں کیا کرتے تھے

فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾ ع وَاذْكُرْ

اور اُن نافرمانیوں کے باعث جو تم کرتے رہتے تھے ذلیل کرنیوالے عذاب کی سزا دیجائیگی - اور اے

أَخَا عَادٍ ط إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ

پیغمبر آپ قوم عاد کے بھائی یعنی ہودؑ کا ذکر کیجئے جبکہ اُس نے اپنی قوم کو جو کہ ایک ریگستانی علاقہ میں آباد تھی ڈرایا اور یقیناً ہودؑ

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ط

سے پہلے بھی اور اُس کے پیچھے بھی بہت سے ڈرانیوالے گزر چکے ہیں ہودؑ نے کہا کہ تم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوا

میں تم پر ایک بڑے سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں - قوم کے لوگوں نے کہا

أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا ج فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ

کیا تو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دے اچھا اگر تو سچا ہے تو جس عذاب

كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٢﴾ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ صلے

کا ہم سے وعدہ کرتا ہے اُسے ہم پر لے آ - ہودؑ نے کہا اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے

وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا

اور میں تو تم کو وہ پیغام پہنچاتا ہوں جو مجھ کو دیکر بھیجا گیا ہے مگر میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت و نادانی کی

تَجْهَلُونَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ

باتیں کر رہے ہو - پھر جب انھوں نے اس عذاب موعود کو ایک بادل کی شکل میں اپنے میدانوں کی جانب آتا ہوا

پس آج تم کو اس تکبر کے باعث جو تم ناحق زمین میں کیا کرتے تھے اور ان نافرمانیوں کے سبب جو تم کرتے رہتے تھے ذلیل وخوار کرنے والے عذاب کی سزا اور بدلا دیا جائے گا :: یعنی جس دن اہلِ نار آگ کے روبرو لائے جائیں گے تو ان سے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی کہا جائے گا کہ تم لذت کی چیزیں اور اپنے حصے کی نعمتیں دنیا میں حاصل کر چکے۔ اور اُن سے خوب فائدہ اٹھا چکے اور خوب برت چکے تو آج تم کو ذلیل کرنے والے عذاب کا بدلا اور سزا دی جائیگی اور اس کی وجہ اور سبب یہ ہے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اسلام کے مقابلے میں جو تکبر کیا جائے وہ ناحق ہی ہے اور پھر زمین پر رہ کر جو تکبر کیا جائے اس کے غیر حق ہونے میں شک ہی کیا ہو سکتا ہے اور دوسری وجہ ذلت کے عذاب کی یہ فرمائی کہ تم نافرمانیوں کے مرتکب ہوتے تھے جس میں ہر قسم کا کفر اور فسق شامل ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جن لوگوں نے آخرت نہ چاہی فقط دنیا ہی چاہی اُن کی نیکیوں کا بدلا اسی دنیا میں مل چکا ۔ خلاصہ یہ ہے کہ بعض بھلائیاں دنیا میں کافر بھی کرتا ہے چونکہ اُس کا مقصود آخرت نہیں ہوتا کیونکہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اس لئے اس کی بھلائیوں کا بدلا دنیا میں مل جاتا ہے۔ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ وہ لذتِ دنیوی سے بہت بچتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت میں یہ کہا جائے اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا حضرت عمرؓ کا قول صاحب مدارک نے نقل کیا ہے۔ لوشئت لکنت اطیبکم طعاما واحسنکم لباسا ولکنی استبقی طیباتی یعنی اگر میں چاہوں تو تم سے اچھا کھا سکتا ہوں اور تم سے اچھا پہن سکتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ میری نعمتیں آخرت کے لئے باقی رہیں یہاں تک عام منکروں کا ذکر تھا آگے قوم عاد کا ذکر ہے (۲۰) اور اے پیغمبر آپ قوم عاد کے بھائی یعنی ہود علیہ السلام کا ذکر کیجئے جبکہ اس نے اپنی قوم کو جو ایک ریگستانی علاقہ میں آباد تھی ڈرایا اور یقیناً ہودؑ سے پہلے بھی اور اُس کے پیچھے بھی بہت سے ڈرانے والے گزر چکے ہیں ہودؑ نے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو میں تم پر ایک بڑے سخت دن کی آفت اور عذاب سے ڈرتا ہوں :: ہود علیہ السلام جو قوم عاد کے بھائی برادر تھے ان کو عاد کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا جیسا کہ قرآن میں کئی جگہ اُن کا ذکر گزر چکا ہے یہ لوگ یمن کے علاقے میں یا عمان اور مہرہ کے درمیان ریگستان میں جہاں بڑے بڑے مستطیل ریت کے ٹیلے تھے وہاں آباد تھے ہودؑ نے اُن کو ڈرایا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کی عبادت نہ کیا کرو مجھے تم پر ایک بڑے سخت دن کی آفت کا اندیشہ ہے۔ اُس دن سے مراد قیامت کا دن یا دنیوی عذاب کا دن ہے۔ بیچ میں فرمایا اس سے پہلے اور اس سے پیچھے اور بہت سے ڈرانے والے گزر چکے ہیں یہ اس لئے فرمایا تاکہ ہودؑ کی بات کی تائید ہو کہ اور پیغمبر بھی توحید کی تبلیغ کرتے رہے ہیں انھوں نے ایک متفق علیہ بات اپنی قوم کے روبرو پیش کی تھی (۲۱) قوم کے لوگوں نے جواب دیا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے ٹھاکروں اور ہمارے معبودوں سے پھیر دے اور لوٹا دے۔ تو ہم تو ایسا کرنیوالے ہیں نہیں پس تو اگر سچا ہے تو جس عذاب کی ہم کو دھمکی اور وعدہ دیتا ہے اُس عذاب کو ہم پر لے آ۔ (۲۲) ہودؑ نے کہا اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ا۔ میں تو تم کو وہ پیغام پہنچاتا ہوں جو پیغام میں دیکر بھیجا گیا ہوں مگر میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم جہالت اور نادانی کی باتیں کر رہے ہو :: (باقی ۸۰۶ پر)

(بقیہ ۸۰۵) حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی حضرت ہودؑ نے عادؔ کو ڈرایا احقاف ایک ضلع ہے یمن میں اُس کے معنی ریت کے تھل ۱۲ مطلب آیت کا یہ ہے کہ میں تم کو توحید کی دعوت دیتا ہوں تم عذاب مانگتے ہو میرا کام تو یہی ہے کہ جو پیغام مجھے دیکر بھیجا گیا ہے وہ میں تم کو پہنچا دوں باقی عذاب کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ عذاب کو بلا سوچے سمجھے طلب کرنا یہ جاہلوں اور نادانوں کی باتیں ہیں جو تم کر رہے ہو (۲۴) پھر جب اُنھوں نے اس عذاب موعود کو ایک سیاہ بادل کی شکل میں اپنے میدانوں کی طرف آتا ہوا دیکھا اور اپنی وادیوں کی طرف متوجہ دیکھا تو کہنے لگے یہ ابر ہے جو ہم پر برسے گا تفسیر صفحہ ہذا ارشاد ہوا یہ بات نہیں بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے یہ ایک تیز ہوا اور آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے (۲۴) یہ آندھی ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے درہم برہم کر ڈالے گی اور اکھیڑ پھینکے گی چنانچہ وہ ایسے تباہ و برباد ہوئے کہ اُن کے گھروں کے سوا وہاں کچھ اور نہ دکھائی دیتا تھا ہم مجرموں اور گناہگاروں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں ؛؛ مطلب یہ ہے کہ ایک بادل اٹھتا ہوا نظر آیا جو اُن کے میدانوں کی طرف متوجہ تھا یہ سمجھے بارش آئی۔

قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُم بِهِ ۖ

دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ بات نہیں بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے

رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا

یہ ایک سخت آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ یہ آندھی ہر ایک چیز کو اپنے رب کے حکم سے درہم برہم

فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

کر ڈالے گی چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا ہم مجرموں کو اسی طرح

الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِن مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا

سزا دیا کرتے ہیں اور بلاشبہ ہم نے اُن لوگوں کو اُن چیزوں کی قدرت دی تھی کہ جن چیزوں کی قدرت تم کو نہیں دی

لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ

اور ہم نے اُن کو کان اور آنکھیں اور دل دئے تھے لیکن وہ لوگ چونکہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اسلئے

سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُم مِّن شَيْءٍ

نہ ان کے کان ہی ان کے کچھ کام آئے اور نہ اُن کی آنکھیں اور نہ اُن کے دل

إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا

اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اسی نے اُن کو

بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ

آگھیرا۔ اور بلاشبہ ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بستیوں کو بھی تباہ و برباد کیا ہے

وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ

اور ہم نے طرح طرح سے اُن کو اپنی نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ باز آجائیں۔ پھر خدا کے سوا جن چیزوں کو

الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۖ بَلْ

اُن لوگوں نے خدا کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے معبود بنا رکھا تھا اُن معبودوں نے ان مشرکوں کی کوئی مدد کیوں نہیں کی

ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٨﴾

بلکہ وہ سب جھوٹے معبود ان سے غائب ہو گئے اور یہ غیر اللہ کو معبود بنانا ان مشرکوں کا محض بہتان اور افترا پردازی تھی۔

حضرت ہودؑ نے فرمایا یا حضرت حق کا ارشاد ہوا یہ بارش نہیں بلکہ وہی عذاب ہے جس کو جلد چاہتے تھے۔ یہ ایک دردناک عذاب سے لبریز ہوا ہے جو ہر چیز کو خدا کے حکم سے اکھیڑ کر پھینک مارے گی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ سب ہلاک کر دئے گئے نہ کوئی انسان باقی رہا نہ کوئی حیوان سوائے اُن کے خالی مکانوں کے اور کوئی چیز اُن کی بستیوں میں دکھائی نہ دیتی تھی۔ آخر میں فرمایا ہم اسی طرح گناہ گاروں کو بدلا دیا کرتے ہیں۔ آگے مکہ والوں کو تنبیہ فرماتے ہیں (۲۵) اور بلاشبہ ہم نے اُن لوگوں کو ان باتوں کی قدرت اور مقدور دیا تھا جن باتوں کی قدرت اور مقدور تم کو نہیں دیا اور ہم نے ان کو کان اور آنکھیں اور دل دئے تھے لیکن وہ لوگ چونکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اس لئے نہ اُن کے کان ہی اُن کے کچھ کام آئے اور نہ اُن کی آنکھیں اور نہ اُن کے دل اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اسی نے انکو آگھیرا اور وہی چیز ان پر اُلٹ پڑی ؛؛ مطلب یہ ہے کہ جو قوت اور طاقت اور طول قامت اور درازی عمر اور مال کی کثرت ہم نے اُن کو دے رکھی تھی وہ تو تم کو دی بھی نہیں جب ان کو عذاب سے یہ سب چیزیں نہ بچا سکیں تو تمہارے پاس تو یہ چیزیں ہیں بھی نہیں پھر تم عذاب الٰہی سے کیوں بے خوف ہو پھر فرمایا اُن کو کان اور آنکھیں اور دل دئے تھے یعنی سوجھ بوجھ اور ہوشیاری اور سمجھ داری بھی دی تھی جیسا کہ سورۂ عنکبوت میں گزرا ہے وکانوا مستبصرین پھر چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اس لئے کوئی چیز بھی اُن کے کام نہ آئی اور جن باتوں کا وہ استہزا اور ٹھٹھا کیا کرتے تھے انہی چیزوں نے اُن کو آگھیرا اور اُس مذاق اور ہنسی نے عذاب کی صورت اختیار کرلی اور ہلاک کر دئے گئے (۲۶) اور بلاشبہ ہم نے تمہارے ماحول اور آس پاس کی بستیوں کو بھی تباہ و برباد اور ہلاک کیا ہے اور ہم نے طرح طرح سے اُن کے سامنے دلائل عبرت پیش کئے اور اپنی باتیں اُن کو مختلف عنوان سے سنائیں اور بتائیں تاکہ وہ باز آجائیں ؛؛ آس پاس کی بستیاں یعنی قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ عرب کے ایک جانب یمن اور دوسری جانب شام تھا اہل مکہ عام طور سے ان علاقوں میں تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے۔

ع ۳ ۶ ۲

اور ان بستیوں کو اجڑا ہوا دیکھتے تھے اکثر و بیشتر یہ بستیاں شارع عام پر پڑتی تھیں اور آتے جاتے دکھائی دیتی تھیں جیسا کہ ہم سورۂ سبا میں اور دوسری جگہ بیان کر آئے ہیں۔ مختلف انداز اور مختلف عنوان سے اُن کو سمجھاتے رہے لیکن وہ نہ مانے تو بالآخر ہم نے اُن کو ہلاک و برباد کر دیا (۲۷) پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اُن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے جن کو معبود بنا رکھا تھا ان معبودان باطلہ نے ان تباہ ہونیوالوں کی مدد کیوں نہیں کی اور ان کو بچایا کیوں نہیں بلکہ وہ سب کے سب جھوٹے معبود اُن کی نظر سے غائب ہو گئے اور یہ غیر اللہ کو معبود اور شفیع اور قرب الٰہی کا ذریعہ محض بہتان۔ افترا اور بنائی ہوئی بات تھی ؛؛ غیر اللہ کی عبادت کے سلسلہ میں جو وجہ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ ہم تو اُن کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں لیقربونا الی اللہ زلفی۔ جیسا کہ سورۂ زمر میں گزرا ہے۔ اور یہ کہتے تھے کہ یہ تو ہمارے شفیع ہیں اللہ تعالیٰ کی جناب میں ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ۔ جیسا کہ سورۂ یونس میں گزرا۔ اسی کو فرمایا کہ یہ سفارشی اور ذریعہ قرب خدا کہ جن کو خدا کے سوا پوجتے تھے (باقی ۸۰۷ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۰۶) اُنھوں نے عذاب سے بچایا کیوں نہیں اور اُن کی مدد کیوں نہیں کی آخر میں فرمایا کہ یہ سب باتیں کہ وہ ہمارے سفارشی ہیں یا اُن کے ذریعے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے اس لئے ہم اُن کی عبادت کرتے ہیں یہ سب اُن کی افترا پردازیاں تھیں۔ وہ جھوٹے معبود نہ سفارشی نہ قربتِ الٰہی کا ذریعہ نہ ان میں معبود بننے کی اہلیت وصلاحیت (۲۸) تفسیر صفحہ ہٰذا ؛۔ اور اے پیغمبر آپ ان سے اس واقعہ کا ذکر کیجئے کہ جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی جانب متوجہ کردیا درآنحالیکہ وہ قرآن سننے لگے۔ یعنی قرآن کی آواز ان کو پہونچنے لگی اور اُنہوں نے قریب پہنچنے کی کوشش کی۔ غرض جب وہ قرآن کی تلاوت کے پاس آپہونچے تو کہنے لگے چُپ رہو اور خاموش ہوجاؤ پھر جب قرآن کی تلاوت پوری ہوگئی اور تلاوت ہوچکی تو وہ جن اپنی قوم کو آگاہ کرنے اور ڈرانے کی غرض سے قوم کے پاس واپس گئے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرتؐ نکلے تھے حج کے دنوں میں شہر مکہ سے باہر نماز صبح پڑھنے کیلئے اپنے یاروں کے ساتھ اُس وقت کتنے جن سن گئے اور مسلمان ہوئے اور اپنی قوم کو جاکر کہا یا اس بار حضرتؐ سے نہیں ملے پھر بہت لوگ مسلمان ہوکر ایک رات مکے سے باہر آئے حضرتؐ اکیلے باہر گئے سب نے قرآن سیکھا اور دین قبول کیا سورہ جن میں انکی باتیں مفصل ہیں اور جب سے حضرتؐ کو وحی آئی تب سے جنوں پر خبر آسمان سے بند ہوئی ان کو سبب معلوم نہ تھا قرآن جب سنا تو جانا اس کا نزول ہوا ہے اس سے خبر بند کی ہے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے جن آسمان پر جاکر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے اور غیبی خبریں اڑا لاتے تھے یہاں اُنھوں نے کاہن لگا رکھے تھے جو خبریں لیکر آتے تھے اُن میں کچھ اور اپنی طرف سے ملا کر کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے کاہن ان خبروں کو دوسرے لوگوں کو بتا دیا کرتے تھے اس طرح لوگ خوب گمراہ ہوتے تھے اور شیاطین کا مقصد خوب پورا ہوتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ بند کردیا گیا۔ اور ان جنات کو مار مار کر بھگایا جانے لگا۔ جنات میں اس کا چرچا تھا اس لئے مختلف ٹولیاں جنات کی اس معاملہ کی تحقیق کیلئے نکلیں شاید ان میں سے کوئی ٹولی جو سات نفر کو شامل تھی مکہ میں بھی آنکلی ہو مکے سے باہر اسکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دی آپ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے یا تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے بہرحال وہ سمٹ کر قرآن کی آواز کے قریب پہونچ گئے۔ یہ جن شاید نصیبین کے تھے یا نینوا کے، یہ واقعہ وادی نخلہ میں پیش آیا۔ حضورؐ کو ان جنات کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔ وہ جنات کی ٹولی قرآن سنکر متاثر ہوئی اور اپنی قوم کو سمجھانے اور ڈرانے کے لئے واپس ہوگئی۔ بعض حضرات نے فرمایا وہ جماعت حضورؐ سے ملی اور مشرف باسلام ہوکر اپنی قوم کی طرف واپس ہوئی بعض نے کہا کہ سال بھر کے بعد آکر ایک کافی تعداد جنات کی مسلمان ہوئی بہرحال جنوں کے واقعات احادیث میں کتنی ہی جگہ آئے ہیں اس لئے ان آیات کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ہم نے انہی اقوال کا خلاصہ عرض کیا۔ یعنی مکہ سے باہر وادی نخلہ میں آپؐ نماز پڑھ رہے تھے یا جماعت کی نماز پڑھا رہے تھے جنات کی ایک جماعت آئی اُس نے قرآن سنا اور قرآن کا اثر لیکر یا حضورؐ سے ملاقات کرکے مشرف باسلام ہوکر واپس اپنی قوم کی طرف گئی اور وہاں جاکر اُس نے قرآن سننے اور اپنے تاثرات کو بیان کیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۹) ان جنوں نے اپنی قوم میں جاکر کہا۔ اے برادرانِ قوم ہم نے بلاشبہ ایک ایسی کتاب سنی ہے اور ہم ایک ایسی کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ کتاب اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور وہ کتاب دینِ حق کی اور سیدھے راستے کی رہنمائی کرتی ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت سلیمانؑ کے وقت سے توریت ان میں مشہور تھی ۱۲ یعنی جس شان کی توریت تھی اور جس طرح وہ بہت سے احکام اور شرائع کو شامل تھی اس کے بعد سے ایسی کوئی کتاب آج تک سننے میں نہیں آئی توریت کے بعد یہی کتاب ہم نے سنی ہے جو دینِ حق کی دعوت دیتی اور اُسی کی طرف یعنی اسلام کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ بعض مفسرین اس کے قائل ہیں کہ یہ جن یہودی تھے لیکن اس پر کوئی صحیح نقل ہم کو نہیں ملی (۳۰) اے برادرانِ قوم تم اللہ کی طرف بلانے والے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانو اور بات کا ماننا یہی کہ اس پر ایمان لے آؤ اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشدے گا اور تم کو دردناک عذاب سے پناہ دے گا اور محفوظ رکھے گا ؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے داعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت مان لو اور ان پر ایمان لے آؤ تو تمہارے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ بعض حضرات نے (باقی تفسیر میں)

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ

اور اے پیغمبر اُس واقعہ کو بیان کیجئے کہ جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی جانب متوجہ کردیا اور وہ قرآن سُننے

فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ

لگے غرض جب وہ قرآن کی تلاوت کے پاس آپہنچے تو آپس میں کہنے لگے خاموش ہوجاؤ پھر جب قرآن کی تلاوت ہوچکی تو وہ جن اپنی قوم کو

قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴿٢٩﴾ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا

آگاہ کرنے کی غرض سے قوم کے پاس واپس گئے۔ وہاں جاکر اُنھوں نے کہا اے برادرانِ قوم ہم ایک ایسی کتاب سُن کر

أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي

آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ کتاب اپنے سے پہلے کی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور وہ

إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٠﴾ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا

کتاب دینِ حق کی اور صحیح راہ کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ اے برادرانِ قوم تم اللہ کے داعی یعنی محمد صلی اللہ علیہ

دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَ

وسلم کی بات مانو اور اُس پر ایمان لے آؤ اگر ایسا کروگے تو خدا تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دیگا اور تم کو

يُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣١﴾ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ

دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے گا

اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ

تو وہ زمین میں کہیں بھاگ کر خدا کو ہرا نہیں سکے گا اور نہ اُس کا خدا کے سوا کوئی حمایتی

أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٢﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ

ہوگا یہی وہ لوگ ہیں جو کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ کیا منکرینِ قیامت نے اس بات کو نہیں سمجھا

الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

کہ جس خدا نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور اُن کے پیدا کرنے میں ذرا بھی

بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

نہیں تھکا وہی خدا مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے کیوں نہیں بے شک وہ ہر چیز پر

اور وہ دن قابل ذکر ہے جس دن یہ دین حق کے منکر نار دوزخ کے روبرو لائے جائیں گے اور آگ کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائیگا کیا یہ دوزخ ایک امرِ واقعی اور غیر مشتبہ حقیقت نہیں ہے کہیں گے ہم کو اپنے پروردگار کی قسم بیشک یہ ایک امر حق اور ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے ارشاد ہوگا پس اب اس کفر کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے اس عذاب کا مزہ چکھو ۞ دنیا میں جہنم کا انکار کرتے تھے اب دوزخ کے کنارے پر کھڑے ہوکر اور آنکھوں سے دیکھ کر اعتراف کریں گے۔ آگے تسلی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے (۳۴) پس اے پیغمبر جس طرح اور دوسرے ہمّت والے اور اولوالعزم رسولوں نے صبر کا شیوہ اختیار کیا آپ بھی صبر کرتے رہئے اور شیوۂ صبر پر قائم رہئے اور ان منکروں کے لئے عذاب کی جلدی نہ کیجئے۔ کیونکہ جس دن یہ لوگ اُس چیز یعنی عذاب کو دیکھیں گے جس عذاب کا اُن کو وعدہ دیا جارہا ہے اور جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے تو یوں سمجھیں گے گویا وہ دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر پورے دن میں سے کوئی گھڑی بھر رہے ہوں گے۔ یہ قرآن یا یہ پیام اتمام حجت کی غرض سے پہونچا دینا ہے پس اب وہی لوگ تباہ کئے جائیں گے جو نافرمان اور دین حق کا انکار کرنیوالے ہیں ۞ یوں تو سب ہی رسول اولوالعزم ہیں لیکن ان میں جو مخصوص طور پر صفت صبر کے ساتھ متصف ہیں اُن کی طرف اشارہ ہے کہ آپ بھی اُن کی طرح صبر اور سہار کا شیوہ اختیار کیجئے اور عذاب الٰہی کی جلدی نہ کیجئے کیونکہ جب وہ عذاب موعود آئے گا تو یہ بدبخت یہی سمجھیں گے کہ بہت جلد آیا، کیونکہ ان کو دنیا میں یا قبر میں یا دونوں جگہ رہنے کی مدت کا یہ اندازہ ہوگا کہ دن کی ایک گھڑی رہے اور عذاب جلدی آگیا۔ آپ کا کام اس قرآن کو یا ہمارے پیام کو یا دین برحق کو پہنچانا ہے سو آپ نے پہونچا دیا اب حق پہونچنے کے بعد یہی لوگ ہلاک و تباہ کئے جائیں گے جو نافرمانی کے خوگر ہیں کیونکہ اتمام حجت ہو چکا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ڈھیل نہ پائی تھی دنیا میں یعنی اب تو دیر سمجھتے ہیں کہ عذاب کیوں نہیں آتا اُس دن جانیں گے کہ بہت شتاب آیا دنیا میں رہنا ایک گھڑی یا عالم قبر کا رہنا ایک گھڑی معلوم ہوگا، دستور ہے کہ گزری مدت تھوڑی معلوم ہوتی ہے ۱۲ (۳۵) تم تفسیر سورۃ الاحقاف

قَدِيرٌ ﴿٣٣﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ

قدرت رکھتا ہے۔ اور وہ دن قابل ذکر ہے کہ جس دن کفار دوزخ کے روبرو لائے جائیں گے اور اُن سے کہا

هَٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا

جائیگا کیا یہ دوزخ ایک غیر مشتبہ حقیقت نہیں ہے وہ جواب دیں گے ہم کو اپنے رب کی قسم بیشک یہ ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے ارشاد ہوگا

الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ

اب اس کفر کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے اس عذاب کا مزہ چکھو۔ سو اے پیغمبر جس طرح اور ذی ہمت پیغمبروں نے صبر کا شیوہ اختیار

أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ

کیا تھا آپ بھی صبر کرتے رہیے اور ان کافروں کے لئے عذاب کی جلدی نہ کیجئے جس دن یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے

يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن

جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے تو یوں خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں پورے دن میں سے صرف کوئی

نَّهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾

گھڑی بھر رہے ہوں گے یہ قرآن اتمام حجت کی غرض سے پہونچا دینا ہے پس اب وہی لوگ تباہ کئے جائیں گے جو نافرمان ہیں

سورة محمد صلى الله عليه وسلم مدنية وهي ثمان وثلثون آية واربع ركوعات

سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدنی ہے اور یہ اڑتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿١﴾

جن لوگوں نے کفر کیا اور خدا کی راہ سے روکا تو اُن کے اعمال خدا تعالیٰ نے ضائع کر دیئے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے بھلے کام کئے اور وہ اُس سب پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا ہے اور جو کچھ محمد پر اُترا ہے

هُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿٢﴾

وہ اُن کے پروردگار کی طرف سے ایک امر واقعی ہے تو خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے اُن کی برائیاں دور کردیں اور اُنکی حالت کو درست کر دیا۔

سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ اڑتیس ۳۸ آیتیں اور چار رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞

وہ لوگ جنھوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ان کے اعمال خدا تعالیٰ نے نیست و نابود اور ضائع کر دئے ۞ یعنی خود بھی دین حق کے منکر ہوئے اور دوسروں کو بھی اسلام قبول کرنے سے روکا اور اُن کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کیں تو ایسے لوگوں کے تمام وہ اعمال جن کو وہ اچھا سمجھ کر کیا کرتے ہیں اُن کے وہ تمام اعمال کھو دئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو کالعدم کر دیا (۱) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور نیک اعمال کے پابند رہے اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اُس سب پر ایمان لائے اور بات بھی یہی ہے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں کے پروردگار کی طرف سے ایک امر واقعی، برحق اور سچا دین ہے پس اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے اُن کی برائیاں دور کردیں اور اُتار دیں اور اُن کو سنوار اور درست کر دیا ۞ اوپر کی آیت میں دو باتیں اعمال کو کالعدم کرنے کیلئے بیان فرمائیں ایک کفر دوسرے رکاوٹ عن سبیل اللہ اگرچہ ایک بات بھی یعنی فقط کفر بھی اعمال کی بربادی کے لئے کافی ہے۔ لیکن وہ دونوں باتوں کے چونکہ مرتکب ہوتے تھے اس لئے دو باتوں کا ذکر فرمایا اس آیت میں ایمان اور عمل صالح اور ایمان بما نزل علی محمد پر گناہوں کی معافی اور حالت کی درستی کا اعلان فرمایا یہ درستی دونوں جہان میں ہوتی ہے دنیا میں مزید نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے اور آخرت میں اجر و ثواب عطا ہوتا ہے۔ بیچ میں بطور تاکید فرمایا وھو الحق من ربھم یعنی جو احکام اور جو دین اور جو قرآن محمد پر نازل کیا گیا ہے وہ واقع میں بھی امر حق ہے اس پر ہر شخص کو ایمان لانا اور اُس کو ماننا ہی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پہلے دین میں سب خلق کو تکلیف تھی ایک شرع کی اس وقت سب جہان کو ایک حکم ہے اب سچا دین یہی ہے اور کام بھلے بُرے مسلمان بھی کرتے ہیں اور کافر بھی لیکن سچا دین ماننے سے یہ قبولیت ہے کہ نیکی ثابت اور برائی معاف اور نہ ماننے کی یہ سزا ہے کہ نیکی برباد گناہ لازم ۱۲ (۲)

یہ مختلف سلوک کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ منکر ہیں انھوں نے باطل اور غلط راہ کی پیروی کی اور جو لوگ اہل ایمان ہیں انھوں نے دین حق کی جو ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اسی کی پیروی اختیار کی اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کے فائدے اور نفع کیلئے فریقین کے احوال بیان کرتا ہے ؛ یعنی منکر باطل اور جھوٹ کی اتباع کرتا ہے اور ایمان دار اُس حق کی پیروی کرتا ہے جو اس کے پروردگار کی جانب سے آیا ہے اس لئے دونوں کے انجام اور دونوں کیساتھ سلوک بھی مختلف ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح اُن لوگوں کے احوال بیان فرماتا ہے اور فریقین کا ذکر کرتا ہے تاکہ لوگوں کو ترغیب اور ترہیب ہو (٣) پھر جب منکروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے اور تم صف بستہ ہو کر اہل باطل سے بھڑ جاؤ تو اُن کی گردنوں کو مارنا ہے یہاں تک کہ جب تم اُن کی خوب خوں ریزی کر چکو تو پھر اُن کو قید کر دو اور خوب مضبوط باندھو پھر اس قید و بند کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا ہے یا فدیہ لیکر رہا کر دینا ہے جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں اور ہتھیار نہ ڈال دیں یہ سُن چکے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کافروں سے انتقام لے لیتا لیکن اُس نے تم کو قتال کا حکم دیا تاکہ وہ تم میں سے بعض کا بعض کے ذریعے امتحان کرے اور امتحان لے اور تم کو آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے اللہ تعالیٰ ہرگز اُن کے اعمال کو ضائع نہیں کریگا۔ (٤) اللہ تعالیٰ اُن شہید ہونے والوں کو انکے مقصد تک پہنچا دے گا اور اُن کے حال کو سنوار دے گا اور درست کر دے گا (٥) اور اُن کو اُس جنت میں داخل کر دے گا جس کی تعریف اُن سے کر دی گئی ہے اور ان کو بہشت معلوم کرا دی ہے ؛ ہم متعدد بار عرض کر چکے ہیں کہ جہاد یا قتال کا منشا اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ملک میں شرارت بند ہو اور امن قائم رہے۔ اسی لئے جن سے شرارت اور بد امنی کا وقوع نہیں ہوتا اُن کو جہاد میں بھی قتل کا حکم نہیں۔ مثلاً عورتیں، بچے۔ بوڑھے وغیرہ یہاں بھی یہی حکم ہے کہ جب کبھی دشمنوں سے بھڑ جاؤ تو پھر گردنوں کا مارنا ہے یعنی قتل کرنا چونکہ عام طور پر گردن کاٹنے سے قتل واقع ہو جاتا ہے اس لئے سبب کا بیان فرمایا ورنہ قتل اعدا جس طرح بھی ہو اُسے حاصل کیا جائے پھر جب دشمن کی قوت ٹوٹ جائے اور وہ مغلوب ہو جائے تو پھر قید کرنا ہے قید کے بعد پھر اختیار ہے چاہے احسان رکھ کر چھوڑ دو اور اُن کو ممنون احسان بنا لو، چاہے کچھ فدیہ لیکر رہا کر دو فدیہ چاہے مال کی شکل میں ہو۔ یا جو قیدی مسلمان کافروں کے قبضے میں ہوں اُن کی رہائی کے بدلے میں ہو۔ لڑائی کا ہتھیار رکھ دینا یہ کہ اہل حرب اور شرارت پسند اگر مغلوب ہو کر جنگ کو بند کر دیں، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ۔ قتادہ۔ ضحاک اور مجاہد اس کے قائل ہیں کہ یہ آیت سورۂ براءت کے حکم سے منسوخ ہو چکی اب سوائے قتل اور استرقاق کے دوسری بات نہیں چونکہ سورۂ براءت سورۂ محمدؐ سے بعد میں نازل ہوئی ہے اس لئے سورۂ براءت کی آیت اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم کو ناسخ قرار دیا ہے۔ یہی قول امام ابی حنیفہؒ اور اوزاعی کا بھی ہے۔ دوسرے ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ نہیں اب بھی امام کو اختیار ہے کہ مناسب سمجھے تو قتل کرے۔ مناسب سمجھے تو استرقاق کرے اور مناسب سمجھے تو من اور فدیہ لیکر چھوڑ دے یہ مسلک ہے عبداللہ بن عمرؓ حسن اور عطا اور اکثر صحابہ اور ثوری اور شافعی اور احمدؒ۔ اور اسحاق کا۔ آخر میں اس قتال کی ایک حکمت بھی بیان فرمائی کہ اگر اللہ تعالیٰ

ع ١٤

ذٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ

یہ مختلف سلوک اس وجہ سے ہوا کہ جو لوگ کافر ہیں اُنھوں نے باطل کی پیروی اختیار کی اور جو لوگ ایمان دار ہیں

آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِن رَّبِّهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ

اُنھوں نے اس دین حق کی پیروی کی جو اُن کے رب کی جانب سے پہونچا ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں

لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ﴿٣﴾ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا

کے فائدے کیلئے ان کے احوال بیان فرماتا ہے۔ پھر جب کفار سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو

فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ

اُن کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم اُن کو خوب قتل کر چکو تو پھر انکو قید کر دو اور مضبوط بندش

فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ

باندھو پھر اس قید و بند کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا ہے یا فدیہ لیکر رہا کر دینا ہے جب تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار

أَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِن

نہ رکھ دے یہ حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ان کافروں سے انتقام لے لیتا لیکن اُس نے

لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ

تم کو جہاد کا حکم دیا تاکہ وہ تم میں سے بعض کا بعض کے ذریعہ امتحان کرے اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے

اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ

خدا اُن کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو انکے مقصد تک پہنچا دیگا اور ان کی

بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا

حالت کو درست رکھے گا۔ اور اُن کو اس جنت میں داخل کر دے گا جسکی تعریف ان سے کر دی گئی ہے۔ اے

الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ

ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم

أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٨﴾

جما دے گا۔ اور جو لوگ منکر ہیں اُن کیلئے تباہی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال ضائع کر دیگا۔

چاہے تو اپنا انتقام خود بھی لے سکتا ہے جیسا کہ بعض اقوام متمردہ سے لیا گیا۔ لیکن وہ تمہارے بعض کا بعض کے ذریعے امتحان لیتا ہے اسلئے یہ جہاد اور قتال تمہاری آزمائش اور امتحان کی ایک شکل ہے پھر شہدا کی فضیلت اور اُن کے اجر بیان فرمائے۔ کہ ان کو مقصد تک پہنچا یا جائے گا۔ اور اُس جنت میں داخل کئے جائیں گے جس کا تعارف اُن کو حاصل ہے اور جس کی تعریف بار بار سنتے رہتے ہیں۔ اب آگے پھر مسلمانوں کو خطاب ہے اور اُن کی ثابت قدمی کیلئے وعدہ ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب تک کافر کا زور نہیں ٹوٹا تب تک قتل ہی چاہئے اور جب زور ٹوٹ چکا تب قید بھی کفایت ہے تاڈر کر مسلمان ہوں یا احسان کر کر چھوڑیئے تو ہمیشہ احسان مانیں اور دین کی محبت آوے یا پھڑوائی لیکر چھوڑیئے تو دو فائدے اب اختلاف ہے کہ کافر قیدی ہیں آئے تو اُس کو پھر اپنے گھر جانے دیجئے یا نہیں اگر چھوڑیئے تو اس طرح کہ رعیت ہو کر رہے ۱۲ (٦) اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جما دے گا ؛ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی دین کی مدد کرو گے تو وہ (باقی صفحہ ٨١٠ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۰۹) تمہاری مدد کرے گا یعنی تم کو دشمنوں پر غالب کرے گا اور میدان جہاد میں تم کو ثابت قدمی عطا فرمائیگا (۷) اور جو لوگ منکر ہیں اُن کے لئے تباہی اور ہلاکت ہے اور کھو دئے اُن کے کئے اور ان کے اعمال کالعدم کردئے ؛ یعنی مقابلے کے وقت دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں اعمال کا نیست و نابود ہو جانا غرض دارین میں زیاں و خسران آگے سبب اس نقصان کا فرمایا (۸) تفسیر صفحہ ہٰذا یہ تباہی اور اعمال کا بیکار ہو جانا اس سبب سے ہے کہ ان دین حق کے منکروں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو پسند نہ رکھا اور ناپسند کیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال کو اکارت اور بیکار اور نابود کردیا ؛ یعنی دین حق کی مخالفت اور ما انزل اللہ سے بغاوت کرنے کا یہ قدرتی اثر ہے کہ اُس کے اعمال ضائع کردئے جائیں اور ان اعمال پر جو اس نے بھلے سمجھ کر کئے ہیں کوئی مفید نتیجہ مرتب نہ ہو دوسری قوموں کے حالات دیکھنے اور چل پھر کر دوسرے منکروں کے انجام سے عبرت پکڑنے کو فرمایا (۹) کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جو دیکھیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت تباہی اور بربادی واقع کی اُن کو درہم برہم کردیا اور اُن کو اکھاڑ مارا اور اُن کافروں کے لئے بھی اسی کی مانند ہونیوالا ہے اور اسی قسم کے حالات اِن منکروں کے بھی ہونے والے ہیں ؛ یعنی زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ پہلی قوموں کیساتھ کیسا سلوک ہوا ان کی اپنی حرکات نے اور رسولوں کی مخالفت نے اُن کو مبغوض ٹھہرایا۔ یہی حرکات تم کر رہے ہو، انکو اسی مبغوض ہونے کی سزا ملی اسی سزا کا یہ استحقاق پیدا کر رہے ہیں۔ پھر جو سلوک اُن کے ساتھ ہوا اُسی کی مانند انکے ساتھ ہونے والا ہے آگے پھر اس کا سبب بیان فرمایا (۱۰) اس سلوک کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور ماننے والوں کا رفیق ہے اور اہل کفر اور نہ ماننے والوں کا کوئی رفیق اور مددگار نہیں ؛ یعنی ولایت عامہ بمعنی مالک اور رب اگرچہ تمام بندوں کو حاصل ہے۔ لیکن یہاں اُس ولایت کا ذکر ہے جو کفر کے مقابلے میں دین حق کی حمایت اور نصرت سے تعلق رکھتی ہے۔ یہاں اُس ولایت کا اظہار ہے۔ اور وہ مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھ حاصل ہے اور منکر اس سے محروم ہیں اور منکرین کا عارضی غلبہ اس کے منافی نہیں فهو مولی المؤمنين والكافرين من جهة الاختراع والتصرف فيهم ومولى المؤمنين خاصة من جهة النصرة (۱۱) بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے اور نیک اعمال کے پابند ہے اُن کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ لوگ جو دین حق کے منکر اور کفر پیشہ ہیں وہ دنیا میں عیش کر رہے ہیں اور اس طرح دنیا میں بے فکر ہو کر کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھایا کرتے ہیں اور ان منکروں کا آخری ٹھکانا جہنم ہے ؛ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں جانور کا سا کھانا یعنی حرص سے اور مسلمان کھاویں رفع حاجت کو ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں فریقین کا انجام مذکور ہے۔ یعنی جو لوگ ایمان اور عمل صالح کے پابند ہیں وہ جنت میں داخل ہوں گے جن کے پائیں نہریں بہ رہی ہوں گی اور منکرین کی حالت بیان فرمائی کہ وہ دنیا میں عیش کر رہے ہیں اور دُنیوی زندگی سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں اور چونکہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اس لئے عبادت سے بے فکر ہو کر کھاتے ہیں جس طرح مویشی کھاتے ہیں کہ ان کو نہ آخرت کی ہی باز پرس کا اندیشہ اور نہ عبادت کی فکر یہی حالت ان منکرین کی ہے۔ اور ان کا انجام اور آخری ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے ؎ خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است، تو معتقد آں کہ زیستن برائے خوردن است ؛ بس یہی فرق مومن اور منکر کے تمتع اور کھانے پینے میں ہے (۱۲) اور اے پیغمبر کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جو آپ کی اس بستی سے جس کے باشندوں نے آپکو جلا وطن اور گھر سے بے گھر کیا ہے قوت و طاقت اور زور میں بڑھی ہوئی تھیں ہم نے اُن زور آور بستیوں کو ہلاک کر ڈالا اور کوئی بھی ہلاک کرتے وقت اُن کا مددگار نہ ہوا ؛ یعنی بہت سی بستیاں جس کے رہنے والے باشندے ان مکہ والوں سے طاقت اور زور میں بہت زیادہ تھے جنھوں نے آپ کو آپ کے وطن سے نکالا ہے ہم نے ان بستیوں کے رہنے والوں کو ہلاک کر ڈالا اور ہلاک ہوتے وقت ان کی کوئی مدد کرنیوالا اور ان کو بچانے والا نہ ہوا تو یہ مکہ کے منکر کس گنتی اور شمار میں ہیں (۱۳) کیا بھلا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی صاف واضح اور سوجھی راہ پر ہو گیا (باقی صفحہ ۸۱۱ پر)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ⑨

اس کا سبب یہ ہے کہ ان کافروں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو ناپسند کیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انکے اعمال کو نیست و نابود کردیا۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جو دیکھیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن کا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

انجام کیسا ہوا اللہ تعالیٰ نے اُن پر سخت تباہی و بربادی واقع کی اور اسی قسم کے حالات ان کافروں کے بھی

اَمْثَالُهَا ⑩ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ

ہونے والے ہیں۔ اس سلوک کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا رفیق ہے اور کافروں کا کوئی

الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ⑪ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ

رفیق نہیں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

نیک اعمال کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ

اور وہ لوگ جو منکر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جیسے چوپائے

الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ

کھایا کرتے ہیں اور ان کافروں کا ٹھکانا آگ ہے۔ اور اے پیغمبر کتنی ہی بستیاں جو آپ کی

اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ

اس بستی سے جس کے باشندوں نے آپکو جلا وطن کیا ہے قوت و طاقت میں بڑھی ہوئی تھیں ہم نے ان بستیوں کو

فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

ہلاک کر ڈالا اور کوئی بھی اُن کا مددگار نہ ہوا۔ کیا بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی صاف راہ پر ہو گیا اُس شخص کے برابر

كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑭

ہو سکتا ہے جس کیلئے اُس کا برا عمل خوش منظر کر دیا گیا ہو اور وہ لوگ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہوں

ع ۱ ۱۱ ۵

(بقیہ صفحہ ۸۱۰) وہ اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہے اور اُس جیسا ہو سکتا ہے جس کے لئے اُس کا بُرا عمل خوش منظر کر دیا گیا ہو اور اُس کی بداعمالی اُس کی نگاہ میں آراستہ کر دی گئی ہو اور وہ لوگ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہوں :: سوءِ عمل کی تزیین پر کئی دفعہ بحث ہو چکی ہے یہ گمراہی کا ایک درجہ ہے۔ جب انسان کی نظر میں اُس کی بداعمالی اور اُس کی بدکاری اچھی اور خوش نما معلوم ہونے لگے اور اس قسم کے لوگ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہوں تو بھلا یہ اُس شخص کی مانند ہو سکتے ہیں جو اپنے پروردگار کی روشن دلیل اور اُس دلیل سے جو راستہ ثابت ہے وہ اُس راستے پر قائم ہو تو اسکو اس قسم کے بدکار لوگوں سے کیا نسبت اور ان دونوں میں برابری کہاں ہو سکتی ہے یہ فرق بیان فرمایا مومن متقی اور منکر شقی کا (۱۴) تفسیر صفحہ ہٰذا :- جس جنت کا اہلِ تقویٰ اور متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اُس کی کیفیت اور اُس کا حال یہ ہے کہ اُس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس پانی کے رنگ و بو اور مزہ میں ذرا تغیر نہ ہوگا۔ اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس دودھ کے ذائقہ میں تغیر نہ ہوگا۔ اور ایسی شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کیلئے بہت لذیذ اور مزیدار ہوگی اور ایسے شہد کی نہریں ہوں گی جو بالکل صاف اور خالص ہوگا اور اُن اہلِ جنت کیلئے اُس جنت میں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے پروردگار کی جانب سے ان کے لئے بڑی مغفرت اور بخشش ہوگی کیا یہ اہلِ جنت کہیں اُن کے برابر اور اُن جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے اور وہ سخت کھولتا ہوا پانی پلائے جائیں گے پس وہ کھولتا ہوا پانی اُنکی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ کر دے گا :: اوپر فریقین کے اعمال کا فرق بیان فرمایا تھا یہاں سے فریقین کے انجام کا ذکر فرمایا۔ نہر کا پانی کبھی خراب نہ ہوگا۔ دودھ کا مزہ کبھی نہ بگڑے گا شراب بہت مزیدار ہوگی شہد میں میل کچیل نہ ہوگا ہر قسم کے بہتر سے بہتر پھل کھانے کو ہوں گے مزید برآں حضرت حق تعالیٰ کی بخشش اور مغفرت۔ ایک طرف یہ ساز و سامان دوسری طرف سدا آگ میں رہنا۔ کھولتا ہوا پانی پلایا جانا جو آنتوں اور انتڑیوں کے کاٹ کر ٹکڑے اڑا دے۔ ان دونوں حالتوں میں مساوات کہاں ہو سکتی ہے۔ پہلے اعمال کا ذکر تھا اب اس آیت میں اُس کا پس منظر مذکور ہوا تساوی کی نفی فرمائی اور واقعی کہاں یہ بے کراں نعمتیں اور کہاں عذاب کی شدت دونوں میں کوئی نسبت نہیں آگے منافقین کی حالت کا بیان ہے (۱۵) اور ان منکروں میں بعض آدمی ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو یہ منافق اُن لوگوں سے جو اہلِ علم ہیں اور جن کو صحیح علم دیا گیا ہے یوں دریافت کرتے ہیں کہ اس شخص نے ابھی ابھی کیا کہا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے اور یہ لوگ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں :: یعنی حضورؐ کی صحبت میں منافق اس طرح کان لگا کر آپ کی باتیں یا قرآن سنتے ہیں کہ یہ بڑے اعتقاد سے سُن رہے ہیں لیکن دل سے بالکل متوجہ نہیں ہوتے چنانچہ جب باہر نکلتے ہیں تو مخلص مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے ابھی کیا کہا تھا کہتے ہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے استہزا اور تمسخر کے طور پر پوچھتے تھے کہ یہ شخص کیا کہہ رہا تھا۔ حضرت حق تعالیٰ فرماتا ہے یہی تو وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مُہر کر دی ہے سنتے ہیں اور دل قبول نہیں کرتا اور دل میں حق نہیں اُترتا یہی لوگ اپنی نفسانی خواہشات پر اور نفس کے کہنے پر چلتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کے قلوب پر مہر کی گئی ہے (۱۶) اور جو لوگ راہ یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت میں اور بڑھاتا ہے اور ان کو بچکر چلنے کی اور اُن کو اُن کے تقویٰ کی توفیق عطا فرماتا ہے :: یعنی جو لوگ مسلمان ہیں اُن کی ہدایت و رہنمائی میں ترقی ہوتی ہے یا کلام سُن کر اور نئی باتیں معلوم کر کے ایمان اور تصدیق کے افراد باعتبار متعلقات کے زیادہ ہوتے ہیں اور اُن کے تقوے کی اُن کو توفیق عطا فرماتا ہی کہ وہ نفسانی خواہشات سے بچتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت کے کلام کا اثر پایا اور گناہوں سے بچنے لگے ۱۲ خلاصہ یہ کہ اوپر کی آیت میں منافقوں کے متعلق دو باتیں فرمائی ہیں ایک قلوب پر مُہر کہ حق بات دل میں اُتر ہی نہ سکے۔ دوسری بات نفسانی خواہشات کی پیروی ان دونوں باتوں کے مقابلے میں مخلص مسلمانوں کی دو باتوں کو دیکھنا چاہئے قلب کی کشادگی کہ ہر وقت نئے نئے احکام کی وجہ سے ان کی تصدیق اور ایمان بڑھتا رہتا ہے۔ دوسرے نفسانی خواہشات کو پامال کرتے ہیں اور نفس کی خواہش کو پورا کرنے سے پرہیز کرتے ہیں جسکو تقویٰ کہتے ہیں۔ (باقی ضمیمہ میں)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ

جس جنت کا اہلِ تقویٰ سے وعدہ کیا گیا ہے اُسکی کیفیت یہ ہے کہ اُس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس پانی کے رنگ و بو

غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ

اور مزے میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس دودھ کا ذائقہ ذرا نہ بدلا ہوگا اور ایسی شراب کی

خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا

نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے بہت ہی مزے دار ہوگی اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو بالکل صاف و خالص ہوگا اور

مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي

اُن اہلِ جنت کیلئے جنت میں ہر قسم کے پھل ہونگے اور انکے رب کیجانب سے ان کیلئے بہت بڑی مغفرت ہوگی کیا یہ اہلِ جنت کہیں اُنکے

النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾ وَمِنْهُم مَّن

برابر ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی انکو پلایا جائیگا سو وہ پانی اُنکی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیگا۔ اور ان کافروں

يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ

میں بعض ایسے ہیں جو آپکی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب آپکے پاس سے باہر جاتے ہیں تو یہ منافق ان لوگوں سے

أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ

جو اہلِ علم ہیں یوں دریافت کرتے ہیں کہ اس شخص نے ابھی ابھی کیا کہا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر

قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ

اللہ تعالیٰ نے مُہر کر دی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں۔ اور جو لوگ راہ یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ انکو

هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ

ہدایت میں اور بڑھاتا ہے اور اُن کے تقویٰ کی ان کو توفیق عطا کرتا ہے۔ اب کیا یہ لوگ صرف قیامت کے

أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا

منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک آجائے بیشک اس کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں پھر جب وہ قیامت ان پر آپہنچے گی تو اُس وقت

جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ﴿١٨﴾ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ

اُنکو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔ سو اے پیغمبر آپ اسکا یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اور آپ اپنی خطاؤں کی

لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَ

اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کیلئے بخشش طلب کیا کیجئے اور اللہ تعالیٰ تمہارے آنے جانیکی جگہ کو اور تمہارے

مَثۡوٰٮكُمۡ ع ﴿۱۹﴾ وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَتۡ سُوۡرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ

آخری ٹھکانے کو خوب جانتا ہے۔ اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی لیکن جب کوئی

اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ مُّحۡكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيۡهَا الۡقِتَالُ ۙ رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ

ایسی سورت کہ جس کے معنی واضح ہوں، نازل کی جاتی ہے اور اس میں جہاد کا بھی ذکر کیا جاتا ہے تو اے پیغمبر آپ ان

فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يَّنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ نَظَرَ الۡمَغۡشِىِّ عَلَيۡهِ

لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دل میں نفاق کی بیماری ہے کہ وہ آپکی طرف اس طرح تکنے لگتے ہیں جیسے وہ شخص تکتا ہے جس پر موت

مِنَ الۡمَوۡتِ ؕ فَاَوۡلٰى لَهُمۡ ۚ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ ۟ فَاِذَا

کی بیہوشی طاری ہو رہی ہو سو ایسے منافقوں کیلئے خرابی ہے۔ فرماں برداری کرنا اور بھلی بات کہنا چاہیے پھر جب جہاد کا حکم

عَزَمَ الۡاَمۡرُ ۟ فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰهَ لَـكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ ۚ ﴿۲۱﴾ فَهَلۡ

لازم ہو جائے اور اس وقت یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے روبرو سچے ثابت ہوں تو یہ ان کیلئے بہت ہی بہتر ہو۔ پھر تم

عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا

سے یہی کچھ بعید نہیں کہ اگر تم کو اقتدار حاصل ہو جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور اپنے رشتے ناتوں کو

اَرۡحَامَكُمۡ ﴿۲۲﴾ اُولٰۤٮِٕكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمۡ وَاَعۡمٰٓى

منقطع کر ڈالو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی پھر اُن کو بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھوں کو اندھا

اَبۡصَارَهُمۡ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰى قُلُوۡبٍ اَ قۡفَالُهَا ﴿۲۴﴾

کر دیا۔ کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُن کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ ارۡتَدُّوۡا عَلٰٓى اَدۡبَارِهِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ

جو لوگ بعد اس کے کہ اُن پر صحیح راہ واضح ہو چکی تھی پھر بھی اپنی پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے تو ان مرتدین کو

لَهُمُ الۡهُدَى ۙ الشَّيۡطٰنُ سَوَّلَ لَهُمۡ ؕ وَاَمۡلٰى لَهُمۡ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ

شیطان نے یہ بات آراستہ کر کے دکھائی ہے اور اُن کی امیدوں کو دراز کر دیا ہے۔ ان منافقوں کے اس ارتداد

بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کیلئے بہت اُمید افزا ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ مومنین اور مومنات کیلئے بخشش طلب کرو، حضورؐ نے اس حکم کی یقیناً تعمیل کی ہوگی اور جب اللہ تعالیٰ نے خود حکم دیکر ایسی دعا اُمت کیلئے کرائی ہوگی تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ قبول نہ فرمائی ہو۔ پس اُمت کے گناہوں کی بخشش اس آیت سے ظاہر ہوئی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر روز سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہر مجلس میں آپ کا تکیہ کلام تھا کہ جب بات کرتے کرتے توقف فرماتے۔ یا کسی مخاطب سے خطاب کو ختم کرتے تو فرماتے رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَتُبۡ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الۡغَفُوۡرُ ۝ یعنی میری خطاؤں کو بخش دیجئے۔ بیشک تو توبہ کا قبول کرنیوالا اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ حدیث میں آتا ہے افضل الذکر لا الٰہ الا اللّٰہ وافضل الدعاء الاستغفار۔ یعنی تمام اذکار میں بڑھیا ذکر لا الٰہ الا اللّٰہ ہے۔ اور تمام دعاؤں میں سب سے بڑھیا دعا استغفار ہے۔ اللھم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشروا واذا اساؤا استغفروا۔ یا اللہ مجھے ان لوگوں میں کر دیجئے کہ جب وہ کوئی نیکی کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی بُرائی ان سے ہو جاتی ہے تو استغفار کرتے ہیں (۱۹) اور جو لوگ اہل ایمان ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی۔ لیکن جب کوئی ایسی سورت نازل ہوتی ہے جس کے معنی واضح ہوں اور وہ سورت واضح المعنیٰ ہو اور اس سورت میں جہاد اور قتال کا بھی ذکر کیا گیا ہو۔ تو اے پیغمبر آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دل میں نفاق کا روگ اور بیماری ہے کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے اور تکنے لگتے ہیں جیسے وہ شخص تکتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو رہی ہو اور اس طرح تکتے ہیں جیسے کوئی بے ہوش پڑا مرنے کے وقت سو ایسے منافقوں کیلئے خرابی اور وائے ہے اور ایسوں کی کم بختی آنے والی ہے۔ یعنی مومن اور مخلص حضرات کو قرآن سے جو ذوق ہے اُس کی بنا پر یہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی اور سورت نازل ہو تاکہ اس پر ایمان لانے سے اور ہدایت کی زیادتی ہو یا یہ کہ کفار کی ایذا رسانی سے تنگ آکر یہ خواہش کرتے ہوں کہ جہاد کا حکم ہو اور کوئی آیت نازل ہو۔ بہر حال جب کوئی سورۃ محکم غیر متشابہ نازل ہو جائے اور اس میں حکم ہو لڑائی کا تو آیت کے نزول ہی سے منافق اور مومن کا حال کھل جاتا ہے جو نفاق کے روگی ہیں اور اُن کے دل میں نفاق کی بیماری ہے اُن کی عجیب حالت ہوتی ہے اور وہ آپ کی طرف اس طرح پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جیسے مرتے وقت کوئی دیکھتا ہے جب موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہے جب بھی آدمی خوف زدہ اور بے رونق آنکھوں سے دیکھا کرتا ہے یہی حالت ان منافقوں کی جہاد کے خوف سے ہو جاتی ہے کہ انکار کریں تو مشکل جہاد میں جائیں تو مشکل اس لئے فرمایا ایسے منافقوں کی خرابی ہے یعنی دنیا میں بھی اور اگر دنیا میں رسوائی سے بچ گئے تو آخرت میں تو یقینی ذلت اور رسوائی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مسلمان سورت مانگتے تھے یعنی کافروں کی ایذا سے عاجز ہو کر آرزو کرتے کہ اللہ تعالیٰ حکم دے جہاد کا تو جو ہو سکے کر گزریں جب حکم آیا جہاد کا تو کچے لوگوں پر بھاری پڑا مردت کی طرح بے رونق آنکھوں سے دیکھنے لگے کہ ہم کو کاش اس حکم سے معاف رکھیں، بے مدخوف میں بھی آنکھ کی رونق نہیں رہتی جیسے مرتے وقت ہو جاتی ہے ۱۲ (۲۰) فرماں برداری کرنا اور بھلی بات کہنی چاہیے پھر جب جہاد کا حکم لازم ہو جائے اور اس وقت یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے روبرو سچے ثابت ہوں تو یہ ان کے لئے بہت ہی بہتر ہو۔ طاعۃ وقول معروف کے کئی طرح معنی کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ پہلے کلام سے اس کو جدا رکھا جائے اور کلام مستانف سمجھ کر یوں ترجمہ کیا جائے۔ طاعت اور بھلی بات اچھی ہے یعنی منافق تو آیات کے حکم سے پہلے کہا کرتے تھے امرنا طاعۃ وقول معروف۔ یعنی ہمارا کام تو فرماں برداری اور بھلی بات کہنا ہے لیکن جب جہاد کا حکم آیا تو اس کہنے کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ دوسرے بعض لوگوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ خدا اور رسول کی طاعت اُن کے لئے بہتر ہے اگر وہ کرتے۔ بعض نے اس طرح بھی ترجمے کئے ہیں۔ بہر حال مطلب یہ ہے یعنی ظاہر میں یہ لوگ فرماں برداری کا اظہار کرتے ہیں اور زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً اللہ اور اُس کے رسول کا کہنا مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں۔ پھر جب جہاد لازم ہو جائے اور لڑائی کی بات آپڑے اس وقت اللہ تعالیٰ کے روبرو سچے ثابت ہوں

(باقی ضمیمہ میں)

ان منافقوں کے اس ارتداد کا سبب یہ ہے کہ ان منافقوں نے ایسے لوگوں سے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو ناپسند کرتے ہیں یوں کہا کہ ہم بعض باتوں میں تمہارے کہنے پر چلیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی رازدارانہ اور خفیہ باتوں کو خوب جانتا ہے ؞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں منافقوں نے کافروں سے کہا کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں لیکن تم سے نہ لڑیں گے ۱۲ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام سے بیزار اور ناپسند کرنے والے کافر ہیں خواہ وہ اہلِ کتاب ہوں یا مشرکینِ مکہ ہوں تو یہ لوگ ان سے سازباز رکھتے ہیں۔ اوّل نفاق پھر کافروں سے سازباز یہ چیزیں اُن کے ارتداد کا سبب ہوئیں اگرچہ یہ باتیں خفیہ ہوتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان مشوروں کو ظاہر کردیا (۲۶) پھر اُس وقت ان مرتدین کا کیا حال ہوگا جس وقت فرشتے اُن کی جان قبض کرتے ہوں گے اور اُن کے مُونہوں پر اور اُن کی پیٹھوں پر مارتے جاتے ہوں گے ؞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تب موت سے کیونکر بچیں گے اور تب نفاق کا مزا کا فر چکھیں گے ۱۲ خلاصہ یہ کہ موت کے فرشتے مسلط ہوں گے وہ جان بھی نکال رہے ہوں گے اور مارتے بھی جاتے ہوں گے (۲۷) یہ سلوک اس بنا پر ہوگا کہ اُن لوگوں نے وہ روش اختیار کی جو روش اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنیوالی تھی اور اُنھوں نے رضائے الٰہی کو بُرا جانا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُن کے تمام اعمال نیست و نابود اور ضائع کردئے ؞ یعنی اس سزا اور عقوبت کا سبب یہ ہے کہ جو طریقہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب تھا اور جو اُس کو غصے میں لانیوالا تھا وہ طریقہ اُنھوں نے اختیار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و خوشی کو ناپسندیدہ رکھا اور اُس کی رضامندی سے بیزاری کا اظہار کیا اسلئے اُن کے اعمال کالعدم کردیئے گئے۔ (۲۸)

جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے کیا وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی عداوتوں اور اُن کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا ؞ یعنی کیا یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کا نفاق کبھی آشکارا نہیں کیا جائیگا (۲۹) اور اگر ہم چاہتے تو آپ کو وہ تمام منافق بتادیتے اور ان کا پورا پتہ آپ کو بتادیتے پھر آپ اُن کو اُن کی صورت اور حلیہ سے پہچان لیتے اور اب بھی آپ ان کے اندازِ گفتگو اور طرزِ کلام سے اُن کو پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے ؞ یعنی اوّل تو جو نورِ بصیرت آپ کو عطا ہوا ہے اس سے ہی آپ کو اُن کے نفاق کا اندازہ ہو ہوگا اور اگر ہم چاہیں تو ہر ایک منافق کا پورا پتہ آپ کو بتادیں کہ آپ اُن کا چہرہ ان کی صورت اور ان کا حلیہ دیکھ کر ہی ان کو معلوم کرلیں نیز اُن کے طرزِ کلام ہی سے آپ کو معلوم ہو جاتا ہوگا کیونکہ یہ اکھڑی اکھڑی غیر اطمینان بخش باتیں کرتے ہیں جو دل کو نہیں لگتیں اس سے ہی ان کے نفاق کا اندازہ ہو جاتا ہوگا پھر مسلمان اور نا مسلمان سب کو خطاب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال اور تم سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے اور ہر ایک کو اس کے کام کے موافق بدلا دے گا (۳۰) اور ہم ضرور تم سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم تم میں سے جو جہاد کرنیوالے اور مصائب پر صبر کرنے والے اور تکالیف کو برداشت کرنے والے ہیں، کو جان لیں اور ظاہری طور پر اُن مجاہدین اور صابرین کو دوسروں سے متمیز کردیں اور تاکہ ہم تمہارے دوسرے حالات کی بھی جانچ کرلیں ؞ یعنی جیسا کہ ابھی مذکور ہوا فھل عسیتم۔ اُسی سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ہم تمہارا امتحان اور تمہاری جانچ کریں گے تاکہ بزدل، کمزور اور بہادر متمیز ہوجائیں اگرچہ اُن کو سب کی حالت معلوم ہے اسی لئے مقصود اعلام نہیں بلکہ استعلام ہے۔ تاکہ ہر شخص کی حالت معلوم ہوجائے اور منافق اور مومن معلوم ہوجائیں پھر فرمایا امتحان صرف جہاد پر ہی موقوف نہیں بلکہ اور بھی باتیں جانچنے کے لئے ہیں اُن سے تمہارے حالات کا اظہار ہو جائیگا۔ آگے پھر کفار کا ذکر فرماتے ہیں (۳۱) جن لوگوں نے بعد اس کے کفر کا شیوہ

(باقی ص۸۱۴ پر)

بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ

کا سبب یہ ہے کہ ان منافقوں نے ایسے لوگوں سے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو ناپسند کرتے ہیں پوشیدہ طور پر یوں کہا کہ ہم بعض باتوں

فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا

میں تمہارے کہنے پر چلیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی رازدارانہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ پھر اس وقت اُن مرتدین کا

تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾

کیا حال ہوگا جس وقت فرشتے اُن کی جان قبض کرتے ہوں گے اور اُن کے مُونہوں پر اور ان کی پیٹھوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ

یہ سلوک اس بنا پر ہوگا کہ ان لوگوں نے وہ روش اختیار کی جو روش خدا تعالیٰ کو ناراض کرنیوالی تھی اور انھوں نے رضائے الٰہی کو بُرا

فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ

جانا اس لئے خدا تعالیٰ نے اُن کے تمام اعمال نیست و نابود کردئے۔ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی مرض ہے

مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ

کیا وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دلی عداوتوں کو کبھی ظاہر ہی نہیں کرے گا۔ اور اگر ہم چاہتے تو

لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ

آپ کو وہ تمام منافق بتادیتے پھر آپ انکی صورت سے انکو پہچان لیتے اور اب بھی انکے اندازِ گفتگو سے آپ انکو اچھی

الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ

طرح پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ اور ہم ضرور تم سب کی آزمائش کریں گے تاکہ تم میں جو

نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾

جہاد کرنیوالے اور مصائب کو برداشت کرنیوالے ہیں انکو ہم معلوم کرلیں اور تاکہ ہم تمہارے دوسرے حالات کی بھی جانچ کرلیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا

جن لوگوں نے بعد اس کے کہ ان کو سیدھی راہ منکشف ہوچکی تھی اور انھوں نے خدا کی راہ سے لوگوں کو روکا اور پیغمبر

الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا

کی مخالفت کی تو یہ لوگ خدا تعالیٰ کو ذرا سا نقصان بھی نہیں

ع ۹ / ۷

(بقیہ صفحہ ۸۱۳) ۔ اختیار کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ اور اُس کے راستے سے روکا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی جبکہ اُن کو سیدھی راہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے واضح اور منکشف ہو چکی تھی تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرا سا نقصان اور زیاں نہ پہونچا سکیں گے البتہ اللہ تعالیٰ اُن کے تمام اعمال کو رائیگاں اور کالعدم کر دے گا ۞ مطلب یہ ہے کہ ہدایت اور صحیح راہ جب واضح اور ظاہر ہو چکی اور دین حق معلوم ہو گیا پھر اس کے بعد جو لوگ کفر اختیار کریں اور کافرانہ روش کے پابند ہوں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے ترغیب یا ترہیب سے روکیں یعنی لالچ دیکر یا ڈرا دھمکا کر باز رکھیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر ہر وقت آمادہ رہیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی ضرر اور نقصان نہ پہونچا سکیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کے تمام اعمال نابود اور کالعدم کر دے گا۔ ان حرکات سے اُن کو ہی نقصان پہونچے گا اور اللہ تعالیٰ کا دین تو پورا ہی ہو کر رہے گا (۳۲) تفسیر صفحہ ہٰذا۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بجا لاؤ اور اپنے اعمال ضائع اور برباد نہ کرو ۞ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بجا لاؤ اور منافقوں کی طرح اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال برباد نہ کرو۔ یعنی تم بھی منافقین اور مرتدین کے گروہ میں شامل ہو جاؤ یا اپنے اعمال میں ریا اور دکھاوے کو دخل دیکر اپنے اعمال کو باطل کر دو ایسا کرنے سے مسلمانوں کو حضرت حق تعالیٰ نے منع فرمایا آگے کفار کی بُرائی بیان فرمائی (۳۳) بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی اور کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکا پھر وہ کفر و شرک کی ہی حالت میں مر گئے یعنی کافر ہی مرے [illegible] تعالیٰ اُنکو ہرگز نہ بخشے گا اور اُن کی مغفرت کبھی نہیں فرمائے گا ۞ یعنی ایسے لوگوں کی کبھی بخشش نہیں ہوگی۔ آگے مسلمانوں کو پھر خطاب فرمایا (۳۴) اور اے مسلمانو تم کفار کے مقابلے میں بودے اور کم ہمت نہ بنو اور کافروں کو ہمت ہار کر خود بخود صلح کی دعوت نہ دو اور صلح کیلئے نہ پکارو جس حال میں کہ تم غالب ہو یا تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ ہرگز تمہارے اعمال کے ثواب کو کم نہ کرے گا اور تمہارے کاموں میں نقصان نہیں دے گا تم کو ۞ جہاد کی ترغیب فرمائی کہ تم مومن ہو جبن اور بزدلی نہ دکھاؤ اور اپنی طرف سے خود بخود صلح کی دعوت نہ دو جب کہ تم کو اپنے غلبہ کا یقین ہو یا یہ مطلب ہے کہ دعوت صلح کیلئے کافروں کو نہ پکارو تم غالب ہونے والے ہو اللہ تعالیٰ تمہاری امداد اور نصرت کے لئے تمہارے ساتھ ہے وہ تم کو نقصان سے بچائیگا یا تم کو تمہارے اعمال کے ثواب میں کسی طرح کی کمی نہیں کریگا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں محنت سے بھاگ کر صلح نہ چاہئے اور اگر صلح نظر آوے تو درست ہے آگے آویگا بیان اس کا سورہ فتح میں ۱۲ خلاصہ یہ کہ کم ہمتی اور بزدلی کی بنا پر صلح نہ چاہو ہاں صلح میں فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں جیسا کہ سورۂ انفال میں تفصیل گزر چکی ہے اب آگے اور صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں ذکر آئیگا چونکہ جہاد بھی ایک قسم کی لڑائی ہے اور لڑائی کے لوازمات میں ہے شکست۔ فتح اور صلح۔ تو صلح کی ممانعت نہیں البتہ گِر کر صلح نہ کرنی چاہے۔ اب آگے دنیا کی بے ثباتی اور جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے (۳۵) سوائے اس کے نہیں کہ یہ دنیا کی زندگی تو جی کا بہلانا اور ایک کھیل ہے اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ کی روش اختیار کرو تو وہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے اجر و ثواب عطا فرمائیگا اور تم سے تمہارے مال طلب نہیں کرے گا ۞ دنیا کی زندگی ایک کھیل تماشا ہے اگر تم ایمان اور تقوے کی روش اختیار کرو گے اور ایمان اور تقوے کے پابند رہو گے تو تم کو اجر و ثواب بھی اپنے وقت پر ملے گا اور تم سے مال کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا یا کل مال طلب نہیں کریگا۔ دو طرح معنی کئے گئے ہیں ہم نے دونوں کی رعایت کر دی ہے یعنی ابتدائی دَور میں جان اور مال دونوں ہی کی ضرورت ہے آگے چل کر مال کا مطالبہ بھی کم ہو جائیگا اور جب مال کا مطالبہ نہ ہوگا تو جان جو مال سے کہیں زیادہ محبوب ہے اس کا مطالبہ اور کبھی نہ ہوگا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے ملک فتح کرائے مسلمانوں کو زر خرچ کرنا تھوڑے ہی دنوں پڑا سو جتنا خرچ کیا تھا اس سے سو سو برابر ہاتھ لگا اسی واسطے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کو قرض دو ۱۲ خلاصہ یہ کہ شروع شروع میں مال کی بھی ضرورت تھی اور جان کی بھی اب چونکہ اسلام پھیل گیا اور مالی سہولتیں ہو گئیں تو اب ضرورت کم ہو گئی البتہ چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے وہ بدستور جاری ہے۔ اسی کو آگے فرماتے ہیں (۳۶) اگر تم سے تمہارے کل مال طلب کرنے لگے اور اس طلب کرنے میں مبالغہ کرے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ تمہارے بخل اور

(باقی ضمیمہ میں)

اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

پہونچا سکیں گے البتہ خدا تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو رائیگاں کر دے گا۔ اے ایمان والو

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی اطاعت بجا لاؤ اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا

بیشک جن لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکا پھر وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے

وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى

تو خدائے تعالیٰ ان کو ہرگز کبھی نہیں بخشے گا۔ اور مسلمانو! تم کم ہمت نہ بنو اور خود بخود کافروں کو

السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ

صلح کی دعوت نہ دو جس حال میں کہ تم غالب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کے ثواب

اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۗ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا

کو کم نہیں کرے گا۔ بس یہ دنیا کی زندگی تو محض جی کا بہلانا اور ایک کھیل ہے اور اگر تم ایمان لے آؤ

وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ

اور تقوے کی روش اختیار کرو تو وہ تم کو تمہارے اجر و ثواب عطا فرمائیگا اور وہ تم سے تمہارے کل مال نہیں طلب کریگا

يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾

اگر وہ تم سے تمہارے کل مال طلب کرنے لگے اور طلب کرنے میں مبالغہ سے کام لے تو تم بخل کرنے لگو اور خدا تعالیٰ تمہاری باطنی ناگواری کو ظاہر کر دے۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

سن رکھو تم لوگ ایسے ہو کہ جب تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے

فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ

تو تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنی ہی ذات سے بخل

نَّفْسِهٖ ۗ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا

کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے ہاں تم سب اسکے محتاج ہو اور اگر تم روگردانی اختیار کرو گے

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں تاکید جو سنتے ہو مال خرچ کرنے کی نہ جانو کہ اللہ مانگتا ہے یا رسول یہ تمہارے بھلے کو فرماتا ہے پھر ایک کے ہزار ہزار پاؤ گے اور اللہ کو کیا پروا ہے اور اُس کے رسول کو ۱۲ (۳۸) ؛
ختم تفسیر سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ سورۂ فتح مدنی ہے اور یہ اُنتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵ اے پیغمبر ہم نے آپ کو ایک صاف اور کھلی ہوئی فتح
دی (۱) تاکہ اُس فتح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی اور پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دے اور تاکہ آپ پر اپنی نعمتیں پوری کر دے اور تاکہ آپ کو سیدھی راہ پر لے چلے (۲) اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد
فرمائے جو باعزت فتح کو شامل ہو اور آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو اور جو غلبہ قوی ہو ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تجھ کو اس عمل سے درجے بڑھے اور یہ بات اللہ نے کسی بندے کو نہیں
فرمائی کہ اگلے پچھلے گناہ بخشے اگرچہ بہت بندے بخشے اس میں مُذکر دینا ہے ۱۲ آپ کے گناہوں سے مراد وہی شان برتر کے نامناسب کام جو صورۃً خطا سمجھی جائے خواہ معنیً وہ خطا نہ ہو اور کوئی ایسی خطا ہو جو صورۃً

يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُونُوٓا أَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع

تو وہ تمہاری جگہ تمہارے غیروں کو لے آئے گا پھر وہ تم جیسے بخیل و نافرمان نہ ہوں گے۔

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فتح مدنی ہے اور یہ اُنتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ

اے پیغمبر ہم نے آپ کو ایک صاف اور کھلی فتح دی ہے۔ تاکہ اس فتح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کی

مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ

اگلی اور پچھلی تمام خطاؤں کو معاف فرما دے اور تاکہ اپنی نعمتیں آپ پر پوری کرے اور تاکہ آپ کو

صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ

سیدھی راہ پر چلائے۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو مدد باعزت فتح کو شامل ہو، وہی

الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا

تو ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں ضبط و اطمینان پیدا کیا تاکہ وہ اس ایمان کیساتھ

اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۗ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ

جو ان کو پہلے سے حاصل تھا ایمان میں اور بڑھ جائیں اور آسمان و زمین کے سب لشکر خدا ہی کے ہیں اور

كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اللہ تعالیٰ کمال علم و حکمت کا مالک ہے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان اسلئے پیدا کیا تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ

کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور وہ ہمیشہ انہی باغوں میں رہیں گے اور اسلئے تاکہ انکے گناہ

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۵﴾

ان سے زائل کر دے اور یہ گناہوں کی معافی اور جنت میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔

ع ۴ / ۱۰ / ۸

خطا ہو اور حقیقت میں خطا نہ ہو وہ خطا معصومیت کے منافی نہیں۔ ایسی ہی خطاؤں کو فرمایا کہ اگلی پچھلی سب بخش دیں صلح حدیبیہ کیساتھ ان آیتوں کا تعلق ہے بعض علماء نے فتح مکہ سے ان آیتوں کا تعلق بیان کیا ہے لیکن راجح اور جمہور علماء کی رائے وہی ہے جو ہم نے اختیار کی ہے چونکہ یہ صلح آئندہ ہونے والی فتح کی تمہید اور سبب تھی اس لئے اس صلح کو فتح فرما دیا بعض حضرات نے ماتقدم سے آدمؑ و حواؑ کی خطا اور ماتأخر سے اُمت کے گنہگاروں کی خطائیں مراد لی ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں خطا کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں وہ راجح ہیں اور چونکہ اس صلح حدیبیہ کے بعد ہی بعض عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں اور تبلیغ میں آسانیاں ہوئیں اور لوگ بکثرت مسلمان ہوئے اور اس صلح میں بھی آپ نے بڑی دانش مندی اور تحمل کا ثبوت دیا اس لئے آپ کے اجر و ثواب اور آپ کے درجاتِ عالیہ میں زیادتی ہوئی اور یہی وجہ آپ کی تقصیرات اور خطاؤں کی عام معافی کی موجب ہوئی۔ نعمتوں میں تکمیل اور احسانات کا اتمام یعنی آپ کے ہاتھ پر بہت لوگ مسلمان ہوں اور آپ کے لئے تبلیغ میں آسانیاں پیدا ہوں اور دین کی تکمیل ہو جائے اور آپ کو بغیر کسی مزاحمت اور روک ٹوک کے دین کی سیدھی راہ پر لے چلے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ کی مدد فرما کر آپ کو ایسا غلبہ دیا جائے کہ کوئی دینِ حق کا منکر آپ سے آنکھ نہ ملا سکے یعنی وہ غلبہ نہایت مضبوط اور قوی ہو (۳) وہی تو ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل اور ضبط و اطمینان نازل فرمایا تاکہ وہ اس ایمان کے جو اُن کو پہلے سے حاصل تھا ایمان میں اور بڑھ جائیں اور آسمان و زمین کے تمام لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کمال علم و حکمت کا مالک ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی چین سے رسول کے حکم پر رہے ضدیوں کے ساتھ ضد نہ کرنے لگے اس میں ان کو ایمان کا درجہ بڑھا ۱۲ سکینہ کی بحث سورۂ انفال اور سورۂ براۃ میں گزر چکی ہے کہ یہ ایک حالت ہے جو اہلِ ایمان کے قلوب میں ڈال دی جاتی ہے جس سے مسلمانوں کو پریشانی کے وقت اطمینان اور چین حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سورت میں نزول سکینہ کا دو جگہ ذکر آیا ہے۔ ایک اس موقع پر جب کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر لشکر اسلام میں پھیلی اور آپ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے قتال پر بیعت لی اور لوگوں

نے جواں مردی سے جہاد پر آمادہ ہو کر حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خوش دلی سے لڑنے پر تیار ہو گئے، دوسری شاید کفار کی ضد کے موقع پر جب آپ نے لڑائی سے منع فرمایا اُس وقت بھی مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اور حمیتِ جاہلیہ سے متاثر نہ ہوئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرماں برداری کے لئے آمادہ ہو گئے پیغمبر کی اطاعت اور فرماں برداری سے ایمان کے کمال اور ایمان کے نور میں ترقی ہوتی ہے اور ایمان کی ترقی جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اسی لئے دخول جنت کا آگے ذکر فرمایا فرشتوں کے اور دیگر مخلوقات کے سب لشکر اُسی کے ہیں وہ چاہے تو ان کفار کو ہلاک کر دے لیکن وہ بڑے علم اور حکمت کا مالک ہے جنگ کی مصلحت ہو تو جنگ اور لڑائی کا حکم دیتا ہے اور صلح کی مصلحت اور حکمت کا مقتضی ہو تو صلح کا حکم دیتا ہے (۴) یہ سکینہ اس لئے نازل فرمایا اور کمال ایمانی کو اس لئے ترقی دی تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغوں اور ایسی بہشتوں میں داخل فرمائے جن کے پائیں اور جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور وہ ہمیشہ انہی باغوں میں رہیں گے اور اس لئے (باقی ص ۸۱۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۱۵) تاکہ اُن کے گناہ ان سے زائل کر دے اور دور کر دے اور یہ جنت میں داخل ہونا اور گناہوں کا معاف ہو جانا اللہ کے ہاں بہت بڑی کامیابی اور مراد یابی ہے ٭ یعنی نزول سکینہ سے جو اثرات قلوب پر مرتب ہوئے وہ اثرات موجب ہوئے جنت میں داخل ہو کر ہمیشگی اختیار کرنا اور گناہوں کا بالکل معاف ہو جانا یہی باتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ منافق اور مشرک وغیرہ اس سکینہ کی برکت سے محروم رہے آگے اس محرومی پر جو اثر مرتب ہوا اور وہ اثر جن چیزوں کا سبب بنا اُس کو بیان فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۵) تفسیر صفحہ ہٰذا۔ نیز اس لئے تاکہ اللہ تعالیٰ اُن منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور اُن مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سخت سزا دے جو اللہ تعالیٰ کی نسبت بُرے بُرے گمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں کیا کرتے ہیں ان لوگوں پر بُری گردش واقع ہونے والی ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور ان پر لعنت کریگا اور اُن کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ جہنم بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ
اور نیز اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور اُن مشرک مردوں اور

الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ
مشرک عورتوں کو سخت سزا دے جو اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں کیا کرتے ہیں ان لوگوں پر بُری گردش واقع

السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ
ہونیوالی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن پر غضبناک ہوگا اور اُن کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اُس نے اُن کیلئے جہنم

جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۶ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ
تیار کر رکھی ہے اور وہ جہنم بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اور آسمان و زمین کے سب لشکر

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
اللہ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کمال قوت و حکمت کا مالک ہے۔ ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۸ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
کہ آپ گواہی دینے والے اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہیں۔ تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۹
اور خدا تعالیٰ کی مدد کرو اور اُس کا ادب ملحوظ رکھو اور صبح و شام اُس کی پاکی بیان کیا کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ
بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ واقع میں اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر

اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى
خدا کا ہاتھ ہے پھر جو شخص عہد شکنی کرتا ہے تو وہ اپنے ہی بُرے کو عہد شکنی

نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ
کرتا ہے اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر اُس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ تعالیٰ عنقریب

اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۰ؑ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
اُس کو بہت بڑا اجر عطا فرمائیگا۔ اے پیغمبر وہ دیہاتی جو حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے عنقریب آپ سے کہیں گے

٭ یعنی سکینہ کی محرومی کا یہ اثر مرتب ہوا کہ منافق اپنے نفاق پر اور مشرک اپنے شرک پر قائم رہے اور کافر اپنے کفر پر جمے رہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں کرتے رہے بیچ میں فرمایا انہی پر بُری گردش آنیوالی ہے۔ یہ بری گردش تو دنیا میں ہوگی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا غصہ اس کی رحمت سے دوری۔ اور جہنم کو بُرا ٹھکانا فرمایا۔ اور واقعی جہنم سے بُرا ٹھکانا اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ بہرحال یہ کفر و شرک اور نفاق اُن کے عذاب اور غضب الٰہی کا موجب ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں [illegible] کی طلب نقصان ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ [illegible] ہی بڑا کمال ہے ۱۲ شاہ صاحبؒ نے اور فرمایا جب آئیں یہ کہ مدینے سے چلتے وقت منافق بہانے کر کے بیٹھ رہے جانا کہ یہ لڑائی میں تباہ ہوں گے وطن سے دور ہے اور فوج کم اور دشمن کا دیس اور کافروں نے جانا کہ عمرہ کے نام سے آئے ہیں چاہتے ہیں دغا سے شہر کو لے لیں ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانے میں کچھ جاہل پیر ایسے بھی تھے جو اپنے مُریدوں کو جنت کی دعا مانگنے سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے جنت مانگ کر ہم اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتے ہم تو وصال چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وکان ذٰلک عند اللہ فوزاً عظیماً سے اس کا رد فرمایا اور بدگمانیاں یعنی بُری اٹکلیں کرنے لگے اور یہ خیال کر بیٹھے کہ اتنی دور لڑنے جا رہے ہیں ان مسلمانوں کی قضا لے جا رہی ہے، چنانچہ گاؤں کے اکثر لوگ گھروں میں بیٹھے رہے اور مسلمانوں کے ساتھ نہیں آئے۔ بدگمانی کرنے والوں کو بیچ میں فرمایا تھا کہ ان پر ہی بُری گردش پڑنے والی ہے، چنانچہ مسلمانوں کی فتح یابی کے بعد ان بدگمانی کرنے والوں پر جو گزری اُس کا اندازہ آج کرنا مشکل ہے۔ جب ان لوگوں نے اپنی آنکھوں سے کفر کو سمٹتے ہوئے اور اسلام کو پھیلتے ہوئے دیکھا ہوگا تو ان کے کلیجے پر سانپ لوٹتا ہوگا اور اپنی موت نظر آتی ہوگی۔ اور آخرت میں جو کچھ ہونے والا ہے وہ ابھی باقی ہے (۶) اور آسمان و زمین کے تمام لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کمال قوت و حکمت کا مالک ہے ٭ اُس کا لشکر فرشتے اور دیگر مخلوقات جس سے چاہیں کام لیتے ہیں اور باوجود اتنی بڑی قوت کے کوئی کام بغیر مصلحت اور حکمت کے نہیں ہوتا (۷) بلاشبہ ہم نے آپ کو اس شان کا

ع ۱۰ ۱ ۹

رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہی دینے والے اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہیں (۸) تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کے دین کی مدد کرو اور اس کا ادب ملحوظ رکھو اور صبح و شام اُس کی پاکی بیان کیا کرو ٭ آپ کو گواہی دینے والا یعنی اور رسولوں پر یا اپنی امت پر بشارت دینے والا یعنی ہر ایمان لانے اور نیک اعمال بجا لانے والے کو آپ نجات کی خوش خبری دیتے ہیں، ڈرانے والا یعنی ہر منکر اور معاند کو خدا کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ اور اے مسلمانو ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو اور اُس کا ادب ملحوظ رکھو اور صبح و شام اُس کی پاکی بیان کیا کرو۔ ادب ملحوظ رکھنا یعنی اُس کے احکام بجا لاؤ اور جن باتوں سے وہ منع فرمائے اُن سے رُک جاؤ۔ پاکی بیان کرنے سے مراد یا تو اُس کا ذکر ہے اور یا صبح شام کی نماز ہے۔ بعض حضرات نے تعزروہ وتوقروہ کی ضمیریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور تسبحوہ کی ضمیر خدا کی طرف پھیری ہے۔ یہ ضمائر کا انتشار صحیح نہیں ہے بلکہ راجح یہی ہے کہ تینوں ضمیریں (باقی ص ۸۱۷ پر)

مدینے کے آس پاس کے بعض قبائل بنی غفار - مزینہ جُہینہ اور اسلم وغیرہ کو آپ نے مکہ جانے کے لئے دعوت دی لیکن وہ اس سفر میں شریک نہیں ہوئے جیسا کہ ہم نمبر ایک میں عرض کر چکے ہیں انہی کی طرف اشارہ ہے

شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ

کہ ہمکو ہمارے اموال اور ہمارے اہل و عیال نے فرصت نہ لینے دی سو آپ ہمارے لئے خدا سے معافی طلب کر دیجئے یہ لوگ

بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ

اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے آپ انسے کہدیجئے اگر خدا تمکو کوئی نقصان پہنچانا چاہے

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ

یا تم کو کسی نفع سے بہرہ مند کرنا چاہے تو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو بلکہ بات یہ ہے کہ

كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ

جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سب سے باخبر ہے - یہ بات نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو بلکہ تم نے یہ سمجھ لیا تھا

يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ

کہ اب پیغمبر اور مسلمان اپنے اہل و عیال میں کبھی لوٹ کر ہی نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں کو

ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا

بھلی بھی لگی تھی اور تم نے طرح طرح کی بدگمانیاں کی تھیں اور تم لوگ ہوگئے

بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا

برباد ہونیوالے - اور جو شخص اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لائیگا تو ہم نے ایسے منکروں

لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے - اور تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ

بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے - یہی لوگ جو حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے عنقریب تم سے جب تم

اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ

خیبر کی غنیمتیں لینے چلو گے تو کہیں گے ہم کو اجازت دو کہ ہم بھی تمہارے ہمراہ چلیں یہ لوگ چاہتے ہیں

کہ اب آپ کے مدینے پہونچنے پر یہ لوگ عذر کرنے آئیں گے تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے نفع اور ضرر کا کوئی شخص بھی کچھ اختیار رکھتا ہے؟ اگر وہ تمکو نفع پہنچانا چاہے یا نقصان پہنچانا چاہے لہٰذا یہ عذر بھی تمہارا صحیح نہیں، عذر کے مواقع کے لئے بعض احکام ہوتے ہیں لیکن قطعی حکم کے بعد عذر کا کیا موقع۔ پھر یہ جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ان کے قلوب اُس کے موافق نہیں۔ لہٰذا جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ محض شک و نفاق کی بنا پر کہہ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے تمام اعمال کی خبر ہے اور جب یہ بات ہے کہ نفع اور ضرر پر اُسی کو قدرت ہے تو باوجود گھر پر رہنے کے بھی وہ نقصان پہونچ سکتا ہے اور گھر چھوڑ کر جانے پر بھی نفع پہونچ سکتا ہے (۱۱) یہ بات نہیں ہے بلکہ تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اب رسول اور اُن کے ہمراہی مسلمان اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اور یہ بات تمہارے دلوں میں آراستہ اور خوش نما کر دی گئی ہے۔ یعنی یہ گمان تم کو اچھا اور بھلا بھی معلوم ہوا کیونکہ دل کی خواہش کے مطابق تھا اور تم نے طرح طرح کی بدگمانیاں کیں اور بُرے بُرے گمان کئے اور تم لوگ ہوگئے ہلاک و برباد ہونے والے ؛ یعنی اصل واقعہ یہ ہے کہ تم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان مکہ سے واپس آنے ہی کے نہیں کیونکہ وہاں جنگ ہوگی اور یہ وہاں سب کے سب کام آجائیں گے وہاں کفار کی تعداد زیادہ ہوگی اور یہ کم ہوں گے لہٰذا اب لوٹ کر آنے کا کوئی سوال نہیں، اور بُرے بُرے گمان کر رہے تھے وزین ذلک فی قلوبکم کا مطلب یہ ہے کہ یہ گمان دل کو بھلا لگ رہا تھا اور یہی گمان خوش نما اور دل کو بھا رہا تھا کہ بس جی ایسا ہی ہوگا۔ اسی بدگمانی نے تم کو مستحق عذاب قرار دیا۔ اور تم ہلاک ہونے والے ہوگئے۔ گمان یہی کہ کافر غالب ہوں گے مسلمان مارے جائیں گے اور اسلام ختم ہو جائیگا معاذاللہ۔ وزین ذلک فی قلوبکم یعنی شیطان کی طرف سے اس گمان کو آراستہ کیا گیا (۱۲) اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسول پر ایمان نہیں لائیگا تو ہم نے ایسے منکروں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے (۱۳) اور تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور اللہ ہی کا راج ہے آسمانوں کا اور زمین کا وہ جسکو چاہے معاف کر دے اور بخشدے اور جس کو چاہے سزا دے اور عذاب کرے اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے یعنی کافر اگرچہ مستحق عذاب ہے لیکن وہ ایسا غفور رحیم ہے کہ اگر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی بخشدیتا ہے۔ (۱۴)

یہی لوگ جو حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے عنقریب تم سے جب تم خیبر کی غنیمتیں حاصل کرنے کیلئے چلو گے تو کہیں گے ہم کو چھوڑو یعنی ہم کو اجازت دو ہم بھی تمہارے ہمراہ چلیں یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اُس کا کہا بدل دیں

آپ کہدیجئے تم اس سفر میں ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اسی طرح فرمادیا ہے اس پر یہ لوگ کہیں گے یہ بات نہیں بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو اور تم ہمارے بھلے سے جلتے ہو بلکہ یہ لوگ بات کو نہیں سمجھتے مگر بہت کم۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب مکے سے پھرے وہاں سے حکم ہوا کہ خیبر پر چلو اور ان لوگوں کے سوا کوئی ساتھ نہ چلے۔ مدینے میں تین دن رہ کر ارادہ کیا جو لوگ پہلے سفر میں ڈر کر رہ گئے تھے اس سفر میں لالچ کو تیار ہوئے ان کو اللہ نے منع سنا دیا خیبر میں جو یہود تھے وہ جنگ احزاب میں قوموں کو چڑھا لائے تھے ۱۲ یعنی جب خیبر کو فتح کرنے جاؤ گے خیبر کی فتح کو غنائم سے تعبیر کیا چونکہ فتح اور غنائم یقینی تھے یہ خیبر کے یہودی ہیں جن کا ذکر سورۂ احزاب میں ہو چکا ہے یہ بڑے شریر تھے اُنھوں نے عرب کی تمام قوموں کو اُبھار کر مدینے پر حملہ کیا تھا۔ اب اُن سے انتقام کا وقت آگیا چنانچہ آپ ذی الحجہ سنہ ۶ھ میں حدیبیہ سے واپس تشریف لائے اور محرم سنہ ۷ھ میں خیبر کی جانب متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے خیبر فتح ہوگیا۔ چونکہ حکم یہ تھا کہ خیبر کی لڑائی میں متخلفین میں سے کوئی شریک ہو لہٰذا اسی کا ان آیتوں میں اظہار ہے۔ یعنی جب تم چلوگے تو یہ دیہاتی بھی اس کی خواہش کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کی بات کو بدلنا چاہتے ہیں کیونکہ اُس کا حکم ہے کہ اور کوئی ہمراہ نہ جائے اور وہ پہلے ہی سے یہ حکم دے چکا ہے۔ اور چونکہ یہ حکم تابیدی نہ تھا اس لئے ہم نے اس سفر میں کی قید بڑھا دی ہے کہ یہ حکم صرف خیبر کیلئے تھا آگے کیا ہو وہ اُن کے حسب حال ہوگا جیسا کہ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ متخلفین میں سے بعض قبائل آئندہ لڑائیوں میں شریک ہوئے اور یہ جو فرمایا کہ بہت کم سمجھتے ہیں، اس لئے کہ وحی کی بات کو مسلمانوں کے حسد پر محمول کرتے ہیں بیوقوفی سے اگر کچھ سمجھدار ہوتے تو وحی کی بات کا انکار نہ کرتے (۱۵) آپ ان پیچھے رہ جانیوالے دیہاتیوں سے فرمادیجئے کہ عنقریب ایسے لوگوں کے مقابلے کی دعوت دیجائیگی اور ایسے لوگوں سے لڑنے کو کہا جائیگا جو سخت جنگ جو ہوں گے کہ یا تم ان سے جنگ کرتے رہو یا وہ اسلام کے مطیع اور فرمانبردار ہوجائیں پھر اگر تم اس وقت حکم بجالاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم کو اچھا صلہ اور عمدہ اجر عطا فرمائیگا اور اگر تم نے اسی طرح روگردانی کی جس طرح تم اس سے پہلے حدیبیہ میں روگردانی کرچکے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت دردناک سزا دے گا ؎ آئندہ فارس اور روم کے ساتھ ہونے والی لڑائیوں کی جانب اشارہ فرمایا فارس اور روم پرانی حکومتیں تھیں اور اُس زمانے کی مہذب قوموں میں شمار ہوتی تھیں فوجیں باقاعدہ اور سامانِ جنگ بہت رکھتی تھیں اسی لئے اولی باس فرمایا۔ یہ لڑائیاں فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذی النورین کے زمانہ میں وقوع پذیر ہوئیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ لڑے حق تعالیٰ فرماتا ہے فارس کے لوگوں کو اُن کی سلطنت ہمیشہ زبردست رہی تھی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے وقت فارس کا ملک فتح ہوا اور کچھ مسلمان ہوئے بن لڑے وہاں سے غنیمتیں بہت ہاتھ لگیں ۱۲ آگے معذورین اور اپاہج لوگوں کو مستثنیٰ فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ہم والمحصنت کے پارے میں بتا چکے ہیں اور بھی کئی جگہ تفصیل گذر چکی ہے (۱۶) ہاں اندھے اور نابینا پر کچھ گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ مریض اور بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور جو شخص روگردانی کرے اور پلٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا ؎ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جہاد ان معذور لوگوں پر فرض نہیں ۱۲ (۱۷) بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن مسلمانوں سے راضی ہوا جب کہ وہ ایک کیکر کے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اور جو خلوص اور توکل اُن بیعت کرنے والوں کے دلوں میں تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اُن مسلمانوں پر سکینہ نازل فرمایا

أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ

کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بدل دیں آپ کہدیجئے تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے

اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ

اسی طرح فرما دیا ہے اس پر یہ لوگ کہیں گے یہ بات نہیں بلکہ تم ہمارے بھلے سے جلتے ہو (واقعہ یہ نہیں)

كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ

بلکہ یہ لوگ بات کو نہیں سمجھتے مگر بہت کم۔ آپ ان پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے

مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ

فرما دیجئے تم کو عنقریب ایسے لوگوں کے مقابلہ کی دعوت دی جائے گی جو سخت جنگجو

شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا

ہوں گے کہ یا تم ان سے جنگ کرتے رہو یا وہ اطاعت قبول کرلیں پھر اگر تم اس وقت حکم بجا لاؤ گے

يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم

تو اللہ تعالیٰ تم کو اچھا صلہ عطا فرمائیگا اور اگر تم نے اسی طرح روگردانی کی جس طرح تم اس سے پہلے حدیبیہ میں

مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ

روگردانی کرچکے ہو تو خدا تم کو سخت دردناک سزا دے گا۔ ہاں اندھے پر کچھ گناہ

حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ

نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے۔

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن

اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہا مانے گا تو اسکو خدا ایسے باغوں میں داخل کریگا جنکے نیچے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾

نہریں بہ رہی ہوں گی اور جو شخص روگردانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ وہ ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے

ركوع ٢ ع ١٠

٥٢/٢

یعنی ان میں اطمینان قلب پیدا کر دیا اور اُن کو اس جرأت ایمانی کے بدلے میں ایک ایسی فتح عنایت کی جو بہت ہی قریب تھی (۱۸) اور بکثرت غنیمتیں بھی دیں جن کو یہ لوگ حاصل کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے (۱۹) اور اللہ تعالیٰ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرما چکا ہے جن کو تم حاصل کرو گے پس اُس نے جلدی عطا کی یہ تم کو یعنی فی الحال اور سردست یہ خیبر کی غنیمت تم کو عطا کی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا یہ اس لئے کیا کہ علاوہ اور مقاصد کے یہ واقعہ مسلمانوں کے لئے قدرت کا ایک نمونہ ہو جائے نیز اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو سیدھی راہ چلائے (۲۰) اور ایک اور فتح بھی موعود ہے جس پر سردست تم کو دسترس نہ ہو سکی اور تم اس پر قابو نہ پا سکے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے احاطۂ قدرت میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شی پر پوری طرح قادر ہے ۝ جیسا کہ ہم تمہید کے نمبر ۴ میں عرض کر چکے ہیں یہ وہی بیعت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کہ جنگ ناگزیر ہے مسلمانوں کو جمع کر کے جہاد پر بیعت لی اور تقریباً چودہ سو آدمیوں نے بیعت کی۔ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی اور

الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ

اور جو خلوص ان بیعت کرنیوالوں کے دلوں میں تھا خدا کو وہ بھی معلوم تھا پھر اللہ نے ان مسلمانوں میں اطمینان قلب پیدا کر دیا

وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿۱۸﴾ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا

اور انکو اس کے بدلے میں ایک ایسی فتح عنایت کی جو بہت ہی قریب تھی۔ اور بکثرت غنیمتیں بھی دیں جنکو یہ لوگ حاصل کر رہے ہیں

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً

اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرما چکا ہے جنکو

تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ

تم حاصل کرو گے فی الحال اُس نے تم کو یہ خیبر کی غنیمت عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا

عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا

یہ اس لئے کیا کہ یہ واقعہ مسلمانوں کیلئے قدرت کا ایک نمونہ ہو جائے اور نیز اس لئے کہ خدا تم کو سیدھی

مُسْتَقِيمًا ﴿۲۰﴾ وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ

راہ چلائے۔ اور ایک اور فتح بھی موعود ہے جس پر سردست تم کو دسترس نہ ہو سکی مگر وہ خدا تعالیٰ کے احاطۂ

بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ

قدرت میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔ اور اگر یہ کافر تم سے

الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا

لڑتے تو ضرور پیٹھ دے کر بھاگتے پھر وہ اپنا نہ کوئی یار پاتے اور نہ

نَصِيرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ

مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی دستور قائم کر رکھا ہے جو پہلے سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ

آپ خدا کے آئین میں کسی قسم کا ردوبدل نہ پائیں گے۔ اور وہی تو ہے جس نے مکہ کی سرحد میں

عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ

ان کافروں پر تم کو قابو یافتہ کر دینے کے باوجود ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے

رضا مندی کا اظہار فرمایا یہ بیعت ایک کیکر کے درخت کے نیچے کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے صدق و خلوص کا یہ کہکر اظہار فرمایا فعلم مافی قلوبھم۔ اس موقعہ پر سکینہ نازل فرمایا اور مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان پیدا کر دیا۔ اور یہ جو فرمایا فتح قریب تو اس سے مراد خیبر کی فتح ہے اور مغانم کثیرۃ وہاں سے حاصل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فتح بھی دی اور غنائم بھی بکثرت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کمال قوت و طاقت کا مالک ہے اور بڑی حکمت والا ہے جب کسی کو چاہتا ہے فتح دیتا ہے اور جب چاہتا ہے غنائم سے مالا مال کر دیتا ہے اور ایک خیبر پر کیا موقوف ہے یہ تو اللہ تعالیٰ نے تم کو جلدی عطا کر دی ہے اس نے تو تم سے اور بھی غنائم کا وعدہ کر رکھا ہے شاید ان غنائم سے مراد فارس اور روم کے غنائم ہوں۔ یا قیامت تک جو غنائم حاصل ہوتے رہیں۔ اس انعام کے بعد اور انعام فرمایا کہ تم پر حملہ کو روکا اور لوگوں کو تم پر ہاتھ نہیں اٹھانے دیا۔ ان لوگوں سے مراد خیبر اور ان کے حلفاء مراد ہیں بنی اسد اور بنی غطفان ان کے حلفاء تھے وہ مدد کو خیبر والوں کی آئے تھے لیکن مرعوب ہو کر واپس ہو گئے۔ ان انعامات میں اگرچہ بہت سی مصلحتیں تھیں اور بہت سے منافع مقصود تھے اور اُن منافع اور مقاصد کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ مسلمانوں کے لئے کافروں کے ہاتھوں کو روکنا ایک نمونہ اور نشانی ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن کا حامی اور مددگار ہے اور مسلمان اللہ کے نزدیک ذی مرتبت ہیں اور وہ ان کا ضامن ہے یا ہاتھ روکنے سے مراد کفار مکہ کے ہاتھوں کو روکنا ہے کہ وہاں صلح ہو گئی اور تم سب سلامت واپس آئے۔ بہرحال جہاں تمہارے لئے یہ ایک نمونہ اور نشان تھا وہاں یہ بھی مقصود تھا کہ تم کو راہِ مستقیم پر قائم رکھے تمہاری بصیرت اور تمہارا اعتماد اور توکل اللہ تعالیٰ کے فضل پر خوب پختہ ہو اور تم راہِ مستقیم پر مضبوطی سے قائم رہو دوسری فتح شاید مکہ کی فتح ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب صلح سوال کا جواب تھا۔ حضرتؐ نے بھیجا مکہ میں حضرت عثمانؓ کو یہاں جھوٹی خبر اڑی کہ اُن کو مار ڈالا حضرتؐ نے کہا اب ہم کو لڑنا حلال ہوا کہ پہل انھوں نے کی اور وہ خبر جھوٹ تھی اور یہ بھی کہ اسی آدمی مکے کے گرد آئے کہ اکیلے دوکیلے کو ماریں وہ سب جیتے پکڑ لئے۔ پس حضرتؐ نے ارادہ کیا لڑنے کا تو ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھے اور کہا مجھ سے قول کرو کہ مرتے دم تک کوتاہی نہ کرو گے سب نے قول دیا ایک منافق تھا جد بن قیس اس کے سوا کوئی نہیں رہا وہ بیعت اللہ کے ہاں قبول پڑی اللہ نے جانا جو انکے دل میں ہے یعنی ظاہر کا اندیشہ اور دل کا توکل اور انعام میں دی یہ فتح خیبر اس سے مسلمان آسودہ ہوئے اور حضرتؐ نے فرمایا اس بیعت والا کوئی نہ جاویگا دوزخ میں ۱۲ یہ بھی انعام میں داخل ہے کہ لوگوں کے ہاتھ یعنی لڑائی نہ ہونے دی ۱۲ یعنی اس بیعت کے انعام میں فتح خیبر دی اور فتح مکہ جو اس وقت ہاتھ نہ لگی وہ بھی مل ہی چکی ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ ان آیات میں بیعت کے واقعہ کے ساتھ ساتھ جسکو بیعت رضوان کہتے ہیں حضرت حق تعالیٰ نے اپنے احسانات بتائے مثلاً مسلمانوں کے خلوص اور توکل کا اعلان۔ سکینہ کا نزول۔ فتح خیبر اور اُس کے غنائم میں تعجیل۔ دیگر مغانم کثیرہ کا وعدہ۔ لوگوں کے حملے سے بچانا اور دشمنوں کا مرعوب کر دینا۔ مسلمانوں کیلئے ان تمام امور کو ایک نشان قرار دینا۔ اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کی بشارت دینا۔ دوسری ایک اور فتح کی یعنی مکہ معظمہ یا فارس و روم کی بشارت اور سب سے بڑی بات اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی کا اعلان (باقی ضمیمہ میں)

تمہارے کام جو تم کر رہے تھے اُن کو دیکھ رہا تھا اور اُن کے اثرات سے واقف تھا (۲۴) یہ اہل مکہ وہی ہیں جنھوں نے حق کو قبول کرنے سے انکار کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا یعنی عمرے کے احکام بجالانے سے تم کو روک دیا اور نیز قربانی کے وہ جانور جو حدیبیہ میں رُکے ہوئے تھے اُن جانوروں کو اُن کے ٹھکانے پر پہونچنے سے روکا یعنی ہدی کو منیٰ میں پہنچکر ذبح ہونے سے روک دیا۔ اور اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم بہت سے اُن مسلمان مردوں اور ان مسلمان عورتوں کو جن کو تم جانتے اور پہچانتے نہیں ہو اپنی بے خبری اور لاعلمی کے باعث اُن کو روند ڈالتے اور پامال کر دیتے پھر اُن بے گناہوں کی وجہ سے تم کو تکلیف پہنچتی تو یہ سب قضیہ طے کر دیا جاتا اور خواب کی تصدیق اسی سال ہو جاتی اور مکہ کی فتح نصیب ہو جاتی لیکن فتح کو اس لئے موخر کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے ہاں اگر یہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ان کفار سے جدا ہو گئے ہوتے اور ایک طرف ہو جاتے تو ہم ان اہل مکہ میں سے جو کافر تھے اُن کو سخت دردناک سزا دیتے ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اس ماجرے میں ساری ضد اور بے ادبی کعبے کی انہی سے ہوئی تم باادب رہے اُنھوں نے عمرے والوں کو منع کیا اور قربانی نہ پہنچنے دی وہ اس قابل تھے کہ اسی وقت تمہارے ہاتھ سے فتح ہوتے مگر بعض مسلمان چھپے تھے مرد و زن اور بعضے ابھی مسلمان ہونے مقدر تھے اس روز کی فتح میں وہ پیسے جاتے آخر دو برس کی صلح میں جتنے مسلمان ہونے تھے وہ سب ہو چکے اور نکلنے والے نکل آئے تب اللہ نے مکہ فتح کرایا ۱۲ خلاصہ یہ کہ خواب کی تعبیر تو اُسی سال پوری ہو جاتی۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کا احسان ہے کہ اُس نے مکہ کے کافروں کی حد سے بڑھی ہوئی شرارتوں اور گستاخیوں اور بے ادبیوں کے باوجود بعض حکمتوں کی بنا پر سزا کو موخر کر دیا۔ اور جنگ کو ٹلا دیا۔ حالانکہ یہ وہ شقی ہیں کہ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا۔ نہ عمرے کے احکام یعنی طواف وسعی وغیرہ کرنے دئے نہ تمہاری ہدی کو منیٰ جو اُن کے ذبح کا مقام تھا وہاں پہونچنے دیا بلکہ تم نے مجبوراً حدیبیہ میں ہی جو حرم کا ایک حصہ اور کونا ہے سر منڈوائے اور قربانیاں کیں اور حلال ہو کر واپس ہو گئے۔ اگر حملہ ہو جاتا تو بہت مسلمان مرد و عورتیں جو کفارِ مکہ کی قید میں تھے اُن کو گزند پہونچ جاتا۔ تم نادانستہ اُن کو بھی قتل کر دیتے اور کافر سمجھ کر مار ڈالتے یا کافر اُن کو تمہارے حملے سے متاثر ہو کر قتل کر دیتے۔ بہرحال وہ بے گناہ پس جاتے پھر انکے قتل سے تم کو رنج اور کوفت ہوتی اور تم کو افسوس ہوتا اور تم کو بھی نادانستگی میں ضرر۔ سختی اور گناہ پہنچتا بغیر علم کو بعض نے ان تطؤھم کے اور بعض نے فتصیبکم کے متعلق کیا ہے۔ ہم نے دونوں باتوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے، تمہاری نادانستگی کی وجہ سے وہ مظلوم مسلمان پس جاتے یا تم کو نادانستہ کوئی سزا اور سختی پہنچتی کیونکہ بے گناہ مسلمان تمہارے ہاتھوں قتل ہوتے۔ ان کافروں میں بعض مسلمان ہونے والے بھی تھے اس لئے فتح کو موخر کیا کہ وہ مسلمان ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جائیں اور جو نکل سکیں وہ نکل آئیں۔ ہاں اگر وہ مسلمان جو کافروں کی قید میں تھے اور کافروں سے دبے پڑے تھے کہیں مل جاتے اور ان کافروں سے جدا ہو گئے ہوتے تو پھر اسی سال ان کو تمہارے ہاتھوں سے سخت دردناک سزا دیتے

عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِينَ

روک دیا اور جو اعمال تم کرتے ہو اللہ اُن سب کو دیکھ رہا ہے۔ یہ اہل مکہ وہی تو ہیں جنھوں نے

كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا

کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور نیز قربانی کے وہ جانور جو حدیبیہ میں رُکے ہوئے تھے انکو

أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ

ان کے ٹھکانے پر پہونچنے سے روک دیا اور اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم اُن مسلمان مردوں اور اُن مسلمان

مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم

عورتوں کو جن کو تم پہچانتے نہ تھے اپنی بے خبری کے باعث انہیں روند ڈالتے پھر ان بے گناہوں کی وجہ سے تم کو ضرر

مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن

پہنچتا تو یہ سب قضیہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جسکو چاہے داخل کرے

يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا

ہاں اگر یہ مذکورہ مسلمان مرد اور عورتیں الگ ہو گئے ہوتے تو ہم ان اہل مکہ میں سے جو کافر تھے اُن کو سخت دردناک

أَلِيمًا ﴿٢٥﴾ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

سزا دیتے۔ وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جبکہ ان کافروں نے اپنے قلوب میں اس غیرت و حمیت کو جگہ دی

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ

جو جاہلیت کی حمیت تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مسلمانوں کو اپنی طرف سے

وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا

ضبط و اطمینان عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پرہیزگاری کی بات پر جمائے رکھا اور مسلمان ہی اس تقویٰ

أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾

کی بات کے زیادہ حقدار اور اس کلمۂ تقویٰ کے حقیقی اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شئی کو خوب جانتا ہے۔

ع ۳ / ۹ / ۱۱

لَّقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو سچا خواب دکھلایا جو واقع کے مطابق ہے تم ضرور مسجد حرام میں

یعنی مکہ فتح ہو جاتا اور کافروں کو ختم کر دیا جاتا (۲۵) اور وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں اس غیرت و حمیت اور عار کو جگہ دی جو جاہلیت کی غیرت و حمیت اور ظلم تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی بات پر ثابت اور جمائے رکھا اور وہ مسلمان اس کلمۂ تقویٰ کے زیادہ حقدار اور تقویٰ کی بات کے حقیقی اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شئی کو خوب جانتا ہے ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک ضد یہ کہ اس سال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ کہ جو مسلمان ہجرت کرے پھر بھیجو اور اگلے سال عمرے کو آؤ تین دن سے زیادہ نہ رہو اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ حضرتؐ نے یہ سب قبول کر لیا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے کس قدر جاہلانہ ضدیں اور شرطیں کیں۔ رسول اللہ کا کٹوا کر محمد بن عبد اللہ کا لکھوانا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کٹوا کر باسمک اللّٰھم لکھوانا وغیرہ وغیرہ یہ ایسی غیرت اور بناوٹیں ہیں کہ جاہلیت کی عار اور حمیت و غیرت سے تعبیر فرمایا ہے۔ کفار نے انتہائی تنگ دلی کا ثبوت دیا لیکن (باقی صفحہ ۲۱ پر)

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

(بقیہ صفحہ ٨٢٠)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ یعنی ضبط ۔ تحمل اور رواداری نازل فرمائی اور مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری پر جمائے رکھا۔ مسلمان باوجود ناراضگی اور کفار کی بے ہودگیوں سے تنگ آنے کے پھر بھی کلمۂ توحید اور پیغمبر کی فرماں برداری پر جمے رہے اسی لئے فرمایا وکانوا احق بھا واھلھا کہ یہ مسلمان دنیا میں بھی کہ تقویٰ کے غیروں سے زیادہ حق دار ہیں اور قیامت میں بھی اس کے اجر و ثواب کے اہل ہیں۔ اس ضبط و تحمل کا تقاضہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی ان سب باتوں کو تسلیم کر لیا اور مسلمانوں نے اپنی رواداری سے پیغمبر کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ یعنی ان کی ضدوں کو بھی جانتا ہے اور تمہارے صبر و تحمل کو بھی جانتا ہے اور اپنی حکمتوں اور اپنے مصالح کو بھی جانتا ہے کہ ان تمام موانع پر وہ اثر مرتب فرمایا کہ جس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس خواب کا ذکر فرماتے ہیں جس کا ہم نے سورت کی ابتداء میں ذکر کیا تھا (٢٦) تفسیر صفحہ ہٰذا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو واقع کے مطابق ہے تم ضرور مسجد حرام میں انشاء اللہ تعالیٰ امن و امان کیساتھ داخل ہو گے کہ اپنے سر منڈواتے اور بال کترواتے ہو گے اور تمہیں کسی طرح کا خوف اور اندیشہ نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان باتوں کو جانتا ہے جو تم نہیں جانتے پھر اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کے داخلے سے پہلے ایک ایسی فتح عنایت کر دی جو بہت ہی قریب تھی ﴿ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا صحابہ یہ سمجھے کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے اور مکہ میں داخل ہوں گے۔ وہاں جانے کے بعد رکے گئے اور جو واقعات پیش آئے ان کو ہم بیان کر چکے ہیں جب مدینے آئے تو یہاں کے بعض منافقین منہ جوڑنے لگے اور طعن و تشنیع پر اُتر آئے چنانچہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ماحلقنا ولا قصرنا۔ ولا رأینا المسجد الحرام۔ یعنی نہ ہم نے سر منڈوائے اور نہ بال کتروائے اور نہ ہم نے مسجد حرام کو دیکھا اس پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ کہ وہ خواب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دکھایا اُس کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دیا اور وہ واقع کے مطابق ہے۔ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ یہاں انشاء اللہ تعلیق کیلئے نہیں ہے بلکہ تاکید اور تحقیق کیلئے ہے۔ یہ داخلہ پُر امن ہوگا کوئی تم میں سے سر منڈواتا ہوگا کوئی تم میں سے بال کترواتا ہوگا پُر امن داخلہ کے بعد کسی قسم کا خوف اور اندیشہ نہ ہوگا۔ فعلم مالم تعلموا۔ میں اُن تمام امور کی طرف اشارہ ہے جو پیش آئے اور جن میں بڑے بڑے انعامات اور احسانات پوشیدہ تھے۔ انہی احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک اور فتح جو بہت قریب ہے وہ حاصل ہوئی مراد اس سے خیبر کی فتح ہے۔ بہر حال جو تاخیر بے شمار مصالح اور حکمتوں کو اور بیشمار فوائد اور منافع کو شامل تھی اس پر زبان طعن دراز کرنا منافقوں کی ایک حماقت اور جہالت ہے۔ مسلمانوں کو اس سے متاثر نہ ہونا چاہیے۔ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تائید و تصدیق فرماتے ہیں احرام سے نکلنے کے لئے حلق اور تقصیر کراتے ہیں۔ عورتوں کیلئے تقصیر اور مردوں کیلئے تحلیق اور تقصیر دونوں کی اجازت ہے تحلیق افضل ہے۔ جو صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو پیش آئی اُسکو احصار کہتے ہیں احصار کے مفصل مسائل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں (٢٧) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین کے ساتھ اور ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے تاکہ اس دین حق کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے گواہی دینے والا اور اللہ تعالیٰ بس ہے حق ثابت کرنے والا ﴿ ہدایت یعنی قرآن۔ دین حق یعنی اسلام۔ غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام ادیان مروجہ کا ناسخ ہے۔ یا دلیل کے اعتبار سے ہر دین پر غالب ہے۔ اور شوکت و قوت کے اعتبار سے بھی غالب ہے اگر مسلمانوں کی عملی حالت درست اور صحیح ہو۔ بعض علماء نے فرمایا یہ غلبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔ اور اللہ کافی ہے گواہی دینے والا۔ یعنی اس بات پر جو وعدہ فرمایا ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اگر کافر تیری رسالت اور تیری صداقت کی گواہی نہیں دیتے تو اللہ تعالیٰ گواہی دینے کو کافی ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور دین حق لیکر آیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سب سے غالب کر دیا ایک مدت اور دلیل سے غالب ہے ہمیشہ ۱۲ (٢٨) محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے صحبت یافتہ اور ہمراہی ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت (باقی صفحہ پر)

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ

انشاء اللہ امن و امان کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سر منڈواتے

رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ

اور بال کترواتے ہو گے اور تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان باتوں سے واقف ہے جو

تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِي

تم نہیں جانتے پھر اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کے داخلہ سے پہلے ایک ایسی فتح عنایت کر دی جو بہت ہی قریب تھی۔

أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے تاکہ اس دین حق کو تمام ادیان

كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ

باطلہ پر غالب کر دے اور اللہ کافی ہے گواہی دینے والا۔ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے

مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا

صحبت یافتہ و ہمراہی ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو انکو کبھی

سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ

رکوع اور کبھی سجدے کی حالت میں دیکھے گا وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی جستجو میں لگے رہتے ہیں اُن کی علامت

فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي

کثرت سجود کے اثر سے اُن کے چہروں پر نمایاں ہو رہی ہے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اوصاف تورات میں

التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ

مذکور ہیں اور اوصاف اُن کے انجیل میں بھی ہیں جیسے کھیتی کہ اُس نے اپنی سوئی نکالی پھر اُس

شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ

ابتدائی سوئی نے اُس کھیتی کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی اور آخرکار وہ کھیتی اپنی نال یعنی پاؤں پر اس طرح سیدھی کھڑی

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ

ہوگئی کہ کاشتکاروں کو خوش کرنے لگی یہ زور اور قوت اس لئے عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ انکی وجہ سے کافروں کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے

ع ١٥

چہرے کے نورسے اور کھیتی کہاوت یہ کہ اول ایک آدمی تھا پھر دو ہوئے پھر قوت بڑھتی گئی حضرتؐ کے وقت پھر خلیفوں کے وقت اور یہ کہ وعدہ دیا اُن کو جو ایمان لائے اور بھلے کام کرتے رہے حضرتؐ کے اصحاب ایسے ہی تھے مگر خاتمے کا اندیشہ رکھا حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جاویں مالک سے اتنی شاباشی بھی غنیمت ہے ۰ (۲۹) حضرت اُبی بن کعبؓ سے منقول ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے پڑھی سورہ فتح پس گویا کہ وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوا جنھوں نے بیعت کی نیچے درخت کے یعنی بیعت الرضوان میں شریک ہوا۔ تمت تفسیر سورۃ الفتح

سورۂ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی یہ اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں ۞ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۔ اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسولؐ سے قول اور فعل میں سبقت اور پیش دستی نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے ۞ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کسی کام میں آگے نہ بڑھ جایا کرو مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا پیغمبر کی تعظیم کا۔ کہتے ہیں بعض لوگوں نے عید الضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانیاں کرلی تھیں بعض نے کہا یوم الشک کے روزے کی نہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لا تقولوا خلاف الکتاب والسنۃ۔ یعنی قرآن اور سنت کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی مجلس میں کوئی کچھ پوچھے تو حضرت کی راہ دیکھو کہ کیا فرماویں تم اپنی عقل سے آگے جواب نہ دے بیٹھو ۱۲ خلاصہ یہ کہ بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ کسی کی بات میں دخل دیکر خود جواب دینے لگتے ہیں پیغمبر علیہ السلام کی مجلس میں بھی کسی نے ایسا کیا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے والے کا جواب حضورؐ سے پہلے خود جواب دینا شروع کردیا ہوگا یہ بہت بڑے عیب کی بات ہے اور بالخصوص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہ بڑی بے ادبی ہے اس لئے مسلمانوں کو اس قسم کی سبقت اور پیش قدمی اور آگے بڑھنے سے منع فرمایا (۱) اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ ہونے دو اور نبی کی آواز سے اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور نہ تم اُن سے اس طرح پکار کر بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے پکار کر بات کیا کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو ۞ بنی تمیم کے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور گفتگو اس امر میں ہوئی کہ بنی تمیم کے لئے حاکم کس کو مقرر کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ کی رائے تھی کہ قعقاع بن معبد کو بنایا جائے حضرت عمرؓ کی رائے اقرع بن حابس کے حق میں تھی اس گفتگو میں آوازیں حاضرین کی بلند ہوئیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی عبداللہؓ سے منقول ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی ان کے کان میں گرانی اور ثقل تھا اور آواز بڑی تھی بعض دفعہ اس قدر اُن کی آواز بلند ہو جاتی تھی کہ حضور کو اذیت ہوتی تھی اس لئے کلام میں پستی کا حکم دیا گیا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس سورت میں حق تعالیٰ نے آداب سکھائے رسول کے ایک یہ کہ مجلس میں شور نہ کرو کہ حضرت کی بات سنی نہ پڑے دوسرے یہ کہ خطاب کرو ادب سے کہک کر نہ بولو ۱۲ خلاصہ یہ کہ حضورؐ کی مجلس میں زیادہ بلند آواز سے کلام نہ کرو اور نہ ان سے اس طرح بات کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بلند آوازی کے ساتھ بات کیا کرتے ہو کیونکہ یہ کبھی نبی کی ایذا رسانی کا موجب ہوتا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت ایک ایسا فعل ہے کہ اس کی شامت سے اندیشہ ہے کہ نوبت حبط اعمال تک پہونچ جائے اور کبھی نشاط اور انبساط کے وقت رفع صوت ناگواری خاطر کا سبب نہ ہو تو اس کا پتہ چلنا مشکل ہے اس لئے عام طور پر حکم دیا اور ڈرایا کہ اگر حضورؐ کی مجلس میں رفع صوت کے ترک کا التزام نہ کیا تو حبط عمل کا اندیشہ ہے اور ناگواری خاطر کا موجب ہونا یا نہ ہونا اس کا تمہیں علم نہیں تم یہ سمجھتے رہو کہ ہماری بلند آواز ملال کا سبب نہیں ہے اور وہ پیغمبر کے ملال کا موجب ہو تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو آگے ترغیب کے طور پر فرماتے ہیں (۲) بیشک جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور دبی آواز سے بولتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقوے کے لئے آزما لیا ہے اور نکھار لیا ہے اور خالص کردیا ہے ان کے لئے بڑی مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے ۞ یہ آیت بقول بعض مفسرین سعد بن معاذؓ کے بارے میں اتری ہے (باقی صفحہ ۸۲۳ پر)

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

اور اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے بڑی مغفرت اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے

ع ۳ ۱۲

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورہ حجرات مدنی ہے اور یہ اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ

اے ایمان والو تم اللہ اور اس کے رسول سے سبقت نہ کیا کرو اور

رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱﴾ يٰٓاَيُّهَا

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے ۔ اے ایمان والو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ

اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ ہونے دو

النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

اور نہ تم ان سے اس طرح پکار کر بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے پکار کر بات کرتے ہو

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ اِنَّ

کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو ۔ بے شک

الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ

جو لوگ رسول اللہؐ کے روبرو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ

جن کے دلوں کو خدا نے تقوے کے لئے آزما لیا ہے ان کے لئے بڑی مغفرت اور

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ

بہت بڑا اجر ہے ۔ بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے

(بقیہ صفحہ ۸۲۲) اور بعض نے کہا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ جو لوگ رسالت مآب کی جناب میں دبی آواز سے گفتگو کرتے ہیں اُن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے نکھار کر خالص کرلیا ہے یعنی اُن کے دلوں میں غیر تقویٰ نہیں ہے اور یہی وہ تقویٰ کا اعلیٰ درجہ ہے جس کو فرمایا ہے لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتیٰ یدع مالا باس به حذرا لما به باس۔ یعنی تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر جب پہونچ سکتا ہے جبکہ اُن چیزوں کو اندیشہ سے جن میں خطرہ ہے اُن چیزوں کو چھوڑ دے جن میں کوئی خطرہ نہ ہو۔ یہاں پر بھی رفع صوت جو پیغمبر کی ایذا کا موجب ہو اس میں خطرہ ہے اور جو ایذا کا سبب نہ ہو اس میں کوئی اندیشہ نہیں انہوں نے مطلقاً رفع صوت کو ترک کرکے تقوے کے اعلیٰ اصول پر عمل کیا یعنی خطرہ کے اندیشہ اور حبط عمل کے ڈر سے اتنی آواز بھی بلند نہ کی جو حبط کا موجب نہیں ہے۔ سبحان اللہ کیسا ادب ہے اور کیسا تقویٰ ہے انہی کیلئے فرمایا لھم مغفرۃ واجر عظیم۔ صحابہ کرام کی اتباع کا یہ حال تھا رضوان اللہ علیہم اجمعین (۳) تفسیر صفحہ ہٰذا:۔

الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى

پکارتے ہیں اُن میں اکثر ایسے ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔ اور اگر یہ لوگ ذرا صبر سے کام لیتے یہاں تک

تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾

کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس تشریف لے آتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنیوالا نہایت مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا

اے مسلمانو! اگر کوئی گناہ گار آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو اس خبر کی خوب چھان بین کرلیا کرو

اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ

کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو اپنی لاعلمی سے کوئی ضرر پہنچا دو پھر تم اپنے کئے پر

نٰدِمِيْنَ ﴿۶﴾ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ

پچھتاتے پھرو۔ اور یہ بات خوب جان رکھو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ رسول

فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ

ان میں تمہاری رائے پر عمل کرنے لگے تو تم بڑی مشقت میں پڑ جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب

الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ

بنا دیا اور ایمان کو تمہارے دلوں میں خوش نما اور مستحسن کردیا اور کفر اور فسق سے اور نافرمانی سے

الْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴿۷﴾ فَضْلًا

تم کو نفرت دیدی یہی لوگ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے

مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ

فضل اور اس کے انعام کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ اور اگر مسلمانوں

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے مابین اختلاف کو رفع کرا کے صلح کرادو پھر اگر ان میں

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ

سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو جو گروہ زیادتی کرتا ہے تم اُس سے لڑو یہاں تک کہ وہ

بلاشبہ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر ایسے ہیں جو عقل نہیں رکھتے (۴) اور اگر یہ لوگ ذرا صبر کرتے اور صبر سے کام لیتے یہاں تک کہ آپ خود حجرے سے نکل کر اُن کے پاس تشریف لے آتے تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والا بہت مہربان ہے:۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بنی تمیم آئے ملنے کو حضرتؐ گھر میں تھے باہر سے لگے پکارنے چاہئے تھا کہ آدمی کی زبانی خبر کرتے ۱۲ یہ بھی ایک ادب کی بات سکھائی۔ کہ اگر کبھی پیغمبر کی خدمت میں آؤ اور پیغمبر کسی ضرورت سے مکان میں تشریف رکھتے ہوں تو آپ کو یا محمد اخرج الینا کہہ کر پکارنا نامناسب اور آپ کی شان کے خلاف ہے۔ اطلاع کے اور ذرائع بھی ہوسکتے ہیں یا یہ کہ صبر اور انتظار کرو یہاں تک کہ حضورؐ خود ہی باہر تشریف لائیں تو اُس وقت ملاقات کرلو۔ کیونکہ جو لوگ عوام سے رابطہ رکھتے ہیں وہ گھر میں زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے۔ اکثر اس لئے کہا کہ شاید کچھ لوگوں نے اس کی ابتدا کی ہو اور کچھ نے دیکھا دیکھی یہ حرکت کی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ وہ حضورؐ کے قیلولے کا وقت ہو کیونکہ آپ گھر میں آرام فرماتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں کا ہر حجرے پر آواز دیتے پھرنا اور انتظار نہ کرنا خلاف تہذیب اور خلاف ادب قرار دیا گیا۔ آپ خود نکل کر اُن کے پاس تشریف لے آتے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ انتظار کرتے تو یہ بہتر ہوتا کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ حضورؐ کو ان کے آنے کی خبر نہ ہوتی لیکن بہرحال جب آپ باہر نکلتے خواہ اُن کی ملاقات کے لئے نہیں بلکہ کسی اور کام کو مکان سے باہر تشریف لاتے اور اُن کو بیٹھے ہوئے دیکھتے تو ضرور اُن سے دریافت کرتے اور اُن سے ملاقات کرتے۔ اور یہ ان کے لئے بہتر ہوتا کیونکہ اس میں پیغمبر کی گستاخی اور بے ادبی سے محفوظ رہتے بہرحال اگر یہ لوگ توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ ان کی غلطیوں کو معاف کردیا جائے ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کا ادب تعلیم کیا ہے اور بتایا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہونے اور بات چیت کا طریقہ کیا ہونا چاہئے اور معصیت میں کیا نقصان پہونچتا ہے۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اہل سنت کے نزدیک معصیت حبط عمل کا موجب نہیں ہوتی۔ یہ مذہب تو معتزلہ وغیرہ کا ہے جیسا کہ ہم نہایت وضاحت کے ساتھ پہلے پارے میں آیت بلیٰ من کسب سیئۃ کے تحت عرض کرچکے ہیں اور تسہیل میں تفصیلی بحث ہوچکی ہے۔ یہاں ابھی ہم نے تیسیر میں اس طرف اشارہ کردیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی معصیت بلاواسطہ حبط عمل کا سبب دینی ہو لیکن معصیت سے آیندہ نیکی کی توفیق سلب ہوسکتی ہے اور معاصی موجب الی الخذلان ہوسکتے ہیں اور خذلان منجر الی الکفر ہوسکتا ہے اور کفر اختیاری سے تو بالاتفاق عمل کا حبط ہونا لازمی ہے تو رفع صوت بالجہر آہستہ آہستہ تم کو کفر تک پہونچادے اور تمہارے تمام اعمال ضائع ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو کہ یہ سزا کون سے جرم کی پاداش میں دی گئی۔ ذرا تامل کرنے سے تیسیر کی یہ بات سمجھ میں آجائے گی لیکن اشارے کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا اسلئے میں نے صراحۃً عرض کردیا (۵) اے ایمان والو اگر کوئی گناہگار اور شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اُس خبر کی خوب چھان بین کرلیا کرو اور تحقیق کرلیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی لاعلمی اور نادانی سے کسی قوم کو ضرر پہونچادو پھر تم اپنے کئے پر پچھتاتے پھرو۔ اور پشیمان ہو (۶) اور یہ بات خوب جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

(باقی ضمیمہ میں)

پھر اگر اُن میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو جو گروہ اور جو جماعت زیادتی کرتی ہے تم اُس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے یعنی قتال ترک کر دے پھر اگر وہ زیادتی کرنے والا فریق رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے مابین انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کیا کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو خوش آتے ہیں انصاف والے (۹) سوائے اس کے نہیں کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جب حکم شرع کے تابع ہوں تو انصاف سے صلح کروا دو ایک کی طرف داری نہ کرو یہ حکم ہے خانہ جنگی کا جو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں اگر جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ آپس میں سمجھا بجھا کر مابہ النزاع امور کو ختم کرا کے اصلاح کر دیں اور دونوں پارٹیوں میں صلح کرا دیں اور اگر باوجود اصلاح کی اور صلح کی کوشش کے کسی جماعت کی زیادتی دیکھو یعنی وہ قتال کے ترک پر آمادہ نہ ہو اور زیادتی اور تعدی سے باز نہ آئے تو زیادتی کرنیوالی جماعت سے تم سب مل کر لڑو اور جنگ کرو یہاں تک کہ وہ تعدی اور زیادتی کرنیوالی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم اور اُس کے فیصلے کے آگے جھک جائے اور جنگ بند کر دے پھر جب وہ پارٹی جھک جائے اور جنگ سے رجوع کر لے تو حدود شرعیہ کے موافق اُن کی اصلاح کر دو۔ عدل کا مطلب ہے شرعی حدود کے موافق صلح کرا دو تاکہ صلح پائیدار اور دائمی ہو۔ صرف جنگ بند کرا دینے سے پھر اندیشہ رہے گا کہ کسی وقت پھر لڑائی ہو جائے اس لیے تمام معاملات کو انصاف کے ساتھ طے کرا دو اور انصاف کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے آگے پھر اسی مضمون کی تاکید ہے کہ

إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ

خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے پھر اگر وہ زیادتی کرنیوالا فریق رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے مابین انصاف کیساتھ صلح

أَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ

کرا دو اور انصاف کیا کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو پسند فرماتا ہے۔ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے

إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر

تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾ ع يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ

رحم کیا جائے۔ اے ایمان والو نہ تو مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کی کسی جماعت سے مذاق کرے

عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ

کیا عجب ہے کہ جو لوگ مذاق اڑا رہے ہیں اُنسے وہ لوگ بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے

أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا

یہ ممکن ہے کہ جو عورتیں ہنسی اڑانیوالی ہیں اُن سے وہ عورتیں بہتر ہوں جنکی ہنسی اڑائی جا رہی ہے اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ دیا کرو اور نہ

بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ

ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارا کرو ایمان لانے کے بعد فسق کا نام بہت بُرا ہے اور جو توبہ

يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا

نہ کریں گے تو وہی لوگ ظلم کرنیوالے ہوں گے۔ اے ایمان والو بہت گمان کرنے سے

كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا

احتراز کیا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے عیب کی ٹٹول

وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ

نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا کہا کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا

أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾

گوشت کھائے اسکو تم برا سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنیوالا بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

ع ۱۴ ۱۰

تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں تو کبھی بھائیوں میں لڑائی ہو جائے تو تم اپنے دونوں بھائیوں میں اصلاح کر دیا کرو کیونکہ بہرحال وہ دونوں پارٹیاں تمہارے بھائی ہیں اور صلح کراتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو یعنی جانب داری سے کام نہ لو اور کسی پارٹی کی طرف داری نہ کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ انصار کے بعض حضرات اور عبداللہ بن ابی کے بعض طرف داروں میں ایک جھگڑا ہو گیا جھگڑا معمولی سی بات پر تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار تھے سواری نے پیشاب کیا عبداللہ بن ابی نے پیشاب پر کچھ ناک بھوں چڑھائی عبداللہ بن رواحہ نے اس کی ناک بھوں چڑھانے پر کچھ ناراضگی کا اظہار کیا۔ اسی پر بات بڑھ گئی اور اسی پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اس آیت کے متعلق بہت سے مسائل ہیں کیونکہ یہ آیت ہر اُس جنگ کو شامل ہے جو مسلمان آپس میں لڑیں یا امام سے بغاوت کر کے مقابلے میں آئیں اور آپس میں لڑیں ان کا حکم فرمایا مرتدین کا نہیں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل اور جنگ صفین کے موقع پر فرمایا تھا اخوانُنا بغوا علینا۔ حضرت علیؓ نے بغاوت کرنیوالوں کو اپنا بھائی فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ایسی بغاوت یا باہمی جنگ سے مسلمان کا نام باقی رہتا ہے اور ایک مسلمان کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ اسی لیے اس قسم کے لڑنے والوں کے احکام بھی جدا ہیں مثلاً جو دو پارٹیاں باہم نبرد آزما ہیں وہ دونوں امام المسلمین کی ولایت کے تحت ہیں۔ یا دونوں امام المسلمین کی ولایت کے ماتحت نہیں ہیں۔ یا ایک امام کی ولایت کے تحت ہے۔ اور دوسری نہیں ہے۔ ان کے تمام احکام علیحدہ علیحدہ فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں جو ان کتابوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس مختصر تیسیر میں ان کی گنجائش نہیں یہاں صرف اتنی بات سمجھ لینی چاہیئے کہ مسلمانوں کو اخوۃ قائم رکھنے کی غرض سے ایک طریقہ صلح و آشتی اور باہم صفائی کا بتایا گیا ہے اور تیسری پارٹی جو اصلاحی ہو اُس کو عدل و انصاف کی تاکید کی گئی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اور آداب تعلیم فرمائے اور سماج کا اعلیٰ کردار سکھائے تاکہ اخلاق کی بلندی میسر ہو اور باہمی خانہ جنگی بند ہو (۱۰) اے ایمان والو! نہ تو مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کی کسی جماعت سے مذاق کرے کیا عجب ہے کہ جو لوگ مذاق اُڑا رہے ہیں اور تمسخر کر رہے ہیں اُن سے وہ لوگ بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور جن سے تمسخر کیا جا رہا ہے اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا اور ان سے مذاق کرنا چاہیئے یہ ممکن ہے کہ جو عورتیں ہنسی اُٹھانے والی ہیں اُن سے وہ عورتیں بہتر ہوں جن کی ہنسی اُڑائی جا رہی ہے اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارا کرو (باقی تتمہ میں)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ

لے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف شاخیں اور مختلف قبیلے

شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تو تم سب میں بڑا عزت والا وہ ہے جو تم سب میں بڑا پرہیزگار ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ

بیشک اللہ سب کو جانتا ہے اور سب کے حال سے باخبر ہے یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ ان سے کہدیجئے تم ایمان

تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ

تو نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم فرمانبردار ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل

فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ

نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی صحیح طور پر اطاعت کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے

مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا

اجر میں ذرا بھی کمی نہیں کریگا۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بڑی مہربانی کرنیوالا ہے۔ کامل

الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا

ایمان والے تو بس وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کبھی شک نہیں کیا

وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ

اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں مشقتیں برداشت کیں یہی

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَ

لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ آپ ان دیہاتیوں سے کہدیجئے کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو

اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

حالانکہ اللہ تو ان سب چیزوں سے آگاہ ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور خدا تعالیٰ تمام

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ

چیزوں کو جانتا ہے۔ اے نبی یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں آپ کہدیجئے

لے انسانو! اور لے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف شاخیں اور مختلف قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اور پہچان سکو ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو تم سب میں بڑا شریف اور عزت والا وہ ہے جو تم سب میں بڑا پرہیزگار اور زیادہ تقوے والا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے اور سب کے حال سے باخبر ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بڑائیاں ذات کی اور قوم کی بحث ہیں صفت نیک چاہئے نری ذات کس کام کی ؟ خلاصہ یہ کہ سب لوگ ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوا سے پیدا ہوئے ہیں۔ جس قدر اولاد بڑھتی گئی اُن کے شعب قبیلہ، عمارہ، بطن، فخذ اور فصیلہ بنتے گئے۔ اس سے باہمی تعارف اور پہچان میں آسانی ہوتی ہے کیوں کہ ایک ایک نام کے بہت سے آدمی ہوتے ہیں اس کے علاوہ بھی اور بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً قرب و بعد کی مناسبت سے اُن کے حقوق شرعیہ روکے جاتے ہیں حاجب اور محجوب کا پتہ چلتا ہے ایک خاندان کا آدمی دوسرے خاندان کے آدمی سے متمیز رہتا ہے۔ شعوب جمع ہے شعب کی۔ شعب جمع کرتا ہے قبائل کو اور قبیلہ جمع کرتا ہے عمائر کو اور عمارہ جمع کرتا ہے بطون کو۔ اور بطن جمع کرتا ہے افخاذ کو اور فخذ جمع کرتا ہے فصائل کو۔ یہ ہم نے عربی قبائل کی اصطلاح بیان کی۔ دوسری قوموں میں کوئی اور دستور ہوگا۔ بہرحال یہ اولاد آدم کی تقسیم ہوتی چلی گئی۔ مثلاً فرض کرو خزیمہ شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن۔ اور ہاشم فخذ۔ اور عباس فصیلہ۔ یہ تمام تقسیمیں باہمی شناخت کے لئے ہیں اور کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ شرافت اور بزرگی اور عزت اللہ تعالیٰ کی نظر میں اسی کی ہے جو متقی ہو۔ جو تقویٰ میں اونچا اور اعلیٰ اور اتقیٰ ہے وہی اللہ کے نزدیک بڑا شریف اور کرم ہے۔ اس اعلان نے بنی نوع انسان میں مساوات اور یگانگت پیدا کر دی اور زمانۂ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور بڑائی کو پارہ پارہ کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جو خطبہ فرمایا اس میں اس بات کا اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا آدمیوں کی دو ہی قسمیں ہیں مومن جو پرہیزگار ہو وہ اللہ کے نزدیک عزت دار اور کریم ہے۔ اور جو فاجر شقی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ذلیل و خوار ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر کوئی بزرگی ہے نہ سرخ رنگ والے کو سفید رنگ والے پر کوئی بزرگی ہے نہ سفید رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت اور بڑائی حاصل ہے مگر تقوے اور پرہیزگاری سے۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا یہ بنی نوع انسان پر کتنا بڑا احسان ہے کہ تمام دنیا کے انسانوں سے نسبی تفاخر کو مٹا کر سب کو بھائی بھائی بنا دیا اور صرف تقوے اور پرہیزگاری کو امتیاز کی وجہ قرار دیا یعنی جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے وہی بڑا ہے جس قدر تقوے میں بڑھا ہوا ہے اُسی قدر بزرگی میں بڑھا ہوا ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ جو عمل میں پیچھے رہا اُس کا نسب اسکو آگے نہ بڑھا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے یعنی ہر شخص کے نسب اور اُس کے نسبی تفاخر کو بھی جانتا ہے اور ہر شخص کے تقوے سے بھی باخبر ہے (۱۳) یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ اُن سے کہدیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم فرماں بردار ہو گئے یعنی ہم نے مخالفت ترک کر دی ہے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی صحیح اطاعت کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے اجر و ثواب میں ذرا بھی کمی نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربانی کرنے والا ہے۔ عرب کے اکثر دیہاتیوں نے صدق دل سے ایمان قبول کیا تھا لیکن یہ بنی اسد کے لوگ قحط کے زمانے میں غلہ وغیرہ حاصل کرنے مدینے میں آئے تو کہنے لگے ہم ایمان لے آئے اس پر تنبیہ کی کہ ایمان صرف زبان کے کہنے سے نہیں ہوتا بلکہ دل سے اس کی نیت ہو۔ یعنی جب تک تصدیق قلبی میسر نہ ہو صرف قول سے مومن نہیں ہوتا ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم صلح میں داخل ہو کر آپ کے مطیع ہو گئے ہیں اور ہم نے مخالفت ترک کر دی ہے اور ابھی ایمان تمہارے قلب میں داخل نہیں ہوا یعنی تصدیق قلبی حاصل نہیں ہوئی اور اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو جس میں تصدیق قلبی بھی آ گئی یعنی دل سے بھی ایمان لے آؤ اور زبان اور قلب میں مطابقت پیدا کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اُن اعمال کے اجر میں جو ایمان لانے کے بعد تم کرو گے اُس وقت کے کفر و شرک کی وجہ سے کچھ کمی نہیں کرے گا۔ یعنی ایمان لانے کے بعد جو عمل کرو گے اُس کا پورا پورا ثواب ملے گا۔

(باقی صفحہ میں)

یعنی اگر تمہارا یہ دعویٰ ایمان سچا بھی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ اس نے تم کو ہدایت ایمان کی توفیق دی اور تمہاری رہنمائی فرمائی تم الٹا اپنا احسان جتاتے ہو۔ اور یہاں تو بات ہی دوسری ہے کہ دعوئے اسلام میں ہی سچے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم تمہارے ایمان کے خلاف ہے یہ تمام آیتیں اعراب مذکورہ سے ہی تعلق رکھتی ہیں جیسا کہ صاحب مدارک کا خیال ہے۔ اسی لئے ہم نے سب آیتوں کا سلسلہ قالت الاعراب سے ہی رکھا ہے۔ اب خلاصہ یہ ہوا کہ یہ اعراب کذب خدع یعنی دھوکہ۔ اور تمنن یعنی احسان جتانا تینوں افعال قبیحہ کے مرتکب ہوئے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کئی مرتبہ کی گفتگو کا خلاصہ ہو جیسا بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ بنی اسد پہلے چلے گئے جب انھوں نے یہ آیتیں سنیں تو پھر آئے اور قسمیں کھا کر یقین دلانے لگے۔ اس پر آگے کی آیتیں نازل ہوئیں۔ ایمان اور اسلام امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت کی بنا پر دونوں چیزیں ایک ہی ہیں۔ یہاں ایمان اور اسلام کی جو بحث ہے وہ لغوی ہے شرعی نہیں (۱۷) بلاشبہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی تمام مخفی اور پوشیدہ باتیں جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سب کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے ؛ صاحب مدارک نے فرمایا یہ ان اعراب کے غیر صادق ہونے کا بیان ہے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ چیز کو آسمان و زمین کی جانتا ہے اور تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے اور دیکھنے والا ہے تو اس سے وہ بات کیوں کر پوشیدہ ہو سکتی ہے جو تمہارے دلوں میں ہے (۱۸) تم تفسیر سورۃ الحجرات

سورۃ قٓ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے یہ پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں :-

لَا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ

کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے ایمان کی جانب

هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ

تمہاری رہنمائی فرمائی ہے بشرطیکہ تم ایمان کے دعوے میں سچے ہو۔ یقین جانو اللہ تعالیٰ آسمان

غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

و زمین کی تمام مخفی باتیں جانتا ہے اور جو تم کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

سُوْرَةُ قٓ مَكِّیَّةٌ وَّ هِیَ خَمْسٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰیَةً وَّ ثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ قٓ مکی ہے اور یہ پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قٓ ۫ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ﴿۱﴾ۚ بَلْ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ

قٓ تف قسم ہے اس قرآن شریف کی۔ (کہ آپ ہمارے رسول ہیں مگر یہ کافر یقین نہیں کرتے) بلکہ انکو اس بات پر تعجب ہوا کہ

مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۲﴾ۚ ءَاِذَا مِتْنَا

پاس انہی میں سے ایک ڈرانیوالا آیا اس پر کافر کہنے لگے یہ ایک عجیب سی بات ہے۔ کیا جب ہم مر گئے اور مر کر

وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ

خاک ہو گئے تو کیا پھر لوٹ کر زندہ ہوں گے یہ دوبارہ پھر زندہ ہونا بہت ہی بعید از عقل ہے۔ بیشک ہم انکے ان اجزا کو

الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ﴿۴﴾ بَلْ كَذَّبُوْا

جانتے ہیں جنکو زمین ان میں سے کم کرتی ہے اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جب سچی بات

بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِیْۤ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ﴿۵﴾ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا

انکو پہونچی تو وہ اس کی تکذیب کرنے لگے غرضیکہ لوگ تردد و اضطراب کی حالت میں مبتلا ہیں۔ کیا ان لوگوں نے آسمان کیجانب

اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ

جو ان کے اوپر ہے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس آسمان کو کیسا بنایا اور کس طرح اسکو آراستہ کیا اور اس میں کہیں کوئی

ع ۸ ۱۴

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قٓ تف۔ قسم ہے قرآن مجید بڑے شان والے کی ؛ قٓ تو حروف مقطعات میں سے ہے اور قارئین کو معلوم ہے کہ ہم حروف مقطعات کے کوئی معنی نہیں کرتے اس لئے کہ ان حروف کا حقیقی علم اور اس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ اگرچہ اکثر مفسرین نے معنی بیان کئے ہیں لیکن ہم نے احتیاطاً کسی جگہ اس کے معنی تیسیر میں نہیں کئے۔ مجید کے معنی شرف اور بزرگی کے ہیں اس لئے ہم نے ترجمے اور تیسیر میں دونوں معنی کی رعایت رکھی ہے قرآن کا مجد اور شرف ظاہر ہے دوسری کتب سماویہ پر قرآن کو ایک خاص شرف اور بزرگی حاصل ہے۔ یہ سب کا ناسخ ہے۔ اس میں تحریف نہیں جس طرح نازل ہوا اسی طرح امت کے سینوں میں محفوظ ہے اس قسم کا جواب محذوف ہے۔ بعض نے کہا بے شک ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ بعض نے کہا کفار مکہ ایمان نہیں لاتے محمد پر بعض نے کہا ہم نے آپ کو قیامت سے ڈرانیوالا بھیجا ہے ہم نے ترجمے میں جواب قسم یہ لکھا ہے کہ آپ ہمارے رسول ہیں مگر یہ کافر یقین نہیں کرتے بہرحال المحذوف کالملفوظ کی بنا پر ہم نے جواب قسم لکھ دیا ہے ورنہ قرآن میں مذکور نہیں بعض حضرات نے قد علمنا ما تنقص الارض کو اور بعض حضرات نے ما یلفظ من قول کو جواب قسم کہا ہے (۱) کافروں نے نہیں مانا بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ اُن کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانیوالا آیا سو دین حق کے منکروں نے کہا یہ ایک عجیب سی بات ہے (۲) کیا جب ہم مر گئے اور مر کر مٹی اور خاک ہو گئے تو کیا پھر لوٹ کر زندہ ہوں گے یہ دوبارہ پھر زندہ ہو کر لوٹنا بہت ہی بعید از عقل بات ہے ؛ یعنی اول تو اس پر تعجب کہ ہماری ہی جنس سے یعنی بشر ہم کو ڈرانے کے لئے آیا پھر اس پر تعجب یہ کہتا ہے کہ مرجانے اور مٹی ہو جانے کے بعد پھر تم کو دوبارہ زندہ ہونا اور زندہ ہو کر لوٹنا ہے۔ تو یہ رجعت اور بارہ لوٹنا تو عقل و فہم سے بہت دور ہے اور یہ بات تو بالکل ہو جانے کے بعد پھر ہمارا انسان بن جانا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سورۂ مومنون میں گزر چکا ہے هیهات هیهات لما توعدون اگرچہ یہ قول نوح علیہ السلام کی قوم کا ہے لیکن دین حق کے سب منکروں میں ایک ہی قسم کی ذہنیت کارفرما ہے جو بات ہزارہا برس پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی وہی ہزارہا برس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم یعنی کفار عرب نے کہا ذلك رجع بعيد یعنی بعید از امکان ہے (۳) یقیناً ہم ان کے ان اجزا کو جانتے ہیں کہ جنکو زمین ان میں سے کم کرتی اور گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے اور جو حفاظت کرنے والی ہے ؛ یہ اُس بعید از امکان کا جواب ہے۔ کہ آخر یہ غیر ممکن کیوں ہے یا تو یوں کہو کہ محل میں حیٰوۃ کی قابلیت نہیں۔ اور یہ بداہتہً غلط ہے کیونکہ محل تو بالفعل حیات سے متصف ہے۔ یا یوں کہو کہ فاعل اور زندہ کرنیوالے کو اتنا علم کہاں کہ وہ ہمارے اجزائے منتشر

(باقی صفحہ ۸۲۷ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۲۶) کو جمع کرکے اُس کو فرمایا کہ زمین جس قدر حصے کو کم کرتی ہے فاعل کو اُس کا سب علم ہے اور یہ علم آج سے نہیں بلکہ تمہارے پیدا کرنے سے پہلے بھی جانتا تھا کہ تم مر کر کہاں جاؤ گے اور تمہارا ہڈی چمڑا کہاں کہاں منتشر ہوگا اور کس قدر ذرے کہاں ہوں گے تو جس فاعل اور زندہ کرنے والے کا علم اتنا وسیع ہو اُس کے لئے نہ بعید از عقل ہے نہ بعید از امکان ہے۔ اسی کو فرمایا وعندنا کتاب حفیظ۔ کہ ہمارے پاس لوح محفوظ ہے جس میں تمہارا بلکہ تمام عالم کا احوال درج اور ضبط ہے۔ پھر تمہارا زندہ کرلینا اور تمہارا لوٹنا فاعل اور زندہ کرنیوالے کو کیا مشکل ہے۔ حفیظ کا ترجمہ اگر محفوظ کریں تو مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے تغیر سے، شیاطین کے تصرف سے اور پرانا ہونے سے وہ محفوظ ہے اور اگر حافظ سے ترجمہ کریں جیسا کہ ہم نے دونوں کو ظاہر کردیا ہے تو مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں جو لکھا ہے وہ کتاب خود اس کی حفاظت کرنے والی اور نگہبان ہے بہرحال حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ یعنی سارے مٹی نہیں ہو جاتے جان سلامت رہتی ہے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو معلوم ہے کہ کون مرتا ہے اور کس کو زمین کم کرتی ہے اور کیا چیز زندہ رہتی ہے۔ آگے منکروں کی عام تکذیب کا ذکر فرماتے ہیں کہ بعث کے انکار پر کیا منحصر ہے یہ تو ہر امر حق کی تکذیب کرتے ہیں (۴) یہی نہیں بلکہ جب سچی بات اور امر حق ان کو پہنچا اور ان کے پاس آیا تو وہ اس کی تکذیب کرنے لگے غرض یہ لوگ تردد و اضطراب کی حالت میں مبتلا ہیں اور الجھی بات میں پڑے ہیں ؎ مطلب یہ ہے کہ ایک بعث بعد الموت کے کیا منکر ہیں امر حق اور دین حق کی تکذیب کرتے ہیں۔ جس میں نبوت اور قرآن بھی داخل ہے یہ تو سب کی ہی تکذیب کرتے ہیں۔ نبوت کو جھٹلاتے ہیں قرآن کی تکذیب کرتے ہیں۔ بعث کی تکذیب کرتے ہیں۔ غرض عقائد حقہ کے مکذب ہیں اور ان کو قرار نہیں یہ ایک حالت پر نہیں رہتے۔ مریج۔ مرج الخاتم فی اصبعہ کے محاورے سے ہے یعنی انگلی میں انگوٹھی ڈھیلی ہو تو وہ ایک حالت پر نہیں رہتی بلکہ ہر تی پھرتی اور آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے۔ یہی ان کی حالت ہے کہ کسی بات پر قائم نہیں بلکہ ڈانواں ڈول ہیں، آگے حضرت حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرماتے ہیں (۵) کیا ان لوگوں نے آسمان کی جانب جو اُن کے اوپر ہے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور کس طرح اس کو آراستہ کیا اور اسکو زینت دی اور اس میں کہیں کوئی شگاف اور دراڑ نہیں ؎ یعنی آسمان جو اُن کے اوپر ہے اور نہایت آسانی سے جب نگاہ اُٹھائیں دیکھ سکتے ہیں کبھی نظر نہیں ڈالی کہ ہم نے اُس کو کیسا اونچا بنایا اور اس کو تاروں سے کیسی زینت بخشی اور پھر مرورِ زمان کے باوجود اُس میں نہ کوئی بال پڑا۔ نہ شگاف نہ دراڑ نہ اس میں کوئی سوراخ ہوا، جیسا کہ عام تعمیرات میں ہوا کرتا ہے۔ (۶) تفسیر صفحہ ہذا:۔ اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں ہم نے بھاری بھاری پہاڑ ڈالے اور پہاڑوں کو جما دیا اور ہم نے اس زمین میں سے ہر قسم کی پُر رونق چیزیں اُگائیں ؎ یعنی قسم قسم کی نباتات (۷) تاکہ ہر اس بندے کیلئے یہ چیزیں موجب اور ذریعہ ہوں ہدایت اور نصیحت کا جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونیوالا ہے ؎ ہم نے مفعول لہٗ کی تقدیر پر تبصرۃ کا ترجمہ کیا ہے یعنی فعلنا ذلک تبصیرا منا۔ دوسرے بھی احتمال ہیں مثلاً خلقنا السماء تبصرۃ اور خلقنا الارض ذکری اور بھی اس کے علاوہ احتمالات ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر عبد منیب کے لئے یہ چیزیں بینائی اور دانائی کا سبب اور موجب ہیں۔ ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی راہ بھی ملتی ہے اور نصیحت بھی بشرطیکہ کوئی بندہ حضرت حق تعالیٰ کی جناب میں رجوع ہونے کے لئے آمادہ اور تیار ہو۔ آگے اور دلائل توحید مذکور ہیں (۸) اور ہم نے آسمان سے بابرکت اور برکت والا پانی اتارا پھر اس پانی سے بہت سے باغ پیدا کئے اور وہ اناج پیدا کئے جن کا کھیت کاٹا جاتا ہے ؎ یعنی دانے اور غلے والی کھیتی۔ جیسے جو۔ چنا۔ گیہوں جوار وغیرہ جس کا کھیت عام طور سے کاٹا جاتا ہے حَبَّ الحصید کی ترکیب ایسی ہے جیسے مسجد الجامع۔ یعنی صفت کی اضافت موصوف کی طرف (۹) اور کھجوروں کے اونچے اونچے درخت اُگائے کہ ان درختوں کا گابھا اوپر تلے خوب گتھا ہوا اور تہ برتہ ہوتا ہے ؎ یعنی ان کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں (۱۰) یہ سب کچھ بندوں کے رزق دینے کیلئے اُگایا اور اسی پانی کے ذریعے ہم نے مری ہوئی زمین کو زندہ کیا۔ اور اسی طرح قبروں سے مُردوں کا نکلنا ہوگا ؎ بارش کے پانی کو برکت والا فرمایا کیونکہ مخلوق کیلئے اس میں خیر کثیر اور منافع کثیرہ ہیں۔ (باقی ضمیمہ میں)

فُرُوجٍ ﴿٦﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَ

شگاف نہیں۔ اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں ہم نے بھاری بھاری پہاڑ جما دئے اور

أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿٧﴾ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ

ہم نے اس میں سے ہر قسم کی پُر رونق چیزیں اگائیں۔ تاکہ ہر اس بندے کیلئے یہ چیزیں موجب ہدایت

لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ﴿٨﴾ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا

و نصیحت ہوں جو خدا کی طرف رجوع ہونیوالا ہے۔ اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا پھر

فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ﴿٩﴾ وَالنَّخْلَ

ہم نے اُس پانی سے بہت سے باغ پیدا کئے اور وہ اناج پیدا کئے جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے۔ اور کھجوروں کے اونچے

بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ ﴿١٠﴾ رِزْقًا لِلْعِبَادِ ۖ وَأَحْيَيْنَا

اونچے درخت اُگائے کہ ان درختوں کا گابھا اوپر تلے خوب گتھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ بندوں کو رزق دینے کیلئے اُگایا اور اسی

بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ﴿١١﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

پانی کے ذریعہ ہم نے مری ہوئی زمین کو زندہ کیا اسی طرح قبروں سے نکلنا ہوگا۔ ان کفار قریش سے پہلے نوح

قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ﴿١٢﴾ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ

کی قوم اور کنوئیں والے اور ثمود اور عاد اور فرعون

وَإِخْوَانُ لُوطٍ ﴿١٣﴾ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ

اور لوط کی قوم اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم تکذیب کرچکے ہیں

كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ﴿١٤﴾ أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ

ان سب ہی نے رسولوں کو جھٹلایا پھر میرے عذاب کا وعدہ ان پر ثابت ہو کر رہا۔ کیا اب ہم پہلی بار پیدا کرکے

الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ

تھک گئے ہیں نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے ایک شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً

خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ

انسان کو ہم نے بنایا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات آتے ہیں ان کو ہم جانتے ہیں

ع ١ — ١٥ — ١٥

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾ اِذْ يَتَلَقَّى

اور ہم انسان کے قریب تر ہیں اُس کی شہ رگ سے۔ جب داہیں

الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾

اور بائیں جانب بیٹھے دو لینے والے فرشتے لیتے رہتے ہیں۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾

کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالنے پاتا مگر یہ کہ اس کے پاس ہی ایک انتظار کرنیوالا تیار ہوتا ہے۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ

اور واقعی موت کی سختی آ پہونچی یہی تو وہ چیز ہے جس سے تو بچتا

مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَ

پھرتا تھا۔ اور صور پھونکا جائے گا یہی دن ہوگا عذاب کے وعدے کا۔ اور

جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ

ہر شخص اس طرح آ موجود ہوگا کہ ایک اُس کے ساتھ اُس کو میدانِ حشر میں لانیوالا اور ایک اسکے ساتھ گواہ ہوگا۔

كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ

کہا جائے گا تو اس دن سے بے خبر تھا اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے

فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا

سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔ اور اُس کا وہ ساتھی جو گراہ تھا کہے گا اس کے اعمال کا وہ دفتر

لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾

جو میرے پاس تھا یہ حاضر ہے۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تم دونو! ہر ایسے شخص کو جہنم میں ڈالدو جو ناسپاس اور سرکش ہو۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿٢٥﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ

اور نیکی سے روکنے والا حد سے تجاوز کرنے اور دین میں شبہ پیدا کرنے والا ہو۔ جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ

اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾

کوئی دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو سخت عذاب میں ڈال دو۔

اور ہم انسان سے اُس کی شہ رگ سے اور اُس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں ۞ ورید اگرچہ وہ رگ ہے جس کے قطع ہوجانے سے انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے علم کے احاطہ سے ہر انسان کی روح اور اُس کے نفس سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ فقہ میں جن عروق کا ذکر آتا ہے اور ذبح کی شرط کہا جاتا ہے وہ حلقوم۔ مری۔ اور ودجان ہیں۔ ان عروق کی اکثریت کا کٹ جانا ذبیحہ کو حلال کر دیتا ہے۔ لیکن یہاں رگِ جان سے شریان سمجھنا چاہیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں گردن کی رگ مراد ہے جس میں جان پھرتی ہے دل سے دماغ تک اس کے کٹنے سے موت ہے اللہ اُس سے نزدیک ہے اور رگِ آخر باہر ہے جان سے ۱۲ اُس کے علمی قرب کا کیا ٹھکانا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ جان نہاں در جسم تو در جان نہاں ۞ اے نہاں اندر نہاں اے جانِ جاں ۞ صاحب مفردات نے ورید کے معنی میں کہا ہے وہ ایک رگ ہے جو جگر اور قلب سے متصل ہے وفیہ مجاری الدم۔ بہرحال حضرت حق نے اس اتصالِ علمی کو اقرب من حبل الورید سے تعبیر فرمایا ہے (۱۶) جب دو لینے والے فرشتے لیتے رہتے ہیں جو کہ دائیں اور بائیں جانب بیٹھے رہتے ہیں ۞

اپنے قرب کے بعد اور اتصالِ علمی کے بعد دو فرشتے جن کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے اور جو بندے کے اعمال پر نگراں ہیں اور ہر عمل لکھتے رہتے ہیں اُنکا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سورۂ جاثیہ میں گزر چکا ہے انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون (۱۷) وہ کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالنے پاتا مگر یہ کہ اُس کے پاس ہی ایک انتظار کرنیوالا تیار رہتا ہے ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو اُس کے مُنہ سے نکلا وہ لکھ لیتے ہیں نیکی داہنی والا اور بدی بائیں والا ۱۲ پھر شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی لکھنے کو تیار ہے ۱۲ خلاصہ دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ ہر انسان کے اعمال کی نگرانی دو فرشتے کرتے رہتے ہیں ایک داہنی جانب ایک بائیں جانب جہاں کوئی بات مُنہ سے نکالی اور اُس کے لینے اور لکھنے کو ایک منتظر فرشتہ تیار بیٹھا ہے اور اس تاک میں لگا ہوا ہے کہ یہ مُنہ سے کہے اور میں لکھوں۔ پہلی آیت میں صرف لینے اور اخذ کرنے کا ذکر تھا اور دوسری آیت میں انکی تیاری اور انتظار ہے مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے اپنے کام سے غافل نہیں ہیں بلکہ ہر وقت ہوشیار اور چوکنے ہیں تاکہ کوئی لفظ رہ نہ جائے آگے قیامت اور دوبارہ زندہ ہونے کا پھر ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ (۱۸) اور موت کی سختی اور بے ہوشی حقیقۃً قریب آ پہونچی یہی تو وہ چیز ہے جس سے تو بچتا اور بدکتا پھرتا تھا ۞ یعنی یہ لوگ تو دوبارہ زندہ ہونے کو بہت بعید کہتے ہیں حالانکہ اُس کے آثار اور اُس کی ابتدا تو موت سے ہی شروع ہوجاتی ہے اور وہ حقیقۃً قریب ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ موت کی بے ہوشی بہت سے حقائق اور امورِ واقعیہ کو اپنے ساتھ لے آئی اور جو چیزیں موت کے بعد آنے والی ہیں اور آخرت میں جو احوال اور جو اہوال پیش آنے والے ہیں وہ ظاہر ہونے شروع ہوجائیں گے۔ اور یہ جو فرمایا ذلک ماکنت منہ تحید۔ اگر یہ صرف منکر قیامت کو کہا جائے تب تو ظاہر ہے کہ کافر موت سے بہت گھبراتا ہے اور اگر عام لیا جائے۔ تو یہ اس لئے کہ فاسق فاجر اپنے گناہوں کی وجہ سے بچتا ہے اور موت سے ٹلنا چاہتا ہے اور نیک بندے طبعاً موت نہیں چاہتے طبیعتِ انسانی کا مقتضا ہے کہ انسان مرنے کو پسند نہیں کرتا اور شاید فرشتے مرتے وقت مرنے والے کو خطاب کرکے یہ کہتے ہوں کہ ذلک ماکنت منہ تحید۔ جیسا کہ بعض نے کہا ہے اب آگے وقوعِ قیامت کا ذکر ہے (۱۹) اور صور میں پھونکا جائیگا یہی دن ہوگا عذاب کے وعدے کا ۞ یہ دوسرا نفخۂ صور ہوگا۔ جس سے تمام لوگ اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں جمع ہوں گے۔ ترجمہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ صور میں پھونکا جائے گا اور فرشتے کہیں گے یہی تو وہ وعدۂ عذاب کا دن ہے۔ وعدہ اور وعید کا فرق ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ وعید اُس وعدے کو کہتے ہیں جس میں دھمکی اور تخویف ہو۔ وعدہ وہ وعدہ ہے جس میں عام طور سے بھلائی اور منافع کا وعدہ ہو (۲۰) اور ہر شخص اس طرح آئیگا کہ دو فرشتے اُس کے ساتھ ہوں گے ایک ہانکنے والا اور ہمراہ لانے والا اور ایک گواہی دینے والا اور احوال بتلانے والا ۞ یہ دونوں فرشتے یا تو وہی کراماً کاتبین ہیں یا دوسرے دو فرشتے ہوں گے۔ ایک نیکی کا فرشتہ جس کو شہید فرمایا اور ایک بدی لکھنے والا جس کو سائق کہا گیا ہے۔ بہرحال مفسرین کے کئی قول ہیں۔ اسی طرح کل نفس میں بھی علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ آیت عام ہے ہر مسلمان اور کافر اسی طرح آئیگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کل نفس سے مراد صرف منکر اور کافر ہیں بہرحال آگے کی آیت کا تعلق صرف منکروں کے ساتھ ہے کہ میدانِ حشر میں (باقی نیمہ میں)

اس کافر کا وہ ساتھی جو اس پر متعین تھا وہ کہے گا اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو زبردستی اور جبراً گمراہ نہیں کیا تھا لیکن یہ خود ہی پرلے درجہ کی گمراہی میں مبتلا تھا: یہ وہی قرین یعنی شیطان ہے جو بدکرداری کی وجہ سے انسان پر مسلط کردیا جاتا ہے جس کا ذکر سورۂ زخرف میں گزرچکا ہے وہ اپنی صفائی میں یہ کہے گا کہ جناب میں نے اس کو زبردستی گمراہ نہیں کیا میں اس پر مسلط ضرور تھا اور اس کو بُرے کاموں پر بھی اُبھارتا تھا لیکن میں نے اس پر کوئی زیادتی اور جبر نہیں کیا۔ بلکہ یہ خود ہی بہت دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا یعنی ایسی گمراہی جو راہ حق سے بہت دور تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ ساتھی شیطان ہے آپ کو بے گناہ کیا چاہتا ہے ۱۲ مجاہد کا قول یہی ہے البتہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں یہ قرین وہی کاتب اعمال فرشتہ ہے یہ کافر اپنے نامۂ اعمال کو دیکھ کر کہے گا اس فرشتے نے مجھ پر بڑی زیادتی کی کیونکہ میرے نامۂ اعمال میں ایسی باتیں درج کردیں جن کا ارتکاب میں نے نہیں کیا۔ وہ فرشتہ اپنی صفائی میں کہے گا اے ہمارے پروردگار میں نے تو کوئی زیادتی نہیں کی یہ ہی راہ حق سے بہت دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا یہ جو کچھ کرتا تھا میں تو وہی لکھا کرتا تھا یہ قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے بہرحال یہ کہنے والا کاتب اعمال فرشتہ ہو یا وہ شیطان مسلط اور متعین ہو جس کو ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا میں فرمایا ہے آگے حضرت حق تعالیٰ کا جواب ہے (۲۷) ارشاد ہوگا میرے سامنے جھگڑے کی باتیں نہ کرو اور میرے روبرو جھگڑا نہ کرو اور میں تمہاری طرف پہلے ہی عذاب کا وعدہ بھیج چکا تھا (۲۸) میرے ہاں مقررہ بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ بدلتی نہیں بات اور کافر بخشا نہیں جاتا ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت جھگڑا نہ کرو جھگڑا کرنا اور عذر کرنا بیکار ہے میں تو تم کو پہلے ہی اپنے پیغمبروں کی معرفت تمام باتیں بتاچکا ہوں۔ اور تم کو عذاب کا وعید دے چکا تھا کہ اگر کافرانہ روش سے باز نہ آؤگے تو تم کو جہنم میں ڈال دوں گا۔ تو میری جناب میں وہ وعید جو دی جاچکی ہے بدلی نہیں جائے گی۔ اور تم سب دین حق کے منکروں کو جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اور میں اس عذاب کو تجویز کرنے میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں بلکہ بندے خود ہی اپنی جان پر ظلم کرنے والے تھے کہ وہ افعال ناشائستہ کی وجہ سے اپنی جان پر ظلم کیا کرتے تھے۔ اور کفر و شرک سے اور رسولوں کی تکذیب سے باز نہ آتے تھے (۲۹) وہ دن قابل ذکر ہے جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کہ تو پُر ہوگئی اور بھر بھی گئی اور وہ جواب دے گی کیا کچھ اور بھی ہے: یعنی کچھ اور زیادہ اس سے ہے بعض حضرات نے پہلے ہل کے معنی قد کے کئے ہیں اور دوسرے ہل کے بمعنی لا کے لیا ہے اس تقدیر پر ترجمہ اس طرح ہوگا۔ تحقیق بھر گئی تو وہ جواب میں کہے گی اور زیادہ نہیں چاہتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ دوزخ کا پھیلاؤ اس قدر لوگوں سے نہ بھرے گا ۱۲ خلاصہ یہ کہ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اس سے سوال کیا جائے گا اور وہ زیادہ طلب کرے گی۔ بعض روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وتقول ھل من مزید کے جواب میں اپنا قدم جہنم میں رکھدے گا جس پر وہ کہیگی بس بس۔ بہرحال یہ پاؤں رکھنا کنایہ ہے کہ اس کو دبادیا جائیگا۔ اور پھیلی ہوئی چیز کو سمیٹ دیا جائے گا جس سے وہ بھر جائے گی حضرت حق تعالیٰ نے لاملئن جھنم فرمایا تھا اور وہ بات پوری ہوگئی۔ اگر کسی مکان میں یا دالان میں دس پانچ آدمیوں کی دباکر اور گنجائش نکالی جائے تو اس کو بھرا ہوا ہی کہتے ہیں وتقول ھل من مزید کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ بھر تو چکی ہوں اگر اور حکم ہو تو دب دباکر اور جگہ بھی نکالی جاسکتی ہے اور زیادہ بھیجدیجئے دوزخ کو بھرنے کے لئے کوئی اور مخلوق پیدا نہیں کی جائے گی جیسے جنت کو پُر کرنے کے لئے اور نئی مخلوق پیدا کی جائے گی جب دوزخ پُر ہوجائے گی تو اس کو بند کردیا جائیگا اور ڈھانک دیا جائیگا آگے جنت کا ذکر فرماتے ہیں (۳۰) اور جنت پرہیزگاروں کے نزدیک کردی جائیگی جو دور نہ ہوگی: یعنی اہل تقویٰ سے بہشت قریب کردی جائیگی غیر بعید تاکید کے طور پر فرمایا جیسے کہا کرتے ہیں عزیز غیر ذلیل۔ یعنی جنت میں جانے سے پہلے اسکو دیکھ لیں جنت اتنی قریب لے آئی جائے گی (۳۱) کہا جائے گا یہ وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ یہ ہر اُس شخص کے لئے ہوگی اور ہر اُس شخص کو ملے گی جو رجوع ہونے والا اور حقوق الٰہی کی حفاظت کرنے والا ہو: یعنی یہ بہشت جو قریب کردی گئی ہے یہ وہی بہشت ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا کہ یہ جنت اس شخص کے لئے ہوگی جو دل سے رجوع ہوکر نیک اعمال کا پابند ہوا اور احکام الٰہی کی (باقی ضمیمہ میں)

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾

اس کافر کا ساتھی وہ شیطان جو اس پر متعین تھا کہے گا اے ہمارے پروردگار میں نے تو اسکو گمراہ نہیں کیا تھا لیکن یہ خود ہی پرلے درجہ کی گمراہی میں مبتلا تھا۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾

ارشاد ہوگا میرے روبرو جھگڑا نہ کرو اور میں تمہارے پاس پہلے ہی عذاب کا وعدہ بھیج چکا تھا۔

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾

میرے ہاں مقررہ بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾

اے پیغمبر ان کو وہ دن یاد دلائیے جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی چکی اور وہ جواب دیگی کیا کچھ اور بھی ہے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾

اور جنت پرہیزگاروں کے اتنی قریب کردیجائے گی کہ کچھ دور نہ رہیگی۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾

کہا جائیگا یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ یہ ہر شخص کیلئے ہوگی جو رجوع ہونیوالا اور حقوق الٰہی کی حفاظت کرنیوالا ہو

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾

جو شخص بن دیکھے خدائے رحمان سے ڈرا اور رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوا۔

ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾

ان سے ارشاد ہوگا تم اس بہشت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ یہ ہمیشہ کے فیصلے کا دن ہے۔ انکو اس بہشت میں جو وہ چاہیں گے میسر ہوگا اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾

اور ہم بہت سی قوموں کو ان کفار مکہ سے پہلے تباہ و برباد کرچکے ہیں جو قوت و دلیری میں ان سے بہت زیادہ تھیں پھر وہ اپنی بستیوں میں تلاش کرتے پھرے کہ کہیں کوئی پناہ کی جگہ ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى

بیشک اس واقعہ مذکور میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے کہ جس کے پہلو میں دل ہو یا وہ متوجہ

ع ۱۴ ۱۶

بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس سب کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ہم کو تکان اور ماندگی نے چھو آنک بھی نہیں ؛ مطلب یہ ہے کہ مجازاۃ یعنی قیامت کے دن ہر شخص کو عمل کا بدلا ملنا ضروری ہے اس پر شبہ نہ کرنا چاہئے - اسی سلسلے میں قدرت اور توانائی کا اظہار فرمایا جیسا کہ سورۂ احقاف کے آخر میں فرمایا تھا ولم یعی بخلقھن - اسی طرح یہاں فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین اور اُس کی درمیانی چیزوں کو صرف چھ دن کی مقدار میں بنایا اور اس تعمیر سے ہم میں کوئی تھکاوٹ اور ماندگی نہیں آئی - کہتے ہیں بعض یہود نے مذاق کے طور پر کہا تھا کہ اللہ نے ساتویں دن کیا کیا کسی نے جواب دیا اُس دن آرام کیا اور سو گیا اس پر فرمایا وما مسنا من لغوب - غرض پھر آخر میں بعث بعد الموت پر اپنی قدرت کا اظہار فرمایا اب ان تصریحات کے باوجود بھی اگر یہ لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر اور سہار کی ہدایت فرماتے ہیں (۳۸) سو اے پیغمبر آپ ان کفار کی باتوں پر اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور ان باتوں کی سہار کیجئے - اور طلوع آفتاب سے قبل اور غروب آفتاب سے قبل اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کیساتھ پاکی بیان کیا کیجئے (۳۹) اور کچھ رات کے اوقات میں بھی اس کی تسبیح و تقدیس کیا کیجئے - اور نمازوں کے بعد بھی یعنی اس کی تسبیح و تقدیس کیا کیجئے ؛ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور اُس کی تحمید علاج ہے دل کے مضبوط اور قلب کے مطمئن ہونے کا - اہل علم نے فرمایا اس میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے اور نماز کے بعد سنن و نوافل کی طرف اشارہ ہے مثلاً سورج کے طلوع سے پہلے صبح کی نماز اور غروب سے قبل ظہر اور عصر کی نماز رات میں مغرب اور عشاء کی نماز ادبار [illegible] یعنی نماز کے بعد نوافل وغیرہ یہ بھی ہو سکتا ہے ومن الیل میں تہجد بھی داخل ہو، بہر حال جب یہ لوگ اتنے دلائل واضحہ کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کو دوبارا پیدا کرنے سے عاجز کہتے ہیں تو آپ صبر سے کام لیجئے - اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح - تقدیس - اور تحمید میں مشغول رہئے - اس میں نماز بھی آگئی - سبحان اللہ الحمد للہ لا الٰہ الا اللہ - اللہ اکبر - ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھے یہ ننانوے کلمے ہوئے - آخر میں ایک مرتبہ کہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر ؛ اس کلمے پر سو کی تعداد پوری کردے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے تمام گناہ بخش دیتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ دو وقت یاد کے ہیں اس وقت دعا اور عبادت بہت قبول ہوتی ہے ۱۲ اور فرماتے ہیں یعنی نماز کے ۱۲ خلاصہ یہ کہ طلوع و غروب سے قبل کا وقت قبولیت کا ہے اور ہر نماز کے بعد پاکی بیان کیا کرو (۴۰) اور اے مخاطب اس دن کی بات پوری توجہ کیساتھ سن جس دن ایک پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا (۴۱) اس دن سب لوگ یقینی طور پر اس چیخ کو سُن لیں گے - یہ دن قبروں سے نکلنے کا ہوگا ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہتے ہیں صور پھونکا جاوے گا بیت المقدس کے پتھر پر یا اُس کی آواز ہر جگہ نزدیک لگے گی ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ اس دن کی بات توجہ سے سنو - جس دن ایک پکارنے والا صور میں پکارے گا یہ آواز ہر شخص کو قریب کی آواز معلوم ہوگی - اس دن یقینی طور پر اُس کی آواز کو سب سن لیں گے - یہی دن نکلنے کا ہوگا - یعنی اس صور کے بعد سب لوگ زندہ ہو جائیں گے اور حساب و کتاب کے لئے دوڑتے پھریں گے کہتے ہیں اس صور میں یہ آواز ہوگی ایتھا العظام البالیۃ والاوصال المتقطعۃ واللحوم الممزقۃ والشعور المتفرقۃ ان اللہ یامرکن ان تجتمعن لفصل القضاء - اے پرانی ہڈیو اے ٹوٹے ہوئے جوڑوں اور پھٹے ہوئے اور پارہ پارہ گوشت کے ٹکڑوں اور پراگندہ بالوں اللہ تعالیٰ تم کو حکم کرتا ہے کہ فیصلوں کے لئے جمع ہو جاؤ چنانچہ اس کے بعد لوگ جمع ہونے شروع ہو جائیں گے (۴۲) بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور زندگی عطا کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور سب کی بازگشت اور سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے (۴۳) اُس دن زمین مُردوں پر سے کھل جائے گی اور وہ اس سے نکل کر دوڑتے ہوں گے زندہ کرکے جمع کرلینا ہم پر بہت آسان ہے ؛ یعنی دنیا میں بھی ہم ہی زندگی دینے والے ہیں اور ہم ہی موت دینے والے ہیں اور سب کی بازگشت بھی ہماری ہی طرف ہے ۱۲ دن ایسا ہوگا کہ اس دن زمین پھٹ جائے گی اور کھل جائے گی اور زمین سے مردے نکل کر دوڑنے لگیں گے - یہی حشر ہے جو ہم پر بہت آسان ہے یعنی یہ سب کو زمین سے نکال کر جمع کرلینا ہم پر (باقی ص ۸۳۱ پر)

السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ

ہو کر کان لگا دیتا ہو - اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ

الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا مِنْ

اُن دونوں کے مابین ہے اُس سب کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ہم کو تکان نے

لُغُوبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

چھو تک بھی نہیں - سو آپ ان کفار کی باتوں پر صبر کیجئے اور آفتاب کے طلوع و غروب سے قبل اپنے رب

قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ

کی حمد و ثنا کے ساتھ پاکی بیان کرتے رہئے - اور کچھ رات میں بھی

فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿٤٠﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ

اس کی تسبیح و تقدیس کیا کیجئے اور نمازوں کے بعد بھی - اور اے مخاطب اس دن کی بات پوری توجہ کیساتھ سُن جس دن ایک

مَكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ

پکارنے والا قریبی مقام سے پکارے گا - جس دن یقینی طور پر سب لوگ اس چیخ کو سُن لیں گے

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿٤٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا

یہ دن قبروں سے نکلنے کا ہوگا - بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور سب کی بازگشت ہماری

الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذٰلِكَ حَشْرٌ

ہی طرف ہے - اُس دن زمین مُردوں پر سے کھل جائیگی اور وہ اُس سے نکل کر دوڑتے ہوں گے یہ زندہ کرکے جمع

عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ

کرلینا ہم پر بہت ہی آسان ہے - یہ کافر جو باتیں کہتے ہیں ہم اُن کو خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر زور اور جبر

بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴿٤٥﴾

کرنیوالے نہیں ہیں آپ تو قرآن کے ذریعہ اُس شخص کو نصیحت کرتے رہئے جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے

ع ۱۶ / ۱۷

سُورَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّونَ آيَةً وَثَلٰثُ رُكُوعَاتٍ

سورہ ذاریات مکی ہے اور یہ ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

(بقیہ صفحہ ۸۳۰) کچھ مشکل نہیں۔ کہتے ہیں زمین پر کوئی خاص قسم کا مینہ برسے گا جس کا اثر یہ ہوگا کہ مُردے جگہ جگہ سے نکلنے شروع ہو جائیں گے اور زندہ ہو کر دوڑنے لگیں گے۔ یہ ہر برسات میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ پہلی بارش میں زمین سے نباتات کا اُگنا شروع ہو جاتا ہے اور لاکھوں جان دار پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ تمام حشرات الارض اساڑھ اور ساون کی بارش میں اسی زمین سے نکل آتے ہیں جو ہر سال ہوتا ہے یہی حال اُس بارش سے انسانوں کے پیدا ہونے کا ہوگا بہر حال صورت کچھ بھی ہو اللہ تعالیٰ پر تمام مخلوق کا دوبارہ زندہ کر لینا بہت ہی آسان ہے۔ آگے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے تبلیغ کا حکم کرتے ہیں (۴۴) یہ دینِ حق کے منکر جو کچھ قیامت اور بعث بعد الموت کے متعلق کہتے ہیں وہ سب ہم جانتے ہیں اور آپ ان پر زور اور جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ پس آپ اس قرآن کے ذریعہ سے اُس شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میرے عذاب اور میری سزا کے وعدے سے ڈرتا ہے اور جو میرے ڈرانے سے ڈرتا ہے ÷ قرآن میں کئی جگہ یہ بات فرمائی ہے کہ آپ ان پر داروغہ یا وکیل بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ یہ منکر عقائد اسلامیہ کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں اُس سب کا ہم کو علم ہے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ آپ قرآن کے ذریعہ تبلیغ وعظ و پند کرتے رہیے آپ ان کو زور و زبردستی سے مسلمان نہیں بنا سکتے ÷ زور زبردستی سے مسلمان بنانا کوئی مفید اور سود مند ہو سکتا ہے بلکہ قرآن کے ذریعے نصیحت کرتے رہیے اور اُن کو سناتے رہیے جو میری وعید سے ڈرتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی سزا اور اُس کی گرفت سے ڈرنے والے ہیں اُن پر نصیحت اور قرآنی موعظت کا اثر ضرور ہوتا ہے (۴۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے خطبے میں عام طور سے سورۂ قٓ پڑھا کرتے تھے اور عیدین میں بھی قٓ اور سورۂ قمر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

تم تفسیر سورۂ قٓ ÷ سورۂ ذاریات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ÷ قسم ہے اُن ہواؤں کی جو بکھیرنے اور اُڑا کر پراگندہ کرنے والی ہیں (۱) پھر اُن بدلیوں کی قسم جو بوجھ کو اٹھانے والی ہیں (۲) پھر اُن کشتیوں کی قسم جو نرم رفتار سے چلنے والی ہیں (۳) پھر اُن تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم جو امرِ الٰہی سے تقسیم کرتے ہیں (۴) یقیناً تم لوگوں سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے (۵) اور یقیناً اعمال کی جزا ضرور ملنے والی ہے ÷ یعنی بارش سے پہلے جو بادلوں کو ابھارنے کے لئے تیز ہوا چلتی ہے۔ جس سے خاک اور غبار اُڑتا ہے اُس کی قسم۔ پھر جب پانی سے بھرے ہوئے بادل اُٹھ آتے ہیں۔ اُن بدلیوں کی قسم، اور سازگاری ہوا کے ساتھ جو نرم رفتار کے ساتھ کشتیاں چلتی ہیں اُن کی قسم اور اُن فرشتوں کی قسم جو ارزاق وغیرہ کی تقسیم پر موکل ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق مختلف علاقوں میں بارش کی تقسیم کرتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ چاروں قسمیں ہوا کی ہوں۔ مثلاً یوں ترجمہ کیا جائے قسم ہے اُن ہواؤں کی جو اڑا کر بکھیرتی ہیں جن سے غبار اور خاک وغیرہ اُڑتی ہے۔ پھر وہ ہوائیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور بدلیوں کی حامل ہوتی ہیں۔ پھر وہ نرم رفتار ہوائیں جو بارش سے پہلے آہستہ اور سبک خرام ہوتی ہیں پھر اُن ہواؤں کی قسم جو حکم الٰہی کے موافق پانی کو بانٹتی اور تقسیم کرتی ہیں۔ ان تمام قسموں کا جواب قسم یہ ہے۔ انما توعدون لصادق و ان الدین لواقع۔ یعنی جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝۱ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝۲ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝۳
قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑا کر بکھیرنے والی ہیں۔ پھر اُن بدلیوں کی قسم جو بوجھ کو اُٹھانیوالی ہیں۔ پھر اُن کشتیوں کی قسم جو نرم رفتار سے چلنے والی ہیں

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝۴ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝۵ وَّاِنَّ
پھر اُن تقسیم کرنیوالے فرشتوں کی قسم جو خدا کے حکم سے تقسیم کرتے ہیں۔ یقیناً تم لوگوں سے جو کچھ وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے۔ اور یقیناً بدلا

الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝۶ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۷ اِنَّكُمْ لَفِيْ
ضرور ملنے والا ہے۔ قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔ کہ تم لوگ قرآن کے متعلق

قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۸ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝۹ قُتِلَ
مختلف باتیں کرنے میں مبتلا ہو۔ اُس کے ماننے سے وہی پھرا جس کو پھیر دیا گیا۔ ہلاک کیے جائیں

الْخَرّٰصُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝۱۱ يَسْــَٔلُوْنَ
تخمینے لگانیوالے۔ جو غفلت و جہالت میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں

اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۲ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝۱۳ ذُوْقُوْا
کہ روزِ جزا کب ہوگا۔ وہ اُس دن ہوگا جس دن یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ کہا جائیگا اپنی تکذیب کی

فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۱۴ اِنَّ
جزا کا مزہ چکھو یہی تو وہ عذاب ہے جس کے طلب کرنے میں تم جلدی کیا کرتے تھے۔ البتہ

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۱۵ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ
پرہیزگار لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ اُن کی حالت یہ ہوگی کہ جو کچھ ان کے رب نے

رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝۱۶ۭ كَانُوْا قَلِيْلًا
ان کو دیا ہوگا وہ اسے حاصل کرتے ہوں گے کیونکہ وہ اس عالم آخرت سے پہلے نکوکار تھے۔ وہ لوگ رات میں

مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝۱۷ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۱۸
بہت ہی کم سویا کرتے تھے۔ اور شب کے آخری حصّہ میں استغفار کیا کرتے تھے۔

اور جس بعث بعد الموت کا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ اور اعمال کی جزا ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اور حساب اعمال کا ضرور ہونے والا ہے۔ قیامت کے صدق پر ان چیزوں کی قسم کھائی مناسبت ظاہر ہے کہ قیامت تمام عالم کو درہم برہم کر دے گی خواہ وہ عالم علوی ہو یا عالم سفلی ہو، یا خلا اور جو ہو۔ فرشتے عالم علوی کے۔ کشتیاں عالم سفلی کی ہوا اور بادل خلا اور جو کے۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضرت حق تعالیٰ جو ان سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے اور جس نے یہ نظام ہواؤں کا اور بدلیوں کا اور تقسیم امور کا قائم کیا ہے وہ اس سب کو فنا کرنے کی بھی طاقت اور قدرت رکھتا ہے اور ختم کرنے کے بعد پھر انسان کو دوبارا پیدا بھی کر سکتا ہے۔ بعض علما نے جاریات کا ترجمہ بجائے کشتیوں کے ستارے کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ قسم ہے باووں کی اول آندھی چلتی ہے کہ غبار اُڑتا ہے اور بادل بنتے ہیں پھر اُن میں پانی بنتا ہے اس بوجھ کو لئے پھرتیاں ہیں۔ پھر برسنے کے قریب نرم باؤ چلتی ہے پھر ہانک کر ہر جگہ کا حصہ پہونچاتی ہیں موافق حکم کے ۱۲ (باقی ضمیمہ میں)۔

اور اُن کے مالوں میں حصہ مقرر تھا سوال کرنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا ؛ یعنی ایسے باغات میں ہوں گے جن میں چشمے جاری ہوں گے اور جو نعمتیں اُن کا پروردگار اُن کو عطا فرمایگا اُن کو حاصل کرتے ہوں گے کیونکہ یہ پرہیزگار لوگ دنیا میں نیک روش رکھتے تھے اور نیکیاں کرنے کے خوگر تھے اور علاوہ فرائض وواجبات کے نوافل اور تطوعات بھی بجالاتے تھے۔ رات کو بہت کم سوتے تھے یعنی رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے تھے اور سحر کے وقت اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا کرتے تھے۔ یہ استغفار یا تو تھوڑی دیر سوجانے پر کیا کرتے تھے یا رات بھر کی عبادت میں جو کوتاہی ہوگئی ہو اُس پر استغفار کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں یستغفرون کا ترجمہ یصلون کیا ہے یعنی سحر کے وقت نماز پڑھتے تھے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ کفار کی طرح تمام رات نہیں سوتے تھے بلکہ عشا کی نماز پڑھتے تھے اس تقدیر پر اس آیت کا تہجد کی نماز سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بہرحال عبادات بدنی کے بعد عبادات مالی اور اُن کی خیرات کا حال بتایا کہ وہ اپنا مال مانگنے والوں کو بھی دیتے تھے اور جو سوال سے تعفف کی وجہ سے بچتے اور پرہیز کرتے ہیں اُن کو بھی دیتے ہیں۔ تلک الرسل میں تفصیل گزر چکی ہے سائل کی دو قسمیں بیان فرمائیں ایک وہ جو عام طور سے سوال کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو سفید پوش ہیں اور شرم وحیا کی وجہ سے سوال نہیں کرتے پھرتے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہارا وہ جو محتاج ہے اور مانگتا نہیں پھرتا ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیتوں میں منکروں کا ذکر تھا ان آیتوں میں متقیوں کا ذکر فرمایا آگے دلائل توحید اور رزق کے وعدہ کی تاکید ہے (۱۹) اور زمین میں یقین کرنیوالوں کیلئے بہت سے دلائل موجود ہیں اور تمہاری ذات میں بھی دلائل موجود ہیں پھر کیا دکھائی نہیں دیتا ؛ اوپر محسنین کا ذکر تھا اب فرمایا سب کاموں کا دارومدار یقین پر ہے یقین کرنیوالوں کے لئے زمین قدرت الٰہی کی نشانیوں سے بھری پڑی ہے اسکی نباتات رنگ برنگ کے پھول اور پتوں کی ساخت معدنیات۔ قسم قسم کے جواہرات غرض کیا چیز ہے جو زمین ہر سال نہیں اُگلتی۔ یہ کارخانۂ ارضی اپنے اندر ہزاروں نشانیاں قدرت خداوندی کی پنہاں رکھتا ہے اور اُنکو وقتاً فوقتاً آشکارا کرتا رہتا ہے۔ اور زمین تو بڑی چیز ہے خود انسان کے اندر کیا نہیں ہے انسان خود ایک عالم صغیر ہے جس میں سب کچھ موجود ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک قدرت الٰہی کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے کیا تم دیکھتے نہیں اور اپنی ساخت اور اپنی بناوٹ پر غور نہیں کرتے ؎

نظرے بسوئے خود کن کہ توجان دل ربائی
مفگن بخاک خود را کہ تو از بلند جائی
تو ز چشم خود نہانی تو کمال خود چہ دانی
چوں دُرّ از صدف بروں آ کہ تو بس گراں بہائی

بہرحال خواہ عالم صغیر ہو یا عالم کبیر ہو ہر ایک میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُس کی بے پناہ قدرت کے دلائل موجود ہیں آگے خیرات کرنے والوں کی ہمت افزائی کرتے ہیں اور رزق کی جانب سے اطمینان دلاتے ہیں (۲۱) اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے ؛ یعنی رزق کا سامان آسمان سے اترتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس قدر رزق تمہارے لئے مقسوم ہے اور جس قدر رزق تمہاری قسمت میں ہے اور جو ثواب وعقاب اور خیر اور شر اور قیامت کا وقوع یہ سب امور لوح محفوظ میں درج ہیں اور وہیں کے لکھے کے موافق آسمان پر سے ہر چیز نازل ہوتی ہے۔ آسمان میں ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ سب لوح محفوظ میں درج ہے (۲۲) آسمان وزمین کے پروردگار کی قسم یہ بات بالکل ایسی ہی برحق ہے جیسے تم بولتے اور باتیں کررہے ہو ؛ حضرت حق تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھاکر یقین دلایا کہ اس کلام میں شبہ نہیں جیسے اپنے بولنے میں شبہ نہیں۔ تم اپنے بولنے میں شبہ نہیں کرتے ایسے اس بات کو بھی حق سمجھو اور اُس کے حق ہونے میں شبہ نہ کرو کہ رزق پہنچکر رہے گا اور قیامت آکر رہے گی اور اللہ تعالیٰ کے وعدے ضرور پورے ہوکر رہیں گے چونکہ رزق کی بحث تھی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی توثیق کا بیان تھا اس لئے آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ (۲۳) اے پیغمبر کیا ابراہیم کے معزز اور بزرگ مہمانوں کی بات بھی آپ تک پہونچی ہے ؛ یہ فرشتے تھے جیسا کہ سورۂ حجر میں گذر چکا ہے زیادہ سے زیادہ اُن کی تعداد مع جبرئیل علیہ السلام کے دس بتائی جاتی ہے۔

وَفِيٓ أَمْوَٰلِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَٱلْمَحْرُومِ ﴿۱۹﴾ وَفِي ٱلْأَرْضِ

اور اُن کے مالوں میں سوال کرنیوالوں اور سوال سے بچنے والوں کا حصہ تھا۔ اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں

ءَايَٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَفِيٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۲۱﴾ وَ

بہت سے دلائل موجود ہیں۔ اور خود تمہاری ذات میں بھی دلائل موجود ہیں پھر کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔ اور

فِي ٱلسَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ ٱلسَّمَآءِ وَ

تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سب آسمان میں ہے۔ آسمان وزمین کے رب

ٱلْأَرْضِ إِنَّهُۥ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿۲۳﴾ هَلْ أَتَىٰكَ

کی قسم ہے کہ یہ بات بالکل ایسی ہی برحق ہے جیسے تم بول رہے ہو۔ اے نبی کیا

حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَٰهِيمَ ٱلْمُكْرَمِينَ ﴿۲۴﴾ إِذْ دَخَلُوا۟ عَلَيْهِ

ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات بھی آپ تک پہنچی ہے۔ جب وہ مہمان ابراہیم کے پاس آئے

فَقَالُوا۟ سَلَٰمًا ۖ قَالَ سَلَٰمٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ

تو انھوں نے کہا سلام ابراہیم نے بھی کہا سلام یہ لوگ اجنبی ہیں۔ پھر ابراہیم

إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهُۥٓ إِلَيْهِمْ قَالَ

خاموشی کے ساتھ اپنے گھر گیا اور ایک فربہ بچھڑا تلا ہوا لے آیا۔ پھر وہ بچھڑا اُن کے سامنے لاکر رکھا اور فرمایا

أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿۲۷﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا۟ لَا

آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں۔ پھر ابراہیم اُن سے اپنے دل ہی دل میں خوف کرنے لگا اُن مہمانوں نے کہا آپ

تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَٰمٍ عَلِيمٍ ﴿۲۸﴾ فَأَقْبَلَتِ ٱمْرَأَتُهُۥ

ڈریئے نہیں اور انھوں نے ابراہیم کو ایک ایسے لڑکے کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا۔ اتنے میں ابراہیم کی بیوی بولتی ہوئی

فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿۲۹﴾

سامنے آئی اور اُس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگی میں بڑھیا بھی اور بانجھ بھی۔

قَالُوا۟ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْحَكِيمُ ٱلْعَلِيمُ ﴿۳۰﴾

ان مہمانوں نے کہا تیرے رب نے اسی طرح فرما دیا ہے بیشک وہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

ع ۱ / ۳ / ۱۸

(باقی ضمیمہ میں)

بقیہ صفحہ ۸۰۷

مِنْ تبعیضیہ مراد لیکر بعض گناہ ترجمہ کیا ہے یعنی حقوق العباد کے علاوہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ بعض نے من بیانیہ مراد لیا ہے بعض نے من کو زائدہ کہا ہے۔ بہر حال بعض حضرات نے کل ذنوب ترجمہ کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام لانے سے سب ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں حقوق العباد کی بحث میں تھوڑی سی تفصیل ہے اگر حقوق العباد ذنوب کی قسم ہیں یعنی قتل تو اسلام لانے سے بالاتفاق معاف ہو جاتا ہے رہا قرض تو وہ ذنوب کے حکم میں داخل نہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ اہل حقوق کو خاص نعمتیں دکھائی جائیں گی وہ عرض کریں گے یا اللہ یہ نعمتیں کس کے لئے ہیں ارشاد ہوگا جو اپنے حقوق معاف کر دے گا یہ نعمتیں اس کو ملیں گی چنانچہ لوگ اپنے اپنے حقوق معاف کر دیں گے۔ اسی احتیاط کی بنا پر ہم نے ترجمے میں اور تیسیر میں بعض اور کل کا لفظ چھوڑ دیا ہے اور اس تقریر کے بعد جو ہم نے کی ہے بعض کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے اتنا بھی معلوم ہوا کہ کفر و معاصی پر جنات کو عذاب ہے لیکن مسلمان اور نیک ہونے پر جنت ہے یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اس باب میں توقف ہے البتہ ضحاک، مالک، ابن ابی لیلیٰ اور امام محمد اور امام ابو یوسف دونوں باتوں کے قائل ہیں یعنی جنت نیک جنوں کے لئے اور دوزخ گمراہ جنات کے لئے۔ بہر حال امام صاحب کا مسلک توقف غایت احتیاط پر مبنی ہے جب تک ان جنات کے جنت میں جانے کے متعلق کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو ۱۲ (۳۲) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو زمین میں کہیں بھاگ کر تھکا نہیں سکے گا اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی حمایتی اور مددگار ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بھاگ کر زمین میں اوپر سے فرشتے مارتے ہیں تو زمین ہی کو تو بھاگتے ہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ زمین کے کسی حصے میں بھاگ کر خدا تعالیٰ کو عاجز کر دے یہ نہیں ہو سکتا۔ اور جس طرح یہ خدا تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا اسی طرح اس کا کوئی حمایتی بھی نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگ گمراہی میں مبتلا ہیں یعنی داعی کے برحق ہونے پر دلائل قائم ہو جانے کے بعد پھر داعی کی بات نہ ماننے تو اس سے بڑھ کر اور کون گمراہی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ داعی اللہ سے مراد ہم نے جگہ جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس لی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ داعی اللہ سے مراد قرآن ہو چونکہ کفار مکہ کے تکبر کا اوپر ذکر تھا اس لئے ان کے مقابلے میں جنات کا ذکر فرمایا کہ طبعاً ان میں تکبر اور بلندی کا مادہ زیادہ ہے لیکن جب وہ بھی قرآن کو سنکر اس کی جانب مائل ہو گئے تو اے کفار قریش تم تو انسان ہو تم کو تو داعی اللہ کی پکار پر ضرور اجابت کرنی چاہیے۔ اب آگے بعثت اور دوبارہ زندہ ہونے پر اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے اس سورت کو ختم فرماتے ہیں (۳۳) کیا ان منکرین قیامت نے اس بات کو نہیں دیکھا اور نہیں سمجھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور ان آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے اور بنانے میں وہ ذرا بھی نہیں تھکا وہ اللہ تعالیٰ بدرجہ اولیٰ مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہ ہے۔ کیوں نہیں وہ ضرور قادر ہے بے شک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا اور ہر چیز کر سکتا ہے ؛ یعنی یہ بات نہیں سمجھے کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور آسمان و زمین پیدا کرنے میں اس کو تھکاوٹ اور تھکن محسوس نہیں ہوئی وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے جواب فرمایا بے شک وہ قادر ہے اور مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا اس کو کیا مشکل ہے وہ ہر چیز کر سکتا ہے (۳۴)

بقیہ صفحہ ۸۱۱

وہاں قلب پر مہر یہاں قلب حق قبول کرنے کیلئے ہر وقت تیار، وہاں نفسانی خواہشات کی غلامی اور یہاں نفسانی خواہشات کی پامالی۔ (۱۷) اب کیا یہ لوگ صرف قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ قیامت ان پر دفعۃً آپڑے اور اس میں شک نہیں کہ اس قیامت کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں پھر جب وہ قیامت ان پر آپہنچے گی تو اس وقت ان کو سمجھنا اور نصیحت قبول کرنا کہاں نصیب ہو سکتا ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ جب ہر قسم کے دلائل اور براہین سے قائل نہیں ہوتے تو بس اب صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک واقع ہو جائے اور دفعۃً قیامت ان پر آجائے چنانچہ اس کی علامتیں تو آ ہی گئی ہیں۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور انشقاق قمر وغیرہ یہ علامات قیامت میں سے ہیں اور جب قیامت آجائے گی تو اس وقت ایمان لانا اور سمجھنا اور نصیحت قبول کرنا کہاں میسر ہو سکتا ہے۔ احادیث میں قیامت کی علامتیں بہت مذکور ہیں جن کی تعداد تقریباً اتنی ہے یہاں ان کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ نبی آخر الزماں کی تشریف آوری اور چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یہ بھی قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بڑی نشانی قیامت کی ہمارے نبی کا پیدا ہونا سب نبی راہ دیکھتے تھے خاتم النبیین کی جب وے آچکے اب قیامت ہی رہی باقی ۱۲ (۱۸) پس اے پیغمبر آپ اس کا یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ۔ اور اے پیغمبر آپ اپنی خطاؤں کے لئے بخشش طلب کیجئے اور تمام مسلمان مردوں کے لئے اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی بخشش طلب کیجئے اور اللہ تعالیٰ تمہارے آنے جانے اور چلنے پھرنے کی جگہ اور تمہارے رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ جس توحید کی آپ تبلیغ کرتے ہیں اور جس طرح آپ خود بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اسی پر قائم رہیے اور اگر کوئی آپ کی شان نبوت کے نامناسب فعل آپ سے صادر ہو جائے گو وہ آپ کی معصومیت کے منافی نہ ہو اور محض آپ کی شان ارفع اور اعلیٰ کے اعتبار سے صورتاً خطا ہو تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی اور بخشش طلب کیجئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بخشش طلب کیا کیجئے۔ کیونکہ عام مومنین اور مومنات سے گناہ کا سرزد ہونا ظاہر ہی ہے آپ کا بخشش طلب کرنا اپنی امت کے لئے بہت زیادہ مفید اور سودمند ہے۔ اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے شہروں میں آنے جانے سے بھی بخوبی واقف ہے اور تمہارے رہنے سہنے کو بھی خوب جانتا ہے۔ یا مثویٰ سے مراد آخری ٹھکانا ہے یعنی دنیوی بود و باش کو جانتا ہے اور آخری ٹھکانے کو بھی جانتا ہے کہ وہ دوزخ ہے یا جنت ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جتنے شہروں میں پھروگے پھر بہشت یا دوزخ میں پہنچو گے اپنے گھر میں ۱۲۔

بقیہ صفحہ ۸۱۲

تو ان کے لئے بہتر ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی حکم شرع کو نہ ماننے سے کافر ہو ہر طرح سے ماننا ہی چاہیے پھر رسول بھی جانتا ہے کہ نامردوں کو کیوں لڑائے اور جو بہت ہی تاکید آپڑے اسی وقت لڑنا ضرور ہوگا نہیں تو لڑنے والے بہت ہیں ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی بات مانیں اور بھلی باتوں کے پابند رہیں پھر جب جہاد کا موقع ہو اور جہاد فرض عین ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سچے ثابت ہوں ورنہ اگر فرض کفایہ ہو تو ہر شخص کو لڑنا ضروری نہیں (۲۱) پھر تم سے یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اگر تم کو اقتدار ہو جائے تو تم زمین میں فساد برپا کرو اور اپنے رشتے ناتوں کو منقطع کر ڈالو ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی آرزو کرتے ہو جہاد کی جان سے تنگ ہو کر اور اگر اللہ تم ہی کو غالب کر دے تو فساد نہ کرنا ۱۲ یہ معنی اس تقدیر پر ہیں کہ تولیتم کے معنی غالب آنے اور حکومت مل جانے کے کئے جائیں جیسا کہ صاحب معالم نے پہلا قول یہی نقل کیا ہے البتہ صاحب مدارک اور صاحب جلالین نے دوسرا قول اختیار کیا ہے اس تقدیر پر مطلب ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کروگے تو دنیا میں امن اور انصاف قائم نہیں ہو سکتا اور جب امن و انصاف قائم نہ رہے گا تو فساد بدامنی وغیرہ کا زور ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کروگے تو زمانۂ جاہلیت کی حالت پھر لوٹ آئے گی اور جو فساد اور خرابیاں اور قطع رحمی وغیرہ اس وقت میں ہوتی تھیں وہی پھر ہونے لگیں گی۔ یا منافقوں ہی سے خطاب ہو اور یوں کہا جائے کہ اگر اے منافقو تم جہاد سے اعراض کروگے تو تم سے کچھ بعید نہیں کہ اپنی منافقانہ شرارتوں سے ملک میں دھوم مچاؤ گے اور مسلمان قرابتیوں سے رشتہ ناتا توڑ کر کافروں سے کھل کر مل جاؤ گے۔ بہر حال اور بھی کئی قول ہیں مگر ہم نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معنی کو ترجیح دی ہے اور اسی کو اختیار کر لیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ علم الکتاب۔ (۲۲) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا (۲۳) کیا یہ لوگ قرآن میں غور اور دھیان نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں ؛ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی حکومت کے غرور میں ظلم کرنے لگے پھر کسی کا کہا نہ سمجھے ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے جو کچھ فرمایا اس کا تعلق اسی معنی سے ہے جو انہوں نے اختیار کئے ورنہ دوسرے لوگوں نے ان آیتوں سے منافق مراد لئے ہیں اور اس حقیقت کا اظہار ہے کہ جب کفر و نفاق اور عناد طبیعت میں پرورش پاتے رہتے ہیں تو ان کا انجام یہی ہوتا ہے کہ وہ شخص رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے آنکھیں اور کان حق کو سمجھنے اور دیکھنے سے بے کار ہو جاتے ہیں قرآن کو سمجھنے کا شعور سلب ہو جاتا ہے اور دلوں پر تالے ڈال دیئے جاتے ہیں اور بھلی بات دل میں اثر نہیں کرتی اور دل میں گھس ہی نہیں سکتی اور اس پھٹکار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کھلم کھلا کفر کی طرف عود کر جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۴) جو لوگ دین حق سے پیٹھ پھیر کر الٹے لوٹ گئے اور چلے گئے بعد اس کے کہ ان پر صحیح راہ حق دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے واضح ہو چکی تھی اور صاف طور پر حق کا راستہ ان کو

معلوم ہو چکا تھا پھر بھی لوٹ گئے تو یہ بات ان کو شیطان نے آراستہ کرکے دکھائی اور شیطان نے ان کے دل میں بات بنائی اور ان کی امیدوں کو دراز کر دیا ہے ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی منافق قرآن کو نہیں سمجھتے کہ جہاد میں کتنے فائدے ہیں اور قرار ایمان سے پھرے جاتے ہیں کہ لڑائی میں نہ جاویں گے تو دیر تک جیویں گے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ ان منافقین مرتدین سے مراد اگر اہل کتاب ہیں تب تو یہ معنی ہیں کہ ان کو اپنی کتابوں سے بھی اسلام کی حقانیت اور قرآن کی سچائی واضح ہو چکی ہے پھر بھی الٹے پھرے جاتے ہیں اور جہاد سے بچنا چاہتے ہیں۔ اور اگر منافق غیر اہل کتاب ہیں تو معنی یہ ہیں کہ قرآن کے اعجاز اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسلام کی حقانیت اور قرآن کی سچائی ان کو صاف طور سے معلوم ہو چکی ہے پھر بھی الٹے پھرتے ہیں تو یہ شیطان کی فریب دہی کا اثر ہے۔ تسویل کسی کو غرضی چیز پر ملمع کرکے اور آراستہ کرکے دھوکہ دینا۔ تو شیطان نے ان کو فریب اور دھوکے میں مبتلا کیا ہے۔ املیٰ لہم یعنی مد لهم فی الامال والامانی۔ یعنی زندگی آرزوؤں اور امیدوں میں الجھا کر ڈھیل دیدینا۔ بعض قرأتوں میں وَاُمْلِیَ لَهُمْ بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں نے ان کو مہلت دے رکھی ہے۔ لیکن یہ قرأت حفص رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے۔ (۲۵)۔

بقیہ صفحہ ۸۱۴

باطنی ناگواری کو ظاہر کر دے ۞ یعنی اگر تم سے زیادہ مال کا مطالبہ کیا جائے اور اس میں سختی سے کام لیا جائے تو سب نہ سہی اکثر بخل کرنے لگیں اور مال کی محبت میں جو کمزوریاں ہوتی ہیں ان کو اللہ تعالےٰ ظاہر کر دے تو ایسا نہیں۔ بعض حضرات نے یوں تفسیر کی کہ مال خرچ کرنے میں جو تاکید سنتے ہو تو یہ مطلب نہیں کہ اللہ اور اس کا رسول تم سے اپنے لئے مانگتے ہیں بلکہ مانگتے ہیں تم سے فقرا کے لئے اور راہ دین کے قائم کرنے کے لئے اس مال میں کہ تنگ نہیں کرتے تم کو اور نہ بہت مانگتے ہیں تم سے بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ وسعت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دی جاتی اگر ایسا ہوتا تو لوگوں کو بہت شاق ہوتا اور بہت سے حضرات سے کمزوریاں ظاہر ہوتیں اب عام طور سے لوگوں کی حالت پر تبصرہ فرمایا (۳۷) آگاہ ہو تم لوگ ایسے ہو کہ جب تم کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنی ہی ذات سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کسی کا محتاج نہیں ہے ہاں تم سب اس کے محتاج ہو اور اگر تم روگردانی اختیار کروگے تو وہ تمہاری جگہ تمہارے غیروں کو لے آئے گا پھر وہ تم جیسے بخیل ونافرمان نہ ہوں گے اور وہ تمہاری مانند اور تمہاری طرح نہ ہوں گے ۞ یعنی تمام مال کا مطالبہ تو بہت بڑی بات ہے تمہاری حالت تو یہ ہے کہ زکوٰۃ جو محض چالیسواں حصہ ہے مال کا اس کے لئے بھی بلانے جاتے ہو حالانکہ وہ چالیسواں حصہ تمہارے ہی غریب بھائیوں پر خرچ ہوتا ہے، پھر بھی بعض لوگ تم میں سے بخل کرتے ہیں اور اگر کوئی بخل کرتا ہے تو وہ اپنے ہی سے بخل کرتا ہے کیونکہ جو مال جمع کرکے قوم کی بہبود اور قوم کے نفع کے لئے خرچ کیا جائے اس میں کوتاہی کرنا یا اس سے بچانا یا چھپانا یہ تو اپنے ہی کو نقصان پہنچانے کے مرادف ہے۔ قوم کو نقصان پہنچنا ہر فرد قوم ہی کا نقصان اس لئے فرمایا وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تو غنی ہے یعنی محتاج نہیں ہے وہ تو تمام عالم کو کھلاتا ہے اور خود کچھ نہیں کھاتا اور تم سب محتاج اور فقیر ہو جب اللہ تعالےٰ محتاج نہیں تو کل مال طلب کرنا یا بعض مال طلب کرنا اس کی اپنی ضرورت کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ تمہارے لئے اور تمہاری ہی دینی مصلحتوں کے لئے طلب کرتا ہے۔ اگر اس معاملے میں بخل کروگے یعنی انفاق فی سبیل اللہ میں کمی اور کوتاہی کروگے تو تمہارے ضرر کا موجب ہوگا۔ اگر جہاد میں زیادہ پیسے سے جی چراؤ گے تو سب ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور اگر زکوٰۃ میں کمی کروگے یا دوسرے صدقات میں سیر چشمی سے کام نہ لوگے تو پوری قوم کو نقصان پہنچ جائے گا۔ بہرحال اگر ہمارے احکام سے روگردانی کروگے اور مونہہ موڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا کسی اور قوم سے تم کو بدلے گا یعنی تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے آئے گا اور وہ قوم تم جیسی نہ ہوگی یعنی بخل کرنے والی یا نافرمانی کرنے والی نہ ہوگی۔

بقیہ صفحہ ۸۱۶

حضرت حق جل مجدہٗ کی جانب پھرتی ہیں جیسا کہ ہم نے اختیار کیا ہے بعض نے ابتدا کی دو ضمیریں دونوں کی طرف راجع کی ہیں یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف اور تیسری ضمیر وتسجوہ کی صرف اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بکرۃ سے مراد صبح کی نماز اور اصیلا سے باقی چاروں نمازیں مراد ہوں جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے بہرحال اعمال نیک کی اس آیت میں ترغیب ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول مشہور ہے صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِيْ مَصَارِعَ السُّوْءِ یعنی افعال پسندیدہ اور برگزیدہ کا بجالانا چاہیے تاکہ ان افعال کی برکت سے ڈر اور ہلاکت کے مواقع سے محفوظ رہے (۹) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ ان بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ہے۔ پھر جو شخص عہد شکنی کرتا ہے تو وہ اپنے ہی ضرر اور اپنی ہی ذات کی برائی کے لئے عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس نے اس پر اللہ تعالےٰ سے عہد کیا ہے تو عنقریب اللہ تعالےٰ اس کو اجر عظیم اور بہت بڑا نیک عطا فرمائے گا ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہاتھ ملاتے تھے وقت قول کے وقت اول قول مسلمان کا قول ہوتا تھا پھر جس بات کا تقید منظور ہوا لڑائیوں میں مرتے دم تک نہ بھاگے گا ۱۲ صلح حدیبیہ کے متعلق چند امور ذہن نشین کر لینے چاہئیں تاکہ سورۂ فتح کی تفسیر سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہ واقعہ حدیبیہ کا ۶ھ میں پیش آیا۔ واقعہ کی بنا یہ ہوئی ۱ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ ہم مکہ معظمہ میں امن وامان سے گئے اور ہم نے عمرہ کیا قربانی کے جانور ذبح کئے اور سر منڈائے اور بال کترائے۔ اس خواب کی تعبیر کے لئے کوئی تاریخ مقرر نہ تھی عام طور سے صحابہ سمجھے کہ حضور کا یہ خواب اسی سال پورا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں اور حضورؐ نے بھی عمرے کا ارادہ کر لیا ۲ تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمی آپ کے ہمراہ جانے کو تیار ہوگئے۔ آس پاس کے اعراب کو بھی آپؐ نے دعوت دی لیکن انہوں نے اپنے نفاق کی وجہ سے عذر کر دیا اور آپؐ کے ساتھ سفر میں موافقت نہیں کی۔ جب یہ خبر مکہ میں پہنچی تو کفار مکہ نے باہم مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ ہم اس سال عمرے کی غرض سے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ میں نہ آنے دیں گے۔ ۳ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار کا یہ عزم معلوم ہوا تو آپ بجائے زبردستی مکہ میں داخل ہونے کے حدیبیہ جو مکہ سے قریب ایک جگہ ہے وہاں اتر پڑے اور قربانی کے جانور جو آپ کے ہمراہ تھے وہ بھی وہیں روک لئے۔ یہ حدیبیہ مکہ سے تقریباً نو کوس کے فاصلے پر آپ کی اونٹنی ثنیہ کے پاس بیٹھ گئی لوگوں نے اٹھانے کی کوشش کی تو فرمایا چھوڑ دو اس کو اسی نے روکا ہے جس نے اصحاب فیل کو روکا تھا ثنیہ ایک گھاٹی کا نام ہے جہاں سے مکہ کا راستہ پھٹتا ہے ۴ بہرحال حدیبیہ میں قیام فرما کر آپ نے ایک قاصد کو بھیجا کہ ہم لوگ عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں لڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اس قاصد کو قریش نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا حضرت عثمان کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو یہاں یہ شہرت ہوئی کہ حضرت عثمان کو کفار نے شہید کر دیا۔ چنانچہ اس خبر نے مسلمانوں میں تشویش پیدا کر دی اور آپ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر لوگوں سے جہاد پر بیعت لینی شروع کر دی۔ ۵ جب یہ خبر مکہ والوں نے سنی تو انہوں نے حضرت عثمان کو واپس بھیجدیا اور چند آدمی صلح کا پیغام لیکر آئے۔ صلح کی شرائط پر بحث شروع ہوئی کفار کا رویہ بہت جارحانہ تھا۔ اول بسم اللہ الرحمن الرحیم پر اعتراض کیا پھر محمد رسول اللہ پر اعتراض کیا۔ ایک شرط یہ تھی کہ آپ اس سال عمرہ نہ کریں بلکہ آئندہ سال آکر عمرہ کرلیں۔ چنانچہ آپؐ نے تمام شرطیں منظور فرمالیں اور حضرت علی کو یا محمد بن مسلمہ کو صلح نامہ لکھنے کا حکم کیا اور جب محمد رسول اللہ اور بسم اللہ الرحمان الرحیم پر کفار کی جانب سے اعتراض ہوا تو آپ نے محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبد اللہ اور بسم اللہ کی بجائے باسمک اللّٰھم لکھوایا اور علی سے فرمایا رسول اللہ کو مٹا کر ابن عبد اللہ لکھ دو اس پر حضرت علیؓ نے عذر کیا کہ میں اپنی قلم سے رسول اللہ کو کس طرح مٹا دوں تو حضورؐ نے خود صلحنامہ لیکر رسول اللہ کو صاف کر دیا۔ ۶ ابھی صلح نامے کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ کوئی جماعت خفیہ مکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی غرض سے آئی ہوئی ہے چنانچہ ان کا سراغ لگا کر مسلمانوں نے اس جماعت کے افراد کو گرفتار کر لیا لیکن بعد میں حضورؐ نے ان کو رہا کر دیا ۷ چلتے وقت حضورؐ نے مدینہ سے کافی اصحاب کو اپنے ہمراہ لیا لیکن اعراب اس خیال سے کہ جنگ ہوگی اور ہم لوٹ کر واپس نہ آسکیں گے شریک نہ ہوئے اور حضورؐ کی واپسی پر آکر طرح طرح کے جھوٹے عذر کرنے لگے۔ ۸ صلحنامے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال تک جنگ نہ ہوگی اس عرصہ میں اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مکہ بھاگ آئے تو ہم اسے واپس نہ کریں گے اور اس عرصہ میں اگر مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچ جائے تو آپ کو اسے واپس کرنا ہوگا۔ چنانچہ ابوجندل ابن سہیل کو اسی شرط کے ماتحت حدیبیہ ہی سے واپس کر دیا گیا ہرچند کہ مسلمانوں کو اس کا واپس کرنا بہت شاق گذرا لیکن آپؐ نے شرائط کی پابندی

کی اسی طرح ابو بصیر مدینہ میں بھاگ کر آئے اور ان کو بھی حضورؐ نے واپس فرما دیا۔ یہ صلح طے ہونے کے بعد آپ نے وہیں حدیبیہ میں حلق کیا قربانیاں ذبح کیں اور احرام کھول دیا اور سلامتی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے اور جنگ نہیں کی بعض جوشیلے مسلمانوں پر یہ صلح بہت شاق تھی اور وہ اس کو اپنی کمزوری سمجھتے تھے۔ اللہ تعالٰے نے راستے میں جب حضورؐ واپس ہو رہے تھے تو یہ سورت نازل فرمائی۔ چنانچہ اس کے بعد کفار کی جانب سے نقض عہد ہوا اور حضورؐ نے ۸ھ میں مکہ کو فتح کر لیا۔ مدینہ پہنچکر سب سے پہلے خیبر کو فتح فرمایا اور وہاں سے بہت غنیمت ہاتھ لگی لیکن متخلفین کو اس خیبر کی فتح میں شرکت کی ممانعت کر دی گئی جس کا ذکر اسی سورت میں آتا ہے۔ ۱۱؎ اسے پیغمبر دیہاتی جو حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے عنقریب آپ سے کہیں گے کہ ہمارے مالوں نے اور ہمارے بیوی بچوں نے ہم کو مشغول رکھا اور ہم کو فرصت نہ لینے دی اور ہم لگے رہ گئے اپنے مالوں میں اور گھروں میں سو آپ ہمارے لئے بخشش کی دعا کر دیجئے۔ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالٰے تم کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا تم کو کسی نفع اور فائدے سے بہرہ مند کرنا چاہے تو وہ کون ہے جو اللہ تعالٰے کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سب سے باخبر ہے۔

بقیہ صفحہ ۸۱۹

غرض ان آیات میں حضرت حق جل مجدہٗ ان احسانات کا اظہار فرمایا جو حدیبیہ میں حضورؐ کے ساتھ شریک سفر تھے اور بیعت میں شریک تھے اور جنگ کے موقع پر جنگ کے لئے آمادہ ہوئے اور حضورؐ کے روکنے اور صلح کرنے کے بعد صلح کے لئے آمادہ ہو گئے۔ آگے اور اسی صلح کے جو حقیقتاً پیغمبر کی فتح تھی احوال بیان فرمائے (۲۱) اور اگر یہ کافر اور دین حق کے منکر تم سے لڑتے اور صلح نہ ہوتی تو یقیناً پیٹھ پھیر کر اور پیٹھ دیکر بھاگتے پھر وہ اپنا نہ کوئی کارساز پاتے اور نہ مددگار ۔ یعنی اگر مکہ والے تم سے صلح نہ کرتے اور لڑائی کی نوبت آجاتی اور وہ لڑنے کو آمادہ ہو جاتے تو وہ بری طرح بھاگتے اور ان کو نہ کوئی یار ملتا نہ مددگار۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خیبر کے حلفا کی طرف اشارہ ہو کہ بنی اسد اور بنی غطفان مرعوب ہو کر لوٹ گئے اگر وہ خیبر والوں کی طرف سے لڑتے تو بری طرح پیٹھ دیکر بھاگتے بعض مفسرین نے ایسا کہا ہے (۲۲) یہ اللہ تعالٰے کی رسم پڑی ہوئی ہے اور اس نے اپنا یہی دستور اور طریقہ قائم کر رکھا ہے جو پہلے سے ہوتا چلا آتا ہے اور آپ اللہ تعالٰے کے آئین اور اس کی ڈالی ہوئی رسم میں کوئی تبدیلی اور کسی شخص کی طرف سے رد و بدل نہ پائیں گے ۔ یعنی رسم اللہ تعالٰی کی ہمیشہ سے یہی ہے کہ اپنے دوستوں کو غالب اور منکروں کو مغلوب کرتا رہتا ہے اس کی اس رسم میں کوئی تبدیلی آپ نہیں پائیں گے۔ (۲۳) اور وہ اللہ تعالٰے ایسا ہے جس نے مکہ کی سرحد میں اور شہر مکہ کے قریب ان منکروں پر قابو یافتہ ہونے کے باوجود ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا اور جو اعمال تم کرتے ہو وہ ان سب کو دیکھ رہا ہے ۔ یعنی مکہ سے بالکل قریب پہنچنے کے بعد، بعد اس کے کہ تم کو ان پر فتحمند اور فیروز مند کر دیا۔ پھر بھی جنگ کرنے سے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکے رکھا۔ یہ بھی حضرت حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ ایک ایسے مقام پر پہنچکر جہاں جنگ ناگزیر تھی اور جنگ کی حالت میں مسلمانوں کی فتح یقینی تھی پھر بھی جنگ سے روک دیا اور اس جنگ نہ ہونے سے جو فوائد ظہور پذیر ہوئے اور جس آسانی سے مکہ معظمہ فتح ہوا وہ بات مسلمانوں کو حاصل نہ ہوتی بعض حضرات نے فرمایا یہ ان آدمیوں کی طرف اشارہ ہے جن کو مسلمانوں نے گرفتار کیا تھا اور ان کو بعد میں رہا کر دیا بہرحال جو کچھ ہوا وہ حق تعالٰے کا احسان ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وہ اسّی آدمی جو پکڑے بیچ شہر مکے کے یعنی قریب شہر کے گویا شہر کا بیچ ہی ہے ۱۱؎ اسی آدمیوں کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے آئے تھے کہ اکا دکا حملہ کر کے مسلمانوں کو قتل کریں۔

بقیہ صفحہ ۸۲۱

اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو کبھی رکوع اور کبھی سجدے کی حالت میں دیکھے گا وہ اللہ تعالٰے کے فضل اور اس کی رضامندی کی جستجو اور تلاش میں لگے رہتے ہیں ان کی علامت اور رشد و صلاح کی نشانی سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہے۔ اصحاب رسول اللہؐ کے یہ اوصاف توراۃ میں مذکور ہیں اور ان کے اوصاف ان کے انجیل میں بھی ہیں جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس ابتدائی سوئی کو اس کھیتی نے قوی کیا پھر وہ اور بڑھ کر موٹی ہوئی اور آخر کار وہ کھیتی اپنی نال یعنی اپنے پاؤں اور اپنی پنڈلیوں پر اس طرح سیدھی ہو گئی کہ کاشت کرنے والوں کو خوش کرنے لگی۔ یہ زور اور قوت اس لئے عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالٰے ان کی وجہ سے کافروں کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے اور اللہ تعالٰے نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے بڑی مغفرت اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے ۔ یعنی محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدح فرمائی۔ اعدا کے مقابلے میں تیز اور مسلمانوں میں کے باہم معاملات میں مہربان۔ بکثرت رکوع اور سجدے یعنی نوافل پڑھنے والے اللہ تعالٰے کی فضل و رضامندی کے متلاشی۔ جب دیکھو نوافل کی عبادت میں مشغول۔ اس کثرت عبادت کی علامت ان کے چہروں سے ظاہر ہے۔ یعنی سجدے کے نشان پیشانی پر نمایاں ہیں۔ یا چہرے کی زردی جو ریاضت اور محنت شاقہ سے پیدا ہو جاتی ہے مراد اس سے وہ نور ہے جو تہجد گذاروں اور شب بیداروں کے چہرے پر نمایاں ہوتا ہے۔ یہ اوصاف ان صحابۂ کرام کے توراۃ میں مذکور ہیں اور انجیل میں ان اصحاب رسول اللہ کی یہ مثال ہے جیسے کھیتی ابتدا میں بہت کمزور ہوتی ہے پھر قوت پکڑ کر اور قوی ہو کر پھر موٹی ہو کر یہاں تک کہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ کھیتی کرنے والوں کو کھیتی کی یہ حالت خوش کرنے لگی۔ یہ قوت صحابۂ کرام کی وجہ سے اسلام میں اس لئے آئی تاکہ کفار کو غم و غصے میں مبتلا کر دے اور وہ حسد کی آگ میں جلتے رہیں۔ آخر میں صحابہ کرام کو آخرت کے اجر و ثواب اور بخشش و مغفرت کی بشارت دی اور ان سے وعدہ فرمایا۔ ایمان اور عمل صالح کی قید لگا دی تاکہ یہ معلوم ہو کہ مرتے دم تک اسلام کی محبت پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر قائم رہے کھیتی کی تمثیل اور ان کے خشوع اور خضوع کا وصف بیان فرما کر یہ بات ظاہر کی کہ توراۃ و انجیل میں بھی نبی آخر الزماں کے اصحاب اور آپ کے ہمراہیوں کے یہ اوصاف بیان ہو چکے ہیں کھیتی کی ابتدائی حالت ضعیف اور کمزور ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ قوی ہوتی ہے آگے چل کر قوی تر ہو جاتی ہے۔ یہی اسلام کی تقویت کا حال ہے ابتدا میں ایک پھر دو پھر تین پھر چار پھر بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ اصحاب کرام کی تعداد ہزار ہا تک پہنچ گئی۔ ابتدا میں ضعیف تھے پھر رفتہ رفتہ بہت اور غالب ہو گئے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں زرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اخرج شطاہٗ ابوبکر۔ فازرہ عمر۔ فاستغلظ عثمان۔ فاستوی علی سوقہ علی بن ابی طالب۔ رضی اللہ عنہم۔ آیت کے آخری حصے میں بعض نے من کو بیانیہ کہا۔ اور بعض نے تبعیضیہ فرمایا بعض نے زائدہ کہا۔ بہرحال صحابہ کرام کے دشمنوں کی موشگافیوں کے لئے آیت میں کوئی گنجائش نہیں۔ صحابہ کرام سب کے سب قابل تعظیم اور لائق ادب ہیں۔ ان کی اتنی بڑی اکثریت میں سے اگر کوئی ایک دو فرد جن کو صحبت پیغمبر کم میسر آئی ہو وہ خارج بھی ہو جائیں تو تمام صحابہ پر کوئی حرف گیری نہیں کی جا سکتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم یعنی میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو تم میرے پیچھے ان کو ہدف ملامت اور طعن و تشنیع نہ بنا پس جس نے ان کو دوست اور محبوب رکھا تو میری محبت کی وجہ سے ان کو محبوب رکھا اور جس نے ان کو مبغوض رکھا اور ان سے بغض کیا تو میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان کو مبغوض سمجھا اور مبغوض رکھا حضرات صحابۂ کرام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنا، ان پر لعن طعن کرنا یا ان کی شان میں سب و شتم سے پیش آنا ایمان کے زائل ہونے کی علامت اور نشانی ہے۔ اور یہ جو فرمایا ذٰلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل اس میں مفسرین نے کئی احتمال بیان کئے ہیں اور ترجمہ کرنے والوں نے بھی کئی طرح ترجمے کئے ہیں۔ ہم نے ان میں سے ایک بات اختیار کر لی ہے پہلا حصار پہلے اوصاف والذین معہٗ سے توریت میں جو اوصاف مذکور ہیں ان کا بیان ہے اور کزرع سے وہ اوصاف مذکور ہیں جو انجیل میں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اوصاف توریت اور انجیل دونوں میں مذکور ہوں۔ بہرحال کتب سابقہ منزل من السماء میں جس طرح نبی آخر الزماں کی بشارت جگہ جگہ مذکور ہے اسی طرح آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوصاف کا بھی تذکرہ ہے۔ وصلی اللہ تعالٰی علی رسولہ واصحابہ اجمعین۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ۔ ان کا نام یعنی تہجد کی نماز صاف نیت سے چہرے پر ان کے نور ہے حضرت کے اصحاب لوگوں میں پہچانے پڑتے۔

بقیہ صفحہ ۸۲۲

بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ رسول ان میں تمہاری رائے پر عمل کرنے لگے تو تم بڑی مشقت میں پڑ جاؤ لیکن اللہ تعالٰے نے تمہارے لئے ایمان کو

محبوب بنا دیا اور ایمان کو تمہارے دلوں میں خوشنما اور مستحسن کر دیا۔ اور کفر اور فسق اور نافرمانی سے تم کو نفرت دی۔ یہی لوگ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں (۷) یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کے انعام واحسان کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالےٰ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے ؛ ولید بن عقبہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بنی مصطلق روانہ کیا۔ سو راتفاق سے ولید میں اور بنی مصطلق میں زمانہ جاہلیت سے ایک خون کے متعلق عداوت چلی آتی تھی بنی مصطلق کے مسلمان ان کے استقبال کو نکلے یہ سمجھے کہ میرے قتل کو نکلے یہ ڈر کر بھاگ آئے یہاں آکر انہوں نے اطلاع دی کہ وہ قوم تو مرتد ہو گئی۔ زکوٰۃ سے انکار کیا اور انہوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا۔ یہ خبر سنکر بعض لوگ مشتعل ہوئے اور انہوں نے مشورہ دیا کہ حضورؐ ان پر فوج کشی کریں اور ان کو سزا دیں۔ لیکن حضورؐ نے نہایت احتیاط سے کام لیا اور خالد بن ولید کو ایک چھوٹے سے لشکر کے ہمراہ خفیہ طور سے بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ معاملہ کی خوب تحقیق کرو اگر واقعی وہ مرتد ہو گئے ہیں اور تم پر حملہ کریں تو تم ان کا مقابلہ کرو ورنہ زکوٰۃ لیکر چلے آؤ۔ چنانچہ خالد بن گئے اور زکوٰۃ لیکر چلے آئے بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنی المصطلق کے لوگ خود آئے اور زکوٰۃ پیش کی اور سارا ماجرا حضور کو سنایا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور یہ حکم دیا گیا کہ اگر کوئی شریر اور گناہ گار آدمی کوئی خبر لائے اور تم کو سنائے تو پہلے اس کی تحقیق کر لو اس خوف سے کہ کہیں بغیر تحقیق کے کسی قوم کو تمہارے ہاتھوں سے گزند نہ پہنچ جائے پھر تم کل کو پشیمان اور نادم ہو۔ اور جو کچھ تم نے کیا اس پر تم کو پشیمان ہونا پڑے۔ پھر فرمایا تم میں اللہ تعالےٰ کا رسول موجود ہے اگر یہ بہت سے کاموں میں تمہارے مشوروں کو قبول کر لیں اور ان پر عمل کرنے لگیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ اور تم کو سخت مضرت پہنچے لیکن وہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ ..... اپنے فضل و احسان کے سبب اس نے تمہارے دلوں میں ایمان کامل کو محبوب بنا دیا اور کمال ایمان کی تحصیل کو تمہارے قلوب کے لئے مرغوب اور خوش منظر کر دیا اور اسی کے ساتھ کفر کی اور فسق کی یعنی کبیرہ گناہوں کی اور عصیان یعنی صغیرہ گناہوں کی نفرت پیدا کر دی کہ تم کو یہ سب باتیں بری لگتی ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کی رائے صائب تھی جنہوں نے لشکر کشی سے پہلے تحقیق کا مشورہ دیا اس لئے ان کو اولئک ھم الراشدون فرمایا یعنی یہ لوگ راہ حق پر مستقیم رہنے والے ہیں جو پہاڑ کی طرح صحیح بات پر جمے رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور احسان کی وجہ سے ہوا۔ ایمان کامل کی محبت اور گناہوں سے نفرت یہ ان کے فضل اور احسان کی نوازش سے ہی ہو سکتا ہے وہ علیم بھی ہے ہر شخص کی حالت سے واقف ہے اور ہر ایک کو اپنی حکمت سے عطا کرنے والا ہے کیونکہ وہ بڑی حکمت والا ہے جس پر چاہتا ہے انعام کرتا ہے اور جس کو اس کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے اس کو فضیلت دیتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک شخص کو حضرت نے بھیجا ایک قوم پر زکوٰۃ لینے کو وہ نکلے اس کے استقبال کو اسلام سے پہلے اس قوم میں اور اس کی قوم میں بیر تھا ڈرا کہ میرے مارنے کو نکلے الٹا بھاگا مدینے میں آکر مشہور کر دیا کہ فلانی قوم مرتد ہوئی حضرت ان پر فوج بھیجیں اس سے معلوم ہوا کہ شہادت فاسق کی قبول نہیں فاسق جس پر بے شرع کام عیاں ہوں اور فرمایا یعنی تمہارا مشورہ قبول نہ ہو تو برا نہ مانو رسول عمل

کرتا ہے اللہ کے حکم پر اسی میں تمہارا بھلا ہے اگر تمہاری بات مانا کرے تو ہر کوئی اپنے بھلے کی کہے کس کس کی بات پر چلے ۱۲ (۸) اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ اور دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے مابین اصلاح کر دو یعنی اختلاف اور مابہ النزاع امور کو رفع کرا کے دونوں میں صلح کرا دو۔

بقیہ صفحہ ۸۲۴

ایمان لانے کے بعد مسلمان کے لئے فسق کا نام بہت برا ہے اور جو توبہ نہ کریں گے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہوں گے ؛ مطلب یہ ہے کہ ایسا مذاق اور تمسخر جو کسی کی تحقیر اور دل آزاری کے لئے کیا جائے وہ حرام ہے خواہ مرد کسی مرد کے ساتھ ایسا مذاق کرے یا عورت کسی عورت کے ساتھ ایسا مذاق کرے یا عورت مرد کے ساتھ یا مرد عورت کے ساتھ تحقیر آمیز مذاق کرے تو وہ ناجائز ہو گا۔ باقی جس میں دوسرے کی تحقیر اور دل آزاری نہ ہو وہ مزاح اور خوش طبعی ہے اس میں مضائقہ نہیں اور مزاح جائز ہے۔ یہاں جو رجال اور نساء فرمایا ہے اس سے محض جنس مراد ہے جیسا کہ ہم نے عرض کر دیا ہے۔ یہاں یہ بحث شاید غیر ضروری ہو گی کہ قوم کا اطلاق صرف مردوں پر ہوا کرتا ہے عورتیں قوم کے لفظ میں داخل نہیں ہوتیں اور اگر ہوتی ہیں تو تبعاً داخل ہوتی ہیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ شاید وہ تم سے بہتر ہوں یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ شخص بہتر ہو جس کی تم تحقیر اور دل آزاری کر رہے ہو یعنی اس کا خاتمہ ایمان پر مقدر ہو اور وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم سے زیادہ مقبول ہو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول مشہور ہے۔ البلاء موکل بالقول لو سخرت من کلب لخشیت ان احول کلباً۔ یعنی ہر قسم کی بلا قول پر سونپی گئی ہے۔ اکثر بلائیں زبان کی بدولت نازل ہوتی ہیں۔ میں تو کسی کتے سے بھی مذاق نہیں کرتا اگر کتے سے بھی تحقیر آمیز مذاق کروں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں میں کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ بہرحال وہ شخص جو اپنی حقارت اور ذلت پر نظر رکھتا ہے وہ ہمیشہ دوسرے آدمی کو ذلیل کرنے سے احتیاط کرتا ہے۔ تلمزوا کو میم کے زیر سے اور میم کے پیش سے دونوں طرح کی قرأت ہے خواہ کسی طرح پڑھے مطلب یہ ہے کہ کسی پر طعن نہ کرو اور عیب نہ لگاؤ۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ایسا کوئی فعل اختیار نہ کرو جس کی وجہ سے تم کو طعن کیا جائے تنابزوا بالالقاب کا مطلب یہ کہ کسی کو برے لقب سے پکارنا جو کسی کو ناگوار گذرے یعنی ایسے لقب سے نہ پکارو جو اس کی دل آزاری کا موجب ہو۔ جیسے کسی شخص کی کوئی چڑ بنا لیتے ہیں اور پھر اس چڑ سے اس کو پکارتے ہیں۔ اور وہ ایک مومن کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا نام لیا جائے اور ایسا لقب دیا جائے جو ناگوار نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ کسی لقب سے خوش ہوتے ہیں۔ آخر فرمایا کہ ایمان کے بعد تو مسلمان کے لئے سب سے برا نام فسق کا ہے یعنی کسی مسلمان کو یا فاسق کہہ کر پکارنا۔ جیسے بعض لوگ ان مسلمانوں کو جو یہودی سے مسلمان ہوئے تھے یا یہودی کہہ کر پکارتے تھے تو سب سے برا لقب تو ایمان لانے کے بعد فسق کا لقب ہے۔ اس میں سب گناہ داخل ہو گئے۔ مثلاً کسی کو یا فاسق، یا زانی، یا سارق کہنا سب داخل ہو گئے۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے

کہ دوسروں کو برا لقب دینے سے پہلے یہ تو دیکھو کہ تم ایک گناہ کرنے سے فاسق ہو جاتے ہو جو ایمان کے بعد بہت ہی برا لقب ہے یعنی دوسرے کو برا لقب دینے سے اپنا لقب فاسق ہو جاتا ہے اس لئے ایسے امور سے اجتناب کرنا چاہئے جس میں اپنا لقب فاسق ہو جائے۔ اور جو شخص ان حرکات ناشائستہ اور ممنوعہ سے باز نہ آئے گا اور توبہ نہ کرے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم اور ناانصاف ہوں گے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جہاں کسی پر برا نام ڈالا پہلے تو اپنا نام پڑ گیا فاسق آگے تھا مومن اس پر عیب لگایا نہ لگا ۱۲ خلاصہ یہ کہ ایسے افعال سے بچنا چاہئے جو کسی مسلمان کی دل آزاری اور ناگواری کا موجب ہو اور بات بڑھ کر فتنہ و فساد اور قتل و قتال کی نوبت آئے اور خود فاسق قرار پائے۔ انسان اگر اپنے آپ کو خود حقیر سمجھے تو دوسروں پر عیب لگانے کی جرأت نہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا مشہور ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْٓ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا۔ یعنی اللہ مجھ کو صبر کرنے والا اور شکر کرنے والا بنا دے اور مجھ کو اپنی آنکھوں میں چھوٹا اور دوسروں کی آنکھوں میں بڑا بنا دے یعنی جب میں خود اپنے پر نظر کروں تو اپنے کو چھوٹا سمجھوں اور دوسرے جب مجھ کو دیکھیں تو بڑا سمجھیں (۱۱) اے ایمان والو بہت گمان کرنے سے احتراز کیا کرو اور بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے عیب کی ٹٹول نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا کہا کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ اور مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے سو تم کو اس سے گھن آئے اور تم اس سے متنفر ہو اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالےٰ بڑا معاف کرنیوالا بڑی مہربانی کرنے والا ہے ؛ چونکہ ظن کی بہت سی اقسام ہیں بعض جائز، بعض واجب، بعض مباح، اس لئے فرمایا بعض حرام۔ اس لئے ظن اور گمان کی کثرت سے احتراز کر دیا یہ مطلب ہے کہ اجتنبوا کثیرا۔ کہ بچو بچنا بہت۔ اہل خیر اور صلاح کے ساتھ بدگمانی کرنا بہت بری بات ہے۔ اور اہل فسق کے معاملے میں بدگمانی جائز ہے۔ اور جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ بعضے افراد ظن اور گمان کے گناہ ہیں تو ان کی تحقیق کرنے کے بعد جہاں بدگمانی جائز ہو یا ضروری ہو وہاں بدگمانی کرے تو مضائقہ نہیں۔ یہ نہیں کہ ہر موقعہ پر اور ہر معاملے میں بدگمانی کرو، اور برے ظن سے کام لو۔ جو شخص بہت بدگمانیوں سے احتراز کرے گا تو بعض سے بچ جائے گا۔ تجسس کسی کے عیب کی تلاش کرنا۔ اور مسلمان کے عیب ڈھونڈتے پھرنا۔ حضرت مجاہد کا قول ہے خذوا ماظھر ودعوا ماستر اللہ۔ یعنی جو کچھ ظاہر ہو وہ لے لو اور جو کچھ اللہ نے چھپا لیا اسے چھوڑ دو۔ بہرحال عیب جوئی سے منع فرمایا کسی کی چھپ کر باتیں سننا یا سونے والے کی حالت بنا کر جاگتے رہنا اور دوسروں کی باتیں سنتے رہنا تجسس ہے۔ اس میں بھی اگر کہیں اپنے آپ کو ضرر سے بچانے یا کسی مسلمان کو نقصان سے بچانے کی غرض سے دشمن کی تدابیر کا کھوج لگائے تو جائز ہو گا۔ پھر فرمایا ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو۔ یعنی پیٹھ کے پیچھے ایسی برائی کرنا جو سچی ہو کہ اگر اس کے

سامنے نہ ہو تو اس کو ناگوار گذرے یہ غیبت ہے اور اگر وہ بات سچی نہ ہو تو بہتان ہے اور اس میں بہت لوگ مبتلا ہیں بلکہ یہ مرض علما اور صوفیا میں آجکل کے بہت ہے۔ فنعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ گوشت کھانا فرمایا جس طرح کسی انسان کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے سے تکلیف ہوتی ہے اسی طرح اس کی آبروریزی بھی اس کی تکلیف کا موجب ہے۔ اگرچہ اس آبروریزی کا اس کو علم نہ ہو تو عدم حس میں شابہت مردے کے ساتھ دی۔ لیکن فی نفسہ تو تکلیف وہ چیز ہے۔ گویا مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے ہو۔ پس جس طرح مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے گھن کرتے ہو اسی طرح اس کی پیٹھ پیچھے اس کی آبروریزی سے بھی بچو اور اس کو برا سمجھو۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں تہمت اور بھید ٹٹولنا اور پیٹھ پیچھے بد کہنا کسی جگہ نہیں بے گناہ یعنی مظلوم ظالم کو کچھ کہے جہاں اس میں دین کا فائدہ ہو اور نفسانیت غرض نہ ہو ۱۲ خلاصہ یہ کہ مظلوم ظالم کی بدگوئی کرسکتا ہے بشرطیکہ دین کا کچھ فائدہ ہو۔ ہم اس مسئلے کو چھٹے پارے کی ابتدا میں تفصیل کے ساتھ عرض کرچکے ہیں اس کی تسہیل میں ملاحظہ کرلیا جائے۔ یہ غیبت جس طرح قول سے ہوتی ہے فعل سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً کسی لنگڑے کی نقل اتارنا، یا کسی پستہ قد کو اشارہ کرکے اور منہ بناکے دکھانا وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال اس باب میں تفصیل ہے جو مقامی علما سے دریافت کی جاسکتی ہے۔ اور یہ جو فرمایا اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو یعنی غیبت کرنے سے بچو اور توبہ کرو بلاشبہ اللہ تعالےٰ توبہ کو قبول فرماتا ہے اور وہ بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ غیبت حق العباد بھی ہے اور حق اللہ بھی۔ یعنی اللہ تعالےٰ سے توبہ کرو اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معاف کراؤ اور اگر وہ مرگیا ہو تو اس کے لئے استغفار کرے۔ غیبت صرف مسلمان ہی کی حرام نہیں بلکہ کافر جو ذمی ہو اس کی بھی غیبت حرام ہے۔ بہرحال اس باب میں بھی بڑی تفصیل ہے جو اس مختصر میں نہیں کی جاسکتی۔ چونکہ اوپر تقوے کا ذکر فرمایا تھا اس لئے آگے متقی کی تعریف اور اس کی خوبی بیان فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۲)

بقیہ صفحہ ۸۲۵

اور تمہاری موجودہ کافرانہ روش کی وجہ سے ایمان لے آنے کے بعد کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ بڑی بخشش کرنے والا اور بڑی مہربانی کرنے والا ہے وہ دل سے ایمان لانے اور زبان سے اقرار کرنے اور ارکان اسلامی پر عمل کرنے کے بعد پہلے اعمال کفریہ کو ساقط کردیا کرتا ہے اور ان اعمال کفریہ پر کوئی محاسبہ نہیں کرتا جو ایمان سے پہلے ہوچکے۔ (۱۴) کامل ایمان والے تو بس وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کبھی شک و شبہ نہیں کیا یعنی ہمیشہ ایمان پر قائم رہے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی راہ میں مشقتیں برداشت کیں اور جہاد کیا یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں ؁ یعنی تم تو کاذب ہو کر جھوٹ بولے ایمان کا دعوٰی ایمان تھا نہیں۔ سچے اور پورے ایمان دار تو وہ لوگ ہیں جو تصدیق قلبی کے ساتھ ایمان لائیں اور زبان سے اقرار کریں اور جہاد میں اپنی جان اور مال لڑا دیں۔ تو یہ لوگ سچے اور کامل ایمان والے ہیں مطلب یہ ہے کہ اعمال میں کچھ کوتاہی بھی ہو مگر تصدیق قلبی تو موجب بھی تم کو صادق کہا جاسکتا تھا لیکن یہاں تو صدق ہی مفقود ہے بلکہ جھوٹ بول کر دھوکہ دینا مقصود ہے تو تم کو مومن کس طرح کہا جاسکتا ہے اور صادقوں میں سے ہونا تو بہت اونچی چیز ہے۔ (۱۵) آپ ان دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کیا تم اللہ تعالےٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو اور اپنی دینداری اس کو جتاتے ہو حالانکہ اللہ تعالےٰ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالےٰ ہر چیز کو جانتا ہے ؁ یعنی زمین و آسمان کی چیزوں کے علاوہ بھی ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ سورۂ یونس میں بھی گذر چکا ہے قل اتنبؤن اللہ بما لا یعلم حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اگر سچا دین تم کو ہے تو کس سے کیا ہوگا جس سے معاملت ہے وہ آپ خبردار ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ جب وہ ہر شے کو جانتا اور ہر شے کا جاننے والا ہے تو تمہارے ایمان کو بھی جانتا ہوگا (۱۶) اے پیغمبر یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے تم مجھ پر اپنے اسلام لانے اور مسلمان ہونے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تعالےٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے ایمان کی جانب تمہاری رہنمائی فرمائی بشرطیکہ تم ایمان کے دعوے میں سچے ہو ؁ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو نیکی اپنے ہاتھ سے ہوا اپنی تعریف نہیں رب کی تعریف ہے جس نے کروائی ۱۲۔

بقیہ صفحہ ۸۲۷

اس برکت والی بارش کی وجہ سے ہی زمین سے ہر قسم کی چیز پیدا ہوتی ہے۔ نباتات ہی کیا بلکہ جمادات لوہا، سیسہ، سونا چاندی غرض زمین کی ہر چیز کا تعلق آسمانی بارش سے ہے۔ بلدۃ کا ترجمہ ہم نے زمین کردیا ہے اس لئے کہ شہر کا زندہ کرنا یا کسی قصبہ کا زندہ کرنا یہی ہے کہ اس کی زمین میں زندگی پیدا ہوجائے اور اس میں روئیدگی کی طاقت از سر نو آجائے۔ اس مری ہوئی زمین کو زندہ کرنے کی تشبیہ دی مردوں کے زمین سے نکلنے کو جب اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے، تو انسان کے دوبارہ پیدا کرنے پر ان دین حق کے منکروں کو تعجب کیوں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اناج وہی جس کے ساتھ کھیت بھی کٹ جاوے اور درخت قائم رہتا ہے پھل ٹوٹ کر ۱۲ آگے دین حق کے منکروں کے لئے تہدید اور وعید ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۱) ان کفار قریش سے پہلے نوح کی قوم اور کنوئیں والے اور ثمود۔ (۱۲) اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں یعنی لوط کی قوم (۱۳) اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم تکذیب کا شیوہ اختیار کرچکے ہیں۔ ان میں سے ہر قوم نے اپنے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا اور ہر ایک نے رسولوں کی تکذیب کی۔ سو میرے عذاب کا وعدہ ان پر ثابت اور سچا ہو کر رہا ؁ اس تہدید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ جس طرح سابقہ رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کا انجام ہوا اور ان پر میری وعید ثابت ہوئی اسی طرح آپ کی تکذیب کرنیوالوں کا بھی ایسا ہی انجام ہوگا۔ کنوئیں والے وہی ہیں جن کا ذکر سورۂ فرقان میں گذر چکا ہے۔ کہتے ہیں عدن کی نواحی میں کوئی چھوٹی سی ریاست تھی انہوں نے اپنے بادشاہ کی پرستش شروع کردی تھی۔ اس زمانے کے نبی نے ان کو سمجھایا لیکن وہ نہ مانے آخر وہ کنواں بھی زمین میں دھنس گیا اور ریاست کے لوگ بھی زمین میں دھنسا دیئے گئے۔ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود مشہور قومیں ہیں۔ فرعون بھی معروف ہے۔ بن والے مدین والوں کو فرمایا یعنی حضرت شعیب کی قوم۔ لوط کی قوم یعنی سدوم کے رہنے والے۔ ہرچند کہ حضرت لوط مہاجر تھے اور حضرت ابراہیم کے ساتھ عراق سے شام چلے گئے تھے لیکن شاید وہاں جاکر نکاح کرلیا تھا اس لئے سسرالی رشتہ قائم ہوجانے کی وجہ سے اخوان لوط فرمایا۔ تبع کی قوم وہی جس کا ذکر سورۂ دخان میں گذرا ہے یعنی تبع حمیری جن کا نام اسعد اور کنیت ابوکرب ہے۔ ایک رسول کی تکذیب کرنا ایسا ہی ہے جیسے سب رسولوں کی تکذیب ہے اس لئے رسولوں کو جمع فرمایا۔ کیونکہ ان قوموں نے اپنے اپنے زمانے کے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی اس لئے ارشاد ہوا۔ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ (۱۴) کیا ہم پہلی بار پیدا کرکے عاجز ہوگئے اور تھک گئے نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ نئی پیدائش کے بارے میں اور نئے بننے کی طرف سے شبہ میں اور دھوکے میں پڑے ہوتے ہیں ؁ یعنی شیطان نے ان کو شبہ میں ڈال دیا ہے کہ مرکر زندہ ہونا عادت کے خلاف ہے اس لئے اس دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں کہ کوئی دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا۔ چونکہ یہ شبہ کیا جاسکتا تھا کہ محل قابل حیات بھی اور فاعل یعنی زندہ کرنیوالا قادر بھی ہو لیکن تھک جانے کی وجہ سے تنفیذ کی قدرت باقی نہ رہی ہو۔ اس احتمال کا جواب ہے کہ ہم عاجز نہیں ہوتے اور تھکتے نہیں۔ کیونکہ جو صفات مستفاد من الغیر نہ ہوں اس میں نقص محال ہے۔ وہ قادر بالذات ہے۔ یہ وصف کسی غیر سے حاصل شدہ نہیں ہے اس لئے اس میں کوئی احتمال عاجز ہونے کا نہیں۔ (۱۵) اور انسان کو یقیناً ہم نے بنایا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات آتے ہیں اور جو باتیں اس کے جی میں آتی ہیں اور جو چیزیں اس کا نفس خاطر میں لاتا ہے ان کو ہم جانتے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۸۲۸

دین حق کے منکروں سے کہا جائے گا (۲۱) یقیناً تو اس دن سے بے خبر اور بڑی غفلت میں تھا۔ اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹادیا سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے ؁ یعنی تو انکار کرتا تھا اور مانتا نہ تھا۔ قیامت کو جھٹلاتا تھا اور عالم برزخ کی کسی چیز کا قائل نہ تھا اب معائنہ کیا اور تجھ کو معلوم ہوگیا کہ پیغمبر جو کچھ کہا کرتے تھے وہ سب سچ تھا آج بڑا تیز بیں ہے کہ کوئی چیز مانع ادراک نہیں اگر دنیا ہی میں اس پردے کو ہٹادیتا اور ان چیزوں پر ایمان لے آتا تو تیرے حق میں کیا اچھا ہوتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ الناس نیام اذا ماتوا فانتبھوا یعنی لوگ سو رہے ہیں جب مرجائیں گے تو بیدار ہوجائیں گے دنیا میں انسان پر غفلت کی نیند طاری ہے جب مرجائے گا تب آنکھیں کھلیں گی۔ (۲۲) اور اس کا ساتھی کہے گا اس کے اعمال کا وہ دفتر جو میرے پاس تھا یہ حاضر ہے ؁ قرین یہ شاید وہی فرشتہ ہے جس کو اوپر شہید کہا گیا ہے یہ نامۂ اعمال پیش کرکے ہوئے عرض کرے گا ھذا مالدی عتید۔ کہ جو اس کی مسل اور روزنامچہ اور نامۂ اعمال میرے پاس تھا یہ حاضر ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وہ فرشتہ اعمال حاضر کرے گا ۱۲ خلاصہ یہ کہ وہ دو فرشتے

جو ساتھ ہوں گے ایک سائق اور ایک شہید وہی پیش کریں گے اور اسی وقت فیصلہ کر دیا جائے گا حضرت مجاہد نے اس قرین سے وہ شیطان مراد لیا ہے جس کا ذکر سورۂ زخرف میں گذر چکا ہے وہ یہ کہے گا کہ میں اس پر متعین تھا یہی وہ شخص ہے اس کو میں حاضر کر رہا ہوں چونکہ یہ قول مرجوح تھا اس لئے اس کو ہم نے چھوڑ دیا۔ جمہور کا قول یہی ہے کہ وہ فرشتہ کاتب اعمال ہوگا جو اس کا عمل نامہ پیش کرتے ہوئے کہے گا ھذا مالدی عتید۔ (۲۳) فرشتوں کو حکم ہوگا تم دونوں ہر ایسے شخص کو جہنم میں جھونک دو اور ڈال دو جو ناسپاس سرکش ہو (۲۴) اور نیکی سے روکنے والا حد سے تجاوز کرنے والا دین میں شبہ پیدا کرنے والا ہو (۲۵) جس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو سخت عذاب میں ڈال دو۔ کفار۔ بڑا ناسپاس اور ناشکرا۔ عنید۔ سرکش ضدی۔ مناع للخیر بھلائی سے روکنے والا مال میں ممسک اور بخیل۔ معتدی۔ حد سے تجاوز کرنے والا۔ مریب۔ شک کرنے والا۔ شبہے میں ڈالنے والا۔ شبہات پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ دوسرے کو معبود تجویز کرنے والا۔ یہ حکم ہوگا کہ اس قسم کے مجرم کو جہنم میں ڈال دو۔ یہ شاید ان ہی دو فرشتوں کو حکم دیا جائے گا یا اور دو فرشتے ہوں گے جن کو حکم دیا جائے گا۔ دو فرشتوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عام طور سے مجرم کو دو آدمی بادشاہ اور قاضی کے روبرو پیش کیا کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حکم مالک کو دیا جائے جو دوزخ کا داروغہ ہے۔ اور اس کی عظمت کی وجہ سے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ بہرحال عام مفسرین کا قول یہی ہے کہ یہ فرشتے وہی سائق اور شہید ہیں۔ (۲۶)

بقیہ صفحہ ۸۲۹

حفاظت کرنے والا یعنی ان کو اپنے وقت پر بجالانے والا ہو۔ غرض یہ بہشت ہر ایسے شخص کے لئے ہوگی (۳۲) جو رحمان سے بن دیکھے اور غائبانہ ڈرتا رہا اور اللہ تعالےٰ کی جناب میں رجوع ہونے والا دل لیکر حاضر ہوا۔ (۳۳) ان سے ارشاد ہوگا تم اس بہشت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہ ہمیشہ کے فیصلے اور ہمیشہ کے حکم کا دن ہے (۳۴) ان کو اس بہشت میں جو وہ چاہیں گے وہ ملے گا اور میسر ہوگا اور ہمارے پاس ان کی چاہی ہوئی چیزوں سے اور بھی زیادہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے جس شخص نے شروع دن میں اور دن کے ابتدائی حصے میں چار رکعتیں پڑھنے پر مداومت کی اور چار رکعتیں ہر روز پابندی سے پڑھتا رہا تو وہ شخص اواب حفیظ میں داخل ہے۔ یہ نماز اشراق کی چار رکعتیں ہیں گو اشراق کی نماز پر حفاظت رکھنے والے کو اواب حفیظ کہا گیا ہے۔ من خشی الرحمان یا تو اواب سے بدل ہے اور یا ابتدا ہے۔ بہرحال رحمان سے ڈرتا ہے اور باوجود اس علم کے کہ رحمان وسیع الرحمت ہے پھر بھی ڈرتا رہتا ہے۔ قلب منیب رجوع رکھنے والا دل یعنی صحیح عقیدہ رکھنے والا دل۔ یا گناہوں سے نیکیوں کی طرف رجوع کرنے والا۔ یا گناہ کر کے توبہ کرنے والا۔ بہرحال اواب کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں۔ اسی طرح منیب کے بھی بہت سے معنی کئے ہیں۔ اخلاص رکھنے والا۔ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی طرف متوجہ ہونے والا۔ سلامتی کے ساتھ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عذاب سے سلامتی۔ یا تفکرات اور ہر قسم کی تکلیف سے سلامتی۔ یا اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتوں کے سلام کے ساتھ۔ ولدینا مزید۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی رویت اور ان کا دیدار جو بلا کیف ہوگا۔ یا اللہ تعالےٰ کے راضی ہونے اور کبھی ناراض نہ ہونے کا اعلان۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو نعمتیں ان کے خیال میں نہیں ۱۲ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور وقوع قیامت اور مردوں کے زندہ ہونے کا مضمون ہے۔ (۳۵) اور ہم بہت سی امتوں اور قوموں کو ان کفار مکہ سے پہلے تباہ و برباد کر چکے ہیں جو قوت و زور میں اور دست درازی میں ان سے بہت زیادہ تھیں پھر وہ اپنی بستیوں میں تلاش کرتے پھرے اور شہروں کو چھانتے پھرے کہ کوئی پناہ کی جگہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے بہت سی قوموں نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ پیغمبروں کی تکذیب کرتے تھے۔ وہ ان سے قوت اور زور میں بھی زیادہ تھے۔ پھر جب عذاب آیا تو شہروں میں بھاگنے کی جگہ تلاش کرتے پھرے۔ یا یہ ان کی قوت و طاقت کے ساتھ ان کا شہروں میں پھر کر دنیاوی ساز و سامان میں ترقی کرنے کو ظاہر کیا گیا ہے کہ زور آور بھی اور ساز و سامان میں بھی ان سے زیادہ تھے اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مکہ والے جو سفر کرتے رہتے ہیں ان مکہ والوں نے تفتیش کی اور تفحص کیا کہ ان کے لئے کوئی بھاگنے کی جگہ تھی تاکہ ان پر عذاب آئے تو یہ وہاں جا کر پناہ حاصل کریں۔ تنقیب کے معنی ہیں تنقیر اور تفتیش کسی بات کی تفحص۔ چلنا زمین میں۔ پہاڑوں میں چلنا۔ اور بحث یعنی کرید کرنا کسی بات کی۔ انہی معنی کے اعتبار سے ترجمے کئی طرح سے کئے گئے ہیں بھاگنے کی جگہ موت سے یا اللہ تعالےٰ کے عذاب سے۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی قومیں قوت میں ساز و سامان میں زیادہ تھیں سو وہ عذاب کے وقت بچنے کی جگہ ڈھونڈتی پھریں۔ اور ان کو کہیں بچنے کی جگہ نہ ملی اور سب ہلاک ہو گئیں۔ آگے ان واقعات سے عبرت اور نصیحت پکڑنے کا ذکر فرمایا (۳۶) بلاشبہ اس واقعہ میں اس شخص کے لئے بڑی نصیحت اور عبرت ہے کہ جس کے پہلو میں دل ہو یا وہ متوجہ ہو کر کان لگا دیتا ہو۔ یعنی گذشتہ قوموں کی ہلاکت کے واقعات میں وہی لوگ عبرت و موعظت حاصل کر سکتے ہیں جن کے پہلو میں قلب سلیم اور فہیم ہو اور ان کا دل زندہ ہو یا کان لگا کر قرآن کو سنتے اور سمجھتے ہوں۔ اور اپنا ذہن حاضر رکھتے ہوں یعنی دل اور دماغ دونوں میں صلاحیت ہو۔ یا کم از کم ایک چیز میں بھی صلاحیت ہو تو کچھ نہ کچھ عبرت ہو جائے۔ دل لگا کر سنتا بھی رہے تو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ حضرت صوفیا نے بہت سے معنی بیان فرمائے ہیں۔ اور بات بھی یہ ہے کہ جس کے دل میں اعتقاد نہ ہو وہ دل ایسا ہے جیسے دل نہ ہو۔ (۳۷)

بقیہ صفحہ ۸۳۱

خلاصہ یہ کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ چاروں قسمیں ہواؤں کی ہیں اس لئے ان کے منہیہ میں فرشتوں کا اور کشتیوں کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک ذاریات۔ حاملات۔ جاریات۔ مقسمات یہ سب ہوائیں ہیں (۶) قسم ہے راستوں والے آسمان کی (۷) کہ تم ایک اختلاف کی بات میں پڑے ہوئے ہو (۸) اس کے ماننے سے وہی پھرا اور باز رہا جو راندا گیا اور پھیر دیا گیا۔ یہ آسمان کی قسم کھائی۔ راستوں والا آسمان جس میں فرشتوں کے جانے آنے کے راستے ہیں یا تاروں والا آسمان۔ حُبُک جمع ہے حبیکہ کی جیسے طرق جمع طریقہ کی یا جمع ہے حباک کی۔ جس کے معنی ستارے کے ہیں۔ اسی وجہ سے ترجمے میں دو قول ہیں۔ راستوں والے آسمان کی قسم اور تاروں والے آسمان کی قسم۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے ترجمے میں فرمایا قسم ہے آسمان جالی دار کی پھر موضح القرآن میں فرمایا آسمان جالی دار یعنی تارے ہیں اس میں جال سا اور جھگڑے کی بات آخرت کا جینا جو اس کو نہ مانے وہ درگاہ سے پھیرا گیا ۱۲ جس طرح حبک کے معنی دو طرح کئے گئے ہیں۔ اسی طرح قول مختلف میں بھی کئی قول ہیں یا تو وہی مرنے کے بعد آخرت میں زندہ ہونا۔ یا قرآن کے بارے میں مختلف قول کہتے ہو۔ یا رسول اللہ کے بارے میں مختلف باتیں کہتے ہو۔ بہرحال آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ تم بلا وجہ ایک اختلاف میں مبتلا ہو اور جس چیز میں اختلاف کر رہے ہو وہ ایسی ہے کہ اس سے وہی شخص باز رہ سکتا ہے اور اس پر ایمان لانے سے وہی پھرتا ہے جو درگاہ خداوندی سے پھیر دیا گیا اور لوٹا دیا گیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یضل عنہ من ضل۔ یعنی وہ شخص گمراہ ہوتا ہے اس سے جس کو گمراہ کیا گیا۔ صاحب قاموس نے کہا ہے مافوک مصروف عن الحق۔ مطلب یہ ہے کہ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہو وہ آخرت کا جینا ہو یا قرآن ہو۔ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہو۔ بہرحال اس سے وہی پھرتا ہے جو پھیر دیا گیا اور راندا گیا۔ یعنی جو ازلی بدبخت ہے وہی اس سے انکار کرتا اور پھرتا ہے۔ غرض قیامت۔ رسول یا قرآن کے اقرار اور ایمان سے وہی پھرتا ہے جس کو ہر قسم کی خیر و سعادت سے پھرنا اور محروم رہنا ہوتا ہے۔ (۹) ہلاک کئے جائیں اور خدا کی رحمت سے دور کئے جائیں وہ تخمینے لگانے اور اٹکل کرنے والے اور بے سند باتیں کرنیوالے (۱۰) جو غفلت اور جہالت میں فراموش کرنے اور بھولنے والے ہیں (۱۱) پوچھتے اور دریافت کرتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا۔ (۱۲) وہ اس دن ہوگا جس دن یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ (۱۳) کہا جائے گا اپنی تکذیب اور اپنی شرارت کا مزا چکھو یہی تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی اور شتابی کیا کرتے تھے۔ قُتِلَ بددعا کے طور پر ہے۔ یعنی لُعِنَ۔ خراصون محض بدگمان اور اٹکل سے بے سند بات کرنے والے۔ غمرۃ۔ جہل۔ ضلال۔ غفلت تعنت اور استہزا اور جلدی کرنے کی غرض سے پوچھتے تھے انصاف کا دن کب ہوگا۔ فتنت الشئ۔ جلانا۔ عذاب کرنا۔ آگ پر تپانا۔ آگ کے کوئلوں پر رکھ کر الٹ پلٹ کرنا۔ اپنے فتنے کا مزا چکھو یعنی اپنی شرارت اور شرک کا مزا۔ آگے پرہیزگاروں کے انجام کا ذکر فرماتے ہیں۔ (۱۴) البتہ پرہیزگار اور ڈرنے والے لوگ باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔ (۱۵) ان کی حالت یہ ہوگی کہ جو نعمتیں اور جو ثواب ان کے پروردگار نے ان کو دیا ہوگا وہ اس کو حاصل کر رہے ہوں گے کیونکہ وہ اس عالم آخرت سے پہلے نیکوکار اور نیکی کرنے والے تھے (۱۶) وہ لوگ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے (۱۷) اور رات کے آخری حصے میں یعنی سحر کے وقت بخشش طلب کیا کرتے تھے۔ (۱۸)

بقیہ صفحہ ۸۳۲

ہو سکتا ہے کہ کم و بیش ہو۔ مکرّم فرمایا جیسا کہ سورۂ انبیا

میں گذرا ہے بل عباد مکرمون۔ اور یہاں تو ابراہیم علیہ السلام
ہی ان کا اکرام فرمارہے تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا اکرام
ہوسکتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت
کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام
کرے اور اس کی عزت کرے (۲۴) یہ واقعہ اس وقت
کا ہے جب وہ مہمان ابراہیم کے پاس آئے تو انہوں نے
کہا سلام۔ ابراہیم نے بھی کہا سلام یہ لوگ اجنبی ہیں ٭
یعنی تحیہ جو دستور تھا کہ انہوں نے سلام کیا حضرت ابراہیم
نے سلام کا جواب وعلیکم السلام کہا۔ پھر فرمایا دل میں یہ
لوگ اوپری اور ناشناختہ ہیں۔ ابن عباس کا قول یہی
ہے کہ دل میں فرمایا اور ہوسکتا ہے کہ زبان سے کہا ہو کہ
آپ نے لوگوں کو پہچانا نہیں مگر فرشتوں نے کوئی جواب نہ
دیا۔ یا یہ کہ وہ دیار کفر تھا وہاں اسلامی تہذیب کو سنکر
اوپری خیال کیا بہر حال سلام و کلام کے بعد (۲۵) ابراہیم
خاموشی کے ساتھ اپنے گھر والوں کی طرف گیا اور ایک خوب
فربہ اور موٹا بچھڑا گھی میں تلا ہوا لے آیا (۲۶) پھر وہ بچھڑا ان
کے سامنے لاکر رکھا اور فرمایا آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں ٭
یعنی مہمانوں سے بات کرکے جلدی سے گھر گئے۔ یہ جانا خفیہ
طور پر تھا جیسا کہ قاعدہ ہے۔ گھر گئے اور گھر جاکر ایک موٹا بچھڑا
تلوا کر گھی میں لے آئے اب وہ بچھڑا مہمانوں کے آگے رکھا
جب مہمانوں نے ہاتھ نہ بڑھایا تو فرمایا الا تاکلون (۲۷)
پھر ابراہیم ان سے اپنے دل ہی دل میں خوف کرنے لگا ان مہمانوں
نے کہا آپ ڈریئے نہیں اور انہوں نے ابراہیم کو ایک ایسے لڑکے
کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا ٭ جب انہوں نے کچھ نہ کھایا تو
ان کو اندیشہ ہوا۔ کیونکہ مہمان کا کھانا نہ کھانا خطرناک سمجھا جاتا
تھا۔ کہ یہ کھانا نہیں کھاتے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نیت
تکلیف پہنچانے کی ہے۔ وہ فرشتے تھے ان کو معلوم ہوا تو
انہوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے اور اندیشہ نہ کیجئے۔ اور ایک
لڑکے کی جو دانا اور علیم ہوگا یعنی نبی ہوگا اسکی بشارت دی یہ بشارت
حضرت اسحاق علیہ السلام کے ہونے کی تھی۔ (۲۸) اتنے میں
ابراہیم کی بیوی بولتی ہوئی سامنے آئی اور اس نے ماتھے پر
ہاتھ مارا اور کہنے لگی میں بڑھیا بھی اور بانجھ بھی ٭ یہ بیوی
حضرت سارا ہیں یہ گھر میں سن رہی ہوں گی۔ انہوں نے
لڑکے کی بشارت سنی تو ماتھے پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں جیسے عورتوں
کی عادت ہے کہ تعجب کے وقت ایسا کرتی ہیں۔ وہ آگے آئیں
اور ہاتھ مار کر کہنے لگیں میں بڑھیا بھی اور بانجھ بھی ایسی حالت
میں بچہ ہونا بڑے تعجب کی بات ہے۔ یہ قصہ سورۂ ہود میں تفصیل
کے ساتھ گذر چکا ہے۔ بہر حال جب حضرت سارا نے ہاتھ مارکر
ماتھے پر تعجب کا اظہار کیا تو ان فرشتوں نے عورت کا یہ تعجب
دیکھ کر فرمایا (۲۹) ان مہمان فرشتوں نے کہا تیرے پروردگار
نے اسی طرح فرمایا ہے بے شک وہ بڑے علم والا۔ بڑی
حکمت والا ہے ٭ یعنی تعجب کی کوئی بات نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ
کا فرمودہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس کو اولاد دینی ہے اور
کیونکر دینی ہے اور وہ بڑی حکمت والا ہے اس کی حکمت
اور مصلحت کے ماتحت ہی نبوت تقسیم ہوتی ہے
وہ جس خاندان میں چاہتا ہے علم و نبوت کا
سلسلہ جاری رکھتا ہے اور جب تک چاہتا
ہے اس کو قائم رکھتا ہے۔ بہر حال اس بات کو سنکر
حضرت سارا کا تعجب دور ہوگیا۔ (۳۰)

حضرت ابراہیمؑ نے کہا اے خدا کے فرستادو اب تمہارا کیا مقصد ہے اور تم کو کیا مہم درپیش ہے ÷ یعنی جب بات کھل گئی تو ان سے دریافت کیا کہ اے خدا کے بھیجے گئے فرشتو! اب تمہارا کیا کام ہے انھوں نے بتادیا کہ حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب لیکر آئے ہیں اب وہیں جارہے ہیں تفصیل سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں دیکھ لی جائے (۳۱) اُن فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کے جواب میں کہا بلاشبہ ہم ایک مجرم قوم کیطرف بھیجے گئے ہیں یعنی لوطؑ کی قوم پر عذاب کی غرض سے بھیجے گئے ہیں (۳۲) تاکہ ہم اُن مجرموں پر کھنگر کے پتھر برسائیں (۳۳) ان پتھروں پر آپ کے پروردگار کی طرف سے حد سے نکل جانیوالوں کے لئے خاص نشان بھی پڑے ہوئے ہیں ÷ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حد سے نکل جانے والے ہیں اور مسرف ہیں ان پر جو پتھر برسیں گے ان پتھروں پر آپ کے پروردگار کی جانب سے خاص علامت اور نشان ہوں گے یعنی اُن کے نام لکھے ہوئے ہوں گے. تفصیل سورۂ ہود میں گزرچکی ہے (۳۴) آخرکار اس بستی میں جتنے ایمان والے تھے ہم نے اُن کو وہاں سے بچاکر نکال لیا (۳۵) اور ہم نے اس بستی میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا اور کوئی گھر پایا ہی نہیں ÷ یعنی وہاں ایک گھر کے سوا کوئی اور گھر ہی مسلمانوں کا نہ تھا ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کو بھی محیط ہوتا بہرحال ایمان والوں کو بچا نکالا اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سورۂ حجر اور سورۂ ہود میں پڑھ لیجئے (۳۶) اور ہم نے ان تباہ شدہ بستیوں میں ایسے لوگوں کیلئے ایک سبق آموز نشان باقی رکھا جو دردناک عذاب سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں ÷ یعنی عذاب الیم سے جو لوگ ڈرتے ہیں ان کیلئے اب تک وہ الٹی ہوئی بستیاں پڑی ہیں اور مکان اُلٹے پڑے ہیں اور وہاں سڑا ہوا بدبودار پانی بہتا ہے (۳۷) اور موسیٰؑ کے واقعہ میں بھی عبرت آموز نشانی ہے جب کہ ہم نے فرعون کی طرف واضح اور کھلی دلیل دیکر بھیجا یعنی معجزہ دیکر بھیجا (۳۸) پھر فرعون نے اپنی فوجی طاقت کے بل پر روگردانی اور سرتابی کی اور کہنے لگا تو یہ جادوگر ہے یا یہ دیوانہ ہے ÷ یعنی جب موسیٰؑ آیا اور اُس کا معجزہ دیکھا تو اُس کو شعبدہ باز۔ جادوگر اور دیوانہ وغیرہ کہنے لگے۔ برکنہ کا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنے ارکان سلطنت کے ساتھ اُس نے سرتابی کی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روگردانی اس طرح کی کہ بازو اور کھوے تک پھیر لئے یعنی اعضا بھی پھیر لئے لیکن ہم نے فوجی قوت کا بل کیا ہے اور ہم اسی کو اس موقعہ پر مناسب سمجھتے ہیں فرعون کے وقت سے لے کر آج کے دم تک ہم دیکھ رہے ہیں کہ فوجی طاقت کو حکمرانوں کی گمراہی میں بڑا دخل ہے واللہ اعلم (۳۹) پھر ہم نے اس فرعون کو اور اس کے لشکر کو پکڑ لیا اور ان سب کو دریا میں جا پھینکا اور اس کی حالت یہ تھی کہ وہ ملامت زدہ تھا اور اس نے کام ہی ایسا کیا تھا جو اُولاہنے اور ملامت کا موجب تھا (۴۰) اور عاد کے واقعہ میں بھی عبرت اور سبق آموز نشانی ہے جب ہم نے ایک نامبارک اور بے منفعت ہوا بھیجی (۴۱) وہ آندھی اور تیز ہوا کسی چیز پر نہیں گذرتی تھی مگر یہ کہ وہ ہوا اس کو ایسا کردیا کرتی تھی جیسے چورا یا بوسیدہ اور گلی ہوئی ہڈی ÷ قوم عاد وہی ہے جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بناکر بھیجا تھا۔ تفصیلی ذکر سورۂ ہود اور سورۂ اعراف میں گزرچکا ہے سورۂ شعراء اور سورۂ احقاف میں بھی ذکر آیا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت ہود کا کہنا نہ مانا اور ان کی مخالفت کی آخر ان پر پچھوا ہوا کا عذاب بھیجا وہ ہوا ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رہی۔ ہوا کو قرآن میں عقیم فرمایا۔ یعنی عقم کے معنی ہیں عقیم اصل میں تو اس عورت کو کہتے ہیں جس کی بچہ دانی کسی خرابی کی وجہ سے اولاد نہ پیدا کرسکے یہاں اس کے معنی ہیں کہ اس ہوا میں خیر نہ تھی اس نے پوری قوم ہی کو ہلاک کردیا اور توالد و تناسل کا تمام سلسلہ منقطع کردیا۔ ہوا میں اس قدر زور تھا کہ اٹھا اٹھا کر لوگوں کو پھینکتی تھی اور ریت اُڑا اُڑا کر لاتی تھی جس سے قوم مٹی میں دب گئی۔ غرض چورا چورا کردیا جیسے گلی ہوئی ہڈی ہوتی ہے۔ جس چیز پر گزرتی اُس کو ریزہ ریزہ کردیتی (۴۲) اور ثمود کے واقعہ میں عبرت کی نشانی ہے جب ان سے کہا گیا کہ تم لوگ اور چند دن تک فائدہ اٹھالو اور کچھ عرصہ اور بہرہ مند رہو۔ (۴۳)

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا إِنَّا
پھر ابراہیمؑ نے کہا اے فرشتو اب تمہیں کیا مہم درپیش ہے - انھوں نے جواب دیا ہم

أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً
ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں - تاکہ ہم اُن مجرموں پر کھنگر کے پتھر برسائیں

مِنْ طِينٍ ﴿٣٣﴾ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿٣٤﴾
ان پتھروں پر آپ کے رب کی طرف سے حد سے نکل جانے والوں کیلئے خاص نشان بھی پڑے ہوئے ہیں

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٥﴾ فَمَا
آخرکار اس بستی میں جتنے ایماندار تھے ہم نے ان کو وہاں سے بچا نکالا - اور ہم نے اس بستی میں

وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً
مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی گھر پایا ہی نہیں - اور ہم نے ان تباہ شدہ بستیوں میں

لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ
ایسے لوگوں کیلئے ایک سبق آموز نشانی باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں - اور موسیٰؑ کے واقعہ میں

أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ
بھی عبرت آموز نشانی ہے جب ہم نے اُسکو فرعون کی طرف کھلی دلیل دیکر بھیجا پھر فرعون نے اپنی فوجی طاقت کے

وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ
بل پر روگردانی کی اور کہنے لگا جادوگر ہے یا دیوانہ ہے - پھر ہم نے اُسکی اور اُس کے لشکروں کی گرفت کی اور ان سبکو دریا میں

فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ
جا پھینکا اور اُسکی حالت یہ تھی کہ وہ ملامت زدہ تھا - اور عاد کے واقعہ میں بھی سبق آموز نشانی ہے جب ہم نے ان پر

الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ
ایک نامبارک آندھی بھیجی - وہ آندھی کسی چیز پر نہیں گزرتی تھی مگر یہ کہ وہ اُس کو چورا چورا سا کرکے

كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾
چھوڑتی تھی - اور ثمود کے واقعہ میں بھی عبرت کی نشانی ہے جب ان سے کہا گیا کہ تم لوگ اور چند دن تک فائدہ اٹھا لو -

ع ۲

۵۳ / ۱

پس ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی پھر ان کو ایک عذاب اور کڑکے نے آپکڑا اور وہ اس حالیکہ دیکھ رہے تھے ٭ یعنی سرکشی کرتے رہے اور انکے دیکھتے ہی دیکھتے ان کو ایک نعرۂ تند نے آپکڑا اصاعقہ مہلک عذاب کو بھی کہتے ہیں۔ یہ جو اوپر کی آیت میں مہلت دی گئی تھی یہ شاید وہی تین دن ہوں گے جن کا ذکر سورۂ ہود میں گزرا ہے کما قال عبداللہ بن عباسؓ یا عام طور پر کہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاؤ ورنہ ہلاک کردئے جاؤگے زندگی کے دن پورے کرلو بہرحال ان کی آنکھوں دیکھتے ان کو عذاب نے آلیا اور پھر حالت یہ ہوگئی (۴۴) کہ نہ تو وہ اُٹھ ہی سکے نہ کھڑے ہی ہوسکے اور نہ وہ عذاب الٰہی کو ہی کو روک سکے ٭ یعنی جہاں بیٹھے تھے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور ہولناک چیخ سے سب کے سب مرگئے۔ وما کانوا منتصرین کے معنی ہم سے بدلا نہ لے سکے مقابلہ نہ کرسکے یا ممتنعین منا۔ ہمارے عذاب کو نہ روک سکے غرض کئی معنی ہوسکتے ہیں ہم نے ترجمے اور تیسیر میں فرق کردیا ہے (۴۵) اور ہم نے ان مذکورہ قوموں سے پہلے نوحؑ کی قوم کو ہلاک کیا کیونکہ وہ بھی بڑے ہی نافرمان اور بے حکم لوگ تھے ٭ یعنی عاد و ثمود وغیرہ کی قوموں سے پہلے نوحؑ کی قوم بھی ہلاک کرچکے ہیں کیونکہ وہ نوحؑ کی قوم کے لوگ بھی بڑے نافرمان اور بدکار تھے (۴۶) اور ہم نے آسمان کو اپنی طاقت اور اپنی قدرت اور ہاتھ کے بل سے بنایا اور بلاشبہ ہم بڑی قدرت اور بڑی قوت والے ہیں موسع روزی کے فراخ کرنیوالے غنی اور بھی کئی معنی ہیں مگر ہم نے تیسیر میں راجح معنی اختیار کرلئے ہیں (۴۷) اور ہم نے زمین کو بچھایا سو کیا خوب بچھانیوالے ہیں ٭ اگرچہ زمین کو گول کہا جاتا ہے لیکن وہ اپنی پہنائی کی وجہ سے ہر جگہ بچھی ہوئی ہے فرش کا فرش ہے اور دسترخوان کا دسترخوان نعمت کی تمام اقسام اس فرش کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ فسبحان من خلق السمآء والارض (۴۸) اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا یعنی ایک کو ایک کا جواب اور مقابل بنایا تاکہ تم نصیحت پکڑو اور سمجھ سے کام لو ٭ یعنی ہر چیز ایک دوسرے کے مقابل اور جواب ہے مثلاً روشنی اور تاریکی۔ نر اور مادہ آسمان اور زمین۔ سورج اور چاند۔ رات اور دن۔ ایمان اور کفر۔ سعادت اور شقاوت۔ کھٹا اور میٹھا۔ حق اور باطل۔ کائنات میں دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ہر شئی کی نظیر اور مثل اور جواب موجود ہے۔ یہی حالت نباتات کی ہے اور یہی جمادات کی ہے۔ جس شئے کو دیکھئے اس میں یہ اتار چڑھاؤ موجود ہیں اس سب پر غور کیجئے تو معلوم ہوسکتا ہے کہ خلق میں ہر شئی کی نظیر اور جواب ہے لیکن خالق وحدہٗ لاشریک ہے جس کی نہ نظیر ہے نہ ضد جس کا نہ کوئی مقابل ہے نہ کوئی جواب ہے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا لعلکم تذکرون فرما کر یعنی فتعلمون ان خالق الازواج فرد لا نظیر له ولا شریک معه یعنی یہ بات سمجھ لو کہ ہر چیز کا جواب اور جوڑا پیدا کرنے والا احد لاجواب ہے اور اکیلا ہے نہ اس کا کوئی نظیر ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی شریک ہے (۴۹) پس بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف بیشک میں اس کی جانب تم سب کے لئے صاف اور آشکارا طور پر ڈرانیوالا ہوں ٭ یعنی شرک سے توحید کی طرف بھاگو! یا عذاب سے ثواب کی طرف بھاگو یا ماسوی اللہ سے اللہ کی طرف بھاگو باطل سے حق کی طرف اور اللہ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف بھاگو۔ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو اللھم انی اعوذ بك منك (۵۰) اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ اور کوئی اور معبود تجویز نہ کرو بے شک میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم سب کو صاف اور کھلا ڈرانے

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ
سو ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ان کو ایک ہولناک
يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا
کڑک نے آپکڑا۔ پھر نہ تو وہ کھڑے ہی ہوسکے اور نہ ہم سے
مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا
بدلا ہی لے سکے۔ اور ان مذکورہ قوموں سے پہلے ہم نوح کی قوم کو بھی ہلاک کرچکے تھے کیونکہ وہ بھی بڑے ہی
فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَالسَّمَاۗءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ
نافرمان لوگ تھے۔ اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا ہے اور ہم بڑی قدرت والے ہیں۔ اور
الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ
ہم نے ہی زمین کو بچھایا ہے سو ہم کیا خوب بچھانیوالے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کو
خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ
جوڑا جوڑا یعنی ایک کا ایک کو جواب بنایا تاکہ تم سمجھ سے کام لو۔ سو تم اللہ ہی کی طرف دوڑو بیشک میں
لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰــهًا اٰخَرَ ۭ
تم سب کے لئے اللہ کی طرف سے صاف صاف ڈرانیوالا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہراؤ
اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ
بے شک میں تم سب کیلئے خدا کی طرف سے صاف طور پر ڈرانے والا ہوں جسطرح یہ لوگ آپکو کہتے ہیں اسیطرح ان سے
قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا
پہلے جو لوگ ہوگزرے ہیں انکے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جسکو انھوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو۔ کیا ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں
بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾
نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کے سب ہی سرکش لوگ ہیں۔ لہٰذا آپ ان سے بے رخی کا برتاؤ کیجئے۔ کیونکہ اب آپ پر کوئی الزام نہیں۔
وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ
اور سمجھاتے رہیے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے۔ اور میں نے جن اور انسان کو

والا ہوں ٭ اوپر فرمایا تھا اللہ توحید باری کو مستلزم تھا اور یہاں شرک کی نہی مقصود ہے۔ تمہارے سمجھانے کے واسطے میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں کھل کر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں اگر شرک سے باز نہ آئے تو عذاب کئے جاؤگے (۵۱) جس طرح یہ لوگ آپکو کہتے ہیں اسی طرح جو منکر ان سے پہلے ہوگزرے ہیں اُن کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جسکو انھوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو ٭ یعنی اگر یہ لوگ آپ کی بات نہیں مانتے اور آپ پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں اسی طرح وہ کافر جو ان سے پہلے ہوگزرے ہیں اُن کا حال تھا کہ کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا مگر یہ کہ انھوں نے اسکو ساحر یا مجنوں نہ کہا جیسا کہ ابھی موسیٰؑ کے بارے میں فرعون کا قول گزر چکا ہے (۵۲) کیا ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ سب کے سب ہی سرکش لوگ ہیں ٭ یعنی کچھ اس طرح تمام منکر اور کافر رسولوں کیساتھ ایک سا سلوک کرتے رہے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتے وقت ایک دوسرے کو کہہ کر مرتا ہے کہ اگر تمہارے زمانے میں کوئی رسول آئے تو اس کو جادوگر اور مجنون کہنا پھر فرمایا بل ھم قوم طاغون نہیں بلکہ یہ (باقی ۸۳۵ پر)

ع ۲ / ۲۳ / ۱

۵۳/۲

الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ

اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں ۔ میں ان سے رزق رسانی کی خواہش

رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

نہیں کرتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو روزی دینے والا

ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا

زور آور اور مضبوط ہے ۔ ان ظالموں کے لئے بھی اسی طرح ایک باری مقرر ہے

مِثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴿٥٩﴾ فَوَيْلٌ

جس طرح ان کے ہم مشربوں کی باری مقرر تھی لہٰذا مجھ سے عذاب مانگنے میں جلدی نہ کریں ۔ غرض ان

لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾

کافروں کے لئے اپنے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

ع ۳ ۱۴ ۲

سُورَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَأَرْبَعُونَ آيَةً فِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ طور مکی ہے اور یہ انچاس آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالطُّورِ ﴿١﴾ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ ﴿٢﴾ فِي رَقٍّ مَنْشُورٍ ﴿٣﴾

قسم ہے طور کی ۔ اور اس لکھی ہوئی کتاب کی ۔ جو کھلے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ﴿٤﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ﴿٥﴾ وَالْبَحْرِ

اور آباد گھر کی ۔ اور اونچی چھت کی ۔ اور جوش مارنے والے

الْمَسْجُورِ ﴿٦﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ مَا لَهُ مِنْ

سمندر کی ۔ کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا ۔ کوئی اس عذاب کو

دَافِعٍ ﴿٨﴾ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ﴿٩﴾ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿١٠﴾

ٹالنے والا نہیں ۔ جس دن آسمان بڑے زور سے لرزنے لگے ۔ اور پہاڑ نہایت تیزی سے چل پڑیں ۔

(بقیہ صفحہ ۸۳۴) سب کے سب ہی سرکش ہیں اور تمام کافروں کی ذہنیت ایک سی ہے (۵۳) لہٰذا آپ ان سے بے رخی کا برتاؤ کیجئے اور ان کی جانب التفات نہ کیجئے کیونکہ اب آپ پر کوئی الزام اور اولاہنا نہیں :: یعنی آپ ان کی جانب التفات نہ کیجئے آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اب آپ پر کوئی الزام نہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے اپنے کام میں کوتاہی کی آپ اطمینان کیساتھ اپنا فرض منصبی ادا کرتے رہئے اور ان سے کسی قسم کا تملق اور چاپلوسی نہ کیجئے یعنی کھینچ کر بات کیجئے اور ان سے منہ پھیر لیجئے یعنی ان سے کوئی اچھی امید نہ رکھئے اور ان کی تکذیب کی پروا نہ کیجئے (۵۴) ہاں نصیحت کرتے اور سمجھاتے رہئے بے شک سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کو :: یعنی یہ مطلب نہیں کہ وحی منقطع ہوگئی اور کام بند ہوگیا نہیں اپنا کام کرتے رہئے یعنی نصیحت اور سمجھانے کا کام جاری رکھئے نہ ماننے والوں پر اتمام حجت ہوگا جس کی قسمت میں ایمان لکھا ہے وہ ایمان لے آئیگا اور جو ایمان والے ہیں ان کو آپ کی نصیحت سے بہت نفع ہوگا (۵۵) اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں اور نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر اس لئے تفسیر صفحہ ہذا کہ پوجیں مجھ کو :: مراد عبادت سے تشریعی عبادت ہے جو بالاختیار ہو اور ابتلاء و امتحان کے طور پر ہو، ملائکہ میں ابتلا نہیں اور دوسری مخلوقات میں اختیار نہیں یہ تشریعی عبادت جو بالاختیار کی جائے جن وانس کے ساتھ خاص ہے اسی لئے ان کی تخصیص فرمائی اور یہی عبادت ان سے مطلوب ہے (۵۶) میں ان سے رزق رسانی کی خواہش نہیں کرتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلایا کریں :: یعنی میری یہ خواہش نہیں کہ تم میری مخلوق کو رزق بانٹے پھرو نہ میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ مجھ کو کھانا کھلایا کرو غرض نہ مخلوق کی رزق رسانی ان کے سپرد ہے نہ میں غذا کا اور کھانے کا محتاج ہوں اور یہ کیوں ہوتا جبکہ میں خود ہی سب کو روزی دینے والا ہوں چنانچہ فرماتے ہیں (۵۷) بیشک اللہ تعالیٰ سب کو روزی دینے والا زور آور اور مضبوط ہے :: یعنی جب ہم خود ہی سب کو روزی دینے والے ہیں اور خود روزی کے محتاج نہیں تو عبادت میں ہمارے کسی نفع کا تصور نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس عبادت میں بندوں ہی کا نفع ہے ۔ زور آور مضبوط شاید اس لئے فرمایا کہ جس کو وہ روزی دینا چاہے تو اسکو کوئی روک نہیں سکتا نہ اس کی دی ہوئی روزی کو کوئی چھین سکتا ہے رزاق بھی اور ذو القوۃ المتین بھی ؎

رساند رزق بر وجہے کہ شاید
بسازد کار ہا نوعے کہ باید
بہ روزی بے نوایاں را نوازد
بہ رحمت بے کساں را کار سازد (۵۸)

پس بلاشبہ ان ظالموں کے لئے بھی ایک باری مقرر ہے جس طرح ان کے ہم مشربوں کی باری مقرر تھی لہٰذا یہ مجھ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کریں :: یہ عبادت میں شریک کرنے والوں کو دھمکی فرمائی یعنی یہ کفار مکہ جو ظلم اور شرک فی العبادت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اپنی صفائی میں یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم غلط کار ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا ۔ اسکو فرمایا کہ ان کا بھی عذاب میں ایک حصہ ہے جس طرح ان سے پہلے جو ان کے ہم خیال اور مشرک تھے اُن کا بھی ایک حصہ اور باری مقرر تھی جب اُن کی ناؤ اور ان کا ڈول بھر گیا تو ان کی باری پوری ہوگئی جب ان کا ڈول اور ان کے پاپ کی ناؤ بھر جائیگی تو ان کی بھی باری پوری ہو جائیگی عذاب الٰہی ایک پنگھٹ ہے جس کا وقت اور جس کی باری آجاتی ہے اسی کا ڈول بھر دیا جاتا ہے اور اسی پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا عذاب میں جلدی نہ کرنا ہے سو یہ شاید حضرت شاہ صاحب کے ترجمے سے یہ بات خوب سمجھ میں آجائیگی حضرت شاہ صاحبؒ اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں سو ان گناہ گاروں کا بھی ڈول بھرا ہے جیسے ڈول بھرا ان کے ساتھیوں کا اب مجھ سے شتابی نہ کریں ۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ڈول بھرنے کی باری مقرر ہے ان کے ہم خیالوں کی باری آئی تو ان کا ڈول بھر دیا گیا جب ان کی باری آئیگی تو ان کو بھی حصہ مل جائے گا عذاب کی تاخیر کے لئے کیا بہترین تعبیر ہے ۔ عرب میں پانی سے بھر کر بڑا ڈول رکھ لیا کرتے تھے اور باری باری سے حصہ رسدی پانی سب کو ان کے وقت پر دیا جاتا تھا ۔ کئی طرح شارحین نے مطلب بیان کیا ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ عذاب میں جلدی کرنا بے کار ہے کام اپنے نمبر پر ہوگا (۵۹) غرض ان کافروں کے لئے اپنے اُس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے :: یعنی دینِ حق کے منکروں کیلئے اپنے اس دن میں بڑی خرابی تباہی اور ہلاکت ہوگی جس دن کا وعدہ کیا گیا ہے وہ دن یا تو وہی انصاف کا دن ہے جس کا شروع سورت میں وعدہ کیا گیا ہے انما توعدون لصادق وان الدین لواقع (باقی صفحہ ۸۳۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۳۵) اور یا دنیوی عذاب کا کوئی دن ہو اور ہو سکتا ہے کہ یوم بدر ہو واللہ اعلم (۶۰) تفسیر سورۃ الذاریات۔ سورۃ الطور ❊ سورۂ طور مکۂ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ انتالیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ❊ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ❊ قسم ہے طور پہاڑ کی (۱) اور اس لکھی ہوئی کتاب کی (۲) جو کھلے اور کشادہ کاغذ میں لکھی ہوئی ہے (۳) اور آباد گھر کی (۴) اور اونچی اور بلند چھت کی (۵) اور اُبلتے اور جوش مارنے والے سمندر کی (۶) کہ یقیناً آپ کے پروردگار کا عذاب اس دن واقع ہو کر رہے گا (۷) کوئی اس عذاب کو ٹالنے اور دفع کرنے والا نہیں (۸) جس دن آسمان بڑے زور سے تھرتھرانے اور لرزنے لگے (۹) اور پہاڑ نہایت تیزی سے چل پڑیں اور اپنی جگہ سے ہٹ جائیں (۱۰) **تفسیر صفحہ ہذا:**۔ پھر اس دن تکذیب کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی اور تباہی ہے (۱۱) جو بیہودہ نکتہ چینیوں میں مشغول رہتے ہیں اور کھیلتے ہوئے باتیں بناتے ہیں (۱۲) وہ دن وہ ہوگا جس دن یہ لوگ دوزخ کی طرف دھکے دے دے کر دھکیلے جائیں گے اور سختی سے نارِ جہنم کی طرف روانہ کئے جائیں گے

فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ

پھر اس دن تکذیب کرنیوالوں کے لئے بڑی خرابی ہے - جو بیہودہ نکتہ چینیوں میں

يَلْعَبُونَ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هَٰذِهِ

مشغول رہتے ہیں - جس دن یہ لوگ آتش دوزخ کی طرف دھکے دے دیکر دھکیلے جائیں گے - کہا جائیگا یہی تو

النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۱۴﴾ أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنْتُمْ

وہ دوزخ ہے جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے - کیا یہ کوئی جادو ہے یا تم کو اب بھی

لَا تُبْصِرُونَ ﴿۱۵﴾ اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ

نظر نہیں آتا - جاؤ اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ پھر اب تم خواہ صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لئے

عَلَيْكُمْ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ

دونوں باتیں برابر ہیں بس تم کو ویسا ہی بدلا دیا جائے گا جیسے اعمال تم کیا کرتے تھے - پرہیزگار لوگ بلاشبہ

فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿۱۷﴾ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ

باغوں اور مختلف قسم کی نعمتوں میں ہونگے - جو کچھ انکے ربّ نے ان کو دیا ہوگا وہ اس سے شاداں ہونگے اور ان کا پروردگار ان کو

رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ

دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا - تم ان اعمال کے بدلے میں جو کیا کرتے تھے خوب مزے کیساتھ

تَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ

کھاؤ اور پیو - یہ لوگ ان تختوں پر جو برابر بچھے ہوئے ہوں گے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی

بِحُورٍ عِينٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

حوروں کا ان سے نکاح کر دیں گے - اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انکی اولاد نے بھی ایمان لانے میں ان کی پیروی کی

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ

ہم ان کی اولاد کو ان سے ملا دیں گے اور ان سابق اہل ایمان کے اعمال میں سے کوئی عمل کم نہیں

شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿۲۱﴾ وَأَمْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ

کریں گے ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے رہن رکھا ہوا ہے - اور ہم ان اہل جنت کو جس جس قسم کے میوے اور

وقف لازم

(۱۳) کہا جائیگا یہی تو وہ جہنم اور آتش دوزخ ہے جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے اور جھٹلایا کرتے تھے (۱۴) اب بتاؤ کیا یہ کوئی جادو ہے یا تم کو اب بھی دکھائی نہیں دیتا اور تم کو سوجھتا نہیں (۱۵) جاؤ اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ پھر اب تم خواہ صبر کرو یا صبر نہ کرو تمہارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں بس تم کو ویسا ہی بدلہ دیا جائیگا جیسے اعمال تم کیا کرتے تھے:

یہ قسمیں مجازاۃ عمل کی غرض سے ارشاد فرمائیں۔ کیونکہ منکرین قیامت اور جزائے اعمال کے منکروں کا جس قدر انکار بڑھتا جاتا ہے اسی قدر اس کے اثبات کو موکد فرماتے ہیں۔ طور سے مراد وہی پہاڑ ہے جس پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ لکھی ہوئی کتاب جو کشادہ کاغذ میں لکھی ہوئی ہے۔ اس سے مراد بندہ ہر صحائف اعمال ہیں جن کو نامۂ اعمال کہتے ہیں، یا مراد توریت ہے یا قرآن ہے یا تمام کتب سماویہ یا لوح محفوظ مراد ہیں۔ اس بارے میں علماء کے کئی قول ہیں۔ آباد گھر سے مراد بظاہر خانہ کعبہ ہے یا بیت معمور جو اس کعبہ کے بالکل محاذ میں آسمان کے اوپر کوئی چیز ہے فرشتے جس کی زیارت اور طواف کرتے ہیں خواہ وہ ساتویں آسمان میں ہو یا پہلے آسمان پر یا کسی اور آسمان پر علی اختلاف الاقوال کہتے ہیں ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں بلند اور اونچی چھت سے مراد آسمان ہے اور یا عرش الٰہی ہے۔ جوش مارتا ہوا سمندر۔ یہ شاید اس لئے فرمایا کہ جس طرح سمندر میں پانی جوش مارتا ہے اسی طرح جہنم میں آگ جوش مارتی ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ اوپر کوئی دریا ہو اس کی طرف اشارہ ہو۔ جواب قسم ہے کہ پروردگار کا عذاب ضرور واقع ہوگا اس کو کوئی ہٹانے والا اور دفع کرنے والا نہیں۔ ہم نے تیسیر میں عذاب سے پہلے اس دن کا لفظ بڑھا دیا ہے تاکہ یوم تمور السماء سے ربط کی عبارت درست ہو جائے یعنی وہ دن عذاب کا ہے جس دن آسمان لرزنے لگے اور جھٹکے کھانے لگے۔ یعنی پھٹنے سے پہلے ایسا ہوگا پہاڑ ابتدا میں اپنی جگہ سے ہٹکر چلنے لگیں گے پھر اڑنے لگیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس دن ان منکروں کو دھکے دے دیکر جہنم میں لے جایا جائے گا بے ہودہ نکتہ چینی یعنی قرآن کو ایک مشغلہ اور کھیل بنا رکھا ہے قرآن کی باتیں بیان کرکے ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور قیامت کی اور دین حق کی تکذیب کرتے ہیں دوزخ کے کنارے پر پہونچا کر کہا جائے گا کیا یہ جادو ہے کیونکہ قرآن کے وعدہ اور وعید کو جادو کہتے تھے یا اب

تم کو دکھائی نہیں دیتا جس طرح دنیا میں دوزخ دکھائی نہ دیتی تھی اور تم انکار کرتے تھے اب کہو کیا کہتے ہو اب تو یہ جہنم تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے جاؤ اس میں داخل ہو جاؤ۔ اب تم صبر کرو اور عذاب کو سہار دیا چیخو چلاؤ دونوں باتیں برابر ہیں یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا کچھ تم پر ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔ آگے اہل تقویٰ اور پرہیزگار مومنین کا ذکر فرمایا تاکہ دونوں فریق اہل حق اور اہل باطل کا انجام معلوم ہو جائے اور ہر انسان کو اپنے متعلق فیصلہ کرنے میں آسانی ہو (۱۶) بلاشبہ پرہیزگار لوگ باغوں میں اور انواع و اقسام کی نعمتوں میں ہوں گے (۱۷) جو کچھ ان کو ان کے پروردگار نے دیا ہوگا یعنی جو عیش و آرام کی چیزیں عطا فرمائی ہوں گی ان پر شاداں اور خوش حال ہوں گے اور ان کا پروردگار ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا ❊ فاکہین کا ترجمہ ہم نے خوش دل اور خوش حال و شاداں کیا ہے۔ بعض حضرات نے فاکہین کا ترجمہ میوے کھاتے کیا ہے۔ میوے کھانا بھی اطمینان کے ساتھ خوش حالی کی دلیل ہے اس لئے مطلب ایک ہی ہے (۱۸) ارشاد ہوگا تم ان اعمال کے بدلے میں جو کیا کرتے تھے

(باقی ضمیمہ)

لَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا

گوشت وہ چاہیں گے برابر پے در پے دیتے رہیں گے۔ وہ جنت میں شراب کے جام پر باہمی چھینا جھپٹی بھی کرینگے اس شراب

وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ

میں نہ لغو بکواس ہے اور نہ کوئی اور گناہ کی بات۔ اور اُن کے غلام جوان کی خدمت کیلئے انکے پاس پھرتے ہونگے ایسے ہوں گے

مَّكْنُونٌ ﴿٢٤﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾

جیسے محفوظ موتی۔ اور وہ اہل جنت ایک دوسرے کی جانب متوجہ ہو کر آپس میں گفتگو کریں گے۔

قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللَّهُ

کہیں گے ہم اس سے پہلے اپنے گھر یعنی دنیا میں بہت ڈرا کرتے تھے۔ سو اللہ نے ہم پر بڑا احسان

عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ

کیا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔ ہم اس عالم سے پہلے اسی کو پکارا کرتے تھے۔

إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾ فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ

واقعی وہی بڑا محسن اور نہایت مہربان ہے۔ سو آپ نصیحت کیے جایئے کیونکہ آپ اپنے پروردگار کے

بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿٢٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ

فضل سے نہ کاہن ہیں نہ مجنوں۔ ہاں تو کیا یہ کافر یوں کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے ہم اسکے لئے زمانہ کی گردش یعنی

رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿٣١﴾

موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ ان سے کہدیجئے اچھا تم انتظار کیے جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ

کیا ان کو اس قسم کی باتیں ان کی عقلیں سکھاتی ہیں یا یہ لوگ سرکش واقع ہوئے ہیں۔ کیا

يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ

یہ یوں کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو از خود گھڑ لیا ہے نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ اچھا اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں

مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ

تو یہ بھی اس قرآن کی مثل کوئی کلام لے آئیں۔ کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں

اور ہم ان اہل جنت کو جس قسم کے میوے اور گوشت وہ چاہیں گے پے در پے دیتے رہیں گے ؛ یعنی یہ نعمتیں کسی خاص مدت کے لئے نہ ہونگی بلکہ برابر ملتی رہیں گی (۲۲) وہ اس جنت میں جام شراب پر باہمی چھینا جھپٹی بھی کریں گے اس شراب میں نہ لغو بکواس ہوگی نہ کوئی گناہ کی بات ؛ چھینا جھپٹی یہ کہ ازراہ تلذذ ایک دوسرے سے لیں گے یا یہ کہ جیسا عام مجمع میں ہوتا ہے کہ دیا زید کو لے لیا محمود نے یا ایک دوسرے کے ہاتھ سے لے لیگا کہ پہلے میں پیوں گا غرض جو باتیں ایسے موقعہ پر لطف اٹھانے اور دل لگی کرنے کی ہوتی ہیں وہ بھی ہوں گی۔ البتہ اس شراب میں بیہودگی اور گناہ کی کوئی بات نہ ہوگی دنیا کی شراب پر وہاں کی شراب کو قیاس نہ کرنا چاہیے (۲۳) اور انکی خدمت کے لئے جو غلام اور خادم اُن اہل جنت کے پاس آمد و رفت کرتے ہوں گے اور ان پر پھرتے ہوں گے ایسے ہوں گے جیسے سیپی میں محفوظ موتی ؛ خدام جنت کی صفائی اور سفیدی میں تشبیہ بیان کی گئی۔ جو موتی غلاف میں یا سیپ میں رکھا ہو اس کی صفائی اور سفیدی بہت بڑھیا ہوتی ہے مکنون کا یہی مطلب ہے (۲۴) وہ اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کی جانب متوجہ ہو کر گفتگو اور پوچھ گچھ کرتے ہوں گے ؛ یعنی آپس میں ایک دوسرے کے واقعات دریافت کریں گے (۲۵) دوران گفتگو میں کہیں گے ہم اس سے پہلے اپنے گھر میں اور گھر والوں میں بہت ڈرا کرتے تھے ؛ یعنی ہر وقت انجام سے ڈرا کرتے تھے دنیا میں (۲۶) پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا ؛ سموم اصل میں گرم ہوا کو کہتے ہیں یہاں دوزخ مراد ہے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی دوزخ کی بھاپ بھی نہ لگی ۱۲ خلاصہ یہ کہ دنیا میں ڈرنا آج کام آیا اور جہنم کی آگ اور اس کے عذاب سے بالکل محفوظ رہے (۲۷) ہم اس عالم سے پہلے اُسی کو پکارا کرتے تھے اور اُس سے ہی دعائیں کرتے تھے واقعی وہ بڑا محسن اور نہایت مہربان ہے ؛ یعنی دنیا میں اُس کی عبادت کرتے تھے۔ اسی سے دعائیں کیا کرتے تھے کہ ہم کو عذاب سے بچائیو۔ اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھیو۔ اس سے پہلے یعنی عالم آخرت سے پہلے یا اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے پہلے (۲۸) پس اے پیغمبر آپ نصیحت کرتے رہیے آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ کاہن ہیں نہ دیوانے ؛ اوپر جو اہل جنت اور اہل جہنم کا ذکر تھا وہ سب ترغیب اور ترہیب کو شامل تھا اور یہی مضمون ہے نصیحت کا اسی پر تفریع فرمائی کہ آپ تذکیر اور نصیحت کیے جایئے نہ کاہن ہیں آپ نہ مجنوں۔ کاہن وہ جو شیطان کی بتائی ہوئی باتیں جھوٹی سچی غیب کا نام لیکر لوگوں کو بتائے۔ مجنون کے معنی ظاہر ہی ہیں۔ اکثر لوگ مکہ سے باہر جا کر قافلے والوں کو بہکاتے تھے اور آپ کے متعلق کاہن اور دیوانہ کہہ کر اُن مسافروں کو بہکاتے تھے۔ اس لئے یہ آیتیں نازل فرمائیں (۲۹) ہاں تو یہ کافر یوں کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے ہم اس کے لئے زمانے کی گردش یعنی موت کا انتظار کرتے ہیں ؛ یعنی جس طرح اور شاعر عرب کے مر گئے اور حوادث زمانہ نے انکو ختم کر دیا اور ان کے رفقاء بھی ختم ہو گئے اسی طرح اسکی بھی موت کا انتظار کر رہے یہ مر جائیگا تو اس کی بھی پارٹی اور اس کے رفقاء بھی منتشر ہو جائیں گے اور یہ روز روز کا قصہ ختم ہو جائے گا (۳۰) آپ فرما دیجئے اچھا تم انتظار کیے جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ؛ یعنی تمہاری طرح میں بھی منتظر ہوں تمہارے انجام کا (۳۱) کیا ان کو اس قسم کی باتیں اور اس قسم کے عقیدے ان کی عقلیں سکھاتی ہیں یا یہ لوگ سرکش اور شریر واقع ہوئے ہیں ؛ یعنی یہ خود بھی اپنے عقل مند ہونے کے مدعی ہیں اور کفار عرب میں بھی مکے والے عقل مند مشہور ہیں۔ تو کیا ان کی عقلیں اُن کو یہ تعلیم دیتی ہیں یا یہ کہ وہ سرکش ہیں (۳۲) ہاں تو کیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو از خود گھڑ لیا اور بنا لیا ہے۔ یہ بات نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور تصدیق نہیں کرتے ؛ یعنی تقول کی بات تو یہ نہیں بلکہ یہ عناد اور سرکشی کی وجہ سے اس قرآن کی تصدیق نہیں کرتے اور جب ان کا مقصد ایمان نہیں ہے تو مختلف باتیں اور شاخسانے نکالتے ہیں آگے الزامی جواب ہے (۳۳) اچھا اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس قرآن کی مثل کوئی کلام لے آئیں ؛ یعنی اگر ایسا معجزہ اور اعجاز نما کلام بشر کا ہو سکتا ہے جس کی بنا پر انھوں نے بنانے کا الزام گھڑا ہے تو یہ بھی آخر بشر ہیں پھر یہ ایسا کلام بنا لائیں اگر یہ اس بات میں سچے ہیں کہ محمد نے بنا لیا ہے تو یہ کیوں نہیں بنا لاتے۔ یہاں تک رسالت کی بحث تھی اور منکرین رسالت کا رد تھا آگے توحید کے مضامین مذکور ہیں (۳۴)

کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں ؛ یعنی بغیر خالق کے پیدا نہیں ہوئے اور خود یہ اپنے خالق نہیں ورنہ تحصیل حاصل ہوگا پھر کیوں خالق کی وحدانیت پر ایمان نہیں لاتے ۔ اس آیت میں کئی شکلیں بن سکتی ہیں مگر ہم نے محض استفہام انکاری کی تقریر کردی ہے (۳۵) کیا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے ؛ یعنی کیا یہ زمین و آسمان کے خالق ہیں ۔ نہیں یہ بات نہیں ۔ یعنی نہ یہ اپنے خالق اور نہ آسمان و زمین کے خالق سوائے اللہ تعالیٰ کے پھر یہ سوچتے سمجھتے نہیں کہ خالق کائنات کے لئے الوہیت اور توحید لازم ہے ۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے اور یقین نہیں کرتے آگے پھر رسالت کے متعلق ان کے چند مزعومات باطلہ کارد فرماتے ہیں (۳۶) کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ کوئی داروغہ اور حکراں ہیں یعنی یہ جو کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو نبوت دی جاتی یا فلاں شخص کو کیوں نہیں دی گئی ۔ اس کا جواب ہے کہ آپ کے پروردگار کے خزانے اُن کے پاس ہیں یا یہ ان خزانوں پر حکراں ہیں کہ فلاں کو دو فلاں کو نہ دو بلکہ ہم

أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل

یا یہ خود اپنے خالق ہیں ۔ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے

لَا يُوقِنُونَ ۝ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ

کہ یہ لوگ یقین نہیں کرتے ۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا یہ کوئی

الْمُصَيْطِرُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ

حکراں ہیں ۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں سن آیا کرتے ہیں اگر ایسا ہے تو انمیں

مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ

سے جو سنکر آنے والا ہے وہ کوئی واضح دلیل پیش کرے ۔ کیا خدا کے ہاں بیٹیاں ہوں

الْبَنُونَ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝

اور تمہارے ہاں بیٹے ہوں ۔ کیا آپ ان سے تبلیغ پر کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ اس تاوان کے بوجھ میں دبے جاتے ہیں

أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ

کیا ان کے پاس کوئی غیب کا علم ہے جسے یہ لکھ رکھتے ہیں ۔ کیا یہ لوگ کوئی چال کرنی چاہتے ہیں

فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ

سو جو لوگ کافر ہیں وہ خود ہی چال میں گرفتار ہوں گے ۔ کیا ان کا خدا کے سوا کوئی اور معبود ہے

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ

اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے ۔ اور اگر یہ آسمان سے کوئی ٹکڑا بھی گرتا ہوا

سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۝ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا

دیکھیں تو یوں کہنے لگیں یہ ایک تہ بتہ جما ہوا بادل ہے ۔ سو اے پیغمبر آپ انکو ان کے حال پر چھوڑئیے یہاں تک کہ یہ

يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ

اپنے اس دن کا مشاہدہ کرلیں کہ جس دن ان کے ہوش گم کردئے جائیں گے ۔ اس دن انکا مکر و فریب انکو ذرا بھی نفع

كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

نہ پہنچا سکے گا اور نہ کہیں سے ان کو مدد پہنچے گی ۔ اور بلاشبہ ان ظالموں کو اس مذکورہ عذاب کے قبل بھی

مالک ہیں اور اپنی مصلحت کے موافق جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت یعنی نبوت سے نوازتے ہیں (۳۷) کیا انکے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اُس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں سُن آتے ہیں اگر ایسا ہے تو ان میں سے جو سننے والا ہے وہ کوئی واضح دلیل پیش کرے ؛ آسمانی باتوں کی دو ہی شکلیں ہیں یا تو وحی آئے یا صاحبِ وحی خود آسمان پر جائے ۔ وحی تو ان پر آتی نہیں اب یہ اگر مدعی ہیں تو کیا انھوں نے آسمان پر صعود کیا ہے وہاں سے سُن کر آئے ہیں کہ فلاں شخص نبی نہیں ہے یا قرآن ہم نے نہیں اتارا ۔ تو اگر ان میں سے کوئی شخص سنکر آیا ہے تو اس کو چاہئے کہ واضح دلیل کے ساتھ اپنا صاحبِ وحی ہونا اور اپنی وحی کو بیان کرے اور پیش کرے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرف بہ وحی ہونا دلائلِ ظاہرہ سے ثابت ہے اسی طرح یہ آسمان پر چڑھنے والے بھی اپنے سنکر آنے کو ثابت کریں ۔ آگے مشرکوں کے ایک اور دعوے پر تنقید ہے (۳۸) کیا اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کی جائیں اور تمہارے لئے بیٹے ؛ یعنی اول تو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا قول کرنا پھر اولاد میں سے بیٹیوں کی نسبت کرنا جسکو اپنے لئے پسند نہ کریں یہ کس قدر بہتان اور ظلم ہے (۳۹) کیا آپ ان سے تبلیغ پر کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ اس تاوان میں دبے جاتے ہیں اور وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے ۔ مغرم لازمی ٹیکس یا تاوان جسکو چٹی کہتے ہیں اور جب آپ ان سے کوئی مزدوری اور معاوضہ نہیں طلب کرتے تو پھر آپکی نبوت کا ان پر کیا بار ہے (۴۰) کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جس کو یہ لکھ لیتے ہیں ؛ یعنی یہ جو آپ کے مقابلے میں بے سروپا کو اس بکتے رہتے ہیں کہ ہم کو قیامت میں بھی مزے ہوں گے اور مسلمان یہاں بھی تکلیف میں ہیں وہاں بھی دکھ بھریں گے تو کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ یہ اس کو محفوظ رکھنے کی غرض سے لکھ لیا کرتے ہیں ۔ یا یہ مطلب ہے کہ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جو انھوں نے لوح محفوظ سے لکھ لیا ہے یعنی جب کوئی بات بھی نہیں تو پھر عالم آخرت کے متعلق کیوں بے کار یاوہ گوئی کرتے ہیں (۴۱) کیا یہ لوگ کوئی چال یا داؤں کرنا چاہتے ہیں سو جو لوگ منکر اور کافر ہیں وہ خود ہی چال میں گرفتار ہونگے یعنی اگر ان کا مقصد ان باتوں سے کوئی چال چلنی اور داؤں کرنا ہے تو فکر نہ کرو اور جو لوگ بد اندیش ہیں وہ اپنے داؤں میں خود ہی پھنس جایا کرتے ہیں (۴۲) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے ؛ یعنی کوئی ان کا معبود خدا کے سوا اور ہے جو ان کو رزق دیتا ہے یا ان کو عذاب سے بچائے گا آگے ان کی بدبختی اور شقاوت پر ایک اور مضمون فرمایا کہ یہ معجزات کو بھی مذاق اور دل لگی کے لئے طلب کرتے ہیں ۔ اور اسی طرح عذاب مانگنے میں بھی ان کا مقصد محض استہزا ہے چنانچہ فرماتے ہیں (۴۳) اور اگر یہ آسمان سے کوئی ٹکڑا بھی گرتا ہوا دیکھیں تو یوں کہنے لگیں کہ یہ ایک ابر ہے دَل دار تہ بتہ اور یہ بدلی ہے گاڑھی ؛ یعنی ایسے ڈھیٹ ہیں کہ اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا ان کو گرتا ہوا نظر آئے تو کہیں گے یہ تو کوئی غلیظ بادل ہے جو ہماری طرف آرہا ہے اور اگر معجزے کے طور پر بھی ان کو کوئی آسمان کا ٹکڑا گرتا ہوا دکھائی دے تب بھی یہی کہیں گے ۔ سحاب مرکوم ۔ دونوں ہی باتیں کہی گئی ہیں اس لئے ہم نے دونوں باتوں کا ذکر کردیا ہے ۔ ورنہ بظاہر یہ مذاق اور انکارِ عذاب کے ساتھ معلوم ہوتا ہے (۴۴) پس اے پیغمبر آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑئیے یہاں تک کہ یہ اپنے اس یوم سے ملاقات کریں اور مشاہدہ کرلیں جس دن میں ان کے ہوش گم کردئے جائیں گے (۴۵) اس دن ان کو ان کا مکر و فریب اور چالیں چلنی ان کو کچھ بھی فائدہ نہ پہونچا سکیں گی اور ان کے ذرا بھی (باقی صفحہ ۸۳۹)

(بقیہ صفحہ ۸۳۸) کام نہ آئیں گی اور نہ کہیں سے ان کو مدد پہونچے گی ؛ یعنی جب ان کی سرکشی کی یہ حالت ہے تو ان سے کوئی توقع نہ رکھئے اور ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے۔ یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے آگے قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس دن ہوش وحواس صحیح نہ رہیں گے یا قبروں سے اٹھتے وقت اس دن کی ہولناکی کو دیکھ کر بے ہوش ہوجائیں گے جیسا کہ سورۂ زمر کے آخر میں گزر چکا ہے اس دن ان کی چالیں بھی بیکار ہوجائینگی اور مدد کی بھی کوئی شکل نہ ہوگی (۴۶) اور بلاشبہ جو لوگ ظلم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور جو ظالم ہیں ان ظالموں کو اس مذکورہ قیامت کے عذاب سے قبل بھی اور اس سے ورے بھی عذاب ہونے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر کو اور بہت سوں کو معلوم نہیں ؛ یعنی قیامت کے دن تو جو کچھ ہونا ہے وہ ہوگا ہی لیکن اس سے پہلے بھی عذاب میں یہ ظالم مبتلا ہوں گے ۔ ظالم اس لئے فرمایا کہ مشرک ہیں ۔ وہ عذاب مشرکین کا قتل ۔ قحط ۔ جنگ بدر وغیرہ ہیں ، اکثر اس لئے فرمایا کہ اس عذاب دنیوی سے پہلے کچھ لوگ اسلام میں داخل ہوجائیں گے اور دینِ حق کو قبول کرلیں گے (۴۷) **تفسیر صفحہ ہذا** :۔ اور اے پیغمبر آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیجئے ۔ بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری حفاظت ونگرانی میں ہیں اور جس وقت آپ اُٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کیا کیجئے (۴۸) اور بعض اوقات شب میں بھی اور ستاروں کے غائب ہوئے پیچھے بھی اُس کی تسبیح کیا کیجئے ؛ حضرت حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو صبر کی تلقین فرمائی ۔ یعنی آپ انتقام میں جلدی نہ کیجئے ۔ اگرچہ آپ کی یہ جلدی اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتی بلکہ اسلام کی برتری اور دینِ حق کی بلندی کے لئے ہوتی ہے کہ جس قدر جلد کفر کی شوکت پارہ پارہ ہوگی اسی قدر جلدی اسلام بلند ہوگا پھر بھی اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتے رہئے اور صبر کریں ۔ اور اپنے رب کے حکم کے منتظر رہیں اور اس کا فکر نہ کریں کہ مہلت کے زمانے میں کفار آپ کو اذیت پہونچا سکیں گے کیونکہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں ۔ واصنع الفلک باعیننا حضرت نوحؑ کو فرمایا تھا لیکن فانک باعیننا میں اور واصنع الفلک باعیننا میں بڑا فرق ہے بہرحال آپ تسبیح اور تحمید کرتے رہیں ۔ یعنی حمد وثنا کے ساتھ پاکی بیان کیا کریں جب آپ اٹھیں یعنی صبح کے وقت یا تہجد کے وقت نیند سے اٹھیں یا مجلس سے یا نماز کو اٹھیں ۔ اور رات کے اوقات میں بھی اس سے عشا کی اور مغرب کی نماز شاید مراد ہیں ۔ یا تہجد کی نماز مراد ہو اور ستاروں کے غائب ہوئے پیچھے یعنی صبح صادق ہوجانے کے بعد یہی تاروں کے غائب ہونے کا وقت ہے اسوقت علی الترتیب تارے غائب ہونے شروع ہوجاتے ہیں یعنی صبح کی نماز پڑھا کیجئے یا فجر کی نماز سے پہلے کی دو رکعتیں مراد ہیں ۔ مفسرین کے تسبیح کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ یہ الفاظ مجلس سے اٹھتے وقت پڑھنا مسنون ہیں ۔ بہرحال جو آسان ہو وہ اختیار کی جائے اور اوقاتِ مذکورہ میں خاص اہتمام کیا جائے (۴۹) تم تفسیر سورۃ الطور ۔

عَذَابًا دُونَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَ

اور عذاب ہونے والا ہے لیکن ان میں سے بہت سوں کو معلوم نہیں ۔ اور اے پیغمبر

اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیجئے ۔ کیونکہ آپ ہماری حفاظت ونگرانی میں ہیں اور جس وقت آپ

حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾ ع

اٹھا کریں تو اپنے رب کی حمد وثنا کے ساتھ پاکی بیان کیا کریں ۔ اور بعض اوقات شب میں بھی اور ستاروں کے غائب ہوئے پیچھے بھی اس کی تسبیح کیا کریں ۔

ع ٢ ٢١ ٤

سُورَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَسِتُّونَ آيَةً وَثَلٰثُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ نجم مکی ہے اور یہ باسٹھ آیتیں ہیں اور اس سورت میں تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿٢﴾ وَمَا

قسم ہے ستارے کی جب وہ غروب ہونے لگے ۔ کہ تمہارے رفیق صحبت یعنی محمدؐ نے نہ راہ گم کی اور نہ وہ غلط راہ چلے ۔ اور

يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ﴿٤﴾ عَلَّمَهُ شَدِيدُ

نہ وہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات بنا کر کہتے ہیں ۔ ان کا فرمان تو صرف وحی ہے جو انکی طرف بھیجی جاتی ہے ۔ اس وحی کو انہیں

الْقُوٰى ﴿٥﴾ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ﴿٧﴾

ایک سخت قوتوں والا فرشتہ تعلیم کرتا ہے ۔ جو خوش منظر اور زور آور ہے پھر وہ فرشتہ سیدھا کھڑا ہوا ۔ ایسی حالت میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا ۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ﴿٩﴾

پھر وہ فرشتہ نزدیک ہوا اور اتر آیا ۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم ۔

فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ﴿١٠﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى ﴿١١﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی ۔ جو کچھ پیغمبر کی آنکھوں نے دیکھا اس کے سمجھنے میں دل نے غلطی نہیں کی ۔

أَفَتُمٰرُونَهُ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ

سو کیا تم پیغمبر کی دیکھی ہوئی چیز میں اس سے جھگڑتے ہو ۔ اور بلاشبہ انہوں نے اس فرشتے کو اسکی حقیقی شکل میں ایک اور مرتبہ بھی دیکھا ہے

سورۃ النجم ؛ سورۃ نجم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵ قسم ہے تارے کی جب وہ غروب ہونے لگے (۱) کہ تمہارے رفیق صحبت اور ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ راہ گم کی اور نہ وہ راہ سے بہکے اور نہ بے راہ چلے ؛ سیاروں کے طلوع اور غروب سے مسافروں کو جہت کا پتہ چلتا ہے اور رات کی تاریکی میں ان سیاروں سے بڑی رہنمائی ہوتی ہے اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہادیٔ برحق ہونے اور ہر قسم کی گمراہی اور غوایت سے پاک ہونے پر قسم کھانی تھی اس لئے تارے کی قسم کھائی اور اس مناسبت سے قسم کا یہ عنوان قائم کیا ۔ عام مفسرین کی رائے یہ ہے کہ نجم سے مراد یہاں تاروں کی جنس ہے ۔ کوئی خاص تارا مراد لینا راجح نہیں ۔ اگرچہ مفسرین کے بے شمار اقوال ہیں جیسے ثریا ۔ زحل زہرہ یا وہ ستارے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت اترے اور ٹوٹے تھے یا وہ نجوم جو رجم شیاطین کے وقت مستعمل ہوتے ہیں ۔ بعض نے النجم سے مراد قرآن کی آیتیں اور سورتیں لی ہیں ۔ بہرحال قسم کا جواب ہے ماضل صاحبکم وما غوی ۔ گمکردہ راہ جو راستہ نہ معلوم ہونیکی وجہ سے کھڑا رہ جائے اور غوی وہ جو ایک رستے سے بہک کر دوسری ڈبیا پر پڑ جائے ۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں باتوں کی نفی فرمائی ۔ کفار اکثر دو باتیں کہتے تھے دعویٔ رسالت کے بعد گم کردہ راہ اور (باقی ضمیمہ میں)

یہ دیکھا اس بیری کے پاس تھا جو منتہائے حد پر واقع ہے (۱۴) اُس بیری کے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی (۱۵) اس وقت اس فرشتے کو دیکھا جس وقت اس بیری کو ڈھانک رکھا تھا جس نے بھی ڈھانک رکھا تھا (۱۶) نہ تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ نے کجروی کی اور نہ مقصد کی حد سے تجاوز کیا (۱۷) مطلب یہ ہے کہ صرف یہی نہیں کہ اس نے فرشتے کو اس کے اصلی روپ میں زمین پر دیکھا بلکہ اس سے ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہی اُس فرشتے کو اس کی اصلی شکل میں دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے۔ منتہی اس بنا پر کہا کہ یہ ایک مرکزی مقام ہے عرش الٰہی سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ پہلے یہیں پہنچتے ہیں اور وہاں سے ہر چیز فرشتے زمین پر لاتے ہیں۔ اسی طرح زمین والوں کے تمام اعمال پہلے وہاں پہونچتے ہیں اور وہاں سے اوپر لے جائے جاتے ہیں۔ ہر جگہ کے فرشتے علیحدہ علیحدہ ہیں، فرشتوں کی جماعتیں وہاں بکثرت جمع رہتی ہیں۔ اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ جنت الماویٰ۔ متقیوں کی آرام گاہ ہے۔ پھر فرشتے کے دیکھنے کا وقت بیان فرمایا جب بیری کو ڈھانک رکھا تھا جس نے ڈھانک رکھا تھا وہ وقت کہ حضورؐ نے فرشتے کو اصلی شکل میں دیکھا بہرحال معراج میں تو جبرئیلؑ ہر وقت ساتھ ہی تھے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر آپ نے ان کو اصلی شکل میں دیکھ لیا۔ ڈھانک رکھا تھا یعنی انوار الٰہی نے، یا فرشتے۔ یا بعض روایات ڈھانکنے والے اور لپٹنے والے پروانے تھے یعنی لپٹنے والوں کی شکل پروانوں کی سی معلوم ہوتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نے کسی چیز کو دیکھنے میں نہ تو کجروی کی یعنی جس چیز کو دیکھنے کا حکم ہوا اس کو خوب دیکھا اور جس کے دیکھنے کا حکم نہ ہوا اس کے دیکھنے میں جلدی نہ کی بلکہ حکم کے بعد دیکھا جو کچھ آپ نے ملاحظہ فرمایا وہ چونکہ عجیب و غریب تھا اس لئے آگے فرمایا (۱۸) بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات ملاحظہ فرمائے۔ عرش کرسی، رفرف اور ملاء اعلیٰ کے تمام فرشتے اور جو باتیں معراج کے بیان میں ذکر کی جاتی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس نے اپنے حبیب اور اپنے معزز مہمان کو کیا کیا دکھایا اور کہاں کہاں کی سیر کرائی۔ اس مختصر میں اول تو ان سب باتوں کی گنجائش نہیں۔ نیز راز کی باتیں راز ہی میں رہیں تو اچھی ہیں جو باتیں حد ادراک سے آگے ہوں اور جہاں عقل و خرد تھک کر گر جائے ان کا بیان ہو بھی کب سکتا ہے اور وہ کسی کی سمجھ میں بھی کیا آسکتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ دوسری بار جبرئیل کو اپنی صورت پر دیکھا معراج کی رات میں سات آسمان سے اوپر جہاں درخت ہے بیری کا وہ حد ہے نیچے کی اور اوپر کی نیچے کے لوگ اوپر نہیں پہونچتے اور اوپر کے لوگ نیچے نہیں اترتے اس کے بعد بہشت کو دیکھا اس بیری پر چھا رہے پروانے سنہرے ایسے خوش رنگ جن کے دیکھنے سے دل کھنچا جاوے اور نمونے جو دیکھے سو اللہ ہی کو خبر ہے"

سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى

اُس بیری کے پاس جو منتہائے حد پر واقع ہے۔ اُسی بیری کے قریب بہشت آرام سے رہنے کی۔ فرشتے کو اُس وقت دیکھا کہ جس وقت اس بیری کو ڈھانک

السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى

رکھا تھا جس نے بھی ڈھانک رکھا تھا پیغمبر کی نگاہ نے نہ کجروی اختیار کی اور نہ اس نے مقصد سے تجاوز کیا۔ بلاشبہ انھوں نے

مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَ

اپنے رب کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔ سو کیا تم نے لات اور عزیٰ کے حال پر اور

مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ

ایک اور تیسرے منات کے حال پر غور بھی کیا ہے۔ کیا تمہارے لئے بیٹے اور خدا کیلئے بیٹیاں۔ اگر ایسا ہے تو

اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ

یہ تو بہت ہی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ یہ بت کچھ نہیں مگر چند نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے

وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ

باپ دادوں نے رکھ لیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں نازل کی یہ لوگ محض اپنے بے بنیاد خیال

اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ

اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ ان کے رب کی جانب سے انکے پاس

الْهُدٰى ۝ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ

صحیح ہدایت آچکی ہے۔ بھلا کہیں انسان کا ہر چاہا پورا ہوا کرتا ہے۔ پس خدا ہی کے اختیار میں ہے وہ عالم بھی اور

الْاُوْلٰى ۝ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ

یہ عالم بھی۔ اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں جن کی شفاعت ذرا بھی نفع نہیں

شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝

دے سکتی مگر ہاں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہے سفارش کرنے کا حکم دیدے اور اسکے لئے سفارش کو پسند کرے

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو لڑکیوں کے

ع ۵ / ۵

فائدہ واضح رہے کہ ہم نے ان آیات کی تفسیر مشہور اور راجح قول کی بنا پر کی ہے۔ ورنہ بعض صحابہ سے تفسیر اس طرح منقول ہے مثلاً فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ میں یوں ہے کہ حضرت جبرئیل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں دونوں افق اعلیٰ پر کھڑے ہوئے ایسے ہی دنیٰ فتدلیٰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہوئے اللہ تعالیٰ کے اور سجدے میں گر پڑے۔ یا قریب ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے انوار اور اسکی رحمت نے بڑھ کر ان کو اٹھالیا۔ ایسے ہی فکان قاب قوسین میں قرب خداوندی کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی کی۔ دوبارہ دیکھنے کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ سے بار بار ملاقی ہوئے۔ واپس آتے تھے اور پھر لوٹ کر تخفیف کراتے تھے جیسا کہ شریک کی روایت میں نمازوں کی تخفیف کے لئے بار بار لوٹنے کا ذکر ہے۔ غرض فاستوی سے یہاں آخر تک سب آیتوں کا تعلق معراج سے ہی بیان کیا گیا ہے اور بجائے جبرئیلؑ کے حضرت حق تعالیٰ کی طرف ضمائر کا مرجع بتایا ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے درمیان اللہ تعالیٰ کی رویت میں اختلاف کا ذکر کیا ہے حالانکہ درحقیقت وہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بعض علماء نے دونوں کے قول جمع کرنے میں توجیہات سے کام لیا ہے بہرحال ہم نے ان تمام عنوانات کو چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ قرآن کا نفس مطلب مشہور قول کی بنا پر سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ علم الکتاب والیہ المرجع والمآب حضرت حق تعالیٰ کی قدرت اور اس کی خالقیت کو بیان کرنے کے بعد اب بتوں کی بے بسی کا اظہار فرماتے ہیں (۱۹) پس اے دین حق کے منکرو! تم نے لات اور عزیٰ کے حال پر (۲۰) اور تیسرے ایک اور منات کے حال پر غور کیا ہے ❊ یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور آپ کا جبرئیلؑ کو دیکھنا تم کو معلوم ہوگیا (باقی صفحہ ۔۔ میں)

تَسْمِيَةَ الْأُنْثَىٰ ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا

نام سے نامزد کرتے ہیں - حالانکہ ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہیں یہ لوگ محض بے بنیاد خیالات کی پیروی

الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾ فَأَعْرِضْ

کرتے ہیں اور یقینی بات کے مقابلہ میں بے بنیاد خیالات ذرا بھی کارآمد نہیں ہو سکتے - سو آپ ایسے شخص کو

عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾

منہ نہ لگائیے جس نے ہماری نصیحت سے روگردانی اختیار کر رکھی ہو اور بجز دنیوی زندگی کے اسکا اور کوئی مقصد نہ ہو

ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

بس ان لوگوں کے فہم کی رسائی یہیں تک ہے بیشک آپ کا رب ہی اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اسکی راہ سے

عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿۳۰﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ

بھٹک گیا اور وہی اس سے بھی خوب واقف ہے جس نے صحیح راہ پائی - اور جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ

اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے تاکہ آخر کار جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے انکو ان کے کئے کا بدلا دے

الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ﴿۳۱﴾ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ

اور جنھوں نے بھلے کام کئے ہیں ان کو اچھا صلہ عنایت فرمائے - وہ بھلے لوگ وہ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے

الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ

اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں الا یہ کہ کوئی معمولی گناہ جو اتفاقیہ واقع ہو جائے بلاشبہ آپکے رب کی مغفرت بڑی

هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ

وسیع ہے وہ تم کو اسوقت سے اچھی طرح جانتا ہے جب اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا - اور جب تم اپنی ماؤں

فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۖ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ

کے پیٹ میں بچے تھے لہٰذا تم خود ستائی نہ کیا کرو خدا ہی خوب جانتا ہے اسکو

بِمَنِ اتَّقَىٰ ﴿۳۲﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿۳۳﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَ

جو پرہیزگار ہے - بھلا آپنے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے دین حق سے روگردانی کی - اور تھوڑا سا دیا اور

ع

حالانکہ ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں یہ لوگ محض بے بنیاد اور بے اصل خیالات اور صرف اٹکل کی پیروی کرتے ہیں اور بلاشبہ ایک حقیقت واقعیہ اور ثابتہ کے مقابلے میں اٹکل اور اوہام فاسدہ ذرا بھی کارآمد اور مفید نہیں ہو سکتے ؛ یعنی ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے ہیں اس لئے ان کے نام بھی عورتوں اور لڑکیوں کے سے رکھتے ہیں حالانکہ ان کے ایسا کرنے کی کوئی سند نہیں - یہ لوگ محض اٹکل کی باتوں پر چلتے ہیں اور اوہام کی باتیں کرتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ امر حق کے مقابلے میں بے اصل اوہام اور خیالات اور اٹکل جن کی کوئی سند نہ ہو کچھ کام نہیں آسکتے وان الظن لا یغنی من الحق شیئا - مجتہدین کے کسی مسئلے کا مختلف فیہ ہونا اس کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں جو لوگ مسائل فقہیہ کے اختلاف میں اس آیت کو پڑھا کرتے ہیں یا پیش کرتے ہیں وہ بڑی زیادتی اور بے باکی سے کام لیتے ہیں (۲۸) پس آپ ایسے شخص کو منہ نہ لگایئے اور ایسے شخص سے منہ پھیر لیجئے - اور اس سے بے التفاتی کا برتاؤ کیجئے - جس نے ہماری نصیحت اور ہمارے ذکر سے روگردانی اختیار کر رکھی ہو اور سوائے دنیوی زندگی کے اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو (۲۹) ان لوگوں کے فہم کی رسائی اور اُن کے علم کی پہونچ بس یہیں تک ہے بیشک آپ کا پروردگار ہی اُس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہی اُس سے بھی خوب واقف ہے جس نے صحیح راہ پائی ؛ ذکر سے مراد قرآن، یا ایمان، یا ذکر الٰہی اور خدا تعالیٰ کی یاد ہے ایسے لوگ جو ہمارے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں اور کسی طرح نہیں مانتے آپ بھی اُن سے بے توجہی کا برتاؤ کیجئے کیونکہ ان کا مقصد صرف دنیوی زندگی کا عیش و آرام ہے - اور اُن کا مبلغ علم اور ان کے فہم کی رسائی اُس سے آگے نہیں ہے یعنی عالم آخرت تک پہونچا ہی نہیں ان کے علم کی پہنچ اور رسائی کی حد یہیں تک ہے - ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد اور حوالے کیجئے وہی جانتا ہے کہ گم کردہ راہ کون ہے اور وہی جانتا ہے کہ ہدایت یافتہ کون ہے (۳۰) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملک اور اسی کے اختیار میں ہے تاکہ انجام کار ان لوگوں کو جنھوں نے بُرے عمل کئے ہیں اور برائیوں کے مرتکب ہوئے ہیں ان کے کئے کا ان کو بدلا دے اور جنھوں نے بھلے کام کئے اور بھلائیاں کیں ان کو اچھا صلہ عنایت فرمائے (۳۱) وہ بھلے لوگ وہ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے اور اجتناب کرتے ہیں اِلّا یہ کہ کوئی معمولی اور صغیرہ گناہ جو اتفاقیہ واقع ہو جائے بلاشبہ آپ کے پروردگار کی مغفرت اور بخشش بہت وسیع ہے وہ تم کو اس وقت سے خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے اور جنین تھے لہٰذا تم خود ستائی اور خود اپنی پاکیزگی بیان نہ کیا کرو اور اپنے کو مقدس نہ سمجھا کرو وہ اللہ تعالیٰ ہی تقوے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہی خوب جانتا ہے اسکو جو پرہیزگار ہے ؛ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ ہر گمراہ اور ہدایت یافتہ کو خوب جانتا ہے تو اب یہ بات فرمائی کہ وہ مالک الملک ہونیکی وجہ سے ہر ایک کو سزا اور جزا بھی دے گا ورنہ نیکی اور بدی بے کار اور عبث ہو کر رہجائیگی اسلئے فرمایا کہ وہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اس سب کا مالک ہے اس لئے انجام کار یہ ہوگا کہ ہر برائی کے مرتکب کو اُس کی برائی کا بدلا اور جزا دی جائیگی اور جو محسن اور نیکوکار ہیں ان کو اچھا صلہ یعنی جنت ملے گی - بعض حضرات نے لیجزی کا تعلق ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدیٰ سے بیان کیا ہے اور وللہ ما فی السموت وما فی الارض کو جملہ معترضہ بنایا ہے اس تقدیر پر مطلب بالکل صاف ہے اور اس تقدیر پر لیجزی کے لام کو لام عاقبت رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی آگے محسنین کی مزید وضاحت اور ان کا وصف بیان فرمایا کہ وہ لوگ کبائر سے بچتے اور اجتناب کرتے ہیں یعنی کبیرہ گناہ اور خاص طور پر ان کبیرہ گناہوں میں سے جو فواحش اور بے حیائی کے کام ہیں اُن سے بچتے ہیں یا تو کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہی نہیں کرتے اور اگر ہو جائے تو فوری طور پر توبہ اور ندامت سے اُس کا تدارک کرتے ہیں وقوع گناہ پر لاپرواہی نہیں کرتے الا اللمم میں بھی دو قول ہیں اگر استثنا منقطع ہو تو مطلب یہ ہے کہ معمولی اور صغیرہ گناہ اگر کبھی اتفاقیہ ہو جائے تو وہ درگزر ہو جاتے ہیں بشرطیکہ ان پر اصرار نہ ہو اور اُن پر دوام نہ ہو کہ ہمیشہ لاپرواہی کے ساتھ صغیرہ گناہ کرتا رہے کیونکہ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ بھی مل کر ایک دن بڑا گناہ ہو جاتا ہے بہرحال بعض متقدمین نے . . . متصل کہا ہے اس تقدیر پر کبائر سے استثنا ہوگا یعنی اگر کبھی کسی گناہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو توبہ کرتے ہیں اور دوبارہ وہ گناہ نہیں کرتے۔

(باقی ضمیمہ میں)

کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے ؛ یعنی کیا ولید کے پاس علم غیب ہے کہ وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ مجھ کو عذاب ہوگا تو فلاں شخص یعنی عاتبہ میرے عذاب کو اٹھالے گا اور میں سبکدوش ہوجاؤنگا (۳۵) کیا اس کو ان مضامین کی خبر نہیں پہنچی جو حضرت موسیٰ کے صحیفوں میں مذکور ہیں (۳۶) اور نیز اس ابراہیمؑ کے صحیفوں میں ہیں جس نے ہر حکم کو پورا کیا ؛ توریت کے علاوہ حضرت موسیٰؑ کو اور چند صحیفے دیئے گئے تھے اُن صحف میں اور حضرت ابراہیمؑ کے صحائف میں مذکور ہیں۔ کیا ان مضامین کی خبر اس ولید کو نہیں پہنچی یعنی ان مضامین پر مطلع نہیں ہوا۔ وہ مضامین تو قرآن سے بہت پہلے کے ہیں۔ آگے اُن مضامین کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحائف میں مذکور ہیں۔ علاوہ اس کے کہ کفار مکہ کو ان مضامین سے آگاہ کرنا ہے اور اُن کو تنبیہ کرنی ہے۔ ان مضامین سے یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ انبیاء کی تعلیمات میں کس قدر باہم آہنگی اور یکسانیت ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۳۷) وہ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائیگا ؛ یعنی ان دونوں اولوالعزم پیغمبروں کے صحائف میں یہ مضمون موجود ہے کہ کوئی گناہ گار دوسرے گناہگار کا بوجھ نہ اٹھائیگا ؛

اَکْدٰی ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَہٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَھُوَ یَرٰی ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ

بند کر دیا۔ کیا اسکے پاس علم غیب ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیا اسکو ان مضامین کی خبر نہیں پہنچی جو حضرت موسیٰ کے

صُحُفِ مُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ

صحیفوں میں مذکور ہیں۔ اور نیز اس ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں جس نے ہر حکم کو پورا کیا۔ وہ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانیوالا کسی دوسرے کا

وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ

بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کی اس نے سعی کی۔ اور یہ کہ انسان کی

سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ

سعی عنقریب دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔ اور یہ کہ

اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی ﴿۴۲﴾ وَاَنَّہٗ ھُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی ﴿۴۳﴾ وَاَنَّہٗ ھُوَ

آپ کے رب ہی کی طرف سب کو پہونچنا ہے۔ اور یہ کہ وہی ہنساتا اور وہی رُلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی

اَمَاتَ وَاَحْیَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ﴿۴۵﴾

موت دیتا اور زندگی بخشتا ہے۔ اور یہ کہ وہی دونوں قسمیں نر اور مادہ کی پیدا کرتا ہے۔

مِنْ نُّطْفَۃٍ اِذَا تُمْنٰی ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَیْہِ النَّشْاَۃَ الْاُخْرٰی ﴿۴۷﴾

نطفے سے جب وہ نطفہ رحم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور یہ کہ دوسری بار پیدا کرنا اس پر ضروری ہے۔

وَاَنَّہٗ ھُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی ﴿۴۸﴾ وَاَنَّہٗ ھُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ﴿۴۹﴾

اور یہ کہ وہی مالدار بناتا اور سرمایہ دیتا ہے۔ اور وہی شعریٰ نامی ستارے کا مالک ہے۔

وَاَنَّہٗ اَھْلَکَ عَادَا الْاُوْلٰی ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا فَمَا اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ وَ

اور یہ کہ اسی نے عاد اولیٰ یعنی قدیم قوم عاد کو ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی ہلاک کیا سو کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور

قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّھُمْ کَانُوْا ھُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ﴿۵۲﴾

عاد اور ثمود سے پہلے نوح کی قوم کو بھی ہلاک کیا اس میں شک نہیں کہ وہ بڑے ہی ظالم اور بہت زیادہ سرکش تھے

وَالْمُؤْتَفِکَۃَ اَھْوٰی ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰھَا مَا غَشّٰی ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

اور لوط کی بستیاں بھی اسی نے اٹھا کر دے ماریں۔ پھر ان بستیوں کو ڈھانک لیا جس چیز نے کہ ڈھانک لیا۔ سو اے مخاطب تو اپنے

یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ایک بالکل اٹھالے اور دوسرا سبکدوش ہوجائے۔ اور دوسرے پر کوئی بار نہ رہے۔ جیسا کہ تفصیل سورۂ عنکبوت میں گزر چکی ہے بعض حضرات نے وفی کو وفا سے لیا ہے اور یہ معنی کئے ہیں کہ وہ ابراہیمؑ جو بڑا پابند وفا تھا (۳۸) اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے سعی کی اور کمایا (۳۹) اور یہ کہ آدمی کی سعی اور کمائی عنقریب دیکھی جائے گی (۴۰) پھر اسکو اس کمائی اور سعی کا پورا پورا بدلا دیا جائیگا ؛ یعنی ہر انسان نے جو سعی اور کمائی کی ہے اسی کا پھل اس کو ملے گا۔ یعنی کسی شخص کا ایمان دوسرے کو نہ ملے گا ہر شخص کے ایمان کا پھل اسی کو ملے گا جس کا وہ ایمان ہوگا۔ یعنی ہر ایمان والے کو اسی کے ایمان کا فائدہ پہنچے گا۔ اور عنقریب اس کی سعی اور کمائی دیکھی جائے گی۔ پھر ہر شخص کو اپنی کمائی کا پورا پورا بدلا دیا جائیگا۔ وان لیس للانسان الا ما سعی۔ میں جن لوگوں نے اعمال کو بھی داخل کیا ہے اور صرف ایمان نہیں لیا ہے ان پر یہ شبہ کیا گیا ہے کہ اس طرح ایصال ثواب کا دروازہ بالکل بند ہوگیا۔ جیسا کہ معتزلہ نے کہا ہے کہ کسی ایک مسلمان کا ثواب دوسرے مسلمان کی طرف منتقل ہی نہیں ہوسکتا۔ بہرحال یہ ایک بڑی طویل بحث ہے۔ اہل سنت اور اہل سنت میں سے حنفیہ کا مسلک بالکل صاف ہے کہ زندوں کی جانب سے مُردوں کو ایصال ثواب ہوتا ہے اور مالی اور بدنی دونوں قسم کی عبادتوں کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ فرض وواجبات کے علاوہ نفلی عبادتوں کے ثواب کا یہ حکم ہے جیسے کوئی نفلی صدقہ یا حج یا روزے یا نماز یا قربانی کا ثواب کسی اپنے بزرگ کو پہونچائے یہ سب صورتیں حنفیہ کے نزدیک جائز ہیں۔ کمائی دیکھی جائے گی کا مطلب یہ ہے کہ کمائی والے کو اس کی کمائی دکھائی جائے گی اور جو کچھ اس نے کیا ہے وہ اس کے روبرو رکھ دیا جائے گا۔ ایصال ثواب کی بحث میں اگر الا ما سعی کا ترجمہ ایمان سے کیا جائے جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو پھر اس آیت میں ایصال ثواب کی بحث کے لئے کوئی گنجائش نہیں واللہ اعلم (۴۱) اور یہ کہ آپ کے پروردگار ہی کی طرف سب کو پہونچنا ہے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سب کی انتہا ہے اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے (۴۲) اور یہ کہ وہی ہنساتا اور وہی رُلاتا ہے ؛ یعنی ہر قسم کی خوشی اور غم کا سامان اُسی کے اختیار میں ہے (۴۳) اور یہ کہ وہی موت دیتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے ؛ یعنی موت وزندگی کا مالک وہی ہے (۴۴) اور یہ کہ وہی دونوں قسمیں نر اور مادہ کی پیدا کرتا ہے ؛ ہر انسان اور حیوان کے جوڑے نر اور مادہ کے وہی پیدا کرتا ہے (۴۵) پانی کی بوندی نطفے سے جب ڈالا جاتا ہے وہ رحم میں ؛ یعنی ظاہری اسباب پردہ مسبب حقیقی اپنا اثر مرتب کرتا ہے جب یہ تمام چیزیں حضرت حق تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہیں تو ولید نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ قیامت کے دن اس پر سے عذاب کو کوئی اور اپنے ذمہ لے لیگا (۴۶) اور یہ کہ دوسری بار پیدا کرنا اس پر لازم ہے ؛ یعنی عالم آخرت کا قیام ضروری ہے اور یہ وعدے کی بنا پر اس نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے (۴۷) اور یہ کہ وہی مالدار بناتا ہے اور وہی سرمایہ کو محفوظ بناتا ہے ؛ اقنی کے معنی کئی طرح کئے گئے ہیں۔ چونکہ دولت مندی بھی کئی طرح ہوتی ہے۔ یا تو نقد روپیہ کو اغنا فرمایا اور اقنا زمین اور مویشی کو فرمایا یا بڑے سرمایہ دار اور کم سرمایہ دار، یا ضرورت کے لئے جو کافی ہو وہ اغنا اور جو ضرورت سے زائد ہو وہ اقنا۔ بہرحال سرمایہ داری میں جو تفاوت نظر آتا ہے اس کی جانب اقنی کہکر اشارہ فرمایا (۴۸) اور یہ کہ وہی پروردگار ہے شعریٰ نامی ستارے کا (بقیہ ص ۸۴۳)

(بقیہ ۸۴۲) مالک اور پروردگار ہے ؛ عرب میں شعریٰ ستارے کی پوجا ہوتی تھی زمانۂ جاہلیت میں اس کی پرستش خوب ہوا کرتی تھی اس کو فرمایا کہ اس کا مالک اور پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں شعریٰ ایک تارا ہے بہت بڑا اس کو بعضے عرب پوجتے تھے ۱۲ (۴۹) اور یہ کہ اس نے عاد اولیٰ یعنی قدیم عاد کو ہلاک کیا (۵۰) اور ثمود کو بھی ہلاک کیا سو ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا (۵۱) اور علاوہ ازیں ان سے پہلے نوحؑ کی قوم کو بھی ہلاک کیا اس میں شک نہیں کہ وہ بڑے ہی ظالم اور بہت زیادہ سرکش تھے (۵۲) اور لوطؑ کی بستیاں بھی اسی نے اٹھا کر دے ماریں (۵۳) پھر ان بستیوں کو ڈھانک لیا جس چیز نے کہ ڈھانک لیا ؛ یہ سابقہ قوموں کی ہلاکت کا ذکر فرمایا تاکہ عرب کے کفار کو عبرت ہو۔ کہتے ہیں عاد اولیٰ کی طرف سورۂ اعراف میں ہم اشارہ کر چکے ہیں یہ وہی ہودؑ کی قوم ہے اور جن کو عاد ثانیہ کہتے ہیں وہ مکہ میں آباد تھے اور وہ بعد میں مکہ سے نکل کر کہیں اور جا بسے تھے اور وہ بھی ہلاک کئے گئے یا یہ کہ عاد اولیٰ کو عاد اولیٰ فرمانا ایک حقیقت واقعیہ ہوا اُن کی قدامت کی وجہ سے ہے اس لئے عاد آخری کی حاجت نہیں مؤتفکات وہ اُلٹی ہوئی بستیاں ہیں حضرت لوط علیہ السلام کی۔ ڈھانک لیا یعنی پتھر اس طرح برسے جس طرح مینہ برستا ہے اور جس طرح بارش کسی بستی کو ڈھانک لیتی ہے اسی طرح پتھروں نے ان بستیوں کو اپنی بارش سے ڈھانک لیا (۵۴) پس اے مخاطب تو اپنے تفسیر صفحہ ہٰذا ؛ پروردگار کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرتا رہے گا ؛ یعنی اے انسان تو اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں میں شک اور انکار کرتا رہے گا اور ایمان نہیں لائے گا اور ایمان لا کر منتفع نہیں ہو گا۔ یہ شاید آخر میں ولید اور اس کے رفقاء کو فرمایا (۵۵) یہ محمدؐ بھی پہلے ڈرانیوالوں کی طرح ایک ڈرانیوالا ہے ؛ یعنی جس طرح سابقہ پیغمبر ڈرانے والے ہوئے ہیں انہی کی جنس میں سے یہ بھی ایک ڈرانے والے ہیں ان پر ایمان لانے میں دیر نہ کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری آواز اور آخری پیغام ہے بس اب قیامت آنیوالی ہے ایمان لانے میں جلدی کرو (۵۶) قریب آ گئی قریب آنیوالی ؛ یعنی قیامت کو آیا ہی سمجھو (۵۷) اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کا کوئی ہٹانے والا اور رد کرنے والا نہیں ؛ یعنی اس کے آئے پیچھے (۵۸) کیا تم اس بات پر تعجب اور اچنبھا کرتے ہو (۵۹) اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں (۶۰) اور تم متکبرانہ برتاؤ کرتے ہو ؛ حدیث سے مراد قرآن ہے۔ یعنی اس قرآن میں تعجب کرتے ہو اور خوف کی باتیں سن کر بھی اس قرآن پر استہزاً ہنستے ہو روتے نہیں اور تم اس قرآن کی اطاعت سے متکبرانہ برتاؤ کرتے ہو یا اس قرآن سے کھیل کرتے ہو اور کھلاڑیاں کرتے ہو یا غل مچاتے ہو یا گانے بجانے کا شور کرتے ہو بجائے رونے اور اپنے انجام پر غور کرنے کے تمہاری یہ حرکات ہیں (۶۱) پس اب اللہ کی جناب میں سجدہ ریز ہو اور عبادت کرو ؛ سجدہ کرو یعنی اس کی اطاعت کرو اور اسی کی پرستش کیا کرو جب یہ سورت پڑھی گئی تو اس کا قدرتی اثر ایسا ہوا کہ جب اس کے ختم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ہمراہ مسلمانوں نے سجدہ کیا تو مشرکوں نے بھی سجدہ کیا البتہ ایک متعصب مشرک نے نہیں کیا بلکہ اس نے ایک خاک کی مٹھی اٹھا کر پیشانی سے لگالی۔ بہرحال یہ ایک وقت کی بات تھی اور فوری اثر کا کرشمہ تھا بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ اس وقت غاشیۂ الٰہی نے سب کو اس طرح گھیرا کہ کسی کو سجدہ نہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی سب نے ہی سجدہ کیا کسی نے اختیاری اور کسی نے غیر اختیاری اور بے ساختہ۔ بعض مفسرین نے جو اس سجدے کے سلسلہ میں بہت سی باتیں نقل فرمائی ہیں ان کی اصل کا محققین نے انکار کیا ہے اس لئے ہم نے اسے بالکل ہی ترک کر دیا (۶۲) تم تفسیر سورۃ النجم ؛ سورۃ القمر ؛ سورۃ قمر مکی ہے اور یہ پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ؛ قریب آ پہونچی قیامت اور پھٹ گیا چاند ؛ اوپر کی سورت کے آخر میں قیامت کے قریب آنے کا ذکر فرمایا تھا۔ اور یہ تو ظاہر بھی ہے کہ جس چیز کا آنا یقینی ہو وہ قریب ہی ہے۔ اس سورت میں بھی اسی کے قرب کا اظہار فرمایا کیونکہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت بھی ظاہر ہو گئی یعنی چاند بھی پھٹ گیا اگرچہ یہ شق قمر اور چاند کا پھٹنا بطور معجزہ ہوا اور دلائل رسالت کی دلیل ہو کر اس کا ظہور ہوا لیکن اس معجزے سے اوّل تو یہ بات معلوم ہو گئی کہ چاند کا پھٹ جانا ممکن ہے دوسرے یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جب رسول کسی بات کی خبر دے تو اس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ ہماری اس تقریر سے انشقاق قمر کے ساتھ اقترابِ قیامت کا تعلق بھی سمجھ میں آ گیا ہو گا۔

(باقی ضمیمہ میں)

رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ

رب کی کون کونسی نعمتوں میں شک کرتا رہے گا۔ یہ نبی بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ایک ڈرانیوالا ہے۔ قریب آ پہونچی

الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ

قریب آنیوالی یعنی قیامت۔ اللہ کے سوا اُس کا کوئی ہٹانے والا نہیں ہے۔ کیا تم اس

هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾

بات یعنی قرآن سے تعجب کرتے ہو۔ اور اس پر ہنستے ہو اور روتے نہیں۔

وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ع ۳ — السجدۃ

اور تم متکبرانہ برتاؤ کرتے ہو۔ بس اب اللہ کے آگے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

یہ سورۂ قمر مکی ہے اور یہ پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا

قیامت قریب آ پہونچی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر یہ کفار کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس سے روگردانی

وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَ

کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ یہ ایک چلتا ہوا جادو ہے۔ اور انھوں نے تکذیب کی اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی

كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ

اور ہر کام کی ایک حد ہے جہاں وہ ٹھہر نیوالا ہے۔ اور گزشتہ واقعات میں سے ان لوگوں کے پاس اسقدر واقعات پہنچ چکے ہیں کہ ان

مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ

میں کافی تنبیہ۔ اور اعلیٰ درجہ کی حکمت موجود ہے مگر ان کو ڈرانیوالی باتیں کچھ نفع نہیں دیتیں۔ سوائے پیغمبر آپ انکو

عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ

منہ لگائیے جس دن ایک بلانیوالا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ یہ قبروں سے اس حال میں

یہ قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور اس طرح نکلیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں ؛ یعنی جب ان کی حالت یہ ہے کہ ان کو کوئی خوف دلانے والی بات نفع نہیں پہنچا سکتی تو آپ ان کا خیال چھوڑ دیجئے اور ان کی طرف التفات نہ کیجئے کیونکہ جس دن سے آپ ان کو ڈراتے ہیں وہ دن آئیگا تو ان کو خود ہی معلوم ہو جائیگا وہ دن ایسا ہوگا جس دن ایک بلانے والا فرشتہ ان کو بلائیگا یعنی نفخ صور ہوگا اور یہ قبروں سے نکلیں گے جیسے بکھری ہوئی ٹڈیاں ہوتی ہیں آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ چیز جس کی طرف وہ فرشتہ بلائیگا وہ چیز ناخوش اور ان دیکھی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی حساب کو ۱۲ اور چونکہ قبروں سے نکلنے کے بعد مختلف حالات سے دو چار ہونا پڑے گا اس لئے کبھی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ کبھی آنکھیں پھٹی ہوئی ہوں گی اور اوپر کی جانب ٹکٹکی لگی ہوئی ہوگی۔ یہاں قبروں سے اٹھنے کی حالت مذکور ہے پراگندہ ٹڈیوں سے تشبیہ فرمائی جیسے ٹڈیاں ادھر ادھر اڑتی پھرتی ہیں اسی طرح قبروں سے نکلنے والے ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہوں گے (٧) ان کی حالت یہ ہوگی کہ اس بلانے والے کی طرف دوڑ رہے ہونگے کافر اس دن کہیں گے یہ دن بڑا ہی سخت ہے ؛ یعنی بلانے والے کی آواز پر بھاگتے ہوں گے۔ دین حق کے منکر یوں کہتے ہوں گے یہ دن بڑا ہی سخت اور دشوار دن ہے جب اس دن کی مشکلات سامنے آئیں گی تب یہ کہیں گے۔ آگے گزشتہ اقوام کے چند واقعات بیان فرمائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (٨) ان لوگوں سے پہلے نوحؑ کی قوم نے تکذیب کی اور نوحؑ کی قوم بھی تکذیب کا شیوہ اختیار کر چکی ہے چنانچہ انھوں نے ہمارے بندے نوحؑ کو جھٹلایا اس کی تکذیب کی اور اس کو جھوٹا بتایا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور اس کو جھڑک دیا اور اس کو دھمکی دی گئی ؛ یعنی حضرت نوح کو جھوٹا کہا اور دیوانہ کہا اور جھڑکا اور دھمکایا جیسا کہ سورہ شعرا میں گزرا ہے کہ اے نوح اگر تو باز نہ آیا تو ہم تجھ کو سنگسار کر دیں گے۔ جب نوح کیساتھ یہ سلوک کیا گیا تو انھوں نے قوم کے حق میں یوں دعا کی (٩) پھر نوحؑ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں مغلوب ہو گیا ہوں اور دب گیا ہوں سو تو ان سے میرا بدلا لے (١٠) پھر ہم نے بکثرت برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے اور دہانے کھول دیئے (١١) اور ہم نے زمین سے چشمے بہادیئے پھر دونوں جانب کا پانی مل کر اس کام کے لئے جمع ہو گیا جو مقدر ہو چکا تھا ؛ یعنی آسمان سے موسلا دھار بارش ہوئی ادھر زمین سے چشمے ابلنے لگے اور زمین کو باعتبار چشموں کے پھاڑ دیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے پردے پھٹ گئے ہیں ادھر آسمان نہ رکتا تھا دونوں پانی مل کر اکٹھے ہو گئے اور جو کام علم الٰہی میں تجویز ہو چکا تھا وہ کام ہو گیا۔ یعنی نوحؑ کی قوم ہلاک کر دی گئی اور طوفان میں غرق ہو گئی مطلب یہ کہ پانی اس کام پر مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ (١٢) اور ہم نے اس نوحؑ کو تختوں والی اور کیلوں والی ایک کشتی پر سوار کر دیا (١٣) وہ کشتی ہماری حفاظت و نگرانی میں اور ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی یہ سب کچھ اس شخص کا بدلا لینے کیلئے کیا گیا جس کی بے قدری کی گئی تھی ؛ تفصیل سورہ ہود میں گزر چکی ہے۔ تجری باعیننا کا مطلب یہ ہے کہ ہماری حفاظت میں جاری تھی۔ گویا کشتی بنی بھی حضرت حق کی نگرانی میں جیسا کہ فرمایا واصنع الفلک باعیننا اور چلتی بھی رہی نگرانی میں جیسا کہ فرمایا تجری باعیننا۔ یہاں ایک ادبیات کا بھی اظہار فرمایا جزآء لمن کان کفر۔ یعنی یہ طوفان کا آنا اور قوم نوحؑ کا غرق کرنا یہ سب اس شخص کی ناقدری حق ناشناسی اور بے قدری کا بدلا تھا۔ جس کی قدر نہ پہچانی اور اس کی بے قدری اور اس

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿٧﴾

نکلیں گے کہ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور اس طرح نکلیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ

ان کی حالت یہ ہوگی کہ اس بلانے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں گے کافر اس دن کہیں گے یہ دن بڑا ہی

عَسِرٌ ﴿٨﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا

سخت ہے۔ ان کفار سے پہلے نوحؑ کی قوم بھی تکذیب کا شیوہ اختیار کر چکی ہے چنانچہ انھوں نے ہمارے بندے یعنی نوحؑ کو جھٹلایا

مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾

اور کہا کہ دیوانہ ہے اور اس کو دھمکی بھی دی گئی۔ پھر نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہو گیا ہوں آپ ان سے بدلا لیجئے

فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ

پھر ہم نے بکثرت برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور ہم نے زمین سے چشمے

عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى

بہادیئے پھر دونوں جانب کا پانی مل کر اس کام کیلئے جمع ہو گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ اور ہم نے نوحؑ کو

ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ

تختوں اور کیلوں والی پر سوار کر دیا۔ وہ کشتی ہماری حفاظت و نگرانی میں چلتی تھی یہ اس شخص کا بدلا لینے کیلئے کیا گیا

كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٥﴾ فَكَيْفَ

جسکی بے قدری کی گئی تھی۔ اور ہم نے اس واقعہ کو ایک سبق آموز نشانی کے طور پر چھوڑ دیا سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے۔ پھر

كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ

دیکھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنیکی غرض سے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی

مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٨﴾

نصیحت حاصل کرنیوالا ہے۔ عاد نے بھی تکذیب کا طریقہ اختیار کیا سو دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾

ہم نے ان پر ایک سخت نامبارک دن میں نہایت تیز و تند ہوا بھیجی۔

انکار کیا گیا۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی بے عزتی اور تذلیل اور نافرمانی کا انتقام اور بدلا لینا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی اذیت اور تذلیل کا بدلا لیا جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے ان کی بے قدری کا انتقام کفر باللہ کا انتقام تھا پس نوح علیہ السلام کی بے عزتی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر سب کا ہی انتقام لیا گیا (١٤) اور ہم نے اس واقعہ کو ایک سبق آموز نشانی کے طور پر چھوڑ دیا سو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے ؛ یعنی جو اس عبرت انگیز واقعہ سے نصیحت پکڑے ہو سکتا ہے کہ ترکنھا سے مراد وہ کشتی ہو اور مطلب یہ ہو کہ ہم نے اس کشتی کو باقی رکھا تاکہ اس سے عبرت ہو۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں نشانی کو یعنی دنیا میں تب سے کشتی رہی یا وہ کشتی رہ گئی جودی پہاڑ پر نظر آئی قرنوں تک اس امت کے لوگوں نے بھی دیکھی ۱۲ خلاصہ یہ کہ کشتی چلانے کا دستور باقی رہا شاید اس سے پہلے کشتی کا دستور نہ تھا یا یہ کہ ہم نے نوحؑ کی کشتی کو محفوظ رکھا جیسا کہ آج کل بھی اخبارات میں اس کے تذکرے ہوتے رہتے ہیں۔ اور شاید ابھی تک اس کے کچھ تختے کہیں کسی پہاڑ پر برف میں موجود ہیں واللہ اعلم (١٥) (باقی ص٨٤٥ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۴۴) پھر دیکھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا ؛ یعنی نافرمانوں کیساتھ کیسا سلوک ہوا (۱۶) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے سہل اور آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی سوچنے والا اور نصیحت قبول کرنے والا ہے ؛ یعنی قرآن کو زبانوں پر سہل اور آسان بنا دیا تاکہ نصیحت حاصل کرنے والوں کو آسانی ہو۔ تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا اور سوچنے والا اور غور کرنے والا ہے کہ وہ اس کے پند و وعظ سے فائدہ حاصل کرے۔ للذکر کی قید سے ان لوگوں کے خیالات کی نفی ہو گئی جو آج کل کے لوگ اجتہاد اور استنباط کے لئے قرآن کو آسان سمجھتے ہیں (۱۷) قوم عاد نے بھی تکذیب کا شیوہ اختیار کیا سو دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا ؛ یعنی ان کا انجام بھی دیکھ لو (۱۸) ہم نے ان پر ایک سخت نامبارک دن میں نہایت تیز و تند ہوا بھیجی (۱۹) تفسیر صفحہ ہذا ؛ وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اکھاڑ پھینکتی تھی جیسے وہ جڑ سے اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں ؛ ہم نے مستمر کا ترجمہ سخت کیا ہے۔ بعض حضرات نے دوام کیا ہے۔ دوام کا مطلب یہ ہے کہ ہوا کا ان پر اثر ہمیشہ رہا یعنی برزخ میں بھی اور جہنم میں بھی۔ یوم نحس سے مراد زمانہ ہے یعنی زمانۂ نحس میں وہ ایک دن ہو یا آٹھ دن ہوں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے کھجوروں کے تنوں سے تشبیہ دینے میں شاید ان کے مضبوط اور جسیم ہونے کی طرف اشارہ ہو کیونکہ وہ بڑے لمبے تڑنگے اور ڈیل ڈول کے لوگ تھے اور بڑے طویل الجثہ تھے اور اگر مستمر کا ترجمہ شدید اور سخت کیا جائے تو معنی ظاہر ہیں۔ نحوست اس سے کیا زیادہ سخت ہو گی کہ بستیوں کا نام و نشان مٹ گیا آبادیاں بالکل تباہ و برباد ہو گئیں اور مرنے کے بعد بھی عذاب نے پیچھا نہیں چھوڑا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی نحوست نہ گئی جب تک تمام ہو چکے نحوست کا دن انہی پر تھا نہیں ہمیشہ کو (۲۰) پھر تم نے دیکھا اور سنا کہ میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا ؛ یعنی ان کی تباہ شدہ بستیوں کو دیکھ کر اور ان کی ہلاکت کے واقعات کو سن کر معلوم کیا کہ میری سزا اور میرے ڈراوے کیسے تھے اور ان کا انجام کیسا ہوا (۲۱) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے سہل اور آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی غور کرنے والا اور نصیحت قبول کرنے والا ہے (۲۲) قوم ثمود نے بھی ڈرانیوالوں کی تکذیب کی اور ڈرانیوالوں کو جھوٹا بتایا (۲۳) سو کہنے لگے کہ کیا اپنی ہی جنس کے ایک ایسے آدمی کی پیروی کرنے لگیں جو اکیلا اور تن تنہا ہے اگر ایسا کرینگے تو اس وقت ہم بڑی گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے ؛ یعنی یہ بھی ہم میں سے ہم ہی جیسا بشر ہے۔ پھر اکیلا ہے یعنی ظاہری دولت و امارت اور جاہ و حشم بھی نہیں۔ نہ فرشتہ نہ ذی اثر بشر پھر اگر ایسے شخص کی ہم پیروی کرنے لگیں اور اس کا کہنا ماننے لگیں تو ہم بڑی گمراہی غلطی بلکہ دیوانگی اور جنون میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ انھوں نے یہ بھی کہا۔ (۲۴) کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل کی گئی اور اسی پر نصیحت کی بات اتاری گئی یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ شخص بڑا جھوٹا اور خود پسند اور بڑائی مارنے والا ہے ؛ یعنی ہم سب میں سے پیغمبری کے لئے اسی کو منتخب کیا ہے نہیں بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور شیخی خورہ ہے بڑائی اور سرداری چاہتا ہے آگے حضرت حق تعالیٰ کا جواب ہے (۲۵) انھیں ابھی کل کو ہی معلوم ہوا جاتا ہے کہ کون دروغ گو اور شیخی مارنے والا ہے ؛ یعنی جھوٹا اور شیخی خورہ کون ہے بہت جلد کل کو ہی یہ جان لیں گے (۲۶) اے صالح ہم ان کی آزمائش کے لئے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو ہوشیاری سے ان کی دیکھ بھال رکھ اور صبر سے کام لے (۲۷) اور ان کو آگاہ کر دے کہ پانی کو ان میں تقسیم کر دیا گیا ہے ہر باری والے کو اپنی باری پر حاضر ہونا ہے ؛ یعنی حضرت صالح علیہ السلام جو ان کے پیغمبر تھے ان کو ہم نے حکم بھیجا کہ

تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ

وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اکھاڑ پھینکتی تھی جیسے وہ جڑ سے اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو تم نے سنا

عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت

مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا

حاصل کرنے والا ہے۔ ثمود نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی۔ اور کہنے لگے کہ ہم اپنی ہی جنس کے

وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ

ایک ایسے آدمی کی پیروی کرنے لگیں جو تن تنہا ہے اگر ایسا کریں گے تو اس وقت ہم بڑی گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے۔ کیا ہم سب

عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا

میں سے اسی پر وحی اتاری گئی یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ شخص بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے۔ ان کو ابھی کل ہی معلوم ہوا جاتا ہے

مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ

کہ کون بڑا جھوٹا اور شیخی خورہ ہے۔ اے صالح ہم ان کی آزمائش کے لئے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو

فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ

ان کو ہوشیاری سے دیکھتا رہ اور صبر سے کام لے۔ اور ان لوگوں کو آگاہ کر دے کہ پانی کو ان میں تقسیم کر دیا گیا ہے

كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾

ہر باری والا اپنی باری پر حاضر ہوتا ہے۔ آخر کار اس قوم نے اپنے رفیق یعنی قذار کو پکارا پھر اس نے اونٹنی پر دست درازی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً

پھر دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہی سخت ہولناک آواز کو مسلط کر دیا

وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ

پھر وہ ایسے ہو گئے جیسے کسی باڑ لگانیوالے کی باڑ کا چورا ہو جاتا ہے۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾

آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ لوط کی قوم نے بھی رسولوں کی تکذیب کی۔

ع ۱ — ۲۲ — ۸

ہم ان کی آزمائش اور ان کے امتحان کے لئے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں جیسا کہ سورۂ اعراف میں مفصل گزر چکا ہے۔ صالح کو حکم دیا کہ تو ان کو دیکھتا رہ کہ یہ کیا کرتے ہیں اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کئے جا۔ اور ان کو خبردار کر دے کہ پانی قوم کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہے۔ یعنی نوبت بہ نوبت پانی استعمال کرنا ہو گا۔ ایک دن قوم کے مویشی پئیں گے اور ایک دن اونٹنی پئے گی۔ یا تو اس وجہ سے کہ پانی کم ہے یا اس وجہ سے کہ مویشی اس اونٹنی کو دیکھ کر ڈرتے ہیں بہر حال ہر نوبت والے کو اپنی اپنی باری پر حاضر ہونا ہے (۲۸) آخر کار ثمود نے اپنے رفیق اور ساتھی قذار بن سالف کو پکارا پس اس نے جرأت کی۔ اور حملہ کیا اور دست درازی کی اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں ؛ قذار بن سالف ایک شقی تھا اس نے اپنی محبوبہ کے اشارے سے یہ جرأت کی اور تلوار سے اس اونٹنی پر حملہ کیا اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ یعنی قتل کر دیا۔ سورۂ اعراف میں فعقروا فرمایا یعنی باقی لوگوں کی بھی ہمدردیاں حاصل تھیں یا اس کے اس ناشائستہ فعل پر راضی تھے۔ اس لئے اس کا فعل پوری قوم کی طرف منسوب کیا گیا (۲۹) پھر دیکھو کہ میرا عذاب (باقی صفحہ ۸۴۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۴۵) اور میرا ڈرانا کیسا ہوا ؟ یعنی تیسرے دن عذاب آگیا اسی کو فرماتے ہیں (۳۰) ہم نے ان پر ہولناک آواز اور ایک نعرے کو مسلط کردیا اور ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی ؛ پھر وہ ایسے ہوگئے جیسے کسی باڑ لگانیوالے کی باڑ کا چورا چورا ہوجاتا ہے ؛ یعنی ایک فرشتے کو مسلط کردیا اُس نے ایک چیخ ماری جس سے اُن کے پتے پھٹ گئے اور ایسے ہوگئے جیسے باڑ لگانے والے کی باڑ کا چُورا۔ اکثر دیہات میں کھیتوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کانٹوں کی باڑ لگا دیا کرتے ہیں تاکہ مویشی درندوں سے محفوظ رہیں لیکن چونکہ اُس باڑ کے پاس سے مویشی گزرتے ہیں اس لئے وہ باڑ مویشیوں کے گزرنے کی وجہ سے کچھ عرصہ کے بعد چورا چورا ہوجاتی ہے اس سے تشبیہ دی کہ ان کا بھی یہی حال ہوگیا۔ پامال شدہ باڑ کے ساتھ تشبیہ دینا اہل عرب کے سمجھانے کے لئے ہے وہ اس کو خوب سمجھتے تھے (۳۱) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے سہل اور آسان کردیا ہے۔ تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا اور سوچنے والا ہے (۳۲) لوطؑ کی قوم نے بھی رسولوں کی تکذیب کی اور رسولوں کو جھٹلایا ؛ چونکہ کسی ایک پیغمبر کی تکذیب مستلزم ہے سب رسولوں کی تکذیب کو اس لئے رسول کو جمع لائے (۳۳) تفسیر صفحہ ہٰذا۔ ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا کو بھیجا مگر ہاں لوطؑ کے متعلقین کو ہم نے اخیر شب میں (۳۴) اپنے فضل سے بچا نکالا جو شکر بجا لاتا ہے اور حق مانتا ہے ہم اس کو ایسا ہی صلہ اور ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں ؛ یعنی لوطؑ کی قوم پر پتھراؤ ہوا پتھروں کا مینہ برسا آندھی آئی پتھراؤ کی۔ البتہ جو لوگ اُس پر ایمان لائے تھے وہ بچائے گئے ایمان والوں کو آل فرمایا۔ ان کو سحر کے وقت بچا نکالا۔ آخر میں فرماتے ہیں ہم شکرگزاروں کو ایسا ہی [illegible] فرماتے ہیں۔ کذلک نجزی من شکر (۳۵) اور بلاشبہ حضرت لوطؑ نے اُن کو ہماری گرفت اور ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا سو انھوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے نکال کھڑے کئے اور جھگڑے پیدا کئے اور مکابرہ کیا ؛ یعنی اس کی بات کو غلط ثابت کرنے لگے اور ٹکرانے لگے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾

ہم نے ان پر پتھر برسانیوالی ہوا کو بھیجا مگر ہاں لوطؑ کے متعلقین کہ ان متعلقین کو ہم نے اخیر شب میں

نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ

اپنے فضل سے بچا نکالا جو شکر بجا لاتا ہے ہم اُس کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ

أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ

لوطؑ نے ہماری گرفت سے اُنکو ڈرایا تھا مگر اُنھوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے نکال کھڑے کئے۔ اور وہ بری نیت سے لوطؑ کے

عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾

مہمانوں کو لوطؑ سے طلب کرنے لگے پھر ہم نے اُنکی آنکھیں بے نور کردیں اور کہا گیا کہ لو اب میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي

اور صبح سویرے ہی ان پر ایک دائمی عذاب آپہونچا۔ کہا گیا کہ اب تم میرے عذاب اور ڈرانے کا

وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ ع

مزہ چکھو۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے آسان کردیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا

اور فرعون والوں کے پاس بھی بہت سی ڈرانے والی چیزیں پہنچیں۔ پر انھوں نے ہماری تمام نشانیوں کی تکذیب کی

فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ

پھر ہم نے ان کی ایسی گرفت کی جیسی ایک زبردست صاحب اقتدار کی گرفت ہوتی ہے۔ کیا تمہارے کافران سب گزشتہ کافروں

أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ

سے کچھ بہتر ہیں یا کتب سماویہ میں تمہارے لئے کوئی معافی کا پروانہ درج ہے۔ یا یہ یوں کہتے ہیں کہ ہم ایک

جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾

انتقام لینے والی جماعت ہیں۔ اب عنقریب یہ جماعت شکست دیجائیگی اور یہ پیٹھ دیکر بھاگیں گے۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ

صرف یہی نہیں بلکہ ان کے اصل وعدہ کا وقت تو قیامت ہے اور وہ قیامت بڑی ہی سخت اور بڑی ہی تلخ چیز ہے۔ بیشک

(۳۷) اور انھوں نے بُری نیت اور نیت بد سے لوطؑ کے مہمانوں کو لوطؑ سے حاصل کرنا چاہا پھر ہم نے ان کی آنکھیں بے نور کردیں اور ان کی آنکھیں مٹا دیں اور کہا گیا کہ لو اب میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو ؛ یعنی حضرت لوطؑ کے ہاں جو فرشتے مہمان بن کر آئے تھے اُن مہمانوں پر حملہ آور ہوئے اور چاہا کہ اُن مہمانوں کو لوطؑ سے چھین کر لے جائیں۔ اور یہ یورش اُن کی بدنیتی اور بُرے ارادے سے تھی۔ تو ہم نے ان کو اندھا کردیا۔ آنکھیں پٹ ہوگئیں اور ارشاد ہوا اب میری سزا اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو کہتے ہیں حضرت جبرئیلؑ نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر مارا جس سے اندھے ہوگئے (۳۷) اور بلاشبہ صبح سویرے ہی ان پر ایک دائمی عذاب آپہونچا (۳۸) کہا گیا اب تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو (۳۹) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے سہل اور آسان کردیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا اور سوچنے والا ہے ؛ یعنی یورش کے وقت تو اندھا کردیا گیا اور صبح ہونے کے وقت ٹھہر جانے والا عذاب نازل ہوگیا۔ جو برزخ میں بھی رہا اور جہنم میں بھی ہوگا یعنی تمام بستیاں اُلٹ دی گئیں اور کنکر کا پتھراؤ ہوا۔ جیسا کہ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں گزرا ہے۔ آخر میں پھر فرمایا کہ ہم نے قرآن کو آسان کردیا نصیحت کے لئے تو کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا۔ مدکر کے ترجمے میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ نصیحت حاصل کرنا اور سوچنا کرتے ہیں اس لئے ہم نے دونوں باتیں لکھی ہیں۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے جو سوچے اور غور کرے گا وہی نصیحت بھی قبول کرے گا۔ ڈرانے اور عذاب کے چونکہ واقعات کا بیان ہے اس لئے بار بار فذوقوا عذابی ونذر فرمایا جیسا کہ نعمتوں کے موقع پر بار بار فبای الاء ربکما فرمایا (۴۰) اور فرعون والوں کے پاس بھی بہت سے ڈرانے والی چیزیں پہونچیں ؛ ڈرانے والی چیزیں یا تو پیغمبر جیسے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام یا حضرت موسیٰؑ کی نو نشانیاں فرعون بھی فرعون والوں میں شریک ہے یعنی فرعون اور اُس کے متعلقین کے پاس ڈرانے والی باتیں آئیں ڈرانیوالی باتوں کا مطلب یہ ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اور پیغمبروں کی باتیں سن کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور ایمان لے آتے لیکن ہوا یہ (۴۱) کہ انھوں نے ہماری تمام نشانیوں کی تکذیب کی اور ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا پھر ہم نے ان کی ایسی گرفت کی اور ایسا پکڑا جیسے ایک زبردست زور آور صاحب اقتدار کی گرفت اور پکڑنا ہوتا ہے ؛ نشانات کی تکذیب کا یہ مطلب کہ ان کو جادو بتایا یا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہونے کا انکار کیا اور نشانہائے خداوندی پر جو نتیجہ مرتب ہوتا کہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لاتے اور دین برحق کو قبول کرتے (باقی ف ۸۴۷ پر)

(بقیہ ۸۴۶) مطیع ہوجاتے وہ نہیں کیا بلکہ موسیٰؑ کو جھٹلاتے رہے عزیز مقتدر یعنی جس طرح زبردست اور قوی اور با اختیار اور ذی اقتدار بادشاہ پکڑا کرتے ہیں اور سزا دیتے ہیں اسی طرح ہم نے اُنکی گرفت کی اور سزا دی (۴۲) کیا تمہارے کافر ان سب کافروں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے کُتب سماویہ اور گزشتہ کتابوں میں کوئی مُعافی اور خلاصی کا اور فارغخطی کا کوئی پروانہ درج ہے ÷ یعنی تم نے گزشتہ کفار کی عقوبت اور ان کے عذاب کے قصے اور واقعات سن لئے اب بتاؤ وہ بہتر تھے یا تم ان سے بہتر ہو اور تم کو ان پر کچھ نضیلت حاصل ہے جو تم کو عذاب سے بچالے گی۔ یا یہ کہ تمہارے لئے کُتب سابقہ میں کوئی پروانہ درج ہے اور کوئی خلاصی لکھ دی گئی ہے کہ عرب کے کافروں اور منکروں پر کوئی عذاب نہیں آئے گا اور یہ کبھی نہیں پکڑے جائیں گے اور ان کی کبھی گرفت نہ ہوگی حالانکہ یہ دونوں باتیں نہیں ہیں نہ تم ان گزشتہ مجرموں سے بہتر ہو اور نہ تمہاری خلاصی اور معافی کا آسمانی کتابوں میں کوئی پروانہ اور نوشتہ موجود ہے پھر تم اس قدر نڈر اور بیباک کیوں ہوا اور یوں کیوں کہتے ہو جیسا کہ آگے ان کا قول مذکور ہے (۴۳) یا یہ یوں کہتے ہیں کہ ہم ایک انتقام لینے والی جماعت ہیں۔

اَلْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي

یہ مشرک بڑی گمراہی اور جہالت میں مبتلا ہیں۔ جس دن یہ لوگ اپنے منھوں کے بل آگ میں

النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ

گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ دوزخ کی آگ کے لپٹنے کا مزہ چکھو۔ بے شک ہم نے ہر چیز ایک مقررہ

خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ

اندازے کے ساتھ پیدا کی ہے۔ اور ہمارا حکم تو بس یک بارگی ایسا ہوتا ہے جیسے آنکھ کا

بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

جھپکنا۔ اور ہم تمہارے بہت سے ہم مذہبوں کو ہلاک کر چکے ہیں تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ

اور جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ سب اعمال ناموں میں موجود ہے۔ اور ہر چھوٹی اور بڑی بات

مُّسْتَطَرٌ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ

لکھی ہوئی ہے۔ جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ انھیں ایک

مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

پسندیدہ مقام میں ایسے بادشاہ کا قرب حاصل ہوگا جو بڑا صاحب قدرت ہے۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ رحمٰن مکی ہے اور یہ اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ

رحمٰن ہی نے قرآن سکھایا۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اسی نے انسان کو

الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَ

بولنا اور کلام کرنا سکھایا۔ سورج اور چاند مقررہ حساب سے چلتے ہیں۔ اور بے تنے کے درخت اور

(۴۴) اب عنقریب یہ جماعت اور ان کی جمعیت شکست دی جائیگی اور یہ پیٹھ دیکر بھاگیں گے (۴۵) صرف یہ ہی نہیں ان کے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی ہی سخت اور بڑی ہی تلخ ہے ÷ یعنی یہ یوں کہتے ہیں کہ ہماری جمعیت اور ہمارا باہمی میل اور ہمارا بندھن دشمن سے خوب بدلہ لینے والا ہے ÷ یعنی ہمیں کون نقصان پہنچانے والا ہے اور ہماری مغلوبیت کا کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ ہمارا باہمی بندھن بہت مضبوط ہے اور ہم میں دشمن سے بدلہ لینے کی طاقت ہے اس لئے ہم غالب رہیں گے اور مغلوب نہیں ہو سکتے حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا یہ جماعت اور یہ جمعیت تو دنیا ہی میں پارہ پارہ ہوجائیگی اور یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر اور پیٹھ دیکر بھاگے گی یہ تو دنیا ہی میں ہوگا جیسا کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احزاب میں یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی بلکہ ان کی اصل وعدہ گاہ تو قیامت ہے یعنی عذاب اکبر کا وقت تو وہ ہے اور وہ قیامت بڑی سخت آفت اور بڑی کڑوی چیز ہے (۴۶) **تفسیر صفحہ ہٰذا:۔** بلاشبہ یہ مشرک بڑی گمراہی اور بے عقلی میں مبتلا ہیں ÷ یعنی اس سے بڑھ کر گمراہی اور جہالت کیا ہوگی کہ دینِ برحق جو دلائل و براہین سے ثابت ہے اس کو قبول نہیں کرتے (۴۷) وہ دن قابلِ ذکر ہے جس دن یہ لوگ اپنے منھوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ دوزخ کی آگ کے لپٹنے کا مزہ چکھو ÷ ارتباط آیت سابقہ سے بھی ہو سکتا ہے اور استیناف بھی ہو سکتا ہے اس لئے ہم نے ترجمے میں اور تیسیر میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں سقر دوزخ کے درکات میں سے ایک درک کا نام ہے بہرحال منہ کے بل گھسیٹ کر لیجائیں گے اور کہیں گے اس جہنم کے عذاب کے لپٹنے کا مزہ چکھو۔ آگے عذاب جلدی طلب کرنیوالوں کا جواب ہے (۴۸) ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے کیساتھ پیدا کیا ہے ÷ یعنی زمان اور مکان وغیرہ کے اعتبار سے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے اسی طرح قیامت اور اس کے عذاب کا بھی ایک وقت اور اندازہ مقررہ اور طے شدہ ہے لہٰذا اپنے مقررہ وقت پر وہ سب چیزیں ہوں گی۔ (۴۹) اور ہمارا کام تو یہی ایک دم کی بات ہے جیسے جھپک اور ایک نگاہ کی ÷ یعنی ہم چشم زدن میں جو چاہیں کر ڈالیں کسی چیز کے بنانے میں ہم کو دیر نہیں لگتی تم قیامت کی بخوبی آمد کو کچھ مشکل نہ سمجھو جیسے پلک مارنا اور آنکھ کا جھپکنا اتنی دیر میں سب کچھ ہوجاتا ہے اور ہمارا کام نہیں ہے مگر یکایک اور یک بارگی۔ جیسے آنکھ کا جھپکنا (۵۰) اور ہم تمہارے بہت سے ہم مسلک۔ ہم طریقہ اور تم جیسے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنیوالا اور سوچنے غور کرنے والا ہے ÷ یعنی کسی طبقے کو ہلاک کر دینا ہمیں کچھ مشکل نہیں ہے آخر تمہارے ہم مشربوں کو بہت سوں کو ہلاک کر چکے ہیں تمہاری ہلاکت ہمیں کیا مشکل ہے کوئی تم میں نصیحت حاصل کرنے والا اور عبرت پکڑنے والا ہے آگے ایک شبہ کا جواب ہے (۵۱) اور جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ سب اعمال ناموں میں لکھا ہوا موجود ہے (۵۲) اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے ÷ یعنی جو اعمال کرتے ہیں وہ سب نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے موجود ہیں اور ہر صغیر و کبیر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے یعنی لوح محفوظ میں یا ان کے اعمال ناموں میں (۵۳) بلاشبہ جو لوگ پرہیزگار اور تقوے والے ہیں وہ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ÷ یعنی باغوں میں ہوں گا اور ان کے پاس میں

(باقی ضمیمہ میں)

اور بے تنے کے درخت اور تنے والے درخت سجدہ کرتے ہیں ٭ یعنی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور منقاد ہیں نباتات کی تسخیر کو سجدۂ کونی سے تعبیر فرمایا ہے بے تنے کے درخت جیسے بیل دار درخت، بوٹے یا گھاس وغیرہ اور تنے دار درخت تو ظاہر ہی ہیں یہ تمام درخت اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور مسخر ہیں اور ان نباتات میں جو حضرت حق تعالیٰ نے فوائد اور منافع رکھے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے (۶) اور اسی نے آسمان کو اونچا اور بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی (۷) تاکہ تم تولنے میں بے اعتدالی اور کمی بیشی نہ کرو ٭ آسمان کا بلند کرنا علاوہ دیگر احسانات کے ایک بڑی نعمت ہے کہ اس سے خالق اور صانع عالم کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے۔ نیز اس آسمان پر فرشتے رہتے ہیں اور ترازو رکھنے کا مطلب کہ ہر چیز کی تول کی جا سکے اور صحیح اندازہ لگایا جا سکے۔ خواہ وہ ترازو ہو۔ پیمانہ ہو۔ کوئی آلہ ہو بہرحال ترازو سے کاروبار کرنے والوں اور لین دین کرنے والوں کے لئے بڑے منافع ہیں۔ ساتھ ہی ترازو کے سلسلے میں یہ بھی فرمایا تاکہ کمی بیشی نہ کرو (۸) اور انصاف کیساتھ سیدھی ترازو تولو اور تول گھٹاؤ نہیں ٭ یعنی سیدھا تولا کرو انصاف کیساتھ اور تول کم مت کیا کرو یعنی ڈنڈی نہ مارا کرو اور بٹے کم نہ رکھو۔ غرض کوئی حرکت ایسی نہ کرو جس سے مشتری کو نقصان پہونچے۔ غرض تول اور ناپ کے طریقوں کا رواج بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت اور احسان بلکہ ہزارہا مفاسد کا سدباب ہے۔ ولا تخسروا المیزان کا مطلب یہ ہے کہ ترازو میں نقصان نہ کرو (۹) اور اسی نے خلق کے فائدے اور نفع کے لئے زمین کو بچھا دیا (۱۰) کہ اس میں میوے ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں جن کے پھلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں (۱۱) اور اس میں اناج اور غلہ ہے جس میں چھلکا اور [illegible] ہوتا ہے اور خوشبودار پھول ہیں (۱۲) سو تم اے [illegible] اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اور تکذیب کروگے ٭ اول انسان کی ذات پر جو احسان تھے انکو فرمایا پھر باہمی معاملات کے سلسلے میں عدل و انصاف کا ذکر فرمایا پھر عالم علوی کے احسانات بتائے پھر عالم سفلی یعنی زمین کے بعض احسانات ظاہر فرمائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے گروہ جن و انس تم اپنے پروردگار کی نعمتوں کو اور اس کے احسانات کو کہاں تک جھٹلاؤ گے۔ بھوسے والا اناج اور غلے جن کو روند کر چھلکا اتارتے ہیں پھول خوشبودار جن کی ہزارہا قسمیں اور ان میں ہزارہا منافع ہیں یہ فبای آلاء شاید اکتیس مرتبے اس سورت میں آیا ہے اور چونکہ ہر جگہ نعمت کی حیثیت جداگانہ ہے اور مصداق الگ ہے اس لئے ہر نعمت کے بعد فرمایا ہے کہ تم اے جنات و انسان ہماری کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور کس کس نعمت کا انکار کروگے (۱۳) اسی نے انسان کو ایک ایسی خشک مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی اور کھن کھن بولتی تھی ٭ یعنی آدم علیہ السلام کو خشک مٹی سے بنایا جو شروع میں گارا تھی پھر آخر میں خشک ہو گئی تھی۔ (۱۴) اور جان یعنی ابوالجنات کو اس نے بے دھوئیں کی خالص آگ سے پیدا کیا ٭ یعنی سب جنوں کے باپ کو بعض نے کہا ابلیس کو۔ مارج۔ کہتے ہیں اس صاف شعلے کو جس میں دھواں نہ ہو۔ من نار اسی مارج کا بیان ہے (۱۵) سوائے جماعت جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے اور جھٹلاؤ گے (۱۶) وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا حقیقی مالک ہے ٭ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی جاڑے گرمی کی دو مشرقیں اسی طرح دو مغربیں ۱۲ واقعہ یہ ہے کہ سورج ہر روز نئے خط پر طلوع اور غروب ہوتا ہے اس لئے رب المشرقین و رب المغربین بلکہ رب المشارق والمغارب بھی کہا جا سکتا ہے جیسا کہ سورۂ معارج میں انشاء اللہ آجائیگا (۱۷) سو اے گروہ جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۱۸) اسی نے دو دریاؤں کو اس طرح چلایا کہ وہ دونوں باہم ملے ہوئے ہیں (۱۹) ان دونوں کے مابین ایک پردہ ہے جس سے وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے اور ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے ٭ یعنی آب شور اور آب شیریں ملے رہتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں بہت جگہ دیکھا جاتا ہے ہم سورۂ فرقان کے آخر میں بتا چکے ہیں بنگال اور گجرات میں اور کراچی میں دیکھا جا سکتا ہے (۲۰) سو تم اے جنس و انس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۲۱) ان دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے (۲۲)

وَّالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ⑦

تنے والے درخت سب سجدے یعنی اطاعتیں لگے ہوئے ہیں۔ اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِيْزَانِ ⑧ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا

تاکہ تم تولنے میں بے اعتدالی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ سیدھی ترازو تولو اور تول کو

تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ⑨ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ⑩ فِيْهَا

گھٹا دو مت یعنی کم نہ تولو۔ اور اسی نے خلق کے نفع کیلئے زمین کو بچھا دیا کہ اس میں

فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ⑪ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ

میوے اور کھجوروں کے درخت ہیں جن کے پھلوں پر غلاف ہوتے ہیں۔ اور اسی میں بھوسہ والا اناج

وَالرَّيْحَانُ ⑫ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬ خَلَقَ

اور خوشبودار پھول ہیں۔ سواے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے۔ اسی نے انسان کو

الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ⑭ وَخَلَقَ الْجَآنَّ

ایک ایسی خشک مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکرے کیطرح کھن کھن بولتی تھی۔ اور جان یعنی ابوالجنات کو اس نے

مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ⑮ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑯

بے دھوئیں والی خالص آگ سے پیدا کیا۔ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ⑰ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا حقیقی مالک ہے۔ پھر اے جن و انس تم اپنے رب کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑱ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ⑲ بَيْنَهُمَا

کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے۔ اسی نے دو دریاؤں کو اس طرح جاری کیا کہ وہ دونوں باہم ملے ہوئے ہیں۔ ان دونوں

بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ⑳ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ㉑

کے مابین ایک پردہ ہے جس سے وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ㉒ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

ان دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی

سو تم اے جماعت جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۲۳) اور اسی کے اختیار میں ہیں سمندر میں چلنے والے جہاز جو پہاڑوں کی طرح بلند ہیں ÷ یعنی یہ بڑے بڑے جہاز جو پہاڑوں کی مانند بلند ہیں اور سمندر میں بہتے رہتے ہیں خواہ وہ بادبانی ہوں یا دخانی یہ سب اُس کے اختیار میں ہیں (۲۴) سوائے گروہ جن وانس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۲۵) جو کوئی بھی روئے زمین میں ہے سب فنا ہونے والا ہے جو کوئی روئے زمین پر ہے سب بگڑنے والا ہے (۲۶) اور صرف آپ کے پروردگار کی ذات جو عظمت واحسان والی ہے باقی رہ جائیگی ÷ یعنی جس قدر جن وانس موجود ہیں وہ سب فنا ہو جائیں گے صرف حضرت حق تعالیٰ کی ذات صاحب الجلال والاکرام باقی رہ جائیگی چونکہ ثقلین یعنی جن وانس مخاطب ہیں اس لئے زمین کا ذکر فرمایا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ آسمان والے فنا نہیں ہونگے سورۂ قصص میں گزر چکا ہے کل شئ ھالک الا وجھہٗ (۲۷) سوائے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۲۸) سب آسمان وزمین والے اُسی سے مانگتے ہیں وہ ہر روز ایک نہ ایک شان یعنی کام میں ہے ÷ یعنی آسمان وزمین کی تمام مخلوق اسی کی محتاج اور اسی کی دست نگر ہے۔ کل یوم ھو فی شان کا مطلب یہ ہے کہ عالم میں جملہ تصرفات اس کے ہی حکم سے ہوتے ہیں اور وہ کسی وقت بھی اپنی مخلوقات سے بے خبر اور غافل نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ صدور افعال اس سے ہوتا ہے یا صدور افعال اسکی ذات کے لوازم سے ہے۔ بعض نے کہا یہود کے ایک اعتراض کا جواب ہے وہ کہتے تھے ایک روز اللہ تعالیٰ کے آرام کرنے کا ہے۔ اس کا جواب ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔ خلاصہ یہ کہ اس کی شئونات بے حد حساب ہیں۔ کسی کو جلانا کسی کو مارنا۔ کسی کو فقیر بنانا کسی کو مالدار کرنا۔ کسی کو پست کسی کو بلند کرنا اور یہی اس کے شئون ہیں وہ کسی وقت بھی معطل اور بے کار نہیں ہے۔ آسمان وزمین کی مخلوقات کے سوال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوقات زبان حال یا زبان قال سے اس کی محتاج ہے اور ہر ایک کا حاجت روا اور مشکل کشا وہی ہے (۲۹) سوائے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے ÷ یعنی یہ اس کا محتاج الیہ اور سب کا مشکل کشا ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک احسان ہے (۳۰) اے جن وانس کی دونوں جماعتو ہم عنقریب تمہارے حساب وکتاب کے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں ÷ فراغت کو یہاں مجازاً اور مبالغۃً فرمایا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ایک کام چھوڑ کر اور اس سے فارغ ہو کر تمہاری جانب متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ قصد اور توجہ تمام کے معنی میں ہے اور حضرت حق تعالیٰ کا ہر قصد اور ہر توجہ تام ہی ہے۔ فراغت کے مشہور معنی لینا مستلزم ہے کہ اس سے قبل کا شغل مانع ہو توجہ تھا حالانکہ ذات باری تعالیٰ میں یہ معنی محال ہیں اسلئے یہاں محض مبالغہ اور مجاز کے طور پر فرمایا سنفرغ ثقلان سے مراد جن وانس ہیں۔ اس آیت میں اطلاع دینا ہے عالم آخرت کے حساب وکتاب وغیرہ کی اور یہ حضرت حق تعالیٰ کا احسان ہے (۳۱) سوائے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے۔ (۳۲) اے گروہ جن وانس اگر تم کو آسمان وزمین کی حدود اور آسمان وزمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی قدرت اور استطاعت ہے تو نکل جاؤ تم بغیر کسی زور اور قوت کے نہیں نکل سکتے اور وہ زور ہے نہیں ÷ یعنی اگر حدود ارضی اور سماوی سے کہیں نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ لیکن بھاگ سکتے نہیں کیونکہ بھاگنا ہو سکتا ہے زور اور سطوت وطاقت سے وہ ہے نہیں لہٰذا حدود ارضی وسماوی سے نکلنا بھی نہیں ہو سکتا جس طرح آج تمہاری حالت کمزوری اور بے بسی کی ہے اسی طرح عالم آخرت میں بھی تم عاجز اور بے بس ہو گے کہیں بچ کر بھاگ نہ سکو گے (۳۳) سوائے جن وانس تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ÷ یعنی اُس عالم کی خبر دینا بھی حضرت حق تعالیٰ کا احسان ہے آگے روز آخرت کی تفصیل ہے (۳۴) تم دونوں پر خالص آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائیگا پھر تم اسکا مقابلہ اور اس کا بدلا نہ لے سکو گے ÷ یعنی جب قبروں سے نکلو گے تو آگ کے شعلے تم کو گھیر کے لیجائیں گے یا جہنم کے دھوئیں اور جہنم کے شعلوں کا ذکر فرمایا جیسا کہ سورۂ مرسلات میں آئیگا۔ بہر حال عالم آخرت میں مجرموں کیساتھ جو کچھ ہوگا اس کا مقابلہ تم دونوں جماعتوں کے مجرم ملکر بھی نہیں کرسکو گے (۳۵) سوائے گروہ جن وانس تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۳۶)

ع ۲۵ / ۱۱

تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۲﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـٰٔتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿۲۳﴾

نعمتوں کی تکذیب کروگے۔ اور اسی کے اختیار میں ہیں سمندر میں چلنے والے جہاز جو پہاڑوں کی طرح بلند ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے۔ جو کوئی بھی روئے زمین پر ہے سب فنا ہو جانے والا ہے۔ اور

يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْإِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

صرف آپکے رب کی ذات جو عظمت واحسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ يَسْـَٔلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے۔ سب آسمان وزمین والے اسی سے مانگتے ہیں

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾

وہ ہر روز ایک نہ ایک شان یعنی کام میں ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے

سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

اے جن وانس کی دونوں جماعتو ہم عنقریب تمہارے حساب وکتاب کیلئے فارغ ہوئے جاتے ہیں سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ

نعمتوں کی تکذیب کروگے۔ اے گروہ جن وانس اگر تم کو آسمان وزمین کی حدود سے

أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا

باہر نکل جانیکی قدرت ہے تو اچھا نکلو تم بغیر کسی زور اور قوت کے

لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

نہیں نکل سکتے اور وہ ہے نہیں۔ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ

تکذیب کروگے۔ تم دونوں پر خالص آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا

فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَإِذَا

پھر تم اس کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے۔ غرض

پھر جب آسمان پھٹ جائیگا اور ایسا سرخ ہو جائے گا جیسے تیل کی تلچھٹ یا سرخ نری کا چمڑا ÷ یعنی اوپر کی آیت میں قیامت کے دن کی بے بسی کا اظہار تھا کہ اُس دن تمام جن وانس عاجز ہوں گے اب فرمایا آسمان پھٹ جائیگا شاید مطلب یہ ہو کہ آسمان کے دروازے کھل جائیں گے اور فرشتے اتریں گے ۔ جیسا کہ سورۂ فرقان میں گزر چکا ہے کہ فرشتے اتریں گے اور بادلوں میں تجلی الٰہی کا نزول ہوگا اور حساب کتاب شروع ہوگا ۔ آسمان کا رنگ گلاب کے پھول کی طرح سرخ یا تیز گلابی ہوگا ۔ کالدھان کے دو معنی کئے گئے ہیں ۔ تیل کی تلچھٹ ۔ اور سرخ نری کا چمڑا ۔ ہم نے دونوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے (۳۷) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۳۸) پھر اس دن کسی انسان سے اور کسی جن سے اس کے گناہوں کو معلوم کرنے کی غرض سے دریافت نہیں کیا جائے گا ÷ یعنی جو سوال گناہوں سے ہوگا اس کی غرض یہ نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کو مجرم کے گناہ معلوم کرنیکی ضرورت ہوگی بلکہ مجرم پر جرم ثابت کرنے اور ان گناہوں کا اقرار کرانے کی غرض سے ہوگا ۔ جیسا کہ فرمایا فوربك لنسئلنهم اجمعين ۔ یعنی سوال تو ضرور ہوگا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو بتلانے اور معلوم کرانیکی غرض سے نہیں ہوگا بلکہ جرم ثابت کرنے کی غرض سے ہوگا اور زجر توبیخ کی غرض سے ہوگا (۳۹) سوتم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۴۰) گناہ گار اپنے چہرے کی علامت اور حلیے سے پہچانے جائینگے پھر اس گناہ گار کو اس کی پیشانی کے بال اور اس کے پاؤں ملاکر پکڑا جائے گا ÷ یعنی سیاہ چہرے اور نیلی نیلی آنکھوں سے پہچانے جائیں گے اور جہنم میں ڈالتے وقت پیشانی کے بال اور ان کے پاؤں پکڑ کر ان کو جہنم میں ڈالا جائیگا (۴۱) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۴۲) جہنم میں ڈالتے وقت کہا جائیگا وہ جہنم یہی ہے جس کو یہ مجرم جھٹلایا کرتے تھے اور جھوٹا بتایا کرتے تھے (۴۳) یہ گناہگار آگ میں اور سخت کھولتے ہوئے گرم پانی میں دوڑ کرتے ہوں گے اور پھرتے پھریں گے ÷ یعنی کبھی آگ میں کبھی گرم پانی میں ۔ کبھی آگ میں جل رہے ہیں اور کبھی سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائیگا یا گرم پانی پلایا جائیگا (۴۴) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۴۵) اور جو شخص اپنے پروردگار کے روبرو کھڑے ہونیسے ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے بہت بڑھیا دو باغ ہیں ÷ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے بہت بڑھیا دو باغ ہوں گے ۔ اوپر مجرموں اور گناہگاروں کا ذکر تھا یہاں سے مومنین کا ذکر شروع فرمایا مومنین میں ایک وہ ہیں جو مقربان خاص ہیں دوسرے وہ ہیں جن کو عامۂ مومنین کہا جاتا ہے ۔ پہلے مقربین اور خواص کا ذکر ہے اور ومن دونهما جنتن سے عوام مومنین کا ذکر ہوگا (۴۶) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۴۷) وہ دونوں باغ بکثرت ٹہنیوں اور شاخوں والے ہوں گے ÷ یعنی گھنے ہوں گے (۴۸) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۴۹) ان دونوں باغوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہوں گے ÷ شاید یہ چشمے سلسبیل اور تسنیم کے ہوں گے (۵۰) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۵۱) ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی ÷ یعنی جس قدر قسمیں اسی قدر لذتیں اور مختلف مزے (۵۲) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۵۳) اہل جنت ایسے فرشوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور اُن دونوں باغوں کے پھل

انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

جب آسمان پھٹ کر ایسا سرخ ہو جائے جیسے تیل کی تلچھٹ ۔ سوتم دونوں اپنے رب کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَ

کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے ۔ پھر اس دن کسی انسان سے اور کسی جن سے اُس کے گناہوں سے دریافت

لَا جَانٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ

نہیں کیا جائے گا ۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے ۔ گناہ گار اپنے چہرے کی علامت

بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

سے پہچان لئے جائیں گے پھر اُس گناہگار کو اس کی پیشانی کے بال اور اُس کے پاؤں ملاکر پکڑا جائیگا ۔ سوتم دونوں اپنے رب

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٢﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٣﴾

کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے ۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو گناہگار جھٹلایا کرتے تھے ۔

يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

یہ مجرم آگ میں اور سخت کھولتے ہوئے گرم پانی میں پھرتے پھریں گے ۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی

تُكَذِّبَانِ ﴿٤٥﴾ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿٤٦﴾ فَبِأَيِّ

تکذیب کروگے ۔ اور جو شخص اپنے پروردگار کے روبرو کھڑے ہونیسے ڈرتا رہتا ہے اس کیلئے بہت بڑھیا دو باغ ہیں، سوتم

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے ۔ وہ دونوں باغ بکثرت ٹہنیوں والے ہونگے ۔ سوتم دونوں اپنے رب کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٩﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ﴿٥٠﴾ فَبِأَيِّ

کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے ۔ ان دونوں باغوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہوں گے ۔ سوتم دونوں

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥١﴾ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ﴿٥٢﴾

اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے ۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی ۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ

سوتم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے ۔ اہل جنت ایسے فرشوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہونگے

وقف لازم

ع ٢٠ ١٢

بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾

جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کے پھل بہت ہی قریب ہوں گے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

سوتم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ ان میں نیچی نگاہ والی ایسی عورتیں ہوں گی

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

جنکو ان اہل جنت سے پہلے نہ کسی آدمی نے استعمال کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کونسی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾

نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ وہ عورتیں ایسی خوش نما ہوں گی جیسے یاقوت اور مونگے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ

سوتم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ صحیح فرماں برداری کا بدلا بجز انعام واکرام کے

اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَ

اور کیا ہو سکتا ہے۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ اور

مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾

ان مذکورہ دو باغوں سے ذرا کم درجہ کے دو باغ اور بھی ہیں۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا

وہ دونوں خوب گہرے سبز ہوں گے۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ ان دونوں میں

عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا

پانی کے دو اُبلتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ ان دونوں

فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾

باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾

انمیں نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے

بہت ہی قریب ہوں گے ÷ استر کے ریشمین ہونے سے ابرے کی خوبی خود بخود سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ استر سے ابرا بڑھیا ہوا کرتا ہے پھلوں کے قریب اور جھکے ہوئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان پھلوں کا حاصل کرنا بہت آسان ہوگا۔ چاہے کھڑے ہوکر چاہے بیٹھ کر چاہے لیٹے لیٹے وہ پھل حاصل کئے جاسکیں گے (۵۴) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۵۵) اور ان باغوں کے مکانات اور محلات میں نیچی نگاہ والی ایسی عورتیں ہوں گی جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے استعمال کیا ہوگا نہ کسی جن نے ان کو استعمال کیا ہوگا ÷ یعنی بالکل محفوظ ہوں گی وہ حوریں (۵۶) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۵۷) وہ عورتیں جو محلات میں ہوں گی وہ ایسی خوش نما ہوں گی جیسے یاقوت اور مونگے ہیں ÷ یعنی یاقوت کی طرح صاف وشفاف اور مونگے کی طرح سفید اور گوری، یا سرخ وسفید۔ صاحب مدارک نے کہا مرجان چھوٹے موتی کو کہتے ہیں۔ بہرحال ان کے چہروں کی چمک سفیدی اور سرخی بہت ہی خوشنما ہوگی (۵۸) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۵۹) صحیح فرماں برداری کا بدلہ اور صلہ بجز انعام واکرام اور احسان کے کیا ہوسکتا ہے ÷ جنت کی تعریف وتوصیف کے بعد فرمایا ھل جزاء الاحسان۔ مومنین کی اطاعت و فرماں برداری کو احسان سے تعبیر فرمایا یعنی نہایت اطاعت اور انتہائی فرماں برداری جو احسان کا مفہوم ہے اس کا بدلا نہایت واکرام اور انعام کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے (۶۰) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۶۱) اور ان مذکورہ دو باغوں سے ذرا کم درجے کے دو باغ اور بھی ہیں ÷ یعنی ان باغوں سے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ یہ دو باغ ذرا کم درجے کے ہوں گے شاید وہ مقربین کیلئے تھے یہ اصحاب یمین اور عام مسلمانوں کے لئے ہونگے۔ (۶۲) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۶۳) یہ دونوں باغ خوب گہرے سبز ہوں گے ÷ یعنی سبزی کا گہرا ہونا مائل بسیاہی (۶۴) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۶۵) ان دونوں میں دو اُبلتے ہوئے پانی کے چشمے ہوں گے۔ (۶۶) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۶۷) ان دونوں باغوں میں میوے کھجوریں اور انار ہوں گے ÷ یعنی مختلف میوں کے ہمراہ کھجوروں اور انار کے درخت بھی ہونگے (۶۸) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۶۹) ان باغوں کے مکانات اور محلات میں نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہوں گی ÷ خیرات برگزیدہ بھلے اخلاق والیاں۔ حسان۔ خوبصورت (۷۰) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (۷۱)

حُورٌ مَّقْصُورٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا

وہ عورتیں گوری رنگت کی ہوں گی اور خیموں میں محفوظ ہونگی ۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾

تکذیب کروگے ۔ ان اہل جنت سے پہلے ان کو نہ کسی انسان نے استعمال کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے ۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ

سوتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے ۔ وہ اہل جنت عجیب خوش نما

خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا

فرشوں پر سبز رنگ کے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ۔ سوتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

تکذیب کروگے ۔ اے نبی آپ کے پروردگار کا نام بڑا بابرکت ہے جو صاحب عظمت اور صاحب انعام ہے

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ واقعہ مکی ہے اور یہ چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾

یاد کرو جب واقع ہوجانیوالی واقع ہوجائے گی یعنی قیامت ۔ اس کے وقوع کے وقت کوئی شخص جھوٹ کہنے والا نہ ہوگا

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾

وہ کسی کو پست اور کسی کو بلند کردے گی ۔ جب زمین بہت زور سے ہلا دی جائے گی ۔

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿٦﴾ وَّكُنْتُمْ

اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے ۔ پھر وہ پہاڑ پراگندہ غبار کی مانند ہو جائینگے ۔ اور تم اس

اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴥ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾

دن تین قسم ہوجاؤ گے ۔ ایک داہنے والے سو کیسی اچھی حالت میں ہیں داہنے والے ۔

وہ عورتیں گوری رنگت کی ہوں گی اور خیموں میں محفوظ ہوں گی ﴿ حور مقصورات خیرات حسان سے بدل ہے یعنی وہ نیک سیرت عورتیں حوریں ہوں گی جو اپنے خیموں میں جو سفید موتیوں کے ہوں گے بالکل محفوظ اور غیر استعمال شدہ ہوں گی (٧٢) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (٧٣) ان اہل جنت سے پہلے ان کو نہ کسی انسان نے استعمال کیا ہوگا نہ کسی جن نے استعمال کیا ہوگا (٧٤) سوتم دونوں اے جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (٧٥) وہ اہل جنت عجیب خوشنما فرشوں پر سبز رنگ کے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ﴿ رفرف ہر اس ستھرے اور پاکیزہ فرش کو کہتے ہیں جو گاؤ تکیے کے آگے بچھایا جائے ۔ عبقری مسند جو خوش نما اور بہترین ہو جیسے بہت بڑھیا قالین وغیرہ (٧٦) سوتم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کروگے (٧٧) اے پیغمبر آپ کے پروردگار کا نام بڑا بابرکت ہے جو عظمت والا احسان والا ہے ﴿ یعنی آپ کا پروردگار جو عظمت وجلال اور اکرام و انعام کا صاحب ہے اس کا نام بڑا بابرکت اور بڑا عظیم الشان ہے چونکہ اس سورت میں بعض جگہ قیامت اور جہنم کے عذاب کا بھی ذکر آیا ہے جو بظاہر نعمت نہیں معلوم ہوتا اگرچہ ہم شروع میں ہی عرض کر چکے ہیں کہ عذاب کا ذکر بھی اس جہت سے کہ وہ موجب ہدایت ہے اور اس سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور عذاب کی باتیں سنکر انسان کو کفر سے نفرت اور بے رغبتی ہوتی ہے اس لئے وہ بھی نعمت ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہر آیت میں نعمت جتائی کوئی آپ نصیحت ہے اور کسی کی خبر دینی نعمت ہے تا اس سے بچیں ۱۲ (٧٨)

تم تفسیر سورۃ الرحمان

ع ٣ ١٣ ٢٧

سورۃ الواقعۃ ﴿ سورہ واقعہ مکی ہے اور یہ چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں ﴿

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵

یاد کرو جب واقع ہوجانے والی واقع ہوجائیگی ﴿ یعنی جس کا واقع ہونا یقینی ہے وہ واقع ہو جائے مراد اس سے قیامت ہے کہ جب قیامت واقع ہو جائے (١) اس کے وقوع اور واقع ہوجانے کے وقت کوئی شخص جھوٹ کہنے والا نہیں ہوگا ﴿ مطلب یہ ہے کہ قیامت آجائیگی اس وقت کوئی شخص بھی قیامت کو جھوٹ کہنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ جب وہ چیز نظروں کے سامنے آجائیگی پھر کون اسکو جھٹلا سکے گا ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے (٢) وہ پست کرنیوالی اور بلند کرنے والی ہے ﴿ یعنی ایک جماعت کو پست اور ذلیل کردے گی اور ایک گروہ کو بلند کردیگی ۔ منکر پست اور ذلیل ہونگے مومن بلند مرتبہ ہوں گے (٣) یہ قیامت کا وقوع اس وقت ہوگا جبکہ زمین بہت زور سے ہلادی جائیگی (٤) اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے (٥) پھر وہ پہاڑ پراگندہ غبار کی مانند ہو جائیں گے ﴿ یعنی ایسا سخت زلزلہ ہوگا کہ پہاڑ چورا چورا ہوکر خاک کی طرح اڑتے پھریں گے اور یہ معلوم ہوگا کہ بادل ہوا پر اڑ رہے ہیں بہرحال جب یہ ہولناک چیز واقع ہوگی تو اس دن یہ ہوگا (٦) کہ تم سب تین قسم ہو جاؤ گے یعنی اگلے پچھلے سب کے سب تین قسم پر منقسم ہوگے اور تم سب کی تین قسمیں ہو جائیں گی وہ تین قسمیں خواص مومنین ۔ عوام مومنین اور منکرین کی ایک جماعت آگے یہی تفصیل ہے (٧) ایک داہنے والے سو کیسے اچھے ہیں داہنے والے ﴿ یعنی وہ اہل سعادت جن کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھوں میں ہوں گے یا ابتدا میں جب حضرت آدمؑ کی ذریت کو ان کی پشت سے نکالا تو یہ حضرت آدمؑ کی دائیں جانب تھے ۔ یا قیامت کے دن جب لوگ عزت کے ساتھ بٹھائے جائیں گے تو یہ داہنی طرف ہوں گے (٨)

وَأَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ

اور بائیں طرف والے سو کیسی بری حالت میں ہیں بائیں طرف والے۔ اور آگے رہنے والے

السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾

سو وہ تو ہیں ہی آگے رہنے والے۔ وہی تو مقرب خداوندی ہیں یہ حضرات مقربین آرام وآسائش کے باغوں میں ہونگے

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٤﴾ عَلٰى

ان مقربین کا ایک بڑا گروہ تو پہلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور تھوڑے لوگ پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے۔ یہ لوگ

سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِـِٔيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿١٦﴾

سونے کے تاروں سے بنے ہوئے جڑاؤ تختوں پر۔ تکیے لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدٰنٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَّ

ان لوگوں کے روبرو ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اشیاء ذیل لئے پھرتے ہونگے۔ آب خورے اور

أَبَارِيْقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا

آفتابے اور ایسی صاف شراب کا جام۔ جس شراب سے نہ ان کو دردِ سر ہوگا

وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ

اور نہ عقل میں کوئی فتور آئے گا۔ اور نیز وہ میوے جن کو یہ لوگ پسند کریں۔ اور پرندوں کا وہ گوشت

مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ

جس قسم کے گوشت کی وہ مقربین خواہش کریں۔ اور ان کیلئے گوری رنگت والی بڑی بڑی آنکھوں والی ایسی عورتیں ہوں گی۔ جیسے سیپ میں حفاظت

الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

سے رکھا ہوا موتی۔ یہ سب ان کے ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ وہاں نہ لغو بکواس

فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحٰبُ

سنیں گے اور نہ کوئی اور بیہودہ بات۔ بس ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آتی ہوگی۔ اور داہنی طرف

الْيَمِيْنِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِىْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾

والے سو کیسی اچھی حالت میں ہیں داہنی طرف والے۔ وہ لوگ ان باغوں میں ہونگے جن میں بن کانٹوں کی بیریاں

اور دوسرے بائیں طرف والے سو کیسی بری حالت میں ہیں بائیں والے ؛ یعنی وہ اہلِ شقاوت جن کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں یا یوم میثاق میں حضرت آدمؑ کی بائیں جانب تھے یا جن کو میدانِ حشر میں بائیں جانب لے (۹) اور تیسرے آگے چلنے والے تو وہ ہیں ہی آگے بڑھنے والے ؛ یعنی جو نیک کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں وہ وہاں بھی آگے ہی رہنے والے ہیں (۱۰) وہی تو مقرب اور نزدیک رہنے والے ہیں ؛ یعنی بارگاہِ خداوندی میں انہیں قرب اور نزدیکی میسر آنے والی ہے اس جماعت میں انبیاء اولیاء۔ صالحین اور شہداء اور کامل تقوے والے اب آگے ان تینوں قسم کے لوگوں کی علیٰحدہ علیٰحدہ تفصیل ہے (۱۱) یہ حضرات مقربین آرام وآسائش کے باغوں میں ہوں گے ؛ یعنی بہشتوں میں ہوں گے (۱۲) ان مقربین کا بہت بڑا گروہ تو پہلے لوگوں میں سے ہوگا (۱۳) اور تھوڑے لوگ پچھلے لوگوں میں سے ہونگے ؛ پہلے لوگ یعنی اُمم سابقہ کے حضرات اور تھوڑے لوگ اس امت کے صحابہ اور اولیاء رحمہم اللہ۔ چونکہ سابقہ امتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور پیغمبروں کی تعداد بھی بہت ہے اس لئے ان میں مقربین زیادہ ہوں گے اور اس امت کے مقربین کم ہوں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امت محمدیہ ہی کے متقدمین اور متاخرین مراد ہوں کما قال بعض المفسرین یہ آگے بڑھنے والے بھلائیوں میں یا اسلام میں سبقت کرنیوالے ہیں یا ہجرت میں آگے بڑھنے والے مراد ہیں۔ بعض نے کہا اس سے حافظ قرآن اور عالم باعمل مراد ہیں واللہ اعلم آگے ان کے آرام وآسائش اور ان کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ (۱۴) یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے جڑاؤ تختوں پر ہوں گے (۱۵) تکیے لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ؛ یعنی ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوں گے ؛ موضونۃ سونے کے تاروں سے بنا ہوا تخت جس میں موتی اور یاقوت کی مرصع کاری ہو اور جواہرات جڑے ہوئے ہوں۔ (۱۶) ان لوگوں کے ارد گرد اور ان کے روبرو ایسے غلمان اور لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اشیاء ذیل لئے پھرتے ہوں گے ؛ یعنی جو چیزیں آگے مذکور ہیں وہ لئے ہوئے ان کے روبرو پیش کرتے ہونگے وہ چیزیں یہ ہیں (۱۷) آب خورے۔ آفتابے اور ایسی صاف شراب کا جام (۱۸) جس شراب سے نہ ان کو دردِ سر ہوگا اور نہ عقل میں کوئی فتور آئے گا ؛ کوب وہ برتن جس میں ٹونٹی اور ڈنڈی لگی ہوئی نہ ہو۔ آب خورا۔ گلاس پیالہ وغیرہ۔ ابریق جس برتن میں ٹونٹی بھی ہو اور ڈنڈی بھی۔ ہندی میں آفتابہ کہتے ہیں جس سے ہاتھ دھوئے جائیں اور ہاتھ صاف کئے جائیں۔ آفتابہ بڑے لوٹے کو کہتے ہیں جس میں ٹونٹی بھی ہوتی ہے اور ڈنڈی بھی اور اوپر ڈھکنا بھی ہوتا ہے۔ کاس جام۔ گلاس شراب کی پیالی۔ معین صاف اور بہنے والی شراب نتھری ہوئی۔ جنت کی شراب دنیا کی شراب سے بالکل علیٰحدہ کوئی چیز ہوگی۔ اس کے پینے سے دورانِ سر بھی نہیں ہوگا اور نہ اس کے پینے سے عقل کو کوئی نقصان پہنچے گا سر میں درد بھی نہیں اور سکر بھی نہیں۔ (۱۹) اور نیز وہ میوے جن میووں کو یہ لوگ پسند کریں (۲۰) اور پرندوں کا وہ گوشت جس قسم کے گوشت کی وہ مقربین خواہش کریں ؛ یعنی یہ غلمان ان مقربین کے روبرو انکی پسند اور ان کی خواہش کے مطابق میوے اور پرندوں کا گوشت بھی پیش کرتے ہوں گے (۲۱) اور ان مقربین کیلئے گوری رنگت کی بڑی بڑی آنکھوں والی ایسی عورتیں ہونگی (۲۲) جیسے سیپ میں حفاظت سے رکھا ہوا موتی ؛ یہ تشبیہ ہے صفائی میں خوبصورتی میں اور ان کے محفوظ ہونے میں (۲۳) یہ سب ان مقربین بارگاہ کے ان اعمال کا صلہ اور بدلا ہے جو وہ کیا کرتے تھے (۲۴) وہاں نہ لغو بکواس سنیں گے اور نہ کوئی اور بے ہودہ اور فحش بات سننے میں آئے گی (۲۵) بس ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آتی ہوگی ؛ یعنی یہ حضرات نہ تو بک بک کی آواز سنیں گے اور نہ کوئی بے ہودہ اور فحش اور گناہ کی بات سننے میں آئے گی مگر ایک بول سلام سلام۔ یعنی سلام کی آوازیں آتی ہوں گی۔ فرشتوں کا سلام۔ حضرت حق تعالیٰ کا سلام۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا سلام اب آگے اصحاب یمین یعنی عوام مسلمین کا ذکر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۶) اور داہنی طرف والے سو کیسی اچھی حالت میں ہیں داہنی طرف والے (۲۷) یہ اصحاب یمین اور اہلِ سعادت ان باغوں میں ہوں گے جن میں بے کانٹوں کی اور بے خار کی بیریاں (۲۸)

وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾

اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے۔ اور اُن باغوں میں سایہ لمبا۔ اور بہتا ہوا پانی ہوگا

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَّ

اور بکثرت میوے ہوں گے۔ جن کی نہ کبھی فصل ختم ہوگی اور نہ ان پر کوئی پابندی عائد کی جائیگی۔ اور

فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ

ان باغوں میں اونچے اونچے بچھونے ہوں گے۔ ہم نے وہاں کی عورتوں کو ایک خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے انکو ایسا بنایا

اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ

کہ وہ باکرہ رہیں گی۔ خاوندوں کی محبوبہ اور ہم عمر ہوں گی۔ یہ سب چیزیں داہنے ہاتھ والوں کے لئے ہیں۔ ان اصحاب یمین کا

مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَاَصْحٰبُ

ایک بڑا گروہ تو پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور بائیں والے

الشِّمَالِ ۵ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾

سو وہ بائیں والے کیسی حالت میں ہیں۔ وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے گرم پانی میں۔

وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ

اور سیاہ دھوئیں کے سایہ تلے ہوں گے۔ وہ سایہ نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ وہ نفع بخش ہوگا۔ یہ لوگ

كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ

اس سے پہلے بڑے خوش عیش و ناز پروردہ تھے۔ اور یہ بڑے بھاری گناہ

عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۵ اَئِذَا مِتْنَا

یعنی شرک پر اصرار کیا کرتے تھے۔ اور یہ یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے

وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا

اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کرکے اُٹھائے جائیں گے، اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۵

اٹھائے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے۔ ایک مقررہ دن میں جب اس کا وقت

اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے :- یعنی کیلوں کی گیلیں اوپر تلے لگی ہوئی ہوں گی (۲۹) اور ان باغوں میں لمبا اور دراز سایہ (۳۰) اور بہتا ہوا پانی ہوگا (۳۱) اور بکثرت میوے ہوں گے (۳۲) جن کی نہ کبھی فصل ختم ہوگی اور نہ ان پر کوئی پابندی عائد کی جائیگی :- یعنی وہ بکثرت میوے ایسے ہیں جو نہ کبھی منقطع اور ختم ہوں گے اور نہ ان کے توڑنے اور کھانے پر کوئی روک ٹوک ہوگی جیسا کہ دنیا کے باغات میں یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں (۳۳) اور اونچے اونچے فرش اور بچھونے ہوں گے :- یا تو یہ فرش اونچے تختوں پر بچھے ہوئے ہوں گے یا مکان اور محل بلند ہوں گے اس لئے بچھونے بھی بلند ہوں گے آگے ان عورتوں کا ذکر ہے جو ان اہل سعادت کو ملیں گی خواہ وہ حوریں ہوں یا دنیا کی عورتیں ہوں (۳۴) ہم نے وہاں کی عورتوں کو ایک خاص طور پر بنایا ہے (۳۵) اور ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ باکرہ رہیں گی (۳۶) خاوندوں کی محبوبہ اور ہم عمر ہوں گی (۳۷) یہ سب چیزیں داہنی طرف والوں کے لئے ہیں :- یعنی دنیا میں جو عورت بڑھیا تھی وہ وہاں جوان ہوگی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو حوریں ملیں گی وہ جوان اور ہمیشہ باکرہ رہیں گی لا مقطوعة کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ان اہل سعادت سے پہلے ان میووں کو کسی نے توڑا نہ ہوگا۔ عورتوں میں جو وصف اوصاف ہونے چاہئیں وہ سب ابکارًا عربًا اور اترابًا میں آگئے۔ تاکہ استفاع اور لذت کی تکمیل ہو جائے (۳۸) ان اصحاب یمین کا ایک بڑا گروہ تو پہلے لوگوں میں سے ہوگا (۳۹) اور ایک انبوہ کثیر پچھلے لوگوں میں سے ہوگا :- یعنی یہ اصحاب یمین تعداد میں بہت زیادہ ہونگے۔ پہلے لوگوں میں بھی اس امت میں بھی اگرچہ اس وقت کے مومنین کی مجموعی تعداد دوسری امتوں کے مومنین کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہوگی آگے بائیں جانب والوں کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۴۰) اور بائیں ہاتھ والے سو وہ بائیں ہاتھ والے کیسی بری حالت میں ہیں :- یعنی جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے گئے یا ان کو بائیں جانب کھڑا کیا گیا۔ (۴۱) وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے گرم پانی میں (۴۲) اور سیاہ دھوئیں کے سایہ کے نیچے ہوں گے (۴۳) وہ سایہ نہ ٹھنڈا ہوگا نہ وہ باعزت اور فرحت بخش ہوگا یعنی اہل شقاوت مختلف اور گوناگوں عذابوں میں مبتلا ہوں گے اسی کی یہ تفصیل ہے۔ سموم۔ گرم بھاپ جو آگ کی طرح تیز ہو اور آگ کا کام کرے اسی لئے کسی نے آگ ترجمہ کیا اور کسی نے لو اور گرم ہوا ترجمہ کیا اور گرم پانی یعنی کو یا گرم کھولتا ہوا پانی سر پہ ڈالا جائیگا سیاہ دھوئیں کے سائے تلے یعنی سر پر سیاہ دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے ہوں گے۔ یعنی نہ اس سایے تلے سایے کی سی ٹھنڈک نہ کوئی آبرومندانہ فرحت و منفعت اور نہ وہ سایہ نفع بخش (۴۴) یہ لوگ اس سے پہلے بڑے خوش عیش آسودہ اور ناز پروردہ تھے :- یعنی دنیا میں آسودہ حالی کی زندگی بسر کرتے تھے (۴۵) اور یہ بڑے بھاری گناہ پر اڑے اور اصرار کرتے تھے :- یعنی شرک پر مداومت اور ضد کرتے تھے (۴۶) اور یہ یوں کہا کرتے تھے کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے (۴۷) اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے (۴۸) اے پیغمبر آپ فرما دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے (۴۹) ایک مقررہ دن میں جب اس کا وقت آئیگا ضرور جمع کئے جائیں گے :- ظاہر ہے کہ وہ بعث بعد الموت کے منکر تھے اس لئے ان کو جہنم میں وہ بات یاد دلائی جائیگی اور یہاں ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جواب بھی دلوایا گیا۔ جو دلیر کوئی مستبعد نہیں اس دن کا جو وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو تم سب اگلے پچھلے جمع کئے جاؤ گے (۵۰) پھر اے گمراہو ! اور حق کی تکذیب کرنے والو ! (۵۱) تم کو زقوم کے

درخت سے کھانا ہوگا ؛ زقوم کی تفصیل والصّٰفّٰت میں گزر چکی ہے (۵۲) پھر اُسی سے پیٹوں کو بھرنا ہوگا (۵۳) پھر اُس زقوم کے اوپر سے گرم کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا (۵۴) پھر اُس پانی کو اس طرح پیوگے جیسے اُن پیاسے اونٹوں کا پینا جو استسقا کی بیماری میں مبتلا ہوں (۵۵) قیامت کے دن یہ اُن لوگوں کی مہمانی کا سامان ہوگا ؛ یعنی زقوم جیسا بدمزہ بدبودار درخت تمہاری خوراک ہوگا اس سے کھانے والے ہونگے اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہونگے پھر اس تکلیف دہ خوراک کے اوپر سے ایسا گرم کھولتا ہوا پانی پیوگے اور پیوگے بھی اس طرح جیسے تونس کے مارے اونٹ پانی پیا کرتے ہیں ھیم الجمل الذی بہ الھیام۔ ہیام کوئی بیماری ہے جو استسقا کے مشابہ ہوتی ہے اس میں پیاس بہت لگتی ہے اور کتنا ہی پانی پیئے پیاس نہیں بجھتی۔ یا تین دن کے پیاسے اونٹ جیسا کہ بعض نے کہا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح پیاسے اونٹ پانی پر گرتے ہیں اسی طرح تم بھی پانی پر گروگے۔ مگر پانی ایسا تیز گرم ہوگا کہ انتڑیاں کٹ کر باہر آ پڑیں گی۔ یوم الدین یعنی قیامت کے دن اور روزِ جزا کو یہ اُن کی مہمانی ہوگی۔ یہ تمام اُس عذاب کی تفصیل بیان فرمائی جو پناہ بخدا جہنم میں پیش آنے والا ہے اب آگے دلائل قدرت کے ساتھ بعث بعد الموت کا ذکر فرماتے ہیں (۵۶) ہم ہی نے تم کو پیدا کیا ہے پھر تم یقین کیوں نہیں کرتے ؛ یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا یقین کیوں نہیں کرتے اور یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جس نے پہلی مرتبہ بنایا ہے وہ دوبارہ بھی بنا سکتا ہے اور زندہ کر سکتا ہے (۵۷) بھلا دیکھو تو جو منی تم ٹپکاتے اور پہنچاتے ہو ؛ یعنی عورتوں کے رحم میں (۵۸) کیا تم اس کو انسان بناتے ہو یا ہم اُس کے بنانے والے ہیں ؛ یعنی مادۂ منویہ کا ڈال دینا اور منی کا رحم میں پہونچانا بظاہر تمہارا کام ہے۔ لیکن نطفے کے رحم میں پہونچنے کے بعد اس کو بنانا اور رحم مادر میں اسکی تخلیق یہ کس کا کام ہے اور اندھیری کوٹھری میں کس کا دستِ صنعت اپنی کاریگری کے جوہر دکھاتا ہے اور وہ کس کی کلک قدرت ہے جو پانی کی بوند کو جیتا جاگتا خوش نما انسان بنا کر لاتا ہے (۵۹) ہم ہی نے تم میں مرنے کا ایک وقتِ معین کو رکھا ہے اور موت کو تم میں اور تمہارے درمیان ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں (۶۰) کہ تمہاری جگہ تم ہی جیسی کوئی اور قوم لے آئیں اور تم کو وہاں اٹھا کر کھڑا کریں جہاں تم نہیں جانتے ؛ یعنی موت کو تمہارے مابین ٹھہرا رکھا ہے اور ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے جس طرح رزق تقسیم شدہ ہے اور ایک اندازے سے بٹتا ہے اسی طرح موت بھی تقسیم شدہ ہے اور مقررہ وقت پر پہنچتی ہے اور جب موت اور زندگی پر ہمارا قبضہ اور کنٹرول ہے تو ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ تم کو مار کر ختم کر دیں اور تم کو موت بھیجکر مار دیں اور تمہاری جگہ تم ہی جیسی شکل و شباہت کی کوئی اور قوم لے آئیں جیسا کہ انقلاب ارضی میں یہ عام طور پر ہوتا رہا ہے بلکہ ہزارہا تاریخی شواہد موجود ہیں کہ ایک قوم کو ختم کیا دوسری قوم کو لے آئے اور اگر لفظ موت نہ ہوتا تو شاید تبادلۂ آبادی بھی آیت شامل ہو جاتی۔ الا یہ کہ یوں کہا جائے کہ موت حقیقی ہو یا مجازی۔ یعنی تم کو مار کر کسی دوسری قوم کو تم سے بدل دیں یا تم کو ایک حصۂ ارضی سے بالکل نکال دیں اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو لا کر آباد کر دیں جیسا کہ فرمایا۔ ان یشایذ ھبکم ایھا الناس ویات باخرین والمحصنات وہاں تبادلۂ آبادی کا استدلال بلا تکلف موجود ہے لیکن یہاں تکلف و تعسف سے خالی نہیں ہے اس لئے ہم نے اسکو ترک کر دیا اور آزاد منش لوگوں کی طرح تفسیر نہیں کی بہرحال ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ تم کو موت دے کر

إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ

آئے گا ضرور جمع کئے جائیں گے۔ پھر اے گمراہو

الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ

تکذیب کرنے والو۔ تم کو زقوم کے درخت سے کھانا ہوگا۔ پھر اسی سے

مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ

اپنے پیٹوں کو بھرنا ہوگا۔ پھر اُس زقوم کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی پینا ہوگا۔ پھر اسکو اس طرح پیوگے

شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ

جیسے ان پیاسے اونٹوں کا پینا جو استسقا کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ قیامت کے دن یہ اُن لوگوں کی مہمانی کا سامان ہوگا۔ ہم ہی نے تم کو

فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿٥٧﴾ أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ أَأَنتُمْ

پیدا کیا ہے پھر تم یقین کیوں نہیں کرتے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ جو منی تم عورتوں کے رحم میں پہنچاتے ہو۔ کیا تم اس کو

تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ

انسان بناتے ہو یا ہم اس کے بنانے والے ہیں۔ ہم نے ہی تم میں موت کو مقرر کر رکھا ہے

الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ

اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں۔ کہ تمہاری جگہ تم ہی جیسی کوئی

أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

اور قوم لے آئیں اور تم کو وہاں اٹھا کھڑا کریں۔ جہاں تم نہیں جانتے۔ اور بلا شبہ پہلی

النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَفَرَأَيْتُم مَّا

مرتبہ پیدا کرنے کو تو جان ہی چکے ہو پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔ اچھا پھر یہ تو بتاؤ کہ

تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٤﴾

جو بیج تم ڈالتے ہو۔ اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اس کے اگانے والے ہیں

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا

اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو سوکھا ہوا چورا کر دیں پھر تم متعجب و نادم ہو کر رہ جاؤ۔ کہ ہم پر تو

مٹا دیں اور تم ہی جیسی کوئی اور قوم یعنی انسانوں کی قوم کو لا بسائیں اور تم کو کہیں اور لے جائیں جس کو تم نہ جانتے ہو۔ یعنی تمہاری شکل و صورت کو مسخ کر دیں بندر اور سور بنا دیں جیسا کہ صاحبِ جلالین نے فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تم کو اور جہاں میں لے جاویں تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بسا دیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ صورت شکل بدل دیں یا اس عالم میں لیجائیں جس کو تم نہیں جانتے اور اس عالم کا انکار کرتے ہو یعنی عالم برزخ اور عالم آخرت (۶۱) اور بلاشبہ تم ابتدائی پیدائش اور پہلی مرتبہ کے پیدا کرنے کو تو جان ہی چکے پھر تم دوبارہ پیدا ہونے کو کیوں نہیں سمجھتے ؛ یعنی پہلی مرتبہ کا پیدا ہونا تو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے اور تم کو اُس کا علم ہے پھر دوبارہ اعادے اور دوبارہ پھر پیدا کرنے کی بات کیوں نہیں سمجھتے اس میں کیا دشواری ہو گئی جو بعث پر ایمان نہیں لاتے (۶۲) بھلا دیکھو تو جو بیج اور تخم بوتے اور زمین میں ڈالتے ہو (۶۳) اس کو تم اُگاتے ہو یا ہم اس کے اُگانے والے ہیں ؛ یعنی زمین میں جو تخم ریزی کرتے ہو پھر بتاؤ کہ اُس کو اُگاتا کون ہے اور نباتات کا نمو کون کرتا ہے تم یا ہم (۶۴) (باقی صفحہ ۸۵۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۵۵) اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو سوکھا ہوا چورا کر دیں پھر تم تعجب اور نادم ہو کر رہ جاؤ اور سارے دن باتیں بناتے رہو (۶۵) **تفسیر صفحہ ہٰذا** ۱۔ کہ ہم پر تو مفت کا تاوان اور چٹی ہی پڑی (۶۶) بلکہ ہم تو بالکل ہی محروم اور بے نصیب رہ گئے ۲ یعنی کچھ بھی پلے نہ پڑا اور نقصان ہی نقصان میں رہ گئے (۶۷) بھلا دیکھو تو جو پانی تم پیتے ہو (۶۸) اُس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں (۶۹) اگر ہم چاہیں تو اس بارش کے پانی کو کھاری کر دیں پھر تم شکر کیوں نہیں بجالاتے (۷۰) بھلا دیکھو تو کہ جس آگ کو تم سلگایا کرتے ہو (۷۱) تو کیا اس آگ کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں (۷۲) ہم نے اس آگ کو موجب نصیحت اور مسافروں کے لئے بڑے فائدے کی چیز بنایا ہے (۷۳) سوائے پیغمبر آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجئے ۳ حضرت حق جل مجدہٗ نے اپنی قدرت کاملہ کو کیا خوب ترتیب سے بیان فرمایا ہے۔ پہلے انسانی پیدائش اور عطائے وجود کا ذکر فرمایا اور یہ بات بتائی کہ انسان کی پیدائش اور اس کی ساخت میں ہماری ہی قدرت کا ظہور ہے۔ گو بظاہر تمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری

لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ

مفت کا تاوان ہی پڑا۔ بلکہ ہم تو بالکل ہی محروم رہ گئے یعنی کچھ بھی پلے نہ پڑا۔ اچھا بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو پانی

تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾

تم پیتے ہو۔ تم اُس کو بادل سے برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ

اگر ہم چاہیں تو اس بارش کے پانی کو کھاری کر دیں پھر تم شکر کیوں نہیں بجالاتے۔ اچھا پھر یہ تو بتاؤ کہ جس

الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ

آگ کو تم سلگایا کرتے ہو۔ تو کیا اس آگ کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا

الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾

کرنے والے ہیں۔ ہم نے اس آگ کو موجب نصیحت اور مسافروں کیلئے بڑے فائدے کی چیز بنایا ہے

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾

سوائے نبی آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجئے۔ پس میں ستاروں کے چھپنے کی قسم کھاتا ہوں

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾

اور اگر تم سمجھو تو یہ قسم بہت بڑی قسم ہے۔ قسم اس پر کھاتا ہوں کہ یہ کتاب ایک گرامی قدر قرآن ہے۔

فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾

جو لوح محفوظ میں درج ہے۔ اس لوح محفوظ کو بجز پاک فرشتوں کے اور کوئی مس نہیں کر سکتا۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ

یہ قرآن رب العالمین کی جانب سے بھیجا گیا ہے۔ تو کیا تم اس کلام کے بارے میں مداہنت اور کاہلی

مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾

برتتے ہو۔ اور کیا تم نے اپنا یہ وظیفہ مقرر کر لیا ہے کہ تم تکذیب کرتے رہو۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾

سو جب کسی کی روح گلے تک پہنچ جاتی ہے۔ اور تم اس وقت مرنے والے کو دیکھا کرتے ہو۔

ع ۳۶ ۱۵

مشقت کو دخل ہے لیکن حقیقتاً سب جگہ ہماری ہی فرماں روائی کو دخل ہے۔ مثلاً چند قطروں کا رحم میں ڈال دینا یہ تمہارا کام ہے لیکن رحم مادر میں ان قطروں کو انسانی شکل میں بنانا کس کا کام ہے۔ زمین میں تخم پاشی بظاہر تم کرتے ہو ہل چلاتے ہو۔ بیج ڈالتے ہو لیکن اناج کا اُگانا اور کھیتی کو پروان چڑھانا یہ کس کا کام ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اس کھیتی کو خشک کر دیں اور چورا کر دیں۔ جیسا کہ سورۂ یونس اور سورۂ کہف میں گزر چکا ہے۔ پھر سوائے اس کے کہ تم نقصان اور خسارا پکارتے پھرو اس کے سوا اور کیا کر سکتے ہو چونکہ پیدا ہونے کے بعد کھانے پینے کی ضرورت اور کھانا پکانے کے لئے آگ کی ضرورت ہوتی ہے اسی ترتیب سے حضرت حق نے اپنی نعمتوں کا اظہار فرمایا۔ فظلتم تفکھون کے کئی طرح ترجمے کئے گئے ہیں ہم نے سب کو تیسیر میں جمع کر دیا ہے۔ مغرم کے معنی تاوان اور مقروض کئے گئے ہیں تاوان کو شاہ صاحبؒ نے کہیں کہیں چٹی بھی لکھا ہے۔ شاید سرکاری محصول زمین کا خراج یا بیج کا نقصان مراد ہو۔ بادلوں سے پانی کا برسنا اور اُترنا یہ بھی علاوہ ضروری ہونے کے قدرت کاملہ کی ایک بہت بڑی نشانی ہے جو ہر سال دیکھنے میں آتی ہے اور چونکہ اس پانی کے برسنے میں کسی کو مجازاً بھی دخل نہیں نہ کوئی ایک قطرہ بادلوں سے گرا سکتا ہے اور نہ برستے ہوئے بادلوں کو روک سکتا ہے اس لئے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو میٹھے پانی کی بجائے اس کو کڑوا اور کھاری کر دیں۔ بہرحال تم شکر کیوں نہیں کرتے اور افراد شکر میں سے بڑا فرد توحید الٰہی ہے اس کے قائل کیوں نہیں ہوتے۔ آخر میں آگ کی طرف اشارہ فرمایا چونکہ انسانی زندگی میں آگ کو بڑا دخل ہے۔ حرارت سے غذا پکتی ہے۔ تاپتے ہیں۔ روشنی حاصل کرتے ہیں۔ پانی گرم کرتے ہیں۔ لوہا پگھلاتے ہیں غرض ہزار ہا کام آگ سے وابستہ ہیں۔ اسکو فرماتے ہیں کہ ہر درخت سے اس آگ کو کون نکالتا ہے۔ مرخ اور عفار کی رگڑ سے آگ نکلتی ہے یہ کس کی قدرت ہے۔ تورون آگ سلگاتے ہو۔ یا آگ درخت کی شاخ سے نکالتے ہو ہم نے حصول آگ کے طریقے اور آگ کو موجب نصیحت بنایا ہے یعنی اس آگ کو استعمال کرنے اور کام میں لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی الوہیت پر ایمان لاؤ یا دوزخ کی آگ کو یاد کر کے ڈرو۔ بہرحال آگ کا وجود بھی موجب نصیحت ہے۔ مقوین۔ مسافروں کے لئے بڑی فائدے کی چیز اور نفع بخش ہے ورنہ جنگل میں آگ کا حاصل ہونا سخت دشوار ہے یا مقیم اور مسافر دونوں مراد ہیں۔ جیسا کہ اہل لغت نے کہا ہے کہ یہ اضداد میں سے ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مسافر اور مقیم دونوں کے فائدے کے لئے اس آگ کو بنایا ہے۔ اور چونکہ تمام مخلوق کا انتفاع آگ کیساتھ وابستہ ہے اور وہ انتفاع موقوف علی القدرۃ ہے تو سب مخلوق محتاج ہوئی قدرت کی اور یہی حق تعالیٰ کی قدرت استحقاق الوہیت و عبادت کی دلیل ہے۔ آگ حاصل کرنے کے طریقے بھی کئی ہیں بانس کی رگڑ سے۔ چقماق وغیرہ سے چونکہ اہل عرب خاص طور سے مرخ اور عفار سے آگ نکالا کرتے تھے اس لئے اس درخت کا ذکر فرمایا آخر میں اپنے پیغمبر کو ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر آپ اپنے پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجئے وہ آپ کا پروردگار بڑی عظمت والا ہے۔ یعنی سبحان ربی العظیم کہئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجعلوھا فی رکوعکم۔ یعنی اس تسبیح کو اپنے رکوع میں داخل کر لو۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کئی درخت ہیں سبز جن کو رگڑنے سے آگ نکلتی ہے (باقی ضمیمہ)

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور ہم اس مرنے والے کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم ہمارے قرب کو سمجھ نہیں سکتے

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ

پھر اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہو۔ اور تم اس دعوے میں سچے ہو تو پھر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾

اس روح کو واپس کیوں نہیں لے آتے۔ پھر اگر وہ مرنے والا مقربین میں سے ہوگا۔

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ

تو اس کو راحت ہے اور روزی ہے اور آرام و آسائش کا باغ۔ اور اگر وہ

مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾

داہنے والوں میں سے ہوگا۔ تو اس کو کہا جائیگا تیرے لئے سلامتی اور امن وامان ہے کہ تو اصحاب یمین سے ہے

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾

اور جو شخص جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوگا۔

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا

تو کھولتے ہوئے گرم پانی سے اسکی مہمانی ہوگی اور اس کو دوزخ میں داخل کرنا ہوگا۔ بے شک یہ حالات

لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

جو مذکور ہوئے یہ سراسر حق اور یقینی ہیں۔ سو اے نبی آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجیے۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حدید مدنی ہے اور یہ انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ بڑا زبردست

اور ہم اس مرنے والے کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم ہمارے قرب علمی کو سمجھ نہیں سکتے اور تم ہم کو نہیں دیکھتے ﴿ یعنی جب کسی کی جان سمٹ کر اس کے حلق اور ٹینٹوے میں آجاتی ہے اور ٹینٹوے میں پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھا کرتے ہو اور ہم بھی اپنے قرب علمی کی بنا پر تم سے زیادہ اس مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں لیکن نہ تم ہم کو دیکھتے ہو اور نہ تم ہمارے قرب علمی کو اپنے جہل کی وجہ سے سمجھ سکتے ہو۔ ہم تم سے زیادہ مرنے والے کے حال کو جانتے ہیں (۸۵) پھر اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اور تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے اور تم خود مختاری کے دعوے میں سچے ہو تو اس روح کو گلے میں آئے پیچھے بدن میں لوٹا کیوں نہیں دیتے ﴿ یعنی اگر تم کسی کے حکم میں نہیں ہو اور کسی کے زیر فرمان اور زیر اختیار نہیں ہو اور نہ تمہارا حساب کتاب ہونا ہے نہ تم کو خدا کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ بلکہ تم خود مختار ہو اور تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو اس جان کو جو حلقوم میں پہنچ گئی ہے اس کو پھر واپس جسم میں کیوں نہیں پھیر لاتے اور واپس کیوں نہیں کر دیتے۔ یعنی وقوع قیامت اور بعث بعد الموت حق ہے جیسا کہ قرآن ناطق ہے اور دلائل عقلی ونقلی سے ثابت ہے لیکن تم نہیں مانتے اور انکار کئے جاتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روح پر اپنا قابو مانتے ہو یا تمہارے انکار کو یہ مستلزم ہے کہ روح تمہارے بس میں ہے اور خالق الارواح کے بس میں نہیں ہے۔ تو اچھا بعث کے وقت تو روح اجسام میں داخل کی جائیگی اور اب نکالی جا رہی ہے اور تمہاری آنکھوں کے روبرو یہ ہو رہا ہے اور تم غمگین پریشان بھی ہو تو اچھا اس روح کو واپس لے آؤ تاکہ ہم تمہاری طاقت اور زور آزمائی کا حال معلوم کریں اگر تم اس دعوے میں سچے ہو اور خود مختار ہو تو جان کو واپس کر لو۔ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ نہ کوئی جان نکال سکتا ہے اور نہ جان کو کوئی تمہاری منشا کے خلاف جسم میں داخل کر سکتا ہے اور تم واپس کر نہیں سکتے۔ لہٰذا معلوم ہوا تم کو جان پر کوئی دسترس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے اس کو جسم سے نکال دے اور جب چاہے داخل کر دے۔ وھو المطلوب۔ کیونکر یہی خلاصہ ہے بعث بعد الموت کا۔ آگے مرنے والوں کی تقسیم ہے جو ابتدائے سورت میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے اسی کو سورت کے ختم پر اجمالاً بیان کرتے ہوئے سورت کو ختم کرتے ہیں وہ یہ ہے پھر اگر وہ مرنے والا مقربین بارگاہ میں سے ہوگا (۸۸) تو اس کو راحت ہے اور روزی ہے اور آرام و آسائش کا باغ ﴿ یعنی اگر سابقین میں سے ہے اور بھلائیوں میں آگے بڑھنے والا ہے تو اس کے لئے راحت و رزق اور آسائش و آرام کی بہشت کا کیا کہنا ہے۔ بعض حضرات نے ریحان کا ترجمہ خوشبودار پھول کیا ہے۔ بہرحال حضرت حق کی جانب سے نعمتوں کی فراوانی ہوگی (۸۹) اور بہرحال اگر وہ داہنے والوں میں سے ہوگا (۹۰) تو اس کو کہا جائے گا تیرے لئے سلامتی اور امن و امان ہے کہ تو اصحاب یمین سے ہے ﴿ یعنی اگر وہ اہل سعادت سے ہے تو اس کو امن و سلامتی کا پیغام ہے کہ تو اصحاب یمین اور اہل سعادت سے ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی خاطر جمع رکھ ان کی طرف سے ہ یعنی اصحاب یمین کی جانب سے کوئی تشویش نہ ہونا چاہئے۔ ہم نے اصحاب یمین کو ہی مخاطب کیا ہے اور شاہ صاحبؒ کا خطاب عام ہے جیسا کہ ان کے منہیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ بعض نے خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کیا ہے یعنی اصحاب یمین کی جانب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا ہے کہ ان کو سلامتی ہے آپ انکا فکر نہ کریں بہرحال ہمارے ترجمے کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والے سے کہا جائے گا تو اصحاب یمین سے ہے تیرے لئے سلامتی ہے یہ پیغام یا تو ابتدا ہی میں دیا جائے گا اگر وہ جنت میں ابتداءً داخل ہونے کا مستحق ہے یا خطائیں اور تقصیرات کی بخشش کے بعد کہا جائے گا۔ (۹۱) اور بہرحال اگر وہ شخص جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوگا (۹۲) تو کھولتے ہوئے گرم پانی سے اس کی مہمانی ہوگی یعنی گرم پانی پلایا جائے گا یا سر پر ڈالا جائیگا (۹۳) اور اس کو جہنم میں داخل کرنا اور آگ میں بٹھانا ہوگا (۹۴) بلاشبہ یہ حالات جو بیان ہوئے یہ سراسر حق اور یقینی ہیں۔ بلاشک یہ بات یہی ہے لائق یقین کے یعنی تینوں فرقوں کے جو حالات مذکور ہوئے یہ بالکل یقینی بات ہے۔ سابقین۔ اصحاب یمین یعنی عامۂ مومنین جس میں اہل کبائر بھی داخل ہیں کیونکہ وہ مکذبین نہیں ہیں اگرچہ گناہگار ہوں۔ اور تیسرے گمراہ اور تکذیب کرنیوالے سو ان کے لئے گوناگوں عذاب بیان ہوا۔ غرض یہ جو کچھ مذکور ہوا۔ یہ حق الیقین ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ پس جو پروردگار اس قسم کے تصرفات پر قادر ہے اور (باقی ۸۵۸ پر)

ع ۳ ۲۲ ۱۶

(بقیہ صفحہ ۸۵۸) اس قدر عظیم الشان اس کا اقتدار اور اختیار ہے تو اُس کی پاکی بیان کرنی چاہئے جیسا کہ آگے ذکر ہے (۹۵) سو اے پیغمبر آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجئے (۹۶)
حدیث میں ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہر رات میں سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے گا۔ اس کو فاقے کی تکلیف کبھی نہیں ہوگی۔ حدیث میں ہے دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے۔ میزان میں بھاری اور رحمان کو محبوب
ہیں وہ دونوں کلمے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ہیں۔ تم تفسیر سورۃ الواقعۃ ÷ سورۃ الحدید ÷ سورۂ حدید مدنی ہے اور یہ اُنتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ کمال قوت اور کمال علم و حکمت کا مالک ہے ÷ پاکی بیان

الْحَكِيمُ ① لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ
بڑی حکمت والا ہے۔ آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اُسی کی ہے وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ② هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَ
اور وہ ہر شئی پر پوری طرح قادر ہے۔ وہی سب سے اوّل اور سب سے آخر ہے اور وہی ظاہر اور

الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ③ هُوَ
وہی مخفی ہے اور وہ ہر شئی کو بخوبی جاننے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے

الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ
جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ
پھر اپنی شان کے موافق عرش پر قائم اور جلوہ گر ہوا جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے

وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ
اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے

فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا
وہ سب کو جانتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے۔ خواہ تم کہیں بھی ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ④ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
اللہ اُس سب کو دیکھتا ہے۔ آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اُسی کی ہے۔

وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ⑤ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ
اور اللہ ہی کی طرف تمام امور کی بازگشت ہے۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور

يُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑥
وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی تمام باتوں سے واقف ہے

آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ
تم لوگ اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس مال میں سے خیرات کرو جس مال میں خدا نے دوسروں کا تمکو

کرنا یعنی ہر قسم کے نقص سے تنزیہہ و تقدیس عرب کہا کرتے ہیں سبحته بعدته عن السوء۔ یعنی میں نے اسکو پاک ظاہر کیا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر برائی کو اس سے دور کیا اور ہر برائی سے اس کی پاکی بیان کی۔ تمام مخلوقات کا یہی حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تنزیہہ کرتی ہے۔ خواہ زبانِ حال سے یا زبانِ قال سے۔ بڑی قوت کا مالک یعنی ہر ایک منکر سے بدلے سکتا ہے اور بڑی حکمت والا یعنی ہر ہر مطیع و نافرمان کو اپنی حکمت اور اپنے علم کے موافق صلہ دیتا ہے (۱)

تفسیر صفحہ ہٰذا: آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اور حکومت اُسی کی ہے وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہ ہر شئے پر پوری طرح قادر ہے ÷ یعنی سب جگہ اسی کا راج اور موت و زندگی اسی کے اختیار میں ہے اور وہ ہر شئی پر قدرت رکھتا ہے (۲) وہی سب سے اول اور سب سے آخر ہے اور وہی ظاہر اور وہی باطن اور مخفی ہے اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے ÷ یعنی تمام مخلوقات سے پہلے وہی تھا اور تمام مخلوقات کے بعد وہی رہے گا نہ اس پر عدم سابق طاری ہوا اور نہ عدم لاحق طاری ہوگا۔ جیسا کہ عام مخلوقات دو عدموں کے درمیان ہے سابق میں بھی معدوم تھی اور عدم لاحق کے بعد پھر معدوم ہوگی۔ اور وہ اپنے مطلق وجود اور شئونات بے پایاں کے اعتبار سے ظاہر اور کنہ ذات کے اعتبار سے بالکل مخفی اور پوشیدہ ہے یعنی کوئی اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اور وہ ہر شئی سے خوب واقف ہے۔ یعنی ہر شئی کو من کل الوجوہ جانتا ہے اور خود من وجہ معلوم اور من وجہ نامعلوم سبحانہ ما اعظم شانہ (۳) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا پھر اپنی شان کے موافق عرش پر قائم اور جلوہ گر ہوا جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو چیز زمین سے نکلتی ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو آسمان میں چڑھتا ہے وہ سب کو جانتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو اور جو عمل تم لوگ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سب کو دیکھتا ہے ÷ چھ دن کی مقدار کا زمانہ۔ اس زمانے میں آسمان و زمین کو پیدا کر دیا جیسا کہ سورۂ فصلت میں گزر چکا ہے۔ عرش پر قائم ہونا اور جلوہ گر ہونا یعنی تمام احکام عرش الٰہی سے جاری ہوتے ہیں چونکہ اس کے استوا کی کیفیت مجہول اور ادراک سے ماورا ہے اس لئے ہم نے اپنی شان کے موافق جلوہ گر ہوا ترجمہ کیا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے مثلاً بارش۔ حرارت۔ بیج اور گٹھلی وغیرہ زمین سے نکلتی ہے نباتات وغیرہ سونا چاندی۔ کوئلہ اور مختلف قسم کی دھاتیں۔ آسمان سے اترنا مثلاً احکام۔ بارش وغیرہ۔ آسمان میں چڑھنا ملائکہ۔ بندوں کے اعمال مظلوم کی دعائیں۔ کلمہ توحید وغیرہ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے اور اپنے علم کے اعتبار سے ہر وقت تمہارے ساتھ رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے احاطہ علمی سے تم اور تمہارے اعمال گھیرے ہوئے ہیں خواہ تم کہیں بھی ہو (۴) اسی کا راج ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام امور کی بازگشت ہے ÷ یعنی تمام اجسام ہوں یا اعمال سب اسی کے حضور میں پھرنے والے اور پیش ہونے والے ہیں (۵) وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور دل کی تمام پوشیدہ اور مخفی باتوں کو جانتا ہے ÷ یعنی رات کے اجزا دن میں شامل کر دیتا ہے جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے اور جب دن کے اجزا رات میں شامل کر دیتا ہے تو رات بڑی ہو جاتی ہے (باقی ۸۵۹)

(بقیہ صفحہ ۸۵۸) جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور وہ سینوں تک کی تمام باتیں جانتا ہے (۶) تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اُس مال میں خیرات کرو جس مال میں اللہ تعالیٰ نے اگلے اور گزشتہ لوگوں کی جگہ تم کو قائم مقام اور جانشین کیا ہے سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خیرات کریں ان کو بڑا اجر ملے گا اور اُن کے لئے بڑی مزدوری اور بڑا نیگ ہے ؛ یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اقتدار اور اس کی وسعت حکومت کا حال سُن لیا تو اتنے بڑے مالک الملک کے احکام مانو اور اُسکی توحید اور اس کی وحدانیت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آؤ اور ایمان لاکر اپنے اس مال میں سے خیرات کرو جس مال میں تم کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے گزشتہ لوگوں کا جانشین بنایا ہے۔ سبحان اللہ مال کی تعریف میں خوب فرمایا وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ۔ کہ یہ مال وہی تو ہے جو تم سے پہلے کسی اور کے پاس تھا اور تمہارے مرنے کے بعد کسی اور کے پاس ہوگا تو اس مال میں سے کچھ حصہ خیرات کر دو کیونکہ کل جب تمہارے پاس نہ رہے گا تو خالی ہاتھ رہ جاؤ گے۔ **تفسیر صفحہ ہٰذا**: آگے بشارت ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئیں گے اور ایمان لاکر خیرات کرینگے تو ان کو اجر کبیر دیا جائیگا اس انفاق سے مراد یا تو زکوٰۃ ہے یا عام خیرات و صدقات مراد ہو سکتے ہیں (۷) اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اور تم کو ایمان باللہ کی جانب بلا رہے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور بلاشبہ تم سے تو خود اللہ تعالیٰ پختہ عہد لے چکا ہے بشرطیکہ تم باور کرو اور تم کو ایمان لانا ہو ؛ یعنی ایمان لانے میں کیوں توقف کر رہے ہو اور تم کو کیا چیز مانع اور معارج ہے۔ جبکہ ایمان کے دواعی موجود ہیں۔ اول تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو ایمان کی دعوت دے رہے ہیں پھر تم سے اللہ تعالیٰ خود بھی عہد لے چکا ہے یعنی یوم میثاق میں الست بربکم فرما کر تم سے عہد لیا تھا اور تم نے بلیٰ کہا تھا تو اگر تم کو ایمان لانا ہو تو رسول کی دعوت اور تمہارا اپنا عہد خدا کے ساتھ تمہارے ایمان لانیکے لئے کافی داعیہ اور محرک موجود ہے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کی اور وضاحت فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اللہ قرار لے چکا ہے دنیا میں آنے سے پہلے اور اس کا اثر رکھ دیا ہے دل میں ۱۲ (۸) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صاف اور واضح آیتیں اور کھلی کھلی نشانیاں نازل فرماتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں اور اندھیروں سے نکال کر روشنی اور اُجالے کی جانب لے آئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے ؛ یعنی قرآن میں دلائل توحید بہت صاف اور واضح نازل فرمائے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے کھلے معجزات عطا فرمائے تاکہ وہ کفر کی تاریکیوں سے تم کو اسلام کی تعلیم اور اس کی ہدایات کی روشنی میں نکال لائے۔ اس کی شفقت اور مہربانی یہی ہے کہ تمہارے لئے روحانی اور مادی سامان مہیا کرتا ہے ہو سکتا ہے کہ لیخرجکم سے مراد عبد ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو کفر کی اندھیریوں سے ہدایت کی روشنیوں کی جانب نکال لائیں (۹) اور تم کو کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمان و زمین کی سب میراث آخر میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ

فِيهِ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَأَنفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٧﴾

قائم مقام کیا ہے سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خیرات کریں ان کو بہت بڑا اجر ملے گا

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ

اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اس بات کی دعوت دے رہا ہے

لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِن كُنتُم

کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور تم سے تو خود اللہ تعالیٰ پختہ عہد لے چکا ہے بشرطیکہ تم

مُّؤْمِنِينَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

باور کرو۔ وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو اپنے بندے یعنی محمدؐ پر صاف صاف آیتیں نازل کرتا ہے

لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ

تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی جانب لائے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر

لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٩﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ

بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔ اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي

حالانکہ آسمان و زمین کی سب میراث آخر میں اللہ ہی کیلئے ہے اور تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے قبل

مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ

خدا کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بعد والوں کے برابر نہیں ہیں بلکہ وہ پہلے لوگ مرتبہ کے اعتبار سے

أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ

ان لوگوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خدا کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا

وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾

ہاں اللہ تعالیٰ نے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ ہر ایک سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے پوری طرح باخبر ہے

مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ

کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ کے طور پر قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے اس دیئے ہوئے کو بڑھاتے

ع ۱۰ / ۱۷

کیا اور جہاد کیا وہ بعد والوں کے برابر نہیں ہیں بلکہ یہ پہلے حضرات ان لوگوں سے جنھوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور فی سبیل اللہ جہاد کیا مرتبے اور درجے میں بہت بڑے ہیں اور ہاں اللہ تعالیٰ نے بھلائی یعنی ثواب اور جنت کا وعدہ ہر ایک سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں [illegible] المقتال [illegible] فتح مکہ سے پہلے جنھوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا ان کے بڑے درجے ہیں ۔ یعنی جب سب مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ میراث کا وارث وہی ہوا کرتا ہے جو مرنے کے بعد زندہ رہے اور اللہ تعالیٰ سب کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا ہے تو وہی سب کی میراث کا مستحق ہے اس لئے فرمایا کہ آسمان و زمین کی میراث اسی کی ہے ۔ آسمان کا ذکر شاید اس لئے فرمایا کہ وہاں تو کسی کی ملک ہی نہیں جس طرح بلا شرکت غیرے وہ آسمان کا مالک ہے اسی طرح زمین کا بھی بلا شرکت غیرے مالک ہے ۔ لیکن یہاں چونکہ مجازاً زندہ انسانوں کو مالک کہا جاتا ہے اگرچہ حقیقی مالک وہی ہے اور اس مجاز کی بنا پر اوپر مستخلفین فیہ فرمایا تھا کہ

(باقی صفحہ ۸۶۰ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۵۹) ایک دوسرے کا جانشین ہوتا رہتا ہے لیکن جب سب فنا ہو جائیں اور مجاز مٹ جائے تو سب کچھ اللہ ہی کا ہے اس لئے لوگوں کو ترغیب ہو کر جب اول و آخر وہی مالک ہے تو لاؤ جو ہو سکے اس کی راہ میں خرچ کر دو ۱۰ اور فتح مکہ سے قبل خیرات کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں اور فتح کے بعد خیرات کرنے والوں کا فرق بیان فرمایا۔ اور یہ ایک کھلا ہوا فرق ہے۔ ابتدائی بے سرو سامانی کی حالت جبکہ ترقی کی کوئی امید نہ ہو اس دور کے وفادار یقیناً قابل ستائش اور اس دور کے مسلمانوں سے درجے میں بلند ہوں گے جنھوں نے بعد میں اقتدار حاصل ہو جانے اور غلبہ حاصل ہو جانے کے بعد ہاتھ بڑھایا اور اپنی جانیں قربان کیں لیکن حسنیٰ یعنی بھلائی یا ثواب یا جنت کا وعدہ ہر ایک فریق سے ہے یعنی پہلے مجاہدین اور منفقین سے بھی اور بعد کے مجاہدین اور منفقین سے بھی یعنی جنت میں دونوں جائیں گے لیکن درجات میں تفاوت ہو گا ہم والمحصنٰت پانچویں پارے کی تسہیل میں تفصیل عرض کر چکے ہیں انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد میں خلوص کی بہت زیادہ ضرورت ہے اس لئے آخر میں فرمایا کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے واقف اور باخبر ہے یعنی اعمال جوارح سے بھی واقف ہے اور قلب کے خلوص سے بھی آگے پھر خیرات کرنے والوں کا ذکر ہے (۱۰) کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش دلی اور خلوص کے ساتھ قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اس قرض کے ثواب کو بڑھا دے اور دوگنا کر دے اور اسی کے ساتھ اس کے لئے باعزت صلہ اور اجر بھی ہو ؛ قرض حسن یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوش دلی اور خلوص کے ساتھ خیرات کرے خدا کی راہ میں خیرات کرنے کو قرض فرمایا تاکہ خیرات کرنے والے کو اطمینان ہو کہ اس کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اُس کو یعنی اس کے ثواب کو بڑھا دیں گے دنیا میں بھی اس کا نفع پہونچے گا اور آخرت میں بھی باعزت اجر ملے گا۔ مطلب یہ کہ کمیت میں اجر کی زیادتی ہو گی اور کیفیت میں بھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ تفسیر صفحہ ہٰذا قرض کے معنی یہ کہ اس وقت خرچ کر دو جہاد میں پھر کتنی دولتیں برتو گے اور یہی معنی دونے کے مالک میں اور غلام میں بیاج نہیں جو دیا سو اس کا جو نہ دیا سو اس کا ۱۲ یہ شاید اس زمانے کے بعض جاہل سود خواروں کا جواب ہے کہ جب خدا خود سود دیتا ہے تو ہمارے سود کھانے کو کیوں حرام کرتا ہے نعوذ باللہ شاہ صاحبؒ نے خوب فرمایا کہ آقا اور غلام میں سود کا بیج نہیں ہوا کرتا کیونکہ جو کچھ غلام کے پاس ہے وہ سب آقا ہی کا ہے (۱۱) وہ دن قابل ذکر ہے جس دن آپ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو اس حال میں دیکھیں گے کہ اُن کا نور ان کے آگے اور اُن کی داہنی جانب تیز رفتار سے چلتا ہو گا اور دوڑتا ہو گا کہا جائیگا کہ آج تم کو ایسے باغوں کی خوش خبری ہو جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ نور اور بشارت ہی تو بڑی کامیابی ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جس وقت پل صراط پر چلیں گے سخت اندھیرا ہو گا اپنے ایمان کی روشنی آگے ہو گی اور داہنے کو کہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ پل صراط پر گزرنے ہی میں نیکوں کو بشارتیں ملنے لگیں گی (۱۲) اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے ذرا ہمارا انتظار کر لو کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل کر لیں ان سے کہا جائیگا تم اپنے پیچھے کی جانب اُلٹے ہی لوٹ جاؤ اور وہاں روشنی اور نور تلاش کرو اتنے میں اُن منافقوں اور مومنوں کے مابین ایک ایسی دیوار قائم کر دی جائیگی جس میں دروازہ ہو گا اس دیوار کے باطنی اور اندرونی جانب رحمت ہو گی اور بیرونی جانب اس کے عذاب ہو گا ؛ منافق وہ جس کا اعتقاد صحیح نہ ہو مسلمانوں کے دکھلانے کو اچھے کام کرتا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے ان کو بھی کچھ روشنی ملے ظاہری اعمال کی پھر وہ سلب کر لی جائے اور مومن اپنی روشنی میں آگے بڑھتے چلے جائیں یہ اندھیرے میں ان کو پکاریں۔ وہ کہیں جاؤ جہاں سے صراط پر چلے تھے وہاں سے روشنی حاصل کر و یا دنیا میں جا کر اعمال کی روشنی لاؤ۔ بہر حال بیچ میں دیوار قائم ہو جائیگی منافق کافروں کی طرف رہ جائیں گے اور مومن صراط سے پار ہو جائیں گے۔ بعض نے کہا یہ اعراف کے لوگ ہوں گے۔ بہر حال ایک فریق ادہر ہو جائیگا عذاب کی جانب اور دوسرا فریق رحمت یعنی جنت کی جانب (۱۳) یہ منافق مسلمانوں کو پکار کر کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ وہ کہیں گے بیشک تم ہمارے ساتھ تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں مبتلا کر رکھا تھا اور تم ہم پر حوادثات کا انتظار کیا کرتے تھے اور تم شک رکھتے تھے اور تمہاری غلط امیدوں اور آرزوؤں نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہونچا یعنی تم کو موت آ گئی اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں تم کو اس دھوکے باز یعنی شیطان نے دھوکے میں مبتلا رکھا ؛ یعنی بظاہر نماز روزے میں شریک تھے لیکن تم (باقی صفحہ ۸۶۱ پر)

لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور اسی کے ساتھ اُس کے لئے باعزت صلہ بھی ہو۔ اے نبی وہ دن قابل ذکر ہے جس دن آپ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو اس حال میں

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ

دیکھیں گے کہ اُن کا نور تیز رفتار سے اُن کے آگے اور ان کی داہنی جانب چلتا ہو گا کہا جائیگا کہ آج تم کو

الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ایسے باغوں کی خوش خبری دی جاتی ہے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

یہ نور اور بشارت ہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ اُس دن منافق مرد اور

وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ

منافق عورتیں اہل ایمان سے یوں کہتے ہوں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کر لو کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ روشنی

نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ

حاصل کر لیں ان سے کہا جائیگا اپنے پیچھے کی جانب اُلٹے ہی لوٹ جاؤ اور وہاں روشنی تلاش کرو اتنے میں ان منافقوں

بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ

اور مومنوں کے درمیان ایک ایسی دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا اس دیوار کے اندرونی جانب رحمت

مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ۭ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ

ہو گی اور بیرونی جانب اس کے عذاب ہو گا۔ یہ منافق مسلمانوں کو پکار کر کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ

وہ جواب دیں گے کہ تم ہمارے ساتھ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں مبتلا کر رکھا تھا اور تم ہم پر حوادثات کے منتظر رہا

وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ

کرتے تھے اور تم دین کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے تھے اور تمہاری غلط آرزوؤں نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ خدا کا حکم آ پہنچا اور اللہ

وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ

کے بارے میں تم کو اس دھوکے باز یعنی شیطان نے دھوکے میں مبتلا رکھا۔ غرض آج نہ تو تم منافقوں سے کوئی فدیہ

(بقیہ صفحہ ۸۶۰) نفاق کی گمراہی میں مبتلا تھے اور تم نے اپنے آپ کو نفاق کے فتنے میں ڈال رکھا تھا اور تم توحید اور پیغمبر کے متعلق شک کیا کرتے تھے اور حوادثات کے منتظر رہتے تھے کہ مسلمان کب مٹیں اور ان کا دین کب ختم ہو۔ اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور تم آخر تک اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ موت آگئی۔ اور تم کو شیطان نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دھوکے میں ڈال رکھا تھا وہ دھوکہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تم سے کوئی باز پرس اور مواخذہ نہیں کرے گا (۱۴) **تفسیر صفحہ ہٰذا:** غرض آج نہ تو تم منافقوں سے کوئی معاوضہ اور فدیہ قبول کیا جائیگا اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے کھلے کفر اور انکار کا ارتکاب کیا اور تم سب کا ٹھکانا جہنم اور آگ ہے وہی تمہارے لائق اور تمہاری رفیق ہے اور وہ پھر جانے اور بازگشت کی بُری جگہ ہے ÷ یعنی اول تو یہاں فدیہ دینے ہی کو کچھ نہیں اور بالفرض محال کچھ ہو بھی تو آج معاوضے اور فدیہ کا سوال ہی نہیں نہ منافقوں سے اور نہ کافروں سے۔ آج تمہارا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔ وہی تمہارے رہنے کی جگہ ہے اور وہی تمہارے لائق اور تمہاری رفیق ہے۔ اور وہ لوٹ کر جانے کی بُری جگہ ہے (۱۵) کیا مسلمانوں کے لئے

فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ

قبول کیا جائے گا اور نہ اُن لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا اور تم سب کا ٹھکانا

النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑮ اَلَمْ

دوزخ ہے وہ دوزخ ہی تمہارے لائق ہے اور وہ بازگشت کی بہت بُری جگہ ہے۔ کیا

يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ

مسلمانوں کے لئے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت اور اس دینِ حق کے سامنے

اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

جو نازل ہوا ہے جھک جائیں اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ

ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر ایک طویل مدت گزر گئی پس ان کے

قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑯ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ

دل سخت ہوگئے اور اب ان کی حالت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر دین سے خارج ہیں۔ اس بات کا یقین کرو

اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اُس کے مرنے یعنی خشک ہوجانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے ہم نے تم سے اپنے دلائل واضح طور پر

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ⑰ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ

بیان کر دیے ہیں تاکہ تم عقل سے کام لو۔ بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور

الْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ

صدقہ دینے والی عورتیں اور جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ یعنی خلوص کیساتھ قرض دیتے رہتے ہیں انکے لئے اس صدقہ کو دو چند کر دیا

وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ⑱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ

جائے گا اور ان لوگوں کو باعزت اجر ملے گا۔ اور جو لوگ اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ

تو یہی لوگ اپنے رب کے نزدیک سچے اور گواہی دینے والے ہیں

ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کے ذکر اور جو دینِ حق منجانب اللہ نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر ایک طویل اور لمبی مدت گزر گئی سو اُن کے دل سخت ہوگئے اور اب اُن کی حالت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر فاسق اور دین سے خارج ہیں ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ایمان وہی ہے کہ دل نرم ہو پیغمبروں کی صحبت میں یہ پاتے تھے مدت کے بعد سخت ہوگئے اور اب یہ صفت مسلمانوں کو چاہئے" شاید مکہ میں جب مسلمان رہتے تھے اور تنگی سے گزر ہوتی تھی اور مدینے میں آکر وہ عسرت دور ہوگئی اور مسلمانوں میں کچھ سستی پیدا ہوئی اس پر یہ آیت اُتری۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہمارا اسلام لانے اور اس سرزنش اور تنبیہ میں عرصہ چار سال کا ہے۔ یعنی اتنے جلدی ہم کو تنبیہ کی گئی۔ بہرحال شانِ نزول کچھ بھی ہو۔ عام طبائع کا یہ حال ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا ہے دلوں سے ایمانی قوت اور اعمالِ صالحہ کا شوق۔ اور مستحبات کی رعایت کم ہوتی جاتی ہے اسلئے فرمایا کہ مسلمانوں کو خشوع سے کام لینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور دینِ حق کی خدمت کے لئے ہر وقت کمربستہ اور جھکے رہنا چاہئے اہلِ کتاب کی طرح زمانے اور مدت دراز کے گزرنے سے تمہارے دل اہلِ کتاب کی طرح سخت نہ ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دینِ حق کی محبت کم نہ ہوجائے اور فسق تک نوبت نہ ہوجائے ہوسکتا ہے کہ مکہ کی تکالیف کے مقابلے میں مدینے کے عیش اور راحت سے بعض لوگوں کے اعمال میں کچھ اختلال ہوا جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے مراتبِ علیا کے اعتبار سے ان کو سرزنش اور تنبیہ فرمائی ہو۔ لیکن آج کل کا دور تو اس کا مقتضی ہے کہ اس آیت پر مسلمان بار بار غور کریں اور اپنی مجالس میں پڑھیں اور دیکھیں کہ ان کی حالت کہاں سے کہاں پہونچ چکی ہے۔ شاید یاد ہوگا میں نے تیسیر میں کہیں صراحۃً کہیں اشارۃً کئی مرتبہ عرض کیا کہ ایک کوتاہی سے دوسری غلطی اور کوتاہی نشوونما پاتی ہے اور ایک غلطی سے دوسری غلطی پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ ان کوتاہیوں کے اثر سے قلب کی حالت بگڑتی جاتی ہے اور نوبت قساوت بلکہ غلف اور طبع اور ختم تک پہونچ جاتی ہے اور یہ آپ جانتے ہی ہیں کہ اس قسم کی سب بیماریوں کا علاج توبہ اور انابت الی اللہ اور حضرت حق کی جانب رجوع ہونا ہے لفظ خشوع سے اس آیت میں اسی کو ظاہر فرمایا ہے۔ ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ ہم نے ترجمہ میں جھک جانا کیا ہے۔ مطلب یہی ہے کہ جب کوئی ایسی حرکت سرزد ہو تو فوراً توبہ کرو اور اللہ کی طرف رجوع ہو جاؤ پھر حالت درست کر دی جائیگی۔ کوئی نعمت اسلام سے بہتر نعمت نہیں ہے اور کوئی شغل طاعت اور عبادت سے بڑھ کر شغل نہیں ہے اور کوئی عبرت موت سے بڑھ کر عبرت نہیں ہے۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کا ترجمہ ہے جو میں نے عرض کیا۔ بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے مرتبے کے لوگ تھے۔ پیغمبرِ خدا کی ان کو صحبت میسر تھی جب ان کو تھوڑی سی بات میں تنبیہ ہوگئی تو ہم کس شمار میں ہیں۔ بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ الم یان للذین اٰمنوا سے مخلص مسلمان مراد نہیں ہیں بلکہ منافق مراد ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں کیا ان کے لئے یہ وقت نہیں آیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں اور دینِ حق اور (باقی ص ۸۶۲ پر)

(بقیہ صفحہ ٨٦١) قرآن کیلئے خشوع اختیار کریں اور سچے دل سے مسلمان ہو جائیں۔ اس کی طرف آگے بھی اشارہ ہے کہ توبہ کرنا ایسا ہے جیسے مردہ زمین کا زندہ ہو جانا چنانچہ ارشاد فرمایا (١٦) اس بات کو جان لو اور اس بات کا یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مرنے یعنی خشک ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے ہم نے تم سے اپنے دلائل واضح طور پر بیان کر دیے ہیں تاکہ تم سمجھو ٭ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی عرب کے لوگ جاہل تھے جیسے مُردہ زمین اب ان کو جلایا ان میں سب کمال پیدا کر دیے ١٢ یعنی حالتِ کفر کو مری ہوئی زمین سے تشبیہ دی۔ ایمان لانا اور گناہوں سے توبہ کرنا ایسا ہے جیسے خشک زمین پر بارش ہوگئی۔ اسلئے اگر توبہ کرتے رہو گے تو نیکیوں کی کھیتی خشک نہ ہوگی۔ یہ سوچنے سمجھنے کی بات ہے (١٧) بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوش دلی اور خلوص کے ساتھ قرض دیا اُن کے لئے اس صدقہ کے ثواب کو بڑھا دیا جائے گا اور دو چند کر دیا جائیگا اور اُن لوگوں کو باعزت اور پسندیدہ ثواب ملے گا ٭ آیت کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے صدقہ بڑھا دیا جائیگا یعنی صدقہ کا ثواب بڑھا دیا جائیگا

لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اُن لوگوں کے لئے اُن کا اجر اور اُن کا نور ہوگا اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی

بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑲ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ

تکذیب کی تو یہی لوگ اہلِ جہنم ہیں۔ تم خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی تو

الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ

بس یہی ایک جی کا بہلانا اور کھیل ہے اور ظاہری آرائش ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا

تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ

اور اموال و اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے بارش کہ اسکی پیداوار کاشتکاروں

الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ

کو خوش کرتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر اے مخاطب تو اسکو دیکھتا ہے کہ وہ زرد پڑ گئی پھر وہ چورا

حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ

چورا ہو جاتی ہے اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ

مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیا کی زندگی تو محض ایک سرمایۂ

الْغُرُوْرِ ⑳ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ

فریب ہے۔ تم اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف بڑھے چلو

عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ

جس کا عرض ایسا ہے جیسا آسمان و زمین کا پھیلاؤ وہ جنت اُن لوگوں کیلئے

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ مغفرت و جنت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ㉑

وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

ع ٢ ٩ ١٨

(١٨) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں تو یہی لوگ اپنے پروردگار کے ہاں سچے اور گواہی دینے والے ہیں ان لوگوں کے لئے ان کا خاص اجر اور ان کا نور ہوگا **تفسیر صفحہ ہذا** :۔ اور جن لوگوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی تو یہی لوگ اہلِ جہنم ہیں ٭ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر کامل ایمان رکھتے ہیں تو یہی لوگ اپنے پروردگار کے پاس سچے یعنی صدیق ہوں گے اور گواہی دینے والے یا شہید ہوں گے ان کو جنت میں ان کے خاص [illegible] سے نوازا جائے گا۔ ان کے لئے عالمِ آخرت کی ہر [illegible] کے موقع پر ان کو روشنی اور نور میسر ہوگا شہید کا ترجمہ بعض حضرات نے گواہ کیا ہے تب یہ مطلب ہوگا کہ قیامت کے دن لوگوں پر گواہی دینے والے ہوں گے اور انبیاء کی تائید کرنیوالوں میں شامل ہوں گے۔ اور بعض حضرات نے شہید کیا ہے تب یہ مطلب ہوگا کہ کمال ایمان کے باعث یہ صدیق بھی ہوں گے اور شہید بھی جیسا کہ پانچویں پارے میں گزر چکا ہے ہم نے دونوں ہی باتیں ذکر کر دی ہیں بہرحال اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیقیت اور شہادت کا مرتبہ انہی کو میسر ہوگا جو کامل ایمان والے ہونگے رہے کافر اور مکذبین بآیات اللہ اہلِ جہنم ہوں گے اب آگے دنیا کی بے ثباتی کا اظہار ہے (١٩) خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی تو بس یہی ایک جی کا بہلانا اور کھیل ہے اور ظاہری آرائش اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا اور مال و اولاد کی زیادہ طلبی اس کی مثال ایسی ہے جیسے بارش اور برکھا کہ اس کی نباتات کاشتکاروں کو خوش کرتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر اے مخاطب تو اس کو دیکھتا ہے کہ وہ زرد پڑ گئی پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں سخت عذاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور رضامندی و خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی نہیں ہے مگر ایک سرمایۂ فریب اور دھوکے کی ٹٹی ٭ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آدمی کو اول عمر میں کھیل چاہیے پھر تماشا پھر بناؤ درست کرنا پھر ساکھ کرنے اور نام حاصل کرنا اور مرنا قریب آوے تب فکر مال اور اولاد کو پیچھے میرا گھر بنا رہے آسودہ یہ سب دغا کی جنس ہے آگے کام آوے گا کچھ اور یہ کچھ کام نہ آوے ١٢ خلاصہ یہ ہے کہ کھیل کود۔ بے ہودہ شغل اور مشاغل اور آرائش

بڑے بڑے سامان شادی بیاہوں میں تفاخر۔ ایک دوسرے کے مقابلے میں شہرت اور مال و اولاد کی کثرت یہ تمام دنیوی زندگی کا خلاصہ ہے اور یہ سب ایسا ہی ہے۔ مینہ برسا کھیتی اُگی۔ وقت پر مزید پانی نہ ملنے سے زرد ہوئی خشک ہوئی اور ہوا میں چورا چورا ہو کر اڑ گئی کھیتی اور معاملہ تمام ختم ہوگیا تو یہ زندگی سوائے اس کے کہ ایک دھوکے کا سودا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہے۔ رہا عالمِ آخرت جس کو دار الجزاء کہتے ہیں یہاں نافرمان لوگوں کیلئے سخت ترین عذاب اور فرماں برداروں کے لئے بخشش اور پروردگار عالم کی رضامندی اور خوشنودی اب آگے مغفرت کی جانب لپکنے اور مغفرت کا سامان مہیا کرنے کی ترغیب ہے (٢٠) تم اپنے پروردگار کی بخشش و مغفرت اور اُس جنت کی طرف لپکو اور بڑھے چلو اور بڑھنے میں جلدی کرو جس جنت کا عرض ایسا ہے جیسا آسمان و زمین کا پھیلاؤ اور جس کی وسعت ایسی ہے جیسے آسمان و زمین کی وسعت وہ جنت اُن لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ مغفرت اور جنت اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے وہ اپنا فضل جس کو (باقی صفحہ ٨٦٣ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۶۲) چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے اور بڑے فضل و احسان کا مالک ہے ۞ اوپر کی آیت میں مغفرت اور رضوان کا ذکر فرمایا تھا اس آیت میں اُس کی طرف بڑھ چلنے کا ذکر ہے۔ یعنی بھلائیوں میں سبقت کرو اور قدم بڑھائے چلو۔ یہ مغفرت اور جنت کی طرف بڑھنا یا یہ جنت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور فضل اُن کی مشیت پر ہے اس لئے اپنی بھلائیوں پر تکیہ اور بھروسہ نہ کرلو اگرچہ اس نے اپنی رحمت سے نیک عمل کرنے والوں سے اپنی مشیت متعلق کرلی ہے۔ اس لئے جنت کی امید رکھو اور اُس کی گرفت سے ڈرتے رہو۔ آگے ایک اور مرتبے کا ذکر ہے (۲۱) کوئی آفت و مصیبت خواہ وہ دنیا میں واقع ہو یا خاص طور پر تم کو پہونچے اِلّا یہ کہ وہ اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے بے شک یہ قبل از وقوع کتاب میں لکھ دینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے ۞ یعنی مصیبت کوئی داخلی ہو یا خارجی ہو۔ عام ہو یا خاص ہو وہ دنیا میں واقع ہونے اور ظاہر ہونے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہوتی ہے اور یہ ہم پر لوح محفوظ کا اندراج بہت آسان ہے کیونکہ وہ علم غیب رکھتا ہے اور اُس کا علم سب کو محیط ہے (۲۲) اور تم کو یہ اس لئے بتا دیا اور سکھا دیا تاکہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے اور تمہارے ہاتھ نہ لگے تم اس پر رنجیدہ نہ ہوا کرو اور وہ جو تم کو دیوے اور عطا کردے تم اس پر اترایا نہ کرو اور ریجھا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے اور خود ستائی کرنیوالے اور شیخی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا ۞ یعنی ہاتھ نہ آنے والی چیز پر رنجیدہ تو اس لئے نہ ہو کہ ایسا ہی لکھا ہوا تھا کہ فلاں چیز مجھے نہ ملے اور اترایا اس لئے نہ کیا کرو کہ ملنے والی چیز بھی لکھے کے موافق ملی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملی وہ لوح محفوظ میں نہ لکھتا تو کیسے ملتی اختیال اور فخر دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے لیکن دونوں مذموم ہیں خواہ فضائلِ داخلیہ ہوں جیسے علم اور ہنر یا فضائل خارجیہ ہوں جیسے مال و دولت اور جائیداد چونکہ اترانے کا اثر انسان پر بسا اوقات بخل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے آگے بخیلوں کی صراحۃً مذمت فرمائی (۲۳) جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور جو کوئی روگردانی کرے گا تو بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور سب خوبیوں سے متصف ہے ۞ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تقاضہ یہ تھا کہ مخلوق کے آگے جھکتا یعنی تواضع کرتا اور مخلوق کی خدمت کرتا لیکن کسی نے اگر بخل کیا اور اللہ تعالیٰ کے شکر سے رُوگردانی کی اور دینِ حق کے قبول کرنے سے پھرا تو اللہ تعالیٰ کا کوئی ضرر اور نقصان نہ ہوگا کیونکہ وہ غنی بھی ہے اور حمید بھی ہے۔ یعنی غیر محتاج اور سب صفاتِ کمالیہ سے متصف اگر نقصان ہوگا تو اس روگردانی کرنے اور پھر کر چلے جانے والے ہی کا ہوگا (۲۴) بلاشبہ ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل و احکامات دیکر بھیجا اور ہم نے ان کے ہمراہ اور ان کی معرفت کتابیں اور ترازو یعنی طریقہ عدل نازل کیا۔ تاکہ لوگ انصاف و اعتدال پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا نازل کیا یعنی پیدا کیا اس میں سخت لڑائی کا سامان اور لوگوں کے اور منافع بھی اس سے وابستہ ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو ظاہر کردے کہ اس کو بن دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہایت قوی اور زبردست ہے ۞ یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے دلائل یعنی صاف صاف احکام بھیجے اور اُس نے رسولوں کے ساتھ کتابیں بھی نازل کیں اور ترازو اُتاری یعنی احکام میں خاص طور پر انصاف و عدل کرنے کا حکم بھی اُتارا تاکہ لوگ افراط و تفریط سے بچکر انصاف اور اعتدال پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اُتارا یعنی لوہے کو زمین سے پیدا کیا اور مخلوق کو لوہا دریافت کرا دیا اس لوہے میں شدید جنگ اور سخت ہیبت ہے یعنی اس سے سامانِ جنگ بنتا ہے اور سامانِ جنگ کے علاوہ اور بھی لوگوں کے لئے طرح طرح کے فائدے ہیں اور آج کل کی مادی اور ترقی یافتہ دنیا میں تو لوہے کی ضروریات اور اس کے منافع کا حصر ہی کیا ہو سکتا ہے۔ اور لوہے کو اس لئے بھی پیدا کیا تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے۔ یعنی لوہے سے چونکہ جنگ کا سامان بنتا ہے اس لئے جہاد میں کام آتا ہے۔ تو اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بن دیکھے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے پیغمبروں کی کون مدد کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کی تہذیب اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کیلئے کون ہتھیار استعمال کرتا ہے۔ اور کون اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس کے دین کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے کیونکہ وہ قوی صاحب قوت اور عزیز ہے (باقی صفحہ ۸۶۴ پر)

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

کوئی آفت و مصیبت خواہ وہ دنیا میں واقع ہو یا خاص طور پر تم کو پہونچے

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

الا یہ کہ وہ اس سے پہلے کہ ہم اسکو پیدا کریں وہ ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے بیشک قبل از وقوع کتاب میں

يَسِيْرٌ ؀ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ

لکھ دینا اللہ پر بہت آسان ہے۔ تم کو یہ اس لئے بتا دیا ہے تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ نہ لگے تم اس پر رنجیدہ نہ ہوا کرو اور جو وہ تم کو عطا

اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ؀ الَّذِيْنَ

کرے تم اس پر اترایا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود ستائی کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا۔ جو ایسے ہیں کہ

يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور جو کوئی روگردانی کریگا تو بے شک

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ؀ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ

اللہ تعالیٰ بے نیاز اور سب خوبیوں سے متصف ہے۔ بلاشبہ ہم نے اپنے رسول کو واضح دلائل و احکامات دیکر بھیجا اور

اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ

ہم نے اُن کی معرفت کتابیں اور طریقۂ عدل نازل کیا تاکہ لوگ انصاف یعنی اعتدال پر قائم رہیں

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ

اور ہم نے لوہا پیدا کیا کہ اس میں سخت لڑائی کا سامان ہے اور لوگوں کے اور منافع بھی اس سے وابستہ ہیں

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ

اور اس لئے پیدا کیا تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو ظاہر کردے کہ اسکو بن دیکھے اسکی اور اسکے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ

عَزِيْزٌ ؀ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ

نہایت قوی اور زبردست ہے اور بلاشبہ ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت

ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ

اور کتاب کا سلسلہ جاری رکھا پھر اُن کی اولاد میں سے بعض ہدایت یافتہ ہوئے اور اکثر

ع ۳ ۶ ۱۹

(بقیہ صفحہ ۸۶۳) صاحب غلبہ اور غالب رہنے والا ہے۔ بلکہ دین کی مدد کرنا اور دین کی اشاعت کرنا اور دین حق کی حفاظت کرنا خالص انسانیت کی خدمت ہے اور دین حق کی بقا دنیا میں انسانیت اور صحیح اور خالص انسانیت کی بقا ہے بعض حضرات نے یہاں رسولوں سے فرشتے مراد لئے ہیں جو انبیاء کے پاس کتابیں لیکر نازل ہوتے تھے بعض نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام ترازو لیکر حضرت نوحؑ کے پاس آئے تھے۔ بعض نے کہا آسمان سے لوہے کے بعض آلات نازل ہوئے تھے۔ واللہ اعلم (۲۵) اور بلاشبہ ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت کا اور کتاب کا سلسلہ جاری رکھا سو اُن کی امت میں سے بعض ہدایت یافتہ ہوئے اور اکثر ان میں سے نافرمان رہے ؀ پیغمبروں کے سلسلے میں خاص طور پر حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ تمام پیغمبر انہی کی اولاد میں سے ہوئے ہیں۔ بعض ان میں سے وہ تھے جو مستقل کتاب اور مستقل شریعت رکھتے تھے۔ بعض پر وحی نازل ہوتی تھی لیکن مستقل کتاب ان کو نہیں ملی تھی۔ بعض حضرات نے کتاب کا ترجمہ وحی کیا ہے اور بعض نے کتاب سے کتابت مراد لی ہے بہر حال ان دونوں کی اولاد میں نبوت، کتاب یا وحی یا کتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر ان انبیاء کی امتوں میں سے کچھ راہ یافتہ ہوئے اور اسلام کے پابند رہے اور کچھ بے حکم ہے جو ایمان نہیں لائے۔ (۲۶)

مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ

ان میں سے نافرمان رہے۔ پھر ان رسولوں کے پیچھے ہم اور رسولوں کو پے در پے بھیجتے رہے اور

قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا

ان کے بعد ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ہم نے اُس کو انجیل عطا فرمائی اور جن لوگوں نے

فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ

عیسیٰؑ بن مریم کی پیروی کی ہم نے اُن کے قلوب میں شفقت اور رحم پیدا کیا اور رہبانیت یعنی ترک دنیا کو

ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ

خود انھوں نے ایجاد کیا ہم نے اس رہبانیت کو ان پر لازم نہیں کیا تھا مگر ہاں انھوں نے رہبانیت مذکورہ کو خدا کی خوشنودی کیلئے اختیار

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ

اور ایجاد کیا تھا لیکن جو اس کا حق تھا انھوں نے اسکو پورا نہیں کیا پھر جو لوگ ان میں سے ایمان لائے یعنی نبی آخرالزماں پر تو ہم نے ان کو

اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

ان کا اجر عطا فرمایا اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں۔ اے گزشتہ رسولوں پر ایمان رکھنے والو

اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ

خدا سے ڈرتے رہو اور اُس کے رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے عطا

رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ

فرمائے اور تم کو ایک ایسا نور عنایت فرمائے جس کو تم لئے پھرو اور تم کو معاف کردے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا

اور اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اس حکم کا ذکر اسلئے کیا گیا تاکہ غیر مسلم اہل کتاب اس امر سے واقف ہوجائیں

يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ

کہ وہ فضل خداوندی کے کسی حصے پر بھی قدرت نہیں رکھتے اور یہ کہ فضل اللہ تعالیٰ ہی کے

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

قبضے میں ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہی بڑے فضل والا ہے

ع ۴ / ۲۰

تفسیر صفحہ ہٰذا:۔ پھر ان رسولوں کے پیچھے ہم اور رسولوں کو پے در پے بھیجتے رہے اور ان رسولوں کے بعد ہم نے عیسیٰؑ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے اُس کو انجیل عطا فرمائی اور جن لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کی پیروی کی اور عیسیٰؑ ابن مریم کی اتباع کی ہم نے اُن کے [illegible] شفقت اور رحم پیدا کیا اور رہبانیت اور [illegible] یعنی ترک دنیا کو خود انھوں نے ایجاد کیا ہم نے اس رہبانیت اور گوشہ نشینی کو ان پر فرض اور ان پر لازم نہیں کیا تھا مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ انھوں نے رہبانیت مذکورہ کو اور گوشہ نشینی کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اختیار اور ایجاد کیا تھا لیکن ترک دنیا اور گوشہ نشینی کی رعایت کا جو حق تھا انھوں نے پورا نہیں کیا اور رہبانیت کی پوری پوری رعایت اور نگہداشت نہیں کر سکے اور جیسا نباہنا چاہئے تھا ویسا نباہ نہ سکے پھر جو لوگ ان میں سے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ان کا اجر اور ثواب عطا فرمایا اور اکثر ان راہبوں میں سے نافرمان ہیں ؀ یعنی رسولوں کے بھیجنے کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو مستقل شریعت اور کتاب عطا فرمائی یہ عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں پھر کچھ لوگ تو ان پر ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کیا۔ جیسا کہ عام قاعدہ ہے۔ پھر جو لوگ ایمان لائے تھے ان میں سے بعض نے اپنے دین کے تحفظ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنیکی غرض سے ترک دنیا اور گوشہ نشینی کا طریقہ اختیار کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کا حکم نہیں دیا تھا نہ رہبانیت کو عیسیٰؑ کی قوم پر لازم کیا تھا لیکن کچھ لوگوں نے اس کا اختراع کر لیا اگرچہ اس ترک دنیا کے پورے پورے حق ادا نہیں کر سکے اور گوشہ نشینی اور ترک دنیا کو نباہ نہ سکے۔ جو لوگ انجیل پر ایمان لائے تھے ان میں انجیل کی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ انکے قلوب میں شفقت اور رحمت پیدا کر دی گئی۔ جیسا کہ انجیل کی تعلیم سے ظاہر ہے بہر حال جو لوگ رہبانیت کے پابند تھے اور راہب کہلاتے تھے ان میں سے بعض لوگ نبی آخرالزماں پر ایمان لائے اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کر لیا تو جن راہبوں نے دین حق کو قبول کر لیا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے اجر و ثواب عنایت فرمائے اور بہت سے ان راہبوں میں نافرمان اور فاسق ہوئے یعنی انھوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا آگے پھر ان کو ایمان قبول کرنے کی ترغیب دیتے ہیں (۲۷) اے گزشتہ پیغمبروں پر ایمان لانے والو! (گزشتہ پیغمبروں میں حضرت عیسیٰؑ ابن مریم بھی داخل ہیں) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے اور تم کو ایک ایسا نور عطا فرمائے جس کو تم لئے پھرو اور جس نور کے ساتھ تم چلو پھرو اور تم کو معاف کردے اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنیوالا نہایت مہربان ہے ؀ یعنی جو لوگ سابقہ انبیاء پر ایمان لائے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اس آخری نبیؐ پر ایمان لائیں یعنی اہل کتاب کو چاہئے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دو حصے عطا فرمائیگا جیسا کہ سورۂ قصص میں گزر چکا ہے۔ اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ (باقی ضمیمہ میں)

بقیہ صفحہ ۸۳۶

خوب مزے کے ساتھ رچ کر کھاؤ پیو (۱۹) یہ پرہیزگار لوگ ان تختوں پر جو برابر بچھے ہوئے ہوں گے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کا ان سے نکاح کر دیں گے ؛ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ یہ تخت برابر برابر بچھے ہوئے ہوں گے اور ان سے ہم حورعین کو بیاہ دیں گے۔ آنکھیں بڑی اور رنگت گوری یہ حال تھا عام اہل ایمان کا اب آگے ایک آیت میں مخصوص مومنین کا ذکر فرماتے ہیں (۲۰) ع۲ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان لانے میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان کے پاس پہنچا دیں گے اور ان سے ملا دیں گے اور ان سابقہ اہل ایمان کے اعمال میں سے کوئی عمل کم نہیں کریں گے ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس اور رہن رکھا ہوا ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں نیکوں کی اولاد کو یہ فائدہ ہے کہ اگر ایمان رکھیں اور ان کی راہ پر چلیں تو ان کے درجے میں پہنچیں نیکوں کا عمل ان کو نہیں بانٹ دیتے پر ان کی خوشی پر ان پر مہر کی اور ان کی راہ نہ چلیں تو جیسے اور ۱۲ خلاصہ یہ کہ نیک اور متقیوں کے لئے بشارت ہے کہ ان کی اولاد بھی اگر مومن ہو گی تو اس مومن اولاد کو اپنے خاندان سے ملا دیا جائے گا جیسا کہ ہم سورۂ مومن میں عرض کر چکے ہیں۔ وہاں **ومن صلح من اٰبائهم وازواجهم وذرياتهم** فرمایا۔ صلاحیت یہی ایمان اور عمل صالح کی ہے۔ اگر اولاد باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے والی ہے تو ایسی اولاد کو جنت میں ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا۔ اور اتنی مہربانی مزید کی جائے گی کہ اگر اولاد کے اعمال میں کچھ کوتاہی ہو گی تو بھی ان کے درجے بڑھا کر ان کے آباء تک پہنچا دیا جائے گا۔ یہ نہیں کیا جائے گا کہ آباء کے عمل کم کر کے ان کے درجے نیچے کر دیئے جائیں۔ بہرحال نیک لوگوں کے خاندان اگر اپنے بزرگوں کی طرح مومن اور عمل صالح کے پابند ہوں گے اور ان کے عمل اپنے بزرگوں کے عمل سے کم ہوں گے تب بھی بڑوں کی برکت سے اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کو ان تک پہنچا دے گا تاکہ ان کی آنکھیں اپنی اولاد کو اپنے پاس دیکھ کر ٹھنڈی رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ان الله يرفع ذرية المؤمن فى درجته وان كانوا دونه فى العمل لتقربهم عينه**۔ یعنی اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کے درجے بلند کر دے گا اگرچہ وہ عمل میں کم بھی ہو تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ حضرت حق نے آخر میں منکر اور کافر کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہر نفس اپنے شرک و کفر کی وجہ سے محبوس اور گرو رکھا ہوا ہے دوزخ میں جب تک رہن کی ادائیگی نہ ہو شے مرہونہ کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ مومن اس سے مستثنا ہے۔ جیسا کہ سورۂ مدثر میں ہے **الا اصحاب اليمين**۔ خازن میں اسی طرح ہے۔ بعض مفسرین نے عام رکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہر نفس رہن ہے اور مطالبہ ہے اعمال صالح کا۔ جس بندے نے نیک اعمال کئے اس کا نفس چھوڑ دیا جائے گا اور جس نے نیک عمل نہیں کئے اس کا نفس محبوس ہے یہ ایک تمثیل ہے جو راہن۔ مرہون اور مرتہن کی شکل میں سمجھائی گئی ہے مگر صاحب خازن نے صرف کفار کے لئے یہ تخصیص بیان کی ہے۔ یہ خاص مومنین کا ذکر بیچ میں آ گیا تھا۔ اب پھر اہل جنت کا ذکر فرماتے ہیں بعض حضرات نے اولاد نسبی کے ساتھ اولاد سببی کو بھی شریک کیا ہے۔ یعنی ایک شیخ کے مرید اور ایک عالم کے شاگرد۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے کچھ بعید نہیں اگر نیک مرید اور نیک شاگرد اپنے شیخ اور اپنے استاد سے قریب کر دیئے جائیں۔ **ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء** (۲۱)

بقیہ صفحہ ۸۳۹

راستے سے بھٹک جانے والا عام طور سے کہتے تھے حضرت حق تعالےٰ نے دونوں کی نفی فرمائی کہ نہ یہ گمراہ ہے، نہ راستے سے بہکا ہے۔ **هوى** کا ترجمہ ہم نے مصدر کو قبول کے وزن پر رکھتے ہوئے کیا ہے اور اگر **هوى** کو **دخول** کے وزن پر رکھا جائے تو اس کے معنی طلوع کے ہوں گے۔ بہرحال ہم نے غروب کو اختیار کیا کیونکہ تارے کے غروب کے وقت مسافروں کو راہ اور جہت معلوم کرنے کا زیادہ شوق ہوتا ہے اور وہ اس وقت کا اہتمام بھی زیادہ کرتے ہیں۔ رفیق صحبت اور ساتھی اس لئے فرمایا کہ اس کی تمام زندگی سے تم واقف ہو تمہارے سامنے بڑھا اور پلا ہے۔ اور تم خود بھی اس کی صداقت اور امانت کے معترف ہو (۲) اور نہ وہ اپنی نفسانی خواہشات سے کوئی بات بنا کر کہتے ہیں ؛ یعنی جیسا کہ تم کہتے ہو کہ یہ قرآن اس نے خود بنا لیا ہے یا اس نے کوئی نئی شریعت بنائی ہے۔ بلکہ جہاں تک انسانی ہدایت اور رہنمائی کا تعلق ہے ان کی کوئی بات بھی خود ساختہ اور اپنی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ (۳) ان کا ہر فرمان اور ان کا ہر ارشاد تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے ؛ یعنی انسانی ہدایت کے بارے میں ان کا ہر کلام اللہ تعالےٰ کی وحی ہے جو وحی ان کی جانب بھیجی جاتی ہے وہ وحی متلو یعنی قرآن ہو یا غیر متلو یعنی حدیث ہو۔ غرض شریعت اور دین کے بارے میں وہ کوئی بات اپنی چاؤ اور اپنی خواہش سے نہیں کہتے اور نہیں بولتے (۴) ف۳ اس وحی کو انہیں ایک بڑا طاقت ور فرشتہ تعلیم کرتا ہے ؛ یعنی جو وحی ان کی جانب کی جاتی ہے اس کو ایک بڑا زور آور اور طاقت ور فرشتہ لیکر آتا ہے اور ان کے سامنے پڑھتا اور بیان کرتا ہے۔ اسی کو تعلیم سے تعبیر کیا ہے۔ طاقت ور اس فرشتے کو کہا تاکہ معلوم ہو کہ راستے میں اس کے بدلنے اور گھٹنے بڑھنے کا احتمال بھی نہیں۔ مراد اس فرشتے سے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جن کی بے پناہ طاقت اور زور کا اندازہ کرنا مشکل ہے جن کی ایک آواز سے لوگوں کے پتے پھٹ جائیں اور جو بڑی بڑی بستیوں کو اٹھا کر الٹ دیں۔ تو جو پیام وہ لیکر آئیں ان سے کون چھین سکتا ہے اور کون تبدیل کر سکتا ہے۔ **شديد القوىٰ** کی اضافت صفت مشبہ کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔ یعنی **ملك شديد قواه**۔ یعنی ایک ایسا فرشتہ جس کے قوا بہت قوی اور سخت ہیں۔ (۵) جو خوش منظر صاحب حسن اور زور آور ہے پھر وہ فرشتہ اپنی اصل شکل میں سیدھا کھڑا ہوا (۶) درآں حالیکہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا ؛ **مرة** کے معنی بھی مضبوط کے ہیں **مرة** اس رسی کو کہتے ہیں جو بہت ہی مضبوط بٹی ہوئی ہو۔ استحکام عقل اور مضبوطی رائے اور دین کی متانت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ صاحب حسن اور وجیہ کو بھی کہتے ہیں۔ **فلاں ذو مرة كانه محكم الفتل** حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبِ حسن ترجمہ کیا ہے اس لئے ہم نے خوش منظر کر دیا ہے بہرحال **شديد القوىٰ** کے بعد پھر **ذو مرة** فرمایا۔ تو یا تو حضرت جبرئیل کی روحانی اور جسمانی طاقت کو ظاہر کرنا ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ بڑی قوت والا اور پیدائشی طاقتور اور زور آور ہے۔ بہرحال حضرت جبریل کی کمال طاقت اور کمال زور کا اظہار ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام ہمیشہ آپ کی خدمت میں انسانی شکل و صورت کے ساتھ آیا کرتے تھے جیسا کہ مشہور ہے کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔ اور ان کا قاعدہ بھی یہی ہے کہ ہر پیغمبر کے پاس انسانی صورت میں آتے رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنے کی خواہش کی۔ چنانچہ وہ افق اعلیٰ میں اپنی اصلی صورت میں حضور کو نظر آئے۔ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب آپ غار حرا میں خلوت کی زندگی بسر فرمایا کرتے تھے اور کئی کئی دن بعد گھر آیا کرتے تھے۔ اور عام طریقے سے جو خواب آپ شب میں دیکھتے تھے وہ دوسرے دن صبح کی روشنی کے مانند ظاہر ہو جاتا تھا اور دوسرے ہی دن وہ واقعہ اسی طرح ظہور پذیر ہو جاتا تھا یہ ان ہی دنوں کی بات ہے وحی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا چنانچہ جبریل آسمان کے کنارے کی بلندی میں نظر آئے ان کے چھ سو پر تھے جن کی لمبائی چوڑائی سے مشرق سے لیکر مغرب تک کی تمام فضا پُر نظر آئی حضور یہ شکل و صورت دیکھ کر گھبرا گئے اور آپ پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ اسی وقت حضرت جبریل نے انسانی شکل اختیار کی اور آپ کے قریب آ کر آپ کو اٹھایا۔ چنانچہ اسی کو آگے بیان فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ بیان فرماتے ہیں حضرت کو اول نبوت میں حضرت جبریل نظر آئے اصل صورت پر ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے آسمان ان سے بھر رہا کنارے سے کنارے تک یہ دیکھ کر گھبرا گئے تو سورت مدثر اتری۔ **شديد القوىٰ ذو مرة** کی صفتیں سورۂ کورت میں حضرت جبریل کی کہی ہیں ۱۲ (۷) پھر وہ فرشتہ نزدیک ہوا اور اتر آیا (۸) یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم (۹) پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ بھی نازل فرمائی ؛ جیسا کہ اوپر فرمایا تھا حضرت جبریل اپنی اصلی شکل میں نظر آئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشانی اور بیہوشی ہوئی تو وہ انسانی شکل کے ساتھ متشکل ہو کر حضور کے قریب آئے اور جھک کر آپ کو اٹھایا جس کو قرآن نے **فتدلى** فرمایا۔ قرب کو محاورے کے طور پر فرمایا دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ۔ عرب کا قاعدہ تھا کہ جب دو شخص باہمی یگانگت اور اتحاد کا عہد کرتے تھے تو دو کمانوں کو باہم ملا کر دونوں آدمی مل کر ایک تیر پھینکتے تھے اور اس کو دوستی اور استحکام کا عہد کہا کرتے تھے سو اسی اتحاد اور یگانگت کی طرف شاید اشارہ ہو۔ بہرحال جب حضرت جبریل نے آپ کو اٹھایا اور پیشانی سے خاک کو صاف کیا تو اس وقت حضرت جبریل کی وساطت سے اللہ تعالےٰ نے اپنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی۔ وہ وحی مخفی ہے اس وحی میں شاید آپ کی امت کے لئے کوئی بشارت تھی بعض لوگوں نے کہا اس وحی کا مضمون یہ تھا کہ جنت میں اس وقت تک کوئی نبی داخل نہ ہو گا جب تک آپ جنت میں داخل نہ ہو جائیں اور تمام انبیاء کی امم پر دخول جنت اس وقت تک حرام کر دیا گیا ہے جب تک آپ کی امت جنت میں نہ داخل ہو جائے۔ بعض نے کچھ اور فرمایا ہے بہرحال

کوئی حقیقی بات اس وحی کے متعلق نہیں کہی جا سکتی۔ آگے اپنے پیغمبر کی تصدیق فرماتے ہیں۔ (۱۰) جو کچھ پیغمبر کی آنکھ نے معائنہ کیا اس کے سمجھنے میں دل نے غلطی نہیں کی اور جھوٹ نہیں کہا۔ (۱۱) پس تم کیا پیغمبر کی دیکھی ہوئی چیز میں اس سے جھگڑتے ہو ؛ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ کا جس طرح مشاہدہ اور معائنہ کیا دل نے اور دماغ نے اسی طرح سمجھا۔ دل نے جھوٹ نہیں کہا اور دماغ نے اس کے سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ تو اب ایسی بات جس کو ان کی آنکھوں نے دیکھا اور دل و دماغ نے سمجھا تم اس چیز میں اے منکرو اس پیغمبر سے جھگڑا کرتے ہو۔ ایسا جھگڑا کٹ حجتی اور حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ تمہاری گفتگو اور مجادلہ محض بیکار اور تمہاری ایک عامیانہ حرکت ہے (۱۲) اور بلاشبہ پیغمبر نے اس فرشتے کو ایک اور مرتبہ بھی اس کی حقیقی شکل میں دیکھا ہے (۱۳)

بقیہ صفحہ ۸۴۰

اور تم کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اس کی توحید کا حال معلوم ہو گیا اب بتاؤ کہ تم نے ان بتوں کے حال پر بھی غور کیا جن کے نام تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے ایک اور کا نام منات رکھ چھوڑا ہے۔ ان میں کیا قدرت ہے اور ان کی کیا حقیقت ہے اور کیا یہ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی جائے۔ لات، عزیٰ اور منات قریش کے مشہور بت ہیں۔ لات کی ثقیف کے لوگ پوجا کیا کرتے تھے۔ عزیٰ کو غطفان پوجتے تھے۔ منات ایک پہاڑ کا ٹکڑا تھا جس کو خزاعہ پوجتے تھے۔ حضرت حق تعالیٰ نے منات کے ساتھ اخریٰ فرما کر اس کی بے قدری اور اس کے گھٹیا ہونے پر اشارہ فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ نام ہیں بتوں کے کافر کہتے تھے یہ بیٹیاں ہیں اللہ کی ان کی ماں جنوں کی بیٹیاں ۱۲ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے خیال میں فرشتوں کے یہ فرضی نام رکھ لئے ہوں۔ کیونکہ عام طور سے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اسی بات کا آگے رد فرماتے ہیں۔ (۲۰) کیا تمہارے لئے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں (۲۱) اگر ایسا ہے تو پھر اس حالت میں تو یہ بہت ہی بھونڈی اور غیر منصفانہ تقسیم ہوئی ؛ مطلب یہ ہے کہ جن بیٹیوں کو تم ناپسند کرتے ہو وہ ناپسندیدہ چیز تم خدا کی طرف منسوب کرتے ہو اور اپنے لئے بیٹے تجویز کرتے ہو۔ اس قسم کی تقسیم تو بہت ہی غیر منصفانہ ہے (۲۲) یہ مذکورہ اصنام کچھ نہیں مگر چند نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ثبوت پر کوئی دلیل اور حجت نہیں نازل فرمائی یہ لوگ محض بے بنیاد خیالات اور وہم فاسد اور اٹکل کی اور اپنی نفسانی خواہش اور جیوں کے چاؤ کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ ان کے پروردگار کی جانب سے ان کے پاس صحیح ہدایت اور رہنمائی پہنچ چکی ہے ؛ یعنی باوجود اس کے کہ ان کے پاس قرآنی تعلیم اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ذات مقدس جو ہدایت ہی ہدایت ہے۔ یہ تمام سامان ہدایت پہنچ چکا ہے مگر باوجود اس کے ان کی حالت یہ ہے کہ چند من گھڑت نام جو انہوں نے اور ان کے بڑوں نے دیوی اور دیوتاؤں کے وضع کر رکھے ہیں جن کے لئے آسمان سے کوئی دلیل نہیں اتری اور اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت نہیں نازل فرمائی ان کے مفروضہ بتوں کی پرستش کئے جاتے ہیں یہ پیروی نہیں کرتے مگر محض اٹکل اور تخمینے اور گمان فاسد کی اور اپنے نفوس اور جیوں کی خواہش کی صرف پیروی کرتے ہیں اور جو سامان ہدایت ان کو پہنچا ہے اس پر غور نہیں کرتے (۲۳) بھلا کہیں انسان کا ہر چاہا پورا ہوتا ہے اور کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے اور کہیں آدمی کو ملتا ہے جو کچھ چاہے (۲۴) سو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے وہ عالم بھی اور یہ عالم بھی ؛ یعنی انسان کی ہر آرزو پوری نہیں ہوا کرتی خواہ ان منکروں کی یہ آرزو ہو کہ یہ بت ان کی سفارش کریں گے۔ یا یہ آرزو ہو کہ اسلام دنیا میں نہ پھیلے اور مسلمان ختم ہو جائیں۔ یا یہ آرزو ہو کہ نبوت اس پیغمبر سے چھن کر عرب کے کسی اور بڑے آدمی کو مل جائے۔ بہر حال یہ بات نہیں ہے کہ انسان کی ہر تمنا پوری ہو جائے بلکہ وہ جہاں اور یہ جہاں یعنی عالم آخرت اور عالم دنیا سب میں اللہ تعالیٰ ہی کی فرماں روائی ہے اور دونوں عالم اسی کے اختیار میں ہیں وہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ فللّٰہ الاٰخرۃ والاولیٰ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بت پوجنے سے کیا ملتا ہے ملتا ہے وہی جو اللہ دے پچھلے اور پہلے یعنی آخرت اور دنیا کی پادشاہی ۱۲ اسے ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بما لا تشتہی السفن۔ (۲۵) ف اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے موجود ہیں کہ ان کی سفارش اور شفاعت ذرا بھی نفع نہیں دے سکتی اور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی مگر ہاں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے شفاعت کرنے کا حکم اور اجازت دیدے اور اس کے لئے سفارش کو پسند کرے ؛ یعنی اول تو فرشتے بلا اجازت کسی کی سفارش ہی نہیں کر سکتے اور اگر سب فرشتے مل کر بھی کسی کی شفاعت کریں تو نافع نہیں۔۔۔ ہاں صرف اس صورت میں نافع ہو سکتی ہے کہ اللہ جس کے لئے چاہے اذن دیدے اور اس کو پسند کرے۔ یعنی اس کے حق میں سفارش کرنا اس کو پسندیدہ ہو۔ یہ نہیں کہ جیسے دنیا میں بعض موقعہ پر محض دباؤ سے یا لالچ سے کوئی کسی کی سفارش کرتا ہے یا کسی سے سفارش کرا لیتا ہے (۲۶) ف بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو لڑکیوں کے نام سے نامزد کرتے ہیں اور فرشتوں کے زنانے اور عورتوں کے سے نام رکھتے ہیں۔ (۲۷)

بقیہ صفحہ ۸۴۱

چونکہ مفسرین کے کئی قول ہیں اس لئے ہم نے ان کی جانب اشارہ کر دیا ہے۔ اور استثنا منقطع لیا جائے تو مطلب صاف ہے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ الذین احسنوا کا جو وصف الذین یجتنبون میں بیان کیا گیا ہے اس میں کبیرہ کے مرتکب کو حسنیٰ یا کوئی صلہ ہی نہیں ملے گا آیت کا یہ مطلب نہیں بلکہ نیک کاموں کا بدلہ ضرور دیا جائے گا اور حسنیٰ ان کو ضرور ملے گی یہ دوسری بات ہے کہ کچھ تاخیر سے ملے۔ یہ نہیں کہ کسی گناہ کی وجہ سے نیکیوں کا اجر ہی ختم کر دیا جائے۔ بہر حال اب مطلب بالکل واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جو مالک الملک ہے اس کے لئے ہر نیک و بد کو جزا اور مکافات اور اجر و ثواب عطا کرنا کچھ مشکل نہیں۔ وہ بدوں کو بدی کی مکافات دے گا اور نیکوں کو صلہ یعنی حسنیٰ دے گا۔ حسنیٰ کے مستحق اولین وہ محسن ہوں گے جو کبائر سے اجتناب کرتے ہیں مگر ہاں کوئی معمولی گناہ اور آلودگی کبھی ہو جائے تو وہ درگذر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کا پروردگار بڑا واسع المغفرت اور بڑی بخشش کرنے والا ہے وہ معمولی لغزشوں کو درگذر کرتا ہے اور کبائر سے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ آگے ایک اور اخلاقی اور بلند بات بتائی کہ محسنین اور نکوکاروں کو اپنی نیکی پر فخر و عجب اور تکبر نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ بعض دفعہ نیکیوں میں کوئی ایسی کوتاہی رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں یا کوئی پوشیدہ برائی اس نیکی میں شامل ہو جاتی ہے جس سے وہ نیکی نیکی نہیں رہتی۔ اس لئے اس معاملے کو اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرنا چاہئے کہ کون نیک ہے اور کون متقی ہے اور کس کی نیکیاں مقبول ہیں۔ کیونکہ وہ تم کو اس وقت بھی جانتا تھا جب تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا تھا اور ابتدا میں ان کو مٹی سے بنایا تھا پھر جب توالد تناسل کا سلسلہ شروع ہوا تو جب تم ماں کے پیٹ میں تھے اس وقت بھی تم کو جانتا تھا اور تمہارے احوال اور تمہاری حالت سے واقف تھا لہٰذا اس واقف کار کو اپنے محسن اور نیک ہونے کا معاملہ سپرد کر دو اور اپنی خوبیاں اور اپنی پاکیزگی خود اپنی زبان سے بیان نہ کیا کرو اور اپنے کو پاکباز اور متقی نہ سمجھ بیٹھو۔ جو متقی اور پرہیزگار ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خودستائی اور اپنی پاکبازی بیان نہ کیا کرو۔ حقیقت حال از ابتدا تا انتہا اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار اور تقوے کا اہل ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب فرمایا ہے علم اللہ من کل نفس ما ھی صانعۃ والی ما ھی صائرۃ فلا تزکوا انفسکم ولا تطہروھا من الآثام وتمدحوھا بحسن الاعمال۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر شخص کو جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والا ہے اور اس کا کیا ہونے والا ہے۔ تم اپنے کو پاکباز نہ سمجھ بیٹھو اور اپنے کو گناہوں سے پاک نہ ظاہر کرو اور نہ اپنے اعمال کی بھلائی پر اپنی تعریف کرو۔ نیک بندوں کا ذکر فرمانے کے بعد اب بعض کافروں کا ذکر فرماتے ہیں (۳۲) ف بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے دین حق سے روگردانی کی (۳۳) اور تھوڑا سا دیا اور بند کر دیا اور سخت دل ہو گیا ؛ کہتے ہیں ولید بن مغیرہ دین حق کی جانب کچھ مائل ہو چلا تھا مشرکوں نے اس کو سمجھایا کہ تو یہ کیا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ خدا کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ اس پر ایک متعصب مشرک نے کہا کہ اگر عذاب کی نوبت آئی تو میں ضامن ہوتا ہوں کہ تیرا عذاب میں اوڑھ لوں گا بشرطیکہ تو اپنے مال میں سے اتنا اتنا مال مجھے دیدے۔ ولید نے ان کی بات مان لی۔ اسلام سے بھی ہٹ گیا اور اس مشرک کو جس کا نام عاتیہ تھا مال بھی پورا نہ دیا اور بند کر دیا۔ اس کو فرمایا کہ آپ نے اس شخص کی حالت کو بھی ملاحظہ فرمایا جس نے پیٹھ پھیری اور اسلام سے روگردانی کی یعنی اسلام سے ہٹ گیا اور جو تھوڑا سا مائل ہوا تھا اس سے لوگوں کے کہنے سننے میں آکر ہٹ گیا۔ اور پھر جو ضامن بنا تھا یعنی عاتیہ اس کو مال بھی نہ دیا۔ مال دینا بند کر دیا۔ یا سخت دل ہو گیا۔ دونوں ہی معنی کئے گئے ہیں۔ اکدیٰ حافر البیر کے محاورے سے لیا گیا ہے۔ یعنی کنوآں کھودنے والے نے کنوآں کھودنا بند کر دیا زمین کی سختی کی وجہ سے بہر حال جو وعدہ کیا تھا اسکے موافق مال ادا نہیں کیا اور سخت دل ہو گیا اور بخیل ہو گیا تھوڑا سا دیا اور بند کر دیا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تھوڑا سا ایمان لانے لگا پھر سخت ہو گیا اس کا دل (۳۴)

بقیہ صفحہ ۸۴۲

اس لئے فرمایا کہ قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا

آگے معجزات کی تکذیب اور قیامت کے انکار پر زجر و توبیخ فرمائی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حج کے دنوں میں آدھی رات کو کافر جمع تھے حضرت ان کو سمجھاتے تھے انہوں نے مانگی کچھ نشانی حضرت نے فرمایا دیکھو آسمان کی طرف چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک ان میں سے مشرق کو آیا ایک مغرب کو جب تک خوب طرح دیکھ لیا۔ پھر آپس میں مل گیا یہ نشانی ہے قیامت کی آگے سب کچھ یوں ہی پھٹے گا ۱۲ معجزہ شق القمر مشہور ہے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ اس باب میں بہت کافی اور بس ہے (۱) اور اگر یہ کفار کوئی معجزہ اور نشانی دیکھتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ یہ ایک چلتا ہوا جادو ہے ؛ مستمر کے کئی معنی کئے گئے ہیں۔ قوی۔ دائم مستحکم زائل ہو جانے والا۔ باقی نہ رہنے والا۔ (۲) اور انہوں نے تکذیب کی اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور اپنی نفسانی خواہشات پر چلے اور ہر کام کی ایک حد ہے جہاں وہ ٹھہرنے والا ہے ؛ یعنی دین حق اور پیغمبر اسلام کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور باطل اور شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور یہ جو فرمایا **وکل امر مستقر**۔ یہ ایک ایسا جملہ ہے جیسے ہم بولا کرتے ہیں کہ ہر کام کا ایک وقت ہوا کرتا ہے۔ یعنی کب تک کوئی یہ کام کرتا رہے گا آخر ہر کام کی ایک حد اور اس کا ٹھہراؤ ہے یہاں شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور تکذیب کی انتہا کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کب تک حق کی مخالفت کرتے رہیں گے آخر کسی دن تو اس کی انتہا ہو گی۔ یا شاید دین حق کی مقبولیت کی طرف اشارہ ہو کہ ایک دن تو یہ دین مقبول عام و خاص ہو گا اور لوگ سمجھتے سمجھتے حق و باطل میں امتیاز کرنے لگیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ قیامت کی جانب اشارہ ہو کہ ان کا انکار کب تک چلے گا آخر تو ایک دن ان کو ماننا ہی پڑے گا کہ قیامت حق ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر امر خیر و شر کا ایک مستقر ہے یعنی دوزخ میں یا جنت میں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ان کا عذاب بھی ایک وقت آئے گا ۱۲ (۳) اور بلاشبہ سابقہ واقعات میں سے ان کے پاس اس قدر خبریں پہنچ چکی ہیں کہ ان میں ان کے لئے کافی نصیحت اور عبرت اور ڈانٹ ہو سکتی ہے ؛ قاعدہ ہے کہ افتعال کی تا کو دال مشدد یا ذال سے یا تا سے بدل لیا کرتے ہیں۔ ازدجار۔ کسی کو جھڑک کر کسی بات سے روکنا اور منع کرنا مطلب یہ ہے کہ امم سابقہ کی تعذیب کے جو واقعات ان تک آئے ہیں اور جو خبریں ان تک پہنچی ہیں ان خبروں میں کافی جھڑکی اور منع ہے۔ یہاں بھی کہا کرتے ہیں خبردار ایسا نہ کرنا۔ کبھی جھڑک کر کہتے ہیں کبھی تیز آواز سے منع کرتے ہیں۔ اسی کو فرمایا کہ وہ واقعات خود اس قسم کی جھڑکی اور روک ہیں یا ان میں سے اس قدر جھڑکی اور ڈانٹ ہے کہ ایک سمجھدار آدمی کو انہیں سن کر گناہوں سے بچ جانا چاہئے۔ (۴) اعلیٰ درجے کی حکمت اور انتہائی دانائی اور پوری عقل کی بات موجود ہے مگر ان کو ڈرانے والی باتیں اور خوف دلانے والی چیزیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں ؛ حکمۃ بالغۃ۔ یا تو مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یا ما فیہ میں جو ما ہے اس سے بدل ہے اور ہو سکتا ہے کہ مزدجر سے بدل ہو مطلب یہ ہے کہ وہ خبریں اور وہ واقعات پوری دانائی اور حکمت ہیں۔ یا ان واقعات میں انتہائی حکمت و دانائی ہے۔ یا یہ واقعات جس قرآن میں مذکور ہیں وہ قرآن حکمت بالغہ ہے یا وہ جھڑکی اور ڈانٹ انتہائی حکمت و دانائی ہے مگر ان کو ڈرانے والی

باتوں سے کچھ نفع نہیں ہوتا اور ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا خواہ وہ ڈرانے والے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں یا امم سابقہ کی ہلاکت اور تباہی کے واقعات ہوں۔ (۵) سو اے پیغمبر آپ ان کو منہ نہ لگایئے اور ان سے بے رخی کا برتاؤ کیجئے جس دن ایک بلانے والا فرشتہ ایک ناخوش اور ان دیکھی چیز کی طرف ان کو بلائے گا۔ (۶)

بقیہ صفحہ ۸۴۷

نہریں بہ رہی ہوں گی۔ (۵۴) انہیں ایک عمدہ اور پسندیدہ مقام میں ایسے بادشاہ کا تقرب حاصل ہو گا جو بڑا صاحب قدرت ہے اور جس کا سب پر قبضہ ہے ؛ یعنی یہ لوگ ایک سچی بیٹھک میں بیٹھے ہوں گے جس کو مقام صدق کہتے ہیں۔ وہاں بادشاہ مقتدر کا قرب حاصل ہو گا۔ جس کو مقام عندیت بھی کہتے ہیں۔ اس لئے فرمایا **عند ملیك مقتدر**۔ یعنی عمدہ مقام میں بادشاہ مقتدر کے پاس سبحان اللہ اس مقام کی بلندی اور برتری کا کیا کہنا ہے۔ کچھ سورۂ یونس میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یہ مقام قربت اور مقام تقرب وحدت ہے۔ **اللھم انك ملیك مقتدر فارزقنی مقاما یکون عندك بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم** (۵۵) تم تفسیر سورۃ القمر۔

سورۃ الرحمٰن۔ سورۃ الرحمان مکی ہے یہ اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ۰ رحمان ہی نے (۱) قرآن سکھایا (۲) اسی نے انسان کو بنایا اور پیدا کیا (۳) ف اسی نے انسان کو بولنا اور کلام کرنا سکھایا جس طرح اوپر کی سورت میں مختلف قوموں کو عذاب کرنے کا ذکر تھا اسی طرح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اگرچہ قوموں کی ہلاکت اور عذاب کا ذکر بھی ہدایت کا سبب ہونے کی وجہ سے نعمت ہی ہے۔ اس سورت میں بھی انعامات و احسانات کے ساتھ بعض جگہ جہنم کا ذکر فرمایا وہ ذکر بھی بعض اعتبار سے نعمت ہی ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت قرآن اور اس کی تعلیم ہے اس لئے اس کو مقدم فرمایا اور چونکہ اہل مکہ عام طور سے رحمان کے نام پر الجھتے تھے اور کہا کرتے تھے رحمان کون ہے ہم رحمان کو نہیں جانتے اس لئے سورت کو حضرت حق تعالیٰ نے نام رحمان سے شروع کیا چنانچہ فرمایا کہ قرآن کی تعلیم رحمان ہی نے دی ہے۔ اور رحمان ہی نے قرآن سکھایا ہے۔ انسان کو اسی نے پیدا کیا اسی نے بات کرنا سکھایا۔ بعض نے بیان کے ترجمے میں بات کرنا اور سمجھنا بھی شامل کیا ہے۔ انسان یا تو عام ہے یا حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں اور بیان سے مراد تمام چیزوں کے وہ نام ہیں جو آدم علیہ السلام کو تعلیم کئے گئے تھے۔ اور ہو سکتا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بیان سے مراد وہ واقعات ہیں جو حضور کو اللہ تعالیٰ نے بتائے خواہ وہ آئندہ کے ہوں یا گذشتہ کے۔ آگے اور احسانات کا ذکر فرمایا۔ (۴) سورج اور چاند مقررہ حساب کے ساتھ چلتے ہیں۔ سورج اور چاند کا ایک حساب ہے ؛ یعنی مقررہ حساب سے اپنے برجوں اور اور اپنی منازل میں چلتے ہیں اور ان کے ساتھ بیشمار منافع مخلوق کے وابستہ ہیں۔ (۵)

بقیہ صفحہ ۸۵۶

آگے سورۂ یاسین میں اس کا ذکر ہو چکا ۱۲ اور فرماتے ہیں یا دیہ کہ اس آگ سے دوزخ کی آگ یاد آوے اور جنگل والوں کو آگ سے بہت کام ہیں اور کام سبھی کا چلتا ہے اس سے ۱۲ خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ نے جو امور ان آیتوں میں فرمائے اور جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے وہ توحید کے لئے بھی سبب ہیں اور قدرۃ علی البعث کے لئے بھی موجبہ ہیں لہٰذا ان دونوں باتوں پر ایمان لانا چاہئے۔ (۴۷) پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے غروب ہونے اور چھپنے کی (۵۷) اور اگر تم سمجھو تو یہ قسم بہت بڑی قسم ہے ؛ حضرت حق جل مجدہٗ کی قسم واقعی بہت عظیم اور بڑی عظمت والی ہے تاروں کا ڈوبنا یعنی رات کا پچھلا حصہ جو تاروں کے غروب ہونے کا وقت اور تہجد گذاروں کی نماز کا وقت ہے۔ اور رحمت الٰہی اور رضائے الٰہی کے نزول کا وقت ہے چونکہ اوپر قیامت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے عقلی دلائل مذکور تھے۔ اب نقلی دلائل کے سلسلے میں قرآن کا ذکر فرماتے ہیں کہ قرآن جیسی باعظمت اور مکرم کتاب بھی ان امور کا وقوع یقینی بتاتی ہے اور چونکہ یہ ایک مکرم اور آسمانی کتاب ہے اس لئے جو چیز دلائل عقلیہ سے ثابت تھی وہ نقلی دلائل سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا تم کو بھی توحید اور بعث بعد الموت پر ایمان لانا چاہئے۔ بعض لوگوں نے کہا تاروں کے ٹوٹنے کی قسم ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن کے اترنے اور پیغمبر کے قلب پر نازل ہونے کی قسم ہے۔ بہرحال آگے قسم کا جواب ہے اور جس چیز پر قسم کھائی ہے آگے وہ مذکور ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک معنی یہ ہے کہ آیتیں اترنے کی پیغمبر کے دل میں ۱۲ خلاصہ یہ کہ نجوم سے مراد قرآن کی آیتیں ہیں جو پیغمبر کے دل میں اترتی ہیں۔ (۷۶) قسم اس بات پر کھاتا ہوں کہ یہ کتاب جو اس نبی پر نازل ہوئی ایک گرامی قدر قرآن ہے۔ (۷۷) کتاب مکنون یعنی لوح محفوظ میں درج اور لکھا ہوا ہے۔ (۷۸) اس لوح محفوظ کو سوائے مقدس اور پاکیزہ فرشتوں کے کوئی چھو نہیں سکتا اور ہاتھ نہیں لگا سکتا (۷۹) یہ قرآن تمام عالموں کے پروردگار کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور بھیجا گیا ہے ؛ قرآن کو کریم فرمایا اس لئے کہ اس میں دونوں عالم کی زندگی اور مکرم ہونے کا سامان موجود ہے یعنی اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ مکرم ہو جاتا ہے اور اس میں خیر کثیر ہے اس لئے اس کو قرآن کریم فرمایا۔ کتاب مکنون چھپی کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ جس کو سوائے فرشتوں کے اور کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا یعنی پاکیزہ ؛ ایا فرشتوں کو۔ وہ روحانی مخلوق ہر قسم کی مادی آلائشوں سے پاک اور منزہ ہے۔ پروردگار عالموں کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ چونکہ یہ کتاب جملہ تمام عالم کے لئے نازل ہوئی ہے اسی لئے فرمایا کہ جملہ تمام عالم کے مالک کی نازل کردہ ہے بعض حضرات نے کا یمسہ سے قرآن مراد لیا ہے اور نفی سے نہی مراد لی ہے۔ یعنی اس قرآن کو حدث اور جنابت سے پاک لوگ ہاتھ لگائیں یعنی اگر وضو نہ ہو تو وضو کر کے اور اگر کوئی ناپاک ہو تو غسل کر کے ہاتھ لگائے۔ یہ مسائل کتب فقہ میں دیکھے جائیں (۸۰) ف تو کیا تم اس کلام کے بارے میں مداہنت اور کاہلی برتتے ہو ؛ مداہنت کے معنی ہیں کسی کام میں نرمی برتنا اور سستی اور کاہلی سے بے پروائی برتنا اردو میں یہ لفظ بولا جاتا ہے

دحق اور سچی بات نہیں کہتے مداہنت برتتے ہو کسی امر میں   سابقہ گناہ معاف ہوجایا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا
ڈھیلی بات کہنی۔ کلا یتصلب بہ تھاونا بہ مطلب یہ کہ   اور معاف کرنیوالا مہربانی کرنیوالا ہے (۲۸) اہل کتاب کے ساتھ
قرآن کے بارے میں مداہنت کرتے ہو اور اس کو قبول کرنے میں   اس حسن سلوک کا ذکر اس لئے کیا گیا تاکہ غیر مسلم اہل کتاب کو یہ بات
تھاون اور سستی ظاہر کرتے ہو اور اس کو ایک سرسری اور معمولی   معلوم ہوجائے اور وہ اس امر سے واقف ہوجائیں کہ اللہ تعالیٰ
بات سمجھتے ہو (۸۱) اور کیا تم نے اپنا یہ وظیفہ مقرر کرلیا ہے کہ   کے فضل میں سے ان کو کسی حصے پر بھی قدرت نہیں ہے اور وہ
ہر نعمت کی تکذیب کرتے رہو۔ یعنی تم نے تکذیب کو اپنی غذا   خدا تعالیٰ کے فضل میں سے کسی چیز پر بھی قدرت نہیں رکھتے اور یہ کہ
بنالیا ہے۔ کہ جس طرح کھانا ضروری ہے اسی طرح کلام کی   ہر قسم کا فضل اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے اور تمام انواع فضل
تکذیب کرنا ضروری ہے۔ یہ ایک محاورہ اردو میں بولا کرتے   اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے
- - - ہیں فلاں شخص نے تو میری مخالفت کو روٹی رزق   اور بڑا صاحب فضل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اجر و ثواب اس
بنالیا ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ قرآن اور قیامت اور پیغمبر   لئے فرمایا کہ جو اہل کتاب ایمان نہیں لائے ان کو معلوم ہوجائے
کی تکذیب کو غذا اور رزق بنا رکھا ہے۔ مطلب کا خلاصہ یہ ہے   کہ ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کا اللہ تعالیٰ کے فضل میں
کہ اس قرآن کو سرسری سمجھتے ہو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ہر نعمت   کوئی حصہ نہیں اور نہ ان کو فضل خداوندی کی کسی چیز پر دسترس
کی تکذیب کو اپنا شیوہ اور روٹی رزق بنالیا ہے۔ بجائے اس   ہے اور یہ بات بالکل منکشف ہوجائے کہ ہر قسم کا فضل اللہ
کے کہ نعمت کا شکر بجا لاؤ تکذیب کرتے ہو اور اسی وجہ سے   تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا
توحید اور وقوع قیامت کا انکار کرتے ہو اور جھٹلاتے ہو آگے   مالک ہے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل فرماتا ہے اور چونکہ
تنبیہ ہے (۸۲) پس جب کسی کی روح گلے تک پہنچ جاتی ہے   اس کی مشیت اس فضل کے ساتھ مسلمانوں سے متعلق ہوئی
(۸۳) اور تم اس وقت مرنے والے کو دیکھا کرتے ہو۔ (۸۴)   اس لئے ان کو مل گیا۔ اہل کتاب کو یایھا الذین امنوا
فرمایا حالانکہ عام طور سے یہ خطاب مسلمانوں کو کیا جاتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۸۶۴

یہاں شاید اس لئے کہا ہو کہ نبی آخر الزماں پر ایمان لانے کے
ایک اپنے زمانے کے نبی پر ایمان لانے کا ثواب اور   بعد ان کا پہلا ایمان بھی مقبول ہوجائے گا اور دوسری جگہ جو
دوسرا ثواب نبی آخر الزماں پر ایمان لانے کا اور ان کو ایک   لئلا یعلم اھل الکتاب فرمایا اس جگہ وہ اہل کتاب
نور عنایت فرمائے گا جس کی روشنی میں چلیں گے یعنی ایمان   مراد ہیں جو مسلمان نہیں ہوئے ان کو اس لئے اہل کتاب ہی فرمایا
ان کا رفیق اور ہمراہی ہوگا جو صراط تک رفیق رہے گا اور تمہارے   فضل کی تقسیم کے وقت ان کو اپنی محرومی اور اہل ایمان کی سعادت
گناہ بخش دے گا اور معاف کردے گا کیونکہ ایمان لانے سے   کا حال معلوم ہوگا۔ (۲۹) تمّ تفسیر سورۃ الحدید۔

سورہ مجادلہ مدنی ہے اور یہ بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں ÷ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵ اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس عورت کی بات سُن لی جو اے نبی آپؐ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں شکوہ و شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سننے والا دیکھنے والا ہے ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اسلام سے پہلے مرد اگر عورت کو کہتا کہ تو میری ماں ہے تو ساری عمر وہ اس پر حرام گنتے حضرت کے وقت میں ایک مسلمان کہہ بیٹھا اپنی عورت کو پھر دونوں پچھتائے عورت آئی حضرت کے پاس حضرت نے فرمایا اب کیوں کر تم مل سکتے ہو وہ شکوہ کرنے لگی کہ گھر ویران ہوتا ہے اولاد پریشان ہوتی ہے اس میں یہ حکم اترا فرمایا کہ جن نے جنا نہیں وہ ماں کیونکر ہو مگر اپنی گستاخی کا بدلا کفارہ دے تو اس عورت کے پاس جاوے نہیں تو نہ جاوے پر عورت اسی کی رہی اس ماں بہن کہنے کو ظہار کہتے ہیں ۱۲ ظہار ایک قسم تھی طلاق موبد کی زمانہ جاہلیت میں۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے انت علی کظھر امی کہدے تو وہ اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جایا کرتی تھی یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو یہ کہنا دائمی طلاق کے حکم میں ہوتا تھا۔ اسلام کے بعد اوس بن صامت کو ایک دن یہ واقعہ پیش آگیا۔ انھوں نے اپنی زوجہ جن کا نام خولہ تھا اور ثعلبہ کی بیٹی تھیں اُن سے غصہ میں کہدیا انت علی کظھر امی۔ اس کے بعد ان کو اپنے کہنے پر افسوس ہوا۔ خولہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آکر اپنے بچوں کا تذکرہ کرنے لگیں اور کہنے لگیں میرے خاوند نے طلاق کا تو ذکر نہیں کیا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معذرت فرمائی اور فرمایا تو اس پر حرام ہو گئی۔ عورت چونکہ بار بار اپنی مصیبت کو دوہراتی تھی اس لئے فرمایا تجادلك فی زوجھا۔ حضورؐ بار بار معذرت فرماتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتی تھی یعنی یوں کہتی تھی اللھم اشکو الیک فانزل علی لسان نبیک فرجی یعنی اے اللہ تجھ سے فریاد کرتی ہوں کہ اپنے نبی کی زبان پر ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت دور ہو جائے۔ یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کا سر دھلا رہی تھیں یہ عورت اس قدر چپکے چپکے اپنا معاملہ پیش کر رہی تھی کہ بیوی عائشہ صدیقہؓ بھی باوجود قریب ہونے کے پوری طرح نہ سمجھ سکیں اسی وقت حضور پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے تو بیوی عائشہؓ نے خولہ کو اشارہ کیا کہ تو خاموش ہو جا جب وحی کے آثار منکشف ہوئے تو آپ نے سورۂ مجادلہ کی یہ آیتیں تلاوت فرمائیں آگے ظہار کا کفارہ مذکور ہے اور سابقہ خیالات کی غلطی کا اظہار ہے (۱) جو لوگ تم سے اپنی بیویوں کے ساتھ ظہار کرتے ہیں یعنی بیویوں کو ماں کے ساتھ تشبیہ دے بیٹھتے ہیں تو وہ بیویاں درحقیقت ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے مگر ہاں یہ ظہار کرنے والے اور بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے والے ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ÷ یعنی بیوی کو ماں سے یا اس کے کسی عضو خاص سے مثلاً پیٹ یا پیٹھ وغیرہ سے تشبیہ دینے کے کوئی معنی نہیں اور نہ ایسا کہنے سے وہ اس شخص کی ماں بن جاتی ہے بلکہ حقیقی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے پیٹ میں رکھا اور ان کو جنا یہ ایک غلط بات ہے اور منکر بھی ہے یعنی حق بات سے انحراف اور ایسی نامعقول اور جھوٹ بات کوئی کہدے تو اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے یہاں فرمایا ہے

سُورَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ مجادلہ مدنی ہے اور یہ بائیس آیتیں اور اس میں تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سُن لی جو اے نبی آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی

وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں شکایت و فریاد کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو کو سُن رہا تھا بیشک اللہ

سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ

سب سننے والا دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں کے ساتھ ظہار یعنی بیویوں کو ماں کیساتھ تشبیہ

نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۖ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِيْ

دے بیٹھیں تو وہ بیویاں حقیقتاً اُن کی مائیں نہیں ہو جاتیں اُن کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنھوں نے انکو

وَلَدْنَهُمْ ۖ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ

جنا ہے مگر ہاں یہ ظہار کرنے والے ایک نا معقول اور

زُوْرًا ۖ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ

جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں

مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

سے ظہار کریں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا چاہیں تو اُن کے ذمہ اس سے پہلے کہ وہ آپس

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۖ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۖ وَاللّٰهُ

میں میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہے اس کفارے کے حکم سے تم کو نصیحت کیجاتی ہے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

اور اللہ تعالیٰ تمہارے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو پوری طرح باخبر ہے۔ پھر جو شخص غلام یا باندی آزاد کرنیکی توفیق نہ رکھتا ہو تو اسکے ذمہ اس سے پہلے

ان امھتھم الا الئی ولدنھم۔ اس پر یہ شبہ کیا جائے کہ رضاعی ماں بھی تو ماں ہوتی ہے اور ازواج مطہرات بھی تو مائیں ہیں۔ رضاعی ماں کو دودھ پلانے کی وجہ سے ملحق کر دیا ہے اصلی ماں کے اور اسی طرح ازواج مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو وہ اپنے احترام کی وجہ سے مائیں ہیں بہرحال جب وہ عورتیں جن سے ظہار کیا ہے وہ حقیقی مائیں نہیں تو حرمت موبدہ نہیں قائم ہوئی (۲) اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہدیں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا اور کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہیں تو ان کے ذمے اس سے پہلے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ایک بردہ آزاد کرنا ہے یعنی ایک لونڈی یا غلام آزاد کرنا ہے اس حکم کفارہ سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو پوری طرح باخبر ہے ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پھر وہی کام جسکو کہا ہے یعنی یہ لفظ کہا ہے صحبت موقوف کرنیکو پھر چاہیں کہ صحبت کریں تو پہلے بردہ آزاد کرلیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ بیوی کو ماں کہدینے کے بعد اگرچہ وہ ماں نہیں ہو جاتی لیکن ایک بیہودہ اور نامعقول بات (باقی ص ۸۶۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۶۰) کہنے کے بعد پھر اگر ان سے ملنا چاہیں اور اپنی بیویوں سے ... ہونا چاہیں اور میاں بیوی کا تعلق کرنا چاہیں یعنی جو کہہ چکے ہیں اُس سے پلٹنا چاہیں تو آپس میں اختلاط کرنے اور صحبت کرنے یا دواعی صحبت مثلاً بوسہ اور مس وغیرہ کرنے سے پہلے ایک بردہ آزاد کرنا ضروری ہے یہ بردہ غلام ہو یا باندی خواہ وہ مومن ہو یا (یعنی لونڈی یا غلام کسی مذہب وملت کا ہو مومن ہونا شرط نہیں ہاں مدبر، مکاتب یا اُم ولد نہ ہو بلکہ رقیت تام ہو یعنی پورا غلام ہو۔ اس حکم سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔ تاکہ تم اس سے نصیحت پکڑو یہ حکم تمہارے سیأت اور خطاؤں کی معافی کیساتھ ساتھ ایک قسم کا زجر اور تنبیہہ ہے اور یہ کفارہ تمہارے لئے زاجر بھی ہے تاکہ آئندہ احتیاط کرو اور اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری طرح خبر ہے۔ یعنی کفارہ ادا کرنے میں کوئی کوتاہی کروگے تو وہ اس سے باخبر ہے (۳) **تفسیر صفحہ ہٰذا**:۔ پھر جو بردہ یعنی غلام یا باندی آزاد کرنے کی توفیق نہ رکھتا ہو تو اس کے ذمے اس سے پہلے کہ وہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں دو مہینے کے لگاتار اور پے در پے روزے ہیں پھر جو دو مہینے کے روزوں کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ حکم اس لئے ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں اور منکروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بردے کا مقدور ہو تو روزہ نہیں روزہ ہو سکے تو کھانا نہیں آخر کو کھانا ہے اگر پکا کر کھلا دے تو سالن روٹی دو وقت کھلا دے پیٹ بھر کر اور اگر اناج دے تو ہر ہر کو دو سیر گیہوں ۱۲ خلاصہ یہ کہ کفارے میں ترتیب ہے۔ اگر کسی عاقل بالغ مسلمان نے اپنی بیوی سے ظہار کیا ظہار یہ کہ اپنی بیوی کے پیٹ یا پیٹھ کو یا سر کو یا اور کسی عضو کو جس کو چھپانا اور مستور رکھنا ضروری ہے اس عضو کو اپنی ماں بہن یا کسی ذی رحم محرم کے عضو سے تشبیہہ دے یہ ذی رحم محرم نسب سے ہو یا رضاعت سے یا مصاہرت سے یا جماع سے بہرحال یہ ظہار ہے مثلاً کوئی مسلمان اپنی بیوی سے یوں کہے انت علی کظہر اختی من الرضاع۔ او عمتی من النسب او امراۃ ابنی او ابی او ام امرأتی او ابنتھا یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری دودھ شریک بہن کی پیٹھ یا میری پھوپھی کی پیٹھ یا میرے بیٹے کی بیوی یا میرے باپ کی بیوی کی پیٹھ یا میری بیوی کی ماں کی پیٹھ یا میری مدخول بہا بیوی کی لڑکی کا پیٹ۔ غرض یہ تمام صورتیں ظہار کی ہیں۔ ظہار کے بعد اگر عورت سے ملنے کا قصد کرے یعنی پھر اس کو بیوی بنا کر رکھنا چاہے تو ہاتھ لگانے سے قبل کفارہ ادا کرے کفارہ یہی پہلے غلام یا لونڈی آزاد کرے۔ اگر اسکی توفیق نہ ہو یعنی قوت خرید نہ ہو یا اس کے ملک میں لونڈی غلام کا دستور نہ ہو۔ تو پے در پے روزے رکھے اگر بیچ میں کوئی روزہ رہ گیا تو از سر نو شروع کرے دو مہینے کے روزوں کی استطاعت نہ ہو تو پھر ساٹھ مساکین کو دو وقت کھانا کھلائے اگر کفارہ ادا کرنے کے درمیان عورت سے مل لیا تو کفارہ پھر سے ادا کرنا ہوگا مثلاً نصف غلام آزاد کیا اور عورت کے پاس چلا گیا اور نصف غلام بعد میں آزاد کیا تو کفارہ بے کار ہو گیا یا ساٹھ روزے پورے کرنے سے پہلے عورت سے مل گیا تب بھی دوبارہ روزے رکھنے ہوں گے۔ البتہ مساکین کو کھانا کھلانے میں یہ بات نہیں اگر مساکین کو کھانا کھلانے کے درمیان ایسی حرکت کی تو دوبارہ کفارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ مزید تفصیل مقامی علماء سے دریافت کی جائے یا کتب فقہ کا مطالعہ کیا جائے۔ لتؤمنوا باللہ ورسولہ۔ اس لئے فرمایا تاکہ تم اُس کے حکم کی بجا آوری سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنیوالے ہو اور آسمانی شریعت کو اپنے باپ دادا کی رسموں کے مقابلے میں سچا سمجھو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے اور اُس کی باندھی ہوئی اور مقرر کی ہوئیں حدود ہیں۔ آخر میں منکروں کو تنبیہہ فرمائی کہ جو لوگ اللہ کی حدود کا انکار کرتے ہیں اُن کو دردناک عذاب ہونے والا ہے آگے اسی عذاب کا ذکر ہے۔ دنیا میں بھی اس کا ہونا ممکن ہے اور آخرت میں تو اہلِ انکار کے لئے وہ عذاب یقینی ہے (۴) بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل اور رسوا کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل و رسوا کئے گئے اور بیشک ہم نے کھلے کھلے اور واضح احکام نازل کئے ہیں اور ان لوگوں کیلئے جنھوں نے کفر کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے (باقی صفحہ ۸۶۷)

مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ۖ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ

کہ وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں پھر جو دو مہینے کے روزوں کی بھی استطاعت

فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ

نہ رکھے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ تم اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری

وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ④

کرو اور یہ احکام اللہ کی مقررہ حدود ہیں اور منکروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل اور رسوا کئے جائینگے جسطرح ان سے پہلے

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَ

لوگ ذلیل اور رسوا کئے گئے اور البتہ ہم نے صاف صاف احکام نازل کئے ہیں اور

لِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ⑤ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا

کافروں کو ذلیل و رسوا کن عذاب ہونا ہے۔ یہ عذاب اسدن ہوگا جسدن اللہ تعالیٰ ان سبکو زندہ کریگا

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ

پھر اُن کو ان اعمال سے آگاہ کریگا جو انھوں نے کئے تھے خدا نے ان سب اعمال کو شمار کر رکھا ہے حالانکہ یہ خود انکو کرکے

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ⑥ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي

بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگراں ہے کیا اے مخاطب تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ

آسمانوں میں اور زمین میں ہیں کہیں تین آدمیوں کا خفیہ مشورہ ایسا نہیں ہوتا

إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا

جہاں چوتھا وہ نہ ہو اور نہ کہیں پانچ کا کوئی ایسا خفیہ مشورہ ہوتا ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ

أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ

تین سے کم اور نہ پانچ سے زائد کا کوئی خفیہ مشورہ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ مشورہ کرنیوالے کہیں بھی ہوں

ع ۱/۶/۱

۵۵/۲

(بقیہ صفحہ ۸۶۶) ذلیل و رسوا کن اور خوار کرنے والا عذاب ہے ؛ یعنی جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کے درپے رہتے ہیں تو دنیا میں بھی ان کی ذلت و رسوائی ہوگی جس طرح سابقہ منکرین کے ساتھ بھی یہ سلوک ہوتا رہا ہے اور چونکہ ہم نے احکام واضح طور پر نازل کئے ہیں اور جو لوگ ان احکام واضحہ کا انکار کرینگے تو وہ سزا کے مستوجب ہوں گے اور قیامت میں ان کو توہین اور ذلیل کرنیوالا عذاب ہوگا (۵) اس عذاب کا وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا پھر ان کے ان تمام اعمال سے ان کو آگاہ کرے گا اور ان کے تمام وہ اعمال ان کو جتائیگا جو انھوں نے کئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب اعمال کو جو انھوں نے کئے تھے شمار کر رکھا ہے اور گن رکھا ہے حالانکہ یہ خود ان اعمال کو کرنیکے بعد بھول گئے اور فراموش کر چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے مطلع اور ہر چیز پر نگراں ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے ؛ یعنی ان کے عذاب کا وہ دن ہوگا جس دن تمام مُردے اٹھائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ان تمام اعمال سے باخبر کرے گا جو وہ دنیا میں کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو گن رکھا ہے حالانکہ یہ اعمال کرنے والے اپنے اعمال کو بھول چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے خواہ یہ اعمال ہوں یا کوئی اور چیز اور جب وہ تمام اعمال سے باخبر ہے تو ہر ایک کو اس کے کئے کی سزا دے گا (۶) کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں کہیں تین شخصوں کا خفیہ مشورہ ایسا نہیں ہوتا جہاں چوتھا وہ اللہ تعالیٰ موجود نہ ہو۔ اور نہ کہیں پانچ کا خفیہ مشورہ مگر یہ کہ چھٹا ان کا وہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور نہ تین سے کم اور نہ پانچ سے زائد کوئی خفیہ مشورہ مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ مشورہ کرنے والے کہیں بھی ہوں پھر جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن آگاہ کرے گا اور جتا دے گا یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو خوب جانتا ہے ؛ مطلب یہ ہے کہ بعض یہود اور بعض منافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سرگوشیاں کرتے تھے اور کبھی علیحدہ بیٹھ کر بھی چپکے چپکے باتیں کیا کرتے تھے ذیل کی آیتوں میں آداب مجلس کی تعلیم دی ہے۔ اور اس قسم کے شرارت پسندوں کو جو بلا وجہ مسلمانوں کو مشتبہ بنائیں۔ یا پیغمبر علیہ السلام کی بدگوئی کریں اُن کو تنبیہ کی گئی ہے اور اس قسم کی سرگوشیوں سے منع کیا گیا ہے جس سے مجلس کے سکون کو نقصان پہونچے اور مسلمانوں کو اذیت اور تکلیف ہو۔

ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

پھر جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ اس سے قیامت کے دن اُن کو آگاہ کر دیگا یقیناً اللہ تعالیٰ کو ہر شئی کی

عَلِيمٌ ⑦ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ

پوری خبر ہے۔ کیا اے نبی آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیوں سے روکا گیا تھا پھر وہ وہی کام

لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ

کرتے ہیں جس سے اُن کو منع کیا گیا تھا اور آپس میں گناہ اور ظلم کے اور رسول کی نافرمانی کے چپکے چپکے مشورے

الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ

کیا کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ سے آپ کو سلام کرتے ہیں جن الفاظ سے خدا نے آپ پر سلام نہیں

وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ

بھیجا اور اپنے جی میں یوں کہتے ہیں کہ جو الفاظ ہم کہتے ہیں ان پر خدا ہم کو سزا کیوں نہیں دیتا

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑧ يَا أَيُّهَا

ایسے لوگوں کے لئے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَ

اے ایمان والو جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ کی اور ظلم کی اور رسول کی

الْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ

نافرمانی کی سرگوشیاں نہ کیا کرو بلکہ بھلائی اور پرہیزگاری کی باتوں کا باہم مشورہ کیا کرو

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ⑨ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ

اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے روبرو تم سب جمع کئے جاؤ گے۔ اس قسم کی بُری سرگوشی

الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ

محض شیطان کا کام ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو رنج میں مبتلا کرے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر

شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑩

مسلمانوں کو کچھ بھی ضرر نہیں پہونچا سکتا اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

تفسیر صفحہ ہٰذا: ۔ الم تر میں بعض لوگوں نے عام خطاب رکھا ہے اور بعض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنایا ہے ہم نے ترجمے اور تیسیر میں دونوں باتوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے نجویٰ بمعنی التناجی کالشکوی بمعنی الشکایۃ۔ نجاہ نجوی سارہ والنجوی السر الذی یکتم اور یہ جو فرمایا ھو معھم این ما کانوا۔ حضرت حق تعالیٰ کے قرب علمی کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عارف رومی نے فرمایا ہے ؎

این معیت در نیابد عقل و ہوش
زیں معیت دم مزن بنشیں خموش
قرب حق یا بندہ دور است از قیاس
ہر قیاس خود منہ آں را اساس

اس امت کے حق میں فرمایا من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم اور اصحاب کہف کے متعلق فرمایا ثلثۃ رابعھم کلبھم ویقولون خمسۃ سادسھم کلبھم۔ سبحان اللہ فانظر کم من فرق بین من کان اللہ رابعھم وسادسھم وبین من کان اخس الحیوانات رابعھم وسادسھم (۷) کیا اے پیغمبر آپ نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن کو سرگوشیوں سے روکا گیا تھا اور منع کیا گیا تھا اور وہ پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور روکا گیا تھا اور وہ آپس میں گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کے چپکے چپکے مشورے اور سرگوشیاں کیا کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو ان الفاظ سے آپ کو سلام کرتے اور دعا دیتے ہیں جن الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام نہیں بھیجا اور دعا نہیں دی اور اپنے دل میں اور اپنے جی میں یوں کہتے ہیں کہ جو الفاظ سلام اور دعا کے ہم کہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ ہم کو سزا کیوں نہیں دیتا (باقی ضمیمہ میں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ
اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں جگہ کشادہ کردو

فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا
تو جگہ کھول دیا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کردیگا اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہوجاؤ تو کھڑے ہوجایا کرو

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ
اللہ تعالیٰ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کے اور اُن لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے

دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (11) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
درجے بلند کردیگا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے - اے ایمان والو

آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ
جب تم رسول سے کوئی سرگوشی کرنا چاہو تو اس اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات

صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ
دیدیا کرو یہ خیرات کردینا تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ ترہے پھر اگر تم کو کچھ میسر نہ ہو تو

اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (12) أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ
اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے - کیا تم اس حکم سے کہ اپنی سرگوشی سے قبل

يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ
کچھ صدقہ دیدیا کرو ڈر گئے پھر جب تم نے اس کو نہ کیا اور اللہ نے تم کو درگزر بھی

عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ
فرمادیا تو اب تم نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اُس کے رسول کی

وَرَسُولَهُ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (13) أَلَمْ تَرَ إِلَى
اطاعت کیا کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی پوری خبر ہے - اے نبی کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں

الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ
دیکھا جو ایسی قوم سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ غضب ہوا اور غضب فرمایا یہ لوگ نہ پوری طرح تم میں سے ہیں

اے دعوتِ ایمانی کو قبول کرنے والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کھل کر بیٹھو اور جگہ کشادہ کردو تو جگہ کھول دیا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کردے گا اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہوجاؤ تو کھڑے ہوجایا کرو اللہ تعالیٰ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کے اور اُن لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے درجے بلند کردے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ آداب ہیں مجلس کے کوئی آوے اور جگہ نہ پاوے تو چاہئے سب تھوڑا تھوڑا ہٹیں مکان حلقے کا کشادہ ہوجائے یا اٹھ کر پرے حلقہ کرلیں اتنی حرکت کرنے میں غرور نہ کریں خو نیک پر اللہ مہربان ہے اور خو بد سے اللہ بیزار ہے ۱۲ ایک دن اصحاب صفہ تشریف رکھتے تھے۔ کچھ اہل بدر آگئے لیکن مجلس میں ان کو جگہ نہ ملی لوگوں نے جگہ کشادہ نہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حضرات کو مجلس سے اٹھ جانے کا حکم دیدیا اس پر بعض منافقین نے طعن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب میر مجلس یا صدر مجلس حکم دے کہ جگہ آنے والوں کیلئے کشادہ کردو تو جگہ کشادہ کردیا کرو۔ یعنی تھوڑے تھوڑے سمٹ کر جگہ کھول دیا کرو تاکہ آنے والوں کو جگہ مل جائے اور وہ مجلس میں بیٹھ سکیں۔ اور اگر میر مجلس کی طرف سے کہا جائے کہ کھڑے ہوجاؤ یعنی جگہ وسیع کرنے کی غرض سے کھڑے ہوجاؤ۔ کیونکہ جب لوگ کھڑے ہوکر بیٹھتے ہیں تو جگہ وسیع ہوجاتی ہے، اور جگہ نکل آتی ہے۔ پھر میر مجلس اگر چاہے تو دوسری جگہ بیٹھنے کو کہدے یا مجلس سے بالکل علیحدہ کردے یا وہیں بیٹھ جانے کو کہدے۔ کیونکہ بعض دفعہ خلوت۔ یا خاص مشورے یا آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو واجب الاطاعت ہر حال میں تھے۔ لیکن یہ حکم آپ کے بعد بھی ہے کہ ہر مجلس میں مجلس کے منتظم کے حکم کی پابندی کرنی چاہئے۔ حضرت حق تعالیٰ نے کھڑے ہوجانے والوں اور نشوز کی تعمیل کرنیوالوں کیلئے رفع درجات کا وعدہ فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں منافق بھی تھے اور مسلم بھی۔ مسلمانوں میں کچھ اہل علم لوگ تھے کچھ عوام یعنی بے پڑھے لکھے۔ والذین اٰمنوا منکم فرمانے سے منافق خارج ہوگئے اور عدم ایمان کی وجہ سے رفع درجات سے محروم رہے باقی مسلمان خواہ وہ عالم ہوں یا غیر عالم ان سب کو رفع درجات کی توقع دلائی اور وعدہ فرمایا۔ اہل علم کا ذکر فرما کر اہل علم کے مراتب علیا کا اظہار فرمایا۔ احادیث میں علم اور اہل علم کی بہت فضیلت آئی ہے (11) اے دین حق کی دعوت کو قبول کرنے والو! جب تم رسول سے کوئی سرگوشی اور خفیہ مشورہ کرنا چاہو تو اس سرگوشی اور خفیہ بات چیت سے پہلے کچھ خیرات دیدیا کرو اور صدقہ کردیا کرو یہ صدقہ دیدینا تمہارے لئے بہتر اور بہت پاکیزہ ہے پھر اگر تم کو کچھ میسر نہ ہو اور تم کچھ نہ پاؤ تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (12) کیا تم اس حکم سے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دیدیا کرو ڈر گئے پس جب تم نے اس کو نہ کیا اور تم ایسا نہ کرسکے

ع ٢ ٢

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو درگزر بھی فرمادیا تو اب تم نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیا کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں منافق بے فائدہ باتیں حضرت سے کان میں کرتے کہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتائیں۔ حضرت خلق کے سبب منع نہ کرتے جب یہ حکم اترا منافقوں نے مارے بخل کے وہ عادت چھوڑ دی پیچھے پھر وہ حکم موقوف ہوا ۱۲ پھر شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی وہ حکم جو ہرگز موقوف نہیں انہیں پر لگے رہو معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے یہ حکم نہیں کیا کہ موقوف ہوا ۱۲ ہوسکتا ہے کہ کچھ اغنیا اور خوش حال لوگ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دیر تک چپکے چپکے باتیں کرنے کے عادی ہوں اور اس سے فقراء کو دل تنگی پیش آتی ہو۔ یا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیر تک کانوں میں باتیں کرنے اور جواب دینے میں اذیت ہوتی ہو۔ اس لئے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا تاکہ حضور سے سرگوشی کرنیوالوں میں کمی واقع ہو۔ چنانچہ اس حکم میں جو مصلحت تھی وہ پوری ہوگئی۔ اس لئے اس حکم کو موقوف کردیا گیا۔ کہتے ہیں یہ حکم دس دن رات رہا اور بعض نے کہا کہ یہ حکم صرف ایک ساعت رہا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس آیت پر نہ تو کسی نے مجھ سے پہلے عمل کیا اور نہ میرے بعد کوئی عمل کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا۔ جو میں نے حضور کی سرگوشی پر خرچ کیا۔ بہرحال آیت میں کسی خاص مقدار کا ذکر نہیں فرمایا (باقی صفحہ ۸۶۹ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۶۸) جو کچھ مقدور ہو وہ خیرات کر دیا جائے۔ اور یہ جو فرمایا کہ یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ تر ہے یہ اس لئے کہ حسنات سے برائیاں دور ہوتی ہیں چونکہ صدقہ اور خیرات حسنات میں سے ہیں اس لئے اس میں خطائیں دور ہو جائیں گی۔ پھر فرمایا اگر کسی کو مقدور نہ ہو اور اس کے پاس صدقہ دینے کو نہ ہو تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اس سے معلوم ہوا کہ حکم شاید وجوبی تھا لیکن فقراء کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا گیا اور جب حکم کا منشاء پورا ہو گیا تو وہ حکم موقوف ہوا چنانچہ ارشاد ہوا کہ سرگوشیوں کی قلت اور پیغمبر سے چپکے چپکے باتیں کرنے میں جو کمی واقع ہو گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سرگوشی سے پہلے مساکین کو صدقہ دینے سے ڈر گئے پھر جب تم ایسا نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے درگزر فرما دیا اور تمہارے حال پر توجہ فرمائی غرض یہ حکم مرتفع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرما دی اور یہ حکم موقوف ہوا تو کا بار بار خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سرگوشیوں کی خواہش کرنا ختم ہو۔ لہٰذا اب تم اُن دائمی فرائض کی پابندی کرو جو تم پر مقرر فرمائے ہیں یعنی نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ یعنی اگر قابل اعتراض کام کرو گے تو سزا دے گا اور فرائض کی بجا آوری پر تم کو صلہ عنایت فرمائے گا (۱۳) اے پیغمبر کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں ملاحظہ فرمایا جو اس قوم سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل کیا ہے اور جن پر اللہ تعالیٰ غصے ہوا یعنی یہود یہ لوگ پوری طرح نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں اور یہ لوگ جھوٹی بات پر قسم کھا جاتے ہیں حالانکہ یہ جانتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اللہ غصہ ہوا کافروں پر خصوص یہود اور اُن کے رفیق منافق ہیں۔ خلاصہ یہ کہ منافق مسلمانوں سے ملے رہتے اور حضور کی خدمت میں آتے جاتے پھر یہاں کے بھید یہود کو بتاتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا تو قسمیں کھاتے کہ ہم نے نہیں کہا عبداللہ بن نبتل کے متعلق مشہور ہے کہ وہ منافق تھا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا اور یہود کو بھید بتایا کرتا ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرے میں تشریف رکھتے تھے آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم میں ابھی ایک شخص آئیگا کہ دل اس کا متکبر ہے اور شیطان کی نظر سے دیکھتا ہے۔

تفسیر صفحہ ہٰذا: تھوڑی دیر میں عبداللہ بن نبتل آیا حضورؐ نے اس سے شکایت کی کہ تو ہماری جماعت کو کیوں گالیاں دیتا ہے اس پر اس نے اور اس کے ساتھیوں نے قسم کھائی اور کہا ہم نے کبھی آپ کو یا آپ کی جماعت کو برا نہیں کہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ منافق نہ تم میں سے ہیں یعنی نہ مسلمان ہیں اور نہ ان میں سے ہیں یعنی نہ یہودی ہیں بلکہ غیر مذہب ہیں نہ اِدھر نہ اُدھر۔ تمہارے بھید بتاتے ہیں اور جب ان پر اعتراض کرو تو جانتے بوجھتے جھوٹی قسم کھا کر انکار کر جاتے ہیں (۱۴) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ کام بہت برے ہیں جو وہ کر رہے ہیں: یعنی نفاق اور کفر وغیرہ (۱۵) ان منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں پس ان لوگوں کیلئے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے یعنی سخت بھی اور رسوا کن بھی (۱۶) ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کو ذرا بھی نہ بچا سکیں گے اور یہ لوگ اہل دوزخ اور دوزخ والے ہیں یہ اس آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں: یعنی اس سخت اور رسوا کن عذاب سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ ان کے اموال کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد کچھ کام آئے گی یہ لوگ اہل جہنم ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے (۱۷) یہ عذاب اس دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو قبروں سے اٹھائیگا اور دوبارہ زندہ کریگا پھر یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھایا کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے روبرو قسمیں کھائیں گے اور یہ سمجھتے ہوں گے کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں آگاہ رہو بلاشبہ یہ لوگ بہت جھوٹے ہیں اور یہی ہیں اہل جھوٹے: یعنی ان کے حقیقی عذاب کا اور سزا بھگتنے کا وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا اور سب کو جمع کرے گا سو یہ لوگ اس وقت خدا کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں یعنی دنیا میں کہ ہم کسی بھلی بات پر ہیں۔ یا قیامت میں یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم کسی اچھی حالت میں ہیں کہ جھوٹی قسمیں کھا کر بچ جائیں گے۔ بعض حضرات نے ویحسبون انھم علی شیء کو دنیا کے ساتھ رکھا ہے اور بعض نے قیامت کیساتھ (باقی نمبر۸)

وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾

اور نہ ان ہی میں سے ہیں اور یہ لوگ جانتے بوجھتے جھوٹی بات پر قسم کھا جاتے ہیں۔

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ کام بہت برے ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٦﴾

ان منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے رہتے ہیں لہٰذا ان کیلئے ذلیل و رسوا کن عذاب ہے۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾

ان کے اموال اور ان کی اولاد اللہ کے ہاتھ سے ان کو ذرا بھی نہ بچا سکیں گے یہ لوگ اہل دوزخ ہیں یہ اس دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٨﴾

یہ عذاب اُس دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کریگا پھر یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھایا کرتے ہیں اسی طرح اسکے روبرو بھی قسمیں کھائیں گے، اور یوں سمجھیں گے کہ انھوں نے کوئی بھلی بات اختیار کی ہے آگاہ رہو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٩﴾

ان پر شیطان نے پوری طرح غلبہ پا لیا ہے سو اُس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی ہے یہ جماعت شیطان کا لشکر ہے خوب سُن لو شیطان کا لشکر ہی یقیناً تباہ ہونیوالا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین

(بقیہ صفحہ ۸۶۹) ہم نے دونوں باتیں عرض کردی ہیں۔ مطلب یہ کہ قسمیں جھوٹی دونوں جگہ کھائیں گے یہاں بھی یہ سمجھ کر جھوٹی قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے بھلی بات کی ہے اور مسلمانوں کو یقین دلانے میں کامیاب ہیں اور وہاں بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین اور یہ سمجھیں گے کہ ہم کچھ نفع کے کام پر ہیں کہ جھوٹی قسمیں کھاکر عذاب سے نجات حاصل کرلیں گے۔ ان کے جھوٹ پر تاکید ہے کہ سن لو یہی لوگ ہیں جھوٹے۔ ان کا جھوٹ یہاں بھی ان کیلئے نافع نہیں اور وہاں بھی نفع دینے والا نہیں (۱۸) ان لوگوں پر شیطان نے پوری طرح قابو پالیا ہے سو اس شیطان نے انکو اللہ تو کا ذکر اور اُس کی یاد بھلادی ہے یہ لوگ شیطان کا لشکر ہیں اور یہ جماعت شیطان کا گروہ ہے خوب سن لو گروہ شیطان کا یقیناً خسارہ اٹھانیوالا اور برباد ہونیوالا ہے ؛ یعنی ان منافقوں اور مشرکوں پر شیطان نے پورا پورا غلبہ حاصل کرلیا ہے اور اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے دل سے خدا کی یاد بالکل نکل گئی اور شیطانی اثرات نے اللہ تعالیٰ کی یاد کو بھلادیا اور یہ صرف شیطان کے ہو رہے بھولے سے بھی کبھی اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے۔ یہ سب لوگ شیطان کا ایک گروہ ہے اور شیطانی گروہ یقیناً ٹوٹا پانیوالا اور برباد ہونیوالا ہے آخرت میں بھی اور کبھی دنیا میں بھی کیونکہ قاعدہ کلیہ یہ ہے (۱۹) جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین اور بے قدر لوگوں میں سے ہیں ؛ یعنی قیامت میں نہ ان کی کوئی عزت نہ قدر و قیمت (۲۰) **تفسیر صفحہ ہٰذا** :۔ اللہ تعالیٰ یہ بات لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہینگے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا زور آور زبردست ہے ؛ یعنی غلبہ تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو حاصل ہوتا ہے اور ان کے متبعین کو اللہ تعالیٰ کا ذکر یہاں تشریفاً کیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ مومن میں گزر چکا ہے۔ جب انبیاء علیہم السلام کو غلبہ ہوگا تو مومنین کی بھی عزت بلند ہوگی یہاں تک منافقین کی اس دوستی اور محبت کی مذمت تھی جو وہ خفیہ طور پر یہود اور کافروں کے ساتھ رکھتے تھے اور مسلمانوں کے بھید دشمنوں تک پہونچایا کرتے تھے اب آگے مخلصین اہل ایمان کا ذکر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۹) اے پیغمبر آپ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہیں اُن لوگوں سے محبت کرتے ہوئے نہ دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں خواہ وہ مخالفت کرنے والے ان اہل ایمان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے اور عزیز اقارب ہوں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو ثبت کردیا ہے اور مضبوط کردیا ہے اور جمادیا ہے اور اپنے غیبی فیضان سے ان کی مدد اور تائید فرمائی ہے اور آخرت میں ان کو ایسے باغوں میں داخل فرمائیگا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جن کے پائیں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہوئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا لشکر اور یہ جماعت اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے خوب سن لو اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی فلاح پانیوالا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونیوالا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگرچہ باپ بیٹا ہو وہی سچے ایمان والے ہیں اُن کو یہ درجے ہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنیوالوں کے دوست نہیں ہیں خواہ وہ ان کے باپ بیٹے بھائی اور دوسرے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ پکے ایمان دار ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو منقش کردیا ہے اور جمادیا ہے اور ان کی باطنی طور پر امداد فرمائی ہے جس کا بڑا اثر یہ ہے کہ نیک اعمال کی توفیق اور قلب کو سکون واطمینان میسر ہوتا ہے۔ بعض نے کہا اس سے نور قرآن مراد ہے۔ بعض نے کہا دشمنوں پر مدد مراد ہے۔ یا قلب کا نور مراد ہے یا اسلام کا نور مراد ہے بہرحال ایک باطنی کیفیت ہے اس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس پر یہ کیفیت وارد ہوتی ہے قرآن نے بروح منہ سے تعبیر کیا ہے اور ہمارے حضرات نے فیضان غیبی سے ترجمہ کیا ہے۔ یہ ایک باطنی قوت اور باطنی سکون واطمینان ہے جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کو عطا کیا جاتا ہے یہ دولت روحانی تو دنیا میں عطا ہوتی ہے اور آخرت میں بہشت میں داخل کئے جاتے ہیں اور رضائے الٰہی کی دولت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ یہ جماعت اللہ تعالیٰ کا گروہ اور اس کا

الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ

لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ بات لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، بیشک

قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اللہ تعالیٰ نہایت قوی اور زبردست ہے۔ اے پیغمبر آپ اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان

الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا

رکھتے ہیں ان لوگوں سے محبت کرتے ہوئے نہ دیکھیں گے جو اللہ اور اُس کے رسول کے برخلاف ہیں خواہ وہ

آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ

اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے اور عزیز و اقارب ہوں یہ لوگ

كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ

وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کردیا ہے اور اپنے غیبی فیضان سے ان کی مدد فرمائی ہے

وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

اور اُن کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی وہ ان باغوں میں

فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ

ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوگئے یہ جماعت اللہ کا

اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ ع

گروہ ہے خوب سُن لو اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

سُورَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ حشر مدنی ہے اور یہ چوبیس آیتیں اور اس میں تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ

جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ بڑا زبردست

(بقیہ صفحہ ۸۷۰) لشکر ہے اور یہی لوگ مراد کو پہونچنے والے ہیں کفار کی دوستی جو اسلام اور مسلمانوں کیلئے مضر رساں ہو حرام اور ممنوع ہے۔ تلک الرسل کی تسہیل ملاحظہ کی جائے (۲۲) تمت تفسیر سورۃ المجادلہ ﴿ سُوْرَۃُ الْحَشْرِ ﴾ سورہ حشر مدنی ہے اور یہ چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں ﴿ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ﴾ جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق روحانی ہو یا مادی سب اپنی خلق کے اعتبار سے خالق اور صانع کی پاکی بیان کرتی ہے۔ اسی طرح زبان سے بھی مخلوق اس کی پاکی بیان کرتی ہے بہرحال تسبیح زبانِ حال سے ہو یا زبانِ قال سے ہو سب اس کی تسبیح کرتے اور اسی کے ثناخواں ہیں اس کی تسخیر اور مخلوق کا مطیع اور زیر فرمان ہونا یہی اسی کی تسبیح اور تحمید ہے۔ عزیز کمال قوت کا مالک حکیم کمال علم اور حکمت کا مالک ہے (۱) تفسیر صفحہ ہٰذا۔ وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے پہلی مرتبہ اکٹھا کرکے نکال دیا ہے اے مسلمانو! تم کو ان کے نکل جانیکا گمان بھی نہ تھا اور تم کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ وہ کبھی نکلیں گے اور وہ اہل کتاب یہ گمان کرتے تھے اور یہ خیال کئے بیٹھے تھے کہ ان کے مضبوط قلعے ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ یعنی اس کے عذاب سے بچالیں گے پھر اللہ تعالیٰ یعنی اس کا عذاب ایسی جگہ سے آیا جس کا ان اہل کتاب کو خیال بھی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں اور ان اہل کتاب کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ منکر اہل کتاب اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی برباد کر رہے تھے اور اجاڑ رہے تھے پس اے آنکھوں والو اس عبرت انگیز واقعہ سے عبرت حاصل کرو ﴿ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مدینے کے چار پانچ کوس ایک قوم یہود کے گروہ تھے بنی نضیر اُن کا نام اول حضرت سے صلح رکھتے تھے پھر کے مکے کافروں سے پیغام کرنے لگے۔ اور حضرت جہاں بیٹھے تھے اوپر سے بھاری چکی ڈالدی اگر لگے تو آدمی مرجائے۔ اللہ نے بچایا حضرت نے مسلمانوں کو جمع کیا ارادہ یہ کہ ان سے لڑیں جب ان کے گھر گھیر لئے وے ڈر گئے۔ التجا کی حضرت نے ان کی جان بخشی اور جو مال اٹھا سکیں اور گھر اور باغ اور کھیت قبضے میں آئے حق تعالیٰ نے وہ زمین غنیمت کی طرح تقسیم نہ کروائی حضرتﷺ کے اختیار پر رکھی حضرت نے مہاجرین کو جن کا خرچ انصار کے ذمے تھا اکثر تقسیم کی مہاجر اور انصار دونوں کو فائدہ ہوا اور اپنے گھر کا خرچ اور وارد کا خرچ اسپر مقرر رکھا وہی ذکر ہے اس سورت میں ۱۲۔ بنی نضیر یہود کا پرانا قبیلہ ہے جو مدینہ منورہ سے تھوڑے فاصلہ پر رہتا تھا۔ یہ مالدار لوگ تھے بہت مضبوط قلعے بنا رکھے تھے اور تمام بستی ایک گڑھی کے مانند تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہود سے معاہدہ ہوا تو یہ لوگ بھی معاہدے میں شامل تھے بعد میں ان لوگوں نے عہد شکنی کی اور نقض عہد کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی۔ اور کعب بن اشرف ان کا سردار ابو سفیان سے سازش کرنے گیا اور مدینے پر حملہ کرنے کے لئے سازش کی۔ اس نقض عہد کی بنا پر ان کو جلا وطن کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور دس روز کی مہلت دی گئی وہ نکلنے پر آمادہ ہوگئے گر مدینے کے منافقوں نے ان کو بہکا دیا وہ نکلنے سے منکر ہوگئے۔ چنانچہ ان کا محاصرہ کرلیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ تم اپنی منقولہ جائیداد اپنے ہمراہ لے جاسکتے ہو چنانچہ وہ اپنے مکانوں کے کڑی تختے اکھیڑنے لگے۔ اور مسلمانوں سے درخواست کی کہ ہماری مدد کرو چنانچہ مسلمانوں نے ان کی مدد کی اور ان کے مکان گرائے میں ان کو مدد دی تاکہ وہ آسانی سے جو لیجا سکتے ہیں وہ لیجائیں۔ وہ سمجھے تھے کہ ہمارے قلعے مضبوط ہیں ان کو کوئی فتح نہیں کرسکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مرعوب کردیا۔ اسی کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس وہاں سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔ شاید مسلمان بھی اتنے جلدی ان پر فتح یابی کا گمان نہ کرتے ہوں گے جو فرمایا ماظننتم ان یخرجوا۔ چونکہ یہود کا یہ پہلا اخراج تھا اس لئے اس کو اول الحشر فرمایا اور حشر ثانی فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں واقع ہوا۔ محاصرے کے زمانے میں ان کے بعض درخت مسلمانوں نے کاٹے تھے اور جو جائیداد غیر منقولہ وہ چھوڑ گئے تھے اس کا حکم آگے مذکور ہے (۲) اور اگر اللہ تعالیٰ ان کے لئے جلاوطنی مقدر نہ کردیتا اور ان کی قسمت میں جلاوطنی نہ ہوتی تو ان کو دنیا ہی میں سزا دیتا (باقی ص۸۷۲ پر)

الْحَكِيمُ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ

بڑی حکمت والا ہے۔ وہ ہے جس نے کفار اہل کتاب یعنی بنی نضیر کو اُن کے گھروں سے

الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۚ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ

پہلی مرتبہ اکٹھا کرکے نکال دیا اے مسلمانو تم کو تو یہ گمان بھی نہ تھا کہ

يَخْرُجُوا ۖ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ

وہ نکل جائیں گے اور وہ خود یہ خیال کئے بیٹھے تھے کہ اُن کے قلعے ان کو اللہ کے ہاتھ سے بچالیں گے

فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا ۖ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ

پھر اللہ تعالیٰ کا عتاب اُن پر ایسی جگہ سے آیا جس کا اُن کو خیال بھی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا

الرُّعْبَ ۚ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ

رعب ڈالدیا کہ وہ کفار اہل کتاب اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی برباد کررہے تھے

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ﴿٢﴾ وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ

لہٰذا اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے جلاوطن ہونا اُن کی قسمت میں

الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ

نہ لکھا ہوتا تو اُن کو دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں ان کو دوزخ کا

النَّارِ ﴿٣﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ وَمَنْ

عذاب ہونا ہے۔ یہ سزائیں اس بنا پر ہیں کہ اُنھوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور

يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤﴾ مَا قَطَعْتُمْ

جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اے مسلمانو! جن کھجور کے

مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ

درختوں کو تم نے کاٹ ڈالا یا جن کو تم نے اس حالت پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنی جڑوں پر کھڑے رہے تو یہ سب خدا تعالیٰ

اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ﴿٥﴾ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ

کے حکم کے موافق ہوا اور یہ اس لئے ہوا تاکہ کافروں کو ذلیل و رسوا کرے۔ اور جو مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے اپنے رسول کو

(بقیہ صفحہ ۸۷۱) اور آخرت میں تو بہر حال اُن کے لئے عذاب ہے ؛ یعنی اگر ان کے لئے جلاوطن ہو جانا مقدر نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطنی نہ لکھ دیتا مدعا یہ ہے کہ اگر یہ ترک وطن نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں عذاب کرتا اور قتل ہوتے اور قید کئے جاتے اور اس جلاوطنی کے باوجود آخرت میں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے (۳) یہ سزائیں دینا اور آخرت کی اس بنا پر ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول کی مخالفت کی اور اللہ اور اس کے رسول کے مخالف بنے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مار سخت ہے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے (۴) اے مسلمانو! کھجور کے جن درختوں کو تم نے کاٹ ڈالا یا جن درختوں کو تم نے اُن کی جڑوں پر کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔ اور جڑوں پر ان کو کھڑا چھوڑے رکھا تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہوا اور اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ کافروں اور بے حکموں کو رسوا کرے ؛ ہم نے اوپر عرض کیا ہے کہ محاصرے کے زمانے میں بعض مسلمانوں نے پھل دار درخت کاٹ دیئے تھے۔

مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ

بنی نضیر سے دلوا دیا اس میں تمہارا کوئی حق نہیں کیونکہ اس پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ

اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اللہ جس پر چاہتا ہے اپنے رسولوں کو مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر شئی پر پوری طرح

قَدِيْرٌ ⑥ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى

قادر ہے۔ جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور دوسری بستیوں سے بطور فے دلوائے اس میں بھی تمہارا حق

فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابتداروں کا حق ہے اور یتیموں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ

مسافروں کا حق ہے یہ حکم اس لئے دیا گیا تاکہ وہ مال فے تم میں سے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں دائر اور ہیر پھیرتا

مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

ہو کر نہ رہ جائے اور رسول تم کو جو کچھ دیدیا کرے اُسے لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو منع کر دیا کرے

فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑦

اس سے رُک جایا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

اس مال فے میں ان فقراء مہاجرین کا بھی حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے

وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ

علیحدہ کر دیئے گئے ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رضامندی کے طلبگار ہیں

يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑧ وَ

اور وہ اللہ کی اور اُس کے رسول کی امداد کیا کرتے ہیں یہی لوگ حقیقی راست باز ہیں۔ اور

الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ

اس مال فے میں وہ لوگ بھی مستحق ہیں جو ان مہاجرین کے پہلے سے مدینہ میں ٹھکانا رکھتے ہیں اور انھوں نے ایمان میں اپنی ایک

اور اگرچہ پھل دار درختوں کا کاٹنا معیوب سمجھا جاتا تھا بعض مسلمانوں نے محض اس بنا پر کہ یہود کو اس سے قلبی اذیت پہونچے گی کچھ درخت کاٹ دیئے۔ اور بعض مسلمانوں نے یہ خیال کر کے کہ یہ درخت ان کی جلاوطنی کے بعد ہمارے ہی کام آئیں گے ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔ مدینے کے بعض یہود نے طعن بھی کیا کہ مسلمانوں نے پھل دار درخت کاٹ دئے اور یہ فساد ہے اس لئے مسلمان مفسد ہیں۔ حق تعالیٰ نے دونوں فریق کی تصویب فرما دی۔ چونکہ دونوں کی نیت صحیح تھی اس لئے دونوں کو بری الذمہ فرما دیا۔ لینۃ کے معنی بعض لوگوں نے مطلق درخت یا کھجوروں کے درخت کئے ہیں۔ اور بعض نے لینۃ خاص بیش قیمت کھجوروں کے درخت کہا ہے۔ غرض یہ کام اس لئے ہوا تاکہ مسلمانوں کو عزت دے اور نافرمانوں کو رسوا کرے آگے اس مال غیر منقول کی تفصیل مذکور ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب وے قلعے میں بند ہوئے حضرت نے حکم دیا کہ ان کے باغ کاٹو اور کھیت اجاڑو تاکہ اس کے درد سے باہر نکل کر لڑیں پھر کاٹنے لگے وے لگے طعن کرنے کہ ہم کو تو کافر کہتے ہو اس سے مارتے ہو کیا درخت بھی کافر ہے جو کاٹتے ہو۔ یعنی مسلمانوں کو شبہ آنے لگا یہ آیت اتری ۱۲ (۵) تفسیر صفحہ ہذا۔

وقف لازم

اور جو مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے اپنے رسول کو یہود سے دلوا دیا اور جو ہاتھ لگایا اس میں تمہارا کوئی حق نہیں کیونکہ اس پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ دوڑائے بلکہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے اور غالب فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہی فرق رکھا غنیمت میں اور فے میں جو مال لڑائی سے ہاتھ لگا وہ غنیمت ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ کی نیاز اور چار حصے لشکر کو بانٹے اور جو بغیر جنگ ہاتھ لگا وہ سارا خزانوں میں مسلمانوں کے ہے جو کام ضرور ہوا اس پر خرچ ہو ۱۲ خلاصہ یہ کہ جو مال اہل حرب سے بلا قتال ہاتھ لگے وہ فے ہے اور جو مال لڑ کر حاصل ہو یعنی جنگ ہو اور کفار کی شکست کے بعد ہاتھ لگے اور دار الحرب پر عنوۃً قبضہ ہو وہ غنیمت ہے۔ غنیمت کا مال کس طرح تقسیم ہو اور اس کا کیا حکم ہے وہ سورہ انفال میں گزر چکا ہے وہ یہی کہ تمام مال غنیمت میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکال کر باقی مجاہدین پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اور فے کا حکم یہ ہے کہ مال فے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تا حیات ملک میں ہوتا تھا اور آپ کی وفات کے بعد ملک ختم اور اموال موقوفہ شمار ہوتے تھے ان میں ورثہ جاری نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال مہاجرین اور بعض انصار کو تقسیم کیا یہ وہ انصار تھے جو بہت ہی مفلوک الحال تھے۔ باقی اپنے اہل عیال کو سال بھر کا نفقہ عطا فرماتے تھے اس کے بعد جو کچھ بچتا وہ جہاد اور اسلحہ وغیرہ کی تیاری میں خرچ فرماتے۔ کافر کا لاوارث مال بھی فے میں شمار کیا جاتا تھا اور اس مرتد کا مال جو حالت ارتداد میں مارا جائے جزیہ کا بھی فے میں شمار ہے اور بھی کئی قسم کے اموال ہیں جن کو فقہانے فے میں شامل کیا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ امام وقت اپنی حاجت کے موافق اپنی ضرورت کے مقدار نکال کر باقی مصالح مسلمین پر خرچ کر دے یہود کی اکثر بستیاں اسی طرح قبضے میں آئیں اس لئے ان کے اموال کو مال فے کہتے ہیں جیسے بنی نضیر۔ باغ فدک اور خیبر کا بعض حصہ۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال فے میں پانچواں حصہ نکالنا شرط نہیں ہے۔ بہر حال مال غنیمت میں سے خمس نکال کر مجاہدین کو

(باقی ضمیمہ میں)

اور اس مال فے کے وہ لوگ بھی حق دار ہیں جو ان مہاجرین کی ہجرت کے پہلے سے مدینے میں ٹھکانا رکھتے ہیں اور قرار پکڑے ہوئے ہیں اور اُنھوں نے ایمان میں اپنی ایک جگہ پیدا کرلی ہے جو شخص ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جاتا ہے اُس سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی خلش اور کوئی دغدغہ نہیں محسوس کرتے اور نہیں پاتے خواہ ان کو کتنی ہی احتیاج اور کتنا ہی فقر و فاقہ کیوں نہ ہو وہ ان مہاجرین کو اپنی ذات سے مقدم رکھتے ہیں اور باوجود سخت احتیاج کے ان مہاجرین کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اور جو اپنے طبعی بخل و حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں :: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پہلی آیت سے مہاجرین مراد ہیں اور اس آیت سے انصار اور جو اس گھر میں رہتے ہیں پہلے سے یعنی مدینے میں اور مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں اپنی حاجت بند رکھ کر اور ان کو ملے تو حسد نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اول رکھتے ہیں اپنی جانوں سے اگرچہ ہو ان کو بھوک یعنی صدقہ کرتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ ان کو احتیاج ہو ۱۲ مدینہ منورہ میں بعض وہ مسلمان بھی تھے جو ہجرت شروع ہونے سے پہلے اسلام کی خبر سن کر اسلام لے آئے تھے یا مکہ جاکر مسلمان ہوئے اور اپنے گھر واپس چلے آئے ان کو من قبلھم فرمایا یہ مطلب نہیں کہ مہاجرین سے بھی پہلے اسلام لائے بہر حال یہ مدنی مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل مسلمانوں کی جو خدمت کیا کرتے تھے اس خدمت کو آیت میں سراہا گیا ہے کہ یہ لوگ جو مہاجر کہ چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور ان کو اگر کہیں سے کچھ ملتا ہے تو اس پر ان کے دل میں کوئی خلش نہیں ہوتی اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر ان کو کھلاتے ہیں اپنے ہاں فاقہ ہو تب بھی بچوں کو بھوکا سلا دیتے ہیں اور مہاجر بھائی کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں آخر میں فرماتے ہیں ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون شح بخل آمیز حرص یا حرص آمیز بخل۔ جو شخص اپنی طبیعت کے بخل و حرص سے محفوظ رکھا گیا اور بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب اور مراد کو پانے والے ہیں۔ بہر حال آیت میں جہاں مہاجرین کو مال فےٴ کا حق دار قرار دیا تھا وہاں اس قسم کے مخلص اور وفادار انصار کو بھی مال فےٴ میں حق دار ٹھہرایا اسی بنا پر شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض انصار کو بھی مال فےٴ میں سے کچھ عطا فرمایا بڑی بات یہ کہ اگر ان مہاجرین کو کچھ دیا جاتا ہے تو ان انصار کے دل میں ذرا سی خلش بھی نہیں ہوتی کہ ان کو کیوں ملا اور ہم کو کیوں نہیں ملا (۹) اور وہ لوگ بھی اس مال فےٴ کے حق دار ہیں جو ان انصار و مہاجرین کے بعد آئے اور جو اپنے پروردگار سے یوں دعا کیا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دیجیے جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت کرچکے ہیں اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اُنکی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ۔ بغض اور عداوت کو جگہ نہ دے اے ہمارے پروردگار بے شک تو بڑی شفقت کرنیوالا نہایت مہربان ہے :: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر نہ رکھیں ۱۲ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد تابعین ہیں بعض نے کہا تبع تابعین بعض نے ان کے بھی بعد کے لوگ مراد لئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ متاخرین متقدمین کے فضل اور بزرگی کے معترف رہیں

عٓ ۱ / ۴

هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا
جگہ پیدا کرلی ہے جو شخص ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس
أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتے اور خواہ ان کو کتنا ہی فقر و فاقہ کیوں نہ ہو وہ ان مہاجرین کو اپنی ذات پر
خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
مقدم رکھتے ہیں اور جو شخص اپنے طبعی بخل و حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ
الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ
فلاح پانیوالے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی اس مال فےٴ کے مستحق ہیں جو ان مذکورہ مہاجرین و انصار کے بعد آئے اور جو یوں دعا
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ
کیا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت کرچکے ہیں اور جو لوگ
وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا
ایمان لاچکے ہیں اُن کی طرف سے ہمارے دلوں میں بغض و عداوت کو جگہ نہ دے اے ہمارے پروردگار
إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا
بے شک تو بڑی شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ کیا اے پیغمبر آپ نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو
يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ
اپنے بھائی کفار اہل کتاب یعنی بنی نضیر سے یوں کہتے ہیں کہ
الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ
خدا کی قسم اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تم تمہارے
فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِن قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ
معاملہ میں کبھی کسی کا کہنا نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے
وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا
اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق سراسر جھوٹے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اہل کتاب

اور آپس میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے بیر نہ رکھے متقدمین کو اچھا سمجھیں اور معاصرین سے محبت کریں۔ آیت میں یہ قید ترغیب کے لئے ہے کہ بعد کے لوگوں کو ایسا ہونا چاہیے یہ مطلب نہیں کہ جو ایسا نہ ہو وہ فےٴ کا حقدار نہیں۔ اور مصرف فےٴ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مشہور ہے۔ لیس احد الا لہ فی المال حق۔ کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے کہ جس کا اس مال میں حق نہ ہو۔ یہ ہم عرض کرچکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مال فےٴ میں مالکانہ تصرف حاصل تھا وہ آپ کی وفات کے بعد ختم ہوگیا۔ البتہ مصارف خیر کا ذکر موجود ہے اب زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی حاکم وقت یا امام وقت ہو تو اس کو حاکمانہ تصرف حاصل ہوگا کہ اگر اس کے عہد امامت میں مال فےٴ حاصل ہو تو وہ ان مصارف خیر میں اس مال کو تقسیم کردے لعل اللہ یحدث بعد ذلک الزمان امرا وھو المعین وھو المستعان اب پھر ان منافقین کا ذکر فرمایا جنھوں نے یہود کو اپنی مدد کا دیا تھا اور بنی نضیر کو اپنی مدد کا یقین دلا کر اُبھارا تھا (۱۰) اے پیغمبر کیا آپ نے ان (باقی ص۸۸۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۳۰۰) نفاق پیشہ لوگوں کی حالت ملاحظہ نہیں فرمائی جو اپنے ان بھائیوں سے جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں اور منکرانہ روش رکھتے ہیں یوں کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر تم جبراً نکالے گئے اور جلا وطن کر گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ملک بدر ہو جائیں گے اور ہم تمہارے معاملے میں کبھی کسی کا کہنا نہیں مانیں گے اور تمہارے بارے میں کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کریں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو یقیناً ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور لڑائی میں ہم تمہارے معاون ہوں گے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق سراسر جھوٹے اور کاذب ہیں ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ منافق ان کافروں کو چھپے چھپے پیغام دیتے تھے آخر وہ نکالے گئے ان سے کچھ نہ ہوا ۱۲ یعنی بنی نضیر کو عبداللہ بن ابی منافق کی پارٹی بہکاتی تھی کہ تم جمے رہنا اگر تم سے اس نبی نے جنگ کی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اگر تم کو انھوں نے ملک بدر کیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ احتجاجاً مدینہ چھوڑ کر نکل جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ منافق بالکل جھوٹے ہیں یہ نہ کوئی مدد کریں گے اور نہ یہ کافران اہل کتاب کی ہمدردی میں اپنا وطن چھوڑیں گے

يُخْرَجُونَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِن قُوتِلُوا لَا يَنصُرُونَهُمْ ۚ وَ

جلا وطن کر گئے تو یہ مدینہ کے منافق ان کیساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر بنی نضیر سے جنگ چھڑ گئی تو یہ منافق انکی مدد بھی نہیں

لَئِن نَّصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿۱۲﴾

کرینگے اور اگر بالفرض یہ انکی مدد کریں گے تو بھی پیٹھ دیکر بھاگ جائیں گے پھر ان اہل کتاب کی کوئی مدد نہیں ہوگی

لَأَنتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِم مِّنَ اللَّهِ ۚ

یقیناً تم مسلمانوں کا خوف ان منافقوں کے قلوب میں اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ

اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے نہیں - یہ سب مل کر بھی تمہارے بالمقابل

جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ

نہیں لڑ سکتے الّا یہ کہ قلعہ بند بستیوں اور دیواروں کی آڑ میں محفوظ ہو کر

بَأْسُهُم بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَ

ان کے آپس ہی میں ان کی بڑی سخت جنگ ہے اے مخاطب تو ان کافروں کو متحد خیال کرتا ہے حالانکہ

قُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿۱۴﴾

ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عقل نہیں رکھتے۔

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا

ان بنی نضیر کی مثال اُن لوگوں کی سی مثال ہے جو ان کے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں یعنی بنی قینقاع اور جو اپنے اعمال کی

وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ

سزا کا مزہ چکھ چکے ہیں اور ان کو دردناک عذاب ہونا ہے - اور ان منافقوں کی مثال شیطان کی سی مثال ہے

إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ

کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ

إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾

میں تجھ سے بے تعلق ہوں میں تو اس اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے۔

(۱۱) تفسیر صفحہ ہٰذا:۔ خدا کی قسم اگر یہ کفر پیشہ اہل کتاب ملک بدر کئے گئے تو یہ مدینے کے منافق ان کیساتھ نہیں نکلیں گے اور ترک وطن نہیں کریں گے اور اگر ان اہل کتاب یعنی بنی نضیر سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد بھی نہیں کریں گے اور اگر بفرض محال ان منافقوں نے ان کی مدد کی بھی اور ان کی مدد کے لئے میدان جنگ میں آئے بھی تو پیٹھ دیکر بھاگیں گے اور میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور پھر ان منافقوں کے بھاگ جانے کے بعد ان اہل کتاب کی کوئی مدد نہ ہوگی ؛ یعنی ان کا جھوٹ یہ کہ اگر وہ جلا وطن کئے گئے تو یہ منافق انکے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ چھڑی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر بالفرض مدد کو آئیں گے تو میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ پھر ان اہل کتاب کی کوئی مدد نہیں کی جائیگی - یعنی جھوٹے مددگار تو بھاگ گئے اور کوئی مددگار نہیں پھر مدد کی کوئی شکل نہیں ان آیتوں کا نزول بعد میں ہو تو محض استحضار واقعہ اور ان کا کذب اور خلف وعد کا اظہار مقصود ہوگا اور اگر واقعہ اخراج سے قبل نزول ہو تو ظاہر ہے کہ جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ یعنی محاصرے کی حالت میں منافقوں نے ان اہل کتاب کی کوئی مدد نہ کی اور اخراج کے وقت کسی نے ان کے ہمراہ ترک وطن نہ کیا (۱۲) یقیناً تم مسلمانوں کا خوف اور دہشت ان منافقوں کے قلوب میں اور ان کے سینوں میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھی زیادہ ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ ناسمجھ واقع ہوئے ہیں ؛ یعنی تم اے مسلمانو! باعتبار خوف اور دہشت کے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ ہو - چونکہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں - اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی بڑائی کو جانتے نہیں اس لئے خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی بجائے تم سے ڈرتے ہیں اور اس سے ڈرنے کا حق ادا نہیں کرتے (۱۳) ان کی بزدلی کا یہ عالم ہے کہ یہ کافر سب اکٹھے ہو کر بھی اور سب مل کر بھی تمہارے بالمقابل نہیں لڑ سکتے الّا یہ کہ قلعہ بند بستیوں اور دیواروں کی آڑ میں محفوظ ہو کر ان کے مابین آپس میں بڑی سخت جنگ ہے اے مخاطب تو ان کافروں کو متفق اور متحد الخیال سمجھتا ہے حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق اور پھٹے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کافر عقل نہیں رکھتے اور بے عقل واقع ہوئے ہیں ؛ مطلب یہ ہے کہ ان یہود میں اور منافقوں میں اتنی ہمت نہیں کہ یہ سب مل کر بھی تمہارا مقابلہ کر سکیں سوائے اس کے کہ قلعہ بند بستیوں میں چھپ کر یا کسی مضبوط دیوار کی آڑ میں ؛ ذکر جیسے شہر پناہ وغیرہ کی آڑ سے کر مقابلہ کریں یا آکر یں سامنے آنے اور مقابلہ کرنیکی ان میں ہمت نہیں یہ سب مل کر بھی مقابلہ کرنیکی ہمت نہیں رکھتے مگر ہاں قلعوں میں گھس کر اور قلعہ بند بستیوں میں چھپ کر حملہ کر سکتے ہیں یا پھر کسی دیوار وغیرہ کے پیچھے اور دیوار کی آڑ لیکر مقابلہ کر لیں تو کر لیں ان کے مابین آپس ہی میں بڑی لڑائی ہے اور ان میں بڑے اختلاف ہیں دیکھنے والا تو ان کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ سب ایک ہیں اور ان کی بھیڑ کو دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ یہ متفق الخیال اور باہم متحد ہیں حالانکہ ان کے دل پراگندہ اور ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں اور ان کے دل باہم متحد نہیں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دین کی عقل نہیں اور بے عقل واقع ہوئے ہیں اور اسی بے عقلی کی وجہ سے مختلف العقائد ہیں دین الٰہی کے بارے میں ان کے مختلف نظریے ہیں۔ اور جب دل الگ الگ ہیں تو تم کو مسلمانوں کا مقابلہ کیا کر سکیں گے۔ آگے دو مثالیں بیان فرمائیں: (۱۴) (باقی صفحہ ۳۰۲)

(بقیہ ۸۷۴) مثال ان یہود بنی نضیر کی مانند ان لوگوں کے ہے اور ان کی مثال ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو دنیا میں بھی اپنے کردار اور اپنے اعمال کی سزا کا مزا چکھ چکے اور ان کو دردناک عذاب ہونے والا ہے ؛ شاید بنی قینقاع کی طرف مثال میں اشارہ ہے کہ انھوں نے بھی غدر کیا اور نقض عہد کیا اور لڑائی کی پھر مغلوب ہو کر قلعے میں بند ہوگئے اور بالآخر قلعے سے باہر نکلے ان سب کی مشکیں باندھ لی گئیں اور اس شرط پر رہا کئے گئے کہ مدینے سے چلے جائیں چنانچہ وہ شام کی طرف چلے گئے اور ان کے اموال میں غنیمت کی طرح تقسیم ہوئی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں۔ اس مثال میں بدر کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی نزدیک ہے کہ مکے والے بدر کے دن سزا پا چکے ہیں وہی ڈول ان کا بھی ہوگا ۱۲ قریباً من قبلھم کی وجہ سے بعض حضرات نے بدر اور بعض حضرات نے بنی قینقاع کے یہود مراد لئے ہیں۔ واقعہ بدر اور واقعہ بنی قینقاع دونوں ۲ھ ہجری کے واقعات میں سے ہیں (۱۵) اور ان منافقوں کی مثال شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ منکر ہوجا اور کافر بن جا پھر جب وہ کافر ہوجاتا ہے تو کہتا ہے میں تجھ سے بے تعلق اور الگ ہوں میں تو اُس اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام عالم کا پروردگار ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں شیطان آخرت میں یہ کہے گا اور بدر کے دن بھی ایک کافر کی صورت بن کر لوگوں کو لڑوا دیا جب فرشتے نظر آئے تو بھاگا سورۂ انفال میں بیان ہو چکا یہ کہاوت ہے منافقوں کی ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ ان منافقوں کی مثال شیطان کی سی ہے یہ بھی لوگوں کو اُبھار کر جنگ پر آمادہ کر دیتے ہیں اور اپنی امداد کا وعدہ دلاتے ہیں پھر جب میدان کارزار گرم ہوجاتا ہے تو خود کھسک جاتے ہیں اور بھاگ کر علیحدہ ہوجاتے اور تماشائی بن جاتے ہیں یہی شیطان کرتا ہے کہ انسان کو سبز باغ دکھا کر کفر پر آمادہ کر دیتا ہے اور جب کافر پر کفر کا وبال آتا ہے تو خود بھاگ جاتا ہے اور تبرّی کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں یہ وبال کفر کا دنیا میں بھگتنا پڑے جیسے بدر میں ہوا اور انفال میں گزر چکا یا آخرت میں ہو جیسا سورۂ ابراہیم میں گزرا (۱۶) تفسیر صفحہ ہٰذا۔ پھر ان دونوں یعنی شیطان اور انسان کا انجام یہ ہوا کہ دونوں آگ میں گئے اور دونوں اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی سزا ہے گناہ گاروں کی ؛ یعنی دونوں کا انجام جہنم ہوا شیطان کا بھی اور کافر انسان کا بھی۔ یہی انجام مدینے کے منافقین اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کا ہوا کہ وہ دنیا میں تباہ و برباد ہوئے اور آخرت میں جہنم داخل ہوں گے (۱۷) اے دعوتِ ایمانی کو قبول کرنیوالو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر متنفس اور ہر شخص اور ہر جی کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل کیلئے کیا آگے بھیجا ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقین جانو! جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس سب کی خبر ہے ؛ اوپر منافقین اور بنی نضیر وغیرہ کا بیان تھا اس کے بعد مسلمانوں کو خطاب فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو یعنی طاعات اور اعمالِ صالحہ کے بجالانے میں خوب سعی کیا کرو اور تم میں سے ہر شخص اس امر کا خیال رکھے اور دیکھتا رہے اور اس امر کی فکر کرتا رہے کہ کل کیلئے اس نے آگے کیا بھیجا کل سے مراد قیامت ہے۔ یعنی عالم آخرت کیلئے جو بھیج رہا ہے اس پر کڑی نظر رکھے۔ موت کیلئے جو تیاری کر رہا ہے اسکو دیکھتا رہے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یعنی معاصی اور گناہوں سے بچو کیونکہ تم جو کچھ کر رہے ہو اور جن اعمال کا ارتکاب کر رہے ہو ان سب اعمال سے اللہ تعالیٰ واقف اور خبردار ہے اعمال پر نظر کرتے رہنا یہی وہ چیز ہے جس کو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں اور ان مراقبات کی مختلف صورتیں ہیں جو شیخ کامل سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے حاسبوا قبل ان تحاسبوا یعنی اس سے پہلے کہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے تم خود آپ اپنا حساب لے لیا کرو۔ غرض مراقبات کی بہت سی صورتیں ہیں۔ اور مختلف حالات کے لئے مختلف مراقبے ہیں جو مرشد سے دریافت کئے جاسکتے ہیں جس طرح ولتنظر نفس ما قدمت لغد میں مراقبۂ بعد الموت کی طرف اشارہ ہے اسی طرح ان اللہ خبیر بما تعملون میں مراقبہ من عرض الاعمال کی طرف اشارہ ہے (۱۸) اور تم ان لوگوں کی مانند نہ ہوجانا جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا اور اُس کے احکام کو بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جانوں سے ان کو غافل کر دیا اور بھلا دئے ان کو اُن کے جی یہی تو وہ لوگ ہیں (باقی ص ۸۷۶ پر)

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ أَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَ

پھر ان دونوں یعنی شیطان اور انسان کا انجام یہ ہوا کہ دونوں آگ میں گئے کہ وہ دونوں اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور

ذٰلِكَ جَزَٰٓؤُا الظّٰلِمِينَ ﴿١٧﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

یہی سزا ہے گناہ گاروں کی اے ایمان والو! اللہ سے

اللّٰهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا

ڈرتے رہو اور ہر متنفس کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اُس نے کل کیلئے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ

اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ وَلَا تَكُونُوا

سے ڈرتے رہو یقیناً جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس کی سب خبر ہے۔ اور تم اُن لوگوں کی طرح

كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسٰهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولٰٓئِكَ

نہ ہوجاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے خود انکی جانوں سے اُن کو غافل کر دیا یہی تو وہ لوگ ہیں

هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿١٩﴾ لَا يَسْتَوِىٓ أَصْحٰبُ النَّارِ وَأَصْحٰبُ

جو نافرمان ہیں۔ اہل جہنم اور اہل جنت دونوں باہم برابر

الْجَنَّةِ ۚ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُونَ ﴿٢٠﴾ لَوْ أَنزَلْنَا هٰذَا

نہیں ہیں جو اہل جنت ہیں وہی اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ اگر ہم اس قرآن کو

الْقُرْءَانَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُۥ خٰشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ

کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اس پہاڑ کو دیکھتا کہ وہ خدا کے خوف سے دب جاتا

خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثٰلُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

اور پھٹ جاتا اور ہم اس لئے ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ

يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِى لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عٰلِمُ

فکر و تامل سے کام لیں۔ وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ ہر

الْغَيْبِ وَالشَّهٰدَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ

چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے وہ بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہ

ع ۲ ۷ ۵

(بقیہ صفحہ ۸۷۵) جو نافرمان اور بے حکم ہیں ۞ یعنی تم اے مسلمانو! ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی برتی اور احکام خداوندی کو بھلادیا اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے جی بھلادئے اور اپنی ذات سے ان کو بے پروا بنادیا اور وہ اپنے نفع سے غافل ہوگئے اور اپنی جانوں کے بھلے کو بھلا بیٹھے۔ تو ان لوگوں کو اُن کے لئے کی سزا ملے گی اور یہ لوگ فاسق اور بے حکم ہیں۔ پہلی آیتیں اہل تقویٰ کا ذکر تھا اس آیت میں نافرمانوں اور کافروں کا ذکر ہے۔ چنانچہ دونوں کا انجام بیان فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ان کے جی بھلا دئے یعنی اپنے جی کے بچاؤ کا فکر نہ کیا ہ (۱۹) اہل جہنم اور اہل جنت دونوں باہم برابر نہیں ہیں جو اہل جنت ہیں وہی اپنے مقصد میں کامیاب ہیں ۞ یعنی متقی اہل ایمان اصحاب جنت ہیں اور یہ فاسق اور بے حکم اہل جہنم اور دوزخی ہیں۔ تو اے مسلمانو! تم اصحاب جنت میں سے ہو تم ان کی طرح مت ہوجاؤ جو اصحاب نار ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو استدلال عدم مساوات فی القصاص پر کیا ہے۔ یہاں اس کی بحث نہیں ہے۔ کتب حنفیہ میں اس کا جواب موجود ہے

اللّٰہُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ

ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ بادشاہ ہے پاک ذات ہے

السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُہَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَکَبِّرُ ؕ

بے عیب ہے امن دینے والا ہے نگہبانی کرنیوالا ہے کمال قوت کا مالک ہے نہایت زبردست ہے بڑی عظمت والا ہے

سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ہُوَ اللّٰہُ الۡخَالِقُ

اللہ تعالیٰ کی ذات اُن لوگوں کے شرک سے پاک ہے وہی اللہ ہے ہر چیز کا خالق ہے ایجاد و اختراع کرنیوالا ہے

الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَہٗ

صورت بنانیوالا ہے سب اچھے اچھے نام اُسی کیلئے خاص ہیں جو مخلوقات آسمانوں میں ہے

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲۴﴾ ع

اور جو زمین میں ہے سب اُس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے

سُوۡرَۃُ الۡمُمۡتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّ ہِیَ ثَلٰثَ عَشۡرَۃَ اٰیَۃً وَّ فِیۡہَا رُکُوۡعَانِ

سورہ ممتحنہ مدنی ہے اور یہ تیرہ آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَ عَدُوَّکُمۡ

اے ایمان والو تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست

اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡہِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ وَ قَدۡ کَفَرُوۡا بِمَا جَآءَکُمۡ

نہ بناؤ کہ تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجنے لگو حالانکہ جو دین حق تمہارے پاس آیا ہے

مِّنَ الۡحَقِّ ۚ یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَ اِیَّاکُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا

وہ اُس کے منکر ہیں وہ تم کو اور رسول کو محض اتنی بات پر جلاوطن کرچکے ہیں کہ تم اُس اللہ پر

بِاللّٰہِ رَبِّکُمۡ ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِہَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ

ایمان لائے ہو جو تمہارا پروردگار ہے اگر مسلمانو تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضامندی تلاش کرنیکی غرض

(۲۰) اور اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب یقیناً تو اس پہاڑ کو دیکھتا کہ وہ دب جاتا اور پھٹ جاتا اللہ تعالیٰ کے خوف اور ڈر سے اور ہم اس لئے ان مثالوں کو لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں اور فکر و تامل سے کام لیں ۞ یعنی قرآن اپنی عظمت و جلال کی وجہ سے ایسی شان رکھتا ہے کہ اگر اس کو کسی پہاڑ پر نازل کردیتے اور پہاڑ کو فہم اور شعور دیا جاتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اور اے مخاطب تو اس کو دیکھتا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا لیکن ان منکروں کے دل پہاڑ کے پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں کہ یہ قرآن سنتے ہیں اور متاثر نہیں ہوتے یہ مثالیں اس لئے بیان کی جاتی ہیں تاکہ لوگ سمجھیں اور غور کریں آیت میں کافروں کی قلبی قساوت کا اظہار ہے۔

(۲۱) وہ اللہ تعالیٰ ایسا معبود ہے جس کے سوا اور کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں وہ ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے وہ بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ یعنی وہ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں جو چیز مخلوق سے پوشیدہ ہے وہ اُس کو بھی جانتا ہے اور جو مخلوق سے پوشیدہ نہیں وہ اُس کی بھی کنہ اور حقیقت کو جانتا ہے آگے پھر اسی توحید کی تاکید ہے (۲۲) تفسیر صفحہ ہذا۔

وہ اللہ تعالیٰ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ بادشاہ ہے وہ جملہ عیوب سے پاک ہے وہ تمام عیوب سے سالم اور تمام عیبوں سے سلامت ہے۔ وہ امن دینے والا ہے وہ نگہبانی کرنیوالا ہے یعنی ہر آفت سے کمال قوت کا مالک اور زبردست ہے بڑی عظمت والا اور بڑائی والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے ۞ جبار کے معنی ہم نے زبردست کے کئے ہیں۔ خرابی کا درست کرنیوالا بھی ہوسکتا ہے اور خود اختیار بھی اس کے معنی ہوسکتے ہیں۔ قرآن میں مختلف معنی کیلئے استعمال ہوا ہے (۲۳) وہ معبود برحق ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے وہ ایجاد و اختراع کرنیوالا ہے۔ وہ صورت بنانیوالا ہے سب اچھے اچھے نام اسی کے لئے مخاص ہیں۔ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے ۞ خالق اور باری کے معنی میں تھوڑا سا فرق ہے۔

خالق کے معنی کسی چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کرنا اور باری کے معنی ہیں عدم سے وجود میں لانا۔ بعض حضرات نے باری کے معنی ٹھیک ٹھیک بنانیوالا کئے ہیں اچھے اچھے اور نیک نام جو اچھی صفتوں پر دلالت کرتے ہیں سب اُسی کو زیبا اور اُسی کے نام ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سورت کے آخر میں پھر توجہ دلائی کہ ایسے زبردست مالک الملک کی موجودگی میں دوسروں کو معبود سمجھنا کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔ ہر حالت میں وہی فرماں روا ہے اور اُسی کے احکام کی بجا آوری ہونی چاہئے (۲۴) تم تفسیر سورۃ الحشر ۞ سورۃ الممتحنہ ۞ سورۃ ممتحنہ مدنی ہے اور یہ تیرہ آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں ۞ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ اے ایمان والو تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ دراں حالیکہ تم اُن کو مروت اور دوستی کے پیغام بھیجنے لگو اور ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ جو دین حق تمہارے پاس آیا ہے وہ اس دین حق کے منکر ہیں ان کی دشمنی کا یہ حال ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تم کو اتنی بات پر شہر بدر اور

(باقی صفحہ ۸۷۷)

(بقیہ صفحہ ۸۷۶) جلاوطن کر چکے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو جو تمہارا پروردگار ہے۔ اگر اے مسلمانو! تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضاجوئی اور میری رضامندی کو تلاش کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے ہو تو ان منکروں کو دوست نہ بناؤ تم دوستی کی وجہ سے ان کی طرف پوشیدہ پیغام بھیجتے ہو اور ان سے خفیہ اور چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ تم جو کچھ علانیہ اور ظاہر کر کے کرتے ہو اُس سب کو میں خوب جانتا ہوں اور جو شخص تم میں سے ایسا کریگا یعنی دشمنوں کو دوستانہ پیغام دے گا تو یقین جانو وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا ⁂ ۸ھ ہجری کا واقعہ ہے کہ بنی ہاشم کی ایک باندی سارا نامی مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آئی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے سارا تو مسلمان ہو کر آئی ہے اس نے کہا نہیں میں محتاج ہو کر آئی ہوں آپ نے عبدالمطلب کی اولاد کو ترغیب دلائی کہ یہ خاندان ہاشم کی باندی ہے اور محتاج ہو کر آئی ہے ان لوگوں نے اس کی کپڑے اور دیگر سامان وغیرہ کی مدد کی جب یہ واپس جانے لگی تو حاطب بن بلتعہؓ جو ایک مشہور بدری صحابی ہیں انھوں نے ایک خفیہ خط اس کو دیدیا جو کفار مکہ کے نام روانہ کیا گیا تھا اور اس میں لکھا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں تم لوگ باخبر رہنا غرض کفار مکہ سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے یہ خفیہ اطلاع دی تھی اور چونکہ حاطبؓ یمن کے رہنے والے تھے اور مکہ میں ان کے اہل وعیال تھے اور کوئی ان کا قرابت دار مکہ میں نہ تھا۔ اس لئے حاطب نے یہ ہمدردی کی تاکہ کفار مکہ ان کے بال بچوں کو گزند نہ پہونچائیں اور ان کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس خفیہ خط سے آگاہ کر دیا۔

وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا
سے نکلے ہو تو ان منکروں کو دوست نہ بناؤ تم دوستی کی وجہ سے ان کی طرف پوشیدہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ

أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ
جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو تم علانیہ کرتے ہو میں اُس سب کو خوب جانتا ہوں اور جو کوئی تم میں سے ایسا

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١﴾ إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا
کریگا تو یقین جانو کہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ اگر وہ کافر تم پر قابو پالیں تو تمہارے حق میں

لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم
دشمنی کا اظہار کریں اور برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی

بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ﴿٢﴾ لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ
کریں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔ قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں کچھ نفع

وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا
دیں گی اور نہ تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ تمہارے مابین فیصلہ فرمائے گا اور جو کچھ بھی تم کر رہے ہو

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣﴾ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي
اس سب کو اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھ دینے والوں کی زندگی میں تم لوگوں کیلئے

إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ
ایسی اچھی خصلت موجود ہے جو قابل اتباع ہے جبکہ ان سب نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور اُن سے

مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ
جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو سخت بیزار ہیں ہم تمہارے عقائد باطلہ کے منکر ہیں اور

بَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ
ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور دشمنی ظاہر ہو گئی تاوقتیکہ

تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ
تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ مگر ہاں ابراہیمؑ کی اتنی بات جو اس نے اپنے باپ سے کہی تھی

تفسیر صفحہ ہذا :- چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ، عمارؓ، عمرؓ، زبیرؓ، طلحہ، مقداد، اور ابامرثد کو روانہ کیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ تم روضہ خاخ پر پہنچو وہاں تم کو ایک عورت ملے گی تم اس سے خفیہ خط کی تحقیق کرو اور اس کے پاس سے وہ خط لیکر آجاؤ اور اس عورت کو چھوڑ دو چنانچہ ان لوگوں نے روضہ خاخ پر پہنچکر اس عورت کو پکڑا اس نے انکار کیا اور اس کے سامان کی تلاشی میں بھی وہ خط نہ نکلا حضرت علیؓ نے اس کو قتل کی دھمکی دی تب اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے نکال کر وہ خط دیا۔ یہ لوگ خط لے کر واپس آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطبؓ سے دریافت کیا حاطب نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے کسی قسم کے نفاق یا خیانت کی وجہ سے یہ خط نہیں لکھا بلکہ اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے خیال سے یہ خط لکھا تاکہ کفار مکہ اس احسان کی بنا پر میرے اہل وعیال کو قتل نہ کردیں اور میرا مکان نہ لوٹ لیں۔ کیونکہ میں ایک پردیسی آدمی ہوں اور مکہ میں میرا کوئی رفیق نہیں ہے۔ آپؐ نے حاطب بن بلتعہؓ کا عذر قبول فرمالیا۔ حضرت عمرؓ نے حاطب کے قتل کی اجازت طلب کی مگر آپ نے منع فرمادیا اور فرمایا کہ حاطب جنگ بدر کے شرکاء میں سے ہے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اب آگے کفار کی عداوت کا مزید بیان ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرتؐ کو مکے والوں سے صلح ہوئی انا فتحنا میں آچکا دو برس رہی پھر کافروں کی طرف سے ٹوٹی تب حضرت نے فوج جمع کیکے ارادہ کیا مکے کا اور خبر بندی کر کبھی کافر پہلے نہ لڑنے لگیں کہ حرم میں لڑنا ٹھہرے ایک مسلمان تھے حاطب مکے والوں کو خط لکھا حضرت کو وحی سے معلوم ہوا اس کو راہ سے پکڑ منگایا حاطب نے عذر میں کہا کہ میرے اہل وعیال مکے میں ہیں ان کافروں سے سلوک رکھتا ہوں تا عیال کی خبر لیتے رہیں یہ خطا بڑی ہوئی لیکن حاطبؓ بہشتی ہیں بدر کے لوگوں میں اس پر یہ سورت اتری ۱۲ (۱) اگر یہ منکر تم پر قابو پالیں، اور ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو یہ تمہارے حق میں دشمن ہوں اور عداوت کا اظہار کرنے لگیں اور برائی کیساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی کریں اور وہ اس بات کے متمنی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر بن جاؤ اور کفر اختیار کرلو: یعنی یہ لوگ دوستی کے قابل نہیں ان کی دوستی میں دُنیوی نقصان بھی ہے اور دینی نقصان بھی ہے۔ دنیوی نقصان یہ کہ اگر برسر اقتدار ہو جائیں تو کھلم کھلا دشمنی کریں۔ ہاتھ سے برائی پہونچائیں زبان طعن دراز کریں دینی نقصان یہ کہ ان کی دلی خواہش اور تمنا یہ ہے کہ تم اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرلو چونکہ مکے والوں کے یہ خیالات اور ان کی یہ ذہنیت ہے اس لئے مکے والے اس قابل نہیں کہ ان سے خفیہ یا علانیہ دوستی کریں (۲) قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں اور قرابت داریاں تم کو کچھ نفع نہیں دے سکیں اور نہ تمہاری اولاد تمہارے کچھ کام آسکتی ہے اللہ تعالیٰ تمہارے مابین فیصلہ فرمائیگا اور اللہ تعالیٰ ان تمام اعمال کو جو تم (باقی صفحہ ۸۷۸ پر)

لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ

کہ میں تیرے لئے استغفار ضرور کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی تیرے بھلے کا کوئی اختیار نہیں

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿٤﴾

رکھتا اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف سب کی بازگشت ہے

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا

اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کے لئے محل آزمائش نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار ہم کو

رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٥﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

معاف کر دے بیشک تو بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے۔ بے شک تم لوگ جو اللہ پر

فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ

اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تمہارے لئے اس ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں بہترین قابل تقلید نمونہ

الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦﴾

موجود ہے اور جو شخص اُن کی اتباع سے روگردانی کریگا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تمام خوبیوں سے متصف ہے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ

کچھ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم میں اور اُن لوگوں میں جن سے تمہاری دشمنی ہے

مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧﴾

دوستی پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے اور اللہ بڑی مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے

الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ

دین کے بارے میں نہیں لڑے اور نہ اُنھوں نے تم کو تمہارے

وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٨﴾ اِنَّمَا

گھروں سے نکالا بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

(بقیہ صفحہ ۸۰۰) کر رہے ہو دیکھتا ہے :: یعنی قرابت داری اور اولاد وغیرہ کی وجہ سے اس قسم کی کمزوریاں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اسی کو فرمایا کہ یہ چیزیں نفع دینے والی نہیں ہیں۔ قیامت کے دن ان میں سے کوئی بھی چیز کام آنیوالی نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ فرما دیگا۔ مومن جنت میں ہونگے اور منکروں کو جہنم میں بھیجدیا جائیگا۔ لہٰذا کام آنے اور نفع دینے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ تمہارے تمام اعمال کو اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے۔ پس ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حق کو مقدم سمجھو اور کسی دوسرے کے حق پر اللہ تعالیٰ کے حق پر ترجیح نہ دو آگے ترغیب و تحریض کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا (۴) بلاشبہ تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھی اور شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے اور بیشک تم کو چال چلنی ہے اچھی ابراہیمؑ کی اور جو اُس کے ساتھ تھے جبکہ ان سب نے اوقاتِ مختلفہ میں اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو اور جن کی پرستش کیا کرتے ہو سخت بیزار ہیں ہم تمہارے عقائدِ باطلہ کے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور دشمنی ظاہر ہوگئی۔ تا وقتیکہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لے آؤ مگر ہاں ابراہیمؑ کی اتنی بات جو اس نے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں تیرے لئے استغفار ضرور کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی تیرے بھلے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف سب کی بازگشت ہے :: **تفسیر صفحہ ہٰذا:** یعنی کفار سے تعلقات کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھی جو بتدریج بڑھتے رہے ابتدا میں بہت کم تھے پھر اور بڑھے۔ بہرحال ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھیوں کا پیروی کرنے کے لئے ایک اچھا نمونہ اور ان کی سیرت قابل اقتدا اور واجب الاتباع ہے۔ پھر وہ روش اور ان کا طرزِ عمل بیان فرمایا کہ ان سب نے صاف طور پر کہدیا کہ ہم تمہارے طرزِ عمل اور تمہارے معبودانِ باطلہ سے بیزار بری الذمہ اور الگ ہیں ہم تم سے یعنی تمہارے باطل عقیدوں کے منکر ہیں اور باعتبار معاملات اور برتاؤ کے بھی ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے دشمنی اور عداوت و بغض قائم ہے جب تک کہ تم اپنے عقائدِ باطلہ سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ جو وحدہٗ لاشریک ہے اس پر ایمان نہ لے آؤ اس وقت تک یہ عداوت اور دشمنی قائم رہے گی یعنی شرک اور مشرکین کی عداوت کی غایت مشرکین کا اللہ تعالیٰ پر جو وحدہٗ لاشریک ہے ایمان لے آنا ہے ہاں ابراہیمؑ کی اتنی بات اپنے باپ سے ضرور ایک وعدے کی بنا پر تھی کہ میں تیرے لئے بخشش کی دعا کرتا رہوں گا اور یہ بھی کہدیا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تجھے کچھ نفع نہ پہونچا سکوں گا اور میں تیرے بھلے کا اللہ کے ہاتھ سے مالک نہیں ہوں چونکہ کفار کے ساتھ نہایت صاف الفاظ میں بیزاری کا اظہار فرمایا تھا آگے ان ابراہیمؑ اور مؤمنین کی دعا ذکر فرمائی اے ہمارے پروردگار ہم نے تجھی پر توکل کیا تاکہ کفار کے شر سے اور ضرر سے محفوظ رہیں اور تجھ پر ایمان لانے میں تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے اس اعتقاد کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم سب کی بازگشت تیری ہی طرف ہے اور سب کو تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے (۵) اے ہمارے پروردگار نہ جانچ ہم پر کافروں کو اور ہم کو کافروں کے لئے محل آزمائش نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار ہم کو بخشدے اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دے بلاشبہ تو کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے :: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہ کیا تم بھی وہی کرو ایک ابراہیمؑ نے دعا چاہی تھی باپ کیواسطے جب تک معلوم نہ تھا تم کو معلوم ہو چکا تم کافر کی بخشش نہ مانگو۔ نہ جانچ ہم پر کافروں کو یعنی ہم کو کافروں کے واسطے محل آزمائش نہ کر ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ تم کو حضرت ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں کی پیروی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انھوں نے ہجرت کی تم بھی ہجرت کر جاؤ اور اپنے ہم وطن کافروں کی طرف رخ کر کے نہ دیکھو۔ البتہ ابراہیم جو اپنے باپ کے حق میں دعا کیا کرتے تھے وہ اجازت سے کیا کرتے تھے جب اُن کو معلوم ہو گیا کہ وہ کفر پر مرا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کر دیا تو وہ رُک گئے اور چونکہ تم کو اپنے رشتہ داروں کے مرنے کا حال معلوم ہے اس لئے تم اُن کے لئے استغفار نہ کیا کرو۔ اور یہ جو فرمایا ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کے ظلم و ستم کے لئے ہم کو تختۂ مشق نہ بنا اور ان کو ایسا غلبہ اور اقتدار نہ دے کہ ہمارے اعلان بیزاری اور (باقی ضمیمہ میں)

سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اُن لوگوں سے دوستی کرنے کو منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی ہو اور تم کو تمہارے گھروں سے اُجاڑا اور نکالا ہو اور تمہارے خلاف تمہارے نکالنے والوں کی مدد کی ہو اور جو لوگ ایسے کفار اور اس قسم کی جارحانہ کارروائیاں کرنیوالے کفار سے دوستی کریں گے اور دوستانہ برتاؤ کریں گے تو یہی لوگ ہیں گناہ گار ؃ یعنی صرف اُن لوگوں سے موالات اور دوستی کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے جو تم سے دین کے حق میں لڑتے رہے اور دین کے بارے میں تم سے جنگ کرتے رہے۔ تم کو تمہارے وطن سے نکالا۔ تم کو تمہارے گھروں سے اُجاڑا اور اُن لوگوں کی اعانت کی اور ان کی مدد کی جو تم کو تمہارے وطن اور تمہارے گھروں سے نکالنے والے تھے ایسے لوگوں سے کسی قسم کی دوستی یعنی خصوصی بر و احسان اور خصوصی انصاف نہ کرو جو لوگ باوجود اس حکم ممانعت کے پھر بھی ان سے موالات اور دوستی کا برتاؤ کریں گے تو ایسے ہی لوگ ظالم اور بے انصاف ہیں۔ لوضعھم الولایۃ فی موضع العداوۃ - کیونکہ ان لوگوں نے عداوت کی جگہ ولایت کو رکھا اس لئے انکو ظالم فرمایا۔ اب آگے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جو عہد نامہ کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان ہوا تھا اور جس کو چند سال کے بعد خود کفار مکہ نے توڑ دیا تھا اسکی بعض تشریحات مذکور ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۹)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں دارالحرب سے ہجرت کرکے آجائیں تو اُن کے ایمان کو پرکھ لیا کرو اور اُن کے ایمان کا امتحان لے لیا کرو یعنی یہ معلوم کرلیا کرو کہ انھوں نے صرف ایمان کی خاطر ہجرت کی ہے یا کسی کے عشق میں مبتلا ہو کر آئی ہیں یا خاوند سے دنیوی معاملات میں ناراض ہو کر چلی آئی ہیں۔ یوں تو ان کے ایمان کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر اگر تم ان کو واقعی مسلمان سمجھو تو ان کو کافروں کی طرف واپس مت کرو کیونکہ نہ تو وہ مسلمان ہجرت کرنے والی عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ یعنی یہ مہاجرہ عورتیں نہ اپنے کافر خاوندوں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر خاوند ان مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو مہر ان کے کافر خاوندوں نے انکو دیا ہو وہ ان خاوندوں کو واپس کردو اور لوٹا دو اور تم کو ان ہجرت کرکے آنے والی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں جبکہ تم ان عورتوں کو ان کا مہر ادا کردو اور تم اے مسلمانو! ان کافرہ عورتوں سے زوجیت کا کوئی تعلق قائم نہ رکھو یعنی جو دارالحرب میں رہ گئیں یا دارالاسلام سے مرتد ہو کر واپس ہو گئیں۔ ہاں جو مہر تم نے ان کو دیا ہو وہ ان کافروں سے واپس طلب کرلو اور اسی طرح جو مہر کافروں نے دیا ہو وہ اپنا دیا ہوا تم سے واپس طلب کرلیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ تمہارے مابین فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے ؃ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس صلح کے وقت قرار ہوا تھا کہ جو کوئی ہمارا تم پاس جاوے اس کو پھر بھیجو حضرت نے قبول کیا کئی مرد آئے ان کو پھیر دیا پھر کئی عورتیں آئیاں ان کو پھیریں تو کافر مرد کے گھر عورت کو حرام کروانا پڑے تب یہ آیت اتری ۱۲ شاید یاد ہو گا ہم نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بتایا تھا کہ کفار مکہ کیساتھ جو صلح نامہ لکھا گیا تھا اس میں علاوہ اور شرائط کے یہ شرط بھی تھی کہ جو شخص مکہ سے بھاگ کر مدینے پہونچ جائے یا معسکر اسلام یعنی حدیبیہ میں آجائے جو اس وقت عارضی طور پر دارالاسلام تھا۔ اس مسلمان کو واپس کرنا ہوگا اور اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مکہ بھاگ جائے اس کو مکہ والے واپس نہیں کریں گے چنانچہ اسی سلسلے میں کئی مسلمان واپس کئے گئے۔ اتفاق سے سبیعہ بنت حارث اسلمی بھی مسلمان ہو کر آگئیں اور ان کے پیچھے ان کا خاوند مخزومی جو کافر تھا وہ بھی آگیا مخزومی نے مطالبہ کیا کہ میری بیوی مجھ کو واپس کی جائے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا واپسی کی بات مَردوں کے ساتھ ہے جو عورت مسلمان ہو کر آئے گی اس کو واپس نہیں کیا جائیگا۔ غالباً کفار نے بھی اس شرط کو منظور کرلیا۔ عورت کے امتحان کا مطلب ہم عرض کرچکے ہیں کہ اس کی ہجرت صرف رغبت اسلام کی وجہ سے ہو اور وہ ان شرائط پر بیعت کرنے کو آمادہ ہو جو اسی سورت کے آخر میں ابھی آتی ہیں یہ ایک اجمال کی تفصیل بھی اس لئے معاہدہ بھی نہیں ٹوٹا اور بالاتفاق صلح قرار پائی۔ اگرچہ بعض حضرات اب ان احکام کے قائل نہیں اور ان کو منسوخ بتاتے ہیں لیکن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ ان احکام کا نسخ ثابت نہیں۔ اب بھی اگر کسی موقعہ پر اہل حرب سے صلح ہو تو ان احکام پر عمل کیا جاسکتا ہے (باقی ضمیمہ میں)

إِنَّمَا يَنْهَىٰكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَ

تو تم کو صرف اُنہی لوگوں سے دوستی کرنے کو منع فرماتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی

أَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ

ہو اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور تمہارے خلاف تمہارے نکالنے والوں کی

أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٩﴾

مدد کی ہو اور جو لوگ ایسے کفار سے دوستی کریں گے تو یہی لوگ گناہ گار ہوں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آجائیں

مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۖ فَإِنْ

یعنی دارالحرب سے تو اُن کے ایمان کا امتحان کرلیا کرو یوں تو ان کے ایمان کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے

عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ

پھر اگر تم ان کو واقعی مسلمان سمجھو تو ان کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُم مَّا

کیونکہ نہ تو وہ عورتیں انکافروں کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کیلئے حلال ہیں ہاں جو مہر انکے کافر خاوندوں

أَنفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا

نے ان کو دیا ہو وہ ان خاوندوں کو واپس کردو اور تم کو ان ہجرت کرکے آنیوالی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں

آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ

جبکہ تم ان عورتوں کو انکے مہر ادا کردو اور تم ان کافرہ عورتوں سے زوجیت کا کوئی تعلق قائم نہ رکھو (جو دارالحرب میں رہ گئیں یا مرتد

وَاسْأَلُوا مَا أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ

ہو کر واپس گئیں) ہاں جو مہر تم نے انکو دیا ہو وہ کافروں سے واپس لو اور اسی طرح جو مہر کافروں نے دیا ہو وہ اپنا دیا ہوا تم سے واپس لیں یہ اللہ

اللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ وَإِن فَاتَكُمْ

تعالیٰ کا حکم ہے وہ تمہارے مابین فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے

اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی عورت کافروں کی طرف چلے جانے سے تم کو چھوڑ جائے اور کافر اس کا مہر تم کو واپس نہ کریں پھر تمہاری نوبت آجائے یعنی مہر واپس کرنے کی مثلاً کوئی کافرہ عورت مسلمان ہو کر آجائے تو وہ مہر بجائے کافروں کے ان مسلمانوں کو اس قدر دو جتنا کہ انھوں نے خرچ کیا تھا جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ❊ یعنی اگر کفار تمہارے مہر نہ دیں جیسا کہ انھوں نے نقضِ عہد کیا کہ اپنی عورتوں کے مہر تو وصول کرتے اور جب کسی مرتدہ کا جو دینے سے نکل کر مکہ بھاگ آئی مہر دینا پڑتا تو انکار کر دیتے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسا موقعہ آجائے تو تم بھی ہجرت کرنے والی عورتوں کا مہر روک لو اور تم خود ان مسلمانوں کو دیدو جن کی بیویاں مرتد ہو کر نکل گئیں اگر مہر کی رقم برابر سرابر ہو تب تو کوئی دشواری نہیں اور اگر کفار کا کچھ بچے اور بڑھ جائے تو ان کو دیدو۔ اور اگر اس لین دین کے بعد تمہارا نکلتا ہے تو اس کا مطالبہ جاری رکھو۔ بعض حضرات نے عاقبتم کا ترجمہ عذاب اور جہاد سے کیا ہے تو اب مطلب یہ ہوگا کہ اگر تمہارا یعنی مسلمانوں کا مطالبہ کافر ادا نہ کریں اور ان عورتوں کا جو مرتد ہو کر بھاگی ہیں ان کا مہر مسلمانوں کو واپس نہ کریں اور ان سے کبھی لڑنے اور جہاد کرنے کی نوبت آجائے تو جو مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے اس میں سے ان مسلمانوں کے مہر کا مطالبہ پورا کرو۔ جیسا کہ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ مرتدہ عورتوں کا مہر ان کے مسلمان خاوندوں کو غنیمت کے مال سے ادا کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جس مسلمان کی عورت گئی اور کافر اس کا خرچ کیا ہوا نہیں پھیرتے تو جس کافر کی عورت آئی اس کا خرچ دینا تھا اس کو نہ دیں اسی مسلمان کو دیں یہ مال گنو۔ رکھا اس مال کے لئے یہ حکم جب تھا کہ وہ کافروں سے صلح ٹھہری تھی پھیر دینے پر اب یہ حکم نہیں مگر کہیں ایسی صلح کا اتفاق ہو جائے اور عورتوں کا جانچنا فرمایا کہ دل کی خبر اللہ کو ہے مگر ظاہر میں جانچنا یہ کہ اگلی آیت میں جو حکم ہے وے قبول کریں تو ان کا ایمان ثابت رکھو یہ آیت ہے بیعت کی حضرت کے پاس بیعت کرتیاں تھیں تو یہی اقرار لیتے تھے ۱۲ آگے وہ آیت مذکور ہے۔ اور یہ جو فرمایا مثل ما انفقوا اس کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کے زرِ مہر میں سے اس قدر رقم مسلمانوں کو دی جائے جتنی انھوں نے اپنی بیویوں کے مہر میں خرچ کی ہو۔ اور چونکہ یہ لین دین کے معاملات میں ہیں اس لئے آخر میں فرمایا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور لین دین میں احتیاط سے کام لو ایسا نہ ہو کہ غیر مسلموں کی رقم میں سے مسلمانوں کو کچھ زیادہ دیدو بلکہ جس قدر مہر میں ان کا خرچ ہوا ہے حساب سے اسی قدر دو اور اگر کافروں کی رقم بچ جائے تو ان کو واپس کر دو اور کافروں کی رقم وصول کرنے کے بعد بھی تمہارا کچھ نکلے تو اس کا مطالبہ کرتے رہو اور ان سے عہد نامہ کی پابندی کراؤ خلاصہ یہ کہ کسی شخص کی حق تلفی نہ کرو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم (۱۱) اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر وہ بیعت کریں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور یہ کہ وہ چوری نہ کریں گی اور یہ کہ وہ نہ بدکاری کریں گی اور یہ کہ نہ وہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔ اور یہ کہ وہ کوئی ایسا بہتان نہیں لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑ لیا ہو اور نہ کسی امر شرعی میں آپ کی نافرمانی کریں گی

شَیۡءٌ مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ اِلَی الۡکُفَّارِ فَعَاقَبۡتُمۡ فَاٰتُوا

کوئی عورت کافروں کی طرف چلی جائے تم کو چھوڑ جائے اور کافر اس کا مہر تم کو واپس نہ کریں پھر تمہاری نوبت آجائے تو وہ مہر

الَّذِیۡنَ ذَهَبَتۡ اَزۡوَاجُهُمۡ مِّثۡلَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا ؕ وَاتَّقُوا

بجائے کافروں کے اُن مسلمانوں کو دو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں اسی قدر جتنا کہ اُنھوں نے خرچ کیا تھا اور اُس

اللّٰهَ الَّذِیۡۤ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا

اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں

جَآءَکَ الۡمُؤۡمِنٰتُ یُبَایِعۡنَکَ عَلٰۤی اَنۡ لَّا یُشۡرِکۡنَ

آپ کے پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ خدا کے ساتھ کسی چیز کو

بِاللّٰهِ شَیۡـًٔا وَّلَا یَسۡرِقۡنَ وَلَا یَزۡنِیۡنَ وَلَا یَقۡتُلۡنَ

شریک نہ کریں گی اور یہ کہ نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو

اَوۡلَادَهُنَّ وَلَا یَاۡتِیۡنَ بِبُهۡتَانٍ یَّفۡتَرِیۡنَهٗ بَیۡنَ

قتل کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے

اَیۡدِیۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ وَلَا یَعۡصِیۡنَکَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ

درمیان گھڑلیں اور نہ کسی امر شرعی میں آپ کی نافرمانی کریں گی

فَبَایِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو آپ ان عورتوں کو بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے خدا سے مغفرت طلب کیا کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا

بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو

قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ قَدۡ یَئِسُوۡا مِنَ الۡاٰخِرَةِ

جن پر اللہ تعالیٰ نے غصہ اور غضب فرمایا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ وہ آخرت کے ثواب سے ایسے ناامید

کَمَا یَئِسَ الۡکُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ ﴿۱۳﴾ ع

ہوئے ہیں جیسے وہ کافر ناامید ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں

الربع ۲ ع ۸

اگر ان امور پر آپ سے بیعت کریں تو آپ ان عورتوں کو بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش طلب کیا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ❊ مطلب یہ ہے کہ جو عورت مومنہ ان امور پر آپ سے بیعت کرنا چاہے اس کو بیعت کر لیا کیجئے۔ یہی اس کا امتحان ہے اور اس سے اس کے مسلمان ہونے کا ظن غالب ہو سکتا ہے باقی یوں تو ہر ایک کے صحیح ایمان کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ سب سے پہلی بات فرمائی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں کیونکہ یہ تمام امور کی اساس اور بنیاد ہے۔ چوری نہ کریں گی کہ یہ حق العباد میں کبیرہ گناہ ہے۔ جس کی سزا قطع ید ہے۔ اور نہ بدکاری کی مرتکب ہوں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا اور نہ کوئی ایسا بہتان گھڑیں گی اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان۔ کنایہ ہے حرام کے حمل کو خاوند کا بتا دینا۔ یا کسی غیر کا بچہ اٹھا لائیں اور اپنا بتا دیا اور اپنے خاوند سے اس کا نسب قائم کر دیا یہ سب امور زمانۂ جاہلیت میں کئے جاتے تھے اور امور شرعیہ اور احکام شرعیہ میں پیغمبر کی نافرمانی نہ کریں گی۔ اگر وہ عورتیں ان باتوں پر بیعت کریں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بیعت کر لیں۔ (باقی ضمیمہ میں)

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ صف مدنی ہے اور یہ چودہ آیتیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ

جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو مخلوق زمین میں ہے وہ سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ

کمال قوت و حکمت کا مالک ہے۔ اے ایمان والو تم ایسی بات کیوں کہتے ہو

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا

جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ امر سخت مبغوض ہے کہ تم ایسی بات کہو جو

تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ

کرو نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر

سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾ وَاِذْ قَالَ

لڑتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب موسیٰ

مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ

نے اپنی قوم سے کہا اے برادران قوم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ

اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ

میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب وہ اپنی کج روی پر جمے رہے تو اللہ نے انکے قلوب

قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۵﴾ وَاِذْ

کو اور ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔ اور وہ وقت بھی

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ

قابل ذکر ہے جبکہ عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا

سورہ صف مدنی ہے اور یہ چودہ آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ⁂ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ ہر وہ چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ کمال قوت و حکمت کا مالک ہے ⁂ مخلوق کی تسبیح کرنے کا ذکر سورۂ حشر میں ہو چکا ہے۔ تمام مخلوق کی تسبیح اور پاکی بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز قالاً تسبیح کرتی ہو یا اس کے حال اور اُس کی کیفیت سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا اظہار ہوتا ہو (۱) اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ⁂ یعنی ایسی بات زبان سے کیوں نکالتے ہو جو پوری نہیں کرتے کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب بدر کی تعریف فرمائی تھی اور ان کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا تھا۔ بعض صحابہ نے شوق ظاہر کیا اور کہا اگر اب کے کوئی جنگ ہوئی تو ہم بھی خوب دل کھول کر لڑیں گے لیکن اس کے بعد جنگ اُحد ہوئی تو اس میں وہ بہادری ظاہر نہیں ہوئی جس کا اظہار کرتے تھے اُس پر فرمایا کہ ایسی بات زبان سے کیوں کہتے ہو جو پوری نہیں کرتے۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں ہے جو دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود اس کے خلاف کرتے ہیں۔

یعنی بے عمل عالم یا بے عمل واعظ۔ مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو دوسرے لوگوں کو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے (۲) اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ امر سخت مبغوض ہے اور بہت ناراضی کی بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں ⁂ یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت ناپسندیدہ اور مبغوض ہے کہ تم جو بات زبان سے کہتے ہو اُس کو کرتے نہیں یا جو بات دوسروں سے کہتے ہو وہ خود نہیں کرتے۔ مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف کرو لیکن خود بھی اس پر عمل کرو۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے وعظ کہنے کی اجازت طلب کی کہ میں لوگوں کو نصیحت کرنے اور وعظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں انھوں نے فرمایا کہ تو نے قرآن شریف کی تین آیتوں پر غور کر لیا ہے اس نے عرض کیا کہ وہ تین آیتیں کونسی ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک تو سورۂ بقرہ کی آیت ہے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔ یعنی کیا تم لوگوں کو حکم کرتے ہو بھلائی کا اور خود اپنے نفسوں کو فراموش کر دیتے ہو دوسری آیت سورۂ ہود کی ہے وما ارید ان اخالفکم الی ما انھکم عنہ۔ یعنی حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ میرا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ جس بات سے تم کو روکتا اور منع کرتا ہوں وہ خود کرنے لگوں۔ تیسری آیت سورۂ صف کی ہے یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ یعنی اے مسلمانو! لوگوں سے وہ بات کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔ اس شخص نے کہا میں نے تو ان آیتوں پر کبھی غور نہیں کیا حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا تجھ کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ خلاصہ یہ کہ آیت امر بالمعروف سے نہیں روکتی بلکہ عالم کو اپنے علم پر عمل کرنے کی تاکید کرتی ہے جو لوگ آیت کا تعلق جہاد سے بتاتے ہیں ان کا مطلب ہم اوپر بتا چکے ہیں۔ کہ ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جنکو پورا نہیں کیا کرتے۔ جہاد کا شوق ظاہر کرتے ہو اور جہاد کے موقعہ پر کوتاہی کرتے ہو۔ بعض حضرات نے فرمایا آیت عام ہے اور ایسے لوگوں کیلئے تہدید ہے جو محض لفاظی اور بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے کے عادی ہیں اور عمل کے اعتبار سے کمزور اور تہی دامن ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بندے کو دعوے کی بات سے ڈرنا چاہئے کہ اس کے پیچھے مشکل پڑتا ہے ایک جگہ مسلمان جمع تھے کہنے لگے ہم اگر جانیں کہ اللہ کو کیا کام بہت بھاتا ہے تو وہی اختیار کریں تب یہ آیت اتری انتھی ⁂ خلاصہ یہ کہ اوپر غضب اور غصے والی بات کا اظہار فرمایا تھا اور مبغوض بات بتائی تھی۔ اب اگلی آیت میں محبوب چیز مذکور ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں (۳) بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے اور جنگ کرتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ یعنی ایک محکم اور مضبوط عمارت کی طرح جمے ہوئے ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے ہیں ⁂ یعنی یہی تو وہ چیز ہے جو تم جنگ احد میں پوری نہ کر سکے اور جم کر مقابلہ کرنے میں تم نے کمزوری اور سستی دکھائی اب آگے اسی مناسبت سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر فرماتے ہیں کہ ان کی امتوں نے اپنے اپنے رسولوں کو ایذا دی اور تکلیف پہونچائی اس کا انجام ان کے حق میں بُرا ہوا اگر اسی طرح اس نبی آخر الزماں کو تکلیف پہونچائی گئی اور پیغمبر کو ستایا گیا اور نافرمانی کی گئی تو اس کا انجام بھی ایک دن برا ہوگا۔ اور جہاد کی علت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس کی وجہ رسول کی مخالفت اور دین حق کا انکار اور پیغمبر کی ایذا رسانی ہوا کرتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کے خلاف (باقی ص۸۸۲ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۸۱) جہاد کرنیکا حکم دیا جاتا ہے (۴) اور وہ واقعہ قابلِ ذکر ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا اے برادران قوم تم مجھے کیوں ایذا دیتے اور تکلیف پہونچاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو اور تم کو معلوم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اور تمہارے پاس اُس کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب وہ اس کہنے پر بھی اپنی کجروی اور کج راہی پر جمے رہے اور کجی پر قائم ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں اور بے حکموں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔ بنی اسرائیل کی ایذا رسانی کے واقعات قرآن میں کئی جگہ مذکور ہو چکے ہیں۔ بنی اسرائیل کی نافرمانی اور بدگوئی پیغمبر کا مقابلہ وغیرہ سورۂ بقرہ سورۂ اعراف میں متعدد جگہ مذکور ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو تو مجھ سے بھی زیادہ ان کی قوم نے ایذا دی ہے۔ بہرحال جب ان کی قوم نے اپنی حالت کی اصلاح نہ کی۔ اور نافرمانی ہی پر قائم رہے اور دل کی کجی کا علاج نہیں کیا تو بالآخر مریض کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا گیا جیسا کہ معمول ہے کہ دوام علی العصیان اور نافرمانی کا عادی اور خوگر ہونا اطاعت اور انابت الی اللہ سے بندے کو دور کر دیتا ہے وہی حشر ان کا ہوا اور ان کے دل کج اور ٹیڑھے ہونے چلے گئے۔ ہم تیسیر میں متعدد جگہ عرض کر چکے ہیں۔ کہ گناہ سے گناہ بڑھتے ہیں۔ جب گناہ کے بعد توبہ نہ ہوگی تو کسی اور گناہ میں مبتلا ہونیکا انتظار کرو عادت اللہ اسی طرح جاری ہے۔ اور یہی بدپرہیزی اور دوا کا ترک ایک دن انسان کو روحانی موت کے کنارے پر لگا دیتا ہے۔ اسی معمول کیطرف آخر میں اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو جو نافرمانی کے خوگر ہو چکے ہیں ہدایت کی توفیق نہیں دیا کرتا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بنی اسرائیل ہر بات میں ضد کرتے اپنے رسول سے آخر مردود ہو گئے ۱۲ خلاصہ یہ کہ یہی ایذا رسانی کے وہ کام تھے جو ایک دن قوم کو مغضوب اور ملعون بنانے کا سبب ہوئے۔ اللھم انا نعوذ بك منك ومن مخالفة رسولك صلی اللہ علیہ وسلم (۵) اور وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے جب حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ نے فرمایا اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اور اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور من جانب اللہ تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اور میں اس توریت کی تصدیق کرنیوالا اور اس کو سچا بتانیوالا ہوں جو مجھ سے پہلے ہے اور میں ایک ایسے رسول کی بشارت اور خوش خبری دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور ان کا نام احمدؐ ہوگا پھر جب وہ رسول احمدؐ ان بنی اسرائیل کے پاس صاف و صریح اور کھلے دلائل لیکر آیا تو وہ بنی اسرائیل ان کے معجزات کو دیکھ کر کہنے لگے یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے ۱۲ تفسیر صفحہ ہذا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتب سابقہ میں پیشین گوئیاں موجود ہیں اور آپ کا مختلف ناموں سے تعارف کیا گیا ہے مثلاً توریت میں آپ کا نام احید ہے زبور میں آپ کو ماحی کہا گیا ہے انجیل میں آپ کا نام احمد بتایا ہے اسی کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ایک طرف میں توریت کی تصدیق کرنیوالا اور اس کو سچا بتانیوالا ہوں دوسری طرف اپنے بعد نبی آخر الزماں کے آنے کی بشارت اور خوش خبری دیتا ہوں کہ اس آخری نبی کا نام احمدؐ ہوگا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام برنباس کی انجیل میں اب تک بھی موجود ہے دوسری اناجیل میں اس کا ترجمہ لفظ فارقلیط سے کیا گیا ہے۔ بہرحال اناجیل کا مطالعہ کرنے والے آج بھی جانتے ہیں کہ باوجود تحریف لفظی اور معنوی کے اس پیشین گوئی کا پتا موجود ہے۔ اگرچہ نصاریٰ نے اس قسم کی پیشین گوئیوں کو اپنی تاویلات بعیدہ اور فاسدہ سے بالکل مسخ کر دیا ہے پھر جب وہ نبی آخر الزماں حسب بشارت تشریف لائے اور کھلے اور صاف و صریح دلائل اور معجزات اپنے ہمراہ لائے تو بنی اسرائیل اس پر ایمان لانے کی بجائے ان دلائل و معجزات کو کھلا جادو کہنے لگے اور اس پیغمبر پر ایمان نہیں لائے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت کا نام رکھا گیا دنیا میں محمدؐ اور فرشتوں کے درمیان احمد ۱۲ بعض حضرات نے فلما جاء ھم بالبینت کی ضمیر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی مراد لی ہے اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ جب حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کے پاس آئے تو انھوں نے اس عیسیٰ کو جادوگر بتایا واللہ اعلم بظاہر یہ قول مرجوح ہے (۶) اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر (باقی صفحہ ۸۸۳)

اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

آیا ہوں اور میں اس توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے ہے

وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا

اور میں ایک ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور اُن کا نام احمدؐ ہوگا پھر جب وہ رسول

جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶ وَمَنْ

ان بنی اسرائیل کے پاس صاف و صریح دلائل لیکر آیا تو وہ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور اس شخص سے

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى

بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ اس کو اسلام کی طرف دعوت دیجائے

اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷

اور وہ خدا پر جھوٹ افترا کرے۔ اور اللہ ایسے ظالموں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــــُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک

نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ

پہونچا کر رہے گا اگرچہ کافر کتنا ہی برا مانیں - وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے

رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي

رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان باطلہ پر

الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

غالب رکھے اگرچہ مشرک کتنا ہی برا مانیں - اے ایمان والو

اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

کیا میں تمہیں ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے

اَلِيْمٍ ۝۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ

بچا لے - وہ یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال

ع ۹ ۱

۱٦/۲

وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یعنی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو۔ یہ ایمان اور جہاد تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم کچھ رکھتے ہو۔ یعنی یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور اپنے مال اور اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرنا یہ تمہاری بقا اور تحفظ کے لئے بہت ہی بہتر ہے بشرطیکہ تم کو کچھ سمجھ ہو اور جہاد کے منافع اور فوائد تمہارے پیش نظر ہوں (۱۱) اس پر اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور ان عمدہ نفیس اور پاکیزہ مکانوں میں داخل کرے گا جو دائمی باغات میں واقع ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ یعنی اگر تم ایسا کرو گے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے اور جان و مال سے جہاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشدے گا اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے پائیں نہریں بہتی ہوں گی اور ایسے نفیس اور پاکیزہ مکانات میں داخل فرمائیگا جو جنات عدن یعنی دائمی باغوں میں واقع ہوں گے ان نعمتوں کا حصول یہ بہت بڑی کامیابی ہے (۱۲) اور ان نعمتوں اور اس بڑی کامیابی کے علاوہ تمہارے لئے ایک اور نعمت بھی ہے جسکو تم چاہتے اور دوست رکھتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدد اور قریب الحصول فتح ہے۔ اور اے پیغمبر آپ ان مسلمانوں کو بشارت اور خوشخبری دیدیجئے۔ یعنی ان ثمرات اور نتائج حقیقیہ کے علاوہ جو تمہارے ایمان اور جہاد پر مرتب ہوں گے۔ ایک اور نعمت عاجلہ بھی ہے جو تم کو محبوب ہے تحبونھا فرمایا کیونکہ عام طور سے انسانی طبائع فوائد عاجلہ کو محبوب اور مرغوب رکھتی ہیں وہ محبوب نعمت کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے غیبی مدد اور قریب ملنے والی فتح۔ آخر میں اپنے پیغمبر کی زبانی اس فتح کی بشارت دلوائی۔ اس فتح سے اشارہ یا تو مکہ کی فتح کی طرف ہے یا شاید روم کی فتح مراد ہو یا فارس کی بہر حال ایک بڑی فتح کی بشارت اور خوش خبری فرمائی۔ چونکہ سورت کی ابتداء میں صف باندھ کر اور جم کر لڑنے کا ذکر فرمایا تھا اس لئے اسی مضمون کا یہاں تتمہ فرمایا اور آخر ایک پیغمبر کی امت اور اس کے جاں نثار حواریوں کی کامیابی کا ذکر فرمایا (۱۳) اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے یعنی اس کے دین کے اسی طرح مددگار ہو جاؤ جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے کام میں کون میرا مددگار ہوتا ہے اس پر حواریوں نے جواب دیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے یعنی اس کے دین کے مددگار ہیں پھر ان کی کوشش کے بعد بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ لوگ منکر ہوئے یعنی ایک گروہ انکار کرتا رہا۔ پھر جو لوگ ایمان لائے تھے ہم نے ان کی مدد کی اور ان کو انکے دشمن کے مقابلے میں قوت عطا فرمائی سو وہ ایمان والے غالب ہوئے۔ حواری کے معنی مخلص اور برگزیدہ اور صفیہ کہتے ہیں حور کے لفظی معنی سفیدی اور بیاض کے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد تھے اور کپڑے دھویا کرتے تھے ان دھوبیوں کی تعداد بارہ تھی۔ پوری تفصیل آل عمران کی تفسیر میں ملاحظہ کیجئے۔ یہاں مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ کے شاگردوں کا حوالہ دیکر جہاد کی ترغیب دی گئی ہے کہ جس طرح انھوں نے اپنے نبی کی آواز پر لبیک کہا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کے لئے آمادہ ہوگئے تم بھی اسی طرح مستعد رہو۔ حضرت عیسیٰ کے زمانے میں صرف تبلیغ کا جہاد تھا اور غالباً یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد ہوا۔ ان کی موجودگی میں تو لوگ ان کے نبی ماننے اور انجیل کو آسمانی کتاب کہنے کے قائل نہ ہوئے تھے۔ مگر رفع الی السماء کے بعد بعض ان کے خدا ہونے کے قائل ہوگئے۔ بعض انکو خدا کا بیٹا کہنے لگے ایک فرقہ ان کے مخلصین کا اُن کو خدا کا بندہ اور رسول کہتا رہا وہ ان کا مقابلہ کرتا رہا یہاں تک کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوگئی اور آپ سے اس عبدہٗ و رسولہٗ کہنے والی جماعت کو تقویت پہنچی اور وہ غالب آئی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کے اصحاب سے ان کی تائید ہوئی اور ان کو اپنے مخالف فریق پر غلبہ حاصل ہوا اور اگر ان کی موجودگی کا واقعہ لیا جائے تب ظاہر ہے کہ جس طرح ہر نبی کے ماننے والوں کو نہ ماننے والوں سے مناظرہ اور مجادلہ کی نوبت آتی ہے وہی ان حواریوں کو بھی آتی ہوگی اور ان مخلصین کی کسی خاص موقعہ پر ایسی مدد فرمائی ہوگی جس سے مخالف مغلوب ہوگئے ہوں گے اور یہ حجت و براہین سے غالب ہوگئے ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان کے یاروں نے بڑی محنتیں کی ہیں تب ان کا دین فشر ہوا ہمارے زمانے تک (باقی صفحہ ۸۸۴ پر)

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

اور اپنی جانیں لڑا دو۔ یہ ایمان اور جہاد تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ

بشرطیکہ تم کچھ رکھتے ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردیگا اور تم کو ایسے باغوں میں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً

داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اور ان نفیس مکانوں میں داخل کرے گا

فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى

جو دائمی باغات میں واقع ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ان کے علاوہ

تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ

تمہارے لئے ایک اور نعمت بھی ہے جس کو تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور قریب ہی حاصل ہونے والی فتح ہے اور اے پیغمبر آپ

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ

ان مسلمانوں کو بشارت دیدیجئے۔ اے ایمان والو! تم اسی طرح اللہ کے مددگار ہو جاؤ

اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ

جس طرح کہ عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کے کام میں کون میرا

اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ

مددگار ہوتا ہے اس پر حواریوں نے جواب دیا تھا کہ ہم اس کے مددگار ہیں

اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ

پھر ان کی کوشش کے بعد بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور

كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کچھ لوگ منکر رہے پھر جو لوگ ایمان لائے تھے ہم نے اُن کو ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں

عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

قوت عطا فرمائی سو وہ ایمان والے غالب ہوئے۔

ع ۲ ۵ ۱۰

(بقیہ صفحہ ۸۸۳) حضرت کے پیچھے بھی خلیفوں نے اس سے زیادہ کیا ۱۲ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا خیال بھی یہی ہے کہ یہ اہل ایمان حضرت عیسیٰ کے وہ شاگرد ہیں جنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کے رفع الی السماء کے بعد ان کے دین اور ان کے طریقہ کو جاری رکھا اور آسمان پر چڑھتے وقت جو عہد و پیمان انہوں نے اپنے مخلص شاگردوں سے لیا تھا اس کو ان شاگردوں نے ان کے بعد پورا کیا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب (۱۴) تمہ تفسیر سورۃ الصف ؛ سورۃ الجمعۃ مدنی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اُس اللہ تعالیٰ کو پاکی کیساتھ یاد کرتی ہے اور اس کی پاکی بیان کرتی ہے جو بادشاہ ہے نہایت پاک ذات ہے بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے ؛ یعنی زمین و آسمان ہر ایک چیز زبان حال سے یا زبان قال سے اُس اللہ تعالیٰ کی پاکی کا اظہار کرتی ہے جو بادشاہ ہے جس کی سلطنت دائمی ہے جو جملہ عیوب سے پاک و منزہ ہے۔ کمال قوت کا مالک بڑی حکمت والا ہے (۱)

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورہ جمعہ مدنی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ

جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور جو مخلوقات زمین میں ہے وہ سب اُسی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے جو بادشاہ ہے

الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي

پاک ذات ہے اور بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں

الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

انہی ناخواندوں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے روبرو خدا کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور انکو پاک کرتا ہے

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ

اور انکو کتاب یعنی قرآن کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو دانائی کی باتیں سکھاتا ہے اور یقیناً اس رسول کی بعثت سے پہلے یہ

لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا

لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی جو آئندہ انہیں شامل ہونیوالے ہیں مگر ابھی تک ان میں شامل نہیں ہوئے

بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

اور وہ خدا بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے یہ مذکورہ نبوت خدا تعالیٰ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو

مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۞ مَثَلُ

چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے۔ ان لوگوں کی مثال

الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ

جن پر توریت کے علم و عمل کا بار ڈالا گیا تھا پھر انھوں نے اس کا بار نہ اُٹھایا اُس گدھے کی سی مثال ہے

الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

جو بہت سی بڑی بڑی کتابیں اُٹھائے ہوئے ہو جن لوگوں نے خدا کی آیتوں کی تکذیب کی

وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے اَن پڑھ اور ناخواندہ لوگوں میں انہی ناخواندوں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور انکو سنوارتا اور پاک کرتا ہے اور ان کو قرآن سکھاتا ہے اور ان کو حکمت و دانش مندی کی باتوں کی تعلیم دیتا ہے اور بلاشبہ اس رسول کی بعثت اور تشریف آوری سے قبل یہ لوگ صریح اور کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ (۲) اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی جو آئندہ ان میں شامل ہونیوالے ہیں اور ابھی تک ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا یعنی وہ رسول بھی امی اور ان پڑھ بھیجا اور عرب کی ہدایت کے لئے اسکو مقرر کیا آگے اُس پیغمبر کے تعلیمی شعبوں کا ذکر فرمایا کہ وہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے جس سے ان کو ہدایت میسر ہوتی ہے اور ان کو عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے پاک کرتا ہے اور ان کی اخلاقی اصلاح کرتا اور انکو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب یعنی قرآن کی تعلیم دیتا ہے اور انکو حکمت و دانش اور ان کو صحیح فہم کی تعلیم دیتا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ یہ اہلِ عرب اس رسول کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ گمراہی کفر و شرک کی گمراہی ہے جس میں تمام عرب کے لوگ مبتلا تھے اور آپ کو دوسرے لوگوں کے لئے بھی مبعوث فرمایا جو آئندہ ان میں شامل ہونیوالے ہیں۔ یعنی یا تو موجود ہیں مگر مسلمان نہیں ہوئے اور یا ابھی موجود ہی نہیں ہوئے اس لئے ابھی تک ان میں شامل نہیں ہیں مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو قیامت تک آپ کے تابع اور پیرو ہوں گے۔ بعض حضرات نے صحابۂ کرام کے تابعین مراد لئے ہیں۔ بعض نے فارس کے لوگ بتلائے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ آخرین منہم سے تمام اُمت مراد ہے خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی ہوں قیامت تک کی تمام اُمت اس میں شامل ہے اور منہم جو فرمایا یہ اس بنا پر کہ مسلمان باعتبار اسلام کے سب متحد اور ایک دوسرے کے شامل ہیں۔ وہ زبردست حکمت والا ہے یعنی اس نے اپنی قدرت اور حکمت سے ایسا نبی بھیجا جس نے تمام دنیا کے انسانوں کے لئے رہنمائی کا سامان مہیا فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم (۳) یہ پیغمبر کی بعثت اور اس کے ذریعہ سے گمراہی سے نکلکر کتاب و حکمت کی طرف آنا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہی رسول دوسرے ان پڑھوں کے واسطے بھی ہے وے فارس کے لوگ دے بھی نبی کی کتاب نہ رکھتے تھے حق تعالیٰ نے اول عرب پیدا کئے اس دین کے تھامنے والے پیچھے عجم میں ایسے کامل لوگ اٹھے ۱۲ خلاصہ یہ کہ بعض روایات میں چونکہ آخرین کی تفسیر میں فارس کا ذکر آیا ہے اس بنا پر حضرت شاہ صاحبؒ نے وہ قول اختیار کیا ہے لیکن اس امر کی گنجائش ہے کہ تفسیر میں عام مفہوم کو اختیار کیا جائے تاکہ عموم میں اہلِ فارس بھی داخل ہو جائیں بہرحال یہاں تک اس پیغمبر کی تعلیم اور اس کی تعلیم سے نفع حاصل کرنیوالوں کا ذکر تھا اب آگے مخالفینِ رسالت کا ذکر فرمایا (۴) ان لوگوں کی مثال جن پر توریت کے علم و عمل کا بار ڈالا گیا تھا پھر انھوں نے اس توریت پر عمل کے بار کو نہ اُٹھایا اُس گدھے کی سی مثال ہے جو بہت سی بڑی بڑی کتابیں اٹھائے ہوئے ہو جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور جھٹلایا اُن کی بہت بُری مثال ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کی رہنمائی نہیں فرماتا اور اُن کو ہدایت کی توفیق

(باقی صفحہ ۸۸۵ پر)

بقیہ صفحہ ۸۸۰ نہیں دیا کرتا ۵ یہ ان یہود کے علماء کی مثال ہے جن کو توریت کا علم دیا گیا تھا اور ان کو احکام الٰہی پر عمل کرنیکی تاکید کی گئی تھی لیکن انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشین گوئیاں توریت میں مذکور تھیں ان پر پردہ ڈالا اور ایک فریق نے مخالف بن کر نبی آخر الزماں کا مقابلہ کیا ان کے علم و عمل کی مثال سمجھائی کہ یہ توریت کے بے عمل علما ایسے ہیں جیسے گدھے پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوئی ہوں کہ اُس گدھے کو کچھ خبر نہیں کہ اس پر کیا لدا ہوا ہے۔ توریت میں حکم تھا کہ نبی آخر الزماں پر ایمان لانا۔ انھوں نے انکار کیا تو ان کا انکار مستلزم ہے ان کی بے عملی کو اس لئے یہ ان کی مثال فرمائی۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتائیں اور اُن کی تکذیب کریں یہ ان کی بری مثال ہے کہ ان کو چوپائے سے مثال دی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی جو جان بوجھکر آیات الٰہی کو جھٹلائیں ہدایت و رہنمائی کا ذمہ دار نہیں ہے اور یہ بدبخت اس کے مستحق نہیں ہیں کہ ان کی رہنمائی کی جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہود کے عالم ایسے تھے کہ کتاب پڑھی اور دل میں کچھ اثر نہ ہوا اللہ ہم کو پناہ دے ۱۲ احادیث صحیحہ میں بے عمل علماء کے لئے سخت وعید آئی ہے تفصیل کے لئے دوزخ کا کھٹکا ملاحظہ کیا جائے (۵) اے پیغمبر آپ ان یہود سے فرمایئے اے یہودیو اور اے یہود ہونے والو! اگر تم کو یہ دعویٰ ہے کہ اور سب لوگوں کے علاوہ تم ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو ؛ یعنی بے عمل کی یہ حالت کہ توریت کے احکام کی صریح خلاف ورزی کے مرتکب ہو اور دعویٰ یہ کرتے ہو کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ اور لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً۔ اور لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى۔ غرض یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کی نگاہ محبت والفت اور بخشش میں تم ہی تم ہو۔ کوئی دوسرا یعنی مسلمان اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مستحق ہی نہیں ہیں تو تم موت کی تمنا کرو جیسا کہ عاشقین الٰہی کا دستور ہے کہ وہ موت کو پسند کرتے ہیں اور موت سے گھبراتے نہیں جیسا کہ ہم سورۂ بقرہ میں اس پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ لقائے الٰہی کے شوق میں موت کی تمنا مذموم نہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جس کو معلوم ہو کہ مجھکو اللہ کے ہاں درجہ ہے اور خطرہ نہیں تو بیشک وہ مرنے سے خوش ہو اور نہ ڈرے ۱۲ خلاصہ یہ کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو تم موت کی تمنا کرو اور مرنے کے نام پر خوشی کا اظہار کرو لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ اس کو آگے بیان فرمایا (۶) اور یہ ان اعمال کی وجہ سے جو اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکے ہیں کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے اور ان ناانصافوں سے خوب واقف ہے ؛ یعنی جو اعمال یہ لوگ کرتے رہے ہیں ان کے انجام کو جانتے ہیں اس لئے یہ موت کی تمنا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ یہ تو موت سے ڈرتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان سب تحریفات کا حساب دینا ہوگا جو توریت میں صوری اور معنوی کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ مرنے کے بعد ان کو ان کے کاموں کی سزا دے گا آگے تنبیہ فرماتے ہیں (۷) اے پیغمبر آپ ان سے فرما دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ یقیناً تم کو پہنچ کر رہے گی اور وہ موت تم سے ملنے اور ملاقات کرنیوالی ہے پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے پھر جو جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تم کو ان سب سے آگاہ کردے گا اور تمہارے کرتوت تم کو جتا دے گا ؛ یعنی جس موت سے ڈرتے اور گھبراتے ہو اور بھاگتے ہو اس سے چھٹکارا نہیں وہ ایک نہ ایک دن تم سے ملاقات کرنیوالی اور تم کو دبوچ لینے والی ہے پھر تم جانتے ہو کہ تم اُس اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو کھلی اور چھپی سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔ پس جو عمل بھی تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہارے روبرو رکھ دیئے جائیں گے اور ہر عمل تمہارا تم کو جتا دیا جائے گا۔ اور جیسا عمل ہوگا ویسی ہی سزا دیجائیگی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہود کی خرابی یہی تھی کہ دین کو بیچتے دنیا کے واسطے چھوڑ دیتے ایسی بات سے ہم کو منع کیا جمعہ کا تقید بھی ایسا ہے کہ اس وقت دنیا کے کام میں نہ لگو ۱۲ خلاصہ یہ کہ آگے جو جمعہ کا ذکر فرمایا اس کی مناسبت سے شاہ صاحب نے یہ فرمایا کہ اوپر کی آیت سے ربط ہے (۸) اے دعوت ایمانی کے قبول کرنے والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دیجائے تو تم اللہ تعالیٰ کے ذکر اور خدا تعالیٰ کی یاد کے لئے بلا تاخیر چل کھڑے ہوا کرو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دیا کرو یہ کاروبار کو چھوڑ کر نماز کی طرف تیز گامی سے (باقی ضمیمہ میں)

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵

ان کی بہت بری مثال ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ

اے پیغمبر آپ ان سے کہئے کہ اے یہودیو اگر تم کو یہ دعویٰ ہے کہ اور سب لوگوں کے

اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

علاوہ صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو تم موت کی تمنا کرو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۶ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًاۢ بِمَا

اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو۔ اور یہ اُن اعمال کی وجہ سے جو اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکے ہیں

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۷

کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے بھاگتے ہو وہ یقیناً تم کو پہونچکر رہے گی

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

پھر تم اُس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے پھر جو جو کام تم کرتے رہے ہو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ

وہ تم کو ان سب سے آگاہ کردے گا۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز

ع ۸ ۱ ۱۱

لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم خدا کی یاد کیلئے بلا تاخیر چل کھڑے ہوا کرو

وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹

اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو یہ بات تمہارے لئے بہت بہتر ہے بشرطیکہ تم کو کچھ سمجھ ہو۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ

پھر جب نماز پوری ہو چکے تو اختیار ہے کہ تم زمین میں چلو پھرو

آگے اسی سلسلے میں ایک خاص واقعہ کا ذکر فرمایا جو ایک جمعہ کو عین خطبے کی حالت میں پیش آیا، واقعہ یہ کہ مدینہ منورہ میں غلے کی کمی تھی لوگ مال کے آنے کے منتظر تھے ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے ۔ یہ اُس زمانے کا ذکر ہے جب خطبہ نماز کے بعد ہوا کرتا تھا، یا شاید اسی دور کا ذکر ہے جب خطبہ پہلے اور نماز بعد میں ہوا کرتی تھی ۔ بہرحال آپ خطبہ دے رہے تھے اور عین خطبے کی حالت میں کوئی قافلہ غلہ کا دف بجاتا ہوا نقارہ پیٹتا ہوا بازار میں آ گیا لوگ غلہ خریدنے کے خیال سے اٹھ اٹھ کے بازار میں چلنے شروع ہو گئے یہاں تک کہ مسجد میں صرف بارہ آدمی خطبہ سنتے رہ گئے اور سب چلے گئے۔ چاروں خلفائے راشدین اور آٹھ اور حضرات بیٹھے رہے ۔ اس پر حضرت حق تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۰) اور یہ لوگ جب کوئی بنجارہ اور تجارتی قافلہ یا کوئی کھیل اور شغل دیکھتے ہیں تو اس کے دیکھنے کے لئے متفرق اور منتشر ہو جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں یعنی آپ کو خطبہ فرماتے ہوئے کھڑے ہونے کی حالت میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں آپ ان سے فرما دیجئے جو چیز اللہ کے پاس ہے اور جو اجر اللہ کے ہاں ہے وہ کھیل تماشے اور سوداگری سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے ۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں ۔ ایک بار جمعہ میں حضرت خطبہ فرماتے تھے اسی وقت بنجارا آیا اس کے ساتھ نقارہ بجتا تھا پہلے شہر میں اناج کی کمی تھی لوگ دوڑے کہ اس کو ٹھہرا دیں نماز کو پھر پڑھ لیں گے حضرت کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے حضرت نے انہی سے نماز پڑھی یہ اسی پر اترا ۱۲ خلاصہ یہ کہ اگر خطبہ پہلے ہوتا تھا اور نماز خطبہ کے بعد ہوتی تھی جیسا کہ دستور اور قاعدہ ہے تب یہ سمجھ کر چلے گئے کہ نماز قافلہ کو ٹھہرا کر پھر واپس آ کر پڑھ لیں گے اور اگر ابتدائی دور میں خطبہ بعد میں ہوتا تھا تو یہ سمجھ کر چلے گئے کہ بنجارا دیکھ کر پھر واپس آ جائیں گے بہرحال اس کو یہ فرمایا کہ جب کوئی تجارت اور سوداگری دیکھیں یا کھیل اور مشغلہ کی کوئی بات دیکھیں جیسے لوگوں کا غل غپاڑا اور دف کی یا ڈھول کی یا نقارے کی آواز تو آپ کو ممبر پر کھڑا ہوا چھوڑ کر چلے جائیں جیسا کہ جمعہ میں دورانِ خطبہ میں ان سے ایسی حرکت سرزد ہوئی آپ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو نماز اور خطبہ سننے کا ثواب موجود ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اور مجلس ذکر کی شرکت کے جو منافع اور فوائد اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ تمہاری سوداگری اور کھیل تماشے سے کہیں بہتر ہیں رہی غلے کی کمی اور قحط کے اندیشے سے ڈرنا اور رزق کی تلاش کرنا تو اللہ تعالیٰ بہترین روزی دینے والا ہے اور سب سے اچھا روزی رساں ہے۔ اس لئے طاعات ضروریہ اور عبادات میں مشغول رہنے پر بھی رزق جو مقسوم ہے وہ ضرور ملتا پھر اطاعت ضروریہ کو کیوں ترک کیا جائے بلکہ حقوق الٰہی کی رعایت کرنے پر رزق کے اور زیادہ ملنے کی امید ہے جیسا کہ بے شمار واقعات اہل اللہ کی سوانح میں موجود ہیں (۱۱) تم تفسیر سورۃ الجمعۃ

سورۂ منافقون مدنی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں ۔

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۔

اے پیغمبر جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں اور دل سے گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بیشک آپ اس کے رسول ہیں اور باوجود اس کے اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق یقیناً جھوٹے اور کاذب ہیں یعنی جو کہتے ہیں اس پر ان کا اعتقاد نہیں ۔ پہلی سورت میں یہود کے بعض منافقین کا ذکر فرمایا تھا اس سورت میں مدینے کے بعض دیگر منافقین کا ذکر ہے جو ظاہر میں مسلمانوں کی طرح باتیں کرتے تھے لیکن علیحدگی میں مسلمانوں پر طعن و تشنیع اور عیب چینی اور بدگوئی کرتے تھے نو وارد لوگوں کو بہکا کر اور غلط باتیں کہہ کر اسلام سے روکتے تھے ۔ اور اگر کبھی کوئی بات کھل جاتی تھی اور ان سے دریافت کیا جاتا تھا کہ تم نے ایسا کہا ہے تو صاف قسمیں کھا جاتے تھے کہ ہم نے ایسا نہیں کیا ۔ بعض موقعہ پر سفر کی حالت میں جبکہ ایک کنوئیں سے پانی لینے پر انصار اور مہاجر کچھ کہہ سن ہو گئی عبداللہ بن اُبی منافق نے انصار سے یہ کہا تھا کہ تم نے ان مہاجرین کو پرورش کر کے اور روٹیاں کھلا کر اپنے پر شیر کر لیا ہے اب یہ تمہارا مقابلہ کرتے ہیں اگر تم ان کی امداد بند کر دو تو چند دن میں یہ بھاگتے نظر آئیں اور یہ بھی کہا کہ اب کے ہم مدینے واپس گئے تو عزت دار لوگ ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے ۔ اشارہ اس طرف تھا کہ میں جو عزت دار ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو معاذ اللہ ذلیل ہیں میں ان کو مدینے سے نکال باہر کروں گا (باقی ص۸۸۷ پر)

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

اور اللہ کا فضل یعنی اُس کی روزی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کیا کرو

لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا

تاکہ تم فلاح پاؤ اور یہ لوگ جب کوئی تجارتی قافلہ یا کوئی کھیل تماشے کی بات دیکھتے ہیں تو اس کیلئے منتشر

اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ

ہو جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں آپ فرما دیجئے جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت

اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ منافقون مدنی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَاۗءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ

اے پیغمبر جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بیشک آپ اُس کے رسول ہیں اور خدا تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق یقیناً

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ

جھوٹے ہیں یعنی جو کہتے ہیں اس پر اعتقاد نہیں ۔ ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے سو یہ لوگ

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

خدا کی راہ سے روکتے ہیں بے شک وہ کام بہت برے ہیں جو یہ کر رہے ہیں ۔ یہ اس بنا پر ہے کہ

اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾

یہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے لہٰذا ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی اب یہ لوگ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں

ع ۲ / ۱۲

وقف لازم

(بقیہ صفحہ ۸۸۶) زید بن ارقمؓ نے اس بات کی اطلاع حضورؐ کو دی مگر وہ مکر گیا اور قسم کھالی کہ میں نے نہیں کہا زید بن ارقمؓ بلاوجہ محجوب ہوئے۔ حضرت حق تعالیٰ نے زید بن ارقمؓ کی توثیق فرمائی غرض اس سورت کے بڑے حصے میں انہی لوگوں کی شرارتوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جب منافق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم دل سے گواہی دیتے ہیں یعنی جو بات زبان سے کہتے ہیں ہمارا اعتقاد بھی یہی ہے اور ہمارا دل ہماری زبان کی موافقت اور مطابقت کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں حضرت حق تعالیٰ نے نفس رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توثیق فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ اُس کے رسول ہیں لیکن خالق جو نکہ جھوٹ بول رہے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ان کا اعتقاد اور ان کا قلب ان کی زبان کے موافق نہیں ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی وہ قائل نہیں فرض کو کہتے ہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ اعتقاد قلبی زبان سے موافقت نہیں کرتا لہٰذا گواہی اعتقاد قلب سے نہیں محض لسانی ہے (۱) ان اہل نفاق نے اپنی قسموں کو ڈھال اور سپر بنا رکھا ہے سو یہ منافق لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں بلاشبہ وہ کام بہت بُرے ہیں جو یہ کر رہے ہیں ؛ مطلب یہ ہے کہ جب تک اسلام کا نام لیتے اور ایمان کا اظہار کرتے ہیں ان پر جہاد نہیں کیا جا سکتا اور ان کی جان اور اموال محفوظ ہیں. تو گویا انھوں نے اپنی قسموں کو اپنے اموال اور اپنی جان کے بچاؤ کے لئے ڈھال بنا رکھا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اپنی مجلس میں منافق طعن اور عیب مسلمانوں کا کہتے جب ان پر پکڑ ہوتی منکر ہو کر قسم کھا جاتے کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی ۱۲ خلاصہ یہ کہ اس سے زیادہ بُرے کام ان کے اور کیا ہوں گے کہ کہیں اور قسم کی آڑ لیکر مکر جائیں (۲) یہ بسبب اسکے ہے کہ یہ لوگ اول ظاہر میں ایمان لائے پھر منکر ہو گئے سو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی اب یہ لوگ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں ؛ یعنی یہ اس سبب سے ہوا کہ یہ لوگ پہلے ایمان کے مدعی بنے آمنا کہتے پھرے ظاہر میں سب کو ایمان کا یقین دلاتے رہے پھر کافروں سے کہا انا معکم کافروں کی طرح اسلام کو نقصان پہنچاتے رہے لہٰذا ان کے قلوب پر مہر کر دی گئی اور استمرار علی الکفر کی وجہ سے دل مسخ ہو گئے اب ان کی سمجھ میں کوئی حق بات آتی ہی نہیں یہی ان کے وہ برے کام ہیں جن کو اوپر فرمایا تھا انھم ساء ما کانوا یعملون کہ خود تو منافق ہیں دوسروں کو بھی مسلمان ہونے سے روکتے ہیں (۳) تفسیر صفحہ ہٰذا۔ اے پیغمبرؐ ان کی حالت یہ ہے کہ جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد و قامت اور ظاہری جسم آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور ان کے ڈیل ڈول تجھ کو خوش لگیں۔ اور جب یہ باتیں کریں تو آپ انکی شیریں کلامی اور دلچسپ باتوں کی وجہ سے ان کی باتیں کان لگا کر سنیں۔ گویا وہ خشک لکڑیاں ہیں جو کسی دیوار کے سہارے لگا دی گئی اور ٹکا دی گئی ہیں وہ ہر بلند آواز کو اپنے ہی خلاف خطرہ سمجھتے ہیں جو کوئی پکارے یہ جانیں ہم پر ہی بلا ہے یہی لوگ حقیقی دشمن ہیں اے پیغمبر آپ ان سے بچتے رہئے اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے اور خدا ان کو غارت کرے یہ کہاں پھرے چلے جا رہے ہیں ؛ یعنی دیکھنے میں بڑے متین ڈیل ڈول ایسا کہ دیکھ کر اچنبھا ہو ظاہری قد و قامت کے اعتبار سے خوشنما باتیں ایسی دلچسپ اور شیریں کہ آپ کان لگا دیں۔ کچھ دار گفتگو کریں۔ حالت یہ کہ اندر سے بالکل خول اور بے کار جیسے خشک لکڑیاں کہ دیوار کے سہارے رکھی ہیں۔ محض بے کار کسی کام کے نہیں سوائے اس کے کہ ایندھن کے کام آئیں اور آگ میں جلائے جاویں۔ ڈرپوک ایسے کہ ذرا قلعی غبارہ ہو۔ کوئی چیخ کر بولے۔ یا کہیں سے غل کی آواز آئے تو سمجھیں کہ ان پر ہی کوئی آفت آئی۔ یہ لوگ سخت اور کٹر دشمن ہیں اے پیغمبر ان کی شرارتوں اور ان کے داؤ پیچ اور ان کی ریشہ دوانیوں سے چوکنے اور ہوشیار رہئے۔ خدا ان کو ہلاک کرے حق واضح ہو جانے کے بعد کہاں پھرے چلے جا رہے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دیکھنے میں مرد آدمی اور دل میں نامرد دغا باز ۱۲ خلاصہ یہ کہ دیکھنے میں مرد معقول اور دل ہیجڑوں جیسے (۴) اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اور پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی پر ندامت کا اظہار کرو تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے استغفار کرے اور بخشش طلب کرے تو یہ لوگ اپنے سروں کو مٹکاتے اور پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ اس تکمیل استغفار سے یا اس کہنے والے سے کہ آؤ متکبرانہ انداز کے ساتھ بے رخی برتتے ہیں ؛ شاید عبداللہ ابن ابی منافق کی کوئی غلطی اور شرارت ظاہر ہو گئی تھی اس پر کسی نے اس سے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام کی (باقی صفحہ پر)

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ

اور اے پیغمبر جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے ظاہری جسم آپکو خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کریں تو آپ انکی باتوں کو دلچسپ

لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ

ہونیکی وجہ سے کان لگا کر سنیں گویا وہ خشک لکڑیاں ہیں جو کسی دیوار کے سہارے لگا دی گئی ہیں وہ ہر بلند آواز کو اپنے ہی خلاف

عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ

خطرہ سمجھتے ہیں یہی لوگ دشمن ہیں آپ ان سے بچتے رہیئے خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں

يُؤْفَكُونَ ﴿٤﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ

پھرے چلے جا رہے ہیں۔ اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے بخشش

رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ

طلب کرے تو یہ لوگ اپنے سروں کو پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ متکبرانہ

وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿٥﴾ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ

انداز کیساتھ بے رخی برتتے ہیں۔ اے پیغمبر ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کیلئے

لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ

مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٦﴾ هُمُ الَّذِينَ

بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔ یہ لوگ وہی تو ہیں

يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ

جو یوں کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس رہتے ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ وہ خود بخود

يَنفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ

منتشر ہو جائیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آسمانوں کے اور زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن

الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٧﴾ يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا

یہ منافق اتنی بات بھی نہیں سمجھتے نیز یہ منافق یوں کہتے ہیں اگر اب کے ہم لوٹ کر

(بقیہ صفحہ ۸۸۰) خدمت میں حاضر ہو کر عذر کر دے تاکہ حضورؐ تیرے لئے استغفار کر دیں تو اس منافق نے گردن کو مٹکا کر اور سر کو پھیر کر کہا۔ مجھ سے تم نے ایمان کو کہا میں ایمان لے آیا تم نے زکوٰۃ دینے کو کہا میں نے زکوٰۃ بھی ادا کی بس اب حضورؐ کو سجدہ کرنا باقی رہ گیا ہے اور نہایت تکبر کے ساتھ بے رخی کا برتاؤ کیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عذر کرنے کو آمادہ نہ ہوا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ بہرحال منافقوں کی سرکشی اور تکبر کی یہ حالت تھی کہ خیانت اور بد دیانتی کے غلبہ پر اگر کوئی سمجھاتا تو اس کی پروا نہ کرتے اور تکبر و غرور کا برتاؤ کرتے حضرت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (۵) اے پیغمبر ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا مغفرت نہ طلب کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہ فرمائے گا اور ہرگز ان کو نہ بخشے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا اور ایسے بے حکموں کو ہدایت کی توفیق عطا نہیں فرماتا۔ سورۂ برات میں گزر چکا ہے کہ اگر آپ ستر بار بھی استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کرے گا اس موقعہ پر منقول ہے کہ آپ نے بعض صحابہ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر بار فرمایا ہے میں ستر بار سے زیادہ استغفار کی دعا کروں گا شاید پھر قبول ہو جائیگی۔ سورۂ منافقون میں فرمایا استغفار کرنا یا نہ کرنا ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں۔ سورۂ برات میں ہم مفصل عرض کر چکے ہیں کہ اس استغفار کی وجہ کیا تھی اور لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی بعض منافقوں کے رشتہ دار پختہ مسلمان ہو گئے تھے ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ اگر حضورؐ ہمارے عزیزوں کے حق میں جو نفاق میں مبتلا ہیں دعا کر دیں اور استغفار کر دیں تو اللہ تعالیٰ ان کو مخلص مسلمان بنا دے۔ اور وہ بھی ہماری طرح پختہ مومن ہو جائیں۔ غرض بعض اور بھی اسی قسم کی وجوہات تھیں جن کی بنا پر دربار رسالت سے استغفار کی جاتی تھی بالآخر منافقوں کی بڑھتی ہوئی شرارت اور اسلام کش پالیسی کے پیش نظر اُن کی عدم مغفرت کا صاف اعلان فرما دیا گیا (۶) یہ لوگ وہی تو ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہؐ کے پاس رہتے ہیں اُن پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ وہ خود بخود پیغمبر کا ساتھ چھوڑ کر منتشر اور متفرق ہو جائیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آسمانوں کے اور زمین کے تمام خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن یہ منافق اتنی بات بھی نہیں سمجھتے (۷)

إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ

مدینہ پہونچے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لئے

وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨﴾ ع

اور اس کے رسول کیلئے اور مسلمانوں کیلئے ہے لیکن یہ منافق اس بات کو نہیں جانتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ

اے ایمان والو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کی یاد سے

عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩﴾

غافل نہ کرنے پائیں اور جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ سخت نقصان میں رہینگے

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ

اور ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے اُس میں سے خیرات کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی

الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ

موت آجائے اور وہ آثار موت کو مشاہدہ کر کے یوں کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی

فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠﴾ وَلَنْ يُؤَخِّرَ

مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خوب خیرات کرتا اور میں نیک کام کرنیوالوں میں شامل ہو جاتا۔ اور جب کسی جاندار کا مقررہ وقت

اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١١﴾ ع

آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسکو ہرگز مہلت نہیں دیا کرتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب سے پوری طرح باخبر ہے

سُورَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانَ عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ تغابن مدنی ہے اور یہ اٹھارہ آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ لَهُ الْمُلْكُ

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے وہ سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اسی کی سلطنت ہے

ع ۱ / ۸ / ۱۴

تفسیر صفحہ ہذا:- نیز یہ منافق یوں کہتے ہیں اگر اب کی دفعہ ہم لوٹ کر مدینے پہونچے تو عزت والا مدینے سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن یہ منافق اس بات کو نہیں جانتے ؎ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ بعض منافقین نے عموماً اور عبداللہ ابن اُبی نے خصوصاً یہ الفاظ کہے تھے اور زید بن ارقم نے سن کر حضورؐ کو اطلاع دی تھی لیکن انھوں نے قسمیں کھا کر حضور کو اپنی بے گناہی کا یقین دلایا تھا اور زید ابن ارقم محجوب ہوئے تھے ان آیتوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ارقمؓ کو بلا کر فرمایا کہ زید یہ تیری تصدیق اور تائید ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک سفر میں دو شخص لڑ پڑے ایک مہاجرین میں کا ایک انصار کا پھر حضرت نے ان کو ملا دیا منافق پیٹھ پیچھے کہنے لگے اگر ہم ان کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو ہم سے مقابلہ کیوں کرتے ایک نے کہا تم ان کی خبر گیری کرتے ہو تو یہ لوگ رسول کے ساتھ جمع رہتے ہیں خبر گیری چھوڑ دو ابھی متفرق ہو جاویں ایک نے کہا اب کے سفر سے ہم مدینے پہونچیں تو جس کا اس شہر میں زور ہے چاہیے بے قدروں کو نکال دیں ایک صحابی نے یہ باتیں سنیں حضرت کے پاس نقل کیں حضرت نے بلا کر پوچھا تو قسمیں کھا گئے کہ اس نے ہماری دشمنی سے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ نے یہ نازل کیا ۱۲ خلاصہ یہ کہ منافق سمجھتے ہیں کہ ہمارے دئے سے کسی کی پوری پڑتی ہے ہم مہاجرین کی امداد بند کر دیں تو یہ اپنے پیغمبر کی رفاقت چھوڑ کر منتشر ہو جائیں کیونکہ جیب کھانے کو نہ ملے گا تو خود ہی بھاگ جائیں گے حالانکہ یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ آسمانوں کے اور زمین کے خزانے اور رزق رسانی خدا کے قبضے میں ہے ایک در بند ستر در کھلے۔ وہ چاہے تو تم کو دینے کے قابل ہی نہ رکھے اور چاہے تو مہاجرین کو سب کچھ دیکر مالا مال کر دے۔ اسی طرح عبداللہ بن اُبی اور اُس کے ساتھی اپنے کو عزت دار اور اعز سمجھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو ذلیل اور بے قدر اور اذل سمجھتے ہیں اور یہ دھمکی دیتے ہیں کہ عزت دار ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے حالانکہ یہ بے وقوف اتنا نہیں جانتے کہ حقیقی عزت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے

ع ۲ / ۳ / ۱۴

(باقی ضمیمہ میں)

یعنی آسمان و زمین کی تمام چیزیں زبانِ حال یا زبانِ قال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتی ہیں اسی کا راج ہے اور حکومت و سلطنت حقیقت میں اسی کی ہے اگر یہاں مجازاً کسی کی حکومت ہے تو وہ بھی اسی کے حکم سے ہے ہر قسم کی تعریف کا بھی وہی سزاوار ہے اگر یہاں کسی کی تعریف ہوتی ہے تو وہ بھی حقیقت میں اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اور ہر چیز اسکی قدرتِ کاملہ کے ماتحت ہے (۱) وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور بعض تم میں سے مومن ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کے پیشِ نظر ہے ۞ یعنی اسی نے تم سب کو پیدا کیا ہے۔ اس احسان کا تقاضہ یہ تھا کہ تم سب اہلِ ایمان اور مومن ہوتے لیکن ہوا یہ کہ تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں یعنی اس نے تو سب کو صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا لیکن کوئی اس فطرتِ صحیحہ پر قائم رہا۔ اور بعض نے دوسری راہ اختیار کرلی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ جو ایمان کے ساتھ اعمال پر قائم رہے گا اس کو اس کا صلہ عطا فرمائیگا اور جو کفر کی راہ پر چلے گا ان کو ان کے اعمال کی سزا دے گا (۲) اس نے آسمانوں کو اور زمین کو کمال حکمت کے ساتھ بنایا اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں سو تمہاری صورتیں بہت اچھی بنائیں اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے ۞ یعنی آسمان و زمین کی ساخت اور بناوٹ میں کمال حکمت کی رعایت رکھی گئی ہے تمام مخلوق اسی رعایت کی وجہ سے فائدہ اٹھا رہی ہے اور تمام خلق کی ضروریاتِ زندگی اسی آسمان و زمین سے وابستہ ہے پھر تمام مخلوق میں سے انسان کو بہترین صورت پر بنایا اور قد و قامت اور ناک نقشے کے اعتبار سے اس کو خوش نما اور موزوں طریق پر ترتیب دیا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ سب جانوروں سے انسان کی خلقت اچھی ہے۔ ۱۲۔ اس خوبی اور کمال حسن کو انسان بھی سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کسی اور مخلوق کی صورت میں تبدیل ہونے کی خواہش نہیں کرتا الیہ المصیر کا مطلب ظاہر ہے کہ اس سارے کارخانے کو بیکار نہ سمجھو کیونکہ سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور تمام امور کا فیصلہ اسی کے حکم سے ہونیوالا ہے (۳) وہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور زمین کی ہر ایک چیز کو جانتا ہے اور وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے اور پوشیدہ رکھتے ہو اور ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں کی پوشیدہ باتوں تک کو خوب جاننے والا ہے (۴) کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو اب سے پہلے یعنی تم سے پہلے کفر کے مرتکب ہو چکے ہیں پھر انھوں نے اپنے اعمال کے وبال کا مزا چکھا اور ان کے لئے اور بھی دردناک عذاب ہونیوالا ہے ۞ مطلب یہ ہے کہ تم سے پہلے جنھوں نے کفر کیا تھا ان کی خبر تم کو نہیں پہونچی اور کیا ان کی خبر تم تک نہیں آئی کہ ان کو ان کے اعمال کا بدلا دنیا میں بھی ملا۔ اور انھوں نے اپنے اعمال کے وبال کا مزہ چکھا یہ مزا چکھنا تو دنیا میں ہوا۔ اور آخرت میں ان کے لئے اور دردناک عذاب موجود ہے اور ان کو ابھی اور دردناک عذاب ہونیوالا ہے یعنی یہاں تو جو وبال پڑا وہ تو پڑا ابھی آخرت میں اور دردناک عذاب تیار ہے (۵) یہ دنیا اور آخرت کا عذاب اس لئے ہے کہ ان کے پیغمبر ان کے پاس واضح اور کھلے دلائل لیکر آتے رہے اور یہ لوگ یہی کہتے رہے کہ کیا بشر ہماری رہنمائی کریں گے اور آدمی ہم کو راہ دکھائیں گے۔ غرض انھوں نے انکار اور کفر کا شیوہ اختیار کیا اور اعراض و روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے نیازی اور بے پروائی کی اور اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز اور جملہ صفات سے متصف ہے ۞ یعنی رسول ان کے پاس معجزات اور دلائل لیکر آئے مگر انھوں نے یہ اعتراض کیا کہ ہماری ہدایت کے لئے بشر آئیں گے۔ بشر کی ہدایت کے لئے آسمان سے فرشتے آنے چاہئیں چونکہ بشر کے لئے بشر کا ہادی ہونا ان کی سمجھ میں نہیں آیا اس لئے انھوں نے رسولوں کا انکار اور ان رسولوں پر ایمان لانے اور ان کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے منکر ہوگئے اور رسولوں کی تعلیم سے اعراض کیا اور روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا اور ان کی کوئی پروا نہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور سب خوبیوں سراہا ہے۔ واستغنی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ جب ان کا اصرار اور کفر پر استمرار بڑھا تو آخر یہ ہوا کہ حضرت حق تعالیٰ نے اپنا دامنِ رحمت ان کم نصیبوں سے کھینچ لیا اور اپنے سایۂ عاطفت سے ان کو محروم کردیا۔ اور یہ حالت انتہائی شقاوت اور بدبختی کی حالت ہے۔ اعاذنا اللہ منہ (۶) دینِ حق کے منکر بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ اٹھائیں نہ جائیں گے اور دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے آپ فرما دیجئے

وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱ هُوَ الَّذِي

اور تمام تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ وہی ہے جس نے

خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا

تم کو پیدا کیا پھر بعضے تم میں سے کافر ہیں اور بعضے تم میں سے مومن ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

وہ سب خدا کی پیش نظر ہے۔ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو کمال حکمت کے ساتھ بنایا ہے

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝۳

اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں سو تمہاری صورتیں بہت اچھی بنائیں اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ

وہ آسمانوں اور زمین کی ہر ایک چیز کو جانتا ہے اور وہ ان سب چیزوں کو بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے

وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۴

اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں تک سے بخوبی واقف ہے

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوا

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہونچی جو اب سے پہلے کفر کے مرتکب ہو چکے ہیں پھر انھوں نے اپنے اعمال کے وبال کا

وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۵ ذٰلِكَ بِأَنَّهُ

مزہ چکھا اور ان کو ابھی اور دردناک عذاب ہونے والا ہے۔ یہ دنیا اور آخرت کا عذاب اسلئے ہے

كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ

کہ ان کے پیغمبر ان کے پاس واضح دلائل لیکر آتے رہے اور یہ لوگ یہی کہتے رہے کہ کیا آدمی ہماری

يَهْدُونَنَا ۚ فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ

رہنمائی کریں گے غرض انھوں نے انکار کیا اور روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی انکی پروا نہ کی اور اللہ

غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝۶ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا ۚ

بے نیاز اور جملہ صفات سے متصف ہے۔ منکر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہ کئے جائینگے

قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْؕ

آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تم ضرور دوبارا زندہ کیے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا ہے اس سے تم کو آگاہ

وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

کیا جائیگا اور یہ بات اللہ پر بالکل آسان ہے۔ سو تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر

وَالنُّوْرِ الَّذِىْٓ اَنْزَلْنَاؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧

اور اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ اُن تمام اعمال سے جو تم کرتے ہو پوری طرح باخبر ہے

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِؕ

اُس دن کو یاد کرو جس دن تم سب کو اُس جمع ہونیکے دن خدا جمع کرے گا یہ دن نفع نقصان کے ظاہر ہونیکا دن ہے

وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ

اور جو شخص اللہ پر ایمان لایا ہوگا اور اُس نے نیک عمل کیے ہونگے اللہ تعالیٰ اُس سے اس کے گناہ

سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

دور کردے گا اور اسکو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨

وہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہوگی تو یہ لوگ اہل

النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑩ مَآ

جہنم ہیں وہ اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ جہنم بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ کوئی مصیبت

اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَمَنْ

بغیر خدا تعالیٰ کے حکم کے نہیں آیا کرتی اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے

يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ⑪

تو خدا اُس کے قلب کو صحیح راہ دکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

ع ۱ — ع ۱۰ — ۱۵

یکوں نہیں قسم ہے میرے پروردگار کی تم سب ضرور مرنیکے بعد زندہ کیے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا ہے اُس سب سے تم کو آگاہ کیا جائیگا اور تم کو وہ جتایا جائیگا۔ اور یہ دوبارا زندہ کرنا اور اعمال کا حساب لینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے ؛ یعنی یہ کافر جب آخرت کا ذکر سنتے ہیں تو آخرت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہ ہوں گے۔ حضرت حق نے فرمایا اے پیغمبر جس قدر یہ تاکید کے ساتھ کہہ رہے ہیں آپ اس سے بڑھ کر میرے ہم کی قسم کھا کر اپنی بات کو ثابت کیجئے کہ تم سب ضرور زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے اور تم کو تمہارے اعمال جتائے جائیں گے اور یہ کام اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے (۷) لہٰذا جب دوسری زندگی آنے والی ہے اور جزا و سزا کا دن آنے والا ہے تو تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے یعنی قرآن پر ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ ان تمام اعمال سے جو تم کرتے ہو پوری طرح باخبر ہے اور تمہارے سب اعمال کی خبر رکھتا ہے ؛ یعنی جب دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے یہ ثابت ہوچکا اور پیغمبر نے قسم کھا کر یہ بات کہدی کہ قیامت آنیوالی ہے اور بخشت ہونے والی ہے تو اب تمہارے لئے اس کے سوا اور کیا چارۂ کار ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم پر جو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔ ایمان لے آؤ اور اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھتا ہے (۸) اُس دن کو یاد کرو جس دن تم سب کو اس جمع ہونے کے دن میں اللہ تعالیٰ جمع کرے گا یہ دن نفع نقصان کے ظاہر ہونے اور ہار جیت کا دن ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ہوگا اور نیک کام کرتا رہا ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہ دور کردے گا اور اُس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی وہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے یہی ہے بڑی مراد ملنی اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ؛ تغابن ہار جیت کا دن سود و زیاں کے ظاہر ہونے کا دن حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں دن ہار جیت کا یہ کہ ہر آدمی کا ایک گھر ہے بہشت میں ایک دوزخ میں بہشت والوں نے اپنے گھر لئے اور دوزخیوں کے بھی دوزخی ہارے بہشتی جیتے۔ ۱۲ خلاصہ یہ کہ اہل بہشت کا نفع اور اہل جہنم کا نقصان اُس دن عملاً ظاہر ہوجائے گا (۹) اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور کفر کے مرتکب رہے ہوں گے اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہوگی تو یہ لوگ اہل جہنم ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور وہ جہنم بہت بُرا ٹھکانا ہے ؛ پہلی آیت میں مسلمانوں کے نفع کا اظہار تھا اور اس آیت میں منکرین اور مکذبین کے نقصان کا اظہار فرمایا (۱۰) اور کوئی مصیبت نہیں آئی اور کوئی مصیبت نہیں پہونچی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہونچی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو صحیح راہ دکھاتا ہے اور اس کے دل کی صحیح رہنمائی فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں راہ بتادے صبر کی ۱۲ خلاصہ یہ کہ کوئی تکلیف یا سختی بغیر اذن الٰہی کے نہیں آتی۔ طبعاً انسان مصیبت سے گھبراتا اور جزع فزع کرتا ہے لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور کامل مومن ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو صبر و رضا کا راستہ بتادیتا ہے۔ یعنی صبر و رضا کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ کس نے مصیبت پر صبر و رضا کی راہ اختیار کی اور کون بے صبری اور شکایت کی ڈگر پڑ گیا (۱۱)

اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانو اور اطاعت کرو پس اگر تم روگردانی کروگے اور منہ موڑوگے تو سوائے اس کے نہیں کہ ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہے ؛ یعنی ہر دکھ سکھ کی حالت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے گا تو اللہ اور رسول کو کوئی ضرر نہیں رسول کا کام صرف کھول کر پہنچا دینا ہے وہ کام اپنا کر چکا اب اگر نافرمانی کروگے تو تم کو ہی نقصان پہنچے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے (۱۲) اللہ تعالیٰ اُس بن کسی کی بندگی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ حقیقی معبود ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے (۱۳) اے ایمان والو! تمہاری بیویوں میں سے بعض بیویاں اور تمہاری اولاد میں سے بعض اولاد تمہاری دشمن ہیں لہٰذا ان سے ہوشیار رہو اور تم ان کا کہنا ماننے سے بچتے رہو اور اگر تم ان سے معذرت کرنے پر ان کو معاف کردو اور ان سے درگزر کرو اور ان کو بخشدو تو اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ؛ یعنی بعض ازواج اور بعض اولاد مانع عن الخیر ہوتی ہے۔ اس سے ہوشیار رہنے کی تاکید فرمائی جیسا کہ بعض لوگوں کی بیویاں اور اولاد ہجرت کرنے سے مانع ہوتی تھیں یا جہاد میں جاتے وقت سمجھاتی تھیں کہ تم چلے جاؤگے تو ہماری خبر گیری کون کرے گا اور ہم تباہ ہو جائیں گے اس لئے ان کو ہوشیار فرمایا۔ کہ ایسی بیویوں کا اور ایسی اولاد کا کہنا نہ مانو جو تم کو اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت سے مانع ہوں۔ چنانچہ جب لوگ اپنی بیوی اور اپنی اولاد کے منع کرنے اور روکنے کے باوجود ہجرت کر گئے اور وہاں جا کر امن وعافیت اور مذہب کی آزادی دیکھی تو بیوی بچے معذرت کرنے اور اپنی غلطی معاف کرانے لگے اُس پر فرمایا معاف کر دینا اور درگزر کر دینا اور بخش دینا اچھی بات ہے اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے اس لئے وہ معافی اور بخشش کو بہت پسند کرتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی آدمی جورو بیٹے کے واسطے بہت نیکی کھوتا ہے اور بہت بُرائی میں پڑتا ہے مگر تو بھی چاہیے کہ سلوک ان سے نیک ہی رکھے اور آپ بچتا رہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہارے حق میں دشمن ہیں کہ تم کو نیک کاموں سے روکتے ہیں پھر اگر تمہاری تنبیہ پر وہ اظہار معذرت کریں اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں تو تم درگزر کرو اور معاف کردو اور بخش دو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے بخشنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہر حال بیوی بچے حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ چنانچہ جب ہجرت کرنے کے بعد گھر والوں نے اپنی غلطی تسلیم کرلی تو خاوندوں نے اور باپوں نے معاف کر دیا۔ آگے اموال اور اولاد کی طرف سے پھر آگاہ فرمایا کہ بسا اوقات ان چیزوں کا انہماک اور شغل آخرت کے کاموں میں سستی اور کاہلی کا موجب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا (۱۴) سوائے اس کے نہیں کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے ؛ یعنی جس طرح مصیبت میں صبر کا امتحان ہے اسی طرح اموال و اولاد میں بھی شکر کا امتحان ہے یوں تو اس عالم میں ہر چیز ایک دوسرے کے لئے آزمائش ہے۔ وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

اور اللہ کی اور رسول کی اطاعت و فرماں برداری کرو اور اگر تم روگردانی کرو گے

فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ

تو تمہارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہونچا دینا ہے۔ اللہ اس کے سوا

اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا

کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ اے ایمان والو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا

تمہاری بعض بیویاں اور تمہاری بعض اولاد تمہارے حق میں دشمن ہیں

لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا

سو تم ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم ان کو معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو تو

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ

اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش کی

فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

چیز ہیں اور اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ پس جس قدر تم ڈر سکے ہو اللہ سے

مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا

ڈرتے رہو اور اس کا حکم سنو اور فرماں برداری کرو اور خیرات کرتے رہو خیرات

لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ

کرتے رہنا تمہارے لئے بہتر ہے اور جو کوئی اپنے نفسانی بخل و حرص سے بچا لیا گیا تو یہی لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ کے طور پر قرض دو گے

يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

تو خدا تعالیٰ اس کے اجر کو تمہارے لئے بڑھاتا جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بڑا قدردان اور بڑے تحمل والا ہے

سورۂ فرقان میں فرمایا ہے۔ لیکن ہر نعمت حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے آزمائش اور موجب امتحان ہے کہ اس نعمت کا شکر کون ادا کرتا ہے اور نعمت میں منہمک ہو کر آخرت کو کون فراموش کرتا ہے۔ مال اور اولاد یہ دونوں چیزیں دنیاوی نعمتوں میں اہم ہیں اس لئے ان کو فتنہ فرمایا اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا آگے حسب استطاعت تقویٰ کی تاکید ہے کیوں کہ مال اور اولاد کے معاملے میں بسا اوقات انسان سے تقوے اور احتیاط کا دامن چھوٹ جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۵) پس جس قدر تم ڈر سکتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اُس کا حکم سنو اور اس کی فرماں برداری کرو اور خیرات کرتے رہو یہ خیرات کرتے رہنا تمہارے لئے بہتر ہے اور جو کوئی اپنے نفسانی بخل و حرص سے بچا لیا گیا تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور مراد کو پہونچنے والے ؛ سورۂ آل عمران میں فرمایا تھا اتقوا اللہ حق تقتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے۔ لوگوں پر یہ بات شاق ہوئی کہ ڈرنے کا حق کون ادا کر سکتا ہے یہاں ارشاد ہوا جس قدر ڈر سکتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یعنی استطاعت سے باہر اگر کوئی (باقی صفحہ ۸۹۲ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۹۱) چیز: تو اس کا مطالبہ نہیں ہے یادہ درجہ تھا مقربین کا اور یہ حکم ہے ابرار کا۔ اور اس کے نصائح اور مواعظ سنو اور اس کے اوامر بجالاؤ یا احکام سنو اور مانو اور خیرات کرتے رہو خیرات سے مراد حقوق واجبہ ہیں جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے یا مراد عموم ہے صدقات نافلہ اور واجبہ دونوں شامل ہیں۔ اطیعوا کہنے کے بعد انفاق کا ذکر شاید اس لئے فرمایا کہ یہ نفوس پر شاق ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تمہاری جانوں کے لئے بہتر ہے۔ یعنی دنیا میں بھی نافع ہے اور آخرت میں بھی مفید ہے اور جو شخص اپنے نفس کے بخل آمیز حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیابی سے ہمکنار ہونیوالے ہیں۔ شح کے معنی ہم سورۂ حشر میں عرض کر چکے ہیں، ایسا بخل جس میں حرص شامل ہو یا ایسی حرص جس میں بخل شامل ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ شح کا لالچ ترجمہ کرتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بہترین معنی ہیں لالچ میں حرص اور بخل دونوں کا مفہوم آجاتا ہے۔ کامیابی اور فلاح کا مطلب یہ ہے کہ جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا قرب میسر ہو جائے (۱۶) اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ کے طور پر قرض دو گے تو اللہ تعالیٰ اُس قرض کو تمہارے لئے بڑھاتا رہے گا یعنی اُس کے اجر کو زیادہ کرتا رہے گا اور تمہارے گناہ بخشدے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان اور بڑے تحمل والا ہے ۞ قرض حسنہ کو ہم سورۂ حدید میں بیان کر چکے ہیں۔ قرض حسنہ خلوص اور خوش دلی کے ساتھ دینا اور دینے پر احسان نہ رکھنا۔ بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اجر کو دنیا اور آخرت میں بڑھاتا رہے گا دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا تم کو بخش دے گا یعنی تمہارے گناہ بخشدے گا۔ اللہ تعالیٰ شکور یعنی قدردان ہے کہ عمل صالح کو قبول کرتا ہے اور تھوڑی چیز کو بڑھاتا ہے۔ حلیم ہے یعنی بردبار اور تحمل والا ہے معصیت پر فوری نہیں پکڑتا بلکہ سننے اور توبہ کرنے کے لئے مہلت دیتا ہے اور فوراً ہی عذاب نازل نہیں کر دیتا (۱۷)

عَٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑱

ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے۔

ع ۸ / ۱۶

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ طلاق مدنی ہے اور یہ بارہ آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ

اے نبی (آپ مسلمانوں سے کہہ دیجئے) کہ جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو عدت کے وقت سے پہلے

لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا

طلاق دو (یعنی طہر میں) اور طلاق کے بعد تم عدت کو شمار کرتے رہو اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے اور

تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ

تم مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ عورتیں خود بھی نہ نکلیں مگر ہاں یہ

يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ

اور بات ہے کہ وہ کسی کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں اور یہ احکام اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں اور جو شخص

يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ

اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود سے آگے بڑھا تو بیشک اس نے اپنے اوپر ظلم کیا تو نہیں جانتا کہ شاید اس طلاق دینے کے بعد

اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

اللہ تعالیٰ کوئی اور نئی شکل پیدا کر دے۔ پھر جب وہ مطلقہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ

تو دستور شرعی کے موافق یا تو ان کو نکاح میں رہنے دو یعنی رجوع کر لو یا شرعی قاعدے کے موافق ان کو الگ کر دو

اَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ

اور بہرحال اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لیا کرو اور خالص اللہ کے لئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو

تفسیر صفحہ ہٰذا: ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے کمال قوت اور کمال حکمت کا مالک ہے ۞ یعنی قرض دینے والوں کی نیت کو خوب جانتا ہے۔ جو عمل ظاہری ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے بڑا زبردست اور بڑی حکمت کا مالک ہے (۱۸)

تم تفسیر سورۃ التغابن ۞

سورۃ الطلاق مدنی ہے اور یہ بارہ آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ۵

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اے پیغمبر خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مگر امت اس میں شامل ہے یعنی اے مسلمانو جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرلو تو ان کی عدت کا خیال اور لحاظ رکھتے ہوئے طلاق دو اور طلاق دینے کے بعد تم عدت کو شمار کرتے رہو اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے اور تم مطلقہ عورتوں کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ عورتیں خود بھی نہ نکلیں مگر ہاں یہ امر بات ہے کہ وہ کسی کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں اور یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود سے تجاوز کیا اور اُس کی مقرر کردہ حدود سے جو شخص آگے بڑھا تو بلاشبہ اس شخص نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ اس کو خبر نہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ اس طلاق دینے کے بعد کوئی اور نئی شکل اور نیا کام پیدا کر دے ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں طلاق دو عدت پر عدت تین حیض ہیں حیض سے پہلے طلاق دو کہ سارا حیض گنتی میں آوے اور اس پاکی میں نزدیکی نہ ہو اور جس جگہ وہ عورت رہتی تھی طلاق کے وقت اسی گھر میں عدت پوری کرے نہ آپ نکلے نہ کوئی نکالے یہ نکلنا بے حیائی ہے اللہ نیا کام نکالے یہ فرمایا اس واسطے کہ شاید پھر دونوں میں صلح ہو جاوے ۱۲ خلاصہ یہ کہ عقد نکاح سے عورت پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں ان پابندیوں سے اسے آزاد کر دینے کا نام طلاق ہے یہ طلاق بعض مواقع میں ناگزیر ہو جاتی ہے خصوصاً ایسے مواقع پر جبکہ میاں بیوی کے تعلقات اچھے نہ ہوں۔ خانگی تعلقات کی خرابی دونوں میاں بیوی کی زندگی کو اجیرن بنا دیتی ہے اس لئے آسمانی شریعت نے اس کے حل کا طریقہ طلاق بتایا ہے کہ جس نکاح سے دونوں میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے پابند ہوئے تھے اس قید کو اٹھایا جاسکتا ہے اور جب آپس میں صلح و آشتی کے ساتھ زندگی بسر نہ کرسکو تو خاوند بیوی کو طلاق دیدے اور اُسے چھوڑ دے یہ وہ بات ہے کہ آج کل غیر اسلامی دنیا بھی جو محض پنچایت اور سوسائٹی کا مذہب رکھتی ہے اس بات کے ماننے پر مجبور ہو گئی ہے اور اُس نے اپنے ہاں طلاق کا قانون رائج کر لیا ہے۔ اگرچہ انھوں نے اسلامی قانون سے ہٹ کر یہ قانون بنایا ہے اس لئے وہ ناقص ہے اور اس میں بہت سی (باقی ضمیمہ میں)

مطلب یہ ہے کہ جب تین حیض جو مطلقہ عورت کی عدت ہے پوری ہونے لگے تو دو باتوں میں سے جو پسند ہو وہ کرلو۔ یعنی روکنا چاہو تو معقول طریقے سے دستور شرعی کے موافق رجوع کر کے روک لو اور اگر جدا کرنا چاہو تو بھی شرعی دستور کے موافق عدت پوری کرنے کے بعد جدا کر دو۔ رجوع کرنا چاہو تو بھی دو گواہ کرلو۔ تاکہ کل کلاں کو کوئی قضیہ نہ پیدا ہو اور تم کو الزام نہ لگے اور اگر جدا کرنا چاہو تو بھی بعض علماء کے نزدیک گواہ کرلو تاکہ کوئی خلاف پیدا ہو تو یہ دو گواہ گواہی دے سکیں معروف کا یہ مطلب ہے کہ روکنے سے گھر بسانا اور گزر کرنا ہو۔ محض عدت بڑھا کر عورت کو پریشان کرنا مقصود نہ ہو اور چھوڑنا ہو تو پورے حقوق عورت کے ادا کر کے اس کو چھوڑ دو اور اپنے سے جدا کر دو۔ معتبر گواہوں کو گواہ بناؤ یعنی صاحب عدالت ہوں۔ کبائر گناہ سے پرہیز کرتے ہوں۔ صغائر پر اصرار نہ کرتے ہوں۔ متہم بالفسق نہ ہوں۔ آگے گواہوں کو فرمایا کہ گواہی کا موقع آئے تو سیدھی اور ٹھیک گواہی دیں کسی کی رو رعایت نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ ان احکام سے ان لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ظاہر ہے کہ جو ایمان نہ رکھتا ہو اس کو قرآن کی نصائح کیا مفید ہو سکتی ہیں

لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ

اس مضمون مذکور سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲

یقین رکھتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسکے لئے مخلصی کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر دیتا ہے

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى

اور اسکو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اُس کو خیال بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے گا

اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ

تو خدا تعالیٰ اُس کیلئے کافی ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا

لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳ وَالّٰۗـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ

ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ اور اگر تم کو اپنی ان مطلقہ عورتوں کی عدت کے بارے میں

نِّسَاۗىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰۗـِٔيْ

شبہ ہو جو عورتیں بڑھاپے کے باعث حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں تو اُن کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح

لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ

ان عورتوں کی عدت بھی تین مہینے ہے جن کو ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ

حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴

کا بچہ جن لیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کے ہر کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ

یہ مذکورہ بیان اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اُس نے تمہاری جانب بھیجا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈریگا تو خدا تعالیٰ اسکے

عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝۵ اَسْكِنُوْهُنَّ

گناہ اُس سے دُور کر دے گا اور اُس کو بڑا اجر عنایت کرے گا۔ تم ان مطلقہ عورتوں کو رہنے

مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَاۗرُّوْهُنَّ

کو اپنی بساط کے موافق مکان دو جہاں تم آپ رہتے ہو یعنی اسی مکان کا ایک حصہ اور انکو

پھر فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتا ہے تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ مشکلات سے نجات کے راستے نکال دیتا ہے اور اس کی مخلصی کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر دیتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں طلاق دیکر عدت ہو چکنے سے پہلے اگر چاہے رکھ لینا تو رجعت پر دو گواہ کرلے تاکہ لوگوں میں متہم نہ ہو۔ (۲) اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے۔ جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر لیتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات میں چونکہ تقوی اور پرہیزگاری کو بڑا دخل ہے کیونکہ اس کے بغیر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا امکان ہے اس لئے تقوے کی تاکید کرتے ہوئے اوپر فرمایا تھا کہ پرہیزگاروں کے لئے مخلصی اور کشائش کی راہ نکال دی جاتی ہے۔ اب فرمایا رزق رسانی بھی بے گمان ہوتی ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام امور میں کافی ہو جاتا ہے۔ یعنی متوکل کی تمام ضرورتوں اور حاجتوں کا ذمے دار ہوتا ہے۔ بشرطیکہ توکل صحیح ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جو توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرح تم کو رزق دے جس طرح پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس ہوتے ہیں۔ یہ جو فرمایا اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر لیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کام پر پوری طرح قابو یافتہ ہے۔ سورۂ یوسف میں فرمایا تھا واللہ غالب علی امرہ یہاں غالب کو مقلوب کر کے فرمایا بالغ امرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شی کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ یعنی جو چیز نازل فرماتا ہے وہ اندازے کے ساتھ نازل فرماتا ہے اگرچہ ہر شئے کے خزانے موجود ہیں۔ آگے اُن عورتوں کی عدت کو فرمایا جن کو حیض نہیں آتا (۳) اور اگر تم کو اپنی ان مطلقہ عورتوں کی عدت کے بارے میں شبہ ہو جو عورتیں بڑھاپے کی وجہ سے حیض کے آنے سے مایوس ہو چکی ہوں اور ناامید ہو گئی ہوں تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح ان عورتوں کی عدت تین مہینے ہے جن کو حیض آنا ابھی شروع نہیں ہوا اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے اور اس کے ہر کام میں آسانی کر دیا کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تین حیض عدت فرمائی اگر شبہ رہا ہو کہ جس کو حیض نہیں آیا یا بڑی عمر کے سبب موقوف ہوا اس کی عدت کیا ہوگی تو بتا دے تین مہینے ۱۲ کہتے ہیں حضرت خلاد انصاریؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن نے تین حیض فرمائے ہیں اگر کسی عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت طلاق کس طرح پوری کی جائے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ حیض خواہ بڑھاپے کی وجہ سے نہ آئے یا نابالغ ہونے کی وجہ سے نہ آئے یا حمل کی وجہ سے نہ آئے تو آئسہ اور صغیرہ کی عدت تین مہینے اور حاملہ کی وضع حمل خواہ وضع حمل طلاق کے بعد ہی فوراً پیدا ہو جائے یا نو مہینے میں ہو یا اس سے بھی زیادہ میں ہو اور اس عرصہ میں جو ذمہ داریاں مطلقہ عورت کی خاوند پر ہوتی ہیں یعنی نفقہ اور سکنی وغیرہ تو یہ ذمہ داریاں بدستور رہیں گی آخر میں پھر تقویٰ کی ترغیب دی کہ تقویٰ اختیار (باقی صفحہ ۸۹۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۹۳) کرنیوالوں کا اللہ تعالیٰ ہر کام آسان کر دیا کرتا ہے (۴) یہ مذکورہ مضمون اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری جانب بھیجا ہے اور تمہارے لئے نازل فرمایا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈریگا اور تقوے کی راہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اور اس کی برائیاں اس سے دور کر دے گا اور اس کو بڑا ثواب عنایت کرے گا اور بڑا اجر دے گا ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جو تمہاری ہدایت اور تمہارے منافع کے لئے اس نے نازل فرمائی ہیں چونکہ میاں بیوی کے تعلقات اس دنیوی زندگی میں بڑی ذمہ داری کے تعلقات ہیں اور ان کے پورا کرنے کیلئے جانبین کا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتے رہنا ضروری ہے اس لئے پھر تقوے کا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا اگر ڈرو گے اور تقوی اختیار کروگے تو بڑی مضرتوں سے محفوظ رہو گے اور بڑے بڑے منافع دین و دنیا میں حاصل ہونگے ۔ تکفیر سیأت ہے نقصانات سے محفوظ رہنا اور اعظام اجر ہے منافع کا حاصل ہونا۔ خواہ دینی ہوں یا دنیوی (۵) تفسیر صفحہ ہذا : تم ان مطلقہ عورتوں کے رہنے کو اپنی بساط اور مقدور کے موافق مکان دو جہاں تم آپ رہتے ہو یعنی اسی مکان کا ایک حصہ اور اگر عورت مطلقہ بائنہ ہو تو ایک عورت کو بھی اس کے ساتھ رکھو جو بطور نگراں ہو۔ اور ان مطلقہ عورتوں کو تنگ کرنیکی غرض سے تکلیف نہ پہونچاؤ اور اگر وہ عورتیں حمل والی ہوں تو ان کا خرچ اٹھاتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنے حمل کو وضع کر دیں اور پیٹ کے بچے کو جن لیں پھر اگر وہ تمہاری خاطر سے بچے کو دودھ پلائیں اور اگر وہ عورتیں تمہارے کہنے سے بچے کو دودھ پلائیں تو انکو دودھ پلانیکی اجرت دو اور آپس میں مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو اور اگر تم آپس میں دشواری پیدا کروگے اور ضد کروگے تو خاوند کے کہنے اور خاوند کی خاطر بچے کو دوسری عورت دودھ پلائیگی ۔ مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں جب تک عدت میں ہیں ان کا نان نفقہ مکان خاوند کے ذمے ہے اُن کو اپنی بساط کے موافق مکان دو اور کھانے پینے کا انتظام کرو رجعی طلاق میں تو دونوں ایک ہی مکان میں رہیں کہ شاید کسی وقت باہمی رغبت پیدا ہو جائے تو رجوع کرلیں البتہ طلاق بائن میں احتیاطاً کسی تیسری عورت کا یا کسی حائل کا ہونا ضروری ہے اور ان کو ضرر نہ پہونچاؤ کہ وہ مکان سے نکل جانے پر مجبور ہو جائیں یعنی بدسلوکی نہ کرو اور مکان دینے اور مکان میں رکھنے کا جو حکم دیا گیا ہے اُس کو خوش دلی کے ساتھ پورا کرو۔ چونکہ حاملہ مطلقات کا بھی یہی حکم ہے لیکن ان کی کبھی مدت تین ماہ سے زائد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عام طریقے سے تین حیض یا تین ماہ عدت کی مدت ہے لیکن حاملہ عورت کی مدت وضع حمل ہے اس لئے اس کو صراحتہً ذکر کیا کہ حاملہ عورت کا کھانا پینا اور اُس کے اخراجات اُس وقت تک جاری رکھو جب تک وہ اپنے حمل سے فارغ ہو جائے اسی کے ساتھ ایک مسئلہ بچے کی شیرخوارگی کا بھی ذکر فرمایا کہ اگرچہ وضع حمل کے بعد عدت ختم ہوگئی لیکن وہ عورتیں جن کی عدت وضع حمل سے پوری ہوگئی تمہاری خاطر سے بچے کو دودھ پلائیں تو ان کو دُودھ پلائی دو اور دودھ پلائی کا معاملہ آپس کے مشورے سے طے کر لو یعنی جو کسی اور انّا کو دیتے وہ بچے کی ماں کو دیدو۔ وان تعاسرتم کا مطلب یہ ہے کہ اگر باہم ضد کروگے یا ایک دوسرے کے لئے تنگی اور دشواری پیدا کروگے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی یعنی کسی دوسری انّا کا انتظام کیا جائے گا۔ یہ خاوند کو حکم ہے کہ وہ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بچے کا خرچ باپ پر ہے پیٹ میں ہو تو اس کی ماں کو کھلاوے پہناوے۔ دودھ پیوے تو جو اور کو دیتا نوکری میں وہ اس کو دیوے جب تک قبول کرے اور کو نہ دیوے اگر وہ قبول نہ کرے تو اور کو دے عدت تک مکان دینا ضرور ہے گو بچہ نہ ہو پیٹ میں ۱۲ خلاصہ یہ کہ بچے کی ماں کا حق فائق ہے۔ دودھ پلانے کے معاملہ میں حاملہ ہو تو اس کا ذکر اوپر ہو چکا اور نان و نفقہ کا وجوب ظاہر ہو چکا اب آگے بچے پر خرچ کرنے کی تفصیل فرمائی کہ بچے کی پرورش اور مطلقہ عورتوں کے اخراجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حیثیت کی رعایت رکھی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۶) صاحب وسعت اور صاحب کشائش کو اپنی وسعت و کشائش کے موافق خرچ کرنا چاہیئے اور جس پر اس کی روزی تنگ کی گئی ہو اور اس کو تنگی روزی ملتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کو دیا ہے اس کو اس میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنا اس کو دیا ہے تنگدستی کے بعد عنقریب اللہ تعالیٰ کچھ آسانی پیدا کر دے گا ۔ معنی ظاہر ہیں کہ دولت مند اپنی دولت کے موافق نان نفقہ اور بچے کی دودھ پلائی وغیرہ پر خرچ کرے
(باقی ضمیمہ)

لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا

تنگ کرنے کی غرض سے تکلیف نہ پہونچاؤ اور اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو اُن کے بچہ جننے تک ان کا

عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ

خرچ اٹھاتے رہو پھر اگر وہ تمہارے کہنے سے بچے کو دودھ پلائیں تو

فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَ

ان کو دودھ پلانے کی اجرت دو اور آپس میں مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو اور

إِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ﴿٦﴾ لِيُنفِقْ

اگر تم دونوں آپس میں دشواری پیدا کروگے تو خاوند کے کہنے سے اس بچہ کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائیگی صاحب

ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ

وسعت کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اسکی روزی تنگ کی گئی ہو یعنی تنگ دست ہو

فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا

تو اللہ نے جو کچھ اُسے دیا ہے اس کو اُس میں سے خرچ کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر

آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴿٧﴾ وَكَأَيِّن مِّن

اتنی ہی جتنا اُس کو دیا ہے تنگدستی کے بعد عنقریب اللہ تعالیٰ فراخی پیدا کر دیگا۔ اور بہت سی بستیوں نے

قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا

اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی تو ہم نے اُن سے نہایت

حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ

سخت حساب لیا اور ہم نے ان کو ایسا عذاب کیا جو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا غرض انھوں نے

وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ أَعَدَّ اللَّهُ

اپنے اعمال کے وبال کا مزہ چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے

لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٠﴾

اور بھی ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے سوائے اہلِ دانش جو ایمان لا چکے ہو

ع ۱ ۱۷

مع ۱۴

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۰ رَّسُوْلًا

تم خدا سے ڈرتے رہو بے شک خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت بھیجی ہے۔ وہ ایسا رسول ہے

يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ

جو تمکو اللہ تعالیٰ کی وہ آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے جو احکام الٰہی کو واضح کرنیوالی ہیں تاکہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ

جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور جو

يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو خدا تعالیٰ اُس کو ایسے باغوں میں داخل کریگا

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ

جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ تعالیٰ نے اُنکو

لَهٗ رِزْقًا ۝۱۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ

عمدہ روزی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہی کی طرح

الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

زمین کو بھی پیدا کیا ان سب آسمان و زمین میں حکم نازل ہوتا رہتا ہے اسلئے بتادیا گیا تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝۱۲ ع

اللہ تعالیٰ ہر شی پر پوری طرح قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ تحریم مدنی ہے اور یہ بارہ آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ

اے نبی جو چیزیں اللہ نے آپ کے لئے حلال کی ہیں آپ ان چیزوں کو اپنی بیویوں کی خوشنودی طلب کرنے

یعنی ان نافرمان بستیوں کے لئے صرف دنیاوی عذاب پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان کے لئے آخرت میں بھی سامانِ عذاب تیار کر رکھا ہے پس یہ حالات معلوم ہونیکے بعد کہ سرکشی کا بدلا دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی اے اربابِ عقل و ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے احکام بجالاؤ اور نافرمانی اور سرکشی کا تصور بھی نہ کرو اور نافرمانوں کا جو حشر ہوتا ہے اس سے ڈرتے رہو اس نے تمہاری ہدایت کے لئے ایک نصیحت یعنی قرآن شریف یا رسول بھیجا ہے یا وہ نصیحت اور وہ قرآن دیکر ایک رسول بھیجا ہے (۱۰) وہ ایسا رسول ہے جو تم پر اللہ تعالیٰ کی وہ آیتیں تلاوت کرتا ہے اور تم کو وہ آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے جو احکام الٰہی کو واضح کرنیوالی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیگا اور نیک اعمال کا پابند رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کو اچھی روزی عطا کی اور خوب دی اللہ نے ان کو روزی ؂

آیت کا ترجمہ کئی طرح سے کیا گیا ہے۔ ہم نے ایک طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ ذکر کو رسول سے بدل قرار دیکر ترجمہ کرنا سہل ہے اور ذکر بمعنی ذاکر کرنا چاہئے۔ اسی طرح آیات جنت کے ترجمہ میں بھی بعض حضرات نے آیات بینت کا ترجمہ واضح احکام کیا ہے گو ہم نے الفاظ کی رعایت کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ اسی لئے لیخرج میں بعض حضرات نے فاعل کی ضمیر رسول کیطرف راجع کی ہے۔ بہر حال اہل ایمان اور اعمال صالح کے بجالانے والے مسلمانوں کو تاریکی سے نور کی طرف نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ایمان پر قائم رکھے اور مزید اعمال صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کو دنیوی تاریکیوں سے نکال کر ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل فرمائے۔ یا بناوٹ اور ریا سے محفوظ رکھ کر خلوص کی طرف لے جائے۔ اچھی روزی تو ظاہر ہے کہ جنت کے رزق سے بہتر اور کون سا رزق ہوگا آگے حضرت حق تعالیٰ نے اپنی خالقیت اپنی قدرت اور اپنے واجب الاطاعت ہونیکا اظہار فرمایا (۱۱) اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہی کی طرح زمین کو بھی پیدا کیا اور ان سب آسمانوں اور زمینوں میں اس کا حکم اترتا اور نازل ہوتا رہتا ہے یہ اس لئے بتادیا تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے ؂ جس طرح آسمان سات ہیں اسی طرح زمین کے بھی سات طبقات ہیں یا سات اقالیم اور سات حصے ہیں۔ جن میں احکام تکوینیہ اور تشریعیہ کا نزول ہوتا رہتا ہے اور عالم کے انتظام و تدبیر کے لئے اللہ تعالیٰ یہ احکام نازل فرماتا رہتا ہے آگے فرمایا یہ سب ہم نے اس لئے بنایا یا تم کو اس لئے بتادیا تاکہ تم یہ بات جان لو اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یعنی تاکہ اس کی خالقیت اور اس کی قدرت نمایاں اور آشکارا ہو جائے اور اس کی تدبیر اور مصالح اور اس کی تدابیر کو دیکھ کر یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم قدیم کے اعتبار سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس کے علمی گھیرے سے کوئی چیز باہر نہیں ہے خواہ وہ چیز موجود ہو۔ خواہ فنا ہو چکی ہو یا اس عالم میں اس کا ظہور ہونیوالا ہو خلاصہ یہ کہ جو ایسا خالق اور عالم ہو۔ اور جس کے ہاتھ میں ہر امر کی تدبیر ہو وہ اللہ تعالیٰ یقیناً واجب الاطاعت ہے اس کے علاوہ کوئی اور واجب الاطاعت اور واجب العبادت نہیں۔ (۱۲) تم تفسیر سورۃ الطلاق ؂

ع ۵ ۱۸

سورۂ تحریم مدنی ہے اور یہ بارہ آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ؂ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اے نبی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں آپ کے لئے حلال فرمائی ہیں آپ اُن چیزوں کو اپنی بیویوں کی خوشنودی طلب کرنے کی وجہ سے اور خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے (۱) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے اپنی قسموں کا کھول دینا مقرر کر دیا ہے اور اپنی قسموں کے کھول دینے کا طریقہ مقرر فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑے علم بڑی حکمت والا ہے ؂ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت نے ایک حرم اپنی موقوف کردی یا ایک بی بی کے ہاں سے شہد پینا موقوف کیا یا اور بیویوں کی خاطر سے اس پر اللہ نے یہ فرمایا اور قسم اتار ڈالنا کفارہ دیکر اب جو کوئی اپنے مال کو کہے یہ مجھ پر حرام ہے تو قسم ہو گئی کفارہ ۱۰ سے تو پھر اس کو کام میں لاوے کھانا یا کپڑا یا لونڈی ۱۲ خلاصہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کے بعد تھوڑی تھوڑی (باقی ص ۸۹۶ پر)

(بقیہ صفحہ ۸۹۵) دیر کے لئے تمام ازواج مطہرات کے مکان میں تشریف لے جایا کرتے تھے ۔ حضرت زینبؓ اس وقت آپکو شہد کا شربت بنا کر پلایا کرتی تھیں اس لئے حضرت زینبؓ کے ہاں قدرتی طور پر کچھ دیر لگتی تھی ۔ یہ زینبؓ کے گھر کی تاخیر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ پر گراں گزرتی تھی ۔ اول تو نسوانی رقابت اور باہمی تنافس کا اثر کہ اُس کے ہاں اتنی دیر کیوں ٹھہرے ۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کا تقاضہ ۔ بہرحال ان دونوں عورتوں نے آپس کے مشورے سے ایک بات بنائی کہ جب حضور تشریف لائیں تو ہم میں سے ہر ایک یوں کہے کہ آپ کے منہ سے مغافیر یعنی کندلے کے گوند کی بُو آتی ہے چنانچہ عورتوں کی یہ ترکیب کارگر ہوئی جب آپ سے حفصہؓ نے کہا تو آپنے انکار کیا کہ میں نے مغافیر نہیں پیا ۔ لیکن حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے آپنے پھر انکار کیا اور فرمایا میں نے شہد پیا ہے ۔ حضرت عائشہؓ نے کہا مکھی شہد کی مغافیر پر بیٹھی ہوگی اس لئے شہد میں مغافیر کی بو ہوگئی آپنے قسم کھائی کہ میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا ۔ آپ نے حفصہؓ اور عائشہؓ سے کہا کہ زینبؓ سے نہ کہنا ورنہ وہ رنجیدہ ہوگی ۔

أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١﴾ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ

کیلئے اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہیں یعنی قسم کھا کر اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے تم

تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٢﴾

لوگوں کیلئے اپنی قسموں کے کھول دینے کا طریقہ مقرر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا

اور جب پیغمبر نے اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر ایک بات کہی پھر جب اُس بیوی نے

نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَ

وہ پوشیدہ بات ظاہر کردی یعنی کسی دوسری بیوی سے کہدی اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو اس واقعہ کی خبر دیدی تو پیغمبر نے اس افشا راز کرنیوالی کو بات کا کچھ حصہ تو

أَعْرَضَ عَن بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ

جتا دیا اور کچھ حصہ کو نظر انداز کردیا پھر جب پیغمبر نے اس بیوی کو جتایا تو وہ تعجب سے کہنے لگی کہ میرا اس پوشیدہ بات کو ظاہر کردینا

أَنبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٣﴾ إِن تَتُوبَا

آپکو کس نے بتا دیا نبی نے جواب دیا مجھ کو بڑے علم والے اور بڑے باخبر یعنی خدا نے اطلاع دی ہے ۔ اے دونو بیویو اگر تم دونوں

إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ

اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں اور اگر تم پیغمبر کے مقابلہ میں اسیطرح ایک دوسری کی مددگار بنوگی تو یاد

اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ

رکھو پیغمبر کا رفیق و حامی اللہ تعالیٰ ہے اور جبرئیلؑ ہے اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی

بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿٤﴾ عَسَىٰ رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن

اُس کے مددگار ہیں ۔ اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دیدے تو اُس کا پروردگار بہت جلد

يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ

تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں اُس کو دیدے گا جو صاحب اسلام صاحب ایمان

قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا ﴿٥﴾

فرمانبردار توبہ کرنیوالیاں عبادت گذار روزہ رکھنے والیاں ہوں گی کچھ شوہر کو برتی ہوئی ہوں گی کچھ نہ برتی ہوئی ہوں گی

تفسیر صفحہ ہذا ۔ ایک واقعہ اور اسی طرح کا حضرت حفصہؓ کو پیش آیا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہؓ کے ہاں تھے انھوں نے اپنے باپ عمرؓ سے ملنے کی اجازت چاہی آپ نے ان کو ان کے باپ کے ہاں بھیجدیا بعد میں آپ کی مشہور کنیز ماریہ قبطیہ جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے ۔ یہ ماریہ قبطیہ حاضر ہوگئیں حضرت نے ان سے قربت فرمائی تھوڑی دیر میں حضرت حفصہ آگئیں انھوں نے دیکھا مکان کے کواڑ بند ہیں وہ دروازے کے پاس بیٹھ کر رونے لگیں جب کواڑ کھلے تو آپؐ نے دیکھا حضرت حفصہ رو رہی اور شکوہ کررہی ہیں ۔ آپ نے حضرت حفصہ کو راضی کرنیکی غرض سے قسم کھائی کہ میں آئندہ ماریہ قبطیہ سے کوئی تعلق نہ رکھوں گا اور حضرت حفصہؓ کو تاکید کردی کہ اس قسم کی کسی کو خبر نہ کرنا اسی طرح کی شاید کچھ اور باتیں بھی ہوں جن کو آپ نے پوشیدہ طور پر کسی بیوی سے کہا ہو اور دوسروں سے کہنے کو منع کیا ہو ۔ مگر عورت کے پیٹ میں بات کہاں پچتی ہے ۔ افشاء راز کردیا گیا ۔ بہرحال ان آیتوں میں بہت سے مسائل کا انکشاف ہوگیا اگر کسی حلال چیز کو کوئی حرام کرے اگرچہ اعتقاداً اس کی حرمت کا قائل نہ ہو مگر اس کا استعمال حرام کرے تو اس کو چاہیے کہ قسم کا کفارہ دیدے اور اسے حلال کرلے ایسا کرنا معمولی بات ہے اور علماء اسکو خلاف اولیٰ کہتے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس چونکہ خلاف اولیٰ کے ارتکاب سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے اس لئے فرمایا اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ۔ اور قسم کو کھولنے کا حکم دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ہے اور وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے یعنی تمہاری مصالح سے خوب واقف ہے اور اُس کے تمام احکام مبنی بر حکمت ہوتے ہیں بعض روایات میں اور قصہ بھی آیا ہے چونکہ اس قصے کی سند میں ضعف ہے اس لئے ہم نے اس کو نظر انداز کردیا وہ یہ کہ شاید حضرت حفصہ سے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوگا اس کے بعد تیرا باپ عمرؓ ہوگا لیکن یہ بات کسی سے ذکر نہ کرنا بہرحال عورتوں میں حافظے کی کمزوری تو ظاہر ہے اس لئے یہ عورتیں حضورؐ کے راز کو پوشیدہ نہ رکھ سکیں اُسکو آگے ارشاد فرمایا ۔

(۲) اور جب پیغمبر نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی سے پوشیدہ بات کہی پھر جب اس بیوی نے اس پوشیدہ بات کو ظاہر کردیا ۔ یعنی کسی دوسری بیوی سے کہدی اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو اس واقعہ اور اس افشاء راز کی خبر دیدی ۔ تو پیغمبر نے اس افشاء راز کرنے والی بیوی کو بات کا کچھ حصہ تو جتا دیا اور کچھ حصے کو نظر انداز کردیا اور اس کے جتانے سے چشم پوشی کی اور جب پیغمبر نے اس بیوی کو جتا دیا تو وہ تعجب سے کہنے لگی کہ میرا اُس پوشیدہ بات کو ظاہر کردینا آپ کو کس نے بتا دیا پیغمبرؐ نے فرمایا مجھکو بڑے علم والے بڑے خبردار نے بتا دیا یعنی مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں بعضے کہتے ہیں اس حرم کا موقوف کرنا حضرت حفصہ کو کہا اور خبر کرنے سے منع کیا اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی تھا انھوں نے حضرت عائشہ کو خبر کردی کہ دونوں باتوں میں مطلب تھا دونوں کا پھر وحی سے معلوم کرکے حضرت نے بی بی حفصہ کو الزام دیا حرم کی بات کا اور دوسری بات کا ذکر نہ کیا وہ بات کیا تھی شاید یہ تھی کہ تیرا باپ خلیفہ ہوگا اس کے باپ کے بعد الغیب عند اللہ جو بات اللہ رسول نے ٹلادی ہم کیا جانیں اسی واسطے ٹلادی کہ چرچے میں نہ آوے اور لوگ بہانہ مانیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ وہ شہد پینے کا ترک ہو یا ماریہ قبطیہ کا حرام کرنا ہو یا حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کی خلافت کا ذکر ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور بھید کی بات کہی ہو ۔ (باقی ضمیمہ میں)

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کو اور اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس آگ پر سخت دل اور زور آور فرشتے مقرر ہیں جو حکم اللہ ان کو دیتا ہے وہ اس حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کو فوراً بجالاتے ہیں ٭ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر لاوے لالچ دیکر ڈر دکھا کر پیار سے۔ مار سے اس پر بھی اگر دے نہ آویں تو ان کی کم بختی ہے بے گناہ ہے ۱۲ فرض ہر شخص کو اس جہنم سے بچنے اور دوسروں کو بچانیکی فکر کرنی چاہئے۔ بالخصوص اپنے اہل وعیال اور اہل قرابت کو۔ آگ میں جلنے کو آدمی ہیں۔ یعنی نافرمان لوگ اور پتھر جن کو لوگ پوجتے ہیں۔ غلاظ۔ شداد۔ تندخو۔ مضبوط۔ سخت خو۔ سخت رو۔ بے حکمی نہیں کرتے اور فوری حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ بعض نے غلاظ الاقوال۔ شداد الافعال فرمایا ہے بہرحال یہ فرشتے پکڑ پکڑ کر اس آگ میں ڈالیں گے۔ جن کی صورت بھی مہیب ہوگی اور حکم خداوندی کی بجا آوری میں بھی بہت سخت ہوں گے وہ آگ میں جھونکتے وقت کہتے ہوں گے (۶) کہا جائے گا اے کفر و انکار کا شیوہ اختیار کرنے والو! آج تم کوئی عذر پیش نہ کرو تم کو صرف اپنی اعمال کی سزا دی جائے گی اور اپنی اعمال کا بدلا دیا جائیگا جو تم کیا کرتے تھے ٭ یعنی جب کوئی عذر پیش کرنا بے کار ہوا اور عذر کی گنجائش نہ ہو تو عذر کی اجازت دینے کی ضرورت نہیں (۷) اے دعوت ایمانی کو قبول کرنیوالو! اللہ تعالیٰ کی جناب میں خالص اور سچی توبہ کرو امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ اُس دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان مسلمانوں کو جو اُس کے ساتھ ہیں رسوا نہیں کرے گا اور ان کو میدان حشر کی رسوائی سے محفوظ رکھیگا اور ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی دائیں طرف تیز رفتار سے چلتا ہوگا اور وہ یوں دعا کرتے ہوں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس آگ کا

وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ

ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس آگ پر سخت دل اور زور آور فرشتے مقرر ہیں جو حکم

شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا

اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے وہ اُس حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور اُن کو جو حکم دیا جاتا ہے اُسکو

يُؤْمَرُوْنَ ۝۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ

بجالاتے ہیں۔ کہا جائیگا اے کافرو! آج تم کوئی عذر پیش نہ کرو

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

تم کو صرف اپنی اعمال کی سزا دی جائیگی جو تم کیا کرتے تھے۔ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ

تم خدا کے سامنے سچی اور خالص توبہ کرو۔ اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے

اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

گناہ تم سے دور کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ

نہریں بہ رہی ہوں گی یہ اُس دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن مسلمانوں کو جو اُسکے ساتھی ہیں

اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

ہر قسم کی رسوائی سے محفوظ رکھے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے داہنے تیز رفتار سے چلتا ہوگا

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰي

اور وہ یوں دعا کرتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمارے اس نور کو ہمارے لئے آخر تک قائم رکھ اور ہماری مغفرت کر بیشک تو

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۸ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ

ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اے نبی کفار کے اور منافقین کے ساتھ

اے ہمارے پروردگار ہمارے اس نور کو پورا کردے اور ہمارے لئے اس نور کو آخر تک قائم رکھ اور ہماری مغفرت کردے بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے اور تو ہر چیز کرسکتا ہے ٭ خالص اور سچی توبہ یہ کہ اس کے بعد گناہ کا دھیان نہ آئے اور اس کے بعد گناہ کرنا ایسا ہی ناممکن ہوجائے جیسا کہ تھنوں میں سے دودھ نکل کر پھر تھن میں واپس ہونا یعنی جس طرح تھن میں دودھ کا واپس ہونا مشکل ہے اسی طرح توبۂ نصوح کے بعد گناہ کا وقوع مشکل ہوجائے یعنی توبہ عدم عود کی نیت کے ساتھ ہو۔ گناہ کو ترک کرے اس کی برائی کے سبب۔ گزشتہ گناہوں پر ندامت ہو آئندہ کے لئے عزم ہو عدم عود کا۔ اور اعمال متروکہ کا تدارک اور تلافی مافات ہو یہ چار باتیں علماء نے توبۂ نصوح کی شرطیں بیان کی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس توبۂ نصوح کے اثرات بیان فرمائے کہ ایسی توبہ سے گناہ معاف ہوجائیں گے اللہ تعالیٰ تمام برائیوں کو دور کردے گا۔ بہشت کے باغوں میں داخل فرمائے گا۔ یہ داخلہ اس دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو ہر قسم کی رسوائی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ وہ دن کافروں اور ظالموں کی رسوائی کا ہے مومنین اور مخلصین کی رسوائی کا نہیں ہے۔ ان کے ایمان کا نور اور ایمان کی روشنی دائیں جانب اور ان کے آگے دوڑتی ہوگی جیسا کہ سورۂ حدید میں مفصل گزرچکا ہے۔ کہ منافقوں کی روشنی گل ہوجائیگی اور مومنین کی روشنی ان کے ساتھ رہے گی۔ اور شاید جب منافقوں کی روشنی گل ہوتے دیکھیں گے تو کہیں گے الٰہی ہماری روشنی پوری کردے یعنی ہمارے نور کو آخر تک رکھ یہ نور ہر مومن کے ایمان کی روشنی ہوگی جیسا ایمان ویسی روشنی مسلمان روشنی کے اتمام کے ساتھ ساتھ مغفرت کی بھی دعا کریں گے اور یہ اس وجہ سے کہ بعض عصاۃ مومنین عذاب کے مستحق ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں صاف دل کی توبہ یہ کہ دل میں پھر خیال نہ رہے اس گناہ کا ایمان کی روشنی دل میں ہوتی ہے دل سے بڑھے تو سارے بدن میں پھر گوشت پوست میں ۱۲ حدیث میں آتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔ مبارک ہیں جو اپنی ایمانی قوت اور اعمال صالحہ کی بدولت سر سے پاؤں تک نوری نور ہیں۔ اللھم اجعلنی منہم انک علی کل شیٔ قدیر (۸) اے نبی کفار کے اور منافقین کے ساتھ جہاد کیجئے اور ان کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیجئے۔ ان سب کافروں اور منافقوں کا

ٹھکانا جہنم ہے اور وہ جہنم بہت بری جگہ ہے ÷ یعنی کافروں کے ساتھ جہاد تلوار سے اور منافقوں کے ساتھ جہاد زبان سے دنیا میں یہ اس کے مستحق ہیں اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو ٹھکانے اور
پھر جانے کی بہت بری جگہ ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ حضرت کا خلق بیان تک ہے کہ اللہ صاحب اوروں کو فرماتا ہے تحمل کر وان کو فرماتا ہے سختی کرنا ۱۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام شفقت اور رحمت مشہور
ہے اس لئے کافروں کے خلاف سخت گیری کا حکم دیا۔ یہ جہاد فرض ہونے کے بعد کی باتیں ہیں۔ حضرت موسیٰ کے مزاج میں چونکہ سختی اور درشتی زیادہ تھی اس لئے ان کو فرعون کے مقابلے میں تحمل اور نرمی کا حکم دیا شاید
شاہ صاحبؒ کا اشارہ اسی طرف ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ چند عورتوں کا بیان فرماتا ہے چونکہ اوپر قوا انفسکم و اھلیکم نارا فرمایا تھا اس لئے بعض واقعات بیان فرمائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اصلاح حال
کی ہر شخص کو کوشش کرنی چاہئے نیک لوگوں کا تلبس بھی جب ہی مفید ہو سکتا ہے جب خود بھی صلاحیت موجود ہو جس طرح اگر عورت میں خود صلاحیت موجود ہو تو تلبس بالفساق بلکہ کفار کا تلبس بھی مضر رسا
نہیں جیسا حضرت آسیہؓ زوجہ فرعون کا واقعہ۔ بہرحال

الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَ

جہاد کیجیے اور ان کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیجیے ان کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور

بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا

وہ دوزخ بہت بری جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے نوحؑ کی بیوی اور لوط کی بیوی کی

امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ

حالت بیان فرماتا ہے وہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا

دو خاص بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان عورتوں نے ان دونوں بندوں کے حق میں خیانت کی لہٰذا وہ دونوں نیک بندے

مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

اللہ کے مقابلہ میں انکے کچھ کام نہ آئے اور ان دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ تم دونوں بھی جانیوالوں کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ

اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے فرعون کی بیوی کا حال بیان فرماتا ہے جبکہ

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ

اس بیوی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لئے جنت میں اپنے نزدیک ایک مکان بنادے اور

نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ

مجھ کو فرعون اور اس کے عمل بد سے محفوظ رکھ اور مجھ کو ان تمام ظالم لوگوں سے خلاصی

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ

عنایت فرما۔ اور نیز مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ عمران کی بیٹی مریم کا حال بیان فرماتا ہے جس نے

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ

اپنی پاکدامنی کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اسکے گریبان میں اپنی ایک روح پھونک دی اور مریم اپنے رب کے

بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ ع

پیغامات کا اور اس کی کتابوں کا یقین رکھتی تھی اور وہ فرماں بردار لوگوں میں سے تھی۔

ارشاد ہوتا ہے (۹) اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی حالت بیان فرماتا ہے وہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے دو خاص بندوں کے نکاح میں تھیں یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام پھر ان عورتوں نے ان دونوں بندوں کے حق میں خیانت کی لہٰذا وہ دونوں نیک بندے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ کام نہ آسکے اور ان دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ تم دونوں بھی اور جانیوالوں کے ہمراہ آگ میں داخل ہو جاؤ ÷ یعنی حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر شائستہ اور مخصوص بندے تھے مگر دونوں کی گھر والیاں منافق جو کافروں کے ساتھ ساز باز رکھتی تھیں۔ یہی ان دونوں کی خیانت اور بے ایمانی تھی۔ چونکہ ان کا اپنا حال درست نہ تھا اس لئے صلحا کا تلبس ان کے حق میں نافع نہ ہوا اور انکو دوسرے دوزخیوں کے ساتھ جہنم میں دھکیل دیا گیا اور کہا گیا تم دونوں بھی دوسرے داخل ہونیوالوں کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ (۱۰) اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں یعنی مسلمانوں کے لئے فرعون کی عورت کا حال اور اس کی مثل بیان فرماتا ہے جبکہ اس فرعون کی بیوی نے یوں کہا اے میرے پروردگار میرے لئے جنت میں اپنے قریب ایک مکان بنادے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل بد یعنی کفر کے شر سے محفوظ رکھ اور مجھ کو ان تمام ظالم لوگوں سے خلاصی اور نجات عنایت فرما ÷ فرعون کی بیوی جن کا نام آسیہ تھا اور جنھوں نے موسیٰ کی پرورش کی تھی اور موسیٰ کو اٹھاتے وقت کہا تھا کہ اس کو قتل نہ کرو شاید اس سے ہم کو نفع پہنچے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں۔ وہ عورت موسیٰ پر ایمان رکھتی تھی فرعون نے اپنے آخری دور میں اس نیک بیوی پر طرح طرح کے مظالم برپا کئے اپنی فنظالم کی حالت میں جبکہ ان کو فرعون نے چومیخا کر رکھا تھا اور ان کے چاروں طرف آگ رکھو چھوڑی تھی انھوں نے دعا کی کہ

۲ ع ۵ ۲۰

اپنے قرب میں میرے لئے جنت کے اندر ایک مکان بنادے یعنی میرا مسکن جنت میں آپ کے بالکل قریب ہو یعنی مرتبہ قرب وہ میسر ہو جو اعلیٰ درجے کے لوگوں کو عطا ہوتا ہے۔ یا شاید یہ مطلب ہو کہ بغیر کسی استحقاق کے محض اپنے فضل اور اپنے پاس سے میرے لئے جنت میں مکان بنا دیجئے اور فرعون کے شر سے اس کے عمل بد یعنی کفر کے نقصان سے نجات دیدیجئے۔ اور خلاصی عنایت فرمایئے اور فرعون اور اس کے عمل ہی پر کیا موقوف ہے اس
تمام ظالم اور موذی قوم کے شر سے مجھ کو محفوظ کر دیجئے اور نجات دیدیجئے۔ چنانچہ اس دعا کے بعد حضرت آسیہؓ کو یا تو زندہ اٹھالیا گیا یا اُن کا وہ محل جو جنت میں ان کے لئے تیار تھا ان کو دکھایا گیا اور ان کی
جان جان آفریں نے لے لی یعنی فرعون نے ان کو شہید کر دیا چونکہ ان میں ذاتی صلاحیت موجود تھی اس لئے کافر کے تلبس اور کافر کی صحبت کا کوئی اثر ان کی روحانیت اور ان کے رفع درجات پر نہ ہوا
آگے ایک اور عورت کا حال بیان فرمایا جو کسی کی نہ زوجہ ہیں نہ بیوہ ہیں تاکہ تیسری قسم کی عورتوں کا حال بھی سامنے آجائے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تم آپ اپنے ایمان درست کرو نہ خاوند بچا سکے
نہ جورو یہ سب کچھ سُنا دیا نہ جانو! کہ حضرت کی بی بیوں پر کہا ہے اُن پر تو وہ کہا ہے الطیبات للطیبین چوری کی یعنی منافق رہتیاں ۱۲ خلاصہ یہ کہ کوئی کسی کے بھروسہ پر نہ رہے (باقی ضمیمہ میں)

بقیہ صفحہ ۸۶۷

اور ہم کو عذاب کیوں نہیں کرتا ایسے لوگوں کے لئے جہنم کافی ہے اس جہنم میں یہ لوگ داخل ہوں گے سو وہ بُری جگہ اور بُرا ٹھکانہ ہے دوزخ ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرتؐ کی مجلس میں بیٹھ کر منافق کان میں باتیں کرتے مجلس کے لوگوں پر ٹھٹھے کرتے اور عیب پکڑتے اور حضرت کی بات سن کر کہتے یہ مشکل بات ہے ہم سے کب ہو سکے گی پہلے سورۂ نساء میں منع آچکا تھا پھر وہی کرتے تھے اور دعا یہ کہ یہود آتے سلام علیک کے بدلے السام علیکؐ کہتے یہ بددعا ہے کہ تجھ پر پڑے مرگ پھر آپس میں کہتے کہ اگر یہ رسول ہے تو اس کہنے سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا اور کوئی منافق بھی کہتا ہوگا ۱۲ خلاصہ یہ کہ یہود کو اور منافقین کو اس قسم کی دل آزار حرکات سے منع کر دیا گیا تھا کہ مجلس میں بیٹھ کر اس قسم کی ناشائستہ حرکات نہ کیا کرو جو آداب مجلس کے خلاف ہوں اور کسی آواز سے آوازے نہ پھینکا کرو باوجود منع کر دینے کے پھر انہی حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں اور ایسی سرگوشیاں کرتے ہیں جن میں مسلمانوں کی کبیدگی اور حزن اور ظلم و زیادتی کی باتیں ہوتی ہیں اور رسول کے منع کر دینے کے بعد رسول کی نافرمانی بھی ہوتی ہے نیز جب مجلس میں آتے ہیں تو بجائے سلام علیک اور السلام علیکم کے السام علیکم زبان کو دبا کر کہتے ہیں۔ سام کے معنی ہیں موت کے یہ الفاظ اللہ تعالٰے کے الفاظ و سلام علی المرسلین کو بدل کر کہتے ہیں اور بجائے سلامتی کی دعا کے موت کی دعا کرتے ہیں اور پھر آپس میں یا ہر ایک ان میں سے اپنے دل میں کہتا ہے کہ اگر یہ واقعی اللہ کا رسول ہے تو اس بے ادبی اور گستاخی پر اللہ تعالٰے ہم کو سزا کیوں نہیں دیتا اور عذاب کیوں نہیں کرتا۔ اُسی کو فرمایا کہ ان کو جہنم بس اور کافی ہے۔ اس میں یہ داخل ہوں گے اور وہ دوزخ بری جگہ اور بُرا ٹھکانہ ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ جب لوگ السام علیکم کہتے ہیں تو حضورؐ جواب میں صرف وعلیکم فرمادیا کرتے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دن یہود کے ان الفاظ کو سن کر بہت بُرا بھلا کہا۔ کہ تم پر موت پڑے اور تم پر خدا کی پھٹکار ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو سمجھایا کہ ناراض نہ ہو میں تو خود ہی اس بددعا کے جواب میں صرف وعلیکم کہہ دیا کرتا ہوں آگے مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہیں اور ان کے خطاب سے منافقین کو سنانا مقصود ہے کہ اگر تم ایمان کے مدعی ہو تو تم کو ان احکام کی پابندی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۸) اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی اور بھید کی باتیں کرو تو گناہ کی اور ظلم و زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں نہ کیا کرو بلکہ بھلائی اور پرہیزگاری کی باتوں پر باہم مشورہ کیا کرو اور اللہ تعالٰے سے ڈرتے رہو جس کے روبرو تم سب جمع کئے جاؤ گے۔ مطلب ہے کہ جب آپس میں کوئی خفیہ بات اور خفیہ مشورہ کرو تو وہ مشورہ گناہ کے لئے یا ظلم کے لئے یا رسول کی نافرمانی کے لئے نہ ہوا کرے بلکہ بھلائی اور تقوے کے کاموں پر باہمی مشورہ کیا کرو یعنی دوسروں کو نفع پہنچانا مقصود ہو کوئی ظلم یا پیغمبر کی نافرمانی کی بات کے لئے مشورہ نہ ہو اللہ تعالٰے سے ڈرو کیونکہ اسی کی جناب میں سب کو حاضر ہونا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں سورۂ نساء میں ہو چکا کہ کان میں کون سی بات کہنی چاہیئے ۱۲ سورۂ نساء میں گذرا ہے لا خیر فی کثیر من نجوٰھم اس کی تفصیل کا مطالعہ کیجئے (۹) اس قسم کی بری سرگوشی محض شیطان کا کام ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے اور مبتلا کرے حالانکہ وہ مسلمانوں کو اللہ تعالٰے کی مشیت کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور مسلمانوں کو اللہ تعالٰے ہی پر توکل اور بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ یعنی یہ اس قسم کی قابل اعتراض سرگوشیاں اور مشورے شیطان کے بہکانے سے ہوتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان پریشان ہوں اور تردد میں پڑ جائیں کہ خدا جانے مخالف پارٹی کیا مشورہ کر رہی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالٰے کی مشیت اور اس کے ارادے کے بغیر شیطان اور اُس کی طاغوتی طاقتیں مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور جب اللہ تعالٰے کی مشیت کے بغیر شیطان سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا تو مسلمانوں کو اللہ تعالٰے ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اب آگے مجلس کی تہذیب اور مجلس کے آداب دوسرے طریق پر مذکور ہیں حدیث میں آتا ہے جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی خفیہ سرگوشی نہ کیا کریں کیونکہ اس حرکت سے تیسرے آدمی کو حزن و ملال ہوگا (۱۰)

بقیہ صفحہ ۸۷۲

دیا جاتا ہے اور مال فے امام وقت کی صواب دید کے موافق خرچ ہوتا ہے اس خرچ میں اس کا ذاتی خرچ اور اس کے اہل وعیال کا خرچ اور مہمانوں وغیرہ کا خرچ بھی شامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق تصرف مالکانہ تھا اور آپ کے بعد یہ تصرف حاکمانہ ہے مالکانہ نہیں۔ مزید تفصیل مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۶) جو مال اللہ تعالٰے نے اپنے رسول کو اور دوسری بستیوں سے بطور فے دلوائے اس میں بھی تمہارا حق نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالٰے کا حق ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے اور رسول کے قرابت داروں کا حق ہے اور یتیموں کا حق ہے اور مساکین یعنی محتاجوں کا حق ہے اور مسافروں کا حق ہے تاکہ وہ مال فے تم میں سے سرمایہ داروں اور دولت مندوں کے ہاتھوں میں دست گرداں اور دائر اور پھرتا نہ رہ جائے اور رسول جو کچھ تم کو دیا کرے اُسے لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو منع کر دیا کرے اس سے باز رہا کرو اور رک جایا کرو اور اللہ تعالٰے سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ تعالٰے سخت سزا دینے والا ہے اور اس کی مار سخت ہے۔ یعنی جس طرح بنی نضیر کے مال فے کا حکم بیان کیا اسی طرح آس پاس کی دوسری بستیاں مثلاً فدک کچھ حصہ خیبر کا۔ عرینہ اور ینبوع کی بستیاں ان بستیوں کے بھی تمام اموال جو بدون لڑے بھڑے حاصل ہوئے اس میں بھی تمہارا کوئی حق نہیں بلکہ وہ بھی اللہ تعالٰے کا حق ہے وہ جس طرح چاہے اس کے مصارف بیان فرمائے۔ اور رسول کو اس مال پر مالکانہ تصرف کا حق ہے۔ کہ وہ جہاں مناسب سمجھیں خرچ کریں اور رسول کے قرابت داروں کا حق ہے۔ یعنی بنی ہاشم جو زکوٰۃ نہیں لے سکتے تھے ان کا حق مال فے میں بیان فرمایا اور مساکین اور یتامیٰ اور مسافروں کا حق ہے۔ غرض ان مذکورہ مستحقین کو دیا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو بھی سال بھر کا غلہ اسی آمدنی میں سے دیا کرتے تھے۔ اب بھی یتامیٰ۔ مساکین اور مسافروں کا حق باقی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ذوی القربیٰ کا حق مرتفع ہوگیا۔ الا عند البعض ان کا قول یہ ہے کہ مال لے کے چھ حصے کئے جائیں۔ اللہ تعالٰے کا حصہ خانۂ کعبہ اور دیگر مساجد کی مرمت میں خرچ کیا جائے اور جو لوگ اللہ تعالٰے کا نام تعظیماً اور تشریفاً بتاتے ہیں وہ پانچ حصوں پر تقسیم کرتے ہیں جن میں سے آپ کی وفات کے بعد چار حصے امام وقت کے لئے ہوں گے اور پانچویں حصے کے پھر پانچ حصے کئے جائیں گے۔ ان پانچ میں سے ایک رسول کا ایک ذوی القربیٰ کا، ایک یتامیٰ کا اور ایک ابن السبیل اور ایک مساکین کا بہرحال مسائل اور ان کا مفصل بیان کتب فقہ میں مذکور ہے۔ زمانہ جاہلیت میں مال غنیمت میں بڑے بڑے لوگ آپس میں تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ اور مساکین کو کچھ نہیں ملتا تھا اس کو بیان فرمادیا۔ کہ یہ تقسیم اور مستحقین کا ذکر اس لئے کر دیا گیا تاکہ دولت تقسیم ہو جائے اور مال داروں ہی کے ہاتھوں میں تمام مال ہرنا پھرتا نہ رہ جائے۔ اور جو کچھ رسولِ خدا دے دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے منع فرمادیا کریں اُس سے رک جایا کرو۔ بظاہر مال غنیمت سے اس کا کوئی تعلق معلوم ہوتا ہے لیکن آیت کا مفہوم عام ہے۔ جو مال دیں، یا جو حکم دیں اور جس بات سے منع فرمائیں اور جس کو حلال فرمائیں اسے حلال سمجھو اور جس کو حرام فرمائیں اُس کو حرام سمجھو۔ چونکہ مال کے معاملات میں خیانت کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے فرمایا اللہ تعالٰے سے ڈرتے رہو اللہ تعالٰے کی پکڑ اور اس کا عذاب بڑا سخت ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ یعنی فے پر قبضہ رسول کا اور رسول کے پیچھے سردار کا کہ سردار پر یہ خرچ پڑتے ہیں اللہ سب ہی کا مالک ہے مگر کعبے کا خرچ اور مسجدوں کا بھی اس میں آگیا۔ اور ناتے والے حضرت کے روبرو ان کے ناتے والے اور پیچھے بھی وہی لوگ ان پر چاہئے خرچ کرنا دولت مند کو اگر سردار دے تو لے منع نہیں ۱۲ (۷) اس مال فیٔ میں ان فقرائے مہاجرین کا بھی خاص طور سے حق ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے مالوں سے بے دخل کئے گئے۔ دراں حالے کہ وہ اللہ تعالٰے کے فضل اور اُس کی رضامندی کے متلاشی اور طلب گار ہیں اور وہ اللہ تعالٰے کی اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کیا کرتے ہیں یہی لوگ ہیں حقیقی سچے اور راست باز۔ یعنی یوں تو تمام مساکین اس مال فے کے مستحق ہیں لیکن وہ فقراء خاص طور پر حق دار ہیں جو کفار کے تنگ کرنے کی وجہ سے ہجرت پر مجبور ہوئے اور اپنا گھر بار مکہ معظمہ چھوڑ کر اللہ تعالٰے کی رضاجوئی اور اس کے فضل کی جستجو میں نکل آئے اور مدینے میں آکر اللہ تعالٰے کے دین کی اور اس کے پیغمبر کی حتی المقدور مدد کرتے ہیں اور چونکہ یہ محض اپنا دین بچانے کے لئے وطن چھوڑ کر آئے ہیں ان کا مقصد محض اللہ تعالٰے اور اس کی رضاجوئی ہے اس لئے ان کو سچا اور راست باز فرمایا اور ان کی امداد پر خاص طور سے توجہ دلائی چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین پر اور تین انصاریوں پر بنی نضیر کا مال تقسیم فرمایا (۸)

بقیہ صفحہ ۸۷۸

بتری سے وہ ہم پر ظلم کرنے لگیں اور ہم پر نئے نئے ستم توڑنے شروع کر دیں آپ عزیز بھی ہیں حکیم بھی ہیں اپنی طاقت اور حکمت کی وجہ سے ہم کو ان کے شر سے محفوظ رکھ (۵) البتہ تم کو بھلی چال چلنی ہے ان کی جو کوئی امید رکھتا ہو اللہ تعالٰے کی اور پچھلے دن کی اور جو کوئی منہ پھیرے تو اللہ تعالٰے وہی ہے بے پرواہ سب خوبیوں سراہا۔ ترجمہ میں اور تیسیر میں حاصل ترجمہ اور لفظی ترجمہ کی وجہ سے فرق ہوگیا لمن کان یرجوا اللہ ہے بدل ہے لقد کان لکم سے۔ ترجمہ کا خلاصہ اس طرح ہے بے شک ابراہیم اور ان کے متبعین میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ اور قابل اتباع نمونہ ہے

جو اللہ تعالٰی کے سامنے جانے اور قیامت کے آنے کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص اس حکم سے یا ان کی اتباع سے روگردانی کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالٰی بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو بات اوپر ارشاد فرمائی تھی۔ یہ اسی کی تاکید ہے۔ یا یہ کہ پہلے ان کی شان مقتدی ہونے کے لئے فرمایا اور دوسری مرتبہ اس اعتقاد کے تقاضے کے اعتبار سے فرمایا یعنی تم لوگ جو اللہ کے روبرو حاضر ہونے کے امیدوار ہو اور قیامت کے آنے کے معتقد ہو اس اعتقاد کا تقاضہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ اور اُس کے ساتھیوں کی پیروی کی جائے۔ یرجوا اللّٰہ کا مطلب یہ کہ اس کی ملاقات اور اس کے روبرو حاضر ہونے کا یا اس کی رحمت کا امیدوار ہے ایسا ہی روز آخرت کی ملاقات اور حساب و کتاب کا معتقد ہے تو اس کے لئے حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھیوں کی زندگی ایک قابل تقلید اور قابل اتباع نمونہ ہے۔ اور اس کو چاہیئے کہ ان پیشواؤں کی پیروی کرے اور اگر کوئی شخص اللہ تعالٰی کے اس حکم اتباع سے روگردانی کرے اور منہ پھیرے تو اللہ تعالٰی بے نیاز اور سب خوبیوں سراہے بہ یعنی اگر کوئی روگردانی کرتا ہے تو وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اللہ تعالٰی کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ ان آیتوں کے نزول کے بعد مسلمانوں نے اپنے کافر متعلقین سے بالکل ترک تعلق کر لیا اللہ تعالٰی نے آگے ان کو امید دلائی کہ عن قریب ان حالات میں تبدیلی کی امید ہے۔ یہ منافرت اور ترک تعلق اختلاف دین کی وجہ سے ہے شاید آگے چل کر کافر مسلمان ہو جائیں اور منافرت باقی نہ رہے (۶) امید ہے کہ اللہ تعالٰی تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری ذ، اور عداوت ہے دوستی پیدا کر دے اور اللہ تعالٰی کو سب قدرت ہے اور اللہ تعالٰی بڑی مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے :: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ان کو مسلمان کر دے۔ پھر تمہاری دوستی بجا رہے ایسا ہی ہوا اس سفر میں مکے کے لوگ سارے مسلمان ہوئے ۱۲ یعنی اگرچہ اس وقت دشمنی اور عداوت کی وجہ سے ترک تعلقات کا حکم دیا گیا ہے لیکن وہ دن دور نہیں کہ شاید اللہ تعالٰی اُن کے جن سے تم عداوت رکھتے ہو اور تمہارے درمیان دوستی اور اخوت کے سامان پیدا کر دے جس کی سہل صورت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی ان دین حق کے منکروں کو مسلمان کر دے اور ان کے سابقہ گناہوں کو بخش دے۔ کیونکہ وہ غفور رحیم ہے یا یہ کہ اس حکم کی تعمیل میں اگر کسی سے کچھ کوتاہی ہوئی ہو تو اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ ہر حال آگے ان غیر متعصب کافروں کے ساتھ خواہ وہ ذمی ہوں یا معاہد ہوں حسن سلوک اور نیک برتاؤ کا ذکر ہے۔ (۷) اللہ تعالٰی تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور نہ انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا بلاشبہ اللہ تعالٰی انصاف کرنے والوں سے بات کرتا ہے :: برّ اور اقساط بھلائی۔ نیکی اور حسن سلوک کی اجازت دی۔ اور انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ایسے لوگوں کے معاملے میں انصاف کرو اور ظلم نہ کرو۔ مشرکین میں سب قسم کے آدمی تھے۔ بعض جارحانہ کارروائیاں کرتے تھے۔ بعض سخت برتاؤ کی مخالفت کرتے تھے اور اگر ان کی بات نہ چلتی تو وہ مسلم آزار کاموں سے بالکل علیحدہ رہتے تھے۔ ان کے لئے خصوصی برّ و اقساط کا حکم دیا۔ ورنہ عام برّ و اقساط کا حکم تو ہر ذی روح کے ساتھ ہے۔ خواہ وہ آدمی ہو یا جانور بعض لوگوں نے فرمایا قبیلہ خزاعہ کے لوگ مراد ہیں جو اپنی مصالحت اور اپنے عہد پر قائم رہے۔ بہرحال کوئی خاص قبیلہ ہو یا مکے کے لوگ ہوں جن کا رویہ امن پسندانہ رہا ہو سب کے ساتھ اچھے سلوک اور انصاف خصوصی کا حکم ہے بعض حضرات نے قتیلہ بنت عبدالعزیٰ کے حق میں شان نزول کا ذکر کیا ہے کہ وہ مشرکہ تھیں اور اسماء بنت ابی بکرؓ کے لئے کچھ تحائف اور ہدایا لے کر آئی تھیں۔ لیکن اسماء بنت ابی بکرؓ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت اتری اور ان کے ساتھ اکرام اور احسان کرنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مکے کے لوگوں میں بعضے ایسے بھی تھے کہ آپ مسلمان نہ ہوئے اور ہونے والوں سے ضد بھی نہ کی۔ ۱۲ (۸)

بقیہ صفحہ ۸۷۹

بہرحال مزید تفصیل کے لئے کتب فقہ کا مطالعہ کیا جائے

آیت میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) جو عورت دارالحرب سے مسلمان ہو کر آئے تو اُس کا نکاح کافر شوہر سے ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر سبیعہ بنت حارث کو واپس نہیں کیا گیا (۲) آنے والی عورت کو جانچ لیا جائے کہ وہ واقعی اسلام کی محبت اور رغبت کی وجہ سے آئی ہے یا کوئی اور دُنیوی غرض ہے۔ اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ واقعی دین کی حفاظت کے لئے آئی ہے تو اُس کے سابق نکاح کو فسخ سمجھا جائے (۳) ایسی عورت کے نکاح کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل ہے۔ اگر حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد اور اگر حاملہ نہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک بغیر عدت اور صاحبین کے نزدیک عدت کے بعد اس کا نکاح کسی مسلمان سے ہو سکتا ہے (۴) جو عورت کافرہ دارالحرب میں ہو اور اس کا خاوند مسلمان ہو جائے تو اس کا نکاح بھی فسخ ہو جائے جیسا کہ مکے کی عورتوں کے متعلق ارشاد ہوا ولا تمسکوا بعصم الکوافر (۵) جو مسلمان عورت دارالحرب یعنی مکے سے آجائے تو مسلمان اس عورت کا مہر کافر اہل کو واپس کر دیں۔ یہ مہر وہ شخص واپس کرے جو اس سے نکاح کرے۔ ورنہ بیت المال سے ادا کر دیا جائے۔ اگر کوئی مسلمان اس سے نکاح کرے تو وہ اس کے پہلے خاوند کا مہر واپس کر دے۔ اور مکے سے آنے کے بعد جو نکاح کرے اس کا مہر الگ مقرر کرے۔ یعنی نئے نکاح کا مہر بھی دے اور سابقہ خاوند کا مہر بھی ادا کرے (۶) واتوھم ما انفقوا کے ترجمہ میں عام طور سے مہر کیا گیا ہے (۷) مسلمانوں کی جو عورتیں مکہ میں رہ گئیں ان سے مسلمان مردوں کا نکاح فسخ ہو گیا اور ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔ اگرچہ بعض صحابہ سے اپنی بیویوں کو طلاق دینا بھی ثابت ہے۔ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دینے کا علم نہ ہوا ہو کیونکہ طلاق دینے کی ضرورت نہ تھی۔ (۸) جو عورتیں مکہ میں رہ گئیں اُن کے خاوندوں سے ترک تعلق کے بعد اُن کے مسلمان خاوندوں کا مہر کافروں سے وصول کیا جائے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ حکم کہ اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر آوے اُس مرد نے جو اس پر خرچ کیا تھا وہ پھیر دینا چاہیئے۔ جو مسلمان اس کو نکاح کرے وہ پھیر دے اور اس عورت کو جدا مہر دے تب نکاح کرے اور اس کے مقابل یہ حکم ہوا کہ جس مسلمان کی عورت کافر رہ گئی وہ اس کو چھوڑ دے پھر جو کافر اس کو نکاح کرے اس مسلمان کا خرچ کیا پھیر دے یہ حکم تھا تو مسلمان موجود ہوئے دینے کو بھی اور لینے کو بھی لیکن کافروں نے دینا قبول نہ کیا۔ تب اگلی آیت اتری ۱۲۔ اگرچہ ہماری تفصیل کے بعد بھی آیت دارالحرب اور دارالاسلام کے بہت سے مسائل کو شامل ہے اس لئے مزید تفصیل کے لئے کتب فقہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ (۱۰)۔

بقیہ صفحہ ۸۸۰

استغفار کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ایمان اور ان کی توبہ کی قبولیت کے لئے دعا کیجئے کیونکہ توبہ اور ایمان پر بیعت کے بعد گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالٰی بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اولاد کا قتل مفلسی کی وجہ سے ہو یا عار کی وجہ سے حرام ہے۔ عرب کی عورتیں زمانۂ جاہلیت میں اس قسم کا ارتکاب کیا کرتی تھیں۔ قتل اولاد کی ممانعت میں حمل کا گرانا بھی داخل ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں طوفان باندھنا ہاتھ پاؤں میں یہ کہ کسی پر جھوٹا دعویٰ کریں یا جھوٹی گواہی دیں یا کسی معاملے میں جھوٹی قسم کھا جاویں۔ اپنی عقل سے بنا کر اور ایک معنی یہ کہ بیٹا جنا اور سے اور لگا دیں اور کو یا بن جنا ہوا ڈال لیں اور باپ پر لگا دیں۔ حدیث میں فرمایا ہے جو عورت بیٹا لگا دے کسی کا کسی کو تو اس پر بہشت کی بو حرام ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ ان شرطوں پر جو عورتیں بیعت کریں ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں۔ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو صفا کی پہاڑی پر بیٹھ کر آپ نے عورتوں سے بیعت لی۔ حضرت عمرؓ نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور جو الفاظ فرماتے حضرت عمرؓ وہ عورتوں کو بتلاتے اور عورتیں اقرار کرتیں۔ یہی آیت پڑھتے تھے اور اسی پر بیعت لیتے تھے۔ اب آگے پھر مسلمانوں کو دین حق کے دشمنوں سے موالات کو منع فرمایا اور جس مضمون سے سورت کو شروع فرمایا تھا اسی مضمون کی تاکید پر سورت کو ختم فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۲) اے دعوتِ ایمانی کے قبول کرنے والو! ان لوگوں سے دوستی اور موالات نہ کرو جن پر اللہ تعالٰی نے غصہ اور غضب فرمایا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ وہ آخرت کے اجر و ثواب سے ایسے ہی ناامید ہوئے جیسے وہ کافر ناامید ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں بہ کہتے ہیں کہ بعض فقراء مسلمین یہود سے اس بنا پر تعلق رکھتے تھے کہ وہ ان کو اپنے باغات کی کوئی خدمت دے دیا کرتے تھے اور اس سے کچھ منفعت ہو جاتی تھی۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ جب کوئی آدمی خدمت کرتا ہے تو اس سے کسی وقت کوئی بات بلاقصد ایسی بھی نکل جاتی ہوگی جو مفادِ عامۂ مسلمین کے خلاف ہوتی ہوگی اس بنا پر ارشاد ہوا کہ مغضوب قوم سے دوستی اور موالات و موادات نہ کرو جو اپنے اعمال و افعال کی بنا پر آخرت کے ثواب سے اسی طرح مایوس اور ناامید ہوئے بیٹھے ہیں جس طرح وہ کفار جو قبروں والے ہیں یعنی وہ کفار جو مر کر قبروں میں مدفون ہیں انہوں نے عالم برزخ میں معائنہ عذاب کر لیا اور وہ آخرت کے ثواب سے ناامید ہو گئے اسی طرح یہ یہود بھی ناامید ہیں آخرت سے اور اس کے اجر و ثواب سے کافر معائنہ کرنے کے بعد ناامید ہوئے اور یہ چوں کہ اہل کتاب ہیں یہ بُرے بھلے کو پہلے ہی سے جانتے ہیں اور ان کو معلوم ہے کہ یہ نبی آخر الزماں کی رسالت کے منکر ہیں اور آخری دین کو نہیں مانتے اس لئے یہ یقیناً عذاب کے

مستحق ہیں اور ان کو آخرت میں ثواب کا کوئی حصہ نہیں۔ یعنی وہ اصحاب قبور معائنہ اور مشاہدہ کرنے کے بعد مایوس اور ناامید ہوئے اور یہ دنیا ہی میں ناامید ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ مغضوب علیہم ہیں اور ان کو آخرت میں کوئی فلاح نہیں بعض اہل تفسیر نے کہا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ قوم مغضوب علیہم آخرت کے ثواب سے اسی طرح مایوس اور ناامید ہیں جس طرح کافر ان لوگوں کی بعثت سے اور دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہیں جو مر چکے ہیں اور اصحاب قبور ہیں اور قبر والوں میں سے ہیں۔ یعنی جس طرح کافر اپنے مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے دن اُٹھنے سے مایوس ہیں اسی طرح یہود آخرت کے اجر و ثواب سے مایوس ہیں مطلب قریب قریب دونوں کا یکساں ہے۔ اور مراد یہود کی مایوسی کا اظہار ہے کہ یہ لوگ خود بھی دل سے جانتے ہیں کہ یہ ناجی نہیں ہیں۔ اور یہی وجہ ان کے سخت ترین کافر ہونے کی ہے کہ جانتے بوجھتے دین حق کو قبول نہیں کرتے ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو ہرگز دوستی نہ کرنی چاہیئے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اُٹھے گا یہ کافر بھی ویسے ہی ناامید ہیں ۱۲ (۱۳)

الحمد للہ والمنۃ تم تفسیر سورۃ الممتحنۃ فی یوم الخمیس بین صلوۃ الظہر والعصر ثلثۃ من صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۵۵ء ۔ و لہ الحمد یا رب لک الحمد کما ینبغی لجلال وجہک ولعظیم سلطانک قد سنح لی سانحۃ فی وسط الممتحنۃ اعنی صال علیّ بالسکین شیطان الانس فجرحنی وابتلیت ثلثۃ اشہر ثم عافنی اللہ تعالیٰ و برأت والحمد للہ علی ذلک وقعت الواقعۃ ۹ ستمبر ۱۹۵۵ء بعد صلوۃ الجمعۃ علی الطریق ۔

بقیہ صفحہ ۸۸۲

جھوٹ باندھے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرے حالانکہ اس کو اسلام کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور اس کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا اور ایسے گناہ گاروں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ یعنی پیغمبر اسلام کی دعوت دے رہا ہے۔ دین حق کی طرف بلا رہا ہے اور وہ اس کو جادوگر اور مفتری علی اللہ کہتا ہے۔ تو گویا جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہے اس کی نفی کرتا ہے اسی کو افترا علی اللہ کذب فرمایا۔ جھوٹ باندھنا اللہ پر یہی کہ مرسل من اللہ کی تکذیب کرے اور اس کو ساحر کہے۔ اسی قسم کے ظالموں سے توفیق ہدایت کی نفی فرمائی۔ کہتے ہیں کہ نضر بن حارث کی جانب اشارہ ہے اور اس کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آیت عام ہو اور ہر ظالم جو افترا کرنے والا ہو وہ مراد ہو (۷) یہ دین حق کے منکر یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور اور اس کی روشنی کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اس روشنی کو اپنے منہ سے پھونک کر ختم کر دیں اور بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور اور اپنی روشنی کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ منکر کتنا ہی بُرا مانیں یہ اللہ تعالیٰ کا نور یعنی پیغمبر اور اس کے دین کی روشنی جس سے کفر کی تاریکی اور کفر کا اندھیرا کم ہو رہا ہے منکر یہ چاہتے ہیں کہ اس روشنی کو پھونکیں مار مار کر گل کر دیں اور بجھا دیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا اور اس کی روشنی تمام اقوام عالم میں پہنچ کر رہے گی اگرچہ دین حق کے منکر برا مانا کریں۔ کہتے ہیں ایک دفعہ کئی دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہ ہوئی تو کعب بن اشرف جو بڑا متعصب یہودی تھا اس نے یہود سے کہا خدا نے محمد کا نور بجھا دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں کفار کی اس خواہش کا اظہار فرما کر اس کا رد کیا گیا ہے (۸) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت و رہنمائی اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اس دین حق کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دے اگرچہ مشرک کتنا ہی بُرا مانیں اور مشرکوں کو کتنا ہی برا لگے۔ ہُدیٰ اور دین حق یہی قرآن اور اسلام ہے۔ غلبہ یا بطور شوکت اور قہر۔ یا بطور دلائل۔ اگر دلائل کا غلبہ مراد ہو تو وہ ہر وقت بحمد اللہ موجود ہے اور اگر شوکت کا غلبہ مراد ہو تو وہ بھی حاصل ہو چکا۔ بعض نے کہا حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں سوائے دین اسلام کے اور کوئی دین نہ ہوگا۔ سورۂ برائت میں تفصیل گزر چکی ہے۔ اسی غلبہ کو اوپر کی آیت میں اتمام فرمایا ہے آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام کے علاوہ کوئی مذہب ہی باقی نہ رہے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسلام کے مخالف ادیان باطلہ بھی رہیں گے لیکن غلبہ اور قہر اور تفوق اسلام کو حاصل ہوگا جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں (۹) اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری اور ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچا لے۔ یعنی ایسی تجارت اور ایسا کاروبار جو تم کو دوزخ کے عذاب سے نجات دلا دے اور جہنم کے دردناک عذاب سے تم کو چھڑا دے (۱۰)

بقیہ صفحہ ۸۸۵

چلنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔ ندا اذان کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو کاروبار چھوڑ کر نماز کی طرف اور خدا کے ذکر کی طرف چل پڑو۔ سعی سے مراد بھاگنا یا دوڑنا نہیں ہے بلکہ لین دین بیع و شرا کو چھوڑ کر چل کھڑے ہو۔ اذان سے مراد خطبے کی اذان ہے جو امام کے ممبر پہ بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ دوسری اذان باجماع صحابہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے زمانے میں مقرر ہوئی ہے۔ لیکن حرمت بیع اس پہلی اذان کے بعد بھی ہے۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ اشتراک علت کی وجہ سے حکم میں بھی اشتراک ہوتا ہے۔ ہاں امام کے سامنے والی اذان میں یہ حکم قطعی اور منصوص ہے اور پہلی اذان میں یہ حکم ظنی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ہر اذان کا یہ حکم نہیں کیونکہ جماعت پھر بھی ملے گی اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا پھر کہاں ملے گا اللہ کی یاد کہا خطبے کو ایسے وقت جا دے کہ خطبہ سنے ۱۲ خیر فرمایا ذرک بیع اور سعی الی ذکر اللہ کو۔ کیونکہ عبادت کا نفع باقی رہنے والا ہے اور دوسرے منافع فنا ہو جانے والے ہیں۔ مزید جمعہ کے مسائل اور اذان کے بعد بیع و شرا کی کراہت اور سعی وغیرہ کے مسائل کتب فقہ سے معلوم کیجئے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اگرچہ عام خطاب ہے۔ لیکن جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں مثلاً عورت، مریض، مسافر وغیرہ وہ عام حکم سے مخصوص ہوں گے کما لا یخفی (۹) پھر جب نماز پوری ہو چکے تو اختیار ہے کہ تم زمین میں چلو پھرو اور اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی اس کی روزی کی تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہود کے ہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا۔ سارے دن سودا منع تھا اس واسطے فرما دیا کہ تم روزی تلاش کرو اور روزی کی تلاش میں بھی اللہ کی یاد کو نہ بھولو ۱۲ خلاصہ یہ کہ یہود کے ہاں ہفتہ اور نصاریٰ کے ہاں اتوار کا دن عبادت کے لئے مقرر تھا۔ اُمت محمدیہ کے لئے جمعہ کا دن مقرر فرمایا۔ احادیث میں جمعہ کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ایک روایت میں ہے جو شخص جمعہ کے دن مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے شہید کا اجر لکھتا ہے اور اس کو قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے جمعہ کے دن صرف خطبے اور نماز کے لئے بیع و شرا کے بند کرنے کا حکم دیا اور نماز کے بعد اجازت دی گئی اور کاروبار کی اباحت کا اعلان فرما دیا۔ تلاش معاش اور روزی کی جستجو کو اپنا فضل فرمایا۔ جیسا کہ قرآن کا عام قاعدہ ہے کہ رحمت روحانی ترقی کے لئے اور فضل مالی ترقی کے لئے عام طور پر استعمال کرتا ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ پھر تاکید فرمائی کہ تلاش روزگار یا کاروبار اور تجارت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یاد یا اس کے ذکر سے بالکل غافل ہو جاؤ۔ کوئی شغل بھی ہو اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں یاد کرتے رہو خواہ ذکر لسانی ہو یا ذکر قلبی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی حقیقی زندگی ہے ورنہ غافل میں زندگی کہاں۔

بقیہ صفحہ ۸۸۸

پھر جس کا تعلق اس مالک عزت سے جس قدر ہے اس کی اتنی ہی عزت پیغمبر کا مرتبہ زیادہ اس کی عزت بھی زیادہ پھر اس کے واسطے سے مسلمانوں کا درجہ اور ان کی عزت ان کے علاوہ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے واسطے سے اس کا رسول اور رسول کے واسطے سے مسلمان ان کے علاوہ عزت کا مالک اور وارث کون ہے۔ کہتے ہیں جب غزوۂ بنی مصطلق سے یہ لوگ لوٹے تو ابن ابی منافق کا بیٹا عبد اللہ جو مخلص مسلمان تھا مدینے کے باہر جا کھڑا ہوا وہ سن چکا تھا کہ میرے باپ نے ایسی ناشائستہ بات کہی ہے اس نے جب باپ کا اونٹ دیکھا تو اس کو بٹھا کر اور تلوار نکال کر کھڑا ہو گیا اور باپ سے کہا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے تجھ کو مدینے میں داخل نہ ہونے دوں گا تو محمد کو ذلیل کہتا ہے حالانکہ محمد کی عزت بہت بلند ہے اور تو بہت ذلیل ہے تجھ کو مدینے میں نہیں جانے دوں گا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معاملہ معلوم ہوا تو آپ نے اس کے بیٹے کو بلا کر سمجھایا اور ابن ابی کو اس کے بیٹے نے مدینے میں داخل ہونے دیا (۸) اے دعوت ایمانی کو قبول کرنے والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ نقصان اُٹھانے والے اور ناکام رہنے والے ہوں گے۔ ذکر الٰہی سے بعض لوگوں نے پانچ وقت کی نمازیں لی ہیں۔ صحیح چیز یہ ہے کہ مال و اولاد سے مراد دنیا کا مجموعی ساز و سامان اور ذکر اللہ سے دین و اطاعت کا پورا مجموعہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ دنیا کی کسی بات میں ایسے منہمک نہ ہو جاؤ کہ دین کا کوئی کام چھوٹ جائے جس قدر دین کو نقصان پہنچے گا اسی قدر آخرت میں ناکامی کا سامنا کرنا ہوگا (۹) اور ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے خیرات کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اور مرنے کا وقت سر پر آ کھڑا ہو اور وہ آثار موت کو مشاہدہ کر کے یوں کہنے لگے۔ اے میرے پروردگار! تو نے مجھ کو اور تھوڑی سی مدت مہلت کیوں نہ

دی اور میری موت کو تھوڑا سا موخر کیوں نہ کر دیا کہ میں خوب صدقہ و خیرات کرتا اور حقوق واجبہ کو ادا کر لیتا اور میں نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔ انفاق سے مراد حقوق واجبہ کی ادائیگی ہے۔ چونکہ یہ عبادات میں اہم ہے اس کی تاکید فرمائی کہ مرنے سے پہلے پہلے حقوق واجبہ فی الحال خرچ کر دو کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور آثار موت کا مشاہدہ کرنے کے بعد پروردگار سے یوں کہو کہ اے پروردگار! مجھ کو تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی کہ میں حقوق واجبہ کی ادائیگی کر دیتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا مگر ایسا کہنا یا اس خواہش کا اظہار کرنا محض بیکار اور بے معنی ہوگا۔ اور یہ حسرت و تمنا اس لئے غیر مفید ہوگی۔ (۱۰) اور جب کسی جان والے کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیا کرتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ اس سب سے پوری طرح باخبر ہے۔ یہ بات منافقوں کو سنائی کہ مال خرچ کرنے میں جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور پھر صدقے کی تمنا بھی کرو تو کامیابی نہ ہو عام طور پر موت سے مراد یہاں دنیا کے مرتے وقت کی تمنا ہے۔ البتہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس قسم کی خواہش قیامت میں کریں گے کہ اے پروردگار! ہم کو دنیا میں پھر بھیج دے تو ہم خوب خیرات کریں گے اور نکوکاروں میں سے ہو جائیں گے۔ حضرت حق تعالےٰ نے فرمایا واللہ خبیر بما تعملون یعنی ہم ان کے تمام اعمال سے بخوبی واقف ہیں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر ان کو مہلت دے دی جائے یا ان کو میدان حشر سے واپس کر دیا جائے تو یہ پھر وہی کریں گے جو اب تک کرتے رہے ہیں (۱۱)

الحمد للہ والمنۃ تم تفسیر سورۃ المنافقین فی عشریا صفر الخیر یوم الجمعۃ قبل صلاتہا ۱۳۷۵ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۵۵ء۔ وللہ الحمد یا رب لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک ولعظیم سلطانک۔

سورۃ التغابن مدنیۃ وھی ثمان عشرۃ اٰیۃ وفیھا رکوعان۔

سورۂ تغابن مدنی ہے اور یہ اٹھارہ آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

شروع اللہ تعالےٰ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ تعالےٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور اللہ تعالےٰ کو پاکی کے ساتھ یاد کرتی ہے۔ اُسی کا راج اور اسی کی حکومت ہے اور تمام تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

بقیہ صفحہ ۸۹۲

خرابیاں موجود ہیں جن کے نقصانات مستقبل میں ظاہر ہوں گے ان آیات میں طلاق دینے کا ضابطہ بیان فرمایا ہے تاکہ طلاق ایک قاعدے اور ضابطے کے ماتحت دی جائے اور بے ڈھنگے طریقے سے نہ دی جائے جس سے فریقین کو پچھتانا پڑے اور دونوں فریق کو نقصان اور تکلیف برداشت کرنی پڑے۔ چنانچہ آیت میں حسب ذیل باتیں فرمائیں ہیں اور حسب ذیل ہدایتیں دی گئی ہیں۔ (۱) جو عورت مدخول بہا ہو حقیقتاً یا حکماً یعنی خلوت صحیحہ ہو چکی ہو جو قائم مقام دخول کے ہے۔ تو ایسی عورت کو جب مجبوراً طلاق دینے کا ارادہ کرو تو اس کی عدت کے وقت کا خیال رکھتے ہوئے طلاق دو۔ یعنی جب وہ حیض سے پاک ہوں اور طہر میں ہوں تو ان کو رجعی طلاق دے۔ رجعی کا یہ مطلب کہ جس میں اگر چاہو تو پھر واپس کر لو۔ اور نہ چاہو تو مدت پوری کر کے بائنہ کر دو۔ بہرحال طہر میں طلاق دو اور اس طہر میں اس سے مباشرت نہ کرو۔ کیونکہ اگر حمل قرار پا گیا تو پھر دشواری ہوگی اور عدت کی مدت بڑھ جائے گی۔ اس لئے ایسے طہر میں طلاق دو جس میں اس عورت سے قربت اور ہم بستری نہ کی ہو۔ تاکہ عورت حیض سے عدت شروع کر دے اور تین حیض پورے کر کے آزاد ہو جائے (۲) عدت کا شمار کرتے رہو۔ یعنی خاوند اور بیوی دونوں شمار کریں۔ مذکر کا صیغہ شاید اس لئے استعمال کیا ہو کہ عورت کی عادت میں بھول ہے اس لئے مرد اور عورت دونوں عدت کا خیال رکھیں تاکہ عدت کے شمار اور حساب میں غلطی واقع نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ جو تمہارا پروردگار ہے اس سے ڈرتے رہو۔ یعنی کبھی حیض میں طلاق دے دو یا تین طلاقیں ایک دم دے ڈالو (۳) جب تک وہ عدت گزاریں ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالیں اور نہ وہ خود نکلیں۔ کیونکہ مطلقہ عورتیں جب تک عدت میں ہیں ان کا نفقہ خاوند کے ذمے ہے مگر ہاں کوئی صریح بے حیائی ان سے سرزد ہو تو نکالی جا سکتی ہیں۔ صریح بے حیائی یہ کہ زنا کا ارتکاب کریں۔ چوری کر لیں۔ یا زبان درازی کریں۔ ہر وقت لڑائی جھگڑتی رہیں۔ یا بقول بعض کے گھر میں سے نکل نکل جاتی ہوں۔ تو بطور سزا کے گھر سے نکالی جا سکتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حدود ہیں جو ان سے تجاوز کرے گا وہ اپنی جان پر ظلم کرے گا یعنی گناہگار ہوگا۔ چونکہ عورت کو حق سکونت معاف کرنے کا حق نہیں اس لئے عورت کو بھی مکان سے نکلنے کو منع فرمایا اور یہ جو فرمایا کہ کوئی نہیں جانتا کہ اس طلاق کے بعد اللہ تعالےٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے یعنی کوئی راستہ آپس کی صلح کا نکل آئے اور طلاق رجعی میں رجوع کرنے کی صورت پیدا ہو جائے (۱) پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو دستور شرعی کے موافق یا تو ان کو رجوع کر کے روک لو یا شرعی قاعدے کے موافق ان کو جدا کر دو اور بہرحال اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لیا کرو اور خالص اللہ تعالےٰ کے لئے ٹھیک اور سیدھی گواہی دو اس مضمون مذکور سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالےٰ پر پچھلے دن پر یقین رکھتا ہے اور جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کی خلاصی اور کشائش کے لئے کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر دیتا ہے اور کوئی صورت نکال دیتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۸۹

اور جو تنگدست ہو تو وہ اپنی بساط میں سے خرچ کرے جو اللہ تعالےٰ نے اس کو دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جس قدر کسی کو دیا ہے اسی قدر اس کو مکلف بھی بنایا ہے اور تکلیف بھی رکھی ہے آخر میں تنگدستوں کی حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی فرمائی ہے کہ گھبراؤ نہیں محض تنگی کا بہانہ بنا کر عورت اور بچے کو تکلیف نہ پہنچاؤ اگر تنگی ہے تو اللہ تعالےٰ آسانی کر دے گا۔ اور عسرت دور ہو جائے گی۔ ان آیتوں میں جو ائمہ اربعہ کے نزدیک اختلاف ہے اس پر ہم نے بحث نہیں کی۔ اور نہ فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت زیر بحث لائے بلکہ احناف کے مسلک سے صرف بحث کی ہے۔ چونکہ اس میں تطویل کا اندیشہ تھا اس لئے ہم نے اس بحث کو چھوڑ دیا ہے (۷)، چونکہ اوپر کی آیتوں میں طلاق کے احکام اور مطلقات کے حقوق بیان فرمائے تھے اس لئے آگے تنبیہ کے طور پر بعض ایسی بستیوں کا ذکر فرمایا جو حضرت حق تعالےٰ اور اس کے رسولوں کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے تباہ کر دی گئیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اور بہت بستیوں نے اپنے پروردگار کے حکم اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا۔ اور ان کو ایسی سزا دی جو کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ مطلب یہ ہے کہ تکبر کر کے وہ بستیاں حد سے نکل گئیں اور ان کے رہنے والوں نے سرکشی اور سرتابی کی راہ اختیار کی تو ہم نے سخت حساب لیا یعنی ایک گناہ بھی ان کا معاف نہیں کیا اور ایسا عذاب کیا جو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ یعنی اَن دیکھا اور غیر متوقع عذاب (۸) غرض انھوں نے اپنے کام کے وبال کا مزا چکھا اور ان کا انجام کا خسارہ ہی ہوا اور ان کے کام میں ٹوٹا آگیا۔ یعنی آخر کار نقصان ہی نقصان میں رہے (۹) اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے اور بھی ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے پس اے اہل دانش اور اے عقل والو! جو ایمان لا چکے ہو۔ تو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے پاس ایک نصیحت بھیجی ہے۔

بقیہ صفحہ ۸۹۶

حضرت حفصہؓ کو جو راز سپرد کیا گیا وہ اس امانت کی حفاظت نہ کر سکیں اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے یا کسی اور بیوی سے اس بھید کو ظاہر کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ اپنے رسول کو آگاہ کر دیا کہ تمہاری فلاں بیوی نے تمہاری بات فلاں بیوی سے کہہ دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیوی کو الزام دیا کہ تو نے میری بات اپنی سوکن سے کہہ دی۔ الزام دیتے وقت بھی سرکار نے اپنی کریمانہ اور شریفانہ شان باقی رکھی کہ کچھ باتوں کا ذکر کیا اور کچھ باتوں کے ذکر سے احتراز اور چشم پوشی کر لی۔ مثلاً بھید کی چار باتیں تھیں تو دو ان کو یاد دلائیں اور دو کا ذکر نہیں کیا یعنی بجائے چار کے صرف دو کا الزام دیا جیسا کہ شریف النفس انسانوں کا قاعدہ ہے کہ الزام دیتے وقت صرف ضروری باتوں پر اکتفا کرتے ہیں اور تمام باتیں نہیں کہا کرتے پھر بھی حفصہؓ کا دل پکڑا گیا اور وہ سمجھیں شاید حضرت عائشہؓ نے ذکر کیا ہوگا انہوں نے گھبرا کر حضورؐ سے پوچھا من انبأك هذا۔ یعنی یہ بات کہ میں نے فلاں فلاں بھید آپ کا کہہ دیا آپ کو کس نے بتایا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سادگی اور سچائی سے فرما دیا کہ بتانا کون مجھ کو تو علیم و خبیر نے آگاہ کیا ہے اور اُس نے اطلاع دی ہے چونکہ ایک ایسا پوشیدہ راز تھا کہ سوائے دو عورتوں کے کوئی نہیں جانتا تھا اس لئے حضرت حق تعالیٰ کا وصف علیم اور خبیر فرمایا جو ہر چیز کا جاننے والا اور ہر پوشیدہ سے پوشیدہ راز کا واقف کار ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ ہی کی ذات اقدس ہے۔ آگے دونوں بیویوں کو خطاب ہے اور اُن کو توبہ کرنے کی ہدایت ہے (۳) اے پیغمبر کی دونوں بیویو! اگر تم دونوں اللہ تعالےٰ کے

رو برو توبہ کرو اور اللہ تعالٰے کی جناب میں رجوع کرو تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں اور تمہارے دل کج ہو رہے ہیں۔ اور اگر تم پیغمبر کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مددگار بنو گی اور اس کے خلاف مظاہرہ کرو گی تو یقین مانو کہ پیغمبر کا رفیق اور حامی اللہ تعالٰے ہے اور جبریلؑ ہے اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مددگار ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دونو بیویو! تم کو اللہ تعالٰے کی جناب میں رجوع ہونا چاہیئے اور اس کی جناب میں توبہ کرنی چاہیئے۔ بلاشبہ تمہارے دل جادہ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں اور تمہارے دل کج اور ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ کیونکہ اول تو پیغمبر کے راز کو پوشیدہ نہ رکھ سکیں۔ پھر پیغمبر کو دوسری بیویوں کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہو۔ اور دوسروں کے حقوق تلف کرنا چاہتی ہو اور دوسری بیویوں کی دل شکنی کرنا چاہتی ہو اور پیغمبر کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرنا چاہتی ہو۔ لہٰذا تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تم دونوں اسی قسم کی سازشیں کرتی رہیں اور اس قسم کا مظاہرہ کرتی رہیں جو پیغمبر کو پسند نہیں۔ تو پیغمبر کو کوئی ضرر نہ ہوگا بلکہ اس قسم کی ہلکی اور قابل اعتراض باتوں سے تم کو ہی نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ پیغمبر کا تو اللہ تعالٰے رفیق و حامی ہے۔ اور جبریلؑ ہے اور نکوکار مسلمان ہیں مراد اس سے ہر مخلص مسلمان ہے۔ یا حضرت ابو بکر و عمر مراد ہیں یا حضرت علی یا تمام صحابہ۔ بہرحال ان کی رفاقت اور حمایت کے علاوہ تمام ملائکہ بھی اس کے مددگار ہیں جہاں اتنے مددگار اور رفیق ہوں وہاں ظاہر ہے کہ ان کے مقابلے میں تم دو عورتوں کی کیا چلے گی۔ لہٰذا تم کو تائب ہو کر پیغمبر کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیئے اور آئندہ کسی راز میں خیانت نہیں کرنی چاہیئے۔ نہ دوسری بیویوں کی حق تلفی کے درپے ہونا چاہیئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جھک پڑے ہیں تمہارے دل یعنی توبہ ضرور ہے اور اس آیت کا ترجمہ فتح الرحمان میں یوں ہے اگر رجوع کرو اللہ کی طرف تو بہتر ہو تحقیق کج ہوا ہے دل تمہارا ۱۲ آگے ایک اور ان کے شبہے اور گھمنڈ کا جواب ہے۔ کیونکہ بسا اوقات عورت کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر خاوند نے طلاق دے دی تو اس کا گھر برباد ہو جائے گا اور مجھ جیسی عورت نہیں ملے گی۔ اسی قسم کے خیالات کا آگے کی آیت میں جواب دیا گیا ہے کہ اگر خدانخواستہ کہیں ایسی صورت پیش آگئی تو اس صورت میں بھی تم کو ہی نقصان پہنچے گا پیغمبر کا کچھ نہیں بگڑے گا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۴) اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دے تو اس کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں اس کو دے دے گا۔ جو صاحب اسلام۔ صاحب ایمان۔ فرمانبردار۔ توبہ کرنے والیاں عبادت گذار۔ روزہ رکھنے والیاں ہوں گی۔ کچھ شوہر کی برتی ہوئی ہوں گی۔ کچھ نہ برتی ہوئی یعنی باکرہ ہوں گی مسلمات اقرار کرنے والیاں زبان سے۔ مومنات اخلاص رکھنے والیاں یا تصدیق کرنے والیاں۔ قانتات۔ اللہ اور اس کے رسول کی مطیع۔ یا ادب کے ساتھ نماز پڑھنے والیاں یا طاعت پر مداومت کرنے والیاں۔ تائبات توبہ کرنے والیاں یا اللہ تعالٰے کی طرف رجوع رہنے والیاں۔ عابدات عبادت کرنے والیاں یا اللہ اور اس کے رسول کی تابع۔ سائحات روزہ رکھنے والیاں یا اپنے اعضا کو گناہ سے محفوظ رکھنے والیاں یا ہجرت کرنے والیاں۔ ثیبات جن کا بکر خاوندوں کی صحبت سے زائل ہو چکا ہے۔ وہ عورت جو پہلے خاوند کے ہاں رہ چکی ہو۔ خواہ مطلقہ ہو خواہ بیوہ ذرا تجربہ کار ہوتی ہے اس لئے شاید اس کو بھی صفات میں شمار کیا اور یہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں سوائے حضرت عائشہ کے بیوہ تھیں۔ ابکارا جنہوں نے خاوند نہ برتا ہو۔ آگے عام اہل ایمان کو خطاب ہے۔ یہ جو اوپر کی آیت میں لفظ مولا کا استعمال فرمایا ہے۔ حضرت حق تعالٰے۔ جبریل اور ملائکہ کی۔ اور نیک مسلمانوں کی۔ تو ان میں سے ہر شخص کی رفاقت اور ولایت کا مفہوم جداگانہ ہے۔ اللہ تعالٰے کی رفاقت اور ولایت تو حقیقی ہے۔ باقی دوسروں کی اپنے اپنے مرتبے کے موافق مجازاً فرمایا ہے۔ مثلاً کہیں رفاقت سے مراد انزال سکینہ کہیں توسط فی الفیض۔ کہیں خالص تابعیت غرض کوئی ایسا مفہوم ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا جس کو سب پر یکساں استعمال کیا جا سکتا۔ (۵)

بقیہ صفحہ ۸۹۸

بلکہ ہر شخص کو اپنے حال کی اصلاح پر توجہ کرنی چاہیئے۔ نیک بندوں کی صحبت بھی جب ہی نافع ہو سکتی ہے جب خود بھی صلاحیت اور اصلاح حال کی فکر ہو۔ بعض لوگوں نے معاذ اللہ لوط اور نوح کی بیویوں کا تعلق بعض ازواج مطہرات سے ظاہر کیا تھا اس کا شاہ صاحبؒ نے رد فرما دیا کہ یہ وہم نہ کیا جائے اور اس مثال کو حضرت کی بیویوں پر چسپاں نہ کیا جائے۔ جن لوگوں نے یہ جسارت کی ہے انہوں نے نظم قرآنی کی ترتیب کو نظر انداز کرنے کی جرأت کی ہے اور سخت گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔ فرعون کی عورت پر حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کو انہوں نے پالا ان کی مددگار تھیں ایمان کی بات کہنے میں آخر ان کو فرعون نے قتل کیا سیاست سے۔ شہید ہو گئیں ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہوں کی سیاست کے پیش نظر جس طرح لوگ قتل کئے جاتے ہیں اسی طرح بیوی آسیہ کو بھی سیاسی مصالح کی بنا پر فرعون نے قتل کرا دیا۔ اب آگے حضرت مریمؑ کی حالت اور ان کی مثل بیان فرمائی (۱۱) اور نیز مسلمانوں کے لئے اللہ تعالٰے عمران کی بیٹی مریمؑ کا حال بیان فرماتا ہے۔ جنہوں نے اپنی عفت اپنی پاک دامنی اور ناموس کو محفوظ رکھا۔ پھر ہم نے اس کے گریبان میں اپنی ایک روح پھونک دی اور مریمؑ نے اپنے پروردگار کے پیغامات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور سچ جانیں اس نے پروردگار کی باتیں اور اس کی کتابیں اور وہ فرماں بردار اور عبادت گذار لوگوں میں سے تھی یعنی حضرت مریمؑ نے اپنی عفت اور اپنی ناموس کو ہر طرح محفوظ رکھا۔ یعنی حرام سے بھی اور حلال سے بھی۔ نہ کسی سے نکاح کیا اور نہ بغیر نکاح کے معاذ اللہ کسی سے تعلق ہوا۔ پھر بواسطہ جبریلؑ ہم نے اپنی روح اس میں پھونک دی جیسا کہ سورۂ مریمؑ میں گذر چکا ہے۔ فرج عضو مخصوص کو بھی کہتے ہیں۔ اور گریبان کے چاک کو بھی سورۂ قاف میں گذرا ہے وما لها من فروج۔ ہمارے بزرگوں میں سے کسی نے یہاں رحم ترجمہ کیا ہے۔ کسی نے پیٹ کہا ہے کسی نے گریبان کا چاک کہا ہے۔ گریبان پاک دامنی کے اعتبار سے محاورے کے زیادہ قریب ہے اس لئے ہم نے گریبان اختیار کر لیا ہے۔ اگرچہ اس روح کا پھونکنا حضرت روح الامین کے واسطے تھا لیکن حضرت حق جل مجدہٗ نے نفخ کی نسبت اپنی طرف فرمائی تو وہ حق تعالٰے کے فاعل حقیقی اور موثر علی الاطلاق ہونے کی وجہ سے ہے۔ جن لوگوں نے یہاں فرج سے عضو مخصوص مراد لیا ہے اور فیہ کی ضمیر کو فرج کی طرف راجع کیا ہے انہوں نے لغوی اعتبار سے کہا ہے جیسا کہ آپ سورۂ قاف کی آیت سے معلوم کر چکے ہیں۔ کلمات رب سے شاید وہ باتیں مراد ہیں جو فرشتوں کی معرفت آپ کو پیام پہنچتے رہے جیسا کہ تیسرے پارے میں گزر چکا ہے ان اللہ اصطفٰک وطہرک الخ یا شاید انبیاء علیہم السلام کے صحائف مراد ہوں۔ کتب سے۔ آسمانی کتابیں توریت۔ انجیل زبور۔ یا جملہ کتب سماویہ جن میں فرقان بھی شامل ہے بہرحال کئی اقوال ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کو جو پیام وقتاً فوقتاً ملکہ کی معرفت موصول ہوئے یا پیغمبروں کو جو احکام صحیفوں کے ذریعے پہنچے ہوں وہ ہوں یہ سب کلمات میں داخل ہیں کتبہ میں جملہ کتب سماویہ مراد لینا زیادہ انسب ہے۔ قانت۔ طاعت پر مواظبت اور مداومت کرنے والی۔ بعض حضرات نے اعتکاف کرنے والی ترجمہ کیا ہے۔ چونکہ عام طور سے مسجد اقصیٰ میں حضرت مریمؑ معتکف رہا کرتی تھیں اس لئے قانتین کے معنی معتکفین کئے ہیں۔ عبادت گذار۔ ادب والی۔ غرض بہت سے معنی کئے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت مریمؑ قانتین کے خاندان سے تھیں واللہ اعلم (۱۲)

سورۂ ملک مکی ہے اور یہ تیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ❊ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٥ اس سورت کی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ اسکو مانعہ بھی کہتے ہیں یہ سورت عذاب قبر کو اُس شخص سے روکتی ہے جو اس کو سونے سے پہلے ایک مرتبہ پڑھ لیا کرتا ہے۔ اس کو منجیہ بھی کہتے ہیں یہ عذاب سے نجات دلانے والی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل سورۂ ملک اور الم تنزیل سجدہ کی ضرور تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس سورت کا نام حدیث میں واقیہ بھی آیا ہے۔ یہ قبر میں مُردے کو عذاب سے اس طرح بچاتی ہے جس طرح پرندہ اپنے بچے کو پروں میں چھپا کر بچاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ یہ سورت ہر مومن کے دل میں ہو یہ سورت عذاب قبر سے اور قیامت کے دن کی پریشانیوں سے اپنے پڑھنے والے کی حفاظت اور اسکی شفاعت کرتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑتی ہے اور عذاب کو روکتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے بہت بابرکت اور بڑا عالی شان ہے وہ جس کے قبضے میں ساری سلطنت ہے اور جس کے ہاتھ راج ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے ❊

سُورَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ ملک مکی ہے اور یہ تیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

بہت بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضے میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ ① الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ

پوری طرح قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ② الَّذِيْ

عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے اور وہ بڑا زبردست بہت بخشنے والا ہے۔ جس نے

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ

اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے دیکھنے والے کیا تو رحمان کی صنعت میں کوئی بے ضابطگی

مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ

پاتا ہے پھر نگاہ ڈال کر دیکھ کیا تو کوئی شگاف دیکھتا ہے۔ پھر

ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ

بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ تیری نگاہ ذلیل ہو کر اور تھک کر تیری طرف

حَسِيْرٌ ④ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا

لوٹ آئیگی۔ اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے ان چراغوں

رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ⑤ وَ

کو شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے اور ہم نے ان شیاطین کیلئے دہکتی ہوئی آگ کا اور بھی عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑥

جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ جہنم بہت بری جگہ ہے۔

۵۷/۲

رکوع ۲۹

برکت کے معنی زیادتی اور بڑھنے کے ہیں۔ یہ زیادتی خواہ حسی ہو یا عقلی۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف برکت کی نسبت باعتبار اس برتری اور بلندی کے ہے جو اُس کو اپنی تمام مخلوق پر حاصل ہے کہ اُس کی ذات اور اُس کی صفات میں کوئی اُس کی مثل نہیں ہے۔ اُسی کے ہاتھ راج ہے۔ یعنی ہر قسم کے تصرفات اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ہر نظم و نسق اور تغیرات و تصرفات میں اُسی کا حکم چلتا ہے یا وہ مالک الملک ہے۔ جسکو چاہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ وھو علی کل شئ قدیر الذی بیدہ الملک کے لئے قائم مقام دلیل کے ہے (۱) جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا اور جس نے مرنا جینا بنایا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے اور تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون بہتر اور اچھا ہے اور وہ بڑا زبردست بہت بخشنے والا ہے ❊ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی مرنا نہ ہوتا تو بھلے بُرے کام کا بدلا کہاں ملتا، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ نے مخلوق میں مرنے اور جینے کا سلسلہ جاری کیا۔ کتم عدم سے اس عالم میں لانا اور زندگی بخشنا پھر یہاں سے دوسرے عالم میں منتقل کرنا اسی کو زندگی اور موت فرمایا عدم کو پہلے پارے میں موت سے تعبیر کیا ہے۔ وکنتم امواتا فاحیاکم اس موت یعنی عدم سے اس جہان میں لائے زندگی بخشی۔ پھر موت دیں گے یہ موت محض عدم نہ ہوگا بلکہ دوسرے عالم میں منتقل ہونا ہے چنانچہ اس موت کے بعد پھر زندہ ہونا ہے۔ اسی کو خلق الموت والحیٰوۃ سے تعبیر فرمایا۔ وھو علی کل شئ قدیر کیلئے الذی خلق الموت والحیٰوۃ قائم مقام دلیل کے ہے۔ اس موت و حیات نے بڑے بڑے منکرین و متکبرین کے سروں کو خدا تعالیٰ کی قدرت کے آگے جھکا دیا ہے اور قدرتِ خداوندی کا معترف بنا دیا ہے۔ اعمالِ حسنہ اور سیئہ کا تذکرہ اور جانچ سب زندگی کے کرشمے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کو اپنی آخرت کا توشہ کون بناتا ہے۔ اور اس زندگی سے کون فائدہ اٹھاتا ہے۔ عزیز اور غفور اس لئے فرمایا کہ اعمالِ غیر حسنہ پر عقاب کی طاقت رکھتا ہے اور اعمالِ حسنہ پر ثواب عطا فرماتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کسی نے دریافت کیا مومنوں میں بڑا عقلمند کون ہے حضورؐ نے فرمایا۔ اکثرھم للموت ذکرا واحسنھم لہ استعدادا۔ یعنی زیادہ عقلمند وہ ہے جو موت کو بکثرت یاد کرتا ہے اور موت کے لئے تیاری کرتا رہتا ہے (۲) جس نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے دیکھنے والے کیا تو رحمان کی صنعت اور اُس کی بناوٹ میں کوئی بے ضابطگی اور فرق دیکھتا ہے اے مخاطب پھر نگاہ ڈال کر دیکھ کیا تو کوئی شگاف اور دراڑ دیکھتا ہے ❊ مطلب یہ ہے کہ اپنی قدرت اور اپنی سلطنت کی وسعت پر توجہ دلانے کے لئے فرمایا۔ طباق کے معنی ہیں تو بر تو۔ یعنی اوپر تلے سات آسمان۔ روایات میں آتا ہے۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو برس کی راہ ہے۔ اور اسی قدر ہر آسمان کا دَل ہے۔ بہر حال ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی مسافت کیا ہے۔ اور یہ ساتوں آسمان کس چیز کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ بحث الگ ہے۔ یا پیاز کے چھلکوں کی طرح ایک دوسرے سے چمٹا ہوا ہے قرآن نے جس قدر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مخاطب یا اے سامع حضرت حق کی اس صنعت میں جہاں تک انسانی نگاہ کا دخل ہے ذرا بتاؤ کوئی تفاوت۔ کوئی فرق یا کوئی بے قاعدگی اور بے ضابطگی پائی جاتی ہے یا آسمان میں (باقی ضمیمہ میں)

جب یہ پروردگار کی توحید کے منکر اس جہنم میں ڈالے جائیں گے تو یہ اس کی خوفناک اور ناپسندیدہ آواز سنیں گے اور وہ دوزخ جوش مار رہی ہوگی (۷) ایسا معلوم ہوتا ہوگا کہ وہ مارے غصے کے ابھی پھٹ پڑے گی جب بھی اس میں کافروں کا کوئی گروہ اور کوئی ڈل اور کوئی انبوہ جھونکا جائے گا تو دوزخ کی حفاظت کرنے والے اور دوزخ کے نگہبان فرشتے ان سے دریافت کریں گے اور سوال کریں گے کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہیں آیا تھا؟ مطلب یہ ہے کہ جب دینِ حق کے منکر جہنم میں ڈالے جائیں گے تو ایک ہیبت ناک اور سخت مکروہ آواز سنیں گے جو گدھے کی آواز جیسی ہوگی شہیق گدھے کی آواز کو کہتے ہیں یعنی آواز خوفناک اور ناپسندیدہ ہوگی۔ دوزخ جوش مار رہی ہوگی اور یہ معلوم ہوتا ہوگا کہ قریب ہے کہ دوزخ پھٹ پڑے۔ دوزخ کی یہ حالت یا تو بطور تمثیل بیان کی گئی ہے۔ یا واقعی اس ادراک کی بنا پر اس میں جوش ہوگا جو ادراک اس کو حاصل ہوگا پھر جب جب کسی گروہ کو دوزخ میں جھونکا جائیگا تو ہر گروہ کے افراد سے وہاں کے فرشتے پوچھیں گے کہ تمہارے پاس کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں آیا تھا اور اُس نے تم کو اس دن سے نہیں ڈرایا تھا اور کیا اُس پیغمبر نے تم کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اُس کے احکام سے روشناس نہیں کرایا تھا آخر اس جہنم میں تمہارے آنے کی کیا وجہ ہوئی تم کیوں یہاں آئے یہ اس سوال کے جواب میں جو کہیں گے وہ آگے مذکور ہے۔

إِذَآ أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝٧ تَكَادُ

جب منکر اس جہنم میں ڈالے جائیں گے تو یہ اسکی خوفناک اور ناپسندیدہ آواز سنیں گے اور وہ دوزخ جوش مار رہی ہوگی۔ کہ وہ

تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ

مارے غصہ کے ابھی پھٹ پڑے گی جب بھی اس میں کوئی گروہ جھونکا جائیگا تو دوزخ کی حفاظت کرنیوالے فرشتے ان سے

خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝٨ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَآءَنَا

دریافت کریں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہیں آیا تھا۔ وہ جواب دیں گے بیشک ہمارے پاس ڈرانے

نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ

والا آیا تھا مگر ہم نے تکذیب کی اور یوں کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی

أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَٰلٍ كَبِيرٍ ۝٩ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ

تم لوگ بڑی گمراہی میں پڑ گئے ہو۔ اور کافر یہ بھی کہیں گے اگر ہم سنتے یا

نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيٓ أَصْحَٰبِ السَّعِيرِ ۝١٠ فَاعْتَرَفُوا بِذَنۢبِهِمْ

سمجھتے تو ہم اہل جہنم میں سے نہ ہوتے۔ غرض یہ کافر اپنے جرم کا اقرار کرلیں گے

فَسُحْقًا لِّأَصْحَٰبِ السَّعِيرِ ۝١١ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ

پس یہ اہل دوزخ خدا کی رحمت سے دور ہوں۔ البتہ جو لوگ اپنے پروردگار کو

رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝١٢ وَأَسِرُّوا

بغیر دیکھے اُس سے ڈرتے ہیں تو اُن کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا ثواب ہے۔ اور تم اپنی بات

قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِۦٓ ۖ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝١٣ أَلَا

چھپا کر کہو یا اس کو آواز سے کہو بلاشبہ وہ سینوں کی پوشیدہ باتوں تک سے بخوبی واقف ہے۔ بھلا

يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝١٤ هُوَ الَّذِي

جس نے پیدا کیا ہے وہ اپنی مخلوق سے بے خبر ہو سکتا ہے حالانکہ وہ بڑا باریک بیں اور پورا باخبر ہے۔ وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا

جس نے تمہارے نفع کیلئے زمین کو مسخر و ماتحت کر دیا کہ تم اسکے اطراف و جوانب میں چلو پھرو اور خدا کی دی ہوئی

(۸) پروردگار کی توحید کے منکر دوزخ کے محافظ فرشتوں کو جواب دیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا مگر ہم نے اُس ڈرانیوالے کی تکذیب کی اور اُس پیغمبر کو جھوٹا بتایا اور یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں نازل کی سوائے اس کے نہیں کہ تم لوگ بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو؛ یعنی جب دوزخ کے نگہبان فرشتے کافروں کے ہر ہر گروہ سے دریافت کریں گے اور بطور مذمت اور توبیخ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا تو ہر گروہ کے افراد یہی کہیں گے کہ پیغمبر تو آیا تھا۔ کیونکہ دینِ حق کے تمام منکر اور کفار آگے پیچھے جہنم میں ضرور داخل ہوں گے اور فرشتے ہر انبوہ سے دریافت کریں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا اور سب باری باری یہی جواب دیں گے کہ بیشک پیغمبر آیا مگر ہم نے یہ کہہ کر اس کی تکذیب کی کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز یعنی احکام۔ اور کتاب اور رسول وغیرہ نہیں بھیجے اور اس قسم کی کوئی چیز نازل نہیں فرمائی تم جو اس قسم کی باتیں کرتے ہو تو کچھ نہیں مگر یہ کہ تم بڑی گمراہی میں پڑ گئے ہو۔ یعنی یہ آخری بات ان انتم الا فی ضلل کبیر بھی ان منکروں کا قول ہے جو انھوں نے اپنے اپنے پیغمبروں سے کہا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قول فرشتوں کا ہو کہ وہ ان کی بات سن کر کہیں گے کہ تم رسولوں کی بات کا انکار کرکے بڑی گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قول رسولوں کا ہو جو انھوں نے قوم کا انکار سُن کر کہا ہو ان انتم الا فی ضلال کبیر۔ مگر راجح وہ قول ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے اس کے علاوہ یہ پروردگار کے منکر یوں بھی کہیں گے (۹) اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم اہل جہنم میں سے نہ ہوتے؛ یعنی اگر ہم پیغمبروں کی بات کو سنتے اور اُن کے کہنے کو قبول کرتے اور مانتے تو آج کے دن اہلِ دوزخ اور اصحاب سعیر سے نہ ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر پیغمبروں کے وعدہ وعید کو طالبِ حق کا سا سنا سنتے۔ اور تامل

ع ۱

متفکر کی طرح ان میں غور کرتے تو آج یہ حالت نہ ہوتی۔ بہر حال دو ہی چیزیں ہیں ایک سننا اور سمجھنا۔ اور بدقسمتی سے یہ دونوں کا انکار کریں گے نہ سنا نہ سمجھا۔ اور بالآخر اس دھاڑے کو پہونچے کہ آج دوزخ والوں کے ساتھ جہنم میں پڑے ہیں۔ حضرت حق تعالیٰ ان کے اقرار اور اعتراف کا آگے کی آیت میں اظہار فرماتے ہیں (۱۰) غرض یہ کافر اپنے جرم کا اقرار کریں گے پس یہ اہل دوزخ خدائے تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونگے؛ یہ منکر آخر کار اپنے جرم یعنی اپنی غفلت کا اقرار کرلیں گے۔ لیکن یہ اقرار بے وقت ہوگا جس وقت اقرار و اعتراف مفید نہیں ہوتا وانی لہ الذکری۔ اس لئے فرماتے ہیں۔ فسحقا لاصحاب السعیر۔ کا مطلب یہ ہے کہ الزمہم اللہ سحقا۔ یا اسحقہم اللہ سحقا۔ یعنی ہر قسم کے الطاف و عنایات اور مہر و رحمت سے دوری ہی دوری ہو ان اصحاب سعیر کو العیاذ باللہ ان منکروں کا ذکر کرنیکے بعد آگے نیک اور ڈرنے والوں کا ذکر فرمایا (۱۱) البتہ وہ لوگ جو اپنے پروردگار کو بغیر دیکھے اُس سے ڈرتے ہیں تو ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر و ثواب ہے۔ (فی ضمیمہ میں)

مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾ ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ

روزی میں سے کھاؤ اور دوبارا زندہ ہو کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔ کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو جو آسمان میں

أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾ أَمْ

ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ زمین یکایک لرزنے لگے۔ کیا

أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ

تم لوگ اُس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجدے

فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن

اب عنقریب تمکو معلوم ہو جائیگا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔ اور جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں وہ بھی پیغمبروں کی تکذیب

قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿١٨﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ

کر چکے ہیں پھر میرے انکار کا انجام انکے حق میں کیسا ہوا۔ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر اڑتے پرندوں کے حال پر نظر نہیں کی

صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ

جو پر پھیلائے ہوتے ہیں اور کبھی پر سمیٹ لیتے ہیں ان پرندوں کو بجز خدائے رحمان کے اور کوئی نہیں روکتا بیشک

بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ﴿١٩﴾ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ جُندٌ لَّكُمْ

وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ بھلا خدائے رحمان کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر

يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي

تمہاری مدد کر سکے یہ کافر محض دھوکے میں

غُرُورٍ ﴿٢٠﴾ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ

پڑے ہوئے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ اپنی روزی کو روک لے تو بھلا وہ کون ہے جو پھر تم کو روزی پہنچائے

بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ﴿٢١﴾ أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ

اصل بات یہ ہے کہ یہ کافر سرکشی اور نفرت پر اڑے ہوئے ہیں۔ بھلا وہ شخص جو ہر قدم پر منہ کے بل گرتا ہوا

وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٢﴾

چلے وہ زیادہ راہ یافتہ ہوگا یا وہ شخص جو ایک سیدھی راہ پر سیدھا بدھے چلا جا رہا ہو وہ منزل مقصود تک پہونچے گا۔

کیا تم اس سے نڈر اور بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں بھی حکمراں اور متصرف ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ زمین یکایک لرزنے لگے ۞ یعنی آسمان اُس کی سلطنت اور اُس کی حکمرانی کا مظہر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اُس کی حکومت صرف آسمان میں ہے۔ بلکہ حکومت اُس کی جس طرح زمین میں ہے اُسی طرح آسمان میں ہے من فی السماء یا تو حضرت حق تعالیٰ کی علوشان کی وجہ سے آسمان کی جانب نسبت فرمائی یا اس وجہ سے کہ عام کافر یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور رحمت و عذاب اُس کی طرف سے اُترا کرتے ہیں۔ اسلئے من فی السماء فرمایا۔ ہم نے تیسیر میں بھی حکمراں متصرف کے تفسیری الفاظ بڑھا کر ان تمام شبہات کو دفع کر دیا ہے۔ زمین پر تو اُس کی حکومت ظاہر ہی ہے کہ اس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے، اسی طرح آسمان میں بھی وہی حکمراں ہے تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔ اور زمین پانی کی طرح حرکت کرنے لگے اور تھرا کر الٹ پلٹ ہو جائے اور تم دھنس جاؤ اور وہ زمین برابر ہو جائے۔ جیسا کہ عام طور پر خسف کے موقعہ پر دیکھا گیا ہے اسلئے اس سے جو آسمان میں ہے کسی وقت بے خوف اور نڈر نہ ہونا چاہیے بلکہ ہر وقت اُس سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اسکی نافرمانی سے احتراز اور اجتناب کرنا چاہیے۔ صاحب قاموس نے تمور کے معنی کئے ہیں تضطرب ذھابا ومجیئا۔ آگے پھر تنبیہ فرماتے ہیں (۱۶) کیا تم لوگ اس سے بے خوف اور نڈر ہو گئے ہو جو آسمان میں بھی حکمراں اور متصرف ہے کہ وہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے اب عنقریب تم کو معلوم ہو جائیگا کہ میرا ڈرانا کیسا ہوا اور کیونکر تھا ۞ یعنی جس کی حکومت دونوں جہان پر یکساں ہے وہ اگر چاہے تو تم پر ایسی ہوا اور آندھی بھیجے جو پتھر برسانے والی ہو۔ بہرحال اگر تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈروگے اور اُس کے رسولوں کی مخالفت کرتے رہوگے تو تم کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔ یعنی اگر دنیا میں کوئی عذاب عاجل نہ آیا تو مرتے ہی معلوم ہو جائیگا کہ میرا عذاب سے تم کو ڈرانا کیسا تھا (۱۷) اور بلاشبہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں وہ بھی پیغمبروں کی تکذیب کر چکے ہیں پھر دیکھ لو میرے انکار کا انجام انکے حق میں کیسا ہوا ۞ یعنی اُن پہلے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور میں نے انکی حرکات ناشائستہ پر انکار کیا پھر اس انکار کا انجام جو کچھ ہوا وہ تاریخی اعتبار سے تمہارے سامنے ہے۔ اوپر کی آیتوں میں اپنے انعامات اور احسانات کی جانب توجہ دلائی تھی۔ ان آیتوں میں تنبیہ فرمائی اور اپنی گرفت اور عذاب سے ڈرایا۔ اب آگے پھر دلائل قدرت پر توجہ دلاتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔ بعض نے نکیر کا ترجمہ عذاب بھی کیا ہے عام مفسرین نے انکاری علیہم سے تفسیر کی ہے لیکن اپنے اکابر میں سے بعض حضرات نے انکار ہم علی سے تفسیر فرمائی ہے حضرت حق جل مجدہٗ کا انکار یہی کہ اس کے اوامر کی مخالفت پر اسکی ناراضگی۔ اور بندوں کا انکار یہ کہ اُس کے احکام کی تعمیل سے روگردانی کریں۔ بہرحال ہم نے ترجمہ اور تیسیر میں دونوں باتوں کی رعایت رکھی ہے۔ فتامل (۱۸) کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر اڑتے پرندوں کے حال پر نظر نہیں کی جو اپنے بازو اور پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی سمیٹ لیتے ہیں۔ ان پرندوں کو سوائے رحمٰن کے اور کوئی گرنے سے نہیں روکتا بیشک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے اور ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے ۞ یعنی زمین کا ذکر فرمایا آسمان کا ذکر اب درمیانی بات کی طرف اشارہ فرمایا جیسا کہ سورۂ نحل میں گزر چکا ہے۔ یعنی جو کی طرف اشارہ ہے کہ صدہا پرندے اڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ انکے ثقل اور انکے خاکی ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ زمین پر گر پڑیں اور زمین کی قوت جاذبہ ان کو کھینچ لے لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ دو دو چار چار آسمان و زمین کے درمیان اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں کبھی تو غول کے غول اُڑتے ہیں پھر یہی نہیں کہ ہمیشہ اُن کے پر کھلے رہیں بلکہ کبھی کبھی اپنے پروں کو بند بھی کر لیتے ہیں اُن کے ثقل اور زمین کی کشش کے باوجود وہ ہوا میں اُڑتے پھرتے ہیں تو ان کو سوائے رحمان کے کوئی اور نہیں جو زمین پر گرنے سے روکتا ہو یہ اُسی کی قدرت بالغہ ہے اور اُس کی قدرت کا اثر ہے کہ پرندے ہوا میں اس طرح پھرتے ہیں جس طرح دریا میں مچھلیاں تیرتی ہوتی ہیں۔ اُن کے پروں کی ساخت اور اُن کے بازوؤں کی بناوٹ اس انداز پر رکھی ہے کہ اُن کو ہوا میں اُڑتے پھرنا ایسا ہی سہل ہے جیسے ہم کو زمین پر چلنا پھرنا بلاشبہ ہر چیز اُس کی نگاہ میں ہے اور وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ یعنی تمام مخلوق کے حالات اُس کی نگاہ میں ہیں۔ اور وہ کسی سے غافل نہیں ہے (۱۹) بھلا رحمان کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کرے یہ دین حق کے منکر محض دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں ۞ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون ہے (باقی ضمیمہ میں)

اے پیغمبر آپ فرمایئے وہ اللہ تعالیٰ ایسا منعم اور محسن ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے مگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کا بہت کم شکر ادا کرتے ہو (۲۳) آپ فرمایئے وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تمکو زمین میں بکھیر رکھا ہے اور تم سب اُسی کے پاس جمع کئے جاؤ گے ؀ یعنی یہ بہت بڑا اُس کا احسان ہے کہ اُس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو طاقت شنوائی اور بینائی بخشی سوچنے سمجھنے اور تمام قوائے جسمانی پر نظم قائم رکھنے کو دل دیا۔ لیکن بایں ہمہ انعامات و احسانات کے تمہارا حال یہ ہے کہ تم لوگ بہت کم احسان مانتے اور بہت کم شکر بجا لاتے ہو اور اُن سے لے پیغمبر یہ بھی فرما دیجئے کہ اُسی نے تم کو روئے زمین پر پھیلا رکھا ہے۔ اور تم سب کو اُسی کی حضوری اور اُسی کی جناب میں حاضر ہونا ہے۔ جو کام کر رہے ہو یہ سمجھ کر کرو کہ ایک دن اُس کے حضور میں حاضر ہونا اور اپنے کئے کا جواب دینا ہے اور اپنے اپنے اعمال کے موافق سزا بھگتنا اور صلہ پانا ہے آگے کفار کے بعض اعتراضات کا جواب فرمایا (۲۴) اور یہ منکر کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا (۲۵) آپ کہہ دیجئے کہ یہ وعدے کی تعیین اور اُس کے وقت کا علم تو بس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور میں تو سوائے اس کے نہیں کہ لوگوں کو ایک ڈرانے والا ہوں صاف صاف اور واضح طور پر ؀ یعنی جب قیامت کا ذکر اور خدا کی جناب میں جمع ہونے کا ذکر سنتے ہیں تو بجائے ایمان لانے کے مسلمانوں سے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ وعدۂ قیامت کب پورا ہوگا اُس کی تاریخ بتاؤ اس کا وقت مقرر کرو اُس کے جواب میں فرمایا کہ اس کی تعیین کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ میرا کام تو صرف اس قدر ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام واضح طور پر بیان کر دوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے تم کو ڈرا دوں۔ قیامت کی تعین کا علم میرے پاس نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے (۲۶) کہ جب اُس روز قیامت یا اُس وعدۂ قیامت کو قریب اور پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو اُس وقت ان منکرین حق اور کفر پیشہ لوگوں کے چہرے اور انکی شکلیں بگڑ جائیں گی اور اُس وقت کہا جائیگا یہی وہ عذاب ہے جس کا تم سخت تقاضا کیا کرتے تھے اور تاکید کیساتھ مانگا کرتے تھے ؀ یعنی جس وعدے کا تعین کرا رہے ہو اور تاریخ اور وقت کی تعیین کرا رہے ہو جب وہ وعدہ آئیگا اور وہ قیامت قریب آجائے گی تو کافروں کی صورتیں اور اُن کی شکلیں مارے غم اور پریشانی کے بگڑ جائیں گی اور اُس وقت اُن سے کہا جائیگا یہی تو وہ دن ہے جس کا تم تقاضہ کیا کرتے تھے (۲۷) اے پیغمبر آپ ان دین حق کے منکروں سے کہیئے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا وہ ہم پر رحم فرمائے اور اپنی رحمت فرمادے تو ان دونوں حالتوں میں تم بتاؤ کہ کافروں کو اور دین حق کے منکروں کو دردناک عذاب سے کون بچائیگا ؀ سبحان اللہ حضرت حق تعالیٰ نے کیا ہی خوب بات فرمائی۔ کہ تم جو ہماری فکر میں لگے رہتے ہو اور حوادثات زمانہ کا ہمارے لئے انتظار کرتے ہو۔ اور تم اپنے معاملہ پر نظر نہیں کرتے۔ اچھا فرض کر لو۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور ان لوگوں کو جو کلمہ گو میرے ساتھ ہیں ان کو ہلاک کر دے اور کسی حادثے سے ہم سب ختم ہو جائیں یا نفخۂ اولیٰ سے ہم سب مر جائیں۔ یا آخرت میں اپنی شامت اعمال سے ہلاک ہو جائیں یا اللہ تعالیٰ ہم سب پر مہربانی فرمائے۔ کہ موت کے بعد ہم کو راحت نصیب فرمادے اور ہم کو کسی حادثے سے نقصان ہی نہ پہونچے یا آخرت میں ہماری تقصیرات کو معاف فرما کر ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر لے ان دونوں حالتوں میں سے ہمیں کوئی بات بھی پیش آئے مگر تم کو دردناک عذاب سے کون بچانیوالا ہے۔ یعنی ہماری فکر چھوڑ دو ہمارے انجام کی فکر نہ کرو۔ ہمارے ساتھ جو بھی معاملہ ہو تم تو یہ بتاؤ کہ کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچانیوالا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی نجات کی فکر کرو اور ہمارے انجام کی بحث اور ہمارے انجام کا انتظار نہ کرو۔ ہمارے ساتھ جو برتاؤ بھی ہونا ہو وہ ہو لیکن یہ واقعہ ہے کہ کافروں کو عذاب خداوندی سے کوئی بچانیوالا نہیں آگے مسلمانوں کے امید افزا انجام کی طرف اشارہ فرمایا (۲۸) آپ کہہ دیجئے وہ اللہ تعالیٰ رحمان ہے یعنی بڑا رحم کرنیوالا ہے ہم اُس پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اُسی پر توکل اور بھروسہ اور اعتماد کر رکھا ہے سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائیگا کہ کون صریح گمراہی میں مبتلا ہے۔ یعنی تم مبتلا ہو یا ہم مبتلا ہیں (۲۹) آپ فرمایئے اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارا پانی زمین میں اتنا نیچے اتر جائے کہ حاصل نہ ہو سکے یعنی اُتر کر غائب ہو جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے لئے بہتا پانی لے آئے ؀

(باقی ص۹۰۳ پر)

قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ
آپ فرمایئے وہی خدا ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو کان اور آنکھیں

وَ الْاَفْـِٕدَةَؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ
اور دل دیئے مگر تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔ آپ فرمایئے وہی خدا ہے جس نے تم کو

فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب اُسی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ اور یہ منکر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو

الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ۪
یہ بتاؤ کہ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ علم تو بس خدا ہی کو ہے

وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ
اور میں تو صرف ایک صاف صاف ڈرانیوالا ہوں۔ پھر جب اس روز قیامت کو قریب آتا ہوا دیکھیں گے تو اُس وقت

وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ
منکرین حق کی شکلیں بگڑ جائیں گی اور کہا جائے گا یہی وہ عذاب ہے جس کا تم سخت

تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ
تقاضا کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایئے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک

اَوْ رَحِمَنَاۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾
کردے یا وہ ہم پر رحم فرمائے تو بھی کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَاۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ
آپ کہہ دیجئے وہ بڑا رحم کرنیوالا ہے ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے بھروسہ کر رکھا ہے سو عنقریب تم کو

مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ
معلوم ہو جائیگا کہ کون صریح گمراہی میں مبتلا ہے۔ آپ فرمایئے اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر

اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۰﴾
تمہارا پانی زمین میں اتنا اتر جائے کہ حاصل نہ کیا جاسکے تو وہ کون ہے جو تمہارے لئے صاف بہتا پانی لے آئے۔

ع ۲ ۱۶ ۲

بقیہ ۲۹ یعنی ہماری بات تو صاف اور سیدھی ہے کہ ہم خدائے رحمان پر ایمان رکھتے ہیں ہم سب کا اُسی پر بھروسہ ہے۔ تمہارا نہ اُس پر ایمان نہ اُس پر بھروسہ لہٰذا عنقریب تم کو معلوم ہو جائیگا کہ کون کھلی اور صریح گمراہی میں مبتلا ہے۔ یعنی تم یا ہم۔ ہماری بات صحیح ہے یا تمہاری بات درست ہے مرتے کے ساتھ ہی سب حال معلوم ہو جائیگا۔ آخر میں حضرت حق جل مجدہٗ کی بادشاہی اُس کی علی الاطلاق قدرت اور اُس کے مختارِ کُل ہونیکی طرف ایک اور بات فرمائی کہ اے پیغمبر ان سے دریافت کرو کہ بھلا یہ تو بتاؤ اور اس بات پر تو غور کرو کہ تمہارا پانی اگر زمین میں اُتر جائے خواہ کنوئیں کا پانی ہو یا دریا کا ہو یا نہر کا ہو وہ زمین کے اندر اس قدر نیچے چلا جائے کہ زمین کے اوپر نہ لایا جا سکے تو وہ کون ہے جو زمین کے نیچے اترے ہوئے پانی کو اوپر لے آئے۔ یعنی جہاں تمام اسباب معطل ہو جائیں تو وہ کون ہے جو صاف اور ستھرا پانی تمہارے لئے سطح زمین میں لے آئے۔ غور کے معنی ہیں بہت گہرائی میں پانی کا اُتر جانا۔ ایسی گہرائی جہاں سے پانی حاصل نہ کیا جا سکے۔ ہم نے پانی کو عام رکھا ہے۔ جیسا کہ ہمارے بعض اکابر نے آنکھوں میں جو بینائی کا پانی ہوتا ہے اُس کو بھی شامل کیا ہے۔ معین یعنی صاف ستھرا۔ یا جاری۔ ہم نے ترجمہ میں دونوں معنی کئے ہیں (۳۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تو فرماتے اللّٰہ یاتینا بہ وھو رب العلمین ۞

تم تفسیر سُورۃ الملک ۞ تفسیر صفحہ ہذا۔

سُورَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورہ قلم مکی ہے اور یہ باون آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ

نٓ قسم ہے قلم کی اور قسم ہے اُس کی جو لکھنے والے لکھتے ہیں۔ کہ آپ اپنے رب کے فضل سے

بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿۳﴾ وَاِنَّكَ لَعَلٰى

دیوانے نہیں ہیں۔ اور بیشک آپ کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونیوالا نہیں۔ اور یقیناً آپ بڑے بلند

خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ﴿۵﴾ بِاَيِّيكُمُ

خلق پر قائم ہیں۔ اب عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور یہ کافر بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے

الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ

کون جنون میں مبتلا ہے۔ بے شک آپ کا رب ہی اُس شخص کو خوب جانتا ہے جو اُس کی راہ سے بھٹک گیا

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۷﴾ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا

اور وہی اُن کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ یافتہ ہیں۔ لہٰذا آپ ان تکذیب کرنیوالوں کا کہا نہ مانیے۔ یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ

لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾

اگر آپ بتوں کے بارے میں نرم ہو جائیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں یعنی آپکی مخالفت میں۔ اور آپ کسی ایسے شخص کا کہا نہ مانئے جو بہت قسمیں کھانے والا اور ذلیل ہو۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۢ

طعنے دینے والا ہو اور چغل خوری کرتا پھرتا ہو۔ بھلے کاموں سے روکنے والا حد سے بڑھ جانیوالا ہو۔ گناہ گار ہو۔ بد مزاج اور ان سب

بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا

باتوں کے علاوہ اس کا نسب بھی صحیح نہ ہو۔ اس سبب سے کہ وہ شخص صاحب مال اور اولاد ہو۔ جب

تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾

اس کے روبرو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ اگلے لوگوں کی بے سروپا کہانیاں ہیں

سُورۃ القلم ۞ سورۃ قلم مکی ہے اور یہ باون آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ۵ ۞

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ن۔ اس کے معنی تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ قسم ہے قلم کی اور قسم ہے اُس کی جو لکھنے والے لکھتے ہیں (۱) کہ آپ اپنے پروردگار کے فضل سے مجنون اور دیوانے نہیں ہیں ۞ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دینِ حق کے منکر عجیب عجیب بے تکی اور سراپا لغو باتیں کہا کرتے تھے منجملہ اُن کے آپ کو عام طور سے دیوانہ اور مجنون بھی کہتے تھے۔ چنانچہ سورہ حجر میں گزر چکا ہے یایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون حضرت حق جل مجدہٗ کافروں کے ان الفاظ کا رد فرماتا ہے اور تاکید کے طور پر قلم اور قلم سے لکھنے والے جو کچھ لکھتے ہیں اُسکی قسم کھا کر کفار کے اس قول کی نفی فرماتا ہے کہ آپ ہرگز مجنون نہیں ہیں قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے مقادیرِ خلق لوح محفوظ پر لکھے گئے۔ اور جس کو اول ما خلق اللہ القلم کا شرف حاصل ہوا وما یسطرون سے شاید ان فرشتوں کا لکھنا مراد ہے جو کاتب اعمال ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہی تفسیر منقول ہے۔ بعض حضرات نے وما یسطرون کو عام رکھا ہے۔ یعنی جو بھی لکھنے والے لکھتے رہتے ہیں خواہ وہ تحریرات عالم بالا کی ہوں۔ یا نامۂ اعمال کی ہوں۔ یا زمین کے لکھنے والے لکھتے ہوں چونکہ تحریرات کو دوام حاصل ہے اور قلم اور قلم کی تحریر کو ممالک کے انتظام میں بڑا دخل ہے اور اُمور سلطنت کا انصرام اور اُمورِ سلطنت کی ترقی کا دارومدار قلم اور قلم کی تحریرات پر منحصر ہے۔ اور اُمم سابقہ کے حالات کا معلوم ہونا اور تاریخی واقعات کا معلوم ہونا سب تحریر اور فرشتوں پر موقوف ہے اور زبانی باتوں کا وجود محض عارضی ہے۔ اور دیوانے آدمی کی بات کو تو بالکل ثبات نہیں۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم جو ہمہ گیر تعلیم ہے اُس کی نہ صرف اشاعت اور تمام عالم میں پھیلانا مقصود ہے۔ بلکہ اُسکو دوام اور قیامت تک اس تعلیم کا دنیا میں قائم رہنا اور لوگوں کا اس مشعل ہدایت سے راہ پانے کا اظہار اور اعلان مقصود ہے اس لئے قلم اور جو کچھ اس قلم سے فرشتے یا اہلِ زمین لکھتے رہتے ہیں اُس کی قسم کھا کر فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے مجنون یا دیوانے نہیں ہیں بلکہ آپ کے لئے تو کفار کی ان باتوں سے بڑا اجر اور بڑا مرتبہ ہے (۲) اور بیشک آپ کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ۞ یعنی دینِ حق کے منکر جو آپکی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہیں اور آپ اسپر صبر کرتے ہیں اس پر آپ کو ایسا اجر ملنے والا ہے جو کبھی ختم ہونیوالا نہیں۔ جس طرح آپ کی مقدس تعلیم اور آپ کا دین قائم اور دائم رہنے والا ہے اسی طرح آپ کے اجر کو بھی زوال نہیں اور وہ اجر اور آپ کے مراتب کی بلندی اور برتری کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ ممنون کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ احسان رکھا گیا اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ ایسا اجر عطا ہوگا کہ جو بغیر کسی احسان جتانے کے عطا کیا جائیگا۔ یعنی اس اجر کا آپ پر کوئی احسان نہیں رکھا جائیگا۔ آگے آپ کے اخلاقِ عظیمہ کا ذکر فرمایا چونکہ ان لوگوں پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ اُن کی رہنمائی اور اُن کی ہدایت کے لئے کوشش کرتے ہیں اور یہ اس احسان عظیم کے باوجود (باقی ضمیمہ میں)

منزل ۷

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿١٦﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ

ہم عنقریب اسکی ناک پر داغ لگادیں گے یعنی اُسے رسوا کریں گے۔ ہم نے ان اہل مکہ کو اسی طرح آزمایا ہے جس طرح ہم نے

اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾

اُن باغ والوں کی آزمائش کی تھی جبکہ اُن لوگوں نے اس بات پر قسمیں کھائی تھیں کہ ہم صبح ہوتے ہی ضرور اس باغ کے پھل توڑلیں گے

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَ

اور اُنھوں نے انشاء اللہ بھی نہ کہا۔ پھر وہ پڑے سوتے ہی رہے اور آپ کے رب کی جانب سے ایک چکر لگانیوالا اس باغ کا

هُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا

چکر لگا گیا یعنی بلائے ناگہانی۔ پھر صبح ہوتے ہوتے وہ باغ ایسا ہوگیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔ غرض صبح کے وقت یہ باغ والے

مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾

ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔ کہ اگر تم کو باغ کے پھل توڑنے ہیں تو سویرے سے کھیت پر چلو۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ

پھر وہ آپس میں چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ کہ بات تو جب ہے کہ آج باغ میں تمہارے

عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾

پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے اور مساکین کے نہ دینے پر اپنے کو قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے پہونچ گئے

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ

پھر جب اُس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے۔ نہیں بلکہ ہماری

مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾

قسمت ہی پھوٹ گئی۔ ان باغ والوں میں سے جو بہتر آدمی تھا اُسنے کہا کیوں میں تم سے کہتا نہ تھا کہ تم خدا کی پاکی کیوں نہیں بیان کرتے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

اس پر سب نے کہا ہمارا رب جملہ عیوب سے پاک ہے بے شک ہم ہی قصور وار تھے۔ پھر ایک دوسرے کی جانب مُنہ کرکے

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا

آپس میں ایک دوسرے کو الزام دینے لگے۔ آخر کہنے لگے ہائے ہماری خرابی ہم سب ہی

ہم عنقریب اسکی ناک اور اُس کی سونڈھ پر داغ لگادیں گے ۞ یعنی اوّل تو ہر مکذِب اس قابل نہیں کہ اسکی بات مان لی جائے اور خاص طور پر ان مکذبین میں سے اگر کوئی شخص ان صفات ذمیمہ کے ساتھ بھی متصف ہو جن کا اوپر ذکر ہوا تو ایسے شخص کا خاص طور پر خیال رکھا جائے اور اُس کی اطاعت سے اجتناب کیا جائے جو صفات مذکور ہوئیں وہ یہ ہوئیں۔ حلاف بے حد قسمیں کھانیوالا اور ہر جائز و ناجائز موقع پر خدا کے نام کا استعمال کرنیوالا۔ مہین۔ بے قدر اور پست ہمت جو اپنی حرکات شنیعہ کی وجہ سے خالق اور مخلوق دونوں کی نظر میں ذلیل و خوار ہے۔ ہماز۔ طعنہ دینے والا اپنے طعنوں سے لوگوں کی دل آزاری کرتا ہے لوگوں پر اعتراض کرنا لوگوں کے حسب و نسب میں طعن کرنا اُس کی عادت ہے مشاء بنمیم۔ لوگوں کی چغل خوری ایک کی دوسرے سے لگائی بجھائی کرتے پھرنا۔ اور لوگوں میں لڑائی اور جنگ کرانا جو اس لگائی بجھائی کا لازمی نتیجہ ہے۔ مناع للخیر۔ نیک کام سے روکنے والا۔ جس میں مال کی خیرات کرنے سے روکنا بھی داخل ہے۔ معتد۔ لوگوں پر ناحق ظلم و تعدی کرنیوالا اور حد اعتدال سے گزر جانیوالا۔ اثیم سخت گناہ گار جو ہر بڑے گناہ میں مبتلا ہو۔ عتل۔ سخت طبع۔ بدخو۔ متکبر۔ گردن کش۔ نخوت شعار۔ زنیم۔ نطفۂ بے تحقیق و لدالزنا۔ حرام زادہ۔ اور یہ جو فرمایا ان کان ذامال وبنین۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے اور وہ بھی محض اس غرض سے کہ وہ صاحب مال و اولاد ہے اور دنیا کی وجاہت رکھتا ہے۔ اس دنیوی وجاہت کا آپ پر کوئی اثر نہ ہونا چاہئے اور ایسے بدکردار کا ہرگز کہنا نہ مانئے اس لئے آپ کو اس کی اطاعت سے منع کیا جاتا ہے کہ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ ازراہ تکبر ناک چڑھا کر کہتا ہے کہ یہ تو پہلے اور گزشتہ لوگوں کی بے سند کہانیاں ہیں۔ بہرحال پہلے عام مکذبین کی اطاعت سے اپنے پیغمبر کو منع کیا اور پھر تخصیص بعد التعمیم کے طور پر مخصوص کافر کی اطاعت سے منع کیا۔ اور فرمایا ہم ایسے بدکردار اور متکبر اور دشمن رسول کی ناک پر داغ لگائیں گے۔ ناک کی بجائے خرطوم کا لفظ بطور تذلیل فرمایا جو عام طور پر ہاتھی اور سؤر کی سونڈھ کو کہتے ہیں۔ ان دونوں کی سونڈھ یعنی ناک نیچے کی طرف رہتی ہے۔ داغ لگانا کنایہ اس کی تذلیل کیطرف ہے یہ تذلیل اور داغ یا تو قیامت میں ہوگا یا جنگ بدر میں ایک انصاری نے اس کافر کی ناک پر تلوار ماری تھی جس سے اس کی ناک زخمی ہوگئی تھی اور وہ زخم آخر تک اچھا نہ ہوا اور اسی میں مرگیا۔ شاید اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہو یوں تو ہر منکر اور کافر انہی اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ لیکن زنیم کہنے سے عام مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے ولید بن مغیرہ مراد ہے۔ مغیرہ نے اٹھارہ سال کے بعد اس امر کا اقرار کیا تھا کہ ولید میرے نطفے سے ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ ولید ان آیتوں کے بعد تلوار لے کر اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ محمد جھوٹ نہیں بولتا۔ سچ بتا میں کس کے نطفے سے ہوں ورنہ میں تیرا سر اُڑا دوں گا۔ اس نے کہا بات تو یہ ہے کہ تیرا باپ عنین تھا مجکو اس سے اولاد کی اُمید نہ تھی میں نے خیال کیا کہ مغیرہ کی تمام دولت چچا کے لڑکے لے لینگے اس لئے میں نے فلاں فلاں غلام سے مل کر تجھ کو حاصل کیا۔ یہ حقیقت تیری پیدائش کی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں سب کافر کی وصف ہیں۔ آدمی اپنے اندر دیکھے اور یہ خصلتیں چھوڑے ١٢ بدنام یعنی بدی کر مشہور ١٢ ذامال وبنین یعنی دنیا میں طالع مند ہے کہتے ہیں یہ ولید تھا قریش میں ایک سردار ناک پر داغ شاید دنیا میں پڑا ہو یا آخرت میں پڑے گا جلنے کا ١٢ ان آیتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہنے والے کی دس برائیاں بیان کیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود شریف بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ آگے حضرت حق تعالیٰ نے باغ والوں کا ایک قصہ بیان فرمایا۔ مکے والوں کو سنانے کے لئے۔ تاکہ مکے والے سمجھیں کہ وہ ایک خاص آزمائش میں مبتلا ہیں۔ اگر انھوں نے اس پیغمبر اور اس کی تعلیم سے فائدہ حاصل نہ کیا تو ان کو بھی باغ والوں کی طرح پچھتانا پڑے گا (١٦) ہم نے ان مکے والوں کو بھی اُسی طرح آزمایا ہے جس طرح ہم نے ان باغ والوں کی آزمائش کی تھی جبکہ ان لوگوں نے اس بات پر قسمیں کھائی تھیں کہ ہم صبح ہوتے ہی ضرور اس باغ کے پھل توڑلیں گے (١٧) اور انھوں نے اپنے اس کہنے پر انشاءاللہ بھی نہ کہا ۞ یہ باغ یا تو حبشہ میں تھا اور یا یمن میں صنعاء سے تقریباً تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ یہ باغ ایک ثقفی یعنی قبیلۂ ثقیف کے رہنے والے شخص کا تھا۔ یہ باغ بہت اچھے پھل لاتا تھا (باقی ضمیمہ میں)

یعنی الزام دینے ملامت کرنے اور اُلاہنا دینے سے کیا فائدہ آؤ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کریں اور کھلے الفاظ میں اپنی غلطیوں کا اقرار کریں (۳۱) عجب نہیں کہ ہمارا پروردگار اس باغ کے بدلے اس سے بہتر باغ ہم کو عنایت فرمادے بے شک ہم اپنے پروردگار ہی سے توقع رکھنے والے اور رغبت کرنیوالے ہیں اور اُسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ہی آرزو کرتے ہیں ؛ یعنی توبہ کرتے ہیں اور توبہ کی قبولیت کے ساتھ یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ اس باغ سے بہتر باغ عنایت فرمادے گا۔ بدلا عام ہے۔ دنیا میں دیدے گا یا آخرت میں اس سے بہتر باغ مل جائیگا۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُسی اُجڑے ہوئے باغ کو سرسبز کردیا اور اُس کی حالت کو پہلے سے بہتر کردیا۔ یا کہتے ہیں کہ جب شہر کے بادشاہ نے اُن کے واقعہ کو سنا اور ان کے رونے کو دیکھا تو ان کو ایک باغ حیوان نامی اپنے باغوں میں سے دیدیا جو ان کے باغ سے بہت بہتر اور بڑا بار آور تھا۔ باغ ضروان کے مالک مومن تھے یا کافر؟ تو اس میں اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ یہ لوگ مومن تھے۔ بعض حضرات نے توقف اور سکوت کو ترجیح دی ہے۔ ایک بہت مختصر جماعت

طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ

حد سے بڑھ جانیوالے تھے۔ عجب نہیں کہ ہمارا پروردگار اس باغ کے بدلے اس سے بہتر باغ ہمکو عنایت فرمادے

اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ

بیشک ہم اپنے رب سے ہی توقع رکھنے والے ہیں۔ یوں ہی عذاب آیا کرتا ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً دنیا کے عذاب

الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ

سے کہیں بڑھ کر ہے کاش یہ کافر سمجھتے ہوتے۔ البتہ پرہیزگاروں کے لئے

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ

ان کے پروردگار کے ہاں نعمتوں کے باغ ہیں۔ کیا ہم فرماں برداروں کو

كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ ؕ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ ۚ اَمْ لَكُمْ

نافرمانوں کے برابر کردیں گے۔ تم کو کیا ہوگیا تم کیسا حکم لگاتے ہو۔ کیا تمہارے پاس

كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ ۙ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾

کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو۔ کہ تم کو اُس عالم میں وہ چیز ملے گی جس کو تم پسند کرتے ہو

اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ

کیا تم نے ہم سے اس بات پر قیامت تک باقی رہنے والی کچھ محکم اور مضبوط قسمیں لے رکھی ہیں کہ جن چیزوں کا تم اپنے حق میں

لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾ ۚ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾ ۚ

فیصلہ کرتے ہو وہ چیزیں تم کو ملیں گی۔ اے نبی آپ ان سے دریافت کیجئے کہ آخر ان میں کونسا شخص ہے جو اس قسم کی باتوں کا ذمہ دار ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَاۗءُ ښ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَاۗىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا

کیا ان مشرکوں کے تجویز کردہ کچھ شرکاء ہیں پھر اگر یہ سچے ہیں تو ان اپنے تجویز کردہ

صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى

شرکاء کو پیش کریں۔ وہ دن قابل ذکر ہے جس دن پنڈلی کو نمایاں کیا جائیگا یعنی ایک خاص قسم کی تجلی اور لوگوں کو سجدے

السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ ۙ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ

کے لئے بلایا جائیگا پھر کافر سجدہ نہ کرسکیں گے۔ ان کی آنکھیں نیچی ہو رہی ہوں گی

ان لوگوں کے کفر کی قائل ہے واللہ اعلم (۳۲) یوں عذاب آیا کرتا ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً دنیا کے عذاب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش یہ کافر سمجھتے ہوتے اور کاش یہ لوگ جانتے ہوتے ؛ مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا کا عذاب تھا اس کو کوئی نہیں ٹال سکا۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں بڑا ہے۔ اور وہاں کی آفت تو سب سے بڑی ہے۔ کاش یہ لوگ اتنی بات کو جان لیتے۔ کفار مکہ کی حالت بھی یہی ہے کہ یہ اپنی آسودگی اور دولت کے غرور میں اندھے ہو رہے ہیں۔ اور نبی آخر الزماں کی مخالفت پر آمادہ ہیں ان کو نہ قحط کی خبر ہے نہ جنگ بدر کی۔ یہ سب عذاب ان پر آنے والے ہیں اور جب آخری عذاب انکی تباہی کا آئے گا اور مکہ فتح ہو جائیگا تب باغ والوں کی طرح آنکھیں کھلیں گی اس وقت توبہ کریں گے اور اسلام میں داخل ہوں گے ابھی ان کو ان باغ والوں کی طرح ہم آزما رہے ہیں جب سرکشی حد سے تجاوز ہو جائیگی اور عذاب آجائیگا اس وقت ان کا سب غرور ڈھل جائیگا اور ان کے سب کس بل نکل جائیں گے آگے اللہ تعالیٰ پرہیزگار اور اہل تقویٰ کا ذکر فرماتا ہے اور کفار مکہ کے بعض بے دلیل اعتراضات کا جواب دیتا ہے۔ آخر میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تاکید فرماتا ہے۔ بیچ میں حشر کی بعض باتوں کا ذکر ہے اور اس امر کا اظہار ہے کہ میں ظالموں کو مہلت دیتا رہتا ہوں لیکن جب گرفت کرتا ہوں تو میری گرفت سخت ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

(۳۳) البتہ ڈرنے والوں اور پرہیزگاروں کے لئے ان کے پروردگار کے پاس نعمتوں کے باغ ہیں ؛ اوپر کی آیتوں میں باغ ضروان کے مالکوں کا ذکر تھا اور اہل مکہ کے منکروں کی آزمائش اور امتحان کی طرف اشارہ تھا اب اُن لوگوں کا ذکر فرمایا جو کفر سے اور دوسرے گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں ان کو عالم آخرت میں جو نعمتیں اور آرام و آسائش کے باغ ملنے والے ہیں اُن کا ذکر کیا چونکہ کفار مکہ عام طور سے یہ خیال کیا کرتے تھے کہ اول تو قیامت اور میدان حشر کا قیام یہ سب ڈھونگ ہے ان میں سے کوئی بات بھی ہونیوالی نہیں اور اگر بالفرض قیامت ہوئی بھی اور وہ دوسرا عالم آیا بھی تو ہمارے لئے وہاں بھی حسنی اور جنت ہوگی۔ ہم مسلمانوں سے اچھی حالت میں ہوں گے جس طرح ہم دنیوی عیش و آرام میں مسلمانوں سے بڑھے ہوئے ہیں اسی طرح وہاں بھی ان سے زیادہ آرام میں رہیں گے اور اگر زیادہ نہ بھی ہوئے تو برابر رہنے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ اس اعتراض کا جواب قرآن نے اور بھی کئی جگہ دیا ہے۔ سورۂ ص سورہ الم سجدہ میں بھی مساوات کی نفی فرمائی ہے۔ یہاں دوسرے عنوان سے کفار کے اس شبہے اور اعتراض کا جواب فرماتے ہیں (۳۴) کیا ہم فرماں برداروں کو نافرمانوں اور مجرموں کے برابر کردیں گے (۳۵) تم کو کیا ہوگیا تم کیسا فیصلہ کرتے اور کیسا حکم لگاتے ہو ؛ یعنی یہ کیسا نامعقول فیصلہ ہے کہ جو لوگ اطاعت گذار اور تقویٰ شعار اور مطیع و منقاد ہیں اُن کو ہم مفسدوں سرکشوں اور گناہ گاروں کی مانند کردیں گے اور دونوں کو ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی درجہ عنایت کریں گے۔ یہ کس قدر خلاف عقل اور لغو فیصلہ ہے جو تم کر رہے ہو (۳۶) کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو (۳۷) کہ تم کو اُس عالم میں وہ چیز مل جائیگی جس کو تم پسند کرتے ہو ؛ یعنی دوسرے عالم کے معاملات چونکہ محض عقلی نہیں ہیں بلکہ توقیفی ہیں اس لئے کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے،

(باقی ضمیمہ میں)

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حشر کے دن ہر اُمت جس کو پوجتی تھی اُس کے ساتھ جاوے گی مسلمان کھڑے رہ جاویں گے پروردگار آویگا جس صورت میں نہ پہچانیں گے فرمائیگا میں تمہارا رب ہوں میرے ساتھ آؤ کہیں گے نعوذ باللہ ہمارا رب آویگا تو ہم پہچان لیں گے فرمائیگا کچھ اس کا نشان جانتے ہو کہیں گے جانتے ہیں پھر ظاہر ہوگا ان کی پہچان کے موافق اور پنڈلی کھولے گا تو سجدے میں گریں گے جو کوئی دکھاوے سے سجدہ نہ کرتا تھا اُس کی پیٹھ نہ مڑے گی اُلٹا گر پڑے گا یہ ان کا اعتقاد توحید آزمانے کو کہ صورت پوجنے سے بیزار ہیں ۱۲ یہ ایک مشہور حدیث ہے جس کا ترجمہ شاہ صاحب نے کیا ہے شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ پہلے کوئی فرشتہ کسی صورت میں ظاہر ہوکر کہے گا میں تمہارا رب ہوں یہ پناہ مانگیں گے اس سے خدا کی تب کشف ساق یعنی ساق کی حقیقت کا انکشاف ہوگا تب سب سجدے میں گر پڑیں گے آگے مکذبین کے بارے میں پیغمبر علیہ السلام کو خطاب ہے (۴۴) پس اے پیغمبر آپ مجکو اور اُن لوگوں کو جو اس کلام کی تکذیب کرتے ہیں چھوڑ دیجئے ہم ان کو اس طرح بتدریج عذاب کی طرف لے جائیں گے جس کی ان کو خبر بھی نہ ہوگی ٭ یعنی آپ ان کے معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیجئے اور مجھ پر بھروسہ کیجئے میں ان سے بدلہ اور انتقام لینے کے لئے کافی ہوں میں ان کو جہنم اور عذاب کی طرف آہستہ آہستہ اس طور پر لے جا رہا ہوں کہ ان کو اس کا علم بھی نہیں ۔ استدراج ۔ اذنک اندک نزدیک گردیدن ۔ آپ کو کوئی تشویش نہ ہو آپ اپنی طبیعت پر غم کا بار نہ ڈالئے (۴۵) اور میں ان کو مہلت دے رہا ہوں بیشک میری تدبیر اور میری گرفت بڑی مضبوط ہے سورۂ اعراف میں یہ مضمون گزر چکا ہے ۔ مہلت اور ڈھیل ان کو دیتے ہیں اور پھر پکڑتے اور عذاب میں مبتلا کرتے ہیں ۔ کید کے معنی داؤں ۔ تدبیر اور گرفت کیا گیا ہم نے تیسیر میں دونوں باتیں ظاہر کردی ہیں (۴۶) کیا آپ ان سے قرآن کی تبلیغ پر کچھ مزدوری اور اجرت طلب کرتے ہیں جس کے تاوان سے یہ دبے جاتے ہیں یعنی آپ کوئی ان سے ایسا مطالبہ کرتے ہیں جس کے بوجھل اور گراں بار ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر استفادہ نہیں کرتے اور آپ سے مستغنی اور بے پرواہ رہتے ہیں ۔ مغرم ۔ اس مالی کو کہتے ہیں جو بغیر کسی خیانت اور خطا کے وصول کیا جائے ۔ جس کو ہمارے ہاں تاوان اور چٹی کہا جاتا ہے (۴۷) یا ان کے پاس مغیبات کا علم ہے جسے لکھ لیتے ہیں ٭ یعنی لوح محفوظ یا مغیبات الٰہیہ کا ان کو علم ہے جسکو یاد رکھنے کی غرض سے لکھ لیا کرتے ہیں اور اُس علم سے معلوم ہوجاتا ہے کہ مسلمان اور حق کے منکروں کے ساتھ مساوی سلوک ہوگا اس لئے یہ آپ سے مستغنی ہوگئے ہیں اور صاحب وحی کی اتباع اور پیروی کو ضروری نہیں سمجھتے آگے تسلی دی جاتی ہے ۔ اور صبر و سہار کی تلقین ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔ (۴۸) پس اے پیغمبر آپ اپنے پروردگار کے حکم اور اُس کی تجویز پر صبر کئے رہئے اور مچھلی والے یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہوجائیے جبکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو پکارا اور وہ غم میں بھرا ہوا تھا اور غم سے گھٹ رہا تھا ۔ (۴۹) اگر اس کے پروردگار کا فضل اُسکی دستگیری نہ کرتا اور اُس کو نہ سنبھالتا تو وہ چٹیل میدان میں بُرے حالوں پھینکدیا جاتا ۔

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۗ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ

اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اس رسوائی کا سبب یہ ہے کہ ان کو دنیا میں سجدے کے لئے بلایا جاتا تھا حالانکہ اسوقت

وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَٰذَا

یہ توانا اور تندرست تھے ۔ سو اے پیغمبر آپ مجھ کو اور اُن لوگوں کو جو اس کلام کی تکذیب کرتے ہیں

الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾

چھوڑ دیجئے ہم اُن کو اس طرح بتدریج عذاب کے قریب لیجائیں گے جس کی اُن کو خبر بھی نہ ہو گی ۔

وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا

اور میں اُن کو مہلت دے رہا ہوں بیشک میری پکڑ بڑی مضبوط ہے ۔ کیا آپ ان سے تبلیغ پر کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں

فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ

کہ وہ اس تاوان کے بوجھ میں دبے جاتے ہیں ۔ یا ان کے پاس کوئی غیب کا علم ہے جسے

يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ

یہ لکھ رکھتے ہیں ۔ سو آپ اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کرتے رہئے اور مچھلی والے کی طرح

الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ

نہ ہوجائیے جبکہ اس نے خدا کو پکارا اور اس کی حالت یہ تھی کہ وہ غم و غصہ سے بھرا ہوا تھا ۔ اگر اس کے پروردگار کا فضل

نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبَاهُ

اُس کی دستگیری نہ کرتا تو وہ چٹیل میدان میں پھینکدیا جاتا اور اُس کا حال بُرا ہوتا ۔ پھر اسکے ربّ نے اسکو

رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥٠﴾ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ

نوازدیا اور اس کو نیک لوگوں میں شامل رکھا ۔ اور جب یہ کافر قرآن سنتے ہیں

كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ اپنی تیز نگاہی سے آپ کو پھسلا دیں گے اور

وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿٥١﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٥٢﴾

یوں کہتے ہیں کہ بیشک یہ شخص دیوانہ ہے ۔ حالانکہ وہ قرآن تو اقوام عالم کیلئے صرف ایک نصیحت ہے

وقف لازم

رکوع ۲ ۱۹ ۹

پھر اُس کے ربّ نے اُس کو نوازدیا اور اُس کو نیک اور شائستہ لوگوں میں شامل رکھا ٭ مچھلی کی مناسبت سے حضرت یونس کو صاحب الحوت فرمایا ۔ حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کی اذیت سے گھبرا کر قوم کے لئے بغیر انتظار اذن الٰہی عذاب کی تاریخ مقرر کردی ۔ پھر بستی سے نکل کر چلے گئے ۔ اور آخر مچھلی کے پیٹ میں محبوس کردیے گئے ۔ بعض مفسرین نے ولا تکن کصاحب الحوت پر نہی کو ختم کردیا ہے ۔ نہی کا لازم سے ظاہر ہے ۔ اس تقدیر پر مطلب یہ ہے کہ اے محمد تم جلدبازی میں یونس کی طرح نہ ہوجانا ، آگے حضرت یونس کا قصہ بطور اتمام چند آیتوں میں بیان کردیا ۔ یعنی وہ وقت قابل ذکر ہے جب اُس نے ایسی حالت میں جبکہ وہ غصے اور غم کے مارے گھٹ رہا تھا ۔ یہ پکارنا مچھلی کے پیٹ میں پکارنا ہوگا اور بعض حضرات نے فرمایا ۔ لا یکن حالک کحالہ وقت نداءہ اے لا توجد منک ما وجد منہ من المغاضبۃ والمعاتبۃ ۔ اب اذنادی وھو مکظوم کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ غصے میں بھرا ہوا تھا اور اس نے غصے میں آکر اپنی قوم کے عذاب کے لئے پکارا ۔ (باقی ضمیمہ میں)

سورہ حاقہ مکی ہے اور یہ باون آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ÷ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ روزِ قیامت (۱) کیا ہے وہ روزِ قیامت (۲) اور آپ کو کس نے واقف کیا اور بتایا کہ روزِ قیامت کیا ہے (۳) ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑا دینے والی چیز یعنی قیامت کی تکذیب کی اور قیامت کو جھوٹا جانا ÷ حاقہ یہاں قیامت کو فرمایا ہے۔ حاقہ کے معنی ثابت ہونیوالی واجب ہونیوالی یعنی جس کا وقوع ضروری اور حق ہے۔ یا حاقہ بمعنی عارفہ ہے کہ جب وہ گھڑی واقع ہوگی تو لوگ تمام امور کی حقیقت اور اصلیت کو پہچان لیں گے یا ثابتہ یعنی یہ دن جب ہوگا تو اس دن حساب اور جزاو سزا کا ثبوت اکمل طور پر ہوجائیگا۔ اور وہاں وعدۂ وعید کا پورا تحقق ہوگا۔ یا حق فرمایا قیامت کو کہ اس دن ہر شخص اس لائق ہوگا کہ اپنے اعمال کی سزا یا جزا پائے۔ اسی کی اہمیت کے لئے فرمایا کیا ہے وہ حاقہ اور آپ کو کس نے بتایا اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ حاقہ کیسی کچھ ہے اور اس کی ہولناکی کا کیا حال ہے۔ قارعۃ بھی قیامت کو کہتے ہیں کیونکہ قرع کے معنی کھٹکھٹانے کے ہیں۔ کھٹکھٹانے سے آدمی

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ حاقہ مکی ہے اور یہ باون آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَآقَّةُ ۝۱ مَا الْحَآقَّةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝۳

وہ ضرور ہونیوالی چیز۔ کیا ہے وہ ضرور ہونیوالی چیز۔ اور اے نبی آپکو کچھ خبر ہے کہ وہ ضرور ہونیوالی چیز کیسی کچھ ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا

ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانیوالی چیز یعنی قیامت کی تکذیب کی۔ سو ثمود تو ایک سخت ہولناک آواز سے

بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶

تباہ کر دیے گئے۔ اور رہے عاد تو وہ ایک ایسی تیز و تند ہوا سے ہلاک کیے گئے

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى

جس کو خدا نے ان پر سات رات اور آٹھ دن برابر لگاتار مسلط کر دیا تھا سو اے مخاطب

الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝۷

تو لوگوں کو ان رات دنوں میں ایسا پچھڑا ہوا دیکھتا جیسے وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے پڑے ہیں۔

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝۸ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ

سو کیا اے مخاطب اب تجھ کو انمیں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے۔ اور فرعون نے اور اس سے پہلی قوموں نے اور الٹی ہوئی بستیوں

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝۹ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ

کے رہنے والوں نے بھی بڑے بڑے قصوروں کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ ان مذکورہ قوموں نے اپنے رب کے ہر پیغمبر کی جو انکی طرف بھیجا گیا نافرمانی کی

اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝۱۰ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝۱۱

آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی نہایت سخت گرفت کی۔ ہم نے جس وقت پانی حد سے اونچا ہوا تو تم کو کشتی میں سوار کر لیا۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝۱۲ فَاِذَا نُفِخَ

تاکہ اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیں اور محفوظ رکھنے والے کان اس واقعہ کو محفوظ رکھیں۔ پھر جب صور میں

ہوشیار ہوجاتا ہے سوتا ہوا آدمی جاگ جاتا ہے۔ قیامت کے دن کی کھٹکھٹاہٹ ایسی ہولناک ہوگی کہ ہر غافل کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اس کی گھبراہٹ سے ہر شخص کی غفلت اور بے پروائی دور ہوجائیگی۔ مقصود ان سوالات سے قیامت کی تہویل اور اس کی فظاعت کی شان ظاہر کرنی ہے۔ آگے چند واقعات بیان فرمائے کہ قیامت کی ہولناکی کو سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں ہے اس لئے چند واقعات بطور تمثیل اور بطور نظیر بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اس کی ہیبت اور اس کی ہولناکی کچھ سمجھ میں آسکے چنانچہ عاد و ثمود کی تکذیب کا اظہار فرمایا اور ایک پیغمبر کی تکذیب اس کے تمام اصول اور اس کے دعاوی کی تکذیب کو مستلزم ہے اسلئے ان کی تکذیب کو قارعہ یعنی قیامت کی تکذیب فرمایا۔ آگے ان کی تباہی اور ہلاکت کا ذکر ہے (۴) پس بہرحال ثمود تو ایک سخت ہولناک آواز سے تباہ کر دئے گئے ÷ یعنی ان منکرین قیامت کو دنیا میں جو سزا دی گئی وہ یہ کہ ثمود تو ایک تند آواز اور چیخ سے ہلاک کئے گئے طاغیہ کے معنی حد سے گزر جانیوالی۔ بعض نے صیحۃ طاغیہ کہا ہے بعض نے رجفۃ طاغیہ فرمایا ہے بہرحال کڑاکے کی آواز بھی تھی اور زلزلہ بھی تھا (۵) اور رہے عاد تو وہ ایک ایسی تیز و تند ہوا سے ہلاک کئے گئے۔ (۶) جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن برابر لگاتار مسلط کر دیا تھا سواے مخاطب اگر تو وہاں ہوتا تو ان لوگوں کو اس زمانے میں ایسا گرا ہوا اور پچھڑا ہوا دیکھتا جیسے وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے پڑے ہیں ÷ یعنی طویل القامت ہونے کی وجہ سے ایسے معلوم ہوتے جیسے پرانی اور کھوکھلی کھجوروں کے تنے پڑے ہوئے ہیں۔ حسوم کے معنی کاٹنے کے بھی ہیں اور بعض حضرات نے نحس بھی کئے ہیں لیکن ہم نے متواتر اور لگاتار کئے ہیں اور یہی معنی عام طور سے علماء نے کئے ہیں یعنی سات رات اور آٹھ دن میں ایک لحظہ کو ہوا نہیں رکی اور پوری قوم کا کھلیان ہوگیا۔ ان دنوں کو عرب ایام عجوز کہتے ہیں (۷) سو کیا اے مخاطب تجکو اب ان میں سے کوئی بھی باقی اور بچا ہوا نظر آتا ہے ÷ یعنی عاد کی پوری کی پوری قوم نیست و نابود کر دی گئی آگے اور چند گزشتہ قوموں کی تباہی کا ذکر فرمایا (۸) اور فرعون اور اس سے پہلی قومیں اور الٹی ہوئی بستیاں بڑے بڑے قصوروں کا ارتکاب کرتے ہوئے آئے ÷ یعنی فرعون آیا اور گناہوں کا ارتکاب کیا اور کچھ لوگ اس سے پہلے تھے وہ بھی خطاکار تھے۔ شاید ان سے حضرت شعیبؑ کی قوم مراد ہے۔ اور الٹی ہوئی بستیاں اس سے حضرت لوطؑ کی قوم مراد ہے (۹) چنانچہ ان مذکورہ لوگوں نے اپنے پروردگار کے ہر پیغمبر کی جو ان کی طرف بھیجا گیا نافرمانی کی آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی نہایت سخت گرفت کی ÷ فرعون کے واقعات تو قرآن میں کئی جگہ مذکور ہیں اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا بنی اسرائیل پر انتہائی ظلم کئے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم مدین میں آباد تھی یہ متمدن اور شہری لوگ تھے۔ کچھ جنگل اور بن میں رہتے تھے ان کو اصحاب ایکہ کہتے ہیں۔ بہرحال حضرت شعیبؑ کی ان لوگوں نے مخالفت کی اور نافرمانی کی بالآخر ان پر چیخ اور چنگھاڑ کا عذاب آیا اور اس کے ساتھ زلزلے کے جھٹکے بھی لگے بن والوں پر آگ اور دھوئیں کا عذاب آیا جسکو سورۂ شعراء میں یوم الظلۃ فرمایا ہے اسی طرح یہ لوگ ہلاک کر دئے گئے۔ اور مؤتفکات تو یہ وہی سدوم اور اسکی متعلقہ بستیاں ہیں جن کی ہدایت حضرت لوطؑ کے سپرد ہوئی تھی ان کا انجام یہ ہوا کہ اٹھا کر الٹ دی گئیں اور آج تک الٹی پڑی ہیں۔ بہرحال یہ سب حاقہ کی نظیریں ہیں اور ان سے ہی اس حاقہ کا جو واقعہ

(باقی صفحہ ۹۰۸ پر)

(بقیہ صفحہ ۹۰۷) ہونیوالی ہے کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے ورنہ اصلی حقیقت تو حاقہ کی کہاں معلوم ہوسکتی ہے۔ جس طرح دنیا کی حاقہ میں مسلمان کو محفوظ کر لیا جاتا تھا اور کافروں پر عذاب نازل ہوتا تھا اسی طرح قیامت کے وقوع کے وقت بھی اہلِ ایمان پُل صراط سے صحیح سالم گزر جائیں گے اور خدا کے دشمن جہنم میں گر جائیں گے۔ کہتے ہیں حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں میں بڑی بستی سدوم کی تھی اور اس سدوم میں چار لاکھ کی آبادی تھی بہر حال آگے نوح علیہ السلام کے زمانے کی طرف اشارہ ہے اور جن مسلمانوں کو کشتی میں سوار کیا گیا تھا اُن کی اولاد کو بطور امتنان وہ بات یاد دلائی گئی ہے اور وہ طوفانِ نوح بھی کفار کیلئے ایک حاقہ تھا جس نے حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دیا تھا رابیۃ زائدۃ فی الشدت یعنی بہت سخت (۱۰) ہم نے جس وقت پانی کو حد معتاد سے اونچا کر دیا یعنی طوفان کے وقت تو تم کو کشتی میں سوار کر لیا۔ یعنی تمہارے بڑوں اور بزرگوں کو ؛ مطلب یہ ہے کہ جب نوحؑ کی قوم نے نوحؑ کی نافرمانی کی اور ان کی قوم پر طوفان آیا اور طوفان کا پانی بلند ہونا شروع ہوا تو ہم نے تمہارے بزرگوں کو جو مسلمان تھے اور نوحؑ پر ایمان رکھتے تھے اُن کو کشتی میں سوار کر لیا (۱۱) تاکہ ہم اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیں اور محفوظ رکھنے والے کان اس کو محفوظ رکھیں ؛ کانوں کو محفوظ رکھنے والا یا یاد رکھنے والا مجازاً فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو یاد رکھیں اور سبب عذاب اور موجبات عقاب سے بچیں۔ یہاں تک مکذبین کے واقعات اور حاقہ کی تمثیلات مذکور ہوئیں اب آگے اصل حاقہ یعنی قیامت کی ہولناکی اور اُس دن کی تخریب کا ذکر فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ

ایک پھونک ماری جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑ اُٹھا لئے جائیں گے

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَ

اور ایک ہی چوٹ میں دونوں چورا چورا کر دئے جائیں گے یعنی باہم ٹکرا کر۔ تو اس روز وہ ہونیوالی چیز یعنی قیامت واقع ہو جائیگی۔ اور

انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰى

آسمان پھٹ جائیگا اور وہ اُس دن بالکل بودا اور کمزور ہوگا۔ اور فرشتے اُسکے

اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾

کناروں پر سمٹ آئیں گے اور اُس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائے ہوئے ہونگے

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ

اُس دن تم لوگ پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی خفیہ سے خفیہ بات پوشیدہ نہ رہے گی۔ پھر جس شخص کا نامۂ اعمال

كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ

اسکے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ لوگوں سے کہے گا لو ذرا یہ میرا نامۂ اعمال تو پڑھ لو۔ مجھ کو اس بات کا یقین تھا کہ

اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِيْ جَنَّةٍ

مجھے میرا حساب پیش آنا ہے۔ غرض وہ ایک پسندیدہ زندگی گزارتا ہوگا۔ یہ پسندیدہ زندگی

عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ

بہشت بریں میں ہوگی۔ اس بہشت کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے۔ جو اعمال تم گزشتہ زمانے میں بامید صلہ بھیج چکے ہو

اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ

اس کے صلے میں خوب مزے کیساتھ کھاؤ اور پیو۔ اور بہر حال جس کا نامۂ اعمال اسکے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا

فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾

تو وہ کہے گا اے کاش میرا نامۂ اعمال مجھ کو دیا ہی نہ جاتا۔ اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ

کیا اچھا ہوتا کہ وہ پہلی موت ہی آخری فیصلہ کرنیوالی ہوتی یعنی دوبارہ اٹھانا نہ ہوتا۔ میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا۔ میری جاہت

(۱۲) تفسیر صفحہ ہٰذا:۔ پھر جب صور میں پھونکا جائے ایک بار پھونکنا (۱۳) اور زمین اور پہاڑ اُٹھا لئے جائیں گے یعنی اپنی جگہ سے اور ایک ہی چوٹ میں، دونوں چورا چورا اور ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے (۱۴) تو اس روز وہ واقع ہونیوالی چیز واقع ہو جائے گی۔ (۱۵) اور آسمان پھٹ جائیگا اور وہ اُس دن بالکل بودا اور کمزور ہوگا (۱۶) اور فرشتے اُس کے کناروں پر سمٹ آئیں گے اور اُس دن آپ کے پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے (۱۷) اُس دن تم لوگ حضرت حق تعالیٰ کے روبرو پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی خفیہ سے خفیہ بات پوشیدہ نہ رہے گی ؛ اوپر کی آیتوں میں حضرت حق جل مجدہٗ نے بعض قوموں کی تباہی اور بعض زمین کے حصوں کی بربادی کا ذکر فرمایا تھا تاکہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ جو قادرِ مطلق اور مالک و مختار زمین اور زمین کی بسنے والی بعض قوموں کے ہلاک و برباد کرنے پر قادر ہے وہ تمام چیزوں کو بھی اگر چاہے تو فنا کر سکتا ہے اور ایک عالم سفلی پر کیا موقوف ہے وہ عالم علوی کو بھی چاہے تو ختم کر سکتا ہے اور اسی ختم کرنیکا نام حاقہ ہے لہٰذا اُن تمام تمثیلات اور نظائر کا ذکر کرنے کے بعد اب حاقہ یعنی قیامت کے بعض مقدمات کا ذکر فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائیگا اور صور میں ایک پھونک ماری جائے گی تو اس کا یہ اثر ہوگا کہ زمین اور پہاڑ سب درہم برہم ہو جائیں گے اور اُٹھا لئے جائیں گے اور جب یہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور یہ نظام باقی نہ رہے گا تو آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے دَكٌّ کے معنی ہیں کسی چیز کو توڑنا اور ریزہ ریزہ کر دینا یعنی ایک ہی ٹکر اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اُڑتے پھریں گے بس اس روز وہ حاقہ واقع ہو جائیگی۔ عالم سفلی ہی صرف صور کی آواز سے متاثر نہ ہوگا بلکہ عالم علوی بھی متاثر ہوگا آسمان بھی پھٹ جائیگا اور بالکل بودا اور کمزور ہو جائیگا جیسے کوئی کاغذ یا کپڑا بجس جاتا ہے اور گل جاتا ہے۔ یہ حالت آسمان کی ہو جائے گی۔ اور آسمانوں پر جو فرشتے آباد ہیں وہ اس کے اطراف جوانب اور اُس کے کناروں پر سمٹ آئیں گے۔ یعنی جو حصۂ آسمان کا نہ پھٹا ہوگا فرشتے اس پر آجائیں گے اور جب نیچے اترنے کا حکم ہوگا تو نیچے آجائیں گے۔ اَرْجَا رجا کی جمع ہے جس کے معنی طرف اور جانب کے ہیں۔ اگرچہ عالم سفلی اور عالم علوی سب میں سستی اور ضعف ہوگا مگر عرشِ الٰہی میں گرانی اور ثقل زیادہ ہوگا اور ہیبت الٰہی اور اُس کے جلال کا یہ اثر ہوگا کہ اس وقت عرشِ الٰہی کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اس دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اب چار کے کندھے پر اُس دن چار اور لگیں گے ؛ غرض یہ کہ آٹھ فرشتے اٹھائیں گے اور پھر مخلوق پیش کی جائیگی جس کو فرمایا کہ اُس دن جس دن یہ تمام کام ہوں گے اُس دن تم اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کئے جاؤ گے۔ یہ شاید نفخۂ قیام کے بعد ہوگا یعنی دوسرے نفخہ کے بعد، بہر حال جب پیش کئے جاؤ گے تو تمہاری کوئی خفیہ سے خفیہ بات اور بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔ کیونکہ جب نامۂ اعمال سامنے آئینگے

(باقی صفحہ ۹۰۹ پر)

(بقیہ صفحہ ۹۰۸) تو سب باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ یوم تبلی السرائر۔ چونکہ قیامت کا دن بہت طویل ہوگا اس لئے نفخۂ اولی اور نفخۂ ثانیہ سب کا ذکر فرمایا (۱۸) پھر جس شخص کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں
دیا جائیگا تو وہ لوگوں سے کہے گا آؤ ذرا میرا نامۂ اعمال تو پڑھو ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہر ایک کے اعمال کے کاغذ اُڑا دیں گے جس کے داہنے ہاتھ میں آیا نشان ہوا بھلائی کا اور جو بائیں ہاتھ میں پیٹھ کی طرف
سے تو نشان ہوا بُرائی کا ؛ خلاصہ یہ کہ سیدھے ہاتھ میں کاغذ آئے گا تو خوشی کے مارے ہر ایک سے کہے گا لیتا ذرا یہ کاغذ پڑھنا اور میرے نامۂ اعمال کو پڑھنا (۱۹) مجھ کو اس بات کا یقین تھا کہ مجھے میرا حساب پیش آنا ہے
(۲۰) غرض وہ ایک پسندیدہ اور من مانی زندگی گزارتا ہوگا (۲۱) یہ پسندیدہ اور من مانی زندگی بہشت بریں میں ہوگی (۲۲) اس بہشت کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے (۲۳) کہا جائیگا جو اعمال تم گزشتہ زمانے
میں ملنے کی اُمید پر کر چکے ہو اُن کے بدلے میں خوب مزے کیساتھ کھاؤ پیو ؛ مطلب یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ میں نامۂ اعمال ملنے کی وجہ سے کہے گا مجھ کو تو پہلے ہی اس امر کا یقین تھا کہ میرا حساب ہوگا یعنی میں قیامت اور روزِ جزا کا

عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾

بھی مجھ سے گئی گزری ہوئی۔ حکم ہوگا اس شخص کو پکڑ و اور اسکے طوق ڈالدو۔ پھر اس کو دوزخ میں لیجا داخل کر دو۔

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ

پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔ کیوں کہ یہ

كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا۔ اور یہ محتاج کو کھانا کھلانے کی

الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ

ترغیب نہیں دیتا تھا۔ سو آج اس کا نہ یہاں کوئی ہمدردی کرنے والا دوست ہے۔ اور نہ اسکو سوائے زخموں

اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿٣٧﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ

کے دھوون کے اور کوئی کھانا میسر ہے۔ جس کھانے کو سوائے گناہ گاروں کے اور کوئی نہیں کھائیگا۔ پھر میں قسم کھاتا ہوں

بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ

ان چیزوں کی جنکو تم دیکھتے ہو۔ اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے کہ یہ قرآن ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا

كَرِيْمٍ ﴿٤٠﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَ

کلام ہے۔ اور یہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں ہے مگر تم بہت ہی کم یقین کرتے ہو۔ اور نہ یہ

لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ

کسی کاہن کا کلام ہے مگر تم لوگ بہت ہی کم غور و فکر سے کام لیتے ہو۔ یہ قرآن پروردگار عالم کیطرف سے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾ لَاَخَذْنَا

بھیجا ہوا ہے۔ اور اگر یہ پیغمبر ہمارے ذمہ کوئی غلط بات گھڑ کر لگاتا۔ تو ہم اُس کا

مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنْكُمْ

داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور ہم اس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے یعنی گردن مار دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی

مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَ

بھی اسکو قتل کی سزا سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور بلاشبہ یہ قرآن پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہی نصیحت ہے اور

ع ۱ | ۵

قائل تھا غرض وہ ایک من مانی اور عیش کی زندگی گزاریگا جو اونچے اونچے باغ یعنی بہشت بریں میں ہوگی ان اونچے باغوں کے میوے اس قدر قریب اور نیچے جھکے ہوئے ہوں گے جو آسانی حاصل کئے جاسکیں گے اور انکے استعمال میں کوئی دشواری نہ ہوگی اور ارشاد ہوگا جو اعمال تم نے گزشتہ زمانے میں اس امید پر کئے تھے کہ اسکا صلہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے ملیگا تو ان اعمال کے صلے میں خوب رچ کر کھاؤ پیو یا اُن اعمال کے بدلے میں جو تم آگے بھیج چکے ہو خوب رچ کر کھاؤ۔ کئی طرح ترجمہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ خلاصہ مطلب ایک ہی ہے لیکن ہم نے ترجمہ اور تیسیر میں رعایت رکھی ہے اور اگر آیت کا تعلق روزہ داروں سے ہو جیسا کہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے تو مطلب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھوکے پیاسے رہے خاص کر گرمی کے زمانے میں لہٰذا اُن خواہشات کو روکنے کے بدلے میں جو دنیا میں کر چکے ہو آج خوب کھاؤ پیو یعنی بے روک ٹوک کھاؤ اور پیو آگے انکا ذکر ہو رہا ہے جنکے نامۂ اعمال اُلٹے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲۴) اور بہرحال جسکا نامۂ اعمال اُسکے بائیں اور اُلٹے ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ کہے گا اے کاش میرا نامۂ اعمال اور میرا لکھا مجھ کو نہ ملتا اور مجھ کو دیا ہی نہ جاتا ؛ یعنی حسرت سے کہیگا کہ کیا اچھا ہوتا کہ میرا عمل نامہ مجھ کو دیا ہی نہ جاتا (۲۵) اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے (۲۶) کیا اچھا ہوتا کہ وہ پہلی موت ہی آخری فیصلہ کرنیوالی ہوتی ؛ یعنی موتِ اول کے بعد دوبارا بعث اور زندہ ہونا نہ ہوتا۔ (۲۷) میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا (۲۸) میری وجاہت و حکومت بھی مجھ سے گئی گزری ہوئی (۲۹) **تفسیر صفحہ ہٰذا** حکم ہوگا اس شخص کو پکڑو اور اس کے طوق ڈالو (۳۰) پھر اس کو دوزخ میں داخل کر دو (۳۱) پھر ایک ایسی زنجیر میں جسکی پیمائش ستر گز ہے اسکو جکڑ دو (۳۲) کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر جو سب سے بڑا ہے ایمان نہ رکھتا تھا (۳۳) اور یہ غریب و مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب و تاکید نہ کرتا تھا (۳۴) سو آج اس کا نہ یہاں کوئی ہمدردی کرنے والا دوست ہے (۳۵) اور نہ اُس کو زخموں کے دھوون یعنی کچلہو کے سوا کوئی اور کھانا میسر ہے۔ (۳۶) کہ اس کھانے کو سوائے گناہ گاروں کے اور کوئی نہیں کھائیگا ؛ ان آیتوں میں دینِ حق کے منکروں کا انجام بیان فرمایا قیامت میں جب نامۂ اعمال اڑائے اور بکھیرے جائیں گے اس وقت منکروں کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائیگا۔ اور چونکہ نامۂ عمل کا بائیں
ہاتھ میں آنا علامت ہے تباہی اور بربادی کی اس لئے یہ شخص چیخنا اور پیٹنا شروع کرے گا۔ ہائے میری کتاب اور میرا لکھا میرے ہاتھ میں نہ دیا جاتا۔ اور میرے حساب کی مجھ کو خبر نہ ہوتی اور دنیا میں جو موت آئی
تھی بس وہی موت فیصلہ کن ہوتی اور اُس کے بعد کوئی قصہ نہ رہتا یا یہ مطلب کہ یہ موجودہ حالت ہی موجب موت ہوتی یعنی قیامت ہی میری موت کا سبب ہو جاتی اور آگے کوئی قصہ باقی نہ رہتا۔ اسی طرح دنیوی
مال۔ اور دنیوی وجاہت و سلطنت پر افسوس کرے گا کہ اُس دن کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ کم از کم ایک انسان کو اپنے اعضا اور اپنے جوارح پر وجاہت اور قابو حاصل ہوتا ہے لیکن قیامت کے دن ہاتھ پاؤں بھی
کہنے میں نہ ہوں گے۔ ارشاد ہوگا ملائکہ کو جو محافظ جہنم ہیں اور جن کا نام زبانیہ ہے کہ اس کو پکڑ لو اور طوق اس کے زیب گلو کر دو یعنی دونوں ہاتھوں کو گلے کے ساتھ ملا کر جکڑ دو اور اس کو دوزخ میں داخل کر دو۔
پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی ساحت اور پیمائش ستر گز ہو اس زنجیر میں اس کو داخل کر دو یعنی جکڑ دو۔ آگے عذاب کی وجہ بیان کی کہ یہ اللہ تعالیٰ جو بزرگ و برتر ہے اُس پر ایمان نہیں رکھتا تھا (باقی ضمیمہ میں)

اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى

ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس قرآن کی تکذیب کرنیوالے بھی ہیں۔ اور بیشک یہ قرآن کافروں کیلئے موجب حسرت

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

وندامت ہے۔ اور بیشک یہ قرآن سراسر حق اور یقینی ہے۔ سوائے پیغمبر آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجئے

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ معارج مکی ہے اور یہ چوالیس آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ

ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگ لیا جو واقع ہونیوالا ہے۔ کافروں پر اس عذاب کو کوئی

دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ

ٹالنے والا نہیں۔ وہ عذاب اس خدا کی طرف سے واقع ہوگا جو بلند درجات کا صاحب ہے۔ اسکی طرف فرشتے اور روح

اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ

اس دن چڑھتے ہوں گے جسکی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ سوائے پیغمبر آپ صبر کیجئے

صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾ يَوْمَ

اور صبر بھی ایسا جسمیں شکایت نہو۔ یہ منکر اس عذاب کے دن کو دور از قیاس سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسکو قریب دیکھ رہے ہیں۔ وہ عذاب

تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَ

اسدن ہوگا جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائیگا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور

لَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ

کوئی دوست کسی دوست کا پرسان حال نہو گا۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جائیں گے گناہگار اس بات کی تمنا کریگا کہ کسی

مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ

طرح اس دن کے عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے کنبے والوں کو

اور بلاشبہ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس قرآن کی تکذیب کرنیوالے بھی ہیں (۴۹) اور بیشک یہ قرآن کافروں کیلئے موجب حسرت وندامت ہے (۵۰) اور یہ قرآن سراسر حق اور یقینی اور تحقیقی بات ہے (۵۱) پس اے پیغمبر آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کی پاکی بیان کیجئے ؛ پرہیزگاروں کیلئے تذکرہ یعنی جو خدا سے ڈرنیوالے اور پرہیزگار ہیں وہی اسکی پند اور نصائح سے مستفید ہوتے ہیں ورنہ فی نفسہ قرآن کا حق ہونا اس کا ذاتی کمال ہے اور موجب نصیحت ہونا اسکا اضافی وصف ہے اسلئے فرمایا متقیوں کیلئے نصیحت ہی نصیحت ہے اور جو تم میں سے اس قرآن کی تکذیب کرنے والے ہیں اُن کو بھی ہم خوب جانتے ہیں یعنی ہم کو یہ معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اس قرآن کی تکذیب کرنیوالے بھی ہیں۔ پھر منکرین اور مکذبین کیلئے اس قرآن کا موجب حسرت اور پشیمان ہونا فرمایا دنیا میں قرآن پر ایمان لانیوالوں کی جس قدر ترقی اور زیادتی ہوتی ہے اُسی قدر قرآن کے منکروں کی حسرت و پشیمانی میں اضافہ ہوتا ہے اور آخرت میں تو حسرت و پشیمانی کی انتہا نہ ہوگی اُسوقت افسوس کریں گے کہ ہائے ہم نے اس قرآن کو کیوں نہیں مانا کذلک یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم اور یہ قرآن تحقیقی اور یقینی چیز ہے اور صرف یقین ہے یعنی یہ قرآن یقین کرنیکے لائق ہے اس میں کوئی باطل بات نہیں ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہے اور اسکے نہ ماننے والوں کا ہر عذر ناقابل سماعت ہے۔ سوائے پیغمبر آپ پروردگار کے نام کی جو بڑی عظمت والا ہے پاکی بیان کیجئے اور تسبیح کیجئے یعنی سبحان ربی العظیم کہا کیجئے۔ پہلے گزر چکا ہے۔ کہ جب آیت سبح باسم ربک العظیم نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے رکوع کی تسبیح کرلو یعنی رکوع میں پڑھا کرو۔ (۵۲) تم تفسیر سورۃ الحاقۃ

ع ۱۵ / ۲ / ۶

سورۃ معارج مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ چوالیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ۵ شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ایک درخواست کرنیوالے اور مانگنے والے نے ایسا عذاب مانگا اور ایسے عذاب کی درخواست کی جو واقع ہونیوالا ہے۔ (۱) کافروں پر اس عذاب کو کوئی ٹالنے اور دفع کرنیوالا نہیں (۲) وہ عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوگا جو بلند و بالا درجات کا صاحب ہے ؛ سائل کے معنی استفسار اور درخواست و طلب کے کئے ہیں۔ یہاں درخواست و طلب کے معنی مراد ہیں۔ یہ سورت سورۂ حاقہ کی مزید تفصیل اور اسی کا تتمہ ہے شان نزول میں یہی چند باتیں مفسرین نے فرمائی ہیں۔ لیکن مشہور اور ان میں سے راجح یہ ہے کہ نضر بن حارث جو کہ کفار میں بہت مشہور اور اسلام کا سخت دشمن تھا اس نے دعا کی الٰہی اگر یہ محمدؐ اپنے دعاوی میں سچا ہے اور یہ قرآن تیرا ہی نازل کردہ ہے تو ہم پر پتھر برسادے یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر بھیج دے۔ اس پر یہ ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض حضرات نے حارث بن نعمان فہری کے بارے میں ان آیتوں کا نزول بتایا ہے۔ بعض کا یہ بھی قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص یا کسی فرقے کے لئے عذاب طلب کیا اُس پر اس سورت کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں بہرحال ہم نے مشہور قول اختیار کرلیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک منکر عذاب نے عذاب مانگا یعنی نضر نے عذاب کی درخواست کی وہ عذاب جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے۔ خواہ دنیا میں نازل ہو یا آخرت میں وہ جب بھی نازل ہو اس عذاب کو کوئی ٹالنے والا اور دفع کرنے والا نہیں وہ عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوگا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا وصف ذی المعارج فرمایا جس کا ترجمہ ہم نے بلند و بالا درجات کیا ہے اور چونکہ بلندی پر پہنچنے کے لئے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے بعض حضرات نے سیڑھیوں والا کیا ہے یعنی عذاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوگا جو سیڑھیوں والا ہے۔ سیڑھیوں والے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس پہونچنے کے لئے سیڑھیوں کو عبور کرنا پڑتا ہے یہاں ان سیڑھیوں سے مراد آسمان ہیں۔ معراج سیڑھی کو کہتے ہیں۔ معرج موضع صعود کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے آگے تعرج الملٰئکۃ والروح فرمایا۔ یعنی وہ بلند و بالا درجات کا صاحب اور مالک ہے۔ اس کی جانب ملائکہ اور ارواح چڑھتی ہیں۔ غرض یہ ہے کہ صاحب معارج کی ذات بزرگ و بالا ہی سب کا منتہائے مقصود ہے۔ یہاں سیڑھیوں سے جیسا کہ ہم نے کہا ہے مراد آسمان ہیں جو کلمات یا ملائکہ یا ارواح اوپر جاتی ہیں اور اپنے اپنے منتہا پر پہونچتی ہیں وہ آسمان کو عبور کرتی ہوئی پہنچتی ہیں۔ اس لئے اس گزرگاہ کو سیڑھیوں سے تعبیر کردیا ہے آگے اسی عروج کی طرف اشارہ ہے (۳) اس کی طرف فرشتے اور روح اُس دن چڑھتے ہوں گے جس دن کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار برس کے برابر ہے ؛ یعنی تمام فرشتے خواہ وہ مدبرات امور ہوں (باقی ضمیمہ میں)

اور اپنے کنبے والوں کو جن میں وہ رہتا سہتا تھا (١٣) اور روئے زمین کے سب لوگوں کو اپنے فدیے میں دے ڈالے پھر یہ فدیہ دینا اس مجرم کو عذاب سے بچالے ۔ مُہل پگھلا ہوا تانبا ۔ پگھلا ہوا
سیسا ۔ پگھلی ہوئی چاندی کو کہتے ہیں تیل کی تلچھٹ کو بھی کہتے ہیں اور زیتون کے تیل کی تلچھٹ کے ساتھ بھی تفسیر کی گئی ہے ۔ بہرحال آسمان کی مختلف حالتیں ہوں گی اس لئے یہ سب باتیں جمع ہو سکتی ہیں ۔ عِہن
رنگین اون کو کہتے ہیں چونکہ دوسری جگہ کالعہن المنفوش آیا ہے اس لئے ہم نے تیسیر میں دھنکی ہوئی رنگین اون کر دیا ہے ۔ بہرحال پہاڑ آخر میں اڑتے پھریں گے رنگین شاید اس لئے فرمایا کہ پہاڑ مختلف الالوان
ہوتے ہیں جیسا کہ سورۂ فاطر میں گزر چکا ہے جب رنگ برنگ کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ملیں گے تو رنگین نظر آئیں گے ۔ کوئی دوست اور قرابت دار کسی دوست اور قرابت دار کو نہ پوچھے گا ایسی افراتفری ہوگی کہ کوئی
کسی کو نہ پوچھے گا بلکہ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی ۔ حمیم ۔ گہرا دوست اور قریبی رشتہ دار حالانکہ ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہوں گے یعنی دوست اور قرابت دار سامنے ہوں گے اور پھر کام نہ آئیں گے ۔ سورۂ

التی تؤیه ﴿١٣﴾ ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیه ﴿١٤﴾ کلا
جن میں وہ رہتا سہتا تھا ۔ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو اپنے فدیہ میں دیدے پھر یہ فدیہ دینا اس مجرم کو بچالے یہ ہرگز نہیں
انها لظی ﴿١٥﴾ نزاعة للشوی ﴿١٦﴾ تدعوا من ادبر وتولی ﴿١٧﴾
ہوگا وہ ایک خالص شعلہ مارتی ہوئی ایسی آگ ہے جو جسم کی کھال کھینچ لینے والی ہے ۔ ہر اس شخص کو وہ آگ خود اپنی طرف بلاتی ہوگی جس نے پیٹھ پھیری ہوگی اور منہ موڑا ہوگا ۔
وجمع فاوعی ﴿١٨﴾ ان الانسان خلق هلوعا ﴿١٩﴾ اذا مسه
اور جس نے مال جمع کیا ہوگا پھر اسے محفوظ جگہ میں سینت سینت کر رکھا ہوگا ۔ بیشک انسان بنایا گیا ہے بے صبرا جب اسکو کوئی تکلیف
الشر جزوعا ﴿٢٠﴾ واذا مسه الخیر منوعا ﴿٢١﴾ الا المصلین ﴿٢٢﴾
پہونچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے ۔ اور جب اسکو فارغ البالی حاصل ہوتی ہے تو وہ سخت بخیل ہوتا ہے ۔ مگر ہاں وہ نمازی
الذین هم علی صلاتهم دائمون ﴿٢٣﴾ والذین فی اموالهم
جو اپنی نماز کی برابر پابندی رکھتے ہیں ۔ اور وہ جن کے مالوں میں
حق معلوم ﴿٢٤﴾ للسائل والمحروم ﴿٢٥﴾ والذین یصدقون
سوال کرنے والے کا بھی ۔ اور سوال سے بچنے والے کا بھی حصہ ہے ۔ اور وہ جو انصاف کے دن کا
بیوم الدین ﴿٢٦﴾ والذین هم من عذاب ربهم مشفقون ﴿٢٧﴾
یقین رکھتے ہیں ۔ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں ۔
ان عذاب ربهم غیر مامون ﴿٢٨﴾ والذین هم لفروجهم
بیشک اُن کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے ۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی
حفظون ﴿٢٩﴾ الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم
حفاظت کرنیوالے ہیں ۔ مگر اپنی بیویوں سے اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی شرعی باندیوں سے
فانهم غیر ملومین ﴿٣٠﴾ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک
تو ان پر کوئی الزام نہیں ۔ ہاں جو شخص ان بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کوئی اور راہ تلاش کریگا تو ایسے ہی لوگ ہیں
هم العدون ﴿٣١﴾ والذین هم لامنتهم وعهدهم رعون ﴿٣٢﴾
حد سے تجاوز کرنے والے ۔ اور وہ جو اپنے پاس رکھی ہوئی امانتوں کی اور اپنے عہد کی نگہداشت کرنے والے ہیں ۔

یونسؑ میں تعارف کی بحث گزر چکی ہے اور کہیں کہیں جو قرآن میں تساءل کا ذکر آیا ہے ۔ یعنی آپس میں گفتگو کریں گے اور ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے ۔ یہ اس لا یتسٰل کے منافی نہیں ہے ۔ مجرم ۔ کافر و مشرک اس دن اس بات کی تمنا اور خواہش کرے گا اور اس بات کو دوست رکھے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے سب کو فدیے میں دے ڈالے خواہ وہ بیٹے ہوں یا بیوی ہو بھائی ہو یا کنبے والے ہوں جن میں رہتا سہتا تھا اور وہ اس کو ٹھکانا اور پناہ دیتے تھے بلکہ روئے زمین کے تمام لوگوں کو کسی طرح فدیے میں دے ڈالے پھر یہ فدیہ دینا اس مجرم کو عذاب سے بچالے اور چھڑا دے ۔ غرض عذاب سے بچنے کے سیکڑوں جتن کریگا لیکن کوئی کارگر نہ ہوگا یُبَصَّرُوْنَهُمْ اور سورۂ یونسؑ میں یتعارفون فرمایا ۔ یعنی قیامت کے طویل دن میں مختلف حالات ہوں گے ۔ ایسا بھی ہوگا کہ دوست اور اقارب کو آمنے سامنے کر دیا جائیگا اور ایک کو دوسرے کی حالت دکھائی جائیگی اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے بھی اور ایسا بھی ہوگا کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہوگی ۔ کوئی کہیں ہوگا اور کوئی کہیں ہوگا ۔ سورۂ معارج میں اُس وقت کا ذکر ہے جب آپس میں ایک کو دوسرا دکھایا جائیگا اور ایک دوسرے کو دیکھتا ہوگا اور ہر شخص اپنی بے بسی کو محسوس کرتا ہوگا آگے مجرم کی اس تمنا اور لغو خواہش کا جواب ہے (١٤) یہ ہرگز نہیں ہوگا یعنی عذاب سے نجات نہیں ملیگی وہ آگ ایک دہکتی ہوئی اور خالص شعلہ مارتی ہوئی ایک ایسی آگ ہے (١٥) جو جسم کی یا خاص طور پر دماغ کی کھال کھینچنے والی ہے (١٦) وہ آگ ہر اُس شخص کو خود اپنی طرف بلاتی ہوگی جس نے پیٹھ پھیری ہوگی اور منہ موڑا ہوگا ۔ اور جس نے مال جمع کیا ہوگا اور اُس مال کو محفوظ جگہ میں سینت سینت کر رکھا ہوگا ۔ یعنی اگر یہ اختیار ہو کہ اُس دن کوئی فدیہ دیدے اور تمام روئے زمین کا مال یا انسان اپنے کو عذاب سے چھڑانے کے لئے پیش کر دے تب بھی عذاب سے نجات نہیں مل سکے گی ۔ لَظیٰ ۔ بھڑکتی ہوئی دہکتی ہوئی خالص شعلہ اور لہب کہتے ہیں جس میں دھواں وغیرہ کچھ نہ ہو بلکہ خالص آگ کا شعلہ ہو ۔ درکات جہنم میں سے دوسرے درک کا نام بھی لظیٰ ہے ۔ شَوٰی آدمی کے اطراف مثلاً ہاتھ اور پاؤں ۔ یا انسان کی کھال دماغ کی کھال ۔ کلیجہ نکال لینے والی ۔ بہرحال وہ آگ ایسی تیز ہے کہ کھال کھینچ لیتی ہے ۔ پھر یہ کہ وہ خود ایک

ایک کافر اور منافق اور مال جمع کرنیوالے کو بلاتی ہے یہ الیّ یا کافر یا منافق وغیرہ کہہ کر پکارتی ہے ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو منکر روگردانی کرتا رہا ۔ اور دینِ حق سے پیٹھ پھیر کر جاتا رہا ۔ اس کو اس طرح جذب کر لیتی اور
کھینچ لیتی ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے یہ چونکہ اعمال سیئہ کا عادی تھا اور اعمال سیئہ کی مداومت نے اس میں آگ کی خاصیت پیدا کر دی تھی اس لئے الجنس یمیل الی الجنس آگ کو آگ کھینچ لے گی
من ادبر و تولیٰ کے ساتھ اس کافر کے بخل اور حرص کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ مال جمع کرتا ہے اول تو مال کے جمع کرنے ہی میں احتیاط سے کام نہیں لیتا پھر مال میں جو حقوق واجبہ اور نافلہ ہیں اُن کو پورا نہیں کرتا بلکہ
مال کو سینت سینت کر رکھتا رہا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو تلف کرتا رہا تو ایسے کافر عذاب سے کس طرح بچ سکتے ہیں ۔ اگرچہ اس عذاب کی وجہ کفر ہی ہے کیونکہ کفار فروع کے مکلف نہیں ہاں بعض فروع کی وجہ
سے اشتداد عذاب متحقق ہے ۔ اس لئے شوافع کے استدلال کی اس آیت میں کوئی گنجائش نہیں ملتی (١٨) بے شک انسان اپنی جبلت میں بے صبر بنایا گیا ہے ۔(١٩) جب اس کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو گھبرا اٹھتا

(باقی ص٩١٣ پر)

(بقیہ صفحہ ۹۱۱) اور جزع فزع کرنے لگتا ہے (۲۰) اور جب اس کو فارغ البالی اور بھلائی پہونچتی ہے تو بخیل اور بے توفیقا ہو جاتا ہے (۲۱) مگر ہاں وہ نمازی ان موجباتِ عقاب سے مستثنیٰ ہیں (۲۲) جو اپنی نماز کی برابر پابندی رکھتے ہیں (۲۳) اور وہ جن کے مالوں میں سوال کرنے والے کا بھی (۲۴) اور سوال سے بچنے والے کا بھی حصہ ہے (۲۵) اور وہ جو انصاف کے دن کا یقین رکھتے ہیں یعنی قیامت کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کو مانتے ہیں (۲۶) اور وہ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے اور خوف کرنیوالے ہیں (۲۷) بلاشبہ ان کے پروردگار کا عذاب بے خوف ہونیکی چیز نہیں ہے یعنی اس سے نڈر ہونا بھی نہیں چاہئے (۲۸) اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنیوالے اور محفوظ کرنیوالے ہیں (۲۹) مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی شرعی باندیوں سے تو ان پر کوئی الزام اور کوئی اُلاہنا نہیں (۳۰) ہاں جو شخص ان بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کوئی اور راہ تلاش کرے گا تو ایسے ہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں یعنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ شہوت رانی کا کوئی اور راستہ ڈھونڈھنے والے (۳۱) اور جو اپنے پاس رکھی ہوئی امانتوں اور اپنے عہد کی نگہداشت کرنے والے ہیں (۳۲)

وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَٰدَٰتِهِمْ قَآئِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ
اور وہ جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنیوالے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری طرح حفاظت

صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰٓئِكَ فِي جَنَّٰتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾ فَمَالِ
کرنیوالے ہیں۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جو عزت و احترام کیساتھ بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔ سو ان منکروں کو

الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ
کیا ہو گیا ہے کہ یہ آپ کی طرف دوڑ دوڑ کر آ رہے ہیں۔ دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی

الشِّمَالِ عِزِينَ ﴿٣٧﴾ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُدْخَلَ
گروہ در گروہ ہو ہو کر۔ کیا ان میں سے ہر ایک شخص اس امر کی طمع رکھتا ہے کہ وہ آرام و آسائش کے

جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَٰهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾
باغوں میں داخل کر دیا جائیگا۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا ہم نے جس چیز سے انکو بنایا ہے اُسے وہ بھی جانتے ہیں۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَٰرِقِ وَالْمَغَٰرِبِ إِنَّا لَقَٰدِرُونَ ﴿٤٠﴾
سو میں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کھاتا ہوں کہ ہم اس بات پر پوری طرح قادر ہیں۔

عَلَىٰٓ أَن نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٤١﴾
کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگوں کو لے آئیں اور ہم ایسا کرنے سے عاجز نہیں ہیں۔

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي
سو اے پیغمبر آپ ان کو بیہودہ نکتہ چینیوں اور کھیل میں مشغول رہنے دیجئے یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن سے جا ملیں جس کا

يُوعَدُونَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا
ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے

كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾ خَٰشِعَةً أَبْصَٰرُهُمْ
جیسے کسی بت کے تھان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں نیچی ہو رہی ہوں گی

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٤٤﴾ ع
اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی۔ یہ ہے وہ یوم موعود جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

تفسیر صفحہ ہٰذا:- اور وہ جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والے ہیں (۳۳) اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرنیوالے ہیں (۳۴) یہ سب وہ لوگ ہیں جو عزت و احترام کے ساتھ بہشتوں کے باغوں میں داخل ہوں گے۔

ع ١ ٤٥ ٧

یعنی انسانی جبلت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ اگر کوئی اصلاح نہ ہو اور کوئی صحیح رہنمائی نہ ہو تو انسان حریص بھی ہوگا اور بخیل و کم ہمت بھی۔ ہلوع کی جو تفسیر بقول ابن عباسؓ قرآن نے بیان کی ہے وہی ہلوع کے معنی ہیں یعنی تکلیف کے وقت حدِ شرعی سے زیادہ گھبرانا اور جب بھلائی اور فارغ البالی ہو تو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو تلف کرنا اور ادا نہ کرنا۔ محروم ہدایت جو لوگ ہیں وہ ہمیشہ اسی پر رہتے ہیں مگر وہ انسان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہدایت قبول کرتے اور فیض پاتے ہیں وہ ایسے ہلوع اور جزوع نہیں ہوتے وہ لوگ جو ہمیشہ نماز کی پابندی کرتے ہیں دوام سے مراد نماز کا خشوع اور سکون ہے۔ یعنی دائیں بائیں جانب التفات نہیں کرتے بلکہ پوری توجہ کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جن کے اموال میں سوالی اور غیر سوالی دونوں کا حصہ ہے۔ سوال کرنیوالا تو ظاہر ہے۔ نہ سوال کرنیوالا جو حیا سے نہ سوال کرتا ہو یا توکل سے یا تعفف سے مگر ہے وہ حاجتمند تو ایسے غیر سوالی کو بھی تلاش کرکے دیتے ہیں جیسا کہ سورۂ ذاریات میں ہم عرض کر چکے ہیں۔ اور وہ لوگ قیامت پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں اور ڈرتے ہیں آگے بطور جملہ معترضہ فرمایا انکے پروردگار کا عذاب نڈر اور بے خوف ہونے کی چیز ہے ہی نہیں۔ شرم گاہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ حرام سے شہوت رانی نہیں کرتے بلکہ نکاحی بیویاں یا باندیاں جو مملوک ہوں تو ان سے شہوت رانی کرنے پر کوئی ملامت نہیں ان کے علاوہ اگر کوئی اور راستہ شہوت رانی کا تلاش کریں گے تو وہ شرعی حد سے تجاوز کرنے والے ہونگے

ع ٢ ٩ ٨

یعنی خواہ لواطت ہو، خرچی والی عورت ہو۔ یا خانگی ہو یعنی زنا اجرت پر یا بغیر اجرت کے۔ یا زن مکرہہ ہو یعنی زبردستی اس سے بدفعلی کی جائے۔ یا متعہ کے ذریعہ کسی عورت کو استعمال کیا جائے۔ یا مانگی ہوئی لونڈی، یا عورتوں کا آپس میں مساحقت کرنا فرض جو بھی غیر شرعی صورتیں ہوں گی وہ سب وراء ذٰلک میں داخل ہوں گی حتیٰ کہ استمنا یعنی ہاتھ سے شہوت کو پورا کرنا یہ بھی حنفیہ کے نزدیک اسی حرام میں داخل ہے۔ امانت اور عہد کی رعایت کرنا خواہ وہ امانت حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے کسی نے کوئی امانت رکھی ہو۔ کوئی بھید ہو۔ حقوق اللہ میں وضو، غسل جنابت۔ نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ بعض امور امانت ہیں اور بعض عہد میں داخل ہوتے ہیں خواہ انسانی امانت اور عہد ہو یا اللہ تعالیٰ کی کوئی امانت اور اس کا عہد ہو نگاہ داشت کا مطلب ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ قائم بالشہادت کا مطلب ہے کہ عدل کیساتھ شہادت دیجائے۔ نہ انکار کیا جائے نہ بے سود بہانے کئے جائیں اور نہ شہادت میں کمی بیشی کی جائے نماز کی محافظت یہ کہ آداب مستحبات اور واجبات کا خیال رکھ کر نماز ادا کیجائے۔ نماز کی اہمیت کے پیش نظر ان آیات میں نماز کا دو مرتبہ ذکر فرمایا۔ یہ لوگ ہیں جو بہشت کے باغوں میں علی حسب مراتب معزز و مکرم ہوں گے یعنی جنت میں اکرام و احترام کا اُن کے ساتھ سلوک کیا جائے گا۔ (۳۵) پس ان کافروں اور دینِ حق کے منکروں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ آپکی طرف

(باقی ضمیمہ میں)

سورۂ نوح مکی ہے اور یہ اٹھائیس ۲۸ آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ○ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ○ بلاشبہ ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف پیغمبر بناکر بھیجا کہ اے نوحؑ تو اپنی قوم کو کفر و شرک سے ڈرا دے اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے ؛ یعنی ان کو کہو کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نہ خدا کے پیغمبروں کی مخالفت کرو ورنہ یاد رکھو کہ تم پر سخت دردناک عذاب نازل ہوگا۔ یعنی طوفان میں غرق کردیئے جاؤگے یا جہنم میں داخل ہوگے۔ یا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دونوں جگہ عذاب دیئے جاؤگے آگے نوحؑ کا بیان ہے (۱) حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے میری قوم میں تم سب کے لئے واضح اور صاف صاف ڈرانے والا ہوں (۲) تم سے کہتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈرتے رہو اور میرا کہا مانو ؛ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آچکا ہے۔ یہ بہت پُرانے پیغمبر ہیں کہتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی آبادی کے لئے ان کو رسول بناکر بھیجا تھا چنانچہ انھوں نے تمام بنی نوعِ انسان کو سمجھانا شروع کیا اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اپنی اطاعت کا حکم دیا۔ اور توحید و رسالت پر جو ثمرات مرتب ہونے والے ہیں اُن سے بھی ان کو آگاہ کیا چنانچہ فرمایا اللہ کی عبادت اور تقویٰ اور میری اطاعت اگر تم نے اختیار کی تو (۳) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخشدے گا اور معاف کردے گا اور ایک مقررہ وقت تک تم کو مہلت دے گا اور جب اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو پھر اس کو پیچھے نہیں ہٹایا جاسکتا کاش تم اس بات کو سمجھ لیتے ؛ یعنی اگر تم ایمان لے آئے تو جس عذاب سے تم کو ڈرایا جاتا ہے وہ عذاب نہیں آئیگا اور موت کے وقت تک عذاب سے محفوظ رہوگے۔ بلکہ موت کے بعد جو عذاب ہونیوالا ہے ایمان اور تقوے کی برکت سے اُس عذاب سے بھی محفوظ رہوگے۔ یعنی عذاب عاجل اور عذاب آجل دونوں سے تمہاری حفاظت ہوگی۔ البتہ موت کا جو وقت مقرر ہے وہ موخر نہیں کیا جاسکتا اس میں مومن اور غیر مومن دونوں یکساں ہیں ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ایمان نہ لانے کی حالت میں اگر عذاب عاجل کا وعدہ سر پر پہنچ گیا تو پھر ٹالے نہیں ٹلے گا۔ اس وقت ایمان لانا بھی غیر نافع ہوگا۔ بہرحال مفسرین کے چند اقوال ہیں ہم نے سہل اور آسان طریق پر تفسیر کردی ہے۔ اس موقعہ پر قضائے مبرم اور معلق کی لاطائل بحثوں میں الجھنے سے بچکر ایک آسان طریقہ اختیار کریا ہے تاکہ سمجھنے والوں کو قرآن سمجھنے میں آسانی ہو۔ لو کنتم تعلمون یعنی اگر تم اتنی بات کو سمجھ لیتے تو تمہارے حق میں بہتر ہوتا اور عذاب عاجل یعنی دنیوی اور عذاب آجل یعنی اخروی عذاب سے بچ جاتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بندگی کرو کہ نوع انسان دنیا میں قیامت تک رہے اور قیامت کو تو دیر نہ لگے گی اور جو سب ملکر بندگی چھوڑدو تو سارے ابھی ہلاک ہوجاؤ۔ طوفان ایسا ہی آیا تھا کہ ایک آدمی نہ بچے۔ حضرت نوحؑ کی بندگی سے ان کا بچاؤ ہوگیا ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے جو خلاصہ بیان فرمایا وہ بہت صاف ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ ہی کا حصہ ہے۔ جس دن زمین پر کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ ہوگا اُس دن قیامت ہی آجائیگی۔ (۴) نوحؑ نے حضرت حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ اے میرے پروردگار میں اپنی قوم کو رات اور دن توحید کی دعوت دیتا رہا (۵) پر میری دعوت نے ان میں زیادہ نہیں کیا مگر بھاگنا اور بدکنا ؛ یعنی عرصہ دراز تک ان کو سمجھاتے رہے کہتے ہیں نو سو سال تک حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو سمجھایا اور دینِ حق کی دعوت میں لگے رہے لیکن وہ کفر و شرک سے جب باز آنے پر تیار نہ ہوئے تو تنگ آکر حضرت نوحؑ نے بددعا کی اور اپنی دعوت و تبلیغ کو بارگاہِ حق میں پیش کیا کہ رات اور دن ان کو دعوت دیتا رہا۔ لیکن جس قدر بلایا اور سمجھایا اُسی قدر ان کی نفرت اور فرار بڑھتے گئے گویا میری دعوت و تبلیغ نے ان میں کچھ نہیں بڑھایا مگر بھاگنے کا اضافہ ہوا آگے اور تفصیل ہے (۶) اور میں نے جب بھی ان کو ایمان اور دینِ حق کی طرف بلایا تاکہ آپ ان کو ایمان کی وجہ سے بخشدیں اور ان کے ایمان لانے کے سبب ان کی مغفرت فرمادیں تو انھوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے اپنے اوپر اوڑھ کر سب طرف سے لپیٹ لیے اور اپنی کافرانہ روش پر اصرار کیا اور انتہائی تکبر کا اظہار کیا ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کپڑا اوڑھنے لگے کہ اس کی بات ہمارے دل میں نہ لگ جائے ۱۲ خلاصہ یہ کہ میں نے جب بھی ان کو بلایا اور کسی اجتماع میں ان کے جا پہنچا تو (باقی صفحہ ۹۱۴ پر)

سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ نوح مکی ہے اور یہ اٹھائیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ○

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ

بیشک ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اس سے پیشتر کہ ان پر

أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ

دردناک عذاب آئے ڈرا دے۔ نوحؑ نے کہا اے میری قوم میں تم سب کے لئے صاف صاف

مُّبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُم

ڈرانے والا ہوں۔ کہتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو۔ ایسا کرنے پر وہ خدا

مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ

تمہارے گناہ معاف کردے گا اور ایک مقررہ وقت تک تم کو مہلت دیگا اور جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت

إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي

آجاتا ہے تو پھر اسکو پیچھے نہیں ہٹایا جاسکتا کاش تم یہ بات سمجھتے ہوتے۔ نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی اے میرے پروردگار میں

دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي

اپنی قوم کو رات اور دن توحید کی دعوت دیتا رہا۔ مگر میری دعوت ان کے لئے اور زیادہ

إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا

بھاگنے کا موجب ہوئی۔ اور میں نے جب بھی ان کو بلایا تاکہ آپ ان کے گناہ معاف فرمادیں تو انھوں نے

أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا

اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے اپنے اوپر اوڑھ کر سب طرف سے لپیٹ لئے اور

وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ

کفر پر اصرار کیا اور انتہائی تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو بلند آواز سے بلایا۔ پھر

إِنِّيٓ أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا۟
میں نے ان کو علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو بالکل پوشیدہ طور پر بھی سمجھایا - اور میں نے ان سے کہا تم اپنے پروردگار

رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم
سے بخشش طلب کرو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے - وہ تم پر خوب پے در پے مینہ

مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ
برسائیگا - اور تم کو مال اور بیٹے دیکر تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے بہت سے باغ

جَنَّٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَٰرًا ﴿١٢﴾ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ
لگادیگا اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا - تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا

وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾ أَلَمْ تَرَوْا۟ كَيْفَ خَلَقَ
اعتقاد نہیں رکھتے - حالانکہ اُس نے تم کو طرح طرح سے بنایا ہے - کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح

ٱللَّهُ سَبْعَ سَمَٰوَٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَجَعَلَ ٱلْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا
اوپر تلے سات آسمان بنائے ہیں - اور ان آسمانوں میں چاند کو نور

وَجَعَلَ ٱلشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَٱللَّهُ أَنۢبَتَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ
اور سورج کو چراغ بنایا ہے - اور اللہ نے تم کو ایک خاص طور پر زمین سے

نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَٱللَّهُ
اگایا یعنی پیدا کیا ہے - پھر تمکو اسی زمین میں لوٹادیگا اور پھر تم کو باہر نکال کھڑا کرے گا - اور اللہ ہی نے

جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوا۟ مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾
تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے - تاکہ تم اُس کے کشادہ راستوں میں چلو پھرو -

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِى وَٱتَّبَعُوا۟ مَن لَّمْ يَزِدْهُ
حضرت نوحؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا اور انھوں نے ایسے لوگوں کی پیروی کی جنکے مال

مَالُهُۥ وَوَلَدُهُۥٓ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا۟ مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾
اور اولاد نے ان کے نقصان میں اضافہ ہی کیا - اور جنھوں نے میرے خلاف بڑی بڑی فریب آمیز تدبیریں کیں۔

(بقیہ صفحہ ٩١٣) اُنھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اوپر سے کپڑے اوڑھ لئے کہ وہ مجھ کو نہ دیکھیں اور میں اُن کو نہ دیکھوں۔ یا کسی وقت بے خیالی میں کانوں سے انگلیاں نکل جائیں تو کپڑا آواز کو روکے یا شاید ان کے الفاظ کا اثر ہمارے جسم میں نہ ہوجائے۔ اور جسم سے دل میں ان کی بات نہ اُتر جائے۔ اور اپنی ضد اور اپنے کفر پر اڑے رہے۔ اور انتہائی تکبر کا برتاؤ کیا (٧) مگر باوجود ان کے متکبرانہ برتاؤ کے پھر بھی میں نے ان کو دین حق کی طرف باآواز بلند بلایا (٨) تفسیر صفحہ ہٰذا۔ پھر میں نے ان کو علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو بہت پوشیدہ طور پر بھی سمجھایا ÷ یعنی جو طریقہ بھی ان کی ہدایت کا ہو سکتا تھا۔ اسکو فروگزاشت نہیں کیا عام مجامع میں تقریروں سے جو بلند آواز سے ہوا کرتی ہیں ان کو میں نے دعوت دی پھر خاص طور پر ان کے گھروں پر جاکر بھی علانیہ اور کھول کھول کر بیان کیا اور خاموشی کے ساتھ چپکے چپکے سرگوشی اور رازدارانہ بھی ان کو ان کے نفع نقصان سے آگاہ کیا اور اسی سمجھانے کے سلسلے میں (٩) میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے استغفار کرو یعنی گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے ÷ یعنی ایمان لے آؤ تو تمہارے پہلے گناہ اور خطائیں سب بخشدے جائیں گے اور باطنی انعام و اکرام اور روحانی ترقی کے ساتھ دنیاوی ترقی و ظاہری منافع سے بھی تم کو مالا مال کردے گا جس کی شکل یہ ہوگی (١٠) کہ وہ تم پر کثرت سے بارش بھیجے گا اور پے در پے تم پر مینہ برسائے گا ÷ مدرار سیلان یعنی بہاؤ پانی (١١) اور تم کو اموال اور بیٹے دیکر تمہاری مدد کرے گا یعنی مالوں میں اور بیٹوں میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے بہت سے باغ لگادے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا ÷ یعنی دنیوی نعمتوں سے سرفراز فرمائیگا (١٢) تم کو کیا ہوگیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا اعتقاد نہیں رکھتے ÷ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اُس کی بڑائی کے معتقد کیوں نہیں ہوتے اور اسکی بزرگی اور بڑائی میں تامل کیوں نہیں کرتے صاحب کشاف نے کہا ہے۔ مالکم لا تاملون۔ غرض نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیات قدرت کو سمجھانا شروع کیا اور اسکی تمہید میں فرمایا تم کو کیا ہوگیا کہ تم اس کی قدرتوں میں غور کرکے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے قائل کیوں نہیں ہوتے اور بتوں کو اس کے برابر کیوں سمجھتے ہو چنانچہ ارشاد فرمایا (١٣) حالانکہ اُس اللہ تعالیٰ نے تم کو طرح طرح سے بنایا ہے ÷ یعنی ایک حال اور ایک ہیئت کے بعد دوسرا حال اور دوسری ہیئت۔ یعنی پہلے غذا پھر نطفہ پھر علقہ وغیرہ۔ پیدائش انسانی کے علاوہ دوسری آفاقی دلیلیں بھی بیان فرمائیں (١٤) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے سات آسمان بنائے ہیں (١٥) اور اس نے ان آسمانوں میں چاند کو نور یعنی روشنی اور سورج کو چمکتا ہوا چراغ بنایا ÷ یعنی چاند کو روشنی کی چیز اور آفتاب کو چراغ جلتا ہوا (١٦) اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک خاص طور پر زمین سے اُگایا ÷ یعنی تمہارا سلسلہ مٹی سے چلایا اور تم کو ابتداءً مٹی سے پیدا کیا وہی مٹی تمہاری غذا رکھی اور اس مٹی سے نطفہ خلق کیا (١٧) پھر تم کو اسی زمین میں لوٹادے گا اور پھر تم کو باہر نکال کھڑا کرے گا ÷ یعنی مرنے کے بعد پھر زمین میں دفن ہوگے اور تمہارے اجزا زمین میں مل جائیں گے۔ اور دوسرے نفخ صور کے وقت تم کو نکال کھڑا کرے گا (١٨) اور اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے (١٩) تاکہ تم اُس کے کھلے اور کشادہ راستوں میں چلو پھرو ÷ یعنی زمین کو فرش جیسا بنادیا اور اسمیں چلنے پھرنے کو بڑے اور کشادہ راستے بنائے تاکہ تم اپنے کاروبار کیلئے اور اپنی مزدوریوں کیلئے چلو پھرو۔ فج بڑی کشادہ راہ کو کہتے ہیں اور دو پہاڑوں کے درمیانی راہ کو بھی فج کہتے ہیں (٢٠) حضرت نوحؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار ان لوگوں نے یعنی میری قوم نے میرا کہنا نہ مانا اور انھوں نے ایسے لوگوں کی پیروی کی اور ان کے کہنے پر چلے جن کے مال اور اولاد نے اُن کے نقصان اور خسارہ میں اضافہ ہی اضافہ کیا (٢١) اور جنھوں نے حق کے مقابلے میں میرے خلاف بڑی بڑی پُر فریب تدبیریں کیں (٢٢)

ع ٢٠ / ٩

اور جنھوں نے اپنی پیروی کرنیوالوں سے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور خاص طور پر نہ ود کو نہ سواع اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو ان کو تو چھوڑنا ہی نہیں (۲۳) اور بلا شبہ ان ذی اقتدار اور ذی وجاہت و ریاست لوگوں نے بہت سوں کو گمراہ کر دیا اور بہکا دیا اور اے میرے پروردگار ان ظالموں اور بے انصافوں کی گمراہی اور زیادہ کر دے یعنی ان میں سوائے گمراہی کے اور کچھ نہ بڑھے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام عرصہ دراز تک قوم کی ایذا رسانی برداشت کرتے رہے آخر انکے ایمان لانیکی جب کوئی امید نہ رہی اور انکو یہ معلوم ہو گیا کہ لن یؤمن من قومك الا من قد امن جیسا کہ سورۂ ہود میں گزر چکا تو انھوں نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کی، اوپر کی آیتوں میں قوم کو سمجھانے اور بلانے کی تفصیل تھی اور یہاں سے انکی ہلاکت اور تباہی کی دعا کیلئے تمہید ہے۔ حضرت نوحؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور میرے کہنے پر نہ چلے اور اپنے رؤسا اور ذی اقتدار اور پنچایت کے سرپنچ غرض بڑے لوگوں کے کہنے پر چلے اور انکی پیروی کی جنکے مال اور اولاد میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ وہ ان پر نقصان اور خسارہ ہے۔ نقصان کی بات یہی ہے کہ خود بھی اسلام سے دور رہے اور دوسروں کو بھی اپنے اثر اور دباؤ سے قبول کرنے نہ دیا۔ ہم نے من لم یزدہ کا ترجمہ معنی کے اعتبار سے جمع کے ساتھ کر دیا ہے۔ یہ ایسا ہی جیسے من یقول امنا۔ آگے حضرت حق تعالیٰ نے بھی جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رؤسا اور ذی اقتدار سب ہی حضرت نوحؑ کی مخالفت میں آگے آگے تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ ان رؤسا اور بڑے لوگوں نے مجھ کو بہت بڑا فریب دیا یعنی ایک طرف مجھ کو جھٹکتے رہے اور دوسری طرف قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکتے رہے اور میری ایذا رسانی پر ابھارتے رہے اور انکو بت پرستی پر جماتے رہے۔ چنانچہ انھوں نے قوم کے ضعفا اور ماتحت لوگوں کو تاکیداً کہا کہ تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا بلکہ ان کی پوجا پر جمے رہنا اور بالخصوص تو ود کو اور سواع کو اور یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو تو چھوڑنا ہی نہیں یہ شاید نیک اور عابد لوگ تھے جن سے لوگ عقیدت رکھتے تھے ان کے انتقال کے بعد شیطان نے ان کی تصویریں بنا کر ان کی مسجد میں رکھدیں یہ لوگ ان کو دیکھکر اپنا غم غلط کر لیا کرتے تھے۔ کئی پشتوں کے بعد آہستہ آہستہ شیطان نے ان تصویروں کی پوجا شروع کرادی حضرت نوحؑ نے یہ بھی عرض کیا کہ ان رؤسا اور ذی اقتدار لوگوں نے بہت سوں کو گمراہ کر دیا اور بہکا دیا۔ آگے حضرت نوحؑ کی بددعا ہے۔ ولا تزد الظلمین الا ضلالا۔ یعنی اے پروردگار ان میں سوائے گمراہی کے اور کچھ نہ بڑھا یعنی ان نابکاروں میں گمراہی اور بے راہ روی ہی بڑھتی رہے۔ اسی طرح کی ایک بددعا سورۂ یونسؑ میں حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی بھی گذر چکی ہے جو فرعون کے حق میں اُنھوں نے کی تھی اس قسم کی دعا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان پر عذاب آئے تو بھرپور عذاب آئے اور ان کی گرفت میں نہ تو تاخیر ہو اور نہ رعایت اور اس قسم کی دعا کوئی پیغمبر جب ہی کرتا ہے جب اسکو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ میری قوم ایمان لانیوالی نہیں۔ پھر ایسے افراد کو جنکی ہدایت سے مایوسی ہو چکی ہو اور وہ قوم کے لئے ایک عضو فاسد کا حکم رکھتے ہوں ان کو ختم کرنے اور جسم سے علیحدہ کرنیکے سوا چارہ کار اور ہے بھی کیا حضرت نوحؑ کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح استدراجاً کسی کافر کو مہلت دی جاتی ہے وہ بھی انکو ملے انکے پیمانے میں اگر کچھ کمی ہے

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا

اور جنھوں نے ان پیروی کرنیوالوں سے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود کو اور نہ سواع کو

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا

اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو چھوڑنا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ان ذی اقتدار لوگوں نے بہت سوں کو گمراہ کر دیا اور

تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا

بس ان ظالموں کی گمراہی اور زیادہ کر دے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے انہی گناہوں کی وجہ سے غرق کیے گئے اور آگ میں

نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ

داخل کر دیے گئے پھر خدا کے سوا ان کو اپنے لیے کہیں سے کچھ مدد کرنیوالے بھی میسر نہ آئے۔ اور نوحؑ نے

نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ

عرض کی اے میرے پروردگار آپ ان کافروں میں سے زمین پر کسی بسنے والے کو باقی نہ چھوڑیے۔ کیونکہ

إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾

اگر آپ ان کو چھوڑ دیں گے تو یہ آپکے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کے ہاں جو اولاد بھی ہوگی وہ محض بدکار اور ناسپاس ہی ہوگی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَ

اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور اسکو جو مومن ہونیکی حالت میں میرے گھر میں داخل ہو جائے اور تمام ایمان والے

لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

مردوں اور عورتوں کو بخشدیجیے اور آپ ان ظالموں کیلئے سوائے تباہی کے اور کسی چیز کو زیادہ نہ کیجیے۔

سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ جن مکی ہے اور یہ اٹھائیس آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا

اے نبی آپ کہیے کہ میرے پاس یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر انھوں نے اپنی قوم سے بیان

تو اس کو پورا کر کے ان کو ٹھکانے لگائیے۔ آخر ایک ہزار یا ساڑھے نو سو برس تک سمجھانے کے بعد بھی جس قوم کی یہ حالت ہو کہ وما امن معہ الا قلیل تو وہ سوائے تباہ اور برباد ہونے کے اور کس چیز کی مستحق ہو سکتی ہے۔ آگے ان کے غرق ہونے کا ذکر ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اپنے مال داروں کا کہا مانا اور اُن کے مال و اولاد میں کچھ خوبی نہیں بلکہ ان پر اُلٹا ہے اُنہی کے سبب دین سے محروم رہے ۱۲ یعنی سبکو سمجھا دیا کہ اس کی بات نہ مانو ہمیں بھٹکتے رہیں کوئی تدبیر تن پڑے اور ودّ اور سواع وغیرہ نام تھے بتوں کے ہر ہر مطلب کا ایک بت تھا ۱۲ غرض یہ دعا حضرت نوحؑ کی حقیقت میں استحقاق ہلاکت و بربادی کی ہے

(۲۴) وہ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے بالآخر پانی میں غرق کیے گئے اور آگ میں داخل کر دیئے گئے پھر اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو اپنے لئے کہیں سے کچھ مدد کرنیوالے بھی میسر نہ آئے۔ (باقی ضمیمہ میں)

قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ

کیا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ بتاتا ہے لہٰذا ہم اُس قرآن پر ایمان لے آئے اور ہم آئندہ اپنے رب کا

بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً

ہرگز کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی شان بڑی بلند ہے اُس نے نہ کسی کو بیوی بنایا

وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ

اور نہ کسی کو اولاد تجویز کیا۔ اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف اللہ تعالیٰ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی

شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ

باتیں کہتا ہے۔ اور یہ کہ ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ جنات اور انسان اللہ تعالیٰ کی شان میں کبھی کوئی

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

جھوٹی بات نہ کہیں گے۔ اور یہ کہ بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ

يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾ وَّ

وہ جنات میں سے کچھ لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے تو ان پناہ لینے والوں نے ان جنات کی سرکشی کو بڑھا دیا۔ اور

اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾ وَّ

یہ کہ جس طرح تم نے یہ خیال قائم کر رکھا تھا اسی طرح انسانوں نے بھی یہی خیال قائم کر رکھا تھا کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو مبعوث نہیں فرمائیگا۔ اور

اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ

یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹول دیکھا ہم نے آسمان کو سخت چوکیداروں اور شعلوں سے

شُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ

بھرا ہوا پایا۔ اور یہ کہ پہلے ہم باتیں سننے کیلئے آسمان کے ٹھکانوں میں جا بیٹھا کرتے تھے مگر اب کوئی سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے

يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ

ایک شعلہ کو انتظار کرتا ہوا تیار پاتا ہے۔ اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ اس روک ٹوک سے

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ۙ

اہل زمین کو کوئی نقصان پہونچانا مقصود ہے یا زمین والوں کیلئے انکے رب نے کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سورۂ احقاف کے آخر میں جنوں کا مختصر سا واقعہ مذکور ہوا تھا یہاں اسی واقعہ کی تفصیل کا ذکر ہے اور مکہ والوں کو جنوں کے خیالات سے آگاہ کرنا ہے کیونکہ جنات کی قابلیت اور ان کی غیب دانی کا دماغوں پر بہت اثر تھا اور کاہن ان کا بہت پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد جنوں کا آسمانوں پر جانا بند کر دیا گیا۔ تاکہ فرشتوں سے کوئی قرآنی وحی سنکر بھاگ نہ آئیں اور کاہنوں کی معرفت قرآنی اعجاز کا معارضہ نہ کرائیں۔ اس لئے آسمانوں تک پہنچنا ان کا بالکل بند کر دیا گیا تاکہ قرآن کا اعجاز بلند و بالاتر ہو۔ نہ انسان اس کا مقابلہ کر سکیں نہ جنات اس کا جواب لا سکیں اس خداوندی تدبیر نے کاہنوں اور جنات کے تمام نظام کو درہم برہم کر دیا جنات کے متعلق اور ان کی ماہیت کے بارے میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں جن کو ہم نے بخوف طوالت ترک کر دیا ہے۔ اس موضوع پر آکام المرجان فی احکام الجان بہت عمدہ کتاب ہے۔ جو صاحب چاہیں اُس کا مطالعہ کریں۔ ان آیات میں اُن جنوں کے ایمان لانیکا اعلان ہے جنھوں نے قرآن سنا اور شرک سے بیزاری اور آئندہ شرک نہ کرنیکا وعدہ کیا اور یہ ان لوگوں کی اصلاح کے لئے بہت ضروری ہے جو جنات کی ہر ایک بات کو صحیح سمجھتے ہیں اور جنات کی باتوں کا یقین کرتے ہیں۔ آگے انہی جنات کے اور کلمات اور ان کے مضامین جو انھوں نے اپنی قوم میں جاکر کہے ان کا بیان ہے (۲) اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی شان بہت اعلیٰ اور بڑی بلند ہے اس نے نہ کسی کو بیوی اور جورو بنایا اور نہ کسی کو اولاد تجویز کیا ۃ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جو گمراہیاں آدمیوں میں تھیں وہ جنوں میں بھی تھیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ جنات کے اکثر افراد مشرک بھی تھے۔ عیسائی بھی۔ اور یہودی بھی۔ اس لئے اس قرآن سننے والی جماعت نے جس کو نفر من الجن فرمایا ہے تمام غلط کاموں کی اصلاح پر توجہ دلائی اور تمام عقائد باطلہ کا رد کیا ہے۔ جورو اور اولاد کا قصہ حضرت حق تعالیٰ کی بزرگی اور تمام نقائص سے برتری کے خلاف ہے اور معاذ اللہ نقص اور احتیاج ہے اس لئے ان جنوں نے اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور برتری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا۔ (۳) اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف اور احمق اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ اور حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتا ہے ۃ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ہم میں جو بے وقوف تھے وے ایسی باتیں کہتے تھے یا ابلیس کو کہا ۱۲ خلاصہ یہ کہ جس طرح انسانوں میں سرکشی اور طغیان پایا جاتا ہے۔ اسی طرح جنات میں بھی کچھ ایسے بیوقوف اور بدنہاد ہیں جو اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی اور بہتان طرازی کیا کرتے ہیں (۴) اور یہ کہ ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ جنات اور انسان اللہ تعالیٰ کی شان میں کبھی کوئی جھوٹی بات نہ کہیں گے ۃ یعنی ہم تو پہلے یہ خیال کرتے تھے کہ جنات اور انسان اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی جھوٹی بات زبان سے نہ نکالیں گے اس لئے ہم نے عام جنات اور انسان کی دیکھا دیکھی شرک اختیار کر لیا اور جو سب کر رہے تھے وہی ہم بھی کرنے لگے لیکن اب قرآن سننے کے بعد ہم کو معلوم ہوا کہ حق کچھ اور ہے اور عوام محض گمراہی اور غلط راستے پر چل رہے ہیں اور اکثر جنات اور انسان حضرت حق تعالیٰ کی شان میں بڑی گستاخی کا ارتکاب کر رہے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اس لئے ہم بھی بھٹک گئے ۱۲ خلاصہ یہ کہ ہمارے گمراہ ہونیکی وجہ بھی یہی ہوئی کہ ہم جنات اور انسانوں کے متعلق اس خوش فہمی میں پڑ گئے کہ یہ کوئی جھوٹی بات اللہ تعالیٰ کی شان میں نہ کہیں گے اور اتنی مخلوق جو مشرکانہ کام کر رہی ہے وہ صحیح ہوں گے (۵) اور یہ کہ بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے کچھ لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے تو ان پناہ لینے والوں نے ان جنات کی سرکشی اور بد دماغی کو اور بڑھا دیا ۃ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی آدمی جتنا جنوں کے آگے التجا کرتے ہیں اتنا وے مغرور ہوتے ہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ ایک مشترکہ مرض تھا جس میں کم و بیش سب ہی جنات و انسان مبتلا تھے اور سب شرک کرتے تھے۔ اور بعض شرک خاص تھا۔ جیسا بعض آدمیوں کا بعض جنات کے ساتھ اس لئے اس جماعتِ جنات نے اسکو بھی ظاہر کیا۔ کہ بعض انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے مثلاً کسی جنگل میں جاکر قیام کیا قافلہ اترا تو وہاں کھڑے ہو کر قافلے کے سردار نے کہا اعوذ بسید ھذا الوادی من سفھاء قومہ یعنی جنات کی قوم کے بیوقوفوں اور شرارت پسندوں سے پناہ مانگتا ہوں اس وادی کے سردار کے ساتھ۔ یعنی جو جنات کا سردار ہے اُس کی پناہ چاہتا ہوں بدمعاش جنوں سے۔ (باقی ضمیمہ میں)

اور یہ کہ ہم میں سے پہلے بھی بعض نیک ہوئے ہیں اور بعض دوسری طرح کے بھی ہوتے رہے ہیں غرض ہم مختلف طریقوں پر تھے ؂ یعنی نزول قرآن سے پیشتر بھی ہم میں کچھ نیک لوگ ہوتے تھے اور کچھ شریر قسم کے جو خیر سے نفرت کرتے تھے اور شر پر اصرار کرتے تھے اور شر کو دوڑ کر قبول کرتے تھے غرض ہم مختلف طریقوں پر تھے۔ اور اس نبی کی بعثت کے بعد بھی ہم میں سے کچھ اس نبی پر اور قرآن پر ایمان لے آئے ہیں اور بعض تامل میں اور کچھ شرارت پر قائم ہیں یعنی اب بھی دونوں طریقوں کے لوگ ہیں (۱۱) اور یہ کہ ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم نے اب سمجھ لیا ہے اور اس بات کا یقین کرلیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں کہیں اور کسی حصے میں عاجز نہیں کرسکتے اور اس کو ہرا نہیں سکتے نہ اور کہیں بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں ؂ یعنی ہم نے یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور ہم پر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوا تو اس وقت ہم زمین کے کسی حصے میں جاکر اللہ تعالیٰ کو عاجز کردیں یا زمین کے علاوہ کہیں بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو تھکادیں اور اس کے قہر سے بچ جائیں تو ایسا نہیں ہوسکے گا (۱۲) اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت کی بات سُن لی تو ہم نے اس کا یقین کرلیا اور اس کو فوراً مان لیا لہٰذا جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لے آئیگا تو اس کو نہ کسی کمی کا اور نقصان کا خوف ہوگا اور نہ کسی زیادتی کا اور ظلم کا ؂ کمی کا مطلب یہ کہ اسکی کوئی نیکی کم کردی جائے اور اس کی کوئی نیکی لکھی نہ جائے یا مال کا نقصان۔ آبرو کا نقصان اور زیادتی یہ کہ کوئی گناہ جو نہ کیا ہو وہ لکھدیا جائے۔ یا ایمان لانے کیوجہ سے اس کو ثواب سے محروم کردیا جائے۔ ھدیٰ کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے جب قرآن کے عجیب و غریب مضامین سُنے تو ہم اُس رسول پر جس پر یہ کلام معجز نظام نازل ہوا ہے اسپر ایمان لے آئے (۱۳) اور یہ کہ ہم میں سے بعض تو فرماں بردار بن گئے اور مسلمان ہوگئے ہیں اور بعض ہم میں سے ظالم ہیں اور بے راہ ہیں بس جنھوں نے اسلام قبول کرلیا اور مسلمان ہوگئے تو انھوں نے بھلائی کا راستہ اختیار کرلیا اور بھلی راہ ڈھونڈھ لی (۱۴) اور جو ظلم پر قائم رہے تو وہ جہنم کا ایندھن ہوئے ؂ مطلب یہ ہے کہ جنھوں نے قرآن سنا اور قرآن سن کر ہم میں سے مسلمان ہوگئے تو انھوں نے بھلائی کی راہ تلاش کرلی اور بھلائی کا راستہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے یعنی وہ اس بھلائی کا اجر پائیں گے۔ اور جو ظلم پر قائم رہے اور ہدایت کی راہ سے بے راہ رہے وہ دوزخ کا ایندھن ہیں اور وہ دوزخ میں جھونکے جائیں گے (۱۵) اور میری جانب یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر لوگ سیدھی راہ اور سیدھے طریقے پر قائم ہوجاتے یعنی اسلام کے پابند ہوجاتے تو ہم انکو کثیر اور وافر پانی سے خوب سیراب کرتے (۱۶) تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد یعنی اسلام سے روگردانی کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکو سخت اور ناقابل برداشت عذاب میں داخل کریگا ؂ آیت میں اشارہ فرمایا مکّے والوں کے لئے یعنی اگر یہ مکّے والے راہِ راست پر قائم ہوجاتے تو ہم ان کو کثرتِ باراں اور پانی کی کثرت سے سیراب کرتے اور انکو قحط میں مبتلا نہ کرتے اور اس نعمت اور کرم سے ان کی آزمائش کرتے اور ان کو جانچتے جیسا کہ ہمارا قاعدہ ہے کہ ہم انسانوں پر احسان فرماکر آزماتے ہیں جیسا کہ بلا بھیج کر آزماتے ہیں ونبلوکم بالشر والخیر فتنۃ۔ اور اگر کوئی شخص خواہ وہ مکّے والوں میں سے ہو یا کوئی اور ہو یعنی بنی نوع انسان میں سے کوئی شخص اپنے پروردگار کی یاد یعنی ایمان اور اطاعت و انقیاد سے روگردانی کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکو سخت عذاب میں داخل کرے گا ہوسکتا

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآئِقَ

اور یہ کہ ہم میں سے کچھ نکوکار ہیں اور کچھ ان کے سوا دوسری طرح کے بھی ہیں غرض ہم مختلف

قِدَدًا ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ

طریقوں پر تھے۔ اور یہ کہ ہم نے اب یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں کہیں بھی عاجز نہیں کر سکتے

وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ

اور نہ کہیں اور بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں۔ اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی تو ہم نے اسکو مان لیا

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا

لہٰذا جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائیگا اس کو نہ کسی کمی کا خوف ہوگا اور نہ کسی زیادتی کا۔ اور یہ کہ

مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ

ہم میں سے بعض تو فرماں بردار بن گئے ہیں اور بعض ہم میں سے ظالم ہیں سو جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تو انھوں نے

تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ

بھلی راہ تلاش کرلی۔ اور جو ظلم پر قائم رہے تو وہ جہنم کا

حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَي الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ

ایندھن ہوئے۔ اور میرے پاس یہ بھی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر لوگ سیدھی راہ پر قائم ہوجاتے تو ہم انکو وافر پانی سے

مَّاۗءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ

خوب سیراب کرتے۔ تاکہ ہم اس احسان سے ان کو پرکھیں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی

ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ

کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کو ناقابل برداشت عذاب میں داخل کرے گا۔ اور یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ

لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ

کے لئے مخصوص ہیں سو ان میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور یہ بھی کہ جب خدا کا

عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ

خاص بندہ خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر ہجوم کرنے کو ہوتے

ہے کہ صعد سے مراد وہ جہنم کا پہاڑ ہو جس پر چڑھنا دشوار ہوگا اس کے چکنا اور املس ہونے کی وجہ سے مگر اہلِ دوزخ کو اس پر چڑھنے کا حکم دیا جائیگا اور جب چڑھ جائیں گے تو اوپر سے لڑھکا دیا جائیگا اور اسی عذاب میں مبتلا رکھا جائیگا العیاذ باللہ ہم نے مشہور طریقے تفسیر کردی ہے اگرچہ آیت کی اور بھی کئی طرح تفسیر کی گئی ہے۔ مثلاً ان لو استقاموا میں مکّے والوں کی تخصیص نہ ہو بلکہ عام طور پر یوں ترجمہ کیا جائے کہ اگر یہ انسان اور جنات سیدھی راہ پر قائم ہوجاتے تو ہم ان سبکو اپنی نعمتوں سے سرفراز کرتے اور ان کو بطور امتحان ہر قسم کی نعمتوں سے نوازتے پانی کا ذکر اس لئے فرمایا کہ انعامات الٰہی میں اس کو خاص درجہ حاصل ہے۔ قرآن میں کئی جگہ اس کے شواہد مذکور ہیں۔ ابھی سورۂ طلاق میں گزرا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً الآیۃ۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان لو استقاموا سے بعض جنات مراد ہوں اور یہ مطلب ہو کہ اگر جنات کا باپ یعنی ابوالجان جسکو ابلیس کہتے ہیں نافرمانی نہ کرتا اور آدم کو سجدہ کرلیتا اور تمام جنات سیدھی راہ پر قائم رہتے تو ہم ان کو اپنی نعمتوں سے خوب نوازتے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ (باقی صفحہ ۹۱۸ پر)

لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾

ٹوٹے پڑتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ

آپ کہہ دیجئے کہ میں نہ تمہارے لئے کسی برائی کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ بھلائی کا۔ آپ کہہ دیجئے

لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ

خدا کے ہاتھ سے مجھ کو کوئی بھی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی

دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَ

پناہ کی جگہ پاسکتا ہوں۔ مگر ہاں میرا کام اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اسکے پیغامات کو ادا کرنا ہے اور

مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کریں گے تو یقیناً ان کیلئے جہنم کی آگ ہوگی جس آگ میں

فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰٓي اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ

وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ آخرکار جب یہ منکر لوگ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا اُنسے وعدہ کیا جاتا ہے تب اُسوقت ان کو معلوم

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ

ہوجائیگا کہ کون مددگاروں کے اعتبار سے کمزور اور شمار کے اعتبار سے کم ہے۔ آپ کہہ دیجئے میں نہیں جانتا کہ وہ

اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ

عذاب موعود قریب ہے یا میرے رب نے اُس کے لئے کوئی دور کی مدت مقرر کر رکھی ہے، وہی غیب کا

الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى

جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب کی کسی کو خبر نہیں دیا کرتا۔ مگر ہاں اپنے کسی برگزیدہ

مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ

رسول کو سو وہ بھی اس اہتمام سے کہ اس رسول کے آگے اور پیچھے نگہبان فرشتوں کو

مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ

مقرر کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ یہ دیکھ لے کہ ان فرشتوں نے اپنے رب کے پیغامات بحفاظت رسول تک پہنچا دیئے

ع ۱۹ / ۱۱

(بقیہ صفحہ ۹۱۷) ان لو استقاموا سے مراد جنات ہوں اور طریقہ سے مراد وہی کفر و عناد کا طریقہ ہو اور یہ مطلب ہو کہ اگر جنات اپنے کفر پر قائم رہتے اور قرآن سنکر اسلام نہ قبول کرتے اور ان کی بعض جماعتیں مسلمان نہ ہوجاتیں تو ہم ان پر استدراجاً اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیتے۔ اور ایک عام امتحان میں مبتلا کرتے اور پھر اچانک ان کو پکڑ لیتے۔ جیسا کہ فرمایا فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شئ مگر ہم نے ان تمام اقوال میں سے راجح قول کو اختیار کرلیا ہے واللہ اعلم آگے اور مضامین مذکور ہیں جن کا تعلق وحی سے ہے (۱۷) اور میری طرف یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں سو ان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یعنی یوں تو غیر اللہ کی عبادت ہر جگہ حرام اور شرک ہے۔ کیونکہ ساری زمین ہی سجدہ گاہ ہے لیکن خاص طور پر وہ مقام جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے خاص ہے جیسے مساجد اللہ۔ خواہ وہ حرم پاک ہو یا مسجد نبوی۔ یا بیت المقدس یا عام مساجد یہ تمام مقامات غیر اللہ کی عبادت سے محفوظ رہیں۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے یہ مقامات محفوظ رہیں۔ بشرطیکہ مسلمانوں کا ان مقامات پر اقتدار ہو۔ اور اگر خدانخواستہ مسلمان مغلوب ہو کر اپنا اقتدار کھو بیٹھیں تو پھر حسب استطاعت تحفظ مساجد کے ذمہ دار ہوں گے۔

بعض مفسرین نے مساجد سے اعضائے سجود مراد لئے ہیں۔ اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ یہ اعضائے سجود اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں ان کو سوائے اس کے کسی کے آگے نہ جھکاؤ جیسا کہ غیر مسلموں کا شیوہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اعضا کو غیر اللہ کی عبادت میں استعمال کیا کرتے ہیں (۱۸) **تفسیر صفحہ ہذا:-** یہ مضمون بھی وحی کا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو اس پر لوگ ہجوم اور اژدحام کرکے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان سے مراد وہی جنات کی جماعت ہو جو نصیبین سے یمن جارہے تھے اور بطن نخلہ میں حضورؐ کا قرآن سن کر اتر پڑے تھے۔ اور آپ کے قریب اس قدر ہوئے کہ آپ پر جھک پڑے وہی جماعت مراد ہو یا کفار مکہ کی طرف اشارہ ہو کہ جب حضورؐ نماز میں قرآن پڑھتے ہیں تو یہ بتوں کی حمایت میں آپؐ پر بھیڑ لگا کر ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہوجاتے ہیں اور تعجب و عداوت سے آپ کی جانب اس طرح دیکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے پر ٹوٹ پڑیں گے اور حملہ کردیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہ دونوں مسلمان اور غیر مسلمان دونوں مراد ہوں۔ مسلمان قرآن سننے کے شوق میں جمع ہوجاتے ہیں اور کافر تعجب اور عناد کی وجہ سے یہ خواہش لیکر جمع ہوتے ہیں کہ موقع لگے تو اس آواز کو ہمیشہ کے لئے بند کردیں۔ جیسا کہ سورۂ حج میں فرمایا تھا یکادون یسطون علیھم۔ یعنی غلبہ حاصل کرنے اور حملہ کرنے کی غرض سے جمع ہوتے ہیں اور قریب ہے کہ قرآن پڑھنے والے پر جھپٹ پڑیں اور ان کا ٹھٹھ حضورؐ پر ٹوٹ پڑے لبد جمع لبدۃ کی ہے لبدۃ کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز پر لپیٹنا۔ اس رکوع میں تیرہ آیتیں تو جنات کی باہمی باتیں ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا گیا ہے باقی دیگر مضامین ہیں جن کا عطف انہ استمع کے جملے پر ہے۔ یہ وہ مضامین ہیں جن کا تعلق جنات کی عام عادات سے ہے اور اُن عادات خبیثہ میں اکثر انسان بھی شریک ہیں (۱۹) اے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجئے میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ یعنی میرا طریقہ تو توحید کا طریقہ ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا ہوں اور اس کے ساتھ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اب آگے رسالت کے متعلق مذکور ہے (۲۰) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لئے نہ کسی ضرر اور نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ یعنی تمہاری برائی اور بھلائی کا مجھے کوئی اختیار نہیں ہے نہ میں تم پر عذاب لاسکتا ہوں نہ تم کو ہدایت دے سکتا ہوں (۲۱) آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے مجھ کو کوئی نہیں بچا سکتا اور اس کے غضب سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ پاسکتا ہوں۔ یعنی اگر میں تمہاری غلط فرمائشیں پوری کرنے کے لئے تیار ہوجاؤں۔ اور اللہ تعالیٰ کا غضب آجائے تو مجھے اس کے غضب اور اس کی گرفت سے کوئی بچانے اور نجات دلانے والا نہیں ہے۔ اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ پاسکتا ہوں۔ یعنی اس کی گرفت اور اس کے عتاب سے کہیں بھاگ کر کوئی پناہ گاہ اختیار کرلوں اور کہیں جا چھپوں تو یہ بھی نہیں ہوسکتا (۲۲) مگر ہاں میرا کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہونچانا اور اس کے پیغامات کو ادا کرنا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کریں گے تو (باقی ضمیمہ میں)

تاکہ وہ یہ دیکھ لے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات بحفاظت رسول تک پہونچا دیئے اور اللہ تعالیٰ نے ان نگہبانوں کے تمام حالات کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے تو ہر ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے
٭ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی رسول کو خبر دیتا ہے غیب کی پھر چوکیداری رکھتا ہے اس کے ساتھ کہ اس میں شیطان دخل نہ کرنے پاوے اور اپنا نفس غلط نہ سمجھے یہی معنی ہیں اس بات کے کہ پیغمبروں کو عصمت ہے اوروں کو نہیں اور انکی معلوم میں شک نہیں اوروں کی معلوم میں شک ہے ۔ خلاصہ یہ کہ مغیبات کا حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ وہ اپنے مغیبات اور اپنے اسرار اور اپنے بھید کسی پر ظاہر نہیں کیا کرتا البتہ بمقتضائے مصلحت کسی برگزیدہ اور پسندیدہ رسول پر کوئی بات ظاہر کر دیتا ہے۔ وہ رسول خواہ کوئی فرشتہ ہو یا بشر میں سے کوئی رسول ہو۔ اگر فرشتہ ہو تب بھی بڑی حفاظت اور اہتمام کے ساتھ وہ اطلاع اُس کے سپرد کی جاتی ہے۔ اور اگر وہ بشر اور انسان ہو تب بھی اُس کی پوری حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے اور شیاطین سے اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے اور خود اُس رسول کی قوت فکریہ کی پوری حفاظت کیجاتی ہے خواہ یہ مغیبات مثبت نبوت ہوں۔ یا علم احکام ہوں مثبت نبوت جیسے پیشین گوئیوں کی اطلاع بہرحال ان مغیبات کے اظہار کے وقت خاص اہتمام ہوتا ہے اگر جبرئیلؑ پر ظہور ہوتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچنے میں ان کی خاص حفاظت کیجاتی ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ جبرئیلؑ کوئی آیت یا کوئی حکم لے کر آتے تو ان کیساتھ محافظ فرشتے ہوتے تھے انہی کا ایک قول ہے کہ سورۂ انعام جب نازل ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام کے ہمراہ ستر ہزار فرشتے آئے تھے اس حفاظت کا منشا صاف ہے کہ شیاطین سے اللہ تعالیٰ کا پیغام محفوظ رہے۔ اور اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان کی حفاظت کے لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ چار محافظ فرشتے مقرر تھے جو نزول وحی کے وقت آپکی حفاظت کرتے تھے کہ جو اطلاع آتی ہے اس میں کوئی شیطان اثر انداز نہ ہو۔ چنانچہ حضرت حق تعالیٰ شانہٗ فرماتا ہے تاکہ ظاہری طور پر وہ یہ بات جان لے کہ فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات رسول تک پہونچا دیئے۔ ہو سکتا ہے کہ لیعلم کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو جیسا کہ بعض نے کہا ہے کہ رسول یہ بات جان لے کہ ان پہنچانے والوں نے اپنے پروردگار کے پیغام مجھ تک محفوظ طور پر پہنچا دیئے۔ بہرحال ہم نے راجح قول کی بنا پر تفسیر کی ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ بات ظاہری طور پر جان لے اور معلوم کر لے کہ فرشتوں نے رسول تک اور رسول نے مخلوق تک اُس کے احکام بلاکم و کاست پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ نے ان نگہبانوں کے حالات اور چوکیداروں کے پاس جو کچھ ہے اُس کا احاطہ کر رکھا ہے۔ یعنی اسکے قبضے اور اُس کی نگرانی میں ہیں کسی کو مجال تغیر و تبدل نہیں اور اُس نے ہر چیز کو فرداً فرداً شمار کر رکھا ہے۔ یعنی یہ باتیں اظہار حکومت و قوت کی غرض سے کیجاتی ہیں اور یہ انتظامات اظہار جاہ و جلال کیلئے ہیں ورنہ وہاں کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے وہ نہ چوکیداروں کے محتاج ہیں نہ پہرہ داروں کے۔ سبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیءٍ۔ (۲۸) تم تفسیر سورۃ الجن

ع ۲ ۹ ۱۲

رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ان نگہبانوں کے تمام حالات کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس نے تو ہر چیز کو فرداً فرداً شمار کر رکھا ہے۔

سُورَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ عِشْرُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ مزمل مکی ہے اور یہ بیس آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢﴾ نِصْفَهُ أَوِ

اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات۔ جو نصف رات ہو یا

انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ﴿٣﴾ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ

اس نصف سے بھی کچھ کم کر دیا کرو۔ یا نصف رات سے کچھ بڑھا دیا کرو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر

تَرْتِيلًا ﴿٤﴾ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴿٥﴾ إِنَّ نَاشِئَةَ

صاف پڑھا کرو۔ ہم عنقریب آپ پر ایک بہت وزنی فرمان نازل کریں گے۔ بے شک رات کا اٹھنا

اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ﴿٦﴾ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ

نفس کو پامال کرنے کے اعتبار سے بہت مؤثر اور بات کے اعتبار سے بہت ٹھیک ہے۔ بیشک آپ کیلئے دن بھر

سَبْحًا طَوِيلًا ﴿٧﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾

بہت شغل رہتا ہے۔ اور آپ اپنے رب کے نام کو یاد کرتے رہا کیجئے اور ماسوی اللہ سے کٹ کر اسی کیجانب متوجہ رہئے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ

وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اُس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں ہے سو آپ اپنا ہر کام سونپنے کیلئے

وَكِيلًا ﴿٩﴾ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا

اسی کو مقرر رکھئے۔ اور یہ منکر جو کچھ کہتے ہیں اُس کو برداشت کرتے رہئے اور خوش اسلوبی کیساتھ ان سے

جَمِيلًا ﴿١٠﴾ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ

کنارہ کش ہو جایئے۔ اور مجھ کو اور ان جھٹلانے والے صاحبان عیش و نعمت کو چھوڑ دیجئے اور ان کو تھوڑی سی

سورۃ المزمل مکی ہے اور یہ بیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ٭
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵
اے کپڑوں میں لپٹنے والے (۱) رات کو تہجد کی نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی رات (۲) جو نصف رات ہو یا اس نصف سے بھی کچھ کم کر دیا کرو (۳) یا نصف رات سے کچھ بڑھا دیا کرو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف اور واضح پڑھا کرو ٭ حضرات مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سورت میں مزمل سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ اور ازراہ تلطف یہ خطاب حضور کو فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت تھی کہ آپ ایک کمبل جو چودہ ہاتھ طویل تھا اپنے تمام جسم پر لپیٹ لیا کرتے تھے۔ یہ کمبل آنا لانا بنا تھا کہ بعض دفعہ اس کا حصہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بھی اوڑھ لیا کرتی تھیں۔ یا یہ کہ آپ پر جب پہلی مرتبہ وحی آئی تو آپ پر فرشتے کی آواز سے ہیبت طاری ہو گئی۔ اور آپ غار حرا سے مکان میں تشریف لائے اور فرمایا مجھے کپڑا اُڑھاؤ۔ مجھے آج ایک دہشت ناک واقعہ پیش آیا ہے۔ اور شاید اس نئی اور خوفناک بات سے میری جان جاتی رہے گی جب خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ کو کپڑا اُڑھا دیا اور آپکو اطمینان دلایا تو اسی حالت میں حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے یہ محبت آمیز خطاب دیا گیا کہ اے کپڑوں میں لپٹنے والے یا یہ کہ کفار مکہ نے (باقی ضمیمہ میں)

قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا

مہلت اور دیجئے۔ بیشک ہمارے پاس بھاری بھاری بیڑیاں ہیں اور آتش سوزاں ہے۔ اور حلق میں پھنس جانیوالا

غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ

کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے۔ یہ سزائیں اُس دن ہوں گی جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرانے لگیں

وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ

اور پہاڑ اڑتے ہوئے ریت کے ٹیلے ہو جائیں۔ بیشک ہم نے تمہاری طرف تم پر گواہی دینے والا

رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

ایک ایسا رسول بھیجا ہے جیسا ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا

رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا

تھا۔ پس فرعون نے اُس رسول کی نافرمانی کی پھر ہم نے فرعون کی بہت ہی

وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ

سخت گرفت کی۔ سو اگر تم کفر پر قائم رہے تو اُس دن سے کیسے بچو گے جو دن بچوں کو

شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ۚ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ

بوڑھا بنا دے گا۔ وہ دن ایسا ہے جس دن آسمان پھٹ جائیگا اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہیگا۔ یہ تمام

هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ

مضمون ایک نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے رب تک پہونچنے کا راستہ اختیار کرلے۔ بیشک

رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ

آپکا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ دو تہائی رات کے قریب اور

نِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۗ وَاللّٰهُ

کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات کھڑے رہتے ہیں اور رات اور دن کا

يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۗ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ

صحیح اندازہ اللہ تعالیٰ ہی کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ تم وقت کا صحیح اندازہ کرنے پر قابو نہ پاسکو گے لہٰذا اس نے

اور اے پیغمبر مجھکو اور ان جھٹلانے والوں اور تکذیب کرنیوالے اربابِ تنعم اور نازونعمت میں رہنے والوں کو موجودہ حالت پر چھوڑ دیجئے۔ اور ان کو تھوڑی مہلت اور دیجئے (۱۱) بے شک ہمارے پاس بھاری بھاری بیڑیاں ہیں۔ اور آتشِ سوزاں اور آگ کا ڈھیر ہے (۱۲) حلق میں پھنس جانے اور اٹک جانیوالا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے ؛ یعنی یہ اہل نعمت اور مرفہ الحال لوگ جو آپکی تکذیب کرنے والے ہیں ان کو اور مجھکو چھوڑ دیجئے اور ان کو میرے سپرد کر دیجئے۔ میں خود ان سے سمجھ لوں گا تھوڑا سا موقع ان کو اور دیجئے ان کے عذاب کیلئے جلدی نہ کیجئے۔ تاکہ ان کے گناہوں کا پیمانہ لبریز ہو جائے نیز جن کو اسلام کی دولت سے سرفراز ہونا ہے وہ اسلام قبول کرلیں۔ بلاشبہ ہمارے پاس عذاب کا بہت سامان ہے۔ بیڑیاں ہیں جیسا کہ سورۂ حاقہ میں گزر چکا ہے۔ دوزخ اور اُس کی آگ کا ڈھیر ہے خوراک ایسی ہے جو نگلتے وقت حلق میں پھنس جائے گی۔ زقوم مراد ہے جیسا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ ضریع ہو۔ عوسج کا کانٹا ہو۔ یا اور کوئی گلوگیر خار ہو۔ جو حلق میں اٹک جائے اور نہ اُگلا جائے اور نہ نگلا جائے۔ العیاذ باللہ اور دردناک عذاب یعنی اگر دنیا میں کوئی سزا نہ ملی تو آخرت کا عذاب تو موجود ہی ہے یہ آخرت کا عذاب اُس دن ہوگا (۱۳) جس دن زمین اور پہاڑ زلزلے کی وجہ سے ہلنے اور تھرتھرانے لگیں اور پہاڑ ریگ رواں کے ٹیلے ہو جائیں ؛ یعنی زلزلہ سخت ہوگا اور پہاڑ ریت کا ڈھیر بن جائیں گے جس طرح ریت کا ڈھیر پھسلواں ہوتا ہے پہاڑوں کی یہی حالت ہو جائیگی۔ کثیب ریت کا ٹیلہ۔ مہیل وہ ریت جو جمع ہونے کے بعد ہوا سے بہتی پھرے۔ آگے اثباتِ رسالت کا ذکر فرمایا۔ (۱۴) بلاشبہ ہم نے تمہاری جانب تم پر گواہی دینے والا اور تمہارے احوال بتانے والا ایک ایسا رسول بھیجا ہے جیسا ہم نے فرعون کیطرف ایک رسول بھیجا تھا (۱۵) سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی پھر ہم نے فرعون کی بہت ہی سخت گرفت کی ؛ یعنی سابقہ پیشین گوئیوں کی بنا پر ان پیشین گوئیوں کا مصداق تمہاری طرف نبی آخر الزماں کو رسول بنا کر بھیجا جیسا ہم نے حضرت موسیٰؑ کو صاحبِ شریعت رسول بنا کر فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ جس طرح وہ صاحبِ کتاب اور صاحبِ شریعت تھے اسی طرح یہ نبی بھی صاحبِ شریعت اور صاحبِ کتاب ہے اور تمہارے احوال بتانے والا ہے یعنی قیامت میں فرماں برداروں اور نافرمانوں کو بتائیگا پھر فرعون کا حال تم کو معلوم ہے کہ جب اُس نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور اُن کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اُسکو سخت قسم کا پکڑنا پکڑا اسی طرح جو اس پیغمبر کی نافرمانی کرے گا تو ان نافرمانوں کے ساتھ بھی معاملہ عذاب کا کیا جائے گا۔ لہٰذا اگر تم بھی کفر پر قائم رہے اور دینِ حق کا انکار کرتے رہے تو اس دن سے جو آنیوالا ہے کس طرح بچ سکتے ہو۔ (۱۶) پس اگر تم کفر پر قائم رہے تو اُس دن کی مصیبت اور عذاب سے کیسے بچو گے جو دن اپنی شدت و ہیبت اور امتداد کی وجہ سے بچوں کو بوڑھا بنا دے گا (۱۷) وہ دن ایسا ہے جس دن آسمان پھٹ جائیگا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا ؛ یعنی اگر دنیا میں کچھ دن بچے بھی رہے تو آخر اُس دن سے کیسے بچو گے جو دن اتنا طویل ہوگا کہ بچوں کو بڑھاپا آجائے۔ یا اتنا ہولناک اور دہشتناک ہوگا کہ بچوں کے بال سفید ہو جائیں اور بچے بوڑھے ہو جائیں اُس دن آسمان پھٹ جائیگا۔ حضرت حق تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے جو ہو کر رہے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اُس دن کی شدت سے یا درازی سے اگرچہ وہاں جیسے ہیں ویسے رہیں گے پر مدت اتنی ہے کہ لڑکے بوڑھے ہو جائیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ ایسا نہ ہوگا بلکہ جو جیسا ہے ویسا ہی رہے گا۔ مگر دن کی شدت اور طوالت ایسی ہوگی جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں (۱۸) بلاشبہ یہ تمام مضمون ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے پروردگار تک پہونچنے کا راستہ اختیار کرلے ؛ یعنی یہ مضامین نصیحت کے بیان کئے گئے ہیں اور یہ مضامین سب نصیحت ہیں۔ جو شخص اپنا نفع چاہے وہ ان نصائح پر عمل کر کے اپنے پروردگار سے مل جائے اس کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ کسی کے لئے روک نہیں ہے جو اُس تک پہونچنا چاہتا ہے وہ ان نصائح پر عمل کرے اور پہونچ جائے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں رات جاگنے کا حکم ایک برس رہ کر موقوف ہوا اگلی آیت اُتری ۱۲ خلاصہ یہ کہ شروع سورۃ میں جو شب بیداری اور رات کے جاگنے کا حکم ہوا تھا وہ تقریباً ایک سال کے بعد منسوخ ہوا (۱۹) بلاشبہ آپ کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ دو تہائی رات کے قریب اور کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادتِ الٰہی میں کھڑے رہتے ہیں اور رات اور دن کا پورا اور صحیح اندازہ (باقی ص ۹۲۱ پر)

(بقیہ صفحہ ۹۲۰) اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ تم وقت کا صحیح اور ٹھیک اندازہ کرنے پر قابو نہ پا سکو گے اور احاطہ نہ کر سکو گے لہٰذا اُس نے تمہارے حال پر شفقت و مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی سو اب تم لوگ قرآن میں سے جو آسانی کے ساتھ پڑھ سکو پڑھ لیا کرو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور بعض لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی معاش تلاش کرنے کو ملک میں سفر بھی کریں گے اور بعض اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے۔ لہٰذا اس لئے بھی اب جس قدر قرآن کا پڑھنا آسان ہو اتنا پڑھ لیا کرو۔ اور فرض نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کو مخلصانہ قرض دیا کرو یعنی قرض حسنہ کے طور پر قرض دیا کرو اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے تو تم اُس کو اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بہتر اور اجر کے اعتبار سے بڑا پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش اور گناہوں کی معافی طلب کرتے رہو جبکہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب سے تم کو تہجد پڑھنے اور رات میں عبادت کرنے کا حکم ہوا ہے اور آپ اور آپ کے ساتھیوں نے جس طرح اس حکم کی تعمیل کی ہے اور شب بیداری میں جو جو مشقتیں تم نے برداشت کی ہیں ان سب سے آپ کا پروردگار بخوبی واقف ہے کہ تم میں سے بہتوں کے پاؤں سوج گئے۔ اور تم میں سے بعض تمام رات جاگتے رہے کہ ثلث اور ثلثین میں فرق نہ آ جائے یا نصف رات سے کم نہ ہو جائے۔ غرض یہ تمام باتیں آپ کے پروردگار کو اے پیغمبر معلوم ہیں۔ اور رات اور دن کا صحیح اندازہ اور پوری پیمائش تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے دن کا اور رات کا بڑھنا گھٹنا اُسی کے اختیار میں ہے۔ بندوں کے لئے صحیح اندازہ نصف اور ثلث وغیرہ کا کرنا اور صحیح وقت پر ہمارے حکم کی تعمیل کرنا مشکل ہے۔ تفسیر صفحہ ہٰذا۔ اور جبکہ اس قسم کے آلات بھی نہ ہوں یا ہوں تو ان کا جمع کرنا اور ان کا اہتمام کرنا دشواری سے خالی نہ ہو اس لئے تم وقت کا صحیح اندازہ کرنے پر نہ قابو پا سکو گے اور نہ اُس کا احاطہ کر سکو گے تو مطلب یہ ہوا کہ اس کو پورا نہ کر سکو گے اور ہمیشہ نہ نبھا سکو گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی فرمائی اور تمہارے حال پر توجہ فرمائی سو اب تم لوگ جس قدر قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ قرآن سے مراد یہاں تہجد کی نماز اور تہجد کی نماز میں قرآن کا پڑھنا۔ اور رات کی نماز کا بڑا مقصد قرآن کی تلاوت ہی ہے اور رات کی تنہائی میں قرآن کے معانی پر غور کرنا ہے۔ اس لئے جہاں رات کی عبادت کا ذکر فرماتے ہیں وہاں یتلون اٰیات اللہ کا ذکر آتا ہے۔ اور آیات الٰہی پڑھتے ہوئے سجدہ میں خشوع کیساتھ روتے ہوئے گرنے کا ذکر ضرور فرماتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ جس قدر آسانی کے ساتھ قرآن اور نماز پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ آگے اس تخفیف اور رعایت کی وجہ علتیں بیان فرمائیں۔ مثلاً۔ بیماری۔ تجارت کی غرض سے سفر اور مال حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا یا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جنگ میں جانا یہ اس قسم کی ضرورتیں ہیں جو ہر ایک مسلمان کو پیش آتی رہتی ہیں اس لئے بھی اس حکم کو تم پر سے اُٹھا لیا جاتا ہے۔ فاقرء وا ما تیسر منہ چونکہ نسخ کی اور علتیں بیان کی تھیں اس لئے پھر فرمایا کہ جس قدر آسان ہو وہ کر لیا کرو۔ جس قدر نماز پڑھ سکو اور قرآن پڑھ سکو اُس قدر پڑھ لیا کرو تہجد کا حکم منسوخ کر دیا گیا البتہ جو احکام روزمرہ کے ہیں اُن کا خیال رکھو۔ یعنی نماز کی پابندی رکھو۔ زکوٰۃ دیتے رہو اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات میں اخلاص کا خیال رکھو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتے رہو۔ قرض

عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ

تمہارے حال پر توجہ فرمائی اب تم لوگ قرآن میں سے جو آسانی کیساتھ پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم

مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ

میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور بعض لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی معاش کو

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ

تلاش کرنیکے لئے ملک میں سفر بھی کریں گے اور بعض اللہ تعالیٰ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ

جہاد بھی کریں گے لہٰذا اب جس قدر قرآن کا پڑھنا آسان ہو اتنا پڑھ لیا کرو اور فرض نماز کی پابندی رکھو اور

اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا

زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ کے طور پر قرض دیا کرو اور جو نیک عمل تم اپنے لئے

لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ

آگے بھیجو گے تو اُس کو اللہ کے پاس اُس سے بہتر اور اجر کے اعتبار سے بہت بڑا پاؤ گے اور

اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع ۲

اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے

ع ۲ / ۱۴

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِىَ سِتٌّ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مدثر مکی ہے اور یہ چھپن آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ ﴿۳﴾ وَ

اے لحاف میں لپٹنے والے۔ اُٹھ کھڑے ہو اور ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کرو۔ اور

ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ ﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ

اپنے کپڑوں کو خوب پاک رکھو۔ اور ہر قسم کی پلیدگی سے دور رہو۔ اور کسی پر اس غرض سے احسان نہ کرو کہ

دینا اصل میں تو اُس رقم کو کہتے ہیں جو واپسی کی توقع پر کسی کو دیا جائے فقراء کے دینے کو قرض فرمایا۔ اور وہ قرض بھی اپنے لئے فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو۔ یہ فقراء کے لئے غایت شفقت کے الفاظ ہیں اور دینے والوں اور خیرات کرنے والوں کے لئے بڑے ہی اُمید افزا ہیں اور فقرا اور مساکین کی مدد و حاجت روائی پر بہت بڑے اجر و ثواب کی بشارت ہیں بہرحال جو بھلائی بھی اور جس قسم کی بھلائی بھی اپنے لئے اپنی زندگی میں آگے بھیج جاؤ گے۔ تو اُس کو اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر اُس کو دنیوی متاع سے کہیں بہتر اور اجر کے اعتبار سے بہت بڑا پاؤ گے۔ یعنی دنیوی امور میں جو خرچ کیا ہوگا اس کے مقابلے میں اللہ کی راہ میں دیگر جو ذخیرہ کیا ہوگا وہ کہیں بہتر ہوگا۔ اور اجر و ثواب میں اعظم ہوگا۔ بعض بزرگوں کا قول ہے۔ تجدوا ثوابہ خیر الکم من متاع الدنیا واعظم اجرا لان اللہ تعالیٰ یعطی المؤمن اجرہ بغیر حساب۔ اور ان تمام امور خیر کے ساتھ ساتھ روزمرہ کے کاموں سے یہ کام بھی کرا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہو اور اُس سے اپنے گناہوں پر معافی طلب کیا کرو کیونکہ ہر بندہ کسی نہ کسی بڑے (باقی ص ۹۲۲ پر)

(بقیہ صفحہ ۹۲۱) یا چھوٹے قصور میں مبتلا ہے۔ کوئی شخص بے گناہی کا دعویٰ نہیں کرسکتا بے شک اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے تم استغفار کروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے گا (۲۰) تمہ تفسیر سورۃ المزمل
سورۃ مدثر مکی ہے اور یہ چھپن آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ۔ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۔ اے لحاف میں لپٹنے والے (۱) اٹھ کھڑے ہو اور لوگوں کو ڈراؤ (۲) اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو (۳) اور اپنے کپڑوں کو خوب پاک رکھو (۴) اور ہر قسم کی پلیدگی سے دور رہو (۵) **تفسیر صفحہ ہذا**۔ اور کسی پر اس لئے احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ بدلا چاہو یعنی مت دے کسی کو زیادہ لینے کو (۶) اور اپنے پروردگار کے لئے مصائب کو برداشت کیجئے ۔ جس طرح پہلی سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لطف اور مہربانی کے ساتھ خطاب فرمایا تھا اسی طرح اس سورت میں بھی حضور ہی کو خطاب فرمایا ہے۔ مدثر اصل میں متدثر ہے۔ تا کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کردیا ہے۔ اس سے مدثر ہوگیا ہے دثار اوپر کے کپڑے کو کہتے ہیں جس طرح شعار نیچے کے کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے الانصار شعار والناس دثار۔ متدثر اس شخص کو کہتے ہیں جو سردی اور ٹھنڈ کی وجہ سے اپنے کپڑوں پر کوئی کپڑا اوپر سے اوڑھ لے اور کوئی گرم کپڑا اوپر سے لپیٹ لے پہلی سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا تھا عبادت کرنے اور رات میں قیام کرنے کا تاکہ نفس میں استعداد پیدا ہو یہاں ارشاد ہے کھڑے ہو اور خدا کی مخلوق کو احکام سناؤ اور آنیوالی آفات سے بچاؤ۔ گویا پہلی سورت میں ارشاد تھا کمال کا اور اس سورت میں ارشاد ہے تکمیل کا۔ یعنی جب تم میں ہر قسم کا کمال پیدا ہوگیا اور تم ہر اعتبار سے اکمل ہوگئے۔ تو اب دوسروں کو بھی اپنے کمال کا فیض پہونچاؤ۔ اور دوسروں کی اصلاح کرو۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ سب سے پہلے غار حرا میں سورۃ اقراء کی چند آیتیں نازل ہوئیں۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ جسکو فترۃ الوحی کا زمانہ کہتے ہیں، اس زمانے میں آپ کو بہت اشتیاق ہوا اور وحی کی لذت بہت یاد آئی۔ چنانچہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا سے تشریف لا رہے تھے کہ آپکو آواز آئی جیسے کوئی پکارتا ہے آپنے دائیں بائیں دیکھا پیچھے پھر کر دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ جب اوپر نگاہ کی تو آسمان و زمین کے درمیان حضرت جبرئیل کو انکی اصل حالت پر دیکھا کہ وہ ایک تخت پر بیٹھے ہیں اور آسمان کے کنارے ان کے پروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ حضرت جبرئیل کو اس حالت میں دیکھ کر آپ پر بہت خوف طاری ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ بیہوش ہوگئے۔ اور جب ہوش آیا تو کپکپاتے ہوئے مکان تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے کہا مجھے کپڑا اڑھاؤ۔ غرض جب کپڑا اوڑھ کر کپڑے میں لپٹ گئے تب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ سورۂ مدثر اور سورۂ اقراء کے متعلق دو قول مشہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ مدثر سب سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے اقراء نازل ہوئی ہے۔ جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ سب سے پیشتر اقراء کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں اور اس کے بعد فترت کا کچھ دنوں زمانہ رہا پھر اس سردی اور کپکپی کی حالت میں جب آپنے اوپر کپڑا اوڑھ لیا تب سورۂ مدثر کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ جمہور کی رائے صحیح ہے۔ حقیقی ابتداء وحی کی تو سورۂ اقراء ہے اور فترۃ کے بعد کی ابتدا سورۂ مدثر سے ہوئی ہے۔ سورۂ مزمل اور سورۂ مدثر سے اہل سلوک نے خرقہ پوشی کے لوازم کا اخراج کیا ہے کما قال الشاہ عبدالعزیز الدہلوی رحمۃ اللہ، بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت آمیز خطاب سے مخاطب فرماکر ارشاد فرمایا اے بالاپوش میں لپٹنے والے کھڑے ہوجایئے اور دوسرے لوگ جو عمر انسانی زندگی گزار رہے ہیں اور نفسانی خواہشات اور آبائی رسومات میں مبتلا ہوکر اپنے خالق سے بھٹک گئے ہیں اُن کو خوف دلاکر اور ڈراکر راہِ راست پر لایئے اور ان کی تکمیل کیجئے۔ صرف انذار اور ڈرانے کو فرمایا چونکہ تبلیغ کا ابتدائی دور تھا اس لئے ان آیتوں میں بشارت کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اس وقت مسلمان صرف گنتی ہی کے تھے۔ نیز یہ کہ اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو۔ یعنی اللہ اکبر کہا کرو۔ یا یہ کہ انسانوں کے سامنے اللہ کی عظمت اور اُس کی بڑائی بیان کرو۔ تاکہ لوگ اُس کی عظمت و جلال سے ڈر کر اس کو مانیں اور جن کمزور چیزوں کو خدا کے مقابلے میں پوج رہے ہیں اُن کو چھوڑدیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی پرستش کیا کریں۔ اور اپنے کپڑوں کو خوب پاک رکھو ثیاب سے مراد ظاہری و باطنی ہر قسم کی پاکی مراد ہے۔ عرب میں ثیاب بول کر ذات مراد لیا کرتے تھے۔ یعنی اپنی صفات اور اخلاق کو خوب پاکیزہ رکھئے۔ یا جس طرح کپڑوں کو ظاہری نجاست سے پاک کیجئے اسی طرح (باقی ضمیمہ میں)

تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿٧﴾ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿٨﴾

اس سے زیادہ بدلا چاہو۔ اور اپنے رب کی خاطر مصائب کو برداشت کرو۔ پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی

فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ﴿٩﴾ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ

تو وہ دن ایک سخت دن ہوگا۔ کافروں پر ذرا آسان

يَسِيرٍ ﴿١٠﴾ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْتُ

نہ ہوگا۔ مجھ کو اور اس شخص کو اپنے حال پر رہنے دو جس کو میں نے اکیلا یعنی بے سروسامان پیدا کیا۔ اور پھر میں نے

لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ﴿١٢﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾ وَمَهَّدتُّ

اس کو بہت سا مال دیا۔ اور ایسے بیٹے دیئے جو اُسکی آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں۔ اور ہر قسم کا دنیوی سامان

لَهُ تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ

اُس کے لئے مہیا کیا۔ اس پر بھی یہ ہوس رکھتا ہے کہ میں اس کو اور زیادہ دوں۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ وہ

كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ

ہماری آیتوں کا دشمن ہے۔ عنقریب میں اس کو سخت چڑھائی چڑھاؤں گا۔ کیوں کہ اس

فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ

شخص نے تامل کیا اور ایک اندازہ لگایا۔ سو یہ تباہ کیا جائے کیسا اندازہ لگایا۔ پھر وہ تباہ کیا جائے اس نے

كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ

کیسا اندازہ لگایا۔ پھر اپنے اندازے میں غور و تامل کیا۔ پھر منہ بنایا اور تیوری چڑھائی۔ پھر

أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾

پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر کہنے لگا بس یہ قرآن تو ایک جادو ہے جو نقل ہوتا چلا آتا ہے۔

إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَ

یہ قرآن تو صرف کسی آدمی کا کلام ہے۔ میں عنقریب اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ اور

مَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ

اے پیغمبر آپکو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے۔ وہ نہ کچھ باقی رکھے اور نہ کسی کو چھوڑے۔ کھال کو جھلس کر

وہ سقر یعنی دوزخ کھال کو جلا کر اور جھلسا کر سیاہ کر دینے والی ہے ۔ ہم بتا چکے ہیں کہ سقر درکات جہنم میں سے ایک درک کا نام ہے۔ جس کی آگ بہت تیز ہے ۔ بشر کا ترجمہ بعض حضرات نے انسان اور آدمی کیا ہے یعنی وہ آگ آدمیوں کو جلا کر سیاہ کر دیگی ۔ بعض حضرات نے لواحۃ کو لاح یلوح سے لیکر یہ ترجمہ کیا ہے نظر آتی ہے پنڈلی پر ۔ یعنی وہ آگ اس طرح رگ و پے میں جذب ہو جائیگی کہ بدن کے اوپر سے نظر آتی ہوگی جس طرح تپتے ہوئے لال لوہے میں آگ دکھائی دیتی ہے ۔ بہرحال ان آیتوں پر حضرت شاہ صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذیل میں ہم نقل کرتے ہیں ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جب پھونکے صور ۱۲ پھر وحیدا پر فرماتے ہیں یعنی اپنے باپ کے ہاں ایک بیٹا جس کا شریک نہ ہوا اور بھائی یا اکا دنیا کی لیاقت میں ۱۲ پھر فرماتے ہیں کہتے ہیں یہ ولید کا ذکر فرمایا وہ دور دور تک دیکھ آیا تھا کافروں نے اسکو کہا تو سن محمد کیا پڑھتا ہے تجویز کر کر کیا ہے حضرت نے پڑھا تب اس نے منہ بنا کر کہا کہ یہ جادو ہے ۱۲ صعودا پر فرماتے ہیں دوزخ میں ایک پہاڑ ہے سیدھا کافروں کو اس پر ہمیشہ چڑھاویں گے یہ بھی ایک عذاب ہے ۱۲ پھر فرماتے ہیں جیسے لوہا دکھتا سرخ نظر آتا ہے آدمی کے پنڈے پر وہ سرخ نظر آئیگی ۱۲ (۲۹) اس جہنم پر انیس ۱۹ فرشتے مقرر ہیں ۔ یعنی یہ فرشتے خزنۂ جہنم ہیں ان میں ایک کا نام مالک ہے جس کو داروغہ کہا جاتا ہے بہرحال اس عدد پر کفار نے استہزا کیا کہ بس انیس فرشتے ہیں اور ہم تو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہوں گے تو وہ ہم کو کیسے عذاب کر سکیں گے ۔ ہماری تعداد ان سے کہیں زائد ہوگی ۔ چنانچہ آگے اس کا جواب ہے (۳۰) اور ہم نے دوزخ کے نگہبان اور کارکن سوائے فرشتوں کے اور کسی کو نہیں بنایا ۔ یعنی صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے جو ان فرشتوں کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کی غرض سے رکھی ہے تو اس لئے تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں اور اہل ایمان اپنے ایمان کے اعتبار سے اور زیادہ قوی ہو جائیں اور اہل کتاب اور مسلمان اس تعداد میں شک نہ کریں اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری اور روگ ہے وہ اور دین حق کے منکر یعنی منافق اور کافر یوں کہیں کہ آخر اس قسم کا عجیب مضمون اور اس قسم کی کہاوت بیان کرنے سے اللہ کا مقصد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس مثل سے کیا ارادہ کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے راہ کر دیتا ہے اور گمراہ رکھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے صحیح راہ دکھاتا ہے اور اس کی رہنمائی فرماتا ہے اور آپ کے پروردگار کے لشکروں کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا اور یہ دوزخ کا مضمون اور دوزخ کا حال بیان کرنا صرف بنی نوع انسان کے لئے ایک نصیحت ہے ۔ فرشتوں کی تعداد انیس بتائی یہ موکلان عذاب ہیں ۔ بعض علماء نے اس تعداد کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ عقائد قطعیہ اور مامورات و منہیات جن کو فروع ایمانی کہتے ہیں ان کی تعداد انیس ۱۹ ہے اس لئے ان کے منکروں پر انیس فرشتے مقرر کئے گئے ہیں ۔ بعض نے فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے مختلف کاموں پر مقرر ہیں ۔ اور جو فرشتہ جس کام پر مقرر ہے وہ وہی کام کرتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا ۔ جیسے انسان کے اعضاء ۔ آنکھ دیکھنے کا کام کرتی ہے ۔ وہ سننے کا کام نہیں کر سکتی ۔ کان سننے کا کام کر سکتا ہے وہ دیکھنے اور چکھنے کا کام نہیں کر سکتا ۔ زبان چکھنے کا کام کر سکتی ہے تو وہ دیکھنے اور سننے کا کام نہیں کر سکتی اسی طرح عذاب کی انواع و اقسام بھی انیس ۱۹ ہیں اور ہر فرشتہ ایک خاص قسم کے عذاب پر موکل ہے اور وہ وہی عذاب کر سکتا ہے جس طرح جبرئیل علیہ السلام بارش کا انتظام نہیں کر سکتے اسی طرح حضرت میکائیلؑ لوگوں کی جان قبض نہیں کر سکتے ۔ اگرچہ ہر فرشتہ کتنی ہی طاقت کیوں نہ رکھتا ہو مگر وہ اپنے مفروضہ کام کے علاوہ دوسرا کام نہیں کر سکتا ۔ پس اگر ایک ہی قسم کا عذاب مقصود ہوتا تو ایک ہی فرشتہ مقرر کیا جاتا لیکن چونکہ طرح طرح کا عذاب دینا مقصود ہے اس لئے انیس فرشتے مقرر کئے گئے ۔ تسعۃ عشر کے عدد سے شاید منکروں کو یہ خیال ہوا ہو کہ یہ انسان ہوں گے اس کا جواب دیا گیا ۔ کہ ہم نے جہنم کے کارکنان صرف فرشتے مقرر کئے ہیں آدمی نہیں مقرر کئے ۔ آگے اس تعداد پر اور چند غایات مرتب فرمائیں ۔ کفار کے لئے موجب فتنہ ہو ۔ چنانچہ اس تعداد پر ان کا الجھنا ان کا گمراہ ہونا ظاہر ہے جیسا کہ آگے آئیگا ۔ اہل کتاب کا سنتے ہی یقین کر لینا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی پیغمبر برحق ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی تعداد فرشتوں کی انیس ہے یا یہ کہ وہ فرشتوں کی بے پناہ طاقت کے قائل تھے اب اگر ان کی کتابوں میں موجود نہ ہو تو شاید اور باتوں کی طرح یہ بھی ضائع ہو گیا ہوگا بہرحال اس عدد پر اہل کتاب یقین کریں اور مسلمانوں کے ایمان کا کمال بڑھے ۔ اور کیفیت ایمانی اور قوی ہو ۔ نیز جب ایک چیز کا اور علم ہوا تو (باقی ضمیمہ میں)

لِلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحٰبَ

سیاہ کر دینے والی ہے ۔ اس جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں ۔ اور ہم نے دوزخ کا کارکن سوائے

النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً

فرشتوں کے اور کسی کو نہیں بنایا اور ہم نے جو ان فرشتوں کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش میں مبتلا کرنے کی

لِّلَّذِينَ كَفَرُوا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَ

غرض سے رکھی ہے تو اس لئے تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں اور

يَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِيمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ

اہل ایمان اپنے ایمان کے اعتبار سے اور زیادہ قوی ہو جائیں اور اہل کتاب اور مسلمان اس تعداد

أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي

میں شک نہ کریں اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے

قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ

وہ اور منکرین حق یوں کہیں کہ آخر اس قسم کا عجیب مضمون بیان کرنے سے اللہ کا مقصد کیا ہے

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اسی طرح اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے بے راہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے صحیح راہ دکھا دیتا ہے

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٰى

اور آپ کے پروردگار کے لشکروں کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا اور یہ دوزخ کا حال بیان کرنا صرف بنی نوع انسان کے

لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ

لئے ایک نصیحت ہے ۔ سن رکھو دوزخ کا انکار نہ کرو میں قسم کھاتا ہوں چاند کی ۔ اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگے ۔ اور صبح کی

إِذَآ أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾

جبکہ وہ نمایاں ہو جائے ۔ کہ وہ جہنم بڑی بڑی ہولناک چیزوں میں سے ایک چیز ہے ۔ وہ انسان کو خوف زدہ کرنے والی چیز ہے

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ أَنْ يَّتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

جو تم میں سے چاہے کہ آگے بڑھے اس کیلئے بھی یا جو پیچھے رہے اس کے لئے بھی ۔ ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے

ع ۱ / ۱۵

ہم سورۂ طور میں تفصیل عرض کر چکے ہیں یعنی ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس ہے جس طرح شی مرہونہ محبوس ہوتی ہے اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرضہ ادا کر دو اور اپنی چیز لے لو۔ یہی حالت اعمال کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو جن چیزوں کا مکلف کیا ہے اگر وہ بجا لائے اور ان حقوق کو پورا کر دے تو گردن چھوٹ جائے اور اگر ان حقوق کو پورا نہیں کیا تو اسی طرح محبوس سمجھو جس طرح شی مرہونہ محبوس ہوتی ہے آگے ان نفوس حضرات کا استثناء ہے جو حقوق اور فرائض کی بجا آوری کے باعث سبکدوش ہو چکے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں (۳۸) مگر داہنی جانب والے اس حبس اور رہن سے مستثنیٰ ہیں ؛ یعنی الست کے دن حضرت آدمؑ کی داہنی جانب تھے۔ دنیا میں بھی راست رو رہے۔ قیامت میں عرشِ الٰہی کے داہنی جانب جگہ ملی۔ اور ان کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے گئے۔ یہ حضرات اصحاب یمین کہلاتے ہیں جیسا کہ سورۂ واقعہ میں ذکر کیا جا چکا ہے اور جب اصحاب یمین مستثنیٰ ہوئے تو سابقون کو بالاولیٰ مستثنیٰ سمجھنا چاہئے۔ بہرحال یہ حضرات محبوس ہونے سے مستثنیٰ ہوں گے۔ یہ حقوق واجبہ ادا کرنے کی وجہ سے مرہون نہ ہوں گے۔ آگے ان اصحاب یمین کی مزید تفصیل ہے (۳۹) تفسیر صفحہ ہذا کہ وہ اصحاب یمین بہشتوں میں ہوں گے دریافت کرتے ہونگے (۴۰) گناہگاروں سے ان کا حال ؛ یعنی یہ حضرات بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔ آٹھویں پارے میں اہل جہنم اور اہلِ جنت کی گفتگو کا ذکر ہو چکا ہے اسی گفتگو کا ایک حصہ یہاں مذکور ہے۔ مجرمین سے اہلِ جنت دریافت کریں گے۔ (۴۱) تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا اور تم کاہے سے دوزخ میں جا پڑے (۴۲) وہ جواب دیں گے نہ تو ہم نماز پڑھنے والوں میں سے تھے (۴۳) اور نہ ہم مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے (۴۴) اور دینِ حق پر نکتہ چینی کرنیوالوں کے ہمراہ ہم بھی نکتہ چینی کیا کرتے تھے (۴۵) اور ہم روزِ جزا کی تکذیب کیا کرتے تھے (۴۶) یہاں تک کہ ہم کو موت آ پہونچی ؛ یعنی نہ ہم نماز کی فرضیت کے معتقد تھے جو نماز پڑھتے۔ نہ زکوٰۃ واجبہ کے قائل تھے جو کسی مسکین کے ساتھ سلوک کرتے۔ اور جو لوگ دینِ حق کے باطل کرنے کے درپے رہا کرتے تھے اور دینِ حق پر بے ہودہ نکتہ چینیاں کرتے تھے ہم بھی اُن لوگوں کی ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے۔ اور دینِ فطرت پر نکتہ چینیوں کا شغلہ ہم نے اختیار کر رکھا تھا۔ اور روزِ جزا یعنی انصاف کے دن اور قیامت کے روز کو جھٹلایا کرتے تھے۔ ہم انہی لغو اور بیہودہ مشاغل میں لگے رہے یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی حضرت شاہ صاحبؒ یقین پر فرماتے ہیں یعنی موت۔ بات میں دھنستے یعنی ایمان کی باتوں پر انکار کرتے سب کے ساتھ مل کر ۱۲ خلاصہ یہ کہ موت کو یقین فرمایا اس لئے کہ موت آنے کے بعد پھر شک کی گنجائش کہاں ؛ (۴۷) لہٰذا ایسے لوگوں کو سفارش کرنیوالوں کی سفارش نفع نہ دیگی ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کافر کے حق میں کوئی سفارش نہ کرے گا اور کریگا تو قبول نہ ہوگی ۱۲ (۴۸) پھر ان دینِ حق کے منکروں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس سراسر نصیحت یعنی قرآن سے اس طرح مُنہ موڑتے اور مُنہ پھیرتے اور رُو گردانی کرتے ہیں (۴۹) کہ گویا وہ جنگلی اور وحشی گدھے ہیں۔ (۵۰) جو شیر سے بھاگ رہے ہیں ؛ تذکرہ یعنی قرآن حکیم سے یہ لوگ اعراض اور روگردانی اور نفرت اور بدکنا اور بدک کر بھاگنا۔ اس قسم کی حرکات کیوں کرتے ہیں ان کی حرکات ایسی ہیں کہ گویا یہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جنگل کے گدھے کھٹکے سے بھاگتے ہیں ۱۲ منکروں کو حمرٌ مستنفرۃ کے ساتھ تشبیہ دی۔ اول تو گدھا حماقت اور بے وقوفی میں مشہور ہے پھر وہ بھی وحشی یعنی گورخر جو معمولی آوازسے ڈرتا اور بدکتا ہے تو یہ کفارِ مکہ حق کے شور و غل سے اس طرح سے بھاگتے ہیں جس طرح جنگلی گدھے معمولی آواز اور شیر کی خوشبو سے بھاگتے ہیں (۵۱) نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے آسمانی صحیفے دیئے جائیں ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ہر کوئی نبی ہوا چاہتا ہے کہ کھلی کتاب پادے آسمان سے ۱۲ خلاصہ یہ کہ سورۂ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے کہ یہ کافر ایمان لانے کے لئے یہ شرط مقرر کرتے تھے کہ اس کتاب کو ہم خود پڑھیں ایسی کتاب ہمارے سامنے آسمان سے لا کر ہم کو دو۔ اس قسم کی شرائط محض دفع الوقتی کے لئے کرتے تھے یا یہ کہ جو کچھ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے وہ ہم کو بھی دیا جائے۔ حتیٰ نؤتیٰ مثل ما اوتی رسل اللّٰہ (سورۂ انعام) (۵۲) نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ (باقی ص۹۲۵ پر)

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنَّاتٍ

رہن رکھا ہوا ہے۔ مگر ہاں داہنی طرف والے۔ کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے

يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾

دریافت کرتے ہوں گے۔ گناہ گاروں سے اُن کا حال۔ تم کو دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا۔

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾

وہ جواب دیں گے کہ نہ تو ہم نماز پڑھنے والوں میں سے تھے۔ اور نہ ہم مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ

اور دینِ حق پر نکتہ چینی کرنیوالوں کے ہمراہ ہم بھی نکتہ چینی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہم روزِ جزا کی تکذیب

الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ

کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو سفارش کرنے والوں کی

الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾

سفارش نفع نہ دیگی۔ پھر ان منکرینِ حق کو کیا ہو گیا کہ وہ اس سراسر نصیحت یعنی قرآن سے منہ پھیرتے ہیں۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ

کہ گویا وہ جنگلی گدھے ہیں۔ جو شیر کے خوف سے بھاگ رہے ہیں۔ نہیں بلکہ بات

يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾

یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے آسمانی صحیفے دیئے جائیں۔

كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾

نہیں بلکہ اصل یہ معاملہ ہے کہ یہ آخرت سے ہی نہیں ڈرتے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ قرآن سراسر پند و نصیحت ہے۔

فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ

سو جو شخص چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور جب تک خدا تعالیٰ نہ چاہے یہ لوگ نصیحت قبول کرنیوالے نہیں ہیں

هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾ ع

وہی اس کے لائق ہے کہ اُس کی پکڑ سے ڈرا جائے اور وہی مغفرت کا اہل ہے۔

(بقیہ صفحہ ۹۲۴) لوگ آخرت ہی سے نہیں ڈرتے ؛ یعنی آخرت پر نہ ایمان نہ اُس کا خوف اور نہ وہاں کے عذاب کا ڈر اس لئے یہ باتیں کرتے ہیں ان کا مقصد ایمان لانا نہیں (۵۳) ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ قرآن سراسر پند و نصیحت ہے (۵۴) پس جو شخص چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے ؛ یعنی ہر ایک شخص پر نہ کھلے صحیفے نازل ہوں گے نہ کتاب اُتاری جائیگی نہ ہر ایک کو رسول بنایا جائیگا۔ محمد پر جو کتاب اُتری ہے یہ نصیحت ہی نصیحت ہے جس کو ہدایت نصیحت اور آخرت کی نجات منظور ہے وہ اس سے نصیحت قبول کرے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک پر اُتری تو کیا ہوا کام تو سب کے آتی ہے ۱۲ (۵۵) اور جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے یہ لوگ نصیحت قبول کرنیوالے نہیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے لائق ہے کہ اُس سے ڈرا جائے اور وہی مغفرت اور بندوں کے گناہ معاف کرنیکا اہل ہے ؛ یعنی قرآن تو واقعی تذکرہ ہے۔ اور فی نفسہٖ نصیحت ہے لیکن بعض لوگ نصیحت قبول نہیں کرتے تو بات یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کے بدون چاہے یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کریں گے جو لوگ رشحات نور سے محروم رہ چکے ہیں اور جن کا دامنِ استعداد حق پرستی سے خالی ہے۔ اور جو اپنی بداعمالی اور اسلام دشمنی کے باعث توفیقِ الٰہی سے محروم ہیں اور اُن کی ہدایت کے ساتھ مشیتِ ایزدی کا تعلق نہیں ہے وہ نصیحت قبول نہیں کریں گے۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی تقویٰ کا اہل ہے۔ یعنی وہی ہے جس کی گرفت اور جسکے عذاب سے ڈرنا چاہئے وہ اللہ تعالیٰ ہی اس لائق ہے کہ لوگ اس سے ڈریں اور وہی اس قابل ہے کہ ڈرنے والوں کے گناہ بخشے اور معاف کردے۔ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ تمہارا پروردگار فرماتا ہے میں اس کا اہل ہوں اور میں اس قابل ہوں کہ بندہ مجھ سے ڈرتا رہے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور جب بندہ مجھ سے ڈرا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا تو میں اس قابل ہوں کہ اس کے گناہوں کو بخشدوں اور اپنے لطف و کرم سے اس کے تمام گناہ معاف کردوں (۵٦) تم تفسیر سورۃ المدثر۔ تفسیر صفحہ ہٰذا۔

سورۃ قیامت مکی ہے اور یہ چالیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ٥ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٥ میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی (۱) اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنیوالا ہے (کہ تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے) ؛ یعنی کفار عام طور سے قیامت کا انکار کرتے ہیں اور ان کو قیامت کا یقین نہیں آتا اور یہ مرنے کے بعد دوبارا زندہ ہونے اور حساب دینے کے قائل نہیں ہوتے اور گھبراتے ہیں اس لئے نہایت سختی سے اس کا انکار کرتے ہیں اور عجیب و غریب قسم کے شبہات پیش کرتے ہیں۔ جن کا ماحصل یہ ہے کہ یہ اس بات سے اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے ہیں کہ وہ انسان کو اس کے مرنے کے پیچھے زندہ نہیں کرسکتا۔ حضرت حق جل مجدہٗ نے اس سورت میں قسم کھا کر ان کے تاکیدی انکار کا رد کیا ہے۔ چنانچہ پہلی قسم تو روزِ قیامت کی کھائی اور دوسری قسم نفس لوامہ کی کھائی۔ چونکہ لوامہ نفس کی اس حالت کا نام ہے جو اپنی تقصیرات اور اپنی کوتاہیوں پر ملامت کیا کرتا ہے یہی ملامت اور پشیمانی اور اپنے کئے پر پچھتانے کا جس روز بدرجۂ اتم ظہور ہوگا اسی کو قیامت کہتے ہیں اسلئے نفس لوامہ کی قسم کھائی۔ آخر انسان میں ایک طاقت موجود ہے جو غلطی کا اعتراف کرتی ہے اور اپنے قصور پر نادم ہوتی ہے۔ بس اس کی قسم کھانا مقام کے اعتبار سے نہایت ہی مناسب ہے قرآن میں نفس کی تین حالتوں کا ذکر ہے۔ نفس امارہ۔ لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ اگرچہ

سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ اَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْہَا رُکُوْعَانِ

سورۂ قیامۃ مکی ہے اور یہ چالیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٥

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۝۱ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ۝۲

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ اور قسم کھاتا ہوں اُس نفس کی جو ملامت کرنیوالا ہے کہ تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ۝۳ بَلٰی قٰدِرِیْنَ

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو ہرگز جمع نہ کریں گے۔ بیشک ہم ضرور جمع کریں گے ہم اس پر قادر ہیں

عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ۝۴ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ

کہ اُس کی انگلیوں کی پور پور درست کردیں۔ بلکہ قیامت کے انکار کی غرض یہ ہے کہ انسان یوں چاہتا ہے کہ آئندہ زندگی میں بھی

اَمَامَہٗ ۝۵ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ ۝۶ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷

فسق و فجور کرتا رہے۔ دریافت کیا کرتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا۔ سو جس وقت نگاہیں حیرت زدہ ہو جائیں گی

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝۹ یَقُوْلُ

اور چاند بے نور ہو جائیگا۔ اور سورج اور چاند ایک حالت پر کر دئے جائیں گے۔ اُس روز انسان

الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰ کَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰی

پوچھے گا آج کہیں جائے گریز ہے۔ ہرگز نہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ اُس دن صرف

رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ

آپ کے رب ہی کے پاس ٹھکانا ہوگا۔ اُس دن انسان کو اس کے تمام اگلے پچھلے اعمال سے

بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ۝۱۴

آگاہ کر دیا جائیگا۔ بلکہ انسان خود اپنے خلاف ایک کھلی ہوئی دلیل ہوگا۔

وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ۝۱۵ لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ

خواہ وہ اپنے کتنے ہی حیلے بہانے پیش کرے۔ اے پیغمبر آپ نزول قرآن کے وقت اس غرض سے کہ آپ اس قرآن کو جلد جلد حاصل کرلیں

بعض مفسرین نے نفسِ انسانی کی تین قسمیں بتائی ہیں اور ان کا نام نفسِ مقدس۔ نفس منظبو۔ اور نفس ناطقہ بتایا ہے پھر ان نفوس ثلاثہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ لیکن ہم تطویل کے خوف سے مختصر اً عرض کرتے ہیں کہ اگر نفس برائی پر اُبھارے اور شریعتِ مقدسہ کے خلاف ترغیب دے تو اس کو امارہ کہتے ہیں۔ اور اگر شریعت کے موافق مشورہ اور نیک کاموں کی ترغیب دیتا رہے تو اس کو مطمئنہ کہتے ہیں جیسا کہ سورۂ فجر میں آجائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور تیسری حالت یہ ہے کہ کوتاہیوں اور غلطیوں پر ملامت کرنے والا ہے اس کو لوامہ کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آدمی کا جی اول کھیل میں اور مزوں میں غرق ہوتا ہے ہرگز نیکی کی رغبت نہیں کرتا ایسے جی کو کہتے ہیں امارہ بسوء پھر ہوش پکڑا ایک بد سمجھا تو باز آیا کبھی اپنی خو پر دوڑ پڑا پیچھے پھر آپکو اُلاہنا دیا ایسا جی ہے لوامہ پھر جب پورا سنور گیا دل سے رغبت نیکی ہی پر ہے بیہودہ کام سے آپ ہی بھاگے۔ اور ایذا کھینچے ایسے کا نام ہے مطمئنہ ۱۲ (۲) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو ہرگز جمع نہ کریں گے ؛ یعنی جو ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوکر بکھر گئیں ان کا جمع کرنا (باقی ضمیمہ میں)

اس قرآن کا آپ کے سینے میں جمع کر دینا اور آپکی زبان سے پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے ٭ یعنی آپ یہ تکلیف برداشت نہ کیا کیجئے جس خطرے سے آپ اندیشہ کرتے ہیں کہ کہیں کوئی لفظ نہ رہ جائے اور پڑھتے وقت یاد نہ آئے اور پوری وحی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو نہ پہونچا سکوں تو اس کا خطرہ نہ کیجئے کیونکہ اس قرآن کو آپکے سینے میں جمع کر دینا اور آپکی زبان سے ادا کرا دینا ہمارے ذمے ہے (۱۷) سو جب ہم پڑھنے لگیں تو آپ ہمہ تن پوری توجہ کے ساتھ اس کی قرات کے تابع رہئے ٭ یعنی جب ہم یعنی ہمارا فرشتہ قرآن پڑھنے لگے تو آپ اپنے فکر اور اپنے ذہن سے ہمہ تن اُدھر متوجہ ہو جایا کیجئے اسی کو فرمایا فاتبع قرانہ یعنی اسکے پڑھنے کے تابع اور ساتھ رہا کیجئے۔ اور زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے۔ فرشتے کا پڑھانا اپنا پڑھنا فرمایا یعنی وہ ہمارے ہی حکم سے پڑھتا ہے (۱۸) پھر اس کے مطالب کو واضح کر دینا بھی ہمارے ذمے ہے ٭ یعنی آپ کو یاد کرا دینا اور آپکی زبان پر جاری کرا دینا پھر تبلیغ کے وقت بھی اس کو بیان کرا دینا اور مشکل مضامین کو سہل کر دینا تاکہ آپ کو سمجھانے میں آسانی ہو۔ یہ سب ہمارے ذمے ہے آپ تو جب فرشتہ پڑھے صرف توجہ کے ساتھ سنتے رہا کیجئے۔ چونکہ اوپر کی آیت میں قیامت کا ذکر تھا اور قیامت کے دن تمام امور کے مستحضر ہو جانے اور اگلے پچھلے اعمال کے یاد دلانے کا ذکر تھا اسی مناسبت سے وحی کے یاد رکھنے اور اُس کو دہرا دینے کا ذکر فرما دیا اور یہ بات استطراداً بیان کی گئی تھی آگے پھر وہی منکرین کا ذکر ہے اور کافروں کی عجلت پسندی اور آخرت کو نظر انداز کر دینے کا ذکر فرمایا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جس وقت جبرئیلؑ قرآن لاتے انکے پڑھنے کیساتھ حضرتؐ بھی جی میں پڑھتے تو جبتک پہلا لفظ کہیں اگلا سننے میں نہیں آتا تو حضرتؐ گھبراتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت پڑھنے کی حاجت نہیں اس چاہئے پھر جی میں یاد رکھوانا اور زبان سے پڑھوانا لوگوں پر ہمارا ذمہ ہے اور معنی تحقیق کرنیکی حاجت نہیں یہ بھی ہمارا ذمہ ہے اور وقت پر بیان کا سکھانا۔ جبرئیلؑ کے پڑھنے کو اپنا پڑھنا فرمایا کہ وہ ثابت ہے اسی طرح النجم میں فاوحی الی عبدہ ۱۲ (۱۹) ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ تم لوگ عاجلہ یعنی دنیا سے محبت رکھتے ہو (۲۰) اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو ٭ دین حق کے منکروں کو خطاب ہے کہ قیامت ضرور ہوگی اور تمہارے اگلے پچھلے تمام اعمال سے تم کو آگاہ کیا جائے گا تم سمجھ رہے ہو کہ قیامت نہیں آئیگی ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو نظر انداز کئے بیٹھے ہو دنیا کو عاجلہ فرمایا چونکہ پیدا ہوتے ہی دنیا سے ملاقات ہوتی ہے اور جلدی سے سامنے آجاتی ہے اس لئے اسکو عاجلہ فرمایا سو تم دنیا کی محبت میں منہمک ہو اور آخرت سے غافل ہو۔ سورۂ روم میں گزر چکا ہے۔ یعلمون ظاہراً من الحیوۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غفلون۔ آگے قیامت کی مختصر سی تفصیل مذکور ہے (۲۱) اس دن بہت سے چہرے بارونق اور تر و تازہ ہوں گے (۲۲) وہ اپنے پروردگار کی تجلی کا مشاہدہ کرتے ہوں گے ٭ یعنی اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے خوشی کے آثار انکے چہروں پر نمایاں ہونگے اس دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ بعض فرق ضالہ معتزلہ وغیرہ آخرت میں بھی دیدار کے منکر ہیں ان کا بہت تفصیلی جواب صاحب تفسیر عزیزی نے دیا ہے جس کو شوق ہو وہ تفسیر عزیزی کو ملاحظہ کرے۔ اس موقعہ پر بعض حضرات نے قرآن میں تحریف کی کوشش کی ہے۔ اور۔ الیٰ کو آلاء نعمت کے معنی کئے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس

بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ

زبان کو قرآن کیساتھ حرکت نہ دیا کیجئے۔ اس قرآن کا جمع کر دینا اور اسکا پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ سو جب ہم اسکو پڑھنے لگیں تو آپ توجہ کیساتھ

قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ

اسکی قرات کے تابع رہئے۔ پھر اسکے مطالب کو واضح کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ تم لوگ دنیا سے

الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

محبت رکھتے ہو۔ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ اُس دن بہت سے چہرے بارونق اور

نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

چمکتے ہوئے ہوں گے۔ وہ اپنے رب کی تجلی کا مشاہدہ کرتے ہوں گے۔ اور بہت سے چہرے اُس روز اُداس

بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ

بے رونق ہونگے۔ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کیساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائیگا۔ ہرگز نہیں جب جان گلے کی ہنسلی تک

التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾

پہنچ جاتی ہے اور اس وقت کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے۔ اور مرنیوالا سمجھ لیتا ہے کہ یہ مفارقت کا وقت ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ

اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے۔ اس روز تیرے رب کی جانب کشاں کشاں

الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَ

جانا ہے۔ اس منکر انسان نے نہ تو تصدیق کی تھی۔ اور نہ نماز پڑھی تھی۔ بلکہ تکذیب کی تھی اور

تَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾

منہ موڑا تھا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر کو چلا جاتا تھا۔ اے تکذیب کرنیوالے انسان تیرے لئے خرابی ہے اس خرابی پر اور تباہی ہے

ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ

پھر سُن لے تیرے لئے تباہی ہے اس تباہی پر اور تباہی ہے۔ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ یوں ہی بے کار و مہمل

سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ

چھوڑ دیا جائیگا۔ کیا وہ ایک منی کا قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا گیا۔ پھر وہ خون کا

ع ۱ / ۳۰ / ۱۷

تحریف کا بھی مفصل جواب دیا ہے۔ ہم نے تطویل کے خوف سے وہ عبارت یہاں نقل نہیں کی (۲۳) اور بہت سے چہرے اس دن اداس اور بے رونق ہوں گے (۲۴) وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائیگا ٭ یعنی ایسا سخت معاملہ جس سے کمر ہی ٹوٹ جائے۔ عذاب کی سختی اور شدت کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یقین ہے کہ آخرت میں اللہ کو دیکھنا ہے گمراہ لوگ منکر ہیں کہ ان کے نصیب میں نہیں ۱۲ آگے موت کا ذکر فرماتے ہیں کیونکہ وہ بھی مرنے والے کے لئے قیامت ہی ہے (۲۵) ہرگز ایسا نہیں جب جان گلے کی ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے ٭ یعنی قیامت کا ہرگز انکار نہ کرو یاد دنیا سے ہرگز محبت نہ کرو یہ مرنے کے وقت کام آنیوالی نہیں۔ چنانچہ جب جان تمام بدن سے سمٹ کر ہنسلی میں پہونچ جائے اور ہنسلی تک جا پہنچے تراقی سینے اور گلے کی ہڈیوں کو کہتے ہیں گویا مرنے والے کا آخری وقت۔ تراق وھی العظام المکتنفۃ لثغرۃ النحر عن یمین وشمال

(باقی نمبر میں)

عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ
لوتھڑا ہو گیا پھر خدا نے اُس کو بنایا اور اُس کے اعضاء کو درست کیا۔ پھر اس انسان کی دو قسمیں کر دیں مرد

الْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾
اور عورت۔ کیا وہ خدا جس نے انسان کو ابتداءً بنایا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ
سورۂ دہر مکی ہے اور یہ اکتیس آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا
یقیناً زمانے میں انسان پر ایک ایسا وقت بھی گزر چکا ہے جبکہ یہ کوئی قابلِ ذکر

مَّذْكُوْرًا ﴿١﴾ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ
چیز نہ تھا۔ ہم نے انسان کو ایک ایسے نطفہ سے بنایا جو اجزائے مختلفہ سے مرکب تھا اور اس طور پر بنایا کہ ہم اُس کی

نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ﴿٢﴾ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ
آزمائش کریں پس ہم نے اُس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ ہم نے اُس کو راستہ بتا دیا

اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿٣﴾ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
وہ شکر گزار ہو گیا اور یا ناسپاس ہو گیا۔ بے شک ہم نے منکرینِ حق کے لئے زنجیریں اور طوق

سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴿٤﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ
اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ البتہ جو لوگ نیک ہیں وہ ایسے جام شراب سے

مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿٥﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا
شراب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پئیں گے اور وہ خاص بندے

عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٦﴾ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ
اُس چشمہ کو جہاں چاہیں گے بہا لیجائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مانی ہوئی منت کو پورا کرتے ہیں اور وہ اس

پھر وہ خون بستہ اور ایک خون کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کو بنایا اور اُس کے اعضا کو درست کیا اور سڈول کیا ۞ یعنی وہ نطفہ جو حکماء کے نزدیک ہضم رابع کا فضلہ ہے اور جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد اس میں حیات کا کوئی اثر باقی نہ تھا وہ جب رحم میں پڑا اور ایک جما ہوا خون ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال خالقیت سے اس بے جان چیز کو جان بخشی اور اس کے اعضا کی ساخت کو درست کیا۔ اور اس مردہ نطفہ کو انسان بنایا۔ (۳۸) پھر اس انسان کی اللہ تعالیٰ نے دو قسمیں بنا دیں مرد اور عورت ۞ یعنی منی اور خون کے لوتھڑے کو انسان بنایا اور پھر انسان میں جوڑا بنایا۔ اور اس انسان کی دو قسمیں کر دیں مرد اور عورت اس طرح انسان کی بقائے نسل کا سامان کر دیا (۳۹) کیا وہ خدا جس نے انسان کو ابتداءً بنایا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دے ۞ یعنی نطفہ اور بستہ لہو جس میں زندگی کے کوئی آثار نہ تھے اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایک سمجھ دار انسان بنا دیا۔ کیا وہ دوبارہ انسانی ڈھانچے کو جمع کر کے انسان نہیں بنا سکتا جبکہ کسی چیز کا دوبارہ اعادہ کرنا پہلی مرتبہ کے بنانے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ پس ان تمام مقدمات سے مجازات ثابت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ قیامہ کو ختم کرتے اور الیس ذلك بقادر علی ان یحیی الموتی پر پہونچتے تو فرماتے سبحانك اللهم بلى۔ یا فرماتے بلی واللہ بلی واللہ (۴۰)

تم تفسیر سورة القيمة

ع ۲ / ۱۰ / ۱۸

سورۂ دہر مکی ہے اور یہ اکتیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ۞

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ بیشک زمانے میں انسان پر ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جب کہ یہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا ۞ یعنی انسان کا کہیں وجود نہ تھا وجود ذہنی نہ خارجی۔ خدا جانے کتنی الٹ پلٹ اور کتنے دور گزرنے اور کتنے اطوار طے کرنے کے بعد نطفہ کی شکل اختیار کی۔ نطفہ کی حالت بھی کوئی قابل تذکرہ نہیں۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ حضرت قتادہ۔ ثوری اور عکرمہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی چالیس سال گندھی ہوئی مٹی اور چالیس سال تک کیچڑ اور چالیس سال تک خشک کھنکھناتی حالت میں رہے یہ ایک سو بیس برس کی میعاد کو حین کہتے ہیں بعض حضرات کہتے ہیں حین اُس غیر مقدار زمانے کو کہتے ہیں جس کے واسطے کوئی حد مقرر نہ ہو۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں یہاں انسان سے کوئی خاص انسان مراد نہیں لیتے بلکہ جنس انسان مراد ہے۔ بہر حال آدمی پر یقیناً ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ جب یہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھی کیونکہ پیدا ہونے کے بعد اور مرنے کے بعد ہر شخص کا تذکرہ اُس کی حیثیت کے موافق رہتا ہے لیکن جو ابھی غذاؤں کے ہیر پھیر میں اور نطفہ کی شکل میں ہو اس کو کون جانتا ہے آپ سبزیوں کو اور غلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس سبزی یا اس غلے کو کون کھائیگا اور غذا کے ہضم سے جو نطفہ بنے گا اس سے کون پیدا ہوگا یہی ہر انسان کا وہ دور ہے جس کو فرمایا حین من الدهر لم یکن شیئاً مذکوراً۔ سبزی اور غلہ تو بعد کی چیز ہے ہم کسی کھیت کی مٹی کو دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتے کہ اس کھیت میں کونسی سبزی اور کونسا میوہ اور کونسا غلہ پیدا ہوگا۔ اس کو کون کھائیگا اور ہضم رابع پر جو نطفہ ہوگا اس سے کون پیدا ہوگا۔ بہر حال جب تک کوئی نطفہ بچہ بن کر موجود نہ ہو جائے اُس وقت تک کوئی قابل تذکرہ چیز نہیں ہے۔ اور یہی وہ حالت ہے جسکو قرآن نے لم یکن شیئاً مذکوراً فرمایا ہے۔ جن حضرات مفسرین نے جنس انسان مراد لی ہے وہی راجح ہے اور اسی بنا پر ہم نے خلاصہ عرض کیا ہے ہر کھیت کی مٹی اور ہر باغ کے میوے اور ہر غلے میں کون جانتا ہے کہ کتنے انسانوں کے ذرے اور مادے پنہاں ہیں۔ (۱) ہم نے انسان کو ایک ایسے نطفے سے بنایا جو اجزائے مختلفہ سے مخلوط اور مرکب تھا اور اس طور پر اور اس حال میں بنایا کہ ہم اُس کی آزمائش کریں لہٰذا ہم نے اُس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا ۞ ہم نے جو تقریر اوپر کی ہے اس سے اس آیت کا خطاب خوب واضح ہو سکتا ہے۔ مخلوط سے مراد یا تو عورت اور مرد کے نطفے کا اختلاط ہے۔ یا یہ مطلب کہ نطفہ ہر حصہ جسم کا خلاصہ ہے اس لئے اس کو مخلوط فرمایا کیونکہ وہ نطفہ تمام انسانی جسم کا ست ہے۔ یا اس وجہ سے مختلف کھیت اور باغ کی مٹی کا نچوڑ ہے من سلالة من طين۔ اس لئے مختلف اجزا سے مرکب ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ امشاج یعنی ملایا ہوا کئی چیز سے یعنی منی مرد کی اور عورت کی اور خون حیض کا تو سب مل کر وہی پھر کہلایا ہ (باقی تفسیر)

يَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ⑦ وَيُطْعِمُونَ

دن سے ڈرا کرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہو گی۔ اور وہ لوگ باوجود کھانے کی رغبت

الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ⑧ إِنَّمَا

اور احتیاج کے مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم

نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ⑨

تو تم کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے کھانا کھلاتے ہیں ہم تم سے کسی بدلے اور شکریہ کے خواہش مند نہیں ہیں

إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ⑩ فَوَقَاهُمُ

ہم اپنے پروردگار سے اُس دن کا خوف کرتے ہیں جو دن نہایت ترش رو اور نہایت سخت ہوگا۔ سو اللہ تعالیٰ ان مذکورہ

اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ⑪ وَجَزَاهُم

لوگوں کو اُس دن کی سختی سے بچالے گا اور اُن کو تازگی اور مسرت سے بہرہ مند کرے گا۔ اور اُن لوگوں کو

بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ⑫ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى

اُن کے صبر و استقلال کے صلے میں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ اُن کی حالت یہ ہوگی کہ اس جنت میں

الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ⑬

مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور اس جنت میں نہ سورج کی گرمی پائیں گے نہ سخت سردی۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ⑭

اور جنت کے درختوں کے سایے ان لوگوں پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے پھل ان کے اختیار میں کر دیے جائیں گے

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ

اور ان لوگوں پر چاندی کے برتن اور شیشے کے آب خورے پیش

قَوَارِيرَا ⑮ قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ⑯

کئے جائیں گے۔ وہ شیشے چاندی کے ہوں گے یعنی چاندی شیشے کی طرح شفاف ہوگی جنکو بھرنے والوں نے مناسب اندازے سے بھرا ہوگا

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ⑰ عَيْنًا

اور ان کو وہاں ایسی شراب کے جام بھی پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ وہ جنت میں

مثلاً اگر اللہ نے میرے مریض کو شفا دیدی یا میری غائب شدہ چیز مجھ کو مل گئی تو اللہ تعالیٰ کے لئے میرے ذمے فلاں بات ہوگی یعنی مساکین کو کھانا کھلاؤں گا یا مساکین کو کپڑے پہناؤں گا وغیرہ وغیرہ تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ سختی کے عام ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جس کا کم وبیش اثر سب پر ہوگا (۷) اور وہ لوگ باوجود کھانے کی رغبت و احتیاج کے مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں ؛ علیٰ حبہ کھانے کی محبت اور رغبت کے باوجود مسکین۔ یتیم اور قیدی کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ قیدی خواہ مسلمان ہو یا مشرک سب کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم ہے اور سب کو کھانا کھلانا مستحسن ہے۔ جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنیکا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور مسلمان ان کو جب تک وہ قید میں رہے ہر طرح کا آرام پہونچاتے رہے۔ جو کافر جس مسلمان کے گھر میں قید تھا وہ اس کے کھانیکا خیال رکھتا تھا۔ علیٰ حبہ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی خوشنودی کے لئے یہ لوگ مسکین ویتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اس امر کی گنجائش ہے کہ اسیر میں مکاتب اور مقروض وغیرہ بھی داخل ہوں کہ وہ بھی ایک قسم کے قیدی ہیں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوالدحداح انصاری کے حق میں نازل ہوئی ہے اور بعض نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہے وہ تین دن تک اپنے گھر کا کھانا مسکین۔ یتیم اور قیدی کو کھلاتے رہے اور تمام گھر بھوکا رہا۔ اسیر میں بعض حضرات نے مملوک۔ مقروض۔ اور گھر کی عورت کو بھی داخل کیا ہے۔ بہرحال باوجود اس ایثار کے کہ اپنی حاجت روک کر اپنا کھانا مسکین یتیم اور قیدی کو کھلادیں پھر کھلاتے وقت زبان حال یا زبان قال سے یوں کہیں (۸) ہم تو تم کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں ہم تم سے کسی ۔۔۔ اور شکریے کے خواہش مند نہیں ہیں ؛ یعنی ہم اس کھانا کھلانے کے صلے میں تم سے کسی بدلے کے آرزومند نہیں اور نہ کسی زبانی شکریے کے خواہش مند ہیں۔ ہم تو یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرتے ہیں (۹) ہم اپنے پروردگار سے اُس دن کا خوف کرتے ہیں جو دن نہایت ترش رو اور نہایت سخت ہوگا ؛ دن کی صفت عبوس کیساتھ مجازاً ہے۔ مراد یہ ہے کہ اُس دن لوگوں کے چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ دن بڑا تلخ اور نہایت سخت ہوگا یعنی اُس دن کا ہم کو اندیشہ لگا ہوا ہے اور ہم اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں کہ اُس دن ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہو اور یہ کھانا کھلانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہو یا نہ ہو (۱۰) سو اللہ تعالیٰ ان مذکورہ لوگوں کو اُس دن کی سختی اور بُرائی سے محفوظ رکھے گا اور بچالے گا۔ اور اُنکو تازگی اور مسرت وخوشی سے بہرہ مند کریگا ؛ یعنی ان کے اخلاص واطاعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اُن کے چہروں کو تروتازگی سے اور اُن کے دلوں کو خوشی سے بہرہ مند کرے گا (۱۱) اور اُن لوگوں کو ان کے صبر و استقلال اور ان کی پختگی اور استقامت فی الدین کے صلے میں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائیگا (۱۲) ان کی حالت یہ ہوگی کہ وہ اس جنت میں مسہریوں پر آرام وعزت سے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور اس جنت میں نہ وہ سورج کی گرمی اور تپش پائیں گے اور نہ سخت سردی اور جاڑے سے دوچار ہوں گے (۱۳) اور جنت کے درختوں کے سایے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان درختوں کے پھل ان کے قریب اور ان کے اختیار میں ہوں گے ؛ یعنی درختوں کے سایے قریب ہوں گے اور پھل بالکل قریب اور مسخر ہوں گے (۱۴) اور ان اہل جنت پر لوگ چاندی کے برتن اور شیشے کے آبخورے لئے پھرتے ہوں گے (۱۵) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب اندازے سے بھرا ہوگا ؛ یعنی کھانے کے لئے چاندی کے برتن ہوں گے اور پینے کے لئے چاندی کے آبخورے ہوں گے۔ کوب ایسے آبخورے کو کہتے ہیں جس میں ٹونٹی نہ ہو۔ چاندی کو شیشہ فرمایا یعنی یہ آب خورے ہوں گے تو چاندی کے مگر شفاف ایسے ہوں گے جیسے شیشے۔ جس طرح شیشے سے نگاہ پار ہو جاتی ہے اور شیشے کے گلاس میں جو بھرا ہو وہ باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح چاندی کے آبخورے اتنے شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئیگی۔ اور یہ بات مخصوص ہوگی جنت میں دنیا میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ پھر ان آب خوروں کو پلاتے وقت بھرنے والے اس اندازے سے بھریں گے جو پینے والے کو کافی ہوگا۔ یعنی نہ تو بچے گا کہ پھینکا جائے اور نہ پیاس باقی رہے گی کہ دوبارا طلب کیا جائے یعنی جس قدر جنتی کی خواہش ہوگی اُسی قدر شراب اس میں بھریں گے کہ نہ بچے اور نہ پیاس باقی رہے۔ یہ بھرنے والے جنت کے خدام ہوں گے جو کھانے اور پینے کا سامان چاندی کے برتنوں میں اور چاندی کے آبخوروں میں لئے پھرتے ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں (باقی ص ۹۲۹ پر)

(بقیہ صفحہ ۹۲۸) یعنی ان کی پیاس برابر شیشے پر ردپے کے یعنی ردپا ایسا شفاف جیسا شیشہ ۱۲ (۱۶) اور ان کو وہاں ایسی شراب کے جام بھی پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی (۱۷) وہ جنت میں ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس کے معنی پانی صاف بہتا ہوا ۱۲ یعنی یہ شراب اس شراب کے علاوہ ہے جس میں کافور کی آمیزش تھی۔ یہ سونٹھ دنیا کی سونٹھ جیسی نہ ہوگی بلکہ ایک خاص چشمہ ہے جو بڑے عالی مرتبت لوگوں کے لئے ہوگا نہایت خوشگوار لذیذ۔ مسرت بخش اور فرحت زا۔ سونٹھ کا اثر گرم ہوتا ہے اور اہل عرب اس کو بہت پسند کرتے تھے قوت غریزیہ کے لئے بہت نافع بلکہ زیادہ کرنے والی ہے اس کا نام سلسبیل ہے عام اہل جنت کی شراب میں اس کی ملونی ہوگی۔ یہ چشمہ نہایت صاف ستھرا اور رواں ہے۔ تفسیر صفحہ ہٰذا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس کا منبع عرش کے نیچے جنت عدن میں ہے۔ جنت کی شراب میں ٹھنڈک کافور کی اور مزا سونٹھ کا اور خوشبو مشک کی ہوگی واللہ اعلم ۱۲ (۱۸) اور یہ چیزیں ان کے روبرو ایسے لڑکے لئے پھرتے ہوں گے جو

فِیْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِیْلًا ۝۱۸ وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ

ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ اور یہ چیزیں ان کے روبرو ایسے لڑکے لئے پھرتے ہونگے

مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝۱۹

جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اے مخاطب اگر تو ان لڑکوں کو دیکھے تو تو ان کو بکھرے ہوئے موتی سمجھے۔

وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا كَبِیْرًا ۝۲۰ عٰلِیَهُمْ

اور اے مخاطب جب تو وہاں دیکھے گا تو بکثرت نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا۔ اہل جنت کا بالائی

ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ

لباس باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی ہوں گے اور ان کو چاندی کے کنگن

مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝۲۱ اِنَّ هٰذَا

پہنائے جائیں گے اور انکا پروردگار ان کو شراب طہور یعنی نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ اہل جنت سے کہا جائیگا

كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۲۲ ع اِنَّا نَحْنُ

یہ سب نعمتیں تمہارا صلہ ہیں اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔ اے پیغمبر ہم نے

نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ۝۲۳ ۚ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا

قرآن کو آپ پر تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے۔ سو آپ اپنے رب کے حکم پر جمے رہیے اور انمیں سے

تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝۲۴ ۚ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ

کسی فاسق یا کافر کا کہنا نہ مانیئے۔ اور صبح و شام اپنے رب کا

اَصِیْلًا ۝۲۵ ۚ وَ مِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا ۝۲۶

نام لیا کیجیے۔ اور رات کے کچھ حصہ میں بھی نماز پڑھا کیجیے اور رات کے بڑے حصہ میں بھی اسکی پاکی بیان کیا کیجیے

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ یَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا

بے شک یہ منکر دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور ایک بہت بھاری دن کو پس پشت ڈالے

ثَقِیْلًا ۝۲۷ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَ اِذَا شِئْنَا

ہوئے ہیں۔ ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑوں کے بندھن خوب مضبوط باندھے اور ہم جب چاہیں

ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ اے مخاطب اگر تو ان لڑکوں کو دیکھے تو ان کو بکھرے ہوئے موتی خیال کرے ؛ موتی سے تشبیہ ان کی صفائی اور چمک کے اعتبار سے ہے اور بکھرے ہوئے سے تشبیہ ان کے چلنے پھرنے کی وجہ سے فرمائی کہ وہ اہل جنت کے پاس گھومتے ہوں گے کبھی اس کے پاس کوئی چیز لے گئے کبھی اس کے پاس کوئی چیز لے گئے یہ اہل جنت کے خدمتگار ہوں گے (۱۹) اور اے مخاطب جب تو وہاں دیکھیگا تو بکثرت نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا ؛ یعنی جنت کا وصف اور اس کے اوصاف کیا بیان کئے جائیں اے مخاطب تو دیکھے گا تو بے شمار نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا جو ادنیٰ ترین جنتی کو عطا ہوگا بے کراں نعمتیں اور بہت بڑی حکومت و سلطنت اللھم ارزقنا بمنك وكرمك (۲۰) اہل جنت کا بالائی لباس باریک ریشم کے سبز رنگ کے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی ہوں گے اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو شراب طہور پلائیگا ؛ سورۂ حج میں اور سورۂ کہف میں موتیوں کے زیور اور سونے کے کنگنوں کا ذکر بھی آیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں اہل جنت کو پہنائی جائیں گی یا باری باری سے یہ چیزیں پہنائی جائیں گی کبھی یہ اور کبھی یہ۔ باریک ریشم کے سبز کپڑے شاید خلعت کی جگہ استعمال ہوں گے۔ یا جیسا کہ ہمارے ہاں کا دستور ہے کہ نیچے کے لباس پر دوسرا لباس ہوتا ہے جیسے اچکن۔ یا چغہ یا کوٹ اسی طرح اہل جنت کا اندرونی اور باطنی لباس دبیز ریشم کا نرم ہوگا۔ جس کا رنگ سبز اور ہرا ہوگا۔ شراب طہور ایک خاص قسم ہے شراب کی جو باطنی اور ظاہری تمام کدورتوں سے پاک کردیگی۔ شاید حظیرۃ القدس کے اجتماع میں یہ شراب عطا ہوگی۔ اور وہ مجلس بڑی مبارک اور بڑی اعلیٰ ہوگی جس میں حضرت حق جل وعلا خود ساقی بن کر شراب طہور کے جام تقسیم فرمارہے ہونگے یا شاید ہر قسم کی نعمتیں، کھانے اور ہر قسم کی شراب استعمال کرانے کے بعد یہ شراب طہور کے جام تقسیم کئے جائیں گے جس کا فوری اثر یہ ہوگا کہ ایک پسینہ آئے گا جس سے تمام کھانا ہضم ہوجائیگا اور بھوک لگ آئیگی۔ اس کے پینے سے ہر قسم کا کینہ اور حسد وغیرہ دل سے نکل جائیگا اور باطن وظاہر ہر قسم کی گندگی سے پاک ہوجائیں گے اور کوئی بری صفت باقی نہ رہے گی اور اس شراب طہور کو پلاتے

ع ۲۲ ۱ ۱۹

۵۹ / ۱

وقت ارشاد ہوگا۔ (۲۱) بلاشبہ یہ نعمتیں تمہارا اصلہ اور بدلا ہیں اور تمہاری سعی اور کوشش جو دنیا میں کیا کرتے تھے مقبول ہوئی اور ٹھکانے لگ گئی ؛ یعنی یہ جنت کی تمام نعمتیں اس فرماں برداری اور اطاعت کا صلہ ہیں جو تم دنیا میں بجالاتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تمہاری کوشش مقبول ہوئی اور تمہاری سعی ٹھکانے لگی (۲۲) اے پیغمبر ہم نے قرآن کو آپ پر تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ہے ؛ یعنی حسب ضرورت نجماً نجماً نازل ہوتا رہا ہے۔ تاکہ خوب ذہن نشین ہوجائے اور لوگوں کو ابتدا میں پڑھنے اور سیکھنے کی آسانی ہو جیسا کہ ہم سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ فرقان میں عرض کرچکے ہیں (۲۳) سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر ثابت قدم رہیئے اور جمے رہیئے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کا کہنا نہ مانیئے ؛ کہتے ہیں کہ جنت کی نعمتیں سنکر کافروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ پیغمبر عیش و آسائش کی زندگی چاہتا ہے لہٰذا اس کو نعمتیں پیش کرو چنانچہ سب لوگ جمع ہوئے کسی نے باغ کی پیش کش کی کسی نے بہت بڑا مکان دینے کو کہا۔ کسی نے اپنی خوبصورت لڑکی سے شادی کردینے کو کہا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ ہم نے (باقی صفحہ ۹۳۰ پر)

(بقیہ صفحہ ۹۲۹) قرآن تم پر نازل فرمایا ہے تاکہ لوگ ہدایت قبول کریں۔ یہاں کسی بیتس پرستی کا سوال نہیں ہے آپ ان میں سے کسی فاسق اور کافر کا کہنا نہ مانیئے۔ یعنی دونوں میں سے ایک کا بھی نہیں بلکہ اپنے پروردگار کے حکم پر چلئے یعنی تبلیغ کرتے رہیۓ۔ اور تبلیغ کو ان کے کہنے سے ترک نہ کیجئے کیوں کہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ اپنی تبلیغ کو ترک کردیں۔ لہٰذا آپ اپنے پروردگار کے حکم اور اپنے عام کام پر قائم رہیۓ آگے شخصی عبادت یعنی عبادت لازمہ کا حکم ہے (۲۴) اور آپ اپنے پروردگار کا نام صبح اور شام لیتے رہیۓ (۲۵) اور رات کے کچھ حصے میں اس کو سجدہ کیا کیجئے۔ اور رات کے بڑے حصے میں بھی اس کی پاکی بیان کیا کیجئے ؛ بعض اہل تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس سے پانچوں وقت کی نماز مراد ہے کہ آپ پانچوں وقت نماز پڑھتے رہیۓ۔ یا یہ مطلب ہے کہ صبح و شام خاص طور پر اس کا نام لیا کیجئے اور اس کے نام کا ذکر کیا کیجئے۔ یہ دو وقت خاص طور پر اس کی یاد کرنا اور اسکا نام جپنا بہت سی مشکلات کا علاج ہے۔ رات کے کچھ حصے میں سجدہ کرنیکا مطلب یہ ہے کہ مغرب اور عشا کی نماز پڑھا کیجئے اور رات کے بڑے حصے میں پاکی بیان کرنے سے مطلب شاید تہجد کی نماز ہے اور اگر ومن اللیل فاسجد لہ سے تہجد مراد لیں تو فسبحہ لیلا طویلا کا مطلب یہ ہوگا کہ رات کے طویل حصہ میں ذکر اور تسبیح الٰہی کیا کرو۔ بہرحال مخالفت کا مقابلہ عبادت الٰہی سے کیجئے اور ان منکروں کا کہنا نہ مانیئے (۲۶) کیونکہ یہ منکر دنیا کو دوست رکھتے اور دنیا کو پسند کرتے ہیں اور ایک بہت بھاری دن کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں ؛ یعنی چونکہ یہ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور ان کو آخرت کا کوئی خیال نہیں ہے اور انھوں نے آخرت کو نظر انداز کر رکھا ہے اور جو ہولناک دن آگے آنے والا ہے اسکو پس پشت ڈال رکھا ہے اس لئے یہ لوگ آپ کا کہنا نہیں مانتے اور آپ کی بات ان کی سمجھ میں نہیں بیٹھتی (۲۷) تفسیر صفحہ ہذا۔ ہم ہی نے ان کو پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے ان کے جوڑوں کے بندھن اور رگ و پٹھے خوب مضبوط باندھے ہیں اور ہم جب چاہیں ان کے بدلے انہی جیسے اور لوگ لے آئیں ؛ یعنی ہم نے ہی ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ اور ہم ہی نے ان کے جوڑ جوڑ کو درست اور مضبوط کیا ہے۔ ہم جب چاہیں ان کی ہستی کو فنا کردیں اور دوبارا ایسی ہی ہستی بنا کر کھڑی کردیں۔ یا یہ کہ ان کو مٹا کر ان کی جگہ دوسرے آدمی لے آئیں جو ان کی طرح سرکش اور نافرمان نہ ہوں۔ انھوں نے یوم ثقیل کو اس لئے نظر انداز کیا ہے کہ ان کو مر کر دوبارا زندہ ہونے کا یقین نہیں یہ اس کا جواب ہے کہ جب ہم دنیا میں تم جیسے دوسرے انسان کو لا سکتے ہیں تو قیامت میں تم کو دوبارا زندہ کیوں نہیں کرسکتے (۲۸) یہ مذکورہ مضمون ایک نصیحت ہے پس جو شخص چاہے اپنے رب تک پہونچنے کا راستہ اختیار کرے (۲۹) اور اللہ تعالیٰ کے بدون چاہے تم لوگ کوئی بات نہیں چاہ سکتے بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑی حکمت والا ہے ؛ یعنی پوری سورت ایک تذکرہ اور نصیحت ہے لہٰذا جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی راہ لگ لے اور اس تک پہونچنے والی بٹیا اور سڑک پر چلے آگے اپنی مشیت کا اظہار فرمایا یعنی تمہارا چاہنا بھی بدون اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ بڑے علم اور بڑی حکمت کا مالک ہے وہ ہر شخص کی استعداد اور قابلیت سے بخوبی واقف ہے اس کی حکمت اگر کسی کے لئے ہدایت کی مقتضی ہوتی ہے تو اس کی رہنمائی فرماتے ہیں اور بعض لوگوں کو اپنی مصلحت اور حکمت سے گمراہ پڑا رہنے دیتے ہیں اور چونکہ وہ بڑے علم اور بڑی حکمت کا مالک ہے ؛ در اسی کے علم و حکمت کا یہ مقتضا ہے (۳۰) کہ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے اور جو سرکش ظالم ہیں ان کیلئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ؛ یعنی جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرلے اور جس کو چاہے کفر و ظلم میں چھوڑ دے بہرحال جو اس کی مشیت اور مصلحت کے ماتحت اس کی رحمت میں داخل ہوجائیں وہ ہر اعتبار سے کامیاب اور زمرۂ ابرار میں شامل۔ اور جو اپنی سرکشی اور ظلم و شرک کی وجہ سے اس کی رحمت سے محروم ہوگئے ان کے لئے دردناک عذاب مہیا ہے (۳۱) تم تفسیر سورۃ الدہر اور سورۃ الانسان سورۂ مرسلات مکی ہے اور یہ پچاس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۝ قسم ہے اُن ہواؤں کی جو خلق کی نفع رسانی کے لئے بھیجی جاتی ہیں (۱) پھر اُن ہواؤں کی قسم جو زور سے چلتی ہیں (۲) اور ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو اُبھار کر پھیلاتی ہیں (۳) پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھاڑ کر جدا کرتی ہیں اور بانٹتی ہیں (۴) (باقی تفسیر صفحہ...)

بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ

ان کے بدلے انہی جیسے اور لوگ لے آئیں۔ یہ مذکورہ مضمون ایک نصیحت ہے سو جو شخص

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ

چاہے اپنے رب تک پہونچنے کا راستہ اختیار کرلے۔ اور بدون خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات

يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ ڰ يُّدْخِلُ مَنْ

نہیں چاہ سکتے بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑی حکمت والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں

يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣١﴾ ع

داخل کرلیتا ہے اور جو سرکش ہیں اُن کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مرسلات مکی ہے اور یہ پچاس آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۝

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿١﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿٢﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ

قسم ہے اُن ہواؤں کی جو نفع رسانی کیلئے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر اُن ہواؤں کی قسم جو زور سے چلتی ہیں۔ اور اُن ہواؤں کی جو اُبھار کر

نَشْرًا ﴿٣﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿٤﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿٥﴾ عُذْرًا

پھیلاتی ہیں۔ پھر اُن ہواؤں کی جو بادلوں کو پھاڑ کر جدا کردیتی ہیں۔ پھر اُن ہواؤں کی جو دل میں خدا کی یاد ڈالتی ہیں۔ یہ خدا کی یاد

اَوْ نُذْرًا ﴿٦﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾

عذر کرنیکو یا ڈرانیکو۔ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہونیوالی ہے۔ سو جب ستارے مٹا دیئے جائیں۔

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾ وَاِذَا

اور جب آسمان میں شگاف پڑ جائیں۔ اور جب پہاڑ اُڑا دیئے جائیں۔ اور جب

الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿١١﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿١٢﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿١٣﴾ ج

رسولوں کے پیش ہونیکا وقت مقرر کردیا جائے۔ اس دن جو کچھ ہونا ہے وہ ہوگا آخر ان رسولوں کے معاملہ میں کس دن کیلئے تاخیر کی گئی ہے۔ اس عالم کو فیصلہ کے دن کیلئے موخر کیا گیا ہے

ع ٩ / ٢٠

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝۱۴ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵

اور آپکو کیا معلوم کردہ فیصلے کا دن کیسا ہے۔ اس دن تکذیب کرنے والوں کی بڑی تباہی ہے۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷ كَذٰلِكَ

کیا ہم اگلے لوگوں کو ہلاک و برباد نہیں کر چکے۔ پھر ہم پچھلوں کو بھی ان اگلوں کے پیچھے لگا دیں گے۔ ہم گناہگاروں کیساتھ

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۸ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۹

ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ اس روز تکذیب کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۲۰ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ

کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی یعنی نطفہ سے نہیں بنایا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو ایک مضبوط و

مَّكِيْنٍ ۝۲۱ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۲ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ

محفوظ مقام میں۔ ایک مقررہ اندازے تک رکھا۔ غرض ہم نے اسکی بناوٹ کا ایک اندازہ کیا سو ہم کیسے اچھے

الْقٰدِرُوْنَ ۝۲۳ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۴ اَلَمْ نَجْعَلِ

اندازہ کرنے والے ہیں۔ اُس دن تکذیب کرنیوالوں کی بڑی تباہی ہے۔ کیا ہم نے زمین کو

الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝۲۵ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝۲۶ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا

سب کا سمیٹنے والا نہیں بنایا۔ زندوں کو بھی اور مُردوں کو بھی۔ اور اس کے علاوہ ہم نے اس زمین میں

رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝۲۷ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

اونچے اونچے بوجھل پہاڑ بنائے اور ہم نے تم لوگوں کو میٹھا پانی پلایا۔ اُس روز جھٹلانے والوں کیلئے

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۸ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۹

بڑی خرابی ہے۔ (اسدن منکروں سے کہا جائیگا) جس عذاب کی تم تکذیب کیا کرتے تھے اُس کی طرف چلو۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝۳۰ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ

تم دھوئیں کے ایک ایسے سائبان کیطرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔ جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ آگ کی

مِنَ اللَّهَبِ ۝۳۱ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝۳۲ كَاَنَّهٗ

لپٹ سے بچا تا ہے۔ وہ دھوئیں کا سائبان ایسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکتا ہوگا جیسے بڑا محل۔ گویا وہ

اور اے پیغمبر آپکو کیا معلوم کردہ فیصلے کا دن کیسا کچھ ہے :: یعنی اُس کی ہولناکی کو نہ پوچھو اور اُس دن کے خطرات کو دریافت نہ کرد اتنا سمجھ لو (۱۴) کہ اُس دن دینِ حق کی تکذیب کرنیوالوں کی بڑی خرابی ہے
:: یعنی اور تو جو کچھ ہوگا وہ ہوگا اس دن حق کو جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی اور خرابی ہوگی آگے اس تباہی کی ایک نظیر کا بیان ہے (۱۵) کیا ہم اگلے لوگوں کو ہلاک و برباد نہیں کر چکے ہیں (۱۶) پھر ہم
پچھلوں کو بھی ان اگلوں کے پیچھے لگا دیں گے (۱۷)
ہم گناہ گاروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں
:: یعنی کیا ہم پہلی اُمتوں کو نافرمانی اور دینِ حق کی تکذیب
کی وجہ سے ہلاک نہیں کر چکے پھر ہم ان پچھلوں یعنی آپکی
اُمت کے نافرمانوں کو بھی انہی کیساتھ لگا دیں گے یعنی انکو
بھی تباہ و برباد کر دیں گے۔ کیونکہ ہم گناہ گاروں اور مجرموں
کیساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ جب ہم سب مخلوق کو قیامت
میں بیک وقت فنا کر سکتے ہیں تو تھوڑی تھوڑی آبادی کو فنا
کر دینا ہمارے نزدیک کیا مشکل ہے خواہ یہ تباہی دونوں جہان
میں ہو یا صرف دارِ آخرت میں ہو باوجود اس کے بھی یہ لوگ
قیامت کی تکذیب کرتے ہیں حالانکہ (۱۸) اس دن
جھٹلانے والوں اور تکذیب کرنیوالوں کے لئے بڑی خرابی
ہے آگے بعث اور مرنے کے بعد زندہ ہونیکی اور تقریر فرماتے
ہیں (۱۹) کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی سے نہیں
بنایا یعنی نطفے سے (۲۰) پھر ہم نے اس نطفہ کو ایک
جمے ہوئے محفوظ مقام میں (۲۱) ایک مقررہ اندازے
تک رکھا یہ مضبوط اور جما ہوا ٹھکانا فرمایا ماں کے رحم
کو (۲۲) غرض ہم نے اس کی بناوٹ کا ایک اندازہ کیا سو
ہم کیسے اچھے اندازہ کرنے والے ہیں :: بعض حضرات
نے یوں ترجمہ کیا ہے پھر ہم اس کو پورا کر سکے سو ہم کیا خوب
سکت والے ہیں۔ قرأت کے اختلاف کی وجہ سے ایک
ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب اور دوسرا ترجمہ شاہ
عبدالقادر صاحب رحمہما اللہ کا ہے ہم نے شاہ رفیع الدین
صاحبؒ کا ترجمہ اختیار کیا ہے۔ یعنی اتنی مدت رحم میں
رکھا کہ پورا پا ٹھا ہو کر پیدا ہوا نہ کوئی چیز کم ہوئی اور
نہ زیادہ۔ بہرحال جب ہم نے ایک پانی کی بوند کو تبدیع
انسان بنا دیا تو ہمارے نزدیک مُردہ انسان کو زندہ
کر لینا کیا مشکل ہے۔ لہٰذا تم بعث بعد الموت کی تکذیب
نہ کرو کیونکہ (۲۳) اُس دن جھٹلانے والوں اور تکذیب
کرنیوالوں کے لئے بڑی تباہی ہے (۲۴) کیا ہم نے زمین
کا سب کو سمیٹنے والا نہیں بنایا (۲۵) زندوں کو بھی
اور مُردوں کو بھی (۲۶) اور ہم نے اس زمین میں اونچے
اونچے بوجھل پہاڑ بنائے اور ہم نے تم لوگوں کو میٹھا پانی
پلایا :: یعنی زمین زندوں کو اپنے اوپر بساتی ہے اور مرنے
کے بعد مرنے والے کے اجزا اُسی زمین میں سما جاتے ہیں۔
خواہ کوئی دفن ہو یا غرق ہو یا جل جائے بہرحال سب کے
اجزا زمین میں ہی مل جاتے ہیں، پہاڑوں کا قائم ہونا اور
میٹھے پانی کا مہیا ظاہر ہی ہے یہ امور اُسکی توحید کے مقتضی ہیں
مگر تم توحیدِ الٰہی کو جھٹلاتے ہو یاد رکھو (۲۷) اُس
دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے (۲۸) چلو اس عذاب کیطرف جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے :: یہ اُس دن منکروں سے کہا جائیگا کہ چلو اور چل کر اس عذاب کو دیکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے (۲۹) تم دھوئیں کے
اس سائبان کیطرف چلو جسکی تین پھانکیں ہیں (۳۰) جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ آگ کی لپٹ اور تپش سے بچا سکے گا (۳۱) وہ دھوئیں کا سائبان ایسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکتا ہوگا جیسے بڑا محل (۳۲)

گویا وہ زردی مائل کالے کالے اونٹ ہیں ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں چھاؤں کی تین پھانکیں یعنی پھٹی ہوئی جس میں سے گرمی آتی ہے یعنی اونچی ہوتی ہیں چنگاریاں محل کے برابر ۱۲ مطلب یہ ہے کہ جب حساب کتاب ہوتا رہے گا منکروں کو یہ دھواں گھیرے رہیگا تین شاخوں کا یہ مطلب ہے کہ دھواں جب اونچا ہوتا ہے تو اس کے کئی حصے ہوجاتے ہیں ؛ اس میں سایہ نہ ہوگا۔ جو ٹھنڈک پہونچے اور نہ وہ آگ کی گرمی کو روک سکے گا۔ بلکہ اس میں سے خود چنگاریاں جھڑتی ہوں گی ان چنگاریوں کی حالت ابتدائی تو ایسی ہوگی جیسے کوئی بڑی عمارت اور بڑا محل ہے اور جب ٹکڑے ہوکر زمین پر گریں گی تو ایسی ہوں گی جیسے زردی مائل بسیاہ اونٹ۔ ہمیشہ چنگاری اوپر سے بڑی نظر آتی ہے لیکن نیچے گرتے گرتے اس کے کئی ٹکڑے ہوجاتے ہیں اس لئے دونوں حالتوں کا ذکر فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ جبکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے عرش الٰہی کے سایے میں ہوں گے تو کفار بداطوار دین حق کے منکر اس دھوئیں کے سائبان کے نیچے کھڑے حساب دے رہے ہوں گے اور جب تک حساب ختم نہ ہوجائے گا اسی تشاخے دھوئیں کے نیچے کھڑے رہیں گے اعاذنا اللہ منہ (۳۳) اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے (۳۴) یہ وہ دن ہے جس دن یہ لوگ بول بھی نہ سکیں گے ؛ یعنی بعض مواقع اور بعض مواطن ایسے ہوں گے جن میں گفتگو نہ کرسکیں گے اور بول بھی نہ سکیں گے (۳۵) اور نہ اُن کو کسی عذر کی اجازت دی جائیگی سو وہ عذر بھی نہ کرسکیں گے ؛ کیونکہ واقع میں کوئی عذر نہ ہوگا پھر اعذارِ فاسدہ کی اجازت سے کیا فائدہ (۳۶) اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہوگی (۳۷) یہ ہے وہ فیصلے کا دن ہم نے تم کو اور اگلے لوگوں کو سب کو فیصلے کے لئے جمع کرلیا ہے (۳۸) پھر اگر تمہارے پاس کوئی داؤں اور چال ہے تو مجھ پر وہ داؤں کرد اور وہ چال چلاؤ یعنی اگر آج کے فیصلے سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر اور چال معلوم ہو تو میرے خلاف وہ چال چلو اور مجھ پر اپنا داؤں کر دیہ کفار ان امور حقہ کی تکذیب کرتے ہیں (۳۹) اُس روز جھٹلانے والوں کیلئے بڑی تباہی ہے۔ آگے پرہیزگار مسلمانوں کا ذکر ہے (۴۰) بلاشبہ وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں کے سایے میں اور چشموں میں (۴۱) اور اپنے حسب دل خواہ میووں میں ہوں گے (۴۲) ان سے کہا جائیگا کہ جو اعمال تم کیا کرتے تھے ان کے بدلے اور صلے میں خوب مزے کیساتھ محظوظ ہوکر کھاؤ پیو (۴۳) بیشک ہم نیک روش اختیار کرنوالوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ؛ متقی کی بحث اوپر کئی دفعہ گزر چکی ہے جو شرک سے بچے اسے بھی متقی کہتے ہیں اور اعلیٰ درجے کا متقی وہ جو ناجائز چیزوں کے خوف سے بعض جائز چیزوں کو بھی چھوڑ دے یعنی محض شبہ کی بنا پر اُن چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن کے استعمال کی گنجائش ہو بہرحال یہ متقی لوگ سایوں میں ہوں گے۔ سایے سے مراد یا تو محض راحت و آرام سے کنایہ ہے یا وہ سایے مراد ہیں جن کا احادیث میں ذکر آتا ہے یعنی میدان حشر میں عرش اعظم کا سایہ۔ اور پل صراط پر صدقات و خیرات کا سایہ اور جنت میں طوبیٰ اور دوسرے درختوں کا سایہ اگرچہ جنت میں آفتاب نہ ہوگا اور نہ اس کی گرمی ہوگی لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ بعض دوسری چیزوں کا نور ہو جس کا سایہ پڑتا ہو۔ آفتاب نہ ہونے کو یہ مستلزم نہیں کہ وہاں روشنی معدوم ہوگی۔ کوئی اور ہلکی قسم کی روشنی ہوگی جس میں تپش اور تیز حرارت نہ ہوگی۔ یا عرش الٰہی کا نور ہو یا کسی اور چیز کی روشنی ہو۔ بہرحال متقی لوگ سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔

جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ

زردی مائل کالے کالے اونٹ ہیں۔ اُس دن جھٹلانیوالوں کے لئے بڑی خرابی ہو گی۔ یہ وہ دن ہے جس دن یہ لوگ

لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ

بول بھی نہ سکیں گے۔ اور نہ انھیں عذر پیش کرنیکی اجازت دیجائیگی سو وہ کوئی عذر بھی نہ کر سکیں گے۔ اس دن

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَ

تکذیب کرنیوالوں کے لئے بڑی خرابی ہوگی۔ یہ ہے وہ فیصلے کا دن ہم نے تم کو اور اگلے لوگوں کو

الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ

سب کو جمع کر لیا ہے۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی داؤ ہے تو مجھ پر اپنا داؤں کر دو اُس دن

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤١﴾

جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہوگی۔ البتہ پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں

وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا

اور اپنے حسب دل خواہ میووں میں ہوں گے۔ کہا جائیگا جو اعمال تم کیا کرتے تھے ان کے صلے میں

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾

خوب رچ پچ کر کھاؤ پیو۔ ہم نیک روش اختیار کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا

اُس دن تکذیب کرنے والوں کی بڑی تباہی ہے۔ اے منکرین حق تم تھوڑے دنوں کھالو اور نفع اٹھالو

اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾

یقیناً تم گناہگار ہو۔ اس دن تکذیب کرنے والوں کی بڑی خرابی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

اور جب ان منکروں سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے۔ اُس روز جھٹلانے والوں کی

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع

بڑی خرابی ہے۔ اب آخر یہ لوگ اس کلام کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

ع ۱ / ۲۱

ع ۲ / ۱۰ / ۲۲

چشمے وہی جن کا ذکر سورۂ دہر اور سورۃ الرحمٰن میں گزر چکا ہے اور اُن میووں اور فواکہات میں ہوں گے جن کی وہ خواہش کرتے ہوں گے۔ ان سے کہا جائیگا۔ خوب محظوظ ہوکر کھاؤ پیو ہنیا کے معنی گوارا اور زود ہضم یعنی یہاں کے کھانے میں بدہضمی اور ثقل یا امتلا کا اندیشہ نہیں۔ اس کھانے اور پینے کی اجازت اُن اعمال کے صلے میں ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ یعنی گرمیوں میں روزے رکھتے تھے اور لذیذ کھانے فقراء پر خیرات کیا کرتے تھے اور سردی میں نمازیں پڑھا کرتے تھے اگرچہ تمہارے خیال میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ اُس محدود عبادت کا تم کو اس قدر لا محدود ثواب اور لا محدود نعمتیں عطا ہوں گی۔ لیکن ہماری عادت یہی ہے کہ ہم نکوکاروں اور نیک روش اختیار والوں کو ایسا ہی صلہ اور ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ آگے پھر دین حق کے منکروں کا ذکر ہے کہ تم ان نعمتوں کا ذکر اور ان کی تفصیل سنکر تکذیب کرتے ہو اور ان نعمتوں کو جھٹلاتے ہو تو سُن لو (۴۴) اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے بڑی خرابی اور تباہی ہے (۴۵) اے منکرین حق تم تھوڑے دن کھالو اور برت لو اور نفع اٹھالو یقیناً تم مجرم اور گناہگار ہو ؛ یعنی یہ دنیا چند روزہ ہے یہاں کھالو اور بہرہ مند ہوجاؤ (باقی ضمیمہ میں)

بقیہ صفحہ ۸۹۹

کوئی دراڑ یا شگاف دیکھنے میں آتا ہے۔ آگے پھر تنقیدی نظر ڈالنے کی تاکید ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۴) پھر بار بار نگاہ کو دوڑا کر دیکھ اور بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ تیری نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔ یعنی پہلی مرتبہ کے بعد دو مرتبہ دیکھنے کا پھر حکم فرمایا یعنی تین مرتبہ دیکھنے کا حکم دیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہاں مقصود بار بار دیکھنے کی تاکید ہے کہ عالم علوی کی اس صنع میں جس کو آسمان کہتے ہیں کوئی عیب نکالنے کی غرض سے اس پر تنقیدی نظر ڈالو سوائے اس کے کہ اے مخاطب تیری نظر ذلیل ہو کر اور تھک کر تیری طرف واپس آ جائے۔ حضرت حق تعالیٰ کے بنائے ہوئے آسمانوں میں کوئی تفاوت تجھ کو نظر نہ آئے گا۔ پھر یہ آسمان پوری زمین کو اسی طرح محیط ہے جس طرح انڈا اپنی سفیدی اور زردی کو محیط ہوتا ہے انڈا پوری طرح گول نہیں ہوتا مگر آسمان زمین کی طرح گول ہے۔ اور زمین کو سب طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمین کے کسی حصے پر پہنچ کر آسمان کو دیکھئے ہر جگہ سے سر کے اوپر نظر آئے گا۔ اور یہ جو فرمایا خاسئا و ھو حسیر نگاہ عیب بین کو جب کوئی عیب نہ ملے گا تو ذلیل ہو گی۔ اور جب بار بار کوشش کرے گی تو تھک کر درماندہ ہو جائے گی۔ حضرت حق تعالیٰ کے کمال صنع میں انگلی رکھنے کی جگہ کہاں۔ آگے آسمان دنیا کی بعض خصوصیات کا ذکر فرمایا۔ (۵) اور ہم نے آسمان دنیا یعنی ورلے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے ان چراغوں کو شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے اور ہم نے ان شیاطین کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ آسمان دنیا یا ورلا آسمان۔ اس میں تارے نظر آتے ہیں۔ جو راتوں میں چراغوں کی طرح چمکتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں دیکھنے والوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ زمین کی مخلوق کے ہزاروں منافع ان تاروں سے وابستہ ہیں۔ تری اور خشکی کے راستوں کا پتہ۔ مغرب، مشرق شمال، جنوب کا معلوم ہونا۔ پھولوں کا رنگ، پھولوں کی رنگت، پھلوں کا رنگ اور خدا جانے ان تاروں کے کیا کیا اثرات ہیں۔ جو حکما اور فلاسفر یا کاشتکار اور باغبان جانتے ہیں۔ قرآن سے چراغوں کی زینت کے ساتھ مخلوق کے ایک اور روحانی فائدے کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ یہ چراغ یعنی تارے شیاطین کو غیب کی خبریں سننے سے روکتے ہیں۔ جب کبھی کوئی شیطان آسمان کے قریب پہنچتا ہے تو ان تاروں سے ان کو رجم کیا جاتا ہے اور آگ کا ایک شعلہ ان کی طرف لپکتا ہے۔ یہ تو دنیا میں ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہم نے ان شیاطین کے لئے دہکتی ہوئی آگ یعنی جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ علاوہ بے شمار منافع کے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیا میں ان پر شہاب پھینکے جاتے ہیں اور آخرت میں ان کو جہنم کا عذاب ہوگا۔ اس موقعہ پر مفسرین نے کئی باتیں ذکر کی ہیں۔ تاروں کی زینت۔ تاروں کا آسمان سے تعلق۔ یعنی یہ تارے آسمان میں قندیل کی طرح لٹکے ہوئے ہیں یا آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم نے تطویل کے اندیشے سے تمام مباحث کو چھوڑ دیا ہے اور جو بات مشہور ہے وہ اختیار کر لی ہے وہ یہ کہ تارے آسمان دنیا کی زینت اور رونق کا سبب ہیں۔ شیاطین کے لئے شہاب ہیں اور شیاطین کو دفع کرتے ہیں۔ تری اور خشکی میں مسافروں کو راستے کا ان سے پتا ملتا ہے۔ اس کے علاوہ علم ہیئت میں جو ان تاروں کے فوائد بیان کئے گئے ہیں ان کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے اور تفصیل چھوڑ دی ہے۔ اوپر سے حضرت حق تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہو رہا تھا۔ اسی سلسلے میں موت و حیات کا ذکر کیا گیا۔ پھر آسمانوں کی پیدائش اور ان کے سات طبقات کا ذکر فرمایا پھر ان کے کمال پر توجہ دلائی اور نظر و نگاہ تامل کو دعوت دی کہ کوئی عیب اور کوئی تفاوت بیان کرو۔ اور بار بار دیکھ کر بتاؤ کہ ہم نے ان آسمانوں کو جیسا بنایا ہے اور جو رعایتیں اور مصالح ان کی بناوٹ میں ملحوظ رکھے ہیں۔ ان میں کیا عیب ہے اور یہ کیسے ہونے چاہئیں تھے جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے یعنی جیسا چاہئے ویسا نہ ہوا یعنی کسی اور طرح سے بنائے جاتے۔ بہرحال اسی سلسلے میں آسمان دنیا کا ذکر فرمایا اور تاروں کے فوائد ذکر کئے۔ ان شیاطین کا ذکر فرمایا اور دنیا و آخرت میں ان کے عذاب کا ذکر فرمایا۔ اب اس سلسلے میں جو لوگ شیاطین کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور اپنے پروردگار کی توحید کا انکار کرتے ہیں ان کے انجام کا ذکر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۵) اور جو لوگ اپنے پروردگار کی توحید کا انکار کرتے اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کافرانہ شیوہ رکھتے ہیں تو اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ جہنم بازگشت کی بہت بُری جگہ ہے۔ یعنی اپنے پروردگار کی توحید کا انکار کرتے ہیں اور دین حق کے منکر ہیں تو ان کا حشر بھی وہی ہوگا جو شیاطین کا ہوگا (۶)

بقیہ صفحہ ۹۰۰

بن دیکھے یعنی نہ عذاب کا معائنہ کیا۔ نہ میدان حشر کو دیکھا۔ نہ دوزخ آنکھوں کے سامنے آئی۔ پھر بھی ان باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں تو ایسے لوگ بڑی بخشش اور ثواب کے امیدوار ہیں ولمن خاف مقام ربہ جنتن۔ آگے ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی جو اپنی مجالس اور محافل اور روزانہ کی صحبتوں میں بیٹھ کر قرآن اور اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کیا کرتے تھے (۱۲) اور تم اپنی بات کو چھپا کر کہو یا اس کو کھول کر کہو اور آواز سے کہو وہ سب جانتا ہے کیونکہ وہ سینوں کی پوشیدہ باتوں تک سے بخوبی واقف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان منافقوں سے فرماتے تھے کہ تم نے فلاں موقعہ پر یہ کہا فلاں موقعہ پر اپنی مجلس میں یہ بد زبانی کی تو یہ منکر آپس میں چپکے چپکے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف بدگوئی کرتے۔ اس پر حضرت حق نے فرمایا کہ تم کوئی بات چھپا کر کہو یا پکار کر اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے وہ سینوں تک کے بھیدوں سے واقف ہے اور باخبر ہے آگے اسی باخبر ہونے کی دلیل ہے (۱۳) بھلا جس نے پیدا کیا ہے وہ اپنی مخلوق کے حالات سے بے خبر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ بڑا باریک بین اور پوری طرح باخبر ہے۔ یعنی بھلا جس نے پیدا کیا ہے وہ نہ جانے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جو خالق اور مختار ہو، وہ خالق و مختار جس چیز کو پیدا کرے یہ ضروری ہے کہ اُس کو پورا علم اس کا حاصل ہو ورنہ پیدا کرنا ممکن نہیں بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس نے بنایا وہی نہ جانے۔ وہ نہایت لطیف اور ہر بھید سے واقف ہے۔ حقائق نفس الامریہ کے ادراک کے لئے وہاں کوئی چیز مانع نہیں۔ کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں کہ جس کے احوال سے وہ باخبر نہ ہو۔ آگے اپنے بعض انعامات اور دلائل توحید کا بیان فرمایا (۱۴) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ جس نے تمہارے نفع کے لئے زمین کو مطیع مسخر اور فرماں بردار کر دیا سو اب اس کے کندھوں یعنی اس کے راستوں میں اس کے اطراف و جوانب میں چلو پھرو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ اور دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جانا؛ دوبارہ اٹھنا ہے۔ یعنی زمین کو باوجود اس کی اتنی وسعت و پہنائی کے تمہارا تابعدار کر دیا کہ جس طرح چاہتے ہو اس کو استعمال کرتے ہو۔ اس کی معدنیات کو اپنے کام میں لاتے ہو۔ کھیتی باڑی کے لئے ہل چلاتے ہو۔ اس کی نباتات سے فائدہ حاصل کرتے ہو، اس پر ہر قسم کی تعمیر کرتے ہو اور مویشی کو جس طرح چاہتے ہو کام میں لاتے ہو۔ غرض اس مالک نے ایک بہت بڑی طاقت نمو اور قوت نشو و نما کو تمہارے اختیار میں دے دیا۔ تم اس کے کاندھوں پر چڑھے چڑھے پھرو۔ یعنی جہاں تمہارا جی چاہے سفر کرو۔ تجارت کرو ایک جگہ کی پیداوار دوسری جگہ منتقل کر کے نفع کماؤ اور دنیوی فوائد حاصل کرو اور اس کی مہربانی سے جو روزی تم کو دی جاتی ہے اُس کو کھاؤ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس مالک و مختار کو نہ بھول جاؤ جس نے اتنی بڑی طاقت کو تمہارے لئے پست اور تمہارا تابعدار کر دیا ہے اس کا خیال رکھو کہ تم سب کو ایک دن اسی مالک و مختار کی پیشی میں حاضر ہونا ہے اور اُس کی جناب میں جی کر اٹھنا ہے۔ (۱۵)۔

بقیہ صفحہ ۹۰۱

جو آفات و مصائب میں تمہاری فوج اور تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کرے اور تمہاری خواہش کے مطابق تمہاری حفاظت کرے اگر تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ یہ تمہارے جھوٹے اور باطل معبود کسی آفت کے وقت تمہارے کام آجائیں گے یا تمہارے سپاہی بن کر تمہاری مدد کریں گے تو ایسا خیال کرنا محض دھوکا اور فریب ہے اسی کو فرمایا ان الکافرون الا فی غرور (۲۰) اچھا اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی اور اپنے رزق کو تم سے روک دے تو بھلا وہ کون ہے جو پھر تم کو روزی پہنچائے اور تم کو رزق دے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کافر سرکشی اور نفرت پر اڑے ہوئے ہیں یعنی اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی اور رزق رسانی کے دروازے اور وسائل و اسباب بند کر دے تو بھلا وہ کون ہے جو تم کو رزق پہنچا سکے ان تمام باتوں کو سن کر اور اس کی بے پناہ طاقت اور بے کراں قدرت کا حال سن کر بتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں آتے تو اصل بات یہ ہے کہ سخت عناد۔ سرکشی اور حد سے تجاوز کرنے۔ اور حق بات سے بھاگنے۔ نفرت کرنے اور بدکنے پر جمے ہوئے ہیں۔ لجاج انتہائی عناد پر اڑنا اور جم جانا۔ عتو حد سے تجاوز کرنا سرکشی میں بڑھ جانا۔ نفور نفرت کرنا۔ بھاگنا۔ بدکنا بیزار ہو کر چل دینا (۲۱) بھلا ایک وہ شخص جو اندھا اپنے منہ کے بل چلے وہ سیدھی راہ پائے گا یا وہ شخص جو چلے سیدھا ایک سیدھی راہ پر وہ مقصود تک پہنچے گا؟ قرآن نے یہ مشرک اور موحد کی مثال بیان فرمائی۔ مکب کہتے ہیں اس شخص کو جو منہ کے بل گرتا ہو جیسے مرگی والا یا اندھا آدمی جو قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہو اور منہ کے بل گر گر پڑتا ہو تو ایک ایسا شخص جو قدم قدم پر منہ کے بل گرتا ہو اور اس حال میں راستہ طے کرتا ہو اور ایک ناہموار راستے پر رینگ رہا ہو اور سوائے زمین کے اُس کو کچھ نظر نہ آتا ہو کیونکہ جب سیدھا کھڑا ہونے کا موقع ہی نہ ملے گا تو اور دوسری چیزیں اس کو کس طرح دکھائی دیں گی۔ بہرحال ایک شخص تو ایسا ہے تو کیا یہ زیادہ راہ یافتہ ہوگا۔ یا وہ شخص جو سیدھی سڑک اور سیدھی راہ پر سیدھا چلتا ہو۔ یعنی صحیح و سالم اور سیدھا کھڑے ہو کر چلتا ہو۔ ہر طرف کے نشانات اور اشجار و احجار اور چاند سورج کو دیکھتا ہوا چلتا ہو۔ یہ منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہوگا اور یہ زیادہ راہ یافتہ ہوگا۔ بعض حضرات نے مکب سے ابوجہل اور سویّا سے حضرت حمزہ یا ابوجہل اور عمار بن یاسر مراد لئے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ آیت کا مفہوم عام ہے۔ ہر موحد اور ہر مشرک کی یہی حالت ہے۔ ایک تخمین اور ظن پر ٹھوکریں کھاتا ہوا چل رہا ہے اور ایک حق اور یقین کی راہ اختیار کئے ہوئے ہے اور جو یقین اور حق کی راہ چل رہا ہے وہی زیادہ راہ یافتہ اور کامیاب ہے ان دلائل واضحہ کے بعد بھی اگر یہ لوگ نہیں سمجھتے تو حضرت حق تعالیٰ

پیغمبر علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی فہمائش کا دوسرا طریقہ اختیار کیجئے اور اللہ سے یوں کہئے (۲۲)۔

بقیہ صفحہ ۹۰۳

آپ کو برا کہتے ہیں اور آپ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں اور آپ باوجود ایک محسن اعظم ہونے کے ان کی برائی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں اور اپنے تبلیغی کام کو جاری رکھتے ہیں اس لئے آگے آپ کے خلق عظیم کا ذکر ہے۔ یہ لفظ غیر ممنون عام اہل ایمان کے لئے بھی سورۂ انشقاق اور سورۂ تین میں آیا ہے تو وہ بہشت کے اجر کا ذکر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو اجر غیر ممنون فرمایا ہے وہ آپ کی ہدایت عام غیر منسوخہ کی بنا پر ہے جس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہنے والا ہے اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ بہرحال آپ کے خلق عظیم کے سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے (۴) اور یقیناً آپ بڑے بلند اخلاق کے مالک ہیں ہم نے محاورے کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ بھی مجنون کہنے والوں کا جواب ہے کہ جس کا خلق بلند ہے اور جو اخلاق عظیم کا مالک ہے اور جس کو خلق عظیم کا ملکہ حاصل ہے وہ بھلا کہیں مجنون ہو سکتا ہے اور دیوانوں میں جب عقل ہی نہیں ہوتی تو خلق کہاں ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے کتب سیر و احادیث لبریز اور بھری ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی انبیائے سابقین میں جو اخلاقی بزرگیاں اور بڑائیاں تھیں ان سب کی تکمیل اور ان کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ جب آیت خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ اس کی تفسیر کیا ہے۔ تو جبرئیل نے عرض کیا اوتیت بمکارم الاخلاق ان تصل من قطعک وتعطی من حرمک وتعفو عمن ظلمک۔ یعنی یہ آیت آپ کو اچھے اور بزرگ اخلاق سکھاتی ہے وہ یہ ہیں کہ جو تجھ سے تعلق قطع کرے آپ اس سے میل کیجئے اور اس سے ملئے اور جو آپ کو محروم کرے آپ اس کو عطا کیجئے اور جو آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کر دیجئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صل من قطعک واعف عمن ظلمک واحسن الی من اساء الیک یعنی جو تجھ سے تعلق کو توڑے تو اس سے جوڑ۔ جو تجھ پر ظلم کرے تو اس کو معاف کر دے۔ جو تیرے ساتھ برائی کرے تو اس کے ساتھ نیکی اور بھلائی کر۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عظیمہ کے متعلق سوال کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا آپ کا خلق قرآن تھا۔ یعنی قرآن نے جو اخلاق حسنہ بتائے ہیں اور قرآن نے جو بلند تعلیم دی ہے وہ سب آپ کے اخلاق تھے کیونکہ ہر بات آپ کی شریعت اور طریقت مروت اور عقل کے موافق تھی اور یہی وہ خلق عظیم ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ فرمایا ہے ان کفار مکہ کو یہ نہیں معلوم کہ یہ ایک مجسمۂ خلق عظیم کو دیوانہ اور مجنون کہتے ہیں۔ اگرچہ دل ان کے بھی جانتے ہیں لیکن عنقریب اپنی آنکھوں سے بھی اپنے قول کی غلطی دیکھ لیں گے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ بود ہم بحر کرمت ہم کان ۔ گوہر شں کان خلقہ القرآن وصف خلق کسی کہ قرآن است ۔ خلق را نعت او چہ امکان است۔ (۴) اب عن قریب آپ دیکھ لیں گے اور یہ دین حق کے منکر بھی دیکھ لیں گے (۵) کہ تم میں سے کون جنون میں مبتلا تھا۔ یعنی عذاب دینے کے وقت۔ یا مرنے کے بعد۔ یا قیامت کے دن کا عذاب دیکھ کر یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ درحقیقت مجنون کون تھا۔ اور جنون کے فتنے میں کون مبتلا تھا کیونکہ جنون موجب ہے زوال عقل کا اور زوال عقل کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ضرر سے بچتا نہیں اور نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا قیامت کے دن یہ بات آشکارا ہو جائے گی کہ کون نفع سے محروم رہ کر ضرر میں مبتلا ہوتا ہے اور اجر و ثواب سے محروم رہ کر عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔ اس دن یہ بات آنکھوں سے بھی مجرم دیکھ لے گا اور دل سے بھی یقین کرے گا جو اس دن کے ضرر سے محفوظ نہ رہ سکا اور اس دن کے نفع سے محروم رہا وہی دیوانہ تھا اور وہی جنون کے فتنے میں مبتلا تھا اگرچہ پیغمبر علیہ السلام کو اس دنیا میں بھی یقین حاصل تھا کہ یہ منکر دیوانے ہیں لیکن منکروں کے مجنون کہنے سے آپ کی حیثیت ایک فریق کی بن گئی تھی اس لئے دونوں کو فرمایا کہ اے پیغمبر آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ بھی دیکھ لیں گے۔ آگے حق تعالیٰ نے اپنے علم کا اظہار فرمایا کہ آپ کے پروردگار کو تو معلوم ہی ہے اور وہ تو وقت پر ہر شخص کو اس کے مناسب سزا دے گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۶) بلاشبہ آپ کا پروردگار ہی اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہی ان کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ یافتہ ہیں، یعنی چونکہ وہ گم کردہ راہ کو بھی جانتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے کئے کی سزا اور جزا دے گا۔ اس وقت ان کافروں کو یہ بات کھل جائے گی کہ واقعی دیوانہ اور مفتون کون تھا آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان تکذیب کرنے والوں سے ہوشیار رہئے اور ان کا کہنا نہ مانیئے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۷) لہٰذا آپ ان تکذیب کرنے والوں اور دین حق کو جھوٹا بتلانے والوں کا کہنا نہ مانیئے اور ان کی اطاعت نہ کیجئے، یعنی اے پیغمبر جب آپ کو ان مکذبین کی حالت معلوم ہو گئی تو اب ان کے کہنے میں نہ آئیے اور ان کی بات نہ مانیئے کیونکہ یہ کوئی درمیانی بات نکالنے کی کوشش کریں گے اور آپ کو صلح پر آمادہ کریں گے جیسا کہ دنیوی معاملات میں مبتلا کرتا ہے کہ کچھ تم دب جاؤ کچھ ہم دب جائیں اور باہمی سمجھوتا کر لیا جائے۔ تو دین کے معاملہ میں آپ ان کی کوئی ایسی بات نہ مانیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۸) یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ بتوں کے بارے میں نرم ہو جائیں تو وہ بھی آپ کی مخالفت میں ڈھیلے پڑ جائیں، یعنی راہ پر آنے والے اور نہ آنے والے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ لہٰذا دعوت و تبلیغ میں کسی کی رو و رعایت نہ ہونی چاہئے۔ جس کو اسلام قبول کرنا اور ہدایت پانا ہے وہ پائے گا۔ اور جس کو محروم رہنا ہے وہ محروم رہے گا۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ آپ کفر کے معاملہ میں مداہنت اختیار کریں اور سست اور ڈھیلے ہو جائیں اور کاہلی برتیں بتوں کی مخالفت میں نرم ہو جائیں تو یہ آپ کی مخالفت کم کر دیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ ڈھیلے پڑ جائیں اور توحید الٰہی کی مخالفت میں مداہنت برتیں۔ اس آیت میں ان کی خواہش کا اظہار فرمایا اور مقصد یہ ہے کہ آپ ان سے اس قسم کا معاملہ نہ کریں۔ اور ان مکذبین کا کہنا مانیں اور ان کی پروا نہ کریں کچھ ہم سورۂ واقعہ کی تیسیر میں عرض کر چکے ہیں اور کچھ سورۂ کافرون میں انشاء اللہ آ جائے گا۔ لہٰذا دین کے معاملے میں مسامحت اور مداہنت نہیں کی جا سکتی۔ البتہ مدارات جس کو ہندوستان میں خاطر تواضع اور خاطر مدارات کہتے ہیں اصول انسانیت کی بنا پر ہر مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ انفرادی یا اجتماعی طور پر جائز ہے بغرض حسن سلوک اور خاطر مدارات اور چیز ہے اور مداہنت فی الدین دوسری چیز ہے۔ اس لئے فرمایا کہ منکرین اور مکذبین کا کہنا نہ مان اور دین میں مداہنت نہ کر۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تو ان کے بتوں کو بھلا کہہ تو دے۔ تیری باتوں کو پسند کریں ۱۲ امام غزالیؒ نے اپنی بعض تصانیف میں فرمایا ہے کہ مداہنت اور مدارات میں بہت باریک فرق ہے۔ اب آگے بعض خاص کافروں کے اوصاف بیان فرما کر ان کی اطاعت سے خاص طور پر اپنے پیغمبر کو منع فرمایا (۹) اور اے پیغمبر آپ خاص طور پر کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے اور اس کی اطاعت نہ کیجئے جو بہت قسمیں کھانے والا ہو۔ بے قدر اور ذلیل ہو (۱۰) طعن اور تشنیع کرنے والا ہو اور چغل خوری اور چغلیاں کھاتا پھرتا ہو (۱۱) بھلے اور نیک کاموں سے روکنے والا ہو۔ حد سے بڑھ جانے والا ہو۔ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا گنہگار ہو (۱۲) سخت طبع۔ بدمزاج گردن کش اور ان سب باتوں کے علاوہ اس کا نسب بھی صحیح نہ ہو یعنی ولد الزنا اور حرام زادہ ہو (۱۳) محض اس بات سے کہ وہ صاحب مال اور صاحب اولاد ہو (۱۴) جب ہماری آیتیں اس پر تلاوت کی جاتی ہیں اور اس کے روبرو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کی بے سر و پا اور بے سند کہانیاں ہیں (۱۵)۔

بقیہ صفحہ ۹۰۴

اس میں کھیتی بھی بہت عمدہ ہوتی تھی۔ بہت آمدنی اور بڑے محصول کا باغ تھا۔ اس کا مالک بہت خیرات کرتا تھا۔ باغ کے پھل اور کھیتی کا اکثر حصہ مساکین کو دیا کرتا تھا۔ مساکین اس کے باغ سے بہت فائدہ اٹھاتے تھے اس باغ والے کے تین یا پانچ لڑکے تھے ان میں سے صرف ایک لڑکا باپ کے طریقہ کو پسند کرتا تھا اور باقی دو لڑکے باپ کی خیرات اور مساکین کی خدمت کو ناپسند کرتے تھے چنانچہ جب باپ کا انتقال ہو گیا اور باغ کے کاٹنے کا وقت آ گیا تو لڑکوں نے قسمیں کھا کر کہا اکثر نے یا بعض نے کہ صبح کو ضرور اس باغ کا میوہ اور کھیتی کاٹ لیں گے اور انشاء اللہ بھی نہ کہا یعنی اپنے ارادے اور فعل پر اتنا وثوق اور بھروسہ تھا کہ کوئی استثناء نہ کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ بھی نہ کہا اور صبح ہوتے ہی شاید اس لئے کہا کہ باپ دیر سے کاٹتا تھا تو مساکین جمع ہو جاتے تھے ہم صبح مساکین کے جمع ہونے سے پہلے ہی پھل اور کھیتی کاٹ لائیں گے (۱۸) پس وہ پڑے سوتے ہی رہے اور آپ کے پروردگار کی جانب سے ایک چکر لگانے اور گھومنے والا اس باغ کا چکر لگا گیا اور اس پر گھوم گیا، یعنی حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ یا گرم لو کا عذاب آیا اور اس باغ پر پھر گیا (۱۹) پھر صبح ہوتے ہوتے وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی، یعنی بالکل صاف زمین کہیں کہیں جلی ہوئی کھیتی کے نشان۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پانچ بھائی تھے ان کا باپ چھوڑ مرا ایک باغ میوہ کا اس کی پیدائش سے سارا گھر آسودہ تھا جس دن میوہ توڑا ٹھہراتا شہر کے سب فقیر جمع ہو آتے سب کو کچھ کچھ دیتا اسی سے برکت تھی پیچھے بیٹوں نے سمجھا کہ اتنا جو فقیر لے جاویں اپنے ہی کام آوے پھر مشورہ کیا کہ سویرے ہی توڑ کر گھر لے آئے فقیر جاویں گے تو وہاں کچھ نہ پائیں گے اور اس پر ایسا یقین کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ بھی نہ کہا۔ رات کو آگ لگی یا دھاڑ پڑی سب صاف ہو ۱۲ (۲۰) غرض صبح کرتے باغ والے ایک دوسرے کو پکارنے لگے (۲۱) کہ اگر تم کو باغ کے پھل توڑنے ہیں تو سویرے اپنے کھیت پر چلو (۲۲) پھر وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے گھر سے روانہ ہوئے (۲۳) کہ بات تو جب ہے کہ آج باغ میں تمہارے پاس مسکین اور محتاج نہ آنے پائے (۲۴) اور اپنے کو بخل اور مساکین کو نہ دینے پر قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے پہنچ گئے، یعنی خفیہ باتیں کرتے اور فقیروں کو محروم رکھنے کی نیت سے اور اپنے خیال میں اس نیت بخل پر قدرت رکھتے ہوئے صبح ہی صبح باغ میں جا پہنچے (۲۵) پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے۔ یقیناً ہم راستہ بھول گئے (۲۶) نہیں بلکہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

پہلے اپنا نقصان : پہچانا کہ نہیں اور جانکلے۔ پیچھے سمجھا کہ ہم بے نصیب ہوئے ۱۲ (۲۷) ان لڑکوں میں سے منجھلے لڑکے نے کہا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی پاکی کیوں نہیں بیان کرتے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی اللہ کی طرف سے سمجھتے یہ نعمت اور فقیرے دریغ نہ کرتے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ جب اس باغ کو اُجڑا ہوا دیکھا اور اُس کے کھیت کو جھلسا ہوا پایا اور یہ سمجھ لیا کہ یہ باغ تو ہمارا ہی ہے مگر اس پر خدا کا قہر نازل ہوا ہے اور یہ عذاب کی وجہ سے اُجڑا ہے۔ تب اُنہوں نے کہا بل نحن محرومون۔ اور جب اپنی محرومیٔ قسمت کا ان کو یقین ہو گیا تب ان کے منجھلے بھائی نے جو ان سب میں بہتر اور باپ کے مسلک سے قریب تھا۔ دوسرے بھائیوں سے کہا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی پاکی کیوں نہیں بیان کرتے یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر جو مساکین آتے ہیں اُن کا بھی خیال رکھو اور باپ کا جو بھلا طریقہ تھا اور جس طرح وہ فقرا کے حقوق کا خیال رکھتا تھا اسی طرح تم بھی رکھو اور کل کے لئے انشاء اللہ تو کہہ لو۔ غرض جو کچھ اُس بھائی نے ان کو سمجھایا تھا وہ سب اُن کو یاد دلایا اس باغ کا نام مفسرین نے ضروان بتایا ہے علی حرد قادرین کا ترجمہ کئی طرح کیا گیا ہے۔ حرد کے بہت سے معنی اہل لغت نے کئے ہیں۔ منع کرنا، روک لینا، جلدی چلنا، قصد نیت، ارادہ۔ غرض اس بھائی کے کہنے سے سب بھائیوں کو احساس ہوا اور اپنی غلطی کا سب اعتراف کرنے لگے (۲۸) اس پر سب نے کہا ہمارا پروردگار جملہ عیوب سے پاک ہے۔ بےشک ہم ہی ظالم اور قصوروار تھے؛ یعنی توبہ کے طور پر کہا۔ کہ ہم نے ہی اپنی جان پر ظلم کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ یہ اعتراف تھا گناہوں کا (۲۹) پھر ایک دوسرے کی جانب مُنہ کر کے آپس میں ایک دوسرے کو الزام دینے لگے؛ یعنی جیسا کہ قاعدہ ہے کہ شکست ہو جانے اور کام کے بگڑ جانے کے بعد ایک دوسرے کو ملامت اور اُلاہنا دیا کرتے ہیں۔ وہی ان بھائیوں میں ہونے لگا۔ پھر اپنی غلطی کا احساس کرنے کے بعد آپس میں متفق ہو کر حضرت حق تعالیٰ کی جناب میں رجوع ہوئے (۳۰) آخر کہنے لگے ہائے ہماری خرابی ہم سب ہی حد سے بڑھ جانے والے تھے :.

بقیہ صفحہ ۹۰۵

جس میں یہ مضمون لکھا ہوا ہو اور بذریعہ وحی اس کتاب میں درج کیا گیا ہو کہ جس کو تم پسند کرتے ہو وہ چیز تم کو وہاں مل جائے گی یعنی حسنیٰ۔ جیسا کہ کہتے تھے ان لی عندہ للحسنیٰ۔ اگر کسی آسمانی کتاب میں تمہارے لئے یہ بشارت لکھی ہوئی ہے تو وہ دکھا دو (۳۸) کیا تم نے ہم سے اس بات پر قیامت تک باقی رہنے والی کچھ محکم اور مضبوط قسمیں لے رکھی ہیں کہ جن چیزوں کا تم اپنے حق میں فیصلہ کر رہے ہو وہ چیزیں تم کو ملیں گی؛ یعنی کیا ہمارے ذمہ کچھ ایسی قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور وہ قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں اور ان قسموں اور ان عہد و پیمان کا یہ مضمون ہو کہ جن چیزوں کا تم فیصلہ کر رہے ہو وہ چیزیں تم کو ملیں گی۔ یعنی ثواب اور جنت کا تم دعویٰ کر رہے ہو کہ یہ ہم کو ملیں گی یا ہم کو ہی ملیں گی۔ تو کیا اس پر ہم سے کوئی عہد اور پیمان ہو گیا ہے ہم نے تمہارے لئے قسمیں کھا کر اس بات کو کہا ہے اور وہ قسمیں بھی ایسی ہیں جن قسموں کا اثر قیامت تک پہنچنے والا ہے اور وہ مضمون وہی ہے کہ جس بات کا تم فیصلہ کر رہے ہو یا جن چیزوں کو تم پسند کر رہے ہو وہ باوجود کفر و طغیان کے تم کو مل جائیں گی۔ اور ما تحکمون اور ما تخیرون تم کو عطا کر دیا جائے گا۔ یعنی کفر کی حالت میں مرنے کے باوجود تم ثواب اور جنت کے مستحق قرار پاؤ گے آگے اس بات پر ضامن طلب فرمایا

(۳۹) اے نبی آپ ان سے دریافت کیجئے کہ آخر ان میں وہ کون شخص ہے کہ اس قسم کی باتوں کا ضامن اور ذمہ دار ہے؛ یعنی اگر کوئی ایسی قسما قسمی ہو چکی ہے اور ہم نے کوئی ایسا عہد کیا ہے کہ ہم ابتدائے آفرینش سے لے کر آخرت تک تم سے یکساں سلوک کریں گے اور جس طرح دنیا میں تم کو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کا موقعہ دیا ہے اور بطور استدراج ہر قسم کی ترقی کے مواقع تمہارے لئے مہیا کر دیئے گئے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی تم کو ہر قسم کا آرام و آرائش مہیا کیا جائے گا تو جو اس طرح کی مہمل اور لایعنی باتوں کا ذمہ دار اور ضامن ہے وہ کون ہے اُسے بتاؤ (۴۰) کیا ان مشرکوں کے تجویز کردہ کچھ شرکا ہیں جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک مقرر کر رکھا ہے پھر اگر یہ سچے ہیں تو ان اپنے تجویز کردہ شرکا کو پیش کریں؛ یعنی اگر یہ یوں کہیں کہ وہ جن کو ہم شریک خدائی سمجھتے ہیں اور جن کی ہم پرستش کیا کرتے ہیں وہ سب اپنی سفارش سے عالم آخرت میں یہ نعمتیں ہم کو دلوائیں گے تو ان سے کہو کہ ان کو ہمارے سامنے لاؤ تاکہ ہم دیکھیں کہ ان کو کیا طاقت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے اس کی مرضی اور اس کی منشا کے خلاف دین حق کے منکروں کو جنت اور حسنیٰ دلوا دیں گے۔ غرض جب یہ مضمون نہ کسی آسمانی کتاب میں ہے نہ کوئی ہمارا عہد و پیمان ہے۔ پھر ایسی حالت میں کوئی شخص ان میں سے یا ان کے فرضی شرکا میں سے ذمہ دار بھی نہیں تو پھر ان کا یہ دعویٰ کہ ما تحکمون اور ما تخیرون آخرت میں ہمارے لئے ہے غیر مسموع اور ناقابل توجہ دعویٰ ہے۔ آگے قیامت میں ان کی ذلت اور رسوائی کا ذکر فرمایا (۴۱) وہ دن قابل ذکر ہے جس دن پنڈلی کو نمایاں کیا جائے گا اور کھولا جائے گا اور لوگوں کو سجدے کے لئے بلایا جائے گا پھر کافر لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے (۴۲) ان کی آنکھیں نیچی ہو رہی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ اس رسوائی کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دنیا میں سجدے کے لئے بلایا جاتا تھا حالانکہ اس وقت یہ توانا اور تندرست تھے؛ ساق پنڈلی کو کہتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے یکشف ربنا عن ساقہ فیسجد کل مؤمن و مؤمنۃ و یبقی من کان یسجد فی الدنیا ریاء و سمعۃ یعنی ہمارا پروردگار اپنی پنڈلی کو نمایاں کرے گا پھر ہر مومن مرد اور مومن عورت سجدہ میں گر پڑیں گے اور جو شخص دنیا میں ریاکاری اور دکھاوا کا سجدہ کیا کرتا تھا وہ باقی رہ جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب منافق اور ریاکار سجدہ نہ کر سکیں گے تو کافر کس طرح کر سکیں گے۔ ان کی کمر کی ہڈی سیدھی کر دی جائے گی اور یہ جھک ہی نہ سکیں گے کشف ساق کے وقت سجدے کی دعوت تکلیف یا عبادت کے لئے نہ ہوگی کیونکہ وہ عالم دار التکلیف نہیں ہے بلکہ جن کے سجدے مقبول ہیں اور جن کے سجدے نامقبول ہیں ان کا امتیاز مقصود ہوگا۔ تاکہ عبادت مقبولہ اور غیر مقبولہ کا امتیاز ہو جائے۔ جن کی عبادت خلوص کے ساتھ دنیا میں ادا ہوتی تھی وہ سجدہ کریں گے اور جو مخلصانہ عبادت نہ کرتے تھے یا بالکل عبادت کے خوگر نہ تھے وہ قادر نہ ہو سکیں گے۔ اسی کو فرمایا کہ دنیا میں ان کو نماز کی دعوت دی جاتی تھی یا اس دین کی طرف دعوت دی جاتی تھی جس میں اہم العبادات نماز اور سجدہ تھا حالانکہ یہ اس وقت صحیح سالم تھے تو یہ اس طرف نہ آتے تھے اور چونکہ سجدہ پر قدرت نہ ہوگی نفاق اور کفر ظاہر ہو جائے گا اس لئے حرماں نصیبی کے آثار چہرے پر نمایاں ہو جائیں گے۔ آنکھیں شرمندگی سے نیچی اور جھکی ہوئی ہوں گی۔ اور ان پر ذلت و پھٹکار چھا رہی ہوگی۔ یہ کشف ساق بھی مثل ید اور وجہ کے متشابہات سے ہے اس لئے مفسرین نے بہت سی تفسیریں کی ہیں لیکن ہم نے ترجمے میں ایک خاص قسم کی تاویل کر دی ہے۔ اس موقعہ پر عرب کی بہت سی مثالیں اور محاورے بیان کرنا اور ساس کے معنی شدت اور سختی کرنا اگرچہ اہل عرب عام استعمال کشف ساق کا ایسے ہی موقعہ پر کیا کرتے ہیں کیونکہ پریشانی اور سختی کے موقعہ پر جو جد و جہد کی جاتی ہے اس وقت مستعدی اور تیاری کے لئے آدمی اپنا دامن اٹھا لیتا ہے۔ بلکہ عرب میں کیا ہندوستان میں بھی لوگ بھاگتے اور دوڑتے وقت پائجامے کے پائنچے چڑھا لیتے ہیں۔ غرض اسی قسم کی پریشانی اور جد و جہد کے موقعہ پر یہ کشف ساق کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس لئے بہت سے مفسرین نے اس کی توجیہ کرتے وقت یہ محاورے نقل کئے ہیں۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہ توجیہات اپنی جگہ سب صحیح ہیں، لیکن اس آیت کی تفسیر چونکہ احادیث میں آ چکی ہے۔ اس لئے ایک سیدھی سادھی بات کو اس قدر اُلجھانے کی ضرورت نہیں بلکہ سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ ساق حقیقت الٰہیہ میں سے ایک حقیقت کا نام ہے جس کو عام حقائق الٰہیہ سے وہ نسبت ہے جیسی نسبت پنڈلی کو تمام اعضائے انسانیہ کے ساتھ ہے اس لئے تشبیہ اور استعارے کے طور پر اس حقیقت کا نام ساق رکھا گیا ہے اس حقیقت کے انکشاف کو فرمایا ہے یوم یکشف عن ساق۔ زیادہ تفصیل دیکھنی ہو تو تفسیر عزیزی کو ملاحظہ کیا جائے اہل موقف کے لئے ساق، اور اہل جہنم کے لئے قدم۔ ان دو حقیقتوں کا اظہار ہوگا۔ واللہ اعلم۔ بہر حال خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ اس دن حقیقت ساق کا انکشاف ہوگا اور امتحان کے لئے سجدے کی دعوت دی جائے گی نہ عبادت و ثواب کے لئے۔ اس امتحان میں کافر اور منافق فیل اور ناکام ہو جائیں گے۔ ان کی آنکھیں شرمندگی سے نیچی اور ان پر ذلت و رسوائی چھائی ہوئی ہوگی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کو سجدوں کی یا نماز کی دنیا میں دعوت دی جاتی تھی یا اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا حالانکہ یہ صحیح سالم اور تندرست و توانا تھے قدرت علی الاسلام اور علی الصلوٰۃ رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود نہیں آتے تھے۔ اس لئے آج انکشاف حقیقت کے وقت قدرت علی السجود ان سے سلب کر لی گئی۔ العیاذ باللہ

بقیہ صفحہ ۹۰۶

مکظوم کسی کا غصہ میں بھر جانا یا غصے کے مارے دم گھٹنا۔ بہر حال ہم نے ترجمہ میں اور تیسیر میں اسی فرق کو ظاہر کر دیا ہے اور ہم نے جو تقریر اختیار کی ہے وہ مچھلی کے پیٹ میں پکارنے والی تقریر اختیار کی ہے یعنی حضرت یونسؑ کا پورا قصہ یہ ہے کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں اس حالت میں تھے کہ مختلف غموم کی وجہ سے وہ گھٹ رہے تھے اُنہوں نے پکارا اور یہ اُن کا پکارنا توبہ اور انابت الی اللہ کے لئے پکارنا تھا چنانچہ جس سے جو نجات طلب کی تھی اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین کے الفاظ کے ساتھ پکارا تھا تو ان کی پکار قبول ہوئی۔ چنانچہ حضرت حق تعالیٰ کے فضل سے ان کی دستگیری ہوئی اگر اس کے پروردگار کا فضل دستگیری نہ کرتا تو وہ چٹیل میدان میں مذمت کیا گیا اور اُلاہنا کھایا ہوا پڑا رہتا۔ پروردگار کے فضل اور فضل الٰہی کی دستگیری کا یہ اثر ہوا کہ وہ چٹیل میدان میں محمود بنا کر ڈالا گیا۔ مذموم بنا کر نہیں جو کچھ ہم نے عرض کیا اس سے سورۂ والصٰفٰت کی آیت میں اور سورۂ نٓ کی آیت میں کسی توجیہ کی ضرورت باقی نہیں رہی فنبذنٰہ بالعراء وھو سقیم اور لنبذ بالعراء وھو مذموم کا مطلب صاف سمجھ میں آ گیا ہوگا۔ اور جن حضرات نے پہلی تقریر کو اختیار کیا ہے وہ بھی صحیح ہے کیونکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی پکار اپنی قوم پر عذاب کے لئے ہو۔ یا مچھلی کے پیٹ میں محبوس ہونے کے وقت ہو۔ آخر میں خلاصہ ایک ہی ہے چٹیل میدان

میں غیر مذموم ڈالنے کے بعد جو ان کی عزت افزائی ہوئی اور ان کی قدر و منزلت کو بڑھایا گیا اس کی تفصیل والصافات میں گزر چکی ہے۔ اسی کو یہاں فرمایا۔ فاجتبٰہ ربہ فجعلہ من الصٰلحین جب حضرت حق تعالیٰ اپنے کسی بندے کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور ان کی نظرِ عنایت اور نظرِ شفقت کسی کو نوازتی ہے تو اُس کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہوتا ہے جیسا حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ حضرت یونس علیہ السلام سے صرف ایک اجتہادی غلطی ہوئی جس کو زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن بڑوں کی بڑی شان ہے۔ ایک اجتہادی غلطی کا اثر کتنا وسیع ہوا اور کہاں جا کر ختم ہوا۔ یہ تمام قصہ سنا کر اپنے پیغمبر کو سمجھایا کہ تم کہیں قوم کی ناشائستہ حرکات سے متاثر ہو کر عذاب میں جلدی نہ کر بیٹھنا اور حضرت یونسؑ کو جلد بازی سے جو پریشانی اٹھانی پڑی تھی اس میں مبتلا نہ ہو جانا۔ بلکہ جب ہم نے بتا دیا کہ ہم مہلت دیا کرتے ہیں اور قوموں کو ان کے مقررہ وقت پر پکڑا کرتے ہیں تو آپ صبر سے انتظار کیجئے اور عقوبت و عذاب میں جلدی نہ کیجئے۔ کہتے ہیں آپ شاید کسی قبیلے کے لئے یا جنگ احد میں جو لوگ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے ان کے لئے بد دعا کرنا چاہتے تھے اس پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور اسی بنا پر سورۂ نون کی ان آیتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ مدینے میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ کا حکم دیکھے تو بد دعا کر اور دیری کے سبب جھنجھلا کر نہ کر حضرت یونسؑ کی طرح۔ حضرت نے فرمایا جو کوئی کہے میں یونسؑ سے بہتر ہوں وہ جھوٹا ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ بعض جاہل واعظ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مابین مقابلہ کیا کرتے ہیں اور حضرت یونس کی شان کو گرا کر بیان کرتے ہیں اور ان پر میری عظمت ظاہر کرتے ہیں تو یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سب اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور سب واجب التعظیم ہیں۔ ان میں اس طرح مقابلہ کرنا جس سے کسی دوسرے نبی کی تحقیر یا اس کی شان کا استخفاف ہو ایسا کرنا غلطی اور گمراہی ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ (۵۰) اور بلاشبہ نزدیک ہے کہ یہ کافر اپنی تیز نگاہی اور گھور گھور کر دیکھنے سے آپ کو پھسلا دیں۔ جب کہ وہ سنتے ہیں قرآن کو اور یوں کہتے ہیں کہ یہ دیوانہ اور مجنون ہے (۵۱) حالانکہ وہ قرآن نہیں ہے مگر اقوام عالم کے لئے نصیحت ہے ÷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی گھور گھور کر دیکھتے ہیں کہ ڈر کر چھوڑ دے ۱۲ خلاصہ یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں قرآن سنتے ہیں تو آپ پر تیز اور قہر آلود نگاہیں ڈالتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہماری خشم آلود نگاہوں سے گھبرا کر قرآن کی تبلیغ چھوڑ دے اور قرآن پڑھنا بند کر دے اور اس طرح تیز تیز نگاہوں سے گھورتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دماغ کو بے کار کر دیں گے نگاہوں کے ساتھ ساتھ زبان سے باؤلا اور دیوانہ کہتے ہیں۔ حضرت حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس قرآن میں دیوانگی کی بات کیا ہے یہ تو اقوام عالم بلکہ تمام جہان والوں کے لئے ایک ذکر اور نصیحت ہے۔ فرشتے بھی اس سے لذت اور حظ حاصل کرتے ہیں۔ جن بھی اس پر ایمان لاتے ہیں۔ بلکہ غیر مسلم بھی اس کی نصائح اور اس کے غیر فانی قوانین سے فائدہ اٹھاتے ہیں اگرچہ اس پہ ایمان نہیں لاتے۔ تو اس ہمہ گیر نصیحت میں کون سی دیوانگی کی بات ہے جو اس نبی کو دیوانہ کہتے ہو۔ بعض حضرات نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت بعض نظر لگانے والوں کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ قبیلہ بنی اسد نظر لگانے میں مشہور تھا اس قبیلے کے ایک شخص کو کافر بلا لائے کہ تو اس پیغمبر کو نظر لگا دے اور نظر لگا کر ہلاک کر دے۔ چنانچہ وہ آیا اور تین دن کا فاقہ کیا۔ پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے آپ کو گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا اور کہا میں نے آپ جیسا خوش گو اور خوش لہجہ آدمی کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ غرض جب وہ آپ کو گھورتا اور آپ کی تعریف کرتا تو آپ یہی فرماتے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کافر کی نظر بد سے محفوظ رکھا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص پر نظر بد کا اثر ہو یا نظر لگ جانے کا اندیشہ ہو تو وہ اس آیت وان یکاد الذین کفروا کو پڑھ کر پھونک لیا کرے اپنی اولاد پر یا اپنے مال پر یا اپنے پر دم کر لیا کرے۔ مزید تفصیل تفسیر عزیزی میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ نظر میں ایک طاقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عارف شیرازی فرماتے ہیں:-

حضور مجلس انس است و دوستاں جمع اند و وان یکاد بخوانید و در فراز کنید

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۹۰۹

اور باوجود منکر ہونے کے بخیل اس قدر تھا کہ کسی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب و تحریص نہ کرتا تھا یعنی اپنے گھر والوں اور اپنے متعلقین کو بھی ترغیب و تاکید نہ کرتا تھا کہ فقیروں اور محتاجوں کو کھانا کھلایا کرو۔ اس کا نہ تو آج کے دن یہاں کوئی ہمدردی کرنے والا دوست اور قرابت دار ہے اور نہ سوائے غِسلین یعنی خون آلود پیپ کے جو زخموں کا غسالہ ہوتا ہے کوئی اور چیز اُس کے کھانے کو ہے۔ یہ اہل جہنم کے زخموں کا غسالہ نہیں کھاتے مگر اسی قسم کے گناہگار کھاتے ہیں۔ اب آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور منکرین دین حق کے اعتراضات کا جواب ہے (۳۷) پس میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو (۳۸) اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے ÷ دنیا کی بعض چیزیں مدرک بالبصر ہیں اور اقرب الی الفہم ہیں اور بعض نہیں۔ اسی وجہ سے مفسرین نے بہت سی باتیں بیان کی ہیں مثلاً قرآن کے وہ لطائف جن کو سمجھ سکتے ہوں اور وہ لطائف جن کو بدون تعلیم اور تنبیہ کے نہیں سمجھ سکتے۔ یعنی عقل کی آنکھ بعض خوبیوں کو دیکھ لیتی ہے اور بعض پیغمبر علیہ السلام کی تعلیم کی محتاج ہوتی ہیں۔ یا ما تبصرون سے جو زمین کے اوپر ہے اور ما لا تبصرون سے وہ جو زمین کے نیچے پوشیدہ ہے یا عالم اجسام اور عالم ارواح یا مکۂ معظمہ اور بیت المعمور غرض معنی کے اعتبار سے آیت کا مفہوم بہت عام ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ ما تبصرون سے پیغمبر کی ذات اقدس اور ما لا تبصرون سے اس کلام کو لانے والا فرشتہ۔ بہر حال تمام مخلوق کی قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں (۳۹) کہ یہ قرآن ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے (۴۰) اور یہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم بہت ہی کم یقین کرتے ہو ÷ یعنی ایک بزرگ فرشتہ اس قرآن کی قرأت کرتا ہے وہ فرشتہ بھی بزرگ ہے اور جن کے پاس یہ کلام لے کر آتا ہے وہ بھی کریم اور بزرگ۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو جبریل امینؑ کی معرفت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جاتا ہے یہ کلام کسی شاعر کا نہیں ہے ہم سورۂ یٰسین میں عرض کر چکے ہیں کہ شعر اوزان اور بحور وغیرہ کی قیود کا پابند ہوتا ہے اور شاعر اس کی رعایت رکھتا ہے اور وہ محض وہمی خیالات ہوتے ہیں یہاں یہ بلند خیالات اور اونچے مضامین اس کلام کو شاعری سے کیا نسبت۔ یہ ابو جہل جو اس کلام کو شاعر کا کلام بتاتا ہے اور پیغمبر علیہ السلام کے کلام کو شاعری سے منسوب کرتا ہے اس کی بات بالکل غلط اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ تم بہت کم یقین کرتے ہو یعنی بالکل یقین نہیں کرتے اور جو کچھ یقین کرتے ہو وہ بھی نہ کرنے کے برابر ہے (۴۱) اور نہ یہ کلام کسی کاہن کا کلام ہے مگر تم لوگ غور و فکر سے بہت کم کام لیتے ہو ÷ یعنی نہ یہ کسی کاہن کی بکواس ہے جیسا کہ عقبہ بن ابی معیط کہتا پھرتا ہے۔ کہاں کہانت کی جھوٹی سچی باتیں اور کہاں قرآن کی صداقت اور براہین و دلائل سے لبریز کلام۔ لیکن تم لوگ غور و فکر اور سوچ سمجھ سے بہت کم کام لیتے ہو یہاں بھی یہی مطلب ہے کہ بالکل سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ یہ کلام نہ تو کسی شاعر کا کلام ہے نہ کاہن کا بلکہ یہ کلام اور یہ قرآن (۴۲) پروردگار عالم کا نازل کردہ اور اُس کی طرف سے بھیجا ہوا ہے ÷ یعنی یہ کلام جیسا کہ یہ دین حق کے منکر مثلاً ابو جہل اور عقبہ وغیرہ کہتے پھرتے ہیں نہ شاعر کا کلام ہے اور نہ کاہن کا بلکہ یہ تو اُس پروردگار عالم کا کلام ہے جو تمام جہان اور اہل جہان کا پروردگار ہے۔ آگے اس قرآن کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک زبردست دلیل بیان فرماتے ہیں (۴۳) اور اگر یہ پیغمبر ہمارے ذمے کوئی غلط اور جھوٹی بات گھڑ کر لگاتا (۴۴) تو یقیناً ہم اُس کا داہنا ہاتھ پکڑتے (۴۵) اور ہم اُس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے (۴۶) پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو اس قتل کی سزا سے روکنے والا نہ ہوتا ÷ یعنی یہ پیغمبر جس کا پیغمبر ہونا معجزات اور پیشنگوئیوں سے ثابت ہے اگر یہ ہم پہ افترا کرے اور بعض باتیں گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر دے تو ہم اس کو دنیا ہی میں سزا دیں کہ اس کا سیدھا ہاتھ پکڑ کر اس کی گردن مار دیں۔ جیسا کہ عام طور سے جس کو قتل کی سزا دیتے ہیں تو اسی طرح دیتے ہیں کہ ملزم کا داہنا ہاتھ مارنے والا اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے اور سیدھے ہاتھ سے گردن پر تلوار مارتا ہے۔ اور گردن کٹ جانے سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ سزا ہم اس کو دیں اور تم میں سے کوئی اس سزا سے اس کو بچانے والا اور دفع کرنے والا بھی نہ ہو یعنی ہمارے مقابلہ میں ہماری سزا سے کوئی اس کو بچا بھی نہ سکے۔ وتین دل کی رگ یا وہ رگ جو پیٹھ سے چل کر دل میں آتی ہے۔ اگر اس رگ کو کاٹ دیا جائے تو انسان کی موت واقع ہو جائے کیونکہ یہ رگ مناط قلب ہے۔ بعض لوگوں نے کاذب مدعیان نبوت کے لئے اس آیت کو معیار قرار دیا ہے ہو سکتا ہے کہ اس آیت کو عام معیار قرار دیا جا سکے۔ بہر حال نبوت کے جھوٹے مدعی یا ہلاک کر دیئے گئے یا ان کا کذب ظاہر ہونے سے وہ رسوا اور ذلیل کئے گئے اور اخلاقی موت مرے۔ یمین داہنا ہاتھ تقول جی سے بات بنانا افترا پردازی کرنا۔ اقاویل قول کی جمع۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اگر جھوٹ بنا لاتا اللہ پر تو اول اس کا دشمن اللہ ہوتا ہاتھ پکڑتا یہ دستور ہے مارنے کا کہ جلاد اس کا داہنا ہاتھ پکڑ رکھتا ہے اپنے بائیں ہاتھ میں تا سرک نہ جاوے ۱۲ (۴۷) اور بلاشبہ یہ قرآن پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ (۴۸)

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۹۱۰

یا کاتب اعمال ہوں یا بنی آدم کے محافظ ہوں یا اہل ایمان کی ارواح ہوں یا اور دیگر ارواح طیبہ ہوں جو خدمت عالم اور خدمت خلق پر مامور ہیں۔ یہ سب آسمانوں کو درجہ بدرجہ طے کرتے ہوئے اور وصول اور قرب کے روحانی مرتبوں کو طے کرتے ہوئے ہر ایک اپنے مقررہ مقام پر پہنچتا ہے اور عروج کرتا ہے۔ اس طرح ہر قسم کے کلمات طیبات اور اعمال صالح کا رفع اور عروج ہے۔ جو چیز بھی بلند ہوتی اور اوپر جاتی ہے وہ سب اسی صاحب معارج کی جانب منسوب ہوتی ہے خواہ وہ اپنے مقررہ مقام سے اوپر نہ جا سکتی ہو۔ پھر ہر چیز کے مراحل میں بھی تفاوت ہے۔ مثلاً ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا عروج ہے کہ زبان سے نکلا اور عرش تک پہنچا۔ پھر نماز ہے کہ اس کو پہنچنے میں کم از کم ساعت کا وقفہ ہوتا ہے یا روزے میں ایک دن کا وقفہ ہوتا ہے۔ حج سال بھر میں ہوتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں کا اور ارواح کا عروج تدبیرات امور سے فراغت پانے کے بعد اپنے اپنے مراتب کے اعتبار سے متفاوت ہے۔ بہر حال یہ ارواح کے عروج اور ملائکہ

کے عروج اور اعمال صالحہ کا ذکر تھا۔ فی یوم کان مقدارہ کا یہ مطلب کہ یہ عذاب جس کو طلب کیا گیا ہے یہ قیامت کے دن ہوگا جس کی مقدار یا اس دن کا اندازہ پچاس ہزار برس۔ ایام دنیا کے حساب سے ہوں گے۔ اور اس دن یہ تمام ارواح طیبہ اور فرشتے بارگاہ ایزدی میں بطور خدمت گار حاضر ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ سب کام اپنے اپنے وقت پر ہونے والے ہیں اسی لئے آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمائی۔ پچاس ہزار برس کی مقدار میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ طویل دن منکروں پر طویل ہوگا اور مومنوں پر صرف اس قدر ہوگا جتنے وقت میں ایک نماز ادا کی جاتی ہے۔ ہم سورۂ حج میں اس پر تفصیلی طور پر اظہار خیال کر چکے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی پیغمبر نے تم پر عذاب مانگا ہے وہ کسی سے نہ ہٹایا جاوے گا اور پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہے جب سے قبروں سے نکلیں اور جب تک دوزخ بہشت بھر چکے ۱۲ خلاصہ یہ کہ پیغمبر نے جو تم پر عذاب طلب کیا ہے وہ ہٹ نہیں سکتا۔ چند اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں پچاس ہزار برس کے دن کا یہ مطلب ہے کہ قبروں سے نکلنے کے وقت سے لے کر آخر تک بعض نے کہا حشر میں پچاس موقف ہیں اور ہر موقف ہزار برس کا ہے۔ بہر حال جب عذاب کا آنا متیقن ہے۔ خواہ وہ بقول بعض بدر کے دن کا عذاب ہو۔ خواہ بقول مشہور اور عام مفسرین قیامت کے دن عذاب ہو تو اے پیغمبر آپ ان کی ایذا رسانی اور ان کی بے ہودہ بکواس پر صبر سے کام لیجئے چنانچہ ارشاد فرمایا (۵) پس آپ صبر کیجئے بھلی طرح کا صبر کرنا یعنی آپ صبر جمیل کیجئے صبر جمیل ایسے صبر کو کہتے ہیں جس میں مخلوق سے شکوہ نہ کیا جائے۔ ہم سورۂ یوسف میں عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنا صبر جمیل کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا کے پھٹنے سے قبل جو دعا فرمائی اس میں یہ الفاظ اللھم لک الحمد والیک المشتکی وبک المستغاث وانت المستعان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ مروی ہیں بہر حال ان کافروں پر عذاب کا وقوع ضروری ہے۔ اس لئے آپ صبر جمیل سے کام لیجئے اور گھبرایئے نہیں (۵) یہ دین حق کے منکر اس عذاب یا قیامت کے دن کو دور از قیاس و دور از عقل سمجھ رہے ہیں (۶) اور ہم اس عذاب اور عذاب کے دن کو نزدیک دیکھ رہے ہیں وچونکہ یہ وقوع عذاب اور وقوع قیامت کا اعتقاد نہیں رکھتے اس لئے اس کے وقوع کو دور از فہم خیال کرتے ہیں اور ہم بوجہ تعلق بالوقوع کے اس عذاب کو وقوع سے قریب دیکھ رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اس کو نہ ہونے والا سمجھتے ہیں اور ہم اس کو لامحالہ واقع ہونے والا سمجھتے ہیں (۷) وہ عذاب اس دن ہوگا جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا (۸) اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے (۹) اور کوئی دوست کسی دوست کا پرسان حال نہ ہوگا۔ (۱۰) حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جائیں گے۔ مجرم یعنی مشرک اس بات کی تمنا کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنے بیٹوں کو (۱۱) اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو (۱۲)

بقیہ صفحہ ۹۱۲

دوڑ دوڑ کر آ رہے ہیں (۳۷) دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی گروہ در گروہ بن کر۔ مطلب یہ ہے ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ بجائے قرآن پر ایمان لانے اور قرآن کی تصدیق کرنے کے آپ کے پاس جماعتیں بن بن کر دائیں اور بائیں سے آپ کی جانب چلے آتے ہیں اور قرآن کی تکذیب کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر قیامت کا دن آیا اور بفرض محال قرآن جو کچھ کہتا ہے اس کا وقوع بھی ہوا تو ہم وہاں بھی مزے کریں گے جس طرح دنیا میں ہمارے لئے عیش ہے اور ہم اپنی قسمت میں راحت اور نعمت لکھوا کر لائے ہیں اسی طرح وہاں جا کر بھی یہ جنت اور جنت کی نعمتیں ہمارے لئے ہوں گی۔ اس لئے قرآن کی یہ بات کہ وہاں کی نعمتیں صرف مسلمانوں کے لئے ہوں گی یہ بات غلط ہے۔ یعنی ٹولیاں کی ٹولیاں بن کر آتی ہیں اور آپ کے پاس آ کر یہ کہتی ہیں کہ ہم کو بھی وہاں جنت ملے گی اور ہم بھی جنت میں داخل ہوں گے۔ مھطعین کا ترجمہ بعض حضرات نے گردن کو لمبا کرنا اور سر کو اونچا کر کے چلنا بھی کیا ہے۔ مھطع کے معنی دراز گردن کے بھی ہیں۔ آگے کی آیت میں کافروں کے اس دعوے کا رد ہے (۳۸) کیا ان میں سے ہر شخص اس امر کی طمع اور لالچ رکھتا ہے کہ وہ آرام و آسائش کے باغوں میں داخل کر دیا جائے گا۔ (۳۸) یہ ہرگز نہیں ہوگا ہم نے جس چیز سے ان کو بنایا ہے اُسے وہ بھی جانتے ہیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن سن کر ادھر اُدھر بھاگتے ہیں اور ٹولیاں کی ٹولیاں اس قرآن سے نفرت کرتی ہیں اور باوجود اس نفرت اور فرار کے ان کی خواہش اور ہوس یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نعمت کے باغوں میں داخل ہو جائے ایسا نہیں ہوگا۔ ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اور جس چیز سے ان کو بنایا ہے اسے وہ بھی جانتے ہیں یعنی وہ ایک گندے پانی کی بوند اور گھناؤنی چیز سے بنائے گئے ہیں اور اس کو وہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ اس قطرۂ منی میں یہ صلاحیت کہاں کہ وہ بہشت کے باغوں میں داخل کیا جائے۔ لیکن نیک اعمال اور اخلاق حسنہ سے یہ شرف حاصل ہو سکتا ہے اور وہ ان میں ہے نہیں تو یہ کیسے جنت نعیم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے مما یعلمون کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جس لئے ان کو پیدا کیا ہے یہ بھی جانتے ہیں یعنی یہ بھی اتنا سمجھتے اور جانتے ہیں کہ ان کو عبث اور بے کار نہیں پیدا کیا بلکہ خالق کی معرفت اور عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ نیز اس آیت میں ایک لطیف اشارہ وقوع قیامت اور بعثت پر بھی ہے کہ جب ہم ایک پانی کی بوند کو جو حیات سے عاری ہے یہ زندگی اور یہ شکل و صورت عطا کر سکتے ہیں۔ تو ان اجزا کو جو حیات اور زندگی حاصل کر چکے ہیں دوبارہ زندگی کیوں نہیں بخش سکتے۔ وبد نطفہ را صورتے چوں پری ہ کہ کرد است بر آب صورت گری ۔ اور چونکہ نطفہ مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا اور مختلف تبدیلیوں سے گزرتا ہوا انسان بنتا ہے اس لئے آگے نئی نوع انسان اور مختلف اقوام کی تبدیلی پر قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نطفے کو مختلف صور تو میں تبدیل کرتے رہتے ہیں اسی طرح ہم اس نطفے سے بنی ہوئی اقوام کو بھی تبدیل کر سکتے ہیں یعنی ایک قوم کو لے جائیں اور دوسری قوم کو لے آئیں دین حق کے منکروں اور اسلام کے معاندوں کو ہلاک کر دیں اور اسلام سے محبت کرنے والوں کو لے آئیں۔ ظالموں کو لے جائیں اور رحم دلوں کو لے آئیں۔ جیسا کہ اس قسم کی تبدیلیوں سے تاریخ اُمم بھری پڑی ہیں۔ قسم میں بھی مشارق و مغارب کی جانب اس قسم کا اشارہ ہے کہ عالم علوی کا سب سے بڑا کرہ ہر روز نئے نقطے کی تبدیلی اختیار کرتا ہے جانتے بڑے کرے کے لئے ہر روز طلوع و غروب کی جگہ بدلتا رہتا ہے اس کے لئے اقوام عالم کی تبدیلی اور ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو لے آنا کیا مشکل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی منی گھن کی چیز سے وہ کہاں لائق بہشت کے مگر جب ایمان سے پاک ہو ۱۲ (۴۰) پس میں مشرقوں اور مغربوں کے مالک و پروردگار کی قسم کھاتا ہوں کہ ہم اس بات پر یقیناً قادر ہیں اور پوری طرح قدرت رکھتے ہیں (۴۰) کہ ہم ان کو بدل کر ان کی جگہ ان سے بہتر لوگوں کو لے آئیں اور ہم ایسا کرنے سے عاجز نہیں ہیں۔ یعنی روز آفتاب مشرق کے نئے نقطے سے نکلتا ہے اور نئے خط پر گذرتا ہوا مغرب میں ڈوب جاتا ہے جیسا کہ والصفات میں تفصیل گزر چکی ہے۔ ان تمام نقطہائے مشارق و مغارب کے مالک کی قسم کھاتا ہوں کہ ہم دنیا میں ہی ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آنے پر قادر ہیں اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جو اس وقت ان سے بہتر مخلوق لانے پر قادر ہے۔ جو ان سے عمل اور اعتقاد میں اچھی ہوگی۔ تو انہی کو دوبارہ پیدا کر دینا اور قیامت میں زندہ کر دینا کون سا مشکل ہے۔ بہر حال جب ان کے عناد اور استہزا کی یہ حالت ہے کہ سیدھی بات کو بھی یہ کھیل سمجھتے ہیں (۴۲) تو اے پیغمبر آپ ان کو انہی بے ہودہ نکتہ چینیوں اور کھیل و تفریح میں مشغول رہنے دیجئے۔ یہاں تک کہ یہ اپنے اُس دن سے جا ملیں اور ان کو اُس دن سے سابقہ پڑ جائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یعنی آپ ان پر سے اپنا ہاتھ اٹھا لیجئے اور ان کو اسی کفر و عناد اور تعصب میں پڑا رہنے دیجئے کہ یہ دین حق کو اپنے کھیل و تفریح کا مشغلہ بناتے رہیں یہاں تک کہ اپنے اُس دن سے جا ملیں جس دن کا ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ یعنی قیامت آ جائے اور یہ قیامت سے جا ملیں آگے مختصر اس دن کا احوال بیان فرمایا (۴۳) اس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی بت کے تھان کی طرف یا جیسے کوئی پراگندہ فوج اپنے نشان اور اپنے جھنڈے کی طرف دوڑی جا رہی ہے (۴۳) ان کی آنکھیں شرمندگی سے نیچی ہو رہی ہوں گی اور ان پر ذلت و پھٹکار چھائی ہوئی ہوگی۔ یہ ہے وہ یوم موعود جن کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ نصب کے معنی میں مفسرین کے کئی قول تھے ہم نے ان میں سے دو مشہور قولوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے مطلب یہ ہے کہ قبروں سے نکل کر بلانے والے اور پکارنے والے کی طرف بے تحاشا اور ایسے بے اوسان ہو کر بھاگیں گے کہ ایک کو دوسرے کی فکر نہ ہوگی۔ بلکہ ہر شخص یہ چاہے گا کہ میں جلدی سے پہنچ جاؤں۔ اور جب وہ دن جس کو ساری عمر جھٹلاتے رہے سامنے آ جائے گا تو شرمندگی سے نگاہوں کا نیچا ہونا اور بدن پر اور منہ پر پھٹکار کا برسنا ظاہر ہے۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر فرشتے کہیں گے۔ یہی تو وہ دن ہے جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ اور یہ کسی طرح یقین نہ کرتے تھے۔ (۴۴)

بقیہ صفحہ ۹۱۵

یعنی نوح کی بدکردار قوم اپنے گناہوں کے سبب آخر کار پانی میں غرق کی گئی۔ اور برزخی نار میں داخل کر دی گئی اور ان کے بتوں میں سے اور فرضی اور مصنوعی حمایتوں میں سے کوئی بھی مدد کو نہ پہنچ سکا۔ یہ آیت عذاب قبر کے لئے واضح حجت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جہنم کی آگ میں دخول مراد ہو۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اور عذاب جہنم کو یوں تعبیر والتعقیب لتنزیلہ منزلۃ المتعقب واللہ اعلم آگے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا بقیہ حصہ مذکور ہے۔ (۲۵) اور نوح نے یہ بھی کہا اے میرے پروردگار آپ ان کافروں میں سے زمین پر کسی بسنے والے کو باقی نہ چھوڑیئے۔ (۲۶) کیونکہ اگر آپ ان کو چھوڑ دیں گے تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے اور راستے سے بھٹکائیں گے اور ان کے ہاں جو اولاد بھی ہوگی وہ محض بدکار اور ناسپاس ہوگی ۔ دیار کو جن حضرات نے دور سے مشتق مانا ہے انہوں نے گردش اور چلنے پھرنے والے کے معنی کئے ہیں اور جنہوں نے دار سے مشتق مانا ہے انہوں نے بسنے والے اور باشندے کے معنی کئے ہیں۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ کافروں میں سے کسی متنفس کو باقی نہ چھوڑ اور زمین پر کوئی کفر کرنے والا باقی نہ رہے۔ یہ دعا عموم ہلاکت کے لئے تھی بارہویں پارے میں عموم بعثت اور عموم ہلاکت کی کچھ بحث گذر چکی ہے۔ بہر حال مفسرین کے مختلف اقوال

ہیں ان کا گمراہ کرنا دوسروں کو تو ظاہر ہی ہے۔ ہزار برس تک ان کا یہی کام خود گمراہ رہے اور دوسروں کو گمراہ کرتے رہے۔ البتہ اولاد کا فاجر و کافر ہونا یا تو اس بنا پر ہے کہ کفر اور نا سپاسی ان کے خون میں رچ گئی ہے اس لئے ان کے نطفے سے بھی خیر کی امید نہیں رہی یا اس بنا پر کہ بچہ کو ہوتے ہی یہ لوگ بت پرستی کی تعلیم دیتے ہیں اور اسلام دشمنی سکھاتے ہیں اور مجھ کو دکھا دکھا کرے جاتے ہیں کہ یہ نوحؑ ہماری قوم کا دشمن ہے تم بڑے ہو کر اس کی بات نہ ماننا اور اس کے کہنے سے بت پرستی نہ چھوڑنا۔ جب یہ گود کے بچوں کو بھی یہی سکھاتے ہیں جیسا کہ میں ان کو کئی پشتوں سے دیکھ رہا ہوں تو مجھے کیا اعتبار ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد مومن اور مسلمان ہوگی اس لئے ان کو سب کو ہی فنا کر دے اور یہ بات اہل دانش سے پوشیدہ نہیں ہے کہ جس طرح غذا کا اثر خون پر ہوتا ہے اسی طرح اعمال سیئہ کا اثر بھی خون اور نطفے پر ہوتا ہے الولد سر لابیہ۔ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود اگرچہ قاعدہ کلیہ نہ سہی لیکن اس کے عموم سے انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ بہرحال ہم نے تطویل کی وجہ سے اس بحث کو چھوڑ دیا ہے۔ آگے دعا ہے مومنین کے لئے اور آخر میں پھر بددعا ہے کفار کی ہلاکت کی (۱۲) اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ اور اس کو جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہو جائے اور تمام ایمان والے مردوں اور تمام ایمان والی عورتوں کو بخش دیجئے اور ان مذکورین کی مغفرت فرما دیجئے اور آپ ان ظالموں کے لئے سوائے تباہی کے اور کسی چیز کو زیادہ نہ کیجئے ان پر تباہی اور ہلاکت ہی کو بڑھاتے رہیئے۔ چونکہ کفار کے حق میں بددعا کا سلسلہ جاری تھا اسی دعا میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی اور اپنے متعلقین کی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی مغفرت کے لئے دعا فرما دی اور اپنی دعا کے آخری حصے کو پھر کفار کی تباہی اور ہلاکت پر ختم کیا۔ مطلب یہ ہے کہ میری مغفرت فرما دیجئے اور مجھ سے جو خلاف اولیٰ امور صادر ہوئے ہوں ان کو بخش دیجئے اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما دیجئے کہتے ہیں ان کے باپ کا نام لامک یا ملک تھا اور ان کی والدہ کا نام شمخا تھا۔ حضرت عطا کا مشہور قول ہے کہ حضرت نوحؑ کے تمام آباؤ اجداد حضرت آدمؑ تک سب موحد اور مسلمان تھے۔ اور جو میرے گھر میں بحالت ایمان داخل ہو جائے۔ بیت سے مراد میرا گھر یا میرے ٹھہرنے کی جگہ یا میری مسجد یا میرا کھیت یا میری کشتی۔ حضرات مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ ایمان کی قید سے ظاہر ہے کہ ان کی بیوی داعلہ اور ان کا لڑکا کنعان دونوں مغفرت کی دعا سے خارج ہو گئے۔ عام اہل ایمان کے لئے مغفرت کی دعا فرمانے کے بعد پھر کفار کی تباہی کے لئے دعا فرمائی اوپر فرمایا تھا۔ ولا تزد الظلمین الا ضللا یہاں فرمایا ولا تزد الظلمین الا تبارا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضلال کی زیادتی سے حضرت نوحؑ کا مقصد یہی تھا کہ ان کی تباہی اور ہلاکت میں کچھ کمی نہ رہ جائے اور یہ واقعہ ہے کہ ضلالت کی زیادتی ہلاکت کا سبب اور علت موجبہ ہے۔ بہرحال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نافرمانوں اور دین حق کی مخالفت کرنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ہوا (۲۸) الحمد للہ والمنۃ

تم تفسیر سورۃ النوح یوم الاثنین لست وعشرین من ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۵۵ عیسوی۔

سورۃ الجن مکیۃ وھی ثمان وعشرون آیۃ وفیھا رکوعان

سورۂ جن مکی ہے اور یہ اٹھائیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۰ اے نبیؐ آپ فرما دیجئے کہ میرے پاس یہ وحی بھیجی گئی ہے اور میری جانب یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم میں بیان کیا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے (۱) جو سیدھی اور نیک راہ بتاتا ہے لہٰذا ہم تو اس قرآن پر ایمان لے آئے اور ہم آئندہ اپنے رب کا ہرگز کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں سورۂ احقاف میں گذرا کہ حضرت نماز صبح پڑھتے تھے کتنے جن سن کر ایمان لائے پھر جا کر اپنی قوم سے بیان کیا یہاں ان کے بیان کو اللہ نے وحی فرمائی رسولؐ پر بعد اس کے بہت بار جن حضرت پاس آ کر ملے اور ایمان لائے قرآن سیکھا ۱۲۔

بقیہ صفحہ ۹۱۶

یہ تو ایک طریقہ ہم نے عرض کیا ورنہ بیسیوں طریقے تھے جنوں سے پناہ مانگنے کے۔ خوشبوئیں جلاتے تھے نذر و نیاز کرتے تھے۔ کاہنوں کی معرفت ان کو نذریں بھجواتے تھے۔ جنوں کے بادشاہ کے اور سرداروں کے نام لے کر ان کی دہائی مانگتے۔ انسانوں کی ان مخصوص حرکات نے اور جنوں کی طاقت کو تسلیم کرنے اور ان کی نذر و نیاز کرنے کی وجہ سے جنات اور مغرور ہو گئے اور سر چڑھ گئے اور اس قسم کی باتوں سے جنات کا عناد، سرکشی اور کفر و شرک اور بڑھتا اور پرورش پاتا رہا (۶) اور یہ کہ جس طرح تم نے یہ خیال قائم کر رکھا تھا کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو مبعوث نہیں فرمائے گا یعنی جس طرح تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب کوئی پیغمبر نہیں آئے گا اسی طرح جن تم بھی یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ بس اب رسولوں کا سلسلہ ختم ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ ان لن یبعث کا مطلب یہ ہو کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ کسی کو زندہ نہ کرے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی قبروں سے نہ اٹھاوے گا یا رسول نہ کھڑا کرے گا۔ پہلے جو رسول ہو چکے سو ہو چکے ۱۲ خلاصہ یہ کہ قبروں کی بعثت یا رسول کے مبعوث ہونے کے متعلق جو تم نے اور تمہاری طرح انسانوں نے خیال قائم کیا تھا وہ غلط ثابت ہوا۔ رسول کی بعثت ہو گئی۔ اور مرنے کے بعد قبروں سے اٹھنے پر قرآن نے اتنے دلائل قائم کر دیئے کہ وہ نظریہ بھی غلط ہو گیا اور اس کا یقین ہو گیا کہ مرنے کے بعد سب کو قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہے یا یہ مطلب ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو رسول بنا کر بھیجا نہ آئندہ بھیجے گا یا آج تک اللہ تعالیٰ نے نہ کسی مردے کو زندہ کیا نہ آئندہ کسی کو مرنے کے بعد زندہ کرے گا (۷) اور یہ کہ ہم نے اپنی عادت کے موافق آسمانی خبروں کو حاصل کرنے کے لئے آسمان کو چھوا اور ٹٹولا مگر ہم نے آسمان کو سخت نگہبانوں اور چوکیداروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی جنوں کو انگارے پڑتے ہیں اور خبریں سننے نہیں دیتے چوکیدار ۱۲ مطلب یہ ہے کہ یہ بھی کلام جنوں کا ہے اور ہو سکتا ہے کہ منجملہ وحی کے یہ کلام وحی ہو۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے بلا روک ٹوک ہم آسمانوں کی خبریں لے اڑتے تھے اور فرشتوں سے سنی سنائی باتوں کی قطع و برید کر کے کاہنوں کو بتلاتے تھے اب وہ چیز نہیں رہی۔ ہم نے آسمان کو بہت کچھ ٹٹولا اور آسمان کی جستجو کی۔ لیکن ہر جگہ یا تو آگ کے شعلے ہیں یا پاسبان ہیں جو بڑے سخت ہیں کہ کسی کو قریب آنے نہیں دیتے اور کوئی قریب پھٹکنے نہیں پاتا حالانکہ (۸) پہلے ہم باتیں سننے کے لئے آسمان کے ٹھکانوں میں جا بیٹھا کرتے تھے مگر اب کوئی سننا چاہتا ہے تو وہ اپنے لئے آگ کے ایک تیز شعلے کو منتظر پاتا ہے یعنی اب حالت یہ ہے کہ کوئی آسمان کے قریب پہنچتا ہے تو وہ اپنے لئے آگ کے ایک شعلہ کو منتظر اور گھات میں لگا ہوا پاتا ہے کہ قریب پہنچے اور اس شعلے نے تعاقب کیا۔ ورنہ اس سے پہلے تو ہم ایسے ٹھکانوں میں جا بیٹھا کرتے تھے جہاں سے کن سوئیاں کرنے اور باتیں اڑانے میں آسانی ہوتی تھی اور ہم زمین میں ایک ایک کی چار چار لگا کر اڑاتے تھے۔ آسمان کے قریب جو اور خلا میں کوئی جگہ ایسی ہو گی جہاں یہ جنات جا کر چھپ جاتے ہوں گے اب آگے اس انقلاب اور خبروں کی پابندی پر رائے زنی ہے (۹) اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ اس روک ٹوک سے اہل زمین کو کوئی نقصان پہنچانا مقصود ہے یا زمین والوں کے لئے ان کے پروردگار نے کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے یعنی یہ جو یکایک انقلاب رونما ہوا ہے کہ زمین والوں پر ہر قسم کی خبریں بند کر دی گئی ہیں یعنی وہ خبریں جو ہم چوری چھپے لے آتے تھے نہ معلوم اس انقلاب میں کیا مصلحت ہے زمین والوں کو کوئی ضرر اور نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یا ان کے رب نے ان اہل زمین کے لئے کسی نیکی اور بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔ جنات نے شر اور رشد کی نسبت میں کمال ادب کی رعایت رکھی ہے وہ یہ کہ شر کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب نہیں کی اور رشد کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب کی۔ حضرات مفسرین میں سے بعض نے فرمایا کہ انا لا ندری کا مطلب یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے اس رسول کی بعثت کا مقصد کیا ہے۔ اہل زمین کے لئے کوئی شر اور ضرر مقصود ہے یا ان کے لئے کسی خیر اور نیکی کا ان کے پروردگار نے ارادہ کیا ہے کیونکہ بہرحال پیغمبر کی بات کو نہ ماننے والوں کے لئے ضرر اور نقصان ہے اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے خیر اور بھلائی ہے۔ لا ندری کہہ کر عوام کے ان خیالات کی بھی تغلیط کر دی۔ جو وہ عام طور سے سمجھتے تھے کہ جن عالم الغیب ہوتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ارسال رسل پر عام طور سے اظہار خیال کیا ہو کہ ہم نہیں جانتے کہ ارسال رسل کا مقصد کیا ہے اہل زمین کو کوئی تکلیف اور نقصان پہنچانا ہے یا ان کے پروردگار نے ان کے لئے بھلائی اور خیر کا ارادہ کیا ہے آگے ان مسلمان جنوں نے عام جنات کے متعلق اپنے خیال کا اظہار فرمایا (۱۰)

بقیہ صفحہ ۹۱۸

یقیناً ان کے لئے جہنم کی آگ ہو گی۔ جس آگ میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی اس کے عقاب سے کوئی چیز نجات دلانے والی نہیں مگر ہاں یہی خدائی امور اور احکام الٰہی کی تبلیغ پناہ دے سکتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے قہر سے کوئی چیز نہیں چھڑا سکتی مگر ہاں چھڑا سکتی ہے تو یہی چیز چھڑا سکتی ہے کہ جو احکام اس نے میری طرف بھیجے ہیں میں اس کی مخلوق تک ان احکام کو پہنچا دوں۔ پھر جو کوئی اس تبلیغ کے بعد بھی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور شرک کو چھوڑ کر توحید کو اختیار نہ کرے گا اور شرک سے دست بردار نہ ہو گا تو اس کے لئے دوزخ کی بھڑکتی اور شعلے مارتی ہوئی آگ موجود ہے جس میں وہ ابدالآباد تک جلتا اور جھلستا رہے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرا کام یا میرا اختیار تو صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لاؤں اور اس کے بندوں تک پہنچا دوں اور اس فرض کے ادا کرنے سے میں اس کی حمایت اور پناہ حاصل کر سکوں اور کسی نفع نقصان میرے اختیار میں نہیں ہے اتنا جانتا ہوں کہ احکام الٰہی کو ماننے سے جو شخص انکار کرے گا اور میری مخالفت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اس کو نقصان پہنچ جائے گا۔ مفسرین نے الا بلاغا من اللہ کو استثنا متصل قرار دیا ہے اور بعض نے استثنا منفصل کہا ہے اس لئے ہم نے دونوں کی رعایت رکھ کر تیسیر میں شرح کی ہے (۲۳) آخر کار جب یہ اقلیت و اکثریت اور مددگاروں کی کمی بیشی کا طعنہ دینے والے اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تب اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون مددگاروں کے اعتبار سے کمزور اور شمار کے اعتبار سے کم ہے یعنی عام طور سے کفار اپنی اکثریت پر نازاں تھے اور اپنے

حمایتوں کی تعداد پر فخر کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر مسلمانوں پر ہجوم کرتے تھے اس کا جواب سورۂ مریم میں دیا گیا ہے اور یہاں بھی ہجوم و جتھہ بندی کا جواب ہے کہ یہ کافر جو مسلمانوں کو ان کی کمزوری کا اور ان کی تعداد کی کمی کا طعنہ دیتے اور پیغمبر پر قرآن پڑھنے کی حالت میں ہجوم کرتے ہیں۔ جب ان پر وہ عذاب آجائے گا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی قیامت اور اس کا عذاب دیکھ لیں گے۔ تب ان کو معلوم ہو جائے گا کس کے حمایتی کمزور اور کس کی تعداد کم ہے یعنی کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی تعداد کم ہے (۲۴) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ عذاب موعود قریب ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی دور کی مدت مقرر کر رکھی ہے اور اس کو ایک مدت کے بعد لائے گا؛ یعنی اگر یہ منکر دریافت کریں کہ جس چیز کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ چیز کب واقع ہوگی جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ اسی قسم کے سوال کیا کرتے ہیں متی هذا الوعد ان كنتم صدقين۔ تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں اس چیز کا وقت نہیں جانتا اور اس کی تاریخ مجھ کو نہیں بتائی گئی۔ ہو سکتا ہے کہ جس چیز کا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے وہ بہت ہی قریب ہو یا میرا پروردگار اس کو ایک مدت کے بعد لائے اور اس کے لئے اس نے کوئی دور کی مدت مقرر کر رکھی ہو۔ یہ تو وہی جانے۔ تمام مغیبات کا علم تو اسی کے پاس ہے (۲۵) وہی بھید یعنی غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے بھید اور غیب کی کسی کو خبر نہیں دیا کرتا اور کسی کو اپنے غیب سے آگاہ نہیں کیا کرتا؛ غیب کے متعلق ہم آل عمران کی تسہیل میں مفصل بیان کر چکے ہیں کہ وہ اپنے بھید کی پوری خبر کسی کو نہیں دیا کرتا اگر کبھی کسی مصلحت کی بنا پر کوئی بھید کی بات کسی کو بتانا چاہتا ہے تو جس کی شکل آگے مذکور ہے (۲۶) مگر ہاں اپنے کسی برگزیدہ اور پسندیدہ رسول کو سو وہ اس اہتمام سے کہ اس رسول کے آگے اور پیچھے نگہبان فرشتوں کو مقرر کر دیا جاتا ہے (۲۷)

بقیہ صفحہ ۹۱۹

باہمی مشورہ کیا کہ آپ کا کوئی مناسب لقب تجویز کیا جائے چنانچہ کسی نے کاہن تجویز کیا، کسی نے مجنون، کسی نے ساحر غرض بڑی بحث مباحثہ کے بعد ساحر پر اتفاق ہوا۔ جب آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ رنجیدہ اور غمگین ہوئے اور ایک چادر اوڑھ کر متفکر بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں ارشاد ہوا یاایها المزمل اس ارشاد میں ہر اس شخص کو تنبیہ ہے جو رات بھر کپڑا اوڑھ کر سوتا ہے اور رات میں اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا کیونکہ جو اسم کسی فعل سے مشتق ہوتا ہے اس نام میں مخاطب کے ساتھ ساتھ اس عمل کے ہر عامل کو شریک سمجھا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کو زمل سے مشتق کہا ہے۔ زمل کے معنی بوجھ اور وزن کے ہیں۔ یعنی اصل میں متزمل ہے۔ تا کو زا سے بدل کر زا کو زا میں ادغام کر دیا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے زمل سے مشتق کیا ہے ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ اے نبوت کے بار کو اٹھانے والے رات میں عبادت کے لئے کھڑے رہا کیجئے یعنی رات بھر عبادت کیجئے مگر تھوڑی رات کہ اس میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو۔ یعنی نصف رات یا نصف سے کسی قدر کم کر دو یعنی نصف سے کم قیام کرو اور نصف سے زیادہ آرام کرو یا نصف سے کچھ بڑھا دو یعنی نصف سے زیادہ قیام کرو اور نصف سے کم آرام کرو۔ نصف سے کم کر دو کا مطلب یہ ہے کہ ایک ثلث رات عبادت کر لو اور دو ثلث آرام کرو اور نصف سے زیادہ کا یہ مطلب ہے کہ دو ثلث رات قیام اور ایک ثلث شب آرام کرو جیسا کہ اس سورت کے دوسرے رکوع سے معلوم ہو جائے گا۔ غرض قیام لیل تو واجب ہوا

البتہ ایک ثلث یا دو ثلث میں تخییر ہے اور اس قیام لیل میں قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر صاف ایک ایک لفظ کو الگ الگ کر کے پڑھا کیجئے۔ اگرچہ قرآن کو ٹھہر کر پڑھنے کا ہر نماز میں حکم ہے بلکہ غیر نماز میں بھی تلاوت قرآن کا یہی حکم ہے۔ یہاں تخصیص محض مقام کے اعتبار سے ہے ٹھہر ٹھہر کر صاف پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ضاد اور ظا۔ تا اور طا۔ ثا اور سا میں فرق ہو۔ ضمہ۔ فتح اور کسرہ میں امتیاز ہو۔ وصل اور فصل اور وقوف میں تحسین ہو۔ شد اور مد کی رعایت ہو۔ ان تمام امور کی قرأت میں رعایت رکھ کر قرآن کو پڑھا کرو اسی کو ترتیل کہتے ہیں ہم نے عام مفسرین کی تحقیق کے موافق شرح کی ہے۔ اگرچہ بعض حضرات کا یہ بھی قول ہے کہ ہر رات اپنے پروردگار کی عبادت کے لئے کھڑے رہا کیجئے مگر کسی رات کو یہ قیام نہ ہو سکے تو معاف ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ سورت اول میں اتری ہے جب وحی کی دہشت سے حضرت کو جاڑا لگا اپنے اوپر کپڑے لپیٹے اللہ نے یہی نام لے کر پکارا رات کو کھڑا رہ یعنی نماز پڑھ رات کو اول اس دین میں رات ہی کی نماز فرض ہوئی مگر کسی رات نہ ہو تو معاف ہے ۱۲ واللہ اعلم۔ تہجد کی نماز پر کئی دور گزرے ہیں تفصیل کے لئے تفسیر عزیزی ملاحظہ کی جائے (۴) ہم عنقریب آپ پر بہت وزنی فرمان اور بھاری کلام نازل کریں گے؛ مراد قرآن شریف ہے۔ قول ثقیل یہ کہ اپنے دلائل و احکام کی عظمت کے لحاظ سے تمام ادیان باطلہ پر بھاری ہے نزول کے وقت کا ثقل تو ظاہر ہے کہ سردی کے موسم میں پسینے آتے تھے اور پسینہ ٹپکتا تھا۔ اگر سواری پر سوار ہوتے تو نزول وحی کے وقت وہ بوجھ سے دب جاتی تھی۔ غرض کلام الٰہی کے نزول کے وقت جو ثقل اور بوجھ ہوتا تھا اس کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ریاضت کر تو بھاری بوجھ آسان ہو ۱۲ خلاصہ یہ کہ شب بیداری اور ریاض کی علت بیان فرمائی کہ جس قدر ریاضت کرو گے تو نفس کی استعداد اکمل اور اقوی ہوگی اور اس استعداد کا قوی کرنا ضروری ہے تاکہ بھاری کلام برداشت کیا جاسکے۔ کلام الٰہی کو بھاری اور ثقیل شاید اس لئے بھی فرمایا ہو کہ اس کی تبلیغ اور لوگوں تک پہنچانے میں بڑی بڑی دشواریوں کا مقابلہ کرنا ہوگا اور بڑی بڑی ثقیل باتیں سننی پڑیں گی۔ آگے قیام لیل کی ایک اور علت بیان کرتے ہیں (۵) بیشک رات کا اٹھنا نفس کو پامال کرنے کے اعتبار سے بہت موثر اور بات کہنے کے اعتبار سے بہت ٹھیک ہے؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے یعنی بڑی ریاضت یہ کہ نفس روندا جاتا ہے نو نتا جا اور اس وقت دعا اور ذکر سیدھا ادا ہوتا ہے دل سے ۱۲ خلاصہ یہ کہ رات کو نیند چھوڑ کر اٹھنا پھر وضو کا اہتمام کرنا نماز میں کھڑے رہنا اس سے نفس خوب ہی پامال ہوتا ہے۔ پھر رات کی تنہائی اور خاموشی اور فکر غیاز سے یکسوئی قلب کو اطمینان۔ یہ سب باتیں اس امر کی موید ہوتی ہیں کہ جو بات نکلتی ہے اور جو دعا ہوتی ہے یا ذکر الٰہی اور دعا وغیرہ وہ سب دل سے نکلتی ہے اور زبان و دل میں موافقت ہوتی ہے اور جو بات نکلتی ہے سیدھی نکلتی ہے۔ اور رات کو حضور قلب حاصل ہوتا ہے۔ آگے شب میں عبادت کرنے کی ایک اور حکمت کا بیان ہے۔ ناشئۃ عافیہ اور عاقبہ کے وزن پر ہے۔ جس کے معنی اوقات لیل اور ساعات شب ہے۔ بعض نے کہا ناشئۃ سے مراد وہ حادثات ہیں جو ساعات شب میں واقع ہوتے ہیں (۶) بیشک آپ کے لئے دن میں طویل شغل اور بہت کام رہتا ہے؛ یعنی دن میں آپ کو بہت کام رہتا ہے۔ تبلیغ کا کام۔ خدمت خلق، مریضوں کی عیادت۔ جنازے کی متابعت فقراء اور غرباء کی خبر گیری فیصل مقدمات اور مسلمانوں کے بے شمار کام۔ غرض چونکہ آپ کو دن میں لمبے چوڑے شغل رہتے ہیں اس لئے آپ کے لئے مخصوص عبادت اور توجہ الی اللہ کے لئے رات کا وقت بہتر اور مناسب ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ یعنی دن کو لوگوں

کو سمجھانا ہے عبادت کا وقت مقرر کر رات کو ۱۲ (۷) اور آپ اپنے پروردگار کا نام یاد کرتے رہا کیجئے اور ماسوا اللہ سے کٹ کر اسی کی جانب متوجہ رہئے؛ مطلب یہ ہے کہ قیام شب کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی اپنے پروردگار کے نام کو یاد کرتے رہئے اور سب سے قطع ہو کر پروردگار کی جانب متوجہ رہئے۔ یعنی ذکر الٰہی اور تبتل ہر وقت کا فرض ہے۔ تبتل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو تعلق قائم ہو وہ دوسرے سب تعلقات پر غالب ہو۔ بعض علماء نے فرمایا اخلاص اور توکل مراد ہے بعض اہل لغت نے فرمایا جب عابد عبادت الٰہی کے علاوہ ہر چیز سے قطع تعلق کرے تو اس کو تبتل کہتے ہیں یعنی حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق ہو کہ ہر وقت اسی کا دھیان رہے اور اسی کی جانب توجہ مرکوز رہے اور تمام تعلقات اسی ایک تعلق میں مدغم ہو جائیں (۸) وہ مشرق و مغرب کا مالک اور پروردگار ہے اس کے سوا کوئی دوسرا قابل پرستش اور پوجنے کے لائق نہیں لہٰذا آپ اسی کو اپنا کام بنانے والا مقرر رکھئے اور آپ اپنا ہر کام سپرد کرنے کے لئے اسی کو تجویز کیجئے؛ مطلب یہ ہے کہ آفتاب کے نکلنے اور غروب ہونے کی جگہ کا وہی مالک ہے یعنی تمام عالم کا مالک وہی ہے۔ جب وہی بادشاہ اور وہی پروردگار ہے تو آپ اپنا کارساز اور مددگار اسی کو بنائیے۔ جیسا کہ اب تک اسی کو اپنا وکیل سمجھتے ہیں اور تمام کام اسی کے سپرد کرتے رہا کیجئے اور اس کے تعلق کے مقابلے میں کسی اور کے تعلقات کی پروا نہ کیجئے (۹) اور یہ دین حق کے منکر آپ کی ایذا رسانی کے لئے جو جو کچھ کہتے ہیں اس کو سہتے اور برداشت کرتے رہئے اور خوش اسلوبی کے ساتھ ان سے کنارہ کش ہو جائیے؛ پیغمبر علیہ السلام کو ایذا پہنچانے کی غرض سے صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس ہی میں گستاخی نہ کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی عیب لگاتے تھے۔ قرآن کو بھی برا کہتے تھے حضرت جبریل علیہ السلام کی بھی توہین کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ان سب باتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی۔ ان سب باتوں پر حضور کو صبر کی تعلیم دی اور یہ صبر کی طاقت اور برداشت کی قوت رات کی عبادت ہی سے میسر ہوتی ہے اس لئے قیام لیل کا حکم دینے کے بعد یہ فرمایا کہ کفار کی اذیت اور ایذا رسانی پر صبر کرو اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ، ہجر جمیل کہ ظاہر میں بے تعلق مگر باطن میں ان کی صحبت کی جانب رغبت اور میل نیز ان کی بدسلوکی کا کسی سے شکوہ نہ کیا جائے نہ شکایت نہ انتقام کی فکر کی جائے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی خلق سے کنارہ کر لیکن لڑ بھڑ کر نہیں سلوک سے ۱۲ (۱۰)۔

بقیہ صفحہ ۹۲۲

باطنی نجاست سے بھی پاک کیجئے۔ یعنی کپڑا ناجائز کمائی سے نہ خریدا جائے اور طریقہ استعمال بھی ناجائز نہ ہو۔ یعنی مرد کا کپڑا ریشمی نہ ہو یا ٹخنوں سے نیچی ازار نہ ہو۔ غرض بہت جامع ارشاد ہے جس کے بے شمار معنی ہو سکتے ہیں اور ہر قسم کی پلیدگی سے دور رہئے فاسد اعتقاد۔ برا خلق۔ جھوٹ غرض وہ تمام چیزیں جن کا روح پر برا اثر ہوتا ہو خواہ وہ بت پرستی ہو یا معاملات کی خرابی ہو ان تمام قسم کی برائیوں اور گندگیوں سے پرہیز رکھئے۔ کیونکہ دوسرے لوگوں کی اصلاح اور درستی جب ہی ہو سکے گی جب آپ خود ان سب برائیوں سے پاک ہوں اور کسی کے ساتھ اس نیت سے سلوک نہ کیجئے اور احسان نہ کیجئے کہ آپ اس سے بدلے میں زیادہ حاصل کریں۔ جیسا کہ عام قاعدہ ہے کہ دولت مند اور تونگروں کے ساتھ انسان اس غرض سے کچھ سلوک کرتا ہے کہ ان سے جو کچھ معاوضہ حاصل ہوگا وہ میرے سلوک سے زائد ہوگا خواہ وہ احسان مالی ہو یا قرآن کی تعلیم اور احکام الٰہی کی تبلیغ ہو۔ بہرحال کسی کا احسان

اس غرض سے نہ کیجئے کہ اس سے جو حاصل ہوگا وہ ہمارے احسان سے زائد ہوگا۔ یہ بلند ہمتی کی بات فرمائی کہ نبوت کی شان کے بھی شایاں ہے۔ کہ نہ کسی پر احسان جتاؤ نہ اس غرض سے کسی پر احسان کرو کہ تم اپنے احسان سے زیادہ وصول کرو۔ بعض حضرات نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بتایا ہے اور کہا ہے کہ یہ حکم حضور کے لئے مخصوص تھا بشرطیکہ یہ بھی تحریم کے لئے ہو۔ بہرحال اس قسم کا خیال دل میں آنا کثرت باطن اور کم ہمتی کا سبب ہے اس لئے اس سے منع فرمایا ولا تمنن تستکثر۔ اور اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لئے صبر کیجئے یعنی ہر قسم کی تکالیف اور مصائب اور ایذا رسانی کے مواقع پر صبر اور برداشت کرو۔ اور یہ صبر لوجہ اللہ یعنی باللہ تعالیٰ کی خوشنودی پیش نظر ہو۔ ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام صفات جلیلہ سے آراستہ ہونے کا حکم فرمایا خواہ وہ صفات ظاہری ہوں یا باطنی ہوں۔ بدن کی پاکی کا ان آیات میں ذکر نہیں فرمایا۔ ثوب کی پاکی لطافت جسم کی پاکی کو مستلزم ہے کیونکہ جس کا بدن نجس ہوگا اس کے کپڑے پاک نہیں ہوسکتے جسم کی تلویث سے کپڑوں کا ملوث ہونا یقینی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ سورت اتری تب خلق کو دعوت کا حکم ہوا اور نماز کا نماز کے ساتھ تکبیر ہے اور کپڑے پاک رہنے اور کھتری سے بچنا یا کھتری کنایت کو کہ وہ اکثر دودھ اور تیل میں آلودہ رہتا ہے اور یہ ہمت سکھائی کہ کسی کو دے اس سے بدلہ نہ چاہ اپنے رب کے دینے پر شاکر رہ ان آیات کی تفسیر لوگوں نے مختلف طریقوں سے بیان کی ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ الفاظ کی وسعت اور جامعیت کی بنا پر کئی طرح تفسیر ہوسکتی ہے۔ لیکن ہم نے آسان اور مشہور طریقہ اختیار کیا ہے جیسا کہ شاہ صاحبؒ کے خلاصے سے معلوم ہوگیا ہوگا کھتری کبھی پہلے گندی چیز کو کہتے ہوں گے یا کیچڑ وغیرہ کو یا میل کو کہتے ہوں گے۔ آج کل یہ لفظ دہلی میں متروک ہے بہرحال رجز کے معنی گندی اور پلیدگی کئے گئے ہیں۔ آگے قیامت کا ذکر فرمایا۔ فترۃ وحی کے بعد یہ وحی کی پہلی آیتیں ہیں جس میں پیغمبر کو اپنی تہذیب اور غیروں کی تہذیب سے آگاہ کیا گیا(۵)

پھر جب ناقور یعنی صور میں پھونک ماری جائے گی (۸) تو وہ دن کافروں پر سخت دن ہوگا (۹) اس دن میں ذرا آسانی نہ ہوگی :: نقر کے معنی کلام عرب میں آواز دینے کے ہیں۔ عرب کا محاورہ ہے نقر باسم الرجل۔ یہاں مراد صور کے ذریعہ ارواح کو بلانا اور جمع کرنا ہے۔ اسی لئے مفسرین کے نزدیک یہاں دوسرا نفخ مراد ہے۔ یعنی دوبارہ صور میں آواز ماری جائے گی اور سب لوگ زندہ ہوکر میدان حشر میں جمع ہوجائیں گے اس دن کو فرمایا کہ وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی۔ یہ غیر یسیر تاکید ہے یوم عسیر کی۔ سورۂ فرقان میں گزرا ہے وکان یوما علی الکافرین عسیرا اب آگے ایک مخصوص کافر ولید بن مغیرہ کی خباثت اور اسلام دشمنی کا ذکر ہے (۱۰) مجھ کو اور اس شخص کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے جس کو میں نے اکیلا اور تنہا پیدا کیا (۱۱) پھر میں نے اس کو بہت سا مال دیا (۱۲) اور ایسے بیٹے دیئے جو اس کی آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں یعنی اس کی خدمت بجالانے کو (۱۳) اور ہر قسم کا دنیوی سامان اس کے لئے مہیا کر دیا (۱۴) وہ پھر بھی یہ ہوس اور لالچ رکھتا ہے کہ میں اس کو اور زیادہ دوں (۱۵) یہ ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ وہ ہماری آیتوں کا دشمن اور مخالف ہے (۱۶) عنقریب میں اس کو سخت چڑھائی چڑھاؤں گا یعنی آگ کے پہاڑ پر (۱۷) کیونکہ اس شخص نے تامل کیا اور سوچا اور ایک اندازہ لگایا (۱۸) پس یہ تباہ کیا جائے کیسا اندازہ لگایا (۱۹) پھر وہ تباہ کیا جائے اس نے کیسا اندازہ لگایا (۲۰) پھر اس نے غور و تامل کیا (۲۱) پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا (۲۲) پھر

پیٹھ پھیری اور تکبر کیا (۲۳) پھر کہنے لگا بس یہ قرآن تو ایک جادو ہے جو اوروں سے منقول ہے (۲۴) یہ قرآن تو صرف کسی بشر اور آدمی کا کلام ہے :: ولید بن مغیرہ قریش کا مشہور اور مالدار آدمی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حم السجدہ کی تلاوت فرما رہے تھے اس نے قرآن کو سن کر کہا یہ کلام بہت عمدہ ہے اس میں بڑی شیرینی ہے میں نے آج تک ایسا کوئی کلام نہیں سنا۔ نہ یہ شعر ہے نہ کہانت ہے۔ لوگوں نے اس کی بات ابوجہل سے جا کر کہی اور اس کا اندیشہ ظاہر کیا کہ شاید ولید مسلمان ہوگیا۔ چنانچہ ابوجہل نے قریش کے بڑے بڑے لوگوں کو جمع کیا اور ولید کو غیرت دلائی اور اس کو کفر پر پختہ کر دیا اور یہ مشورہ ہوا کہ محمد کا کوئی ایسا لقب تجویز کیا جائے جو تمام عرب میں مشہور کر دیا جائے۔ چنانچہ ولید نے بہت غور کیا اور بالآخر خوب غور کر کے کہا یہ بابل کا سحر ہے جو محمد تک کسی طرح پہنچ گیا ہے اور اسی سحر کا یہ اثر ہے کہ خاندانوں میں تفریق ہو جاتی ہے اور ہر گھر میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ یہ رائے سب نے پسند کی۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام پاک سے سخت دشمنی کرتا تھا۔ نہایت سخت زبان اور دریدہ دہن تھا۔ ہر وقت پیغمبر علیہ السلام کی ایذا رسانی کے درپے رہتا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ مجھ کو اور اس شخص کو تنہا چھوڑ دے جس کو میں نے پیدا کیا ہے یا یہ مطلب ہے کہ مجھ کو اور اس شخص کو چھوڑ دے جس کو میں نے تنہا بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے۔ تیسرے معنی وہی عام معنی ہیں جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کئے ہیں۔ کہ اکیلا اور تنہا پیدا کیا یعنی اس کے ساتھ کوئی سروسامان نہ تھا اور میں نے اس کو اکیلا اور تنہا پیدا کیا چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ میں اس سے اے محمد آپ کا انتقام لینے کے لئے کافی ہوں اور میں نے اس کو بکثرت مال دیا چنانچہ تمام عرب میں اس کے تجارتی مرکز تھے اور اس کو ریحانۂ قریش کہتے تھے اور اس کو آنکھوں کے سامنے رہنے والے بیٹے دیئے۔ یعنی جو اس کی خدمت بجالاتے ہیں اور اس کی عزت اور محفل کی آبرو بڑھانے کو اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کے لئے ہر قسم کا دنیوی سامان مہیا کیا یعنی ریاست اور جاہ عریض سے نوازا مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ اس کی آبرو اور ہر جگہ اس کا پیسہ پھیلا ہوا تھا۔ تجارت مویشی اور زراعت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن باوجود اس کثرت نعم کے بجائے شکر بجالانے کے یہ ہوس اور طمع کرتا ہے کہ میں اس کو اور زیادہ دوں یعنی حریص بہت ہے۔ یہ ہرگز زیادہ دینے کے قابل نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ ہماری آیات کا سخت دشمن اور مخالف ہے۔ عنقریب میں اس کو یعنی مرنے کے بعد سخت چڑھائی چڑھاؤں گا۔ حدیث میں آتا ہے صعود ایک پہاڑ ہے دوزخ میں جس پر کافر ستر برس میں چڑھے گا اور پھر وہاں سے اوپر پہنچنے کے بعد نیچے گر پڑے گا۔ اس کو فرمایا سخت چڑھائی چڑھاؤں گا آگے اس عذاب کی تعلیل ہے کہ قرآن کے متعلق اس نے سوچا اور تامل کیا کہ اس قرآن کی بابت کیا رائے ظاہر کروں اور بے ربط احتمالات قائم کر کے ایک اندازہ لگایا اور ایک بات تجویز کی۔ سو اس پر خدا کی مار ہو اور یہ مارا جائے کیسا اندازہ لگایا۔ پھر غایت مذمت اور استبعاد کے لئے مکرر فرمایا۔ پھر وہ تباہ کیا جائے اور ہلاک کیا جائے۔ اس پر لعنت کی جائے کیسا دور از کار اندازہ لگایا اور کیسی غیر معقول تجویز کی۔ پھر اپنے اندازے میں غور کیا اور تامل کیا یعنی لوگوں کے سامنے اپنی تجویز کو ظاہر کرنے سے پہلے پھر سوچا یا مجمع پر نظر ڈالی۔ پھر منہ بنایا اور تیوری چڑھائی۔ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا غرض ہر طرح اور اپنے ہر انداز سے کراہیت اور نفرت کا اظہار کیا۔ پھر کہنے لگا بس اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو دوسروں سے نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ قرآن تو صرف کسی بشر کا کلام ہے۔ غرض یہ خبیث پہلے اقرار کر چکا تھا کہ یہ کلام بے مثل ہے اور کسی

انسان کا کلام نہیں۔ اب جو برادری کی بات آپڑی تو محض برادری کی خوشنودی کے لئے بہت سی کروٹیں بدلیں۔ بہت سے پہلو بدلے۔ شیخی بنائی۔ تیوری پر بل ڈالے تکبر کا اظہار کیا اور پیٹھ پھیر کر بدبخت نے کہا یہ تو منقول شدہ جادو ہے اور یہ تو آدمی کا کلام ہے۔ تمام بے ربط احتمالات میں سے یہ بات چلتی ہوئی کہہ دی۔ حالانکہ یہ احتمال بھی تو تھا کہ یہ کلام خدا کا کلام ہو اور فرشتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا ہو۔ اس تنگ نظری اور تعصب اور حق دشمنی کی آگے سزا بیان فرماتے ہیں (۲۵) میں عنقریب اس کو دوزخ میں جھونکوں گا اور سقر میں داخل کروں گا یعنی مرنے کے بعد اس ملعون کا ٹھکانا سقر ہوگا (۲۶) اور اے پیغمبر آپ کو خبر ہے کہ سقر کیسی چیز ہے یہ سوال اس کی تہویل اور ہولناکی بیان کرنے کے لئے ہے (۲۷) وہ سقر یعنی دوزخ نہ کچھ باقی رکھے نہ کچھ چھوڑے یعنی کسی چیز کو باقی نہ رکھے گی سب کو جلا ڈالے گی اور جلا کر بھی پیچھا نہ چھوڑے گی۔ بلکہ پھر کھال کو ٹھیک کر دیا جائے گا اور وہ دوزخ پھر جلائے گی اور یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو داخل ہوں سقر میں ان کو باقی نہ رکھے یعنی جلا ڈالے اور جو باہر ہوں ان کو اندر داخل کئے بغیر نہ چھوڑے سب کو جہنم میں گھسیٹ لے (۲۸)۔

بقیہ صفحہ ۹۲۳

اس پر ایمان لانے سے اور افراد ایمان میں اضافہ ہو۔ اس لئے یہاں ایمان کی زیادتی کیفاً اور کماً دونوں طرح ہوسکتی ہے۔ ولا یرتاب۔ تاکید کے طور پر فرمایا کہ نہ اہل کتاب کو کوئی انکار اور استہزا کا موقعہ ہو کیونکہ بات ایسی ہے جس کو وہ جانتے ہیں اور نہ مسلمانوں کو شک کی گنجائش ہو۔ بہرحال یہ تین باتیں ہوئیں۔ اہل کتاب کا استیقان اہل ایمان کا ازدیاد ایمان۔ اور اپنی حیثیت کے موافق دونوں کا عدم ارتیاب۔ اہل کتاب کا اس بنا پر کہ سنی ہوئی اور پڑھی ہوئی بات اس پیغمبر پر نازل ہوئی اور اہل ایمان کو اس بنا پر کہ بدون تعلیم کے وہ بات فرمائی جو سابقہ انبیاء رکھتے تھے۔ چوتھی بات اور چوتھی غایت کفار کی گمراہی کہ اس تعداد کے تقرر کا نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ منافق اور کافر اس پر معترض ہوں گے اور کہیں گے کہ آخر اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصد کیا ہے یہ تعداد فرشتوں کی کیوں بیان کی گئی ہے۔ تمام مخلوق کے سامنے یہ فرشتے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور اگر یہ ایندھن جمع کرنے کے لئے ہیں تو کیا ناکافی ہوں گے اسی کو فرمایا کذلک یضل اللہ من یشاء ویھدی من یشاء۔ کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ رکھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست دکھا کر اس کی رہنمائی فرماتا ہے۔ یعنی ایک سیدھی سادھی بات پر الجھنا اور ہر حکم خداوندی کی مصلحت کو تلاش کرنے کی کوشش کرنا اور اس پر ضد کرنا اور اس کا انکار کرنا بھی گمراہی کی علامتیں ہیں اور یہی وہ امور ہیں جن کی وجہ سے توفیق الٰہی اپنا دامن کھینچ لیتی ہے۔ آگے تتمہ ہے کہ انیس کی تعداد اور مصلحت کے درپے ہو کر الجھنا گمراہی ہے یہ تعداد کسی حکمت اور مصلحت سے ہے ورنہ آپ کے پروردگار کے لشکر یعنی فرشتوں کی تعداد کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اس قدر بے شمار فرشتوں کی موجودگی میں پھر خزنۂ جہنم انیس کو مقرر کرنا ان کی غایت مصلحت ہے اور خدا جانے ان انیس کے اعوان و انصار کس قدر ہوں گے مختلف روایات میں صرف جہنم کی باگیں تھامنے اور پکڑنے والوں کی تعداد ستر ہزار ہے۔ کیا خوب فرمایا وما یعلم جنود ربک الا ھو۔ دوزخ کا مضمون بیان کرنے سے مقصد کیا تھا اور یہ بدنصیب گمراہ الجھ کر کس میں رہ گئے۔ حالاں کہ دوزخ کا حال بیان کرنا اور دوزخ کے مضمون کا بیان کرنا محض

انسانوں کی نصیحت کے لئے ہے۔ دوزخ اور اس کے مقصد کا اظہار صرف لوگوں کی بھلائی اور ان کی خیر خواہی کے لئے ہے۔ آگے پھر اس کی تفصیل مذکور ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ یہ جو فرمایا کہ دوزخ پر مقرر ہیں انیس شخص۔ کافر ٹھٹھا کرنے لگے کہ ہم ہزاروں ہیں۔ انیس ہمارا کیا کریں گے۔ تب یہ فرمایا کہ وے آدمی نہیں فرشتے ہیں تم سب کے واسطے ایک ہی کفایت ہے مگر یہ گنتی بتائی ہے موافق اگلی کتابوں کے کہ اس کے سچ کی دلیل ہو ۱۲ (۳۱) جہنم کے مضامین کا ہرگز انکار نہ کرو۔ یا سُن رکھو یا بالتحقیق۔ یا میں سچ کہتا ہوں قسم ہے چاند کی (۳۲) اور قسم ہے رات کی جب وہ پیٹھ پھیر کے جانے لگے (۳۳) اور قسم ہے صبح کی جب روشن اور نمایاں ہو جانے (۳۴) کہ وہ جہنم بڑی ہولناک اور دہشت ناک چیزوں میں سے ایک چیز ہے (۳۵) وہ آدمی کو خوف زدہ کرنے والی اور ڈرانے والی چیز ہے (۳۶)۔ جو تم میں سے کوئی آگے بڑھنا چاہے اس کے لئے بھی اور جو پیچھے رہے اس کے لئے بھی۔ کَلَّا اصل میں تو ردع اور جھڑکی کے لئے ہے اس جگہ کی مناسبت سے اپنے حضرات نے کئی طرح معنی کئے ہیں ہم نے تقریباً سب لکھ دیئے ہیں۔ اس کے بعد چاند کی قسم ہے جس کا گھٹنا بڑھنا آنکھوں کے سامنے ہے یہ نمونہ ہے عالم کے نشو ونما اور اضمحلال کا۔ رات کا جانا اور صبح کا آنا نمونہ ہے فنا اور بقا کا۔ جس طرح رات ختم ہو کر دن نکلتا ہے اور رات کے اندھیرے میں چھپی ہوئی سب چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں اور ہر شے کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اسی طرح اس عالم کے بعد جب دوسرے عالم کی روشنی ظاہر ہوگی اس وقت حق اور باطل علیحدہ علیحدہ نظر آجائے گا۔ یہ سب قسمیں اسی مناسبت سے فرمائیں۔ قسموں کے جواب میں فرمایا اس دوزخ کو معمولی چیز نہ سمجھو۔ وہ منجملہ دوسرے مصائب اور ہولناک و دہشت انگیز بڑی بڑی چیزوں میں سے ایک المناک اور خطرناک چیز اور بڑی بھاری چیز ہے جو انسان کے لئے ڈرانے والی اور بڑا ڈراوا ہے۔ کوئی چاہے آگے بڑھنا تو بڑھے اور کوئی پیچھے رہے تو رہے۔ یعنی دوزخ تمام مکلفین کے لئے ڈراوے کی چیز ہے آگے بڑھنے اور پیچھے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی خیر میں آگے بڑھنا چاہے یا خیر سے پیچھے رہے دوزخ ہر شخص کے لئے ڈرنے کی چیز ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آگے بڑھے بہشت کو یا پیچھے رہے دوزخ میں ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ دوزخ ہر شخص اور ہر مکلف کے لئے ڈراوے کی چیز ہے کوئی آگے بڑھ کر اور نیک کام کر کے جنت میں داخل ہو جائے یا کوئی وہمی الجھنوں میں الجھ کر اور بے ہودہ تخیلات میں مبتلا ہو کر جہنم میں رہ جائے۔ آگے بڑھے بھلائی میں یا پیچھے رہے بدی میں صاحب تفسیر عزیزی نے چاند کی قسم پر لکھا ہے کہ انیس راتیں چاند کی زیادہ روشن ہوتی ہیں اور ان روشن راتوں میں نباتات پر بلکہ حیوانات پر عجیب وغریب اثرات مرتب ہوتے ہیں جو اندھیری راتوں میں اس قدر نہیں ہوتے۔ صاحب تفسیر عزیزی کی اس تقریر پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ چاند کی قسم کھانے سے دوزخ کے نگراں فرشتوں کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ جو صاحب چاہیں وہ تفسیر عزیزی کا مطالعہ فرمائیں (۳۸) ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے رہن رکھا ہوا ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے کئے کاموں میں پھنسا ہوا ہے ۰

بقیہ صفحہ ۹۲۵

اور اکٹھا کرنا اللہ تعالیٰ کے بس کی بات نہیں اور خدا تعالیٰ ان کو جمع کرنے سے عاجز ہے (۳) بے شک ہم ضرور جمع کریں گے ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پور پور درست کر دیں یعنی انگلی کا پوروا جو چھوٹی سی چیز ہے اور باریک خطوط کی وجہ سے اس کی تیاری میں بڑی صنعت اور کاریگری کی ضرورت ہے۔ جب حضرت حق تعالیٰ انگلیوں کے پوروے درست کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس کے لئے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا لینا کون سا مشکل ہے۔ عام طریقے سے پور پور۔ بول کر تمام جسم بھی مراد لیتے ہیں کہا کرتے ہیں میں اس کی پور پور کا پورا کر دوں گا یعنی تمام جسم کچل دوں گا تو گویا ہڈیوں کا جمع کرنا کیسا وہ تمام جسم کی ترتیب دینے پر قادر ہے (۴) بلکہ قیامت کے انکار کی غرض یہ ہے کہ انسان یوں چاہتا ہے کہ آئندہ زندگی میں بھی فجور اور ڈھٹائی کرتا رہے ۰ یعنی قیامت کا اقرار اور روز جزا کا یقین بہت برائیوں سے روک دے گا۔ اور انسان اس اعتقاد کا پابند ہو کر بہت سی باتوں کا پابند ہو جائے گا کیونکہ ہر جرم کے موقعہ پر قیامت کا اعتقاد مانع ہوگا۔ اور یہ خیال اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر ایک دن حساب و کتاب دینا ہوگا۔ ہر برائی اور ہر قسم کے فسق وفجور سے روکے گا اور انسان کی خواہش یہ ہے کہ جس طرح اب تک وہ گناہ آلود زندگی گذارتا رہا ہے اسی طرح آگے بھی گذارتا رہے۔ اور آئندہ بھی ڈھٹائی کرتا رہے۔ اس لئے قیامت کا یقین نہیں کرتا اور قیامت کا انکار کرتا ہے اور بطور انکار (۵) پوچھتا اور دریافت کرتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا ۰ یعنی بطور انکار و استہزا دریافت کرتا ہے کہ قیامت کا صحیح وقت بتاؤ۔ آگے جواب ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۶) سو جس وقت نگاہیں مضطرب اور متحیر ہو جائیں گی (۷) اور چاند بے نور ہو جائے گا (۸) اور سورج اور چاند ایک حالت اور ایک کیفیت پر اکٹھے کر دیئے جائیں گے ۰ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ قیامت کا وقت ہے یعنی آدمی کی آنکھ روشنی سے عاجز ہو جاوے۔ سورج پاس آوے گا ۱۲ خلاصہ یہ کہ حضرت حق تعالیٰ کے غضب اور اس کے قہر سے آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ چاند کا نور سلب کر لیا جائے گا۔ اور سورج و چاند کی بے نوری میں حالت ایک سی ہو جائے گی مطلب یہ کہ موجودہ نظام شمسی سب درہم برہم کر دیا جائے گا۔ اس انقلاب کی وجہ سے جو حالات پیدا ہوں گے ان کو دیکھنے کی آنکھ کہاں تاب لا سکے (۹) اس دن انسان کہے گا کہاں چلا جاؤں بھاگ کر اور کدھر بھاگ جاؤں۔ اور آج کہیں جائے گریز اور جائے فرار ہے (۱۰) کوئی نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ۔ ہرگز نہیں آج کوئی جائے پناہ نہیں ۰ یعنی کسی کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں (۱۱) اس دن صرف آپ کے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہوگا ۰ یعنی سوائے پروردگار عالم کے اور کوئی جگہ ٹھہراؤ اور قرار کی نہیں۔ اسی کے پاس جانا ہے۔ پھر وہ چاہے دوزخ میں بھیجے یا جنت میں جانے کا حکم دے (۱۲) اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے اور پچھلے اعمال سے آگاہ کر دیا جائے گا ۰ یعنی اس کو تمام اچھے برے عمل جو اس نے کئے ہوں گے جتلا دیئے جائیں گے اور جتلانے اور بتلانے پر ہی کیا موقوف ہے (۱۳) بلکہ انسان خود اپنے خلاف کھلی ہوئی دلیل ہوگا (۱۴) خواہ وہ اپنے کتنے ہی حیلے بہانے پیش کرے ۰ یعنی یہ جتلانا اور بتلانا محض تقریع اور اتمام حجت کے طور پر ہوگا ورنہ انسان بوجہ انکشافات ضروریہ کے خود ہی اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا۔ اگرچہ وہ اپنی عادت کے موافق حیلے بہانے اور عذر و معذرت کرتا رہے جیسا کہ مشرک قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک نہیں تھے۔ بہرحال یہ جتانا اعلام کے طور پر نہ ہوگا کیونکہ انسان خود ہی سب کچھ سمجھتا ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کا تعلق توحید الٰہی کی دلیل سے رکھا ہے یعنی انسان خود حضرت حق کی ربوبیت اور اس کی توحید کی ایک کھلی ہوئی دلیل ہے چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اپنے احوال میں غور کرے تو رب کی وحدانیت جانے اور جو کہے میری سمجھ میں نہیں آتا یہ بہانے ہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ انسان حضرت حق جل مجدہ کی ربوبیت کے لئے خود ایک کھلی ہوئی دلیل ہے اگر وہ غور کرے اور غور نہ کرے اور بہلنے بناتا رہے تو یہ دوسری بات ہے (۱۵) اے پیغمبر آپ نزول قرآن کے وقت اس غرض سے کہ آپ اس قرآن کو جلدی جلدی حاصل کریں اپنی زبان کو قرآن کے ساتھ حرکت نہ دیا کیجئے ۰ سورۂ طٰہٰ میں گذر چکا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ جب وحی لاتے تو آپ اس خیال سے کہ مبادا کوئی لفظ پڑھنے سے رہ جائے اور بعد میں یاد نہ آئے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ قرآن سنتے بھی تھے اور پڑھتے بھی وہاں فرمایا تھا کہ آپ اس سے پہلے کہ وحی ختم ہو قرآن کے لینے میں جلدی نہ کیا کیجئے۔ چونکہ اس طرح سننے اور ساتھ ساتھ پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے اور تنگی پیش آتی ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا مقصد یہ ہے کہ آپ جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ پڑھنے میں اس غرض سے کہ یاد کرنے میں جلدی کروں اور قرآن کو جلدی کے ساتھ یاد کرلوں ایسا نہ کیجئے۔ بلکہ خاموش سنتے رہا کیجئے اور اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے (۱۶)۔

بقیہ صفحہ ۹۲۶

(۲۶) اور اس وقت کہا جاتا ہے ارے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا بھی ہے ۰ یعنی نازک موقعہ پر جب طبیب کے علاج سے مایوسی ہوتی ہے تو جھاڑنے پھونکنے والے کی تلاش ہوتی ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا وقیل من راق یعنی لوگ کہتے ہیں کوئی جھاڑنے پھونکنے والا ہو تو اس کو لاؤ۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے کہتے ہیں اس کی روح کو کون سا فرشتہ لے کر چڑھے گا ۰ یعنی اس کی روح نیکی کے فرشتے لے جائیں گے یا بدی کے۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے واللہ اعلم (۲۷) اور مرنے والا یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت اور جدائی کا وقت ہے ۰ یعنی عزیز و اقارب اور مال و دولت کی جدائی یا روح اور بدن کی جدائی کا وقت (۲۸) اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے ۰ یعنی سکرات موت کے وقت یہ حالت ہوتی ہے پنڈلی پر پنڈلی مارتا یا ایک پنڈلی کا دم نکلنے کے بعد دوسری پنڈلی پر جا گرنا اور ہو سکتا ہے کہ عام شدّت اور موت کی پیہم سختیوں کی طرف اشارہ ہو۔ جیسا کہ ہم سورۂ نون میں عرض کر چکے ہیں۔ تمام عزیز و اقارب۔ بیوی۔ بچے۔ مال و دولت چھوڑنے کا رنج اور آگے قبر کا اور آخرت کا ہول۔ ہو سکتا ہے کہ مراد سختی پر سختی ملنے سے کنایہ ہو واللہ اعلم بالصواب (۲۹) اس روز تیرے پروردگار کی جانب کشاں کشاں جانا ہے ۰ یعنی خوشی یا ناخوشی بہرحال کھنچ کر تیرے پروردگار کی جانب چلا جانا ہے۔ یہ حالت وہ ہے کہ دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور عاجز و لاچار ہوتے ہیں۔ پھر بھی قیامت کا یقین نہیں کرتے اور عاجلہ کی محبت سے باز نہیں آتے۔

حضرت سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے ۔ روزگارم بشد بنادانی من نکردم شما حذر بکنید اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے ہیں اور غفلت کا یہ عالم ہے کہ ہم کو ذرا احساس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فصیح کلام میں کس درد انگیز انداز میں موت کا نقشہ کھینچا ہے۔ اللھم انی اسئلک حسن الخاتمۃ۔ اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا و عذاب الاخرۃ۔ آگے مرنے کے بعد منکر انسان کی حالت کا بیان ہے (۳۰) اس منکر انسان نے نہ تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی (۳۱) بلکہ تکذیب کی تھی اور منہ موڑا تھا (۳۲) پھر فخر کرتا ہوا اپنے گھر کو چل دیا کرتا تھا (۳۳) اے تکذیب کرنے والے انسان تیرے لئے خرابی ہے اس خرابی پر اور تباہی ہے (۳۴) پھر سن لے تیرے لئے تباہی ہے اس تباہی پر اور تباہی ہے (۳۵) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ یوں ہی بیکار اور مہمل چھوڑ دیا جائے گا یہ منکر انسان شاید وہی ہے جس کا ذکر شروع سورت میں گذرا ہے ۔ ایحسب الانسان الن نجمع ۔ یعنی سعد بن ربیعہ جو اخنس

بن شریق کا داماد تھا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں انسان سے مراد ابوجہل ہے۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ اس منکر انسان نے نہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی نہ عقائد اسلامی کا یقین کیا۔ نہ نماز ادا کی جو اعمال صالحہ میں بڑی اہم چیز تھی اسلامی عقائد کا یقین تو کیا کرتا اور نماز تو کیا پڑھتا بلکہ اس نے تو بجائے تصدیق کے تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ موڑا اور اپنی ان ناشائستہ اور کافرانہ حرکت پر فخر کرتا ہوا اور اتراتا ہوا۔ تبختر کے طور پر اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا یعنی بجائے شرمندہ ہونے کے اکڑتا ہوا گھر چلا گیا۔ حضرت حق تعالیٰ نے اس کی اس کافرانہ۔ معاندانہ اور متکبرانہ روش پر فرمایا۔ اے تکذیب کرنے والے انسان تیرے لئے خرابی ہے اس خرابی پر اور تباہی ہے۔ پھر کرر سن لے تیرے لئے تباہی ہے اس تباہی پر اور تباہی ہے۔ چار خرابیاں اور تباہیاں فرمائیں۔ شاید دو عالم برزخ کے لئے ایک میدان حشر کے لئے اور ایک دوزخ کے لئے۔ اول ترک تصدیق اور ترک نماز پر۔ میدان حشر میں تکذیب پر۔ اور دوزخ میں روگردانی پر۔ بعض علماء نے فرمایا۔ پہلی خرابی یقین نہ لانے اور نماز نہ پڑھنے پر۔ دوسری جھٹلانے اور منہ پھیرنے اور منہ موڑنے پر۔ اور تیسری اور چوتھی دونوں باتوں میں سے ہر ایک کو قابل فخر سمجھنے پر۔ واللہ اعلم کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل اور بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔ یعنی نہ یہ اوامر و نواہی کا مکلف ہوگا۔ نہ اس سے حساب و کتاب ہوگا۔ نہ کوئی باز پرس ہوگی۔ حضرت حق جل مجدہٗ کے تمام مخلوق میں سے انسان پر بہت زیادہ احسانات ہیں اس وجہ سے اس کو مکلف بنایا بعض کاموں کے کرنے کا حکم دیا بعض سے منع فرمایا اور جب مکلف بنایا اور تکلیف کے تحقق کو مجازات مستلزم ہے۔ مجازات کے لئے عالم آخرت ضروری ٹھہرا۔ بہرحال یہ بیکار نہ چھوڑا جائے گا۔ بلکہ اس کو مکلف بنایا جائے گا اور اس کی کوتاہیوں پر باز پرس ہوگی۔ مرنے کے بعد اس کو دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ یہ انسان جو بعث کا انکار کرتا ہے تو یہ اس کی بڑی حماقت اور جہالت ہے (۳۶) کیا وہ ایک منی کا قطرہ نہ تھا اور ایک بوند تھی جو ٹپکائی گئی یعنی عورت کے رحم میں وہ منی کا قطرہ ڈالا گیا (۳۷)

بقیہ صفحہ ۹۲۷

اور یہ جو فرمایا کہ ہم اس کو آزمائیں اور اس کو مکلف بنائیں اس واسطے اس کو سنتا اور دیکھتا بنایا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کو سمع اور شعور عطا فرمایا جو آزمائش کے لئے اور مکلف ہونے کے لئے ضروری اور لازمی چیز ہے۔ قرآن نے صرف دو حاستوں کا ذکر فرمایا ہے چونکہ یہ دونوں باقی حواس سے اعظم اور اشرف ہیں اور چونکہ عام طور سے سنتا دیکھتا عاقل ہی کہ سکتے ہیں۔ اس لئے عقل کا ذکر یہاں نہیں فرمایا لیکن مراد ضرور ہے۔ نیز یہ آنکھیں اول قدرت کو دیکھنے اور کان آیات دیکھ سننے کے لئے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کے ذکر کو اختیار کیا نَّبْتَلِيهِ کا بعض بزرگوں نے ترجمہ ہم پلٹتے رہے اس کو کیا ہے۔ اس ترجمہ کا مطلب واضح ہے ترجمہ یوں ہے بنایا آدمی ایک بوند کے لچھے سے پلٹتے رہے اس کو یعنی نطفے کو خون بنایا پھر لوتھڑا۔ پھر اعضا بنائے وغیرہ وغیرہ اور کئی اطوار و درجات میں الٹ پلٹ کر کے اس کو سنتا دیکھتا کر دیا واللہ اعلم (۲) ہم نے اس کو راستہ بتا دیا یا وہ شکر کرنے والا ہے اور یا ناسپاس اور کفر کرنے والا ہے۔ سبیل سے مراد یا تو طریقہ حق ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے یہ کہ حق و باطل اور بھلائی برائی کا راستہ دکھا دیا اور کتابیں نازل کر کے اور رسول بھیج کر یہ بات بتا دی کہ نجات کا راستہ یہ اور ہلاکت کی راہ یہ ہے۔ مطلب یہ ہے

کہ احکام کا مخاطب بنایا۔ اس کے بعد یہ انسان یا تو شکر گزار ہو گیا یعنی موحد۔ مومن۔ اللہ کی اطاعت بجالانے والا ہوا اور یا ناسپاس یعنی مشرک اور کافر فاسق ہو گیا۔ بہرحال دو راستوں میں تقسیم ہو گیا آگے دونوں کے انجام کا ذکر فرمایا۔ صحیح راہ اختیار کرنے والوں کی تعداد چونکہ کم تھی اس لئے ان کو شاکر فرمایا۔ اور نافرمانوں کی تعداد چونکہ زیادہ تھی اس لئے ان کو کفور یعنی مبالغہ کے صیغے سے تعبیر فرمایا (۳) بلاشبہ ہم نے منکرین حق کے لئے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ یعنی دین حق کے منکر اور پیغمبروں کے ماننے کو نظر انداز کرنے والوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا کہ زنجیروں سے باندھ کر گھسیٹے جائیں گے اور طوق گردنوں میں ڈال کر ہاتھوں کو گردن سے باندھ دیا جائے گا اور پھر دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے جیسا کہ سورۂ حاقہ میں گذر چکا ہے اور سورۂ مومن میں فرمایا ہے اذ الاغلال فی اعناقھم والسلاسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون (۴) بے شک جو لوگ نیک ہیں وہ ایسے جام شراب سے شراب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی (۵) وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پئیں گے اور وہ خاص بندے اس چشمے کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے۔ یعنی شراب کا مزا بڑھانے کے لئے اس میں کافور کی ملونی ہوگی۔ تاکہ لذت۔ خوشبو۔ خنکی اور تفریح میں زیادتی ہو جائے یہ دنیا کا کافور نہ ہوگا بلکہ سفیدی اور خوشبو وغیرہ کی وجہ سے اس کو کافور فرمایا ہے ورنہ یہ تو ایک چشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص اور مقرب بندوں کے پینے کے لئے ہے اور یہ چشمہ ان خاص بندوں کے تابع ہوگا وہ جہاں چاہیں گے اس کو بہا کر لے جائیں گے۔ ان مقربین کے ہاتھ میں سونے کی چھڑیاں ہوں گی ان سے اشارہ کریں گے اور جس طرف اشارہ کریں گے اسی طرف اس کی ایک نالی جاری ہو جائے گی۔ چونکہ یہ چشمہ خاص لوگوں کے لئے ہوگا اور ظاہر ہے کہ وہ چشمہ نہایت پُرکیف اور لذیذ ہوگا۔ اس کے امتزاج سے اس شراب کا مزہ بہت بڑھ جائے گا جو ابرار کو پیش کی جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عباد اللہ کی تفسیر اولیاء اللہ سے کی ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس چشمہ کا نور کا اصل منبع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محل میں ہوگا واللہ اعلم۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابرار اور عباد اللہ کا مصداق ایک ہی ہو۔ اور صرف اس کا مزا اور چشمے کا مسخر ہونا اور اہل جنت کا تابع ہونا بیان کرنا مقصود ہو اس لئے دو دفعہ ذکر فرمایا ہو۔ آگے ان ابرار کے اوصاف مذکور ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک شراب کی ندیاں ہیں ہر کسی کے گھر میں اور ایک اس میں ملتی ہے تھوڑی سی وہ اعلیٰ قسم کی ہے کسی کی ملونی کافور ہے ٹھنڈا خوشبو۔ کسی کی ملونی سونٹھ ہے گرم چرپرا یہ بھی چشمے خاص ہیں (۶) یہ وہ لوگ ہیں جو مانی ہوئی منت کو پورا کرتے ہیں اور وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی یعنی عام ہوگی۔ یعنی وہ منت جو انسان خود اپنے اوپر واجب کرتا ہے جب اس کو پورا کرتے ہیں تو وہ واجبات جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں ان کو تو بہت زیادہ پورا کرتے ہوں گے۔ غرض یہ کہ تمام فرائض و واجبات کو بجالاتے ہیں یہاں تک کہ جو منت خود اپنے ذمہ پر واجب کرتے ہیں اس تک کو بھی پوری توجہ اور خوشی سے پورا کرتے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۹۳۰

پھر ان ہواؤں کی جو دل میں خدا کی یاد ڈالتی ہیں (۵) یہ خدا کی یاد کا ڈالنا عذر کرنے کو یا ڈرانے کو (۶) کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے اور وہ وعدہ یقیناً پورا ہونا ہے۔ ہوائیں چلنے کے مختلف طریقے ہیں۔ کبھی یہ ہوا خوشگوار اور نرم چلتی ہے جو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ یہی ہوا کبھی تیز اور خوفناک ہو کر چلتی ہے۔ پھر کبھی بخارات کو ابھار کر بادل بناتی ہے اور انہیں بادلوں کو جدا کر کے مختلف مقامات پر تقسیم کرتی ہے اور بارش کے بعد بادلوں کو پھاڑ کر الگ الگ کر دیتی ہے ان ہواؤں کے مختلف انداز اور مختلف طریقے دل میں ترغیباً اور ترہیباً اللہ تعالیٰ کی یاد پیدا کرتی ہیں۔ پھر انسان اس سے متاثر ہو کر اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور معذرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہے جیسا کہ اکثر آندھی اور ہوا کے تیز جھکڑ چلنے کے وقت دیکھا جاتا ہے ان ہواؤں کا چلنا لوگوں کی نفع رسانی کے لئے ہوتا ہے مثلاً ہر ذی روح کا تنفس ہوا پر موقوف ہے۔ بارش میں خشکی کا پہنچانا زراعت کے دانوں اور درختوں کا بڑھنا۔ سبزے کا نمو اور خشکی سب ہوا سے وابستہ ہے بارش کا نزول۔ تجارت اور دیگر منافع کا حصول جو کشتیوں کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں وہ سب ہواؤں پر موقوف ہیں بادبانی کشتیاں ہواؤں ہی سے چلتی اور سمندر میں دوڑتی پھرتی ہیں۔ قیامت کے وعدے پر اس لئے ہوا کی قسمیں کھائیں کہ قبروں سے اٹھنا۔ میدان حشر میں جمع ہونا اور متفرق ہونا ان سب چیزوں کو ہواؤں کے ساتھ مناسبت ہے۔ یہ ہوائیں انقلاب آور ہیں اور قیامت بھی ایک بڑا انقلاب ہے اس اعتبار سے ہواؤں کی قسم کھا کر فرمایا کہ یوم قیامت جو موعود ہے وہ یقیناً واقع ہونے والا ہے۔ فالملقیت ذکراً کا معنی تفسیر عزیزی نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ان ہواؤں کی قسم جو ذکر یعنی قرآن کو منکروں کے کانوں میں ڈالتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرقاً تک ہواؤں کا ذکر ہو اور فالملقیت ذکراً سے وہ فرشتے مراد ہوں جو قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہوں یا جبرئیل علیہ السلام کی قسم ہو۔ بہرحال ان آیات کی کئی طرح اہل تفسیر نے تفسیر بیان کی ہے۔ مثلاً ہر آیت سے فرشتے مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ان فرشتوں کی قسم جو عام طور سے بہ طریقۂ معروف امر و نہی کے احکام لاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو نہایت تیز ہوا کی طرح احکام لاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو زمین پر آ کر پھیل جاتے ہیں یا اپنے پر پھیلاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق کو باطل سے جدا کرتے ہیں یعنی جو احکام لاتے ہیں ان سے حق و باطل میں تفریق ہو جاتی ہے۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تک ذکر یعنی پیام پہنچاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ذکر سے مراد قرآن ہو اور ملقیات سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ قرآن ڈرانے کے لئے ہے گناہ گاروں کو اور عذر کے لئے ہے نیک انسانوں کے بعض اہل تفسیر نے تمام آیتوں سے آیات قرآنی مراد لی ہیں۔ ہم نے صرف ہواؤں اور فرشتوں کی مختصر کر دی ہے۔ عذراً او نذراً کا مطلب ایک تو وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور ایک مطلب یہ ہے کہ ذکر ڈالنا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہ رہے اور قیامت میں منکر یوں نہ کہیں کہ تیرے احکام یا تیری کوئی کتاب ہم تک نہیں آئی جو ہم تجھ پر ایمان لاتے اور تجھ سے ڈرتے۔ بہرحال ان تمام قسموں کا خواہ ہوائیں مراد لی جائیں۔ یا فرشتے مراد لئے جائیں۔ یا آیات قرآنی مراد لی جائیں ان سب کا مقسم یہ ایک ہی ہے یعنی انما توعدون لواقع کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ آگے اس چیز کا اور اس کی علامتوں کا بیان ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ایک باؤ چلتی ہے ٹھنڈی مینہ کا نشان۔ ایک تند آندھی جو دھواں سی کو ابھارے ایک ابر کو ملک ملک بانٹنے اور فرشتے اتارتے ہیں قرآن کافروں سے الزام اتارنا منظور ہے کہ نہ کہیں ہم کو خبر نہ تھی اور جن کی قسمت میں ایمان ہے ان کو ڈر سنانا تاکہ ایمان لاویں۔ خلاصہ یہ ہے کہ چار آیتوں میں حضرت شاہ صاحبؒ نے ہوائیں مراد لی ہیں اور پانچویں آیت سے فرشتے مراد لئے ہیں۔ بہرحال ہوا مراد ہو یا فرشتے دونوں کو

قیامت سے مناسبت ہے اس لئے دونوں ہی کی قسم کھاکر
فرمایا کہ وہ شے موعود ضرور واقع ہونے والی ہے (۷)
سو جب ستارے مٹا دیئے جائیں ؛ یعنی جب ستارے
بے نور ہو جائیں (۸) اور جب آسمان میں شگاف پڑ
جائیں ؛ یعنی جب آسمان پھٹ جائیں (۹) اور جب
پہاڑ اڑا دیئے جائیں ؛ یعنی ریت بن کر اڑتے پھریں گے
(۱۰) اور جب رسولوں کے پیش ہونے کا وقت مقرر
کر دیا جائے ؛ مطلب یہ ہے کہ ہر پیغمبر پیش ہو کر اپنی
اُمت کا حال بیان کرے۔ یعنی اس وقت سب کا فیصلہ

ہوگا اور جو کچھ ہونا ہے وہ ہوگا (۱۱) ان چیزوں
میں کس دن کے واسطے تاخیر کی گئی ہے ؛ یعنی جانتے

ہو یہ پیغمبروں کے معاملے میں یا ان سب مذکورہ
چیزوں میں کس دن کے لئے تاخیر کی جا رہی ہے۔
(۱۲) اس معاملے کو فیصلے کے دن کے لئے ملتوی
رکھا گیا ہے ؛ یعنی سن لو اس معاملہ کو یا ان تمام
معاملات کو یوم الفصل کے لئے ملتوی کیا گیا ہے آگے اس
کی تعویل اور اس کی عظمت کے لئے فرماتے ہیں۔
(۱۳)۔

بقیہ صفحہ ۹۳۲

اور دنیا کی نعمتیں برت لو اور اس کا یقین رکھو کہ
تم مجرم اور دین حق کے باغی ہو (۴۶) اس دن حق کی تکذیب
کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی اور بڑی
تباہی ہے۔ (۴۷) اور جب ان منکروں سے کہا جاتا ہے کہ
جھکو تو نہیں جھکتے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے جھک
جاؤ اور ایمان اور عبدیت اختیار کر لو تو نہیں جھکتے یا یہ مطلب
ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو اور مسلمان جس
طرح نماز پڑھتے ہیں اس طرح پڑھو اور اسلام میں داخل ہو جاؤ
تو رکوع نہیں کرتے یہ شاید اس لئے فرمایا کہ رکوع مسلمانوں
کے علاوہ کسی اور دین میں نہیں ہے۔ قیام اور سجدہ اہل
کتاب کے ہاں اور خالی ما تھا ٹیکنا منکروں میں رائج ہے۔
.... لیکن ایسی عبادت جس میں
رکوع، سجدہ اور قیام ہو دوسری ملل میں نہیں پائی جاتی اور
اہل عرب تو کمر جھکانے کو بہت ہی معیوب سمجھتے تھے۔ جیسا کہ
بنی ثقیف کے رئیسوں نے کہا تھا کہ ہم نماز میں رکوع نہیں کرینگے
یہ ہمارے ہاں بہت ہی عیب ہے۔ کمر تو جانور جھکایا کرتے ہیں
کیا ہم اس طرح کمر کو جھکائیں جس طرح جانوروں پر بوجھ لادنے
کے لئے ان کی کمر کو جھکاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
لاخیر فی دین لیس فیھا۔ رکوع یعنی اس دین میں بہتری
نہیں ہے جس میں رکوع نہیں ہے۔ اہل تفسیر نے اس آیت کی
شرح میں دو باتیں فرمائی ہیں اس لئے ہم نے دونوں کا ذکر کر دیا
ہے۔ یہ رکوع سے انکار کرنے کو جرم ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے
جرم ہونے کی تکذیب کرتے ہیں۔ (۴۸) اس روز جھٹلانے
والوں اور تکذیب کرنے والوں کی بڑی خرابی ہے۔ (۴۹)
اب آخر یہ لوگ اسی کلام کے بعد اور کون سی بات پر ایمان لائیں گے
یعنی اس کلام الٰہی کے بعد اور قرآن کے بعد اب کس بات کا
انتظار کر رہے ہیں۔ اور اس کے بعد کون سی بات پر ایمان
لائیں گے۔ کیا یہ کسی اور کتاب کے نازل ہونے کے منتظر ہیں
یعنی قرآن جیسی مفصل اور دلائل سے لبریز کتاب کے بعد پھر
اور کون سی کتاب پر ایمان لائیں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ مرسلات کی آخری آیت
تلاوت کرتے تو فرماتے آمنت باللہ وبما انزل (۵۰) ع۲

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ النبا مکی ہے اور چالیس آیتیں ہیں اور اس سورت میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢ الَّذِيْ

منکرین قیامت باہم کس چیز کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ یہ اس عظیم الشان واقعہ سے سوال کر رہے ہیں۔ جس کے

هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٤ ثُمَّ كَلَّا

بارے میں یہ اختلاف رکھتے ہیں۔ نہیں نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ پھر سن لو! نہیں نہیں ان کو

سَيَعْلَمُوْنَ ۝٥ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝٦ وَّالْجِبَالَ

عنقریب معلوم ہوا جاتا ہے۔ کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو

اَوْتَادًا ۝٧ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝٨ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝٩

میخیں نہیں بنایا۔ اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا یعنی نر اور مادہ۔ اور ہم ہی نے تمہاری نیند کو راحت کی چیز بنایا۔

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝١٠ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝١١ وَّ

اور ہم ہی نے رات کو پردہ مقرر کیا۔ اور ہم ہی نے دن کو کمائی کا وقت بنایا۔ اور

بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝١٢ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝١٣

ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا یعنی آفتاب۔

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝١٤ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ

اور ہم ہی نے برسنے والے بادلوں سے بکثرت پانی برسایا۔ تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور

نَبَاتًا ۝١٥ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝١٦ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝١٧

سبزہ اگائیں۔ اور گتھوں میں لپٹے ہوئے یعنی گنجان باغ پیدا کریں۔ بیشک فیصلہ کا دن ایک مقررہ وقت ہے

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝١٨ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ

وہ دن وہ ہے جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا

سورۂ نبا یا سورۂ تساؤل مکی ہے اور یہ چالیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ۞ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ منکرین قیامت باہم کس چیز کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں اور کس چیز کا حال دریافت کر رہے ہیں (۱) یہ اس عظیم الشان واقعہ سے سوال کر رہے ہیں اور اس عظیم واقعہ کا حال دریافت کر رہے ہیں (۲) جس کے بارے میں یہ اختلاف رکھتے ہیں یعنی اہل حق سے یا آپس میں ۞ عم اصل میں عن ما ہے۔ ما سے عام طور پر سوال کسی شی کی حقیقت اور ماہیت کے لئے ہوتا ہے لیکن کبھی اس کا استعمال حال اور اوصاف کو دریافت کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے ما زید کے جواب میں کہا کرتے ہیں۔ طبیب یا عالم۔ پوچھ گچھ کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں سوال کرتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ چیز کب آنے والی ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبا عظیم اور عظیم الشان واقعہ سے مراد قیامت ہے۔ اگرچہ بعض نے عظیم قرآن کو بھی کہا ہے۔ اور بعض حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت مراد لی ہے۔ لیکن عام مفسرین کی رائے یہی ہے کہ نبا عظیم سے مراد قیامت ہے۔ جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے قیامت کا ذکر تفصیل کے ساتھ فرمایا تو کفار ازراہ تعجب و استہزا کہنے لگے کہ بھلا کہیں سڑی اور گلی ہوئی ہڈیاں بھی زندہ ہو سکتی ہیں۔ کسی نے کہا کہ یہی دنیا کی زندگی ہے اس کے بعد کچھ نہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ اچھا اگر یہ ہوگا تو کب ہوگا اور یہ دن کب آئے گا۔ غرض اسی قسم کی باتیں کرتے اور کھوج لگاتے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی چیز کا کھوج لگا رہے ہیں جس میں خود بھی مختلف ہیں مثلاً کوئی بالکل دوسری زندگی کا منکر ہے۔ کوئی اسی دنیا میں دوبارہ زندہ ہونے کا قائل ہے۔ کوئی روحانی زندگی کا قائل ہے۔ غرض یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب بلکہ دنیا کے مشرک باہم مختلف نظریوں کے قائل ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل حق سے اختلاف کرتے ہیں۔ یعنی خود کچھ بھی خیال رکھتے ہوں مگر اہل حق سے قیامت کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اور جھگڑتے ہیں اور قیامت کا ذکر سن کر انکار کرتے ہیں آگے زجر و تہدید کے طور پر فرمایا (۳) ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے (۴) پھر سن لو ہرگز ایسا نہیں ان کو عنقریب معلوم ہوا جاتا ہے ۞ یعنی تمہارا آپس میں مختلف ہونا یا اہل حق سے جھگڑنا اور اس قیامت کا انکار کرنا یہ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ وہ ضرور آئے گی اور تم کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے پھر تاکید کے طور پر فرمایا نہیں اس کا انکار نہ کرو عنقریب تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ جس کا تم انکار اور استہزا کر رہے ہو اور مذاق اڑا رہے ہو وہ کیسی ہیبت ناک چیز ہے اور تمہارے اختلاف اور انکار کی حیثیت کیا ہے۔ آگے اپنی قدرت کے بعض دلائل بیان فرمائے ہیں جس سے یہ ثابت ہوگا کہ جو ایسی بڑی قدرت کا مالک ہے اور جس نے اس عالم کو ترتیب دیا ہے اس کے نزدیک اس عالم کو برباد کرنا اور دوبارہ سب کو زندہ کر دینا کیا مشکل ہے (۵) کیا ہم نے زمین کو فرش (۶) اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا ۞ یعنی زمین کو اس طرح نہیں پھیلایا جیسے فرش اور بچھونا پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اگرچہ زمین گول ہے لیکن اس کا پھیلاؤ اتنا وسیع ہے کہ ہر جگہ پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے جب زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلتی تھی اس پر پہاڑوں کو قائم کیا اور ایسا جما دیا جیسے میخیں جمی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور فرش پر میز فرش رکھے ہوئے ہوتے ہیں اس کے بعد زمین قائم ہو گئی اور ہلنا جلنا بند ہو گیا (۷) اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا ۞ یعنی نر اور مادہ بنایا یا ہر ایک چیز کو ایک دوسرے کا جواب بنایا (۸) اور ہم ہی نے تمہاری نیند کو راحت کی چیز بنایا ۞ یعنی سونے سے ہر قسم کی تکان دور ہو جاتی ہے اور تازہ دم ہو کر اٹھ جاتے ہو اور از سر نو اپنا کام شروع کر دیتے ہو (۹) اور ہم نے ہی رات کو پردہ مقرر کیا (۱۰) اور ہم ہی نے دن کو کمائی کا وقت بنایا ۞ رات کو لباس یعنی اندھیرا ہونا ایک قسم کا پردہ ہے اور نیز رات کو عام طور پر سونے میں آدمی کپڑا اوڑھتا ہے۔ بہرحال رات ایک ڈھانکنے والی چیز ہے اور دن معاش کیلئے مقرر کیا یعنی تاکہ اس میں اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے روزی کماؤ اور اپنا کاروبار کرو اور ضروریات زندگی اور سامان معیشت پیدا کرو (۱۱) اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے (۱۲) اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا ۞ آسمانوں کو شداد فرمایا جن پر ایک طویل زمانہ گزر جانے کے بعد ابھی تک کوئی خرابی اور کمزوری نہیں آئی اور باوجود مرور زمان کے (باقی ضمیمہ میں)

اور اس میں دروازے ہی دروازے ہوجائیں گے ؎ یعنی آسمان پھٹ جائیگا اور کھل جائیگا کہ دروازے ہی دروازے معلوم ہوں گے پس کلام تشبیہ پر مبنی ہے اور یہ شاید نزول ملائکہ کے وقت ہوگا جسکا ذکر سورۂ فرقان میں گزر چکا ہے (۱۹) اور پہاڑ چلادیئے جائیں گے پس وہ بالکل چمکتا ہوا ریت ہوجائیں گے ؎ پہاڑوں پر بھی کیے بعد دیگرے کئی حالتیں گزریں گی یہاں تک کہ خاک بنا کر اڑا دیئے جائیں گے اور بالکل ریت ہوجائیں گے یہاں اُس حالت کا ذکر ہے جب وہ چمکتے ہوئے ریت کے ڈھیر ہوں گے جس کو سورۂ مزمل میں فرمایا تھا وکانت الجبال کثیبا مھیلا (۲۰) بلاشبہ جہنم گھات میں لگی ہوئی ہے (۲۱) سرکشوں کی جائے بازگشت ہے (۲۲) وہ سرکش اس میں قرنہا قرن پڑے رہیں گے ؎ یعنی دوزخ کا گھات میں ہونا یہی کہ عذاب کے فرشتے انتظار کر رہے ہیں ہمارے ہاں گھات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں شکاری بیٹھ کر شکار کا انتظار کیا کرتے ہیں۔ طاغی کے معنی کفر پر اصرار کرنے والا بعض حضرات نے بیان کئے ہیں۔ حقبہ کی جمع قرآن نے احقاب فرمائی ہے مفسرین کے اس میں کئی قول ہیں۔ حضرت حسنؒ کا قول بالکل واضح ہے کہ احقاب کی حقیقت کا ہم کو حال معلوم نہیں بطلب یہ ہے کہ یہ ابدالاباد تک اور قرن کے بعد قرن یعنی ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے (۲۳) جہنم میں یہ لوگ نہ ٹھنڈک کی راحت کا مزا چکھیں گے اور نہ ان کو کوئی چیز پینے کو نصیب ہوگی ؎ یعنی نہ راحت اور نہ پینے کو پانی (۲۴) مگر ہاں گرم کھولتا ہوا پانی اور بہتی ہوئی پیپ (۲۵) وہ اپنے اعمال کا پورا بدلا دیئے جائینگے آگے اُن اعمال کا ذکر ہے جن کے موافق جزا دیجائیگی (۲۶) کیونکہ وہ آخرت کے حساب کا ڈر نہیں رکھتے تھے (۲۷) اور ہماری آیتوں کی بڑی تکذیب کیا کرتے تھے ؎ یعنی نہ تو آخرت کی دار و گیر کا اُن کو ڈر تھا اور وہ احکام الٰہی کی خوب تکذیب کرتے تھے اور بہت جھٹلاتے تھے (۲۸) اور ہم نے ہر چیز کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے لکھ کر ؎ یعنی ہم نے ان کے ہر عمل کو اُن کے نامۂ اعمال میں لکھ کر ضبط کر رکھا ہے (۲۹) کہا جائے گا کہ اب اُن اپنے اعمال کا مزہ چکھو بس ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے ؎ یعنی تم پر سوائے عذاب کے اور کسی چیز کا اضافہ نہ ہوگا۔ ہم تم پر عذاب ہی کی زیادتی کرتے رہیں گے ہم زیادہ نہ کریں گے تم کو مگر عذاب۔ آگے پرہیزگاروں اور متقیوں کا فیصلہ مذکور ہے سورۂ دہر سے لیکر اس سورت تک ہر دو فریق کا کم و بیش ذکر فرمایا ہے (۳۰) البتہ پرہیزگاروں اور بچنے والوں کو کامیابی اور مراد ملنی ہے ؎ پرہیزگار کی تفصیل ہم مرسلات میں عرض کرچکے ہیں یعنی شرک اور معاصی سے بچنے والے (۳۱) وہ مراد باغ ہیں اور انگور ہیں ؎ اگرچہ باغ عام تھے جو انگور کے درختوں کو بھی شامل تھے لیکن اہتمام شان کے لئے تعمیم کے بعد انگوروں کی تخصیص فرمائی (۳۲) اور نوخیز و نوجوان ہم عمر عورتیں ہیں ؎ کواعب وہ لڑکیاں جو قریب البلوغ ہوں یا بالغ ہوچکی ہوں۔ اتراب ہم سن اور ہم عمر (۳۳) اور لبریز چھلکتے ہوئے جام شراب ؎ یعنی لبالب بھرے ہوئے (۳۴) وہاں یہ لوگ نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھٹلانا ؎ یعنی دنیا کے شرابی جس طرح گالیاں بکتے ہیں اور آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکذیب کرتا ہے اور جھوٹ بولتے ہیں ان تمام لغو اور بے ہودہ باتوں میں سے کوئی بات بھی وہاں نہ ہوگی (۳۵) ان متقیوں کو یہ صلہ دیا جائیگا جو آپ کے پروردگار کی جانب سے کامل عطا اور کافی انعام ہوگا (۳۶)

فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ

تو اس میں دروازے ہی دروازے ہوجائیں گے یعنی پھٹ جائیگا۔ اور پہاڑ چلادیئے جائیں گے اور بالکل چمکتا ہوا ریت ہوجائیں گے

جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَا

بیشک دوزخ گھات میں لگی ہوئی ہے۔ سرکشوں کی جائے بازگشت ہے۔ وہ سرکش اس میں قرنہا قرن پڑے

أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا

رہیں گے۔ دوزخ میں یہ لوگ ٹھنڈک کی راحت کا مزہ چکھیں گے اور نہ انکو کوئی چیز پینے کو نصیب ہوگی۔ مگر ہاں

حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا

سخت گرم پانی اور بہتی ہوئی پیپ۔ وہ پورا بدلا دیئے جائیں گے۔ کیونکہ وہ آخرت کے

يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ

حساب کا ڈر نہیں رکھتے تھے۔ اور ہماری آیتوں کی بڑی تکذیب کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے

شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا

ہر چیز کو قلم بند کرکے ضبط کر رکھا ہے۔ کہا جائے گا اب مزہ چکھو پس اب ہم تم پر عذاب ہی

عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾

بڑھاتے رہیں گے۔ البتہ پرہیزگاروں کو ان کی مراد ملنی ہے۔ وہ مراد باغ ہیں اور انگور ہیں۔

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَّا يَسْمَعُونَ

اور نوجوان ہم عمر عورتیں ہیں۔ اور لبریز چھلکتے ہوئے جام شراب ہیں۔ وہاں یہ لوگ نہ تو کوئی

فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً

بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھٹلانا۔ ان کو یہ صلہ دیا جائیگا جو آپ کے رب کی جانب سے کامل

حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ

انعام ہوگا۔ جو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اسکا مالک ہے جو بے حد مہربان ہے

لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ

کسی کو مجال نہ ہوگی کہ اس سے خطاب کرسکے۔ جس دن ہر جاندار

ع ١ — ٣٠ — ١

جو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اُن دونوں کے مابین ہے اس کا مالک ہے وہ بے حد مہربان ہے کسی کی مجال نہ ہوگی اور کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ اس سے خطاب کرسکے ؎ مطلب یہ ہے کہ انعامات اور متقیوں کے مراتب بیان کرنیکے بعد فرمایا کہ یہ متقیوں کو اُن کے نیک اعمال کے بدلے میں صلہ دیا جائے گا۔ یہ صلہ آپکے پروردگار کی جانب سے ایک بخشش اور انعام ہوگا جو ان کے اعمال کا پورا بدلا ہوگا حساب کے مفسرین اور محققین نے کئی معنی بیان کئے ہیں۔ کافی اور کفایت کرنیوالی عطا۔ قدر اور اندازہ۔ کثیر بہر حال ہم نے ایک معنی اختیار کرلئے جو عرب کے محاورے اعطانی ما احسبنی سے لئے گئے ہیں۔ بہر حال یہ کامل انعام آپ کے پروردگار کی جانب سے اُن پرہیزگاروں کو دیا جائیگا۔ پھر فرمایا آپ کا پروردگار وہ پروردگار ہے جو آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اُس کا مالک اور پروردگار ہے وہ رحمٰن یعنی بے حد مہربان ہے۔ قیامت کے دن اُس کی ہیبت اور اس کے جلال کا یہ حال ہوگا کہ کسی کو اس کے روبرو مجال دم زدن نہ ہوگا اور کسی کو ایسا اختیار نہ ہوگا کہ وہ

(باقی صفحہ ۹۳۵ پر)

(بقیہ ص۹۳۴) کوئی عرض و معروض کرسکے ۔ رب فرمایا جس سے ہر قسم کے تصرفات کا مالک ہونا سمجھا گیا ۔ متقیوں کے انعام واکرام کا اظہار فرمایا اور لا یملکون منہ خطابا سے کفار کی تہویل اور تخویف سمجھی گئی ۔
(۳۷) جس دن روح کھڑی ہو اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں ۔ اُس روز کوئی شخص کلام نہ کرسکے گا مگر ہاں جسکو رحمٰن اجازت دیدے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے تفسیر صفحہ ھٰذا ۔
روح کے متعلق مفسرین کے کئی قول ہیں روح کسی فرشتے کا نام ہے جو آسمانوں اور زمین سے بڑا ہے ۔ بعض نے کہا حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں ۔ مجاہد کا قول ہے اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جو فرشتوں میں سے نہیں ہے ۔ مقاتل نے کہا وہ اشرافِ ملائکہ ہیں حسن اور قتادہ کا قول ہے روح سے مراد بنی آدم ہیں ۔ بعض نے کہا بنی آدم کی ارواح ہیں اور بظاہر یہی راجح ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے روحِ اعظم مراد ہو جو تمام ارواح کا مرکز ہے ۔ صاحبِ تفسیر عزیزی نے فرمایا ہے وہ لطیفۂ دراکہ متیقظہ ہے جو ہر مخلوق کو دیا گیا ہے ۔ آسمان ہو یا زمین ۔ پہاڑ ہوں یا درخت ۔ جب ہی تو فرمایا وان من شئ الا یسبح بحمدہ ۔ یا کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ ۔ بہرحال یہ ایک نورانی جوہر ہے جو تمام جواہر واعراض سے خاص تعلق رکھتا ہے چنانچہ اسی جوہر رحمانی کی وجہ سے سُوَرِ قرآنیہ ۔ اور کعبہ ۔ اور موذن کی اذان جہاں تک پہونچتی ہے وہ کنکر اور پتھر قیامت میں شہادت دیں گے اور شفاعت کریں گے ۔ بہرحال یہ روح اور فرشتے سب کھڑے ہوں گے اور کوئی بھی جلالِ الٰہی کے آگے بول نہ سکے گا مگر ہاں جس کو رحمٰن اجازت دیدے اور وہ بات بھی ٹھیک کہے یعنی جس قدر اجازت ہو اُسی قدر بولے اور کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کرے (۳۸) یہ دن جس کا ذکر ہوا ایک ایسا دن ہے جس کا واقع ہونا یقینی ہے اور یہ دن ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے پس جو شخص چاہے اپنے پروردگار کی طرف اپنا ٹھکانہ اور رجوع ہونے کی جگہ بنالے ۔ مطلب یہ ہے کہ دن تو یقینی ہے اب جو شخص اپنے پروردگار کے پاس اپنا اچھا ٹھکانا چاہتا ہے اور اپنی بازگشت بہترین چاہتا ہے تو وہ اچھے کام کرے اور نیک کام کرکے اپنے پروردگار کے پاس اچھا ٹھکانا حاصل کرے (۳۹) ہم نے تم کو ایک ایسے قریب آنیوالے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو اُس دن واقع ہوگا جس دن آدمی اپنے اُن اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوں گے اور اُس دن منکرِ حق یوں کہے گا اے کاش میں کسی طرح مٹی ہوجاتا ۔ عذابِ قریب اگر قیامت کا عذاب ہو تو مطلب یہ ہے کہ قیامت قریب ہی ہے اور اگر برزخ کا عذاب مراد ہو تو اس کا قریب ہونا ظاہر ہی ہے ۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شاید قیامت کے دن کا عذاب مراد ہے ۔ اُس دن انسان کے تمام اعمال رُوبرو ہونگے اور اس کا نامۂ عمل ہاتھ میں دیدیا جائے گا اور جو کچھ اس نے دنیوی زندگی میں آگے بھیجا تھا وہ سب دیکھ لے گا اُس دن یہ حال ہوگا کہ دینِ حق کا منکر یہ خواہش کرے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا ۔ یعنی انسان نہ بنتا کیونکہ رُوح اور جسم کے تعلق سے یہ مصیبت آئی تو میں انسان بنتا ہی نہیں جو اعمال کا مکلف بنتا ۔ یا یہ کہ جب تمام جانوروں کو قیامت کے دن حکم ہوگا کہ مٹی ہوجاؤ تو یہ بھی تمنا کریں گے کہ ہم بھی جانوروں کی طرح مٹی ہوجاتے یا وہ مطلب ہوگا جو سورۂ نساء میں گزرچکا ہے لو تسوی بھم الارض ۔ کاش ہم زمین کا پیوند بنا دیئے جاتے ۔ اور ہم کو زمین میں دفن کرکے زمین کو برابر کردیا جاتا ۔ واللہ اعلم ۔ (۴۰) تم تفسیر سورۃ النبا ﴿ سورۃ النزعت ﴾ سورۂ نازعات مکی ہے اور یہ چھیالیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں ﴿ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ﴿ قسم ہے ان فرشتوں کی جو نہایت سختی سے کھینچنے والے ہیں (۱) اور قسم ہے اُن فرشتوں کی جو نرمی اور آسانی سے کھینچنے والے ہیں (۲) اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے پھرتے ہیں ہوا میں (۳) پھر قسم ان فرشتوں کی جو تعمیلِ حکم کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں (۴) پھر ان فرشتوں کی جو ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں ﴿ اہلِ تفسیر کے ان آیتوں کے متعلق بھی کئی قول ہیں ۔ ہم نے مشہور اور راجح قول کو اختیار کرلیا ہے چنانچہ نازعات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو سختی اور زور کیساتھ کافروں کی جان نکالتے ہیں ۔ غرقا نزع فی القوس فاغرق سے مشتق ہے یعنی کمان کو اس قدر زور سے کھینچا کہ گویا پیکان کمان کے اندر ڈوب گیا ۔ مراد ہے سختی اور زور سے کھینچنا ۔ کافر مرتے وقت گھبراتا ہے اور اُس کی روح چھپنے کی کوشش کرتی ہے ۔ (باقی نمبر میں)

وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اُس روز کوئی شخص کلام نہ کرسکے گا مگر ہاں خدائے رحمٰن جسکو اجازت دیدے

وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى

اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے ۔ یہ دن جسکا ذکر ہوا ایک ایسا دن ہے جس کا واقع ہونا یقینی ہے سو جو شخص چاہے اپنے

رَبِّهِ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ إِنَّآ أَنذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ۚ يَوْمَ يَنظُرُ

پروردگار کے پاس ٹھکانا بنالے ۔ ہم نے تمکو ایک قریب آنیوالے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو اس دن واقع ہوگا جسدن آدمی

الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِي كُنتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

اپنے ان اعمال کو دیکھ لیگا جو اسکے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہوں گے اور اسدن منکر حق یوں کہے گا اے کاش میں کسی طرح مٹی ہو جاتا ۔

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ النزعات مکی ہے یہ چھیالیس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ

قسم ہے اُن فرشتوں کی جو نہایت سختی سے کھینچنے والے ہیں ۔ اور ان فرشتوں کی قسم جو نرمی سے کھینچنے والے ہیں ۔ اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو

سَبْحًا ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ

تیرتے پھرتے ہیں یعنی ہوا میں ۔ پھر انکی جو دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں یعنی خدا کا حکم بجا لانیکو ۔ پھر قسم انکی جو ہر کام کی تدبیر کرتے ہیں کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے جس دن

تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾ قُلُوبٌ

زور سے لرزے لرزنے والی جس کے پیچھے آئیگی ایک پیچھے آنیوالی چیز یعنی نفخۂ ثانیہ اس دن بہت سے دل دھڑکتے ہوں گے اُن دل

يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿۸﴾ أَبْصٰرُهَا خٰشِعَةٌ ﴿۹﴾ يَقُولُونَ

دھڑکنے والوں کی آنکھیں نیچی ہوں گی ۔ منکرین قیامت کہتے ہیں

أَءِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ أَءِذَا كُنَّا عِظٰمًا

کیا ہم پہلی حالت پر پھر لوٹائے جائیں گے ۔ کیا جب ہم گلی ہوئی بوسیدہ ہڈیاں ہوجائینگے تو ہم

ع ۲ ۱۰ ۲

وقف لازم

وقف منزل

کہتے ہیں اگر ایسا ہوا تو یہ واپسی بڑی نقصان دہ اور بڑی خسارے کی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہتے تھے اگر آویں تو ایک ایک مکان کے ہزار ہزار مدعی ہوں ۱۲ (۱۲) بس وہ واقعہ تو ایک ہی سخت آواز ہوگی (۱۳) کہ جس سے سب لوگ اُسی وقت میدان میں آموجود ہوں گے ؛ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اوّل تو استعجاب اور استصعاب ظاہر کرتے ہیں کہ دوبارہ زندہ ہونا بڑا مشکل ہے۔ پھر مذاق کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ واپسی ہم کو بہت نقصان دہ ہوگی کیونکہ ہم نے تو اس کے لئے کوئی کام کیا نہیں۔ حضرت حق تعالیٰ نے مشکل اور صعب ہونے کا جواب دیا کہ یہ سب کام تو ایک جھڑکی اور سخت آواز ہے اور نفخۂ ثانیہ ہوا اور لوگ جمع ہو گئے۔ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور مکذبین کے ڈرانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ارشاد ہوتا ہے (۱۴) اے پیغمبر کیا آپ کو موسیٰ کا واقعہ پہنچا ہے ؛ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی وہ بات جو فرعون کے ساتھ پیش آئی (۱۵) جبکہ اُس کو اس کے پروردگار نے طویٰ نامی ایک مقدس میدان میں پکارا ؛ طویٰ ایک وادی کا نام ہے جو طور کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں تفصیل ملاحظہ ہو (۱۶) کہ تم فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ حد سے تجاوز کر گیا ہے ؛ یعنی شرارت میں حد سے بہت آگے نکل گیا ہے اور بڑی شرارت پر اُتر آیا ہے (۱۷) اور اس سے جاکر کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاک ہو جائے اور سنور جائے (۱۸) اور میں تیرے پروردگار کی جانب تیری رہنمائی کروں کہ تو اس سے ڈر جائے ؛ یعنی شرک اور دیگر اخلاقِ رذیلہ اور ظلم و سرکشی سے تو پاک ہو جائے اور تیری اصلاح ہو جائے اور جو برائیاں تجھ میں سلطنت کے غرور و تکبر سے پیدا ہو گئی ہیں وہ تجھ میں سے نکل جائیں اور تو سنور جائے اور بجائے بُرائیوں کے بھلائیوں سے آراستہ ہو جائے اور میں حضرت حق جل مجدہٗ کی ذات و صفات بیان کر کے اُس کی معرفت کی جانب تیری رہنمائی کروں کہ تو اس سے ڈر جائے اور ڈر کر سنور جائے والنازعات کی ان دونوں آیتوں میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور تبلیغ کا نچوڑ ہے۔ ایک تزکیہ اور دوسرے خشیت اور یہی دونوں باتیں اصلاحِ باطن کے لئے بہت ضروری ہیں (۱۹) پھر موسیٰ نے اس کو وہ بڑا معجزہ اور بڑی نشانی دکھائی ؛ شاید عصا کا معجزہ یا یدِ بیضا کا معجزہ یا دونوں بطورِ جنس (۲۰) اس پر فرعون نے موسیٰ کو جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کی (۲۱) پھر رُوگردانی کی اور اس کے خلاف کوشش کرنے لگا ؛ یعنی مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا اور موسیٰ کو ناکام کرنے کی کوشش کرنے لگا (۲۲) چنانچہ لوگوں کو اکٹھا اور جمع کیا اور بآوازِ بلند پکار کر (۲۳) یوں کہا میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار اور رب ہوں ؛ شاید وہی جادوگروں کا جمع کرنا مراد ہے۔ مجمع جب اکٹھا ہو گیا تو بلند آواز سے ایک تقریر کی اور اُس میں لوگوں کو سمجھایا حضرت موسیٰ کی برائی کی اور اپنی ربوبیت کا اعلان کیا اور اعلیٰ کا وصف مدح کے طور پر بڑھایا مطلب یہ ہے کہ میں ہی تمہارا محسن ہوں تمہارا مربی ہوں انا لا غیری۔ جب میں ہی ہوں تو اس موسیٰ کو کس نے بھیجا ہے۔ فرعون کسی دوسرے رب کا قائل ہی نہیں تھا۔ سورۂ قصص میں گزر چکا ہے ما علمت لکم من الٰہ غیری۔ آگے حضرت حق جل مجدہٗ اسکی گرفت کا ذکر فرماتے ہیں (۲۴) پس اللہ تعالیٰ نے

نَخِرَةً ؕ ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ

واپس ہونگے۔ کہتے ہیں اگر ایسا ہوا تو یہ واپسی بڑی نقصان دہ ہوگی۔ بس وہ واقعہ تو

زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰىكَ

ایک ہی سخت آواز ہوگی۔ کہ جس سے سب لوگ اُسی وقت میدان میں آموجود ہوں گے۔ اے پیغمبر کیا آپ کو موسیٰ کا

حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

واقعہ بھی پہنچا ہے۔ جبکہ اس کو اس کے پروردگار نے طویٰ نامی ایک مقدس میدان میں

طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ

پکارا۔ کہ موسیٰ تم فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے۔ اور اس سے جاکر کہو

هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ

کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاک ہو جائے۔ اور میں تیرے رب کی جانب تیری رہنمائی کروں کہ تو اس

فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾

سے ڈرجائے۔ پھر موسیٰ نے اسکو وہ بڑا معجزہ دکھایا۔ اس پر فرعون نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔

ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ

پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلا اور کوشش کرنے لگا۔ اور لوگوں کو جمع کیا اور آوازِ بلند پکار کر۔ یوں کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا

الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾

پروردگار ہوں سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت اور دنیا دونوں کے عذاب میں گرفتار کیا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ

بے شک اس واقعہ میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔ لوگو! کیا تمہارا بنانا زیادہ مشکل ہے

خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾

یا آسمان کا۔ خدا تعالیٰ نے اُس آسمان کو بنایا اس کی بلندی کو اونچا کیا اور اس کو درست بنایا۔

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ

اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔ اور اس کے بعد

وقف لازم — وقف لازم — ع ۱ ۲۶ ۲

اس کو آخرت اور دنیا دونوں کے عذاب میں گرفتار کیا ؛ دنیوی عذاب تو دریا میں غرق کرنا ہے۔ اور آخرت کا عذاب جہنم میں جانا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا اولیٰ اور آخرت سے مراد ما علمت لکم من الٰہ غیری اور انا ربکم الاعلیٰ کے دونوں کلمے مراد ہیں اور ان دونوں کلموں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے قول اور دوسرے قول کی سزا میں پکڑا گیا اور گرفتار کیا گیا ہم نے اپنی تیسیر میں حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما کی تفسیر اختیار کی ہے۔ واللہ اعلم (۲۵) بلاشبہ اس فرعون کے واقعہ میں اُس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے ؛ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے حضرت موسیٰ کے اس واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی بھی ہے اور منکرین کے لئے تخویف بھی ہے۔ یہ واقعہ بیچ میں آ گیا تھا اب آگے پھر قیامت کے دلائل مذکور ہیں (۲۶) بھلا تمہارا بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا اللہ تعالیٰ نے اُس آسمان کو بنایا (۲۷) اُس کی بلندی کو اونچا کیا اور اس کو درست کیا (۲۸) اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا (باقی ۹۳۷ پر)

(بقیہ صفحہ ۹۳۶) اڈھوں نکالی اس کی دھوپ :: منکرین بعث کو مخاطب کرکے فرمایا تمہارا دوبارا پیدا کرنا زیادہ سخت اور مشکل ہے یا آسمانوں کا بنانا زیادہ مشکل ہے یعنی فی نفسہ اور فی حد ذاتہ ان دونوں باتوں میں کونسی بات زیادہ مشکل ہے۔ اگرچہ قدرت کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں مگر تم بتاؤ فی نفسہ کون سی بات زیادہ سخت ہے۔ اگر آسمانوں کا بنانا اور ان کی درستی اور ان کا نظام زیادہ مشکل ہے تو پھر جو یہ کام کرسکتا ہے اس کو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہوسکتا ہے۔ جیسا سورۂ یٰسین میں فرمایا اولیس الذی خلق السمٰوٰت والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم۔ اور سورۂ مومن میں فرمایا لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس۔ پھر آسمان کی ساخت اور اس کی بناوٹ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔ اس کی بلندی یعنی اس کی چھت کا تلینچہ بہت بلند کیا ہندی میں چھت کی بلندی کو تلینچہ کہا کرتے ہیں۔ یعنی تلینچہ بہت بلند کیا اور پھر اس کو درست اور صاف کیا کہ نہ اس میں کوئی شگاف ہے۔ نہ کوئی بال پڑا ہوا ہے نہ دراڑ پڑی ہوئی ہے پھر اس کا نظام ایسا بنایا کہ دن اس کا سورج کی روشنی سے منور ہوتا ہے اور رات اس کی سورج کے غروب ہوجانے سے تاریک اور ٹھنڈی ہوتی ہے اس تمام نظام کے مقابلہ میں انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا پھر بعث بعد الموت کا یقین کیوں نہیں کرتے۔ آگے زمین کا ذکر فرمایا (۲۹) اور اس کے بعد زمین کو بچھایا اور پھیلایا (۳۰) تفسیر صفحہ ہذا۔

بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿٣٠﴾ أَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿٣١﴾

زمین کو بچھایا۔ اور زمین سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

وَالْجِبَالَ أَرْسٰىهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَإِذَا

اور پہاڑوں کو قائم کر دیا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے مواشی کو فائدہ پہنچانے کیلئے کیا۔ پھر جب

جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ

وہ بڑا ہنگامہ آئے گا۔ وہ دن وہ ہے جس دن انسان اپنے کیے ہوئے کاموں کو

مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَأَمَّا مَنْ

یاد کرے گا۔ اور دیکھنے والوں کے آگے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ سو جو شخص حد سے

طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ

بڑھا ہوگا۔ اور اس نے دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی۔ تو اس کا ٹھکانا

هِيَ الْمَأْوٰى ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى

دوزخ ہی ہوگا۔ اور جو شخص اپنے رب کے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرا ہوگا اور اس نے اپنے نفس

النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿٤١﴾

کو ناجائز خواہشات سے روکا ہوگا۔ تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہوگا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿٤٢﴾ فِيمَ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کا قیام ووقوع کب ہوگا۔ اس کا وقت

أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾ إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا

بیان کرنے سے آپ کا کیا واسطہ۔ اس کے علم کا منتہا آپ کے رب کی جانب ہے۔ بس آپ تو

أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا

صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو۔ وہ لوگ جس دن قیامت کو دیکھیں گے

لَمْ يَلْبَثُوْٓا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰىهَا ﴿٤٦﴾ ع

تو ان کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں دن کا آخری حصہ یا اس کا ابتدائی حصہ ٹھہرے ہوں گے۔

زمین کو بچھا کر اس سے اس کا پانی اور چارا نکالا (۳۱) اور پہاڑوں کو اس پر قائم کر دیا (۳۲) یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدے کے لئے کیا۔ یعنی آسمان میں جو قدرت نمایاں ہے اس کا احاطہ کرنا تو بہت مشکل ہے۔ آسمان کیساتھ زمین کا ذکر بھی فرمایا کہ اس کے عجائبات روز آنکھوں سے دیکھنے میں آتے ہیں آسمان کے بعد ہم نے اس کو پھیلا دیا یعنی اگرچہ زمین کا وجود پہلے قائم ہوا لیکن اس کا پھیلاؤ آسمانوں کے بعد ہوا۔ سورۂ فصلت میں ہم تفصیل عرض کرچکے ہیں اور کچھ تفصیل سورۂ بقرہ کی تسہیل میں گذرچکی کہ زمین کو پھیلا دیا۔ زمین سے پانی نکالا اور چارہ نکالا اس پر پہاڑ کو جما دیا۔ کہ زمین کا ہلنا جلنا بند ہوگیا۔ اس کے علاوہ اور بھی پہاڑوں سے بے شمار فوائد وابستہ ہیں، پانی کو جمع کرنے اور بخارات کو دبانے میں پہاڑوں کو بڑا دخل ہے۔ زمین سے جو پانی اور نباتات نکلتی ہے وہ انسانوں کے لئے اور مواشی کے لئے انتہائی سودمند ہے۔ مواشی کے لئے بھی کھانا اور انسانوں کیلئے بھی سامان معیشت ان آسمانوں اور زمینوں میں جو عجائبات قدرت پنہاں ہیں کیا ان کے مقابلہ میں انسان کو دوبارا پیدا کر دینا کچھ زیادہ مشکل ہے۔ ان دلائل کے بعد قیامت کا ذکر فرمایا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں سورۂ فصلت یعنی سجدہ میں آسمان کو پیچھے کہا یہاں زمین کو پیچھے سو یہاں آسمان کا بنانا ہے اونچا اور رات دن ٹھہرانا یہ شاید زمین سے پہلے ہو وہاں اُن کو سات کرنا بانٹ کر پھر ہر ایک میں جُدا دستور چلانا وہ شاید زمین سے پیچھے ہو۔ ۱۲ (۳۳) پھر جب وہ بڑی آفت اور بڑا ہنگامہ رونما ہوگا (۳۴) وہ دن وہ ہوگا جس دن انسان اپنی سعی اور اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کریگا (۳۵) اور دوزخ کو ہر دیکھنے والے کیلئے ظاہر کر دیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب قیامت آجائے گی یہ وہ دن ہوگا جس دن انسان اپنی گزشتہ سعی اور اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا۔ یعنی دنیا میں جو کچھ کیا تھا وہ گزشتہ کام سب روبرو آجائیں گے اور سب گزشتہ اعمال انسان یاد کرے گا اور دوزخ بلا حجاب سامنے کردی جائے گی۔ یعنی کوئی آڑ نہ ہوگی جو دیکھنا چاہے دیکھ لے۔ ہر دیکھنے والے کیلئے دوزخ ظاہر کردی جائیگی آگے تفصیل ہے (۳۶) پس جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور حد سے تجاوز کیا ہوگا (۳۷) اور اس نے دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی۔ یعنی آخرت کی زندگی پر دُنیوی زندگی کو اختیار کیا ہوگا اور دُنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی اور سرکشی اور حد سے آگے بڑھنے کا ارتکاب کیا ہوگا اور حد سے آگے نکل گیا ہوگا (۳۸) تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ یعنی یہ آخرت کا منکر ابد الاباد کیلئے جہنم میں داخل کردیا جائے گا (۳۹) اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا ہوگا اور اس نے اپنے نفس کو ناجائز خواہشات سے روکا ہوگا (۴۰) تو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔ یعنی اپنے پروردگار کے روبرو پیش ہونے سے ڈرا ہوگا جو آخرت پر ایمان لانے کی نشانی ہے اور اعتقادِ صحیح کے ساتھ عمل بھی اس کا صالح ہوگا۔ تو ایسے مومن کا ٹھکانا جنت ہوگا اور اس کو ہمیشہ کے لیے جنت میں بھیج دیا جائیگا (۴۱) (باقی تفسیر صفحہ ۹۳۸ میں)

سورۂ عبس مکی ہے اور یہ بیالیس آیتیں ہیں اور اس میں ایک رکوع ہے ٥ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٥ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اشاعت اسلام کے ساتھ جو شغف تھا اور جو شوق تھا اس کا قرآن میں کئی جگہ ذکر آیا ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی اسلام نہ لاتا تھا اور خلاف توقع اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا تھا تو آپ کو بہت صدمہ اور نہایت رنج ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ فرمایا۔ لعلك باخع نفسك اور فلا تذهب نفسك عليهم حسرات کہ کیا آپ اپنی جان کھو دیں گے۔ اور یہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی جان دیدیں۔ اس غم میں کہ وہ مسلمان نہیں ہوتے۔ بہر حال یہ امر ظاہر ہے کہ آپ کو تبلیغ اسلامی اور اس کی مقبولیت سے بہت شغف تھا۔ اور زمانۂ جاہلیت میں عام دستور یہ تھا کہ چھوٹے آدمی بڑوں کے کہنے میں ہوتے تھے اور کمزور اور ضعفاء اپنے متکبرین اور رؤسا کے کہنے پر چلتے تھے۔ چونکہ رؤسا کا اثر چھوٹے لوگوں پر پڑتا تھا۔ اس لئے آپ کو اس کی فکر زیادہ رہتی تھی کہ اسلام کو رؤسائے قریش اور قریش کے بڑے آدمی قبول کرلیں تو میرے کام

سُوْرَۃُ عَبَسَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اِثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعٌ وَّاحِدٌ

سورۂ عبس مکی ہے اور یہ بیالیس آیتیں ہیں اور اس سورت میں ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٥

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝١ اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى ۝٢ وَمَا يُدْرِيْكَ

پیغمبر اس بنا پر چیں بجبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا۔ کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر شاید

لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝٣ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝٤ اَمَّا

وہ سنور جاتا۔ یا وہ کوئی نصیحت کی بات قبول کرلیتا سو نصیحت اس کو نفع دیتی۔ تو جو شخص

مَنِ اسْتَغْنٰى ۝٥ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝٦ وَمَا عَلَيْكَ

بے پروائی کرتا ہے۔ آپ اسکی طرف تو توجہ کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں

اَلَّا يَزَّكّٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْ جَاۗءَكَ يَسْعٰى ۝٨ وَهُوَ يَخْشٰى ۝٩

جو وہ سنوار نہ پکڑے۔ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے۔ اور اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ڈرتا بھی ہے

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝١٠ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝١١ فَمَنْ

تو آپ اس سے تغافل کا برتاؤ کرتے ہیں ہرگز ایسا نہ کیجئے یہ قرآن تو ایک نصیحت کی چیز ہے۔ سو جو

شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ۝١٢ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣ مَّرْفُوْعَةٍ

چاہے اس کو پڑھے۔ وہ معظم و مکرم اوراق میں ہے۔ وہ بلند مقام

مُّطَهَّرَةٍۢ ۝١٤ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝١٥ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝١٦ قُتِلَ

اور مقدس ہیں۔ جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔ کہ وہ بزرگ اور نیک کردار ہیں۔ غارت کیا جائے

الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝١٧ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝١٨

آدمی وہ کیسا ناسپاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا

مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝١٩ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝٢٠ ثُمَّ

پیدا کیا ایک نطفہ سے خدا تعالیٰ نے اس کو بنایا پھر اس کی ہر ایک چیز کا ایک خاص اندازہ مقرر کیا۔ پھر اسکو راستہ آسان کر دیا۔ پھر

وقف لازم

میں آسانی ہو جائے۔ ان امور کے پیش نظر آپ ایک دن رؤسائے قریش کو اسلام کی خوبیاں سمجھا رہے تھے اور آپ نے ان کو اپنی جانب متوجہ کر رکھا تھا اور مجلس گرم تھی کہ دوران گفتگو میں ایک نابینا جن کا نام عبداللہ ابن شریح بن مالک بن ربیعہ زہری تھا اور جن کو ابن ام مکتوم بھی کہتے تھے وہ آگئے اور قریب پہنچ کر کہا اے اللہ کے رسول مجھ کو فلاں فلاں سورت بتایئے میں پوچھتے پوچھتے یہاں پہنچا ہوں۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا۔ اور اس کے بعد کہا ذرا ٹھہر جاؤ میں ابھی بتائے دیتا ہوں عبداللہ بن اُم مکتوم تھوڑی دیر تو چپ رہے اور پھر وہی بات دریافت کرنے لگے۔ عبداللہ بن ام مکتوم نہ اخلاق مجلسی سے واقف نہ تبلیغی ذمہ داریوں سے آگاہ۔ نہ انکو یہ معلوم کہ مجلس میں کون کون حضرات موجود ہیں اور انکو راہ راست پر لانا کس قدر اہم ہے اور چونکہ عبداللہ کی یہ حرکات مجلس کی تخریب اور رؤسائے قریش کی تنگدلی اور ان کے تنفر کا سبب تھیں اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارکہ پر غصے کے آثار نمایاں ہوئے اور عبداللہ کی ان حرکات کے باعث چیں بجبیں ہوئے اور ان کے بار بار سوال کرنے پر اپنا منہ ان کی طرف سے پھیر لیا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ پیغمبر اس بات سے چیں بجبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا (۱) کہ اُن کے پاس ایک نابینا آیا ٭ یعنی اسکی جانب توجہ نہ فرمائی۔ نابینا سے مراد وہی عبداللہ بن ام مکتوم ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت ایک کافر کو سمجھاتے تھے اس میں ایک مسلمان آیا نابینا وہ اپنی طرف مشغول کرنے لگا کہ وہ آیت یوں کہ ہے اس کے معنی کیا ہیں۔ حضرت پر گراں گزرا بے وقت کا پوچھنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیتیں نازل کیں ۱۲ پھر شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی یہ کلام اوروں پاس گلہ ہے رسول کا آگے رسول کو خطاب فرمایا ۱۲ شاہ صاحبؒ نے کیا خوب فرمایا۔ لطف آمیز خفگی اسی کو کہتے ہیں کہ یہاں غائب کے صیغے سے تعبیر فرمایا رسول کو خطاب نہیں فرمایا کہ گراں نہ گزرے آگے خطاب فرمایا کہ اعراض کا شبہ نہ ہو اور ترک خطاب موجب ملال نہ ہو۔ یہ غایت تعظیم اور انتہائی تکریم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (۲) اور آپ کو کیا خبر کہ شاید وہ نابینا سنور جاتا (۳) یا وہ کوئی نصیحت قبول کرلیتا سو اس کو نصیحت کرنا نفع دیتا ٭ یعنی آپ کے فیض توجہ سے اس کو پاکیزگی حاصل ہوتی اور عرفان کے منازل طے کرلیتا۔ یا کم از کم کان میں کوئی نصیحت کی بات پڑجاتی اور وہ نصیحت کی بات اس کو فائدہ پہونچاتی اور وہ کسی طرح محروم نہ رہتا اور وہ نصیحت کبھی اس کے کام آجاتی اور نفع بخش و سود مند ہوتی (۴) تو وہ شخص جو بے پروائی کرتا ہے ٭ یعنی دین حق سے مراد رؤسائے قریش ہیں جو اپنے غرور و نخوت کی بنا پر اسلام قبول کرنے سے بے پروائی اور بے نیازی کا برتاؤ کیا کرتے ہیں (۵) آپ اس کی فکر کرتے ہیں اور اسکی جانب توجہ فرماتے ہیں ٭ یعنی آپ کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح ایمان لے آئے اور اسلام کو قبول کر کے سنور جائے (۶) حالانکہ آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں جو وہ نہ سنورے اور سنوار نہ پکڑے ٭ یعنی اگر ایسے مغرور و متکبر اسلام قبول نہ کریں اور اپنی اصلاح نہ کریں تو آپ پر ان کی کوئی ذمہ داری نہیں (۷) اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے (۸) اور اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ڈرتا ہے (۹) تو آپ اس سے بے اعتنائی اور تغافل کرتے ہیں ٭ عبداللہ بن ام مکتوم کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کے پاس باوجود نابینا ہونے کے دوڑتا اور سعی کر کے آتا ہے۔ اور وہ ڈرتا بھی ہے تو آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں (باقی آئندہ)

پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا اور خاک میں سپرد کرادیا (۲۱) پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کردیگا [illegible]
سے بنایا۔ اُس قطرے کو مختلف اطوار و ادوار سے گذار کر انسانی صورت عطا فرمائی اُس کے بنانے کا اندازہ لگایا یعنی اس کے اعضا کو صحیح انداز پر رکھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی ہاتھ پاؤں کو اسلوب پر رکھا: ایک بہت بڑا: ایک بہت چھوٹا" غرض اُس کے اعضا کو درست اور سڈول بنایا۔ پھر ماں کے رحم سے نکلنے کو آسان کیا ماں کے پیٹ سے آسانی کے ساتھ نکالا۔ یا یہ کہ بُرے بھلے کی سمجھ دی۔ پھر عمر کی مدت ختم ہونے کے بعد اس کو ماردیا اور موت دیدی۔ اور گور میں رکھوایا۔ یعنی سپردِ خاک کرادیا۔ خواہ غرق سے ہو یا حرق سے ہو یا دفن سے ہو پھر جب چاہے گا دوبارا زندہ کرکے اُٹھالے گا۔ یعنی قدرت کے اتنے بڑے کارخانے کو اور ایک حقیر اور مہین نطفے کے یہ نشیب و فراز دیکھنے کے بعد بھی یہ کافر انسان خدا کو نہیں مانتا اور دوسری زندگی پر ایمان نہیں لاتا تو بڑا ہی ناسپاس اور نافرمان ہے چنانچہ

أَمَاتَهُۥ فَأَقْبَرَهُۥ ﴿٢١﴾ ثُمَّ إِذَا شَآءَ أَنشَرَهُۥ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا

اسکو موت دی پھر اسکو قبر میں پہونچایا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اسکو دوبارہ زندہ کردیگا۔ نہیں نہیں انسان کو جو حکم دیا

يَقْضِ مَآ أَمَرَهُۥ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنظُرِ ٱلْإِنسَٰنُ إِلَىٰ طَعَامِهِۦٓ ﴿٢٤﴾

تھا اس نے اس کو پورا نہیں کیا۔ سو آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے پر نظر کرے۔

أَنَّا صَبَبْنَا ٱلْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا ٱلْأَرْضَ

کہ ہم نے خوب پانی برسایا۔ پھر ہم نے عجیب طور پر زمین کو

شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنۢبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَ

پھاڑا۔ پھر ہم نے اس زمین میں سے غلہ۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور

زَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَٰكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾

زیتون اور کھجور۔ اور گنجان باغ۔ اور میوے اور چارہ پیدا کیا

مَّتَٰعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَٰمِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَآءَتِ ٱلصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾

یہ سب تمہارے اور تمہارے مواشی کو فائدہ پہونچانے کیلئے پھر جب کانوں کے پردے پھاڑدینے والی سخت آواز برپا ہوگی

يَوْمَ يَفِرُّ ٱلْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِۦ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَ

اس دن آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔ اور

صَٰحِبَتِهِۦ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ ٱمْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ

اپنی رفیقۂ حیات بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔ اہلِ قیامت میں سے ہر شخص اس دن ایک ایسے حال میں گرفتار ہوگا

شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ

جو اسکو اور طرف سے بے پروا یعنی بے خبر کردیگا بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے

مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾

اور اظہارِ مسرت کرتے ہوں گے۔ اور بہت سے چہرے اس دن گرد آلود ہوں گے۔

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَفَرَةُ ٱلْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾ ع

ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو منکر اور بدکار تھے

ع ۱ / ۲ / ۵

ارشاد ہوتا ہے (۲۲) ہرگز نہیں اس انسان کو جو حکم دیا تھا اس نے اس کو پورا نہیں کیا: یعنی اُس دینِ حق کے منکر نے ہرگز شکر نہیں ادا کیا اور اس کو جو حکم دیا تھا اس کو بجا نہیں لایا اور پورا نہیں کیا (۲۳) سو آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے اور اپنی خوراک پر غور کرے اور نگاہ فکر ڈالے (۲۴) کہ ہم نے خوب پانی برسایا اور ہم نے ڈالا پانی اوپر سے گرتا: یعنی خوب بارشیں برسائیں اور بہا ڈیلنی برسایا (۲۵) پھر ہم نے عجیب طور پر زمین کو پھاڑا یعنی بارش کے بعد جو بیج زمین میں ڈالا گیا اُس کو اُگلنے کو زمین کو پھاڑا اور اس نے پھاڑ دیا (۲۶) پھر ہم نے اُس زمین سے غلہ یعنی اناج (۲۷) اور انگور اور ترکاری (۲۸) اور زیتون اور کھجور (۲۹) اور گنجان اور گھنے باغ (۳۰) اور مختلف میوے اور گھاس یعنی چارا پیدا کیا (۳۱) یہ سب تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدے کیلئے: یعنی اس نباتات میں سے کچھ تم کھاتے ہو اور بعض چیزیں تمہارے مواشی کھاتے ہیں یعنی غلہ تم کھاتے ہو اور بھوسا تمہارے ڈھور کھاتے ہیں میوے تم کھاتے ہو اور پتے تمہارے مواشی کھاتے ہیں۔ یہاں تک نعمتیں بیان فرمائیں جن میں ہر نعمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انسان شکر بجا لائے اور اس کی نعمتوں کی قدر کرے آگے قیامت کا اور ہر ناشکرے کیلئے عقوبت اور شکرگزار کے لئے ثواب کا بیان ہے (۳۲) پھر جب کانوں کے پردے پھاڑدینے والی سخت آواز برپا ہوگی: مراد اس سے نفخِ صور کی آواز ہے (۳۳) وہ دن ایسا ہوگا کہ اُس دن آدمی اپنے بھائی سے (۳۴) اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (۳۵) اور اپنی رفیقۂ حیات بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا: یعنی وہ دن ایسا ہولناک ہوگا اور ایسی افراتفری ہوگی کہ ہر شخص اپنے عزیز و اقارب سے بھاگے گا اسی کو فرماتے ہیں۔ (۳۶) اہلِ قیامت میں سے ہر شخص اس دن ایک ایسے حال اور ایک ایسے فکر میں مبتلا اور گرفتار ہوگا جو اس کو اور طرف سے بے پروا کردے گا: یعنی ہر شخص اُن اہلِ قیامت میں سے ایک ایسی حالت میں ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔ اور سب سے اس کو بے خبر کردے گی۔ پھر اس خیال سے کہ شاید احباب و اقارب میں سے کوئی مجھ سے نیکی مانگنے لگے یا شفاعت کا طلبگار ہو ہر ایک سے بھاگے گا۔ یا یہ کہ گھبراہٹ میں بھاگتا پھریگا اور کسی کو کسی کی خبر نہ ہوگی۔ ایک عارف فرماتے ہیں: در قیامت نیز ایں غوغا بود: یعنی آں جانے تو وانے بود: آگے نافرمانوں اور فرماں برداروں کی ایک اور کیفیت کا اظہار ہے (۳۷) بہت سے چہرے اُس دن روشن ہوں گے (۳۸) اور ہنستے اور اظہارِ مسرت کرتے ہوں گے: یعنی ایمان کی وجہ سے چہرے روشن اور مسرت سے خنداں و شاداں ہو رہے ہوں گے یہ حضرات اہلِ ایمان ہوں گے (۳۹) اور بہت سے چہرے گرد آلود ہوں گے (۴۰) ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی: یعنی کفر کی وجہ سے چہروں پر گرد ہوگی اور سیاہی اور تاریکی چڑھی ہوئی ہوگی جیسا کہ پریشانی اور غم کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ یہ وہ باطنی ظلمت ہوگی جو اس دن چہروں پر نمایاں ہو جائیگی بلکہ بڑھتی رہے گی (۴۱) یہی وہ لوگ ہیں جو منکر اور بدکار تھے: یعنی کافر اور بے حیا تھے اور ڈھیٹھ بن کر کفر پر قائم تھے اسلام کی خوبیاں اور حق کی صداقت کے دلائل سنتے تھے لیکن بایں ہمہ اپنی ڈھٹائی سے باز نہ آتے تھے (۴۲)

سورۂ تکویر مکی ہے اور یہ اُنیس آیتیں ہیں ÷ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر آپ پر خلاف توقع بڑھاپے نے جلدی کی یعنی آپ کے قویٰ مبارک ابھی ایسے نہ تھے کہ اُن پر اس قدر جلدی بڑھاپے کے آثار یعنی ضعف اور کمزوری ظاہر ہو جاتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے قرآن شریف کی پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے ۔ سورۂ ہود ۔ سورۂ واقعہ ۔ سورۂ مرسلات ۔ اور سورۂ عم یتساءلون ۔ اور سورۂ اذا الشمس کورت ۔ یعنی ان سورتوں میں جو عذاب الٰہی کا ذکر ہے ۔ اور اُمتوں سے مواخذے کا ذکر ہے ان سورتوں کے مضامین نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ سورۂ اذا الشمس کورت پڑھے ۔ آگے اس کی تیسیر لکھی جاتی ہے ۔ جب آفتاب لپیٹ دیا جائے ÷ یعنی اُس کی دھوپ تہ کر دی جائے ۔ مطلب یہ ہے کہ آفتاب بے نور ہو جائے اور اس کی روشنی سلب کر لی جائے (۱) اور جب ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں ÷ یعنی ستارے بے نور اور میلے اور گدلے ہو جائیں ۔ اور ٹوٹ کر جھڑ پڑیں ۔ (۲) اور جب پہاڑ چلا دیے جائیں ÷ یعنی ریت بن کر ہوا میں اڑتے پھریں (۳) اور جب گیا بھن اونٹنیاں جو بیانے کے قابل ہوں وہ توجہ کے قابل نہ رہیں ÷ یعنی دس مہینے کی گیا بھن اونٹنیاں جو اہل عرب کے نزدیک بہترین مال سمجھا جاتا ہے اور ایسی اونٹنی کی بہت حفاظت کی جاتی ہے اور بہت دیکھ بھال کی جاتی ہے ۔ لیکن وہ وقت یعنی نفخۂ اولیٰ ایسی ہلچل کا وقت ہوگا کہ ایسی اونٹنیاں جو بہت توجہ کے قابل ہوتی ہیں اُس وقت [illegible] توجہ ہو جائیں گی اور کوئی ایسے بیش قیمت مال کو نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا (۴) اور جب وحوش یعنی وحشی جانور گھبرا کر اکٹھے ہو جائیں ÷ یعنی وحشی جانور جو آبادیوں سے دور رہتے ہیں اور انسانوں سے گھبراتے ہیں اُس دن سب میں زلزلہ پڑ جائے اور وہ شہروں کی طرف گھبرا کر بھاگیں اور آبادیوں میں آ کر پالتو جانوروں سے مل جائیں دوسری طرف انسان بھاگے ۔ غرض یہ کہ شیر بکری اور چوپائے سب ایک جگہ جمع ہو جائیں گے ۔ جیسا کہ اب بھی سیلاب اور سردی کے موسم میں دیکھا جاتا ہے کہ جنگلی جانور وحشت و نفرت کو چھوڑ کر آبادیوں کی طرف بھاگ آتے ہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ حشرت کے معنی وحوش صحرائی کا جمع کرنا ہو اور ہو سکتا ہے کہ جانوروں کو مار کر دوبارہ قصاص کے لئے زندہ کرنا ہو ۔ کیونکہ بعض ۔۔۔ موذی جانوروں کا جہنم میں ہونا اور بعض اچھے جانوروں کا جنت میں ہونا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے ہم نے جمہور کا مشہور قول اختیار کر لیا ہے (۵) اور جب دریا بھڑکائے جائیں ÷ یعنی دریا کا پانی آگ بن جائے ۔ پہلے ہوا بن جائے پھر ہوا آگ کی شکل میں تبدیل ہو جائے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی پانی دریا کا دھواں ہو کر آگ بن جائے کہ جس کے سبب ہوا نہایت گرم ہو کر محشر کے بے ایمانوں کو دکھ پہونچائے اور تنور کی طرح جھونکنے سے اُبلے ۱۲ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ سجرت کا مطلب یہ ہے کہ دریاؤں کا تمام پانی خشک ہو جائے اور ایک قطرہ بھی نام کو نہ رہے ۔ بہرحال یہ چھ باتیں تو نفخۂ اولیٰ کی ہیں اور یہ جب ہوں گی جب دنیا آباد ہو گی اور نفخۂ اولیٰ سے عالم تباہ و برباد ہوگا ۔ آگے کی چھ باتیں اُس عالم کی ہیں جو نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوں گی (۶) اور جب لوگوں کو اپنے اپنے ہم مشربوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے ÷ نفوس کی باہمی تزویج کے کئی معنی کئے گئے ہیں مثلاً مسلمانوں کو مسلمانوں کیساتھ اور کافروں کو کافروں کے ساتھ ۔ یا ہر شخص کا جوڑ اس شخص سے لگا دیا جائیگا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا ۔ یا یہ کہ ہر شخص اپنے ہم مذہب اور اپنی ملت کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا یہودی یہودیوں کے ساتھ ۔ نصرانی نصرانیوں کے ساتھ ۔ مسلم مسلمانوں کے ساتھ ۔ کافر کافروں کیساتھ یا شیاطین کے ساتھ ۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ منبر پر فرمایا وہ دو شخص جو دنیا میں ایک سا عمل کیا کرتے تھے وہ عمل جنتیوں کے ہوں یا دوزخیوں کے یعنی دوزخی دوزخی کے ساتھ جنتی جنتیوں کے ساتھ ۔ بعض نے کہا روح اور بدن کے تعلق کو فرمایا ہے کہ روح اور بدن کا جوڑ لگایا جائے گا ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا احشروا الذین ظلموا وازواجھم ۔ یعنی جمع کرو گناہ گاروں کو اور ان کے جوڑوں کو ۔ مطلب یہی ہے کہ ہم مشرب اور ہم مذہب آپس میں ایک دوسرے کیساتھ جمع کر دیئے جائیں گے ۔ یہ دوسرے نفخۂ صور کے بعد ہوگا (۷) اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے (۸) کہ وہ کس گناہ کے بدلے میں قتل کی گئی تھی ÷ ——— (باقی ضمیمہ میں)

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ تکویر مکی ہے اور اس میں انتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ① وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ② وَاِذَا

جب آفتاب لپیٹ دیا جائے یعنی بے نور ہو جائے - اور جب ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں - اور جب

الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ③ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ④ وَاِذَا

پہاڑ چلا دیئے جائیں - اور جب وہ اونٹنیاں جو بیانے کے قریب ہوں قابل توجہ نہ رہیں - اور جب

الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ⑤ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥ وَاِذَا

وحشی جانور گھبرا کر اکٹھے ہو جائیں - اور جب دریا بھڑکا دیئے جائیں - اور جب

النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ⑦ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ⑧ بِاَيِّ

لوگوں کو اپنے اپنے ہم مشربوں کیساتھ جوڑ دیا جائے - اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے - کہ وہ

ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ⑨ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ⑩ وَاِذَا السَّمَآءُ

کس گناہ کے بدلے میں ماری گئی تھی - اور جب نامۂ اعمال کھول دیئے جائیں - اور جب آسمان کی

كُشِطَتْ ⑪ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ⑫ وَاِذَا الْجَنَّةُ

کھال اتاری جائے یعنی کھل جائے - اور جب دوزخ خوب دہکائی جائے - اور جب جنت

اُزْلِفَتْ ⑬ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ⑭ فَلَآ اُقْسِمُ

قریب کر دی جائے - تو اس وقت ہر شخص ان اعمال کو جان لیگا جو وہ لیکر آیا ہو گا - پس میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں

بِالْخُنَّسِ ⑮ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ⑯ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ⑰

جو ایک مدت کو چلتے چلتے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں - اور دیکھے ہی چلتے رہتے ہیں اور کچھ دنوں کو چھپ جانے میں یعنی نظر نہیں آتے - اور قسم رات کی جب جانے لگے

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ⑱ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ⑲

اور صبح کی قسم کھاتا ہوں جب وہ طلوع ہو - کہ بیشک یہ قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا کلام ہے -

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ
جو بڑی قوت والا صاحبِ عرش کے نزدیک ذی مرتبہ ہے ۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے

ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ
اور وہ امانت دار ہے۔ اور یہ تمہارے رفیق یعنی محمد کوئی دیوانے نہیں ہیں۔ اور بیشک انھوں نے اس فرشتے یعنی جبرئیل کو آسمان کے صاف

الْمُبِیْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ
کنارے پر دیکھا بھی ہے۔ اور محمد پوشیدہ باتوں کے بتانے پر بخیل بھی نہیں ہیں یعنی وحی کی باتوں پر۔ اور یہ قرآن

بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ
کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے۔ تو اب تم لوگ کس طرف کو جا رہے ہو۔ یہ تو بس

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ﴿۲۸﴾
یہ قرآن تو اقوام عالم کیلئے ایک سراسر نصیحت ہے۔ خصوصاً اس کیلئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾
اور تم بدون اللہ تعالیٰ کے چاہے جو سب عالموں کا رب ہے۔ کچھ نہیں چاہ سکتے۔

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰیَةً
سورۂ انفطار مکی ہے اور یہ انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا
جب آسمان پھٹ جائے۔ اور جب ستارے جھڑ پڑیں۔ اور جب

الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ
سب دریا بہا دیے جائیں۔ اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں۔ ہر شخص اس چیز کو جان لے گا

مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ
جو اس نے آگے بھیجی اور جو اس نے پیچھے چھوڑی۔ اے انسان تجھ کو تیرے رب کے متعلق جو بڑا کرم ہے

جو بڑی قوت والا صاحبِ عرش کے نزدیک ذی مرتبہ ہے (۲۰) اُس عالم میں اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ امانت دار ہے ؛ ایک لانیوالے میں جتنی باتیں خوبی کی ہونی چاہئیں وہ سب حضرت جبرئیل میں جمع ہیں۔ یعنی زبردست قوۃ والا ہے کوئی اُس سے پیغام راستے میں چھین نہیں سکتا۔ ضبط اور حفظ کی قوت کا مالک ہے۔ بڑی بات یہ کہ عرش کے مالک کے نزدیک ذی مرتبہ اور صاحب مرتبہ ہے۔ درگاہِ الوہیت میں بڑا قرب اور بڑا مرتبہ حاصل ہے۔ عالم بالا یعنی ملائکہ میں مطاع ہے۔ یعنی آسمانوں کے فرشتے اسکی بات اور اُس کا حکم مانتے ہیں۔ اور ان کے امانت دار ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ یہ تمام حضرت جبرئیلؑ کے اوصاف تھے آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرماتے ہیں (۲۱) اور یہ تمہارے ساتھی اور ساتھ رہنے والے کوئی مجنوں اور دیوانے نہیں ہیں ؛ یعنی یہ تمہارے ساتھی اور رفیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کو تم اچھی طرح جانتے ہو اور جنھوں نے تمام زندگی تم ہی میں گذاری ہے۔ اس کو دیوانہ کہنا خود کہنے والوں کی دیوانگی کا ثبوت ہے (۲۲) اور بیشک انھوں نے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتے یعنی جبرئیل کو آسمان کے صاف کنارے پر دیکھا بھی ہے ؛ یعنی اس فرشتے کو اس کی اصلی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے۔ جیسا کہ ہم سورۂ والنجم میں تفصیل عرض کر چکے ہیں۔ صاف کنارہ یعنی بلند کنارہ جو صاف نظر آتا تھا۔ وھو بالافق الاعلٰے۔ اس قسم کے اوصاف سورۂ والنجم میں بھی گزر چکے ہیں۔ آسمان کے کنارے سے مراد مشرقی کنارا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتہ ہمارے پیغمبر کا دیکھا بھالا ہے کوئی نیا فرشتہ نہیں ہے۔ کہ بلاوجہ شبہ کیا جائے (۲۳) اور یہ پیغمبر غیب یعنی پوشیدہ باتیں جو ان کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں ان کے بتانے پر بخیل بھی نہیں ہیں ؛ یعنی یہ پیغمبر وحی کی باتوں کے بتانے پر نہ اجرت مانگتا ہے نہ بخل کرتا ہے۔ خواہ وہ ماضی کی ہوں یا مستقبل کی — یا برزخ کی یا عالم آخرت کی یا گزشتہ اقوام کی غرض جو اس کو وحی آتی ہے وہ تم کو سنا دیتا اور بتا دیتا ہے۔ کاہن تو بغیر اجرت کے کچھ نہیں بتاتے پھر ایک بات سچی اور دس جھوٹی ملا کر بکتے ہیں بہر حال معلوم ہوا کہ یہ نہ دیوانے ہیں نہ کاہن ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہونچانے والے ہیں۔ آگے کفار کے ایک اور شبہ کا جواب ہے (۲۴) اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے ؛ یعنی جیسا تم خیال کرتے ہو کہ محمد کو شیطان یہ کلام سکھاتا ہے۔ اور یہ کلام شیطان کا ہے۔ اس کا رد فرمایا کہ یہ قرآن شیطان کی کہی ہوئی بات نہیں ہے۔ غرض تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ نہ کسی دیوانے کی بڑ ہے نہ کسی شیطان مردود کی بکواس۔ جن ذرائع سے یہ کلام اس پیغمبر تک پہونچتا ہے وہ ذرائع نہایت مضبوط اور محفوظ ہیں اور اس کو آسمان سے لانیوالے نہایت ثقہ۔ متقی۔ امانت دار اور نہایت قوۃ والے ہیں جب یہ تمام باتیں صاف ہو گئیں تو فرماتے ہیں (۲۵) تو اب تم لوگ حق کو چھوڑ کر کس طرف جا رہے ہو ؛ قرآن آ پہونچا اور اُس کے حق ہونے کے دلائل تم نے سُن لئے پھر اب کہاں جا رہے ہو اور راہِ حق کو چھوڑ کر کدھر جاتے ہو (۲۶) بس یہ قرآن تو جہان والوں کے یعنی اقوام عالم کیلئے سراسر ایک نصیحت کی چیز ہے ؛ یعنی قرآن کے متعلق تم جتنے احتمالات بیان کرتے ہو اُن سب کے غلط ہونے کے بعد کہو کہ یہ قرآن اقوام عالم کے لئے ایک نصیحت اور ایک بہت بڑا دستور العمل ہے جو دین و دنیا میں تمہاری اصلاح اور نجات کا موجب ہے (۲۷) خاص طور پر اُس شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے ؛ یعنی اس نصیحت نامے اور دستور سے خاص طور پر وہ شخص مستفید ہوتا ہے جو عناد اور کج روی کو چھوڑ کر سیدھی راہ چلنا چاہے (۲۸) اور تم بدون اللہ تعالیٰ کے چاہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے اور مالک ہے کچھ نہیں چاہ سکتے ؛ یعنی فی نفسہٖ قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے اس کی مشیت جس سے متعلق ہو جاتی ہے وہ کامیاب ہوتا ہے اور جس کے ساتھ اس کے ارادے کا تعلق کسی مصلحت و حکمت کے اور سوءِ استعداد کے باعث نہیں ہوتا اُس کو اس نصیحت نامے سے نصیحت نصیب نہیں ہوتی اور وہ اپنی شقاوت اور خرابیِ استعداد کے باعث نصیحت قبول کرنے سے محروم رہتا ہے اور مشیتِ خداوندی کے بغیر اس کو توفیق میسر نہیں ہوتی۔ حدیث میں آتا ہے جو کوئی سورۂ تکویر پڑھتا ہے اور سچے دل سے اُس کا اعتقاد رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اُس وقت کی رسوائی اور فضیحت سے بچا لیگا۔ جس وقت اعمال ناموں کے ملنے میں عام لوگوں کو فضیحت و رسوائی ہوگی (۲۹) باقی خیر میں)

ع ۱ ۔ ۶ ۔ ۹

اے آدمی تجھ کو تیرے پروردگار کے متعلق جو کریم اور صاحب کرم ہے کس چیز نے فریب میں ڈال رکھا ہے ؛ یعنی کس چیز نے تجھ کو اپنے پروردگار سے بھول میں اور دھوکے میں ڈال دیا اور کس چیز نے تجھ کو اس کے عتاب اور اس کی گرفت سے بے خوف اور مامون کر دیا۔ جس نے تجھ پر کس قدر احسان کئے اُس سے غافل ہو گیا اور باوجود غیر مامون ہونے کے اپنے آپ کو مامون اور حفاظت میں سمجھنے لگا۔ آگے احسانات کا بیان ہے۔ بعض اہلِ اشارات کا قول ہے کہ اور تمام اوصاف کو چھوڑ کر یہاں اپنا وصف کریم بیان فرمایا تو یہاں تلقین حجت کا اظہار ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکر وراق کا قول ہے کہ اگر مجھ سے دریافت کیا گیا تو میں عرض کروں گا۔ غرنی کرم الکریم۔ یعنی مجھ کو کریم کے کرم نے بھلایا۔ حضرت فضیل سے کسی نے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا۔ غرنی ستورک المرخاۃ۔ یعنی آپکی پردہ پوشی نے مجھ کو بھول میں ڈال دیا یحییٰ معاذ رازی نے فرمایا۔ اقول غرنی سالفاً وانفا۔ یعنی گناہوں سے درگزر کرنے اور ذنوب سابقہ اور آنفہ پر گرفت نہ فرمانا اس نے دھوکا دیا۔ بہرحال حضرات اہلِ اشارات نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں سے

بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ⑥ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ⑦

کس چیز نے فریب میں ڈال رکھا ہے۔ وہ رب جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو درست کیا اور تیری بناوٹ میں ایک خاص تناسب و اعتدال رکھا

فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ ⑧ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ

نیز جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دیدیا۔ نہیں نہیں بلکہ تم تو جزا و سزا کی ہی

بِالدِّينِ ⑨ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ⑩ كِرَامًا كَاتِبِينَ ⑪

تکذیب کرتے ہو۔ حالانکہ تم پر ایسے نگہبان مقرر ہیں۔ جو معزز اور کاتب اعمال ہیں۔

يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ⑫ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ⑬

وہ ان سب اعمال کو جو تم کرتے ہو جانتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ بڑے آرام میں ہوں گے

وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ⑭ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ⑮

اور بدکار لوگ یقیناً دوزخ میں ہوں گے۔ یہ لوگ اُس دوزخ میں جزا کے دن داخل ہونگے

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ⑯ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ

اور یہ لوگ اس جہنم سے کہیں غائب نہ ہو سکیں گے۔ اور اے پیغمبر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روزِ جزا

الدِّينِ ⑰ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ⑱ يَوْمَ لَا

کیسا ہے۔ ہم پھر کہتے ہیں آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روزِ جزا کیسا ہے۔ وہ ایسا دن ہے

تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ⑲ ع

جس دن کوئی شخص کسی شخص کو کچھ بھی نفع پہونچانے کا اختیار نہ رکھتا ہوگا اور اس دن تمام تر حکم اللہ ہی کا ہوگا

سُورَةُ التَّطْفِيفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَثَلٰثُونَ اٰيَةً

سورۂ تطفیف مکی ہے اور اس میں چھتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ ① الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ کہ جب لوگوں سے پیمانہ ناپ کر لیں

کچھ عرض کر دیا اہلِ تحقیق کا مسلک یہ ہے کہ یہاں کریم کہنے سے تلقین حجت نہیں ہے بلکہ مانع کو تقویت پہنچانے کی غرض سے فرمایا ہے یعنی کرم کا تقاضا اور ان کی کریمی کا مقتضا یہ ہے کہ انسان اُس کی طرف زیادہ توجہ کرے اور اُس کے ہر حکم کی تعمیل میں سرگرم رہے۔ کیونکہ جس آقا کے اتنے کرم ہوں اُس کی نافرمانی اور اس کی حکم عدولی انتہائی حمق اور نادانی ہے۔ آگے کریم کے مزید احسانات فرمائے (٦) وہ پروردگار جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو درست کیا اور تیری بناوٹ میں ایک خاص تناسب و اعتدال رکھا (٧) نیز جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دیدیا ؛ یعنی اس اکریم جس نے تجھ کو نیستی سے وجود بخشا۔ نیست سے ہست کیا پھر تیری ساخت اور بناوٹ میں دوسرے حیوانات سے خاص امتیاز رکھا کائنات میں تیرا نقشہ تمام مخلوق سے بہتر بنایا تیرے اعضا کو درست کیا ہر چیز کو ایک ایسے موقع سے رکھا جس موقع کے وہ چیز قابل تھی۔ پھر تیری ہر چیز میں اعتدال رکھا۔ جیسا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ٹھیک کیا بدن میں برابر کیا خصلتیں ١٢ یعنی تمام اخلاط میں اعتدال رکھا جمے ہوئے خون سے جو لوتھڑا بنایا اُس لوتھڑے کو جو ایک گٹلی کی شکل میں تھا اُس گٹلی کو درست کیا پھر اس سے جو اعضا پھوٹے اور نکلے وہ نہایت تناسب سے نکلے۔ پھر جس صورت میں چاہا ترکیب دیدیا یعنی بچہ کبھی ماں کی اور کبھی باپ کی صورت پر پیدا ہوتا ہے۔ کبھی ننھیال اور کبھی ددھیال میں سے کسی کی شکل پر پیدا ہوتا ہے۔ اور ہر ملک اور ہر مقام کے اعتبار سے بہترین شکل و صورت عطا فرمائی۔ ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء

رکوع ١ / ١٩ / ع ٧

ایسے رب کریم سے جس کے اس قدر احسانات ہیں اے انسان تو دھوکے میں پڑا ہوا ہے اور غفلت و بھول میں مبتلا ہے (٨) نہیں نہیں بلکہ تم تو جزا و سزا کی ہی تکذیب کرتے ہو اور قیامت ہی کو جھٹلاتے ہو ؛ اوپر کی تمام آیتیں بلکہ لفظ کریم ہی ایک مستقل دلیل ہے قیامت کی۔ لیکن تم اس قدر غرور اور بھول اور غفلت میں پڑے ہوئے ہو کہ جزا اور سزا ہی کو جھٹلاتے ہو۔ اور کسی ایسے دن کو مانتے ہی نہیں جس دن ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے۔ اس دن پر اگر ایمان رکھتے تو تم اغترار میں مبتلا نہ ہوتے کیونکہ قیامت پر ایمان لانا ہی تو دافع اغترار ہے۔ اور تم اس پر یقین نہیں رکھتے تم اس دن کو جھٹلاتے اور اس دن کی تکذیب کرتے ہو۔ آگے فرمایا کہ اچھا ہم نے بھی اپنے فرشتے تم پر مقرر کر رکھے ہیں۔ تم جو اعمال کرتے ہو اس پر ہمارے فرشتے نگہبان ہیں۔ تم کو تکذیب کی ضرور سزا دی جائیگی چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں (٩) حالانکہ تم پر ایسے نگہبان مقرر ہیں (١٠) جو معزز اور کاتب اعمال ہیں (١١) وہ ان سب اعمال کو جانتے ہیں جو تم کرتے ہو ؛ ان فرشتوں کی تعداد اور اُن کے بیٹھنے کی جگہ اور ان کے اعمال کو لکھنے کا طریقہ ان سب باتوں میں علماء کے مختلف قول ہیں۔ لیکن احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کاتب اعمال دو فرشتے ہیں جو دن کو لکھتے ہیں وہ شام کو چلے جاتے ہیں اور جو شام کو آتے ہیں وہ صبح کو چلے جاتے ہیں جیسا کہ ہم سورۂ ق میں عرض کر چکے ہیں اُن کاتب اعمال فرشتوں کو کرام فرمایا۔ یعنی عزت والے۔ ان فرشتوں کا معزز ہونا یہی کیا کم ہے کہ اول تو وہ حافظ ہیں بندے کے ہر عمل سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ ہر ایک برائی اور بھلائی کو لکھتے ہیں اور کوئی عمل ان سے ضائع نہیں ہوتا۔ حضرت مجاہد کا قول ہے کہ تم کراما کاتبین (باقی ضمیمہ میں)

کہ جب لوگوں سے پیمانہ ناپ کرلیں تو پیمانہ کو پوری طرح بھر کرلیں (۲) اور جب لوگوں کو پیمانے سے ماپ کردیں یا تول کردیں تو کم دیں یا گھٹا کردیں ؛ اگرچہ پوری طرح پیمانہ بھر کرلینا کوئی مذموم اور قابل عتاب بات نہیں ہے مگر یہاں اس کا ذکر کرنا کم دینے کی مذمت کو مؤکد کرنا اور کم دینے کی برائی کی تاکید کرنا ہے۔ اگر لینے میں بھی بے پروائی اور رعایت کرتے تو شاید معاملہ برابر سرابر سمجھ لیا جاتا کہ نہ پورا دیتے ہیں نہ پورا لیتے ہیں لیکن اگر کوئی اپنا حق تو پورا لے اور دوسرے کو کم دے تو یہ امر بہت قابل مذمت ہے اور چونکہ اصل مقصد کم دینے کی مذمت کرنا ہے اس لئے کیل اور وزن دونوں کا ذکر کیا۔ کہ ماپ میں بھی کمی کرتے ہیں اور تول میں بھی کم دیتے ہیں۔ اور چونکہ پورا لینا عیب نہیں اس لئے یستوفون میں صرف اکتیال کا ذکر فرمایا نیز اس لئے کہ اہل عرب میں کیل کا دستور زیادہ تھا۔ جیسا کہ آج کل بھی حجاج کھجوریں کیل سے خریدتے ہیں۔ لین دین کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں (۱) لینے اور دینے دونوں میں زیادتی کرے (۲) یہ کہ دونوں میں کمی کرے (۳) یہ کہ دیتے وقت کمی کرے اور لیتے وقت پورا لے (۴) یہ کہ لیتے وقت کم لے اور دیتے وقت پورا دے۔ ان چاروں صورتوں میں قرآن نے تیسری شکل کی مذمت کی ہے اور یہ واقعہ ہے کہ تیسری ہی شکل دناءت کی ہے اور انتہائی قابل مذمت ہے آگے اس گناہ پر تہدید مذکور ہے (۳) کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ اس دن دوبارا زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے (۴) جو دن بڑا سخت ہے (۵) جس دن تمام لوگ جملہ عالمین کے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے ؛ یعنی یہ جو لوگوں کا حق مارتے ہیں اور کم تولتے ہیں اور ماپ میں کمی کرکے خریدار کو نقصان پہونچاتے ہیں تو ان لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارا زندہ ہونے کا اس دن میں جو گوناگوں مشکلات کے باعث بڑا سخت ہوگا یقین نہیں ہے۔ اگر یقین ہوتا اور یہ جانتے کہ ایک دن حساب کتاب ہونا ہے اور اس دن رب العالمین کی جناب میں تمام لوگ جواب دہی کے لئے کھڑے ہوں گے۔ تو یہ لوگ ایسا نہ کرتے بہرحال معا یہ ہے کہ اس دن کا یقین کرو وہ دن ضرور آنا ہے اور کم تولنے اور کم ماپنے سے توبہ کرو اور اس گناہ کا آئندہ ارتکاب نہ کرو۔ آگے منکروں پر تہدید ہے (۶) ہرگز ایسا نہیں بلکہ بدکرداروں کے تمام اعمال منضبط اور محفوظ ہیں بلاشبہ بدکرداروں کا نامۂ اعمال سجین میں رہے گا ؛ یعنی ایک تنگ و تاریک مقام میں جو کفار کی ارواح کا مقام ہے (۷) اور آپ کو اے پیغمبر کچھ معلوم ہے کہ وہ سجین میں رکھا ہوا نامۂ عمل کیا چیز ہے (۸) وہ ایک دفتر ہے صاف لکھا ہوا حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی ان کے نام وہاں داخل ہوتے ہیں مرکر وہیں پہونچیں گے۔ خلاصہ یہ کہ سجین ایک دفتر ہے جس میں ہر دوزخی کا نام درج ہے۔ بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے جن کا ذکر سورۂ انفطار میں گزر چکا ہے وہ ان فجار کے مرنے کے بعد ان میں سے ہر شخص کے اعمال کی فردیں بناکر اس دفتر میں داخل کردیتے ہیں ہر فرد پر کوئی خاص ایسی علامت لگادیتے ہیں جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی یہ فرد ہے وہ دوزخی ہے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی مقام ارواح کفار کا مستقر ہے قیامت تک یہ ارواح وہیں رہیں گی۔ کفار کی ارواح کو نہ آسمان قبول کرتا ہے نہ طبقات ارضی پسند کرتے ہیں تو ساتویں زمین کے نیچے ان کا مستقر رکھا گیا ہے۔ اور بھی علمائے متقدمین کے کئی قول ہیں۔ مگر ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اختیار کرلیا جیسا کہ ہمارے بزرگوں نے

يَسْتَوْفُونَ ۝٢ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣ أَلَا

تو پیمانہ کو پوری طرح بھر کرلیں اور جب لوگوں کو پیمانہ سے ناپ کردیں یا تول کردیں تو کم دیں۔ کیا

يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝٥ يَوْمَ

ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ اس دن دوبارا زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔ جو دن بڑا سخت ہے۔ جس دن

يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝٦ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ

تمام لوگ رب العالمین کے روبرو کھڑے ہوں گے ہرگز ایسا نہ کرو بیشک بدکار لوگوں کا نامۂ عمل

لَفِي سِجِّينٍ ۝٧ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ۝٨ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۝٩

سجین یعنی تنگ تاریک مقام میں رہیگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ سجین میں رکھا ہوا نامۂ عمل کیا چیز ہے۔ وہ ایک دفتر ہے صاف لکھا ہوا

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝١٠ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ

اس مذکورہ دن میں جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو روز جزا کی تکذیب

الدِّينِ ۝١١ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝١٢ إِذَا تُتْلَىٰ

کرتے ہیں۔ اور اس روز جزا کو صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے بڑھ جانیوالا گنہگار ہے۔ جب اسکے روبرو ہماری

عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝١٣ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ

آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہنے لگتے یہ اگلے لوگوں کی بے سروپا کہانیاں ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں۔ بلکہ انکے قلوب پر انکے اعمال

عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝١٤ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ

کا جو یہ کیا کرتے تھے زنگ بیٹھ گیا ہے۔ نہیں نہیں یہ لوگ اس دن اپنے رب کے دیدار سے

يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۝١٥ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ ۝١٦ ثُمَّ

روک دیئے جائیں گے۔ پھر یقیناً یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔ پھر ان سے

يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝١٧ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ

کہا جائیگا یہی وہ چیز ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ نیک لوگوں کا نامۂ عمل

الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۝١٨ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ۝١٩ كِتَابٌ

اعلیٰ ترین مقام میں رہے گا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ اعلیٰ ترین مقام میں رکھا ہوا نامۂ عمل کیا چیز ہے۔ وہ ایک دفتر ہے

عام طور سے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت حق جل مجدہٗ کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ جب وہ جنت کا ذکر فرماتا ہے تو اس کی صفائی اور بلندی اور مقربین ملائکہ کی حضوری سے موصوف فرماتا ہے۔ اسی طرح جب اشرار کا ذکر فرماتا ہے تو تسفل۔ تاریکی اور تنگی اور حضور شیاطین سے موصوف فرماتا ہے۔ پس سجین کو ایسا مقام سمجھنا چاہیے جو نہایت اسفل اور تاریک ہو اور جہاں شیاطین کی حضوری ہو اور اشرار کے اعمال ناموں کی فردیں بنی ہوئی وہاں رکھی ہوں۔ رقم کے معنی لکھنے اور مہر لگانے کے ہیں یہاں دونوں باتیں ہوسکتی ہیں۔ مرقوم۔ مکتوب یا مختوم۔ ہم نے دونوں معنی ظاہر کردیئے ہیں۔ آگے جزا کا ذکر فرماتے ہیں (۹) اس مذکورہ دن میں جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (۱۰) جو روز جزا کی تکذیب کرتے ہیں ؛ یعنی جو لوگ روز جزا کی تکذیب کرنیوالے ہیں اس جزا کے دن ان کے لئے بڑی خرابی اور تباہی ہوگی۔ اور جس دن کا ذکر آیا تھا وہ یہی روز جزا ہے جس کو فرمایا تھا لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العالمین اسی دن کو یہاں فرمایا کہ جو لوگ اس دن کی (باقی ضمیمہ میں)

وہ ایک دفتر ہے صاف لکھا ہوا (۲۰) مقرب بارگاہ فرشتے اس کو دیکھتے رہتے ہیں ؛ یعنی جہاں نیک اور ابرار لوگوں کے نام درج ہیں اور ان کے اعمال کی فردیں اور مسلیں وہاں رہتی ہیں۔ اس مقام کی عزت اور تفخیم کے لئے سوال کیا کہ اے پیغمبر آپ کیا جانتے ہیں کہ وہ مقام کیا ہے جس کو علیون کہتے ہیں۔ پھر فرمایا وہ ایک دفتر ہے جہاں لکھا ہوا یا مہر کیا ہوا رجسٹر ہے اس دفتر اور رجسٹر کو مقرب فرشتے یا مقرب بندے خوش ہو کر دیکھتے ہیں۔ اور ابرار کی ارواح کا مستقر بھی وہی ہے۔ یا پہلے ارواح مومنین کو وہاں لے جاتے ہیں پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر ان ارواح کو پہونچا دیا جاتا ہے اور ان ارواح کا تعلق اپنی اپنی قبروں سے بھی رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح سجین کے متعلق علماء کے کئی قول تھے اسی طرح علیین میں بھی کئی قول ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ علیین چوتھے آسمان پر ایک جگہ ہے وہاں نیک لوگوں کی ارواح جمع ہوتی ہیں اور وہیں ملائکہ مقربین کراماً کاتبین، ان ارواح کے روزنامچے کی کتاب لیکر اُس دفتر میں داخل کر دیتے ہیں حضرت قتادہ اور مقاتل کا قول ہے کہ وہ عرش کا داہنا پایہ ہے۔ ضحاک کہتے ہیں وہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر کوئی مقام ہے۔ بہرحال کئی قول ہیں۔ ابن کثیر نے حضرت کعب سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقام ساتویں آسمان پر ہے۔ مومن کی روح جب فرشتے لیکر چلتے ہیں۔ اور ہر آسمان کے کچھ فرشتے اُس روح کے ساتھ ہوجاتے ہیں .... یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر اُس روح کو لیکر پہونچتے ہیں۔ اور اعلیٰ علیین میں اس کا نامۂ اعمال تفویض کر دیتے ہیں اور اسی کو مستقر ارواح کہتے ہیں۔ مقربین ملائکہ اس نامۂ عمل کی حفاظت کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مقربین سے حضرت اسرافیل مراد ہیں۔ بہرحال وہ فرشتے بنظر حفاظت یا بنظر شوق اس نامۂ عمل کو دیکھتے رہتے ہیں واللہ اعلم وہ دفتر لکھا ہوا یا کیا ہوا ہوتا ہے اور اُس پر ایسی علامت لگا دی جاتی ہے جس سے دیکھنے والا یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ شخص جنتی ہے آگے ان ابرار کی داد اور نعمتوں کا ذکر ہے (۲۱) بلاشبہ نیک لوگ بڑی آسائش و آرام میں ہوں گے (۲۲) مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے ؛ یعنی بہشت کے عجائب وغرائب کی سیر کرتے ہوں گے یا دیدار الٰہی کا نظارہ کرتے ہوں گے (۲۳) اے مخاطب تو ان کے چہروں میں نازونعم کی تروتازگی نمایاں پائے گا ؛ یعنی جنت کے آرام اور آسائش کے آثار ان ابرار کے چہروں سے ظاہر ہونگے کہ دیکھتے ہی دیکھنے والا پہچان جائیگا کہ یہ انتہائی آرام میں زندگی بسر کر رہے ہیں (۲۴) ان کو شراب خالص پلائی جائیگی جو سربمہر ہوگی (۲۵) اُس شراب کی مہر مشک کی ہوگی اور رغبت کرنیوالوں کو چاہیے کہ اس نفیس شراب کی خواہش کریں ؛ یعنی دنیا میں جس طرح لاکھ پر مہر لگائی جاتی ہے یہ مہر مشک پر لگائی جائیگی جس کو کھولتے ہی تمام مجلس مشک کی خوشبو سے مہک جائیگی دنیا کی شراب اس لائق نہیں کہ اس کی جانب کوئی توجہ کی جائے البتہ یہ شراب اس قابل ہے کہ اس شراب کی رغبت کی جائے۔ اور پینے والے اس کی خواہش کریں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں شراب کی نہریں ہیں ہر کسی کے گھر میں لیکن یہ شراب نادر ہے جو سربمہر رہتی ہے اور انکی قدر کے موافق مہر بھی ہے مشک پر ۱۲ اور یہ شراب اس لائق ہے کہ پینے والے اس کی خواہش اور رغبت کریں (۲۶) اور اس شراب میں تسنیم کے پانی کی آمیزش ہوگی (۲۷) یہ تسنیم ایک چشمہ ہے جس میں سے مقربین بارگاہ لوگ پئیں گے ؛ یعنی یہ چشمۂ تسنیم جو مقربین کے پینے کے لئے ہے۔ اس شراب میں تھوڑی سی طونی اس چشمۂ تسنیم کی ہوگی۔ عام قاعدہ ہے کہ شراب میں پانی یا سوڈا وغیرہ ملا کر پیتے ہیں لیکن اس شراب میں چشمۂ تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ تسنیم کے چشمے کا پانی جنت کے تمام پانیوں سے اعلیٰ اور مزے میں برتر ہے۔ اونچی جگہ سے اس کا پانی ٹپک ٹپک کر آتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس کا منبع عرش کے نیچے ہے۔ تنافس حریصانہ رغبت کو کہتے ہیں یہاں حرص کا مطلب یہ ہے کہ یہاں وہ عمل بڑھ کر کر و جو ابرار کے درجہ تک پہنچا دیں اور یہ شراب پینے کو ملے۔ بعض نے یوں کہا ہے کہ اس شراب میں مشک ملا ہوا ہوگا اُس کا پینے والا جب ڈکار لیگا تو مشک کی خوشبو آئے گی۔ بہرحال سابقین اور مقربین تو تسنیم کا پانی براہ راست پئیں گے اور ابرار کی شراب میں چشمۂ تسنیم کی طونی ہوگی جس طرح یہاں شربت میں گلاب اور کیوڑہ وغیرہ کی طونی ملا کر دیتے ہیں۔ اب آگے فریقین کے مجموعہ کا حال مذکور ہے۔ یہاں تک فریقین کا ذکر علیحدہ علیحدہ فرمایا تھا۔ (باقی ضمیمہ میں)

مَّرْقُومٌ ﴿۲۰﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۱﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۲۲﴾

صاف لکھا ہوا - خدا کے مقرب فرشتے اس کو دیکھتے رہتے ہیں ۔ بیشک نیک لوگ بڑے آرام میں ہوں گے

عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ

مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے ۔ اے مخاطب تو ان کے چہروں میں نازونعم کی تروتازگی

النَّعِيمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿۲۵﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَ

نمایاں پائیگا ۔ ان کو شراب خالص پلائی جائے گی جو سربمہر ہوگی ۔ اس کی مہر مشک کی ہوگی ۔ اور

فِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهُ مِن

رغبت کرنیوالوں کو چاہیے کہ اس نفیس شراب کی خواہش کریں ۔ اور اس شراب میں تسنیم کے

تَسْنِيمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ

پانی کی آمیزش ہوگی ۔ تسنیم ایک چشمہ ہے جس میں سے مقربین بارگاہ لوگ پئیں گے ۔ بے شک جو لوگ

أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا

مجرم ہیں وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے ۔ اور جب مسلمان ان کافروں کے آگے سے گزرتے

بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا

تھے تو یہ کافر ان پر آنکھوں سے آپس میں اشارے کیا کرتے تھے اور جب یہ کافر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو وہاں بھی

فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿۳۲﴾

ان کا تذکرہ کرکے مزے لیتے تھے ۔ اور جب یہ کافر ان کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناً گم کردہ راہ ہیں ۔

وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا

حالانکہ ان کافروں کو مسلمانوں پر کوئی نگراں بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے ۔ سو آج کے دن مسلمان

مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿۳۵﴾

کافروں پر ہنسیں گے ۔ اور مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے ۔

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾ ع

واقعی کافروں کو ان کے کیے کی خوب پاداش ملی ۔

ع ۱ ۳۶ ۸

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ انشقاق مکی ہے اور یہ پچیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ ۝

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝١ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٢ وَاِذَا

جب آسمان پھٹ جائے۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور وہ اسی لائق ہے۔ اور

الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝٣ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝٤ وَاَذِنَتْ

زمین کھینچکر پھیلادی یعنی بڑھادی جائے اور جو کچھ اس میں ہے اسے وہ زمین نکال پھینکے اور خالی ہوجائے۔ اور وہ اپنے رب

لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى

کے حکم پر کان لگائے اور وہ اسی لائق ہے (تو اس وقت آدمی سزا و جزا کو دیکھے گا) اے انسان تو اپنے رب کے پاس جانے کے وقت تک

رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝٦ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝٧

پوری کوشش کیساتھ عمل کر رہا ہے پھر تو اس عمل کی جزا سے ملنے والا ہے۔ سو جس شخص کا نامۂ اعمال اسکے داہنے ہاتھ میں دیا گیا

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝٨ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ

تو اس سے آسان حساب لیا جائیگا۔ اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش

مَسْرُوْرًا ۝٩ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝١٠ فَسَوْفَ

واپس آئے گا۔ اور جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا تو وہ

يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝١١ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝١٢ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ

موت کو پکارے گا۔ اور وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ یہ وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال میں بیفکر

مَسْرُوْرًا ۝١٣ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝١٤ بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ

دلگن رہا کرتا تھا۔ اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ پلٹ کر نہیں جائے گا۔ ہاں نہ در جانا ہے بیشک اس کا رب اسکو

بِهٖ بَصِيْرًا ۝١٥ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝١٦ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝١٧

خوب دیکھ رہا تھا۔ سو میں شام کی سرخی کی۔ اور رات کی اور جن چیزوں کو رات سمیٹ لیتی ہے ان کی

سورۂ انشقاق مکی ہے اور یہ پچیس آیتیں ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۝ اس سورت میں بھی قیامت اور یوم مجازات کا ذکر فرمایا۔ چونکہ مجازات ایک اہم مسئلہ ہے اگر کوئی شخص مجازات کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ کسی قانون شریعت اور آسمانی مذہب کے کسی قانون کی پابندی نہیں کرسکتا۔ اس لئے قرآن اسی مسئلے کو مختلف عنوان سے بار بار بیان کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ جب آسمان پھٹ جائے (۱) اور اپنے پروردگار کا حکم سن لے اور وہ آسمان اسی لائق ہے ؛ یہ آسمان کا پھٹنا شاید اس وقت ہوگا جب بادلوں میں فرشتوں کا نزول ہوگا۔ جیساکہ سورۂ فرقان میں ہے ہوسکتا ہے کہ یہ پھٹنا پہلے نفخہ کا پھٹنا ہو اور ہوسکتا ہے کہ دوسرے نفخہ کے وقت پھٹنا واقع ہو بہرحال مطلب یہ ہے کہ جب حضرت حق جل مجدہٗ کا تکوینی حکم آسمان کو ہوگا تو وہ اسی وقت اس حکم کی تعمیل کرے گا۔ پھر فرمایا کہ آسمان نے کان لگا رکھے ہیں کہ کب حکم ہو اور کب پھٹ جاؤں۔ اذنت کے معنی سمعت ہوتے ہیں چنانچہ حکم ہوتے ہی پھٹ جائیگا اور آسمان کو مقہور اور مقدور ہونے کی وجہ سے لائق بھی یہی ہے کہ اپنے خالق و مالک کے حکم کے سامنے گردن جھکادے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا ارشاد ہے کہ آسمان کہکشاں کے مقام سے پھٹے گا واللہ اعلم (۲) اور جب زمین پھیلادی جائے (۳) اور جو کچھ اس میں ہے اسے وہ زمین نکال پھینکے اور خالی ہوجائے (۴) اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور وہ اسی لائق ہے (تو اس وقت آدمی سزا و جزا کو دیکھے گا) مطلب یہ ہے کہ زمین کو کھینچ کر بڑھادیا جائے اور زمین میں جو کچھ ہے وہ زمین اس کو باہر نکال دے۔ یعنی مُردے اور دفینے اور مختلف دھاتیں جو کانوں میں ہیں سب باہر نکال پھینکے اور زمین بالکل ایک صاف چٹیل میدان ہوجائے نہ کوئی پہاڑ نہ درخت اور نہ دریا کوئی آڑ باقی نہ رہے۔ غرض مخلوق کے کھڑے ہونے اور حساب وکتاب دینے کے لئے زمین کو بالکل ہموار کرکے پھیلادیا جائے گا اور زمین بھی اس حکم تکوینی کی تعمیل کے لئے کان لگائے ہوئے ہے جو حکم سنتے ہی حکم کو بجالائے گی اور زمین کو یہی لائق اور زیبا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لائے آگے جو فقرہ ہم نے خطوطِ وحدانی میں لکھا ہے وہ قائم مقام جزا کے ہے اگرچہ جزا میں بھی کئی قول ہیں بعض نے فملاقیہ اور بعض نے فاما من اوتی کو جزا قرار دیا ہے۔ ہم نے راجح قول کو اختیار کرلیا ہے۔ اذا وقعت ھذہ الامور کان من الاھوال ما تقصر عن بیانہ بہرحال زمین کو چمڑے اور ربڑ کی طرح کھینچکر ہموار کردیا جائے گا آسمان و زمین اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں خصوصی اہمیت رکھتے ہوئے اس قدر مطیع و منقاد ہیں کہ حکم پر کان لگائے ہوئے ہیں لیکن انسان باوجود کمزوری کے حق تعالیٰ کے احکام کی تعمیل سے غافل ہے آگے انسان کو خطاب ہے (۵) اے انسان تو اپنے پروردگار کے پاس جانیکے وقت تک پوری کوشش کے ساتھ عمل کر رہا ہے پھر تو اس عمل کی جزا سے ملنے والا ہے ؛ کدح کے معنی کسی چیز میں نہایت مشقت کے ساتھ کوشش کرنے کے ہیں عرب کا محاورہ ہے کدح جلدہٗ ۔ مطلب یہ ہے کہ مرنیکے وقت تک اے انسان تو ہر کام میں خواہ وہ اچھا ہو یا برا ہو پوری کوشش اور محنت کرتا ہے اور اس عمل میں پوری طرح جد و جہد کرتا ہے اور مرنے کے وقت تک تیری پوری کوشش جاری ہے بالآخر تو اس عمل کی جزا سے ملنے والا اور ملاقات کرنے والا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انسان سے مراد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور ملاقیہ کی ضمیر پروردگار کی طرف راجع ہو جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ لیکن صحیح اور راجح قول وہی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے۔ اب آگے جزائے اعمال کی تفصیل ہے۔ کیونکہ دنیا میں ہر شخص کی یہی حالت ہے کوئی نیک کام میں لگا ہوا ہے یا برے کام میں مشغول ہے (۶) پس جس شخص کا نامۂ اعمال اور لکھا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا (۷) سو اس سے آسان حساب لیا جائیگا (۸) اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش اور مسرور واپس آئے گا ؛ مطلب یہ ہے کہ حساب کتاب شروع ہونے کے وقت جس شخص کی کتاب اس کے داہنے ہاتھ میں دی گئی تو اس سے حساب یسیر یعنی آسان حساب لیا جائے گا اور چونکہ حساب یسیر علامت ہے دوزخ سے بچکر جنت میں داخل ہونیکی اس لئے وہ نہایت خوش اور ہنستا ہوا اپنے گھر والوں میں یعنی اپنے متعلقین کے پاس لوٹیگا حساب یسیر کی تفسیر احادیث میں ہے۔ کہ قیامت میں بعض بندہ اپنے نامۂ عمل کو دیکھ رہا ہوگا کہ ایک ندا سے اس کو نوازا جائے گا کہ بندے نے جو نیکیاں کیں وہ ہم نے قبول کرلیں۔ (باقی ضمیمہ میں)

مع ١٤

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ

اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم کو یقیناً ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔ تو ان

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ السجدۃ

منکروں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جائے تو یہ سجدہ نہیں کرتے۔

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

بلکہ یہ منکر قرآن کی اور اُلٹی تکذیب کرتے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو یہ لوگ دلوں میں

يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جمع کر رہے ہیں۔ سوائے پیغمبر آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دید یجئے۔ لیکن ہاں وہ لوگ جو ایمان

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ع

لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے تو ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونیوالا نہیں۔

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ بروج مکی ہے اور یہ بارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اور اُس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور حاضر ہونیوالے دن کی قسم

وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ

اور اُس دن کی قسم جس میں حاضری ہوتی ہے۔ کہ خندقوں والے ہلاک کئے گئے۔ جو خندقیں ایندھن والی

الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

آگ تھیں۔ جس وقت وہ خندق والے اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جو کچھ وہ مسلمانوں کیسا تھ کر رہے تھے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا

اسکو خود اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔ اور ان خندق والوں نے ان مسلمانوں میں بجز اس کے اور کوئی عیب نہیں پایا تھا

اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے یعنی بدر بن جائے (۱۸) ان مذکورہ چیزوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم لوگوں کو یقیناً ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے اور تم کو چڑھنا ہے سیڑھی پر سیڑھی ÷ اوپر کی آیتوں میں انسان کو باعتبار جنس خطاب فرمایا تھا یہاں اس جنس کے تمام افراد کو مخاطب بنایا۔ اور قسمیں کھا کر ارشاد فرمایا کہ تم کو ایک حالت پر ٹھہرنا نہیں ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر اور ایک کھنڈ سے دوسرے کھنڈ پر دنیوی نشیب و فراز اور چڑھاؤ اُتار سے گزر کر موت تک پہنچنا ہے۔ پھر عالم برزخ سے گزر کر میدان حشر ہے اور وہاں خدا جانے کتنے مختلف احوال سے گزرنا ہے آخر میں دوزخ یا جنت آخری ٹھکانا بننا ہے یہی حالت شفق کی ہے کہ شروع شروع روشنی رہتی ہے۔ پھر رات کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ اور وہ سب جان داروں کو سمیٹ لیتی ہے جو سڑکیں ان میں انسانوں سے کھچا کھچ بھری رہتی ہیں وہ رات کو خالی پڑی ہیں۔ جانور اپنے آشیانوں اور گھونسلوں میں گھس جاتے ہیں۔ چاند کی روشنی روز بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ چاند پورا ہو جاتا ہے۔ غرض جس طرح اس عالم میں مختلف حالات بدلتے رہتے ہیں اسی طرح تمام انسانوں کو مختلف حالات پیش آتے ہیں اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تم منتقل ہوتے رہتے ہو۔ گویا قاعدہ الٰہی یوں ہی جاری ہے۔ یہ مطلب ہے لترکبن طبقا عن طبق کا۔ رات شروع ہوتی ہے شفق سے یوم آخرت شروع ہوتا ہے موت سے۔ رات کو سب لوگ سو جاتے ہیں۔ عالم برزخ کو بھی ایسا ہی سمجھو۔ غرض انہی حالات کے ذکر کو قسم کے ساتھ مؤکد فرمایا اور تنبیہ کی کہ عالم آخرت کو فراموش نہ کرو اور اس کے لئے مستعد رہو حضرت عارف شیرازی فرماتے ہیں

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا!

حضرت عارف نے خوب فرمایا واقعی جنت اور دوزخ کی آخری قرارگاہ سے پہلے انسان کے لئے ٹھکانہ کہاں؟ (۱۹) سو ان منکرین قیامت کو کیا ہو گیا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے (۲۰) اور جب ان کے روبرو اور ان کے سامنے قرآن پڑھا جائے تو یہ سجدہ نہیں کرتے ÷ یعنی دین حق پر ایمان نہیں لاتے آخر ان کو کیا ہو گیا اور اگر ان کی عقل صحیح فیصلہ کرنے سے عاجز ہے تو قرآن سن کر تو سمجھیں اور خدا کے آگے جھکیں مگر ان کی حالت یہ ہے کہ قرآن سن کر بھی نہیں جھکتے اور عاجزی نہیں کرتے اور سجدے کی آیت کو سنکر مسلمان جس طرح سجدہ کرتے ہیں یہ سجدہ بھی نہیں کرتے اور عاجزی کا اظہار نہیں کرتے (۲۱) بلکہ یہ قرآن کی اور اُلٹی تکذیب کرتے ہیں ÷ یعنی ایمان تو کیا لائیں گے اور قرآن سن کر جھکتے تو کیا بلکہ یہ تو قرآن کو جھٹلاتے اور قرآن کی تکذیب کرتے ہیں (۲۲) اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو یہ تکذیب کا سامان دلوں میں جمع رکھتے ہیں ÷ یعنی جو اعمال بد کا ذخیرہ یہ جمع کرتے رہتے ہیں اور دلوں میں جو قرآن کی تکذیب کی تدابیر اور کفر و نفاق جمع رکھتے ہیں اُن سب کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (۲۳) سوائے پیغمبر آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دید یجئے اور خوش خبری سنا دیجئے ÷ یعنی ان کے اعمال کفریہ اور ان کی منکرانہ روش کی بنا پر انکو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ لفظ بشر تحکم کے طور پر استعمال کیا گیا ہے (۲۴) مگر ہاں وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے تو ان کے لئے ایسا اجر اور ایسا صلہ ہے جو کبھی ختم ہونیوالا نہیں ÷ یعنی نہ کبھی ختم ہونیوالا اور نہ کم ہونیوالا (۲۵) تم تفسیر سورۃ الانشقاق ۔ سورۃ البروج مکی ہے اور یہ بائیس آیتیں ہیں ÷ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۔ قسم ہے برجوں والے آسمان کی (۱) اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (۲) اور حاضر ہونیوالے دن کی قسم اور اس دن کی قسم جس میں حاضری ہوتی ہے ÷ اُس آسمان کی قسم جس میں برج ہیں برجوں سے مراد یا تو وہ مشہور بارہ برج ہیں جن کو علم ہیئت والوں نے بیان کیا ہے کہ آفتاب کی گردش کے باعث آسمان میں ایک دائرہ پیدا ہوتا ہے جس کو دائرۃ البروج کہتے ہیں۔ آفتاب اس دائرہ کو سال بھر میں پورا کرتا ہے اور جو ستارے ان بروج میں جمع ہوتے ہیں ان سے جو شکل پیدا ہوتی ہے ان کے نام یہ ہیں۔ حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔ ہم کہیں ان برجوں کے نام کسی دوسری جگہ بھی بتا چکے ہیں۔ یہ ایک فرضی تقسیم ہے۔ پھر ان برجوں کے خواص اور ان کے انقلابات وغیرہ پر مفسرین نے بڑی بحث کی ہے۔ خاص طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

(باقی ترجمہ میں)

اور یہ خندقوں والے ان مسلمانوں سے بدلا لیتے تھے مگر اس بات کا کہ وہ یقین لائے اللہ تعالیٰ پر جو بڑا زبردست اور جملہ صفات سے متصف ہے تقمہ کے اصل معنی عیب لگانے کے ہیں۔ اور زبردست آدمی جب کوئی عیب لگاتا ہے تو ظاہر ہے کہ اُس عیب کی پاداش میں سزا دیتا اور بدلا لیا کرتا ہے۔ اس لئے ہم نے ترجمے اور تیسیر میں فرق کر دیا ہے۔ بہرحال ان ظالموں نے مسلمانوں میں سوائے اس کے کوئی عیب نہیں پایا کہ وہ اُس اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے جو کمال قوت کا مالک اور تمام خوبیوں سے متصف اور تمام صفات محمودہ سے سراہا گیا ہے۔ حالانکہ نہ یہ کوئی عیب ہے اور نہ اللہ پر ایمان لانا کسی بدلے کا موجب ہے۔ یہ بدلا لینا محض ظلم اور زبردستی اور دھینگا دھانگی ہے۔ چنانچہ اس کی پاداش دنیا میں بھی پائی اور آخرت میں بھی پائیں گے۔ اس قصے کا ذکر فرمانا مسلمانوں کی تسلی کا موجب ہے۔ نیز انکا کسی بے وجہ پر مبتلا کر مسلمانوں کو سزا دلوانا اُن کے سخت ظالم اور بے رحم ہونے پر دلالت کرتا ہے اسی لئے ہلاک کئے گئے (۸) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اُسی کی ہے اور اللہ تعالیٰ

بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو بڑا زبردست اور جملہ صفات سے متصف ہے۔ وہ ایسا ہے کہ آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب مطلع ہے۔ جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ

عورتوں کو ایذا پہونچائی پھر توبہ نہ کی تو اُن کے لئے دوزخ کا

جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

عذاب ہے اور نیز ان کے لئے سخت جلنے کا عذاب ہے۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ

اور وہ نیک اعمال کے پابند رہے تو اُن کیلئے وہ باغ ہونگے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾ ۭ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ ۭ

یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ بے شک آپ کے رب کی گرفت بڑی ہی سخت ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ۙ

بیشک وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارا بھی پیدا کرے گا۔ اور وہی بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ ۙ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ ۭ هَلْ

عرش کا مالک بڑی شان والا ہے۔ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے۔ اے پیغمبر

اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ ۙ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ ۭ بَلِ

بھلا آپ کو ان لشکروں کا واقعہ بھی پہنچا ہے۔ وہ جو فرعون اور ثمود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ ۙ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ

کافر تو تکذیب کرنے اور جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان منکروں کو ہر طرف سے

مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ ۚ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ ع

گھیر رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک باعظمت قرآن ہے۔ جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

ہر چیز پر مطلع اور ہر چیز سے خوب واقف ہے ؛ یعنی ایسے مالک الملوک پر ایمان لانا نہ کوئی عیب ہے نہ کوئی جرم پھر جو اُن کو سزا دی تو یہ لوگ دنیا میں بھی ہلاک ہوئے اور آخرت میں بھی عذاب کے مستحق ہونگے آگے ان لوگوں کے لئے عام وعید ہے جو مسلمانوں پر ظلم کرنے کے خوگر ہیں (۹) بلاشبہ جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایذا پہونچائی پھر ظلم سے توبہ نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور نیز ان کے لئے سخت جلنے کا عذاب ہے ؛ یعنی اصحٰب اخدود پر کیا موقوف ہے جو بھی مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایذا پہونچائیں گے اور ان کو اسلام سے بھلائیں گے اور ان کو آزمائش اور امتحان میں مبتلا کریں گے اور پھر توبہ بھی نہیں کریں گے تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور اُن کے لئے سخت سوزش اور جلنے کا عذاب ہے چونکہ دوزخ میں کئی قسم کے عذاب ہیں ان میں جلنے کا بھی ہے اسلئے آگ سے جلنے کے عذاب کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ زمہریر کا عذاب۔ سانپ بچھو کا عذاب طوق سلاسل کا عذاب وغیرہ وغیرہ۔ یہ وعید کفار مکہ کو سنائی کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کو انواع و اقسام کی تکالیف پہونچاتے تھے۔ اور خاص طور پر ان کو اسلام سے برگشتہ کرنیکی کوشش کیا کرتے تھے یہاں تک ظالموں کے حق میں فرمایا آگے مسلمانوں کا ذکر فرمایا (۱۰) البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کے پابند رہے تو ان کے لئے ایسے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی یہ بڑی کامیابی اور بڑی مراد ملنی ہے ؛ یعنی بہشت کے باغ عنایت ہونگے جن میں نہریں بہتی ہوں گی (۱۱) بیشک آپکے پروردگار کی پکڑ اور گرفت بڑی ہی سخت ہے ؛ اسی لئے منکروں کی سخت گرفت کرتا ہے اور ان کو سخت عذاب دیتا ہے (۱۲) بیشک وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارا بھی پیدا کرے گا ؛ یعنی جس کو اس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا اس کا اعادہ بھی کر سکتا ہے۔ پس قیامت کا واقع ہونا اور منکروں کو سزا ملنی یقینی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے دنیا اور آخرت کا عذاب مراد ہو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی دنیا کا عذاب اور آخرت کا ۱۲ خلاصہ یہ کہ جو دنیا میں گرفت کر سکتا ہے وہی آخرت میں بھی گرفت کرے گا (۱۳) اور وہی بڑا بخشنے والا

ع ۲۲ / ۱ / ۱۰

بڑی محبت کرنیوالا ہے (۱۴) اور عرش کا مالک اور بڑی شان والا ہے (۱۵) اور جو چاہتا ہے وہ کر گزرتا ہے ؛ اوپر کی آیتوں میں کفار کو تنبیہ اور ان کے لئے وعید تھی وھو الغفور سے مسلمانوں کو بشارت ہے۔ کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے کسی عاجزی کرنیوالے اور توبہ کرنے والے کو واپس نہیں کرتا اور کوئی اس کی بارگاہ سے محروم نہیں جاتا وہ عرش کا مالک اور بڑی شان والا ہے۔ ہر مظلوم کی سنتا ہے اور عبادت گزار کو صلہ عطا فرماتا ہے۔ پھر مالک و مختار ہے۔ اپنی حکمت و مصلحت کے موافق جو کرنا چاہتا ہے وہ کر ڈالتا ہے اس کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ بہرحال یہ تمام آیتیں خوف و رجا کا مجموعہ ہیں نہ اسکی بخشش پر مغرور ہونا چاہئے نہ اس کی پکڑ اور اُس کے انتقام سے بے خوف ہونا چاہئے بلکہ ہمیشہ اس کے جاہ و جلال اور اس کی رحمت پر نظر رکھنی چاہئے اور خوف کیساتھ رجا اور رجا کے ساتھ خوف دونوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎ فضل او دل نواز غم خواراں × عدل او سینہ سوز جباراں - آگے مومنین کی تسلی کے لئے چند سرا پا قہر گناہگاروں کا ذکر فرماتے ہیں (۱۶) (باقی ضمیمہ میں)

سُورۃ طارق مکی ہے اور یہ سترہ آیتیں ہیں ⁂ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۝ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب آں حضرتؐ کے مکان میں تشریف لائے آپؐ نے ان کی تواضع کے طور پر اُن کے سامنے دُودھ اور روٹی پیش کی ابوطالب کچھ کھا رہے تھے کہ اتنی دیر میں ایک بہت تیز روشنی ہوئی ابوطالب نے گھبرا کر دریافت کیا اے محمدؐ یہ کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ ایک تارا ہے جو آسمان کے محافظ فرشتوں نے شیاطین پر پھینکا ہے۔ اس واقعہ کے تھوڑی دیر کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام سورہ طارق لیکر نازل ہوئے اور حضورؐ کو یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے رات میں ظاہر ہونیوالے کی (۱) اور اے پیغمبر آپ کو کیا معلوم کہ وہ رات میں ظاہر ہونیوالی کیا چیز ہے (۲) وہ روشن ستارہ ہے (۳) کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی نگہبان مقرر نہ ہو ⁂ طارق کے معنی اصل میں کوٹنے والے کے ہیں۔ پھر اس شخص پر بولا جانے لگا جو رات میں آکر دروازہ کھٹکھٹائے پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے ہر اُس حادثے کو کہنے لگے جو رات میں پیش آئے۔ رات کے تخلیہ میں عشوق کے جو خیالات دل میں اور دماغ میں آتے ہیں ان کو بھی طارق کہنے لگے بہرحال یہاں طارق سے مراد وہ ستارہ ہے جو رات کو روشن اور بلند نظر آتا ہے۔ اس سورت میں بھی مسئلہ معاد اور قیامت اور بعث کا ذکر کرنا مقصود ہے اس لئے اسی کی مناسبت سے قسمیں کھا کر فرماتے ہیں۔ قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے طارق کی یعنی جو رات کے اندھیرے میں ظاہر ہونیوالا ہے اس کی وضاحت فرمائی اے پیغمبر آپ کو کیا معلوم ہے کہ وہ طارق کیا ہے وہ ایک روشن ستارہ ہے جو اپنے وقت مقررہ پر ظاہر ہوتا ہے کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی نگہبان مقرر نہ ہو۔ یعنی ہر شخص پر نگہبان موجود ہے۔ خواہ کراماً کاتبین مراد ہوں یا وہ فرشتے مراد ہوں جو انسان کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ رعد میں گذر چکا ہے۔ لہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس حافظ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ وہی سب کا محافظ اور سب کا نگہبان ہے۔ ان اللہ کان علیکم رقیباً لفظ علی اس معنی کا موید ہے کیونکہ لفظ علی متضمن ہے تفوق اور مہیمنت کو۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے وقت پر نمایاں ہوتی ہے اور ہر چیز اپنی اپنی جگہ محفوظ ہے۔ لہٰذا قیامت بھی اپنے وقت پر ظاہر ہوگی اور جب قیامت کا آنا یقینی ہے تو اس پر غور و فکر کرنا چاہیئے اور اس کے دلائل کو سمجھنا اور سمجھ کر وقوعِ قیامت کا یقین کرنا چاہیئے (۴) سو انسان کو اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے (۵) وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے بنایا گیا ہے (۶) جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے ⁂ اچھلتا ہوا پانی فرمایا نطفے کو جو مرد کے بدن سے کود کر نکلتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے جو پیٹھ اور ترائب سے نکلتا ہے بعض مفسرین نے صرف مرد کی منی مراد لی ہے اور بعض نے صلب سے مرد کا مادۂ منویہ لیا ہے اور ترائب سے مراد عورت کا مادۂ منویہ لیا ہے۔ کیونکہ ترائب جو تریبۃ کی جمع ہے عورت کے سینے کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ جو لوگ مرد اور عورت دونوں کا مادہ کہتے ہیں وہ دونوں جگہ دفق کے قائل ہیں مرد میں زیادہ اور عورت میں کم۔

سُوْرَۃُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ طارق مکی ہے اور یہ سترہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۝

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ②

قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے رات میں ظاہر ہونیوالے کی۔ اور اے پیغمبر آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ رات میں ظاہر ہونیوالی چیز کیا ہے

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا

وہ روشن ستارہ ہے۔ کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی نگہبان

حَافِظٌ ④ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنْ

مقرر نہ ہو۔ سو انسان کو اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے۔ وہ ایک اچھلتے ہوئے

مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦

پانی سے بنایا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا لَهٗ

بیشک خدا تعالیٰ اس انسان کے پھیر لانے یعنی دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ جس دن تمام پوشیدہ بھید آشکارا ہو جائیں گے۔ اس دن تو انسان

مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪

کو خود کوئی زور ہوگا اور نہ اس کی کوئی مدد کرنیوالا ہوگا۔ قسم ہے بارش والے آسمان کی

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬

اور قسم ہے زمین کی جو پھٹ جاتی ہے یعنی دانہ پھوٹتے وقت۔ کہ یہ قرآن دو ٹوک فیصلہ کرنیوالا کلام ہے۔

وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ⑮ وَّاَكِيْدُ

اور وہ کوئی لغو اور بیہودہ چیز نہیں ہے۔ بیشک منکرین حق مختلف چالیں چل رہے ہیں۔ اور میں بھی ان کی چالوں کے

كَيْدًا ⑯ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ⑰

مختلف توڑ کر رہا ہوں۔ سو اے نبی آپ ان کو مہلت دیجئے ان کو اور تھوڑے دنوں چھوڑ دیجئے

ع ۱ ۱۷ ۱۱

منزل ۷

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہتے ہیں مرد کی منی آتی ہے پیٹھ سے اور عورت کی چھاتی سے ۱۲ دافق کو مفرد شاید اس لئے لائے کہ دونوں کے نطفے مل کر ایک ہی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔ حضرت حق تعالیٰ یہاں انسان کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دیکھ جس پانی سے تو بنا ہے وہ کن دشوار گزار اور سنگلاخ راستوں سے اور رگوں سے گزر کر یہاں تک یعنی عورت کے رحم تک پہونچا ہے یا یوں سمجھو کہ نطفہ یا منی شریانی خون سے بنتی ہے اور شریان کا مخرج دل ہے اور دل صلب و ترائب کے مابین واقع ہے۔ بہرحال قرآن کو یہاں کوئی طب کا مسئلہ بیان کرنا نہیں ہے۔ جو یہ اعتراض کیا جائے کہ منی تمام بدن کا نچوڑ ہے اور اس کا مرکز دماغ ہے وغیرہ وغیرہ جن مقامات کا ذکر قرآن نے کیا ہے ان دونوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ دونوں مقام یعنی پیٹھ اور سینہ تمام جسم انسان سے کنایہ ہیں اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو پھر کوئی شبہ نہیں رہتا اور اگر یہ بات نہ ہو تب بھی نخاع یعنی حرام مغز اس کی بہت سی شاخیں مقدم بدن کی طرف آئی ہوئی ہیں۔ اور یہ دونوں مقام اس مادے کی جو دماغ سے چلتا ہے قابلِ ذکر گزرگاہ ہیں۔ بتانا یہ مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ جسم انسانی کے نچوڑ سے آدمی کو پیدا کرتا ہے اور ایک پانی کے قطرے کو

سورۂ اعلیٰ مکی ہے اور یہ اُنیس آیتیں ہیں ﴿ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ﴿ اے پیغمبر آپ اپنے بلند اور سب سے بالا پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجئے (۱) جس نے بنایا سو ٹھیک بنایا (۲) اور وہ جس نے اندازہ کیا پھر راہ دکھائی (۳) اور وہ جس نے چارہ نکالا (۴) پھر اسکو خشک و سیاہ کوڑا کر دیا ﴿ اس پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجئے جو سب سے بلند و بالا ہے نام سے مراد یا تو حضرت حق جلّ مجدہٗ کی ذات مراد ہے جیسا کہ عرب کا قاعدہ ہے اور اکثر مفسرین نے یہی معنی کئے ہیں کہ اس کی ذات کو ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک و منزہ سمجھئے۔ اور مسلمانوں کو بھی اسکی ہدایت فرمائیے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کو منزہ سمجھیں اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کریں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجعلوھا فی سجودکم۔ یعنی سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرو جیسا کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنے کا حکم دیا۔ اور اگر یہاں اسم سے ذات مراد نہ لی جائے تب بھی یہ مطلب ہوگا کہ اس کے نام کو شرک کی آلودگی اور بتوں کے نام کی نجاست سے پاک اور منزہ رکھئے۔ جس نے ہر چیز کو بنایا۔ پھر ٹھیک بنایا یعنی ہر جان دار کو اس کے مناسب اور معتدل اعضا عطا فرمائے۔ اور جس نے جان داروں کیلئے مناسب چیزوں کا اندازہ لگایا پھر ان کو راہ بتائی۔ یعنی ہر جاندار کیلئے ایک خاص قسم کا رزق تجویز کیا اور اس کے حاصل کرنے کا راستہ بتایا۔ یا رحم کی مدت مقرر کی پھر اس سے نکلنے کا راستہ بتایا۔ یا سعادت و شقاوت کا اندازہ لگایا۔ پھر ہر ایک کو اس تجویز کے موافق رستہ دکھایا اور ہر حیوان کیلئے وہ چیز مقرر کی جس کا وہ محتاج ہے پھر ان حیوانات کی اُس چیز کیلئے رہنمائی فرمائی یا ہر شخص کے لئے کمال اور ترقی کا ایک اندازہ لگا پھر اس کے حصول کی راہ بتائی۔ غرض بہت سے معنی مفسرین نے کئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قدرت ہر چیز کیلئے جو اندازہ اور جو تجویز کرتی ہے۔ اس کے حصول کی راہ بتا دیتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اوّل تقدیر لکھی پھر اسی کے موافق دنیا میں لایا ۱۲ اسی سلسلے میں فرمایا وہ پروردگار وہ ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے وہ چیزیں پیدا کیں جو جانور اور چوپائے چرتے ہیں۔ یعنی جانوروں کیلئے چارہ نکالا۔ پھر سردی اور گرمی کے اثرات سے اس کی رطوبت کو خشک کر دیا اور وہ سبزی خشک ہو کر سیاہ ہو گئی۔ جیسا کہ سبزرنگ کا قاعدہ ہے۔ بہرحال حضرت حق تعالیٰ کی الوہیت اور ان کے وجود پر استدلال کا یہ طریقہ ملت ابراہیمی میں رائج ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کے سامنے فرمایا۔ الذی خلقنی فھو یھدین۔ حضرت موسیٰ نے فرعون کے جواب میں کہا ربنا الذی اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا والذی قدر فھدی۔ اور یہ جو فرمایا فجعلہ غثاءً احوی اس کے متعلق بعض اہل اشارات نے فرمایا ہے کہ اس میں اس عالم کی بے ثباتی اور دنیوی زندگی کی ناپائیداری کو ظاہر فرمایا کہ جس طرح سبز چارے کو خشک کر دیتا ہے۔ اسی طرح دنیوی نعمات اور یہاں کی ہری بھری زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔ غثاء اُس کوڑے کو کہتے ہیں جو سیلاب کے زمانہ میں پانی کے اوپر بہتا ہے اور پانی کے جذب ہو جانے کے بعد ہوا میں اُڑتا پھرتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ جانوروں کے چارے کو خشک کر دیتا ہے تاکہ تم اس کو ذخیرہ کر سکو۔ جیسا کہ سوکھی ہوئی گھاس کو ذخیرہ کیا جاتا ہے اور لاکھوں گانٹھیں ادھر سے اُدھر بھیجی جاتی ہیں (۵) ہم آپ کو قرآن پڑھا دیا کریں گے پھر آپ اس کو نہیں بھولیں گے ﴿ یعنی جس قدر قرآن ہم آپ پر نازل کرتے ہیں ہم اس کو یاد کرا دیں گے پھر آپ اس کو نہیں بھولیں گے۔ یہ شاید حضور کو مشقت سے بچانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ سورۂ قیامت میں گزر چکا ہے کہ آپ بھول جانے کے خوف سے جلدی جلدی پڑھتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ ہم آپ کو پڑھا دیں گے یعنی یاد کرا دیں گے اور پھر آپ بھولیں گے نہیں۔ یہاں شاید اس لئے ذکر فرمایا کہ چونکہ دین کی تبلیغ مقصود ہے اور اوپر دین حنیف کا خلاصہ بیان فرمایا اس لئے تبلیغ کے سلسلے میں قرآن کی طرف سے اطمینان دلا دیا کہ جو قرآن کا حصہ ہم آپ کو یاد کرا دیں گے آپ اُس کو فراموش نہیں کریں گے اور بھولیں گے نہیں (۶) مگر ہاں جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ ہر ظاہر و پوشیدہ کو جانتا ہے ﴿ یعنی جن آیات یا جس حصے کو منسوخ کرنا مقصود ہو اس کو بھلا دینا اُس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا۔ اس پر وہاں ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔ اور نسخ کے معنی بھی بتا چکے ہیں۔ کہ کسی حکم کی مدت پوری ہو جانے کا نام نسخ ہے اسی کو حکم کا رفع ہو جانا بھی کہتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی حکم کو (باقی ضمیمہ میں)

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ اعلیٰ مکی ہے اور یہ انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۲﴾

اے نبی آپ اپنے بلند و برتر پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجئے جس نے بنایا سو ٹھیک بنایا۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ﴿۳﴾ وَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿۴﴾

اور وہ جس نے اندازہ کیا پھر رہنمائی فرمائی۔ اور وہ جس نے چارہ نکالا۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴿۵﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ﴿۶﴾ اِلَّا

پھر اس کو خشک و سیاہ کوڑا کر دیا۔ ہم آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ اس کو نہیں بھولیں گے۔ مگر

مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰى ﴿۷﴾ وَنُیَسِّرُكَ

ہاں جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔ اور ہم اس دین کے لئے آپ کو

لِلْیُسْرٰى ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿۹﴾ سَیَذَّكَّرُ

آسانیاں بہم پہنچائیں گے۔ سو اگر نصیحت کرنا کچھ مفید ہو تو آپ نصیحت کرتے رہئے۔ وہی شخص جلدی نصیحت

مَنْ یَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِیْ یَصْلَى

قبول کرتا ہے جو ڈرتا ہے۔ اور جو بڑا بدبخت ہو وہی اس نصیحت سے دور بھاگتا ہے۔ وہ جو بڑی آگ میں

النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ

داخل ہوگا۔ پھر وہ اس آگ میں نہ مرے گا اور نہ جئے گا۔ یقیناً

اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ

وہ شخص بامراد کو پہنچا جو پاک ہوا۔ اور وہ اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا۔ بلکہ تم لوگ

الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا

حقیقت یہ ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ بلا شبہ یہ

بلاشبہ یہ مضامین گزشتہ صحیفوں میں بھی موجود اور مندرج ہیں (۱۸) جو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفے ہیں ؛ یعنی قد افلح من تزکیٰ سے لیکر خیر و ابقیٰ تک صرف قرآن ہی کا دعویٰ اور مضمون نہیں بلکہ پہلے اوراق اور گزشتہ صحائف میں بھی یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے ان صحائف سے مراد حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحائف ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی ایسی چیز بھی نازل فرمائی ہے جس کا سابقہ صحائف میں ذکر ہو۔ آپ نے فرمایا قد افلح من تزکی سے پڑھ یہاں تک کہ انھوں نے آخر آیت تک پڑھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ آپ عام طریقہ سے وتروں میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ کافرون اور سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔ (۱۹) تم تفسیر سورۃ الاعلیٰ ؛ سورۂ غاشیہ مکی ہے اور یہ چھبیس آیتیں ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ؛ اے پیغمبر کیا آپ کو اس عام طور پر ڈھانک لینے والی مصیبت کی خبر پہنچی ہے ؛ غاشیہ ایک ایسے واہیہ اور واقعۂ ہائلہ کو کہتے ہیں جس کا اثر عام اور محیط ہو۔ مراد اس سے قیامت ہے۔ استفہام بغرض اہتمام ہے کہ وہ چیز نہایت اہم ہے۔ آگے اس کی تفصیل ہے۔ غاشیہ اس آگ کو بھی کہتے ہیں ؛ جو منکروں کے منھوں کو ڈھانک لے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس غاشیہ سے مراد اہل دوزخ ہوں جنکی کثرت اور جن کا اژدہام دوزخ کو ڈھانک لے گا۔ پہلا قول زیادہ صحیح اور راجح ہے (۱) بہت سے چہرے اس دن ذلیل و خوار (۲) مشقتیں جھیلنے ماندہ اور خستہ ہوں گے ؛ یعنی چہروں کی حالت یہ ہوگی کہ ذلیل و خوار ہوں گے چہروں پر تعب اور مشقتوں اور محنتوں کے آثار نمایاں ہوں گے اور ماندگی اور خستگی اور تھکاوٹ ظاہر ہو رہی ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی مصیبت چہروں سے ظاہر ہو رہی ہوگی (۳) نہایت تیز آگ میں داخل ہوں گے ؛ حامیہ اُس آگ کو کہتے ہیں جس میں انتہائی درجہ کی حرارت اور سوزش ہو (۴) وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے ؛ یہ شاید اُسی گرم پانی کا چشمہ ہوگا جسکو دوسری جگہ حمیم فرمایا ہے (۵) ان لوگوں کو وہاں سوائے اُس خاردار درخت کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا (۶) جو نہ جسم کو فربہ اور موٹا کرے اور نہ بھوک کو دفع کرے ؛ ضریع ایک درخت ہے جس کو قریش شبرق کہتے ہیں جب تک یہ ہرا رہتا ہے اونٹ اسکو کھاتا ہے۔ لیکن خشک ہو جانیکے بعد کوئی جانور اس کے پاس نہیں پھٹکتا۔ نہایت بدبودار اور کڑوا۔ غذا جو جزو بدن ہو کر جسم کو موٹا کرتی ہے اور بھوک سے بے نیاز کرتی ہے وہ بات اس غذا میں بالکل مفقود ہوگی۔ یعنی نہ تو لگے ہی گی اور نہ بھوک ہی ختم ہوگی۔ زقوم اور غسلین جس کا ذکر اور جگہ آیا ہے۔ وہ اس کے منافی نہیں شاید بعض کو یہ غذا اور بعض کو وہ غذا دیجائیگی اور مقصود تو اصل میں مرغوب اور لذیذ غذا کی نفی ہے۔ یہ تمام اوصاف دین حق کے منکروں کے بتائے۔ کہ جہنم میں ان کی یہ حالت ہوگی چہروں سے چہرے والے مراد ہیں۔ جہنم کی مشقت مثلاً بیڑیوں ہتکڑیوں کا بوجھ۔ پہاڑوں پر چڑھنا اور اترنا۔ میدانِ حشر کی پریشانیاں۔ یہ سب باتیں ان کے چہروں سے ظاہر ہوں گی اب آگے اہلِ جنت کا ذکر فرماتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کافر جو دنیا میں ریاضت کرتے ہیں کچھ قبول نہیں پڑتی ۱۲ خلاصہ یہ کہ دینِ حق کو نظر انداز کر کے جو محنت کی جائے اور ریاضت کی جائے وہ غیر مقبول ہے (۷) بہت سے چہرے اس دن پُر رونق

ع ۱۹ ۱ ۱۲

لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٨﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾

مضامین گزشتہ صحیفوں میں بھی موجود ہیں۔ جو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفے ہیں

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَعِشْرُونَ آيَةً

سورۂ غاشیہ مکی ہے اور یہ چھبیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾

کیا آپ کو اس عام طور پر ڈھانک لینے والی کی بھی کوئی خبر پہنچی ہے یعنی قیامت کی۔ بہت سے چہرے اس دن ذلیل و خوار

عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ

مشقتیں جھیلنے اور درماندہ ہوں گے۔ انتہائی تیز آگ میں داخل ہوں گے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے کا پانی

آنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ﴿٦﴾ لَا يُسْمِنُ وَلَا

پلائے جائیں گے۔ اُن کو وہاں بجز اس خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا۔ جو نہ جسم کو موٹا کرے اور نہ

يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ﴿٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾

بھوک کو دفع کرے۔ بہت سے چہرے اس دن پُر رونق اور اپنے اعمال کی بدولت خوش ہوں گے۔

فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيهَا عَيْنٌ

وہ عالی شان باغ میں ہوں گے۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔ اس باغ میں چشمے

جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾ وَ

بہ رہے ہوں گے۔ اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔ اور آب خورے رکھے ہوں گے۔ اور

نَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾ أَفَلَا يَنْظُرُونَ

گاؤ تکیے برابر برابر لگے ہوئے ہوں گے۔ اور مخملی چھوٹی چھوٹی مسندیں پھیلی ہوئی ہوں گی۔ تو کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف

إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَ

نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح بنائے گئے ہیں۔ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔ اور

وقف لازم

(۸) اپنی کمائی اور اپنے اعمال کی بدولت خوش اور راضی ہوں گے (۹) وہ عالی شان باغ میں ہوں گے یعنی جنت میں (۱۰) اس باغ یعنی بہشت میں کوئی بیہودہ اور لغو بات نہیں سنیں گے (۱۱) اس باغ میں چشمے بہ رہے ہوں گے (۱۲) اس جنت میں اونچے اور بلند تخت ہوں گے (۱۳) اور آب خورے رکھے ہوں گے (۱۴) اور گاؤ تکیے برابر برابر لگے ہوئے ہوں گے (۱۵) اور مخملی چھوٹی چھوٹی مسندیں پھیلی ہوئی ہوں گی ؛ یعنی جو لوگ مومن تھے اور نیک عمل کیا کرتے تھے اُن کے چہروں پر ترو تازگی اور رونق ہوگی اور ان کے اعمال کا جو ثواب اور اجر ان کو ملے گا اُس کی وجہ سے خوش اور راضی ہوں گے۔ ان دو جملوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اجمالی حالت اور ان کے ثواب کا ذکر فرمایا اس کے بعد تفصیل ثواب اور جنت کا ذکر کیا کہ یہ لوگ بہشت بریں میں ہوں گے وہ جنت بہت بلند ہوگی۔ یعنی یا تو عمارت بہت بلند ہوگی یا یہ مطلب کہ وہ مرتبے کے اعتبار سے بہت بلند ہے۔ اس جنت میں کوئی لغو اور بیہودہ بات نہیں سنیں گے۔ لغو سے مراد یا تو سب و شتم۔ بہتان اور کفر ہے۔ یا گالی گلوچ مراد ہے غرض یہ کہ جنت میں کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے

(باقی ضمیمہ میں)

اور پہاڑوں کی طرف کر وہ کس طرح قائم کئے گئے ہیں (۱۹) اور زمین کی طرف کر وہ کیسی صاف بچھائی گئی ؛ مطلب یہ ہے کہ کیا اونٹ کی ساخت آسمان کی بلندی اور بغیر کسی سہارے کے اُس کا قیام۔ اور پہاڑوں کا زمین میں قائم کرنا۔ اور اسی طرح زمین کو فرش کی طرح بچھانا کہ لوگ اس پر بود و باش اور رہنا سہنا اختیار کر سکیں حالانکہ وہ گول ہے لیکن اس کی پہنائی کو اس طرح قائم کیا کہ کروڑوں بلکہ اربوں مخلوق اس پر رہتی ہے۔ ریلیں چلتی ہیں۔ یہ تمام قدرت کی نیرنگیاں اس پر دال نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد زندہ کر دے اور ایک اور عالم جس کو عالم آخرت کہتے ہیں قائم کر دے۔ اونٹ کا ذکر شاید اس لئے فرمایا کہ اس کا کھانا پینا۔ گرم ریت میں چلنا اور لوؤں میں پھرنا یہ سب اور دوزخیوں سے ملتے جلتے ہیں اور اس کے منافع اور فائدے اہل جنت سے مناسبت رکھتے ہیں۔ سواری کے بیٹھتے وقت اور سامان لادنے کے وقت اس کا بیٹھ جانا اور پھر کھڑے ہو جانا ان تختوں کی مانند ہے جو اہل جنت کے بیٹھتے وقت جھک جائیں گے اور بیٹھنے کے بعد اونچے ہو جائیں گے۔ اس کے چاروں تھن دودھ سے بھرے ہوئے آب خورے ہیں گردن کے بال جلا کر بنتے ہوئے خون پر رکھنے سے خون بند ہو جاتا ہے غرض اس کے بے شمار منافع اور فوائد ہیں۔ اس کی اون اور پشم سے جو چیزیں بنائی جاتی ہیں وہ بھی ظاہر ہیں جب اس پر سوار ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک کشتی پر بیٹھے ہوئے جا رہے ہیں اس لئے شاید اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ جنت کی بلندی اور اس کے عالیشان ہونے کی مناسبت سے آسمان کی رفعت کا ذکر فرمایا آسمان کے تاروں کو آب خوروں سے بہت زیادہ مناسبت ہے۔ اسی طرح پہاڑ اور زمین کو چشموں کے جاری ہونے سے بڑی مناسبت ہے بہرحال علاوہ قدرت کی زبردست نشانیوں کے اہل جنت کے ساتھ ان چیزوں کو ایک خاص مناسبت ہے شاید اسلئے ان کا ذکر فرمایا تاکہ منکرین بعث اور دار آخرت کے منکران چیزوں پر غور کریں اس سلسلے میں مزید تفصیل دیکھنی ہو تو تفسیر عزیزی ملاحظہ کریں (۲۰) سوائے پیغمبر آپ تو انکو نصیحت کر دیا کیجئے۔ سوائے اس کے نہیں کہ آپ تو نصیحت کنندہ اور تذکیر کرنیوالے ہیں ؛ یعنی اگر منکر قیامت کے قائل نہیں ہوتے اور دین حق کو نہیں مانتے تو آپ اس سے نہ تو غمگین ہوں اور نہ کوئی فکر کریں آپ ان کو نصیحت کرتے رہئے اور ڈراتے رہئے۔ کیونکہ آپ کا کام تو یہی تبلیغ۔ تذکیر اور انذار ہے۔ لہذا انکو سمجھا دیا کیجئے اور بس (۲۱) اے پیغمبر آپ ان پر کوئی داروغہ اور مسلط اور حافظ اور قائم اور جبار نہیں ہیں ؛ یعنی آپ کو اس کی اجازت نہیں کہ آپ ان کو زبردستی مار مار کر مسلمان بنائیں اور اسلام لانے پر مجبور کریں (۲۲) ہاں مگر جو شخص روگردانی کرے گا اور کفر و نافرمانی کا ارتکاب کرے گا (۲۳) تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عذاب کرے گا جو بہت بڑا عذاب ہے ؛ ایسا شخص دائمی عذاب میں رکھا جائے گا۔ اور آخرت میں اس کو ایسا عذاب کیا جائے گا جو بہت بڑا عذاب ہوگا (۲۴) کیوں کہ ان کی بازگشت اور واپسی ہماری طرف ہے۔ پھر ہمارے ہی ذمہ اُن کا حساب لینا ہے۔ ؛ یعنی ان کی واپسی موت اور بعث کے بعد ہماری طرف ہے اور ہمارے سوا اور کسی کے پاس ان کی بازگشت نہیں ہے۔ پھر ان کا حساب لینا بھی ہمارا ہی کام ہے ہمارے سوا اور کوئی حساب نہیں لے سکتا۔ ہم ہر چھوٹی بڑی چیز اور ان کی نیت اور ان کے اعمال کا حساب ان سے لیں گے۔ دکفی بنا حاسبین (۲۶) اللھم حاسبنی حسابا یسیرا مصیطر کو بعض قرائے صاد سے اور بعض نے سین سے پڑھا ہے

تم تفسیر سورۃ الغاشیۃ ؛

اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ

پہاڑوں کی طرف کر وہ کس طرح قائم کئے گئے ہیں۔ اور زمین کی طرف کر وہ کیسی

سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ

بچھائی گئی ہے۔ لہذا آپ تو نصیحت کر دیا کیجئے بس آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر کوئی داروغہ

بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ

مقرر نہیں ہیں۔ ہاں مگر جو شخص روگردانی اور کفر کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ سزا دیگا جو بہت

الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

بڑی سزا ہے۔ بیشک ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔ پھر ہمارے ہی ذمہ ان سب کا حساب لینا ہے

ع ۱ / ۲۶ / ۱۴

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورۂ فجر مکی ہے اور یہ تیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا

فجر کی قسم۔ اور دس راتوں کی قسم۔ اور جفت کی قسم اور طاق کی قسم۔ اور رات کی قسم جب وہ

يَسْرِ ﴿۴﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿۵﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ

رخصت ہونے لگے۔ کیا ان قسموں میں جو میں نے کھائی ہیں ایک صاحب عقل کیلئے کافی قسم نہیں ہے۔ اے پیغمبر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے

فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ

قوم عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جو ارم کہلاتے تھے بڑے بڑے ستونوں والے۔ کہ اس جیسا کوئی شہر

مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿۸﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾

شہروں میں نہیں بنایا گیا۔ اور ثمود کے ساتھ کیسا سلوک کیا جو وادی قریٰ میں پہاڑوں کے پتھر تراشا کرتے تھے یعنی گھر بنایا کرتے

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾

اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ ان سبھوں نے مختلف ممالک میں بڑا سر اٹھا رکھا تھا

سورۂ فجر مکی ہے اور یہ تیس آیتیں ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٥ فجر کے وقت کی قسم (۱) اور دس راتوں کی قسم (۲) اور جفت کی قسم اور طاق کی قسم (۳) اور رات کی قسم جب وہ رخصت ہونے لگے (۴) کیا ان قسموں میں جو میں نے کھائی ہیں ایک صاحب عقل کے لئے کافی قسم نہیں ہے۔ یعنی ضرور ہے ؛ اس صورت میں ان معاندین اور منکرین قیامت کے شبہات کا جواب دینا ہے جو یوں کہا کرتے تھے۔ کہ اول تو خدا تعالیٰ ہماری نیکی اور بدی سے بے نیاز ہے۔ اور اگر حقیقتاً اس کو نیکی پسند اور بدی سے ناراضگی ہے تو وہ ہم سے ابھی انتقام لے سکتا ہے اس کام کے لئے عالم کو دوبارا قائم اور سزا و جزا کا اہتمام کرنا ایک عبث کام ہے اور محض ڈھکوسلا ہے۔ قیامت تو جب قائم ہو جب اس کو ہمارے بُرے بھلے کا علم نہ ہو یا وہ سزا و جزا پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

(باقی ضمیمہ میں)

پھر انہوں نے بکثرت ان ممالک میں فساد برپا کیا (۱۲) آخرکار آپ کے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا (۱۳) بیشک آپ کا پروردگار شریروں کی گھات میں لگا ہوا ہے ۞ اہل مکہ کی تخویف کیلئے یہاں چند واقعات کا ذکر کیا جن کا تعلق پہلے انبیاء کیساتھ ہے اور جنہوں نے اپنی نافرمانی کی سخت سزا پائی ہے۔ ان میں سے ایک تو قوم عاد ہے۔ یہ لوگ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوحؑ ہیں۔ ان کو عاد اولیٰ بھی کہتے ہیں ان میں حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لفظ ارم بڑھانے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ عاد اولیٰ ہیں۔ اور جن کو عاد ثانیہ یا عاد اُخریٰ کہتے ہیں وہ ثمود کے ساتھ مل جاتے ہیں اور ان میں حضرت صالح مبعوث ہوئے تھے۔ بہرحال ان کو ذات العماد کہا۔ یا تو یہ بڑی بڑی اونچی عمارتیں بڑے بڑے اونچے ستونوں پر بناتے تھے یا سفر میں جو خیمے لگاتے تھے وہ بڑے بڑے ستونوں پر قائم کرتے تھے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے قد و قامت اور ان کے قد کی لمبائی کی وجہ سے ان کو ذات عماد فرمایا ہو۔ بہرحال لم یخلق مثلھا فی البلاد سے یا تو قبیلہ مراد ہے یا عمارتیں تھیں اور مطلب یہ ہے کہ اس وقت یا اس زمانے میں ایسی عجیب و غریب اور اونچی اونچی عمارتیں کسی اور شہر میں تعمیر نہ ہوئی تھیں یا یہ مطلب ہے کہ اُس زمانے میں ایسے قد آور اور لمبے تڑنگے آدمی عاد ارم کے علاوہ کہیں اور نہیں پیدا کیے گئے اور ثمود جو ارم کے لڑکے عابر کی اولاد تھے یہ ایک وادی میں جس کا نام وادی قُریٰ ہے اس میں آباد تھے اور پہاڑوں کو کاٹ کر اور تراش کر اندر ہی اندر بڑے بڑے مکان اور حویلیاں بنا کر رہتے تھے چنانچہ مشہور ہے کہ حجر سے لیکر وادی قریٰ تک ایک ہزار سات سو بستیاں اُن کے زیر تصرف تھیں۔ یہی ثمود ہیں جن میں حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا اُن کی بستیاں حجاز و شام کے درمیان تھیں اور ان سب میں قوم ثمود آباد تھے اور فرعون کو میخوں والا فرمایا۔ یا تو اس کے لشکر کے گھوڑوں کو سونے اور چاندی کی میخوں سے باندھا جاتا تھا یا جب وہ کسی کو سزا دیتا تھا تو چاروں ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک کر چومیخا کر دیا کرتا تھا۔ ان سب کو ملا کر فرمایا کہ ان سبھوں نے شہروں میں سرکشی اور طغیان کی وجہ سے سر اُٹھا رکھا تھا اور شہروں میں فساد برپا کر رکھا تھا نہ خود پروردگار پر ایمان لاتے تھے اور نہ دوسروں کو ایمان لانے دیتے تھے۔ اور بکثرت ان کا فساد پھیلا ہوا تھا۔ زیردستوں پر سے قبضہ نہ ہٹاتے تھے اور ان کی آزادی کو سلب کر رکھا تھا سوائے پیغمبر آپ کے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا دلا لایعنی برسایا کوڑا برسانا محاورہ ہے خوب مارنے اور تعذیب کرنے سے چنانچہ ان کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ اور ان سر اٹھانے والوں اور فساد برپا کرنے والوں کو ختم کر دیا گیا بیشک آپ کا پروردگار شریروں اور فساد برپا کرنے والوں کی گھات میں ہے یعنی جس طرح گھات میں رہنے والا پوشیدہ طور پر تمام حالات سے مجرم کی باخبر رہتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی بندوں کے تمام احوال و اعمال سے باخبر رہتا ہے۔ اور اپنی مصلحت و حکمت سے جب چاہتا ہے گرفت کر لیتا ہے اور سزا دیدیتا ہے (۱۴) بس انسان کا حال یہ ہے کہ جب اُس کا پروردگار اس کو جانچتا اور آزماتا ہے اور اس کو عزت اور نعمت سے نوازتا ہے تو کہنے لگتا ہے میرے پروردگار نے میری قدر کی اور میری عزت افزائی کی ۞ یہ شاید کافر اور منکر انسان کی حالت بیان فرمائی کہ اسکی غفلت اور حُب جاہ و مال کی یہ حالت ہے کہ حضرت حق تعالیٰ

فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ

پھر انھوں نے بکثرت ان ممالک میں فساد برپا کیا۔ آخرکار آپ کے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا

عَذَابٍ ﴿١٣﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ

برسایا۔ بے شک آپ کا رب گھات میں لگا ہوا ہے۔ سو انسان کا حال یہ ہے

إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي

کہ جب اُس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے اور اُس کو عزت اور نعمت سے نوازتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے

أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ

میری عزت افزائی کی۔ اور جب اُس کا رب اُس کو اس طرح آزماتا ہے کہ اُس کی روزی اُس پر تنگ کر دیتا ہے

فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾

تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی۔ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ تم لوگ نہ یتیم کی عزت کرتے ہو

وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿١٨﴾ وَتَأْكُلُونَ

اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور تم میراث کا

التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا ﴿١٩﴾ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّا

سارا مال سمیٹ سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور تم لوگ مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔ ہرگز

إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَاءَ رَبُّكَ وَ

ایسا نہیں سمجھنا چاہیے جب زمین خوب کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائیگی۔ اور آپ کا پروردگار رونق فگن ہو گا اور

الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ

فرشتے صفیں کی صفیں باندھ کر حاضر ہوں گے۔ اور اُس دن جہنم لائی جائے گی

يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ

انسان اس دن نصیحت پکڑے گا مگر اس وقت نصیحت پکڑنا اسکو کہاں مفید ہوگا۔ انسان کہے گا

يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ

اے کاش میں اپنی اس زندگی کیلئے کوئی نیک عمل آگے بھیجدیتا۔ پھر اس دن نہ تو خدا کے عذاب کا سا

جب کبھی اسکو مال اور ظاہری عزت سے نوازتا ہے تو رَبی اکرمن یعنی میں اس سلوک کا مستحق تھا میرے رب نے میری قدر افزائی کی۔ میرے ساتھ وہی معاملہ کیا جس کا میں حقدار تھا (۱۵) اور جب اُس کا پروردگار اُس کو اس طرح آزماتا ہے کہ اُس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری توہین کی اور میری قدر گھٹا دی ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی رب پر الزام رکھے اپنی فعل کی طرف نہ دیکھے ۱۲ یعنی کافر کی حالت یہ ہے کہ اس کا مقصد صرف دنیا کا عیش اور تکلیف ہے۔ دنیا کی آبرو عزت اور مال و جاہ کو اپنے اعمال کا بدلا سمجھتا ہے اور اسی اعزاز کو اپنا استحقاق سمجھتا ہے اور بلا پر شکوہ کرتا ہے اور اپنے کو غیر مستحق سمجھتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہاں کی فراخی کو اپنی مقبولیت کی دلیل سمجھتا ہے اور یہاں کی تنگی کو غیر مقبولیت اور مطرودیت سمجھتا ہے۔ پہلی حالت کو اپنا استحقاق خیال کرتا ہے اور دوسری حالت کے لئے اپنے کو غیر مستحق سمجھتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آخرت پر بالکل یقین نہیں رکھتا اور دنیا کو مقصود بالذات سمجھتا ہے۔ آگے ان خیالات کا (باقی تفسیر میں)

پھر اُس دن نہ تو خدا کے عذاب کا سا کوئی عذاب دینے والا ہوگا (۲۵) اور نہ اُس کے باندھنے اور جکڑنے کی طرح کوئی جکڑنے والا ہوگا ؛ یعنی عذاب اور قید و بند اللہ تعالیٰ کی مانند کوئی کسی کو نہ کر سکے گا کیونکہ قیامت کے دن سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی کسی کے عذاب کرنے پر قادر نہ ہوگا اور اس دن حضرت حق تعالیٰ کے علاوہ کسی کو کچھ بھی اختیار نہ ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ کافر کو اُس دن جیسا عذاب ہوگا اُس جیسا عذاب کسی اور کو نہ ہوگا اور ہو سکتا ہے مطلب یہ ہو کہ دنیا میں کسی کو کسی نے ایسا عذاب نہ کیا ہوگا۔ اور نہ کسی کو ایسی قید اور سخت بندش سے باندھا ہوگا جیسا اُس دن اللہ تعالیٰ کافر کو عذاب کرے گا اور قید و بند میں جکڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جسمانی عذاب بھی دے گا اور روحانی عذاب بھی دے گا اور وہ اُس دن انتہائی حسرت و ندامت اور پشیمانی میں مبتلا ہوگا۔ کہتے ہیں یہ آیت امیہ بن خلف مشہور کافر کے حق میں نازل ہوئی ہے آگے نیک اور مومن بندوں کو خطاب ہے (۲۶) اے اطمینان و سکون یافتہ روح (۲۷) تو اس شان سے اپنے پروردگار کی طرف چل کر تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی (۲۸) پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ (۲۹) اور میری بہشت میں جا داخل ہو ؛ یہ خطاب خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں یا فرشتے حاضر ہو کر کہتے ہیں۔ نفس امارہ اور لوامہ کا ذکر سورۂ یوسف اور سورۂ قیامت میں گزر چکا ہے۔ یہاں نفس مطمئنہ سے مراد وہ شخص ہے جسکو امر حق پر پختہ یقین تھا اور جس کی گردن اللہ کی اطاعت اور اس کے امر کے سامنے جھکی رہتی تھی یاد ذکر الٰہی سے اس کا قلب مطمئن تھا ایمان پر ثابت تھا اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا تھا۔ بہرحال اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کے قرب اور اسکے جوار رحمت میں چل اور اگر یہ خطاب مرتے وقت ہو جیسا کہ علما نے فرمایا ہے تو مطلب یہ ہے کہ اپنے پروردگار کیطرف لوٹ چل دراں حالیکہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی بعلماً فرماتے ہیں تین احتمال ہیں۔ مرتے وقت یہ خطاب ہوتا ہے یا قبروں سے نکلتے وقت یا میدان حشر میں حساب سے فارغ ہونے کے بعد۔ وہ تیری طاعت و فرمانبرداری سے خوش اور تو اُس کی بیکراں شفقت و رحمت سے خوش۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں نفس مطمئنہ وہ شخص ہے جو قضائے الٰہی پر راضی رہتا تھا اسکو یہ خطاب ہوگا۔ حق تعالیٰ کا یہ خطاب ایسا ہی ہے جیسے حضرت موسیٰ کو خطاب فرمایا تھا۔ پھر میرے مخصوص بندوں کی جماعت میں داخل ہو۔ جیسا کہ پیغمبروں کی دعا میں آتا ہے۔ وادخلنی برحمتك فی عبادك الصلحين یہ بھی بڑی مہربانی ہے کہ انسان کو اس کے احباب کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ کہتے ہیں حضرت حمزہ ابن عبد المطلبؓ۔ یا حبیب بن عدی الانصاری یا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آیت میں تینوں احتمال ہیں لیکن زیادہ مناسب مرنے کے وقت یہ خطاب معلوم ہوتا ہے اور زیادہ اقرب یہ ہے کہ تینوں موقع پر یعنی مرتے وقت قبروں سے نکلتے وقت اور حساب سے فارغ ہونیکے بعد اس خطاب سے نوازا جائے گا۔ واللہ اعلم (۳۰)

تم تفسیر سورۃ الفجر ؛

عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰٓاَیَّتُهَا

کوئی عذاب دینے والا ہوگا۔ اور اس کے باندھنے اور جکڑنے کی طرح کا کوئی جکڑنے والا ہوگا۔ اے اطمینان و سکون

النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً

یافتہ روح۔ تو اس شان سے اپنے رب کی طرف چل کر تو اس سے راضی اور وہ

مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾

تجھ سے راضی۔ پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری بہشت میں جا داخل ہو۔

ع ۱ / ۳۰ / ۱۴

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِیَ عِشْرُوْنَ اٰیَةً

سورۂ بلد مکی ہے اور یہ بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر یعنی مکہ کی۔ اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿۴﴾

اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اسکی اولاد کی یعنی آدم و بنی آدم کی کہ ہم نے انسان کو بڑی محنت و مشقت میں رہنے والا بنایا ہے

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ

کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا۔ کہتا پھرتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال

مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ

خرچ کر ڈالا۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں۔ کیا ہم نے اسکو

عَیْنَیْنِ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ﴿۹﴾ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ﴿۱۰﴾

دو آنکھیں۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ اور ہم نے اس کو دونوں راہیں دکھا دیں یعنی خیر و شر کی

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾

باوجود ان نعمتوں کے وہ شخص گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔

سورۂ بلد مکی ہے اور یہ بیس آیتیں ہیں ؛

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سورۂ فجر میں بڑے بڑے بدکردار اور جبار و متکبر حکمرانوں کی مذمت اور ان کی ہلاکت کا ذکر فرمایا تھا اس سورت میں بعض نخوت پرستوں اور عارضی قوت پر گھمنڈ کرنیوالوں کی توبیخ اور سرزنش ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر اتراتے اور شیخی بگھارا کرتے تھے ان کے انجام سے ان کو آگاہ فرمایا۔ اور سورت کو قسم سے شروع کیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی یعنی مکہ معظمہ کی (۱) اور آپ کو قید نہ رہے گی اس شہر میں ؛ یہ جملہ معترضہ کے طور پر فرمایا اور پیشین گوئی فرمائی کہ آپ کو کسی کے قتل کرنے اور لڑائی کرنے کی ممانعت اس شہر میں نہ رہے گی۔ بلکہ اس شہر میں آپ کو جنگ حلال ہونے والی ہے۔ جیسا کہ فتح مکہ کے روز ہوا۔ اور آپ کے لئے حرم کے احکام باقی نہ رہے۔ اور بعض ایسے کافروں کو آپ کے حکم سے قتل کیا گیا جو کعبہ کے پردے میں چھپے ہوئے تھے۔ بعض حضرات نے وانت حل کا ترجمہ نازل ہونے یا داخل ہونے والے کیا ہے۔ یعنی میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں جس میں آپ فاتحانہ داخل ہونیوالے ہیں۔ یا میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں حالانکہ آپ اس میں پیدا ہوئے اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں (باقی ضمیمہ میں)

وہ کسی کی گردن کو بندگی کی قید سے آزاد کر دینا اور چھڑا دینا ہے (۱۳) یا بھوک کے دن کھانا کھلا دینا (۱۴) کسی قرابت دار یتیم کو (۱۵) یا کسی خاک افتادہ مسکین کو فك رقبة نہ کسی غلام یا لونڈی کو خود آزاد کر دینا۔ یا کسی دوسرے سے آزاد کرا دینا یا کسی مکاتب کا بدلہ ادا کر کے اس کو آزاد کرا دینا یا کسی کا خون بہا ادا کر کے قصاص اور قتل سے آزاد کرا دینا۔ یا کسی قیدی کا جرمانہ ادا کر کے اُس کو قید سے آزاد کرا دینا۔ یا کسی مقروض کا قرضہ ادا کر کے اس کو سبکدوش کر دینا۔ یوم ذی مسغبۃ۔ بھوک اور فاقے کے دن یا زمانہ قحط میں۔ یتیم کے ساتھ ذا مقربۃ کی قید لگائی چونکہ قرابت دار کا حق مقدم ہے مسکین کو ذا متربۃ فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ اس کا فقر انتہا کو پہونچا ہوا ہو اور خاک پر پڑا ہو۔ کوئی اس کا اٹھانے والا اور کھانا کھلانے والا نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بردہ آزاد کرنا یا قرضدار کو خلاص کروانا۔ یتیم کا ایک حق۔ ناتے دار کا ایک حق جو دونوں ہوئے تو دو حق ہوئے ۔ اب آگے ایمان کا ذکر فرماتے ہیں کیونکہ تمام اعمال نیک کی قبولیت کا مدار ایمان پر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ (۱۶) پھر وہ اُن لوگوں میں سے بھی نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے کی تاکید اور ایک دوسرے کو مخلوق پر رحم کرنے کی نہائش کرتے رہے ؛ یعنی اگر یہ مذکورہ بھلائیاں کرنیوالا ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر علی الطاعات اور مخلوق پر شفقت و رحم کی تاکید اور تقید کرتے رہے تو یہ نیکیاں ان کو نفع دینگی اور گھاٹی کا گزر جانا اور عبور کر لینا آسان ہوگا۔ ورنہ یہ تمام مذکورہ بھلائیاں بیکار اور اکارت ہو جائیں گی اور ان کے لئے نفع بخش نہ ہوں گی اور یہ گھاٹی عبور نہ کر سکیں گے۔ وتواصوا بالصبر [illegible] ہے کہ ادائے فرض اور تمام اوامر الٰہی اور [illegible] پر ثابت قدم اور صبر کے ساتھ قائم رہیں۔ اطاعت میں جو تکلیف اور گناہوں سے بچنے میں جو کلفت ہوتی ہے اس کو برداشت کریں اور ایک دوسرے پر رحم کریں اور خدا کی مخلوق پر رحم کرنے کی تقید کرتے رہے اور ترک ظلم کی نہائش کرتے رہے (۱۷) یہی لوگ صاحب نصیب اور دائیں جانب والے ہیں ؛ یعنی بڑے خوش نصیب وہ ہیں جن کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے گئے اور بیٹھنے کو دائیں جانب جگہ ملی۔ تفصیل سورۂ واقعہ میں گزر چکی ہے یہاں عام مومنین مراد ہیں عوام ہوں یا خواص یعنی جن لوگوں نے اوامر الٰہی کی تعظیم کی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا۔ آگے منکرین کا بیان ہے (۱۸) اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے وہ بدبخت اور بائیں جانب والے ہیں ؛ یعنی وہ کفر کی وجہ سے بدبخت اور اصحاب الشمال ہیں قیامت میں ان کو بائیں جانب جگہ دی جائے گی (۱۹) ان پر چاروں طرف سے بند کی ہوئی آگ مسلط ہوگی ؛ یعنی ایسی آگ جو چاروں طرف سے بند ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ دوزخ کے دروازے سب طرف سے بند ہوں گے دوزخ میں داخل کر کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے نہ اندر ہوا جا سکے اور نہ اہل نار باہر نکل سکیں (۲۰) تم تفسیر سورۃ البلد

سورۃ الشمس مکی ہے اور یہ پندرہ آیتیں ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَتِيمًا

وہ کسی کی گردن کو چھڑا دینا ہے۔ یا بھوک کے دن کھانا کھلا دینا کسی رشتہ دار

ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ

یتیم کو یا کسی خاک افتادہ مسکین کو ۔ پھر وہ ان لوگوں میں سے بھی نہ ہوا

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾

جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے کی تاکید اور ایک دوسرے کو مخلوق پر رحم کرنے کی نہائش کرتے رہے

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا

یہی لوگ دائیں جانب والے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے

هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾ ع

تو وہ بائیں جانب والے ہیں۔ ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی آگ مسلط ہوگی۔

سُورَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً

سورۂ شمس مکی ہے اور یہ پندرہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴿١﴾ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا ﴿٢﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا ﴿٣﴾

قسم ہے آفتاب کی اور اس کی روشنی کی۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ آفتاب کے پیچھے آئے اور قسم ہے دن کی جب وہ آفتاب کو خوب نمایاں کر دے

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا ﴿٤﴾ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا ﴿٥﴾ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا ﴿٦﴾

اور رات کی قسم جب وہ آفتاب کو چھپالے۔ اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اسکو بنایا۔ اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے بچھایا۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ﴿٧﴾ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴿٨﴾ قَدْ أَفْلَحَ

اور قسم ہے انسانی جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اسکو اسکی بدکرداری اور اسکو اسکی پرہیزگاری سے آگاہ کیا۔ کہ بیشک

مَنْ زَكَّاهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ

وہ شخص مراد کو پہنچا جس نے اس نفس کو پاک رکھا۔ اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے اس نفس کو گناہوں میں دبا دیا۔ قوم ثمود نے اپنی

سورۂ والشمس میں بعض باتیں وہ ہیں جو سورہ بلد میں گذری ہیں مثلاً وہاں تھا کہ ہم نے دونوں راستے خیر و شر کے بتا دیئے یہاں فرمایا فجور و تقویٰ الہام کیا وہاں آخر میں جانات کا ذکر فرمایا اور اصحاب میمنہ اور اصحاب مشئمہ سے اس کو تعبیر کیا یہاں ثمود کا اجمالاً ذکر فرمایا جو دنیوی اور اُخروی دونوں قسم کی جزاؤں کو شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورت نہایت محبوب تھی آپ اس سورت کو اکثر عشا کی نماز میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قسم ہے آفتاب کی اور اس آفتاب کی روشنی اور دھوپ کی (۱) اور قسم ہے چاند کی جب وہ آفتاب کے پیچھے آئے (۲) اور قسم ہے دن کی جب وہ آفتاب کو خوب نمایاں اور روشن کر دے (۳) اور قسم ہے رات کی جب وہ آفتاب اور اس کے انوار کو بالکل چھپالے ؛ ضحٰی۔ ضوہ اور ضح۔ سب کے معنی روشنی کے ہیں بعض نے دھوپ اور بعض نے گرمی ترجمہ کیا ہے۔ مگر مطلب سب کا ایک ہی ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ جب آفتاب بلند ہو جائے اور اس کی روشنی اور دھوپ پھیل جائے۔ چاند کی روشنی چونکہ آفتاب کے غروب کے بعد ہوتی ہے اور چاند غروب آفتاب کے بعد نمایاں ہوتا ہے۔ اور نیز چاند کی روشنی مستفاد ہے آفتاب کے نور سے اس لئے فرمایا۔ إِذَا تَلَاهَا چونکہ آفتاب کی حرارت اور چاند کی برودت کو کھیتوں کے (باقی ضمیمہ میں)

قوم ثمود نے اپنی سرکشی اور شرارت کے سبب حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی ؛ حضرت صالح کا واقعہ قرآن میں کئی جگہ گزر چکا ہے یہاں محض عبرت کے لئے بہت مختصر بیان فرمایا (۱۱) جبکہ اُس قوم میں جو سب سے زیادہ بدبخت تھا وہ اُٹھ کھڑا ہوا ؛ یعنی جو اونٹنی بطور معجزہ حضرت صالح علیہ السلام کو دی گئی اور جس کی حفاظت کا سخت حکم تھا اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے قذار بن سالف جو اشقی قوم کا تھا وہ کھڑا ہو گیا (۱۲) اس پر اللہ کے پیغمبر حضرت صالحؑ نے قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی سے اور اُس کی پانی پینے کی باری سے خبردار رہنا ؛ اونٹنی چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نشان تھا اس لئے اس کی شرافت کی وجہ سے اس کو ناقۃ اللہ کہا جیسے کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں یہ تشریفی اضافت ہے اور چونکہ پانی کے لئے جو باری مقرر تھی وہ باری کا تقرر ہی قوم کی ناگواری کا سبب تھا اس لئے اس کو تصریحاً فرمایا وسقیھا مطلب یہ تھا کہ اونٹنی کو اور اس کی باری کو کوئی نقصان نہیں پہونچانا ورنہ تم کو خدا کا عذاب گھیر لے گا (۱۳) اس پر بھی انھوں نے پیغمبر یعنی حضرت صالحؑ کو جھٹلایا اور اُس اونٹنی کو کاٹ ڈالا پھر ان کے پروردگار نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر سخت ہلاکت نازل فرمائی اور اس ہلاکت کو سب پر یکساں کر دیا ؛ یعنی ہلاکت کو سب پر عام کر دیا نہ کوئی صغیر بچا نہ کبیر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عذاب میں سب کو برابر کر دیا اور سب کو مٹا دیا۔ ہم نے صاحب مدارک سے لیا ہے۔ (۱۴) اور اللہ تعالیٰ کو قوم ثمود کی ہلاکت کے انجام سے ذرا اندیشہ نہیں ہوا اور وہ نہیں ڈرتا پیچھا کرنے سے ؛ یعنی جس طرح دنیوی بادشاہ ڈرتے ہیں کہ کسی کو سزا دینے سے ہمارے ملک میں بغاوت ہو جائیگی یا مقتول کے حمایتی کھڑے ہو جائینگے اور ہمارا پیچھا کریں گے۔ اس آیت کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی معنی مروی ہیں (۱۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کے بعد قد افلح من زکّٰھا کی مناسبت سے فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْھَمِّ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلٰھَا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا یُسْتَجَابُ لَھَا۔

تم تفسیر سورۃ الشمس ؛

بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ

سرکشی کے باعث تکذیب کی۔ جبکہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بدبخت تھا وہ اٹھ کھڑا ہوا اس پر اللہ کے پیغمبر نے قوم کے لوگوں سے کہا کہ

اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ

اللہ تعالیٰ کی اونٹنی سے اور اُس کے پانی کی باری سے خبردار رہنا اس پر بھی انھوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اُس اونٹنی کو کاٹ ڈالا پھر انکے گناہوں کی وجہ سے

عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

انکے رب نے ان پر سخت ہلاکت نازل کی اور اس ہلاکت کو سب پر یکساں کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کو قوم ثمود کی ہلاکت کے انجام سے ذرا اندیشہ نہیں ہوا

ع ۱۵ ۱۶

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ لیل مکی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ

قسم کھاتا ہوں رات کی جب وہ ڈھانک لے اور دن کی جب وہ خوب روشن ہو جائے۔ اور اس ذات کی قسم جس نے نر

وَالْاُنْثٰۤى ﴿۳﴾ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ

اور مادہ کو پیدا کیا۔ کہ بیشک تمہاری کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔ لہٰذا جس نے دیا اور وہ اللہ سے

اتَّقٰى ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿۷﴾

ڈرتا رہا۔ اور بھلی بات کی تصدیق کی۔ تو ہم اس آسان دین کیلئے اس کو آسانیاں بہم پہونچائیں گے

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾

اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی برتی۔ اور بھلی بات کی تکذیب کی۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾

تو ہم تکلیف دینے والی چیز کیلئے اسکو سامان مہیا کر دیں گے۔ اور جب وہ ہلاک ہونے لگے گا تو اُس کا مال اُسکے کچھ بھی کام نہ آئے گا

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾

بلاشبہ ہمارے ذمہ راہ کا بتا دینا ہے۔ اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے وہ عالم اور یہ عالم یعنی آخرت اور دنیا۔

سورۂ لیل مکی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ سورۂ والشمس میں جس بات کا اظہار فرمایا تھا اور طبیعت کی استعداد کو اور سرشت کی افتاد کو الہام فجور اور تقوی سے تعبیر فرمایا تھا۔ اس سورت میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر ہے جنھوں نے دونوں راہوں میں سے ایک کو اختیار کر لیا اور اپنی استعداد کو اُسی میں خرچ کر دیا۔ اور ان کو انجام میں جو صلہ دیا گیا یا سزا دی گئی اس کا مختصر سا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قسم کھاتا ہوں رات کی جب وہ ڈھانک لے ؛ یعنی دن کو اور آفتاب کو یہ وقت تمام حیوانات کے سکون کا وقت ہوتا ہے ہر قسم کی حرکت اور ہر قسم کا اضطراب بند ہوتا ہے دن کی تمام چہل پہل اور کاروبار بند ہوتا ہے فاسق کو اپنے فسق و فجور کا موقعہ ملتا ہے اور ایک نیک اور عبادت گزار کو عبادت کا موقعہ میسر آتا ہے (۱) اور دن کی قسم جب وہ خوب روشن ہو جائے ؛ یعنی تاریکی کے بعد روشنی آجائے اور خلق میں حرکت شروع ہو جائے معاش کے لئے اور طلب رزق کے لئے۔ (۲) اور اُس ذات کی قسم جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ؛ یعنی حضرت حق تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ نر مادہ سے آدم و حوا مراد ہیں اور ہو سکتا ہے کہ جملہ حیوانات کے نر و مادہ مراد ہوں۔ آگے قسم کا جواب ہے (۳) کہ بلاشبہ تمہاری مساعی اور کوششیں مختلف ہیں ؛ یعنی تمہارے اعمال اور نیز ان کے ثمرات مختلف ہیں کوئی دائمی عذاب کا مستحق ہوتا ہے کوئی ان اعمال سے دائمی راحت و آرام حاصل کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل الناس یغدو افبائع نفسہ فمعتقھا اوموبقھا۔ یعنی ہر انسان صبح کرتا ہے اس حال میں کہ اپنے نفس کو خرچ کرتا ہے پھر یا تو اس کو آزاد کرا لیتا ہے یا اسکو ہلاک کر دیتا ہے۔ یعنی مختلف اعمال کی وجہ سے کوئی تو عذاب سے اپنی جان کو آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی بُرے عمل کر کے اُس جان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ آگے تفصیل ہے (۴) پس جس نے دیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا (۵) اور بھلی بات کی یعنی ملت اسلام کی تصدیق کی ؛ یعنی جس شخص نے اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا یعنی ہر نامناسب بات سے بچتا رہا۔

(باقی ضمیمہ میں)

پس میں نے تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا ہے (۱۴) اس میں سوائے اُس بدبخت کے اور کوئی داخل نہ ہوگا (۱۵) جس نے دینِ حق کو جھٹلایا اور روگردانی کی ؛ یعنی بھڑکتی اور دہکتی ہوئی آگ سے میں نے تم کو ڈرا دیا ہے۔ شاید یہی دوزخ کا وہ طبقہ ہو جس میں بدترین قسم کے مجرموں کو رکھا جائیگا اُس آگ میں بجز اس بدبخت کے اور کوئی ہمیشہ کے لئے داخل نہیں ہوگا جس نے دینِ حق کی تکذیب کی اور جو دینِ حق کو قبول کرنے سے روگردانی کرتا رہا۔ اور آخر دم تک قبول نہ کیا (۱۶) اور اس بھڑکتی ہوئی آگ سے اس شخص کو دور رکھا جائے گا۔ جو بڑا پرہیزگار ہے (۱۷) وہ ایسا ہے جو اپنا مال محض اس غرض سے خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے کہ وہ اپنے کو پاک کرے ؛ یعنی اس آگ سے وہ شخص محفوظ رہے گا اور دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے اُس کی غرض اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے محض یہ ہوتی ہے کہ اس کا دل پاک ہو اور وہ اپنے کو پاک کرے اور گناہوں سے پاک ہو جائے یعنی خرچ کرنے سے مقصد ریا اور دکھاوا یا کسی کا بدلا اتارنا نہیں ہوتا جیسا کہ آگے ارشاد فرمایا (۱۸) اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلا اتارا جائے ؛ یعنی مال خرچ کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ اُس پر کسی کا کوئی احسان ہے جس کا وہ بدلا اتارنا چاہتا ہو اُس کا مقصد تو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۹) بلکہ اس کا مقصد تو محض اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی رضا جوئی اور خوشنودی ہے ؛ یعنی اگرچہ کسی کے احسان کا بدلا دینا اور اُس کا مرکیئے روپیہ خرچ کرنا اچھی بات ہے لیکن اس کے انفاق میں یہ بات بھی نہیں کیونکہ اس پر کسی کا احسان ہی ایسا نہیں جس کا وہ بدلا اتار چکا ہو اب روپیہ خرچ کرنا صرف [illegible] تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنیکے لئے ہے۔ اور جہاں احسان کا بدلا تک نہ ہو تو وہاں ریا اور دکھاوے کا ذکر ہی کیا ہے۔ بہر حال اس کے انفاق کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی ہے (۲۰) اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائیگا ؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بزرگی اور اجر و ثواب اور سعادتِ دارین اسکو عطا ہوگی وہ اس سے خوش اور راضی ہو جائیگا (۲۱) ہر چند کہ سورۂ واللیل کا مفہوم عام ہے لیکن جمہور مفسرین نے اس سورت کا تعلق اور اس کے شانِ نزول میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُمیہ بن خلف کا ذکر کیا ہے۔ موخرالذکر ایک ملعون منکر تھا جو مکہ میں بڑا مالدار اور بہت سے لونڈی غلاموں کا مالک تھا اور اس کا جو غلام یا لونڈی اسلام قبول کر لیا کرتا تھا اس کو بہت تکلیف دیتا تھا اور بہت مارتا تھا اور اسکو اسلام ترک کرنے پر مجبور کر دیا کرتا تھا۔ مال خرچ کرنے میں بڑا بخیل تھا۔ توحیدِ الٰہی کا مخالف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن قرآن نے اسکو اشقی فرمایا۔ اسی مکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی وجودِ گرامی تھا جنھوں نے اپنے تمام مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور بہت سے غلام اور لونڈیوں کو آزاد کرایا ان غلاموں میں حضرت بلالؓ کا قصہ خاص طور پر مشہور ہے۔ اُن کو قرآن نے اتقی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق فرمایا ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر یعنی مجھے کسی کے مال سے ہرگز اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا ابوبکر کے مال سے پہونچا۔ اور چونکہ آپ کی صدیقیت ایک پرتو تھا نبوتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لئے ان کی شان میں ولسوف یرضیٰ فرمایا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آگے کی سورت میں آتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ تم تفسیر سورۃ الیل ؛

فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِي

پس میں نے تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا ہے کہ اس میں بجز اس بدبخت کے کوئی داخل نہیں ہوگا یعنی ہمیشہ کے لئے جس نے

كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي

جھٹلایا اور روگردانی کی۔ اور اس آگ سے ایسا شخص دور رکھا جائیگا جو بڑا پرہیزگار ہے۔ وہ ایسا ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا

مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾

ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔ اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلا اتارا جاتا

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾

اس کا مقصد تو محض اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی رضا جوئی اور خوشنودی ہے۔ اور یہ شخص یقیناً عنقریب خوش ہو جائے گا۔

ع ۱ / ۲۱ / ۱۷

سُورَةُ الضُّحَىٰ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ إِحْدَىٰ عَشْرَةَ آيَةً

سورۂ ضحیٰ مکی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالضُّحَىٰ ﴿١﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ﴿٢﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ﴿٣﴾ وَ

قسم ہے دن کی روشنی کی یعنی چاشت کے وقت کی۔ اور رات کی جب وہ پوری طرح چھا جائے کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناخوش ہوا۔ اور

لَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ﴿٤﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ

یقیناً پچھلی حالت آپ کے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے۔ اور آپ کا پروردگار آپ کو آگے چل کر اتنا کچھ دے گا کہ آپ خوش

فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ﴿٦﴾ وَوَجَدَكَ ضَالًّا

ہو جائیں گے۔ کیا خدا تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا۔ اور اس نے آپ کو شریعت سے ناواقف پایا پھر اس نے آپ کو

فَهَدَىٰ ﴿٧﴾ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ﴿٨﴾ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا

منزلِ مقصود تک پہنچا دیا۔ اور خدا نے آپ کو نادار پایا پھر آپ کو دولتمند کر دیا۔ تو آپ یتیم پر کسی قسم کا

تَقْهَرْ ﴿٩﴾ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿١٠﴾ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾

دباؤ نہ ڈالئے۔ اور آپ مانگنے والے کو نہ جھڑکئے۔ اور آپ اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

ع ۱ / ۱۱ / ۱۸

سورۂ ضحیٰ مکی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ؛ سورۂ ضحیٰ کے نزول کے بارے میں مفسرین نے چند باتیں فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کسی بیماری کی وجہ سے چند روز تہجد کے لئے نہیں اٹھے۔ ایک کافرہ عورت نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا اور اتفاق سے وحی آنے میں بھی کچھ تاخیر ہوئی اس پر دوسرے مشرکین نے کہا کہ اُن کے رب نے اُن کو چھوڑ دیا۔ اس پر سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی شانِ نزول کی یہی وجہ اختیار کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ حضرت کو کئی دن وحی نہیں آئی دل مکدر رہا۔ تہجد کو نہ اُٹھے کافروں نے کہا اس کے رب نے اس کو چھوڑ دیا پھر سورت نازل ہوئی پہلے قسم کھائی دھوپ کی اور رات اندھیری کی یعنی ظاہر میں بھی اللہ کی دو قدرتیں ہیں باطن میں بھی۔ کبھی چاند نا ہے کبھی اندھیرا دونوں اسکے ہیں اس سے بندہ کبھی دور نہیں ۱۲ (باقی ضمیمہ میں)

سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاحِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

سورۂ انشراح مکی ہے اور یہ آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والا ہے ؕ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿٢﴾

کیا ہم نے آپکی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا ۔ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا ۔

الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿٣﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۭ﴿٤﴾

جس نے آپکی پیٹھ کو گراں بار کر رکھا تھا ۔ اور ہم نے آپکی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کیا ۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ﴿٥﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۭ﴿٦﴾ فَاِذَا

سو بیشک ہر سختی کے ساتھ آسانی ہے ۔ یقیناً ہر مشکل کیساتھ آسانی ہے ۔ اور آپ جب

فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿٧﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۧ﴿٨﴾

خلق کی خدمت سے فرصت پائیں تو محنت کیا کیجئے ۔ اور اپنے پروردگار ہی کی جانب رغبت رکھئے ۔

ع ١ ٨ ١٩

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

سورۂ تین مکی ہے اور یہ آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ؕ

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿١﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿٢﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ

قسم کھاتا ہوں انجیر کی اور زیتون کی ۔ اور طور سینین کی ۔ اور اس امن والے

الْاَمِيْنِ ۙ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۡ﴿٤﴾ ثُمَّ

شہر یعنی مکہ معظمہ کی ۔ کہ ہم نے انسان کو اچھے سے اچھے اسلوب پر بنایا ہے

رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ﴿٥﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

پھر ہم اسکو پستی والوں کی حالت سے بھی زیادہ نیچا کر دیتے ہیں ۔ لیکن ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے

سورۂ انشراح مکی ہے اور یہ آٹھ آیتیں ہیں ✧ شروع اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والا ہے ✧ اس سورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض خصوصیات اور بعض احسانات کا ذکر ہے جس طرح پہلی سورت میں بعض اسی قسم کی باتوں کا ذکر تھا ۔ فرق یہ ہے کہ وہاں ظاہری احسانات اور ظاہری خصوصیات کا ذکر تھا اور اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض باطنی خصوصیات کا ذکر ہے گویا یہ سورت پہلی سورت کا تتمہ ہے ۔ پہلی سورت میں بھی آخر میں بعض باتوں کا حکم دیا گیا جن کا تعلق عوام سے تھا اور اس سورت میں جو احکام ہیں وہ آپ کی ذاتِ گرامی سے تعلق رکھتے ہیں ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔ کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا ✧ یعنی آپ کے نفع کے لئے آپ کے سینے کو کشادہ کر دیا تاکہ آپ کا سینہ کشادہ ہو جائے اور آپ کا حوصلہ بڑھ جائے اور خلق کی دعوت کا کام اور اُمت کا غم اور ہمارے راز و نیاز کے اسرار اُس میں سما جائیں اور میل و کدورت بغض و عداوت اور تمام اخلاقِ ذمیمہ اُس سے نکل جائیں ۔ شرح صدر کے سلسلہ میں ہم اپنی اس مختصر تفسیر میں کئی جگہ کلام کر چکے ہیں اس نعمت سے ہر مسلمان کو اپنے اپنے مرتبے کے موافق حصہ ملتا ہے ۔ یہ ایک قسم کی روشنی اور نور ہوتا ہے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اور خاص لوگوں پر نیکیاں آسان ہو جاتی ہیں اور بُرے کاموں کی رغبت کم ہو جاتی ہے ۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مرتبے کے موافق یہ مرتبہ اور قوۃ عطا ہوتی ہے ۔ یہی وہ وصف ہے جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طلب کر کے حاصل کیا تھا سورۂ طٰہٰ میں گزر چکا ہے رب اشرح لی صدری ویسر لی امری ۔ جو چیز موسیٰ نے مانگ کر حاصل کی تھی وہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر طلب عطا فرمائی ۔ الم نشرح لک صدرک اہلِ طریقت نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے یہاں صرف اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ ایک ایسی باطنی اور روحانی قوت کا نام شرح صدر ہے جس سے تمام کمالات اور عباداتِ شاقہ کا حصول آسان ہو جاتا ہے اور قوتِ برداشت بڑھ جاتی ہے ۔ اور شیطانی وسواس کا دروازہ بند ہو جاتا ہے ۔ اور باطنی اسرار اور روحانی انوار کے حصول میں آسانی ہو جاتی ہے ۔ دل سے ہر قسم کی بُرائیاں اور خیانت و حسد کا مادہ نکال لیا جاتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے شق صدر کی جانب اشارہ ہو جو کئی مرتبہ پیش آیا ۔ کہ آپ کا سینہ کھولا گیا اور اس میں سے تمام اخلاقی خرابیوں کا مادہ نکال دیا گیا اور معرفتِ الٰہی کے نور سے سینے کو بھر دیا گیا اور پھر سینے کو ملا دیا گیا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر وہ نشان اور ایک باریک سا خط کھنچا ہوا دیکھا ہے جہاں سے آپ کا سینہ چاک کر کے شیطانی حصے کو نکال کر پھینکا گیا تھا ۔ اور پھر آپ کے سینۂ مبارک کو بند کیا گیا ۔ آٹھویں پارے کے دوسرے رکوع میں شرح صدر اور اس کے مقابل ضیق صدر کی تفصیل گزر چکی ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی حوصلہ کشادہ دیا اتنا بڑا کام اٹھانے کو ۔ اور ظاہر میں بھی فرشتوں نے حضرت کا سینہ چاک کیا دل میں سے سیاہی نکال کر دھو ڈالی ١٢ ۔ اب آگے دوسری نعمت کا ذکر فرمایا ۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ الم نشرح میں استفہام تقریری ہے ۔ یعنی ہم نے تمہارا سینہ کھول دیا (١) اور ہم نے آپ پر سے وہ بوجھ اتار دیا (٢) جس نے آپکی پیٹھ کو گراں بار کر رکھا تھا ✧ یعنی منصبِ رسالت کی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے جو طبیعت پر گرانی تھی اسکو ہم نے شرح صدر کی برکت سے آپ پر ہلکا کر دیا ۔ ہو سکتا ہے کہ وحی کی گرانی کیطرف اشارہ ہو جو شروع شروع میں گراں معلوم ہوتی تھی ۔ یا زمانۂ جاہلیت کی بعض نامناسب باتیں جو اب شریعت کی روشنی میں نامناسب معلوم ہوئیں اس سے طبیعتِ مبارک پر گرانی ہوتی ہو کہ ان باتوں کا اب کیا ہوگا ان کی بشارت دی گئی ہو کہ وہ سب درگزر کر دی گئیں ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی خلقی استعداد اور آپ کی علوِ ہمتی جن کمالات اور مقامات کے حصول کا تقاضا کرتی ہو اور حضور کو ان کا حاصل کرنا دشوار معلوم ہوتا ہو اور ان کے عدم حصول سے طبیعت پر گرانی ہو شرح صدر کی برکت سے وہ مقامات اور کمالات حاصل ہو گئے ہوں اُن کی طرف اشارہ ہو کہ ہم نے تمہاری گراں باری کو دور کر دیا ۔ کما قالہ الشاہ عبدالعزیز الدہلوی فی تفسیرہ اعنی فتح العزیز ۔ آگے تیسری نعمت کا ذکر ہے ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وحی کا اترنا اول مشکل تھا پھر آسان ہو گیا ١٢ (٣) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کیا ✧ یعنی بہت سی جگہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی لیا جاتا ہے ایک دفعہ حضرت نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میرے نام کا آواز بلند ہونے کا کیا مطلب ہے تو انھوں نے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اذا ذکرتُ ذُکرتَ معی کہ جب مجھے یاد کیا جائے گا تو آپ کو بھی یاد کیا جائے گا ۔

(باقی تفسیر میں)

مگر ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے تو اُن کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ۞ مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں آدمی بچوں کی اور اپاہجوں کی حالت سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ اور ضعف و قوۃ اور ظاہری خوبی سب جاتی رہتی ہے۔ سرو ساقد کمان بن جاتا ہے۔ دانت ٹوٹنے سے چہرہ بگڑ جاتا ہے ہوش و حواس میں فرق آ جاتا ہے عقل صحیح نہیں رہتی غرض اسکو فرمایا پھر پھینکدیا اُس کو نیچوں سے نیچے۔ اعمال میں کمی ہو جاتی ہے اس ردّی حالت پر لوٹا دینے سے یہ وہم ہوتا کہ شاید آخرت میں بھی یہی حالت ہوگی اور بوڑھوں کی وہاں بھی حالت ردی اور خراب ہوگی اس لئے فرمایا جو لوگ اہل ایمان ہیں اور نیک اعمال کے پابند رہے ہوں گے ان کے اجر میں کمی نہیں ہوگی بلکہ جو عمل جوانی میں کرتے رہتے تھے وہی اعمال شیخوخت میں بھی لکھے جاتے رہیں گے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کچھ لوگ حضورؐ کے زمانے میں بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور ارذل عمر کو پہنچ گئے تھے اور جو عمل صحت اور شباب کے زمانے میں کیا کرتے تھے اُن میں فرق آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب سے عذر نازل فرمایا اور اُن کو بتایا کہ ان کیلئے وہی اجر ہے جو وہ صحت اور عقل کی موجودگی میں کیا کرتے تھے اُن کے اجر میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی جس سے آخرت میں ان کو نقصان پہونچے بلکہ ان کا اجر منقطع نہ ہوگا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے منکر مراد ہے کہ ہم نے اسکو اچھی حالت اور بہترین سانچے میں ڈھالا لیکن اس نے دینِ حق کا انکار کیا اور اپنے کفر پر قائم رہا تو ہم نے اسکو عذاب میں ڈال کر اس کو نیچے سے نیچا کر دیا اور اس کو ذلت کے گڑھے میں ڈال دیا چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہم نے اس کو لائق بنایا فرشتوں کے مقام کے پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ جس شخص نے ان تمام خوبیوں کے باوجود ایمان لانے سے انکار کیا تو ہم اس کو اسفل السافلین میں پھینک دیتے ہیں مگر ہاں جو اُن میں سے ایمان لے آیا اور اعمال صالح کا پابند رہے تو اس کو نہ ختم ہونے والا اجر عطا کیا جاتا ہے اور قعرِ ذلت میں گرنے سے اس کو بچا لیا جاتا ہے (۶) پھر ان واضح دلائل کے بعد اے انسان وہ کونسی چیز ہے جو قیامت کی تکذیب پر تجھ کو آمادہ کر رہی ہے اور قیامت کا منکر بنا رہی ہے ۞ یعنی ہماری قدرت کو دیکھنے اور قرآنی دلائل کو سننے کے بعد بھی وہ کون سی چیز ہے جو تجھ کو قیامت کے انکار و تکذیب پر مجبور کرتی ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کو کہ اس نے کس طرح بچہ سا پیدا کیا پھر آہستہ آہستہ کس طرح پروان چڑھایا اور آخر عمر میں کس طرح ایک ایک کرکے وہ چیزیں واپس ہو گئیں کیا اب بھی اے انسان تجھ کو تامل ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت اور بعث پر قدرت نہیں رکھتا۔ آخر وہ کیا چیز ہے جو تجھ کو قیامت کے انکار پر اُبھارتی اور مجبور کرتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو جیسا کہ کہا گیا ہے یعنی آپ سے دریافت فرماتے ہیں کہ آخر وہ کیا چیز ہے جو ان دلائل کو سُننے کے بعد بھی لوگوں کو قیامت کی تکذیب پر مجبور اور آمادہ کرتی ہے اور بعث بعد الموت پر ان کو ایمان لانے سے روکتی ہے (۷) کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے ۞ یعنی کیا اس کی حکومت اور اسکی شہنشاہی تمام حکومتوں اور بادشاہوں سے بڑی نہیں ہے جب معمولی بادشاہ بھی اپنی رعایا اور اپنے ماتحتوں کی خدمات کا صلہ عنایت کرنے کیلئے ایک دن مقرر کرتے ہیں اور انعامات دیتے ہیں اور مجرموں کو سزا دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے اگر اس نے قیامت کا دن سزا و جزا کیلئے مقرر کیا ہے تو اس کے تسلیم کرنے میں کیوں اشکال پیش آ رہا ہے۔ حدیث میں آتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والتین کی آخری آیت پڑھتے تو فرماتے۔ بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاھدین یعنی بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ تمام مجازی حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہیں۔ (۸) تم تفسیر سورۃ التین۔

سورۃ علق مکی ہے اور یہ انیس آیتیں ہیں ۞ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ یہ سورت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض خصوصیات ظاہر کرتی ہے جس طرح سورۂ تین اور سورۃ انشراح میں بعض باتیں مذکور تھیں۔ اسی طرح اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدائی وحی کے نزول کا ذکر ہے اور بعض معاندین و منکرین کی مذمت ہے۔ یہ واقعہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز رویائے صادقہ سے ہوا مات کو جو بات خواب میں نظر آتی صبح اُس کا ظہور ہو جاتا اور بعینہٖ خواب کی بات پوری ہو جاتی۔ اس کے بعد آپ کا میلان تنہائی اور گوشہ نشینی کی جانب ہوا اور آپ نے مکہ معظمہ کے قریب ایک پہاڑی میں غار تھا اس غار کو پسند کیا جسکو غار حرا کہتے ہیں۔ اُس میں تشریف لے جانے لگے بعض دفعہ کئی کئی دن اُسی غار میں تشریف رکھتے حضرت خدیجہؓ جو کھانا تیار کرکے دیدیتیں (باقی ضمیمہ میں)

ع ۱ ۸ ۲۰

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا يُكَذِّبُكَ

پابند رہے تو اُن کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ پھر ان واضح دلائل کے بعد وہ کونسی چیز ہے

بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸

جو تجھ کو قیامت کے بارے میں تکذیب پر آمادہ کر رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ علق مکی ہے اور یہ انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

اے پیغمبر آپ اپنے اس رب کا نام لیکر قرآن پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے

عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ

پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔ اس نے

الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۝۶

انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ انسان حد سے نکل جاتا ہے۔

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝۸ اَرَءَيْتَ

اس سبب سے کہ وہ اپنے آپکو بے نیاز و تونگر دیکھتا ہے۔ اے مخاطب یقیناً تیرے رب ہی کی حضور میں سب کو پلٹکر جانا ہے۔ اے مخاطب بھلا تو نے

الَّذِيْ يَنْهٰى ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝۱۰ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى

اس شخص کو بھی دیکھا جو منع کرتا ہے روکتا ہے۔ ایک خاص بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ اے مخاطب بھلا یہ تو بتا اگر وہ بندہ صحیح راہ

الْهُدٰۤى ۝۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝۱۲ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ

پر قائم ہو۔ یا وہ پرہیزگاری کی عام تعلیم دیتا ہو۔ اے مخاطب بھلا یہ تو بتا کہ یہ روکنے والا اگر دین حق کی تکذیب کرتا اور

تَوَلّٰى ۝۱۳ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝۱۴ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۵

اس سے روگردانی کرتا ہو۔ کیا اس شخص کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکو دیکھ رہا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے اگر یہ شخص باز نہ آیا

ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے اچھا اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی یعنی پیشانی کے بال پکڑ کر اس کو گھسیٹیں گے (۱۵) وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے ؛ حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے ابوجہل کو دھمکی اور جھڑکی ہے۔ کہ اسکو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے اور ہمارے پیغمبر کی عبادت میں خواہ وہ نماز ہو یا تبلیغ ہو اس کو مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ اچھا اگر وہ اپنی ان حرکات ناشائستہ سے باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹنا انتہائی ذلت کی نشانی ہے۔ یعنی جہنم میں ڈالدیں گے۔ اُس کی پیشانی جھوٹی اور خطاکار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تذلیل دنیا میں بھی ہو اور آخرت میں بھی ہو۔ جیساکہ بدر میں ہوا کہ اس کو قتل کرنیکے بعد اسکے کانوں میں رسی باندھ کر عبداللہ بن مسعودؓ اسکو گھسیٹتے ہوئے حضور کی خدمت میں لائے اور آپ کے سامنے ڈالدیا۔ اور آخرت میں بھی اس کی تذلیل کی جائیگی یعنی فرشتے اُس کے بال پکڑ کر اس کو گھسیٹتے ہوئے لیجائیں گے اور کہا جائیگا۔ ذق انك انت العزیز الکریم۔ کماھو فی الدخان۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف آخرت کی تذلیل کی طرف اشارہ ہو۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ناصیہ کیطرف کاذبہ اور خاطئہ کی اسناد مجازی ہے۔ اصل مراد ابوجہل کی ذات ہے۔ وہ جھوٹا اور خطاکار تھا۔ ناصیہ کا ترجمہ ہندی زبان میں ماتھا ہے۔ جسکو زبان کی شستگی کے اعتبار سے پیشانی کہتے ہیں۔ لیکن عربی میں ناصیہ سر کے اُس چوتھائی حصہ کو کہتے ہیں۔ جو سر کے آگے کا حصہ ہے۔ اور جس پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں سر کے مسح کا ذکر آیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے ناصیہ پر مسح کیا اور ظاہر ہے کہ آیت میں لنسفعا بالناصیة سے مراد سر کے اُسی حصہ کے بال ہیں جس طرح گھوڑے اور گدھے بلکہ دوسرے چوپایوں کی چوٹی پکڑ کر بس میں کرلیا کرتے ہیں۔ اسی لئے بعض حضرات نے ناصیہ کے ترجمے میں چوٹی اور بعض نے پٹھے کئے ہیں۔ یہ ترجمہ اصل میں مقدم شعر الراس کا ہے۔ یعنی سر کے وہ بال جو آگے کے حصے میں ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے میں بوئے پیشانی ہے بہرحال مراد ابوجہل کی توہین و تذلیل ہے آگے اُس خبیث و بدباطن کی ایک اور دھمکی اور بدزبانی کا جواب ہے کیوں کہ وہ عام طریقے سے کہا کرتا تھا کہ میرا اتنا اثر ہے کہ میں چاہوں تو مکہ کی سرزمین کو فوجوں سے بھر دوں۔ لیکن میرے ہم نشین اور میری مجلس کے بیٹھنے والے ہی محمد اور اس کے ساتھیوں کیلئے کافی ہیں۔ جس دن چاہوں اپنے دوستوں سے ان کو ختم کرادوں۔ اُسی کا جواب فرمایا (۱۶) اس سے کہو یہ اپنی مجلس کے ہم نشینوں کو بُلالے ؛ یعنی جن پر گھمنڈ کرتا ہے اُن کو پکار کر بُلالے (۱۷) ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بُلالیں گے ؛ یعنی یہ اپنی مجلس کے دوستوں اور حمائیتوں کو بُلالے اور ہم دوزخ کے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لو دعا نادیہ لاخذتہ زبانیة اللہ عن قتادہ مرسلاً۔ یا وہ فرشتے مراد ہیں جن کا ذکر سورۂ تحریم میں گذرا ہے۔ غلاظ شداد۔ زبانیہ زبن سے مشتق ہے جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں یعنی اہل جہنم کو جہنم میں دھکیلتے ہوئے لیجائیں گے۔ یا جو جہنم سے نکلنے کی کوشش کرے گا اسکو دفع کرکے واپس کردیں گے۔ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہیں (۱۸) نہیں نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانیے اور سجدہ کرتے رہیے۔ اور اللہ کا قرب حاصل کرتے رہیے ؛ یعنی نماز پڑھتے رہیے۔ اور نماز کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیجیے کیونکہ سجدہ بندے کو اللہ تعالیٰ سے بہت قریب کردیتا ہے۔ اہل تصوف کی بعض کتابوں میں نظر سے گزرا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تھا کہ بندہ آپ سے کس حالت میں زیادہ قریب ہوتا ہے ارشاد ہوا جب بھوکا ہوتا ہو اور جب سجدہ کرتا ہے یعنی بندے کی یہ دو حالتیں اس کو ہم سے زیادہ قریب کردیتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک بار ابوجہل حضرتؐ کو نماز میں دیکھ چلا کہ بے ادبی کرے وہاں نہ پہنچا تھا کہ جھپکا لگا پردوں کا ڈر کر اُلٹے پاؤں پھرا پھر کبھی یہ خیال نہ کیا۔ معلوم ہوا کہ سجدے میں بندہ اللہ سے نزدیک ہوتا ہے ۱۲ (۱۹) تم تفسیر سورۃ ۱۱ ؎ سورۂ قدر مکی ہے اور یہ پانچ آیتیں ہیں ؛ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵ بلاشبہ ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے ؛ شب قدر کے متعلق کچھ باتیں سورۂ دخان کی ابتدا میں بھی عرض کی جاچکی ہیں۔ شب قدر کو یا تو شب قدر اس لئے فرمایا کہ (باقی ٹمر میں)

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْيَدْعُ

تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسکو گھسیٹیں گے یعنی سر کے بال۔ وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے۔ یہ اپنی مجلس کے ہم نشینوں کو بُلالے

نَادِيَهٗ ⑰ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ⑱ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ⑲

یعنی جن پر گھمنڈ کرتا ہے۔ ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے۔ نہیں نہیں آپ اسکا کہنا نہ مانیے۔ اور خدا کی جناب میں سجدے کرتے اور اسکا قرب حاصل کرتے رہیے۔

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ قدر مکی ہے اور یہ پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا

بلاشبہ ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ

شب قدر کیسی چیز ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے

شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے

مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

ہر معاملہ لیکر نازل ہوتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی ہے وہ طلوع فجر تک رہتی ہے یعنی اُس کی خیر و برکت۔

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمٰنُ اٰيَاتٍ

سورۂ بینہ مدنی ہے اور یہ آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

کفار اہل کتاب اور مشرکین اُس وقت تک باز آنیوالے نہ تھے کہ جب تک اُن کے پاس

ع ۱ ۱۹ ۲۱ — السجدۃ ۱۴ — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — الربع معانقۃ ۵ ۲۲ عند المتاخرین ۱۲

وہ واضح دلیل ایک اللہ تعالیٰ کا رسول ہو جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے (۲) ان صحیفوں میں درست و مضبوط مضامین لکھے ہوئے ہوں ۱۲ یعنی عالم میں روشنی پھیلانے کیلئے جس ضرورت کو محسوس کیا جا رہا تھا وہ رسول تشریف لائے اور ایسی کتاب پڑھتے ہوئے آئے جو پاک ورقوں میں لکھی ہوئی ہے مراد صحف مطہرہ سے قرآن ہے۔ کتب سے مراد قرآن کی سورتیں ہیں کیونکہ قرآن کی ہر سورت اپنے مضامین کے اعتبار سے ایک مستقل کتاب ہے۔ یا کتب سابقہ کے مضامین کا خلاصہ اس قرآن میں درج ہے۔ یا عام مضامین مراد ہیں جیسا کہ ہم نے اختیار کیا ہے یعنی اس کے علوم اور مضامین نہایت صحیح اور سیدھے اور نہایت مضبوط و معتدل ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہر سورۃ ایک کتاب ہے ۱۲ پھر شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ حضرتؐ سے پہلے سب دین والے بگڑ گئے تھے ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور اب چاہئے کسی حکیم یا ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھائے راہ پر آویں۔ سو ممکن نہ تھا جب تک ایسا رسول نہ آوے ۱۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بینۃ فرمایا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا ذات مقدس ایک کھلی ہوئی واضح اور روشن دلیل ہے۔ بہر حال اُس ذات اقدس کی تشریف آوری کے بعد بجائے اس کے کہ اہل کتاب اُن پر ایمان لے آتے اور ان کی تعلیم کو قبول کر لیتے اور ان کی دیکھا دیکھی مشرکین پر بھی اثر پڑتا اور مجوسی اور صابئین اور بت پرست بھی اسلامی تعلیم کی جانب مائل ہوتے لیکن ہوا کیا کہ یہود و نصاریٰ یعنی اہل کتاب ہی باہم دست و گریباں ہو گئے اور اس بینہ کے متعلق آپس میں متفرق ہو گئے (۳) مگر جب انکے پاس وہ واضح اور کھلی دلیل آگئی تو اس کے بعد ہی وہ لوگ جو اہل کتاب تھے اختلاف میں پڑ کر متفرق ہو گئے یعنی دین حق کو قبول کرنے سے بھی انحراف کیا اور اُن کے باہمی اختلافات جو پہلے سے چلے آ رہے تھے وہ اور الجھ گئے۔ اور اُن میں اور جان پڑ گئی اور اسلام قبول کر کے اُن اختلافات کو دور نہ کیا۔ صاحب کشاف نے اس آیت پر تقریر کرتے ہوئے لکھا کہ ان کی نظیر ایسی ہے جیسے کوئی مفلس اور فقیر فاسق تھا اور جب کوئی اسکو نصیحت کرتا تو وہ اپنے ناصح سے کہتا اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو غنی اور دولت مند کر دے تو میں فسق سے توبہ کر لوں گا اور فسق سے باز آ جاؤں گا۔ حسن اتفاق سے وہ فاسق فقیر غنی ہو گیا تو بجائے تائب ہونیکے اور زیادہ فاسق ہو گیا یہی حالت ان اہل کتاب کی ہے کہ جب تک نبی آخر الزماں تشریف نہ لائے تھے تو کہا کرتے تھے وہ آخری نبی سابقہ پیشین گوئیوں کے ماتحت آ جائے تو ہم اس پر ایمان لا کر اپنی اصلاح کر لیں گے مگر جب وہ نبی آخر الزماں یعنی بینۃ آ گیا تو منکر ہو گئے۔ سورہ بقرہ میں گزرا ہے فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ۔ اس آیت کو علمائے اصحاب معانی القرآن نظم و تفسیر فرمایا ہے اسی لئے امام رازی نے بہت بحث فرمانے کے بعد اس طرح خلاصہ کیا ہے۔ کہ لم یکن الذین کفروا سے بینۃ تک تو ان کی حکایت مذکور ہے یعنی مشرکین اور اہل کتاب کی۔ اور وما تفرق الذین واقعے سے خبر دینا ہے چنانچہ فرماتے ہیں والمعنی ان الذی وقع کان بخلاف ما ادعوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اس رسول اور اس کتاب کے آئے پیچھے شبہ نہ کرو پھر اب اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں شبہ سے نہیں ۱۲ بہر حال بعض حضرات کفر پر قائم رہے ضد سے اور بعض صلاحیت پسند ایمان لے آئے آگے فرماتے ہیں کہ جو کچھ یہ آخری نبی فرماتے ہیں کتب سابقہ میں بھی یہی مرقوم ہے (۴) حالاں کہ کتب سابقہ میں ان اہل کتاب کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا

مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ

واضح دلیل نہ آجاتی۔ وہ واضح دلیل اللہ تعالیٰ کا ایک رسول ہو

يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿٢﴾ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿٣﴾ وَمَا تَفَرَّقَ

جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے یعنی قرآن۔ ان صحیفوں میں درست و مضبوط مضامین لکھے ہوئے ہوں۔ مگر جب ان کے پاس

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿٤﴾

وہ واضح اور کھلی دلیل آگئی تو اس کے بعد ہی وہ لوگ جو اہل کتاب تھے اختلاف میں پڑ کر متفرق ہو گئے

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

حالانکہ ان اہل کتاب کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر خالص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اعتقاد سے اسکی عبادت

حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ

کیا کریں اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ

الْقَيِّمَةِ ﴿٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ

درست و مضبوط ہے۔ بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کفر پر قائم رہے وہ

فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾

آتش جہنم میں داخل ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ

البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے تو یہ لوگ ساری مخلوق سے

الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾ جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي

بہتر ہیں۔ ان کا صلہ ان کے رب کے ہاں ایسے دائمی باغ ہوں گے جن کے نیچے

مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَّضِيَ اللَّهُ

نہریں بہ رہی ہوں گی یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی

عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ﴿٨﴾

اور وہ اس سے راضی یہ صلہ اُس شخص کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا

ع ١ ٨ ٢٣

کہ وہ یکسو ہو کر خالص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اعتقاد سے اس کی عبادت کیا کریں اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ درست اور مضبوط ہے ۱۲ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس رسول کے صحیفوں میں کتب قیمہ مندرج اور مرقوم ہے اسی طرح ان اہل کتاب کو جو کتب سماویہ دی گئی تھیں ان میں بھی ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کریں کہ عبادت کو اُسی کیلئے خالص رکھیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح تمام ادیان باطلہ سے یکسو ہو کر خلوص کیساتھ اُسی کی عبادت کیا کریں اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور یہی تو دین قیم اور ملت قیمہ ہے اور یہی طریقہ درست اور مضبوط ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی یہ چیزیں ہر دین میں پسند ہیں ۱۲۔ اس میں اعتقاد و عمل دونوں آ گئے۔ آیت میں اہل کتاب کو ترغیب ہے کہ اس دین میں بھی وہی باتیں ہیں جو کتب سابقہ میں گزر چکی ہیں اور حنفاء اور یکسوئی کا نام لینے میں مشرکین کو بھی ترغیب ہے کہ یہ پیغمبر اور یہ قرآن وہی طریقہ بتاتا ہے جو تمہارے جد امجد اور مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ چونکہ اس پیغام کو سن کر بعض ایمان لے آئے تھے (باقی ضمیمہ میں)

سورۂ زلزال کی ہے اور یہ آٹھ آیتیں ہیں: شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ جب زمین اپنی پوری حرکت سے خوب ہلائی جائے (۱) اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال ڈالے (۲) اور انسان کہنے لگے کہ اس زمین کو کیا ہو گیا (۳) اُس روز زمین اپنی سب باتیں بیان کر دیگی (۴) اس لئے کہ آپ کے پروردگار نے اُس کو یہی حکم دیا ہوگا: یعنی زمین میں سخت زلزلہ آئے۔ اور وہ اُس زلزلے کی حرکت سے خوب جھنجوڑی اور حرکت دی جائے۔ اور زمین اپنے بوجھ یعنی مردے اور دفینے باہر نکال پھینکے۔ شاید یہ دوسرے نفخہ اور صور پھونکنے کے وقت ہوگا جس سے تمام زمین کا ہموار کرنا مقصود ہوگا۔ دفینے سے مُراد سونے چاندی کی کانیں اور وہ اموال ہیں جو زمین میں دبائے گئے ہوں گے غرض جو کچھ زمین میں ہے وہ باہر آجائے گا اور کوئی اُس مال کا سنبھالنے والا اور لینے والا نہ ہوگا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں قیامت سے پہلے جو مال زمین کے اندر دبا ہے سونا روپا اس سے نکل پڑے گا تب لینے والے نہ رہیں گے اور انسان زندہ ہو کر کہے گا کہ اُس زمین کو کیا ہو گیا اور اس میں یہ سخت بھونچال کیوں آرہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عالمِ ارواح میں جو روحیں ہیں وہ اس سے متاثر ہو کر کہیں اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آدمی قیامت کا منکر ہوگا جو کہیگا ورنہ مسلمان اور قیامت پر ایمان رکھنے والا تو جانتا ہی ہے کہ قیامت میں یہ سب کچھ ہوگا۔ اُس روز زمین اپنی تمام خبریں بیان کردے گی یعنی زمین پر جو بُرے بھلے اعمال کسی نے کئے ہوں گے وہ زمین سب بتادے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی فلاں نے چوری کی تھی۔ خون کیا تھا وغیر ذلک حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ زمین کی خبریں بتانا کیا ہے: لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے آپ نے فرمایا زمین ہر مرد اور عورت کے اُن تمام اعمال پر گواہی دیگی جو انہوں نے زمین پر کئے ہوں گے۔ اس لئے پروردگار کا اسکو یہی حکم ہوگا۔ یعنی زمین کو حکم دیا جائگا کہ وہ تمام لوگوں کے اعمال بیان کرے اور جو جو کچھ کسی نے اس پر کیا ہے اس سب کو ظاہر کردے (۵) اس دن لوگ مختلف جماعتیں بن کر موقف حساب سے واپس ہوں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں: یعنی ان کے اعمال کے ثمرات اور نتائج ان کو دکھائے جائیں مطلب یہ ہے کہ موقف حساب سے اس طرح لوٹیں گے کہ بعض جماعتیں دوزخیوں کی ہوں گی اور بعض اہلِ جنت کی ہوں گی دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے: تاکہ دوزخی اپنے اعمال کی پاداش بھگتیں اور اہلِ جنت جنت میں پہنچکر اپنا صلہ پائیں لیروا اعمالھم کا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ دنیا میں کیا ہے اس کا پھل دیکھیں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ قبروں سے نکل کر ان کی ٹولیاں بنادی جائیں ایک ٹولی زانیوں کی۔ ایک شرابیوں کی، ایک ٹولی چوروں کی۔ ایک بے نمازیوں کی ایک روزہ خوروں کی وغیرہ وغیرہ اور ان مختلف ٹولیوں کو گھیر کر موقف حساب میں لایا جائے جہاں ان کا حساب وکتاب ہو اور یہ سب لوگ اپنے اپنے اعمال اور ان کی فہرستوں کو موقف حساب میں پہونچکر دیکھیں واللہ اعلم (۶) پس جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لیگا (۷) اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لیگا: یعنی جس برائی پر مرتے دم تک رہا۔ اور نہ توبہ کی اور نہ ایمان لایا۔ اسی طرح جس نیکی پر آخر دم تک قائم رہا۔ اور اُس سے پھرا نہیں ذرہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ لال چیونٹی جو

سُورَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمٰنُ اٰيٰتٍ

سورۂ زلزال مدنی ہے اور آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ

جب زمین اپنی پوری حرکت سے خوب ہلائی جائے۔ اور زمین اپنے بوجھ یعنی دفینے باہر نکال

اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ

پھینکے۔ اور انسان کہنے لگے کہ اس زمین کو کیا ہو گیا۔ اُس روز زمین اپنی سب باتیں

اَخْبَارَهَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝۵ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ

بیان کردیگی۔ اس لئے کہ آپ کے رب نے اس کو یہی حکم دیا ہوگا۔ اس دن لوگ

النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝۶ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ

مختلف جماعتیں بن کر واپس ہوں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ سو جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی

ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸ ع

وہ اسکو وہاں دیکھ لیگا۔ اور جس شخص نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اس کو وہاں دیکھ لے گا۔

ع ۱ ۸ ۲۴

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ عادیات مکی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲

قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ پھر ان کی جو آگ جھاڑتے ہیں

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴

پھر ان کی جو صبح سویرے چھاپا مارتے ہیں۔ تو وہ اس وقت گرد و غبار اُڑاتے ہیں۔

بہت چھوٹی ہوتی ہے یعنی اس کے ہم وزن نیکی اور بدی اس دن پوشیدہ نہ رہے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کا نام جامع فاذہ فرمایا ہے۔ (۸) تم تفسیر سورۃ الزلزال ۞ سورۂ عادیات مکی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں: شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞: قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑنے والے ہیں: یعنی تیز دوڑنے میں انکے سانس کی آواز سننے میں آتی ہے (۱) پھر اُن گھوڑوں کی قسم جو پتھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں: یعنی دوڑنے میں گھوڑے کے نعلوں سے جو پتھر ٹکراتے ہیں اُن سے آگ جھڑتی ہے (۲) پھر ان کی جو صبح سویرے چھاپا مارتے ہیں: یعنی لوٹنے اور تخت وتاراج کرنیکی غرض سے (۳) پھر اسوقت گرد و غبار اڑاتے ہیں: یعنی صبح کے وقت گرد و غبار نہیں ہوتا بلکہ دبا ہوا ہوتا ہے مگر انکی دوڑ اور رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ اسوقت بھی غبار اُڑتا ہے (۴)

پھر گھس جانیوالے دشمنوں کی جماعت میں ؛ یعنی اس صبح کے وقت جو اغارت اور لوٹ کا وقت ہے دشمن کی فوج اور دشمن کی جماعت میں جا گھستے ہیں۔ اہل عرب کی عام عادت یہ تھی کہ وہ کسی دشمن پر رات کو حملہ نہ کرتے تھے اور اس کو شجاعت اور بہادری کے خلاف سمجھتے تھے اس لئے عام طور پر صبح کے وقت لوٹتے اور لڑتے تھے۔ چونکہ اہل عرب کو گھوڑوں سے عام دلچسپی تھی اور جنگ جو ہونے کی وجہ سے گھوڑوں کی خاص طور پر پرورش کرتے تھے اس لئے گھوڑوں کی قسم کھائی۔ بعض مفسرین نے اونٹ مراد لئے ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ ان قسموں سے گھوڑے مراد ہیں وہ جہاد کے گھوڑے ہوں خواہ غیر جہاد کے ہوں البتہ لڑائی کے ہوں بعض حضرات نے گھوڑوں سے اُن کے سوار مراد لئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے اُس سے بڑا کون سا عمل ہے کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ۱۲ بہرحال گھوڑا چونکہ اپنے آقا کا نہایت وفادار ہوتا ہے خشک گھاس کھا کر اپنے آقا کی وفاداری کرتا ہے اپنے محسن کو پہچانتا ہے اُس کے حکم پر دشمن کی فوج میں گھس کر نیزوں اور تلواروں کے زخم کھاتا ہے گولیوں کی بوچھاڑ میں گھس جاتا اور سدھا ہوا گھوڑا مالک کو بچاتا ہے اور خود زخمی اور لہولہان ہو جاتا ہے اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے اگر کبھی سوار گر پڑتا ہے تو اس کو اٹھا کر اپنی پیٹھ پر بٹھا لیتا ہے غرض گھوڑوں کی وفاداری مشہور ہے اور انہی قسموں کی مناسبت سے جواب قسم فرماتے ہیں (۶) کہ بیشک انسان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناسپاس ہے ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کفران نعمت کرتا ہے اور وہ کئی طرح کا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اُس کی نعمت کو دوسرے کی سمجھے دوسرا یہ کہ جو فائدہ اس نعمت سے چاہئے وہ لیوے بلکہ اُس کے برخلاف اُسے خرچ کرے۔ تیسرا یہ کہ اس نعمت کی محبت اس قدر دل میں اثر کر جائے کہ نعمت دینے والے کو بھی بھول جائے" خلاصہ یہ کہ مراد اس سے کافر ہے جو اپنی حرص اور لالچ میں اس قدر غرق ہے کہ محسن حقیقی کو فراموش کئے بیٹھا ہے۔ حالانکہ گھوڑا جو ایک جانور ہے اس کی وفاداری کو دیکھ کر بھی اس بدبخت کی آنکھیں نہیں کھلتیں اور اپنی غفلت اور اللہ تعالیٰ کی ناسپاسی میں مبتلا ہے (۷) اور بیشک وہ انسان اپنی ناسپاسی پر خود بھی گواہ ہے اور اُس کو خود بھی اسکی خبر ہے ؛ یا تو یہی مطلب ہے کہ جو ہم نے ابھی عرض کیا کہ گھوڑوں کی وفاداری کو دیکھ کر بھی اس میں احسان مندی اور شکر گزاری کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ تھوڑے سے تامل اور تھوڑی سی توجہ میں اس کو ناسپاسی کا یقین ہو سکتا ہے یعنی جو بات تھوڑے سے تامل سے معلوم ہو سکتی ہے وہ بمنزلہ معلوم ہونے کے ہی ہے اسی علم بالقوۃ کو علم بالفعل کے مرتبے میں رکھ کر لفظ شہید فرمایا کہ اس کو خود بھی اس کی خبر ہے اور خود بھی جانتا ہے اور یہ انسان اپنی ناسپاسی پر خود بھی گواہ ہے گویا اسکی ناسپاسی اس کے سامنے ہے اور یہ اپنے کفران نعمت سے اچھی طرح واقف ہے۔ اور اکثر مفسرین نے انہٗ کی ضمیر کا مرجع حضرت حق سبحانہٗ کو قرار دیا ہے اس طرح مطلب یہ ہوگا کہ اُس کی ناسپاسی پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اُس کی ناسپاسی اور کفران نعمت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے (۸) اور بے شک انسان مال کی محبت میں بڑا قوی اور بڑا سخت ہے ؛ یعنی مال کی محبت میں اندھا ہو رہا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس مال کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ یا شدید کے معنی بخیل کے ہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ مال کی محبت میں بڑا بخیل ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے جان چُراتا ہے۔ اوپر چونکہ جنگ کا ذکر فرمایا تھا اس سے شاید اس آیت میں اس کا سبب بیان فرمایا ہو کہ انسان کی خونریزی اور مال کی محبت تمام جھگڑوں کی جڑ ہے۔ آگے اس حالت پر وعید کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں (۹) کیا انسان کو وہ وقت معلوم نہیں کہ جب وہ مُردے جو قبروں میں ہیں زندہ کر کے اٹھا کھڑے کئے جائیں گے ؛ یعنی جو قبروں میں مدفون ہیں اور خاک میں ملے ہوئے ہیں وہ سب زندہ کر لئے جائیں گے اور خاک میں سے نکال لئے جائیں گے (۱۰) اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے وہ سب آشکار کر دیا جائیگا ؛ یعنی دلوں کی تمام مخفی باتیں اور سینوں کے تمام راز ظاہر ہو جائیں گے خواہ وہ خیر ہوں یا شر ہوں (۱۱) بیشک اُس دن اُن کا پروردگار اُن کے تمام احوال سے باخبر اور آگاہ ہے ؛ یعنی یوں تو ہر وقت بندے کے ظاہر اور پوشیدہ حال سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے اور اُس کا علم بندے کے ظاہر و باطن کو محیط ہے لیکن اُس دن اُس کا علم سب پر ظاہر ہو جائیگا جبکہ وہ ہر ایک کو اُس کے کئے کی پاداش دے گا یا صلہ عطا فرمائے گا۔ (باقی ضمیمہ میں)

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶

پھر اس وقت وہ جماعت میں جا گھستے ہیں۔ کہ بیشک انسان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناسپاس ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸

اور بیشک وہ انسان اپنی اس ناسپاسی پر خود بھی گواہ ہے۔ اور بیشک انسان مال کی محبت میں بڑا سخت اور مضبوط

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ مَا فِى

کیا انسان کو وہ وقت معلوم نہیں کہ جب وہ مُردے جو قبروں میں ہیں زندہ کر کے اٹھا کھڑے کئے جائینگے۔ اور جو کچھ سینوں

الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝۱۱

میں پوشیدہ ہے وہ سب آشکار کر دیا جائیگا۔ بیشک ان کا رب اس دن ان کے احوال سے پوری طرح آگاہ ہے

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ قارعہ مکی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳

وہ کھڑکھڑانیوالا حادثہ یعنی قیامت۔ کیا ہے وہ کھڑکھڑانیوالا حادثہ۔ اور اے پیغمبر آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کھڑکھڑانیوالا حادثہ کیسا کچھ ہے۔

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ

وہ حادثہ وہ ہے جس دن لوگ ایسے پراگندہ پریشان ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پروانے۔ اور پہاڑ

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶

دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہو گا۔

فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸

تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہو گا۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہو گا

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔ اور اے پیغمبر آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ ہاویہ کیا چیز ہے۔ وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

ع ۱ / ۱۱ / ۲۵

ع ۱ / ۱۱ / ۲۶

سورۂ تکاثر مکی ہے اور یہ آٹھ آیتیں ہیں ۔ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۔ تم لوگوں کو زیادتی کی حرص نے اور کثرتِ تعداد پر تفاخر نے غافل کردیا اور تم کو مشغول کردیا ۔ آیت کی دو طرح تفسیر کی گئی ہے ایک تو کثرتِ مال اور دُنیوی سامان کی بہتات پر فخر کرنا اور دوسرے کثرتِ تعداد پر فخر کرنا کہ ہمارے قبیلے کے آدمی زیادہ ہیں اور تمہارے قبیلے کی تعداد کم ہے چاہے مردم شماری کرلو۔ بس اس تکاثر نے تم کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اُس کے غصے سے نجات دلانے والی باتوں سے غافل کردیا اور تم کو ان چیزوں نے مشغول کردیا (۱) یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں ۔ اس کے بھی دو مطلب ہیں ایک تو یہ کہ موت آگئی ۔ اور تم قبرستان جا پہونچے ۔ یا یہ ہے کہ زندوں کی مردم شماری کرتے کرتے قبر میں جاکر گننے لگے اور قبرستان جا پہونچے ۔ کہتے ہیں عرب کے دو مشہور قبیلوں بنو عبد مناف اور بنو سہم بن عمرو میں باہمی منافست تھی اور دونوں اپنے کارناموں پر اور اپنی تعداد پر فخر کیا کرتے تھے چنانچہ مردم شماری کی نوبت پہونچی اور بنو سہم بن عمرو کی تعداد کم ہوگئی انھوں نے مطالبہ کیا کہ ہمارے لوگ لڑائیوں میں بہت مارے گئے ہیں اس وجہ سے ہماری تعداد کم ہوگئی لہٰذا ہماری قبریں بھی شمار کرو چنانچہ دونوں فریق قبرستان پہنچ گئے اور قبریں شمار کرنے سے بنو سہم کے لوگ کچھ زیادہ ہوگئے اس پر یہ سورت نازل ہوئی کہ تم کو باہمی تکاثر نے ایسا مشغول کیا کہ تم قبرستان جا پہونچے ۔ اور پہلی تفسیر یوں ہے کہ تم کو حُبِّ جاہ و مال اور ظاہری زینت نے اس قدر غافل کیا کہ تم مرگئے اور قبر میں چلے گئے اور عذاب سے بچنے اور ایسے عمل اختیار کرنے پر جو عذاب سے نجات دلائیں تم کو غور کرنے کا موقع ہی نہیں ملا آگے اس پر ردع و زجر کی فرمائی (۲) ہرگز یہ چیزیں قابلِ فخر اور لائقِ توجہ نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہوجائگا یعنی دم نکلتے ہی اور قبر میں جاکر تم کو معلوم ہوجائے گا تم کو پھر دوبارہ تنبیہ کی جاتی ہے (۳) کہ ہرگز یہ چیزیں قابلِ التفات نہیں اور آخرت انکار کے قابل نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہوجائے گا اور تم جلدی ہی جان لوگے ۔ یعنی قبروں سے نکلتے ہی تم کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ غفلت اور یہ تفاخر تمہارے لئے کسقدر مضر ہوگا اور کسقدر نقصان پہنچے گا (۴) ہرگز تمہارا یہ خیال صحیح نہیں ہے اگر تم یقینی طور پر جان لیتے یعنی دلائل صحیحہ سے اگر تم جان لیتے کہ آخرت کے مقابلے میں یہ سب دُنیوی ساز و سامان ہیچ اور بیکار ہے تو ہرگز ان چیزوں پر فخر و مباہات کرتے اور حُبِّ جاہ و مال میں مبتلا نہ ہوتے (۵) خدا کی قسم بلاشبہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے ۔ یعنی اگر بہ استدلال صحیح سے اُس کا یقین نہیں کرتے تو دیکھ کر یقین کروگے ۔ اگرچہ اُس وقت یقین کرنا مفید نہ ہوگا مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے (۶) خدا کی قسم تم لوگ اُس جہنم کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو خود یقین ہے ۔ یعنی یقین کی آنکھ سے دیکھو گے اور عینی مشاہدہ کروگے اور اُس وقت یقین کرنے میں کسی دلیل کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ استدلال میں کبھی یقین کا ترتب فوری ہوتا ہے اور کبھی تاخیر سے ہوتا ہے لیکن مشاہدہ کرنے میں بغیر کسی دلیل کے یقین کا ترتب فوری ہوتا ہے ۔ نیز مشاہدے میں انکشاف بھی زیادہ ہے یہی مراد ہے عین الیقین سے صاحب مدارک کے الفاظ یہ ہیں الرؤیۃ التی ھی نفس الیقین ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر منکر اُس دن امنا بہ کا نعرہ لگاتا ہوگا حالانکہ یہ ایمان اُس وقت بیکار اور بے سود ہوگا (۷) پھر تم سب سے اُس دن دُنیوی نعمتوں کے بارے میں بازپرس کی جائے گی ۔ اوپر کی آیتوں میں تہویل اور تغلیظ فی التہدید کے لئے کفار کو خطاب تھا اور یہاں خطاب عام ہے ۔ کفار سے جو سوال نعمتوں کے بارے میں ہوگا وہ توبیخ و تقریع کیلئے ہوگا کیونکہ اُنھوں نے نعمتوں کے استعمال کے بعد ناشکری کی اور مسلمانوں سے جو سوال ہوگا وہ تشریف و تکریم کیلئے ہوگا ۔ بہرحال ٹھنڈے پانی اور کھجوریں ۔ ٹھنڈا سایہ ۔ نیند کی لذت ۔ شرائع کی تخفیف قرآن کا نزول اسلام کی بزرگی ۔ غرض ہر قسم کی نعمتیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی ہوں جسمانی ہوں یا روحانی ہوں ، آفاقی ہوں یا ذاتی ہوں ۔ سب سے سوال ہوگا ۔ بعض علماء نے فرمایا صحت اور فراغ یہ دو نعمتیں بہت بڑی ہیں ان کے متعلق سوال ہوگا ۔ بعض نے کہا سید المرسلین کی بعثت اور تشریف آوری سب سے بڑی نعمت ہے حضورؐ کے متعلق سوال کیا جائیگا کہ تم نے اُن کی اطاعت کا کیا حق ادا کیا ۔ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ۔ امن اور صحت ۔ گھر جہاں سکونت رکھتا تھا ۔ کپڑا جس سے بدن ڈھانکتا تھا ۔ وہ غذا جس سے قوت حاصل کرتا تھا یہ سب چیزیں مسئول عنہ ہوں گی واللہ اعلم ۔ (۸) تمت تفسیر سورۂ تکاثر ۔

(باقی ضمیمہ میں)

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

سورۂ تکاثر مکی ہے اور یہ آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۔

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوْفَ

تم لوگوں کو زیادتی کی حرص اور فخر نے غافل کردیا ۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں ۔ ہرگز ایسا نہ کرو تم کو

تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ

عنقریب معلوم ہوجائے گا ۔ پھر تم کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ تم کو بہت جلد معلوم ہوجائے گا ۔ ہرگز ایسا نہ کرو اگر تم یقینی طور پر

عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

جان لیتے تو کبھی اس فخر و حرص میں نہ پڑتے ۔ بخدا تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے پھر بخدا تم اسکو ایسا دیکھنا دیکھو گے

عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸

جو کہ خود یقین ہے یعنی کسی دلیل کی ضرورت نہ رہے گی ۔ پھر تم سب سے اُس دن دُنیوی نعمتوں کے بارے میں بازپرس کی جائیگی ۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۂ عصر مکی ہے اور یہ تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۔

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ

قسم ہے زمانے کی ۔ کہ بے شک انسان بڑے خسارے میں ہے ۔ مگر ہاں وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ

جو ایمان لائے اور وہ نیک اعمال کے پابند رہے اور ایک دوسرے کو دینِ حق پر قائم رہنے کی تاکید کرتے رہے

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳

اور نیز ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی فہمائش کرتے رہے ۔

ع ۸ ۱ ۲۷

ع ۳ ۱ ۲۸

سورۂ ہمزۃ مکی ہے اور یہ نو آیتیں ہیں ۞ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ یہ سورۃ ہمزہ بھی مثل سابقہ سورتوں کے مجازات سے تعلق رکھتی ہے۔ کہتے ہیں یہ سورت اخنس بن شریق کے بارے میں یا امیہ بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بعض مفسروں نے فرمایا عاص بن وائل سہمی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ بعض نے ولید بن مغیرہ کے حق میں فرمایا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سورت ہر اُس شخص کے لئے ہے جس میں یہ قبیح امور موجود ہوں۔ کسی آیت کا مورد اگر خاص بھی ہو تب بھی اس کا حکم عام ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ہر ایسے شخص کیلئے بڑی خرابی ہے جو عیب نکالنے والا اور طعنہ دینے والا ہو ۞ ھمز اور لمز کے معنی توڑنے اور شکستہ کرنے کے آتے ہیں یہاں مراد ہے لوگوں کی عزت اور آبرو کو مجروح کرنیوالا ابن عباس کا قول ہے۔ ھمزہ بہت غیبت کرنے والا اور لمزہ بکثرت عیب بیان کرنیوالا۔ ابوزید نے کہا ہاتھوں۔ آنکھوں اور بھوؤں سے حقارت کرنیوالا ھمزہ اور زبان سے طعن کرنیوالا لمزہ ہے۔ ابوالعالیہ کا قول ہے۔ ھمزہ وہ ہے جو لوگوں کو رُو در رُو بُرا کہے اور لمزہ وہ ہے جو پیٹھ پیچھے لوگوں کے عیب بیان کرے۔ ھمزہ وہ ہے جو کھلم کھلا لوگوں کے عیب بیان کرے۔ لمزہ وہ ہے جو سر اور آنکھوں سے کسی کیلئے تحقیر آمیز اشارات کرے بعض نے کہا ھمزہ اور لمزہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کے بُرے لقب رکھے۔ بہرحال آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایسے شخص کیلئے بڑی خرابی ہے جو پیٹھ پیچھے عیب نکالے اور سامنے آئے تو طعن و تشنیع کرے (۱) وہ جو حرص کی وجہ سے مال سمیٹتا ہو اور اُس کو بار بار گنتا ہو ۞ یعنی مال کی محبت کا یہ حال ہے کہ مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے۔ جیسا کہ بعض حریص اور مال سے محبت کرنیوالوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بلا ضرورت روز صبح کو تجوری کھولتے اور روپیہ کو گن گن کر رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے ہر روز کا مشغلہ بنا لیا ہے روز صبح کو یا شام کو ایک دفعہ ضرور رقم کو گن لیتے ہیں اور سینت کر رکھ دیتے ہیں ۞ (۲) وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اُس کے پاس ہمیشہ رہے گا ۞ یعنی غایت حرص اور غایت طمع اور بار بار گنتا اور سنبھال سنبھال کر رکھنا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اُس کا ساتھ دے گا (۳) ایسا ہرگز نہیں ہوگا بخدا وہ شخص ایک ایسی آگ میں پھینکا جائے گا جو ہر چیز کو توڑ کر رکھ دے گی ۞

ع ۹
۱
۲۹

حطمہ دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے حطم کے معنی توڑ دینے پامال کرنے اور روندنے کے ہیں چونکہ دوزخ کی آگ بھی ہر اُس چیز کو جو اس میں ڈالی جائے توڑ پھوڑ کر پامال اور روند کر بھسم کر دیگی اس لئے دوزخ کا نام حطمہ رکھا ہے آگے تہویل اور تہدید کیلئے سوال فرماتے ہیں (۴) اور اے پیغمبر آپ کو کیا معلوم ہے کہ وہ توڑ پھوڑ کرنے اور روندنے والی آگ کیسی ہے ۞ یعنی وہ حطمہ کیسی کچھ ہے۔ اے پیغمبر کیا آپ کو معلوم ہے آگے اس کی تفصیل ہے (۵) وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے ۞ یعنی وہ آگ اور آگوں کی طرح نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے جو اس کے حکم سے سلگائی گئی ہے (۶) وہ ایسی ہے جو بدن کو لگتے ہی دلوں تک جا پہنچے گی ۞ یعنی یہاں کی آگ بدن میں لگتی ہے تو دل پر پہنچنے سے پہلے آدمی مر جاتا ہے۔ مگر وہ آگ لگتے ہی دلوں کو جا لپکتی ہے اور دلوں تک پہنچ جاتی ہے پھر جس دل میں ایمان ہوتا ہے اس کو نہیں جلاتی اور جس دل میں کفر ہوتا ہے اس کو جلا ڈالتی ہے۔ اور چونکہ وہاں موت نہیں آئے گی اس لئے دکھ اور تکلیف برابر محسوس ہوتی رہے گی۔ دل چونکہ بہت لطیف چیز ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا کہ بدن میں نفوذ کرتے ہی قلب تک پہونچ جاتی ہے۔ مگر ان تمام چیزوں میں آگ کے نفوذ ہو جانے پر بھی موت نہیں آئے گی۔ قلب پر آگ کا مسلط ہو جانا اور قلب کو گھیر لینا شاید اس لئے فرمایا کہ قلب ہی ان ناپاک اور ناشائستہ عقائد کی جگہ ہے جن عقائد کے یہ قائل تھے دل انہی عقائد کا محل ہے یا اس لئے دل کا ذکر فرمایا کہ دل کو کوئی صدمہ پہونچے تو آدمی مر جاتا ہے چہ جائے کہ آگ دل تک پہونچ جائے لیکن یہ مریں گے نہیں اور دل برابر سوزش کو محسوس کرتا رہے گا (۷) وہ آگ اہل جہنم پر ہر طرف سے بند کر دی جائے گی یعنی جہنم میں ڈالنے کے بعد جہنم کو ہر طرف سے بند کر دیا جائے گا (۸) اُن کی حالت یہ ہوگی کہ وہ بڑے بڑے ستونوں میں بندھے ہوئے ہوں گے یعنی یا تو آگ کے شعلے اس قدر بلند ہوں گے جیسے لمبے لمبے ستون ان ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے یا یہ مطلب ہے کہ دوزخ پر سرپوش رکھ کر اس پر آگ کے لمبے لمبے ستون ڈال دیئے جائیں گے
(باقی پیش)

سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعُ اٰيَاتٍ

سورۂ ہمزہ مکی ہے اور یہ نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴿١﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿٢﴾

ہر ایسے شخص کیلئے بڑی خرابی ہے جو عیب نکالنے والا اور طعنہ دینے والا ہو۔ جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ﴿٣﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿٤﴾ وَمَاۤ

وہ یوں خیال کرتا ہے کہ اُس کا مال اسکے پاس ہمیشہ رہے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بخدا اسکو ایک ایسی آگ میں پھینکا جائیگا جو ہر چیز کو توڑ کر رکھدیگی۔ اور

اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿٥﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿٦﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ

اے پیغمبر آپکو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنیوالی آگ کیسی ہے۔ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے۔ وہ ایسی ہے جو دلوں تک

عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿٧﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾

جا پہونچے گی۔ وہ آگ اہل جہنم پر ہر طرف سے بند کر دیجائیگی۔ اور انکی حالت یہ ہوگی کہ وہ بڑے لمبے لمبے ستونوں سے بندھے ہوئے ہونگے

سُورَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ فیل مکی ہے اور یہ پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿١﴾ اَلَمْ يَجْعَلْ

اے پیغمبر کیا آپکو معلوم نہیں کہ آپکے پروردگار نے ہاتھی والوں کیساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ کیا اس نے اصحاب فیل کی تمام چالیں

كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴿٢﴾ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿٣﴾

بے کار اور ضائع نہیں کر دیں۔ اور اُن پر غول کے غول پرندے بھیجے۔

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٤﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿٥﴾

جو ان اصحاب فیل پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اُن کو ایسا کر دیا جیسے بھس کا پس خوردہ۔

ع ۵
۱
۳۰

سورۂ قریش کی ہے اور یہ چار آیتیں ہیں ۃ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ط جس طرح اوپر کی سورت میں قریش پر احسان کا ذکر فرمایا تھا اسی طرح سورۂ قریش میں بھی بعض احسانات کا ذکر ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مکہ اور اس کے آس پاس کا حصہ زرعی ملک نہیں ہے۔ بلکہ وہاں کے لوگ تجارت پر گذر کرتے تھے سال بھر میں دو سفر کرنے کا ان کا معمول تھا گرمیوں میں ملک شام کا سفر کرتے اور سردیوں میں ملک یمن جاتے وہاں سے مال لاتے اور لے جاتے۔ اور چونکہ کعبہ کی حرمت کی وجہ سے ان کے قافلوں کو کوئی لوٹتا نہیں تھا اس لئے ان کا سفر بڑے امن کے ساتھ ہوتا تھا اور چونکہ اس طرح ان کو نفع بہت ہوتا تھا اس لئے اہل مکہ خود بھی آرام سے کھاتے تھے اور مہمانوں کی بھی خوب تواضع کرتے تھے۔ حضرت حق تعالیٰ نے اس احسان کا ذکر فرماتے ہوئے انہیں کعبۃ اللہ کے پروردگار کی عبادت کا حکم دیا۔ کہ جس گھر کی بدولت روٹی مل رہی ہے اور امن میسر آ رہا ہے۔ کوئی چور اچکا اور ڈاکو تم پر ہاتھ نہیں ڈالتا اس کی عبادت کیوں نہیں کرتے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ چونکہ قریش کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رغبت و الفت ڈال دی ہے (۱) جو سردی اور گرمی کے سفر سے اُن کو مانوس کرنے کے سلسلے میں ہے ۃ ہم نے ترجمہ بلحاظ حاصل مطلب کے کیا ہے ورنہ لفظی ترجمہ تو ظاہر ہے یوں ہے اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو مانوس رکھنا انکو سفر سے جاڑے اور گرمی کے۔ لیکن حاصل مطلب یہ ہے کہ قریش کو مانوس کر رکھا ہے۔ یعنی گرمی اور سردی میں سفر کرنے کو مانوس کر دیا ہے۔ لایلاف کے لام میں علماء کے چند قول ہیں ایک یہ کہ لام متعلق ہے فجعلھم کعصف ماکول کے دوسرے یہ کہ لام متعلق ہے مابعد کی آیت کے۔ تیسرے یہ کہ نہ مابعد کی آیت کے متعلق ہے نہ ماقبل کے اسی بنا پر ترجموں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہو گیا ہے۔ ہم نے خلیل اور سیبویہ کی ترکیب کو اختیار کیا ہے مطلب یہ ہے کہ چونکہ قریش کو اس گرمی اور سردی کے سفر سے مانوس کر دیا ہے اور وہ ان سفروں کے اور اس طریقہ زندگی کے خوگر ہو گئے۔ لہٰذا اس نعمت کا شکر بجا لانے کے لئے (۲) ان کو چاہئے کہ اس خانۂ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں ۃ یعنی اس نعمت کے شکریہ میں کہ ان کو سفر سے مانوس کیا لیکا سفر کرنے اور روزی کمانے کا طریقہ تعلیم کیا اس کے شکریہ میں اس گھر یعنی کعبے کے مالک کی عبادت اور اس کی بندگی بجا لائیں آگے رب ھٰذا البیت کی مزید تشریح ہے (۳) جس نے انکو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے اُن کو امن دیا ۃ یعنی اگر ہم یہ سفر کا طریقہ ان کو نہ سکھاتے اور ان کو سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس نہ کرتے تو اس وادیٔ غیر ذی زرع میں بھوکے مر جاتے اور اگر ہم کعبے والوں کا ادب و احترام لوگوں کے دل میں نہ ڈالتے تو ان کو امن نصیب نہ ہوتا روزی اور امن یہ دونوں بہت بڑی نعمتیں ہیں سورۂ نحل میں گزرا ہے فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بھوک اور خوف دو ایسے خطرناک عذاب ہیں کہ اللہ کی پناہ ان دونوں سے قریش کو بچایا یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کا ذکر فرما کر اُن کو حضرت حق نے اپنی عبادت کا حکم دیا۔ اس سے بڑھ کر کسی پر کیا احسان ہو سکتا ہے۔ کہ جلب منفعت کے سفر کا خوگر بنایا اور دفع مضرت کے لئے کعبہ کا نگہبان مقرر کیا (۴) تمت تفسیر سورۃ قریش

سورۂ ماعون کی ہے اور یہ سات آیتیں ہیں۔ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ط

سُوۡرَةُ قُرَيۡشٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرۡبَعُ اٰيَاتٍ

سورۂ قریش مکی ہے اور یہ چار آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۃ

لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ ۚ﴿۲﴾

چونکہ قریش کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رغبت و الفت ڈالدی ہے۔ جو سردی اور گرمی کے سفر سے انکو مانوس کرنے کے سلسلے میں ہے

فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِىۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ

اس لئے اُن کو چاہئے کہ اس خانۂ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے ان کو

مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾

بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔

ع ۱ / ۴ / ۳۱

سُوۡرَةُ الۡمَاعُوۡنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبۡعُ اٰيَاتٍ

سورۂ ماعون مکی ہے اور یہ سات آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۃ

اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يُكَذِّبُ بِالدِّيۡنِ ؕ﴿۱﴾ فَذٰلِكَ الَّذِىۡ

اے پیغمبر بھلا آپ نے اُس شخص کو بھی دیکھا ہے جو سزا و جزا کی تکذیب کرتا ہے سو وہ وہی شخص ہے

يَدُعُّ الۡيَتِيۡمَ ۙ﴿۲﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ؕ﴿۳﴾

جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور محتاج کو کھانا دینے کی لوگوں کو ترغیب تک نہیں دیتا۔

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ

ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز سے غفلت و بے اعتنائی

سَاهُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۙ﴿۶﴾ وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ﴿۷﴾

برتتے ہیں جو ایسے ہیں کہ ریاکاری کرتے ہیں۔ اور روزمرہ کے برتنے کی چیز مانگے تک کو نہیں دیتے

ع ۱ / ۷ / ۳۲

اس سورت کا نام ماعون ہے۔ اور یتیم اور دین بھی اسکو کہتے ہیں۔ یہ سورت عاص بن وائل مخزومی۔ یا ولید بن مغیرہ۔ یا عمرو بن عائذ المخزومی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ سورت منافقین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اسی لئے بعض کا قول ہے کہ یہ سورت نصف مکی ہے اور نصف مدنی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اے پیغمبر بھلا آپ نے اُس شخص کو بھی دیکھا ہے جو روز جزا کی تکذیب کرتا ہے ۃ یعنی جزا و سزا کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ انصاف نہیں ہوگا اور نہ نیکی اور بدی کا کسی دن بدلا ملے گا۔ اگرچہ عام مفسرین کے نزدیک یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ بعض نے کہا ہر عاقل اور سمجھدار انسان کو ہے۔ بعض حضرات نے دین کے معنی ملت کے کئے ہیں یعنی ملت اسلامیہ کی تکذیب کرتا ہے اور ملت اسلامیہ کو جھٹلاتا ہے (۱) سو یہ وہی شخص ہے جو یتیم کو بُری طرح دھکے دیتا ہے ۃ یعنی یتیم کیساتھ احسان اور حسن سلوک تو کجا بدبخت اسکو تحقیر اور اہانت کے ساتھ دھکے دیتا ہے اور اسی پر بس نہیں (۲) اور نہ محتاج کو کھانا دینے کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے ۃ یعنی یتیم کا اکرام تو کیا کرے گا (باقی ضمیمہ میں)

سورۂ کوثر کی ہے اور یہ تین آیتیں ہیں ﴿ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ﴾ کہتے ہیں عاص بن وائل سہمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے قریش کے رؤسائے سامنے آپ کو ابتر کہا تھا ابتر کہتے ہیں اس شخص کو جس کی نسل منقطع ہو جائے اور اُس کے مرنے کے بعد اس کی کوئی نرینہ اولاد نہ رہے اور اس کی نسل بڑھنے کی امید نہ ہو اس پر یہ چھوٹی سی سورت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت اور تسلی دی گئی۔ غالباً اس قسم کی گستاخی کا واقعہ حضرت قاسم کے یا حضرت عبداللہ جن کو طاہر کہتے ہیں ان کے انتقال پر پیش آیا۔ ایسے الفاظ اس غلط خیال کے پیش نظر کہے گئے جو عام جہلا سمجھتے ہیں کہ جب کسی کی نرینہ اولاد نہ ہو تو سمجھتے ہیں کہ اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا بس جو کچھ ہے وہ اس کی زندگی تک ہے اس غلط خیالی کا رد فرمایا اور اپنے محبوب کو بقائے نسل اور آپ کی دین و دنیا میں کامیابی اور مدارج عالیہ پر فائز ہونے کی بشارت دی گئی نیز یہ خبر دی کہ جو آپ کو ابتر کہتا ہے وہ خود ابتر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اے پیغمبر ہم نے آپ کو کوثر یعنی خیر کثیر عطا فرمائی ہے (۱) سو آپ اپنے پروردگار کیلئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے (۲) یقیناً جو آپ کا دشمن ہے وہی دُم بریدہ اور بے نام و نشان ہے ﴿ کوثر کی تفسیر میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں کیونکہ لفظ خیر کثیر کثرت معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً قرآن عظیم۔ نبوت۔ کتاب حکمت۔ آپ کے متبعین کی کثرت۔ جنت میں حوض کوثر یا نہر کوثر۔ حکمت کو خیر کثیر کہنا یہ قرآن کی تفسیر قرآن کے ساتھ ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کتاب و حکمت کے ساتھ علم۔ شفاعت۔ حوض المورد۔ مقام محمود۔ ادیان باطلہ پر آپ کے دین کا غالب ہونا۔ فتوحات کی کثرت۔ دشمنوں کے مقابلے میں نصرت اور مدد۔ بہرحال جیسا ہم کہہ چکے ہیں کہ کوثر کی تفسیر بہت طرح کی گئی ہے اور ہر قسم کی خیر کو شامل ہے۔ مشہور یہی ہے کہ اس سے مراد وہ حوض کوثر ہے جس کا ذکر صحیح احادیث میں آتا ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوثر کی تفسیر میں وھو حوض ترد علیہ امتی یوم القیٰمۃ وارد ہے۔ یہ حوض شاید میدان حشر میں ہوگا اور نہر جنت میں ہوگی اُس نہر کا پانی پرنالوں سے اس حوض میں پڑ رہا ہوگا اس لئے جن روایتوں میں نہر کا لفظ ہے وہ بھی صحیح ہے۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حوض کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں وہ صحیح ہیں اور حوض پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصنیفات میں فرمایا ہے کہ جو قرآن دنیا میں ہمارے پاس موجود ہے عالم مثال میں اس کو حوض کوثر کی شکل عنایت ہوگی واللہ اعلم۔ آگے اس عظیم الشان احسان کے مقابلے میں شکر بجا لانے کا حکم ہے (۱) لہٰذا آپ اپنے پروردگار کی جناب میں نماز ادا کیجئے اور قربانی کیا کیجئے یعنی اتنے بڑے انعام سے آپ کو نوازنا اور ایسی خیر کثیر عطا کرنا جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کا تقاضا ہے کہ آپ نماز پڑھے اللہ کے لئے اور اسی کے نام پر قربانی کیجئے کیونکہ آپ کے دشمن غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور غیر اللہ کیلئے جانور قربان کرتے ہیں آپ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اس نماز اور قربانی کی بھی مختلف تفسیریں منقول ہیں

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

سورۂ کوثر مکی ہے ۔ شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ﴿ اور یہ تین آیتیں ہیں

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢

اے نبی بیشک ہم نے آپ کو کوثر یعنی خیر کثیر عطا فرمائی ہے ۔ سو آپ اپنے پروردگار کے آگے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے ۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣

یقیناً جو آپ کا دشمن ہے وہی بے نام و نشان ہے ۔

ع ١ ٣ — ٣٣

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — وَهِيَ سِتُّ اٰيٰتٍ

سورۂ کافرون مکی ہے ۔ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ﴿ اور یہ چھ آیتیں ہیں

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝١ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝٢ وَلَآ اَنْتُمْ

اے نبی کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو ۔ تم جن معبودوں کی پوجا کر رہے ہو میں ان کی پرستش نہیں کرتا ۔ اور نہ تم

عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝٣ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝٤ وَلَآ اَنْتُمْ

اُس کی پرستش کرتے ہو جس کی میں پرستش کر رہا ہوں ۔ اور آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرنیوالا نہیں ہوں اور نہ تم ہی

عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝٥ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝٦

میرے معبود کی پوجا کرنیوالے ہو ۔ تمہارے لئے تمہاری راہ اور میرے لئے میری راہ

ع ١ ٦ — ٣٤

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

سورۂ نصر مدنی ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ﴿ اور یہ تین آیتیں ہیں

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَاَيْتَ النَّاسَ

اے نبی جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ پہنچے ۔ اور آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں ۔ تو پھر آپ اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کیساتھ پاکی بیان کیجئے

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝٣

اور اُس سے گناہوں کی مغفرت طلب کیجئے بے شک وہ بڑا معاف کرنیوالا ہے ۔

ع ١ ٣ — ٣٥

ہیں کسی نے کہا عید اضحیٰ کی نماز اور قربانی کا حکم ہے کسی نے کہا نماز پڑھو جمع ہو کر اور منیٰ میں قربانی کرو۔ کسی نے کہا نماز میں سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھو۔ نحر سے مراد شاید اونٹ کی قربانی کی طرف اشارہ ہو بعض حضرات نے فرمایا یہاں نحر کے معنی عید کی نماز میں رفع یدین کے ہیں واللہ اعلم (۲) بے شک آپ کا دشمن ہے بے نام و نشان یعنی آپ کو جو لوگ ابتر کہتے ہیں اُن کے کہنے کا اثر قبول نہ کیجئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر سے نوازا ہے آپ کا نام ہمیشہ باقی رہنے والا ہے آپ کی روحانی اولاد آج بھی دنیا میں بے شمار موجود ہے اور جسمانی اولاد یعنی خاتون محشر کی اولاد بھی بکثرت موجود ہے۔ لہٰذا آپ کا نام آپ کی تعلیم اور آپ کی تہذیب دنیا میں رہنے والی ہے۔ دنیا میں آپ کا ذکر جمیل اور آخرت میں اجر جزیل باقی رہنے والا ہے۔ البتہ آپ کا دشمن دم بریدہ اور بے نام و نشان ہے چنانچہ آج دنیا میں نہ کہیں اُن کا ذکر ہے نہ ان کا نام و نشان ہے خواہ ان کی اولاد رہی ہو یا نہ رہی ہو لیکن ان کا کوئی نام لینے والا اور ان کا ذکر خیر کہیں نہیں ہے اور اُن کو بھلائی کے ساتھ یاد کرنیوالا کوئی نہیں (۳) تم تفسیر سورۂ کوثر۔ (باقی تفسیر ہیں)۔

سورۂ لہب مکی ہے اور یہ پانچ آیتیں ہیں ÷ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ÷ یہ سورت آپؐ کے چچا ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ابولہب اور اس کی بیوی آپ کے سخت دشمن تھے۔ ابولہب جس کا نام عبدالعزیٰ تھا بڑا وجیہ اور خوبصورت آدمی تھا آپ نے ایک دفعہ تمام قریش کو جمع کر کے عذاب سے ڈرایا تو اس نے آپؐ پر پتھر پھینکے اور کہا تبالك سائر الیوم الھذا اجمعتنا یعنی خدا تجھ کو ہلاک کرے کیا تو نے اس لئے ہم کو جمع کیا تھا۔ جب حضور گلیوں میں لوگوں کو سمجھایا کرتے تھے تو یہ آپ کو پتھر مارا کرتا تھا یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک زخمی ہوجاتے تھے اس کی بیوی جس کا نام اُم جمیل تھا اور وہ ابوسفیان کی بہن تھی اس کی دشمنی کا یہ حال تھا کہ وہ جنگل سے کانٹے لاتی اور حضور کی راہ گزر میں بچھا دیتی اس بدبخت نے یہ روز کا معمول بنا رکھا تھا۔ حضور کی دو لڑکیاں رقیہ اور کلثوم اس کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے منسوب تھیں یعنی ہماری اصطلاح میں یہ کم بخت حضور کا سمدھی بھی تھا۔ ایک دفعہ اس نے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہا اگر مجھ کو خوش رکھنا چاہتے ہو اور میرا وارث بننا چاہتے ہو تو محمدؐ کی لڑکیوں کو طلاق دیدو ورنہ تمام عمر تمہاری شکل نہ دیکھوں گا اس پر عتبہ تو خاموش رہا مگر عتیبہ گیا اور حضورؐ کے روبرو جا کر آپ کی صاحبزادی کو طلاق دے آیا بہرحال ارشاد ہوتا ہے ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک و برباد ہوجائے ÷ بعض مفسرین نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہوگیا یعنی پہلے جملے میں دعا اور دوسرے میں واقع کی خبر ہے کہ یقین جانو ایسا ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں کے ٹوٹنے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے بڑا پتھر اٹھا کر حضورؐ کو مارنے چلا تھا۔ تبالك سائر الیوم اُسی کا جملہ ہے جو بددعا میں کہا گیا ہے یا اس نے ایک دفعہ کہا تھا محمدؐ جو کچھ کہتا ہے وہ مرنے کے بعد کی بات ہے اس وقت تو میرے دونوں ہاتھوں میں کچھ بھی نہیں یہ کہہ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کہا تھا تبالکما اری فیکما شیئاً یا اُس کی ذات مراد ہے جیساکہ ذلك بما قدمت یداك میں ذات ہی مراد ہے۔ بہرحال دونوں ہاتھوں کی ہلاکت سے اس کی ذات ہی کو بددعا دی گئی ہے (١) نہ اس کا مال اُس کے کام آیا اور نہ اُس کی کمائی کچھ اُس کے کام آئی ÷ یہ شاید اُس کا جواب ہے جو اُس نے کہا تھا اگر محمدؐ کی بات سچ ہوئی تو میں اپنے مال کا فدیہ دیکر اُس مفروضہ عذاب سے بچ جاؤنگا ماکسب سے مراد یا تو مال کے متعلقات ہیں یعنی مال کا نفع وغیرہ۔ یا مراد اہل قرابت ہیں یا اس کی اولاد مراد ہے۔ جیساکہ حدیث میں ہے ان اولادکم من کسبکم مطلب یہ ہے کہ نہ مال اُس کو نفع دے گا نہ اس کی اولاد (٢) وہ ابولہب عنقریب شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا (٣) وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو سر پر ایندھن اٹھا کر لاتی ہے ÷ اس کا چہرہ چونکہ سرخ و سفید تھا اس لئے شاید لوگوں نے اس کو ابولہب کہنا شروع کر دیا۔ مگر قرآن نے بتایا کہ یہ مرنے کے بعد بھی ایسی آگ میں ڈالا جائیگا جو شعلہ فگن اور چنگاریاں اُڑاتی ہوگی۔ اس وقت نہ تو اس کا مال ساتھ ہوگا اور نہ اس کا بیٹا عتیبہ اس کے کچھ کام آئیگا اور اس کی بیوی بھی اسی آگ میں داخل ہوگی جو لکڑیوں کی اٹھانے والی ہے جس کی بخیلی اور خست کا یہ عالم تھا کہ باوجود دولت مند اور لونڈی غلام رکھنے کے خود وہ خار دار لکڑیاں اُٹھا کر لاتی تھی اور پیغمبرؐ کی رہگذر میں بچھاتی تھی جب آپ نماز کے لئے مسجد حرام میں تشریف لے جاتے تو نہایت نرمی سے ان لکڑیوں کو اور کانٹوں کو ہٹا کر تشریف لے جاتے۔ یا یہ بات کہ وہ بہت غیبت کرتی تھی اور چغل خور بہت تھی اس لئے اس کو حمالۃ الحطب اور ہیزم کش فرمایا (٤) اُس کی گردن میں خوب بٹی ہوئی رسی ہوگی ÷ کہتے ہیں یہ کھجور کے پتوں سے بٹی ہوئی رسی تھی۔ بعض نے کہا یمن کے علاقے میں کوئی درخت ہوتا ہے جس کو مسد کہتے ہیں اسکو بٹ کر عرب کے لوگ رسی بنایا کرتے تھے۔ غرض وہی رسی دوزخ میں طوق و سلاسل بن جائے گی۔ کما قال عبداللہ بن عباس۔ بعض حضرات نے فرمایا اس کی گردن میں بڑا بیش قیمت ہار تھا وہ بڑے فخر سے پیغمبر علیہ السلام کی عداوت میں کہا کرتی تھی میں اس ہار کو محمدؐ کی تباہی اور بربادی پر خرچ کر دوں گی شاید اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ہار دوزخ کا طوق ہوگا۔ اور آگ کی زنجیر اس کے گلے میں پڑی ہوئی ہوگی۔ بعض کا قول ہے کہ بخل و خست کی وجہ سے یہ جلانے کی لکڑیاں خود ہی جنگل سے لایا کرتی تھی تاکہ کسی کو لکڑیوں کی قیمت نہ دینی پڑے۔ اور حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ یہ ایک دن سر پر لکڑیاں رکھے ہوئے لاتی تھی (باقی نمبر ۵ میں)

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ لہب مکی ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے اور وہ پانچ آیتیں ہیں

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہوجائے۔ نہ اُس کا مال اُس کے کام آیا

وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ

اور نہ اس کی کمائی۔ وہ عنقریب ایک شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ وہ بھی اور اسکی بیوی بھی

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

جو سر پر ایندھن اُٹھا کر لاتی ہے۔ اس کی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۂ اخلاص مکی ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اور چار آیتیں ہیں

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ

اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ

يُوْلَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

وہ کسی سے پیدا ہوا یعنی نہ اولاد نہ ماں باپ۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ فلق مدنی ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے اور یہ پانچ آیتیں ہیں

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝٢ وَمِنْ

اے نبی آپ یوں کہئے میں صبح کے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں۔ ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا۔ اور اندھیری

شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي

رات کے شر سے جبکہ اس کا اندھیرا چھا جائے۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے

الْعُقَدِ ۝٤ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝٥

شر سے۔ اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّ اٰيٰتٍ

سورۂ ناس مدنی ہے اور اس میں چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ مَلِكِ النَّاسِ ۝٢ اِلٰهِ

اے نبی آپ یوں کہئے میں انسانوں کے مالک کی انسانوں کے بادشاہ کی انسانوں کے معبود کی

النَّاسِ ۝٣ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۥ الْخَنَّاسِ ۝٤ الَّذِىْ

پناہ لیتا ہوں۔ اُس وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے

يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝٦

دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ وہ وسوسہ انداز خواہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے

تَمَّ بِالْخَيْرِ

دُعَائے خَتْمِ قُرْاٰن

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِىْ فِىْ قَبْرِىْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِىْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَ

اجْعَلْهُ لِىْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِىْ مِنْهُ مَا

نَسِيْتُ وَعَلِّمْنِىْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِىْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَاۤءَ اللَّيْلِ وَ

اٰنَاۤءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِىْ حُجَّةً يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

سورۂ ناس مدنی ہے اور یہ چھ آیتیں ہیں ٭ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٭ اے پیغمبر آپ یوں کہئے میں آدمیوں کے مالک کی (۱) انسانوں کے بادشاہ کی (۲) انسانوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں ٭ یہ تینوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں وہی پرورش کرنیوالا اور تربیت دینے والا ہے تمام انسانوں کو وہی سب کا حقیقی بادشاہ ہے اور وہی سب کا معبود حقیقی ہے۔ اگرچہ یہ تینوں وصف اسکے تمام مخلوق کو شامل ہیں لیکن انسان کی تعظیم و تشریف کے لئے یہاں اس کا نام لیا گیا۔ نیز وسوسے کا تعلق انسان ہی کے ساتھ خاص ہے چونکہ شیطانی وسوسے کی تین راہیں مشہور ہیں ایک شہوت کی دوسرے غضب کی تیسرے حرص وہوا کی اس سے شاید ہر راہ کے لئے ایک ایک صفت بیان فرمائی (۳) اُس وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے ٭ وسواس یعنی وسوسہ جس کے معنی ہمزا اور صوت خفی کے ہیں۔ یہاں مراد ہے ذاالوسوسۃ یعنی موسوس یعنی اُس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں جو وسوسہ ڈالے اور پیچھے ہٹ جائے۔ یعنی وہ دشمن ہے جو چھپ کر حملہ کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ حملہ آور زیادہ خطرناک ہوتا ہے جو چھپ کر حملہ کرے۔ برخلاف اُس دشمن کے جو بالمقابل ہو کر اور صف آرا ہو کر حملہ کرے اُس کا قلع قمع آسان ہے۔ شیطان کی حالت یہ ہے کہ انسان کے قلب پر اپنی سونڈ رکھ کر بیٹھ جاتا ہے اگر انسان نے اللہ کا ذکر کیا تو ہٹ جاتا ہے نہیں تو قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے اور گناہ کے خیال کو پختہ کر دیتا ہے (۴) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ٭ یعنی اس موسوس کا کام یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید میں شکوک و شبہات ڈالتا ہے کبھی عبادت میں شبہ پیدا کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے ان الشیطان یجری من ابن اٰدم مجری الدم یعنی شیطان اُن رگوں تک میں اپنا اثر ڈالتا ہے جہاں جہاں خون جاری ہوتا ہے۔ بہرحال یہ ایسا دشمن ہے جو پردے میں چھپ کر حملہ کرتا رہتا اور اس کے حملوں کی آماجگاہ اور نشانہ انسانی قلب ہے اللھم انا نعوذ بلک من مکائد الشیطان ووسوسہ (۵) وہ وسوسہ انداز اور وسوسہ ڈالنے والا خواہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے ٭ یعنی کبھی شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور کبھی انسان آدمی کو بہکاتا ہے۔ جیسا کہ ہمارا محاورہ ہے کہ آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ یعنی انسان انسان کو بہکا کر برائی کی طرف لیجاتا ہے اسی واسطے بزرگوں نے بُری صحبت سے بچنے کو کہا ہے۔ آٹھویں پارے میں گزر چکا ہے کہ ہم نے ہر نبی کیلئے شیاطین اور انسانوں میں سے دشمن بنائے ہیں جو اپنی عداوت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سورت میں پانچ جگہ لفظ ناس آیا ہے ہر جگہ ناس سے مراد انسان کی مختلف قسم مراد ہے۔ مثلاً پہلے ناس سے تربیت اور پرورش کے لحاظ سے چھوٹے بچے مراد ہیں دوسرے ناس سے حضرت حق کی بادشاہت کے اعتبار سے جوان آدمی مراد ہیں۔ تیسری جگہ الٰہ الناس کی وجہ سے بوڑھے مراد ہیں۔ چونکہ بڑھاپے میں عبادت الٰہی کا ذوق بڑھ جاتا ہے۔ چوتھی جگہ صالح اور نیک انسان مراد ہیں کیونکہ شیطان کی یورش نیک ہی آدمیوں پر زیادہ ہوتی ہے پانچویں ناس سے مراد شریر اور مفسد انسان ہیں جو خود جرائم میں مبتلا ہونیکے بعد چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی جرائم پیشہ بنالیں۔ ان دونوں سورتوں کی تفسیر میں علماء متقدمین و متاخرین نے بیشمار نکات و حقائق بیان کئے ہیں جنکو بوجہ تطویل کے ہم نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ہمارا مقصد صرف قرآن کو آسان طریق پر سمجھانا ہے علماء کو نیاہ مباحث میں الجھانا نہیں ہے ورنہ یہ کتاب اپنی خوبیوں اور اپنے معارف بے کراں کی وجہ سے ایک سمندر ہے جس کی تہ کا کوئی پتہ لگا سکا اور نہ آخری کنارے تک کوئی انسان پہونچ سکا واللہ تعالیٰ اعلم بمرادہ واسرارہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں شیطان کی پرسنکار اور آپ نظر آئے ۱۲ پھر فرماتے ہیں حدیث میں فرمایا ان سورتوں کے برابر کوئی دعا نہیں پناہ کے واسطے ٭ حدیث میں ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحال والمرتحل پھر کہا گیا کہ حال اور مرتحل کیا ہے سرکار نے فرمایا جو شخص قرآن کو پورا پڑھے تو پڑھ کر پھر شروع کر دے یعنی الحمد سے لیکر مفلحون تک پڑھ لے یہی شروع کرنا ہے قرآن کا (۶) الحمد للہ والمنۃ کہ آج سہ شنبہ کے دن ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۵۶ء کو بعد نماز ظہر قرآن پاک کی تفسیر ختم ہوئی ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما تحب وترضی ربنا ولک الحمد۔ یارب لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک ولعظیم سلطانک القدیم۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم فانک بالاجابۃ جدیر وانت علی کل شیء قدیر۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد الذی ارسل الی کافۃ للناس وھو بشیر و نذیر ٭

ع ۶ / ۳۹

بقیہ صفحہ ۹۳۴

ان میں مرمت کی ضرورت ظاہر نہیں ہوئی۔ سراج سے مراد آفتاب عالم تاب ہے۔ یہ سات مضبوط آسمان اور یہ آفتاب ہم نے پیدا کئے اور بنائے۔ (۱۳) اور ہم نے ہی برسنے کے لئے بادلوں سے بکثرت پانی برسایا ✤ معصرات کو بعض حضرات نے فرمایا یہ وہ ہوائیں ہیں جو بارش لاتی ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ معصرات کے معنی ابر کے ہیں جس میں خوب پانی بھرا ہوا ہو چنانچہ حضرت ابن عباسؓ، ابو العالیہ، ربیع اور ضحاک اسی کے قائل ہیں۔ اسی بنا پر ان اپنے حضرات نے نچوڑنے والی بدلیوں کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ عرب موسلا دھار بارش کو مطر ثجاج کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان بدلیوں سے موسلا دھار پانی برسایا۔ (۱۴) تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ غلہ اور سبزہ اگائیں (۱۵) اور پتیوں میں لپٹے ہوئے یعنی گنجان باغ پیدا کریں ✤ یعنی گیہوں جو چنا وغیرہ اور مختلف قسم کی گھاس سبزیاں وغیرہ اور ایسے باغ پیدا کریں جن میں بکثرت پتے ہوں اور درخت پاس پاس ہوں یعنی خوب گنجان باغ پیدا کریں۔ آگے یوم الفصل کی مختصر سی تفصیل ہے چونکہ اوپر والمرسلات میں یوم الفصل کا ذکر آیا تھا اس لئے یہاں اس کی مزید تفصیل مذکور ہے (۱۶) بے شک فیصلے کا دن ایک مقررہ وقت ہے (۱۷) وہ دن وہ ہے جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور صور میں پھونکا جائے گا اور تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے۔ (۱۸) اور آسمان کھول دیا جائے گا۔

بقیہ صفحہ ۹۳۵

اس لئے فرشتوں کو سختی سے کام لینا پڑتا ہے۔ دوسری قسم ان فرشتوں کی جو مومن کی جان نرمی اور آسانی سے کھینچتے ہیں۔ نزع اور نشط میں اتنا ہی فرق ہے کہ نزع سختی سے کھینچنا اور نشط نرمی سے کھینچنا۔ اسی لئے بعض محققین نے نشط کے معنی بند کھول دینے سے ہی کئے ہیں۔ مومن کی روح اس آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیئے اور روح جسم سے باہر نکل آئی۔ پھر تیسری قسم فرشتوں کی روح کو لے کر آسمان کی طرف جانے کی ہے کہ وہ سرعت اور نہایت سہولت کے ساتھ لے کر چلتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی تیر رہا ہے گویا ہوا میں پیرتے ہوئے روح کو لے کر چلتے ہیں۔ پھر ان ارواح کے متعلق جو حکم ہوتا ہے اُس کی تعمیل کے لئے تیزی کے ساتھ چلتے اور دوڑتے ہیں پھر اُن ارواح کے متعلق ثواب یا عقاب کا جو حکم ہوتا ہے اس حکم کی تدبیر کرتے ہیں اور اُس کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فالمدبرات امراً سے وہ فرشتے مراد ہوں جو عالم میں تکوینی امور کی تدبیر کرتے ہوں جیسے جبرئیل و میکائیل وغیرہ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ملائکہ کے ساتھ ارواح طیبہ بھی مراد ہوں جو عالم میں مختلف خدمات پر مامور ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا اسماعیل دہلوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب منصب امامت میں فالمدبرات امراً کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فَالسّٰبِقٰتِ سبقاً سے وہ ملائکہ مراد ہوں جو ہر حکم کی تعمیل میں سبقت اور آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابتدا کی چار قسمیں اہل ریاضت کی ہوں جو اپنے نفس کو مجاہدے کی سختیوں میں ڈالتے ہیں پھر عبادت الٰہی میں شوق اور لذت پیدا کرتے ہیں پھر عبادت الٰہی میں پیرتے ہیں۔ یعنی بغیر کسی کلفت اور بغیر کسی رنج و الم کے عبادت الٰہی بجالاتے ہیں اور نیکیوں میں اور بھلائیوں میں اپنے معاصرین سے آگے نکل جاتے ہیں اور بڑھ جاتے ہیں۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اقوال کئی ہیں لیکن ہم نے راجح اور جمہور کا قول اختیار کر لیا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک قسم فرشتے کافر کی جان گھسیٹ کر نکالیں اس کی رگوں میں ڈوب کر ایک قسم فرشتے مسلمان کے بدن سے جان کی گرہ کھول دیں۔ وہ اپنی خوشی عالم پاک کو دوڑے جیسے کسی کے بند کھول دیئے لیکن بدن کی تکلیف اور ہے اس میں دونوں برابر ہیں یہ ذکر ہے روح کا نیک خوشی سے دوڑتا ہے بد ڈر سے بھاگتا ہے پھر گھسیٹا جاتا ہے۔ ایک فرشتے پیرتے پھرتے ہیں ہوا میں۔ ایک سے ایک درجہ زیادہ چاہتے۔ جب کچھ حکم پہنچا دوڑے اس کے بنانے کو۔ یہ قسمیں کھا کر کلام مدعا جتانا منظور ہوتا ہے اور کبھی ان چیزوں کی خوبی اور ندرت جتانے کو قسم کھاتے ہیں ۱۲ بہر حال یہاں تمام قسموں کا جواب قسم یہ ہے کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے یعنی بعث ضرور ہو گا یا قیامت ضرور آئے گی آگے اسی کی تفصیل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۵) جس دن زور سے لرزنے والی لرزنے والی ✤ یعنی زمین میں بھونچال آئے مراد پہلا نفخہ صور ہے (۶) جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی ✤ عام مفسرین کے نزدیک نفخۂ ثانیہ مراد ہے۔ لیکن بعض حضرات نے پیچھے آنے والی سے پے در پے زلزلے مراد لئے ہیں۔ رجف اس زلزلے کو کہتے ہیں جس میں ہولناک آواز بھی ہو (۷) اس دن بہت سے دل دھڑکتے ہوں گے (۸) اُن دل دھڑکنے والوں کی ندامت و شرمندگی سے آنکھیں پست اور جھکی ہوئی ہوں گی (۹) منکرین قیامت کہتے ہیں کیا ہم پہلی حالت پر پھر واپس ہوں گے ✤ یعنی کیا الٹے پاؤں پھر زندگی کی طرف لوٹیں گے (۱۰) کیا جب ہم گلی ہوئی بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر واپس ہوں گے ✤ یعنی کیا موت کے بعد پھر حیات واپس ہو گی اور خاص کر جب ہڈیاں گل جائیں اور بوسیدہ اور کھوکھری ہو جائیں تو پھر زندہ ہونا بہت مشکل ہے (۱۱)

بقیہ صفحہ ۹۳۷

یہ منکر آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کا قیام اور وقوع کب ہو گا ✤ یعنی جب قیامت کا ذکر سن تو بطور استہزا اور انکار دریافت کرتے ہیں کہ یہ کب واقع ہو گی اس وعدۂ قیامت کا وقت کب ہے آگے اس کا جواب ہے (۴۲) اس کا وقت بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق اور کیا واسطہ (۴۳) اس کے علم کا مدار اور اس کے علم کی پہنچ آپ کے پروردگار کی طرف ہے ✤ یعنی اس کے وقت کا بیان کرنے سے آپ کا کیا واسطہ ہے اس کا حقیقی علم تو پروردگار ہی کے پاس ہے اور اس کی پہنچ اور منتہیٰ آپ کے پروردگار ہی کی طرف ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں پوچھتے پوچھتے اسی تک پہنچنا ہے بیچ میں سب بے خبر ہیں ۱۲ خلاصہ یہ کہ اس کے وقت کو بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق اس کا موقوف علیہ علم ہے اور وہ ہے نہیں کیونکہ وہ آپ کو بتایا نہیں گیا اور موقوف علیہ کا انتفا مستلزم ہے موقوف کے انتفا کو لہٰذا اس کے ذکر سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں۔ بلکہ اس کے وقوع کے علم کی پہنچ آپ کے پروردگار کی طرف ہے۔ (۴۴) بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو ✤ یعنی آپ تو صرف اسی شخص کو ڈرانے والے ہیں جو علم اجمالی کی وجہ سے مجازات کو جانتا ہے اور جس میں بالقوہ استعداد موجود ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ڈرتے کو کیوں ڈراتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ انجاز اجمالی سے اس شخص کو ڈراتے ہیں جو ڈرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور ڈر کر ایمان لانے والا ہو۔ (۴۵) لوگ جس دن قیامت کو دیکھیں گے تو ان کو ایسا معلوم ہو گا گویا وہ دنیا میں دن کا آخری حصہ یا اس کا ابتدائی حصہ ٹھہرے ہوں گے ✤ یعنی اب تو قیامت کو جلدی طلب کر رہے ہیں اور جلدی جلدی کا شور مچا رہے ہیں لیکن جب وہ آجائے گی تو اس کو مستعجل اور جلدی ہی سمجھو گے کیونکہ دنیا کا رہنا ایسا معلوم ہو گا کہ شاید ایک دن کی شام یا اس کی صبح رہے ہوں گے کہ عذاب آگیا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی شتاب مانگتے ہیں قیامت اس وقت معلوم ہو گا کہ بہت شتاب آئی بیچ میں کچھ دیر نہیں لگی ۱۲ عشیہ۔ زوال سے لے کر شام تک اور ضحیٰ صبح سے زوال تک ضحاہا کی ہا یا توصلے کے لئے ہے یا اضافت یوم العشیہ کی طرف ہے۔ یعنی العشیۃ او ضحیٰ یومہا۔ پہلا قول حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور دوسرا فرا کا قول ہے۔ اہل عرب بولا کرتے ہیں اٰتیتُکَ العشیۃ او غداتہا (۴۶)

بقیہ صفحہ ۹۳۸

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں وہ ڈرتا ہے اللہ سے یا ڈر لگا ہے کہ تیری ملاقات پاوے یا نہ پاوے ۱۲ مطلب یہ ہے کہ جو شخص مسلمان بھی ہے، ڈرتا بھی ہے وہ ان لوگوں سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے جو متکبر ہیں اور دین کے بارے میں مغرور اور بے پروا ہیں۔ جبرئیل جب یہ آیتیں تلاوت فرما رہے تھے تو آپ پر خوف کے آثار نمایاں ہو رہے تھے جب آگے کی آیت پڑھی کلا انہا تذکرۃ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر اطمینان کے آثار نمایاں ہوئے اس کے بعد ابن ام مکتوم سے جب کبھی ملاقات ہوتی تو آپ فرمایا کرتے مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی۔ کئی دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں جاتے وقت ان کو مسجد نبوی میں امام بھی مقرر کیا ہے۔ یہ جنگ قادسیہ میں جہاد کی غرض سے شریک ہوئے ہیں۔ اور جنگ قادسیہ ہی میں ان کی شہادت ہوئی ہے۔ بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ان لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے جن کے ایمان لانے سے آگے بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ بے پروا ہیں ان کا مقصد ایمان لانا نہیں ہے۔ ان کے لئے عبد اللہ بن ام مکتومؓ جیسے مخلص کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۰) ہرگز ایسا نہ کیجئے کیونکہ یہ قرآن ایک نصیحت کی چیز ہے (۱۱) سو جو کوئی چاہے اس کو یاد کرے ✤ یعنی آئندہ ایسا نہ کیجئے کیونکہ قرآن محض ایک نصیحت ہے اور آپ کے ذمے اس قرآن کی تبلیغ ہے پھر جو کوئی

مانتا ہے وہ مانے اور جو نصیحت نہیں قبول کرتا نہ کرے آپ کو کوئی نقصان نہیں۔ نہ ماننے والوں کی آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں آگے قرآن شریف کے اوصاف بیان فرمائے (۱۲) وہ قرآن معظم ومکرم اوراق میں لکھا ہوا ہے ؛ یعنی لوح محفوظ کے ایسے اوراق میں ثبت ہے جو اوراق اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم اور قابل تکریم و تعظیم ہیں (۱۳) وہ صحیفے بلند مقام اور مقدس ہیں ؛ یعنی اگر کوئی مغرور متکبر قرآنی عظمت اور اس کے مرتبے کو نہ سمجھے تو اس سے کیا ہوتا ہے وہ قرآن تو ایسے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے جو نہایت پاکیزہ اور بلند مقام میں رکھے ہوئے ہیں۔ یعنی وہ صحیفے لوح محفوظ میں ہیں اور لوح محفوظ عرش الٰہی کے نیچے ہے یا بیت العزت میں رکھے ہوئے ہیں۔ یہ مقام کی بلندی اور رفعت ہوئی۔ مقدس اور پاکیزہ اوراق میں جہاں کسی گندگی اور خباثت کا شبہ نہیں شیاطین کی وہاں کوئی دسترس نہیں۔ (۱۴) جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں (۱۵) کہ وہ بزرگ اور نیک کردار ہیں ؛ یعنی وہ صحائف ایسے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں اور ایسے لکھنے والے اس کو لکھتے اور نقل کرتے ہیں جو نہایت بزرگ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم اور نیک ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی فرشتے اس کو لکھتے ہیں اس کے موافق وحی اترتی ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ قرآن منجانب اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور اس کی تمام حفاظت اور اس کی نقل امر الٰہی سے ہوتی ہے آگے منکرین کی فظاعت اور کلام الٰہی پر ایمان نہ لانے والوں کی تشنیع ہے (۱۶) غارت کیا جائے آدمی وہ کیسا ناشکرا اور ناسپاس ہے ؛ یعنی یہ منکر انسان جو قرآن سے تذکرہ حاصل نہ کرے اور آپ کے سمجھانے اور نصیحت کرنے کے باوجود اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو ایسے انسان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہو کہ وہ کیسا ناسپاس ہے کیا اس کو اپنی حقیقت نہیں معلوم جو وہ اس قدر تکبر اور نخوت کا اظہار کرتا ہے۔ اس سے مراد ابوجہل یا عتبہ ابن ابی لہب یا اور اسی قسم کا کوئی سرکش کافر ہے۔ آگے انسانی پیدائش کا ذکر ہے (۱۷) اللہ تعالیٰ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا ہے (۱۸) پیدا کیا ایک قطرے اور بوند سے یعنی نطفہ سے بنایا اس کو پھر اس کی ہر ایک چیز کا ایک خاص انداز مقرر کیا (۱۹) پھر راستہ اس کو آسان کر دیا۔ (۲۰)

بقیہ صفحہ ۹۴۰

زمانہ جاہلیت کی وحشیانہ رسم کی طرف اشارہ ہے کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ قیامت کے دن اس لڑکی کے متعلق سوال ہوگا کہ یہ کس جرم اور کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی۔ کس قدر دردناک اسلوب بیان ہے سبحان اللہ۔ یعنی یہ دریافت کیا جائیگا کہ یہ معصوم اور بے گناہ لڑکی کس جرم کی پاداش میں قتل کی گئی ظالموں کے اظہار جرم کا کیا بہترین طریقہ ہے (۹) اور جب نامۂ اعمال کھول دیئے جائیں ؛ تاکہ ہر شخص اپنے اپنے اعمال دیکھ لے اور ہر ایک کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ نیکی یا بدی کا کیا سامان لے کر آیا ہے (۱۰) اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے ؛ یعنی جس طرح جانور کا پوست اور کھال اتارنے سے اُس کی ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اور اس کی کھال کھینچ لینے سے آسمان کے اوپر کی ہر چیز ظاہر ہو جائے گی اور تمام اشیا کی مثالی صورتیں ظاہر ہو جائیں گی اور فرشتے نازل ہوں گے جیسا کہ سورۂ فرقان میں گذر چکا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا اور فرشتوں کا بادلوں میں نزول ہوگا (۱۱) اور جب دوزخ خوب دہکائی جائے ؛ یعنی دوزخ کی آگ کو عذاب کی غرض سے کافروں کے لئے خوب تیز کر دیا جائے (۱۲) اور جب جنت قریب کر دی جائے ؛ یعنی متقی اور پرہیزگار لوگوں کے جنت قریب کر دی جائے (۱۳) تو اس وقت ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہوگا ؛ یعنی ہر نفس اس کو جان لے گا جو اس نے حاضر کیا ہوگا۔ یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا و ما عملت من سوء (۱۴) پس میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں جو ایک سمت کو چلتے چلتے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں (۱۵) اور پیچھے ہی چلتے رہتے ہیں اور کچھ دنوں کو چھپ جاتے ہیں (۱۶) اور قسم ہے رات کی کہ جب وہ پھیلے (۱۷) اور قسم ہے صبح کی جب وہ دم بھرے یعنی طلوع ہو ؛ اگرچہ مفسرین کے ان ستاروں میں کئی قول ہیں لیکن عام طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے تفسیر کرتے ہیں یعنی ان سے وہ پانچ ستارے مراد ہیں جن کو متحیر کہتے ہیں ان کے نام یہ ہیں زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ زہرہ۔ عطارد۔ یہ ستارے اول مغرب سے مشرق کی طرف بروج کو ترتیب سے طے کرتے ہوئے جاتے ہیں پھر تھوڑے دنوں تک ان کی حرکت نمودار اور ظاہر نہیں ہوتی پھر رجعت کرتے ہیں یعنی الٹے مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہیں۔ علم ہیئت میں پہلی حالت کو استقامت کہتے ہیں یعنی جب مغرب سے مشرق کی طرف جاتے ہیں دوسری حالت کو وقوف کہتے ہیں یعنی جب ایک جگہ ٹھہر جاتے ہیں اور ظاہر نہیں ہوتے تیسری حالت کو رجوع کہتے ہیں اور دوسرے ستاروں کی یہ حالت نہیں ہے۔ یہ پانچوں متحیر ستارے اپنی چال سے حیرت پیدا کرتے ہیں اور فلکیات میں انقلاب کی خبر دیتے ہیں اور عالم علوی میں انقلاب کی دلیل بنتے ہیں۔ جن سے قیامت کے وقوع کا امکان معلوم ہوتا ہے۔ خنس کے معنی انقبض کے ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے الشیطان یوسوس الی العبد فاذا ذکر اللہ خنس یعنی انقبض۔ جواری کے معنی سیر کرنے والے۔ چلنے والے۔ کنس۔ وحشی جانوروں کے رہنے اور ٹھکانہ پکڑنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے خنس جواری کنس۔ سے بعض متقدمین صحابہ اور تابعین نے ہرنیاں اور وحشی گائیں بھی مراد لی ہیں اگرچہ یہ تفسیر مشہور نہیں ہے عسعس سے کسی رات کا آنا اور اس کا پھیلنا مراد لیا ہے اور بعض نے ادبار کے معنی کئے ہیں یعنی رات کا لوٹنا اور واپس ہونا کیا ہے ہم نے ترجمے اور تیسیر میں دونوں کے فرق کو ظاہر کر دیا ہے۔ یعنی ایک جگہ اقبال کیا ہے اور ایک جگہ ادبار کیا ہے۔ صبح کے روشن ہونے کو عرب تنفس الصبح بولا کرتے ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد نسیم سحری ہے لیکن راجح اور صحیح یہی ہے کہ والصبح اذا تنفس سے مراد صبح کا روشن ہونا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عسعس سے مراد فترۃ کا زمانہ ہو اور صبح کے دم بھرنے سے اشارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی جانب ہو۔ اور بالخنس الجوار الکنس سے مراد انبیائے سابقہ کی تبلیغ اور ان کی امتوں کا پیغمبروں کی ہدایت پر چلنا کبھی رک جانا اور کبھی ہدایت کو چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ جانا مراد ہو۔ بہرحال یہ قسمیں کھا کر ارشاد فرماتے ہیں (۱۸) کہ بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے ؛ یعنی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کو ایک معزز فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبر کے پاس پہنچایا ہے پیغامبر کی حیثیت سے ان کا قول فرمایا ہے۔ ورنہ حقیقی اضافت مقصود نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی ناقل کی طرف بات کو منسوب کر دیا کرتے ہیں قرآن شریف کو مخلوق تک پہنچانے میں دو واسطے ہیں ایک حضرت جبرئیلؑ اور دوسرا واسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس (۱۹)

بقیہ صفحہ ۹۴۱

سورۃ انفطار مکی ہے اور یہ اُنیس آیتیں ہیں۔ شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٥ جب آسمان پھٹ جائے (۱) اور جب ستارے جھڑ پڑیں (۲) اور جب دریا بہا دیئے جائیں (۳) اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں ؛ اس سورت میں مثل سابقہ سورتوں کے قیامت اور مجازاۃ کا بیان ہے چنانچہ ارشاد فرمایا جس وقت آسمان پھٹ جائے اور جب آسمان پھٹ پڑے گا تو ستارے بے نور ہو کر جھڑ پڑیں گے۔ دریا سب کے سب ملا کر بہا دیئے جائیں گے یعنی میٹھے اور کھاری دریا مل کر بہیں اور درمیان میں سے حجاب ہٹ جائیں۔ اور مل کر بہنے کے بعد ان میں جوش اور طغیانی پیدا ہوا اور ان میں دھواں اور آگ پیدا ہو اور سب دریا خشک ہو جائیں پہاڑوں کا ریت اور دوسری قسم کا کوڑا کرکٹ اور مٹی وغیرہ اس میں پڑ جائے اور دریاؤں کا نام و نشان باقی نہ رہے یہ تین باتیں نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوں گی اور قبروں کا زیر و زبر ہونا اور قبروں کا اکھیڑا جانا یہ نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا۔ یعنی جو کچھ زمین کی تہ میں ہوگا سب اوپر آجائے گا اور مُردے بھی باہر نکل آئیں گے اور سونا چاندی بھی جو زمین کی تہ میں ہے وہ بھی باہر آجائے گا۔ جیسا کہ سورۂ انشقاق میں آجائے گا۔ علامات قیامت میں سے یہ بھی ایک علامت ہے کہ زمین اپنے اندر کی تمام چیزیں اگل دے گی۔ ایک ترتیب تعمیر کے لئے گذر چکی ہے ان سورتوں میں تخریب کی ترتیب ہے۔ جب کسی مکان کی تخریب مقصود ہوتی ہے تو پہلے اس کی چھت گراتے ہیں پھر دوسری چیزوں کو برباد کرتے ہیں۔ اسی طرح یہاں اول آسمان کی تخریب کا ذکر ہے جس کے ساتھ ساتھ ستاروں کا جھڑ جانا ضروری ہے۔ پھر دریاؤں کو خشک کر دینا اور پانی کے نظام کو برباد کر دینے کا ذکر فرمایا اس کے بعد زمین کے زیر و زبر کرنے کا ذکر کیا اور اس طرح پورے عالم کی تخریب کے بعد نیا عالم یعنی عالم آخرت قائم کیا گیا۔ فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شئی والیہ ترجعون (۴) اس وقت ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ؛ یعنی جو بھلے اور بُرے کام کئے یا نہیں کئے شروع میں کئے یا آخر عمر میں کئے۔ کوئی اچھی

رسم جاری کر گیا یا کوئی بری رسم قائم کر گیا یا وہ مال جو اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کر گیا اور وہ مال جو پیچھے چھوڑ گیا۔ بہرحال علما کے کئی اقوال ہیں اور اس آیت کے معنی کئی طرح بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اولاد بھی مراد ہو سکتی ہے جو ماں باپ کے سامنے مر گئی اور وہ اولاد جو پیچھے چھوڑ گئے۔ قبروں سے نکلتے ہی اجمالی طور پر ہر شخص کو اپنا حال معلوم ہو جائے گا البتہ تفصیلی حال اس وقت معلوم ہو گا جب نامۂ اعمال ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ آگے انسان کو ہوشیار کرنے کی غرض سے خطاب فرماتے ہیں ( )

بقیہ صفحہ ۹۴۲

کا اکرام کردہ تم سے کسی حالت میں جدا نہیں ہوتے مگر جنابت اور جائے ضرور کے وقت یہ ہر روز صحیفے بندے کے حق تعالیٰ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں اگر کسی بندے کے صحیفے کی ابتدا میں اور آخر میں استغفار لکھا ہوا ہوتا ہے تو حضرت حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں قد غفرت بعبدی ما بین طرفی الصحیفۃ یعنی اس صحیفے کے دونوں جانب کے درمیان میں جو چیز ہے اس کو میں نے بخش دیا۔ دوسرے یہ کہ وہ انسان سے پوشیدہ رہتے ہیں سامنے نہیں آتے کہ انسان کو شرمندگی نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ انسان جو کچھ کرتا یا کہتا ہے اُس کا اندراج کر لیتے ہیں یعنی امانت دار ہیں خائن نہیں ہیں۔ چوتھی بات یہ کہ ان کو بندے کے متعلق جو کچھ معلوم ہوتا ہے اس کا وہ کسی سے اظہار نہیں کرتے۔ بہرحال جب تمام اعمال ضبط تحریر میں آ رہے ہیں اور ان سب کا حساب ہو کر جزا و سزا کا ملنا یقینی ہے تو انسان کو دھوکا نہیں کھانا چاہئے بلکہ اپنے انجام سے باخبر رہنا چاہئے۔ کیونکہ قیامت اسی دن کا نام ہے جس دن نیکوں کو ان کے نیک اعمال کا صلہ اور بدوں کو ان کی بداعمالیوں کا بدلہ دیا جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں (۱۲) بے شک نیک لوگ بڑے آرام میں ہوں گے یعنی بہشت میں (۱۳) اور بدکار لوگ یقیناً دوزخ میں ہوں گے۔ (۱۴) یہ بدکردار لوگ اس دوزخ میں جزا کے دن داخل ہوں گے (۱۵) اور یہ لوگ اس جہنم سے کہیں غائب نہ ہو سکیں گے۔ یہاں اہل جنت اور اہل جہنم کی تقسیم بڑے ہی مختصر الفاظ میں فرمائی سورۃ والنازعات میں فاما من طغی الخ فرمایا تھا یہاں محض ابرار اور فجار فرمایا۔ یعنی نیک لوگ جزا کے دن جنت میں اور بدکردار یعنی کافر جہنم میں ہوں گے۔ یہ کافر اس جہنم میں جزا کے دن داخل ہوں گے اور داخل ہونے کے بعد اس جہنم سے جدا نہ ہو سکیں گے اور کہیں چھپ نہ سکیں گے یعنی ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ آگے یوم الدین کی تفصیل ہے (۱۶) اور اے پیغمبر آپ کو کچھ خبر ہے وہ روز جزا کیسا ہے (۱۷) پھر مکرر کہتے ہیں آپ کو کچھ خبر ہے وہ روز جزا کیسا ہے۔ یعنی اس انصاف کے دن کی کیفیت آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ انصاف کا دن کیسا ہے (۱۸) وہ ایسا دن ہے جس دن کوئی شخص کسی شخص کو کچھ بھی نفع پہنچانے کا اختیار نہ رکھتا ہو گا اور کسی شخص کا کسی شخص کے نفع اور فائدے کے لئے بس نہ چلے گا اور اس دن ہر قسم کا حکم اور فرمان اللہ تعالیٰ ہی کا ہو گا۔ مطلب یہ ہے کہ یوم الدین کے روز نہ کوئی کسی کو کچھ فائدہ پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو گا نہ کسی شخص کا بس چلے گا کہ وہ کسی کا کچھ بھلا کر سکے یا کسی کو ضرر یا نفع پہنچا سکے یا کسی کی سفارش کر سکے۔ اس دن تمام حکم اللہ تعالیٰ کا ہی ہو گا۔ دنیا میں مجازی طور پر بادشاہ کا رعایا پر استاد کا شاگردوں پر ماں باپ کا اولاد پر ایک انسپکٹر کا علاقے والوں پر حکم چلتا ہے لیکن اس دن سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کسی کی حکومت ہو گی نہ کسی کا حکم چلے گا۔ والامر یومئذ للہ (۱۹) تم تفسیر سورۃ الانفطار۔

سورۃ تطفیف مکی ہے اور یہ چھتیس آیتیں ہیں۔ شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۵ سورۂ تطفیف یا سورۂ مطففین کے مکی اور مدنی ہونے میں بعض صحابہ اور تابعین کا اختلاف ہے حضرت ابن مسعود، ضحاک اور مقاتل کا قول ہے کہ یہ سورت مکہ معظمہ میں ہی نازل ہوئی ہے۔ حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مدینہ والوں کو عام طور سے کم تولنے اور کم ناپنے کے مرض میں مبتلا پایا۔ وہاں یہ سورت نازل ہوئی اور آپ نے سب لوگوں کو یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ حضرت ابن عباسؓ اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ تمام سورت مدنی ہے مگر ان الذین اجرموا سے لے کر آخر تک کی آیتیں مکی ہیں۔ کلبی اور حضرت جابرؓ کا قول ہے کہ یہ سورت مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہ ظاہری بات ہے کہ یہ کم تولنے اور کم پیمانہ بھرنے کا مرض مدینہ منورہ میں زیادہ پایا جاتا تھا۔ عام طور سے لین دین کے دو طریقے رائج تھے۔ یا تول کر خرید و فروخت ہوتی تھی اور جن چیزوں کی تول کر خرید و فروخت ہوتی تھی ان کو وزنی کہا کرتے تھے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ پیمانے سے بعض چیزیں خریدی اور فروخت کی جاتی تھیں ان کو کیلی کہتے تھے۔ بعض لوگوں نے وزنی کے لئے دو قسم کے بٹے بنا رکھے تھے لینے کے اور دینے کے اور اسی طرح دو قسم کے پیمانے بنا رکھے تھے لیتے اور پیمانے سے دیتے اور پیمانے سے۔ یا جن لوگوں نے دو قسم کے بٹے اور دو قسم کے پیمانے نہیں بنا رکھے تھے وہ تولنے میں اور ترکیب سے کم تولتے تھے اور پیمانے کو لیتے وقت خوب ہلا ہلا کر بھرتے تھے اور دیتے وقت پولا پولا بھر دیا کرتے تھے اور اس طرح کم تولنے اور کم ناپنے کی رسم جاری کر رکھی تھی۔ اس سورت کی ابتدائی آیتوں میں اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرایا گیا ہے کیونکہ اس میں غیر کا حق دھوکے سے لینا اور بغیر مالک کی مرضی کے اُس کا حق دبانا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اس معاملے میں ضرب المثل تھی سورۂ ہود کی تیسیر ملاحظہ کی جائے۔ ترازو میں ڈنڈی مارنا یا پاسنگ رکھ کر دینا اسی طرح پیمانے میں کمی بیشی کرنا یہ سب امور آسمانی شرائع میں حرام بتائے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی (۱)

بقیہ صفحہ ۹۴۳

تکذیب کر رہے ہیں جب وہ دن واقع ہو گا تو ان کے لئے بڑی خرابی ہو گی آگے تکذیب کرنے والوں کے اور اعمال مشومہ کا ذکر فرمایا (۱۱) اور اس روز جزا کو تو صرف وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے بڑھ جانے والا گناہگار ہو۔ یعنی حدود عبدیت اور بندگی سے آگے نکل جانے والا سخت گناہگار (۱۲) جب اُس کے روبرو ہماری آیتیں تلاوت کی جائیں تو کہنے لگے یہ اگلے لوگوں کی بے سند اور بے سروپا کہانیاں ہیں۔ یعنی جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ حد سے نکل جانے والا گناہگار یوں کہتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کے بے سند قصے اور بے سروپا کہانیاں ہیں (۱۳) ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے قلوب پر ان کے اُن اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے جو یہ کیا کرتے تھے۔ یعنی یہ بات نہیں کہ یہ قرآن بے سند اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں بلکہ ان بدبختوں نے جو گناہ کئے ہیں اور جو گناہ یہ کیا کرتے تھے اس نے زنگ کی صورت اختیار کر لی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ پہلے گناہ کرنے پر ایک سیاہ نقطہ قلب پر پیدا ہو جاتا ہے اگر گناہگار توبہ کرے تو وہ دور ہو جاتا ہے نہیں تو بڑھتے بڑھتے تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور شاید بدبختی اور مریض کی یہ ابتدائی حالت ہے۔ یہی حالات ہیں جو بڑھتے بڑھتے قبر تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہم نے اس کو مریض کی ابتدائی حالت سے تعبیر کیا ہے اور کئی مرتبہ اس پر کافی بحث کی ہے۔ یہاں اس کو رَین فرمایا ہے گناہوں کا روحانی اثر یہ ہے کہ قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ آگے اس کے مزید اثرات کا بیان ہے (۱۴) نہیں نہیں یہ لوگ اُس دن اپنے پروردگار سے روک دیئے جائیں گے۔ یعنی یہ سیاہی رب العزت کے دیدار سے روکنے میں حجاب کا کام کرے گی اور حضرت حق تعالیٰ کے دیدار سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ اور یہ اعمال بد کا زنگ میدان حشر میں بہت سی بھلائیوں اور نجات سے محروم کر دے گا (۱۵) پھر یقیناً یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے (۱۶) پھر اُن سے کہا جائے گا یہی وہ چیز ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ یعنی دوزخ میں داخل ہوں گے اور داخل ہونے کے بعد کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ آگے نیک بندوں کے نامۂ اعمال کا ذکر ہے کیونکہ یہ قیامت کے منکر مومنین کے اجر و ثواب کے بھی منکر ہیں اس لئے اُن کو جھڑکی دے کر فرماتے ہیں (۱۷) ہرگز یوں نہیں بلکہ نیک لوگوں کا نامۂ اعمال علیین یعنی اعلیٰ ترین مقام میں رہے گا (۱۸) اور اے پیغمبر آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ علیین کیا چیز ہے۔ یعنی وہ اعلیٰ ترین مقام میں رکھا ہوا نامۂ اعمال کیا چیز ہے (۱۹)

بقیہ صفحہ ۹۴۴

اب دنیا اور آخرت دونوں میں فریقین کا حال مذکور ہے (۲۸) بے شک جو لوگ مجرم یعنی کافر ہیں وہ دنیا میں ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔ یعنی ان کی تحقیر اور تذلیل کیا کرتے تھے (۲۹) اور جب یہ مسلمان ان کافروں کے سامنے سے ہو کر گزرتے ہیں تو وہ کافر آپس میں اشارے کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ فقرائے مسلمین جب رؤسائے قریش کے آگے سے گزرتے ہیں تو یہ کفار رؤسا آپس میں اشارے کرتے ہیں اور سینیاں مارتے ہیں یعنی پھبتیاں کستے ہیں کہ دیکھو یہ وہ بے وقوف لوگ ہیں جو دنیا کے عیش اور مزوں کو

محض عاقبت کے توہم اور تخیل پر چھوڑے بیٹھے ہیں۔ فقرائے مسلین سے مراد شاید حضرت عمار، خباب بلال اور حضرت علی کرم اللہ ہیں۔ امرا کفار قریش سے مراد ابوجہل اور عاص بن وائل ہیں۔ بہرحال کفار کی یہ عام ذہنیت تھی کہ مسلمانوں کو ذلیل سمجھ کر ان پر اشارے بازی کرتے تھے۔ (۳۰) اور جب یہ کافر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو وہاں بھی ان مسلمانوں کا تذکرہ کر کے مزے لیتے تھے ۞ یعنی ان مجرموں کا طریقۂ دل آزاری صرف گلیوں اور بازاروں ہی میں نہ تھا بلکہ گھروں میں بھی فقرائے مسلین کا تذکرہ کر کے مزے لیتے تھے۔ اور دل لگیاں کرتے تھے مطلب یہ کہ دل آزاری کا یہ سلسلہ حاضر اور غائب دونوں حالتوں میں جاری تھا (۳۱) اور جب یہ کافر ان مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے ہیں یہ لوگ یقیناً گم کردہ راہ ہیں ۞ یعنی مسلمانوں کو گمراہ اور بے راہ کہتے تھے (۳۲) حالانکہ ان کافروں کو مسلمانوں پر کوئی نگراں اور نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے ۞ یعنی یہ کافر بجائے اس کے کہ اپنی نجات کی فکر کرتے اُلٹا مسلمانوں کو گمراہ بتاتے اور اُن کی دل آزاری کرتے۔ اہل حق سے استہزا اور اپنے انجام سے غفلت اور بے فکری یہ دنیا میں ان کا غریب مسلمانوں کے ساتھ طریقۂ کار تھا۔ اب آگے قیامت میں ان کے ساتھ ان جرائم کی پاداش میں جو کچھ ہوگا وہ مذکور ہے (۳۳) پس آج کے دن مسلمان کافروں پر ہنسیں گے (۳۴) اور مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے ۞ یعنی آخرت میں مسلمان کافروں پر ہنس رہے ہوں گے اور مسہریوں یا جڑاؤ تختوں پر بیٹھے کفار کا حشر اور ان کی بدحالی کا تماشا دیکھتے ہوں گے۔ (۳۵) واقعی کافروں کو ان کے کئے کی خوب پاداش اور بدلا ملا ۞ یعنی جو کچھ کیا کرتے تھے کافروں نے اس کا خوب بدلا پایا۔ یا مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے ھل جوزی الکفار ما یفعلونہ بالمومنین کہ جو کچھ کفار مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اس کا بدلہ انہوں نے پالیا ہے (۳۶)

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۹۴۵

اور جو خطائیں کیں وہ ہم نے اپنی رحمت سے معاف کر دیں۔ خلاصہ یہ کہ صرف پیشی ہو اور کوئی مناقشہ نہ ہو یعنی یہ نہ کہا جائے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور ایسا کیوں نہ کیا صرف معمولی پوچھ گچھ کے بعد معافی کا اعلان کر دیا جائے۔ یہ سلوک غیر معذب ہونے کی علامت ہے۔ اور جس پیشی میں مناقشہ ہوا تو وہ ہلاک ہونے کی علامت ہے من نوقش فقد ھلک۔ یہی وجہ ہے کہ حساب یسیر دینے والا اپنے متعلقین کے پاس شادماں اور خوش خوش لوٹے گا (۹) اور جس شخص کو اُس کا نامۂ اعمال اور لکھا اُس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا ۞ یعنی بائیں ہاتھ میں مگر پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا۔ سینے کو چیر کر بائیں ہاتھ کو باہر نکال دیا جائے گا۔ یا مشکیں بندھی ہوئی ہوں گی اور دونوں ہاتھ پیچھے ہوں گے اس لئے پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ (۱۰) تو وہ موت کو پکارے گا (۱۱) اور وہ جہنم میں داخل ہوگا (۱۲) یہ وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال میں بے فکر و مگن رہا کرتا تھا (۱۳) اُس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ پلٹ کر نہیں جائے گا (۱۴) لوٹنا کیوں نہیں

بلاشبہ اس کا پروردگار اس کو خوب دیکھتا تھا ۞ سورۂ فرقان میں ثبور کے معنی گذر چکے ہیں۔ ہلاکت اور موت کو پکارے گا یعنی عذاب کے ڈر سے موت مانگے گا۔ لیکن اس کو موت نہ آئے گی اور وہ آگ میں داخل ہوگا۔ بے شک وہ دنیا میں اپنے مال و حشم اور جاہ و خدم اور اپنے اہل و عیال میں بے غم اور بے فکر و مگن رہا کرتا تھا اور اپنی عارضی دولت اور وجاہت پر یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ مجھ کو واپس خدا کے سامنے جانا نہیں حور کے معنی ہیں رجوع کے یعنی کسی کا پہلی حالت پر لوٹ جانا۔ حدیث میں آتا ہے نعوذ باللہ من الحور بعد الکور یعنی فرمایا ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ زیادتی کے بعد پھر کمی کی طرف لوٹ جائیں یعنی اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ بن کر پھر بگڑ جائیں اللہ تعالیٰ بنا کر نہ بگاڑے۔ حضرت حق نے جواب فرمایا کیوں نہیں ضرور واپس جانا ہے۔ بلاشبہ اُس کا پروردگار اس کو خوب دیکھتا تھا اور اُس کے تمام اعمال کو خوب جانتا تھا۔ اب اُن اعمال کی اُس کو سزا دینا چاہتا ہے۔ چونکہ مشیت کا تعلق جزا کے ساتھ ہو چکا ہے اس لئے اس کا وقوع ضروری ہے اور اُس کا واپس ہونا لازمی ہے۔ آگے اسی مضمون کی تفصیل ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۵) سو میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی یعنی شام کی سرخی کی (۱۶) اور رات کی اور اُن چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے (۱۷)

بقیہ ❀ صفحہ ❀ ۹۴۶

تفسیر عزیزی میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ جو صاحب چاہیں تفسیر عزیزی میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ غرض ان ستاروں کی وجہ سے اور ان کی گردش کے باعث عالم سفلی میں عجیب و غریب اتار چڑھاؤ رونما ہوتے ہیں جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ بہرحال یا تو یہ بروج ہیں یا منازل نجوم ہیں جن کو محل اور قلعے سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے سورۂ فرقان میں عرض کیا تھا۔ ان قلعوں پر فرشتے پہرہ دار مقرر ہیں یہ شاید اس وجہ سے نام رکھا کہ جس طرح بادشاہ اور بڑے ذی عزت لوگ محلوق میں اترتے ہیں اسی طرح نجوم ان منازل میں اترتے ہیں۔ یا بڑے بڑے ستارے مراد ہیں جیسا کہ ہم کئی جگہ بروج کا ترجمہ ستاروں کے ساتھ کر چکے ہیں۔ چنانچہ بعض روایات میں مرفوعاً بروج کی تفسیر ستاروں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ وہ دن جس کا وعدہ کیا گیا ہے یعنی والیوم الموعود سے مراد قیامت کا دن ہے۔ شاھد اور مشھود میں مفسرین کے بہت سے قول ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے چونکہ جمعہ ہر شہر میں ہوتا ہے اس لئے اس کو شاہد کہا اور عرفات میں لوگ اطراف عالم سے خود جا کر جمع ہوتے ہیں اس لئے شاید اُس کو مشہود فرمایا لہٰذا روایتاً یہ قول بہت ارجح ہے۔ اگرچہ اقوال بہت سے ہیں مثلاً شاہد اللہ تعالیٰ اور مشہود ہے توحید۔ شاہد انبیاء علیہم السلام اور مشہود اُن کی امتیں۔ شاہد کاتب اعمال اور مشہود عمل کرنے والے شاہد انسان کے اعضا اور مشہود بہ انسان۔ شاہد دن اور رات اور مشہود بہ وہ نیک و بد کام جو انسان کرتا ہے۔ شاہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشہود علیہ دوسری اُمتیں۔ شاہد حجر اسود اور مشہود لہم حجاج۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں شاہد مخلوقات اور مشہود حضرت حق جل مجدہٗ جس طرح شاہد و مشہود میں مفسرین کے کئی قول ہیں اسی طرح جواب قسم کے متعلق بھی کئی قول ہیں بعض نے کہا جواب قسم محذوف ہے یعنی لعن من یوذی المومنین کما لعن اصحاب الاخدود۔ یعنی جو لوگ مومنین کو تکلیف دیتے ہیں اُن پر اسی طرح لعنت ہو جس طرح اصحاب اخدود پر لعنت کی گئی۔ بعض نے کہا قد اور لام مقدر مان کر ان قسموں کا جواب قتل اصحب الاخدود ہے۔ قتادہ اور ابن مسعود کا قول ہے کہ جواب قسم ان بطش ربک لشدید ہے۔ مگر اصح یہ ہے کہ جواب قسم ان الذین فتنوا المومنین والمومنات ہے۔ (۳) کہ خندقوں والے اور کھائیوں والے لعنت کئے گئے اور ہلاک کئے گئے (۴) جو خندقیں ایندھن والی آگ بنی ہوئی تھیں (۵) جس وقت وہ خندق والے اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے (۶) اور جو کچھ وہ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو خود اپنے سامنے دیکھ رہے تھے ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک بادشاہ کا نے پالک بیٹا تھا بادشاہ اُس کو ساحر پاس بھیجا کہ وہ سحر سیکھے وہ بیٹھا کرتا ایک راہب پاس انجیل سیکھنے کو اللہ تعالیٰ نے اُس کو کمال دیا کہ شیر اور سانپ اس کا کہنا مانتے اور کوڑھی اور اندھے اُس کے چھوئے سے چنگے ہوتے پھر اُس کے سبب بہت خلقت اللہ پر اور حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے بادشاہ بت پرست تھا یہ بات سن کر اس نے لے پالک کو مار ڈالا اور شہر میں ہر محلے کے آگے کھائی کھدوائی اور آگ سے بھروا دی۔ محلے میں سے مرد عورتیں پکڑوا منگاتا جو بت کو سجدہ نہ کرتا اُس کو آگ میں ڈالتا ہزاروں آدمی شہید کئے۔ جب اللہ کا غضب نازل ہوا وہی آگ پھیل پڑی بادشاہ اور امیروں کے گھر سارے پھونک دیئے ۱۲ خلاصہ یہ کہ عام طور پر مسلمان کفار مکہ کے مظالم کی شکایت کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو صبر کی تلقین فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم ان سے اپنا انتقام لوگے اور حق تعالیٰ تم کو ایسی طاقت عطا فرمائے گا کہ تم ان سے اپنا انتقام لے سکو گے اسی سلسلے میں یہ سورت نازل فرمائی تاکہ مسلمانوں کو تشفی اور تسلی ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ جب کفار کے مظالم مسلمانوں پر حد سے گذر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کفار پر عذاب نازل فرماتے ہیں۔ چنانچہ قسمیں کھا کر ایک ظالم بادشاہ کا واقعہ بیان فرمایا اور قسمیں بھی ایسی چیزوں کی کھائیں جو حالات کے انقلاب سے تعلق رکھتی ہیں جیسا کہ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں اس بادشاہ کے متعلق روایات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی بادشاہ بت پرست تھا جو انجیل پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اس کی حکومت ایک جادوگر کے سہارے چلتی تھی۔ جادوگر اپنے فن میں کمال رکھتا تھا جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اُس نے بادشاہ سے کہا مجھے کوئی ہونہار لڑکا دے دیجئے تاکہ میں اس کو اپنا فن سکھا دوں اور وہ میرے مرنے کے بعد آپ کی سلطنت کا مددگار ہو اور دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنے غلاموں میں سے کوئی غلام یا اپنا کوئی لے پالک اس کے حوالے کیا۔ حسن اتفاق سے راستے میں کوئی راہب

تھا جو اپنے عبادت خانے میں رہا کرتا تھا۔ یہ لڑکا آتے جاتے اس راہب کے پاس ٹھہرنے لگا اور اس کی باتیں اس کو بہت پسند آئیں۔ جادوگر نے بادشاہ سے شکایت کی کہ لڑکا میرے پاس بہت کم آتا ہے۔ بادشاہ نے غلام کو دھمکایا لیکن اس نے بہانہ کر دیا۔ اور اس طرح یہ کام چلتا رہا راہب کی مذہبی تعلیم سے لڑکا بہت متاثر ہوا اور مسلمان ہوگیا۔ اور راہب کے بتائے ہوئے طریقہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور شغل کرنے لگا۔ تھوڑے ہی دن میں اس کی روحانیت اتنی بڑھ گئی کہ جس بیمار پر اللہ کا نام لے کر ہاتھ رکھتا وہ اچھا ہو جاتا۔ راستے میں ایک دن اس نے ایک اژدہا دیکھا جس کی وجہ سے لوگ جمع تھے اور گذر نہیں سکتے تھے۔ اس نے دور سے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ایک پتھر مارا اور دل میں یہ نیت کی کہ اگر راہب کا بتایا ہوا راستہ صحیح ہے تو یہ اژدہا میرے پتھر سے مر جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اژدہا مر گیا اور لوگوں کا راستہ صاف ہوگیا۔ اسی طرح کا واقعہ ایک دن شیر کے ساتھ پیش آیا اس نے ایک پتھر مارا اور شیر مر گیا۔ غرض اس غلام کی بہت شہرت ہوگئی۔ اتفاق سے بادشاہ کا ایک خاص چوب دار جو اندھا ہوگیا اس نے اس غلام سے کہا میری بینائی اگر واپس آجائے تو میں آپ کی بہت مدد کروں۔ اس نے کہا میں کیا کرسکتا ہوں حقیقی شفا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اگر تو اس پر ایمان لے آئے تو تیری آنکھیں روشن ہو جائیں۔ چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا اور اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے میری آنکھیں روشن کر دیں۔ اس نے جب خدا کا نام سنا تو آگ بگولا ہوگیا۔ چوبدار کو دھمکایا۔ چوب دار نے لڑکے کا نام بتایا اس لڑکے کو بلا کر دریافت کیا اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ کے نام میں یہ برکت ہے کہ جو اس پر ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ اس کو شفا بخش دیتا ہے۔ یہ سنکر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس غلام کو کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور دریا میں غرق کر دو مگر حسن اتفاق سے لڑکا بچ گیا اور جو غرق کرنے گئے تھے وہ غرق ہوگئے۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو پہاڑ پر سے پھینک دو۔ لیکن وہ پہاڑ پر سے بھی بچ گیا اور ساتھی ایک آندھی کی وجہ سے نیچے گر گئے اور مر گئے۔ بادشاہ بہت پریشان ہوا لڑکے نے کہا اگر تو مجھ کو قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو بسم اللہ کہہ کر میرے تیر مار میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ کہ لڑکے کو عام مجمع میں کھڑا کر کے بسم اللہ کہہ کر تیر مارا جو لڑکے کی کنپٹی میں لگا اور لڑکا شہید ہوگیا۔ اس کا شہید ہونا تھا کہ مجمع میں سے ہزاروں آدمیوں نے کہا امنا برب ھذا الغلام۔ ہم اس لڑکے کے پروردگار پر ایمان لائے۔ بے شمار مخلوق مسلمان ہوگئی۔ اس واقعہ پر بادشاہ بہت غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ جگہ جگہ خندقیں کھودو اور ہر شخص کو پکڑ کر لاؤ اور اس سے کہو بت کو سجدہ کر جو بت کو سجدہ نہ کرے اس کو قتل کر دو یعنی خندقوں کو آگ سے بھر دو اور اسی آگ میں اس انکار کرنے والے مسلمان کو ڈال دو۔ غرض یہ تعذیب اس بدبخت نے شروع کی۔ بادشاہ اور اعیان حکومت کرسیوں پر بیٹھے یہ تماشا دیکھ رہے تھے ہر طرف سے مسلمان پکڑ پکڑ کر لائے جا رہے تھے بت کے آگے سر جھکانے سے جو انکار

کرتا تھا اس کو اس خندق میں ڈال دیتے تھے۔ خندقوں کو فرمایا ذات الوقود یعنی وہ خندقیں کیا تھیں آگ اور ایندھن کا ڈھیر تھیں اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو کھائی کے کنارے بیٹھ کر خود دیکھ رہے تھے۔ کہتے ہیں ان ہی مسلمانوں میں ایک عورت بھی لائی گئی جس کی گود میں ایک بچی تھی ان ظالموں نے اس بچی کو چھین کر اس آگ میں ڈال دیا۔ آگ میں سے بچی نے ماں کو پکار کر کہا یہ آگ نہیں ہے تو بے کھٹکے چلی آ۔ چنانچہ ظالموں نے ماں کو بھی خندق میں ڈال دیا۔ ماں کو ڈالتے ہی کچھ آگ اس طرح بھڑکی کہ اس کے شعلوں نے بادشاہ اور اس کے تمام اعیان حکومت کو گھیر لیا اور سب کو جلا کر خاکستر کر دیا اور ان کے تمام مکانات کو پھونک ڈالا اس کو حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا قتل اصحاب الاخدود۔ کہتے ہیں یہ خندقیں چالیس گز لمبی اور بارہ گز چکلی تھیں جس میں مسلمانوں کو جھونکا جا رہا تھا۔ آگے ان بت پرستوں کے غصے اور انتقام کی وجہ بیان کرتے ہیں (۷)

بقیہ صفحہ ۹۴۷

اے پیغمبر بھلا آپ کو ان لشکروں کا واقعہ بھی پہنچا ہے (۱۷) جو فرعون اور ثمود تھے ٭ یعنی فرعون اور ثمود کے لشکروں کی بات اور ان کا واقعہ بھی آپ تک پہنچا ہے کہ ان کا کیا حشر ہوا اور ان کی تکذیب پر کس طرح ان کو پکڑا گیا اور فرعون و ثمود کس طرح تباہ کئے گئے۔ ان کی تباہی اور ہلاکت کے ذکر سے جس طرح مسلمانوں کو تسلی ہوتی ہے اسی طرح کفار کو ڈرنا اور تکذیب سے باز آجانا چاہئے (۱۸) لیکن یہ منکر تو ڈرتے ہی نہیں بلکہ یہ لوگ جو کفر و انکار کے خوگر ہو چکے ہیں یہ تو تکذیب کرنے اور جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں ٭ یعنی یہ کافر ان واقعات سے ڈرتے نہیں بلکہ قرآن کی تکذیب کے درپے ہیں اور قرآن کو جھٹلاتے رہتے ہیں (۱۹) اور اللہ تعالیٰ نے ان منکروں کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے ٭ یعنی اس کے گھیرے سے کہیں نکل نہیں سکتے (۲۰) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک با عظمت اور بڑی شان کا قرآن ہے (۲۱) جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ٭ یعنی قرآن کی تکذیب کرنے سے یہ منکر خود عذاب کے مستحق ہوتے ہیں قرآن کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ یہ قرآن تو بڑا با عظمت اور بڑی شان والا ہے اس کی حفاظت اور نگرانی کا یہ حال ہے کہ یہ قرآن لوح محفوظ میں مندرج ہے اور اس کا جب کچھ حصہ وہاں سے جبرئیل لاتے ہیں تو اول تو وہ خود امانتدار ہیں جیسا کہ سورۂ تکویر میں گذرا پھر ان کے ساتھ بہت سے فرشتے چوکیدار اور پہرہ دار ہوتے ہیں جو پیغمبر تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ سورۂ جن میں گذرا۔ بہرحال قرآن ہر اعتبار سے بلند و پایہ ہے اور ہر اعتبار سے محفوظ ہے جو لوگ اس کی تکذیب کر رہے ہیں وہ ناسمجھ اور گمراہ ہیں اور مستوجب سزا ہیں (۲۲)

بقیہ صفحہ ۹۴۸

صفت حیات سے متصف کرسکتا ہے کیا وہ انسان کو دوبارا نہیں پیدا کرسکتا۔ اسی لئے آگے کی آیت میں ارشاد فرماتے ہیں (۷) بے شک وہ اللہ تعالیٰ اس انسان کے پھیر لانے پر قادر ہے ٭ یعنی دوبارا زندہ کرنے پر قادر ہے اور جب دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے تو قیامت کا وقوع مستبعد نہ رہا اب آگے قیامت کے وقوع اور اس کے حالات کا ذکر ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارا پھیر لانے پر قادر ہے بعض حضرات نے آیت کی اور طرح بھی تفسیر کی ہے لیکن ہم نے مشہور قول اختیار کیا ہے (۸) جس دن تمام پوشیدہ بھید آشکارا ہو جائیں گے (۹) اس دن نہ تو انسان کو خود کوئی زور ہوگا اور نہ اس کی کوئی مدد کرنے والا ہوگا ٭ یعنی سب کی مخفی باتیں آشکارا ہو جائیں گی بھید جانچے جانے کا مطلب یہی ہے کہ جو باتیں اور جو گناہ اور جو کمزوریاں انسان اپنی ہوشیاری سے چھپا لیتا ہے اور کسی کو وہ کمزوریاں معلوم نہیں ہوتیں۔ لیکن اس دن تمام پوشیدہ باتوں سے پردہ اٹھا دیا جائے گا اور ہر چیز زیر بحث آجائے گی اور خفیہ سے خفیہ بات جانچی جائیگی۔ پھر اس وقت یہ حالت ہوگی کہ نہ تو اس میں خود کوئی مدافعت کی طاقت ہوگی اور نہ کوئی مدد کرنے والا ہوگا کہ کسی بھید کی بات کو چھپا سکے (۱۰) قسم ہے آسمان بارش والے کی (۱۱) اور قسم ہے زمین کی جو پھٹ جاتی ہے (۱۲) بے شک یہ دو ٹوک بات ہے (۱۳) اور یہ کوئی لغو اور ہنسی کی بات نہیں ہے ٭ یعنی بارش والے آسمان اور پھٹ جانے والی زمین کی قسم کھاتا ہوں رجع کے معنی مینہ اور بارش کے ہیں یا چکر کھانے اور گھومنے والا۔ جیسا بعض حضرات نے کہا ہے چکر کھانے والا آسمان۔ بہرحال چکر کھانے والا یا بارش والا آسمان۔ زمین کا پھٹ جانا اور دراڑ کا پڑ جانا۔ جیسا کھیتی اگتے وقت ہوتا ہے۔ جب دانہ پھوٹتا ہے تو ساتھ ساتھ زمین ابھر جاتی ہے اور اس میں شگاف پڑ جاتا ہے۔ یہ بات دو ٹوک فیصل شدہ ہے۔ یعنی معاد کی اور دوبارا زندہ ہونے کی جو بات کہی ہے وہ دو ٹوک ہے۔ جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ یا یہ کہ یہ قرآن دو ٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے جیسا کہ بعض اہل تحقیق نے فرمایا ہے بہر حال یہ کوئی ہنسی اور مذاق کی بات نہیں ہے یا کوئی لغو اور باطل کلام نہیں ہے جیسا کہ دین حق کے منکر کہتے ہیں۔ قول فیصل اس کلام کو کہتے ہیں جو حق کو باطل سے جدا کر دے انہ لقول فصل سے قرآن کا مراد لینا زیادہ راجح ہے۔ کیونکہ معاد اور قیامت کے دلائل خود قرآن میں موجود ہیں۔ ہم نے ترجمے میں راجح قول کو اختیار کیا ہے۔ نیز قرآن کو بارش سے مناسبت بہت ہے اس لئے قسم اور جواب قسم میں مطابقت ہو جاتی ہے۔ آگے دین حق کے منکروں کی باطل تدابیر کا ذکر کیا اور اس کی جزا فرمائی (۱۴) بے شک یہ دین حق کے منکر مختلف چالیں چل رہے ہیں اور مختلف تدابیر اور مختلف داؤں کر رہے ہیں (۱۵) اور میں بھی ان کی چالوں اور ان کے داؤں کے مختلف توڑ کر رہا ہوں ٭ یعنی میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں۔ ہم اس پر متعدد بار بحث کر چکے ہیں کہ جو کید یا مکر کفار کی طرف منسوب ہے اس کے اور معنی ہیں اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف جو کید منسوب ہے وہ جزاء کید ہے ورنہ اس کید کی جزا ہے جو کفار کید کرتے ہیں۔ سورۂ اعراف میں گذر چکا ہے واملی لھم ان کیدی متین بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ اس قسم کی تمام آیتوں کا ترجمہ ہم نے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں کیا ہے۔ یہ الفاظ بھی حضرت مفتی صاحب

تبد کے بتائے ہوئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وادخلہ فی النعیم (۱۶) سوائے پیغمبر آپ ان کو مہلت دیجئے ان کو ان کی حالت پر اور تھوڑے دنوں کی مہلت دیجئے ۔ یعنی جب میں ان کی تمام تدابیر اور مکر و فریب کا توڑ کر رہا ہوں تو آپ گھبرایئے نہیں اور عذاب طلب کرنے میں تعجیل نہ کیجئے اور ان کے معذب ہونے کی خواہش میں عجلت نہ کیجئے بلکہ ان کو یوں ہی رہنے دیجئے۔ اور زیادہ دنوں کے لئے نہیں بلکہ تھوڑے دنوں کے لئے ان کو اور مہلت دے دیجئے پھر وقت آنے پر ان کو عذاب دیا جائے گا خواہ وہ دنیوی عذاب ہو اور اس کا وقوع قبل الموت ہو یا عذاب اخروی ہو اور بعد الموت ہو۔ بہر حال پیغمبر کو تسلی دی اور کفار کو وعید سنائی ۔

بقیہ صفحہ ۹۴۹

غلط سمجھ کر واپس لے لیا معاذ اللہ جیسا کہ بعض جہلا کہتے ہیں۔ بہر حال نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس حکم کو سینوں سے فراموش کر دیا جائے۔ اور وہ حکم کسی کو یاد ہی نہ رہے۔ نہ پیغمبر کو نہ پیغمبر کے ساتھیوں کو۔ اسی لئے اس کو مستثنیٰ کر دیا کہ ہمارے یاد کرا دینے کے بعد آپ بھولیں گے نہیں مگر ہاں جس آیت کو ہم خود بھلانا اور جس حکم کو ہم خود بھلانا چاہیں وہ چاہیں تو بھلا دیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ کو خوب جانتا ہے۔ یعنی تمہارے کمال اور تمہاری استعداد ظاہری اور باطنی سے وہ خوب واقف ہے۔ اور وہ تمہارے ہر قول اور ہر فعل کو خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ خوب جانتا ہے۔ جس حکم کو تمہارے حافظہ میں محفوظ رکھنا مصلحت ہوتا ہے اس کو محفوظ رکھتے ہیں اور اگر ان کی حکمت کا تقاضا بھلانے کا ہوتا ہے تو اس کو بھلا دیتے ہیں کیونکہ وہ تمہارے تمام اعمال سے واقف ہیں (۷) اور ہم اس دین کے لئے آپ کو آسانیاں بہم پہنچا دیں گے ۔ یسریٰ کے معنی بعض مفسرین نے شریعت کئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی وحی کا یاد کرنا آسان ہو جائے گا۔ بہر حال دین یا شریعت جو حقیقت میں آسان ہے اُس کی تبلیغ کے لئے ہر پیغمبر آسانیاں طلب کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول مشہور ہے ویسرلی فی امری۔ یعنی میرے کام میں آسانیاں بہم پہنچا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ونیسرک للیسریٰ۔ یعنی ہم بتدریج آپ کو آسانی تک پہنچا دیں گے۔ وحی کی حفاظت ہو یا دین یُسر کی تبلیغ ہو۔ نوفقک للشریعۃ الیسریٰ۔ بہر حال آپ کے کام میں آسانیاں پیدا کی جائیں گی۔ وہ تبلیغ ہو یا تنظیم ہو۔ یا سیاسی امور کی دیکھ بھال ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدین یسرٌ بہر حال دین کی اشاعت اور اس کی عام مقبولیت میں آپ کو بتدریج کامیابی ہوگی (۸) سو اگر نصیحت کرنا کچھ مفید اور نافع ہوتا ہو تو آپ نصیحت کرتے رہئے ۔ یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے جیسا کہ قرآن میں بہت جگہ ایسا ہے کہ وہاں عدم تحقق شرط مشروط کے غیر متحقق ہونے کو مستلزم نہیں۔ سورۂ نور میں گذر چکا ہے ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا کا یہ مطلب نہیں کہ اگر لونڈیاں عصمت و عفت کا ارادہ نہ کریں تو ان کو زنا کرانے پر مجبور کرو۔ بعض حضرات نے تذکیر اور وعظ میں اور رسالت احکام میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تذکیر اور وعظ ضروری نہیں بلکہ آپ کے لئے حکم الٰہی کا

پہنچانا اور ڈرانا ضروری ہے خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ الزام حجت کے لئے تبلیغ احکام اور انذار تو ہر شخص کو کرنا چاہئے خواہ وہ مانے یا نہ مانے لیکن وعظ و تذکیر امر اختیاری ہے جہاں نافع ہو وہاں کریں جہاں مفید نہ ہو نہ کریں۔ جیسا کہ آگے سورہ غاشیہ میں آتا ہے الا من تولی وکفر۔ بہر حال انذار اور تبلیغ احکام میں یہ شرط نہیں ہے صرف وعظ و تذکیر میں یہ شرط ملحوظ ہے اور تذکیر میں یہ شرط تذکیر کی تاکید کے لئے ہے۔ یعنی اگر کسی کو تذکیر نفع دے تو آپ ضرور تذکیر کیجئے اور یہ امر یقینی ہے کہ تذکیر عام میں کسی نہ کسی کو نفع دے گی یعنی فی نفسہٖ تذکیر مفید ہے جیسا کہ والذاریات میں گذر چکا ہے وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین۔ اگر کسی چیز کو ایسی شے پر معلق کیا جائے جس کا واقع ہونا ضروری ہو تو یہ شرط محض تاکید کے حکم میں ہوتی ہے۔ کذا قال الشاہ عبد العزیز الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (۹) وہی شخص جلدی نصیحت قبول کرتا ہے جو ڈرتا ہے ۔ یعنی وہی شخص سمجھانے سے سمجھتا ہے جس کے دل میں خدا کا ڈر ہو اور وہ اپنے انجام کی فکر رکھتا ہو (۱۰) اور وہ جو بڑا بدبخت اور سخت بدنصیب ہو وہی اس نصیحت سے بچتا اور بھاگتا ہے ۔ یعنی جو شقی القلب ہے اور جو بدنصیب ہے اور جس کو انجام کا ڈر نہیں وہ نہیں سمجھتا بلکہ نصیحت سے بچتا اور پہلو بچاتا ہے (۱۱) وہ جو بڑی آگ میں داخل ہوگا ۔ یعنی آخر کار یہ بدبخت اور بدنصیب بڑی آگ یعنی جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔ بڑی آگ فرمایا جہنم کو وہ آگ دنیا کی آگ سے کمیت اور کیفیت دونوں میں بڑی ہے۔ العیاذ منہا (۱۲) پھر وہ اس آگ میں نہ مرے گا اور نہ جئے گا ۔ یعنی موت تو آنے ہی کی نہیں اور حیات بھی مثل لاحیات ہوگی۔ وہ زندگی جس سے آدمی موت کو لاکھ درجے بہتر سمجھتا ہو وہ زندگی نہ جینے کے برابر ہے۔ آگے ڈرنے والوں کی تفصیل ہے (۱۳) یقیناً وہ شخص کامیاب ہوا اور من مانی مراد کو پہنچا جو پاک ہو گیا ۔ یعنی قرآن سن کر عقائد خبیثہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو گیا اور اپنی اصلاح کر لی (۱۴) اور وہ اپنے پروردگار کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ ہو سکتا ہے کہ نماز سے مراد یہاں عید کی نماز اور پروردگار کے نام کو یاد کرنے سے مراد تکبیرات عید ہوں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ جیسا کہ متقدمین سے مروی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تزکی سے مراد صدقۂ فطر ہو یعنی وہ شخص کامیاب ہوا جس نے صدقۂ فطر ادا کیا اپنے رب کے نام کو یاد کیا اور نماز پڑھی۔ یا اپنے کو اخلاق رذیلہ سے پاک کیا تکبیر تحریمہ میں اپنے پروردگار کا نام لیا اور نماز پڑھی مفسرین کے نزدیک یہ قول راجح اور صحیح ہے۔ آگے منکروں کا ذکر ہے کہ تم قرآن کو سن کر ایمان نہیں لاتے اور آخرت سے غفلت برتتے ہو (۱۵) بلکہ اے منکرو حقیقت یہ ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور مقدم رکھتے ہو (۱۶) حالاں کہ آخرت بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والی ہے ۔ یعنی تم نے دنیوی زندگی کو اختیار کر رکھا ہے۔ اور اعتقاداً اور عملاً آخرت کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ حالاں کہ آخرت دنیا سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے۔ تعجب ہے کہ جو چیز ہر اعتبار سے افضل ہے اس کو چھوڑ رکھا ہے اور جو چیز مفضول اور گھٹیا ہے اسے اختیار کر رکھا ہے (۱۷)

بقیہ صفحہ ۹۵۰

اس میں چشمے جاری ہوں گے بعض نے کہا کوئی خاص چشمہ جاری ہوگا۔ بعض نے جنس مراد لے کر چشمے ترجمہ کیا ہے۔ چونکہ جنت میں بہت سے چشمے ہیں اس لئے ہم نے جنس کو اختیار کر لیا ہے۔ اس جنت میں اونچے اور بلند تخت ہوں گے۔ یہاں بھی ہو سکتا ہے کہ مرتبے کے اعتبار سے بلندی ہو۔ اور یا تخت اونچے اور بلند ہوں گے۔ کہتے ہیں کہ جب جنتی تخت پر چڑھنے کا ارادہ کریں گے تو وہ تخت نیچے ہو جائیں گے اور بیٹھنے کے بعد پھر بلند ہو جائیں گے آب خورے رکھے ہوئے ہوں گے کہ جب جنتی چاہیں تو اٹھا کر پی لیں اور ان کو نیچے اترنا نہ پڑے۔ بعض نے کہا ان میں شراب طہور ہوگی۔ ایک قطار میں رکھے ہوں گے۔ بعض نے کہا چشموں کے کنارے پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ تکیے لگے ہوئے یعنی بڑے تکیے جن سے کمر لگا کر بیٹھا جاتا ہے نمارق نمرقۃ کی جمع ہے زرابی۔ زربیٌ یا زربیۃ کی جمع ہے۔ نرم بچھونے کو اور مخمل کی چھوٹی مسند کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ زرابی پھیلے ہوئے ہوں گے۔ جس پر بیٹھیں گے یا یہ جب آپس میں ایک دوسرے کے ہاں ملاقات کی غرض سے جائیں گے تو اس زربی پر آرام سے بیٹھیں گے۔ جنت کی نعمتوں کے سلسلے میں ابن قیم کی کتاب حادی الارواح الی بلاد الافراح اہل علم کو ضرور پڑھنی چاہئے۔ اب آگے عالم آخرت کے لئے چند چیزوں کا بیان ہے جن سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جو اللہ تعالیٰ ایسی چیزیں پیدا کر سکتا ہے کیا وہ دوبارہ انسان کو نہیں پیدا کر سکتا۔ نیز یہ کہ جنت کے تخت کس طرح بیٹھنے کے وقت نیچے اور بیٹھنے کے بعد اونچے ہو سکتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۶) تو کیا لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح بنائے گئے ہیں (۱۷) اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسا بلند کیا گیا ہے (۱۸)

بقیہ صفحہ ۹۵۱

اور جب یہ دونوں باتیں اس کو حاصل ہیں پھر قیامت کا انکار کرنا بے سود ہے۔ غرض اس قسم کے شبہات فاسدہ کا جواب دینا اور قیامت کو ثابت کرنا۔ اور اسی سلسلے میں بعض ایسی اقوام کا ذکر کرنا کہ جن کو ہلاک کیا ایسی حالت میں کہ جب ان سے توبہ اور انابت الی اللہ کی تمام امیدیں اور ان کی تمام مہلتیں ختم ہو چکیں اور جن کے مظالم دنیا میں بہت بڑھ گئے تھے اور حد سے گذر چکے تھے۔ غرض اس سورت کا تعلق بھی عام طور سے مجازات کے ثبوت کا اور اس کی تفصیل کا بیان کرنا مقصود ہے۔ اور یہ بات بتانی ہے کہ قیامت کا وقوع اور یوم مجازات کا آنا ضروری ہے۔ نہ اس کے لئے دنیا مناسب ہے اور نہ برزخ بلکہ اس کے لئے ایک دن علیحدہ ہونا چاہئے تاکہ ہر شخص کو اس کے عمل کا صلہ یا پاداش دی جا سکے۔ اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ میں تو دار العمل میں تھا مجھے کیوں سزا دی گئی۔ شاید میں آگے اور اچھے عمل کرتا بہر حال جو قومیں عذاب سے تباہ ہوئیں اور جو لوگ اپنے وقت پر اپنی موت مرے سب کے لئے سزا اور جزا کا ایک دن مقرر ہے۔ جس دن حساب کتاب ہونے کے بعد جو شخص جس امر کا مستحق ہوگا اس کو وہاں پہنچا دیا جائے گا اس سورت

ہیں جن باتوں کی قسم کھائی ہے اور جن چیزوں کی قسم کھائی ہے ان میں بھی اس کی رعایت رکھی گئی ہے۔ ان سب قسموں کا جواب قسم بھی علمائے مفسرین نے یہی نکالا ہے کہ منکروں کو جزا و سزا ملے گی اور قیامت ضرور واقع ہوگی. بہر حال ارشاد فرماتے ہیں. فجر کے وقت کی قسم کھاتا ہوں یعنی صبح صادق کے وقت کی. یہ وقت بھی ایک انقلابی وقت ہے۔ عالم کی تمام مخلوق. بیدار ہوتی ہے اور صبح کا انتظار کرتی ہے اور صبح ہوتے ہی فکر معاش اور تلاش روزگار کو نکل جاتی ہے۔ بے شمار طیور اور انسان روزی تلاش کرتے ہیں. مفسرین کے کئی اقوال ہیں. اور ہو سکتا ہے کہ صبح کی نماز مراد ہو ان قرآن الفجر کان مشہودا یہ وقت صبح اور شام کے فرشتوں کے اجتماع کا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے محرم کی پہلی تاریخ اور اس کی صبح مراد ہے. کیونکہ اس سے نیا سال شروع ہوتا ہے. یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یوم النحر کی صبح مراد ہو کیونکہ اس کے ساتھ ہی دس راتوں کی قسم کھائی یہ دس راتیں ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں کہ ان کی بہت فضیلت احادیث میں آئی ہے بعض نے کہا رمضان المبارک کی آخری دس راتیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ جفت اور طاق سے مراد نمازیں ہیں جن میں جفت بھی ہیں اور وتر بھی. بعض نے فرمایا جفت سے مراد صبح کی نماز اور وتر سے مراد مغرب کی نماز ہے. بعض حضرات نے فرمایا اس سے ذی الحجہ کی نویں اور دسویں تاریخ مراد ہے یعنی یوم عرفہ اور یوم النحر. بعض نے فرمایا طاق سے مراد درکات جہنم ہیں اور جفت سے مراد درجات جنت ہیں. کیونکہ درکات جہنم سات ہیں اور جنت کے درجات آٹھ ہیں۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جفت سے مراد تمام مخلوق ہے کیونکہ مخلوق میں ایک کا جواب ایک ہے۔ جیسے رات اور دن. کفر اور ایمان۔ تاریکی اور نور۔ وغیرہ وغیرہ اور وتر سے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس مراد ہے۔ اور رات کی قسم جب وہ چلے اور رخصت ہونے لگے. یعنی واللیل اذا ادبر. اس میں بھی علماء نے اقبال اور ادبار دونوں معنی کئے ہیں یعنی رات جب آنے لگے یا رات جب جانے لگے. بعض نے کہا اس سے مزدلفہ کی رات مراد ہے کہ اس میں سب جمع ہوتے ہیں اور عرفات سے آکر ٹھہرتے ہیں. اس وقت واللیل اذا یسر کا مطلب یہ ہوگا واللیل الذی یسار فیہ بیچ میں استفہام تقریری کے طور پر فرمایا ھل فی ذلک قسم لذی حجر. یعنی ان مذکورہ قسموں میں ہر ہر قسم تاکید کلام کے لئے کافی ہے. یعنی تمہارے لئے بھی ان قسموں میں کوئی قسم کفایت کرتی ہے۔ جیسے سورۂ واقعہ میں فرمایا وانہ لقسم لو تعلمون عظیم. یعنی ہر صاحب عقل کے لئے ان قسموں میں سے ہر قسم کافی ہونی چاہئے. یوں سمجھئے جیسے کوئی اپنے دعوے پر بہت سے دلائل قائم کرنے کے بعد کہے کہ آپ لوگوں میں سے کوئی صاحب عقل میری کسی دلیل کو کافی سمجھتا ہے یعنی اس کو کافی سمجھنا چاہئے. یعنی ان من کان ذا لب وعقل علم ان ما اقسم اللہ عز وجل بہ من ھذہ الاشیاء فیہ عجائب ودلائل تدل علی توحیدہ وربوبیتہ فھو حقیق بان یقسم بہ لدلالتہ علی خالقہ. ہم نے ابھی عرض کیا تھا کہ جواب قسم محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ خالق اور عالم کا مالک منکروں کو سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے اور سزا ضرور ہوگی. یا قیامت ضرور آئے گی اور انقلاب ضرور ہوگا. وذیح ھذہ الاشیاء لیعذبن الکافر. بعض نے کہا کہ جواب قسم ان ربک لبالمرصاد ہے. بعض نے کہا الم تر کیف فعل ربک بعاد ہے. ہم نے جواب قسم قسموں کی مناسبت سے محذوف بتایا اور شاید روایتاً بھی یہی راجح ہے. حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں عید قرباں کو بڑا حج ادا ہوتا ہے۔ اور دس رات اس سے پہلے اور جفت اور طاق جو رمضان کے آخر دہائے میں ہے اور جب رات کو چلے یعنی پیغمبر چلے معراج کو ۱۲ معلوم ہوتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے واللیل الذی یسار فیہ کے معنی اختیار کئے ہیں ترجمے میں بھی فرماتے ہیں اور رات کی جب رات کو چلے۔ اسی اعتبار سے فرمایا یعنی پیغمبر چلے معراج کو واللہ اعلم (۵) اے پیغمبر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا (۶) جو ارم کہلاتے تھے بڑے ستونوں والے (۷) کہ اس جیسا کوئی شہر شہروں میں نہیں بنایا گیا (۸) اور ثمود کے ساتھ کیا سلوک کیا جو وادی قری میں پہاڑوں کے پتھر تراشا کرتے تھے (۹) اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا سلوک کیا (۱۰) ان سبھوں نے مختلف ممالک میں بڑا سر اٹھا رکھا تھا (۱۱)

بقیہ صفحہ ۹۵۲

رد فرمایا. کہ نہ تو دنیا مقصود بالذات ہے۔ اور نہ یہاں کی تنگی و فراخی دلیل مقبولیت اور مطرودیت ہے۔ اور نہ کوئی صبر و شکر سے مستغنی ہے۔ یہ تو صرف بندوں کی آزمائش اور امتحان ہوتا ہے۔ اور ان میں صرف یہی نہیں کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ آخرت کے انکار سے جو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان خرابیوں اور ان اعمال میں بھی یہ مبتلا ہیں اور دنیا کی محبت میں اس قدر اندھے ہو گئے ہیں کہ لوگوں کے مال غصب کر رہے ہیں. چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۶) ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ نہ تو یتیم کی عزت کرتے ہو (۱۷) اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے اور ابھارتے ہو ؂ یعنی تم میں صرف اعتقاد کی خرابی ... ای نہیں ہے بلکہ تم اعمال کے اعتبار سے نہایت بخیل اور حب مال میں ڈوبے ہوئے ہو چنانچہ تم کو نہ تو یتیم پر ہی ترس آتا ہے اور نہ اس کی عزت کرتے ہو۔ اور نہ تم میں مسکین کو کھانا کھلانے ہی کا چرچا ہے کہ ایک دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے پر ابھارو اور برانگیختہ کرو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو کہ مسکین کو کھانا کھلاؤ اور اس سے بڑھ کر یہ (۱۸) کہ تم میراث کا سارا مال سمیٹ سمیٹ کر کھا جاتے ہو. (۱۹) اور تم لوگ مال سے بہت ہی محبت کرتے ہو ؂ میراث جو ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی شریعت میں چلی آتی تھی اس میں تم نے تحریف کر دی ہے لڑکیوں کو ترکے سے محروم کر دیا ہے اور لڑکوں کو بھی کچھ نہیں دیتے ہو۔ اس طرح مرنے والے کے مال کو ہڑپ کر جاتے ہو. اور تم مال کو اس قدر دوست رکھتے ہو کہ نہ حرام کو دیکھتے ہو نہ حلال کو بلکہ ہر قسم کا مال جمع کرنے سے مطلب رکھتے ہو پھر نہ یتیم کو کھلاتے ہو نہ مسکین کو تم نے مال کو نہ مقصود سمجھ رکھا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تم مال سے بہت ہی محبت کرتے ہو یہاں تک کہ مُردوں کا مال بھی کھا جاتے ہو. اور میراث بھی مستحقین کو نہیں پہنچاتے بلکہ جس کا موقع لگتا ہے اور جو قابو پاتا ہے وہی کھا جاتا ہے اس شریعت میں میراث کی آخری شکل مدینہ میں مقرر ہوئی جیسا کہ سورۂ نساء میں گذر چکا ہے مگر جیسا کہ ہم نے کہا کہ میراث کا سلسلہ ملت خلیل اور اسماعیل میں بھی رائج تھا. اور عرب میراث کی اہمیت کو سمجھتے تھے آگے پھر موجب للعذاب اعمال کی جزا اور مجازات کا ذکر فرماتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی حلال اور حرام نہیں پہچانتے لڑکوں کو اور عورتوں کو میراث کا حصہ نہیں دیتے ان کا مال بھی آپ ہی چکھ جاتے ہو ۱۲ (۲۰) ہرگز ایسا نہیں سمجھنا چاہئے جب زمین خوب کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی ؂ یعنی ہرگز ایسا نہ سمجھو کہ اعمال موجبہ للعذاب پر عذاب نہ ہوگا یا ناجائز مال اڑانے پر کوئی حساب نہیں لیا جائے گا بلکہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جس دن سب چیزوں کا حساب ہوگا جب زمین کو خوب کوٹ کوٹ کر برابر کر دیا جائے گا اور تمام ٹیلوں اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے زمین کو بالکل ہموار کر دیا جائے گا۔ لاتری فیہا عوجا ولا امتا. یہ حالت نفخۂ صور کے وقت ہوگی (۲۱) اور آپ کا پروردگار پر تو فگن ہوگا اور فرشتے صفیں باندھ باندھ کر حاضر ہوں گے ؂ یعنی حضرت حق تعالیٰ کا حکم آئے گا یا اُس کی صفت قہر کی تجلی ظاہر ہوگا اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے یعنی صفیں باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے (۲۲) اور اُس دن جہنم لائے جائے گی اس دن انسان نصیحت پکڑے گا اور اس کو سمجھ آئے گی مگر اُس وقت نصیحت پکڑنا اور سمجھ آنے کا موقع کہاں ؂ یعنی اُس دن جب ایسا ہوگا تو جہنم لائی جائے گی۔ یعنی ظاہر کی جائے گی. اُس وقت آدمی کو ہوش آئے گا اور اُس دن سوچے گا لیکن اُس دن سوچنا اُس کو کیا مفید ہو سکتا ہے اور اب سوچنے کا وقت کہاں. یعنی اگر اس وقت ایمان لائے تو غیر مفید۔ وانی لھم التناوش من مکان بعید. کیونکہ وہ دار الجزا ہے دار العمل نہیں (۲۳) انسان کہے گا اے کاش میں اپنی اس زندگی کے لئے کوئی نیک عمل آگے بھیج دیتا ؂ یعنی اخروی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیج دیتا یا یہ کہ میں اپنی اس دنیوی زندگی میں کچھ نیک اعمال آگے بھیج دیتا (۲۴)

بقیہ صفحہ ۹۵۳

اس میں شاید اس بات کا اشارہ ہو کہ آپ جیسے محترم مکین کے نزول اجلال کی وجہ سے یہ مکان اور یہ شہر قابل احترام اور لائق قسم ہوا یعنی جس دیس میں آپ رہتے ہیں اُس دیس کی قسم ؎

کعبہ را زمین قدوم تو صد شرف
وی مردہ راز مقدم پاک تو صد صفا
بطحا ز نور طلعت تو یافتہ فروغ
یثرب ز خاک پائے تو با رونق وبہا

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہتے ہیں لڑائی قید ہے ہر شخص کو یعنی وہاں کوئی لڑائی نہیں کرتا مگر حضرت کو فتح مکہ کے دن قید معاف ہوئی تھی جو کوئی آپ سے لڑا اس کو مارا پھر وہی قید قائم ہے قیامت تک ۱۲ آگے پھر بعض چیزوں کی قسم کھائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۲) اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اس کی جو باپ سے پیدا ہوا ؂ یعنی

حضرت آدمؑ اور اولاد آدمؑ کی قسم کھاتا ہوں۔ بعض نے والد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد لئے ہیں۔ اور ماولد سے مراد ذریت آدمؑ یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ بعض کا قول ہے والد سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ماولد سے آپ کی اُمت مراد ہے واللہ اعلم۔ قول راجح پہلا قول ہے آگے قسم کا جواب ہے (۴) کہ انسان کو ہم نے بڑی محنت اور مشقت میں رہنے والا بنایا ہے ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ساری عمر محنت میں رہے خالی کبھی نہیں ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ حرارت۔ برودت۔ رطوبت۔ یبوست کا مجموعہ ہر وقت کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ اخلاط کی کشمکش میں گرفتار رہتا ہے۔ کبھی سر میں درد کبھی دانتوں میں تکلیف۔ کبھی پیٹ میں درد۔ پھر اپنے اور پرائیوں کا دکھ اور تکلیف۔ پھر بیماری اور مرض الموت۔ پھر مرنا اور قبر کی وحشت۔ پھر میدان حشر کی صعوبات۔ غرض انسان کی بناوٹ اور زندگی کیا ہے ایک مجموعۂ رنج والم ہے۔ اور مشقت ومحنت اور گوناگوں تکالیف کا گہوارہ ہے۔ اس کو فرمایا لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ بعض حضرات نے کبد کی تفسیر استوا اور اعتدال سے کی ہے۔ اور یہ معنی کئے ہیں کہ انسان کو ہم نے معتدل القامت بنایا ہے بخلاف دوسرے حیوانات کے۔ بہر حال علما نے سابقہ معنی کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ہاتھوں سے جو اذیت اور مشقت جھیلتے تھے اُس کے متعلق آپ کو ایک گونہ تسلی اور کفار کو من وجہ توبیخ مقصود ہے۔ آگے اس توبیخ کا اظہار ہے (۵) کیا وہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پاسکے گا ۞ یعنی شاید یہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہوگیا ہوں۔ کہتے ہیں اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد ابی الاشدا سید بن کلدہ ہے جو بہت قوی اور پہلوان تھا۔ بہر حال حضرت حق تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ اپنی قوت اور دولت کے زعم میں پیغمبر کو ستاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں قدرت خداوندی سے خارج ہوں اور وہ پیغمبر کی اذیت اور ناجائز ومشرکانہ رسوم پر خرچ کرکے (۶) کہتا پھرتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا ۞ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں شادیوں میں۔ ماتموں میں نام کی جگہوں میں مال خرچ کرنے کو بڑائی گنتا ہے اور خرچ کرنے کی جگہ اور ہے ۱۲ خلاصہ یہ کہ نیک کاموں پر خرچ کرنے کے بعد بھی بڑائی نہیں کرنی چاہئے چہ جائے کہ پیغمبر کے خلاف مال خرچ کرکے اور مراسم کفریہ پر مال خرچ کرکے یہ بڑائی کرتا پھرتا ہے (۷) کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں ۞ یعنی اللہ تعالیٰ دیکھتا اور جانتا ہے کہ اُس نے کس کام میں خرچ کیا پھر جس قدر یہ بتاتا ہے اُس قدر خرچ بھی نہیں کیا۔ تو یہ جھوٹا اور شیخی خورہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت سے بے نیاز ہوکر یہ باتیں کرتا ہے۔ آگے اپنے احسانات اور منن پر توجہ دلاتے ہیں (۸) کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں (۹) اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے (۱۰) اور ہم نے اس کو دونوں راستے اور دونوں راہیں دکھادیں اور بتلادیں ۞ یعنی دیکھنے کو دو آنکھیں اور بولنے اور ما فی الضمیر کو ظاہر کرنے کے لئے ایک زبان اور مونہہ کی خوبصورتی اور مونہہ کو بند رکھنے اور خارجی اثرات سے بچانے کے لئے دو ہونٹ نہیں بنائے۔ یہ تو ظاہری آراستگی اور برے بھلے کی تمیز کا سامان ہوا۔ پھر دونوں راہیں بتادیں یعنی خیر و شر۔ حق و باطل۔ ہدایت وضلالت کے دونوں راستے یا ماں کی دونوں چھاتیاں دودھ حاصل کرنے اور دودھ پینے کو نہیں بنائیں کما قالہ ابن عباسؓ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کفر اور ایمان یا دودھ کے دو پستان ۱۲ خلاصہ یہ کہ ان تمام باتوں کا تقاضا یہ تھا کہ انسان مضر چیزوں سے بچتا اور نفع دینے والی چیزوں کو اختیار کرتا مگر (۱۱) باوجود ان نعمتوں کے وہ دین کی گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا (۱۲) اور اے پیغمبر آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ گھاٹی کیا ہے ۞ عقبہ اس پہاڑ کی گھاٹی کو کہتے ہیں جس کا عبور کرنا اور جس سے گذرنا دشوار ہوتا ہے۔ اقتحام کے معنی داخل ہوجانے اور ہمک کر اس دشوار راستے میں داخل ہوجانے کے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا مال ایسی راہ میں کیوں خرچ نہیں کیا جس سے وہ گھاٹی اس پر سہل اور آسان ہوجاتی یعنی انفاق فی سبیل اللہ اور دین کا اور نجات کا راستہ کیوں اختیار نہیں کیا۔ حضرت حسن اور مقاتل نے فرمایا کہ نفس کی مخالفت اور شیطانی وساوس کا مقابلہ اور اس راہ میں مشقت اٹھانے کو اللہ تعالیٰ نے گھاٹی سے تعبیر کیا ہے۔ دین کے کاموں کو اس لئے گھاٹی فرمایا کہ یہ امور نفس پر شاق ہوتے ہیں۔ ہمکنا اردو کا ایک پرانا محاورہ ہے۔ یعنی طبیعت کی رغبت سے کسی چیز کے حاصل کرنے کو بڑھنا عام طور سے چھوٹا شیر خوار بچہ جب گود میں آنے کو ہاتھ بڑھاتا اور اچھلتا ہے تو اس کو ہمکنا بولتے ہیں۔ گھاٹی کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے سوال فرمایا وما ادراک ما العقبۃ یعنی آپ کو کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ یعنی دین کی گھاٹی یا قیامت کی وہ گھاٹی جس کا عبور کرنا بدون ان اعمال کے مشکل ہوگا۔ آگے ان اعمال کا ذکر فرمایا جن میں بظاہر مشقت اور تکلیف ہے۔ لیکن ان اعمال سے قیامت کے دن تمام دشوار تر گھاٹیاں آسان ہوجائیں گی (۱۳)

بقیہ صفحہ ۹۵۴

تیار ہونے اور پھلوں کے پکنے اور میٹھا ہونے میں بڑا دخل ہے اس لئے ان کی قسم کھا کر مخلوق کو متوجہ فرمایا ہے مزرعۂ آخرت کی جانب کیونکہ دنیا کی زندگی آخرت کی کھیتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آفتاب سے نور نبوت اور ماہتاب کی چاندنی سے نور ولایت کی طرف اشارہ ہو کما قالہ الشاہ مولانا عبدالعزیز الدہلوی۔ بہر حال والقمر اذا تلٰھا سے خواہ پچھلی رات کا ہلال ہو۔ یا ایام بیض کا چاند ہو یا چاند کی ابتدائی راتیں مراد ہوں۔ تابعیت اور پیچھے آنا ظاہر ہے ادھر آفتاب غروب ہوا اور چاند کی روشنی اور چاندنی ظاہر ہوگئی اور قسم ہے دن کی جب وہ اس سورج کو خوب روشن کردے۔ عام مفسرین نے جلّٰھا کی ضمیر کا مرجع آفتاب کو ٹھہرایا ہے مگر بعض نے ظلمت اور زمین وغیرہ کی طرف راجع کیا ہے۔ اگرچہ ان چیزوں کا ذکر اوپر نہیں آیا مگر ان کی شہرت کی وجہ سے ان کو مرجع قرار دے لیا ہے بہر حال یہاں اسناد مجازی ہے۔ نیز مقلوبی طور پر یہاں دن کو روشن کرنے والا فرمایا چونکہ دن کا زمانہ عقلی اور وہمی دونوں وجہوں کے اعتبار سے آفتاب کو روشن کرتا ہے اس لئے روشن کرنے کی نسبت دن ہی کی طرف فرمائی۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ آفتاب کو چھپالے یعنی اس کی روشنی اور آفتاب کے انوار کو بالکل چھپالے یہاں بھی اسناد مجازی ہے (۴) اور قسم ہے آسمان کی اور اُس ذات کی جس نے اس کو بنایا (۵) اور قسم ہے زمین کی اور اُس ذات کی جس نے اُس کو بچھایا (۶) اور قسم ہے انسانی جان کی اور اُس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا ۞ آسمان کی قسم اور اُس کی قسم جس نے اپنی حکمت اور اپنی خالقیت سے اس کو بنایا اور محیط کیا اور زمین کی قسم اور اُس کی قسم جس نے اپنی حکمت کے موافق اس کو بچھایا۔ اگر ما کو مصدریہ لیا جائے جیسا کہ بعض کا قول ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ والسماء وبناءھا۔ والارض وبسطھا وسطحھا علی الماء۔ نفس سے مراد خواہ جسم انسانی ہو خواہ قوت مدبرہ ہو مطلب یہ ہے کہ حواس ظاہری اور باطنی اور قوائے طبعیہ نفسانیہ سب سے اس کو مزین وآراستہ کیا یعنی جسم کی ساخت اور بناوٹ میں بھی اعتدال اور مزاج میں بھی اعتدال قوت مفکرہ اور مخیلہ غرض وہ تمام قوتیں عطا فرمائیں جو کسی جاندار کو مکلف بنانے کے لئے کافی ہیں۔ چونکہ ان قویٰ کی تکمیل تکلیف اور مکلف بنانے کے لئے ہے اسی لئے صاحب خازن نے اس سے تمام مکلفین انسان وجنات مراد لئے ہیں (۷) پھر اُس کو اس کی بدکرداری اور تقویٰ و پرہیزگاری سے آگاہ کیا ۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کے لئے خیر اور شر کو بیان کردیا۔ طاعت اور معصیت اس کو تعلیم کردی۔ اور یہ سکھادیا کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ اول تو خود ہی اس باب میں رہنما ہے۔ اور یہ بھلی بری بات سمجھاتی ہے۔ پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر مزید کرم فرمایا اور برائی اور بھلائی میں فرق بتادیا اور نہایت واضح طور پر انبیاء ومرسلین نے نیکی اور بدی کا راستہ دکھادیا۔ پھر قلب میں جو نیکی کا رجحان یا بدی کا میلان ہوتا ہے تو نیکی کا الہام بواسطہ فرشتہ اور بدی کا القا بواسطہ شیطان ہوتا ہے۔ بہر حال جب یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے اور بندہ نیکی یا بدی کا عزم کرلیتا ہے کیونکہ بنی آدم کے تمام افعال اس کے ارادے اور نفس کے داعیہ سے ہوتے ہیں پس جب عزم تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو خلق فرمادیتا ہے اور بندہ اس کا کسب کرتا ہے اور جب بندہ کسب کرلیتا ہے تو اس کسب کی وجہ سے سزا وجزا کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اسی کو قرآن نے لفظ الہام سے تعبیر کیا ہے۔ مسئلے کے بہت سے گوشے ہم نے بخوف تطویل چھوڑ دیئے ہیں مزید تفصیل تفسیر عزیزی سے معلوم ہوسکتی ہے۔ علمائے مفسرین کے اور بھی کئی اقوال ہیں مگر ہم نے عبداللہ بن عباسؓ کے قول پر شرح کی ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایک طرف بھلے اور برے کے سمجھنے کا وقوف دیا دوسری طرف برائی سے بچنے اور بھلائی کو حاصل کرنے کے لئے اعضا میں قوت وقدرت عطا فرمائی تو اسی بنا پر آگے فرمایا (۸) مذکورہ بالا اشیا کی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بے شک وہ شخص مراد کو پہنچا جس نے اس نفس کو پاک رکھا (۹) اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے اس نفس کو گنا ہوں میں دبادیا ۞ نفس کا تزکیہ یہی کہ شہوانی اور غضبی حملوں سے

اس کو محفوظ رکھا اور شیطانی القا کا مقابلہ کرے اور ہر موقع پر غضب اور شہوت کی طاقتوں کو ناکام بنائے اور اپنی عقل کو شریعت الٰہیہ کا تابع کر دے اس سے نفس کی تطہیر اور تزکیہ ہوتا ہے اور ایسا شخص اپنے مقصد میں کامیاب اور فائز المرام ہو سکتا ہے اور جو شخص عقل کو غضب اور شہوت کے ماتحت کر دے اور خواہشات کا بندہ بن جائے اور فسق و فجور میں نفس کو دبا دے تو سمجھو اس نے نفس کو خاک میں ملا دیا اور خاک میں دبا دیا اور ایسا شخص ناکام و نامراد ہوا۔ اسی سلسلے میں آگے قوم ثمود کی تباہی کا ذکر فرمایا کیونکہ گناہوں کی کثرت اور نفس کو گناہوں میں دبا دینے کا نتیجہ عذاب اور ہلاکت و بربادی ہے۔ خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں یا دونوں جگہ۔ اہل تفسیر نے قد افلح من زکّٰھا و قد خاب من دسّٰھا کو جواب قسم کہا ہے قسمیں ایسی اشیا کی کھائی تھیں جو ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ مثلاً سورج کا کام چاند سے مختلف تھا۔ رات اور دن آپس میں مختلف تھے۔ آسمان کی جہت زمین کی جہت سے مختلف ہے۔ اسی طرح فجور و تقویٰ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور تزکیہ اور تدسیس بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں جواب قسم کو قسموں کے ساتھ ایک نسبت ہے کہ ایک دوسرے سے مختلف ہے فجور کے نتائج کے اعتبار سے آگے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱۰)

بقیہ صفحہ ۹۵۵

اور بھلی بات کی تصدیق کی یعنی ملت اسلام کی۔ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ کی تصدیق کی یا اس امر کی تصدیق کی کہ خیرات کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس کے مال کا بدل اور خلیفہ عطا فرماتا ہے۔ یعنی اس کا یقین رکھتا ہے کہ جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ثواب عطا فرماتا ہے (۶) تو ہم اس کو آسان چیز کے لئے آسانیاں بہم پہنچائیں گے ؛ یعنی ہم ایسے شخص کے۔ لئے آسانی کی راہ یعنی دین کو آسان کر دیں گے اور نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں گے اور نیک عمل کے واسطے سے بتدریج اس کو جنت میں پہنچا دیں گے جو حقیقی یسرا اور آرام و راحت کا محل ہے جس کو نیک عمل آسان ہوا اور جس کو نیکی کی توفیق عطا فرمائی تو اس پر تمام اثرات اچھے اور بہتر مرتب ہوتے چلے جاتے ہیں اسی کو فرمایا فسنیسرہ للیسریٰ (۷) اور جس شخص نے مال خرچ کرنے میں بخل کیا اور بے پروائی برتی ؛ یعنی خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور طاعت الٰہی سے بے پروائی برتی (۸) اور بھلی بات یعنی ملت اسلام کی تکذیب کی ؛ ملت اسلام یعنی لا الٰہ الا اللہ کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ کے وعدے ثواب اور جنت کی تکذیب کی جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (۹) تو ہم اس کو سخت تکلیف دینے والی چیز کے لئے سامان مہیا کر دیں گے ؛ یہاں تکلیف سے بد عمل اور بواسطہ بد عمل دوزخ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ جو دین کی تکذیب کرے گا اس کا دل روز بروز سخت ہو جائے گا نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی اور آخرکار بتدریج دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا جو انتہائی مشقت اور تکلیف کا محل ہے۔ یہی

عادت اللہ اور طریقۂ الٰہی ہے۔ کہ نیک لوگوں کے لئے نیکی کا اور اشقیا کے لئے وہ راستہ جو وہ اختیار کریں۔ آسان کر دیا جاتا ہے۔ نیک بندوں کو سرپرستی کی جاتی ہے اور بُروں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے جیسا کہ والمحصنٰت میں گذر چکا ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى اور سورۂ بنی اسرائیل میں گذر چکا ہے كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ۔ سنت اللہ یوں ہی جاری ہے۔ فکل میسر لما خلق لہ۔ ہر شخص کو وہی چیز آسان کر دی جاتی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ بہر حال جو مال میں سے حقوق واجبہ ادا نہ کرے اسلام کی تکذیب کرے اللہ تعالیٰ سے بے پروائی برتے تو اُس کے لئے سوائے عسریٰ کے اور کیا ہے۔ سامان مہیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائیگی اور زبردستی نہیں روکا جائے گا (۱۰) اور جب وہ ہلاک ہونے لگے گا تو اُس کا مال اُس کے کچھ کام نہ آئے گا ؛ اُس کی ہلاکت کے وقت سے مراد یا تو موت ہے یا جہنم میں جانا ہے۔ بہر حال اُس کی بربادی کے وقت اُس کا مال اس کے لئے مفید ثابت نہ ہو گا یعنی اسی بخیل مذکور کے لئے (۱۱) بلاشبہ ہمارے ذمے راہ کا بتا دینا ؛ یعنی ہم نے اپنے فضل اور اپنے احسان سے یہ بات اپنے ذمے پر لے لی ہے کہ نیک اور بد راہ تم کو سمجھا دیں اور بھلائی اور برائی کا فرق بیان کر دیں اور جو شخص دنیا میں جو راہ اختیار کرے اُس کے موافق اس سے برتاؤ کریں (۱۲) اور ہمارے ہی قبضے میں ہے وہ عالم اور یہ عالم ؛ یعنی آخرت اور دنیا مطلب یہ ہے کہ وہاں بھی ہماری حکومت ہے اور یہاں بھی ہماری بادشاہی ہے۔ اسی حکومت کی بنا پر اس عالم میں احکام جاری فرماتے ہیں۔ اور اسی بادشاہت کی بنا پر اُس عالم میں احکام بجالانے والوں کو صلہ عطا فرماتے اور نافرمانوں کو سزا دیتے ہیں (۱۳)

بقیہ صفحہ ۹۵۶

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

قسم کھاتا ہوں میں دن چڑھے کی ؛ یعنی چاشت کے وقت کی (۱) اور رات کی جب وہ پوری طرح چھا جائے (۲) کہ آپ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض اور بیزار ہوا ؛ دن کے اُجالے اور رات کے اندھیرے کی قسم کھا کر فرمایا کہ اگر روشنی کے بعد تاریکی اور تاریکی کے بعد روشنی ہماری خفگی اور ناراضگی کی دلیل نہیں ہے تو نزول وحی اور اس کی کچھ وقت کے لئے فترۃ کو کیوں خفگی کی دلیل سمجھا گیا۔ یہ تو قدرت خداوندی کی ڈھلتی پھرتی شانیں ہیں جو ظاہر میں بھی دیکھنے میں آتی ہیں اور باطن میں بھی اہل باطن دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی الزام کی بات نہیں بلکہ اہل اللہ پر اکثر قبض و بسط کی واردات ہوتی رہتی ہیں۔ یہ آیت ما ودعک جواب ہے قسم کا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے (۳) اور اے پیغمبر یقیناً پچھلی حالت آپ کے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے ؛ عام طریقے سے مفسرین نے پچھلی حالت کو آخرت اور اولیٰ کو دنیا سے تعبیر کیا ہے اور یہ معنی صاف اور ظاہر ہیں کہ آخرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے مگر آپ کی شرعی اور روحانی ترقی کی حالت یہ تھی کہ آپ کی ہر پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوتی تھی کما قال بعض اہل الاشارات۔ آپ کی ترقی کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ اور اسلامی ترقی کے اعتبار سے

بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر پچھلی حالت پہلی سے بہتر ہے اور دنیا سے آپ کے لئے آخرت کا بہتر ہونا اور آپ کے درجات کی بلندی کا نمایاں ہونا تو بالکل ظاہر ہے (۴) اور آپ کا پروردگار آگے چل کر آپ کو اتنا کچھ دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے ؛ یعنی آگے آپ کو اتنی نعمتیں عطا کی جائیں گی کہ آپ ان نعمتوں کے ملنے سے خوش ہو جائیں گے۔ دنیا اور آخرت میں آپ کو اس قدر بے شمار نعمتیں ملنے والی ہیں کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن رو کر دعا فرما رہے تھے اللھم امتی اللھم امتی حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ ہم تمہاری اُمت کے بارے میں تم کو خوش کر دیں گے حضورؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ اگر میری اُمت کا ایک شخص بھی دوزخ میں رہ جائے گا تو میں خوش نہ ہوں گا۔ بہر حال آخرت میں شفاعت عامہ اور خاصہ۔ اور مقام محمود اور لواء الحمد وغیرہ اور دنیا میں مدد اور فتح دشمنوں کے مقابلے میں۔ اور اتباع کرنے والوں کی کثرت۔ اور فتوحات۔ اور دین کا علو اور بلندی۔ اور آپ کی اُمت کا خیر الامم ہونا وغیرہ ذالک۔ آگے اور مزید انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۵) کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرتؐ کا باپ مر گیا پیٹ میں چھوڑ کر دادا نے پالا وہ بھی مر گیا آٹھ برس کا چھوڑ کر پھر چچا نے پالا جب تک جوان ہوئے ۱۲ خلاصہ یہ کہ آپ یتیم تھے صغیر تھے پھر حق تعالیٰ نے آپ کو ٹھکانا دیا۔ اور آپ کی پرورش کا سامان کر دیا جیسا کہ کتب سیر میں تفصیل موجود ہے (۶) اور اللہ تعالیٰ نے معالم نبوت اور احکام شریعت سے بے خبر اور ناواقف پایا پھر آپ کو راہ دکھائی یعنی مطلوب تک پہنچا دیا ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں جب حضرت جوان ہوئے قوم کی راہ و رسم سے بیزار تھے ان پاس کوئی راہ و رسم نہ تھی اللہ نے دین حق نازل کیا ۱۲ خلاصہ یہ کہ قوم کی راہ و رسم مشرکانہ سے سخت بیزار تھے اور بت پرستی سے بہت ناخوش تھے۔ اس بنا پر سخت حیران و سرگرداں رہتے تھے۔ سورہ شوریٰ کے آخر میں گذر چکا ہے ماکنت تدری ما الکتب ولا الایمان۔ نہ نبوت سے واقف نہ کتاب سے واقف یعنی نہ شریعت و ایمان کی تفصیل سے واقف مگر راہ کی تلاش میں بے چین و حیران۔ آخر یکسوئی حاصل کرنے کی غرض سے غار حرا میں جانا شروع کیا اور بالآخر جس کی تلاش میں سرگرداں تھے وہ پا لی اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا کہ تلاش حق کرنے والے کو حق مل گیا (۷) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار اور مفلس پایا پھر آپ کو دولت مند کر دیا ؛ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت خدیجہؓ اپنی قوم میں اشراف تھیں اور مال دار ان سے نکاح ہوا سب مال اُنہوں نے حاضر کیا ۱۲ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے اُن کے مال میں مضاربت کی اور اس میں نفع ہوا اور اس طرح آپ دولت مند ہو گئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غنا سے مراد نفس کا غنا ہو جیسا کہ حدیث میں آتا ہے لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنیٰ غنی النفس۔ کہ کثرت سامان اور کثرت مال کا نام غنا نہیں ہے بلکہ حقیقی غنا تو نفس کا غنا ہے۔ عن ابی ہریرۃؓ مرفوعاً۔ آگے ان احسانات پر شکر ادا کرنے کی

فہمائش ہے (۸) سو آپ یتیم پر کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالئے (۹) اور آپ مانگنے والے کو نہ جھڑکئے ٭ یعنی جیسا ہم نے آپ کی یتیمی پر آپ کے ساتھ مہربانی اور شفقت کی آپ بھی اس کے شکر میں یتیم پر کوئی بے جا دباؤ نہ ڈالئے۔ جس طرح ہم نے تم کو ٹھکانا دیا آپ بھی ٹھکانا دیجئے۔ یہ مکارم اخلاق ہے کہ اللہ تعالےٰ کے وصف اور اُس کے اخلاق کو اختیار کیا جائے تخلقوا باخلاق اللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سے وہ گھر بہتر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو۔ اور تمام گھروں میں سے وہ گھر بدترین ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک ہوتا ہو نیز سائل کو نہ جھڑکئے کیونکہ ہم نے آپ کے فقر کو دیکھ کر آپ کو غنی کیا اس کا شکریہ ہے کہ آپ بھی سائل کو بلا وجہ نہ جھڑکئے۔ سائل کا زجر ممنوع ہے مگر یہ کہ کوئی سائل اڑ جائے اور جانے کا نام نہ لے جیسا کہ آج کل اکثر سائل اس کے عادی ہیں اور الحاح ان کی عادت میں داخل ہے اور ایسا تنگ کرتے ہیں کہ ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے تو ایسے سائل کے زجر کی رخصت ہے۔ کما قال صاحب الروح (۱۰) اور آپ اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے ٭ یہ بھی ایک طریقہ محسن کے شکر ادا کرنے کا ہے کہ اس کے احسان کا تذکرہ کیا جائے اور وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى کا یہی شکر ہے کہ اس کا چرچا کرو اور لوگوں کو اس ہدایت کی دعوت دو جس سے آپ کو نوازا گیا ہے۔ اور یہی تحدیث اصل میں تبلیغ ہے۔ بعض نے کہا اس نعمت سے مراد قرآن ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مخلوق کو سناتے رہئے حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت میں ہے جس شخص نے کسی کے ساتھ سلوک کیا ہے اُس کا شکریہ ہے کہ اس کو بھی کچھ دے اور اگر دینے کو نہ ہو تو اُس کی تعریف کرے اور اس کی ثنا بیان کرے اور اس کے لئے دعا کیا کرے۔ اگر کسی نے ایسا نہ کیا تو اس نے محسن کے ساتھ کفر کیا۔ بہرحال تحدیث نعمت بطور فخر و مباہات نہ ہو بلکہ محسن کے احسان کو ظاہر کرنے کی نیت سے ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم والضحیٰ کے ختم پر اور اس کے بعد کی تمام سورتوں پر تکبیر کہتے تھے یعنی اللہ اکبر فرمایا کرتے تھے۔ سورۂ والضحیٰ سے لے کر سورۂ ناس تک تمام سورتوں کے مضامین ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور عام طور سے ان میں رسالت و توحید اور قیامت کا ذکر ہے جو عقائد اسلامی میں نہایت اہم چیزیں ہیں۔ سورۂ والضحیٰ کے ختم پر شاید اللہ اکبر کہنے کی وجہ یہ ہو چونکہ ایک عرصے کے بعد بحالت انتظار یہ سورت نازل ہوئی تھی اس لئے بے ساختہ آپ کے منہ سے اللہ اکبر نکلا ہو۔ اور پھر ہر سورت کے بعد آپ اللہ اکبر فرماتے ہوں (۱۱)

بقیہ صفحہ ۹۵۷

جیسے اذان و اقامت۔ تشہد۔ خطبہ۔ کلمہ طیبہ۔ کلمہ شہادت اطاعت کے کاموں میں جیسے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ نافرمانی کی سزا میں ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی پیغمبروں میں اور فرشتوں میں آپ کا نام بلند ہے ۱۲ آگے وعدہ ہے کہ ہم ہر مشکل میں آسانی کرنیوالے ہیں اور موجودہ دور میں جو مشکلات آپ کو پیش آ رہی ہیں ان کو آسان کر دیں گے بلکہ ہر مشقت اور سختی کے لئے دو گنا

آسانی کا وعدہ کیا جاتا ہے (۴) سو بے شک ہر سختی کے ساتھ آسانی ہے (۵) یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ٭ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو سختیاں برداشت کیں اور رنج و تعب کھینچے ان میں سے ہر سختی کے ساتھ کئی کئی آسانیاں ہیں۔ یا یہ کہ جس طرح ہم نے آپ کی روحانی کلفت دور کر دی جیسا کہ شرح صدر اور وضع وزر اور رفعت ذکر سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح ہم دنیوی تمام مشکلات کو آسان کر دیں گے اور ایک سختی کے بدلے میں کئی کئی آسانیاں عنایت فرمائیں گے اسی لئے تاکید کے طور پر فرمایا ان مع العسر یسرا فان مع العسر یسراً دو دفعہ فرمایا چنانچہ کتب سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دشواریاں اور مشکلات ایک ایک کرکے آسان کر دی گئیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف رکھتے تھے آپ نے ایک سوراخ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اگر سختی آئے اور اس سوراخ میں گھس جائے تو آسانی آئے گی اور اس سختی کو اس سوراخ میں سے نکال دے گی پھر فرمایا فان مع العسر یسرا الخ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ ایک دن سرکار مکان میں سے تشریف لائے اور خوش و خرم ہنستے ہوئے فرمایا لن یغلب عسر یسرین دو آسانیوں کے درمیان کوئی سختی غلبہ نہیں پا سکتی اور غالب نہیں آ سکتی۔ بہرحال جو بندہ مصائب پر صبر کرتا ہے۔ اور سختی سے گھبراتا نہیں تو اللہ تعالیٰ اُس پر آسانیاں لے آتا ہے اور آسانی کا دروازہ کھول دیتا ہے طریقہ الٰہی اسی طرح جاری ہے۔ اب آگے ان نعمتوں پر شکر بجا لانے کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۶) اور آپ جب خلق کی خدمت سے فرصت پائیں تو محنت کیا کیجئے (۷) اور اپنے پروردگار کی ہی جانب توجہ رکھئے ٭ مطلب یہ ہے کہ جب تبلیغ سے فارغ ہو جائیں اور دوسری خدمات سے فرصت پائیں تو بلا واسطہ خلق عبادت کیجئے۔ اور خلوت میں بیٹھ کر ریاضت کیجئے۔ اگرچہ مخلوق کی خدمت کرنا بھی عبادت ہے لیکن اس سے فارغ ہو کر بلا واسطہ بھی ریاضت کیا کیجئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا فرض نماز سے فارغ ہو کر دعا کیا کیجئے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا نماز مکتوبہ سے فارغ ہو کر تہجد پڑھا کیجئے۔ اور اپنے پروردگار کی جانب توجہ رکھئے۔ یعنی اسی کی جانب عاجزی اور گریہ وزاری کیا کیجئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال میں رغبت رکھئے اس کے سوا کسی دوسرے کی جانب نہیں۔ بہرحال یہ طریقہ انعامات سابقہ کا شکر بھی ہے اور سختی کے دور ہونے کا بھی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی خلق کے سمجھانے سے فراغت پائے تو خلوت کی عبادت میں لگ ۱۲ (۸) تم تفسیر سورۃ الانشراح۔

سورۃ التین مکی ہے اور یہ آٹھ آیتیں ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ؁ اوپر کی سورتوں میں رسالت کا مرتبہ اور اس پر بحث تھی اب اس سورت میں حق تعالیٰ پھر وقوع قیامت اور زندگی کے انقلاب کی جانب توجہ دلاتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

قسم کھاتا ہوں انجیر کی اور زیتون کی (۱) اور طور سینین کی (۲) اور اس امن والے شہر کی (۳) کہ ہم نے انسان کو اچھے سے اچھے اسلوب پر اور خوب سے خوب انداز سے پر بنایا ہے ٭ انجیر اور زیتون سے بظاہر

دونوں درخت مراد ہیں۔ کیونکہ تین اور زیتون کثیر المنافع ہیں۔ احادیث میں انجیر اور زیتون کی بہت تعریف آئی ہے۔ سورۂ نور میں زیتون کا ذکر گذر چکا ہے۔ بہت سے امراض کو مفید ہے۔ انجیر غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ اور میوہ بھی ہے۔ اسی طرح زیتون وہ میوہ بھی ہے اور روٹی کے ساتھ سالن کا بھی کام دیتا ہے۔ اس کا تیل بہت سے امراض کو نافع اور مفید ہے۔ حدیث میں آتا ہے زیتون سے کھاؤ اور اس کے تیل کو استعمال کرو اس کا درخت بابرکت ہے۔ بعض محققین فرماتے ہیں تین اُس پہاڑ کا نام ہے جس پر دمشق آباد ہے اور زیتون اُس پہاڑ کا نام ہے جس پر بیت المقدس ہے۔ بعض نے فرمایا تین اور زیتون سے دو مسجدیں مراد ہیں تین دمشق کی مسجد کا نام اور زیتون بیت المقدس کی مسجد کا نام ہے۔ کسی نے کہا تین سے اصحاب کہف اور زیتون سے ایلیا کی مسجد مراد ہے۔ کسی نے کہا تین اور زیتون دو شہروں کا نام ہے۔ تین دمشق کا نام ہے اور بیت المقدس کے شہر کا نام زیتون ہے۔ کسی نے کہا تین سے کوفہ مراد ہے اور زیتون سے شام۔ بہرحال مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں لیکن راجح وہی پہلا قول ہے۔ طور سینین سے مراد وہ پہاڑی ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی بخشا گیا۔ چونکہ یہ مقام تجلی الٰہی کا ہے اس لئے اس کو بھی قسم میں شامل کیا گیا۔ اسی مناسبت سے شاید بعض لوگوں نے زیتون سے وہ مقام مراد لیا ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کا مقام ہے۔ بلد امین سے مراد مکہ معظمہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا شہر ہے۔ بلد امین اس وجہ سے فرمایا کہ یہ امن و امان کا مقام ہے۔ جو ایمان کے ساتھ اس شہر میں داخل ہو وہ ہر قسم کی آفات دنیوی اور اخروی سے مامون و محفوظ ہو گیا اور یہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور آپ کی شریعت تمام عالم میں پھیلی اور فاران کی پہاڑی سے حق کی آواز اس طرح گونجی کہ اُس نے تمام دنیا کی آنکھیں کھول دیں اور جن کی قسمت اچھی تھی وہ اس روشنی سے مستفیض ہوئے۔ ان جملہ مقامات متبرکہ اور مقدسہ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے۔ قد و قامت اور مزاج کے اعتبار سے توسط اور اعتدال رکھا عقل و تمیز فہم و فراست حسن صورۃ غرض خوبصورتی کے اعتبار سے تمام مخلوق سے بہتر اور بالاتر بنایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہ شہر فرمایا مکے کو اور انجیر و زیتون کے دو باغ ہیں۔ دو پہاڑ پر بیت المقدس کے آس پاس وہ مکان برکت کا ہے اور طور سینین جہاں موسیٰ سے کلام ہوا یہ چار مکان فرمائے بہت برکت کے ہوئے پھر ہم اس کو پستی والوں کی حالت سے بھی زیادہ نیچا اور پست کر دیتے ہیں۔ (۵)

بقیہ صفحہ ۹۵۸

وہ ہمراہ لے جاتے اور اسی پر گذارا کرتے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تہلیل کرتے رہتے۔ ایک عرصہ تک یہی طریقہ رہا جب کھانا ختم ہو جاتا تو خدیجہؓ کے پاس آتے اور کھانا تیار کرا کے لے جاتے چنانچہ ایک روز اس غار سے نکل کر قریب کے ایک چشمے پر ہاتھ منہ دھو رہے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور اقرأ سے لے کر

مالم یعلم تک آپ کو قرآن کی پانچ آیتیں سنائیں۔ اور حضورؐ سے فرمایا اقرا باسم ربک الذی خلق اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سبز ریشمین کپڑے پر یہ آیتیں لکھی ہوئی آپ کو دکھائیں اور کہا اقرأ یعنی پڑھ۔ حضورؐ نے فرمایا ماانا بقاریٔ یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور چھوڑ کر فرمایا اقرأ آپ نے پھر فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا تیسری مرتبہ پھر بھینچا اور زیادہ زور سے بھینچا۔ پھر جبرئیلؑ نے سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں پڑھیں۔ اس کے بعد حضور لرزتے کانپتے گھر پہنچے خدیجہؓ کو تمام قصہ سنایا اور کہا مجھے لحاف اڑھاؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس صدمے سے میری جان نہ جاتی رہے۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے تمام قصہ سنکر فرمایا یہی وہ فرشتہ اور ناموس اکبر ہے جو پیغمبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لیکر آتا ہے انہوں نے یہ بھی کہا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جب آپ کی قوم آپ کو جلاوطن کرے گی اور مکہ سے نکالے گی اگر میں اس وقت زندہ ہوا تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ آپ نے فرمایا کیا میری قوم مجھ کو مکہ سے نکالے گی۔ ورقہ نے جواب دیا کہ ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے رسالت سے نوازا ہے اس کی قوم نے اس کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے وہی سلوک آپ کی قوم بھی کرے گی۔ یہ مختصر واقعات ہیں وحی کی ابتدا کے مزید تفصیل کتب احادیث اور سیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ کا سینے سے سینہ ملاکر دبانا اور بھینچنا اس قوۃ ملکیہ کو ابھارنے کے لئے تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ودیعت کی گئی تھی۔ بہرحال ارشاد ہوتا ہے۔ اے پیغمبر آپ اپنے اس پروردگار کے نام کی برکت سے اور اس کا نام لے کر قرآن کو پڑھئے جس نے سب کو پیدا کیا ۞ یعنی قرآن شروع کرنے سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بشرطیکہ بسم اللہ بھی اس وقت نازل ہوئی ہو پڑھ لیا کرو۔ یا یہ کہ اللہ کے نام کی مدد حاصل کرنے کی حالت میں قرآن پڑھا کرو۔ ہوسکتا ہے کہ ب زائدہ ہو اور یہ مطلب ہو کہ اپنے پروردگار کا نام پڑھئے جس نے سب کو بنایا۔ وہی تمام کائنات کا خالق ہے اور سب خوبیوں اور بھلائیوں کا پیدا کرنے والا ہے جس میں قرأت کی صفت بھی آگئی یعنی وہی آپ میں قرأت کی صفت بھی پیدا کردے گا۔ آگے اسی خالقیت کی اور وضاحت فرمائی (۱) اس نے انسان کو پیدا کیا ایک جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے ۞ جس نے نطفہ کو ترقی دیکر علق بنایا اور پھر ترقی دیکر انسان بنایا اسی طرح وہ آپ کی ہر طرح کی ترقی کا ضامن ہے۔ آپ کو اس کی فکر نہ کرنی چاہئے کہ میں امی ہوں اور پڑھا ہوا نہیں ہوں ہم تمام ترقیوں کے ضامن ہیں اور جملہ کمالات سے آپ کو مکمل کرنے والے ہیں۔ آگے پھر قرأت کی تاکید کی ہے (۲) آپ قرآن پڑھا کیجئے۔ اور آپ کا پروردگار بڑا کرم کرنے والا ہے ۞ ہوسکتا ہے کہ پہلی قرأت اپنے نفس کے لئے ہو اور دوسری قرأت تبلیغ اور امت کی تعلیم کے لئے ہو۔ آگے جملہ مستانفہ ہے کہ آپ کا پروردگار بہت کرم کرنے والا ہے جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ آپ کی تربیت جس طرح کی گئی ہے اس سے آپ کی استعداد کا کمال ظاہر ہے پھر مبدأ فیاض میں کوئی بخل نہیں۔ اس لئے آپ کو جو کچھ عطا کیا جائے اس پر کوئی تعجب نہیں وہ ایسا کرم کرنے والا ہے کہ (۳) اس نے قلم سے تعلیم دی۔ یعنی پڑھے لکھوں کو نوشتہ قلم سے تعلیم دی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اول جبرئیل وحی لائے تو یہی پانچ آیتیں حضرت نے کبھی پڑھا نہ تھا۔ فرمایا کہ قلم سے بھی وہی علم دیتا ہے یوں بھی وہی دے گا (۴) اس نے انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا ۞ یعنی ایک قلم ہی پر کیا موقوف اس نے انسان کو مختلف ذرائع سے وہ وہ چیزیں سکھائیں اور بتائیں جن کو وہ بالکل نہیں جانتا تھا۔ روحانی تعلیم کی تو کوئی انتہا ہی نہیں مادی تعلیم کی یہ حالت ہے کہ ہر روز نئی نئی چیزیں اور نئی نئی قوتیں معلوم ہو رہی ہیں اور ہر روز ان کا سلسلہ جاری ہے۔ خود انسان نے انسان کی تباہی کے وہ سامان مہیا کئے ہیں کہ العیاذ باللہ۔ غرض حقیقی طور پر تو علوم کا افاضہ ہم سے ہوتا ہے اگرچہ آپ لکھنا نہیں جانتے اور نہ پڑھنا جانتے ہیں لیکن جب ہم نے آپ کو امر کیا ہے تو ہم دوسرے ذرائع سے آپ کو قرأت اور حفظ علوم پر قدرت عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے پیغمبر ہونے کا اظہار بلکہ کھلی ہوئی دلیل ہے۔ آگے نبی کے دشمنوں اور نبوت کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت ہے (۵) سچ تو یہ ہے کہ انسان حد سے بڑھ جاتا ہے ۞ یعنی آدمیت اور انسانیت کی حد سے نکل جاتا ہے (۶) اس سبب سے کہ وہ اپنے کو تونگر اور بے نیاز دیکھتا ہے ۞ یہ آیت ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی ہے جب اس نے اپنے آپ کو مالدار اور مال میں بڑھا ہوا دیکھا تو لگا تکبر کرنے اور یہ سمجھا کہ میں اب اللہ تعالیٰ سے بھی بے نیاز ہوں۔ حالانکہ کوئی کتنا ہی دولتمند ہوجائے لیکن اللہ تعالیٰ سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا کہ میں اس کو کئی بار منع کرچکا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا اب کے اگر نماز پڑھتے دیکھا تو میں اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوجاؤں گا میرے ساتھی اور میرے حمایتی بہت ہیں اس پر حضرت حق تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۷) بے شک اے مخاطب تیرے پروردگار کی ہی حضور میں سب کو پلٹ کر جانا ہے ۞ جب اس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے تو اس سے کوئی کس طرح مستغنی اور بے نیاز ہوسکتا ہے۔ جس طرح اس زندگی میں اس کی قدرت سے خارج نہیں اسی طرح اس زندگی میں بھی اسی کے احاطۂ قدرت میں گھرا ہوا ہے پھر بھلا اس سے کوئی سرکش اور متکبر کیسے بے نیاز ہوسکتا ہے (۸) اے مخاطب بھلا تو نے اس شخص کو بھی دیکھا جو نماز سے روکتا اور منع کرتا ہے (۹) ایک خاص بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے ۞ مطلب یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہیں تو یہ نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ یہ ابوجہل خبیث کی حالت ہے۔ ایک دن جب آپ نماز ادا کر رہے تھے وہ بے ادبی کی نیت سے چلا مگر قریب جا کر لوٹ آیا۔ کسی نے دریافت کیا ان کی گردن پر کیوں نہیں کھڑا ہوگیا۔ کہنے لگا میں نے وہاں پہنچ کر ایک آگ کی خندق دیکھی اور اس میں کچھ پردار چیزیں دیکھیں اس لئے میں لوٹ آیا (۱۰) اے مخاطب بھلا یہ تو بتا اگر وہ بندہ صحیح راہ پر قائم ہو (۱۱) یا وہ پرہیزگاری کی تعلیم دیتا ہو اور تقویٰ کا حکم کرتا ہو ۞ یعنی اگر اس نمازی بندے میں دونوں باتوں میں سے ایک بات بھی ہوتی تب بھی اس کو نماز سے روکنے والا قابل مذمت تھا حالانکہ یہاں نماز پڑھنے والے میں دونوں باتیں موجود ہیں وہ ہدایت پر بھی ہے اور تقویٰ پر عمل کرنے کی تعلیم بھی دیتا ہے پھر اس کو روکنے والا کس قدر مذمت کا مستحق ہوگا (۱۲) اے مخاطب بھلا یہ تو بتا اگر یہ نماز سے روکنے والا دین حق کی تکذیب کرتا ہو اور اس دین حق کو قبول کرنے سے روگردانی کرتا ہو ۞ تو پھر یہ شخص کس قدر قابل نفرت و مذمت اور مستحق وعید ہے یعنی اپنی تو یہ حالت ہے کہ دین کا مکذب اور دین سے منہ موڑنے والا اور اس پر خبیث نماز پڑھنے سے اس شخص کو روکتا ہے جو ہدایت پر بھی ہے اور تقویٰ کا حکم بھی دیتا ہے بعض حضرات نے دوسری طرح ترجمہ اور تفسیر کی ہے۔ ارایت ان کان علی الھدیٰ سے و تولیٰ تک پوری آیت سے ابوجہل ہی کو مراد لیا ہے یعنی اگر یہ نماز سے روکنے والا ہدایت پر ہوتا اور پرہیزگاری کی باتوں کا مشورہ دیا کرتا تو کیا اچھا ہوتا اور اس نے تکذیب اور روگردانی کی تو ہم کو کیا نقصان پہنچا چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی نیک راہ پر ہوتا بھلے کام سکھاتا تو کیا اچھا آدمی ہوتا اب جو منہ موڑا تو ہمارا کیا بگاڑا ۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے جو کچھ فرمایا وہ بھی بعض تفاسیر میں موجود ہے صاحب مدارک نے یہی قول اختیار کیا ہے اور ہم نے جو کچھ اخذ کیا ہے وہ صاحب خازن سے کیا ہے اور ہمارا ماخذ تفسیر خازن ہے۔ بہرحال دونوں معنی کی گنجائش ہے۔ وللناس فیما یعشقون مذاھب (۱۳) کیا اس شخص کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے ۞ یعنی کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی شرارت کو اور اس کی سرکشی اور نماز سے روکنے کو دیکھ رہا ہے۔ یہاں بھی بعض حضرات نے دوسرے طور پر معنی کئے ہیں یعنی کیا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے خشوع اور خضوع اور ابوجہل کی مخالفت کے باوجود نماز پڑھنے کو دیکھ رہا ہے۔ ہم عرض کرچکے ہیں کہ ہم نے تفسیر خازن سے ان آیات کی تفسیر کی ہے۔ اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ آیت الم یعلم بان اللہ یری ترغیب اور ترہیب دونوں کو شامل ہے اور یہ گنجائش ہے کہ صاحب مدارک کی تفسیر کے موافق ترجمہ کیا جائے۔ واللہ اعلم (۱۴)

بقیہ صفحہ ۹۵۹

یہ رات تقدیری امور اور ان کے نفاذ کی رات ہے۔ یعنی سال بھر تک ہونے والے امور سے اجمالی طور پر فرشتوں کو آگاہ کرنے کی رات ہے یا قدر بمعنی شرف اور عظمت ہے۔ قرآن شریف کے نزول کا مطلب یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں یہ قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا ہے اور وہاں سے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا ہے اور تئیس سال کی مدت میں پورا قرآن وحی کے ذریعہ سے نازل ہوا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آسمان دنیا سے اسی رات میں کچھ حصہ قرآن کا آپ پر نازل ہوا ہو۔ بہرحال یہ قرآن ہمارا اتارا ہوا ہے نیز ایک مرتبے والی رات میں نازل کیا گیا ہے اس لئے بھی یہ بڑا معظم ہے کیونکہ عظمت والی رات میں اس کا نزول ہوا ہے آگے بطور تشویق فرمایا (۱) اور اے پیغمبر آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے ۞ یعنی شب قدر کی بزرگی اور اس کی عظمت

کیسی ہے (۲) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے ۃ یعنی شب قدر کی عبادت اور اس میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت کرنے سے بہتر ہے کوئی شخص ایک ہزار مہینے یعنی تقریباً اسی سال تک عبادت کرتا رہے تو صرف اس رات میں عبادت کرنا اور اس کو زندہ رکھنا ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے عبادت گذاروں کا ذکر فرمایا اور اس میں ایک عابد کا ذکر کیا کہ اس نے اسی سال تک اس طرح عبادت کی کہ دن کو روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کرتا۔ اس کو سنکر بعض صحابہ نے حسرت سے کہا یا رسول اللہ اوّل تو ہماری عمریں اس قدر طویل نہیں پھر بڑا حصہ رات کا سونے میں گذر جاتا ہے پھر فکر معاش اور روزی کمانا یہ مستزاد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان باتوں سے ملال ہوا اور یہ خیال کہ میری امت واقعی اُمم سابقہ سے عبادت میں کم رہ جائے گی: اس پر اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کا ذکر فرمایا اور اس رات کی فضیلت نازل فرمائی۔ (۳) اس رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر کام اور جملہ اُمور لے کر نازل ہوتے ہیں۔ (۴) یہ رات سرتاسر سلامتی ہے وہ طلوع فجر تک رہتی ہے ۃ یعنی انتظام عالم کے متعلق جو معاملات اور جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعین کے لئے فرشتے آتے ہیں۔ یا امور خیر لیکر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ یا ہر قسم کی روحانی برکتیں اور باطنی حیات لے کر نازل ہوتے ہیں۔ روح سے مراد حضرت جبرئیلؑ ہیں جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یا روح سے کوئی اور بہت بڑا فرشتہ مراد ہے یا روح سے فرشتوں کی کوئی اور جماعت مراد ہے جس کو فرشتے بھی صرف اسی رات کو دیکھتے ہیں۔ یہ رات سلامتی ہے۔ یعنی یہ رات اطمینان اور دل جمعی کی رات ہے۔ یا یہ کہ فرشتوں کے سلام کی رات ہے جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ اس رات ہر عبادت کرنے والے پر فرشتے گذرتے ہیں اور ہر مومن اور ہر مومنہ پر سلام بھیجتے ہیں یا پروردگار عالم کا سلام پہنچاتے ہیں۔ یا ہر عبادت گذار مومن اور مومنہ کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ غرض شام سے لیکر صبح صادق تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جائے۔ یعنی طلوع فجر تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ شب قدر کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بے شمار اقوال ہیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان المبارک کے آخری عشرے کی کوئی طاق رات ہے۔ صحابہ کی اکثریت اس کی قائل ہے کہ یہ ستائیسویں شب ہے۔ بہرحال رمضان کے آخری عشرے کی تمام طاق راتوں میں اس کو تلاش کرنا چاہئے اکثر علما کا قول ہے کہ یہ رات کسی ایک تاریخ کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ کسی رمضان میں کوئی تاریخ اور کسی رمضان میں کوئی تاریخ چنانچہ اکثر بزرگوں کا تجربہ یہ ہے کہ ہر رمضان میں یہ رات مختلف طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ صاحب نزہۃ المجالس اپنے والد کا تجربہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ اگر یک شنبہ اور چہارشنبہ کو ہوگی تو یہ شب قدر انتیسویں شب کو ہوگی۔ اور اگر رمضان کی پہلی دوشنبہ کی ہوگی تو شب قدر اکیسویں شب کو ہوگی۔ اور اگر پہلی تاریخ سہ شنبہ اور جمعہ کو ہوگی تو شب قدر ستائیسویں شب کو ہوگی۔ اور اگر پہلی تاریخ پنجشنبہ کو ہوگی تو شب قدر پچیسویں شب کو ہوگی اور اگر پہلی تاریخ رمضان کی شنبہ کو ہوگی تو شب قدر تیئیسویں شب کو ہوگی۔ واللہ اعلم بہتر یہی ہے کہ آخری عشرے کی تمام طاق راتوں میں تلاش کیا جائے۔ اس رات میں کوئی خاص عبادت مشروع نہیں ہے نماز ہو۔ قرآن کا پڑھنا ہو اور کسی قسم کا ذکر و شغل ہو۔ البتہ ایک دعا حضرت عائشہ کی روایت میں مرفوعاً آتی ہے کہ اگر شب قدر کو پائے تو اس میں یہ دعا پڑھ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں من ادرکہا یقول اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ بہرحال شب قدر میں عبادت کرنے کا بہت ثواب منقول ہے۔ من قام لیلۃ القدر ایماناً و احتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔ یعنی ایمان اور ثواب کی امید سے جس نے لیلۃ القدر میں عبادت کی تو اس کے تمام گذشتہ ہوئے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ یعنی تمام صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں شاید اول اسی شب میں شروع ہوا قرآن اترنا پھر ہمیشہ اس میں یہ تین صفتیں اللہ نے رکھیں اس رات میں جو نیکی کرے گویا ہزار مہینے کی اور دنیا کے جو کام مقدر ہیں اس میں نیچے اترتے ہیں اور اللہ کی طرف سے چین اور دل جمعی اترتی رہتی ہے ساری رات عبادت حلاوت سے ہوتی ہے وہ رات قرآن سے دریافت ہوا کہ رمضان میں ہے حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر دہے میں طاق راتوں میں اکیسویں سے ستائیسویں تک الغیب عند اللہ۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ستائیسویں تک فرمایا یہ شاید انتیسویں تک ہوگا کاتب سے سہو ہوا (۵) تم تفسیر سورۃ القدر۔

سورۃ بینہ مدنی ہے اور یہ آٹھ آیتیں ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ اہل کتاب میں سے جو لوگ منکر ہوئے اور مشرکین اس وقت تک باز آنے والے نہ تھے کہ جب تک ان کے پاس واضح دلیل نہ آجاتی ۃ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی حالت بالکل بگڑ چکی تھی۔ اور ان کی اصلاح اور درستی کی کوئی شکل نہ تھی اور ان کی خرابی اور ان کے بگاڑ کی حالت کا یہ اقتضا تھا کہ ان کے پاس کوئی روشن اور واضح دلیل آجائے تو وہ اپنی حرکات ناشائستہ سے باز آجائیں۔ اہل کتاب اپنے پیغمبروں کی تعلیم سے ہٹ کر گمراہ ہو چکے تھے۔ کوئی مسیح کو ابن اللہ کہتا تھا کوئی حضرت عزیر کو ابن اللہ کہتا تھا غرض تمام دنیا میں گمراہی عام ہو چکی تھی۔ اور اس گمراہی کا تقاضا تھا کہ کوئی دلیل کھلی ہوئی آجانے کے بعد وہ باز آجائیں اور ان کی اصلاح ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ یہود و نصاریٰ کے خراب ہو جانے اور دین سے دور ہو جانے کے بعد وہ اپنی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی بنا پر یہ کہتے ہوں اور ان کے کہنے سے مشرکین یہ خیال کرتے ہوں کہ نبی آخر الزماں آجائیں تو ہم سب کی اصلاح ہو جائے۔ اور ہماری روحانی ترقی ہو۔ گویا اس حالت انتظار کا تقاضا یہ تھا کہ جب ان کے پاس وہ واضح دلیل آجائے گی تو یہ باز آجائیں گے۔ مشرک اپنے شرک کو چھوڑ دیں گے۔ اور اہل کتاب اپنی کافرانہ روش سے باز آجائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱)

بقیہ صفحہ ۹۶۰

اور بعض مشرکین و اہل کتاب اپنی ضد پر قائم رہے۔ آگے ان کا انجام اور اس کی تفصیل ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۵) بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کفر پر قائم رہے وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ تمام مخلوق کے بدترین ہیں ۃ یعنی جہنم میں داخل ہوں گے اور اسی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ لوگ بدترین خلائق ہیں یعنی بہائم سے بھی زیادہ ذلیل اور بدتر ہیں وہ بھی اپنے محسنوں کو پہچانتے ہیں لیکن یہ اپنے محسن کے ناسپاس ہیں (۶) البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے تو یہ لوگ بہترین خلائق یعنی تمام مخلوق سے بہتر ہیں ۃ یعنی جو اس دین پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ کی پابندی کرتے رہے وہی لوگ بہترین خلائق ہیں آگے ان کی جزا اور ان کا صلہ بیان کرتے ہیں (۷) ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ایسے دائمی باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی یہ جنت اور رضا اس شخص کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا ۃ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے خوش ہوا اور وہ لوگ اس کی عطا سے راضی ہوئے اور جو خیر و کرامت اور بزرگی ان کو دی جائے گی وہ اس سے راضی رہیں گے۔ خشیت خداوندی چونکہ اس راہ میں اہم امر ہے اس لئے آخر میں فرمایا ذلک لمن خشی ربہ یعنی یہ رضائے مولیٰ جو سب مرتبوں سے بڑا مرتبہ ہے جیسا کہ سورۂ توبہ میں گذر چکا ہے ورضوان من اللہ اکبر۔ تو ایسی بڑی چیز کے وہی بندے مستحق ہوں گے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے اور خوف کھاتے رہتے ہیں اور خوف کی وجہ سے اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں۔ یہ خشیت علمائے حق کا حصہ ہے۔ سورۂ فاطر میں ارشاد ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا۔ یعنی خشیت علما کا حصہ ہے۔ یہاں فرمایا ذلک لمن خشی ربہ۔ یعنی خشیت والوں کے لئے رضائے خداوندی ہے۔ لہٰذا علما کے لئے رضائے الٰہی مخصوص ہے حدیث میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی بن کعب سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم فرمایا ہے کہ تم مجھ کو لم یکن الذین کفروا کی سورت سناؤ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ اس پر ابی بن کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا رب العلمین کی بارگاہ میں میں یاد کیا گیا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ سنکر ابی بن کعب رو پڑے (۸)

بقیہ صفحہ ۹۶۲

اگر انسان اس دن یقین کرتا تو اپنی کنودیت یعنی کفران نعمت اور حب مال اور اپنی بخیلی سے باز آجاتا اور اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور شکر گذار ہو جاتا (۱۱) تم تفسیر سورۃ العادیات۔

سورۃ القارعہ مکی ہے اور یہ گیارہ آیتیں ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ وہ کھڑکھڑا دینے والا حادثہ (۱) کیا ہے وہ کھڑکھڑا دینے والا حادثہ (۲) اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کھڑکھڑا دینے والا حادثہ کیا کچھ ہے ۃ قرع کے

معنی اصل میں کھٹکھٹانے اور زور سے بجانے کے ہیں عرف میں ہر ہیبت ناک اور خطرناک حادثے کو قارعہ کہتے ہیں۔ سورۂ رعد میں گذر چکا ہے ولا یزال الذین کفروا تصیبھم بما صنعوا قارعۃ۔ کا ترجمہ ہم نے صدمہ پہنچا کیا ہے۔ یہاں ہم نے کھڑکھڑانے کے ساتھ حادثہ بھی کر دیا ہے اور قیامت اور اسرافیلؑ کی آواز سے بڑھ کر کون سا ہیبت ناک حادثہ ہوگا جس سے عام گھبراہٹ پیدا ہو جائے گی اسی لئے قیامت کا نام بھی قارعۃ ہے۔ ع وای کریم لم تصبہ القوارع یعنی کون سا شریف آدمی ایسا ہے جس کو حادثوں اور صدموں سے دو چار ہونا پڑتا ہو۔ قیامت میں فزع اور گھبراہٹ بھی ہے اور صور کی آواز سے کھڑکھڑاہٹ بھی ہے۔ بہرحال اس کی اہمیت کے لئے پھر سوال فرمایا وما ادرٰک ما القارعۃ۔ اب آگے اس ہیبت ناک چیز کے چند آثار بیان فرمائے ہیں یعنی اس کھڑکھڑانا اُس دن ہوگا (۳) جس دن لوگ ایسے پراگندہ اور پریشان ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پروانے ؂ فراش ان پردار جانوروں کو کہتے ہیں جو روشنی پر آتے ہیں اور چراغ میں گر کر مر جاتے ہیں، خواہ وہ ٹڈے ہوں تیتریاں ہوں یا اور زہریلے اور بدبودار کیڑے ہوں۔ یہ کیڑے چونکہ کمزور اور بکثرت ہوتے ہیں اس لئے ان کے ضعف اور کثرت سے تشبیہ دی۔ نیز یہ کہ یہ پروانے مضطرب ہوتے ہیں کہ ایک جگہ قرار نہیں پاتے اسی طرح اُس دن انسان مضطرب اور بے قرار و بے چین ہوں گے ایک جگہ آرام و اطمینان سے نہ بیٹھ سکیں گے۔ سورۂ قمر میں گذر چکا ہے کانھم جراد منتشر۔ بہرحال ان تین حالتوں کی وجہ سے پروانوں کے ساتھ تشبیہ فرمائی۔ آگے پہاڑوں کی تشبیہ فرماتے ہیں (۴) اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی مثل ہو جائیں گے ؂ چونکہ پہاڑ اڑتے پھریں گے اور ان پہاڑوں میں مختلف رنگ ہیں جیسا کہ سورۂ فاطر اور سورۂ معارج میں گذرا ہے اس لئے ان کو رنگین اون کے ساتھ تشبیہ دی۔ اب آگے نامۂ اعمال تولے جانے کے بعد جو تقسیم ہوگی اس کا ذکر ہے (۵) جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا (۶) تو وہ پسندیدہ زندگی اور خاطر خواہ آرام میں ہوگا (۷) اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا (۸) تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا ؂ بہرحال وزن اعمال کے بعد جس کا پلہ ایمان و اخلاص کے اعتبار سے بھاری ہوگا تو وہ جنت میں چلا جائے گا جہاں من مانی زندگی اور خاطر خواہ آرام میسر ہوگا اور جس کا ایمان و اخلاص کے اعتبار سے اعمال کا وزن ہلکا ہوگا یعنی دین حق کا منکر ہوگا تو اس کا ٹھکانا ہاویہ یعنی جہنم کے سب سے نیچے درجے میں ہوگا جہاں کی زندگی مثل زندگی نہ ہونے کے ہے۔ بہرحال معلوم ہوا کہ عمل خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اگر ایمان اور اخلاص نہ ہو تو اس کا کچھ وزن ہی نہیں۔ اُمّ ماں کو کہتے ہیں۔ کیونکہ ماں کی گود اصل سکون کی چیز ہے۔ اس لئے یہاں ترجمہ مسکن اور ٹھکانا کیا گیا ہے کیونکہ ان کا اصل مسکن ہاویہ ہے۔ ہاویہ اتنا عمیق طبقہ ہے کہ اس کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کے متعلق سوال فرماتے ہیں (۹) کہ اے پیغمبر آپ کو کیا معلوم ہے کہ وہ ہاویہ کیا چیز ہے (۱۰) وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے ؂ یعنی ہاویہ کی گہرائی اور وہاں کے عذاب کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے بس اتنا سمجھ لو کہ وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے جس کی حرارت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ اعاذنا اللہ منھا (۱۱)

بقیہ صفحہ ۹۶۲

سورۂ والعصر مکی ہے اور یہ تین آیتیں ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۝ قسم ہے زمانے کی (۱) کہ بلاشبہ انسان بڑے خسارے اور ٹوٹے میں ہے (۲) مگر ہاں وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند بھی رہے اور ایک دوسرے کو دین حق پر قائم رہنے کی تاکید کرتے رہے اور نیز ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی فہمائش کرتے رہے ؂ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے بعض دوست مسلمان ہو گئے بعض کفر پر قائم رہے جو لوگ کفر پر قائم رہے وہ مسلمانوں کو طعنہ دیتے تھے کہ تم تو بڑے سمجھ دار تھے تم کیسے مسلمان ہو گئے اور تم نے اپنی عمر کو تباہ کر لیا۔ اسی قسم کی گفتگو ایک دفعہ کلدہ بن اسد نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کی۔ اُنہوں نے فرمایا تو بے وقوف ہے جو آدمی امر حق کو قبول کرتا ہے وہ ٹوٹے اور نقصان میں نہیں پڑتا خسارے میں وہ ہوتا ہے جو امر حق کے قبول کرنے سے مُنہ پھیرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ مفسرین کے لفظ عصر میں تین قول ہیں۔ ایک زمانہ جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے۔ دوسرے نماز عصر کا وقت کہ یہ بھی سود و زیاں اور نفع نقصان کا وقت ہے۔ تیسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ جس میں نور نبوت کی شعاعیں سب طرف پھیلیں اور جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کے انوار و برکات سے دنیا مستفیض ہوئی اور بڑے بڑے سرکشوں نے اسلام کی حقانیت اور اسلام کی معجزنما تعلیم کا اعتراف کیا۔ وللہ الحمد۔ ہم نے ان تینوں اقوال میں سے پہلا قول اختیار کیا ہے یعنی میں زمانے کی قسم کھاتا ہوں کہ انسان عمر کے ضائع ہونے کی وجہ سے بڑے نقصان میں ہے۔ یعنی انسان کے پاس بڑا سرمایہ اور بڑی پونجی اس کی عمر ہے جس سے دینی اور دنیوی کمالات حاصل کئے جاتے ہیں مگر یہ پونجی ہر وقت کم ہوتی رہتی ہے عمر جس قدر زیادہ ہوتی رہتی ہے اتنی ہی گھٹتی رہتی ہے۔ انسانی عمر ایک بہترین چیز ہے بشرطیکہ اس کو صحیح کام میں لگایا جائے ورنہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اگر کسی نے اپنی عمر کو محض لذات اور دنیوی خرابات میں خرچ کیا اس کے پاس سوائے ٹوٹے کے اور کیا رہا۔ اور جس نے اپنی عمر کو نیک کاموں میں خرچ کیا اور سعادت و کمال حاصل کیا اُس نے ایسا نفع کمایا جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اُس نے ہر قسم کی دائمی لذتوں کو حاصل کر لیا۔ حضرت حق تعالیٰ نے اس مختصر سورت میں سب ہی کچھ فرما دیا علماء کہتے ہیں عمر کی مثال اُس برف فروخت کرنے والے کی ہے جو ہر وقت گھلتی رہتی ہے یعنی رکھے رکھے کم ہوتی رہتی ہے یہی زمانے کا دور اور دن رات کی اُلٹ پلٹ ایک دن عمر کو فنا کر دے گی اور پھر خواہ کتنا ہی افسوس کر دیہ چیز دوبارا حاصل ہونے والی نہیں۔ لہٰذا سمجھ دار انسان وہی ہے جو اس ناپائے دار پونجی کو کمال اور سعادت کے حاصل کرنے میں خرچ کرے اسی لئے فرمایا انسان نقصان اور ٹوٹے میں ہے مگر ہاں وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کے پابند رہے۔ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرانے والے اس نقصان سے مستثنیٰ ہیں اور یہی کمال کا حصول ہے۔ اور یہی لوگ خوش نصیب ہیں۔ آگے کمال کے بعد تکمیل کی طرف اشارہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ساتھ وہ لوگ ایک دوسرے کو آپس میں حق پر قائم رہنے کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ یعنی دین حق یا اعتقاد حق یا قرآن اور اس کے احکام پر قائم رہنے یا ایمان اور توحید پر قائم رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی فہمائش کیا کرتے ہیں یعنی ادائے فرض اور اوامر الٰہی کے ادا کرنے میں یا گناہوں سے بچنے میں جو تکلیف ہو اُس کے برداشت کرنے کی فہمائش کیا کرتے ہیں۔ کمال اور تکمیل دونوں چیزوں کا ذکر فرما دیا۔ سبحان اللہ اس مختصر اور چھوٹی سی سورت میں سب ہی کچھ آ گیا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ صرف یہی ایک سورت نازل فرماتا تو سمجھ دار بندوں کی ہدایت کے لئے کافی تھی۔ صحابہ کا عام قاعدہ یہ ہو گیا تھا کہ جب دو شخص باہم ملاقات کرتے تو ایک دوسرے کو رخصت کرنے سے پہلے سورۂ والعصر سناتے اور اُن کو حق پر قائم رہنے اور تکالیف کو برداشت کرنے کی فہمائش کرتے (۳)

بقیہ صفحہ ۹۶۴

تاکہ سرپوش نہ کھل سکے یا یہ مطلب ہے کہ آگ کے ستونوں سے باندھے جائیں گے اور جکڑ دیئے جائیں گے تاکہ کوئی حرکت نہ کر سکیں اور ہلنے جلنے میں جو تخفیف حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہو یا یہ معنی ہوں کہ دوزخ کے دروازے بند کر کے ان میں لمبے لمبے ستون اڑا دیئے جائیں گے تاکہ کواڑ نہ کھل سکیں۔ بہرحال عذاب کی غلظت شدت اور دوام ہے۔ اعاذنا اللہ منھا ومن شرھا ومن حرھا (۹)

تم تفسیر سورۃ الھمزہ۔

سورۂ فیل مکی ہے اور یہ پانچ آیتیں ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۝ اس سورت میں مکہ والوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان ظاہر فرمایا تاکہ جس اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو بچایا اور عرب کی عزت بچائی اُس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کا کہنا مانو تاکہ تم تمام دنیا میں سر بلند ہو اور اہل عالم پر تمہارے اقتدار کا سکہ بیٹھ جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ مختصراً اصحاب فیل کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں یمن کے ملک پر ایک مدت تک حبشی غالب رہے دیکھا سارے عرب حج کرتے ہیں کعبہ کا چاہا کہ سب ہمارے پاس جمع ہوا کریں کعبے کی نقل ایک کعبہ بنایا دنیا کا تکلف یہاں سے زیادہ۔ کوئی نہ آیا زیارت کو جھنجلا کر فوج چڑھائی کعبہ شریف پر اور ساتھ لائے کتے ہاتھی ڈھانے کو۔ بیچ میں کتنی قوم عرب کی مزاحم ہوئی سب کو مارا جب حرم کی حد میں پہنچے آسمان سے جانور آئے سبز چڑیوں کی برابر تین تین کنکریں دو پنجوں میں ایک مُنہ میں لاکھوں جانور لگے مارنے کنکر چلتے جیسے گولی بندوق کی اگر اونٹ کی پیٹھ میں لگتا پیٹ سے نکلتا پھر آدمی کیا چیز ہے ساری فوج میں ایک نہ بچا۔ اسی سال آخر میں حضرت پیدا ہوئے ۱۲ خلاصہ یہ کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف سے ابرہہ بن الصباح یمن کا حاکم تھا۔ یہ لوگ عیسائی تھے۔ اور یہ دیکھا کرتے تھے کہ عرب کے ہر گوشے سے لوگ خانہ کعبہ جایا کرتے تھے ابرہہ نے لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا یہ لوگ حج اور زیارت کی غرض سے بیت اللہ جایا کرتے ہیں

اس نے نجاشی کی اجازت سے یمن کے علاقہ میں ایک بہت بڑی گرجا تعمیر کی اور زر وجواہرات سے اس کو خوب آراستہ کیا اور عرب کو ترغیب دی کہ وہ بجائے کعبہ کے یہاں آیا کریں لیکن لوگ آمادہ نہیں ہوئے۔ اس عرصہ میں کسی شخص نے اس گرجا کو نجاست سے آلودہ کر دیا۔ اہل قافلہ کہیں اس کے قریب آکر ٹھہرے رات کو آگ جلائی آگ کا کوئی پتنگا اس میں جا گرا آگ لگنے سے وہ گرجا جل گئی اس پر ابرہہ سخت ناراض ہوا اور کعبہ پر ایک جرار لشکر لے دوڑا لشکر میں بڑے بڑے ہاتھی بھی لایا تاکہ کعبے کے منہدم کرنے میں ان ہاتھیوں کو کام میں لائے۔ ابرہہ نے مکے والوں کو کہلا بھیجا کہ میرا مقصد صرف کعبے کی تخریب ہے کسی سے لڑنا نہیں ہے لیکن جو کعبے کی حمایت میں ہم سے مقابلہ کرے گا ہم بھی اس کو قتل وغارت کریں گے چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے تمام اہل مکہ کو لیکر یہ ارادہ کیا کہ پہاڑوں میں چلے جائیں۔ اور جو قاصد ابرہہ کا پیغام لیکر آیا تھا اس کو جواب دے دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا ہم میں تعارض کی طاقت نہیں ہے اس لئے ہم میں سے کوئی مقابلہ نہیں کرے گا۔ چنانچہ ابرہہ جب یمن سے چلا تو راستے میں عرب کی بعض بستیوں نے اس سے مزاحمت کی مگر وہ سب کو شکست دیتا ہوا چلا آیا۔ اہل مکہ نے اکٹھے ہو کر کعبہ میں نہایت گریہ وزاری سے دعا کی حضرت عبدالمطلب قوم کے سردار اور کعبے کے متولی اعظم تھے ان کو معلوم ہوا کہ ابرہہ کے آدمیوں نے دو سو اونٹ مکے والوں کے پکڑ لئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے اُنیس کے ہمراہ جو ابرہہ کا معتمد تھا اس کی معرفت ابرہہ سے ملاقات کی اس نے ان کو تعظیم سے اپنے پاس بٹھایا اور ان سے ان کے آنے کا سبب دریافت کیا حضرت عبدالمطلب نے کہا میرے اونٹ آپ کے سپاہی پکڑ لائے ہیں ان کو چھڑوانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ اس پر ابرہہ نے تعجب سے پوچھا میں تمہارے کعبے کو گرانے آیا ہوں اس کی سفارش تم کرنے نہیں آئے۔ انہوں نے جواب دیا وہ جس کا گھر ہے وہ اپنے آپ اس کو بچائے گا میرے تو اونٹ ہیں میں تو ان کے لئے حاضر ہوا ہوں کیوں کہ ان کی کمائی پر ہماری معیشت کا دار ومدار ہے۔ بادشاہ نے اونٹ واپس کرنے کا حکم دیدیا اور یہ واپس چلے آئے اور مکہ والوں کو ہمراہ لے کر کسی پہاڑ پر پناہ گزیں ہو گئے۔ ابرہہ کا لشکر وادی بطن محسر تک پہنچا تھا کہ یہاں آکر ہاتھی بیٹھ گئے اور ان کو بہتیرا مار کر اٹھایا لیکن ہاتھی نہیں اٹھے۔ اسی عرصہ میں سمندر کی طرف سے سبز رنگ کے پرندے آنے شروع ہوئے ہر پرندہ تین تین کنکریاں لئے ہوئے تھا ایک منہ میں اور دو پنجوں میں یہ چڑیاں لاکھوں کی تعداد میں تھیں چنانچہ وہ کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر برسانی شروع کیں وہ کنکری گولی کا کام کرتی تھی جو لوگ بھاگے وہ بری طرح مرے یہ کنکریاں مسور یا چنے کی برابر تھیں کنکریاں کنکر کی تھیں۔ غرض تھوڑی دیر میں لشکر ایسا ہو گیا جیسے بھس کا پس خوردہ۔ جو بچ گیا وہ چیچک میں مبتلا ہوا بعض کے بدن پر آبلے پڑ گئے۔ بعض کے اعضا گل گل کر جھڑ گئے۔ چونکہ یہ واقعہ بہت مشہور تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پچاس دن پہلے ہوا تھا۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کیا آپ نے اصحاب فیل کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ نہیں دیکھا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اے پیغمبر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا ÷ سوال کا مقصد تہویل اور تعظیم ہے اور اس بات کا اظہار ہے کہ مکہ والوں کے ساتھ ہم نے احسان کیا اور اے نبی صلعم کی آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کی تعظیم اور آپ کی عزت فرمائی۔ نیز اطمینان دلاتا ہے کہ جس معبود برحق نے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کی مدد فرمائی وہ آپ کے بعد آپ کی امت اور آپ کے مسلک کو کس طرح نظر انداز کر دے گا۔ واقعہ چونکہ مشہور تھا اس لئے شہرت کی بنا پر لعینہٖ ایسا تھا جیسا کہ آنکھوں سے دیکھا اور یہ ایک عام محاورہ ہے جو اردو میں بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے کہ ان دیکھی ہوئی چیز کو اس کی شہرت کی بنا پر دیکھی ہوئی قرار دیکر سوال کرتے ہیں۔ آگے اس کی تفصیل فرمائی (۱) کیا اس نے ہاتھی والوں کی تمام چالیں اور تمام داؤں غلط۔ بے کار اور ضائع نہیں کر دیئے ÷ یعنی آئے تھے کعبے کی بے حرمتی کرنے اور خود تباہ وبرباد ہو گئے (۲) اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے ÷ یعنی سبز اور زرد رنگ کے جانور ٹکڑیاں بن بن کر آئے (۳) جو ان اصحاب فیل پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے ÷ کنکر کا ذکر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بارے میں گذر چکا ہے۔ یہ پتھر عام طور پر بنیادوں میں کام آتا ہے پہلے زمانے میں چنائی کا کام بھی اس سے لیا جاتا تھا۔ وہ مٹی جو پتھر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کنکر مراد ہوں جن سے سڑکیں بنائی جاتی ہیں اور جن کا چونا پھونکا جاتا ہے (۴) پھر خدائے تعالے نے ان کو ایسا کر دیا جیسے بھس کا پس خوردہ ÷ یعنی ناند میں پڑا ہوا بھوسا جس کو گائے یا بھینس کھائے اور اس کا جو حصہ باقی رہ جائے۔ غرض گھاس ہو یا بھوسا ہو جس کو چرپائے کھا کر خراب کر دیں۔ یعنی پراگندہ۔ تبیع۔ تبذل۔ بدنما اور چورا چورا ہو جانے میں تشبیہ ہے کہ ان کے جوڑ جوڑ الگ کر دیئے گئے اور ان کا چورا چورا کر دیا گیا۔ جو لوگ بچے وہ کھجلی اور چیچک میں مبتلا ہوئے اور رنجور رنجور کر مرے۔ اس سورت میں علاوہ احسان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کی تکریم سے ڈرانا ہے لوگوں کو کہ وہ نافرمانی کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں (۵)

بقیہ صفحہ ۹۶۵

کسی مسکین کو کھانا کھلانے کی لوگوں کو ترغیب تک نہیں دیتا یعنی مخلوق کا حق ادا کرنے کا اس کو بالکل خیال نہیں (۳) سو ایسے لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے (۴) جو اپنی نماز سے غفلت اور بے اعتنائی برتتے ہیں ÷ بغوی نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ساھون کیا ہے آپ نے فرمایا اضاعۃ الوقت نماز کے وقت کو ضائع کرنا یا منافقین مراد ہیں کہ لوگوں میں ہوئے تو پڑھ لی نہیں تو چھوڑ دی یا وہ لوگ جو بے پروائی کرتے ہیں پڑھ لی یا نہ پڑھی۔ یا یہ کہ دکھاوے کو پڑھتے ہیں۔ اور اگر نماز فوت ہو جائے تو نادم نہیں ہوتے یا یہ کہ رکوع سجدہ صحیح طور پر نہیں کرتا اور قرآن میں آیا کی طرح پڑھتا ہے۔ یا یہ کہ اخلاص اور خشوع سے خالی ہیں۔ غرض یہ تمام صورتیں علی حسب مراتب ساھون میں داخل ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی قضا کرتے ہیں یا تنگ وقت میں پڑھتے ہیں جان کر ۱۲ (۵) جو ایسے ہیں کہ ریاکاری کرتے ہیں ÷ یعنی عبادت میں خشوع خضوع کا اظہار اللہ تعالیٰ کے نہیں بندوں کے دکھانے کو تاکہ وہ اس کے معتقد ہو جائیں اور سمجھیں کہ یہ بڑا نیک ہے اور لوگ اس کو اہل دین اور صلاح وتقوے والا جانیں۔ اگر قلب میں کفر ہو تو منافق ہے اور اگر قلب میں ایمان ہے اور پھر لوگوں کو دکھانے کو طویل عمل کرتا ہے تو ریاکار ہے جس کی نماز اس کے لئے وبال ہوگی (۶) اور روزمرہ کے برتنے کی چیز مانگے تک کو نہیں دیتے ÷ یعنی روزمرہ جو چیزیں استعمال میں آتی ہیں ڈول رسی۔ سوئی تاگہ۔ لوٹا پتیلی وغیرہ تک کسی کو عاریۃً نہیں دیتا۔ یہ عام دستور ہے کہ ایک دوسرے سے عاریۃً روزمرہ کے استعمال کی چیزیں مانگ لیا کرتے ہیں اور اپنا کام نکال کر واپس کر دیتے ہیں مگر یہ کوئی چیز مانگے تک نہیں دیتا۔ بعض صحابہ نے نماز کی مناسبت سے زکوٰۃ مراد لی ہے۔ یعنی زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے۔ یعنی مخلوق کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں زکوٰۃ جو بڑی چیز ہے وہ تک نہیں دیتا۔ زکوٰۃ تو کیا دے گا برتنے کی چیز تک مانگے نہیں دیتا معلوم ہوا کہ یہ شخص اسلام کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا۔ (۷)

بقیہ صفحہ ۹۶۶

سورۂ کافرون مکی ہے اور یہ چھ آیتیں ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٭ سورۂ کافرون کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ معاویہ اشجعی نے ایک دفعہ خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ ذرات کو جب سونے لگوں تو کیا پڑھ کر سویا کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ کافرون پڑھ کر سویا کر کیونکہ اس میں شرک سے برأت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ کافرون کو ربع قرآن فرمایا ہے۔ اور سورۂ اخلاص کو ثلث قرآن فرمایا ہے۔ اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ ایک دفعہ رؤسائے قریش نے جمع ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم نے آپس میں صلح اور مصالحت کی غرض سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی پوجا کیا کریں۔ دین کے طریقے میں ہم اور آپ شریک رہیں۔ جن کا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ کچھ حصہ مل جائے گا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ شاید یاد ہو گا سورۂ نون والقلم میں گذر چکا ہے ودوا لو تدھن فیدھنون۔ یعنی کفار یہ چاہتے ہیں کہ آپ بتوں کے معاملے میں کچھ نرم ہو جائیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں نرم پڑ جائیں۔ یہ اسی قسم کی شکل ہے کہ آپ بتوں کی پرستش کریں تو ہم بھی خدا کی پرستش کریں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اے پیغمبر ان کافروں سے فرما دیجئے اے کفر کرنے والو (۱) تم جن معبودوں کی پرستش کرتے ہو میں ان کی پرستش نہیں کرتا (۲) اور نہ تم اُس معبود کی پرستش کرتے ہو جس معبود کی میں پرستش کر رہا ہوں (۳) اور آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرنے والا نہیں ہوں (۴) اور نہ تم ہی میرے معبود کی پوجا کرنے والے ہو ÷ مطلب یہ ہے کہ نہ فی الحال اس قسم کی شرکت ہو سکتی ہے نہ آئندہ اس قسم کی شرکت کا امکان ہے۔ کیونکہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا اور تم جب تک شرک کرتے رہوگے موحد نہیں بن سکتے یعنی میں نہ فی الحال اور نہ آئندہ شرک کا مرتکب ہو سکتا ہوں اور نہ تم جب تک غیر اللہ کی پرستش کرتے رہوگے موحد قرار دیئے

جاسکتے ہو مطلب یہ ہوا لا اعبد الباطل ولا تعبدون الحق۔ الفاظ کی ترکیب کے اعتبار سے کئی طرح معنی کئے گئے ہیں بعض حضرات نے یوں مطلب بیان کیا ہے میرے تمہارے درمیان نہ معبود میں اشتراک ہے نہ طریق عبادت میں۔ تم بتوں کو پوجتے ہو وہ میرے معبود نہیں۔ میں اس معبود برحق کو پوجتا ہوں جس کی صفات میں کوئی شریک نہیں وہ خدا تمہارا معبود نہیں اور تم جس طرح عبادت کرتے ہو اور جس بیہودگی کا اظہار اپنی عبادت میں کرتے ہو میں اس طرح کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں۔ تو اس طرح میرا تمہارا اشتراک نہیں ہو سکتا۔ ہم نے آسان اور سہل طریقے سے مطلب بیان کر دیا ہے جس کا ماخذ تفسیر مدارک اور خازن ہے۔ اس سورت میں جو لطائف اور خوبیاں ہیں ان پر علما نے بہت کچھ بحث کی ہے زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو تفسیر کبیر یا ابن قیم کی بدائع الفوائد ملاحظہ کی جائے اس عدم اشتراک کی وجہ سے آخر میں ارشاد ہے (۵) تمہارے لئے تمہاری راہ ہے اور میرے لئے میری راہ ؛ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم کو تمہارے عمل کا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرے عمل کا بدلہ ملے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی تم نے ضد باندھی اب سمجھانا کیا فائدہ ۱۲ خلاصہ یہ کہ ایسی ضد میں سمجھانا کیا سود مند ہو گا جب تک اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ کرے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے ہم بیزار ہیں تمہاری بدبختی تمہارے لئے ہے اور ہماری نیک روش اور صراط مستقیم کی پیروی ہمارے لئے ہے (۶) تم تفسیر سورۃ الکافرون۔

سورۂ نصر مدنی ہے اور یہ تین آیتیں ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ اس سورت کو تودیع بھی کہتے ہیں کیونکہ اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا چھوڑ کر آخرت اختیار کرنے کی یعنی وفات کی اطلاع ہے۔ اور اس سورت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اسی روز اس دار فانی میں قیام فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سورت پڑھی تو ابن عباسؓ بہت روئے۔ لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعض روایتوں میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رونے کا ذکر ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نے خود ابن عباس سے فرمایا تھا کہ اس سال میری وفات ہو جائے گی۔ بہرحال اس سورت کے بعد حضورؐ پر کوئی مستقل سورت نازل نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ اس سورت کے بعد الیوم اکملت کی آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد آیت قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ۔ نازل ہوئی چنانچہ اس آیت کے بعد پچاس دن حضور زندہ رہے۔ اس کے بعد واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ کی آیت نازل ہوئی اور اس آیت کے سات یا آٹھ دن بعد وفات ہو گئی۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آپہنچے ؛ یعنی مکہ معظمہ کی فتح آجائے اور جب اس فتح پر فتح کے آثار مرتب ہونے لگیں اور وہ آثار یہ ہیں (۱) اور آپ لوگوں کو جوق در جوق اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیں ؛ جیسا کہ فتح مکہ کے بعد ہوا۔ چونکہ کافر مکہ فتح ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر قبضہ کر لیا تو پھر ہم سب اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ اسی تجویز کے ماتحت فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ پورا جزیرۂ عرب اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں اسلام کی یہ ترقی ملاحظہ فرمالی اور ملکی ترقی کو خلافت عظمیٰ تک پہنچا دیا (۲) تو پھر آپ اپنے پروردگار کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح اور پاکی بیان کیجئے۔ اور اس سے گناہوں کی مغفرت طلب کیجئے۔ بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ؛ یعنی جو وعدہ آپ سے کیا گیا تھا وہ پورا کر دیا گیا۔ اسلام چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ اب آپ بکثرت تسبیح وتحمید کیا کیجئے۔ اور اپنی امت کے لئے بخشش اور گناہوں کی معافی طلب کیا کیجئے۔ بے شک وہ بڑی مہربانی کے ساتھ توجہ کرنے والا ہے۔ اس کا توبہ کو قبول کرنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ بندے پر رحمت اور مغفرت کے ساتھ توجہ فرمائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد میں ہر نماز کے بعد حضور سے یہ الفاظ سنا کرتی تھی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ۔ حضرت عائشہؓ اور فرماتی ہیں کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد رکوع اور سجود میں عام طور سے فرمایا کرتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ایک تیسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت میں یوں فرمایا کرتے تھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی قرآن میں ہر جگہ وعدہ ہے فیصلے کا اور کافر شتابی کرتے تھے۔ حضرت کے آخر عمر میں مکہ فتح ہو چکا۔ ملک عرب مسلمان ہونے لگے دل کے دل وعدہ سچا ہوا اب امت کے گناہ بخشوا کر کہ درجہ شفاعت کا بھی ملے یہ سورت اتری آخری عمر میں حضرت نے جانا میرا جو کام تھا دنیا میں سو کر چکا اب سفر ہے آخرت کا ۱۲ (۳)

بقیہ صفحہ ۹۶۷

رسی اس کے گلے میں تھی وہ گٹھا ایک جگہ بیٹھ کر لینے کو رکھا اور گٹھا ایک سمت کو جا پڑا اور رسی کا گلے میں پھندا پڑ گیا اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ ابولہب کو طاعون ہوا یا کوئی زہریلا دانہ نکلا جس کی وجہ سے اس کو علیحدہ ڈال دیا گیا کوئی ہاتھ نہ لگاتا تھا کہ مبادا یہ مرض مجھ کو نہ لگ جائے۔ آخر اسی طرح پڑے پڑے کئی دن میں مر گیا تین دن تک لاش پڑی رہی۔ جب سڑنے لگا تب مزدوروں سے اٹھوا کر زمین میں دبایا مزدوروں نے اس کی لاش کو لکڑیوں سے دھکیل دھکیل کر گڑھے میں ڈال دیا اور اوپر سے مٹی ڈال کر دبا دیا عتیبہ کا حشر یہ ہوا کہ اس کو ایک شیر نے پھاڑ ڈالا حضرت حق جل مجدہٗ کا وَتَبَّ فرمانا دنیا اور آخرت میں پورا ہوا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ابولہب حضرت کا چچا تھا کفر کے مارے حضرت کی ضد میں پڑا ایک بار حضرت نے سب قریش کو پکار کر جمع کیا اس نے پتھر پھینکا کہ دیوانہ لوگوں کو ناحق پکارتا ہے اور اس کی عورت سخت دشمنی کرتی خست کے مارے ایندھن جنگل سے آپ لاتی اور کانٹے حضرت کی راہ میں ڈالتی کہ آتے جاتے کو چبھیں ۱۲ (۵) تم تفسیر سورۃ ابی لہب۔

سورۂ اخلاص مکی ہے اور یہ چار آیتیں ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ۞ اس سورت کا مشہور نام سورۂ اخلاص ہے لیکن اس سورت کے بہت سے نام ہیں جیسا کہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں تقریباً بیس نام گنوائے ہیں۔ تفرید۔ تجرید۔ توحید۔ نجات۔ ولایت۔ معرفت وغیرہ وغیرہ۔ کسی چیز کے اسما کی کثرت اس کے شرف اور اس کی خوبیوں کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ یہ مختصر سورت اپنی خوبیوں اور اپنے استدلال کے اعتبار سے ہر قسم کے شرک کرنے والوں کا مکمل جواب ہے اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض یہود اور مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اپنے پروردگار کا وصف اور نسب بیان کیجئے کہ وہ کیا کھاتا ہے۔ کہاں رہتا ہے۔ یہ حکومت اس کے پاس کہاں سے آئی۔ اس کے بعد کون وارث ہو گا۔ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ نے کہا آپ ہم کو کس کی دعوت دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ ان دونوں نے کہا اللہ تعالیٰ کس چیز کا ہے لوہے کا ہے یا لکڑی کا ہے۔ چاندی کا ہے یا سونے کا ہے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ بہرحال منکرین توحید کی کئی قسمیں ہیں اس سورت میں سب کا جواب ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے ؛

اس میں دہریوں کا مجوسیوں کا ابطال ہو گیا جو کہتے ہیں خدا کا وجود ہی نہیں۔ اور مجوس کا بھی رد ہے جو کہتے ہیں دو خدا ہیں ایک خیر کا اور دوسرا شر کا۔ اور عام بت پرستوں کا بھی رد ہے جو معبودان باطلہ کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک کرتے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں ؛ اس میں ان سب لوگوں کا رد ہے جو غیر اللہ کو کسی درجہ میں مستقل مانتے ہیں۔ جیسے ہنود کے بعض فرقے جو روح اور مادے کی قدامت کے قائل ہیں ان کا رد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم کے بنانے میں روح اور مادے کا محتاج ہے اور روح اور مادہ اپنے استقلال میں اللہ تعالیٰ کے محتاج نہیں ہیں جیسا کہ اس فرقے کا دعویٰ ہے۔ اس آیت میں ان کا بھی رد ہے جو کہتے ہیں عالم کے لئے ایک خالق کافی نہیں ہے بلکہ کئی صانع ہونے چاہئیں۔ اور عالم کے بنانے کے لئے کئی خالق ہونے کی ضرورت ہے (۲) نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ؛ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں۔ جیسے یہود اور نصاریٰ اور مشرکوں کی وہ جماعت جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں اولاد میں احتیاج بھی ہے اور واجب الوجود ہونے کے بھی منافی ہے۔ جب اپنے وجود میں محتاج ہوا باپ کا تو واجب الوجود کہاں رہا (۳) اور نہ کوئی اس کا ہمسر اور نہ کوئی اس کے جوڑ کا ؛ یعنی جب اس کے کوئی جوڑ کا نہیں تو نہ جورو ہوا اور نہ بیٹا۔ اس میں رد ہو گیا ان لوگوں کا جو خدا کی صفات میں کسی دوسرے کو شریک یا اس کا ہمسر سمجھتے ہیں غرض توحید کے بارے میں یہ سورت ایسی جامع ہے کہ جس کی تفسیر اور جس کے نکات ولطائف بیان کرنے کے لئے دفتر کے دفتر چاہئیں۔ اگر کسی کو شوق ہو تو کتب تفسیر کا مطالعہ کریں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورۂ اخلاص سچے اعتقاد سے پڑھی گویا اس نے ثلث قرآن پڑھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ میں اس سورت کو محبوب رکھتا ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا حبک ایاھا ادخلک الجنۃ۔ یعنی اس کی محبت تجھ کو جنت

میں داخل کر دے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور نے قسم کھا کر فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ سورۂ اخلاص ثلث قرآن کے برابر ہے (۴) تم تفسیر سورۂ اخلاص۔

سورۂ فلق مدنی ہے اور یہ پانچ آیتیں ہیں۔

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ٭ مفسرین کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی لڑکا رہا کرتا تھا جو دن رات آپ کے ہاں پڑا رہتا تھا اور آپ کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دفعہ لبید بن اعصم نے اپنی دو لڑکیوں کو بھیجا کہ اس یہودی لڑکے سے مل کر اس پیغمبر کے سر۔ ڈاڑھی کے بال لے آؤ۔ کنگھا کرتے وقت جو بال کنگھے کے دندانوں میں رہ جاتے ہیں اس لڑکے نے ان لڑکیوں کو وہ بال مہیا کر دیئے۔ چنانچہ ان لڑکیوں نے یہ بال اپنے باپ لبید بن اعصم کو دیدیئے اور چند دندانے بھی کنگھے کے لڑکیوں کی معرفت لبید کو پہنچ گئے۔ یہ لبید بنی زریق کا رہنے والا تھا اس نے ان بالوں کے ذریعے حضور پر سحر کیا اور آپ کے بالوں میں گرہ لگا کر اور اس میں کچھ پھونک کر چاہ زروان میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیئے چنانچہ اس سحر کے بعد آپ کی طبیعت ناساز ہوئی اور کم و بیش چھ ماہ تک آپ بیمار رہے۔ اس بیماری کا اثر یہ ہوا کہ آپ کسی کام کو نہ کرتے اور سمجھتے کہ میں اس کو کر چکا ہوں اور کسی کام کو کرنے کے بعد ایسا خیال فرماتے کہ میں نے شاید فلاں کام نہیں کیا۔ آخر آپ نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آئے ایک آپ کے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پائنتی کی طرف بیٹھ گیا اور ایک نے دوسرے سے دریافت کیا اس پیغمبر کو کیا بیماری ہے دوسرے نے جواب دیا کہ ان پر جادو کیا ہے۔ اس نے دریافت کیا کس نے کیا ہے اس نے جواب دیا کہ لبید بن اعصم یہودی نے کیا ہے پہلے نے کہا کس چیز میں کیا ہے دوسرے نے کہا سر کے بال اور کنگھی میں پھر پہلے فرشتے نے کہا وہ کہاں ہے دوسرے نے بتایا کہ چاہ زروان میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا ہے چنانچہ صبح آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واقعہ بیان کیا اور صحابہ میں سے دو آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچے ان کو کنویں میں اتارا اور پتھر کے نیچے سے وہ بال نکال لئے ان بالوں میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ دونوں سورتیں آپ کو سنائیں ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں۔ آپ ان سورتوں کو پڑھتے جاتے تھے اور بالوں کی گرہیں کھلتی جاتی تھیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اے پیغمبر آپ یوں کہئے کہ میں صبح کے پروردگار اور مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں ٭ فلق پھٹنے والی چیز کو کہتے ہیں مفسرین کے بہت سے اقوال میں ہم نے راجح قول اختیار کر لیا ہے کہ یہاں صبح کی پو پھٹنا مراد ہے چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو پھاڑنے والا ہے ان اللہ فالق الحب والنوی۔ گٹھلی کا پھٹنا۔ دانے کا پھٹنا۔ زمین کا پھٹنا پہاڑ کا کا پھٹنا۔ سب اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ آپ رب الفلق سے پناہ مانگئے اور دوسروں کو بھی تعلیم دیجئے۔ تاکہ ہر مسلمان توکل کا عادی ہو (۱) ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا ٭ یعنی اس کی تمام مخلوق کی برائی سے خواہ وہ انسان کی برائی ہو یا جن کی ہو یا کسی موذی درندے اور وحشی جانور کا شر ہو۔ سانپ بچھو اور دوسرے موذی جانوروں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں (۲) اور اندھیری رات کے شر سے جب رات کا اندھیرا چھا جائے ٭ تاریکی کا شر اور اندھیرے کی بدی ظاہر ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ غاسق رات ہے جب وہ مشرق سے اپنے اندھیرے کو بڑھاتی ہوئی آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک دفعہ چاند کو دیکھ کر فرمایا اے عائشہؓ اس سے پناہ مانگ اللہ تعالیٰ کی یہی وہ غاسق ہے جب گہن کی وجہ سے غائب ہو جائے۔ یعنی پورا چاند گہن میں آ جائے۔ رات میں چونکہ آفات پھیلتی ہیں اس لئے رات کے اندھیرے سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس تاریکی سے ثریا کا غائب ہونا ہو کیونکہ ثریا کے غائب ہونے کے بعد بہت سے امراض پیدا ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ یعنی رات کا اندھیرا اور چاند کا گہن اس میں آ گئیں سب تاریکیاں ظاہر اور باطن کی اور تنگدستی۔ پریشانی۔ گمراہی ۱۲ (۳) اور ان جادوگرنیوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو منتر پڑھ پڑھ کر گرہوں میں پھونک مارتی ہیں ٭ یعنی وہ جادوگرنیاں جو کلمات کفریہ اور منتر پڑھ کر تانت میں۔ یا بال میں گرہیں لگاتی ہیں اور ان میں پھونکیں مارتی ہیں۔ شاید اس سے مراد لبید بن اعصم کی لڑکیاں ہوں۔ یا عام جادوگرنیاں مراد ہوں کہ ان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں (۴) اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ٭ حسد کا مطلب یہ ہے کہ حاسد زوال نعمت کا خواہشمند ہوتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ محسود کی نعمت زائل ہو جائے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ جب یہ حاسد اپنے حسد کو ضبط نہ کر سکے اور اپنے حسد کو ظاہر کر دے اور ہو ڈسنے والا ہوتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہو ڈسنے والے کی ٹوک لگ جاتی ہے ۱۲ بہرحال حاسد کا شر بہت خطرناک ہے۔ اس لئے اس کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ اس سورت میں حضرت حق تعالیٰ کا ایک وصف رب الفلق مذکور ہے اور جن سے پناہ مانگی گئی ہے وہ چار چیزیں ہیں۔ تمام مخلوق کی برائی۔ اور خاص طور پر رات کے اندھیرے کی برائی۔ جادوگرنیوں کی برائی کے شر سے۔ اور حاسد جب کہ وہ حسد کا اظہار کرے (۵)۔

تم تفسیر سورة الفلق

اس منزل کی تفسیر پر نظر ثانی کی گئی جس سے ۸ شوال ۱۳۷۵ھ ۰۰ اور ۱۹ مئی ۱۹۵۶ء ہفتہ کے روز فارغ ہوا۔ ۰۰۰

الحمد للہ علی احسانہ۔ احمد سعید کان اللہ لہٗ۔

۴ دسمبر بروز جمعہ ۱۹۵۹ء بعد نماز مغرب سحبان الہند مفسر قرآن الحاج مولانا احمد سعید صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند کو قلب کا دورہ پڑا اور چند منٹ میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے ۷۰ برس کی عمر پائی اور آپ کو مہرولی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے جنوبی دروازہ کے چبوترہ متصل ظفر محل میں ۵ دسمبر ۱۹۵۹ء کو مدفون کیا گیا۔ فقیر زادہ محمد سعید کان اللہ لہٗ بیت السعید کوچہ چیلان دہلی۔ ۳۰ جون ۱۹۶۰ء